UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224163
UNIVERSAL
LIBRARY

نظام گزٹ

عدد ۱
جلد ۱

سید وقار احمد ایم۔ اے

نجیب قدر رشدی ایم۔ اے

مضمون خاص

پیام اتحاد

دو دل یک شود تشکند کوہ را

از مہاراجہ صدر اعظم بہادر

قیمت فی پرچہ ۱؍ ۶ سکہ

نظام گزٹ

ہفت روار

چار مینار حیدرآباد دکن

چندہ

ہندوستان کے لئے مع محصول ڈاک ۔

سالانہ	۱۲
ششماہی	۶
سہ ماہی	۳
فی پرچہ	۶/۲

ہندوستان سے باہر کے لئے ۔

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمائے

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں ۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائے

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمائے

(۵) نظام گزٹ تقریباً ۱۶ صفحہ پر شائع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شائع

منیجر

تیری میزاں ہے شمار سحر و شام ابھی — [illegible] ہے زمانے کم و کیف حیات

نظام گزٹ

ہفتہ وار

سالہ ۱۰ حیدرآباد دکن : دوشنبہ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ م ۱۴ نومبر ۱۹۲۷ء م ۹ مہ و ے ۱۳۴۷ف — جلد

شذرات

مٹھاس جب حد سے زیادہ جاتی ہے تو کراہت آجاتی ہے۔ مرکب حلاوت کے وقت ہندوستان کی ہوا کو دیکھئے تو کیا ہی عجیب کہ شاید اسکی مثال عبارت و شن نے کبھی نہ دیکھی ہو۔ اس مٹھاس کا واقعی جلد ختم ہوگیا۔ اب تلخی کی باری ہے۔

کوشش ہو رہی ہے کہ تلخی کا دور جلد سے جلد آجائے "مجلس اتحاد" منعقد ہو چکی ہیں۔ اور چند دور اندیش سیاسی دیوتا اپنی اپنی مقناطیسیت سے متنافر دلوں کو ملانے میں سخت کوشاں ہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ باہمی نفرت کے ابھی کچھ دریے باقی ہیں جو ملنے نہیں دیتے۔ یاد رکھنا چاہیے ہم لوگ فطرتاً انتہا پسند واقع ہوئے ہیں:

بمبئی میں حال ہی میں شردھانند کے قاتل عبدالرشید کو پھانسی دلانے کے لئے ایک مجلس اتحاد منعقد کی، اور حکومت میں ٹرسٹیری کا کرانگریس صدر کانگرس نے خود دوسرے اس معاملہ میں دخیل ہونے سے انکار کیا ہے اور اپنے فرائض کی حدود سے باہر گرانے والوں نے فاتحوں پر ہندوستان کے اکابر سیاسی کو دعوت دی ہے۔ لیکن مجلس اتحاد کیا گل کھلاتی ہے۔ ہمیں اس مجلس سے بہت کچھ توقعات ہیں۔

کچھ برسوں سے عید میلاد النبی، عید آباد دکن کیلئے ہی مخصوص ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ دیوی ذیشوں کا بھی ذریعہ بن گئی ہے۔ چنانچہ عید میلاد کے جلسے، مشہور علماء و مقررین کی تقریریں، مگر یاد وعظ، خواہ مخواہ کی پیدا کردہ کسی مسجد کا جھگڑا ہے۔ لیکن کم از کم دلوں تازہ ضرور کر دیتے ہیں کیا یہ کم ہے!

اس سال بھی عید میلاد آئی اور نئے نئے ولولوں کو ساتھ نئے نئے مقرروں کو بھی ساتھ لائی۔ رات میں تمام شہر روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ مولوی صاحب علیہ صاحب کی سرگرم کوشش کا نتیجہ تھا کہ تقریباً ہر مسلمان نے اپنے اپنے مکان پر روشنی کی تھی۔ غرض اس سال عید میلاد کی کامیابی کا سہرا مولوی صاحب موصوف کے سر ہے۔ کیا ہم مولوی صاحب موصوف سے اس سے بہتر فرض کی کامیاب بنانے کی امید رکھ سکتے ہیں؟ فرض یعنی "جو خدا کا حکم ہے اور رسول کا فرمان! یعنی نماز"۔

اب کی دفعہ سرسید جنی ٹائمڈو کو پھر اپنا وطن یاد آیا۔ یا یہ کہ تفریح کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لیکن اس معاملہ میں بڑا بدقسمت ہے کہ جب کوئی سچی اس کی گود میں پرورش پاکر کوئی اہمیت حاصل کر لیتی ہے، اسکو خود آ جھول جاتی ہے۔ لیکن اتفاقاً مسز سروجنی نائڈو ایسی حق ناشناس نہیں ہیں۔ انکو اپنا وطن یاد ہے۔ حیدرآباد یاد ہے۔ اسلئے ہر تقریر میں اپنے حیدرآبادی ہونے کا ذکر غزل میں مقطع کی طرح التزاماً کر دیتی ہیں

لیکن مرکن کہتا ہے "میری پیاری بیٹی! تو میری مسیحی کا سہارا ہے، تو میری آنکھوں کا تارا ہے، آ۔ اس اندھیری رات میں میری رہنمائی کر!"

سروجنی کہتی ہیں "اے میرے پیارے وطن! میں تیری مٹی ہوں۔ تیرے ہی گووں میں میں نے پرورش پائی۔ تو نے ہی مجھے پروان چڑھایا۔ اے میرے عظیم الشان وطن تو کتنا پیارا ہے! تجھ میں کتنی شاعری ہے! تجھ میں کیا حلاوت ہے! تو محبت کا گہوارہ ہے! دیکھ میں دنیا کے تعصب و فسانہ زمانہ مجھے کبھی نہیں بھولتی، ہمیشہ تجھے یاد کرتی ہوں۔ اور جب دنیا کے کھیڑوں سے کچھ راحت پانا چاہتی ہوں، تیری گود میں آجاتی ہوں جب آتی ہوں تیرے فون کو جوش میں لاتی ہوں اور پھر جل جاتی ہوں تاکہ تیرا جوش ٹھنڈا ہو جائے اور تو پھر اسی تدبر حالت پر قائم ہو جائے۔ پیارے وطن دیکھ میں تیرے ساتھ کتنا عمدہ سلوک کرتی ہوں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۴ کالم ۳)

اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ریاست حیدرآباد تعلیمی امور میں ہر طانوی ہند کے بہت آگے ہے اس دعوی کی دلیل کیلئے صرف عثمانیہ یونیورسٹی کافی ہے۔ عثمانیہ یونیورسٹی ہندوستان میں قومی تعلیم کا سنگ بنیاد ہے یہیں علوم دلیسی زبان میں تعلیم دینے کا ارادہ کرنے کیلئے حکومت برطانی کو کتنے برس لگینگے۔ اور کب ہندوستان کو یہ تعلیم اور ترتیب نصیب ہوگی۔

عالم تعلیم اور یہی تعلیم یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے قومی امتیاز اور تعصب کا خود ہو جانا لازمی ہے اور ہندوستان کو رہ ادای مقصد کا یہی وہ چیز ہے کہ جسکے بنتے سے آج ہندوستان کی قسمت کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ کروڑوں ہندوں کا اتحاد اور قضا ایک قوت ہے اور یہ قوت وہ ہے کہ ذمہ دار ارباب حکومت اسکا نظری بھل ہے۔

موجودہ ہندوستانی زندگی کے مذکورہ بالا مختصر سے جائزہ

نظام گزٹ

ہفتہ وار

دوشنبہ ۱۸ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ

ضروریاتِ زمانہ اور ہم

منظم اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
کمال کہ فرش سے تا عرش سے مکاں بنا

زندگی کے ہر شعبہ میں دنیا میں زمانہ سے ترقی کر رہی ہے وہ کسی طویل بحث کی محتاج نہیں۔ مہذب یافتہ قوموں نے سخت جد وجہد سے وہ تمام چیزیں حاصل کر لیں جو قوم کو زندہ رہنے کیلئے ضروری ہیں اور اب ایسی ایسی ایجادات کے معمول کی کوشش میں ہیں جو فولاد کا کام دیتی ہیں۔

زندگی کے دوڑ میں ہمارا کیا شمار ہے؟ اس کا جواب اسوقت بن پڑیگا کہ ہم اوروں کو بھی دیکھیں کہ وہ کہاں ہیں اور ہم کہاں۔ حالی مرحوم کو شاید ہندوستان ہی کی زبانِ حال نے کہا تھا۔ ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جالیا ۔۔۔ ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

"ترقی" یا "قومی ترقی" کا راگ الاپنے والا ہر گویا کہ اپنا کام ادا کرتے ہوئے شرم آتی ہے: تاریخ کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو ہم نے اس دوڑ کی بو جو اب تک زبان ہی سے کی کہ ہر موقع طنزاً ہنس کر فرماتے ہیں ؎

قومی ترقی کی رادھا پیاری ۔۔۔ بیٹھی ہیں پہنے جوڑا ہماری

ہماری جوڑا پہنے بیٹھی تو ہم گرد دیکھتے ہیں کہ آیا وہ "رادھا پیاری" ہی ہیں یا کوئی اور؟

"قوم" اور "قومی ترقی" وغیرہ یہ تمام اصطلاحیں نئے زمانہ کی پیداوار ہیں۔ انگریزی حکومت کے پہلے کوئی ان الفاظ کو ان معنی میں جانتا بھی نہ تھا۔ تاجروں کی قوم نے اور سالہا سال تجارت کے ساتھ کچھ لفظوں کی بھی تجارت کی تبادلہ میں خواہ کچھ ہی لیا ہو مگر ہمیں بہت اچھے اچھے گورکدھ سے ہم بیٹھے ہیں۔

قومی یا ملکی ترقی کے چند پہلو ہیں: ملک کی آزادی؛ ماضی حالات کی سرسری؛ اور قومی داغ کی بلندی۔

قومی ترقی اور ملکی آزادی حاصل کرنے کی غرض سے اب سے تقریباً پچاس برس پہلے کانگریس کی بنا ڈالی گئی۔ کانگریس سے ملک کو بے حساب فائدہ پہنچا مگر ہندوستان کو تمام اب تک آزاد ملکوں کی فہرست میں نہ لایا۔ البتہ اتنی تبدیلی کانگریس نے ہندوستان میں ضرور دکھلی کہ اسکے ابتدائی زمانہ میں ہندو مسلمانوں میں کوس اور لٹھوں کا تبادلہ اتنا نہیں ہوتا تھا جتنا کہ آج ہو رہا ہے۔ اس بیان سے ہمارا مقصد کانگریس پر حملہ کرنے کا نہیں ہے بلکہ خود اپنے آپ پر محاسبہ کرنا ہے کہ اس طویل مدت کے [illegible] نے کسطرح صدیوں کے حق بسا گئی کو اکارتا سیکھ لیا

جب ہندو مسلمانوں میں منافرت اور عصبیت کا یہ عالم رہا تو اتحاد کی توقع کب کیجا سکتی ہے اور بغیر اتحاد کے ملکی یا قومی ترقی کی؟

ملک کی معاشی حالت الگ ہی اپنا دکھڑا سنا رہی ہے ہندوستان کی علمی مرتبہ الشل بن گئی ہے کون نہیں جانتا کہ ہندوستان زرعی ملک ہے مگر ہماری زراعت کی کیا حالت ہے۔ زمانہ کی ترقی کے ساتھ فن زراعت میں بھی بہت ترقی ہوگئی۔ اس میں یہ انسانی محنت کو کم کرنے کے لئے صدہا قسم کے آلات ایجاد ہو چکے ہیں یہ بھی سنی آمد فی نہیں ہوتی ہیں اور کوشش کر کے زرعی آلات میں اضافہ کرنا چاہئے" خیر یہ باہر والوں کے خیالات ہیں بحیثیت ہمارے کسان کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں آیا کہ زراعت کے اس قدیم طریقے کے سوا اور بھی کوئی طریقہ ہو سکتا ہے یا ان قدیم آلات کے سوا اور بھی کوئی نئے آلات کام دے سکتے ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ کہ ہمارا کسان وہی کسان ہے ہزار ہا سال پہلے کا۔

جب زراعت ہی کا یہ حال رہا تو صنعت و حرفت یا تجارت کا کیا پوچھنا۔ ہندوستان میں صنعتیات کی کمی نہیں مگر ان سے کام کون لیتا ہے۔ اب کچھ توجہ اسطرف بھی کیجاری ہو مگر یہ کوشش ہندوستان جیسے وسیع ملک کیلئے ہرگز کافی نہیں تجارت کا یہ حال ہے کہ اول تو صرف چند شہروں تک محدود ہے۔ اور انمیں بھی چند طبقے اس کے لئے مخصوص ہو گئے سرمایہ کی عام طور پر کمی ہے پھر اس پر لطف یہ ہے کہ ملک کا اعلیٰ طبقہ سے اس بالکل بے پروا ہے۔

قومی ترقی کے میدان میں کوئی شخص تحصیل میں سرسبز نہیں جا سکتا۔ قومی عظمت کی ارتقار برسوں اور صدیوں کی مسلسل کوششوں کا نتیجہ ہوتی ہے جس میں سچی کوشش تعلیم کے میدان میں ہونی چاہئے۔

قومی زندگی میں تعلیم کے شعبہ کی اہمیت سے کس کو انکار ہے۔ مگر ہندوستان کی تعلیمی حالت کیا ہے؟ وہ زمانہ گیا کہ ہندوستان کی تعلیمی رفعت کے مقابلہ میں دنیا پست نظر آتی تھی۔ اب ہندوستان کے باہر کی دنیا کا ماہی معیار اونچا ہو تا جا رہا ہے۔ اسکا اندازہ کرنے کیلئے یہ کافی ہے کہ ہم اپنے اونچی طبقہ کے کسی ترقی یافتہ قوم کے ادنی طبقہ کا مقابلہ کریں یورپ کی موجودہ بیداری (نشاۃ ثانیہ Renaissance) یعنی تقریباً پندرھویں صدی عیسوی سے شروع ہوتی ہے جبکہ ترکوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور قسطنطنیہ کے عیسائی علماء فضلا نے الیطالیہ میں پناہ لی تھی۔ وہاں انھوں نے علم و فنون کا چرچا کیا اور یورپ کی ہر سرزمین میں ان کے حلقے پھیل گئے۔ علوم کی ترقی آہستہ آہستہ مگر پر پا ہوتی گئی جسکا نتیجہ موجودہ یورپ ہے۔

مگر ہندوستان کی تعلیمی حالت کیا ہے؟ کیا موجودہ طریقہ تعلیم ہمارے لئے کافی ہے؟ کیا موجودہ تعلیم میں ہمارا ہندوستانی نباتی ہے؟ کیا ہندوستان کی تعلیم اس عدالت کی حامل ہے جو تعلیم کا اصل منشا ہے؟ ان سوالات کے جوابات مدت ہوئی دے جا چکے ہیں۔ مگر دوائے برحال ما یا کہ ابھی تک ہی ڈگر پر چلے جا رہے ہیں ع سمجھتے ہی نہ اچھا ہیں پر کھائے جاتے ہیں۔

ہمارا موجودہ نظام تعلیم ایسا ہے کہ اس سے قوم کی نوجوان پود کو کوئی تربیت صحیح طور پر نہیں ہو سکتی۔ غیر زبان کے سیکھنے اور اسمیں محنت کرنے میں کثیر محنت ضائع ہوتی ہے۔ ہماری درسگاہیں دیسی تعلیم کے کارخانے ہیں جہاں سے ہر سال بیکاروں کی فوجیں نکلتی ہیں۔ اگر کچھ طلبا نے فنی گری سے بچنا چاہا تو کچھ تو اور باہر کر کے مدرسی، وکالت یا طب کیطرف چلے گئے یہ آزاد پیشے بھی قومی عظمت یا قومی دولت کو پروان نہ چڑھانے والے ہیں۔

اس نظام تعلیم کا ایک اور نقص یہ ہے کہ اسکی وجہ سے ہر فرد قوم تک نہیں اس کے صرف ایک محدود طبقہ تک ہی تعلیم کا گھاٹا ہے اور ہماری آبادی کی ایک کثیر تعداد ابتدائی تعلیم سے محروم ہے ہندوستان کو فی الحال مختصر اعلیٰ تعلیم سے زیادہ، وسیع ابتدائی تعلیم کی ضرورت ہے۔

موجودہ تعلیم کے نصاب پر ذرا نظر ڈالئے۔ تاریخ کی کتابوں کا انتخاب اس بے پروائی سے کیا گیا ہے کہ ملک کے دو قومی مدرسہ کی تاریخوں ہی سے نفرت اور تعصب پیدا ہو جاتا ہے حیرانکہ قومی تعصب کی لعنت بڑی صداقت ہمارے موجودہ تعلیم یافتہ افراد ہی میں پائی جاتی ہے۔

نتیجہ اسکا یہ ہے کہ آپس کی تفرقوں نے ہمیں ایکدوسرے سے بہت دور کر دیا۔ جب کسی قوم میں آپس ہی میں پھوٹ ہو تو اس میں زوال و نکبت کیسے قایم ہو سکتی ہے۔ اگر تایم بھی ہو جائے تو اسکی بقا کیا امید؟

تعلیم کا مقصد صرف سیاست ہی پر اثر نہیں ڈالتا بلکہ ملک کی معاشی حالت بھی اس سے بہت متاثر ہوتی ہے ہماری زراعت میں، حرفت و صنعت و تجارت سے بے پروائی اسی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اگر ہندوستان میں تعلیم عام ہو جائے ہر فرد قوم ابتدائی تعلیم کی نعمت سے محروم نہ رہے تو ملک کی معاشی حالت میں انقلاب عظیم رونما ہوگا۔

ہندوستان کی زندگی کی جو کیفیت اور بیان کی گئی وہ وہ برطانوی ہند کو مدنظر رکھکر بیان کی گئی۔ دیسی ریاستوں میں اس حالت سے بہت تھوڑا فرق پایا جاتا ہے۔ اول تو یہ کہ سیاسی حیثیت سے دیسی ریاستوں میں حکومت اہل ملک ہی کے ہاتھ میں ہے۔ دوسرے یہ کہ اکثر حکمران رعایا کے حق میں مہربان اور فیض رسان ہیں جسکی وجہ رعایا کو اپنا حق مانگنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی اور اگر حکومت کے دوسرے افسروں سے رعایا کو کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے تو تقریباً تمام دیسی ریاستوں کا دروازہ رعایا کیلئے کھلا ہوا ہے۔ جہاں سیاسی نقطہ نظر سے دیسی ریاستوں میں یہ خوبی ہے وہاں کچھ بڑائیاں بھی برطانوی ہند سے زیادہ پائی جاتی ہیں۔ اول تو عام انتظام کے متعلق شکایتیں سنی جاتی ہیں۔ اور دوسرے کہ بعض دیسی ریاستوں کی شخصیت رعایا کیلئے مشکلات کا باعث بن جاتی ہے اور دونوں برائیوں سے زیادہ تکلیف دہ یہ امر ہے کہ دیسی ریاستوں میں تعلیمی حالت برطانوی ہند کی نسبت بہت خراب ہے اس حصہ میں ہم صرف اپنی ریاست کے متعلق

پیام اتحاد

دو دل یک شود لشکند کوہ را

از زبان اکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت صدر اعظم بالحکومت

جس شاعر نے یہ مصرعہ کہا ہے، اس نے ایک مصرعہ میں حیات انسانی کا بہت بڑا فلسفہ بیان کر دیا ہے۔ آج کل ہندوستان میں جو مایوس کن حالات اور واقعات رونما ہو رہے ہیں، ان تمام مشکلوں کا حل اسی چھوٹے سے مصرعہ پر عمل کرنے سے آسانی ممکن ہے۔ دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں ہے جس کے سرانجام کرنے کے واسطے اس زرین قول کے بجا لانے کی ضرورت نہ ہو۔

قدرت بھی عجیب عجیب رموز ہمارے سامنے پیش کرتی ہے۔ یہ ہمیں اتفاق کا درس دینے کے لئے بیشمار مثالیں سبق آموز مہیا کی ہیں۔ پہلے بسم اللہ شہد کی مکھیوں کو دیکھئے کہ وہ کس طرح مل جل ایک نعمت تیار کرتی ہیں۔

ز اتفاق مگس شہد میشود پیدا
خدا چہ لذت شیریں در اتفاق نہاد

مورہائے ناتواں پر نظر ڈالئے کہ کس طرح قطار اندر قطار ہا متحد کے لئے متفقہ طور پر غذا فراہم کرتی ہیں۔

حاصل کار تیری سعی میں پوشیدہ ہے
ہو جائے گی بھی تیری آسان مشکلیں

چھوٹے چھوٹے دیہات اور قصبات مل کر ایک شہر بن جاتے ہیں۔ اور پھر چند شہروں کے اتحاد سے ملک کی بنا پڑتی ہے۔ اسی طرح انسانی بدن کی ہر شئے اتحاد و عمل کا نتیجہ ہے۔ خواہ وہ مکان ہو یا بادل۔ تاریکی ہو یا روشنی لباس ہو یا غذا کسی باغ میں جائیے گوناگوں درختوں، رنگ رنگ کے پھولوں اور طرح طرح کے پھلوں سے آراستہ نظر آئیگا۔ اگر یہی درخت، پھول، پھل الگ الگ ہو جائیں تو وہ باغ کا ہے کو ہوگا، وہ ایک ویران زمین کا اجڑا ہوا قطعہ ہوگا۔ اسی طرح خود ہمارے وجود کی ترتیب پر غور کیجئے۔ اعضا، گوشت، ریشت، سر، استخوان کو کراکیک شکل بنی۔ اور یہی کثرت وحدت خالق کے وجود کی شاہد ہے۔ سبحان اللہ تعالیٰ شانہٗ، کائنات عالم کی جب آفرینش ہوئی نسل آدم ایک ہی تھی۔ ایک ہی حرشیہ تھا جس سے مختلف شکلیں پیدا ہوئیں۔ قدیم زمانہ میں زندگی سادہ تھی جوش عصبیت



Photo Printed by **Chandrakanth Press**, Hyd. Dn.

نام کو نہ تھا۔ بادشاہوں کی یہ حالت تھی کہ امن و امان نیک و بد کی زندگی کی خاطر تخت و تاج تک کو یکسر ترک کر دیتے تھے۔ شاہانہ سلوت و شوکت کو ان کی آن میں خیرباد کہتے تھے۔ دنیا کو یک جہتی اور اتفاق کا سبق دینے کے لئے مثالیں قائم کرتے تھے اور محبت و الفت کے گیت گاتے تھے۔ حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو انسان فطرتاً اتفاق و اتحاد کا محتاج بنایا گیا ہے۔ کلیہ علی الاطلاق نے اس اتفاق و اتحاد کا سبق دینے کے لئے ابتدا ہی سے انسان کو ایسے انداز پر پیدا کیا کہ وہ ہمیشہ اپنے ہم جنسوں، ماؤں، بہنوں کے عہد و پیمان کے بعد دو سو برس تک مرضعہ (دودھ پلنے کا زمانہ) رہا۔ اسکے بعد شباب کی جنوں خیز سرحد پر پہنچے تک لڑکپن کے زمانہ بلوغ میں دوسرے محبت جتانے والوں سے محبت رکھنا پڑتا ہے۔

سن تمیزی کو پہنچکر اس پیچیدہ اور نازک مسئلہ کو حل کر سکتا ہے کہ انسانیت کا شیوہ اختیار کر کے تن تنہا دنیا میں گزر نہیں رہ سکتا مگر آج ہندوستان میں وہ دردناک نظارہ دیکھا جا رہا ہے کہ لوگ سبق ازلی کو بھول گئے۔ اتفاق کی ہوا مسموم ہے۔ اتحاد کی فضا زہریلی ہو گئی ہے۔ ایک شخص دوسرے کے خون کا پیاسا اور ایک قوم دوسرے قوم کی دشمن ہے۔

کیا یہ افسوس کی بات نہیں ہے کہ ہم تقریباً ایک صدی سے مغربی تہذیب کا مطالعہ کر رہے ہیں ان کی بہت سی چیزیں اختیار کر لیں مگر ان کی بہترین چیز اتفاق و اتحاد اور یک جہتی کو حاصل نہیں کیا ہونا تو یہی چاہئے کہ جب کوئی مغربی طالبعلم ہندوستان کی سیر کو نکلے تو وہاں پھول چننے کی جگہ کانٹے دیکھ کر

آج سے تقریباً ساٹھ برس پہلے جرمنی تین سو سے زائد چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر مشتمل تھا۔ ان ریاستوں کی عظمت عدم میں تھی لیکن ان میں جب اتفاق اور اتحاد کی روح سرایت کر گئی تو یہی متحدہ ملک دنیا کی عظیم الشان طاقتوں میں شمار ہونے لگا اور گذشتہ جنگ عظیم میں معلوم ہو گیا کہ جرمنی کس طاقت کا ملک ہے۔

انگریزی میں ایک مثل مشہور ہے — "روما ایک دن میں نہیں تیار ہوا تھا" مگر میں کہوں گا کہ روما کو ایک شخص نے نہیں تیار کیا تھا۔ بڑے بڑے مدبر پیغمبر، علما، فضلا اور شعرا نے اپنے ملک کے آفتاب عظمت کو اپنی متفقہ سرگرمیوں کی بدولت چمکا دیا تھا۔ لیکن جب انھیں رہنماؤں میں نفاق، تعصب، بغض و حسد پیدا ہوا، خانہ جنگیاں شروع ہوئیں، کاہلی و عیش پرستی بے پروائی اور ضمیر فروشی کی بدولت کوہ سے کاہ ہو کر رہ گئے

ان کی وہ اگلی سی وقعت و حرمت، شان اور شوکت باقی نہیں رہی۔ آخر من توموں اور ملکوں کو انھوں نے تعلیم، تہذیب و شائستگی جہاں بانی اور حکمرانی کے آئین سکھائے تھے انھیں کے آگے ان کو زانوئے ادب تہ کرنا پڑا۔ لیکن یہ تو بیں مشرقی قوموں کی طرح نادان نہیں انھوں نے اپنی پستی اور نقائص کو معلوم کیا اور اتحاد و وطن کی تحریک سے پھر زندہ ہو گئے۔ اس اتفاق نے روما ہی کو حیات نہیں بخشی بلکہ اس سے یونان، روس، فرانس وغیرہ تمام سربرآوردہ قوموں کو عظمت اور شوکت نصیب ہوئی۔

مغرب دل یورپ نے اپنی منتشر قوتوں کو یکجا کر کے ایسی ترقی کی کہ آج ایشیا اور افریقہ ایسے زبردست براعظموں پر تا بحال ہیں اور چار دانگ عالم میں اپنی صولت و ہیبت کا سکہ

بٹھا رہے ہیں بطرح طرح کے اقتصادی اور ملکی فائدے اٹھا رہے ہیں۔ برخلاف اسکے ایشیا اور افریقہ کی مغرب توپں فقر و فاقہ کرتی ہیں ایڈائیں پھیلتی ہیں مصیبتیں اٹھاتی ہیں اور اپنی محنت و مشقت کی گاڑھی کمائی ولایت یورپ کی نذر کرتی ہیں۔ مگر اس پر کسی کی نظر نہیں۔ نظر ہے تو گائے کی قربانی پر یا ہمیں جلوس میں باجے پر۔

تعلیم یافتہ حضرات غور فرمائیں کہ یہ فساد و خاقتے کہاں تک مناسب ہیں۔ دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے کہ روز بروز ہمارا ملک ہر طرح ترقی پذیر ہے تہذیب و شائستگی عروج پذیر ہے۔ لیکن دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں جاننے والے جانتے ہیں کہ اس دعویٰ میں کہاں تک صداقت ہے اس سے زیادہ کیا حیرانی اور پریشانی ہو گی کہ آج کل ہندوستان کے ہر شہر ہر قصبے میں آئے دن ذرا ذرا سی بات پر ہنگامے مچتے ہیں۔ لاٹھیوں اور پتھروں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ اور بے سبب عزیز جانیں تلف ہوتی ہیں۔ کیا زمانہ کی حیرانی پر ایسا آیا ہے کہ سارا لوگوں سے دور اندیشی سمجھ بوجھ اور عقل و دانائی ہی گئی۔ ایسے تہذیب کے دور دورہ میں بھی یہ اندھیر خانہ جنگیاں دفعتہ پذیر ہو رہی ہیں۔ بڑی بدبختی تو یہ ہے کہ تقریباً ہر بڑے شہر میں بڑے بڑے عالم، فاضل، ادیب، صوفی، بیدار دل گروہ عاقل و دانا موجود ہیں لیکن عوام الناس امن امان کے سوں دور ہیں۔

خوب ہوئی اصلاح کی — قوم نے کی مکوس ترقی

نوبت یہاں تک پہونچی ہے کہ ہر لکھنے والے پر غور کرنے کی غرض سے لیڈروں کو مشورہ کے لئے جمع کرنے کی زحمت گوارا فرمائی۔ ایسی دو دل ایک ہوں تو ملک کی ہستی ہے۔ ابھی کوئی ایک صدی پہلے:-

ہندو مسلم ایک تھے پہلے — بیر نہ تھا کچھ نیک تھے پہلے
پہلے تھے آپس میں مآلب — بار نہ تھا ایک کا بیکس طالب
قوم پرستی اپنی روش تھی — نیر بے ملت کی نہ کشش تھی
بغض حسد سے پاک تھا سینہ — دل سے بھلا تھا صاف آئینہ
دونوں باہم شیر و شکر تھے — صاف دل قصے اہل نظر تھے
خلق و کرم پر اپنا عمل تھا — آج نہیں وہ لطف جو کل تھا

ہندو مسلم ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ ہندو فارسی و عربی سیکھتے تھے مسلمان سنسکرت پڑھتے تھے ملا محمد یہسی کی تصنیف "پد اوت" ایودھیا ہری داس۔ ابوالعرفان ملا محمد یعسی اسمٰعیل متوفی کے سنسکرت کے عربی ترجمے شہور ہیں۔ سعدون سعد۔ داشمند۔ بیرعبد الجلیل بلگرامی کی ہندی تصنیفات کو بہت سے اہل ہنود نہایت عزیز رکھتے ہیں ایسر خسرو کی ہندی نظم نثر آج تک ہے۔ علاوہ ازیں دونوں قوموں کے بعض سلاطین و امرا نے جنکو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی تبحر اور ہندو محبت عطا فرمایا تھا ہمیشہ اتحاد و یگانگی کی کوشش بلا لحاظ مذہب و ملت کی ہے چنانچہ دارا شکوہ کی ایک تصنیف میں آغاز کے مقام پر جائے بسم اللہ کے کیشن جی کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ ابراہیم عادل شاہ ولی بیجاپور نے اپنے دربار کی زبان جائے فارسی کے ہندی قرار دی تھی اور یہی سبب ہے کہ بیجاپور کی جو قدیم تصنیفات ہندی اور دکھنی زبان میں ملی جلی دستیاب ہو رہی ہیں ان کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اگلے زمانہ میں ہندوستان کے باشندوں کو توسیع کے ایسے شستہ میں ہندو بصدق دل حضرت امام علیہ السلام کے عزاداری کو اپنا فرض سمجھتے ہیں اور سلمان ہولی اور رام نومی میں شرکت کرتے تھے چنانچہ محبوب دکن کے دربار میں ہر سال دیوالی اور پیشکاری سے بہت داخل ہوا کرتے تھے۔ یہ عادت قدیمی تھی۔ یہ تعزیب بیشکار ہوا۔ اور وزیر فوج کی عزت سے بھی ممتاز تھا، ہولی کا رنگ کئی سال تک داخل کرا رہا۔ چنانچہ ہمارے حال ملفوظ آصف سابع کے دربار میں بھی شروع سنہ جلوس رنگ آبادیں ہولی کا رنگ میں نے اپنے ہم قوم لوگوں کے ہمراہ داخل کرایا۔ ابراہیم خود زاہد قبل فقر اکثر فقیر کی برادری کی نذریں لیکر عزت افزائی فرمائی۔ اہل ہنود اپنے مکان میں رمضان کے مقدس مہینے میں صائمین کے افطار کا اہتمام کرتے تھے اور بعض مسلمان دسہرہ اور دیوالی میں اپنے ہندو بھائیوں کی اتباع طریق سے کرتے تھے۔ ظہور اسلام کا حال معلوم کرنا بھی اس سلسلہ میں خالی از دلچسپی نہ ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے قبل رنگ زار عرب کا عجیب منظر تھا جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی عرب کے مختلف قبیلے منتشر و پراگندہ تھے ان میں تہذیب و شائستگی نام کو نہ تھی آئے دن دشمنی کا یہ عالم تھا کہ کسی مکان میں ادھر خرچ تو لادیا گیا ادھر اوس کے والدین نے اوس کو زندہ دفن کر دیا۔ ایک قبیلے کے کسی دوسرے فرد نے دوسرے قبیلے کے کسی اونٹ یا گھوڑے کو چھیڑ دیا تو بیاست برپا ہو گئی چہلم دن میں جانبین کے تلواریں بے نیام ہو گئیں اور ان کی ان کی خون کی ندیاں بہنے لگیں۔ نفاق و مناقفت اس درجہ تھی کہ کسی کو اعتماد نہ تھا۔ ایسی تاریک فضا میں ایک شمع حقیقت روشن ہوئی جسکو بجھانے کی انھیں وحشی عربوں نے کوشش کی مگر وہ نہ بجھی بلکہ اسکے سراپا نور پر ابتدا میں چند پروانے جمع ہوئے اور جیسی جیسی روشنی پھیلنے لگی پروانوں کا ہجوم ہونے لگا۔ جب توحید و رسالت کی تبلیغ شدومد شروع ہوئی تو انہیں وحشی عربوں نے بڑی زبردست مخالفت کی۔ ایذا رسانی تک سے پیام رسول پر لبیک کہ انکیا۔ تبلیغ کو فروغ ہونے لگا حیرت ہوتی ہے کہ جن لوگوں نے اول اول اسلام قبول کیا ان لوگوں کے دلوں کے تار کیسے ایک دوسرے میں پیوست تھے کہ کسی نے ایک بات کہی دوسرا فوراً ہم زبان ہو اان کی ہمجولی کے نتائج سے تمام دنیا واقف ہے۔ ایک جیسے نے جزیرہ نما سے محض اپنے اتفاق و اتحاد کی بدولت ایک زبردست ظالم کیا کی برابر طوں پر قبضہ کر لیا ایک طرف اندلس میں اپنے جھنڈے گاڑ دئے دوسری طرف چین و جاپان تک اپنی حکومت کا پرچم اڑا دیا۔ ادھر جنوبی افریقہ میں اپنے سکے چلائے۔ ادھر اسٹریا اور جرمنی کے حدود تک بے مثل وحشت بیخ گئے۔ آن کی اذان مغرب کی وادیوں میں گونجنے لگیں۔ اور وہ کہہ اٹھے۔

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

اس کی ابتدا پر اگر نظر ڈالی جائے تو معنوان ہی کے مصرعہ

دو دل یک شود لیکنہ کوہ را

کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔

اسی ضمن میں حالیہ ایچ کے ایک باب کا مطالعہ بھی لطف خالی کی نہ ہوگا کسی کسی تبدیلیں کی جا چکی ہیں شہنشاہ اکبر نے ابوالفضل اور فیضی جیسے ارکان نورتن سے سنسکرت کی کتابوں کے ترجمے کرائے ہیں اور ان کی جو قدر و منزلت کی اس سے ارباب علم آگاہ ہیں۔ خود اورنگ زیب عالمگیر نے جبکی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ متعصب بادشاہ تھا جب دکن میں خیمہ زن ہوا ہے تو اپنی فوج کی کمان ایک ہندو سردار کے تفویض کی اور سرکرائے ولی ہونے کے بعد جسونت ساجد و مقربہ جات کو اوقاف عطا فرمائے اسی طرح بذریعہ فرمان بہت سی معاشیں مندروں کو عطا فرمائیں جبکا ثبوت حالیہ تحقیقات میں مل چکا ہے تفصیل کے لئے مشہور مورخ جادو ناتھ سرکار کی کتاب اورنگ زیب قابل مطالعہ ہے۔

اب ذرا دوسرے رخ کو دیکھئے ناٹک کے نام سے کون واقف نہیں اس پر گزیدہ عارف نے جب دیکھا کہ مسلمانوں نے ہندوستان میں اپنے قدم بہت مضبوط جما لئے ہیں اور اسکو اپنا وطن بنا لیا ہے یہاں کی زرد دولت مآل کر کے بھی ان سعادت کو جانے کا ارادہ نہیں کرتے جہاں سے کہ وہ آئے تھے یکدم ہندوستان کے رنگ میں اُن کا ایسا اُنس ہو گیا ہے کہ وہ عراق و عجم کو بھول گئے اب پنجاب خاص ہے کہ اُن کو یہاں سے نکلنے کی کوشش کیجائے۔ ان کی بیچ کنی کے ارادہ سے ناعاقبت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اس سبب سے کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہئے کہ جس سے دونوں قومیں کو ایک پلیٹ فارم پر لا یا جائے اور اپنی وہ بین نظروں سے اُٹھ نے یہ تاڑ لیا کہ دونوں قومیں مشرقی ہیں اور دونوں میں روحانیت کیلوٹ بہ ان زیادہ ہے اس لئے دھدانیت کے راگ اور روحانیت کے گیت سے دونوں کو آشنا زیادہ دونوں کی ایک جیتی کو تقویت پہنچا سکیگا۔ چنانچہ خود انھوں نے قرآن کا مطالعہ کرنا شروع کیا اور ویدوں میں سے اُن چیزوں کو چن لیا جو اصول اسلام سے ملتی جلتی ہیں۔ علی ہذا کبیر نے بھی روحانیت و دھدانیت کے نغموں سے دونوں میں ایسا اتفاق پیدا کیا کہ اس کے انتقال کے بعد مسلمان چاہتے تھے کہ اس کو دفن کریں اور ہندوؤں کی خواہش تھی کہ انکی جسد کیساتھ اپنے ہی رواج کو کام میں لائیں ان دونوں بزرگوں کے اثرات ایسے زبردست تھے کہ اگر ان کے جانشین بھی ویسے اثرات قائم رکھتے تو آج شاید باہمی نفاق کے شعلے اسقدر بلند نہ ہوتے۔ دکن میں میرے جد بزرگوار رہا راجو زندہ پیر عربی کے فقیہ تھے اور اسقدر شستہ عربی بولتے تھے کہ اہل عرب تک رہ جاتے تھے قرآن شریف پڑھتے تھے چنانچہ ہمیں بھی اپنے جد بزرگوار کی تقلید میں عربی پڑھی۔ قرآن شریف پڑھا۔ تصوف کا دلدادہ ہوں اور میرا ایمان ہے ہمہ اوست۔ یا زہے ہمہ اوست۔ اور دوازدہم شریف کے فاتحہ اور چشتی حضرت خواجہ اجمیر کی اور عشرہ شریف میں استاد سلسلہ اویسیہ وغیرہ قدیم سے یعنی میرے جد بزرگوار کے زمانے سے جاری ہیں یہ تو ایک نہ ہی رخ تھا جو دکھلایا گیا اسلامی ادبیات کا مطالعہ اہل ہنود میں ذوق و شوق سے کرتے تھے قابل مذہب سلطنت مغلیہ کے زمانہ کا تو کیا ذکر ہمارے زمانہ میں بھی بعض ہندو ایسے گذرے ہیں جنکی اسلامی معلومات پر خود مسلمانوں کو تعجب ہوتا تھا کیا یہ دیوں کی فارسی دانی اب تک مشہور چلی آتی ہے۔ ایک قوم کا دوسری قوم کی ادبیات کا مطالعہ کرنا اور ایک کی خوشی میں دوسرے کا حصہ لینا اور ایک کے رنج و غم میں دوسرے کا شریک ہونا الحق زندگی تھا۔ ہندو محرم میں تعزیہ داری کرتے تھے اور ابتک ہزارہا

سے خال نہیں۔ جنگ عظیم کے ختم پر جب فتحمند حکومتوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تو محمد وحید الدین کی ہنگاری جو ایک نوجوان ترک کے سینہ میں آہستہ آہستہ فروزاں تھی دفعتہً بھڑک اٹھی اور اپنے صرف چند ساتھیوں کے ساتھ یونان سے برسرِ جنگ کر کے سرنا کو حاصل کیا اور اسکے بعد ایک عظیم الشان سلطنت کے جو پارہ پارہ ہو گئی تھی اس طرح بال بال بچا یا کہ دول یورپ کے بڑے بڑے مدبر بھی دنگ رہ گئے اور مصطفےٰ کمال کی شخصیت اور اہمیت کو محسوس کر کے حکومت ترکی کو یورپ کی ایک آزاد حکومت مان لیا۔ ایران برسوں سے روس اور برطانیہ کی دوراہگا بنا ہوا تھا۔ جو سرزمین اس قسمہ

بده ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی ماند
کنار آب رکنا باد و گلشت مصلّی را

سے سمرقند تھی اس کو سوئیٹ حکومتوں میں سے ہر حکومت للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتی تھی لیکن رضا شاہ پہلوی نے اپنے ہزار ہا نیزوں اور جانبازوں کی مجتمع قوت سے اس حسن آباد پر سفستان کو رقیبوں کی زد سے بچا لیا۔ اور میں بدرجہا بہت اور اقبال مند ثابت ہوا ہے ہمارے قریب تر ہمسایہ پر بھی ایک نظر فانی ضرور ہے آج سے پچاس برس پہلے قوم افغان (جسکو غلزئی بھی کہتے ہیں) آج کے مقابلہ میں کیا تھی۔ ادھر سے روس قبضے کی دھمکیاں دیتا تھا کبھی برطانیہ دخیل کار ہوتا تھا مگر جب اس قوم کے افراد میں بھی قومی روح سرایت کر گئی تو ایک مقتدر حکومت افغانستان کے نام سے موسوم ہوئی جس کو امیر عبدالرحمٰن خان دودت خداداد افغانستان کے نام سے یاد کرتے تھے۔ موجودہ امیر سردار محمد نادر خان اللہ تعالیٰ افغانی قبیلوں کے اتحاد سے ایسے سرشار ہوئے کہ برطانیہ ہی کے مقابلہ میں تلوار کھینچ لی۔ اپنی آزادی حاصل کی۔ اور خود مختار بادشاہ ہو گئے۔ اپنے سفیر مختلف ممالک میں بھیجے اور اب دنیا میں ہر جگہ افغانستان کا احترام کیا جاتا ہے۔

آخر میں فقیر شاد اپنے ہندو مسلم بھائیوں سے التجا کرتا ہے کہ ہندوستان کی فلاح و بہبود کا دارو مدار آپ ہی کے دونوں گروہوں کے اتحاد پر منحصر ہے۔ آپ ہی دونوں ہندوستان کی آبادی کے نزدیک ۷۵ فیصدی ہیں۔ آپکی باہمی خانہ جنگیوں نے آپ کی رفتار کو روک دیا ہے زمانہ نے ایک صدی پہلے ہندو مسلم کی جو یگانگی پراتفاق و یگانگی کا جو نقشہ تیار کر دیا تھا اس کا بگاڑنا دراصل بہت بڑا کام اخلاقی جرم ہے اگر آپ دونوں اپنی مجموعی قوت اتفاق و اتحاد سے کوئی کام کریں گے تو یقیناً آپکا اجتماع میز منصفانہ الوالعزموں کا مرا لجم ہوگا۔ آپ بس ترقی کے طالب ہیں آسانی کے ساتھ اس میں کامیابی حاصل کریں گے۔

مژدہ دینوی ترقیوں کا دراز اس مصرعہ میں پوشیدہ ہے
دو دل یک شود دلبند کدہ را

فقیر شاد عفی عنہ

عراق میں تعلیم جدید کا دور

گذشتہ ماہ کے آخری دنوں سے عراق کے مدارس کے تعلیمی سال کا آغاز ہو چکا ہے اور تمام مدرسے کیے بعد دیگرے کھل گئے ہیں اس موقع پر بہتر ہوگا کہ عراق تعلیم کے دور جدید پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے۔ اس لئے کہ تعلیمی میدان ایک ہی ایک ایسا میدان ہے۔ جس کے ذریعہ کسی قوم کی رفتار ترقی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مسٹر چیرنگ نے دو سال قبل عراق کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام ہے "وسط ایشیا کا قلب" اس میں ایک جگہ وہ لکھتے ہیں کہ "عراق میں تعلیمی ترقی درحقیقت اس جدید ترقی کا راز ہے جو عراق نے حاصل کی ہے۔ عثمانی دور حکومت میں یعنی ابتدائی جنگ عظمیٰ (۱۹۱۴ء) تک عراق میں تعلیم جدید بالکل ہی محدود تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خود اس وسیع شہنشاہی کا مرکز زور ہم سے عاری تھا۔ اور وہاں پر تعلیمی بہت کمی تھی۔ عراق میں بھی تعلیم کی ایک خاص وجہ یہ بھی تھی وہ متمدن ممالک سے بہت دور واقع ہوا ہے۔ ترکی سلطنت کو بہتر ملنے کے بعد وہاں میں قومی اور علمی تحریک کا طوفان اٹھا اسکی ایک ہلکی سی موج عراق تک پہونچ گئی۔ اسکا صرف اسیقدر اثر ہوا کہ اس سرزمین پہلے میں چند مدرسوں کی بنا پڑی۔ جن کی زیادہ تر تعداد بغداد میں تھی۔

حکومت عثمانی کی وزارت تعلیمات کی وہ رپورٹ جو ۱۹۱۴ء میں شائع ہوئی تھی مندرجہ ذیل اعداد و شمار پیش کرتی ہے۔ اور وہ یہ کہ عراق میں اسوقت کل ایک سو ساٹھ سرکاری مدرسے تھے یعنی بغداد میں (۸۷) موصل میں (۵۱) اور بصرہ میں (۳۱) ان تمام مدرسوں میں (۶۴۰۷) طلبہ زیر تعلیم تھے جن میں سے بغداد کے مدارس میں (۲۱۳۴) اور بصرہ کے مدرسوں میں (۹۵۰) تھے۔ ان تمام مدرسوں میں جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے لڑکیوں کی تعلیم کیلئے صرف (۱۳) مدرسے تھے۔ موصل میں (۳) اور بصرہ میں (۲) ان سب مدرسوں میں (۳۲) معلمات تھیں اور ان (۳۲) طالبات اب ان اعداد و شمار کا جدید عراقی تعلیم کے متعلق مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے مقابلہ کرنے کے بعد اندازہ کیا جا سکتا ہے جو گذشتہ چند سالوں میں عراق کو نصیب ہو سکی۔

عراق میں جدید تعلیم کے تین درجے ہیں ابتدائی، ثانوی، اور اعلیٰ اور زیادہ اہم ابتدائی اور ثانوی مدارس ہی ہیں کہ ان ہی کے دخشاں مستقبل کے توقعات وابستہ ہیں۔ اسلئے کہ کامیاب تعلیمی داخیل بیل ان ہی مدارس میں ڈالی جاتی ہے ۱۹۲۰-۱۹۲۱ء میں عراق کے سرکاری ابتدائی مدرسوں کی تعداد صرف (۸۸) تھی جنمیں (۴۸۶) مدرسین تھے اور (۸۰۰۱) طلبہ اسکے مقابلہ میں سال گذشتہ یعنی ۱۹۲۶-۱۹۲۷ء کے تعلیمی سال میں ابتدائی مدارس کی تعداد (۲۲۹) ہو گئی ہے جنمیں (۹۵۹۱) اساتذہ درس دیتے ہیں اور (۲۴۱۷۰) طالب علم پڑھتے ہیں اس شمع علم کی کرنیں سب سے زیادہ موصل کے شہر کو اجاگر کرتی ہیں۔ جسکے زیادہ مدرسے ایسی جگہ ہیں جہاں کی تعداد (۲۰) ہے۔ بغداد میں (جو دارالحکومت ہے) (۳۴) مدرسے ہیں۔ سب سے کم مدرسے یعنی صرف (۱۰) سلیمانیہ میں ہوکر دیوں کا ایک شہر ہے۔ ہر مدرسے کے طلبا کی اوسط تعداد (۹۰) ہے اور اساتذہ کی تعداد تقریباً (۲۵) ہے۔

ابتدائی تعلیم کی مدت چھ سال رکھی گئی ہے۔ اسکے یہ معنی نہیں کہ ان تمام مدرسوں میں اس کشمکش سال تعلیم کا انتظام ہے۔ بلکہ صرف (۵۱) مدرسے ایسے ہیں جنمیں پورے چھ سال تک تعلیم ہوتی ہے (۱۲) مدرسوں میں پانچ سال کی تعلیم کا بندوبست ہے (۵۶) مدرسے ایسے ہیں جن میں ابھی تعلیم ختم ہو جاتی ہے۔ (۹۲) مدرسوں میں تین سال تک (۴۳) مدرسوں میں دو سال اور (۳) میں ایک سال تک تعلیم ہوتی ہے جن مدرسوں میں تعلیم کے چھ سال کی تعلیم کا انتظام نہیں ہے امید ہے کہ وہ اپنی سالانہ تعلیمی ترقی کے ساتھ ہی بہت جلد کشمکش سال تعلیم شامل ہو جائینگے۔

داخل

اس سال ابتدائی امتحان میں (۶۴۰۲) مدرسوں سے (۹۱۲) طلبہ ہوئے تھے جنمیں سے (۵۳۰) سرکاری مدرسے تھے اور (۱۱) ملکی اور غیر ملکی تھے۔ ان طلبہ میں (۳) طالبعلم کسی مدرسے کے جماعت نہیں بلکہ نجی تعلیم کے آخر کے امتحان ہوئے تھے ان تمام طلبہ میں سے (۶۹۹۱) کامیاب ہوئے (۴۲) طلبہ چند گروہ میں کامیاب ہوئے اور باقی ناکام رہے۔ اسکے مقابلہ میں ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۷ء کے تعلیمی سالوں میں (۲۱) مدرسوں سے صرف (۱۵۵) طالبعلم شریک امتحان ہوئے تھے جنمیں سے کل (۴۰) کامیاب ہوئے (۴۵) چند گروہ میں کامیاب ہوئے اور بقیہ ناکام رہے۔

باعتبار تعلیم کے عام طور پر ابتدائی مدرسوں کی دو قسمیں ہیں ایک قسم پہلے چار سالوں پر مشتمل ہیں اور دوسرے کے آخری دو سالوں پر۔ اور ان ہی آخری دو سالوں پر ابتدائی تعلیم ختم ہو جاتی ہے۔

عراق میں مدارس الاطفال (Kindergarden)

بھی قائم ہوئے ہیں۔ ان میں سے (۲) بغداد میں ہیں اور (۱) موصل میں۔ ان مدرسوں میں بالکل نئے اصول پر تعلیم دی جاتی ہے۔ بغداد کے ایک مدرسۂ الاطفال کی نگرانی ایک امریکن خاتون کرتی ہے۔ جو فن تربیت الاطفال میں اختصاصی ہے۔

عراق کی وزارت تعلیمات نے اس مدرسے کے لئے ہر قسم کی ضروریات فراہم کر دی ہیں۔ اس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شریک ہو سکتی ہیں۔ توقع کیجاتی ہے کہ بہت جلد تدریجی طور پر کے عرض دطول میں اس قسم کے جدید مدارس پھیل جائینگے۔ بشرطیکہ ان کے لئے ضروری سامان مہیا ہو جائے اور تعلیم کے لئے کافی تعداد معلمات کی فراہم ہو جائے۔

عراق کی ابتدائی تعلیم ابتدائی نصاب اور نظام الاوقات کے لحاظ سے مقررہ رشتہ کی سے مختلف نہیں ہے۔ آخری اسباق کا حصہ نصاب بھی زیادہ رکھا گیا ہے۔ اور ذریعہ تعلیم عربی زبان قرار دی گئی ہے۔

انگریزی بالغین اور چھٹے سالوں میں زبان اختیاری کی حیثیت سے پڑھائی جاتی ہے۔ یہ تو سرکاری مدرسوں کی حالت تھی۔ اور بغداد میں جو چند غیر ملکی مدارس ہیں۔ ان میں سے بعض میں ذریعہ تعلیم فرانسیسی زبان ہے اور بعض میں زبان انگریزی۔ سرکاری ابتدائی مدارس میں حسب ذیل مضامین میں تعلیم دی جاتی ہے

دینیات، ادب عربی، حساب، ہندسہ، جغرافیہ، تاریخ، اصول حفظان صحت،

انگریزی (بطور زبان اختیاری آخری دو سالوں کیلئے)۔

عربی، خطاطی، ڈرائنگ، دستکاری، ڈرل، اخلاقی اور تمدنی معلومات، اور قومی ترانہ۔

ابتدائی تعلیم کی جو غرض و غایت ہے کہ طلبہ کی قابلیت بڑھے اور ان کی ایسے ضروری معلومات سے مدد کی جائے جسکے بغیر چارہ کار نہیں۔

تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بہت سے طالب علم ابتدائی مدارس میں چھ سال تک متواتر تعلیم نہیں پاتے۔ بلکہ اچھی تعلیم ختم کرنے سے پیشتر ہی اجتماعی اور معاشی رکاوٹوں کے باعث مدرسہ کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ اسوجہ سے ضابطہ کی تیاری میں ان سالوں کی تنظیم کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اسطرح کہ پہلے چار سال بذات خود ایک تعلیمی دور شمار ہوتے ہیں تاکہ اگر بعض طالب علم ان ہی چار سالوں کو ختم کر کے مدرسہ سے نکل بھی جائیں تب بھی مذکورہ بالا مضامین میں سے ہر ایک میں کچھ نہ کچھ اجمالی طور پر ہی کیا سیکھ کر اپنی عام زندگی کے لئے کارآمد بنا سکیں۔

عالیہ تعلیمی سال کے آغاز میں اکیس نئے مدارس کا افتتاح ہوا جو سابقہ تین مدرسوں میں مزید اکیال کی خوامگی کا انتظام ہو گیا ہے ایک مفید نکتہ مخفی نہ رہے کہ عراق سے جو کچھ بھی بہبودی ہو وہ فوراً ہی ہو جائے گی کیونکہ اگرچہ وہاں کی ابتدائی تعلیم ترقی کر رہی ہے تاہم اہل عراق کی ذہنی اور علمی استعداد پر نظر کرتے وہاں کی تعلیمی حالت ہنوز بہت پستی میں ہے جسکی وجہ نہ زیادہ تر اس ملک کے اقتصادی اور معاشی حالات ہیں۔ بلکہ موجودہ حکومت عراق اپنے میزانیہ کا بڑا حصہ تعلیم کیلئے وقف نہیں کر سکتی اور تاج کھل سکی تو جو ملک کی دیگر ضروریات اور ایک قومی فوج تیار کرنے کے لئے ہے۔ اسلئے خود ہے کہ آئندہ چند سالوں تک تعلیمی رفتار وہی رہے گی۔ تعلیمی پستی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ملک میں تعلیمی امور سے کماحقہ واقف اشخاص کی بہت کمی ہے۔ اور موجودہ حالات کے لحاظ سے یہ امر قرآن کی قدرت سے باہر ہے کہ وہ جبری تعلیم جاری کر سکے۔ اسکے لئے۔ صرف معاشی رقتصادی مشکلات ہی نہیں بلکہ لائق و قابل اساتذہ کا فقدان بھی رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ اس وقت مدارس میں جو اساتذہ ہیں وہ بھی صحیح معنی میں مدرس کہلانے کے لائق نہیں۔ لیکن مجبوری کے باعث انہیں سے کام لیا جا رہا ہے۔ مگر یہ نقص بہت جلد رفع ہو جائیگا۔ بعض قریبا اقتصادی حضرات نے عراق کی وزارت تعلیمات کو اس نقص کی طرف متوجہ کرایا ہے اور وہ آگاہ کیا ہے کہ عالیہ تعلیمی اصلاحات کے باوجود بھی ملک کی تعلیمی حالت مزید اصلاح و توجہ کی محتاج ہے ان لوگوں کا اعتراض خاص طور پر نظری تعلیم کے اس پائدار طریقہ پر ہے جو ہر ایک گروہ پر اس کے مناسب نہیں ہوتا۔ اسطرح مدارس اطفال کی زیادتی کیلئے کوئی وجود طلبی ہے۔ اور اسکی ضرورت کو تو عراق کے لوگ بہت شدت سے محسوس کر رہے ہیں جبکی وجہ ان مدرسوں کا وہ نمایاں اگر ہوا

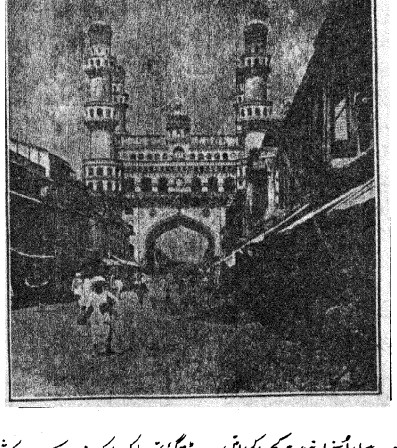
لہ جریدۂ آمار مقدمہ بابتہ ۱۹۱۶ء صفحہ (۲۴)

چار مینار

کی تعمیر اور تکمیل

از مولوی محمد عبد المنعم صاحب سعیدی
بی۔ اے، ال، ال بی

حیدرآباد کوئی بہت قدیم شہر نہیں ہے ۱۵۹۱ء میں سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اسکو آباد کیا۔ اس لحاظ سے اس شہر کو آباد ہوئے سوا سو سال سے بھی ہوئے اس سے پہلے سلاطین قطب شاہیکا پایہ تخت گولکنڈہ تھا۔ ابتدا میں گولکنڈہ ایک مختصر سا قلعہ تھا جسے ورنگل کے ایک راجہ نے تعمیر کرایا تھا اور جس نے کچھ عرصہ کے بعد اس قلعہ کو مع توابعات سلطان محمد دشاہ بہمنی کی سرکار میں ۱۳۴۷ء میں پیش کیا۔ اسکے بعد یہ قلعہ سلاطین بہمنیہ کے تصرف میں رہا۔ سلطان محمد شاہ بہمنی کے زمانہ میں قطب الملک محمد قلی اس کا گورنر تھا۔ جب اسنے دیکھا کہ سلطنت کی حالت متزلزل ہو گئی ہے اور ملک میں بدامنی و انتشار پھیل گیا ہے تو اس نے اسے فائدہ اٹھا کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ گولکنڈہ کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ اور خاندان قطب شاہیہ کی بنیاد ڈالی۔ [1]



مشرقیں عرباً ہر مکران اور ہر فرمان روا طور پر توجہ کی جس کی وجہ سے اسکا عہد نمایاں رہا۔

خاندان خلیفہ میں شاہ جہان اور خاندان عادل شاہیہ میں سلطان محمد عادل شاہ اور خاندان قطب شاہیہ میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کا عہد دیگر امور سے قطع نظر لحاظ فن تعمیر بہت نمایاں ہے۔ چنانچہ فرمانروایان خاندان آصفیہ اعلیحضرت مرآلوالنڈ ہائی نس نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ نے سب سے زیادہ توجہ اسطرف مبذول کی جسکا ثبوت ہائی کورٹ کی عالیشان عمارت، سٹی پولیس، افضلگنج ہاسپٹل، باغ عامہ کی لائبریری، سعید عثمان مارکیٹ، حمایت سا گر، اور نظام ساگر کی شکل میں ملتا ہے

پانچویں قطب شاہی سلطان محمد قلی قطب شاہ نے ۱۵۹۱ء سے ۱۶۲۵ء تک حکومت کی۔ یوں تو گولکنڈہ کی آبادی اور تعمیر کی ابتدا قطب شاہی عہد میں ہو گئی تھی لیکن اسکی وفات کے بعد جبکہ شہنشاہ اکبر نے دکن پر فوج کشی کی، اور خاندیس کی حکومت اجڑ گئی۔ اور نظام شاہی سلطنت تباہی کے کنارے لگ گئی تو اکثر لوگ وہاں سے بے خانماں ہو کر ادھر ادھر چلے گئے اور کچھ گولکنڈہ کی آبسے۔ محمد قلی قطب شاہ عیش دوست اور خوش مزاج آدمی تھا اس کی عیش پرستی کے باعث گولکنڈہ کی آبادی اور بھی بڑھ گئی اور ایسے لوگ جو گجرات کے اکثر بیوپاری، اعلیٰ درجہ کے ملازم، ریاضی دان

---

[1] حیدرآباد کوئی بہت قدیم شہر نہیں ہے ۱۵۹۱ء میں سلطان محمد قلی قطب شاہ نے اسکو آباد کیا۔ اس لحاظ سے اس شہر کو آباد ہوئے سوا سو سال سے بھی ہوئے اس سے پہلے سلاطین قطب شاہیکا پایہ تخت گولکنڈہ تھا۔ ابتدا میں گولکنڈہ ایک مختصر سا قلعہ تھا جسے ورنگل کے ایک راجہ نے تعمیر کرایا تھا اور جس نے کچھ عرصہ کے بعد اس قلعہ کو مع توابعات سلطان محمد دشاہ بہمنی کی سرکار میں ۱۳۴۷ء میں پیش کیا۔ اسکے بعد یہ قلعہ سلاطین بہمنیہ کے تصرف میں رہا۔ سلطان محمد شاہ بہمنی کے زمانہ میں قطب الملک محمد قلی اس کا گورنر تھا۔ جب اسنے دیکھا کہ سلطنت کی حالت متزلزل ہو گئی ہے اور ملک میں بدامنی و انتشار پھیل گیا ہے تو اس نے اسے فائدہ اٹھا کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ گولکنڈہ کو اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ اور خاندان قطب شاہیہ کی بنیاد ڈالی۔ [1]

بھی سوچنی لگی۔ محمد قلی کو فکر ہوئی کہ کہیں دوسری جگہ ایک شہر بسا کر اور سے آباد لوگ حکومت بنائے چنانچہ ۱۰۹۱ھ میں موجودہ شہر حیدرآباد کا مقام منتخب ہوا۔

اس خاص جگہ کو منتخب کرنے کے کیا اسباب ہوسکتے ہیں کہ نا مشکل ہے۔ خصوصاً جب کہ اس مقام اور گولکنڈہ کے درمیان ندی بہتی تھی۔ اور کوئی پل بنا ہوا نہ تھا جس کی وجہ سے ایک طرف

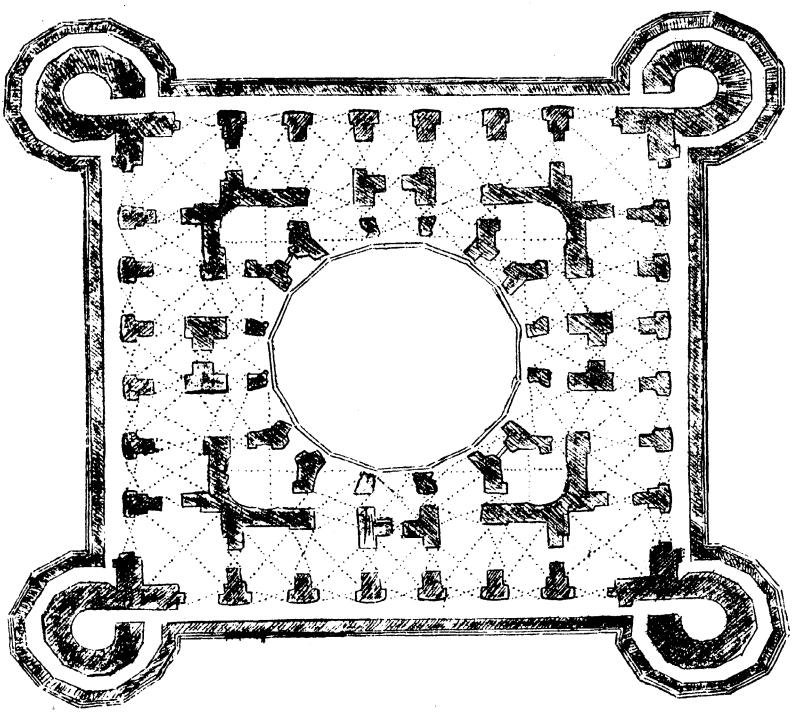
FIRST FLOOR PLAN OF CARMINAR

15 Ft = 1 inch

چارمینار

پہلی منزل کا نقشہ

۱۵ فیٹ = ایک انچ



تو طغیانی کا خدشہ تھا اور دوسری طرف آنے جانے والوں کو کیچڑ ہونے کی وجہ سے بیحد دقتوں اور تکلیفوں کا سامنا تھا۔ خواہ پانی کی کثرت، یا حد درجہ آب وہوا یا ارتفاع یا مداخلت کی آسانی یا ایک بند و نازنین کی نگاہ ناز کا کشتہ ہو اس کے انتخاب کا باعث ہوا۔ لیکن مورخین اسکے متعلق خاموش ہیں[۱]۔

تاہم فکر بلند رکھنے والوں نے ایک معقول وجہ تراش لی ہے۔ وہ یہ کہ جب گولکنڈہ کی آبادی بڑھ گئی تو محمد قلی کو خلجان ہوئی ۹۹۸ھ میں جن اتفاق سے وہ سیر و شکار کیلئے نکلا اور جن چار کوس نکلا اس مقام پر آیا یہاں کہ شہر حیدرآباد واقع ہے۔ اسکو یہ میدان موسیٰ ندی کے کنارے سرسبز دکھائی دیا اور شہر بسانے کے لئے بیحد پسند آیا، بس پھر کیا تھا سنجوں کو بلاکر

ساعت مسعود نکالی، اور اس شہر کی بنیاد ڈالی، اور اپنی محبوبہ بھاگ متی کے نام پر اس شہر کا نام بھاگ نگر رکھا[۲]۔

دور قطب شاہیہ میں محمد قلی کتب شاہ کا عہد عمارات کے سلسلہ میں بہت نمایاں ہے، اس کو عمارتوں کے بنانے کا بہت شوق تھا۔ جب کبھی اسکو فکرات لگی اور جشن و سرور شاہی سے فرصت ملتی تو ایک نہ ایک عمارت بنواتا رہتا تھا۔ خصوصاً جب شہر آباد کرتے ہی سکو اس نے نہایت منضبط نقشہ پر تعمیر کرایا بقا اس کی ضرورت اور زیادہ لاحق ہوئی، چنانچہ بہت سی ساجد، مدارس شفاخانے، کاروان سرائے، تالاب، پل اور مختلف محلات تعمیر کرائے۔ جن میں سے چند یہ ہیں۔ چندن محل، بیرنگل ندی محل، الکھس محل: بیان کیا جاتا ہے کہ اس بادشاہ نے

(۳۰) لاکھ ہون عمارات کی تعمیر اور زراعت آب رسانی و آب پاشی کی فراہمی میں صرف کئے[۳]۔

سب سے پہلے اس بات کیطرف توجہ ہوئی کہ گولکنڈہ اور مقام منتخبہ کے درمیان ایک سڑک بنوائی جائے جو کھلی بندرگاہ سڑک سے جاملے، اور دوسرے یہ کہ اس سڑک پر زاویہ قائمہ بنائی ہوئی ایک سڑک وسط شہر سے گذرے، چنانچہ ان دونوں

سڑکوں کے تقاطع (جو ہر ایک دو حصہ) پر چارمینار تعمیر کرایا گیا جو شہر کی خوبصورت عمارتوں میں سے ہے، یہ ایک عجیب بات ہے کہ اہل دنیا کا بھی یہ قاعدہ تھا کہ جب کبھی وہ شہر بناتے تو وہ دو بڑی خاص سڑکوں کے لینے کی جگہ (تقاطع) ہر ایک چار کمان لمبی۔ عمارت بنا کر اتے تھے۔ موجودہ صورت میں نقشہ بنانے والوں کو ایک عمارت بنا کر اتے تھے۔ موجودہ صورت میں نقشہ بنانے والوں کو ایک بڑی دقت پیش آئی وہ یہ کہ نیزی سڑک جو پھیلی ہوئی تھی، کس جگہ سے کچھ فاصلہ پر مڑتی ہے، اس جگہ ایک چوراہہ بنایا گیا جہاں گلزار حوض تعمیر کی ہوئی اور چار کمانیں ہیں نمایاں ہوتی ہیں ان چار دروازوں سے جو گلزار حوض سے نکلتی ہیں دفع ہیں[۴]۔

---

[۱] دکن آثار حیدرآباد ۱۹۱۲ء صفحہ (۲۵) [۲] تاریخ دکن سلسلہ آصفیہ جلد چہارم حصہ دوم صفحہ (۲۳۰) اور قدیمی آب رسانی دکن سلسلہ آصفیہ جلد سوم صفحہ (۱۶۰) [۳] جریدہ آثار قدیمہ جلد سوم صفحہ (۲۵) تاریخ دکن سلسلہ آصفیہ جلد

شمالی رخ کی کمان چھلی کمان ہے۔ گلزار حوض تمام چہار طاق کا بنا ہوا ہے اور ان چاروں کمانوں کے بیچ میں واقع ہے۔ چھ درمدہ والا اس حوض کو مرمت کر کے اس میں پانی لا یا گیا ہے۔ اسکے بیچ میں ایک منقش کبد ہے جسپر ایک چرخ اور فوارہ نصب ہے۔ اس سے کسیقدر فاصلہ پر چار مینار سے۔ جو تمام حیدرآباد میں ایک تیز انگیز عمارت ہے[1] Illustrations of the Architecture of Hindoostan: Campbell.

GROUND PLAN OF CHARMIAR.
Scale 15 ft. = 1 inch.

چار مینار کا نقشہ
۱ انچ = ۱۵ فیٹ

عہد میں ۱۱۶۶ھ میں حیدرآباد آیا تھا۔ چار مینار کے بارے میں لکھتا ہے "شہر میں کوئی ایسی خوشنما عمارت نہیں جیسی کہ چار مینار ہے[2] اسکے میناروں پر چڑھنے سے شہر کے اطراف کا آٹھ نو میل کوس تک کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ فوج فانی خان اپنی تشریح تاریخ منتخب اللباب میں اسکی بنیاد کی نسبت لکھتا ہے۔

"بنا ہائے آن بآسان دعوی ہمسری دارند"[3]

چار مینار کی تعمیر نئے حیدرآباد کے دو سال بعد ۱۰۰۰ھ میں شروع ہوئی چنانچہ اسکی تاریخ "ماندو" سے نکلتی ہے۔ دو تعمیر میں مورخین

یہ ایک مربع چوترہ عمارت ہے۔ اسکے چاروں رخ شمال جنوب مشرق، مغرب، شمال مشرق ظاہر کئے گئے ہیں۔ اس کی ہر ایک ۶۰ فٹ چوڑی اور ۱۸۰ فٹ اونچی ہے۔ چاروں طرف چار محرابی دروازے ہیں جو زمین سے ۱۰ فیٹ اونچے اور جو میں منبت چوڑے ہیں۔ ان چاروں رخ کے مقابل چار بڑی بڑی سڑکیں نکلی ہیں۔ اسکی سب سے پہلی جہت گنبد کی طرح بنائی گئی ہے اندرونی جگہ ایسی ہی کھلی ہوئی ہے جیسے کہ باہر کی جانب برآمدے کھلے ہوئے ہیں۔ دیوار اس آمد و رفت کے لئے متعدد دروازے بنے ہوئے ہیں اور سکے چاروں گوشوں پر دو رخ میناریں جسکا ارتفاع (۱۸۰) فیٹ ہے اور مربعاً میں چار بالا خانے ہیں جن میں باہر کیلئے کو محرابدار کٹہرے لگائیں بنی ہوئی ہیں، تمام عمارت پر سل بوٹے اور گلکاری کی ہوئی ہے۔ اس گنبد دار جہت کے اوپر دو بالا خانے ہیں[4]

یہ عمارت شہر کے بالکل درمیان سے نظر آتی ہے۔ اور شہر کی تمام عمارتوں میں بہت عمدہ اور خوبصورت ہے چنانچہ نوسو چونسو شہور فرانسیسی سیاح جو عبداللہ قطب شاہ

مختلف البیان ہیں بعض مورخین لکھتے ہیں کہ سلطان قلی کو منظور تھا کہ شہر نئی آباد کی مشہد مقدس کی طرز پر ہو اسلئے اسے حضرت امام ضامن علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کے روضہ کے مرمن چار مینار تعمیر کرایا[5] بعض کا بیان ہے ایک مرتبہ جبکہ یہ شہر آباد ہوا تھا اس مقام پر اور گولکنڈہ میں وبا پھیلی تھی اور بہت لوگ اس سے مرے تھے اسلئے لوگوں نے خدا سے دعا مانگی اور اخلاص اعتقاد کے طور پر مناجات اور نیچہ کا جلوس نکالا جس اتفاق سے بیماری کا زور کم ہو گیا، بادشاہ نے اس جگہ میں تابوت کی شکل پر چار مینار بنایا[6] اب تک یہ عمدہ

---

[1] حدیقۃ الآثار قلمی باب ۱۹۱۰ صفحہ (۳۸۱) [2] حدیقۃ الآثار قلمی باب ۱۹۱۰ صفحہ (۲۹) اور دی گلس آف دی نظام دوسرا ایڈیشن صفحہ کیپٹل صفحہ (۱۶۷) [3] دی گلس آف دی نظام دوسرا ایڈیشن صفحہ کیپٹل صفحہ (۱۶۹) اور تاریخ دکن سلسلہ آصفیہ جلد ۱ صفحہ (۲۱۴) اور ہسٹاریکل اینڈ ڈسکرپٹو اسکیچ آف نظام دوسرا ایڈیشن صفحہ سیدین صفحہ (۴۳) [4] سیاحت نامہ تھیونو صفحہ (۱۶۹) اور ہسٹاریکل اینڈ ڈسکرپٹو اسکیچ آف نظام دوسرا ایڈیشن صفحہ سیدین صفحہ (۴۳) [5] منتخب اللباب جلد سوم صفحہ (۳۹۵) [6] سولہ سو ثانی صفحہ (۳۵۳) اور گائیڈ حیدرآباد صفحہ (۱۸) اور حدیقۃ الآثار قلمی باب ۱۹۱۰ صفحہ (۳۸۱) [7] گلزار آصفیہ صفحہ (۲۱) [8] تاریخ دکن سلسلہ آصفیہ صفحہ (۳۲۷) اور حدیقۃ الآثار قلمی باب ۱۹۱۰ صفحہ (۲۹) [9] حدیقۃ الآثار حدیقۃ آباد صفحہ (۳۸۱)

مشرق قریب

ترکی سلطنت کی مختصر سیاسی تاریخ

از جناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب سروری فاضل، پی ایچ۔ ڈی (کیمرج)
پروفیسر ادبیات فارسی عثمانیہ یونیورسٹی کالج

مشرق قریب کی اصطلاح کوئی جغرافی اصطلاح نہیں ہے بلکہ یہ ایک جدید سیاسی نام ہے جو یورپ اور ایشیا کے درمیانی علاقہ کو (جس میں زمین اور سمندر دونوں شامل ہیں) دیا گیا ہے۔ یہ وہ علاقہ ہے جو گلاڈسٹن (Gladstone) کے زمانے سے لے کر یہ تک یورپی مصالح سیاسی کی جولانگاہ رہا ہے۔ یہ علاقہ جس کو اب "مشرق قریب" کہا جاتا ہے کسی زمانہ میں مشرقی روما کی حکومت میں شامل تھا جس پر قسطنطین اعظم اور ہرقل جیسے زبردست بادشاہ حکمراں رہے۔ اس کے جدید اشوریکن (Assyrians) اور مشرقین کی حکومت میں آگیا اس وقت اس کا نام بیزنطین رکھا گیا۔ اور پھر مشرقی یونانی قابض ہوگئے ۱۴۵۳ء میں ترکوں نے اس پر حملہ کیا اور قسطنطنیہ فتح کرلیا۔ ترکوں کے قبضہ کے بعد اس کا نام یورپ میں "ترکی" مشہور ہوا۔

تاریخ کی نظر سے اس کی تاریخی تفصیلات بہت مبہم ہیں مگر دنیا کو اس سے کچھ دلچسپی ابھی حال میں پیدا ہوگئی۔ گویا گزشتہ جنگ عظیم سے کچھ ہی زمانہ پہلے تمام دنیا میں اس کا چرچا شروع ہوا اور جنگ کے بعد بھی اس کے تغیرات اور حالات بہت اہم بنے گئے

یورپ میں اس کی اہمیت ۱۸۷۶ء سے پیدا ہوئی جب کہ سلطان عبدالحمید خان دوم کو معزول کیا گیا اور "جوان ترک" کے انقلاب ظہور پذیر ہوئے۔ ۱۸۷۶ء میں یورپ میں تھریس (روملیہ) صوبہ ایالت سلطنت عثمانیہ میں داخل تھے اور بلقانی حکومتیں اس سلطنت کی باجگزار تھیں۔ اس زمانہ میں سلطان عبدالحمید خاں دولت عثمانیہ کے نہ صرف بادشاہ تھے بلکہ اسلامی خلیفہ بھی تھے اس طرح ان کی روحانی حکومت ملایا اور ہندوستان سے لے کر افریقہ تک تمام اسلامی دنیا میں پھیلی ہوئی تھی۔ اسی زمانہ میں بلقانی حکومتوں میں بیداری اور انقلاب کے آثار شروع ہوئے اور وہ یورپ کی مغربی سلطنتوں کی تہذیب اور تمدن کی طرف کھنچنے لگیں۔ سلطان عبدالحمید خاں کی قوت اگرچہ "جوان ترک" کی تحریک سے کسی قدر کمزور ہوگئی تھی مگر وہ کسی طرح مایوس نہ تھے۔ یہ یاد رہے کہ اس زمانہ میں ترکی انگلستان اور فرانس کا اثر دنیا کی نہ تھا کیوں کہ اس زمانہ سے پہلے جرمنی کا فرمانروا دولہم دوم نے مشرق میں اپنی حکومت کو قائم اور وسیع کرنے کے خیال سے ترکی کی وہ سستی کہ بہترین زریعہ سمجھا اور ۱۸۹۸ء میں اس نے سلطان سے ملاقات کی۔ اس ذاتی ملاقات سے ترکی سے جرمنی کے سیاسی تعلقات مستحکم کردئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکی فوج کی رہنمائی اور تربیت جرمن افسروں کے ہاتھوں میں دیگئی برلن کے مترقی ترکی آلیات کا انتظام کرنے لگے اور کرپ کے کارخانہ کی توپیں دردانیال کی محافظت کرنے لگیں۔

یہاں تک کہ ۱۹۰۸ء میں برطانیہ کی بے اثر مخالفت کے باوجود "بغداد ریلوے" کی اسکیم منظور ہوگئی۔ اس اسکیم میں بغداد ریلوے برلن، ویانا، بگدیڈ اور قسطنطنیہ کو ملانی تھی اور پھر وہ ریلوے دجلہ میں اس مقام تک پہنچانی تھی جہاں سے دجلہ میں جہاز رانی کی جاسکتی ہے۔ اس طرح اس ریل سے دسیائی یورپ کی سلطنتیں یعنے جرمنی آسٹریا وغیرہ کو مشرق بعید یعنی ہندوستان افغانستان وغیرہ تک رسائی کے لئے قدیم آسان راستہ مکمل گیا۔ اگرچہ جرمنی سے اس قسم کے مضبوط دوستانہ تعلقات قائم ہوئے تھے اور اتحاد اسلامی کے اعلیٰ مقاصد ہمتوں کو بڑھا رہے تھے لیکن سلطان عبدالحمید خاں کے مظالم رعایا اور نامسکرا یعنی رعایا پر ایسے تھے جو ان کی قوت کو کمزور بنا رہے تھے۔ ۱۹۰۸ء میں ارمنیوں کے قتل عام نے یورپ کو بہت پریشان کردیا اس واقعہ کی وجہ گلاڈسٹن نے سلطان عبدالحمید خاں کو "قاتل اعظم" سے موسوم کیا۔

۱۹۰۸ء میں ولہلم دوم نے چرچ "اپنے بھائی" سے ملاقات کی اور دمشق میں اس نے وہ مشہور تقریر کی جس سے اس نے تمام اسلامی دنیا کو اپنا ہمدرد بنالیا۔ اپنی تقریر میں ولہلم نے کہا۔

"ان تمام تیس کروڑ مسلمانوں کو جو تمام شرق"

"میں پھیلے ہوے ہیں..... یقین کرلینا چاہئے"

"جو میں مشہنشاہ ہروقت ان کا دوست رہیگا"

سلطان عبدالحمید خاں نے انگلستان کو کلیۃً نظر انداز کیا اور جرمنی کی دوستی کو مستحکم کیا۔ دولت عثمانیہ کی فضلت بڑھ گئی لیکن سلطان عبدالحمید خاں کی مخالفتی بہت خراب رہی تجربہ یہ کہ ان کو زوال نصیب ہوا۔ بلقانی حکومتوں یعنی (بلغاریا سرویہ رومانیا وغیرہ) کی جمعیتی میں انگلستان اور روس نے دخل دیکے ارادہ کیا اس وقت "جوان ترک" نے اپنا موقع دیکھ ۱۹۰۸ء میں مقدونیہ میں انقلاب کی تحریک بھیجی نکلی سالونیکا کی فوج نے بغاوت کرکے ۱۹۰۸ء والے دستور کا مطالبہ کیا سلطان نے

دستوری حکومت دینے کے دعوے سے ان کو منانا چاہا۔ اسی زمانہ میں "مشرق قریب" کے زمرہ میں مصر بھی داخل ہو گیا یعنی مصر کے خدیو محمد علی پاشا اور اسمٰعیل پاشا کی خراب حکومت کی وجہ انگلستان کے وزیر اعظم ڈسریلی (ارل آف بیکنس فیلڈ) کو موقع ملا کہ نہر سویز تیار کرنے والی کمپنی کے حصے خرید لے اس سے مصر پر گرفت انگلستان کو اقتصادی قبضہ ہو گیا اور پھر رفتہ رفتہ وہ انگلستان کی باجگزار سلطنت بن گئی۔ انگلستان کی دخل اندازی سے پہلے مصریوں ہی برائے نام ترکی کا ماتحت تھا۔ لیکن انگلستان نے اپنے تعلق کے بعد مصر سے ترکی کے تعلقات کو منقطع کر دیا اور مصر ترکی سے بالکل آزاد ہو گیا۔ ۱۹۱۴ء میں جب ترکی نے جنگ کا اعلان کیا انگلستان نے اعلان کو اپنا کہ اب مصر اور باب عالی میں کوئی تعلق باقی نہیں ہے۔

پھر ۱۹۲۲ء میں انگلستان نے کچھ تیوہ کے ساتھ مصر کی آزادی کا اعلان کیا۔ اور "خدیو" کا لقب "سلطان" سے بدلا گیا مصر کے قوم پرستوں اور نوجوان پاشا نے دستوری اور نیشنل حکومت قائم کر کے مصر کی حیثیت بہت بڑھا دی۔ لیکن اس ترقی کی سرحد سوڈان کے قتل سے بہت صدمہ پہنچا۔ اور مصر پر انگلستان کا پورا استحکام ملک بن گیا۔

ادھر پاشا کی صدارت میں جماعت "جوان ترک" نے مختلف قوموں اور مذہبوں کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ اور ان سب کے اتحاد سے سلطان کی قوت تو دور دی لیکن "جوان ترک" کی کوشش عیسائی مسلمان یہودی یونانی ارمنی وغیرہ قومی حرکتیں پیدا کر کے ترکی حدود سے آگے نہ بڑھ سکی اسی زمانہ میں ترکی سے بالکان بہت مخدوش خطہ میں تھا۔ طرابلس پر اٹلی نے قسطنطنیہ کی حکومت تھی بھگایا۔ اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء میں اس نے ترکی سے جنگ کا اعلان کیا۔ قدیم حقوق کے تعلقات طرابلس سے منقطع کر دئے۔ طرابلس کا ہاتھ سے نکل جانا جماعت "جوان ترک" کی قوت پر ایک کاری ضرب تھا۔ ابھی اتحاد اور مقدونیہ کی شورشوں اس کو اور پریشان کر دیا۔ غرض ۱۹۱۲ء میں ترکی کے خلاف "بلقانی اتحاد" قائم ہوا جس نے دو بلقانی لڑائیاں برپا کیں۔ ان دو لڑائیوں نے ترکی کو یورپی مقبوضات میں تھریس کے ایک چھوٹے سے رقبہ کے سوا کچھ نہ چھوڑا۔ ۱۹۱۳ء بلقانی ریاستوں کو براہ راست یورپی سیاست سے سابقہ پڑا۔ بیشتر حدت کے صلح امرکے لئے کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ آسٹریا ہنگری کی سلطنت کا ولی عہد آرچ ڈوک فرڈیننڈ سرویا میں مارا گیا۔ ولی عہد کے قتل کا تمام یورپ میں شور مچ گیا۔ آسٹریا نے سرویا سے جنگ کا اعلان جرمنی نے روس سے اور برطانیہ نے جرمنی سے "جوان ترک" نے جرمنی کا ساتھ دینے میں مصلحت دیکھی اگرچہ اس جماعت کے مقاصد وہ نہیں تھے جو سلطان عبدالحمید خاں کے تھے۔ جنگ کا جو نتیجہ نکلا ظاہر ہے۔ ۳۰ نومبر ۱۹۱۸ء کو برطانیہ کی صلح گاہ "اس" قسطنطنیہ میں داخل ہوئیں اور اس کے ساتھ ہی آہستہ آہستہ برطانی، ایطالی۔ اور فرانسی جنگی جہازوں کا بیڑہ بھی قسطنطنیہ کے بندرگاہ میں پہنچ گیا۔ اب پھر مامورہ "مشرق زمین" آسٹریا وغیرہ تمام ان کے اقتدار میں تھے اور اس صلح نامہ کی ترکی کی تمام ہوئی سنہ ۱۹۲۰ء میں ترکی اور متحدین کے درمیان وہ عزت سز "مصلح نامہ سیورے" طے پایا۔ لیکن ابتدا ہی سے وہ صلح نامہ ناقابل عمل نظر آتا تھا کیونکہ ترکی کے ایک طرف کو باشتراک زور پکڑ چکے تھے اور دوسری طرف ترکی قوم پرستوں نے سلطان محمد خاص کے مقابلہ میں انگورہ میں ایک نئی حکومت قائم کی تھی اور ہندوستان کے مسلمانوں نے سلطان کی خلافت کے لئے ایک طوفان مچا دیا تھا۔ عراق قدیمی کے قتیل کے چشموں کی خاطر خونریزی اقتدار پیدا کرنے کے لئے برطانیہ فرانس اور اطالیہ میں رقابتیں پیدا ان تینوں سلطنتوں میں سے ہر سلطنت کی یہ خواہش کہ عراق اس کے حصہ میں آجائے۔ اس سے آپس کے تعلقات میں خوشگواری باقی نہیں رہی

اٹلی سابق کے علاوہ یونان میں (۱۹۲۰ء) وینیزولاس کی معزولی اور کانس ٹنٹائین کی واپسی نے یہ چیز علاقہ (یعنی یونانی روم کے اطراف کے سرزمین) میں بڑی پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں اس لئے کہ کانس ٹنٹائین جرمنی کا طرف دار تھا ان تمام اسباب کا نتیجہ یہی نکلا کہ صلح نامہ سیورے پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔

۱۹۱۹ء میں مصطفےٰ کمال پاشا اور ان کے ساتھی قسطنطنیہ کی بڑی مشکل سے جان بچا کر انگورہ پہنچے اور وہاں ایک مجلس قومی ترتیب دی اس مجلس کی قوت نے یونانیوں کو شکست دے کر ترکی متصرفات واپس لے لئے سلطان کو ترکی سے نکال باہر کیا اور ترکی جمہوریہ کا اعلان کر دیا۔

جنگ عظیم کے نتائج کچھ بھی ہوں مگر مشرق قریب میں اس سے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ ترکوں کی آزادی میں "مراعات" کا سوال ایک سنگ راہ تھا یعنی ترکی سلطنت میں بعض قوموں کو خاص رعایتیں حاصل تھیں جمہوریہ ترکیہ نے ان "مراعات" کو منسوخ کر دینے کا فیصلہ کیا اور بڑی جوانمردی سے ان کو منسوخ کر کے چھوڑا اس کے بعد سے اب تک وہ اپنے واقعی اصولوں میں مصروف ہیں۔

بقیہ کالم ۳

اس پر میں سوا رائے کے طالب — تخت کے طالب تاج کے طالب
پھر کہتے ہیں۔
شاہی تو ہے بے پر و — شان حکومت سے بے پروا
اپنے ہم خود آپ ہیں — اپنے لئے سر آپ ہیں جز خدا
برگشتہ تھی اپنی قسمت — دے بیٹھے غیروں کی حکومت
مایۂ عبرت ہم ہیں جہاں میں — ننگ شرافت ہم ہیں جہاں میں

پھر اتفاقی برائی دلی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں۔

شاہد جو دولت شاہ تو کیونکر — ہو پابند آزار تو کیونکر

و

جلد ۱ جلد ۱

نقد و تبصرہ

پریم درپن (آئینہ محبت)

مصنفہ مہاراجہ سر جگدیش بہادر

گیتے کی تصویر پر کارلائل لکھتا ہے :-

"وہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس کا سر شاہانہ ہو، بلکہ کیا شاہانہ تصور ہو۔ اس لئے کہ اس سر میں اعلیٰ ترین شاہانہ خیالات تھے۔"

اسی رائے کے تحت میں امیر انہ سر میں فقیرانہ خیالات، اس کے سچا صوفی ہونے میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔

صوفی کا اعتقاد کیا ہے؟ وحدت الوجود۔ صوفی کا کیا ہے؟ عشق و محبت کا ساتھ! صحبت کی بھی باتیں سنائیگا؟ درویش خاندان خراب ہوا یا ایوان وزارت کا چشمہ و چراغ۔

ہز ہائنس مہاراجہ کرشن پرشاد بہادر کا سلسلہ نسب راجہ ٹوڈرمل سے ملتا ہے جو اکبر کے نورتن کے ایک بیش بہا جوہر تھے۔ ہمکو ان کو جاننے والا کوئی مسلمان یہ کہنے کی زحمت گوارا نہ کریگا کہ وہ اسلامی عقائد سے کچھ بھی اختلاف رکھتے ہیں۔ ان کی زندگی کی ابتدا ہی سے ہندو۔ مسلم اتحاد و رواداری کا ایک نمونہ رہی ہے۔ مگر آج وہ ہندو "تاریخ" دنیا پر ظاہر ہو رہی ہے جس شخص نے اپنی تمام عمر ہندو اور مسلمان میں بیگانگی۔ نہ دیکھی ہو، جس نے تمام عمر دونوں سے ایک سا برتاؤ کیا ہو کیا وہ دل ہندو و مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خون کا پیاسا دیکھکر کڑھ بیٹھیگا؟

قصب کہن ہمارے مہاراجہ بہادر کے دل کو افسردہ کر دیا مگر یہ افسردگی انفعالی حد تک محدود نہیں رہی۔ انھوں نے متعدد دفعہ اس کی کوشش کی ہے کہ قومی نفاق سے اپنی بیزاری ظاہر کریں اتحاد و اتفاق کے زمانہ کو یاد دلائیں۔ چنانچہ ہمارے اسی نہرس مہاراجہ بہادر کا ایک مضمون اس موضوع پر موجود ہے۔

"پریم درپن" ایک اسی قسم کی پہلی کوشش ہے یہ ایک چھوٹی سی مثنوی ہے جو قدیم مثنوی کی طرز پر لکھی ہے مثنوی میں شہنشاہ جہانگیر کے زمانہ کا ایک تاریخی قصہ بیان کیا ہے کہ اس بادشاہ نے کس طرح اکبر پرین کی لڑکی کو اپنی متبنیٰ بیٹی بنایا اور اس کی شادی ایک ہندو گھرانے میں کر کے اس کو جاگیریں عطا کیں اور قصہ کے بعد ہندو مسلم نفاق کی برائی کو موثر انداز میں بیان کیا ہے۔

مثنوی رواں ہے ایک شعر دوسرے شعر سے مربوط ہے اصل مقصد کے قطع نظر مثنوی میں ادبی لطف اتنا ہے کہ پڑھنے والا اداسی سے بیزار نہیں رہ سکتا۔

نفاق کے تعلق چند شعر ملاحظہ ہوں۔

آئے دن کے جنگ و جدل ہے — آپس ہی میں رد و بدل ہے
گائے کی قربانی پہ جھگڑا — آگ یہ جھگڑا پانی پہ جھگڑا
مسجد کے دیوار پہ جھگڑا — باجوں کی جھنکار پہ جھگڑا
جھٹکے اور فسادوں پہ جھگڑا — مذہب اور ایمانوں پہ جھگڑا
سنگھٹن پر تنظیم پہ جھگڑا — کونسل کی سکیم پہ جھگڑا

باقی کالم ۲

شعر و سخن

غزل

نتیجۂ فکر ہز کسلنسی مہاراجہ پرمین السلطنۃ شاد مدظلہ

وہ جوانی ہائے اب کیا ہو گئی۔ زندگی اپنی تماشا ہو گئی
عشق میں میں مر کے زندہ ہو گیا۔ موت بھی مجھ کو سیما ہو گئی
کب مرے سر سے بلیگی دیکھئے کیا بلا زلفِ چلیپا ہو گئی
تیر تھی جب تک جگر میں تھی نظر دل میں جب ڈوبی تمنا ہو گئی
میکدے میں ہمت ساقی کی موج اس قدر پھیلی کہ دریا ہو گئی
آگئی پیری گیا عہد شباب زندگی کیا چیز تھی کیا ہو گئی
مجھ پہ آخر ان کو رحم آ ہی گیا۔ بیکسی ہی کارسازما ہو گئی
عاشقی اک درد درماں خیز ہے حد سے جب گذری دوا ہو گئی
بال سر کے، رخ نظر آنے لگا۔ رات گذری، صبح پیدا ہو گئی
اے مری بزم طرب بزم نشاط اب کہاں پاؤں تجھے کیا ہو گئی
دل میں لاکھوں حسرتیں معمور ہیں۔ دل سے میں آباد دنیا ہو گئی
دل پہ اس کے غمزۂ بیگانہ سے۔ اک قیامت تھی کہ برپا ہو گئی
پھر دیا ہے اس نے آنے کا فریب پھر امید زیست پیدا ہو گئی
کر دیا پھر شاہ نے مجھ کو وزیر آبرو میری دوبالا ہو گئی
تجھ سے میں نے تجھ کو مانگا مل گیا پوری اب دل کی تمنا ہو گئی

پیاری صورت جو مرے نظروں میں تھی
شاد پردے سے ہویدا ہو گئی

اے ہمت!

از مولوی سید وحید الدین سلیم۔ پروفیسر ادبیات اردو عثمانیہ یونیورسٹی۔

زور پہلا سا وہ پیری میں کہاں اے ہمت تیری برکت سے مگر دل ہے جواں اے ہمت
ہو قی ہے دم سے ترے خون میں جنبش پیدا پھرتی رگ رگ میں ہے تو برق تپاں اے ہمت
صبح اقبال کی پڑتی ہیں شعاعیں اس جا، جلوہ فرما ہو ا پنا دکھاتی ہے جہاں اے ہمت
پھوٹ بہتا ہے جہاں تیرے کرم کا چشمہ، ہوتا ہے سیل تمدن کا رواں اے ہمت
جی چراتے نہیں زحمت سے چھا یہ میں ترے دیکھتے ہیں وہی رحمت کا سماں اے ہمت
زندگی کی ہے ترے دم سے جہاں میں ہل چل کہتے ہیں تجھ کو جہاں کی رگ جاں اے ہمت
اپنی غفلت سے جنھوں نے اجھے سمجھا ہے خفیف زندگی بھی ہے انھیں بار گراں اے ہمت
حل مشکل میں دکھاتی ہے جہاں معجزہ تو کشتیاں رگ میں ہوتی ہیں رواں اے ہمت
تیرے تیور کے اشاروں سے رہے جو غافل ان کا دنیا سے مٹا، نام و نشاں اے ہمت
ہیں کرشمے ترے سب مشرق و مغرب پیماں تیری تعریف سے قاصر ہے زباں اے ہمت

قاضی (جج)

جاپانی زندگی کا ایک افسانہ

نوشتہ ای، ای، اسپیٹ صاحب بی اے۔ لندن
پروفیسر ادبیات انگریزی
کلیہ جامعہ عثمانیہ

جھگڑوں اور صداقت شعار لوگوں کی سرزمین میں وہ اپنی عدالت پسندی اور جھگڑوں میں مشہور تھا۔

اس کی زندگی کی سب سے بڑی ایک مقدس نغمہ تھا۔ جیسے ایک بڑے پجاری کی آواز کی بانسری کا راگ ہر آنے والے جس سے کوئی اگتا نہیں۔ اس کی زندگی کے اہم موقع ایسے ہی آئے جیسے گہرے سکوت میں نقارے کی آواز۔ نقارے کی آوازیں جو عجیب، بھنگوں اور ظریف گھنٹوں کو ظاہر کئے ہوئے گذر جاتی تھیں۔

اُس کو اُس کے ہم پیشہ لوگوں کی نسبت کم عمری میں قاضی عدالت العالیہ (جج) بنا دیا گیا تھا۔

اس رات اُس کی بیوی جو پچیس سال کی اطاعت گذار پردہ نشینی سے گذری اور خاموش طبیعت بن گئی تھی، تباہی کے سہما سہما سات کی تکلیف سے جاگتی پڑی تھی۔

اس نے اپنے شوہر کو فرش پر سے اُٹھتے ہوئے اور غیر معمولی طور پر خاموشی سے ٹاماتیوں کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ جہاں وہ نوکر نما (بغیر محرر) میں اس کی تلوار کی کھونٹی، ایک کلدان میں اسکا چھوٹا صندوق اور اسکے آویزاں طومار جیسے باعثِ ساتھی ہیں بلکہ اسکی اپنی زندگی کے اجزا رکھے ہوئے تھے) کے سامنے گھٹنوں جھکا ہوا فکر میں ڈوبا رہا۔

اس طومار میں صرف دو لمبی حروف تھے جو بظاہر خیال اور احساس کے نشان تھے۔ لیکن اس کی فوم سے زیادہ پرانے تھے۔ ان کی ٹانیاں اور تیز پیچیدگیوں میں ایک بہادر کا جذبہ میں گم ہو گیا تھا جو ان زندگی دوڑ رہا تھا۔

چھوٹا صنوبر کا درخت اسی طرح گندمی رنگ، مضبوط، بارہ برگ کرہ رہا تھا جیسا کہ وہ خود تھا۔

طغرائی ایک چھوٹی اور ایک بڑی دو تلواروں کی ایک جوڑی لٹکائے ہوئے تھی، جو کسی ایسے نایاب متاع کی بیش قیمت بسکا نام جاپان کی تاریخوں میں درج نہ تھا ان کا بنانے والا اندرونی کمندر کے دھوپ دار برش زدہ، ساحل کا رہنے والا تھا جس کی تیز دریافت کرنے اور اس کی زیارت کرنے کیلئے قاضی گیا تھا۔ اس تیز تو قاضی عدالت نے چٹانوں، ریت، اور اونچے ہوئے پودوں کی (جو سب سے منصفانہ جنگلوں میں پرانی کی ایک بیچ کیلئے قرار کا کام دے رہے تھے) ویرانی میں پایا۔

وہاں اس نے پرستش کی۔ جو اس کی زندگی کے علیٰحدہ واجبی افعال میں سے ایک فعل تھا۔

وہ تلواریں تمام خلیج میں شہرتیں جو کتاب مقدس سے زیادہ بااثر تھیں۔ اور جو اس کے اجداد کی بہادری۔ انصاف اور عالی ہمتی کی نشانیاں تھیں۔

پتلی تلواریں جو طرلانی صدیوں کے گذر جانے کے بعد بھی نہایت بڑے جگ رہی تھیں۔

لیکن ان کی بھی داستانیں تھیں جن کی اگر اس کے درشت وجود کے رو برو تفصیل کیجائے تو ان سے ایسے امراء کی اطلاعیں ملینگی جنکا نوع انسان کا ایک بڑا حصہ عرصہ دراز سے بھول چکا تھا۔

ان داستانوں میں سے ایک داستان صرف ادنیٰ کے دماغ میں محفوظ تھی۔ اس کی شادی کے پچھلے ہی عرصہ کے بعد جبکہ وہ اتنا ہی متلون مزاج اور سنگدل تھا جتنا کہ بعد میں سنجیدہ مزاج ہو گیا۔ ایک رات وہ دیر سے گھر آیا اور شراب کے نشہ کی سزا کے اور بیوی بھی بیمار تھی۔ اور کوئی کسی سبب کے صحیح لیا اور بہت بھیانک طور پر چیخ کا بدلہ نہ لا کر وہ ایک نہ دکھائی دینے والے دشمن پر وار کرنے لگا اور اسکو اپنے ارادے کے مطابق مار ڈالا۔ لیکن جب وہ خنجر اندازہ سے زیادہ تیز ہے کی نشانی کے طور پر تلوار اٹھایا ہوا تھا کسی چیز سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا جس کا ٹکڑا کسی کے سامنے ذکر کرنے کی اس نے جرأت نہ کی۔

اس وقت سے اس کی زندگی متغیر ہو گئی اس نے اپنے تمام زندہ دل ساتھیوں سے قطع تعلق کر لیا اور اُن سے ملاقات بند کر دی اور "بغیر آنسو والا آدمی" کہلانے لگا۔

جو لوگ اس سے مشورہ لینے کیلئے آتے تو وہ واپسی پر کم اعتمادی کی ایسی خوشبو کے ساتھ عیسی کو اونچے پہاڑوں کے جنگلی پھولوں کی ہوتی ہے، ایک اعلیٰ معیار یکدم واپس جاتے۔ اور جاتے ہوئے اپنے پریشان حال ساتھیوں سے ایک شدید بھبت کا احساس لیکر جاتے۔

غرض کہ وہ رفتہ رفتہ خلق کے دلوں سے گذر کر اس دنیا کی دنیا میں پہنچ گیا۔ اور وہیں بھی وہ جو قضاء و قدر کے مالکوں سے قرابت قریبہ رکھتی ہیں۔

صبح اوکی بیوی کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ تمام رات جاگتا رہا اور عبادت کرتا رہا۔ وہ رات میں جلد سو گئی تھی کیونکہ اسے خوف تھا کہ زیادہ رات تک جاگنے سے صبح اس کے روزمرہ کے خانگی فرائض اور امور سے رہ جانیکے بعنی گھر کی صفائی کرنی، چٹائی کے فرش کو صاف کرنا۔ جاول کا ماننا اور علی الصباح سکان کے دروازے کھولدینا کہ نسیم صبح کا ایک مہمان کیطرح جو پاک سرزمینوں سے غالباً لایا ہو خیر مقدم ہو۔ وہ سنہری چائے کی ایک پیالی کیلئے اپنے شوہر کے بار گئی۔ قاضی نے وہ چائے اُن عجیب مختلف قسم کیساتھ بیٹھکر پی جنکے متعلق کبھی اس نے کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اسکی بیوی کا دل یہ دیکھکر اچھلنے لگا کہ قاضی کی آنکھوں میں ایک خاص چمک تھی جو کبھی اور آنکھوں میں اس نے نہیں دیکھی تھی وہ جوان اور زندہ دل نظر آتا تھا اور یہ زندہ دلی سالہا سال کے بعد اسکے چہرہ پر نظر آئی تھی۔ اس چہرہ پر سی پر اتنی مدت تک ایک بے رحمی کا نقاب پڑا ہوا تھا۔ اس کا معمول تھا کہ اوکی بیوی کے رسمی سلام کا جواب دیے سوتے نہ بھجوا من تیا لیکن آج معمولی جواب کی جگہ کہا۔

"زندگی کی نئی مشکلوں کا استقبال مجھ پر ایک عجیب خوشی کا عالم طاری ہے"

بیوی نے تعجب سے اسکو دیکھا، ایک ایسا تبسم کیساتھ جس کو شوہر نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

"تو پھر میں بھی بہت خوش ہوں" بیوی کا جواب تھا۔

بیوی اسکا صاف ستھرا سیاہ موٹ لے آئی۔ مغربی معاشرت کی صرف چند چیزوں کو قاضی کے ہاں دخل تھا ان میں یہ مغربی لباس بھی تھا۔ حالانکہ اسکا کتب خانہ انگریزی فرانسیسی اور جرمن زبانوں کی اعلیٰ قانونی تصنیفات سے بھرا ہوا تھا جنکا اس نے گہرا مطالعہ کیا تھا۔

اس نے مغربی موٹ کو پسند کیا۔

"ائی! کیوں تو کہ ویسو: نہیں، آج میرا جاپانی لباس" اپنا کفائی گا آیسوکو؟ کیا کسی جلیبیں جانا ہے"

"آج مجھے اس نوجوان کے مقدمہ کا فیصلہ سنانا ہے" شوہر نے جواب دیا۔

"آرا، کسوے سونا کاٹس! او، کیا انسوس ناک بات ہے"

"مجھے خواب دکھائی دیا کہ موت سے کیا بات حاصل ہوئی ہے۔ مجھے مطلق علم نہ تھا کہ موت ایسی عجیب خیز چیز ہے" شوہر نے پلوس لگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

لیکن بیوی ان سادہ الفاظ کا مطلب نہ سمجھ سکی اسے صرف ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ کسی روح کے سامنے ہے اور وہ روح ان دونوں کی زندگیوں کو بیزان کے علم کے مقدس بنا رہی ہے۔

اٹھنے کے بعد وہ دونوں باغ میں گئے جو ان کے مکان کے پیچھے واقع تھا۔ اس باغ کی وسعت کسی انگریزی کوٹھی کے بڑے گھرے سے زیادہ نہ تھی لیکن اس میں پتھر، درختوں، پرانی تیمر کی قندیلوں، خوشوں اور چبوتروں کی ایسی عمدہ ترتیب تھی کہ جگہ کے محدود ہونے کا خیال بالکل

ہو جاتا تھا۔ یہ باغ جس میں گھوڑا بندھا ہوا تھا اور اسکے ٹہنے سے سایہ میں گویا شراب کی نہر بہہ رہی ہوتی تھی۔ اور بلکہ رہے لیتے ہوئے مچھروں پر مگھڑیوں نے ہوائی پل بنا لئے تھے۔

اسکی بیوی نے سفید ابالی میدوں کی ٹکیاں توڑنی شروع کیں۔ شوہر نے چند معنی شاخوں کا مٹھا لیا اور روشوں پر ایسے شاندار انداز میں جھاڑو دینی شروع کی جیسے کوئی خادم درباری رقص میں مصروف ہے۔ اس کے جسم کی ہر حرکت سے رنج کی خوشگوار مدہوشی، پانی کی ہلکی ہلکی موجوں اور ابر کے آنے جانے والے سایہ کے ساتھ ایک مترنم مناسبت رکھتی تھی۔ اور اس تمام خوبصورتی میں خود اسکی روح کا تعین پنہاں تھا۔

جب وہ مکان کے سامنے کمان کے پاس اپنی رکت میں سوار ہونے کیلئے بیوی سے جدا ہوا تو اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھا دیا بیوی کے سامنے کبھی اس نے ایسی حرکت نہیں کی تھی اس لئے پہلے اس نے خیال کیا کہ اسکا شوہر کوئی بھول ہوئی چیز طلب کر رہا ہے۔ مگر جب بیوی نے شوق سے اسکی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھا دیا۔ بیوی نے اسکے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اسکے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ شوہر نے پوچھا "کیوں روتی ہو؟" بیوی نے جواب دیا "مجھے ڈر ہے کہ تم پھر مجھے چھوڑ کر جا رہے ہو"۔ شوہر نے کہا "نہیں میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جا رہا"۔ بیوی نے کہا "مجھے ایسا ہی معلوم ہوا تھا

مختلف خبریں

مجلس مشاورۃ تعلیمی حیدرآباد

(حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس)

گذشتہ مہینہ مجلس مشاورۃ تعلیمی (ایجوکیشنل کانفرنس) کا آٹھواں سالانہ اجلاس آوان ہال میں منعقد ہوا۔ شرکا کی خاصی کثرت تھی اجلاس کا افتتاح یوں کے تراجانے کے ساتھ ہوا جس کے بعد حسب دستور تحریک و تائید صدارت پیش ہوئی۔ اور نواب ذوالقدر جنگ بہادر ایم۔ اے کیمبرج، بیرسٹر ایٹ لا مستعد عدالت و کوتوالی و امور عامہ سرکار عالی کی صدارت کو منتخب دی اور اپنے دلچسپ خطبہ سے سامعین کو بہرہ اندوز کیا۔ خطبہ صدارت کے اختتام پر صاحب سدر نے سوای عہدہ متعلقہ جیسا کہ اے (اکثر ہنا ب اکلم تعلیمات نے ذوارک کے زراعتی حالات کے متعلق ایک پر از معلومات دلچسپ مضمون سنایا۔ آخر میں نواب مرزا یار جنگ بہادر سیکرٹری عدالت العالیہ نے "فصوصِ خدا" کے موضوع پر عالمانہ تقریر فرمائی جس میں مولانا روم کے نقطۂ نظر سے اس مسئلہ پر بحث کی گئی تھی۔ آخر میں بہت دلچسپ پیرایہ میں یہ بتایا کہ کوئی خدا کا صحیح تصور کسطرح مذہبی مناقشات کی بیخ کنی کر سکتا ہے اس تقریر پر بارہ بجے جلسہ برخواست ہوا۔ ۳ بجے جو تھا اجلاس شروع ہوا۔ اولاً مولوی عاقل محافظ صاحب ہتمم زراعت نے خطاب سرسٹہ ایک بہت مفصل مضمون پڑھا جس میں زراعت کی اہمیت کسانوں کی حالت، زراعتی تعلیم کی ضرورت، اور اسی قسم کے دوسرے امور سے متعلق دلچسپ معلومات درج تھیں۔

اس مضمون کے بعد مولوی غلام محمد صاحب ایل ایل بی ایڈووکیٹ ضلع کریم نگر نے یہ تحریک پیش کی کہ کلدی ہوئی زراعت کو ترقی دینے کیلئے مجلس تحریک کرنی ہے کہ بجوبات بیکنٹ جامعہ عثمانیہ کے تحت زراعتی تعلیم کا بھی قائم ہوں اور علاقہ مرہٹواڑی و تلنگانہ کو زراعتی اس میں ایک ایک زراعتی ہائی اسکول علیحدہ علیحدہ لاحا ہے۔

اسکی تائید مولوی عبدالسلام صاحب معتمد انجمن اساتذہ نے اور زور تائید محمد برہان الدین صاحب طالبعلم زراعتی کالج پونہ نے کی اتفاق آراء و تحریک منظور ہوئی۔ اسکے بعد ڈاکٹر عبدالطیف سعید نے طلبا سے مدارس کے بھی سامنہ کی ضرورت پر ایک دل نشین تقریر کی لوٹنے پانچ بجے تا ظہر کیلئے جلسہ برخواست ہوا۔

نماز کے بعد کرنل عظمت اللہ صاحب نے خطاب کے سنا خواہ جزیرہ نمائے سینا و فلسطین و شام کے متعلق فاضلانہ کئے ایک عجیب تقریر کی۔ نقشوں سے بیانات کو واضح فرماتے رہے۔ اور ان منازل کو بیان فرمایا جو فتوحات کا موجب ہوئی ہیں۔

نماز مغرب کے بعد صدر نشین صاحب نے انتہائی تقریر مفصل تقریریں سابقہ عریکات اور انکی عزور تلوں کو واضح کیا۔ مولوی حافظ محمد نظیر صاحب نے انکی تائید فرمائی اور جناب صدر سے بحیثیت معتمد تعلیمات ہونے کے اہم تحریکات پر خاص توجہ دلانے کی استدعا کی تحریک منظور ہوئی اسکے بعد مولوی سید فضل اللہ صاحب مدرسہ کار ناظم سررشتہ امداد باہمی کا مضمون ان کے تشریف نہ لانے کی وجہ سے معتمد صاحب کانفرنس نے سنایا۔ اس کے بعد مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری بی۔ اے (آکسن) نائب اکلم تعلیمات نے "تجارت" کے زراعتی حالات کے متعلق ایک پر از معلومات دلچسپ مضمون سنایا۔ آخر میں نواب مرزا یار جنگ بہادر سیکرٹری عدالت العالیہ نے "فصوص خدا" کے موضوع پر عالمانہ تقریر فرمائی جس میں مولانا روم کے نقطۂ نظر سے اس مسئلہ پر دلنشی ڈالی گئی تھی۔ آخر میں بہت دلچسپ پیرایہ میں یہ بتایا کہ کوئی خدا کا صحیح تصور کسطرح مذہبی مناقشات کی بیخ کنی کر سکتا ہے اس تقریر پر بارہ بجے جلسہ برخواست ہوا۔ ۳ بجے جو تھا اجلاس شروع ہوا۔ اولاً مولوی عاقل محافظ صاحب ہتمم زراعت نے خطاب سررشتہ ایک بہت مفصل مضمون پڑھا جس میں زراعت کی اہمیت کسانوں کی حالت، زراعتی تعلیم کی ضرورت، اور اسی قسم کے دوسرے امور سے متعلق دلچسپ معلومات درج تھیں۔

اس مضمون کے بعد مولوی غلام محمد صاحب ایل ایل بی ایڈووکیٹ ضلع کریم نگر نے یہ تحریک پیش کی کہ کلدی ہوئی زراعت کو ترقی دینے کیلئے مجلس تحریک کرنی ہے کہ بجوبات بیکنٹ جامعہ عثمانیہ کے تحت زراعتی تعلیم کا بھی قائم ہوں اور علاقہ مرہٹواڑی و تلنگانہ کو زراعتی اس میں ایک ایک زراعتی ہائی اسکول علیحدہ علیحدہ لاحا ہے۔

اسکی تائید مولوی عبدالسلام صاحب معتمد انجمن اساتذہ نے اور زور تائید محمد برہان الدین صاحب طالبعلم زراعتی کالج پونہ نے کی اتفاق آراء و تحریک منظور ہوئی۔ اسکے بعد ڈاکٹر عبدالطیف سعید نے طلبا سے مدارس کے بھی سامنہ کی ضرورت پر ایک دل نشین تقریر کی لوٹنے پانچ بجے تا ظہر کیلئے جلسہ برخواست ہوا۔

نماز کے بعد کرنل عظمت اللہ صاحب نے خطاب کے سنا خواہ جزیرہ نمائے سینا و فلسطین و شام کے متعلق فاضلانہ کئے ایک عجیب تقریر کی۔ نقشوں سے بیانات کو واضح فرماتے رہے۔ اور ان منازل کو بیان فرمایا جو فتوحات کا موجب ہوئی ہیں۔

نماز مغرب کے بعد صدر نشین صاحب نے انتہائی تقریر فرمائی جس میں کانفرنس کے کامیابی کے ساتھ ختم ہونے پر اظہار مسرت کیا۔ اس کے بعد نواب فخر یار جنگ بہادر نے اعلیحضرت بندگان عالی۔

صدر نشین صاحب۔ مقررین رضا کاران اور حاضرین شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک جامع و بلیغ تقریر فرمائی۔

آسکے بعد مولوی عبدالرحیم صاحب نیئر نے مغربی افریقہ میں تعلیمی و تمدنی فریب پر سیکاب لٹریچر کی مدد سے لکچر دیا۔ اور تقریباً سوا آٹھ بجے۔ خیر و خوبی اجلاس ختم ختم ہوا۔

مجلس خواتین

گذشتہ مہینے میں مجلس خواتین کا بھی اجلاس ہوا۔ جس میں حیدرآباد کی تقریباً تین سو تعلیم یافتہ خواتین شریک تھیں بیگم صاحبہ نواب حیدر نواز جنگ بہادر نے جلسہ کی صدارت فرمائی۔ مسز رستمجی نے حیدرآباد میں تعلیم نسوان کو ترقی دینے کی ضرورت بتلائی اور مسز سروجنی نائیڈو نے ہندوستان میں عورتوں کی حالت پر تقریر کی۔ ہم امید کرتے ہیں کہ مجلس تعلیم خواتین کے مسئلہ میں عملی دلچسپی لے گی۔

مجلس کلاء

گذشتہ مہینہ ہی میں مجلس وکلا کا بھی سالانہ اجلاس عالیجاہ پیشکار و ایڈوکیٹ جنرل صاحب سابق رکن مجلس عدالت عالیہ کی صدارت میں ہوا ریاست حیدرآباد کے مختلف اضلاع سے تین سو سے زیادہ وکلا نے اسمیں شرکت کی تھی۔ ملکی قوانین کے متعلق مفید اور اہم تحریکیں منظور ہوئیں۔ غالباً اس مجلس کا دوسرا قدم حیدرآباد کے "بار" اور "بنچ" کی درمیانی خلیج کو کم کرنا ہوگا؟

کرکیٹ

چند سال سے حیدرآباد میں کرکیٹ کا کھیل خاص دلچسپی کا مرکز بن گیا ہے یورپی کی تقلید میں چار مختلف قومیں یعنی انگریزوں، مسلمانوں، پارسیوں اور ہندوؤں کی چار ٹیمیں بنائی جاتی ہیں۔ سکندرآباد کے توپخانہ کی وجہ انگریزوں میں اچھے اچھے کھلاڑی نکل آتے ہیں اس وجہ سے اکثر انگریزوں ہی کی ٹیم زیادہ طاقتور رہتی ہے اس سال عجیب اتفاق سے کہ پارسیوں سے انگریز ہار گئے اور ہندوؤں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔ آخری مقابلہ میں مسلمان اور پارسیوں کے درمیان ہوا۔ جس میں مسلمان کامیاب رہے۔

لیتحاجی فی سبیل اللہ بالسیف والمشورۃ والاعظم شیئ منہا حاضرا ناظرا

قرآن شریف اس میں پانچ ترجمہ ہیں دو فارسی تین اردو اور پر حاشیہ تفسیر احسن التفاسیر مجلد ہدیہ اصلی ۵ رعایتی ۴ صہ سکہ عثمانیہ خانہ شدہ

فتاوی عثمانیہ مسائل فقہی کی وہ بہترین کتاب ہے جو ہندوستان و کلاد جاوا میں بھی شریک ہے سلیس اردو زبان میں کتب معتبرہ سے جمع کیا گیا ہے جو اکثر سوس وکلا کے لئے معلومات مفیدہ بہم پہونچانے کے لئے مجدد عہدہ ہے کاغذ چکنا چھپائی نفیس ہے مولفہ جناب مولانا مفتی مولوی مظہر الحق صاحب قضاری دیل مجرم اول ممالک محروسہ سرکار عالی تقریباً ۱۳۰۰ صفحے رعایتی (۱۳۵) علاوہ محصول ڈاک بہت کم نسخے رہ گئے ہیں جلد طلب فرمائیں ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا

صنمخانۂ عشق یعنے دیوان امیر مینائی قیمت پیشگی رعایتی ۱ صہ

عجائب کدہ سندھ یعنے تاریخ حیدرآباد سندھ۔ انتزاع دولت سندھ کو ۱۰۰ سو برس کا زیادہ زمانہ نہیں گذرا اور وہاں کی شاہی شان و شوکت کے بچشم خود دیکھنے والے ایک زندہ موجود ہیں۔ سندھ کے عروج و زوال تاریخی پیرایہ میں مولانا سید اسد اللہ صاحب عرف میر نواب کی قابل دید کتاب صہ ۳۵۲ قیمت (۴ صہ) رعایتی ۱ صہ

تعلیم الاخلاق بہترین اخلاقی مضامین کا ذخیرہ بزبان اردو جو نظم و نثر مولفہ ناظم الاخلاق مولانا ذہین قیمت رعایتی ۱۱

خلاصۂ جغرافیہ عالم سوالات و جوابات میٹرکولیشن جامعہ عثمانیہ مرتبہ مولوی محترم علی صاحب ناظر تعلیمات قیمت (عہ) رعایتی (۶ عہ)

سلیس جغرافیہ دکن برائے مدارس تحتانیہ قیمت ۴ ۶ مرتبہ مولوی سید شرف الدین صاحب تعلیمی

جدید تاریخ ہند برائے مڈل و عثمانیہ مترک قیمت ۶ صہ / **جدید جغرافیہ دنیا** برائے ۔۔ قیمت ۶ صہ } بی اے بی ٹی صدر مدرس مدرسۂ سلطانیہ عادل آباد

اردو اٹلس رنگین ملک سرکار عالی۔ جس میں ضلعواری نقشہ جات مع آبادی حالات و نقشہ جات پائیگاہ وغیرہ بہترین اور نایاب جدید اٹلس قیمت (۱ صہ) رعایتی (۱ صہ)

مطبوعہ رجسٹر اوفارمس ہر دفتر کے کار آمد۔ خصوصاً سررشتہ تعلیمات اور محکمہ جات عدالت کو توالی وغیرہ وغیرہ تیار ہیں مکمل تفصیلی فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کیجاتی ہے۔ آرڈر پر سو سو فارم طبع کر کے ارجنٹ تکمیل کیجاتی ہے

سیرۃ النعمان حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی سوانح عمری اور ان کے اجتہادات اور مسائل قابل دید کتاب ہے قیمت (۱ صہ ۸) و (عہ ۱۴)

سوانح مولانا روم مولانا جلال الدین رومی کی مفصل سوانح عمری مثنوی شریف اور دیگر تصنیفات پر تقریظ قیمت (عہ ۱۴)

المامون خلیفہ مامون الرشید کے عہد سلطنت کے حالات اتبک اس کے بازاری نسخے عام طریقہ سے فروخت ہوتے تھے اب طبع معارف نے خاص اہتمام سے طبع کرا کے شائع کیا ہے کاغذ اور لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ہے قیمت (۱ صہ ۱۲) و (عہ ۱۴)

الغزالی امام غزالیؒ کی سوانح عمری اور ان کا فلسفہ کتابت اور کاغذ نہایت عمدہ قیمت (عہ ۴)

رسائل شبلی مولانا کے گیارہ مختلف علمی مضامین کا مجموعہ نہایت دلچسپ اور قابل دید ہے۔ قیمت (عہ ۴)

مقالات شبلی (۱۲۰) صفحہ کاغذ دبیز قیمت (عہ ۱۴)

علم الکلام سلمانوں کے علم کلام کی تاریخ اس کی عہد بعہد کی ترقیاں اور علماء و متکلمین کے نظریات اور مسائل طبع چہارم قابل دید ہیں قیمت (۱ صہ ۸)

نرخنامہ طبع اشتہارات نظام گزٹ چارمینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	یک شماعت	مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	یک شماعت
ایک صفحہ	۱۲ صہ	۶ صہ	۳ صہ	۱ صہ	۸ صہ	ایک کالم	۶ صہ	۳ صہ	۱ صہ	۸ صہ	۴ صہ
نصف صفحہ	۶ صہ	۳ صہ	۱ صہ	۸ صہ	۴ صہ	نصف کالم	۳ صہ	۱ صہ	۸ صہ	۴ صہ	۲ صہ
ربع صفحہ	۳ صہ	۱ صہ	۸ صہ	۴ صہ	۲ صہ	ربع کالم	۱ صہ	۸ صہ	۴ صہ	۲ صہ	۱ صہ

اشتہارات کے نرخ میں اخبار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ ہوتا جائے گا۔

لیس للانسان الا ما سعیٰ وان سعیہ سوف یری ثم یجزاہ الجزاء الاوفیٰ وان الیٰ ربک المنتہیٰ

تمدن ہند ڈاکٹر لی بان کی فرنچ تصنیف کا بامحاورہ اردو میں ترجمہ مع اضافہ توضیحات و حواشی سید مولوی سید علیصاحب بلگرامی مرحوم جو آج سے چند سال پہلے (۱۹۰۵ء) میں فروخت ہوتے رہی اس میں (۱۴۹) تصاویر اور (۲) دلفریب نقشہ اور تختی کلاں ہے اور یہ مرحوم مترجم کے زمانہ کی طبع شدہ ہے مگر وہ باوجود کہ اب یہ لائق قدر اور قابل دید کتاب مجلد (۵ء) میں علاوہ محصول ڈاک ملتی ہے۔ ناظرین کرام اس زرین موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں۔

سیرۃ النبی صلعم جس میں سوانح اقدس حضرت سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از پیدائش تا وفات شریف جس میں اقامت اس ناسپاس طائفہ۔ اشاعت اسلام۔ انتظامات مذہبی و تکمیل شریعت۔ شمائل۔ اخلاق و عادات تمدن۔ معاشرت وغیرہ وغیرہ کی تفصیل ازواج و اولاد معظم کا تذکرہ ہے جس کو مولانا سید ابوالحسن شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی نے نہایت عالمانہ اردو زبان میں تین جلدوں میں لکھا ہے۔ کاغذ اور طباعت نہایت بہتر ہے۔ کاغذ قسم اول ہر حصہ بلا جلد کی قیمت (۱ء) کاغذ قسم دوم ہر حصہ بلا جلد کی قیمت (۱۰ء) علاوہ محصول ڈاک ہے۔

سفر حرمین الشریفین یہ ایک لاجواب کتاب ہے جس میں مدینہ منورہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور کئی نقشہ شام و بیت المقدس و مصر کے نہایت نفیس بلاک فوٹو شامل کتاب ہیں مشاہیر علماء و فضلا نے اس کی خوبی کے متعلق رائیں دی ہیں۔ کاغذ چکنا عمدہ لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے اب بہت تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں قیمت بجائے (۶ء) روپیہ کے (۱ے) سکہ عثمانیہ ہے۔

اسوۂ صحابہ جس میں صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم کے عقاید اور عبادت اور اخلاق حمیدہ معاشرت اور سیاسی و مذہبی و علمی و عملی خدمات کی تفصیل دو جلدوں میں منقسم کی گئی ہے کاغذ نہایت دبیز اور طباعت اعلیٰ پیمانہ کی ہے۔ قیمت علاوہ خرچ ڈاک ہر دو جلد (۱ھ) سکہ عثمانیہ ہے۔

براؤننگ از مولوی سید وقار احمد صاحب ام اے ہمشاہیر علم و ادب کی چند رائیں نزل میں درج کی جاتی ہے۔

براؤننگ کے اشعار کا ترجمہ جس خوبی سے کیا اس کی مقبولیت خود اس کے اچھے ہونے کی دلیل ہے (نہر الحسنی مہاراجہ صدر اعظم ہاور)

اس کو میں نے بھیجکر بہت محظوظ ہوا۔ کیونکہ انہوں نے ایک ایسا کام انجام دیا جو نہایت دشوار بلکہ بادی النظر میں تقریباً محال معلوم ہوتا تھا اور ترجمہ اس خوبی سے کیا ہے جس سے اصل نظم کی مطابقت اور اس کے نکلنے کی باریکیاں بخوبی ظاہر ہو جاتی ہیں..... بجائے خود اردو نثر کا ایک اچھا نمونہ ہے (نواب مہدی یار جنگ بہادر)

نہایت سلیس اور بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ کی فصاحت اور بلاغت و اسلوب بیان کی خوبی اس کے علاوہ ہے (حمید یار جنگ بہادر)

ارمغان سلطانی المعروف "سیر گلبرگہ شریف" تاریخی واقعات گلبرگہ شریف کا ایک سچا نوٹ ہے جو تین حصوں پر منقسم ہے پہلے حصہ میں شہر گلبرگہ شریف کے موجودہ حالت درج ہیں دوسرے حصہ میں زبدۃ الاعیان حضرت مخدوم شہباز بلند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی المشہور خواجہ بندہ نواز قدس سرہ العزیز۔ نیز دیگر اولیاء کرام کی فیاض زندگی اور انکی سوانح عمر جو مختلف مستند و معتبر کتب سے اخذ کر کے مسلسل طور پر لکھے گئے ہیں تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ کے مفصل حالات درج ہیں مولوی محمد ماظ صاحب نے نہایت سلیس اردو میں لکھا ہے کاغذ اور چھپائی عمدہ قیمت (۱ے) سکہ عثمانیہ علاوہ خرچہ ڈاک ہے۔

الکلام مولانا کے شہر تصنیف جدید علم الکلام جس میں عقلی دلائل سے ہر کہ دلائل کا رد کیا ہے۔ طبع سوم ہے ضخامت (۲۷۵) صفحہ قیمت (۱ے۸ء)

سیرۃ عائشہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات زندگی اور ان کے مناقب اور فضائل و اخلاق اور ان کے علمی کارنامے اور ان کے اجتہادات اور ضعف نسوانی پر ان کے احسانات اسلام کے متعلق انکی نکتہ سنجیاں اور مفسرین کے جوابات کاغذ اور لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ضخامت (۳۵۰) صفحہ قیمت (۱ھ)

گل رعنا اردو زبان کی ابتداء تاریخ اور اسکی شاعری کا آغاز و عہد بعہد کے اردو شعراء کے صحیح حالات اور ان کے منتخب اشعار ضخامت (۵۴۸) صفحہ قیمت (۱ے۴ء)

عروس ادب ہوش بلگرامی کے اخلاقی ادبی۔ تاریخی۔ اور سیاسی مضامین کا مجموعہ ان مضامین کی تعریف تقاریظ مندرجہ کتاب میں مولوی عبدالحق صاحب متعتمد انجمن ترقی اردو اور مولوی عبدالماجد صاحب بی اے (دریابادی) نے ارجمند فرمائے ہے۔ فی الواقع مضامین نہایت دلچسپ اور قابل دید ہیں خصوصاً مضامین ادبی لکھائی چھپائی کاغذ بھی نہایت عمدہ ہے عروس ادب زیور علوم سے آراستہ ہونے کے علاوہ مصنف کی تصویر سے بھی مزین ہے جتنی خوبیاں ہیں اُن کے مقابلہ میں قیمت بہت کم ہے بینے فی نسخہ (۱ھ)

انجام غفلت مولوی ابوظفر مویدالدین حسن صاحب فاروقی والانجا کا قابل قدر دلچسپ ناول ہے اسکو آغاز کیجئے تو انجام کے معلوم ہونے تک آپ ختم کئے بغیر نہ چھوڑیں گے قابل دید ہے لکھائی چھپائی کاغذ بہت عمدہ ہے قیمت (۵ء)

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف اور طرز حکومت اگر صحیح نمونہ و صورت میں ہمکو کی کاغذ پر اس گراں پایہ کتاب کو بیسوں اڈیشن مختلف ممالک میں طبع اور فروخت ہو رہے ہیں مگر اس نظر کو ہمیشہ اس کے اعلیٰ اڈیشن کی تلاش و جستجو تھی اب بطبع معارف نظر گڑھ کا نیا اڈیشن جو حرف بحرف نامی پریس کانپور کی نقل ہے نہایت مضبوط کاغذ اور رنگین کاغذ پر طبع ہوا ہے جس کی ضخامت (۳۱۲) صفحہ پر ہے قیمت صرف (۱ے) خرچہ ڈاک (۱ء)

نظام گزٹ

عدد ۲
جلد ۱

مدیرین
سید وقار احمد ام - اے
محمد حبیب اللہ رشدی ام - اے

منصور خاص

فاسمو

ایطالیہ کی تحریک فاشزم کے حالات

از پروفیسر حسین علی مرزا

قیمت فی پرچہ ۲ر۶ر

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چارمینار حیدرآباد دکن

چندہ

ہندوستان کے لئے مع محصول ڈاک۔

سالانہ	لے
ششماہی	ہے
سہ ماہی	عاں
فی پرچہ	۲؍۶ہر

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ	پندرہ شلنگت
ششماہی	آٹھ شلنگت
سہ ماہی	چار شلنگت چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمائے۔

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمائے۔

(۵) نظام گزٹ تقریباً (۱۶) صفحے کے حجم پر شائع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شائع ہونگی

منیجر

سبھی ہم ہے ترازو ے کم کیف حیات تیری میزاں ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد حیدرآباد دکن : دوشنبہ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ ۲۱ نومبر ۱۹۲۷ء ۱۶ رمے ۱۳۳۷ف جلد

شذرات

حکومت ہند نے جبکہ ہماری تمام ضرورتوں کا خیال رہتا ہے، اب سینما پر توجہ کی ہے۔ اور ایک کمیشن مرتب کیا ہے۔ کہ وہ سینما کے کاروبار کی تحقیقات کرے۔ کمیشن نے بمبئی میں اپنا کام شروع کر دیا ہے اور ہندوستانی فیلموں کی عمدگی یا برائی کی تفتیش کر کے رپورٹ کرنے کے لئے ہندوستانی فلموں کی کیا قسمیں ہیں اور ان کو کس طرح دور کیا جائے۔ اسی طرح امریکن فلموں کی کامیابی اور نقائص کا حال بھی معلوم کرے۔ اس کا کیا علاج کہ ہندوستان کے متشکی اس مہربانی کو بھی شک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

ہاں ہندوستان کو شک ہے، اسلئے انگلستان میں فلموں کے متعلق قانون بن رہا ہے اس قانون کا منشاء کیا ہے؟ یہ کہ سوائے انگلستان کے بنے ہوئے فلموں کے اور کوئی فلم انگلستان میں نہ دکھایا جائے پھر اس کمیشن کے بعد ہندوستان کے لئے کیا حکم ہوگا کسی نجومی سے پوچھا جا چاہیئے!

انگلستان میں بہت سی صنعتیں سرسبز ہیں۔ سوائے سینما فلم کی صنعت کے فلم وہاں بھی تیار ہوتے ہیں۔ مگر انھیں مقبولیت حاصل نہیں ہوتی۔ ایک سینما کمپنی کے ایجنٹ کی رائے ہے کہ انگریز قوم نے اپنے جذبات کے چھپانے میں اتنی مشق کر لی ہے کہ اب جذبات کا پھر ظاہر ہونا ناممکن ہو گیا ہے۔ اس لئے انگریزی فلموں کے ہیرو (ایکٹر) کٹھ پتلی کے جیسے معلوم ہوتے ہیں۔

تازہ زیر نوآبادیات سے کرنل ویج وڈ نے دریافت کیا کہ کیوں شمالی افریقہ کے کمیشن میں کوئی مزدور جماعت کا رکن نہیں ہے۔ نائب وزیر نے تیزی سے جواب دیا کہ کمیشن ماہرین کا ہے۔ اخبار المارننگ پوسٹ سر ریڈ کہتا ہے "دیکھئے ہمارے اصلاحات کے کمیشن میں مزدور جماعت کے ارکان موجود ہیں!

ہمارے ایک دیرینہ سال معاصر نے نظام گزٹ کا بہت کشادہ دلی سے خیر مقدم کیا جس کے ہم بہت شکر گذار ہیں۔ اسی معاصر نے دوسری ہی اشاعت میں مولوی اکبر نظام الدین صاحب کے مضمون مشرقی ترجمہ پر تنقید کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے ترک کے مفروضہ مظالم کے بیان کرنے میں "عیسائیوں" کی "ہاں میں ہاں ملائی ہے" اس تنقید کا اختتام ہوتا ہے:-

"اے کاش ڈاکٹر صاحب نے مستعب عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملانے اور مسلمانوں کی کدورتوں کو نظر انداز فرمانے کے موقع پر۔

نادان دوست سے دانا دشمن بہتر

اس تنقید کے ساتھ اسی قسم کی اور دو تنقیدیں بلکہ آرا ہیں، ان تینوں کی سرخی "اصلاح زبان" ہے۔ داغ مرحوم کا ایک شعر ہے:-

واہ کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں
خوبرو ہو کے یہ کلام خراب

تنقید کی اس خاص صنف کیلئے یہ بہت اچھی اصطلاح ہے۔

چار ہفتہ کی ایک خبر ہے کہ حیدرآباد کے محکمہ صفائی کی طرف سے مچھروں پر مکس لگانے کے بعد راہروؤں پر بھی مکس لگایا جائیگا اور ہر شخص کو کچھ گھر لکھ کر ان کو پنہر شاہد بنا جائیگا تاکہ حیدرآباد کے بارشند سے بارش کے موسم میں شہر وسیع کا لطف اٹھائیں اس خبر کو بعض لوگ چار ہفتہ کی گپ سمجھتے ہیں مگر ہمیں خوف ہے کہیں سچ ہو۔

کے مقولہ کو پیش نظر رکھا ہوتا"

اس مقولہ کو یہاں پیش کرنے کی کوئی ضرورت سمجھ میں نہیں آئی۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب کا مضمون نہ تو دقیق ہے نہ ثبوت طلب۔ وشمنی کے۔

اصل واقعہ کے تبلغ نظر ہم یہ کہیں گے۔
گرچی ہیں کلام میں رنگین: اس قدر
کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی

کیا تنقید نگاری کیلئے یہی ایک لہجہ ہے؟

اس تنقید کے ساتھ اسی قسم کی اور دو تنقیدیں بلکہ آرا ہیں، ان تینوں کی سرخی "اصلاح زبان" ہے۔ داغ مرحوم کا ایک شعر ہے:-

واہ کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں
خوبرو ہو کے یہ کلام خراب

تنقید کی اس خاص صنف کیلئے یہ بہت اچھی اصطلاح ہے۔

چار ہفتہ کی ایک خبر ہے کہ حیدرآباد کے محکمہ صفائی کی طرف سے مچھروں پر مکس لگانے کے بعد راہروؤں پر بھی مکس لگایا جائیگا اور ہر شخص کو کچھ گھر لکھ کر ان کو پنہر شاہد بنا جائیگا تاکہ حیدرآباد کے بارشند سے بارش کے موسم میں شہر وسیع کا لطف اٹھائیں اس خبر کو بعض لوگ چار ہفتہ کی گپ سمجھتے ہیں مگر ہمیں خوف ہے کہیں سچ ہو۔

نظام گزٹ
ہفتہ وار
دوشنبہ ۶ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ

کیفیت موازنہ حیدرآباد

حیدرآباد کی وزارت مالیہ نے اس سال کے موازنہ کی کیفیت اردو و تسنقیق ٹائپ میں بہت خوبصورت شائع کی ہے۔ اس دفعہ تمام اخراجات کے بعد ریاست حیدرآباد نے خالص بچت (۴۳) لاکھ کی نکالی ہے۔ ہم اس کامیاب موازنہ پر نواب حیدر نواز جنگ بہادر کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ یہ انھیں کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔

کسی سلطنت کیلئے موازنہ کا سوال گویا اس کی نمود اور خون کا سوال ہے۔ موازنہ کی اہمیت کا کتنا اوقات وزرائے نوٹ جاتی ہیں حیدرآباد میں اگرچہ موازنہ کا سوال اتنا خطرناک نہیں پھر بھی یہ اتنا آسان نہیں جتنا کہ خیال کیا جاتا ہے۔ آمدنی حیثیت سے حیدرآباد کے محکمہ مالیات کی اہمیت بڑی نہیں۔ تقریباً ہر محکمہ بدا دار ہی طرح محکمہ مالیات (فینانس) کی بنا بھی سر سالار جنگ اول کے زمانہ میں پڑی۔ اسکے پہلے نہ تو خزانہ کا وجود تھا اور نہ حسابات کا دفتر۔ اس کا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ آمدنی گھٹنے لگی اور خرچ بڑھتا ہوتا گیا۔ ریاست کو بار بار قرض لینا پڑتا تھا۔ جو بہت بڑی ہوئی شرح سود پر ملتا تھا۔ آمدنی کا بڑا ذریعہ مالگذاری ہی تھا اور کل آمدنی تقریباً ایک کروڑ روپیہ کی تھی اور اس آمدنی کو وصول کرنے میں تقریباً دس فیصدی اخراجات ہوتے تھے۔ آبکاری کی آمدنی ایک لاکھ سے بھی کم تھی جنگی کا محصول ملک بھر میں جگہ جگہ وصول کیا جاتا تھا اس سے تجارت پر بہت برا اثر پڑتا تھا۔ محصول کے وصول کرنے اور معین کرنے کا باضابطہ قاعدہ مقرر نہ تھا اسی طرح مالگزاری کا لگان مقرر کرنیکا بھی کوئی اصول نہ تھا۔

اخراجات میں سب سے زیادہ حصہ فوج کے اخراجات کا تھا۔ اس کی ادائی سرکار سے نہیں ہوتی تھی بلکہ امرا کو جاگیریں دی جاتی تھیں۔ تعلیمات محکمہ ڈاک شفاخانوں، تعمیرات اور پولیس پر بہت قلیل رقم صرف کیجاتی تھی۔ غرض ان بے انتظامیوں کی وجہ سے سرکار کو قرض لینا پڑتا تھا اور قرض میں اضلاع کھنول کرائے جاتے تھے سرمایہ داروں سے بھیجدار حسابات دہ وہ انھیں ڈال دیتے تھے کہ کھنول اضلاع کے جیجہ ٹھنے کی کوئی صورت نہ پیدا ہوتی تھی۔

سالار جنگ اول نے جب وزارت عظمیٰ کا جائزہ لیا اس وقت سرکاری کاروبار کی عجیب ابتر حالت تھی۔ انھوں نے سب سے پہلے ملک کی آمدنی اور خرچ کو برابر کرنا چاہا اور تمام آدمیوں کو حسابات کے جانچ کیلئے مقرر کیا اور بڑی کوشش سے انھوں نے مکمل شرح سود پر قرض لیکر قدیم قرضے جو بڑی شرح سود پر لئے گئے تھے ادا کر دئے اور آہستہ آہستہ کھنول اضلاع کو واپس لینا شروع کیا۔

اس طرح انھوں نے ملک میں محکمہ مالیات کی بنیاد ڈالی۔ جو آہستہ آہستہ ترقی کرتی گئی۔ فینانس



نواب حیدر نواز جنگ بہادر (محمد اکبر حیدری)
وزیر مالیات حیدرآباد

کی حالت کو برطانوی ہند کے نمونہ پر لے آنے کیلئے اس بات کی ضرورت تھی کہ پہلے برطانوی ہند کے حسابات کو سمجھا جائے اس کام کیلئے چار عہدہ دار منتخب کر کے برار اور احاطہ بمبئی میں کام سیکھنے کے لئے بھیجے گئے۔

غرض سالار جنگ اول کے اصلاحی کارنامے کا اندازہ اسبات سے ہو سکتا ہے کہ ان کی وزارت عظمیٰ کے پہلے سال (سنہ ۱۸۶۲ء) کی شاہی آمدنی میں فاضل صرف اٹھ لاکھ کی رقم وصول ہوئی تھی اور اس شاہی کے ختم پر تیرہ ہزار کی رقم باقی تھی۔ اس کے مقابلہ میں انکی وزارت کے آخری سال سنہ ۱۸۸۳ء میں ریاست کی آمدنی تین کروڑ گیارہ لاکھ تھی اور اس سال ان کی وفات کے روز گیارہ لاکھ کی رقم ملک میں تھی۔ سالار جنگ اول کے بعد حیدرآباد کی مالی حالت قابل اطمینان تھی۔ حالانکہ اس عرصہ میں سخت قحط پڑا جس میں ریاست کو تین کروڑ چالیس لاکھ کی رقم سرکار ہند سے قرض لینی پڑی، لیکن ریاست نے وہ رقم اوا کر دی اور ایسا برابر ترقی کرتا رہا۔

حیدرآباد کے حالیہ میں نمایاں تبدیلی سر جارج کیمن واکر کے تقرر سے ہوئی۔ واکر کے تقرر سے پہلے ریاست قرضہ کے بار سے دبی ہوئی تھی واکر صاحب نے اپنے حسن انتظام سے ریاست کو بہت فائدہ پہنچایا ان کے بعد مسٹر گلانسی اس محکمہ کے صدر ہوئے انھوں نے اس کی اصلاح اور ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔

اب نواب حیدر نواز جنگ بہادر اس کے کارفرما ہیں۔ نواب حیدر نواز جنگ بہادر اپنی لیاقتی قابلیت میں مشہور ہیں۔ برطانوی ہند میں وہ صدر محاسب کا عہدہ رکھتے تھے حیدرآباد میں متعدد زیر انتظامات مالیات کی گذشتہ حالت کے مقابلہ میں اس محکمہ کی کارگذاری کو دیکھئے کہ اس قدیم نواحی واقعی مدلی وخرچ کے علاوہ اب معدنیات، دارالضرب، سکہ قرطاس، ہنڈوی وٹاؤن ہیمہ، سیاسی اخراجات انجمن ہائے اتحادی، آرائش بلدہ، ریلوے، طباعت، صنعت وحرفت وغیرہ نئے نئے ادارے سے سابقہ پڑا ہے۔ ان تمام کی آمدنی اور خرچ کا توازن قائم رکھکر موجودہ بچت کا نکالنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اب ہم اس بات کے منتظر ہیں کہ دیکھیں نواب حیدر نواز جنگ بہادر اس کو کس مفید ملکی کام میں صرف کرتے ہیں۔ بعض نہایت اہم تجویزوں کی تکمیل باقی ہے ان میں سب سے پہلے عثمانیہ یونیورسٹی کی عمارات کا خیال انتہا

دوسری اہم بات جس پر ہم آئندہ تفصیلی بحث کریں گے وہ حیدرآباد کی سڑکیں ہیں۔ حیدرآباد کی سڑکوں کی جو ردی حالت ہے وہ کسی تفصیل کی محتاج نہیں۔ سڑکوں کے خراب ہونے سے تمام شہر کی عملیت (Efficiency) پر اس کا مضر اثر پڑ رہا ہے۔

عملیت کے علاوہ گرد و غبار میں سانس لینے سے صحت پر بھی اس کا مضر اثر ہوتا ہے۔

اسلئے ہم اس خاص موقع پر اس امر کو بھی یاد دلائے بغیر نہیں رہ سکتے۔

فاسمو

ایطالیہ کی تحریک فاشزم کے مجمل حالات

از حسین علی مرزا صاحب بی اِس سی یہ میرسٹرایٹ لا
(پروفیسر قانون کلیہ جامعہ عثمانیہ)

بیسویں صدی کا ابتدائی حصہ دورِ تغیّرات رہا ہے۔ ہم اس دور سے بہت قریب ہیں، اس لئے ہم اس دور میں معاشرہ (سوسائٹی) کی اس عجیب خیز ترقی کے اثرات کو محسوس کر سکتے ہیں۔ اس دور میں بڑی بڑی سلطنتیں اور بنیں، نئی نئی سرزمینوں میں نئی نئی قومیں آباد ہوئیں؛ زمین کی سطح خون سے رنگین ہوئی اور معاشرے کی تمام بنیادیں ہل گئیں۔ ایک سطحی نظر والے کو جنگ عظیم اور ان تمام چیزوں کا سبب نظر آتی ہے۔ لیکن حقیقت میں جنگ اس اندرونی طاقتوں کی آتش فشاں جدوجہد کا نتیجہ تھی نہ کہ سبب۔ ہمیں یہاں معاشری بے اطمینانی کے عام مسئلہ سے بحث نہیں ہمیں اس موقع پر صرف اتنا خیال رکھنا چاہئے کہ ایجاد و کوچہ سے صنعتی نظامات میں جو انقلابی تغیر ہوا اس نے دنیا کے نظام ہی کو بدل دیا۔ دنیا کو اس جدید زندگی کیلئے وہ قدیم بنیاد ڈھانا پڑی۔ ایک بالکل نئے انداز سے اپنے کو فراہم کرنا پڑا۔ یعنی موجودہ زمانہ میں (۱) زر و بازاری دولت (۲) خرابی نقد (۳) سرمایہ اور محنت کا جھگڑا یہ ایسے مسائل ہیں جنپر جدید معاشرے کی بنیادیں قائم ہیں۔

زندگی کا عجیب لطیفہ ہے کہ اگر کوئی عظیم ترقی کیلئے ایک ظہور پذیر ہوتی ہے تو وہ نظام معاشری کے بند بند علیحدہ کر دیتی ہے۔ اس صورت میں توازن قائم کرنے کے لئے معاشری تنظیموں کو دست ریجاجی ہے یا محنت ہمارے یہاں لائی جاتی ہیں۔ غرض ان دونوں میں کامل مگانگت یا ہم آہنگی نہیں پائی جاتی۔ اُفتاد ہمیشہ پیچھے رہتا ہے لیکن انہیں معاشری مسائل کے حل کرنے کی کوشش میں ترقی کا راہ رو مار ہے۔ یہ زمانہ اسی قسم کی تنظیم یا تنظیم کی جدوجہد کا ہے۔ جس کیلئے مختلف طریق آزمائے جا رہے ہیں، انھیں طریقوں میں سے جدید معاشریت (سوشلزم)، اجتماعیت (سنڈکالزم) انتزاکیت (کمیونزم) اور باشزم وغیرہ ہیں۔ اس باب میں ایطالیہ کا جو خاص عنصر ہے وہ فاسمو (فاشزم) کہلاتا ہے۔

جنگ کے پہلے ایطالیہ کچھ اچھی حالت میں نہ تھا۔ جنگ کے لئے وہ ایک اقتصاد کا باعث ہوئی۔ اور جنگ کے بعد اس کا زمانہ بھی اس کی حالت کو سنبھال نہ سکا۔ روس ایک انقلاب سے گذر چکا تھا اور باشزم کا علمبردار ہو گیا تھا۔ ایطالیہ میں بھی باشزم کے پھیلنے کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ جنگ سے واپس آئے ہوئے سپاہی، جو تباہ اور پریشان تھے، ہر چیز کو خوش آمدید، کہنے کیلئے تیار تھے۔ ایسے جان پر سے کھیلے ہوئے لوگوں کیلئے باشزم جنت کا راستہ دکھاتی تھی۔ ایطالیہ کے سکے کا انتظام گر گیا ہوا تھا اور گرانی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اور سیاسی جماعتوں میں قوت حاصل کرنے میں رقابت بڑھتی جاتی تھی، اس گرد کے اندر سے ایک شخص نودار ہوا جو ملک پر حکومت کرنے لگا یہ وہ مختصر حالات تھے جنمیں سینیر مسولینی میدان میں دکھائی دیتا ہے۔ فاسسمو کے اصول بیان کرنے سے پہلے ہمیں اس شخص کے حالات کا مطالعہ کر لینا چاہئے۔ جو ایک کاؤں کے لوہار کے گھر میں پیدا ہو کر کئی کا کار فرما اور ایطالیہ کی طاقت بن گیا

صداقت افسانہ سے زیادہ تعجب خیز ہے۔ اسی طرح اس بیسویں صدی کی نثر تسمت اور اقتدار کی شاعری سے خالی نہیں۔

مسولینی ۲۹ جولائی ۱۸۸۳ء میں ایطالیہ کے ایک قصبہ ڈوویا میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ گاؤں کا لوہار تھا اور اس کی ماں اس چھوٹے سے شاداب گاؤں کے مدرسہ کی معلمہ تھی۔ سیکیچو دی آسٹرلی کے شمشاد سے خلاف بغاوت برپا ہوئی مسولینی کا باپ انصافی کا دشمن تھا۔ اسلئے اس کو اس بغاوت سے بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے اس بغاوت کے نخلند سردار بنیڈیو کے نام پر اپنے بیٹے کا نام کھا یہ جیسا بنیڈیو ٹرابہو کر ایک دھنی لڑکا ثابت ہوا۔ وہ اپنے ساتھیوں کیلئے ایک ہوا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے لڑکپن کی چالبازیوں سے اپنے تمام ساتھیوں سے لڑ سکتا تھا۔ اور ان تمام کو قابو کر سکتا تھا۔ وہ بھتہ چلا کر باپ کے کام میں مدد دیتا تھا۔ اس کی ماں کو جو کچھ تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا آتا تھا اُس کو اس نے اپنے بیٹے سے دریغ نہ رکھا۔ ماں نے بیٹے کی تعلیم کیلئے حکومت سے مدد چاہی مگر عالباً اس کو اس میں ناکامی ہوی۔

بنیٹو آرام کے گھر نہیں پیدا ہوا تھا۔ اس کو مصیبت، غلاظت اور فاقہ کشی سے بھی سامنا کرنا پڑا۔ مصیبت کی درسگاہ میں اُس نے بڑے بڑوں سے مقابلہ کرنا سیکھا مگر کبھی مایوس نہیں ہوا کبھی دفعۃً اُس نے اپنے بے درد ہم وطنوں کو جواب دیا "اچھا یاد رکھو" یعنی تمسے اس سخت سلوک کا بدلہ لیا جائیگا۔ آج اسے انتقام لینے کیسے یعنی قوت حاصل ہے۔ دنیا اچھی طرح جانتی ہے۔

اسکا چہرہ درشت اور فولاد کا سا نظر آتا ہے وہ بہت مضبوط ٹھگنے جسم کے آدمی ہے۔ اور قوی ارادہ اور استقلال والا انسان نظر آتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایک دفعہ اسکو دیکھ لے تو بھر عمر بھر اسکے ناک نقشے کو نہیں بھول سکتا یہ نقوش کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس کی آنکھیں انسان کو اطاعت کرنے پر مجبور کر دیتی تھیں۔ لیکن مسولینی کا چہرہ اسکے ہم وطنوں کو واقعی خوف زدہ کر دیتا ہے۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس کی ہوا سے متنفر ہو۔ بلکہ اس سے نفرت بھی کرے مگر کوئی اس سے بے اثر نہیں جا سکتا کہ وہ ایک انسانی انا (کوہ آتش فشاں) ہے یا یہ کہ وہ زندہ کا بھڑکتا ہوا کوہ آتش فشاں ہے جس میں سے آگ، قوت اور کرنے یا مرنے کا جذبہ متنزل ارادہ نکل رہا ہے۔ ایسے لوگوں کا مقولہ یہ نہیں ہے کہ گر سر دھا ہی پیٹا جا سکتا ہے بلکہ ان کا مقولہ ہے کہ "لوہے کے گرم ہونے کا انتظار نہ کرو بلکہ اوسکو اتنا تپیدہ کر گرم ہو جائے" یعنی ایسے لوگ موقع کا انتظار نہیں کرتے بلکہ اپنی قوت اور ارادہ سے موقع پیدا کر لیتے ہیں۔

تقریباً ۱۹ سال کی عمر میں اسکی تعلیم ختم ہو گئی کیونکہ اب حالت اس قابل نہ تھی کہ وہ تعلیم کو جاری رکھ سکے اور اس غرض کیلئے باہر سے کوئی امداد نہیں ملنی تھی۔ اسنے محکمہ تعلیم کی کسی چھوٹی سی خدمت کیلئے درخواست دی لیکن وہ منظور نہیں ہوئی اسلئے اسکو ایک مدرسہ میں مدرس کی خدمت قبول کرنی پڑی جسکی تنخواہ پچیس یا تیس روپیہ کے قریب تھی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد اس نے انتہائی افلاس اور عسرت کے موسم میں سوئٹزرلینڈ کا ارادہ کیا۔ اس وقت اس کے جیب میں صرف دو لیرہ (ایک پیرہ تقریباً دس آنہ) تھے۔ بے یار و مددگار اس غریب الوطنی کے عالم میں وہ خدا سہارے اور اطمینان کے لئے ہاتھا ہاتھ سوئٹزرلینڈ آرہا۔ اور اتفاقاً ایک ہوٹل کے سامنے پہنچا۔ وہ ہوٹل کے اندر نہیں جا سکتا تھا کیونکہ اس کے پاس اتنی رقم نہ تھی۔ کہ وہ وہاں کے اخراجات ادا کر سکتا اسلئے وہ باہر ہی کھڑا رہا اور ہوٹل کے رقص و سرود کی موسیقی پر کان لگا دیئے۔ اس سے اسکو بہت راحت اور اطمینان حاصل ہوا اسلئے کہ وہ بچپن سے موسیقی کا دلدادہ تھا۔

وہاں بہت جلد (یعنی ۱۴ جولائی ۱۹۰۲ء کو) اسکو آوارہ گردی کے الزام میں پولیس نے گرفتار کیا اور حراست خانہ بھیجدیا۔ گو اس کی وجہ نہیں تھی لیکن قسمت نے اس کے لئے بہت سی چیزیں محفوظ رکھی تھیں یا سکا ایطالیہ کا ربر بنڈیا تھا اور ایک عمر رسیدہ مسز ربونیکا راولد ڈوکر

سے ساوی در جہیر ملاقات کرتی تھی۔ یہ دہ قضیہ سے رہا ہوا تو ایسے ہماری زندگی کی بسر کرنے لگا۔ لیکن سوئزرلینڈ سے وہ بہت جلد ایک خطرناک انقلاب پسند کی حیثیت سے نکالا گیا۔ جہاں سے وہ آسٹریا گیا۔ اسی تحریروں کی بنا پر اب ایک معاند یہودی (سوشلسٹ) اخبار کے نائب مدیر کی خدمت دیکھی۔ اس سے اس پر پہلے میں "ایطالیہ کے متعلق" کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا۔ اس مقالہ نے حکومت کو ناراض کر دیا اور وہ آسٹریا سے بھی نکالا گیا۔ اب وہ اتنا بدنام ہو چکا تھا کہ فرانس اور جرمنی کا رخ نہیں کر سکتا تھا۔ اسلئے وہ ایطالیہ واپس آگیا اور اخبار "اوقتی" کے مدیر کی حیثیت سے نئی زندگی شروع کی۔ وہ بھی ایک حاشیتی (سوشلسٹ) اخبار تھا۔ لیکن اوس کی کوششوں سے اخبار کی اشاعت ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ اس کی مزاج نے معاشیتی جماعت (سوشلسٹ پارٹی) میں بھی ناراضی پیدا کر دی اور وہ اس جماعت سے خارج کر دیا گیا۔ اوس نے روپے جمع کیا اور ایک اپنا ذاتی پرچہ "ایطالی قوم" کے نام سے جاری کیا۔ وہ جنگ کا طرفدار تھا۔ اور دوسرے مخالف تھے۔

"جنگ یا انقلاب"۔ اس کی تحریک کا نعرہ بن گیا۔ وہ ۱۹۱۵ء میں دو بار گرفتار ہوا۔ لیکن اوخر کار وہ کامیاب رہا۔ کیونکہ ایطالیہ کو جنگ میں شریک ہونا اچھا جنگ کے اقتدار پر ایطالیہ کی معاشی حالت خطرناک تھی۔ فضائل بالشوزم بھوری ہوئی تھی اور ایطالیہ کو بالشوزیک بننے میں صرف ایک قدم کا فاصلہ تھا۔ اس وقت سوشلسٹ میدان میں آیا اور اس تحریک کی مخالفت کر کے ایطالیہ کو بالشوزم سے بچا لیا۔ ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو وہ ایک نئی جماعت کے ساتھ رومہ گیا۔ اس وقت کی وزارت کو توڑ دیا۔ اور بالشوزم کے خلاف ایک نئی وزارت برپا کی۔ ۱۹۲۲ء تک اس کے سنیین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی۔ پچاس لاکھ آدمیوں نے اسے اپنا صدر منتخب کیا اور اب وہ ایطالیہ کا بے تاج بادشاہ ہے۔ ایطالیہ کے بادشاہ نے وقت کا ساتھ دیا اور تھنڈی سے سوشلی کا نیز مقدم لیا۔ اسکی جان پر بہت سے کیے گئے مگر سیلی کو تقدیر پر ایسا بھروسہ ہے کہ کبھی ہمت نہیں ہارتا۔

فاسسمو کے متعلق تین تحریریں ہیں اون کی دو قسمیں ہو سکتی ہیں (۱) ان لوگوں کی تحریریں جو سوشلی کو پسند کرتے ہیں اور اوس کی پیروی کرتے ہیں (۲) اوران لوگوں کی تحریریں جو اس کی تحریک سے نفرت کرتے ہیں اور اس کی تردید کرتے ہیں۔ ہیں ان میں ہماری اسکا فرہاد نظر آتا ہے۔ اور نیو یارک ۱۹۲۳ء میں بیچ جیے مجلس ہائی کا ممبروں فاسسمو کے خلاف کسی قدر سخت ہے۔ فراس ہیکٹ نے "۱۹۲۳ء کے اخبار "دی سی پی سوشلی" سے اپنی ملاقات کے حالات بہت تلخی سے لکھے ہیں۔ لیکن وہ اس اشاعت میں سوشلی کی تحریک کی علمی حالت کی نسبت نظری حالت سے بہت بحث کرتا ہے فاسسمو پر ایک تنقیدی نظر ڈالنے سے ہم اسکے متعلق کسی بدگمانی میں نہیں رہ سکتے۔

ملک کے بڑے بڑے زمینداروں اور سرمایہ داروں نے فاسستی تحریک کی امداد کی۔ اس کی اصل کوشش بالشوزم کی مخالفت ہے۔ اسی لئے اسکو بالشوزم کا دشمن کہتے ہیں۔ ہماری رائے میں دونوں تحریکیں قابل تعریف نہیں نظری جنگ بالشوزم بہت عمدہ تحریک نظر آتی ہے مگر عملی حیثیت سے یہ تمام فرستوں کے ملک میں کامیاب ہو سکے۔ جبر سے ہر تحریک چلائی جا سکتی ہے مگر اصل کامیابی کا دارو مدار قوم کی خوشحالی پر ہے۔ فاسسمو کی بنیاد ایک "شدید قومیت" پر ہے۔ فاسسمو کے حامی ایطالیہ کی کامیابی عظمت اور طاقت کیلئے دلدادہ ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے ایک فاسستی کی نظر میں مجلس اقوام ایک کتب اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ ۱۹۲۰ء میں سوسولینی نے "سرپاریہ" کے عنوان سے ایک تصنیف لکھا تھا۔ اگر ہم اب کہیں تو غلط نہ ہوگا کہ ایطالیہ کی عظمت کیلئے ایک پرجوش فاسستی نے ژرف حقیقت میں سب جائز ہے۔ سولینی پر اس "مخالف سیع" فلسفی بختنے کا بہت اثر پڑا ہے اور جس پی کے الفاظ میں وہ "ایک خطرناک آجڈ انسان نظر آتا ہے۔

فاسسمو کا مقصد قوی ہو سکتا ہے لیکن سولینی اپنی قوم سے یہ چاہتا ہے کہ اسکے ارادہ کی پیروی اور اطاعت کی جائے۔ جدید ایطالیہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے ایک یا نظام تعلیم ارتقار پا رہا ہے۔ سولینی اپنی زندگی کو بقول اس کے ایک شاہ کار بنانا چاہتا ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر تمام مخالفین فنا کر دی جاتی ہیں۔ پولیس ہمیشہ چوکنی رہتی ہے اور پرفیسر سادینی جیسے متخفص کو بھی اس نے ملک سے نکالا دیا گیا۔ کہ وہ سیاست میں آزاد خیال تھا۔

اس تحریک کے متعلق اور بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ مگر سال ایک بات سب سے زیادہ نمایاں نظر آتی ہے وہ انقلاب خواہ کیسا ہی بے ضرر ہو۔ وہ ذاتی کا نتیجہ نہیں ہو اور نہ کوئی انقلاب ہر گز مدد سے کامیاب ہو سکتا ہے فرانس نے آزادی اور مساوات حاصل کرنے کی غرض سے انقلاب برپا کیا۔ اور اسکا انجام نپولین کی فرماں روائی پر ہوا۔ ایطالیہ کی حالت اس سے مختلف نہیں ہے۔ معاشرتی تنظیم کے لئے انقلاب کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ مگر انقلاب کی موافقت اور تائید میں بہت کم کہا جا سکتا ہے۔ اس طریقہ سے ترقی کا قدم بجائے آگے بڑھنے کے پیچھے ہٹتا ہے۔

فطرت و بشر کی حکومت کے سنانے کے لئے انقلاب برپا کیا جاتا ہے۔ مگر انجام پر ایک بدترین جبر و ظلم کی حکومت قائم ہو جاتی ہے۔ دستور حکومت کی طرح زندگی میں بھی ترقی کیلئے تدریجی ارتقار کا طریقہ ہی عمدہ طریقہ ہے اور انقلاب ایک قابل ملامت کوشش ہے۔

ترجمہ

ارکان شاہی کمیشن

کے مختصر سیاسی حالات

صدر۔ سر جان سائمن انکا تعلق حریت پسند جماعت سے ہے۔ یہ انگلستان کے بہت بڑے قانون داں ہیں ۱۹۱۵ء سے ۱۹۱۸ء میں وزیر داخلہ تھے لارڈ برن ہم۔ قدامت پسند جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے کئے ایک ملکی عہدات انجام دیے۔ ملک میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔ ویلی شیلی گران کے مالک ہیں۔ بعض اہم کانفرنسوں کی صدارت کر چکے ہیں۔

لارڈ شرسیچ کوٹا ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے چار سال تک فینسٹ مرکزی حیثیت سے پارلیمنٹ میں کام کر چکے ہیں جنگ میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا۔ قدامت پسند جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔

رائٹل جارج لین فاکس۔ ۱۹۰۵ء میں پارلیمنٹ کے ممبر ہوئے۔ قدامت پسند جماعت سے ہیں۔ مسٹر بونر لا اور مسٹر بالڈون کے ماتحت وہ معدنیات کے معتمد کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں۔

آنریبل ایڈورڈ گیڈگن جماعت مزدور کے رکن ہیں۔ ڈومنین کمیشن کے معتمد رہ چکے ہیں۔ ۱۹۲۳ء سے پارلیمنٹ کے رکن ہیں۔

مسٹر ایملی۔ جماعت مزدور سے تعلق رکھتے ہیں ۱۹۱۴ء میں وزارت مزدور میں نائب وزیر جنگ تھے اور انھوں نے جنگ میں نمایاں حصہ لیا۔

سسٹر اسپنس ورتھ۔ مزدور جماعت کے رکن ہیں۔ مزدور جماعت کی وزارت کے زمانہ میں وزیر جنگ رہ چکے۔

اس کمیشن میں تین قدامت پسند تین محنت مزدور سے اور ایک صاحب حریت پسند ہیں۔

اس طرح جماعت مزدور اور قدامت پسند حضرات میں توازن پیدا کرنے کی کوشش کیگئی ہے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا سفر اناطولیہ

تاریخ انقلاب ترکی کا دیباچہ

مترجمہ محمد مظہر اللہ صاحب صدیقی (استاذ عثمانیہ کالج)

۱۹۱۹ء میں جبکہ قسطنطنیہ پر اتحادیوں کے قدم مسلم ہو چکے تھے۔ اور ان کے سخت نظام اور دستور تراشیوں کی ابتدا ہو چکی تھی، ہر شخص کی زندگی دوبھر ہو گئی تھی کس سے اضعیف ذرا سا بھی خوف ہو تا کہ وہ ان کے دائمی بقا کی راہ میں حائل ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ اتحادیوں کے ظالمانہ سیاست کی اصطلاح میں "مصطفیٰ جائز طور پر ان کے قبضہ و تصرف میں آ چکا تھا"۔ ان دونوں جب وطن اور مخلص قوم ترک کیلئے خود اسکا عزیز وطن زندان تنگ بنا رہا تھا۔ اس وقت ہر وطن پرست کیلئے بجز اس کے کوئی اور چارہ کار نہ تھا کہ وہ قسمت کی نگاہوں سے اوجھل ہو جانے کیلئے اناطولیہ کی داخلی فضاؤں کی کوئی مناسب موقع تلاش کرے تاکہ وہیں چھپ کر وہ کسی ایسی نئی جنگ کا سامان کر سکے جسکی بدولت اس وطن مقدس کی سرزمین قسمت کے خونیں قدموں سے پاک ہو جائے۔

چنانچہ یہی ہوا کہ اسی زمانہ میں جبکہ جنگ ختم نے قومی جذبات اور اُمنگوں کو ملیا میٹ کرنے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی، اناطولیہ کے اندرونی حصوں میں ایک نئی روح پھونک گئی۔ اور ایک جدید قومی حرکت کی نمود ہوئی۔ قسمت کی خون آشام تلواریں ابھی بے نیام ہی تھیں لیکن ان ہی تلواروں کی چھاؤں میں وہ لوگ بھی نشانہ آزادی کے متوالے بکرا تھے جنھیں اپنے مستقبل کی طرف سے بالکل مایوسی ہو چکی تھی۔ اور اس قومی بیداری کے علمبردار وہ لوگ تھے جو آزادی وطن کی راہ میں مرمٹنے پر تلے ہوئے تھے۔ ان جذبات قوم پرستی کے تحت صاحبسون میں ترکوں کی ایک نئی جماعت ان غداروں سے لڑنے اور ان کا صفایا کرنے کو اُٹھ کھڑی ہوئی جو دشمنوں کے دام فریب میں آکر اپنے ہی برادران وطن کو تباہ و برباد کرنے پر آمادہ تھے۔ اسوقت آپ حالی کو نکر ہوئی کہ کسی نہ کسی طرح جلد سے جلد اس قومی تحریک کو دبا دیا جائے۔ وہ اور فرید پاشا کی نظریں ہر طرف ایک ایسی قوی اور مضبوط شخصیت کی تلاش میں معروف ہو گئیں جس سے ان (مجاہدین) کی سرکوبی ہو سکے جو ان ناک ٹڑیوں میں بھی ارمنیوں کے خلاف (جو اتحادیوں کے مہرہ تھے) تلوار اُٹھانے سے نہیں چوکتے تھے مصطفےٰ کمال ہی وہ پیکر ہمت اور مجسمہ استقلال تھا جسے زمانہ و قدرت کی نگاہیں ڈھونڈ رہی تھیں (اتحادیوں کے عقیدے میں) باغی (یعنی مجاہدین) ترکوں کو کچلنے اور ان کو تہس نہس کر دینے کیلئے اسی نادر المثال ہستی کا انتخاب کیا گیا۔ اس قومی تحریک کو دبانے کی کیا ضرورت تھی؟

——— یہی کہ اس تنگ تحریک اتحادیوں کیلئے موجب خوف و ناراضگی تھی اور ملت فروش ارکان حکومت نہیں چاہتے تھے کہ اتحادی ناخوش ہو کر ان پر اپنا غصہ اُتاریں۔

——— صدر اعظم نے جب اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا تو وزیر جنگ سے اس امر کا تکملہ کیا کہ مصطفےٰ کمال کو شرقی صوبہ جات کی تمام جنگی توپوں کا سپہ سالار مقرر کر دیا جائے۔ تاکہ اس کو ان صوبوں کے حکام کے نام حکمنامے جاری کرنے کا حق و اختیار حاصل ہو جائے۔ اور وہ ان کو اپنے حسب منشا جس کام پر چاہے مامور کر سکے۔

——— اصلاح گو یا غازی کمال کیلئے محکم پر گویا تمغہ کہ وہ پورے اناطولیہ کو (جو مجاہدین کی تحریک آزادی کا مرکز اصل بنا ہوا تھا) سلطان وحید الدین کا مطیع و منقاد بنا دیں۔

——— صدر اعظم کے دل میں مصطفےٰ کمال کی جانب سے کچھ کھٹکا ضرور تھا۔ اسلئے کہ اس نے باوجود اسکے کہ وزیر جنگ کیا مگر اسکو بھی بتکر کے ان کو سپہ سالاری کی خدمت پر مامور کر دیا تھا۔ پھر بھی آخری وقت میں ان کی تعیناتی کے حکم پر یہ شرط عائد کرنے میں اس کو پس و پیش ہوا۔ بالآخر وزیر جنگ ہی اس قسم کے تردد میں مبتلا ہو گیا اور اراده کر لیا کہ محکمہ پر دستخط کے بغیر ہی اسپر مہر ثبت کر دیجائے۔ تاکہ اگر کسی وقت اتحادی اس تقرر پر اعتراض کریں اور ان سے اس کے متعلق باز پرس ہو تو اس عذر کی گنجائش رہے کہ مہر تو اگر ایک ایسے محکمہ پر ثبت کر دی گئی ہے جس پر کسی کے دستخط نہیں۔ لیکن یہ تمام تردد بے معنی ثابت ہوا۔ اور غازی نے توپ خانوں کی سپہ سالاری کیلئے حکم حاصل کر لیا۔ اس کے بعد حکومت نے جہاز بادبریہ کے نام حکم بھیجا کہ اس نئے سپہ سالار کو مامور من جانب اللہ پہنچانے کیلئے کیل کانٹے سے درست ہو کر سرو قد اس کے حکم کا منتظر رہے۔ ۱۶ مئی ۱۹۱۹ء۔ ان کے روانگی کی تاریخ قرار پائی۔

——— بحر غازی نے جنگی کمیٹی کے صدر اور اس کے دوسرے اراکین کے ساتھ گفتگو کی اور ان سے جنہیں پلٹن کی۔ انگورہ کو فوراً روانگی کے حکم کا مطالبہ کیا۔ ان تمام مراحل کے طے ہونے کے بعد غازی نے اصطلاحی رسمی خفیہ مراسلت کی کتاب حاصل کی اور رخصت کو الوداع کہنے کیلئے نکلے۔

اس وقت تمام ذرا باب حالی جمع تھے۔ اور طرح طرح کے آنے کی خبر سنتے ہی وہ سب کے سب پریشانی اور بدحواسی کے عالم میں ان سے ملنے کیلئے باہر نکل آئے سب سے پہلے وزیر داخلیہ نے ان سے گفتگو کا آغاز کیا۔

——— "کیا آپ کو سمسر امیں توپ خانوں کے قبضہ و تسلط کی دہشت ناک خبر بھی اطلاع ملی ہے؟"

——— یہی الفاظ وزیر جنگ نے بھی پریشانی کے انداز میں ادا کئے۔ لیکن غازی نے قطع کلام کرتے ہوئے بے پروائی کے لہجہ میں دریافت کیا۔

——— "کیا جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں درحقیقت صحیح ہے؟"

——— متفقہ آوازیں سنائی دیں۔

——— "ہاں، یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔"

——— غازی نے پوچھا:۔

——— "تو پھر آپ حضرات نے اسکا کیا علاج سوچا ہے؟"

——— دفعتہً سناٹے کے دور اس سوال پر گہری سوچ میں پڑ گئے۔ کچھ دیر کے سکوت کے بعد جواب ملا:۔

——— "ہم توپ خانوں کے اس سیل پر صدا سے احتجاج بلند کرینگے"

——— غازی نے کہا:۔

——— "یہ تو ایک بالکل واہی بات ہے، لیکن کیا آپ کا خیال ہے کہ یہ احتجاج توپ خانوں کو سمسر امیں سے نکال باہر کرنے کیلئے کافی ہوگا؟"

——— وزرا کے پاس اسکا جواب خاموشی تھا۔ آخر کار ان سب نے اس معاملہ میں غازی کی رائے دریافت کی۔

——— مصطفےٰ کمال نے کچھ دیر غور کیا پھر کہا:۔

——— "نہایت ہی مسیح ہمارا یہ ایک زبردست قومی بھل کے سوا اس کا کوئی اور علاج نہیں"

——— اسپر وزیر داخلیہ نے کہا:۔

——— "آپ کو یہ بھی خیال ہے کہ اس کے بعد ہمارا کیا حشر ہوگا؟"

——— اس سوال کا سید ھا سادا جواب مصطفےٰ کمال نے یہ دیا:۔

——— "وہاں اور جہاں میں چار ہا ہوں"

——— اس کے بعد غازی نے وزیر بحریہ کی طرف رُخ کر اس جہاز کی نسبت دریافت کیا جو اس کو اناطولیہ پہونچا ئیگا۔

——— وزیر بحریہ نے جواب دیا کہ:۔

——— "جہاز بادبریہ آپ کے احکامات کا منتظر ہے"

——— اس کے بعد غازی نے قصر یلدیز کا رخ کیا کہ سلطان وحید الدین کو خدا حافظ کہہ آئے۔

——— سلطان وحید الدین سے ایک ایسے جمعہ کے روز ہی ملاقات ہوئی جو باسفورس کے عین اس حصہ پر واقع تھا جہاں توپ خانے کے بیڑے منگر انداز تھے۔ اور جن کی توپ دفعتہً کے دھاکے شہر اور خود اس قصر یلدیز کو ہلا دینے کیلئے کافی تھے۔ اس کے برعکس دوسرے کنارے پر جو ایشیا کی طرف تھا جو اسکدار کا ضلع تھا جہاں ان کو ہر طرف سے

[illegible] کا منصوبہ کر رہے تھے۔ اسوقت سلطان وحید الدین نے فاری کے چہرہ پر ایک معنی خیز نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

——— "فاتل پاشا! تمہارے ہاتھوں جو شاندار خدمات ظہور میں آئی ہیں وہ اس کتاب کا جزو لاینفک ہیں"۔

——— یہ کہتے ہوئے سلطان نے ایک کتاب پر جو اس کے پاس تھی زور سے ہاتھ مارا اور سلسلۂ سخن جاری رکھتے ہوئے کہا۔

——— "ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے کارنامے جنگ کی تاریخ کیلئے بایہ فخر ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ اسوقت ہم اس قصہ پارینہ کو چھوڑ کر اس نئے مہم کو کامیاب بنانے کی فکر کریں جس کیلئے تم یہاں کھڑے ہوئے ہو۔ کہ سلطنت اس موجودہ خطرہ (یعنی تحریک آزادی) سے بچ سکے"۔

——— سلطان وحید الدین کی غرض و غایت اس گفتگو سے یہ تھی کہ ان تمام تحریکوں کو دبا دیا جائے جو اس وقت ترکی میں پھیل رہی تھیں اور اتحادیوں کی پریشانی کا بہت غلط فائدہ اٹھا رہی تھیں۔

اسکا جواب فاتی نے یہ دیا:۔

——— "جلالت مآب! اگر آپکا یہ خیال نفاذ امر ہاں تاری [illegible] جاہل کا اتنظام نہ کیا جائے"۔

یہ کہنے کی یہاں ضرورت نہیں کہ عرض کی گئی [illegible] سلطان فوراً ہی [illegible] اور ضروری انتظامات کا [illegible]

[illegible] کی [illegible]

برطانیہ اور دیسی ریاستیں

محمد میر خان صاحب
بی۔ اے (آکسن) بی۔ سی۔ ایس۔

چند روز ہوئے روزنامہ "ٹائمز آف انڈیا" کے شعبۂ مراسلات میں ایک لطیف واقعہ درج تھا۔ بمبئی کے ایک شہری ایک ہندوستانی طالب علم مقیم تھا۔ وہاں کی ایک ہوٹل کے قانون سے اس کی شناسائی ہوئی۔ ایک روز اس قانون نے اس مسکین طالب علم کو چائے کی دعوت دینی ادا کرنے سے روکا۔ شائع ہوا کہ اس دعوت میں ہندوستان کے ایک رئیس بھی تھے، غرض اس سے اس مسکین طالب علم کو شرف تعارف بھی حاصل ہوگیا۔

طالب علم کو دعوت کے وقت پر ہی تو فیق نہ ہوئی کہ ان کے ساتھ حاضر ہوا۔ لیکن جب اس رئیس عالی وقار سے ملاقات ہوئی تو اس نے اگر اپنا تعارف کرایا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے ہندوستان کی ایک متمول جماعت بھی سیاحت پر ہے۔ میں رئیس ہندو کہلا سکتا ہے۔

غرض سوال یہ ہے کہ "دیسی رئیس" حقیقتاً کون کہلا سکتا ہے اور دیسی ریاست کی کیا تعریف ہے؟

اس کے نظر یہ کی رو سے مملکت ریاست (سٹیٹ) کا اقتدار اعلیٰ (ساورنٹی) غیر منقسم ہے، یعنی یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی ریاست کے متعلق جملہ اختیارات تو اسکے رئیس یا متقدر حکمراں کو حاصل ہوں اور جملہ اختیارات کی سرحدی قوت کے سوا ہوں اس قسم کی ریاست اصولاً ریاست نہیں کہلائی جا سکتی اور اس کا رئیس متقدر اعلیٰ (ساورن) نہیں کہلا سکتا۔ بعض سرشتری مین کا یہ بیان اور اتنا دخل کئے زیادہ مطابق ہے۔ اس کا قول ہے کہ حالات میں قوی میں اقتدار اعلیٰ (ساورنٹی) کے اجزا ہو سکتے ہیں، اور عموماً ہوتے بھی ہیں، یعنی ایک دیسی ریاست کا تصور رئیس ہے جس میں قانون سازی اور عدل گستری تو ریاست کی حاکمیت کے اختیار میں ہو، لیکن خارجہ وسیع کے تعلقات پیدا کرنا اس کے اختیار میں نہ ہو۔ بلکہ وہ ایک ایسی مجلس تنفیذی کی رائے پر منحصر ہو جس میں وہ ریاست دوسری ریاستوں کے ساتھ شریک ہو۔

اگرچہ دیسی ریاستوں نے سیاسی تعلقات پیدا کرنے کے اختیارات کو مفاد عمومی کی غرض سے حکومت برطانیہ کے سپرد کر دیا ہے۔ مگر پھر بھی وہ سرشتری مین کے نظریہ کے مطابق صاحب اقتدار (ساورن) ہیں۔ نہ صرف خارجی تعلقات ہی بلکہ بعض ریاستوں میں داخلی انتظام (انٹرنل ساورنٹی) کے بعض اختیارات بھی اسی مفاد عمومی کی غرض سے برطانوی حکومت کے تفویض ہیں۔ اس سے بھی ان کے اقتدار پر اولیٰ اثر نہیں پڑتا۔ اسلئے کہ اصولاً وہ خود برطانوی اقلیم کی حاکمیت کے ایک جزو ہیں۔ یہ ایک دوسرا سوال ہے کہ واقعتاً انہیں اس حاکمیت کا کس حصہ دیا جاتا ہے، غرض ہر ایک میں کسی ریاست کو نہیں یہ حصہ ہوتا ہے، بلکہ ہر ایک ریاست کے لئے انتظام داخلی [illegible]

(۲) خارجہ امور

(۳) عدالت و مواصلات

(۴) رواج

ان میں سے ہر ایک پر ہم ایک سرسری نظر ڈالیں گے۔

(۱) حاکمیت برطانیہ ان ریاستوں کو مقتدر (ساورن) یا نیم مقتدر (سیمی ساورن) تسلیم کرتی ہے۔ اس سے ساتھ ہی اگر یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ شہنشاہ برطانیہ انہیں اختیار خاص (پریوی لاگیئو) یا زیر حمایت اپنا قانون ان ریاستوں پر اسی طرح نافذ کرتی ہے جس طرح مقبوضات برطانوی پر تو ایک حد تک اتفاق ہوگا۔

برطانیہ کے تعلقات اکثر ریاستوں کے ساتھ عہدنامجات سے شروع ہوئے ہیں۔ اور جن دیسی ریاستوں پر برطانیہ نے خاص خاص خاندانوں کو تخت نشین کرایا ہے۔ ان سے بھی سیاسی تعلقات کی نسبت عہدنامہ کر لیا ہے۔ اس صورت میں یہ سمجھنا کہ ان عہدناموں کو پس پشت ڈالکر اور روسا سے مشورت کے بغیر پارلیمنٹ قانون وضع کر سکتی ہے ایک منطقی اور قانونی غلطی ہے۔

(۲) بقول انگریزی سیاسیین کے برطانیہ کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ دیسی ریاستوں میں ایسے رسوم و رواجات کی ممانعت کرے جو قانون فطرت کے خلاف ہوں۔ ان خلاف قانون فطرت افعال کی مثال کی طور پر دختر کشی ہتی ہزا، قطع و برید اعضاء، سوتی دینا وغیرہ پیش کئے جاتے ہیں۔ اس دعوے کے خلاف دو دلیلیں ہو سکتی ہیں پہلے یہ کہ اس دور تمدن و تہذیب میں اس قسم کے افعال کا وقوع ناممکن ہے اور اس لئے ان افعال کے دفعیہ کا اختیار اپنے خود ضرور کر لینا غیر ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ بنا قانون فطرت ایک نہایت غیر معین اصطلاح ہے۔ اسکا تصور ارتقاء تمدن کی رفتار کے ساتھ بدلتا رہا ہے۔ اور چونکہ دنیا کی تمام قوموں میں ارتقار تمدن کی رفتار ایک سی نہیں ہے اسلئے یہ ممکن ہے کہ کسی خاص وقت میں کوئی فعل جو ایک قوم کے نزدیک خلاف قانون فطرت قرار پایا ہو، دوسری قوم کے نقطۂ نظر سے اسقدر معیوب نہ ہو۔

علاوہ اس کے اس اصطلاح کو خطرناک حد تک وسعت بھی دی جا سکتی ہے۔ اور قانون فطرت کے انعادے اختیار کے تحت ریاست کے ہر قسم کے انتظام میں مداخلت کی جا سکتی ہے مثلاً بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مقدمات میں رئیسوں کی عدالت عالیہ سے پیروی کی کونسل میں اپیل کرانے کی اجازت ہونا چاہئے۔ [illegible] ہے۔ [illegible] ہے۔ [illegible] ہ

پر اکیا جاتا ہے۔

یہاں مختصراً چند مسائل کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں حکومت ہند بالواسطہ یا بلاواسطہ ریاستوں کو انتظام میں مداخلت کرتی ہے۔

(۱) کسی ریاست میں بدامنی پیدا ہو جانے پر مداخلت کیجاتی ہے، انگریزی سیاستین اس مداخلت کو برطانیہ کا فرض قرار دیتے ہیں اور تمام ہندوستان کے امن کی حفاظت کرنا اس مداخلت کی غرض بیان کرتے ہیں، لیکن جس طرح فسادات کا کسی ریاست سے شروع ہو کر برطانوی ہند تک پہنچنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے، اسی طرح یہ تصور بھی بالکل قرین قیاس ہے کہ برطانوی ہند کے فسادات کا اثر ریاستوں میں پہنچے، اکثر عہدیداروں کی رو سے ریاستوں اور حکومت برطانیہ کے باہمی روابط ایسے ہیں، وقت ضرورت ایک دوسرے کی امداد کیجائے گی، پس زمانہ حال میں کی مداخلت حامیانہ اختیار سمجھنے کے بجائے وہ زمانہ قریب امداد تصور کرنا زیادہ خوشگوار و مفید ہے۔

(۲) ریاستوں کی قلعہ بندی اور ان کی فوجوں کی تعداد و نوعیت پر حدود و قیود عائد کیجاتی ہیں، یہ پابندی در اصل انیسویں صدی کے پرشکوک اور اندیشناک زمانہ کی باقیات سے ہے، ورنہ تعلیم برطانوی میں شرکت کے برکات اب اس قدر مستحکم ہیں کہ اس اقلیم کا ہر فرد اپنی محلہ قوت کو اس اقلیم کی بقا اور اس میں اپنی شرکت کے تمام کی غرض سے صرف کرنے کے لئے تیار ہے، گذشتہ جنگ عظیم میں رؤسار ہند نے حکومت برطانیہ کی جو امداد کی ہے وہ بیگانہ زمانہ ہے ان کی فوجی قوت جس قدر ترقی یافتہ ہے گی اسی قدر حکومت برطانیہ کو جارحانہ اور مدافعانہ کارروائیوں میں امداد ملے گی، اشتمار کا نتیجہ اعتماد ہے"

(۳) حکومت ہند کے وہ افعال جو تمام ہندوستان سے متعلق ہیں ریاستوں میں بھی مداخلت کرتے ہیں، مثلاً ڈاک اور افیون کی پیداوار کی بابائی اجارے اس قسم کی پیداوار کو ریاستوں میں بھی ممنوع کرتے ہیں، حالانکہ اس قسم کی حفاظت کے بدلے انھیں محاصل کا کوئی حصہ یا معاوضہ نہیں ملتا، اسی طرح ریاست سے باہر جانے والی رعایوں کی جملہ حد دو پر عائد اضافیات حکومت ہند کے سپرد کرنا پڑتے ہیں۔ کرنسی، صنائع اور زراعت وغیرہ کے متعلق جو کمیشن مقرر کئے جاتے ہیں ان میں ریاستوں کی نمائندگی کا خیال نہیں کیا جاتا، لیکن ان کمیشنوں کی سفارشات پر جو بالسی اختیار کیجاتی ہے وہ تمام ہندوستان پر موثر ہوتی ہے، مثلاً ساحلی محاصل جو درآمد و برآمد اشیاء پر وصول کئے جاتے ہیں، ریاستوں میں جانے والی اشیاء سے بھی وصول کئے جاتے ہیں، ریاست میں جانے والی ہر مورکار پر ۳½ فیصدی محصول حکومت ہند وصول کر لیتی ہے، ان محصول سے ریاست کسی طرح مستفید نہیں ہوتی، یہ محصول بغیر نمائندگی کی مثال ہے، اسی طرح امپیریل کانفرنس اور انجمن اقوام کی سفارشات تمام ہندوستان پر موثر ہوتی ہیں، اگر جان میں ریاستوں کی نمائندگی کا التزام نہیں کیا جاتا، اس موقعہ پر یہ بتا دینا مفید ہوگا کہ ہندوستان کے ۱۸ لاکھ مربع میل رقبہ میں ۸ لاکھ مربع میل رقبہ دیسی ریاستوں کا ہے

۱۹۱۹ کے قانون اصلاحات کی رو سے

"ایوان رؤسار" کے نام سے دیسی رئیسوں کی ایک مجلس قائم کیگئی اسکے قیام کی غرض یہ تھی کہ اس قسم کے مشترکہ مسائل پر رؤسار رائے زنی کر سکیں، لیکن یہ مجلس اسلئے کامیاب نہیں ہوئی کہ مقتدر والیان ریاست نے اس میں ذاتی شرکت کو جائز طور پر اپنے شایان شان نہ سمجھا۔ اس مجلس کو مشترکہ مسائل کے تصفیہ کے متعلق ایسے یقینی اختیارات نہیں دیئے گئے تھے جو رؤسار کو اشتیاق سے شریک ہونے پر مائل کرتے۔

اب چونکہ برطانوی ہند کے زمہ دارانہ حکومت کے اختیارات میں توسیع و اضافہ کرنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ اس لئے بعض والیان ریاست نے حکومت ہند سے آئندہ تعلقات کی نوعیت کے متعلق تشویش ظاہر کی ہے پارلیمنٹ کے کمیشن دربار ہند اصلاحات کے مجوزہ صدر ٹین سر رابرٹ سیسن ہیں۔ ان سے بعض رؤسار نے اپنی موجودہ و آئندہ فرائض اور سیاسی حیثیت کے متعلق استصواب کیا تھا، اور نہایت امید افزا جواب پایا تھا۔

حکومت ہند کے ساتھ آئندہ عملی اور مفید تعلقات رکھنے کیلئے بہترین تجویز یہ ہوگی کہ ایوان رؤسار کو موثر کر دیا جائے، اور اس کی بجائے ایک ایسی مجلس قائم کیجائے جس میں رؤسار کو اپنے نمائندے (جیسی چیمبر آف کامرس) بھیجنے کا اختیار ہو، اس مجلس کو ہندوستانی پارلیمنٹ کی تیسری مجلس تصور کیا جائے اور جب کوئی ایسا قانون دضع کرنا ہو جو تمام ہندوستان پر موثر ہو تو اس مجلس سے منظور یا ترمیم ہونے کے بغیر نافذ نہ ہو سکے، اس طرح ہندوستان کے ساحلی محاصل کی بالسی اور مساوات خارجہ اور کرنسی اور تعلقات خارجہ اور مصارف جنگ اور ابابی اجاروں کے متعلق مسائل نہایت عمدگی اور مصالحت سے طے ہو جائیں گے۔

اسی مجلس کے بعض ارکین دضع قوانین میں امداد دینے کے علاوہ ہندوستان کی صنعتی، زراعتی اور تجارتی دربافت کے کمیشنوں میں کام کر سکیں گے اور ان مسائل میں ریاستوں کا نقطۂ نظر پیش کر سکیں گے، اسکے علاوہ ایک اور نہایت مفید کام ان ارکین سے یہ لیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی اپنی ریاستوں کے قوانین سمجھے جائیں۔ اس طرح سیاسی تعلقات کے متعلق وقیع مشورہ کو نہایت مفید مشورہ دے سکیں گے۔ اور ریاست کے نقطۂ نظر سے آگاہ کر سکیں گے۔ یہ کامل تفصیل اور توجہ سے مرتب کردہ معلومات جلد اور بطریق احسن طے ہو جاتے ہیں، جو مقامی حالات سے ناواقفیت رکھکر محض قانونی مراسلت کرنے میں طے نہیں ہوتے

مذاق

مس بیلی نے جب سے یہ سنا کہ اس کے سابق عاشق سے مس جنکنسن کی منگنی ہو گئی ہے اس وقت سے اس کے دل میں رشک کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ اور جب اس کو مس جنکنسن سے ملنے کا اتفاق ہوا تو وہ یہ کہکر چپکی نہ رہ سکی۔

میں نے سنا ہے کہ آپ سے تمہاری منگنی ہو گئی ہے میرے خیال میں اس لئے تم سے پہلے کیا کوا ایک مرتبہ اس نے تجھ سے بھی خواستگاری کی تھی۔ جوان عورت نے جواب دیا۔

"نہیں: اس نے مجھ سے صرف اتنا کہا کہ وہ بہت سی احمقانہ حرکتیں کر چکا ہے۔ مگر میں نے اس سے دریافت نہیں کیا کہ وہ کیا حرکتیں تھیں"

خریدار۔ میں ایک ایسی ٹائی چاہتا ہوں جس میں نیلا رنگ زیادہ ہو۔

فروشندہ۔ یہ لیجئے اس ٹائی میں نیلا رنگ زیادہ ہے۔ لیکن سیر خیال میں قرمزی رنگ اس سے کسی قدر زیادہ موجود ہے۔

ایک شخص کے سامنے کے دانت ٹوٹے ہوئے دیکھکر اسکے دوست نے کہا۔

"تمہارے یہ دانت کیسے جاتے رہے؟"

مصیبت زدہ انسان نے آہ بھر کر کہا۔

"گذشتہ ہفتہ میری منگیتر نے مجھ سے کہا کہ میں ایسے شخص سے ہرگز شادی نہ کرونگی جو ہمیشہ ہنستا رہتا ہو"

"پھر کیا ہوا؟"

"میں نے یہ انتظام کیا کہ میرے دو دوست پہلے پرانے کپڑے پہنکر رات میں مجھ پر حملہ کریں جبکہ میری منگیتر بھی میرے ہمراہ حاضر رہے"

"تم نے بڑی چالاکی کی پھر کیا ہوا؟"

"وہ بہت اندھیری رات تھی اسلئے وہ کھائی نہ دیتا تھا۔ اندھیرے میں مجھے ایک شخص نظر آیا اور کھائی دیا میں نے اپنے منصوبے کے مطابق اسپر حملہ کیا۔ وہ تو محض بیوقوف نہیں بلکہ وہ شہر کا مشہور پہلوان تھا۔

مکالمہ سیاسیہ فلاطونیہ

جمہوریہ

مترجمہ محمد حسن صاحب نعوی بی، اے (جامعہ عثمانیہ)

افلاطون کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ یہ یونان کا شہرہ آفاق فلسفی ہے اس کے مکالمات دنیائے علم و ادب کے لئے بہترین صحائف آسمانی ہیں اس کے خیالات عالیہ کا دنیا پر ایک احسان عظیم ہے۔ افلاطون نے سیاسیات پر تین مکالمات تصنیف کئے ہیں (۱) جمہوریت (۲) مدبر (۳) اور قوانس فاکسار نے ان تینوں کا ترجمہ کیا ہے جواب تقریباً مکمل ہو چکا ہے۔

ان تین میں جمہوریت اس کی جب سے ضخیم تصنیف ہے اور بہتیرا فراسیں اس کتاب کی نشر میں نظر کا لطف آتا ہے اسلوب بیان دلچسپ۔ عذر ادا خوش آیند۔ سنجی آفرینی۔ علاوت کلام۔ چاشنی عبارت۔ یہ تمام خوبیاں اس مکالمہ میں موجود ہیں۔ وسعت نظری اس کا خاص حصہ ہے۔ واقعیت عالم اور اس کے متعلق زرین خیالات فلاطون کی اصلی فطرت کا آئینہ ہیں۔ یہ مکالمہ سیاسیات کے بابت ہے لیکن اس میں نفسیات، اخلاقیات، طبیعیات، ادب، مرسیقی، علم و ورزش غرض بہت سی معلومات۔ مسارف جمع ہیں۔

تصنیف کا اصل مقصد عدالت یعنی عدل و انصاف کی تشریح و توضیح کرنی ہے اسی سلسلہ میں سیاسیات کا ذکر چھڑ جاتا ہے اس کا سیاسی نقطہ نظر یہ ہے کہ مملکت اول، بعدہ فرد۔ یعنی اہمیت کے لحاظ سے پہلے مملکت پر نظر رکھنی چاہئے اور پھر افراد پر۔ اسی بنا پر اس نے مملکت کے اوصاف، خوبیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور پھر اس کا اطلاق فرد پر کیا ہے۔ سیاسیات کو وہ نہایت وسیع مفہوم میں لیتا ہے جس میں علم عمرانی و علم اجتماع کا پہلو غالب ہے فلاطون کے نزدیک بقائے مملکت کسی فرد یا افراد کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر یہ مملکت کی ترقی و خوشحالی کا باعث ہیں تو وہ اپنے وجود کو باقی رکھنے گا حامی ہے ورنہ یہ ضائع ہو جائیں گے اسی بنا پر اس مکالمہ میں تعدد بیوت زیادہ ہے جو عملی حیات سے بہت دور ہے۔

یہ مکالمہ اس طرح شروع ہوتا ہے کہ سقراط فلاطون کا استاد اپنے ایک دوست کے ہاں مہمان ہے اور اپنے دوست کے باپ سے گفت و شنید کرتا ہے۔ اولاً بات چیت پیری و کبر سنی کے متعلق اور بعدہٗ دولت و ثروت کی خیر و برکت کی بات ہوتی ہے۔ دوست کے باپ کا نام سیفلوس ہے سقراط اور سیفلوس میں اجنبیت نہیں ہے۔ سرحم۔

سیفلوس (سقراط سے) تو بھائی یہ برا حال ہے کہ جتنی ادی لذتیں گم ہوتی جاتی ہیں اتنا ہی بات چیت میں زیادہ لطف آتا ہے پس تم میری بسند مائدوں کر دو اور غریب خانہ کو اپنا دولت کدہ تصور کرو۔

سقراط جناب والا! خوب مجھے خواہش رہتی ہے کہ آپ جیسے کبیر حضرات سے گفتگو کیا کروں۔ میرا خیال ہے کہ آپ حضرات سافر ہیں اور وہ سفر طے کر چکے ہیں جو مجھ درپیش ہے اس وجہ سے دریافت کرتا ہوں آیا یہ راہ ہموار ہے اور بآسانی طے ہو جاتی ہے یا ناہموار اور دشوار گذار ہے۔ آپ خود اس حصۂ عمر کو پہنچے ہیں جس کو شعرا آغاز پیری کہتے ہیں۔ کیا عمر کا آخری حصہ دشوار اور شاق طلب ہے؟ اس بارہ میں کیا ارشاد عالی ہے؟

سیفلوس سقراط! میں خود اپنے احساس کو ضرور تم سے بیان کروں گا۔ لیکن جب میرے ہم سن لوگ ایک جگہ اکٹھا ہوتے ہیں تو میرے اکثر احباب اس طرح شاکی ہوا کرتے ہیں، کوئی کہتا ہے کھانے پینے سے معذور ہوں۔ کوئی کہتا ہے ایسے جوانی۔ افسوس مشتق دعاشقی کی پیرتن اب کہاں۔ کوئی کہتا ہے اچھا زنانہ تھا گیر گیا اب کہاں رہی زندگی زندگی تو نہ رہی۔ بعض اپنے غریز و اقارب کی لاپروائی بے مہری۔ اتفاقی کا رونا تھتے ہیں اس قسم کے لوگ بیحد افسردہ خاطر ہو کر کہتے ہیں ساری خرابیوں کا سبب پیری کو ہی سمجھتے ہیں۔ سقراط! لیکن سچ تو یہ ہے کہ لوگ ناحق پیری کے سر الزام رکھتے ہیں۔ یہ قابل ملامت نہیں ہے اگر آخر میں بھی تو بوڑھا ہوں اور ہر ایک بوڑھا آدمی وہی احساس رکھتا ہے جو ان لوگوں کا ہے۔ لیکن نہ تو یہ میرا اپنا تجربہ ہے نہ میرے خاص دوست احباب کا مجھے خوب یاد ہے جب سوفوکلس شاعر سے دریافت کیا گیا کہ کیا عشق و عاشقی پیری میں زیبا ہے یا نہیں۔ کہا تم میں وہی انگلیں ہیں جو عالم شباب میں تھیں۔ اس نے جواب دیا۔ بھائی خاموش رہو! میں نے تو بڑی خوشی نکل بھاگا جس کا تم ذکر کرتے ہو مجھے محسوس ہوتا ہے گویا میں دیوانہ جنوں اور منصب آلود آقا سے صحیح سلامت نکل بھاگا۔ پیری میں طمانیت اور آزادی حاصل ہوتی ہے۔ جب عرصۂ کروز پڑ جاتی ہے تب قول شاعر ہم نہ صرف ایک جنوں آگاہی حلقۂ گرفتنی سے بلکہ بہت سے آقاؤں کی غلامی سے آزاد ہو جاتے ہیں

بھائی سقراط! سچ تو یہ ہے کہ آہ و بکا، غم و افسوس، اعزا کی شکایت، ان سب باتوں کا باعث پیری نہیں ہے۔ بلکہ لوگوں کے عادات و خصائل و مزاجوں کے اختلاف کا سبب ہے۔ جو شخص موشین، خوش طبع، حلیم ہے۔ پیری اسکے لئے کوئی بار نہیں۔ جب معاملہ برعکس ہو تو پیری و جوانی، شباب و کہولت وبال جان کا باعث تکلفت ہیں۔

سقراط کہتا ہے میں نے سیفلوس کی بیحد تعریف کی۔ اور کہا کہ جناب والا مجھے شبہ ہے کہ آپ کے ہم عمر اشخاص ان باتوں سے قائل ہو سکیں گے۔ ان کا خیال ہے کہ آپ پر بوڑھاپے کا اثر نہیں۔ خوش طبعی اسکا باعث نہیں بلکہ دولت مندی و امیری ہے۔ عام طور پر مشہور ہے دولت مند کو سکون و اطمینان بخشتی ہے۔ سیفلوس تم نے کہتے ہو وہ پیری باتوں سے قائل نہ ہو گے میں اول کو جواب دونگا جسطرح تھمسٹوکلس نے سرسیس کو دیا تھا اس شخص نے اس کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور کہنے لگا۔ تمہاری شہرت کا باعث تمہاری خوبیاں نہیں ہیں۔ بلکہ اس لئے مشہور ہو کہ تم ایتھنز کے باشندہ ہو تھمسٹوکلس نے جواب دیا تھا۔ اگر تم میرے ملک کے باشندہ ہوتے یا میں تمہارے ملک کا ہم میں سے کوئی بھی مشہور نہ ہوتا۔ یہی جواب میں ان اصحاب کو دیتا ہوں جو الزام پیری کا پیری سے بیزار ہیں۔ اس لئے نیک غریب آدمی کو پیری با رنہ ہوگی۔ اور بدطینت امیر خود کبھی مطمئن نہ ہوگا۔

سقراط میں دیکھتا ہوں کہ آپ زر و دولت کی طرف سے مستغنی ہیں لیکن اس قسم کی بے اعتنائی اکثیر حضرات کا شعار ہے جبکہ دولت وافر میں حاصل ہوتی ہے حالانکہ وہ لوگ جو خود دولت اور روپیہ کماتے ہیں اوس سے دوہری محبت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان کی محنت کی کمائی ہوتی ہے۔ یہ آن شوخاں کے مشابہ ہیں جو وہ سروں کی چیزوں سے محبت کیا کرتے ہیں نہ کہ ان لوگوں کیطرح جو اپنی چیزوں سے الفت رکھتے ہیں۔ مثلاً شعرا اپنی غزلوں سے ایک گونہ عشق رکھتے ہیں۔ ماں باپ کو بچوں سے محبت ہوتی ہے گو قدرتی طور پر زر و دولت کی محبت ہر شخص کو ہوتی ہے لیکن تعلق افادہ و استعمال کی خاطر ہوتا ہے۔ دولت کے عاشق نویس نفانی الدولت ہوتے ہیں۔ ان کی عرطبیعی اچھی نہیں۔ دولت کی تعریف کرتے کرتے انکی زبان سوکھی جاتی ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ کونسی خیر و برکت ہے جو آپ نے زر و دولت کی بنا پر حاصل کی ہے۔

سیفلوس۔ سقراط تم سے کیا کہوں ایک خیر و برکت ہے لیکن دوسرے لوگ قائل نہیں ہو سکتے۔ خیر مزاد رو کے سخن تم سے ہے۔ سنو بھائی! جب انسان یہ خیال کرتا ہے کہ موت کا وقت قریب آن پہنچا ہے۔ خوف و خطر دل میں اندیشہ کرتے ہیں۔ اس کو اس سے پہلے ان خیالات سے سروکار نہ تھا۔ وہ خیالاتے زرین کے قصے، عقبیٰ اور سزائی ہائیں اور یہ کہ سزا و جزا اعمال پر ہوگی۔ جوانی میں تو ہر مضحکہ خیز معلوم ہوتے تھے لیکن اب پیری میں ان کا خیال کرنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ یہاں سے صحیح نکلیں۔ کیونکہ کہ بہتی ضعف و اخطاط کا خاتمہ سے دوسرے عالم میں جانے کا وقت قریب آن لگا ہے آس شخص کے پیش نظر ان سب باتوں کا صاف و واضح ہوجاتا

کبھی شک و شبہ میں مبتلا ہوتا ہے کبھی طرح طرح کے خطرے دل پر وسوسے کرتے ہیں اب وہ سوچتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اب حساب کر لینا چاہئے پُرانا بھی ان سے دوسرے آدمیوں کے ساتھ کی ہیں اور جب اس کو پتہ چلتا ہے کہ اس کی خطائیں بخشی اور عدول حکمیاں بحد ہیں تو وہ بچوں کی طرح جو ہارے خوف کے خواب میں چونک پڑتے ہیں۔ حشر نشر کے خوف سے کانپ کانپ جاتا ہے۔ اور تیرہ و تار حیالات سے گھبرا جاتا ہے۔ اس خوف سے صرف وہ شخص آزاد رہتا ہے جسکا دامن معصیت سے آلودہ نہیں اور نہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔ سچ بقول شاعر۔

پنڈ پیادی امید بری کی صبر ابن رفیق ہے،

شاعر کا قول ہے امید اُس شخص کی روح کو تسکین دیتی ہے۔ جس نے اپنی زندگی عدل و انصاف اور پاکبازی اور تقدس کے ساتھ گذاری ہو۔ یہ امید کبریٰ کی رفیق ہے اور یہ انسان کی بچھیں مضطرب روح کیلئے سب سے زیادہ موثر اور توانائی دلانے والی ہے۔ دولت مندی و بیمری کی بڑی برکت اس شخص کیلئے ہے۔ جو کو کار ہے نہ کہ شخص کیلئے۔ ایسے کو کار اشخاص لوگوں کو فریب نہیں دیتے جن تلخی کہنے سے بچتے ہیں جب وہ لوگ عالم زیریں کو جناب رحلت کرتے ہیں تو اُن کو ذکر واذکرہ نہیں ہوتا یعنی یہ کہ دیوتاؤں کی نذر و نیاز کو بالوں کے حساب میں لیتے ہے اور مخلوق میں دوسرے اشخاص ان کے دین و دیوں۔ اس قسم کے لوگ مطمئن ہوتے ہیں۔ دولت ذرۃ کی موجودگی اُن کو غایت درجہ طمانیت و سکون عطا کرتی ہے۔ عقلمند شخص کیلئے اُس سے بچ نہ فائدہ حاصل ہوتے ہیں۔ اور میری اخیر رائے میں بہت ہی بڑا فائدہ و منفعت ہے۔

(باقی کالم ۳)

قابل وقعت موجود نہیں ہے۔ اس رجحان دو مضمون "کتاب کے کیڑے" اور "گل بکاؤلی" خاص نوعیت کے ہیں پہلا مضمون مولوی عنقیت اللہ انصاف مرحوم کے خاص رنگ کا نمونہ ہے اور دوسرا مرزا کلم نشرح صاحب کا۔ مرزا صاحب بہت اچھا لکھتے ہیں اور اردو نثر میں ایک خاص طرز رکھتے ہیں اس مضمون میں جو ایک قصہ کا ترجمہ ہے اسمیں انظار خالص نہیں رہا تاہم نقصان بہت پر لطف ہے۔

حصہ انگریزی میں دو چیزیں تو جہ کے قابل ہیں ایک ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب کا مضمون۔ غالب تک رسائی پر اور پروفیسر اسپیٹ کی نظم "امتحان گاہ میں" غالب کے مطالعہ میں جو خامیاں اب تک رہی ہیں ان کو ڈاکٹر عبداللطیف نے اس مضمون میں ظاہر کیا ہے۔ وہ خود ایک کتاب اس موضوع پر لکھ رہے ہیں کہ غالب کا مطالعہ کس طرح کیا جائے۔ یہ مضمون اُس کتاب کا مقدمہ ہے ہمیں امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے سہل مضمون سے جسطرح تعجب میں ڈالدیا اسی طرح اس کا علاج بھی تجویز فرمائیں گے۔

نقد و تبصرہ

مجلہ عثمانیہ عدد۔ ۱ جلد۔ ۱۔

عثمانیہ یونیورسٹی کی تحریک محتاج تعارف نہیں۔ اسکے قیام کے بعد اس تعلیمی عرصہ میں یہاں کی تربیت یافتہ پود نے جو کام شروع کیا اس سے اردو ادب کی دنیا آگاہ ہے۔ یونیورسٹی کے قیام کے بعد ہی سے اس کے ہمدردوں اور اس سے دلچسپی رکھنے والوں میں یہ سوال پیدا ہوا تھا کہ کیوں یہاں سے ایک رسالہ نہیں نکالا جاتا جو عثمانیہ کالج کی نیکی وجود کے خیالات اور آرائی حاصلات کا آئینہ ہو۔ خوشا بدیں عزم کہ اس بات کا شوق قصبہ کو ان کے جامعہ سے ایک اعلیٰ درجہ کا رسالہ نکالا جائے۔ مگر کچھ ادا دے کی مشکلوں اور کاغذ کی آپس کی مخالفتوں کی وجہ یہ شوق پورا نہ ہو سکا۔

اب عثمانیہ کالج ان مشکلوں سے گذر گیا ہے۔ اور "مجلہ عثمانیہ" دلدادگان علم و ادب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجلہ عثمانیہ کی اشاعت پر مولوی محمد عبدالرحمن خاں صاحب صدر شعبہ عامہ عثمانیہ خاص طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں کہ صاحب موصوف ہی کی دلچسپی اور کوشش سے بہت سی سد راہیں دور ہوئیں۔

یونیورسٹی کے رسالوں میں ایک خاص بات یہ ہوتی ہے۔ کہ کام کرنے والے طالب علم ہمیشہ ایک سے نہیں ہوتے۔

جب بھی کوئی شوقین طلبا کا گروہ آجاتا ہے تو رسالہ خوب چمک اٹھتا ہے اور بعد میں وہ بات باقی نہیں رہتی۔ مثال کے طور پر ہمارے سامنے مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کا رسالہ موجود ہے۔ کہ یہاں کا رسالہ آثار چڑھاو کی بہت سی منزلیں طے کر چکا ہے۔ جامعہ عثمانیہ اس تجربہ سے بہت کچھ تیجہ پہنچا چکا ہے یہاں رسالہ کیلئے ایک مجلس ادارت قائم ہے۔ جس میں صدر کلیہ صدر مجلس ہیں۔ اور دو قابل اساتذہ یہ رفیق محمد نظام الدین صاحب مولوی فاضل بی اچ۔ ڈی۔ (کیمبرج) اور پروفیسر آئی۔ ای اسپیٹ صاحب بی۔ اے (لندن)۔ کن مجلس ہیں۔ اداروں پر سید علام محی اللہ صاحب نور اور معین الدین صاحب قریشی اردو کیلئے اور حصہ انگریزی کیلئے سید فضل حق صاحب منتخب ہوئے۔

حصہ اردو میں افتتاحیہ معین الدین صاحب قریشی نے لکھا ہے۔ جو رسالہ کیلئے ایک عمدہ مقدمہ ہے۔

حصہ اردو میں "نورتن رنگین" "اردو زبان اور افسانے" "نارسی نثر اور اولیٰ بلخی" خاص ادبی مضامین ہیں اور اردو زبان میں نئے معلومات کا اضافہ کرتے ہیں۔

"نورتن رنگین" میں ڈاکٹر سیرنگ نے سعادت یار خاں رنگین کے تصانیف کا مفصل حال لکھا ہے جس موجودہ تذکروں کی نسبت رنگین پر زیادہ روشنی ڈالی ہے۔

"اردو زبان اور افسانے" یہ مضمون اردو زبان میں بالکل نیا ہے۔ اردو میں ابتک کسی نے اس موضوع پر اس تفصیل سے قلم نہیں اٹھایا تھا۔ زور صاحب کا مضمون "فارسی نثر کا آغاز" بہت مفید اور ضروری مضمون ہے۔ ہندوستان میں ایک زمانے سے فارسی کی تعلیم جاری ہے۔ مگر فارسی زبان کی ابتدا پر یہاں غور نہیں کیا گیا۔ یہ مضمون اس قسم کی ادبی تنقید کا بہت عمدہ نمونہ ہے۔

باقی اور مضامین بھی مفید اور معلومات سے پر ہیں۔ البتہ مضمون "ڈاک کے ٹکٹ" کے متعلق کچھ کہنا سمجھ میں نہیں آسکتا کہ یہ مضمون مجلہ عثمانیہ کے شایان شان نہیں ڈاک کے ٹکٹوں کا جمع کرنا کوئی تجدیدہ شوق نہیں۔ اسکے متعلق اس تفصیلی بحث کو ایک یونیورسٹی کے اعلیٰ پایہ رسالہ میں جگہ دینا غیر موزوں نظر آتا ہے۔ اس مضمون کے دل چسپ ہونے میں شبہ نہیں مگر سر دست چیز کا

(باقی کالم ۱۱) ملاحظہ ہو

شعر و سخن

نظم نظام گزٹ

نتیجہ فکر ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی شاد ملہ

سید وقار احمد اڈیٹر
حبیب اللہ رشدی

شہر کا مدعا نظام گزٹ — ملک کا رہنما نظام گزٹ
اہل جوہر کرینگے اسکی قدر — ہے گہر بے بہا نظام گزٹ
اس نے پایا وقار اڈیٹر سے — ہے سنہرے شنا نظام گزٹ
ہے اتبا کا ملک کے یہ حبیب — شہر کا دارا نظام گزٹ
زینت ملک کا سبب ہے یہ — گوہر پر ضیا نظام گزٹ
رکھیں گے سب قدم پر اسکے قدم — کہ ہے صاحب لوا نظام گزٹ
ملک میں پیش اب ہوا ہے یہ — ہے یہی پیشوا نظام گزٹ
[illegible] — اب ہوا رہنما نظام گزٹ
کہتے ہیں ہوگا آشنائی پردہ — پردہ دار نیا نظام گزٹ
دشمنان وکن کے واسطے ہے — ایک تیغ قضا نظام گزٹ
اس کی پھیلیگی ہر طرف خوشبو — بسکہ ہے مشکسا نظام گزٹ

شاد دیتا ہے یہ دعا دل سے
خوش رہے اے خدا نظام گزٹ

غزل

نواب حیدر یار جنگ بہادر مولوی سید علی حیدر نظم طباطبائی (لکھنوی)

عشق میں جب تک جنوں کی کار فرمائی نہ تھی — گرمی ہنگامۂ بازار رسوائی نہ تھی
شغل خود بینی تھا شان بزم آرائی نہ تھی — جلوہ گر تھا یار اور چشم تماشائی نہ تھی
ترک لذت میں بھی کچھ دل کو مزا ملنے لگا — ورنہ کیا مجھ کو ہوا تھے بادہ پیمائی نہ تھی
کیوں نکل کر تو ہوا خلوت سے زیب انجمن — حسن بے پروا نہ تھا جبتک یہ رسوائی نہ تھی
ترک الفت کر کے نکھرا اور بھی کافر کا رنگ — دل کو حسرت ہی کہ پہلے تو یہ رعنائی نہ تھی
کام مشکل آپڑا تھا اور نہ تھا عزم درست — عقدہ تھا دشوار اور ناخن میں گیرائی نہ تھی
زندگی گذری ہے کیونکر سچ بتانا اے اجل! — لاکھ بار آئی تھی تو کچھ ایک بار آئی نہ تھی
ہم تھے، ساقی تھا، ہمارا سکدہ تھا، جام تھا — جب زمانہ میں بنائے میخانہ نہ تھی
مہرباں ہوتے غریبوں پر تو گھٹ جاتی نہ شان — کیا تم آجاتے تو میری قدر افزائی نہ تھی
ہم نے عالم میں کہیں دو دل ملے دیکھے نہیں — ان میں کیونکر نہ تھی تو ان میں یکجائی نہ تھی
پست ہو جانے سے اپنے ہو گیا تیرا عروج — ورنہ کچھ تیری بساط اے چرخ مینائی نہ تھی

پوچھنا ہے نظم مجھ کو نرگس بیمار سے
کیوں چلی آئی چمن میں گر توانائی نہ تھی

محصّل دُیون

(قرض وصول کرنے والا)

ایک فرانسیسی افسانہ

از ماپاساں بول

ریونیٹ ایک ہی نیکیس دس برس تک قرض وصول کنندہ مشنی کی حیثیت سے ایک عہدہ ملازم کی خدمات انجام دیتا رہا۔اس سے کوئی معمولی غلطی بھی سرزد نہیں ہوئی۔ اور نہ کبھی اسکے کتابچہ میں کوئی لغزش نظر آئی۔ وہ اپنے نئے تراوٹ دوستوں سے الگ تھلگ تنہائی میں بسر اوقات کیا کرتا۔

اس کی زندگی تیرہ خانوں کی پیچیدیوں اور مشق و محبت کی الجھنوں سے بالکل پاک تھی۔ خدا نے اسکی قسمت پر شاکر رہکر خوشی اور اطمینان کی گھڑیاں گذار رہا تھا۔ لیکن کبھی کبھی اسے ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی شخص اسکے کان میں کہہ رہا ہے "اتنی کثیر رقم کو ہمیشہ لینا کس قدر مرغوب بات ہے!" وہ سکوت کے ساتھ جواب دیتا "دیکھو! جو رقم تمھاری نہیں وہ کبھی رقم نہیں کہلائی جاسکتی۔"

جس محلہ میں وہ رہتا تھا، اس کی ہستی بہت معتنم سمجھی جاتی تھی اور وہاں کے رہنے والے اس کی بڑی مشورے کو بڑے شوق سے حاصل کرتے تھے۔

ایک دن جب وہ رقم وصول کرنے کیلئے گیا تو شام کو گھر نہیں لوٹا۔ اس کے جاننے والوں کے قوتِ میں بے ایمانی کا گمان بھی اسکے متعلق پیدا نہیں ہوا شاید وہ کسی جرم کا شکار ہوا ہو۔ پولیس نے دن بھر اپنی کوشش سے یہ تہ جلا یا کہ بڑی پابندی سے اسنے لوگوں سے تقاضے کئے اور سات بجے ٹانسروگ گیٹ کے قریب دو لاکھ فرانک جمع کر کے اسنے قبضہ میں کر لئے۔ اور اسکے آگے وہ بالکل بے پتہ تھا۔ پولیس نے قتل کے افتاد ہ میدان میں اور آدمی علاقہ کی تمام مجھولہ چیزوں میں اسے تلاش کیا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ حسب ارادہ اس نے چاروں سمت مرکزی اسٹیشنوں پر تار روانہ کئے۔ پولیس کے ساتھ تک نے ڈاکہ کنندوں کو بھی کئی قدم پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ کہ چوروں نے اسکو لوٹ کر، یا میں بھیشکار یا ہے۔ تحقیقاً تطاولزائں کی بنیاد پر واضح تعین ہو چکا تھا۔ ایک عرصہ سے پیشہ ور لٹیروں نے اسکو اپنا شکار بنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔

اس واقعہ کو اٹھارہ دن گذرنے کے بعد پیرس میں دو ف ایک [illegible] نے سنسنی خیز خبر کی اور وہ ریونیٹ ٹھیک اسی وقت جبکہ پولیس اپنی تحقیقات میں مصروف تھی، وہ در پائے سین پہنچ چکا تھا، وہ لاکھ فرانک چرانے سے پیشتر اس نے اپنے روزانہ پہننے کے کپڑے ایک پل کی کمان میں پھینکا رکھے تھے۔ یہاں اگر اسنے اپنے کپڑے بدلے، یا نہانے اور کھانے کے بہتہ کی ایک گٹھڑی بنائی اور اسکو ایک وزنی پتھر سے باندھکر دریا میں ڈالدیا۔ اب وہ اطمینان کا سانس لینا ہوا پیرس کیطرف روانہ ہوا۔ اور ایک ہوٹل میں پہنچ کر آرام کی نیند سو گیا۔ چند ہی گھنٹوں کے اندر باہر اسکی حیثیت ایک کامل چور کی ہو گئی۔

اس وقت سے فائدہ اٹھا کر سرحد کے پار کی گاڑی میں سوار ہو جا سکتا تھا لیکن یہ بات اسکی سمجھ میں نہ آسکی کہ جنیوا سوئیٹزرلینڈ کا ایل اس کو پولیس کے دسترس سے باہر رکھ سکتا ہے اپنی بدنصیبی کی پرچھائیاں بھی اسکی نظر سے اوجھل نہیں تھیں تاہم اس کی گرفتاری یقینی تھی۔ لیکن اس کا خیال اور ہی تھا۔

جب پیرس مرور ہوئی تو اس نے دو لاکھ فرانک کے ایک لفافہ میں بند کیا اور اسپر پانچ مہریں ثبت کر کے ایک وکیل کے پاس گیا۔

اس نے کہا "جناب! میں آپ کی خدمت میں لئے حاضر ہوا ہوں کہ میرے پاس کچھ دستاویزات اس لفافہ میں ہیں جنھیں میں امانتاً رکھنا چاہتا ہوں۔ میں ایک طول طویل سفر پر جا رہا ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ میں کب لوٹونگا میں چاہتا ہوں کہ وہ امانت آپ کے پاس چھوڑ جاؤں آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں میں آپ کو ایک رسید لکھدونگا۔"

ریونیٹ امانت رکھوانے کیلئے تیار تو ہو گیا لیکن ہوتے لگا کہ رسید لیکر کہاں رکھوں اور کسپر بھروسہ کروں اور اگر اپنے ہی نام پر اس امانت کو رکھواؤں تو یقیناً یہ ضائع جائے گی۔ اس شخص کو سمجھائے بغیر اس نے بڑی محبت سے کام لیا اور بڑے اطمینان کیساتھ وکیل سے مخاطب ہوا "میں اس دنیا میں بالکل تنہا ہوں اور میرا کوئی دوست اور عزیز نہیں میں اسوقت میں سفر پر آمادہ ہوں وہ خطرہ سے بھی خالی نہیں۔ مجھے رسید کے ضائع ہو جانیکا خوف لگا رہیگا۔ یا وہ قطعی طور پر ضائع ہو جائے گی۔

کیا آپ کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اسکو آپ اپنے قبضہ میں اپنی دوسری دستاویزات کے ساتھ رکھ لیں اور جب میں واپس آؤں تو آپ کو یا آپ کے ورثا کو اپنا نام بتاؤں تو مجھے وہ واپس مل سکے؟"

"لیکن ... اگر میں ایسا کروں ....."

"رسید پر لکھدو کہ وہ صرف اسیطرح بر حاصل کیا جا سکتی ہے۔"

اور اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو یہ چیز تیری ہو جائیگی"

"تو پھر (اعتبار) ہو گئے۔ آپکا اسم شریف؟"

وہ اس سے بغیر کسی تامل کے جواب دیا۔

"ڈوڈر گرمنی۔ ڈوڈر گ"

جب وہ تیر لے کر کے سڑک پر واپس آیا تو اپنے آپ کو اس بوجھ سے آزاد دیکھکر اطمینان کا سانس لیا۔ اس نے نظام الاوقات میں بیشتر حصہ ہو چکا اب پولیس اسکے ہاتھوں میں ہتکڑیاں ڈال سکتی ہے، اس کی چرائی ہوئی چیز گرفت سے بہت باہر ہے

اس تمام نظام الاوقات پر اس نے ٹھنڈے دل سے غور کیا تھا کہ سزا کے بیتر ہو جانے پر وہ اپنی امانت کا وعدہ پورا ہوگا۔ اُسے اپنے حق کے حاصل کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔ چار یا پانچ ہفتہ کار یا کا روٹ

اہم قربانی تھی۔

قید خانہ میں جہاں اس نے اپنی سزا بھگتی۔ وہ دوسروں کیلئے اسیطرح ایک عمدہ مثال تھا۔ جسطرح اپنی نوکری کے زمانہ میں ملازمت کیلئے۔ بغیر کسی قسم کی بے صبری اور استیصال رائی کے اس نے اپنی قید کے سست رفتار ایام کو جسمانی محنت کی حفاظت میں گزار دئے۔

بالآخر اسکی رہائی کا دن آگیا۔ جیلر وقت اسکو اپنا مختصر سا ذاتی سازوسامان واپس لگی۔ جب وہ قید خانہ سے چلا ہے تو صرف ایک ہی خیال تانون داں کے پاس جانے کا اس کے دماغ میں جاگزین تھا۔ اگرچہ وہ راستہ ہی چل رہا ہے۔ لیکن پیش آنے والے نظارہ کا تصور کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

تب جانوں گا اور اس کے دفتر کے شاندار کمرہ میں قدم رکھا۔ کیا۔ تب مجھے پہچانیگا؟ میں آئینہ میں اپنی صورت دیکھوں گا تو یقینی طور پر میں اب کسی قدر بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تجربہ کاری کے نقوش اب میرے چہرہ سے نمایاں ہیں۔ ہیں نہیں — ضرور ہیں۔ اب مجھے بالکل نہیں پہچانیگا۔ بڑا مزا آئیگا۔

"جناب! کہئے میں آپ کی کوئی خدمت بجا لا سکتا ہوں؟"

"میرا اپنی ایک امانت لینے آیا ہوں جسے پانچ برس پیشتر آپ کے پاس رکھوایا تھا؟"

"کونسی امانت؟ کس کے نام پر؟"

"امانت بنام جناب ..... ."

ریونیٹ کیلا تک رک گیا اور مزید نہیں بڑبڑانے لگا۔

"کیسی عجیب بات ہے میں اپنے دئے ہوئے نام کو یاد بھی نہ رکھ سکا۔ اپنے اپنے حافظہ پر زور دیا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ وہ ایک بیچ پر بیٹھکر آپ ہی آپ بحث کرنے لگا۔ لیکن اسکا جسم سرتا پا کپکپا رہا تھا۔

"آئیے۔ آئیے! اطمینان سے اجناب وہ شروع ہوتا ہے ..... کس حرف سے ..... وہ اپنی یاد کو تازہ کرنے کیلئے کوئی ایک گھنٹہ تک اپنے خیال میں کھویا سا رہا۔ گویا وہ کسی ایسے بچے یا اشارے کی تلاش میں ہے۔ جو اصل حقیقت کیطرف رہنمائی کرے۔ فضول کوشش میں وہ اپنا وقت خراب کر رہا تھا اور سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نام اس کے آگے پیچھے اور ادھر ادھر جا رہا ہے اور نام کے حروف سامنے اچھلتے ہوئے نظر آرہے ہیں لیکن اسکا تلفظ بالکل غائب تھا ہر سکنڈ پر وہ محسوس کرتا تھا کہ اس نے پالیا۔ وہ اسکی آنکھوں کے روبرو ہے اور اسکی زبان پر ہے۔ پہلے پہل اس غور و فکر نے تو اسے تھکا دیا لیکن جوں جوں وہ بڑھتے بڑھتے ہی چیز سخت جسمانی اذیت کی شکل میں چھوٹ پڑی گرم خوں کی موجیں اس کے جسم میں نیچے اوپر دوڑنے لگیں۔ تمام رگ مٹھے اینٹھنے لگے۔ سکون کے ساتھ سکھا کے لئے ناممکن ہو گیا۔ آخر ایک طرف اسکے ہاتھ سکڑ رہے تھے تو دوسری طرف اپنے ہونٹوں کو اپنے ہی دانتوں سے کاٹ رہا تھا۔ وہ اس ہیجان میں مبتلا تھا جو رونے اور ڑنے کے بیچ میں عموماً پیدا ہو جایا کرتا ہے لیکن وہ اپنی توجہ جسقدر زیادہ مبذول کرتا جاتا تھا اسی قدر بیدار تحصول نظر آتا تھا۔ اس نے اپنے پاؤں زمین پر زور سے مارا اور اچھل کر بلند آواز سے کہنے لگا۔

"پریشانی سے کیا نتیجہ۔ یہ تو اور خرابی پیدا کرتی ہے۔ آؤ میں غور و خوض سے کچھ نہ کروں تو شاید نام خود بخود واپس آجائے لیکن ایک انجمن اسطرح بقہ پر نہیں سمجھائی جا سکتی۔ بے سود اس نے اپنی توجہ کو راہ کی دیواروں کی طرف منعطف کیا۔ کبھی وہ کانوں کے دریچوں کے پاس ٹھہر گیا۔ کبھی باتو پر۔ شاہراہ پر کے شور و غوغا کو سنتا رہا اور وہ سب کچھ اسنے سنا جسے کبھی نہیں سننا چاہیئے۔ اور وہ سب کچھ دیکھا جسے کبھی نہیں دیکھنا چاہیئے لیکن پھر بھی لاتحیل معاجیسا تھا ویسا ہی باقی رہا۔

رات ہوئی تو تمام شہر کی سنسان تھی دہکا کے ایک ہوٹل میں آیا۔ اور ایک کمرہ کرایہ سے لیا۔ اور اسی طرح کپڑے پہنے بستر پر پڑا رہا۔ لیکن مسلسل کئی گھنٹوں تک اس کا دماغ اتنی خیال میں مصروف رہا۔ علی الصباح اسکی آنکھ لگ گئی جب اٹھا تو خاصا دماغ تازہ ہو گیا تھا۔ جزکہ آرام کی نیند سو چکا تھا اس لئے دماغ اچھی طرح ہلکا ہو گیا تھا۔ لیکن یکایک اسی انجمن نے اسے پھر آدبایا۔

اب اسکے داہنی کروٹ اور پھر بائیں پر ایک اور نیا خبط بہ غالب آنے لگا۔ اور وہ ایکطرح کا خوف اور ہیبت تھی نام کو بھی نہ یاد کرنے کی۔ وہ اٹھا اور ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ کمرہ کے اطراف کئے گھنٹوں تک چکر لگاتا رہا۔ یہاں تک کہ رات پھر آن موجود ہوئی اس نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اور آہ و زاری کی آوازیں کہنے لگا "میں پاگل ہو جاؤنگا" اب یہ خوفناک خیال اسکے دل میں چھا نے لگا کہ میں بولا کھ فرانک کا مالک تو ہوں جسے میں نے بے ایمانی سے حاصل کیا ہے۔ لیکن وہ میری دسترس سے باہر ہے۔ محض اسی کے حاصل کرنے کیلئے میں نے پاخیال کی تمید سخت کی مصیبت کو برداشت کیا ہے آہ! اس کے باوجود بھی وہ روپیہ میرا نہیں۔

اپنی جگہ پر پڑے ہوئے اسکا انتظار کر رہے ہیں لیکن ایک لفظ اور صرف ایک لفظ ان دونوں کے درمیان حائل ہو کر رکاوٹ بن گیا ہے۔ جسے غالب آنا قطعی ناممکن بن گیا ہے۔ چنانچہ اپنی محبت کو متزلزل دیکھکر اس نے اپنے سر کو خوب گھونسے مارے اور ایک شرابی کیطرح جھکولے کھاتا ہوا تندیل کے تعمیر کے اطراف چکر لگا کر ایک پتھر سے ٹکرایا جو عمارت کے کوٹنے پر اس وقت کیلئے تعمیر کی نکل میں کاڑ دیا گیا تھا۔ یہ انجمن کیا تھی اس کے لئے ایک بڑی مصیبت تھی جس نے ریونیٹ کو جنون مجسم بنا دیا۔ اب اس یقین ہو چلا تھا کہ یہ نام اسکو کبھی یاد نہ آئیگا۔ اس کے تخیل نے ایک زہریلا پیدا کیا جو اوسکے کانوں میں گونجنے لگا۔ اور سڑک پر لوگوں نے اوسکو غور سے دیکھا۔ وہ دوڑنے کی طرح سے جلد جلد قدم اٹھانے لگا، راہ رؤں سے ٹکراتا ہوا آمد و رفت سے بالکل بے خبر۔ اب اس کی میں آرزو تھی خود کو کسی طرح مار لے اور مر کھپ جائے۔

.....؟

اس کے سامنے دریائے سین اپنے بھرے اور گدلے پانی میں روشن تاروں کو سمیٹے کرتا ہوا بہہ رہا تھا۔ اس نے آہ بھرتے ہوئے ایک سسکی لی اور کہا..... آہ وہ نام! وہ نام وہ ان سیکڑوں کو اترا کر دریا میں جاتی تھیں۔ ہاتھ اور منہ کو دھونے کی غرض سے پانی لینے کیلئے جھکتے تھے اپنے چہرے کو نیچے کی طرف جھکا یا ہی تھا کہ پانی نے اسے کھیلنا شروع کیا..... اس کی شعلہ دار آنکھوں کو..... اس کے کانوں کو..... اور سکے پورے جسم کو۔ دریا نے اس بری طرح اپنی گرفت میں لے لیا کہ اوسنے کنارے کو پکڑنے کے قابل نہ تھا۔ لیکا یک ٹھنڈے پانی کے مدد نے اوسکے تمام رگ پٹھوں کو سنسنا دیا وہ بہت دیر تیرتا رہا اپنے اعضا کو پانی کے باہر نکالنے کی کوشش کی..... اپنا سر اوپر نکالا..... پانی کے اندر گیا..... اور پھر کیا سطح آب پر آگیا۔ اور اپنی آنکھیں پھاڑ کر گھورتے ہوئے بڑی کوشش کے ساتھ اس نے چلا کر کہا۔

میں نے اسے پالیا..... مجھے بچاؤ! ڈوبا! ڈوبا.....

دریا کا گھاٹ سنسان تھا۔ پانی کی موجیں پل کے تختوں سے آکر ٹکرا رہی تھیں۔ پانی آبشار بنکر گرتا تھا۔ پل کی تاریک کمان میں گونج پیدا ہوئی اور غائب ہو گئی۔ نام، وہ نام دریا میں گونج پیدا ہوئی اور غائب ہو گئی۔ لیکن روشنیاں اوپر رقص کرتی تھیں، سنہری۔ اور روپہلی۔ اور جہازوں کے لنگر خانہ کے پاس موجیں کرا رہے کو آشنا ان کرا رہی تھیں۔

عالم تمام حلقہ دام سکوت تھا۔

ترجمہ

(از احمد عارف صاحب حیدرآبادی)

کوائف ہند

شاہی کمیشن

ہندوستان کی سیاسیات حاضرہ میں شاہی کمیشن (رائل کمیشن) کا مسئلہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کی موجودہ پیچیدگی کے مطالعہ میں اس کے ابتدائی حالات پر نظر ڈالنا مفید سے خالی نہ ہوگا۔

۱۹۱۹ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ یعنی قانون حکومت ہند (جو مانٹیگو چیمس فورڈ اسکیم یا مانٹ فورڈ اسکیم کے نام سے مشہور ہوا) کی رو سے ہندوستان کی حکومت میں ہندوستانیوں کو پہلے سے زیادہ موقع دیا گیا چنانچہ اسی بنا پر مجالس وزرا اور مجالس مقننہ کی تشکیل اور اہمیت پیدا ہوئی۔ یہ قانون بالفاظ حکومت برطانیہ ہند دستان میں ایک ذمہ دار حکومت کے درجے جانے کا سنگ بنیاد ہے۔ اسی قانون میں غور کر کے یہ قرار دیا گیا تھا کہ دس سال کے بعد ہندوستان کی حکومت کے سلسلہ پر پھر غور کیا جائیگا۔ اگر مناسب سمجھا گیا تو اصلاحات میں اضافہ کیا جائیگا۔ ورنہ یہی ناظر رکھا جائیگا۔

اس طرح قانون حکومت ہند کی میعاد ۱۹۲۹ء میں ختم ہوگی۔ یہ ضروری خیال کیا گیا کہ اس میعاد کے ختم سے پہلے اس قانون کی توسیع کے متعلق تصفیہ کیا جائے۔ چنانچہ وزارت ہند اور حکومت ہند میں گفت و شنید شروع ہوئی اور یہ طے پایا کہ ہندوستان کے حالات اور ضروریات پر غور کرنے کے لئے ملک معظم کی منظوری سے ایک کمیشن بنایا جائے جو ہندوستان میں تحقیقات کرے اور اپنی رائے حکومت کے سامنے پیش کرے۔

ہندوستان میں اس تصفیہ پر بہت چہ میگوئیاں ہوئیں کہ آیا اس شاہی کمیشن میں ہندوستانی ممبر بھی شریک رہیں گے یا نہیں غرض ایک سخت انتظار کے بعد معلوم ہوا کہ اس کمیشن میں کوئی ہندوستانی ممبر نہ ہوگا۔ حال ہی میں کمیشن کے ممبروں کے نام جو شائع ہوئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) سر جان سائمن۔ صدر۔
(۲) کرنل جی۔ آر۔ لیین فاکس۔
(۳) مسٹر اسٹیفن والش۔
(۴) لارڈ اسٹرتھ کونا۔
(۵) وائسکونٹ برن ہام۔ وغیرہ۔

کمیشن کے ارکان کے اسماء شائع ہونے سے پہلے ہندوستان کے اکابر اور رؤسا میں اختلاف پیدا ہوا۔ کوئی کہتا تھا کہ کمیشن سے کامل مقاطعہ کیا جائے اور کوئی کہتا ہے کہ اس سے تعاون کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں غرض تمام اکابر کی رائے ایک نہ تھی لیکن جوں ہی کمیشن کے ارکان کا اعلان ہو گیا ملک میں آگ سی لگ گئی تقریباً تمام سیاسی فرقے اس کو اپنے پر محمد ہیں کہ کمیشن ہندوستان کے لئے ایک ذلت ہے اس سے کامل مقاطعہ کرنا چاہئے۔

سر اینی بسنٹ اپنے طویل سفر سے واپس آئیں اور آتے ہی ہندوستان کی سیاست میں حصہ لینے کا ارادہ کر لیا۔ انہوں نے کانگرس سے استحاد عمل کا اعلان کیا اور اب تائید کمیشن کی مخالفت پر کمر باندھ رہی ہے۔ ملک نے بہ یک زبان اس کمیشن کے کامل مقاطعہ کا تصفیہ کر لیا ہے اس مقاطعہ کو کامیاب بنانے کے لئے مسز اینی بسنٹ نے ایک دورہ کرنے کا ہتیہ کیا ہے۔

ملک کے ہر ہر صوبہ میں کمیشن کے خلاف جلسے ہو رہے ہیں اور کمیشن سے مقاطعہ کرنے کی تحریکیں منظور ہو رہی ہیں۔ شکر ہے کہ ہمارے اس شور و غوغا کی آواز سات سمندر پار بھی پہنچ رہی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ حکومت انگلستان اس پر کان دھرتی بھی ہے یا حسب سابق کان میں روئی رکھے (روئی بھی ہندوستان ہی کی) بیٹھی رہتی ہے۔

شاہی کمیشن کے متعلق مسٹر بسنٹ کے خیالات

مسز بیسنٹ نے ٹیا مجور میں ۱۰ر نومبر کو سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے کہا "ایرلینڈ نے آزادی حاصل کر لی ہے اگرچہ وہ چھوٹا سا ملک ہے۔ ہندوستان کو حصول آزادی میں حیثیت ایک بڑا ملک ہونے کے اس سے آسانی ہے۔ مگر ہم اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ فرقہ وارانہ منافرت نہ مٹا دی جائے۔ اس کے بعد انہوں نے برکن ہیڈ کے متعلق کہا کہ ان کے ماضی سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ وہ کسی اصول کے پابند نہیں۔ اس بنا پر اس کی تحریک بائیکاٹ سے اتفاق کیا۔

سر فضل حسین کے خیالات

سر فضل حسین کا خیال ہے کہ اگر مہابہ اکمیشن کا بائیکاٹ کرے تو مسلمان بھی کر سکتے ہیں مگر ان کی رائے ہے کہ باوجود بائیکاٹ کے کمیشن اپنا کام کریگی۔

ضلع گوداوری میں خواتین کی کانفرنس

ضلع گوداوری میں خواتین کی تعلیمی کانفرنس ہوئی اس کی صدر بیگم صاحبہ امین تھیں۔ انہوں نے کہا خواتین کو عام تعلیم دینے کے خیالات کو وسیع کرنا چاہیئے اس کیساتھ ہی لڑکیوں کو ورزش جسمانی کی تعلیم دینے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

شاہی کمیشن اور پٹنہ

بائیکاٹ کی تحریک کے متعلق پٹنہ میں ایک صوبہ کی کنونشن ڈسمبر کے پہلے ہفتہ میں منعقد ہوگی اس کے صدر غالباً سر علی امام ہوں گے۔ اس کنونشن میں ہر خیال اور عقیدہ کے لوگ شامل ہوں گے۔

سر عبدالرحیم اور شاہی کمیشن

کلکتہ ۱۵ر نومبر کو سر عبدالرحیم نے اپنے خطبہ صدارت میں کہا ہمیں ایسے کمیشن سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیئے جس میں ساری دنیا اختراک عمل کا ہمیں موقع نہیں دیا گیا ہے بلکہ ہمیں اور شہریوں کی حیثیت سے ادنیٰ درجہ پر رکھا گیا ہے۔ اگر ہم کامیابی کے ساتھ اس کمیشن کا مقابلہ کرنا چاہتے تو ہمیں کہنا لگا کہ ہم نے آزادی کی طرف پہلا قدم اٹھایا۔

بمبئی اور شاہی کمیشن

بمبئی میں اکاوس جی جہانگیر جی ہال میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں ہر جماعت کے نمائندے شریک تھے جیسا مسز نائڈو وغیرہ نے تقریریں کیں شاہی کمیشن کے بائیکاٹ پر سب متفق ہوئے اس میں ہر فرقہ اور ملت کے لوگ ایک ہی مقصد کے حصول کے لئے متفق تھے۔

ہز مجسٹی امیر امان اللہ خان کا استقبال

میونسپلٹی بمبئی اور کراچی میں ہز مجسٹی امیر امان اللہ خان کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

سر اقبال کے خیالات

کمیشن میں ہندوستانی اراکین کی عدم شرکت کے متعلق سر اقبال لکھتے ہیں کہ بہر حال کمیشن میں ہندوستانی اراکین نہ ہونے ایک بڑی مدت تک ہم خود بھی ذمہ دار ہیں میرے خیال میں اگر ہندوستانی ان تمام واقعات پر ایک منصفانہ نظر ڈالیں جو گذشتہ دو سال میں پیش آئے تو انہیں کمیشن کی وجہ سے محرومی کا خود احساس ہو جائیگا۔

مجلس مشاورت تعلیمی ہند

(آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس)

مجلس مشاورت تعلیمی ہند کی مجلس استقبالیہ کے معتمد صاحب نے مجلس مشاورت کے اجلاس مدراس کے متعلق ضروری امور کا ایک اعلان روانہ کیا ہے جو حضرات اس میں شرکت فرمانا چاہتے ہوں ان کو ضرور اس سے آگاہ رہنا چاہیئے

ب

از جانب استقبالیہ کمیٹی اجلاس آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

(مقام اجلاس)

(۱) جیسا کہ پیشتر اعلان ہو چکا ہے آئندہ اجلاس آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء کو بمقام مدراس منعقد ہوگا۔ اجلاس کے صدر آنریبل سر شیخ محمد عبدالقادر صاحب مبارکیہ وڈ کونسل صوبہ پنجاب منتخب ہوئے ہیں۔

(۲) علاوہ عام اجلاس کانفرنس اوس کے حسب ذیل شعبہ جات کے بھی اجلاس ہوں گے۔

(الف) شعبہ اردو کا اجلاس زیر صدارت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی۔

(ب) شعبہ تعلیم نسواں کا اجلاس زیر صدارت امین الملک میر خورشید صاحب سابق دیوان ریاست میسور۔

(ج) شعبہ اصلاح تمدن کا اجلاس زیر صدارت آنریبل ڈاکٹر سر شاہ سلیمان صاحب جج ہائیکورٹ الہ آباد۔

(۳) مقام اجلاس وکٹوریا میموریل ہال واقع مارنٹ روڈ تجویز کیا گیا ہے۔ یہ مرکزی مقام ہے۔ یہاں برقی ٹرامیں سوڑیں، اور ٹیکسی ہر قسم کی سواریاں وستیاب ہوتی ہیں۔ انگریزی ہوٹل بھی اس کے قریب ہیں۔

(۴) جو صاحب کسی ہوٹل میں قیام فرمانا چاہیں وہ اپنے ارادہ سے فاکسار آنریری سکرٹری کو ۱۵ دسمبر آئندہ سے قبل اطلاع دیں۔ ورنہ ان کے واسطے سب انتظام قیام ہوٹل ناممکن ہوگا۔ ہوٹل میں قیام کی فیس مع طعام بارہ روپیہ سے پندرہ روپیہ تک یومیہ ہوگی

(۵) دیگر مہمان رئیسوں سے قیام کے متعلق کوئی فیس نہیں لی جائیگی۔ مگر طعام کی فیس بارہ آنے فی وقت ہوگی

(۶) جو حضرات صوبہ مدراس کے علاوہ شمالی ہند وستان یا ریاست حیدرآباد سے تشریف لاویں گے ان کو اونکے مذاق کے موافق کہانا دیا جاوے گا۔ یعنی اونکے کھانے میں بریانی، زردہ، قورمہ اور نان شامل ہوگی۔ جو صاحب صوبہ مدراس سے تشریف لاویں گے ان کو اون کے مذاق کے موافق بریانی اور بھدائی یا چٹنی اور دالچہ یعنی گوشت جس میں دال وترکاری پڑی ہو یہ ایک مٹنی چیز نہیں زردہ وغیرہ کے دیا جائیگا۔ مقام مدراس کے اعتبار سے یہ زیغ گران نہیں ہے۔

(۷) توقع کیجاتی ہے کہ جناب صدر انریبل سر شیخ محمد یعقوب صاحب کے ہمراہ ایک بڑی تعداد زندہ دلان پنجاب کی اور مسٹر جسٹس ڈاکٹر سید شاہ سلیمان صاحب جج ہائیکورٹ الہ آباد اور مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے ہمراہ ایک جماعت کثیر نوجوانان صوبہ سندھ اور بہار کی اور نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا محمد حبیب الرحمن خانصاحب مشیر قانونی آنریری سکرٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ہمراہ ایک بڑی جماعت بزرگان ریاست حیدرآباد کی تشریف لاوینگی اور آئندہ اجلاس کانفرنس ہر لحاظ سے نہایت کامیاب اور مسلمانوں کے واسطے سنگ میل ثابت ہوگا۔

(۸) اجلاس کانفرنس کے متعلق دیگر اعلامات آنریری سکرٹری استقبالیہ کمیٹی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

خادم

عبدالحمید حسن۔ آنریری سکرٹری استقبالیہ کمیٹی اجلاس کانفرنس نیز راجا رائے پرشاد مدراس

(بقیہ از کالم ۳)

نے حکومت پر عدم اعتماد کی تحریک پیش کی کیونکہ تجارتی اور خاصکر کان کنوں کے معاملہ میں لاپروائی کی گئی تھی۔ جلسہ میں اس قدر ہنگامہ ہوا کہ وہ ملتوی کر دیا گیا۔

مراکو کا جدید سلطان

مولائے یوسف شاہ مراکو کی وفات کی وجہ ان کا تیرا لڑکا سدی عمر تخت نشین ہوا ہے۔

ترکی پبلک بنک

پبلک بنک نے ترکی کے ان زراعت پیشہ لوگوں کو جو انگوروں اور روئی کی کاشت کرتے ہیں زیادہ عرصہ کے لئے قلیل شرح سود پر قرضے دے جانے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ انہیں مہاجنوں کے پنجہ سے نجات ملے۔

(الاتحاد قاہرہ)

9110

بیرونی خبریں

لیبر پارٹی اور شاہی کمیشن کا بائیکاٹ

نئی پریس کے نمایندے سے کئی ایک لیبر پارٹی کے ایڈیٹروں نے کہا کہ ہم ہندوستان کی موجودہ تحریک کو دلچسپی کی نظر سے دیکھتے ہیں کہ ہندوستانی آئندہ دستور ہند میں ساوی حیثیت سے حصہ لینا چاہتے ہیں۔ برطانوی مزدور جماعت، کو اس سے ہمدردی ہے مگر ہمارا خیال ہے کہ محض کمیشن کے بائیکاٹ میں متحد ہو جانا کافی بات نہیں۔ البتہ اگر دونوں قومیں ملکر کوئی تجویز پیش کریں تو انہیں سوراج ملنے میں آسانی ہو سکتی ہے۔

ڈاکٹر انصاری اور ایوان عام

ایوان عام میں ارل آف ونٹرٹن نے سسٹر جانسن کا جواب دیتے ہوئے کہا، ڈاکٹر انصاری نے ہندوستان کے آئندہ دستور کے متعلق جو تجویز پیش کی ہے وہ تین سال کے عرصہ میں ایک سے زیادہ دفعہ پیش ہو چکی ہیں۔ یہ تجویز جیسا کہ لارڈ برکن ہیڈ کا خیال ہے۔ ہندوستان کے ایکٹ کے خلاف ہے۔ ارل آف ونٹرٹن نے کہا اس کے متعلق اس وقت تحریک پیش کی جائے جب اس کا رزولیوشن پیش ہو۔

کمانڈر کن ورتھی کے خیالات

کمانڈر کن ورتھی نے نئی پریس کے نمایندے سے کہا کہ کمیشن میں نہ صرف ہندوستان کے نمایندوں کو شریک کرنا چاہیئے بلکہ دیسی ریاستوں سے بھی نمایندوں کو شرکت کی دعوت دینی چاہیئے کیوں کہ انہیں بھی ہندوستان کے مستقبل اور اس کے سرسبزی سے گہری دلچسپی ہے ان کے خیال میں لیبر اراکین کا انتخاب کمیشن کے لئے بہت اچھا ہے مگر وہ بائیکاٹ کو پسند نہیں کرتے۔ وہ ہندوستان کے لیڈروں کو اس پر خاص طور سے غور کرنے کی طرف متوجہ کرتے ہیں

عدم اعتماد کی تحریک

دارالعلوم کے اجلاس میں "مزدوروں کی جماعت

(بقیہ بر کالم ۲)

روئداد انجمن صفۃ الاسلام مابتہ ۱۳۳۶ھ کا

ایک جزئیہ یتیم خانہ غربا

انجمن صفۃ الاسلام حیدرآباد کے زیر اہتمام چلنے والا یہ یتیم خانہ ابھی بالکل نوخیز ہے۔ اس یتیم خانہ کا مقصد یہ ہے کہ یتیم و غریب مسلمان لڑکوں کو مفت تعلیم دی جائے اور ان کی پرورش کی جائے۔ اس یتیم خانہ میں ۱۵ طلبہ کی گنجائش ہے۔ ۱۵ طلبہ کے لئے ۱۵ روپیہ ماہوار کی ضرورت ہے۔ اس یتیم خانہ کے ۱۵ طلبہ کے لئے ۱۵ روپیہ ماہوار کی ضرورت ہے۔ اس یتیم خانہ کے ۱۵ طلبہ کے لئے ۱۵ روپیہ ماہوار کی ضرورت ہے۔

اثاثہ

صندوق چوبی۔ قفل۔ رکابی۔ کوڑہ۔ چمچہ۔ تشتری۔ گلاس۔ مسواک۔

تزئینات

منجن و سرمہ (صبح و شام لازمیہ) صابون و عطر (جمعہ واری)

خوراک

کھانا دو وقت طلبہ کو کھلایا جاتا ہے۔ سوکھا ناشتہ بھی کرایا جاتا ہے۔ دعوتین کثرت سے آتی ہیں۔ موسمی میوہ جات اور اقسام کی اعلیٰ طعامی تعینات ارباب کرم سے طلبہ کو ہمیشہ ہوا کرتی ہیں۔!

نوٹ

(۱) اس یتیم خانہ میں مذہبی و صنعتی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ دینیہ اور ایک دارالصنعت تعلیمی بھی قائم کیا گیا ہے۔

نوٹ:۔ (۲) تفصیل روئداد دفتر صفۃ الاسلام سے مفت مفلوبہ رہ سے طلب فرمائیے!

دعاگو عبدالمجید ناظم صفۃ الاسلام

العذر عند کرام الناس مقبول

۲۲ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ کو میر عالم کے تالاب میں جو چپراسی کی شائستہ ہونے والی تھی وہ حسب الحکم سرکار حسین ساگر کو منتقل ہو گئی

اسلئے پبلک سے استدعا ہے کہ

زحمت سابقہ کا قصور جو اتفاقاً ہوا معاف فرمائیں

اور

۲۹ ماہ حال روز جمعہ کو (۱۲) بجے تالاب میر عالم پر تشریف لاکر خادم اور تلامذہ کی شنا ورزی ملاحظہ فرمائیں گے۔

خاکسار

سید محمد یوسف حسن

میر پیراک

حیدرآباد دکن

ستیہ بچن

السلام علیکم!

اپنی ادعت میں سب سے پہلی اور زمانی کتاب ہے جسکو مقصد دین صلح کل ہے اس وید اور شاستروں سے اسلامی اصول بہم پہونچانے کی کوشش کی ہے اور ان کتابوں کے ذکر کے ساتھ ہی ساتھ ہر ایک مذہب کی سماج عمری بھی تھوڑی تھوڑی جس سے عجیب عجیب خیالات کا انکشاف ہوتا ہے اور کافی سامان تیار ہو جاتا ہے مذہب اسلامی درخت کی شاخیں ہیں۔ خود قرآن ہی کی آیات شاہد ویدوں سے اقتدار کے اسماء عربی کے مجازی موجود ہیں لکھے گئے ہیں جسکو پڑھکر شخص دیدہ ور بہت تحقیق و غور کو اردو نے لغت عربی ثابت کیا ہے۔ ہر باب جدا گانہ معلومات سے مملو ہے فی الحال حصہ اول کتاب الشہادۃ آدم تیار ہو گیا ہے۔ عالیجناب نواب سکندر جاہ بہادر صدر اعظم بہادر دام اقبالہ نے اسکو ملاحظہ فرما کر تصنیف کی داد دی ہے۔ جناب بھی اگر مطالعہ سے محظوظ ہونگے۔ تقریباً یہ حصہ مجلد قیمت فی جلد ۱ روپیہ رعایت ۲۰ فیصد پر طلب فرمائیے۔ محصول ڈاک علاحدہ۔ ۱۰ پانچ جلد کے خریدار کو ایک جلد مفت ملے گی۔ قرۃ العین پبلشرز حیدرآباد دکن کے محاذ اس کا سنہ پر ایک قطعہ تاریخ بھی برنگ لکھنے کی خلعت حسن و خوبی فرمائیں گے۔ جو بہترین کیلئے کافی ہوگا۔

نوٹ:۔ جناب کی تجدید ممبری مجلس علم کو پیشتر مدی مبارکباد دکن۔

مجلہ عثمانیہ

کلیہ جامعہ عثمانیہ کا

سہ ماہی علمی و ادبی رسالہ

مجلہ عثمانیہ جس پایہ کا رسالہ ہے اس سے ملک اچھی طرح آگاہ ہے۔ اگر آپ نے نہ دیکھا ہو تو موجودہ نمبر سے فوراً خریدار بن جائیے۔

چندہ سالانہ (۷) طلبائے قدیم سے (۵)

محمد عبدالجلیل بی۔ اے منتظم مجلہ عثمانیہ حیدرآباد

اخبار شوکت الاسلام

ہفتہ وار حیدرآباد دکن کا

سراج نمبر مورخہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ کو حضور نظام دکن کا سالگرہ نمبر مورخہ یکم جمادی الاول ۱۳۳۶ھ کو تعداد ۱۰ پانچ پانچ ہزار میں چکنے زرد کاغذ پر شائع ہوگا۔

علم دوست حضرات سے امید کی جاتی ہے کہ اپنے اپنے سفارشی نظم و نثر جلد روانہ فرماوے نمونہ کا پرچہ (۱ر) سالانہ چندہ اخبار (۱۰ر)

تجارت کی

ترقی و شہرت کے لئے اچھا موقع ہے۔

رعایتی نرخنامہ

تجارتی فی صفحہ ایک بار کے لئے مبلغ (۱۰) نصف صفحہ (۶) پاؤ صفحہ (۳) فی سطر کالم (۸) منیجر تقسیم کرانی فی صدی (۵) مفتی نہ رہے کہ ہر دو نمبروں میں اگر اشتہار طبع کرانا ہو تو مندرجہ نرخنامہ کے حساب سے ذیل اجرت اشتہارات آنی چاہیئے

حاجی کرتان محمد شیر الدین احمد قادری آزاد

ایڈیٹر اخبار شوکت الاسلام مقام حامی کرتان منزل حیدرآباد دکن

کتب خانہ تجارتی سید عبدالقادر بکسلر و پبلشر الملک اعظم اسٹیم پریس چارمینار حیدرآباد دکن

ہر دفتر کے کام آمد۔ خصوصاً سررشتہ تعلیمات اور ... کی وجہ سے امید کہ شائقین حضرات اس موقع کو غنیمت اور آرڈر میں عجلت فرماویں گے۔

مطبوعہ رجسٹرات و فارمس محکمۂ مال دعدالت کوتوالی وغیرہ وغیرہ کے تیار ہیں جس کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کیجاتی ہے۔ آرڈر پر موسومہ فارم لکھ کر کے ارجمند تعمیل کیجاتی ہے۔

ارتنگ خیال اعنی کلیات حضرت ضامن صاحب کنتوری۔ یہ اردو بہترین دیوان ہے۔ قسم اول اصلی (۲) رعایتی (عہ) قسم دوم اصلی (ماں) رعایتی (عہ)

مآثر دکن متضمن بر حالات عمارات و آثار بلدہ حیدرآباد و مقامات بلدہ مولفہ سید علی صاحب اسفر بلگرامی آصفجاہی ناظم آثار رتبہ سرکار عالی۔ کاغذ عمدہ چھپائی بدیعہ و زیبا۔ مجموعی صفحات (۱۵۱) تصاویر (۵۰) تکمیت مجلد (۱) عہ) غیر مجلد (۱) عہ)

جواہر التفسیر عربی قلمی از غلام حسین بن علی الواعظ کاشفی سبزواری شاہ نظام الدین محررہ سنہ بست و پنجسین و مائتین و الف ہجری نبویہ مجلد (۵۰)

نوٹس آن اسلام بزبان انگریزی۔ اسلام کے متعلق بہترین تنقیدات عربی کی شرح انگریزی میں لکھی گئی ہے۔ مصنفہ عالیجناب خان بہادر حاجی خواجہ محمد حسین صاحب مکی عالیجناب مولانا احمد حسین صاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ (نواب امین جنگ بہادر) نے مختصر نہایت عمدہ اور سلیس انگریزی میں کیا ہے قیمت (عہ)

البیان کا ترجمہ نہایت سلیس اور بامحاورہ انگریزی میں کیا گیا ہے۔ مصنفہ عالیجناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی دہلوی۔ قیمت عہ

کتبخانہ قدیم یہ کتب خانہ قدیم میں اکثر و بیشتر کتب عربی و قلمی موجود ہیں۔ یہ فہرست چار آنہ کے ٹکٹ پر وصول ہونے پر بلا قیمت روانہ کیجائیگی۔

سلیس جغرافیہ کن مولفہ مولوی سید شرف الدین صاحب قارری بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ عادل آباد — برائے مدارس ثمانیہ قیمت (۴) عہ) برائے مڈل و مثانیہ میٹرک قیمت (عہ) برائے " "

جدید تاریخ ہند قیمت (عہ)

جدید جغرافیہ دنیا قیمت (عہ)

رعایتی فہرست

قرآن شریف پانچ ترجمہ والے ہیں (خط و اوضاع اور صفات ہے چھپائی اچھی ہے) ان میں سے دو فارسی ہیں جن میں سے ایک فارسی شیخ سعدی کا دوسرا ترجمہ فارسی خاتم المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا ہے۔ اور تین اردو کے ترجموں میں ایک ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ دوسرا مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی قسم حضرت حکیم الامت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی کا ہے اس کے ساتھ حاشیہ پر کامل اردو تفسیر مسمی بہ احسن التفاسیر جڑ دی گئی ہے یہ تفسیر حضرت مولانا احمد حسین صاحب دہلوی مرحوم کی تالیف ہے مختصر مگر جامع ہے کاغذ بھی اچھا خوشنما دیدہ زیب ہے۔ مطبوعہ دہلی۔ کتب خانہ ہذا میں اس قرآن شریف کے زیادہ تر نسخہ ادھر ہی رکھے گئے ہیں۔ اصلی ہدیہ (سہ) کلدار تھا (مرصعہ) حالی۔ عمدہ جلد کے ہے اس کا ہدیہ

فتاوی عثمانیہ سلیس اردو زبان میں کتب معتبرہ فقہ سے جمع کیا گیا ہر جو بالخصوص وکلار کے لیے مسلمات فقہ بہم پہونچانے کے لیے بیحد مفید ہے۔ (یہ کتاب امتحان وکالت درجہ اول میں منظور ہے) کاغذ بکنا چھپائی نفیس ہے مولفہ مولانا مفتی اسحق صاحب انصاری وکیل درجہ اول ملک سرکار عالی قیمت اصلی (سے) رعایتی (عہ) روپیہ سکہ عثمانیہ علاوہ محصول ڈاک بہت کم نسخہ رہ گئے ہیں جلد طلب فرمائیں ورنہ دوسری ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔

صنمخانۂ عشق یہ نعتیہ کلام حضرت امیر مینائی صاحب مغفور کا بہترین دیوان ہے قیمت (ماں) رعایتی (ماں) سکہ عثمانیہ یا انگلش

عبرتکدۂ سند یہ رہ تاریخ حیدرآباد سندھ کی ہے (حسب الارشاد مولوی اسد اللہ صاحب مرحوم میر تراب و تلمیذ باب اول تلقدار سرکار عالی) جس کو مولوی سید محمد ضامن صاحب کنتوری مصنف ارمغان مزنگ و طریق سعادت اول و دوم نے اصل انگریزی کتاب ڈری یوز فرم ہوگ کیٹ سے ترجمہ کیا قیمت (للہ) رعایتی (ماں)

تعلیم الاخلاق بہترین اخلاقی مضامین کا ذخیرہ بزبان اردو نظم و نثر مولفہ ناظم الاخلاق مولانا ذہین قیمت رعایتی (۱۲ر)

خلاصہ جغرافیہ عالم سوالات و جوابات میٹریکولیشن جامعہ عثمانیہ مرتبہ مولوی محمد دوم علی صاحب ناظر تعلیمات قیمت (عہ) رعایتی (عہ)

اردو ٹیلس رنگین ملک سرکار عالی میں ضلعواری نقشہ جات مع تاریخی حالات و نقشہ جات پایگاہ وغیرہ بہترین اور نایاب جدید اٹلس قیمت (ماں) رعایتی (عہ)

نرخنامہ طبع اشتہارات نظام گزٹ چارمینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایک شمارہ
ایک صفحہ	مارصہ	ماصہ	ثصہ	سہ	عہ
نصف صفحہ	ماصہ	ثصہ	للہ	رعہ	لے
ربع صفحہ	صعہ	للہ	رعہ	عہ	للہ
ایک کالم	لہ	صہ	سہ	رعہ	ص
نصف کالم	صہ	سہ	عہ	مے	سے
ربع کالم	سہ	عہ	رعہ	معہ	ماں

اشتہارات کے نرخ میں اخبار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ ہوتا جائے گا۔

کتبخانہ تجارتی سید عبدالرزاق بکسلر اینڈ پبلشر و مالک رزاقی مشین پریس چارمینار حیدرآباد دکن

معجزنما متوسط قرآن شریف مترجم بدترجمہ
رئیس الفقہا والمحدثین مولانا مولوی حضرت شاہ رفیع الدین صاحب مدظلہ
ترجمہ اول وہلوی کا ہے۔

ترجمہ دوم ملکہ الاساتذہ مولانا مولوی حضرت شاہ اشرف علی صاحب تہانوی قادری حنفی کا ترجمہ لفظ بہ لفظ ہونے کے باوجود با محاورہ سلیس اردو میں ہے ہدیہ مجلد (صہ)

معجزنما حمائل شریف مترجم ترجمہ حکیم الاساتذہ حضرت مولانا مولوی شاہ اشرف علی صاحب تہانوی حاشیہ پر تفسیر کبیر ہے مجلد ہدیہ (صہ)

معجزنما پنجسورہ مترجم شاہ رفیع الدین صاحب تحتی متوسط مجلد حنا شدہ ہدیہ (۱۲ر)

نسخہ صحیحہ دلائل الخیرات مع حزب البحر و قصیدہ بردہ ترجمہ اردو از مولانا ابوالحسن صاحب نقشبندی کا مجلد تحتی متوسط حاشیہ پر تفسیر کاغذ اور طباعت عمدہ ہدیہ (۴ر)

قرآن شریف اکسالیس خوبیان الا مترجم مولوی اشرف علی صاحب تہانوی کا مجلد پنکونہ پر نہایت محنت کیساتھ نئی طرز پر جدا جدا کسی سطابق میں اس خوبی کیساتھ طبع نہیں ہوا ہے ہر خمسہ پارہ پر علیحدہ علیحدہ نقشہ جات مقدس و مزین ہیں تحتی متوسط ہے۔ کاغذ چکنا دلپذیر مجلد (صہ)

قرآن شریف مترجم متوسط ترجمہ اردو بین السطور مولانا نذیر احمد صاحب کاغذ اور طباعت نہایت عمدہ ہے ہدیہ (صہ)
ترجمہ مقابل صفحہ پر شکل اردو کتاب کے مطالعہ فرماسکتے ہیں کاغذ اور طباعت نہایت صاف ہے۔ ہدیہ (صہ)

حمائل شریف چھوٹی تحتی پر واضح خطوں دبیز کاغذ پر نہایت عمدہ مطبوعہ ہے ہدیہ (معہ)

قرآن مجید مترجم کلاں ترجمہ مزیز احمد صاحب خط نہایت جلی کاغذ دبیز (صہ)

قرآن شریف مترجم ہر سہ پارہ علیحدہ بخط کلاں نہایت جلی تعلیم ہی قدیم ہے۔ جو فی زمانہ نایاب ہے عام ہدیہ (صہ) روپیہ ہدیہ رعایتی (سہ) سکہ شاہی۔

قرآن شریف مترجم انگریزی جو فی زمانہ نایاب ہی نہیں بلکہ قابل قدر ہے اس مختصر فہرست میں اسکی تعریف کرنا ناممکن ہے۔ کاغذ اور خط نہایت مضبوط اور واضح ہے۔ جلد سلیع ہے ہدیہ (صہ)

سیرۃ النبی

حصہ اول جس میں از ولادت تا ختم سلسلہ غزوات معہ مقدمہ مشتمل بر نقد فن سیرۃ و تاریخ عرب قبل بعثت صفحات (۵۵۹) کاغذ قسم دوم مجلد تقطیع خورد قیمت (۲ر)

حصہ دوم از سنہ ہجری تا سنہ ہجری۔ اقامت امن۔ تاسیس خلافت اشاعت اسلام۔ استظامات مذہبی تکمیل شریعت۔ حجۃ الوداع۔ وفات شمائل۔ وخلاق وعادات کی تفصیل اور ازواج و اولاد مطہرہ کا مختصر تذکرہ ہے تقطیع خورد صفحے (۴۴۸) کاغذ قسم دوم قیمت مجلد (۲ر)

حصہ سوم جس کے مقدمہ میں معجزہ کی حقیقت اور اس کے امکان و وقوع پر فلسفہ قدیم۔ علم کلام۔ فلسفہ جدید اور قرآن مجید کے نقطہ ہائے نظر سے بسوط بحث و تبصرہ ہیں۔ اس کے بعد خصائص نبوت یعنی مکالمہ الٰہی وحی، نزول ملائکہ۔ عالم رویا۔ معراج اور شرح صدر کا بیان ہے پھر وہ آیات معجزات ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ معجزوں کی نامعتبر روایات کی تنقید کا باب ہے۔ اور اس کے بعد وہ اشارات نبویہ ہیں جو صفحات سابقہ میں موجود ہیں اور جن کے حوالے قرآن و حدیث میں مذکور ہیں اور آخر میں خصائص محمدی کا باب ہے تقطیع کلاں کاغذ قسم دوم مجلد (۱۲ر)

لغات جدیدہ۔ چار ہزار اہم عربی الفاظ کی ڈکشنری قیمت (۴ر)

سیر الانصار

حصہ اول انصار کرام کی مستند سوانح عمری ان کے اخلاقی اور مذہبی کارناموں اور ان کے فضائل اور کمالات مستند ذرائع سے چن چن کر حروف تہجی لکھے گئے ہیں مجلد ضخیم (۳۶۰) صفحے قیمت (۲ر)

حصہ دوم انصار کرام کے بقیہ حالات زندگی اور ان کے اخلاقی اور مذہبی کارنامے مخاصات (۱۸۰) صفحے قیمت (۲ر)

دیوان غالب اردو مطبوعہ۔ آفتاب برلن۔ پاکٹ تقطیع نہایت خوبصورت۔ تمام کتاب بہترین کاغذ مضبوط جلدوں سرخ قیمت (۱ر)

حکمت عملی فن اخلاق پر جدید و قدیم معلومات کی جامع کتاب قیمت (۲ر)

تصوف اسلام اسلامی تصوف کا، عطا، اور عہد بعہد کے ایک ایک امام تصوف کی سوانح عمری اور ان کی تصانیف کے حقائق کا بیان ضخامت (۱۲۸) صفحے قیمت (۱ر)

مخزن حکمت طبع پنجم مولفہ شمس الاطباء ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب نے یہ جدید ایڈیشن تقریباً ڈیوڑھا لکھی ہے اور طبع چہارم کی نسبت اس میں سب سے مفید اضافات کئے گئے ہیں یعنی اس میں ۱۹۱۸ء تک کی تمام جدید معلومات کا اور کئی ایک جدید امراض کا اور اکثر امراض کے نئے نئے مفید اور مجرب معالجات اور مجرب نسخہ جات اضافہ کیا ہے جس سے یہ کتاب پہلے کی نسبت بدرجہا مکمل بن گئی ہے جلد اول و دوم مجلد قیمت (۲ر)

مخزن العلاج مولفہ ڈاکٹر غلام جیلانی خانصاحب۔ یہ اپنی طرز کی نئی کتاب ہے جس میں تمام امراض کے طبی و ڈاکٹری مترادف نام اور ہر مرض کے اسباب و علامات اور تشخیص نہایت تحقیق و محنت کے ساتھ درج کئے گئے ہیں علاوہ اس کے مشہور معالجات اطبا کے مجربات بھی لکھے گئے ہیں۔ یہ کتاب موجود ہو تو پھر کسی اور طبی کتاب کے دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ قیمت مجلد (۵ر)

سید عبدالقادر تاجر کتب و پبلشر نظام گزٹ نے اپنے عظمر اسٹیم پریس واقع چارمینار حیدرآباد دکن میں طبع کر کے شائع کیا

نظام گزٹ

عدد ۳
جلد ۱

سید وقار احمد ایم۔ اے
محمد حبیب اللہ رشدی ایم۔ اے

مضمون خاص

ڈنمارک کے زراعتی حالات

از مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری بی اے (آکسن)
نائب ناظم تعلیمات سرکار عالی

قیمت فی پرچہ ۲/۶ سر

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چارمینار حیدرآباد دکن

چندہ

ہندوستان کے لئے مع محصولڈاک

سالانہ	ے
ششماہی	ہے
سہ ماہی	عاں
فی پرچہ	۲/۶ر

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمائے۔

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمائے

(۵) نظام گزٹ تقریباً (۱۶) صفحے کے حجم پر شائع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شائع ہونگی

منیجر

۷۸۶

سبق ہم تراوے کم و کیف حیات تیری میزاں ہے شعاع سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفت روزہ

عدد ۳ حیدرآباد دکن : دوشنبہ ۳ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ ۲۸ نومبر ۱۹۲۷ء ۲۳ ذی ۱۳۳۷ف جلد

شذرات

"غریب کی مدد غریب ہی کرتا ہے"

اس ضرب المثل کی صداقت دنیا میں لاتعداد مرتبہ آزمائی گئی ہوگی ۔ مگر خود انگلستان نے اس کو ایک سے زیادہ مرتبہ غلط ثابت کیا

اب سے کچھ سال پہلے جب انگلستان میں مزدور جماعت کو سیاسی قوت حاصل ہوئی تو ہندوستان میں بڑی خوشی منائی ۔ مسٹر رامزے میکڈونلڈ کے وزیر ہونے کی تمنائیں کی گئیں ۔ خدا نے وہ تمنائیں پوری کیں ۔ مزدوروں کے لیڈر برسر اقتدار آئے ۔ اس وقت ہندوستان کی سیاسی زبان پر مذکورہ بالا ضرب المثل کا کلمہ جاری تھا ۔ خود مہاتما گاندھی نے بھی ان سے بڑی بڑی امیدیں وابستہ رکھی تھیں ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ انگلستان میں یہ ضرب المثل رائج تو ہے مگر لائق عملدرآمد نہیں ۔ مسٹر میکڈونلڈ ہندوستان کے ساتھ کیا احسان کرتے جب خود اپنے ملک اور اپنی پارٹی کے دعووں کو وہ ڈاؤننگ اسٹریٹ کی بھول بھلیاں میں بلا چکے تھے ۔ اسطرح انگلستان میں یہ غلط ہے کہ ۔

"غریب کی مدد غریب ہی کرتا ہے"

بلکہ وہاں کے کئے یہ ضرب المثل تبدیل پڑے گی ۔ کہ غریب کی مدد کوئی نہیں کرتا ہے"

انگلستان کی موجودہ قدامت پرست وزارت جب قانون کمیشن بنانے لگی تو معلوم ہوا کہ ہندوستان کے نمائندوں کا شور و غوغا "زیادہ تعین کیلئے" "اعتبار نہ رکھیگا ۔ مگر ساتھ ہی اتنا خیال ضرور تھا پارلیمنٹ میں جب یہ سوال پیش ہوگا تو مزدور جماعت ہندوستان کے مفاد کے خاطر نہیں بلکہ اپنے مخالفوں کی مخالفت ہی کی خاطر، علی کی دوستی کیلئے نہیں زید کی دشمنی ہی کیلئے قانونی کمیشن کی مخالفت کرے گی مگر دارالعلوم میں کمشن بل کی "تیسری قرأت بھی ہوگئی اور مزدوروں کے غریب آقا موجھوں پر تاؤ دیتے بیٹھے ہی رہے ۔

ہمارے ایک دوست انگلستان سے خط میں لکھتے ہیں ۔

"پنڈت موتی لال نہرو کا یہاں بہت اچھا اثر قائم ہوا ہے ۔ مسٹر سکلتوالا بھی کمیشن بل کے خلاف کوشش کر رہے ہیں ۔ ۔ ۔

نظام گزٹ
ہفت وار
دوشنبہ ۳ جمادی الثانی ۱۳۴۶ ہجری

قانونی کمیشن

قانونی کمیشن کے اعلان پر ہندوستان کے اتنے بیخ او بوصہ کے اظہار پر امید تھی کہ کچھ اثر پارلیمنٹ کی چار دیواری تک پہنچے گا اور ہم بڑے شوق سے اس کے منتظر تھے کہ دیکھیں کمیشن بل پر وارا العوام میں کیا وقتیں پیدا ہوتی ہیں بڑی امید ہمیں مزدور جماعت سے تھی کہ اس کے صدر مسٹر سیکڈونلڈ ضرور اس بے انصافی پر اعتراض کریں گے اور اپنے نمایندوں کو کمیشن کی شرکت سے باز رکھیں گے۔

مگر ہوا وہی جو پہلے سے بعض روبیں مدبروں نے خیال کیا تھا کمیشن بل کو ارل ونٹرٹن نے وارا العوام میں پیش کرتے ہوئے ایک طویل تقریر کی جس میں آپ نے کہا جس وقت ابتدا میں ہم انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت قبول کی اور خاصکر اقلیل التعداد جماعتوں کے حکمراں بن گئے اس کے متعلق بہت غلط خیالات پھیلے ہوئے ہیں۔ ہندوستان کو مصر و آئرلینڈ سے مثال دینی کسی طرح مناسب نہیں۔ کیوں کہ جنوبی آئرلینڈ اور مصر میں زیادہ تر لوگ ایک قوم و مذہب سے تعلق رکھتے ہیں بخلاف اس کے ہندوستان ایک چھوٹا سا براعظم ہے اگر تم عنقریب کا مقابلہ کرو تو معلوم ہوگا کہ مصر میں ہندوستان کے بھوتوں کی طرح برہمنوں کے پاؤں پوجے نہیں گئے۔ مصر کی ملکی مذہب اسلام ہے جس میں سب لوگ برابر ہیں اور جس کا ثبوت ہم دیکھتے ہیں اب جنوبی آئرلینڈ کی مثال لیجئے۔ شمالی ہند میں جو مسلم و غیر مسلم میں لڑائیاں ہوتی ہیں ان کا نام و نشان بھی پرٹسٹنٹ اور کیتھولک میں سننے میں نہیں آتا ہے ہندوستان کی تو یہی حالت ہے مگر انہیں چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی موجودہ حالات کے لحاظ سے تمام ممبران پارلیمنٹ نے منظور کر لی۔ جب کہ سر اقبال نے کمیشن کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ اس ساری خرابی کے باعث ہم ہی ہیں اگر ہم اپنے آپس کے مناقشوں کو دور کر دیتے اور ایک ہی مقصد کو پیش نظر رکھتے تو آج ہم پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا اور نہ ارل ونٹرٹن کی تقریر اس طرح کامیاب رہتی۔ اب بھی موقع ہے کہ ہندو مسلمان ایک دل ہو جائیں تو خواہ ان کی قابلیت کتنی ہی سلسلہ کیوں نہ ہو ہندوستان کے اعلیٰ سیاسی، قومی اور اقتصادی مسائل کی نمایندگی کریں گے وہ سوائے اس کے کچھ نہ کر سکیں گے کہ اپنے مطالبات پیش کر دیں جو ان کے ہم وطن بھی آسانی پیش کر سکتے ہیں۔ ہندوستانی مجالس قانون ساز کے نمایندے کمیشن پر جتنا اثر ڈال سکیں گے اس سے وہ کہیں اثر ڈالنا ان نمایندوں کے لئے ممکن نہ ہوگا۔

مجالس قانون ساز کے نمایندوں کو اس کا موقع حاصل ہوگا کہ وہ اپنے مطالبات پوری قوت کے ساتھ پیش کر سکیں۔ ہندوستانی مجلس قانون ساز کے نمایندے یا عام ہندوستانی ایک یا دو نمایندوں سے مطمئن نہ ہوں گے۔"

اسی طرح ارل ونٹرٹن اور بہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں یہ ممکن ہے کہ پلک زندگی میں ایک شخص صرف حقایق و واقعات پر اپنی رائے قائم کیا کرے اور اسی کے ساتھ اس کے دل سے ہندوستان کا خیال ایک لمحے کے لئے بھی دور نہ ہو۔ اور نہ ہندوستان کے مقاصد کے ساتھ اس کی ہمدردی ہو۔"

انہوں نے کہا کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ پارلیمنٹ اپنے منتخب نمایندوں کے ذریعہ سے ہو کمیشن میں شریک ہوں گے ان لاکھوں ہندوستانیوں کے خیالات سے براہ راست واقفیت حاصل کرے اور کیا مسٹر سٹیفن واش اور میجر اٹلی کا ردیملیں اتحاد اسلمانوں اور لاکھوں اچھوتوں کے ساتھ اس سے کم ہمدردانہ ہو گا جتنا کہ کثیر التعداد ہندوؤں یا برہمنوں کا ہو سکتا ہے روز بروز اس امر کی شہادت ملتی جا رہی ہے کہ کثرت کی خلاف بعض ایسے ہندوستانیوں نے جو ہندو قوم کی اکثریت کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے ہیں اور جن کا انہیں حق حاصل ہے بڑی شدومد کے ساتھ جو پروپگنڈا جاری کر رکھا ہے وہ ہندوستانیوں کی اس کثیر جماعت کے اصلی خیالات کی نمایندگی نہیں کرتا جو ان معاملات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔

ارل ونٹرٹن کی ساری تقریر کا ماحصل یہی ہے کہ ہندوستان میں چونکہ اتحاد نہیں ہے اور مذاہب مختلف ہیں اس لئے ان لوگوں کے لئے وہ اصول نہیں استعمال کے جا سکتے جو مصر اور آئرلینڈ میں کئے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جو کچھ تقریر ارل ونٹرٹن نے کی "ہندوستان کی موجودہ حالات کے لحاظ سے تمام ممبران پارلیمنٹ نے منظور کر لی۔ جب کہ سر اقبال نے کمیشن کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ اس ساری خرابی کے باعث ہم ہی ہیں اگر ہم اپنے آپس کے مناقشوں کو دور کر دیتے اور ایک ہی مقصد کو پیش نظر رکھتے تو آج ہم پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا اور نہ ارل ونٹرٹن کی تقریر اس طرح کامیاب رہتی۔ اب بھی موقع ہے کہ ہندو مسلمان ایک دل ہو جائیں تو ہندوستان کو آزادی حاصل کرنے میں کوئی سدراہ باقی نہیں رہے گی۔ اور آئے دن کے جنگ و جدل سے جو ملک میں بے اطمینانی اور بے اعتمادی پھیلی ہوئی وہ آرام و سکون سے متبدل ہو جائے گی۔

لیکن ساتھ ہی ہم ان انصاف کے بندوں سے کچھ سوال کر سکتے ہیں کہ کیا انصاف اسی کا نام ہے کہ کسی قوم کی نسبت کا آپ فیصلہ کرنا چاہیں اور اس کثیر جماعت سے کچھ مشورہ نہ کریں؟ ہائے کہ ہم میں فرقہ وارانہ منافرت ہے مگر جس زمانہ میں ہم میں کامل اتحاد تھا آپ نے کتنی مہربانی کی کہ ڈائرکٹر اور اوڈوائر جیسے فرشتہ صفت کو ہندوستان پر رحمت اور برکت کے پھول برسانے کے لئے بھیجا۔

لودہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے

نواب عماد الملک بہادر اور دیسی شہزادوں کی تعلیم

نواب عماد الملک بہادر مرحوم نے اپنے خطبۂ تک میں دیسی شہزادوں کی تعلیم کے متعلق نہایت مفید مشورے دئے ہیں۔ ہم اس کا اقتباس ذیل میں درج کرتے ہیں

ہندوستان کے دیسی شہزادے جو آئندہ اپنے ملک کے ہزاروں لوگوں پر حکمران ہوں گے ان کی تعلیم ہندوستانیوں کی سی ہونی چاہیئے نہ کہ یوروپین طرز تعلیم۔ ابتدا ہی میں انہیں اپنے مذہب، قصص اور روایات سے واقف کرا دینا چاہیئے یہی چیزیں ان کے کردار کے بنانے میں بڑی ممد و معاون ہوتی ہیں۔

شہزادوں کو آغاز ہی میں مادری زبان میں مذہبی کتب وغیرہ پڑھانا چاہیئے۔ اُن کو گھوڑے کی سواری اور کھیلوں کا شوق دلانا چاہیئے۔ ان کے کمروں کو نہایت صاف رکھنا چاہیئے۔

انگریزی تعلیم بارہ سال کے سن سے شروع کرنی چاہیئے۔ جب ان میں انگریزی سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو جائے تو ان کی توجہ تاریخ وغیرہ کی طرف منعطف کرانی چاہیئے جب شہزادوں کی عمر تمیز کو پہنچ جائے انہیں بری عادتوں اور مشتبہ عورتوں سے بچانا چاہیئے ان کی شادی ۱۸ یا ۲۱ سال کی عمر میں اپنے ہی خاندان یا اپنی حیثیت کے موافق کسی اعلیٰ خاندان سے کرنی چاہیئے انہیں شراب اور بدکردار عورتوں سے محفوظ رکھنا چاہیئے۔ ان میں سے اگر کسی کی جانب لاپروائی کی جائے تو ان کے کردار کو خراب کرنے کے لئے کافی ہے۔

ان تمام باتوں کا ہونا کوئی مشکل امر نہیں ہے صرف انتخاب اعلیٰ لوگوں کا ہونا چاہیئے۔ - - - - - -

(خطبات اڈریس و تقریر ڈاکٹر عبد اللطیف صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ)

ڈنمارک کے زراعتی حالات

از

مولوی سید محمد محسن صاحب جعفری بی۔ اے (آکسن)

(نائب ناظم تعلیمات سرکار عالی)

سلطنت ڈنمارک جو کسی زمانے میں بلحاظ ان اور وسیع سلطنت تھی اور جس میں ملک ناروے اور سویڈن بھی شامل تھے اب ایک چھوٹی سی زراعتی ریاست رہ گئی ہے جس کا مجموعی رقبہ ۱۶ ہزار ۵ سو مربع میل ہے۔ یعنی ہمارے صوبہ اودھ سے آباد ہے بھی کم ہے اگر برطانیہ پر سے آپ کے نقشے پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ جزیرہ نمائے یوٹلینڈ اور متعدد جزائر کا مجموعہ ڈنمارک ہے۔ اس چھوٹے سے ملک کی مردم شماری صرف ۳½ ملین ہے جو ہماری ریاست کی مردم شماری کی چوتھائی ہے جو ۱۰ ملین ہے۔

اس کی سالانہ آمدنی (تقریباً ۴۳ کروڑ روپے) کروز نہ تقریباً ایک روپیہ دو آنہ حالی کے برابر ہوتا ہے)

میں نے ابھی اوپر عرض کیا ہے کہ۔ ڈنمارک ایک زراعتی ملک ہے۔ اس میں صنعت و حرفت برائے نام ہے اور جو کچھ دولت ملک میں پیدا کی گئی اور پیدا کی جاتی ہے اس کا ذریعہ صرف زراعت ہے۔ آج سے پچاس یا ساٹھ سال قبل ڈنمارک ایک مفلس ترین ملک تھا۔ پیداوار اور آمدنی بالکل قلیل تھی لیکن آج وہی ملک تمام یورپ حصوصاً انگلستان کے مایحتاج کا مخزن ہے انگلستان میں سالانہ جتنا مکھن۔ سور کا گوشت اور انڈے وغیرہ صرف ہوتے ہیں اس کا دو ثلث حصہ ڈنمارک مہیا کرتا ہے۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایک چھوٹا ملک جس کا اتحاد کم رقبہ اور کم مردم شماری ہو محض زراعت کے ذریعہ سے کس طرح اس قدر متمول ہوگیا اور کثیر دولت پیدا کرسکا۔

یہ خیال نہ کیجئے کہ اہل ڈنمارک نے پھولوں کی سیج پر آرام عیش و عشرت کی زندگی بسر کرکے یہ ترقی۔ یہ دولت اور زراعت حاصل کی۔ نہیں ایسا نہیں۔ انہوں نے ڈنمارک کی مٹی میں اپنا پسینہ بلکہ اپنا خون ملا دیا تب کہیں آج انہیں یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔

اس ملک پر قدرت کے برکات اس فیاضی سے نازل نہیں ہوئے جیسے کہ اس کے اطراف واکناف کے ممالک پر ہوئے ابتدا میں ملک کی زراعتی ترقی کی تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکمنہ فطری سوانحات اور مشکلات اس ملک میں ہمیشہ قائم رہے اور ہیں اور باوجود ان مشکلات کے اہل ڈنمارک نے اپنی قابلیت اور محنت سے تمام مشکلات کو حل کیا اور بڑی مدت تک کامیابی حاصل کی لیس الانسان الا ماسعی کے حقیقی معنے سمجھنے ڈنمارک کے حالات دیکھنے کے بعد سمجھ میں آئے۔ اس ملک کی زراعتی تاریخ گویا ایک ایسی جنگ کی تاریخ ہے۔ جس میں فطرت انسان میں لڑائی ہوئی اور انسان نے عقل کی بدولت وہی فسلوں میں فطرت پر فتح پائی اور اسی زمین سے جو آج سے ایک صدی قبل ایک لق و دق جنگل سمجھی جاتی تھی چاندی اور سونا اگا لیا۔

اب میں ان چند مشکلات کا ذکر کرتا ہوں جن کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا ہے۔

(۱) یہ ملک اکثر و بیشتر سطح اور سمندر کے لیول سے صرف ۹۵ فٹ بلند ہے اور چونکہ چاروں طرف سمندر سے گھرا ہوا ہے اس لئے ہمیشہ سمندر کی موجیں آکر زمین کو بیکار برباد کیا کرتی ہیں۔

(۲) سطحی زمین کنکر دار اور اکثر حصص میں تو بالکل بیکار تھی جو ایک قسم کی چکنی مٹی اور پتھروں پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ صدہا میل تک ریتلی زمین ہے۔ مثلاً یوٹلینڈ کا وہ وسیع حصہ جس پر سوائے ایک قسم کی جھوٹی گھاس کے جس کو (Heather) کہا جاتا ہے اور کچھ اگ نہ سکتا تھا۔

ان ریتلے حصوں کو (Sandy Areas) کہا جاتا ہے۔

(۳) اور چند سال قبل پولینڈ میں سمندر کے کنارے سے اندرون ۵ میل تک (Marsh Areas) پھیلے ہوئے تھے ان کا طول تقریباً ۲۰۰ میل تھا یہ حصے ایسے دلدلی اور خشک تھے کہ ان میں بود و باش ممکن نہ تھی اگرچہ اس وقت بہت کچھ حصہ کاشت اور چراگاہ کے قابل بنا لیا گیا ہے تاہم ابھی ملیون ریت کے میدان ہیں۔ مثلاً بالا دن ہوک سے کوپن ہیگن تک یہ حالت ہے کہ ریت کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔

(۴) اکثر جزائر دلدلوں پر شامل تھے جس پر نہ انسان آباد ہو سکتے تھے۔ اور نہ زراعت ہو سکتی تھی۔

(۵) زمین خراب ہونے سے جنگلوں کا وجود نہ تھا ملک کی حالت ایک مثل میدان کی سی تھی جس میں سوائے (Heather) گھاس کے کچھ اور درخت نہ تھے۔

(۶) جنگلوں کے نہ ہونے سے ملک ہر طرف سے سمندر کی ہواؤں کے لئے کھلا رہتا تھا۔ تیز و تند سرد و مرطوب ہوائیں سمندر سے آتیں اور کاشت کو تباہ و برباد کر دیتی تھیں۔

(۷) ملک میں کوئی ایسا دریا نہیں جو آبپاشی کیلئے مفید ہو۔ سب سے بڑا دریا ڈنمارک میں گوڈینا ہے جو پولینڈ میں واقع ہے اور جس کا طول ۱۰۰ میل ہے۔

(۸) ان سب مشکلات پر طرہ یہ ہے کہ موسم بھی ناموافق ہے جو بہت ٹھنڈا تو نہیں لیکن سمندر کی ہوا کی وجہ کسی قدر سرد اور مرطوب ہے۔ سال میں ۹۹ روز ڈنمارک موجود رہتی ہے اور سال تمام میں ۱۵۰ دن سے زائد دھوپ نہیں نکلتی جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر قسم کی کاشت کی دو تہائی مشکلات واقع ہوتی ہیں اور سال میں ۹ مہینے مویشیوں کو چرنے کے لئے باہر نہیں چھوڑا جاسکتا بلکہ گھروں ہی میں رکھنا پڑتا ہے۔

ان قدرتی مشکلات کے علاوہ ملک کا سیاسی اور سماجی مطلع بھی ابر آلود تھا۔ ۱۸ صدی کے وسط تک سیاسی قوت بادشاہ۔ امراء زمیندار اس اور جاگیرداروں کے ہاتھ میں تھی اور ان لوگوں نے اپنے ذاتی منفعت کے لئے کاشتکار کی حالت ناقابل بیان کر رکھی تھی۔ تقریباً تمام قابل زراعت اراضی بادشاہ اور امراء و جاگیرداروں کے قبضے میں آچکے تھے۔ کسانوں کی حیثیت مثل غلاموں اور مزدوروں کے ہوگئی تھی کہ یہ بیچارے جس علاقے میں پیدا ہوتے وہیں ہر سال کی عمر سے ۳۵ سال تک رہتے اور بادشاہ یا جاگیرداروں کے لئے کاشت اور دوسرے محنت کے کام کرتے اور جب یہ غلامی کا زمانہ ختم ہو جاتا یعنی ۳۵ سال ختم ہو جاتے تو پھر ان کو امیر زمیندار سے چھوٹے چھوٹے نکلمات نہایت سخت اور سخت شرائط پر لینا پڑتا۔ پہلے اور شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہوا کرتی کہ سال میں کئی روز یہ لوگ اپنے نکلمات کا کام چھوڑ کر جاگیردار کی خاص مقبوضہ زمینات پر بلا اجرت

کام کریں۔ اس کے علاوہ انہیں بہت سارے سوم جاگیر کو ادا کرنے پڑتے تھے۔

۱۹۳۹ء تک ڈنمارک میں غیر محدود شاہی تھی۔ سیاسی حکومت چونکہ بادشاہ اور جاگیرداروں اور عہدہ داروں کے ہاتھ میں تھی۔ عوام یا کاشتکاروں کو اس میں مطلق دخل نہیں تھا۔ اس لئے ان کی نجات کی کوئی صورت نہ بنتی تھی۔ پارلیمنٹ کچھ اس طرح بادشاہ اور جاگیرداروں اور عہدہ داران کے زیر اثر تھی کہ اگر کوئی زراعتی اصلاح عمل میں لاتی بھی تو وہ کاشتکاروں کی فلاح اور بہبود کا باعث نہ ہوتی بلکہ زمینداروں اور جاگیرداروں ہی کے مفید مطلب ثابت ہوتی الغرض انیسویں صدی کے اوائل تک کاشتکاروں کی حالت کی حالت مثل شور در کے رہی کہ یہ غریب انسان حیوانوں کی طرح جاگیرداروں اور عہدہ داروں کے مظالم صبر و شکر کے ساتھ برداشت کرتے ہوئے ان شبینہ کے لئے ان کے محتاج اور دست نگر تھے۔ چونکہ یہ تعلیم یافتہ نہ تھے اس لئے ان میں نہ تو کسی قسم کی بیداری آسکتی تھی اور نہ سائنٹیفک زراعتی طریقوں سے واقف ہو سکتے تھے۔ جو کچھ زراعت کرتے وہ قدیم طریقوں سے کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آمدنی بہت قلیل اور محدود ہوتی اور نتیجتاً ان کی اور ان کے متعلقین کی زندگی بسر ہو سکتی تھی۔

ان اندرونی سیاسی مصائب کے علاوہ ملک پر بیرونی آفات بھی جنگ کی شکل میں نازل ہوئے پہلی ڈینو جرمن جنگ سنہ ۱۸۴۸ء میں چھڑی اور سنہ ۱۸۵۰ء تک جاری رہی اسکے بعد پھر سنہ ۱۸۶۴ء میں جرمنی سے دوسری جنگ ہوئی جس میں ڈنمارک کو شکست ہوئی اور سلیسوگ ہانس ٹائینی کا قبضہ جاتا رہا اور تمام قوم پر ایک عام پستی اور مایوسی کا عالم چھا گیا اور قوم مردہ اور بے جان ہو گئی۔

سماجی شکل ڈنمارک میں یہ ظاہر ہوئی کہ سنہ ۱۸۴۰ء میں جب کہ شاہی فرمان کے ذریعہ کاشتکاروں کو امراء و جاگیرداران کی غلامی سے نجات ملی تو انہوں نے زراعت کے خلاف تنگ زبردست نفرت کا مظاہرہ کیا۔ ان میں ایک خاص نفرت اور ضد (Peasant Pride) پیدا ہوئی اور یہ لوگ زمین چھوڑ کر دوسرے ذرائع محنت و مزدوری کی تلاش میں شہروں کا رخ کرنے لگے چنانچہ سنہ ۱۸۳۰ء اور سنہ ۱۸۴۰ء کے درمیان پانچ سو پچاس جانوں کا اضافہ ہونے لگا اور یہی حال دوسرے بڑے شہروں کا ہوا۔ شہروں کی جانب کاشتکاروں کے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو زراعت کی حالت بہتر اور زمینیں بیکار ہو گئیں دوسری طرف ان شہروں میں تو دولت کاشتکاروں کے لئے کوئی کام نہ نکلنے سے بیکار لوگ (Unemployed) کی تعداد میں خطرناک اضافہ ہوا جس کی تعداد ایک زمانے میں ۸۰ ہزار تک پہنچ گئی جو ایک ایسے ملک کے لئے جس کی مجموعی مردم شماری ۲۱ ملین ہو بہت ہی زیادہ تھی۔ زراعتی خرابی اور کثیر نفوس کی بیکاری سے ملک میں جو اقتصادی اور سماجی خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں وہ تمام نمایاں ہو گئیں تعلیم کے نقدان کی وجہ سے کاشتکاروں پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور جہالت اور افلاس کے سبب سے ان کا طرز معاشرت اور طریقہ زندگی نہایت گرا ہوا تھا ایک عجائب خانہ میں میں نے دیکھا کہ منجملہ اور چیزوں کے ایک صدسالہ قبل کے کسان کے گھر کا اصلی نمونہ بھی بنایا گیا ہے۔ یہ ایک کمرے پر مشتمل ہے جس کا طول تقریباً ۱۲ فٹ اور عرض ۱۰ فٹ ۱۱ انچ ہے۔ مٹی کی دیوار اور سفال پوش چھت ہے۔ زمین پر پتھر کا فرش ہے۔ اس مکان کی عام وضع قطع ہمارے یہاں کے موجودہ کسانوں کی جھونپڑیوں سے بہت ملتی جلتی ہے۔ کوئی زیادہ فرق نہیں پایا جاتا۔ اس کمرے کے ایک حصہ میں کسان اور اس کے متعلقین سویا کرتے اور اسی میں پکاتے کھاتے اصول حفظان صحت اور صفائی سے ان کو علم واقفیت نہ تھی۔

الغرض آج سے ایک صدی قبل تک ڈنمارک کی یہ حالت تھی کہ تمام ملک سیاسی۔ اقتصادی اور سماجی خرابیوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ہر قسم کی امیدیں منقطع ہو گئیں تھیں اور سوئے بربادی کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا لیکن ایسے وقت میں جب کہ ظاہری حالات و اسباب بظاہر ایسے تھے کہ قوم سرد ہو گئی اور ہمیشہ کیلئے نابود ہونے کو ہے۔ یکایک کایا پلٹ ہو گئی اور مصداق اذا ارادالله شیئاً هیأ اسبابه مردہ قوم میں چند محبان قوم اور فدائیان وطن کھڑے ہو گئے اور ان کی قوم باذن اللہ کی صدا میں فضائے ملک میں ایسی گونجیں کہ چند ہی روز میں سسکتی ہوئی اور نیم جاں بلکہ مردہ قوم میں یہ روح پھونکی کہ پھر یہ قوم از سر نو زندہ ہو گئی اور اپنے پیروں آپ کھڑی ہو گئی اور ایسی کھڑی ہوئی کہ آج باوجود بیسیوں سیاسی اور اقتصادی انقلابات کے جو یورپ میں نمایاں ہوئے اس کو کوئی چیز ہلا نہ سکی اور آج وہی ڈنمارک ہمیں ایک نہایت مہذب۔ تعلیم یافتہ۔ دولتمند ملک نظر آرہا ہے۔ ان بزرگان قوم نے کیا کوشش شروع کی کہ قوم میں تعلیم عام ہوتی جائے اور پھر یہ تعلیم ایسی ہو کہ قوم کو آزاد خیال اور عالم باعمل بنا سکے اور یہ کہ آئندہ قوم کی حفاظت اور استحکام کے لئے اہل قوم میں خدا، گھر اور وطن کی محبت پیدا کی جائے اور یہ کہ اصلاح کی بنیاد چھوٹے سے چھوٹے قصبہ میں ڈالی جائے نہ کہ بڑے شہروں میں ہی۔

اب میں ان اصطلاحات اور ان کوششوں کو بیان کرتا ہوں جن سے ڈنمارک قعر ہلاکت و تباہی سے نکل کر شاہراہ ترقی پر لگا اور بالآخر ترقی کی معراج پر پہونچ گیا۔

جب کسی ملک و قوم کی بہتری اور بھلائی کا وقت آتا ہے تو مستعد اصلاحات شروع ہوتی ہیں اور وقت واحد میں سب کام کرنا اور اپنا اثر دکھانا شروع کرتی ہیں مثلاً سیاسی۔ اقتصادی۔ تعلیمی۔ سماجی وغیرہ ایسی ڈنمارک میں ہوا کہ جب اس کی ترقی کا وقت آیا تو ان تمام اصلاحات کا آغاز ہوا اور وقت واحد میں یہ پہلو پہلو کام کرنے لگے۔

سب سے پہلے میں سیاسی اصلاحات کا ذکر کرونگا اس کے بعد زراعتی۔ تعلیمی و سماجی انقلابات بیان کروں گا۔

(۱) سنہ ۱۸۳۹ء میں ڈنمارک میں جو پہلی سیاسی اصلاح عمل میں آئی وہ یہ تھی کہ بادشاہ نے اپنی خوشی سے شاہی دیہی ذیتات کے تخریے کر کے ملک کو دے دیئے تاکہ یہ رعایا میں تقسیم کر دیے جائیں اور یہ بے حد وقت میدان جو بیکار پڑے ہوئے تھے زیر کاشت آجائیں۔

(۲) دوسری عظیم الشان اصلاح سنہ ۱۸۴۱ء میں واقع ہوئی وہ یہ کہ حکومت نے آئین کے ذریعہ طریقہ زراعتی غلامی (Villein age) کو ایک سخت بند کر دیا اور (ملکیت مقاطعہ Freehold) کا طریقہ جاری کیا اگر آپ ڈنمارک جائیں تو وسط کوپن ہیگن میں ایک شاہراہ پر ایک ستون کھڑا ہوا آپ کو نظر آئے گا جو اس واقعہ کی یادگار میں نصب کیا گیا ہے اور میں پر یہ الفاظ کندہ ہیں "بادشاہ نے محسوس کیا کہ سیاسی آزادی خود ملک کے دلوں میں ملک کی محبت۔ اس کی حفاظت کا جوش۔ تعلیم کا شوق۔ محنت سے دلچسپی اور ترقی اور آسایش کی امیدیں پیدا کرتی ہے اس لئے بادشاہ حکم دیتا ہے کہ زراعتی غلامی" موقوف ہو اور قوانین حصول اراضی کی تنظیم کی جائے تاکہ آزاد کاشتکار دل کے حوصلے بڑھیں اور وہ بلیدار مغز محنتی۔ شریف اور خوش حال باشندے ہو جائیں"

اگرچہ نپولین کی لڑائیوں اور ڈینو جرمن جنگ کی وجہ سے ملک میں بہت سے سیاسی اور اقتصادی زلزلے آئے لیکن یہ اصلاحات کو روکنے کے بدلے قوت اور تیزی کے ساتھ ان کے آگے بڑھنے کا سبب ہوتے گئے اگرچہ الطاویں صدی کے اختتام تک بہت سی ایسی اصلاحات عمل میں آچکی تھیں کہ جن سے کاشتکاروں کی حالت بہت کچھ درست ہو گئی اور وہ حالت باقی نہ رہی جو سو سال قبل تھی۔ مثلاً "زراعتی غلامی" کا طریقہ منقود ہو گیا۔ کسان جو ایک "زراعتی غلام" تھا "مالک مطلق" ہو گیا۔ تاہم کسانوں کو پوری آزادی اور سیاسی حقوق بیسویں صدی میں حاصل ہوئے۔

سنہ ۱۸۴۸ء تک سیاسی قوت قدیم (Conservative Party) خیال کے لوگوں کے ہاتھ میں تھی اس سال سے آزاد خیال (Liberal Party) پارٹی قائم ہوئی اور اپنے سیاسیات کی اشاعت ملک میں شروع کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سنہ ۱۸۴۹ء میں بادشاہ نے "نیا دستور" (Constitution) منظور کیا۔ اور غیر محدود شاہی ختم ہوئی۔

اس کے بعد وہ سراسر سیاسی انقلاب واقع ہوا۔ یعنی

۱۸۶۴ء میں ڈینو جرمن جنگ واقع ہوئی جس میں ڈنمارک کو شکست ہوئی اور قوم کو اخلاقی، مالی اور سیاسی نقطہ صدمہ پہونچا۔ لیکن اس صدمے نے قوم کو پست ہمت کرنے کے عوض قوم میں ایک تازہ جان ڈالدی اور بہت بڑے سیاسی اور اخلاقی انقلابات کا باعث ہوا۔ اخلاقی انقلاب یہ ہوا کہ بہت سارے قدیم رسوم توہمات اور خیالات یک لخت ترک کردئے گئے۔ سیاسی انقلاب یہ عمل میں آیا کہ سیاسی قوت اپنے کسی جو آزاد خیال ملک کے خوش حال اور ذی اثر اشخاص کے ہاتھ میں تھی ان سے لے لی گئی اور تاریخ ڈنمارک میں پہلی دفعہ کاشتکار سیاسی میدان میں اکھڑے ہوئے اور اپنے حقوق اور سیاسی قوت اور پارلیمنٹ کے داخلہ کے لئے باضابطہ اور منظم جنگ شروع کی۔

انہوں نے کہا کہ اس وقت تک سیاسی قوت تمہارے پاس رہی لیکن افسوس کہ تمہاری کوتاہ دستی اور کاہلی نے تمہارے کام میں نہ لگنے دیا۔ تمہاری پالیسی صرف ناکامی رہی ہے (Passive Policy) پالیسی ناکامیاب رہی۔ ملک پر جنگ کی مصیبت آپڑی اور ملک کا ایک حصہ ہاتھ سے گیا۔ ہم اس وقت تک بے دخل رہے۔ ہماری حیثیت تماشائی کی رہی۔ لاؤ اب روسیاسی قوت ہمیں دو اور دیکھو کہ کیا کر دکھاتے ہیں۔ ذرا ہماری قابلیت کو بھی دیکھو اور اگر تم ہمیں نہ مانوگے تو ہم تمہیں منوائیں گے اور سیاسی قوت تم سے لے کر رہیں گے۔

یہ سیاسی جدوجہد اس وقت سے ۱۹۱۵ء تک برابر جاری رہی اور بالآخر اس سال مساوی حقوق قوم کو ملے اور اس طرح کاشتکاروں کو بھی حکومت یعنی پارلیمنٹ میں داخل ہونے کا موقع ملا اور اب ڈنمارک میں سیاسی قوت بالکلیہ کاشتکاروں کے ہاتھ میں ہے اور پارلیمنٹ میں ان کی تعداد اکثریت سے ہے۔

اس سیاسی جنگ کا حال جو ۱۸۶۶ء سے ۱۹۱۵ء تک مختلف پارٹیوں کے درمیان ڈنمارک میں جاری رہی اور جس میں کاشتکاروں نے بھی حصہ لیا اور کامیابی حاصل کی نہایت دلچسپ لیکن طوالت کے خیال سے میں اس کو ترک کرتا ہوں۔

جس وقت ملک میں سیاسی ہیجان جاری تھا اور سیاسی اصلاحات انقلابات عمل میں آرہے تھے تو اس کے ساتھ ساتھ ہی کچھ لوگ ایسے بھی پیدا ہوگئے تھے جو زراعتی اصلاحات کی جانب متوجہ ہوگئے تھے اور اپنا کام کررہے تھے۔ میں نے اس مضمون کے ابتدائی حصوں میں تفصیل سے نظری اور قدرتی رکاوٹوں کا ذکر کیا ہے جو آج سے تقریباً ایک صدی قبل ڈنمارک میں موجود تھے یعنی ملک کا دریاؤں کے لیول کے تقریباً برابر ہونا۔ زمین کا کنکر ہونا ملک میں رستیلے چٹیل میدانوں اور دلدلوں کا کثرت سے وجود سمندر کی برباد کن تندہوائیں۔ ذرائع آبپاشی کا فقدان۔ سوکھی خرابی وغیرہ۔ اب میں بیان کرتا ہوں کہ ان مشکلات کا مقابلہ ایک ایک کرکے اہل ڈنمارک نے کس طرح کیا اور کیوں کر کامیابی حاصل کی اور ۵۰ یا ۶۰ سال کی مدت میں ڈنمارک کو یورپ کا بہترین زراعتی ملک قرار دیا۔ جب محبان قوم اور بہی خواہان ملک نے ملک کے ان قدرتی مشکلات اور اس خسارے پر غور کیا جو ملک اور ہاسٹن کے جرمنی کے قبضے میں چلے جانے سے عاید ہوا تھا تو انہوں نے فوراً یہ رائے قائم کی کہ ملک کو ایسے آزاد تنظیمی تباہی سے بچانے کی صرف ایک ہی صورت ہوسکتی ہے، وہ یہ ہے کہ موجودہ زمین کو قابل کاشت کیا جائے اور مکمل ایکر اس کام میں لگائے جائیں۔ اور اہل وہ خصوصاً طبقہ متزلزل کو بشہروں کی طرف پریشان حال بھاگے جارہے ہیں پھر کاشت میں مشغول کیا جائے اور ان میں اور ان کی آنے والی نسلوں میں زمین کی محبت اور زمین کی قدر و قیمت پیدا کیجائے چنانچہ ان ہستیوں نے ایسا ہی کیا اور کامیاب ہوئے۔

جہاں آج سے ۵۰ یا ۶۰ سال قبل چٹیل میدان تھے وہاں آج لہلہاتے ہوئے کھیت اور بڑے بڑے درختوں کے گھنے جنگل نظر آتے ہیں اور ان میں بابا جان بزرگ ناجیوں کی مورتیں دکھائی دیتی ہیں جنہوں نے اپنی عمریں اس کام کیلئے وقف کردی تھیں اور بلا کسی قسم کے اجر و صلے کے محض خوشی نجات کے لئے اس مشکل کام کا بیڑا اٹھایا تھا۔

(۱) سب سے پہلے جو کام شروع کیا گیا وہ پریری زمین اور دلدلوں اور ریتلے میدانوں کو قابل کاشت بنانے کا تھا۔

اٹھارویں صدی کے وسط میں اس کام کا آغاز ہوا اور کئی آزمائشیں کی گئیں لیکن ناکامیاب رہیں۔ شمالاً ان میں ایک آزمائش یہ تھی کہ حکومت کی مدد اور منظوری سے ۱۷۵۵ء میں ایک ہزار جرمن اس کام کے لئے بلوائے گئے اور پولینڈ میں ایک بہت بڑا رقبہ انہیں دیا گیا۔ ان کے لئے سرکاری طور پر مکانات بنائے گئے اور انہوں کہا گیا کہ یہاں آباد ہوں اور افتادہ زمین کو قابل کاشت بنائیں۔

اہل ڈنمارک کی یہ کوشش بلے سود ثابت ہوئی۔ بوجہ اور آب و ہوا اور دوسرے بہت کن خیالات سے جرمن بہت جلد گھبرا گئے اور رو بفرار ہوئے۔ میں نے اپنے دورے میں ان مکانات کا معائنہ کیا جن کے اطراف اب کافی قدیمی زمینات اب خود اہل ڈنمارک کی جدوجہد کی کوششوں سے سرسبز بنے ہوئے ہیں اور ایک بہت بڑے تاریخی واقعہ کو یاد دلاتے ہیں۔

اس کے بعد اور بہت سی کوششیں حکومت نے کیں لیکن سب ناکامیاں گئیں یہاں تک کہ ایک نیا طبقہ پیدا ہوا جس کا رہنما اور لیڈر کرنل بی۔ ایم ڈیلگاس تھا۔ ایں گروہ کے لوگ تقریباً موجودہ صدی کے شروع سے واقف اور ماہر تھے اور انہوں نے از سر نو ایک باضابطہ جنگ شروع کی۔

کرنل ڈیلگاس کو جو سرکاری فوج کا ایک انجینر تھا حکومت نے حکم دیا کہ وہ پولینڈ میں ایک بڑی سڑک بحری کی تعمیر کرے جو پولینڈ کے بعض مشہور مقامات کو ملا سکے۔ ڈیلگاس جب اس سڑک کی تعمیر میں مشغول تھا تو اس کے ذہن میں خیالات پیدا ہوئے کہ پھر کوشش کی جائے اور اس سلسلے کو شروع کرنا چاہئے اور اس کام کے لئے ایک سوسائٹی قائم کرنی چاہئے جس کے اراکین اہل ملک ہوں اور بقدر ضرورت حکومت سے امداد لی جائے۔ چنانچہ اس ارادے کے اس نے عملی جامہ پہنایا اور ۱۸۵۴ء میں اس نے اور اس کے ساتھیوں نے جن میں قابل الذکر مورپیر۔ پیسرسن۔ وادین اور مارول ہیں ایک سوسائٹی قائم کی اور اس کا نام

Danish Health cultivation Society رکھا۔ اس سوسائٹی کے مقاصد حسب ذیل قرار دئے گئے۔

(۱) ویران زمینات کو آباد کرانا اور جنگل میدانوں میں درخت لگانا۔

(۲) افتادہ اور کمزور زمینوں کو مختلف طریقوں سے قابل کاشت بنانا۔

(۳) دلدلوں کو خشک کرانا اور پیٹ کی صنعت کو ترقی دینا۔

(۴) آبپاشی کے ذرائع پیدا کرانا اور دریاؤں کے پانی کی سطح کو زمینات متصلہ سے نیچے کرانا۔

ابتداً اس سوسائٹی کی مخالفت کی گئی۔ چونکہ پچھلے تجربے تلخ ہو چکے تھے اس لئے اس سوسائٹی کے اغراض و مقاصد کو لوگوں نے بدگمانی سے دیکھا اور مضمحل اثر لیکن ڈیلگاس کی شخصیت اور ہمت نے ملک کی مخالفت کو بہت جلد موافقت سے بدل دیا اور کسانوں کی ہمدردی حاصل کی اور ایک قلیل عرصے میں ممبرین اور دوسرے لوگ جوق جوق اس سوسائٹی کے رکن ہونے لگے۔

۱۹۱۲ء میں اراکین کی تعداد ۵۰۰۰ تھی اس وقت اس سوسائٹی کے ۱۲۰۰۰ اراکین ہیں اور ایک حصے کی قیمت (۵) کرونر ہے۔ ہر ایک ممبر جتنے چاہے حصص خرید سکتا ہے۔ چنانچہ بعض اراکین ایسے ہیں جنہوں نے ہزار ہزار حصص خریدے ہیں۔ اس وقت سوسائٹی کی سالانہ آمدو ملیون کرونر ہے۔

سوسائٹی کے قائم ہوتے ہی درختوں کے لگانے کی کارروائی شروع ہوئی تھی اور سوسائٹی نے دو لاکھ اس ہزار ایکر کے رقبے پر جنگل لگانے کے کام کا ذمہ لیا تھا جس وقت تک ایک لاکھ ۶۵ ہزار ایکر پر درخت لگائے گئے ہیں ۱۸۸۹ء میں حکومت نے جب دیکھا کہ اکیلے کا بنا ہوا تو امداد دی۔ نئے درخت لگانے کے علاوہ سوسائٹی نے کم قیمت پر کسانوں اور خوش باش لوگوں کو درخت فروخت کئے تاکہ کسان اپنے کھیتوں کے اطراف خصوصاً اس جانب جدھر سے سمندر کی ہوائیں آکر کاشت کو برباد کرتی تھیں ان درختوں کو لگائیں اور اس طرح ہواؤں اور کھیتوں کے درمیان ایک دیوار قائم کریں۔ خوش باش افراد کو درخت اس لئے دئے گئے کہ وہ اپنے اپنے مکانوں کے ساتھ باغ لگائیں۔ ان اغراض کے لئے کئی سال تک سالانہ ۱۰ یا ۱۲ ملیون درخت سوسائٹی نے تقسیم کئے۔ ۱۹۰۶ء میں صرف پولینڈ میں افتادہ زمینات ۲۰ فیصد تھیں اور اب ۸ فیصد رہ گئی ہیں۔ باقی آئندہ

Dear

جدید ترکی

ترکی مشرق کا ساتھی دیگی یا مغرب کا؟

ترکی سیاست بمقابلہ یورپ

(مترجمہ۔ محمد مظہر اللہ صدیقی)

آخری خبریں مظہر ہیں کہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اپنا وہ تفصیلی خطبہ سنا دیا جس کی قوم منتظر تھی اور جس کے سنانے میں چھبیس گھنٹے صرف ہو گئے۔ دوران خطبہ میں وہ تمام امور اور واقعات بیان کر دیئے گئے جو حکومت کی سیاسیات، انتظامات اور اجتماعیات سے متعلق ہیں اور جو جنگ عظمیٰ کے زمانہ سے اب تک پیش آ چکے ہیں۔ یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں کہ ترکی سے یورپ پہلے بھی خوف زدہ تھا اور اب بھی ہے اور اسی کو اس بات کا یقین ہے کہ مشرق و مغرب کے مابین اگر کوئی بھاری جنگ چھڑ جائے تو ترکی طبعاً مشرق کا ساتھ دیگی۔ باوجود اس کے کہ وہ ارباب سیاست جو تمام امور پر عقل مندی اور خبرداری سے نگاہ رکھتے ہیں مشرق و مغرب کے مابین اس قسم کی جنگ چھڑنے کا احتمال نہیں رکھتے۔ لیکن اگر جنگ چھڑ بھی جائے تو وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ترکی مشرق کے ساتھ مجموعہ کر لیگی۔ کیونکہ اس وقت ترکوں کی سب سے زیادہ جدوجہدی ہے کہ ملک کی اندرونی اور بیرونی فضا امن و امان سے اجاگر ہو جائے جمہوریت ترقی پائے اور اس کے مدارج بلند ہوں۔ ترکی اور دیگر دول مغرب کے درمیان اگر کوئی چیز متنازع فیہ بھی تو ترکی نے غیر نکلی مراعات کو مناکر اس کا حساب چوکتا کر دیا ہے اور اس طرح مغربی ممالک کے دوش بدوش کھڑے ہونے کا اس نے بھی حق حاصل کر لیا ہے۔

ترکی کے موجودہ ارباب بست و کشاد نے سلطنت عثمانیہ کی پرانی سیاست کو چھوڑ کر اس کی جگہ اپنی جمہوریت کی بنیاد رکھی ہے اس کی تمام توجہ شش جہتی ہے کہ اس عمارت کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ اس کے معماروں نے آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ اس جمہوریت نے آزادی کی ہوا کھانے اور غیروں کے مزاحمت کا جڑ اپنی گردن سے اتار پھینکنے کے ساتھ ہی اپنے داخلی اور خارجی حالات کی اصلاح اور درستی کی طرف توجہ شروع کر دی۔ اور یہ اس گر کو سمجھتی ہے کہ جب تک کہ وہ عزت دلوں کے لئے دماغ کے ساتھ ساتھ تمام حکومتوں کیساتھ مساوات سے پیش نہ آئے اس وقت تک اس کی زیست کی توقع نہیں۔ اور اس کے زندہ دار قومی رہنما کے دل میں کبھی یہ خیال نہیں گذرا کہ مغرب سے لڑائی مول لینے کے ارادہ سے مشرقی اقوام سے دوستانہ معاہدہ کرے۔ اور اسی لئے وہ اس بات سے انکار کرتے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس پر زور دیتے ہیں کہ یورپ کے دیگر اس قسم کے جو کچھ خطرات گذر رہے ہیں وہ محض خرافات اور بعید از حقیقت ہیں جو لوگ آج کل ترکی اخبارات دیکھتے ہیں وہ ان میں یہی لکھا ہوا پائینگے کہ ترکوں کی یہی خواہش ہے کہ وہ امن و دوست بنے رہیں اور امن ہی کے لئے کوشش کریں۔ چنانچہ اخبار ملیت نے معاہدہ لوزان پر چار سال گذرنے کے بعد ایک مقالہ شائع کیا ہے جس میں ان واقعات کی تفصیل پیش کی ہے جو خصوصاً عبدالہ مدرس کے ملے جانے اور معاہدہ سیورے پر دستخط ہو جانے کے بعد ترکی میں پیش آئے ہیں۔ اس کے بعد اخبار مذکور نے ترکی کی ان مساعی اور ایثار کا ذکر کیا ہے جو اس نے امن و امان اور امن پسندی کے مطالبات کے مخافت کی خاطر کیا۔ یہ کوئی مخفی بات نہیں کہ معاہدہ لوزان کی گفت و شنید کا آغاز نومبر ۱۹۲۲ء میں ہوا اور فروری ۱۹۲۳ء میں اس کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ اور ترکی نمائندے جن کے صدر عصمت پاشا تھے ترکی حقوق کے ثابت کرنے اور ان کو منوانے کے لئے رات دن ایڑی چوٹی کا زور لگاتے تھے عثمانی قرضہ جات اس معاہدہ کی راہ میں روڑا اٹکاتے تھے لیکن ترکی نمائندوں نے محض اپنے اخلاص کی بدولت اس دشواری پر بھی قابو پا لیا۔ چنانچہ اس سال ۲۴ جولائی کو اس معاہدہ پر دستخط بھی ہو گئے۔

اخبار جمہوریت معاہدہ مذکور کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ بدیہ ترکی کے عہدوں اب بالکل واضح ہو چکے ہیں۔ جسطرح اس کے ان حقوق کا جو ہیروں تلے روندے گئے تھے اب کامل طور پر تصفیہ ہو گیا ہے"

حقیقت تو یہ ہے کہ ترک زمانہ دراز سے اجانب و اغیار کے جتھہ میں قیدیوں کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے رہے اور اس کی وجہ وہی مراعات و حقوق تھے جو اجانب کو ترکی میں حاصل تھے اس کے بعد اخبار مذکور لکھتا ہے کہ جس طرح طرطلی بونا کا وہ جنگی معرکہ جیتے یونان پر ترکی کی فتح کا فیصلہ کر دیا تھا اسی طرح یہ دوسرا معرکہ طرطلی بونا کا تھا جو سوئٹزرلینڈ میں درپیش ہوا اور جس پر ترکوں کو سیاسی فتح حاصل ہوئی اور اس وقت سے انہوں نے اجنبی ممالک کے مراعات و حقوق کا قلع قمع کر دیا"

ترکی اخبارات کے مجمل بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ حکومت رنگوں نے جب خود کو دیگر دول یورپ کے ساتھ ایک ہی سیاسی ساوات کی صفت میں لا کھڑا کیا تو اس کے بعد کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ خواہ مخواہ ان حکومتوں کے خلاف کوئی تدبیر کرے۔ بلکہ برخلاف اس کے وہ ان کیساتھ تقریر و تحریر کے ذریعہ خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ترکی رہنماؤں نے اپنے لئے جو ضابطہ تیار کیا ہے یہی ہے کہ مغربی حکومتوں کے ساتھ اپنے صلح و اخلاص اور دوستی کے تعلقات ہمیشہ برقرار رکھیں۔ اخبار جمہوریت بار بار اپنے کالموں میں لکھتا ہے کہ ترکی کے نامہ نگار مقیم لندن نے لکھا ہے کہ توفیق رشدی بک وزیر خارجیہ ترکی نے اس کے سامنے حسب ذیل تصریحات کی ہیں۔

وہ تمام باتیں اور قصے جو مغرب کے مقابلہ میں ایشائی اقوام کے اتحاد و اتفاق کے متعلق بیان کئے جاتے ہیں سب کے سب بے سر و پا اور اصلیت سے دور ہیں ہم اس طرح کے اتحاد سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے۔ کیا اب ہمارا ایشائی اقوام کے کوئی متعلق رہا ہے؟ ..... کیا ان کا تعلق ہے؟ نہیں کیونکہ اقوام ایشائی کی زبانیں تو چھپالیس سے زیادہ ہیں جنسیت کا تعلق ہے؟ یہ بھی نہیں بلکہ ہنگروی اور فنلینڈی ہمارے جنسی بھائی ہیں کیا دوستانہ تعلقات قائم ہیں؟ نہیں ایسا بھی نہیں۔ چنانچہ اہل آیران ہمیشہ ہمارے مخلص رہے اور ان کے ساتھ جو ہماری لڑائیاں ہوئی ہیں ان سے اس بات کی تصدیق ہو سکتی ہے اب رہیں دوسری ایشائی قومیں۔ وہ ہم سے اس قدر دور ہیں کہ اگر ہم پر کوئی آفت آجائے تو نہ تو ہمیں ہماری مدد کر سکتا ہے اور نہ ہندوستان یا افغانستان کو ہی اور ایشائی قوم۔ کیا یہ تمام اسباب اس امر پر دلالت نہیں کرتے کہ ہمارا ہی تمام مصالح یورپ سے

ساتھ صلح و آشتی ہی پر منحصر ہے؟"

تو فیق رشدی بک نے "اخبار وقت" کو جو انٹرویو دیا ہے اس سے چھپتا ہے حسب ذیل بیان دیا ہے:-

ہر وہ معاہدہ جو بلقانی اقوام میں ملے پائے اور ہم اس سے مستثنیٰ کر دئے جائیں۔ ہمارے تر دیک ہماری بھی ہوئی دشمنی کے مرادف ہوگا۔ اور ایسی صورت میں ہم اپنی حفاظت کا پوری طرح سے بندوبست کر لینے تاکہ ہم کو کسی غیر متوقع جنگ سے دوچار ہونا نہ پڑے اگر بلقانی اقوام ترکی کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کرنا چاہتی ہیں تو اس کے لئے حسب ذیل شرائط ہیں کہ:-

(۱) یہ معاہدہ کسی مخرش حکومت کے خلاف بطور آلہ کار کے نہ ہو۔

(۲) کسی اور حکومت کا بھی آلہ کار نہ ہو۔

(۳) یہ معاہدہ بلقان کی کسی حکومت کی اس طرح سے مدد نہ کرے جس سے کسی دوسری بلقانی حکومت کا نقصان ہو۔

یہ خلاصہ ہے اس سرکاری بیان کا جو ترکوں کے وزیر خارجہ نے اخبار "وقت" کو دیا۔ اور فی الحقیقت یونانی اخبار ایمن کو ترکی کے حالات سے بہ نسبت دیگر اقوام کے حالات سے زیادہ دلچسپی ہے ان کا بیان ہے کہ حکومت ترکی در پردہ اس کوشش میں ہے کہ وہ البانی یوگوسلیویا یا کمرانہ کو بلقاریہ کے ساتھ کوئی دوستانہ معاہدہ کرلے۔ اور اس طرح سے ترکی ہوا رہی ہے کہ اس (یعنی ترکی) نے البانی کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کر لیا ہے لیکن اس صورت میں جبکہ یہ تمام اقوام ہم ہیں ان کی طرف توجہ و التفات بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ احتمال تو زیادہ تر اس بات کا ہے کہ یوگوسلیویا کے ساتھ ترکی دوستانہ معاہدہ کر لیگا کیونکہ خطرہ ہی ایسی چیز ہے جو دلوں میں محبت اور جماعتوں میں ملاپ پیدا کر دیتا ہے۔ اور ترکی اور یوگوسلیویا دونوں جانتے ہیں کہ اطالوی قاشم ہی وہ سب سے بڑا خطرہ ہے جو ادریاٹک اور ایشائے کوچک کے ملاقوں کو عبور کر رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ترکی اور یوگوسلیویا کے مابین قریبی تعلقات قائم ہو جائیں تو دونوں کے حق میں بہت مفید اور مسترت ہوگا لیکن یہ امر بہت بعید ہے کہ اگر ترکی اور اٹلی میں کوئی جنگ چھڑ جائے تو یوگوسلیویا جانبین میں سے کس کا ساتھ دیگا۔ اور اگر ترکی کا بقائی حکومت کے ساتھ ہو جائے تو اس میں اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ وہ اس کو عزلت سے نکال لیگی جس میں وہ اب تک پڑی ہوئی ہے۔ اور بحر متوسط کی سیاست کے متعلق انگلستان اور اٹلی کے جتھے کے مقابلہ میں فرانسیسی اور یوگوسلیوی متحدہ مضبوط اور زور دار ہو جائے گا۔

جو شخص انگورہ اور آستانہ کے اخباروں کا مطالعہ کرے وہ اُن کے ذریعہ حکومت ہائے بلقان میں دوستی و صلح کی روح پائیگا جس میں بلغاریہ بھی شریک ہے۔ اخبار "ملت" نے جو انگورہ سے شائع ہوتا ہے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اخبار مذکور لکھتا ہے کہ ہمنے وہ پُر اثر مباحث بے پائی کر دیا جو ہمارے اور بلغاریہ کے مابین تصفیہ طلب تھا۔ اور آج جو ہمارا کیفیت ہے وہ اس کیفیت کے برعکس ہے جبکہ زمانۂ جنگ بلقان ایک دوسرے سے لڑائی کے وقت تھی۔ یا اسوقت جبکہ ہم بہ دوران جنگ بلغاریہ اپنے مشترک دشمن کے مقابلہ میں ایک دوسرے کی جانب سے بنرد آزما تھی گر رہے تھے۔ آج ہم کو معلوم ہو گیا ہے کہ ترکی اور بلغاریہ کا عثمانی معاہدہ ہمارے اُس کے تعلقات کو اور بھی خوشگوار بنا دیگا اور ترکی کی راے عامہ بلغاریہ کے ساتھ دوستی و مصالحت کے مظاہرہ کا خیر مقدم کریگی اس لئے کہ جانبین کی تقریری اور حسن نیت اُس کا دارومدار ہے۔"

آستانہ کے اخبارات نے اس بارے میں بہت کچھ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اس میں ترکوں اور بلغاریہ کے ہر دوستانہ مظاہرہ کو خوش آمدید کہی گئی ہے۔ اور یہ کھلی ہوئی دلیل ہے اس بات کی کہ ترکوں پر یہ جو الزام دھرا جا رہا ہے کہ وہ مغرب سے مقابلہ کے لئے البانی اقوام کا ایک جتھا قائم کرنا چاہتے ہیں سراسر غلط ہے۔ ترکوں کا تو سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ وہ ہر ممکن طریقہ سے ہمسایہ اقوام امن و امان کے کیلئے وقائع کریں اور بالخصوص مغرب کے ساتھ بہتر تعلقات پیدا کریں۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشاہ نے آٹھ سال کے بعد جو آستانہ کا سفر کیا تھا اس کی تمہید میں اخبار فری جیورنے لکھا تھا کہ:-

"وہی آستانہ جو گذشتہ چھ صدی تک آل عثمان کا عظیم الشان دارالحکومت رہ چکا ہے آج اس پر نیا دارالحکومت کی چھاپ ہوئی ہے۔ کیونکہ مصطفےٰ پاشاہ کی سیاست نے جو اس اصول پر قائم ہے کہ۔ ہم ترکی ترکوں کے لئے ہے" فیصلہ کر دیا کہ دارالحکومت قلب اناطولیہ میں منتقل کر دیا جائے تاکہ جمہوریت اس سیاست سے متاثر نہ ہو جو پہلے سے اپنی نفوذ و اثر کے تحت تھی اور ہے جسکے یہ معنی ہے کہ دارالحکومت بدل گیا ہے آستانہ کی حیثیت ایک درجہ دوم کے شہر کی ہو گئی ہے۔ اس کی شان و شوکت کم ہو گئی ہے اور اس کے مستقبل سے جو توقعات وابستہ تھیں وہ سب یا مال ہو چکی ہیں۔ اور باوجود اس کے یہ شہر اپنی ظاہری تبسم میں مخرش زندگی کی پوری طرح تقلید کرتا تھا لیکن ایک مجلس بیگانہ ان مصنوعی نظاروں کے اندر اخلاص بد امنی اور پستی کا سماں ملاحظہ پر لگا سکتی تھی۔

اور یہ ایک تکلیف دہ بات ہے کہ اس خوبصورت شہر کی اُمیدوں پر اس بری طرح پانی پھیر دیا جائے۔ لاکھ ہمدرد لوگ روڈتے ہیں کہ مصطفےٰ کمال پاشاہ نے آستانہ کے متعلق اس طرح بے رُخی برتی تو وہ دن دور نہیں بلکہ اس پر دوسروں کا قبضہ ہو جائے اور یہ بھی غیر ملکی شہروں میں شمار کیا جانے لگے۔"

ہمارے لئے یہ امر بہ نسبت مسرت بخش ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشاہ نے جنہوں نے جدید ترکی کی بنا ڈالی اور اس کے مرتبہ کو بلند کیا ہے "اپنے بے شمار کارناموں سے ثابت کر دکھایا ہے کہ وہ ایک دور بین تاریخی انسان اور وہ سیاست جس پر وہ اب تک کاربند ہیں ایک متعال قدر تاریخی اور عمرانی تجربہ ہے اور جسکی کامیابی کی پوری طرح توقع ہے۔ اس۔ یہ ضرور ہے کہ غازی نے اپنی سیاست میں نہایت ہی حزم و احتیاط اور سختی سے کام لیا جو استبداد کے تنگ جگہ ہوگئی تھی لیکن حقیقت یہ استبداد حکمت آمیز اور مخلصانہ جب وطن پر مبنی تھا۔ وہ جانتے ہیں کہ اس نئی حکومت (جس کی داغ بیل انہوں نے ڈالی ہے) کی بقا کی اس وقت تک کوئی اُمید نہیں ہو سکتی جب تک کہ امن عامہ کو لیک نہ کہی جائے اور اس کو ہر چیز سے دور نہ رکھا جائے جو موجب فساد ہو۔ اور یہی ایک بات غازی کی ہر ہر قوم کے ساتھ تعلقات امن قائم رکھنے پر مجبور کرنے کے لئے کافی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ یونان کی یاد نئے ترکوں کے لئے دل خوش کن نہیں ہے لیکن یہ قائم یہ تحت ناپاک ریشہ دوانیوں کا مرکز اور ان بے انتہا مصائب کا باعث تھا جو ترکوں پر نازل ہوئی تھیں لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس سے لے پروا ہی برت کر انتظام لینے کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کو بھی پورپ کے آغوش میں دیدیا جائے۔

جو لوگ تاریخی واقعات سے باخبر ہیں کہتے ہیں کہ ترکوں نے نومبر ۱۹۱۲ء میں سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کر دیا مارچ ۱۹۲۳ء میں خلافت سے کنارہ کشی اختیار کی اور خلیفہ کو آستانہ سے نکال باہر کیا مالانکہ چھ سو سال سے خلفاء کی حکومت قائم تھی۔ اور باوجود اس کے کہ ترکی آج اپنے سویدائے قلب میں محکم ہے۔ اور جغرافی اعتبار سے بہ نسبت زیادہ سابق کے یہ دل مغرب سے بہت دور ہو گئی ہے وہ بچے دل متحد ہے کہ تمام مغربی طاقتوں کے ساتھ اس کے بہتر اچھے تعلقات پیدا ہو جائیں۔ اور اس کے اندرونی اور بیرونی علاقہ میں اس قائم ہے تاکہ وہ اپنے معاملات کی طرف توجہ اپنے کاروبار میں منسلک اور اپنے حالات میں ترقی کر سکے۔ یہ حکومت جنگ کے ارادہ یا مغرب کے مقابلہ میں مشرق کا ساتھ دینے کے خیال سے کوسوں دور ہے۔ بلکہ برعکس اس کے وہ یہ سمجھتی ہے کہ اقوام مشرق کے بجائے مغرب سے تقرب حاصل کرنے میں اس کا بہت بڑا فائدہ ہے اور خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ خود ان ہی (یعنی ایشائی) اقوام میں آپس میں حقیقی مصالح پر مبنی تعلق یا بھی دوستی کا رابطہ نہیں ہے۔ ایران، ہندوستان، چین، اور افغانستان کا کوئی اور ایشائی قوم حکومت انگورہ کو اتحاد نامہ نہیں بھیجتا جس قدر کہ دول مغرب اور بلقان کے ساتھ تعاون و اتحاد اس کو بھیجا سکتا ہے۔ اور اس سے ترکی کو ان ہی سے دوستی کی زیادہ تر توقع ہے۔

گذشتہ چند سالوں کے مشاہدات کی بنا پر اگر ہم جمہوریت ترکی کے مستقبل پر کوئی رائے قائم کریں تو ہمارا فرض ہوگا کہ ہم مصطفےٰ کمال پاشاہ کے اُن عظیم الشان کارنامو

ہمیں اطلاعات ترکی سے اخبار اس حرکی جمہوریت کے اخبار نے جنہوں نے جدید ترکی کی بنا ڈالی اور اس کے مرتبہ کو بلند کیا ہے" اپنے بے شمار کارناموں سے

مکالمہ سیاسیہ فلاطونیہ

جمہوریت (آٹھویں کتاب)

مترجمہ سید محمد حسن صاحب رضوی بی اے (عثمانیہ)

افلاطون ایک ایسی مملکت کا خاکہ کھینچتا ہے جو کامل واقعہ ہے لیکن عملی طور پر ایسی سلطنت کا امکان نہیں ہے۔ اس کے نزدیک بہترین حکومت اعیانی ہے اور حکومت بھی ایسی جس پر مذہبی رنگ چڑھا ہوا ہو۔ اس حکومت کی خصوصیت یہ ہونی چاہیئے کہ اس کے تحت املاک اور جائداد، اطفال اور بیویاں مشترک ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسی سلطنت بہت ہی قلیل عرصہ تک اس عالم میں زندہ رہ سکتی ہے چونکہ ایسی آسمانی مملکت کا وجود اس دنیا میں ممکن نہیں ہے اس بنا پر کراہت ہے دوسری اقسام حکومت کے اسباب وعلل اور مانعوں کو بیان کرتا ہے۔ ایک ہیئت حکومت کے انحطاط پر دوسری ہیئت حکومت وجود پذیر ہوتی ہے۔ مثلاً امراء اور فضلاء کی حکومت کے بعد فوجی اور عزت پسند لوگوں کی حکومت شروع ہوجاتی ہے اس کے بعد عدیہ یت جمہوریت اور جبریت یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ افلاطون اس کتاب میں ان کا ذکر کرتا ہے۔ مترجم۔

سقراط۔ اے گلاکن! ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کامل و اتم مملکت میں بیویاں اور اطفال مشترک تعلیم و تربیت یکساں، مشاغل جنگ و جدل بالاشتراک، حتیٰ کہ امن و امان کے تحمیل میں بھی اشتراک ہونا چاہیئے۔ سب سے زیادہ نیکوکار فلاسفہ اور شجاع ترین جنگ آزما اشخاص اس مملکت کے بادشاہ اور سلطان ہوں۔ صرف یہی ایک مکمل مملکت کی شکل ہے۔ باقی باطل ہیں۔

اور جب باطل ہیں تو غیر متحقق اقسام مملکت ہیں مجھے یاد ہے کہ یہ عقدہ ہمیں پیش آیا تھا جس میں ان کے تناسل بحث ہیں اور وہ جوان کے مشابہ ہیں عیوب سے معصوم ہیں۔ ہم پہلے غور کر چکے ہیں کہ سب سے زیادہ نیکوکار سردار ہے اور بدکار سب سے زیادہ محزون و غمگین۔

گلاکن۔ میری دلی خواہش ہے کہ آپ ان چاروں نقائص سلطنت کی قسموں کو بیان کر دیں۔

سقراط۔ میں جواب دیتا ہوں کہ وہ چار قسم کی حکومتیں ہیں اُن کے نام بھی واضح وصاف ہیں، فوجی تحمر کی حکومت تو کریٹ اور اسپارٹا میں ہے ان دونوں مملکتوں کی تعریف و توصیف عام طور پر کیجاتی ہے۔ اس کے بعد عدیدیت آتی ہے (یہ خود غرض امراء کی حکومت ہوتی ہے) اس کو اس درجہ مقبولیت حاصل نہیں ہے۔ یہ وہ حکومت کی شکل ہے جو رایئوں اور خواہشوں سے پُر ہے، تیسری جمہوریت ہے جو اطلس عدیدیت کے بعد آتی ہے، اگرچہ یہ بھی ہیئت مختلطہ ہے اور بالآخر جبریت یعنی حکومت جابرانہ وجود میں آتی ہے یہ عظیم الشان و شہرۂ آفاق ہوتی ہے اور سب سے بری ہیئت حکومت ہے۔ یہ انتظامی و بطلی اور ابتری و خرابی اس مملکت کا خاص حصہ ہے۔

دیکھو حکومتیں اتنی ہی اقسام کی ہوتی ہیں جتنی کہ انسانوں کے عادات و خصائل مختلف ہوئے ہیں بہت سی تو ایک تحمر کی ہوتی ہیں اور بہت سی دوسری قسم کی۔ ہم تو یہ فرض نہیں کر سکتے ہیں کہ مملکتیں کلاسی اور اینشاکی بنی ہوئی ہیں۔ یہ طبع انسانی کے باہر نہیں ہوتی ہیں جو آئیں مملکتوں میں آباد ہیں۔

گلاکن۔ ہاں مملکتیں ایسی ہی ہوتی ہیں جیسے کہ انسانی طبائع ہوتے ہیں۔ یہ انسانی سرچشموں سے پیدا ہوتی ہیں۔

سقراط۔ لہٰذا اگر مملکتوں کے نظامات سلطنت پانچ قسم کے ہیں تو انفرادی نفوس کے مزاج بھی پانچ طرح کے ہونگے

گلاکن۔ یقیناً۔

سقراط۔ وہ جو اعیانیت کے مشابہ ہے اور جس کو ہم بجا طور پر عادل و نکوکار کہتے ہیں۔ ابھی ابھی ہم نے ذکر کر دیا ہے۔

گلاکن۔ ہاں ہم نے کیا ہے۔

سقراط۔ لہٰذا ہم کو چاہیئے کہ ادنیٰ قسم کی فطرتوں کا بھی بیان شروع کریں جو جنگ و جدل کی طرف، اکل اور غضب طبیعت رکھتی ہیں۔ جو اسپارٹا کے نظم سلطنت کے مشابہ ہیں۔ اور اسی طرح عدیدی، جمہوری و جبری کا ذکر کریں۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ ایسی حکومت کے لئے سوائے حکومت عزت پسند کے کوئی دوسرا نام رکھوں۔ اس لئے کہ مجھے تو یہ غور کرنا ہے کہ فوجی حکومت (حکومت عزت پسند) اعیانیت سے کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ دیکھو تمام سیاسی تغیرات حکمرانی و سلطنت چلانیکی اصلی قوت کے شکست و ریخت ہو جانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک وہ حکومت جو متحد ہوتی ہے خواہ کتنی ہی چھوٹی کیوں نہ ہو اُس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

گلاکن۔ بہت صحیح۔

سقراط۔ جو شہر اس طرح نظم و تنظیم پاتا ہے اس کی شکست و ریخت بمشکل ہوتی ہے۔ لیکن غور کرو کہ ہر وہ چیز جس کا آغاز ہوا ہے اُس کا انجام بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ نظام سلطنت جو تمہارا ہے ہمیشہ ابد الآباد تک باقی نہ رہے گا بلکہ وقت آتے ہی فنا و برباد ہو جائیگا۔ دیکھو وہ نباتات جو زمین سے اُگتے ہیں۔ اور وہ حیوانات جو سطح ارض پر چلتے پھرتے ہیں ان میں سرسبزی و شادابی اور بربادی سمجھ اور روح کی مراد ہوتی ہے جب ہر ایک شے اپنے دائرہ کے محیط کو کمال پہنچتی ہے تو وہ موجودات جو ہوتوری زندگی رکھتے ہیں تھوڑے زمانہ میں مرجاتے ہیں اور جنکی حیات طویل ہوتی ہے وہ زمانہ دراز تک زندہ رہ کر فنا ہو جاتے ہیں۔ لیکن انسانی ترقی و فلاح اور فنائیت کے علم کو تمہارے حکمرانوں کی سمجھ عقل اور تعلیم و تربیت نہ حاصل کر سکیگی، وہ قوانین جو ان ملکوں میں نظم و انضباط رکھتے ہیں کوئی فہم و سمجھ میں نہ آئیں گے وہ مادہ کی آمیزش ہے یہ امر نا پسندیدگی کہ یہ لوگ ایسے نوخاستہ بنائیں گے جنکا ان کو نہ بنانا چاہیئے تھا۔

اب وہ شخص جو قربانی نسب کا ہے ایک قرن تک رہتا ہے اور اس کی پیدائش میں الٰہی اسرار شامل ہے اس لئے کہ ایسا شخص جو اطفال نومولود کے اچھے بُرے ہونے پر گرانی و تفرقہ رکھتا ہے اس لئے جب تمہارے محافظین قانون پیدائش اطفال سے ناواقف ہیں اور انہوں نے نامناسب اور غیر موزوں دولہا دولہن میں اتحاد کرا دیا تو اطفال نیک اور عمر قسمت نہ ہوں گے اگرچہ اُن میں کے بہترین افراد کو اُن کے پیشرو اشخاص نے معزز کیا ہے۔ تاہم یہ اطفال اپنے آباؤ اجداد کی جگہ لینے کے قابل نہ ہوں گے اور جب وہ اطفال سب سے زیادہ ذمہ داری کے مناسب نہ ثابت ہوں گے اور بطور محافظین قانون کے برسر اقتدار آئینگے وہ ہماری محافظت و خبر گیری کرنے سے عاجز و قاصر رہیں گے۔

پہلا کام تو یہ لوگ کریں گے کہ موسیقی کی تعلیم و تربیت و اہمیت گھٹا دیں گے اور ورزش و ریاضت سے غفلت

اس طرح تمہاری مملکت کے نوجوان افراد بہت کم تربیت یافتہ ہوں گے اور آئندہ نسل کو وہ حکمراں مقرر کرے گا جو نکمے ہوں گے جن میں محافظت کی قوت مفقود ہے (کذا فی الاصل) ہیڈ کا قول ہے کہ "آئنی فائنی نسلیں چار قسم کی ہیں ایک سونے کی دوسری چاندی کی، تیسری تانبے کی اور چوتھی لوہے کی"

اس طور پر وہ نسل جو لوہے کی قسم سے ہے چاندی کے ساتھ ترکیب پائیگی اور وہ نسل جو کہ سونے کے ہے اس نسل کے ساتھ وہ نسل ہوتا ہے کے مثل ہے مرکب ہو جائیگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اختلاف و افتراق، عدم مساوات بے تعاملگی و بے ترتیبی پیدا ہوں گے یہ سب باتیں ہمیشہ تمام مقامات پر نفرت و عقارت و لڑائی جھگڑے کے اسباب ہوا کرتی ہیں، ہر کو معلوم ہے جب اختلاف پیدا ہوتا ہے اس وقت دو قوموں میں مختلف راہیں اختیار کرتی ہیں۔ وہ قومیں جو مبنز لوہے (تانبے کے ہیں دھن دولت) روپیہ پیسہ (اراضی) مکانات سونے چاندی کے حاصل کرنے پر ٹوٹ پڑتی ہیں لیکن وہ قومیں جو سونے چاندی کے مشابہیں جن کو روپیہ پیسہ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حقیقی غنا اور دولت خود اپنی فطرت میں رکھتی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ مائل بہ نیکو کاری ہیں اور اشیاء کی قدیم ترتیب و نظم کی جانب ان کا میلان ہوتا ہے۔

ان دونوں میں کشمکش ہوتی ہے۔ اور آخر الامر وہ نیک لوگ راضی ہو جاتے ہیں کہ اپنے اراضی و مکانات کو انفرادی مالکوں کے درمیان میں تقسیم کرالیں اور اس طرح ان لوگوں نے اپنے دوستوں اور معاونین کو غلام بنا لیا ہے جنکی انہوں نے بحالت آزادگی حفاظت کی تھی اب وہ رعایا و ملازمین بن گئے۔ اور وہ خود جنگ میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنے دشمنوں کی محافظت پر کمربستہ رہتے ہیں۔

گلاکن۔ میرا خیال ہے کہ تم نے صحیح طور پر تغیر و تبدل کے ماخذ کا تصور بیان کیا ہے۔

سقراط۔ جدید حکومت جو اسطور پر پیدا ہوئی ہے، کیا یہ اخلاقیت و حدیدیت کی درمیانی صورت ہوگی؟

گلاکن۔ صحیح۔

سقراط۔ جدید مملکت ایک حد تک تو مشابہت اخلاقیت سے رکھیگی اور کسی حد تک حدیدیت کی پیروی کریگی۔ اور چند خصوصیات سے متصف ہوگی۔

گلاکن۔ صحیح۔

سقراط۔ وہ عزت و وقار جو حکمران اشخاص کو جدید حکومت دیگی وہ اخلاقیت کے مشابہ ہوگا۔ زراعت و دستکاریوں کے پیشے اور تجارت عام طور پر سپاہیوں کے لئے ممنوع رہیں گے اور کھانے پینے کا انتظام بھی مشترک رہیگا۔ اور وہ حکومت ورزش و ریاضت اور فوجی تربیت پر توجہ کریگی۔ ان تمام صورتوں میں مملکت اخلاقی سے مشابہت رکھیگی۔

گلاکن۔ صحیح۔

سقراط۔ لیکن اس حکومت کو یہ خوف دامنگیر ہوگا کہ کہیں فلاسفر یہ سربراقتدار آجائیں اس لئے کہ یہ تو سیدھے سادھے متین و سنجیدہ نہیں رہے ہیں۔ بلکہ مرکب عناصر سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اُن سے توجہ ہٹا کر ان لوگوں پر توجہ ہوگی جو پُرغضب اور پُرجوش سیرتیں رکھتے ہیں۔ جو اطبع لڑائی جھگڑے کے لئے سوزدن ہیں اور امن و آرام پسند نہیں کرتے ہیں اور وہ لوگ جو بیکار دعا کرتے اور چالاکیوں کی قدر و قیمت کا اندازہ لگاتے ہیں، اور اس طرح ہمیشہ لاحاصل جنگ و جدل کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں۔ یہ مملکت بہت ہی عجیب و مخصوص حیثیت رکھتی ہے۔

(باقی آئندہ)

مضمون کب لکھنا چاہئے؟

کسی انگریزی اخبار نے مشہور انشاء پرداز دن اور مصنفین سے مضمون نویسی کے لئے مناسب اور بہترین وقت دریافت کیا تھا جس کے جواب میں کئی ایک انشاء پردازوں نے اپنی رائے لکھ بھیجی جن میں سے چند کی حسب ذیل آرا اور تجربات ہیں:۔

سر سیزو لکھتے ہیں کہ:۔

مضمون نگاری کے لئے بہترین وقت میری رائے میں رات کا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں ہر ایک کو رات کے وقت لکھنے کا مشورہ دیتا ہوں بلکہ اپنی نسبت یہ کہہ سکتا ہوں کہ گذشتہ پچاس سال سے میری یہی عادت رہی ہے۔ اور اب اس عادت کو بدلنا مشکل ہو گیا ہے:۔

مسٹر واٹسن کو کو قسطنطنیہ سے لکھتے ہیں کہ:۔

میرے خیال میں انشاء پردازی کے لئے مناسب ترین وقت موسم سرما میں شب کے گیارہ بجے سے سحر تک کا ہے میں شب کا کھانا ساڑھے آٹھ بجے کھا لیتا ہوں اور دس بجے سو جاتا ہوں پھر ایک گھنٹہ کے بعد اٹھ کر صبح کے چار بجے تک لکھنے میں مصروف ہو جاتا ہوں اگر کبھی چار بجے سے آٹھ بجے تک سو رہتا ہوں تو بھی میرا دماغ اس سے فراغت کے بعد اپنے دوسرے کاروبار میں مشغول ہو جاتا ہے لیکن ہمیشہ گرمیوں میں صبح کے چار بجے سے دن کے گیارہ بجے تک لکھتا پڑھتا رہتا ہوں پھر اس کے بعد غسل کے پانچ بجے سے چھ بجے تک ناشتہ کھانے ہوتے ہیں۔ تمام مسائل میں متعلقہ علماء سے فتوی ہوتا ہے کھانا کھانے کے وقت موسیقی نہیں ہوتی لیکن جب کبھی مہمان کیساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو سوت موسیقی سے حاضرین کی سامعہ نوازی کی جاتی ہے۔ پہلے شاہ اس کے بعد ملکہ نیکم اور پھر دوسرے اُن نیز سے اُٹھتے ہیں اور کمرہ استقبال میں گیارہ بجے تک ملیٹے ہیں ہیں۔ اس کے بعد اشاعت کے لوگ اور اراکین خاندان رخصت

طویل عمر کی علامتیں

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ طویل عمر اور کم عمر لوگوں میں کوئی ما بہ الامتیاز نظر نہیں آتا حالانکہ یہ غلط ہے طویل عمر والوں کی علامتیں سب ذیل ہیں:۔

(۱) آلات تنفس، تنفس، اعضاء مہضم اور دماغ طویل ہو۔ اگر ایسا ہوگا تو کمر لانبی اور ہاتھ پاؤں چھوٹے ہوں گے۔

(۲) ہتھیلیاں لانبی، انگلیاں چھوٹی اور پتلی ہوں۔

(۳) آنکھوں کی پتلیاں نیلگوں، ابھری یا سیاہ ہوں۔

(۴) نتھنے بڑے ہوں کیوں کہ اگر یہ بڑے ہوں گے تو تنفس اچھا رہیگا۔

(۵) پیٹ لانبا ہو اس کے لانبے ہونے کی نشانی یہ ہے کہ آدمی بیٹھنے کے وقت لانبا اور کھڑے رہنے کے وقت پست قد معلوم ہو۔

(۶) دماغ بہت عمیق ہو اور اس کے عمیق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کان کشادہ ہوں۔

کہتے ہیں کہ عورت کی عمر مرد کی عمر سے زیادہ ہوتی ہے اور اعداد و شمار سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

(الطائفۃ المصورہ ۴ مئی)

شاہ انگلستان کے آداب طعام

شاہ انگلستان کے طعام خانہ میں ملازمین کہاں کے کیا قدیم رسوم رائج ہیں۔ اس کے ایک حاصل بوسیغام میں نظر آتے ہیں جب شاہ جارج ولی عہد تھے اس زمانہ میں ڈنر پر صرف تین لیکن آجکل آٹھ خادم حاضر رہتے ہیں شاہ موصوف ۸ بجے ڈنر پر بیٹھ جاتے ہیں اور مہمان کے آنے کے چند منٹ قبل ان لوگوں کو اطلاع دیدی جاتی ہے جو شاہ کیساتھ ہم طعامی کی عزت حاصل کرنے والے ہوں۔ وہ طیس شاہ انگلستان ان کے متعال ملکہ نیکم اور ان کے اطراف خاندان شاہی کے اعلیٰ ارکان اور اراکین کے لوگ بیٹھتے ہیں شاہ پون گھنٹہ سے زیادہ دیر تک میز پر نہیں بیٹھتے بجز ان موقعوں کے جبکہ دوسرے مہمانوں کے ساتھ تناول طعام کریں میز پر اہلعدد مرغ چھ رنگ کے کھانے ہوتے ہیں۔ تمام مسائل میں متعلقہ علماء سے فتوی ہوتا ہے کھانا کھانے کے وقت موسیقی نہیں ہوتی لیکن جب کبھی مہمان کیساتھ کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تو سوت موسیقی سے حاضرین کی سامعہ نوازی کی جاتی ہے۔ پہلے شاہ اس کے بعد ملکہ نیکم اور پھر دوسرے اُن میز سے اُٹھتے ہیں اور کمرہ استقبال میں گیارہ بجے تک ملیٹے ہیں ہیں۔ اس کے بعد اشاعت کے لوگ اور اراکین خاندان رخصت

شعر و سخن

جذبات

از مولوی وحید الدین سلیم
پروفیسر ادبیات اردو عثمانیہ یونیورسٹی

تو کبھی نکتہ چیں گر سببِ گریباں ہوگا
دل کے ہنگامۂ خاموش سے حیراں ہوگا

کر لیا جب بت پندار کو سجدہ دل نے
پھر سمجھ لے کہ یہ کافر نہ مسلماں ہوگا

اپنے دل کو تو ذرا چیر کے دیکھ اے غافل!
اس صدف میں بھی کوئی گوہرِ غلطاں ہوگا

دیکھ اے یاس! نہ کر تیغ سیہ تاب علم
خونِ جذبات سے رنگیں ترا داماں ہوگا

پڑ گئی ایک کرن بھی ترے جلوہ کی اگر
دل کی دنیا میں بپا نور کا طوفاں ہوگا

آستاں میرا تجھے مشتِ خس آہی نظر
ایک دن برق سے یہ وسعتِ گریباں ہوگا

قافلے روز ازل سے ہیں ستارے دیکھے روں
کب نشانِ منزلِ مقصد کا نمایاں ہوگا۔

تو نہیں جوہر قابل کا شناسا۔ ورنہ
ابر نیساں ترے ہر قطرہ میں پنہاں ہوگا

صاعقہ تو جسے سمجھا ہے نگاہِ غافل!
میرے افسانۂ دل کا کوئی عنواں ہوگا

موت کا لمحہ ترے عشق میں گزرا جس پر
وہ حیاتِ ابدی سے بھی پشیماں ہوگا

ہم ترتپتی سی کرن مہر کی سمجھیں ہیں اُسے
کوئی ہوگا جو ترے قہر سے لرزاں ہوگا

غزل

شیخ صالح بن عمر صاحب صالحی
(دلا) اورنگ آبادی

تو جو دل میں ہے تو آنچہ سے تنہائی کر
اب تو آہوں سے نکل انجمن آرائی کر

اپنی تخیل کے ہر خواب کو تعبیر سمجھ
طور کو تعبیر کے انداز کا جویائی کر

شیشہ خوبار کو حسرت کدہ حسن بنا
اپنی نظر دل کی طرح یار کو ہرجائی کر

ہوس دید نہیں شرط محبت اے میں
دل میں پیدا سبب عزم رعنائی کر

اے اجل ہر خرد افزند کو جاوید بنا
میرے حق میں بھی کسی روز مسیحائی کر

غیر اوں ہونگے تماشے تری حق میں
شوق نظارہ کو آپ اپنا تماشائی کر

تیرا اخلاص ہے خود تیری عبادت صالحی
کعبہ و دیر یا اب تو جبیں سائی کر

دو آنسو

از محمد اکبر وفا قانی صاحب بی۔ اے
(شیلی کی ایک نظم A Lament کو دیکھکر)

۱
"دنیا" "زندگی" "زمانہ"
جب روس ڈگیگا پاؤں میرا
کس کس کے قدم پہ میں چلونگا
کس طرح قضا کا ساتھ روکونگا

۲
اے نور ازل ترا تبسم
کب ظلمتِ غم میں عام ہوگا
کس طرح میں روں اپنے دل کو
کب فقدہ مراتسام ہوگا

۳
اے رونق روزگار بتلا
کالی اجلی چمک سے تیرے
کیوں اڑ گیا طائر مسرت
ٹیڑھی ترچھی جھپک سے تیرے

۴
آتی ہے بہار کی پری جب
ہوتی ہے خزاں کو بیقراری
جاتی ہے بہار کی پری جب
ہوتی ہے غضب کی بردباری

۵
دل میرا غریب ٹوٹ کر،
ہے شمع سحر جو گھل رہا ہے
اور جسم خیال شل شل سا نہ"
زلفوں میں ترے الجھ رہا ہے

وجدانیات

محمد عباس صاحب قدس حیدرآبادی

تپکتی جارہی ہیں خون کی بوندیں جو مژگاں سے
گلستاں بنگیا دامن بہار زخم پنہاں سے

نکلنے کو بہت پیتاب تھی قلب سوزاں سے
مری فریاد بھی حدِ شش تھی دو آگر زیاں کو

تمام اشکِ تمنا آسمان غم کے تارے ہیں
مگر عبرت لگی ٹپکی ہی رہی گو غربیاں ہے

تعجب ہے یہ کس نے ڈالدی دل میں ہزار دھنیں
پڑی ہے خلیلی کیا یا تیرے جلوہ نے تو لا

یہ کیا تھا عشق کی بیتابیوں کا آئینہ گر شرم تھا
لگی سرگوشیاں کرنے تصور میں مری نظریں

کسیکو دیکھکر اتنا کہ بور و تاموں لعنتیں
مرے اشکِ تمنا آسمان غم کے تارے ہیں

یہ کیا ہے قیدِ ہستی میں بھی میرا دھوکہ کھانا ہے
مجھ زیں ہو دامن پر ڈھالیا موں تو نے

زباں خاموش دل حیراں غبار یکسی رخ پر
ہوا کس کا گذر یارب یہ دنیائے مرشاں سے

خدا جانے کس شہادیہ مری یاد کا پرتو ہیں
دلوں میں رنگی دل پل فراق و درد پنہاں سے

قفس پر وہ صبا کیا جانیں شیریں کو
سنو اے تو نہ تری چشم نشیں ہے

خدا جانے جبیں شوق کو کیا ہوگیا اقدس
بھلی ہی جبیں اشتی زمیں کو کے جانے

عفریت بحری

بحری زندگی کا ایک تخیلی افسانہ

(ماخوذ از انگریزی)

میں اسی زمانہ میں امریکہ گیا ہوا تھا۔ کیونکہ وہاں سے مختلف سائنس دانوں کی ایک تحقیقاتی سمندری اسکنہ کے زیر کمان گذار کر مشرقی ساحلوں میں جانے والی تھی۔ میرے ہمراہ کلاگن نامی ایک قدیم ملازم بھی تھا۔ میں نے یہاں بہت سے نوادرات عجائب خانہ بیرس کیلئے جمع کئے تھے۔ اور ان کے ترتیب دینے میں مشغول تھا۔ میری کتاب "اسرار آب" کی وجہ سے علمی دنیا میں میری شہرت بڑھتی جارہی تھی۔

ممالک متحدہ امریکہ کی حکومت کی جانب سے ایک بحری خطرہ کا پتہ لگانے کیلئے نہایت سرعت اور سرگرمی کے ساتھ کارروائیاں جاری تھیں۔ کیونکہ امریکہ اور یورپ دونوں کی بحری دنیا میں ایک سمندری پراسرار واقعہ کی وجہ سے ایک ہیجان پیدا ہوگیا تھا۔ تمام ملاح اور رسائل داں محو حیرت تھے۔ کئی جہازوں نے مختلف سمندروں میں ایک عجیب الخلقت شے کو نہایت خوفناک تیزی کے ساتھ حرکت کرتے ہوئے سنا یہ دیکھا تھا۔ اس کی رفتار اور حرکتیں اسقدر تیز تھیں کہ تجربہ کار اور ماہر ملاحوں کے لئے بھی اسکو اپنی اصلی ہیئت میں دیکھنا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ اکثر جہازوں کے ملاحوں نے اندھیری راتوں میں دیکھا کہ ایک جسیم اور روشن چیز سطح سمندر سے کسی قدر نیچے نہایت سرعت کیساتھ جہاز کے کسی سمت کبھی روشن اور کبھی بغیر روشنی کے حرکت کررہی ہے۔

اس سمندری خطرہ کا یقین کرنے میں کسی شخص کو پس و پیش نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ اسی زمانہ میں کئی جہازوں کے خطرناک شے سے برباد ہوچکے تھے۔ اور جہاز نمبر ۱۰ اسکونر بھی جو لیورپول کو جارہا تھا۔ اسکے جلو کا شانہ بنا تھا۔ اگر یہ جہاز ساتھ آب بند کمروں سے محفوظ نہ ہوتا۔ تو اسکی بھی تباہی یقینی تھی۔ لیورپول پہنچنے پر اسکنا سانحہ کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ جہاز کے سائے کے حصہ میں مثلث نما ایک بڑا سوراخ پیدا ہوگیا ہے۔ راس کلیر سے تین میل کے فاصلہ پر اس پوشیدہ اور ہیبت ناک چیز سے ایک شیطا کا سامنا ہوا تھا۔ لیورپول میں اس جہاز کو بند رکھا پر لایا گیا اور غیر معلوم خلا آور کے ضرب کی تحقیقات پوری گرمی اور دلچسپی سے کیجانے لگی۔ اسوقت یورپ اور امریکہ کے لوگوں کی توجہ اسطرف منعطف ہوئی کہ کسی نہ کسی طرح اس سمندری راز کا پتہ لگائیں۔ فیا خیر پبلک میں عام خیال یہ پیدا ہوگیا تھا کہ ایک بحری سم روانہ کیجائے۔ جو اس ہیبت ناک عفریت کا تعاقب کرے۔ اور اگر ممکن ہو سکے تو اسکو تباہ بھی کردے اسکرائبس سائنس دانوں کا یہ خیال تھا کہ یہ وہیل مچھلی کی قسم کا کوئی سمندری جانور ہے۔

اسی دوران میں وہ خطرناک اور عجیب الخلقت جانور ایک دخانی جہاز کو سان فرنسسکو کیطرف آرہا تھا۔ بحرالکاہل شمالی میں دیکھا گیا۔ بشہور ملاح کپتان فرانسس کی کمان میں ایک جنگی جہاز "ابراہم لنکن" جو امریکہ کے بڑے جہازوں میں سب سے زیادہ تیز رفتار جہاز تھا۔ اس مہم کے لئے منتخب کیا گیا۔ مجھکو بھی اس مہم میں فرانسس کا نمایندہ ہونے کی حیثیت سے شرکت کی دعوت دیگئی۔ اور میں دیگر کاروبار کو ملتوی کرکے اس میں شریک ہونے کے لئے فوراً تیار ہوگیا۔ وفادار کلاگن نے اعزار کے ساتھ میری ہمراہی کا خیال ظاہر کیا۔ پچھلے دس سال کے دوران میں وہ ہر مہم میں میرے ساتھ رہا تھا۔ غرض اس مہم میں بھی وہ میرے ہمراہ ہوگیا۔ اور ہم بروک لن کی بندرگاہ سے بحرالکاہل کیلئے اس نامعلوم چیز کی تلاش میں روانہ ہوئے۔

جہاز کے ملاح اور مختلف سائنس داں اس عظیم الشان جانور کو دیکھنے کیلئے مہم تن آرزو تھے میری ذاتی رائے یہ تھی کہ وہ کوئی سمندری مخلوقات غیر معمولی جسامت کی ہوگی۔ کیونکہ اس قسم کے جانور اکثر ہاتھی دانت کے مانند تیز اور فولاد کے سے سخت سینگ یا دانت سے مسلح ہوتے ہیں۔ یہ دانت یا سینگ بعض مرتبہ سات فٹ لمبے اور حرکیوٹ پندرہ انچ موٹے بھی پائے گئے ہیں ممکن ہے کہ یہ جانوران جانوروں سے جو اب تک معلوم کئے گئے ہیں جسامت میں کئی گنا بڑا ہو۔ اور اسی نسبت سے اسکا دانت زیادہ مضبوط اور طاقتور ہو۔ اس طرح یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ اس قسم کی خوفناک اور عظیم الشان مخلوقات غیر معمولی تیزی کے ساتھ سمندر میں تیر سکتی ہے۔ اور یہ تصادمات جو بیان کئے جاتے ہیں اسی کے حملوں کا نتیجہ ہوسکتے ہیں جہاز کے ملاحوں میں ایک شخص نڈ کینیڈا ماہی گیر کا تجربہ کار بننے والا تھا یہ ایک چالیس سالہ غیر معمولی جسامت کا بلا کی طاقت نہایت مضبوط اور تجربہ کار ملاح تھا۔

دل کھول کر مہنگے داموں بار کرنشکا کرنے میں اس کی شہرت عام تھی۔ اور اس کے دوست اسکو "سنہرا رہ نیزہ جہاز" کے لقب سے پکارتے تھے مشہور ہیل مچھلیاں اسکے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اتر چکی تھیں۔ اب یہ بے حد اشتیاق کے ساتھ تیار تھا کہ اپنے نیزہ سے پھر یہی قوت کے ساتھ اس عجیب و ہیبت ناک مخلوق پر حملہ کرکے جس نے بحری دنیا میں ایک ہلچل پیدا کردیا ہے۔ کئی ہفتے گذر گئے باوجود اشتیاق اور کوشش تمام کے ہمیں اسکا کوئی پتہ نہ ملا آخر کار اسی تلاش میں جہاز راہ کا عرصہ ہوگیا جاپانی اور چینی ساحل تک ہم نے تمام سمندر چھان مارے لیکن تلاش بے سود ثابت ہوئی کپتان نے تنگ آکر واپسی کا ارادہ کرلیا تھا کہ ایک رات نڈ کینیڈی کی آواز یہ پکارتے ہوئے سنائی دی۔ وہ دیکھو عجیب چیز کی ہر کو تلاش تھی ..... ہمارا تشکر آواز کا سننا تھا کہ جہاز کے تمام لوگ کپتان افسر ملاح اور خلاصی تک جہاز کے عرشہ پر جمع ہوگئے۔ انجینروں جہاز رانوں نے انجن تک کو چھوڑ دیا۔ جہاز صرف موجوں کے تھپیڑوں اور اپنی سابقہ حرکت سے آہستہ آہستہ بہا جاتا تھا۔ کیونکہ انجن بالکل روک دیا گیا تھا۔ اب میرا دل سینہ میں نہایت زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ نڈ کینیڈی کی آنکھوں نے اسے ہرگز دھوکہ نہیں دیا ہے۔ ساتھ ہی ہم لوگوں نے دو فرلانگ کے فاصلہ پر سطح سمندر سے چند گز نیچے ایک عجیب روشن چیز کو دیکھا۔ ایک افسر نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ چیز ظرف سورج کے درخشت کا ایک غیر معمولی تحریف ہے۔ لیکن میں نے جواب دیا کہ یہ روشنی تو بنی نظر آتی ہے۔ اور ابھی میں

کپتان سے یہ کہہ ہی رہا تھا کہ وہ عجیب چیز ہماری جانب حرکت کرنے لگی۔

کپتان نے فوراً انجن کو چلا کر حکم دیا۔ ہمارا جہاز اپنی پوری قوت اور تیزی سے چلنے لگا لیکن اس دشمن اور دوست عجیب جانور نے فوراً ہی جہاز کو آلیا اور نہایت ہی خوفناک اور غیر معمولی تیزی کا مظاہرہ کیا۔ ہمارے جہاز کے گرد چکر لگانا شروع کر دیا۔ اسکی پشت کی چوٹی جگمگا رہی تھی۔ اسکے اندر کبھی نظر آتی کبھی غائب ہو جاتی تھی اسکے بھی وہ جہاز کے اس جانب نظر آتا۔ ذرا ہی دوسری جانب دکھائی دیتا۔ اس قدر اژدھے حیرت انگیز تیزی اور حیرت انگیز حملہ کرنے کا حوصلہ سے خالی نہیں تھا۔ آدھی رات گذرنے کے بعد وہ ہیبت ناک چیز سمندر کی گہرائی میں کبھی نہ دکھائی دیتا ہوتے ہوئے غائب ہو گئی لیکن دو گھنٹہ کے وقفہ کے بعد ہوا کے رخ سمندر کی سطح پر پھر نمودار ہوئی۔ گویا ہمارا پیچھا نہ چھوڑنے کیلئے۔ جو اس کے عمل ہوتے ہیں اس تیزی اور شور کیساتھ وہ داخل ہوا ہی تھی جیسے دو ہزار گھوڑوں کی طاقت والے انجن کے اسٹوانوں میں بھاپ ہے۔ میں نے کہا کہ ایک پوری رجمنٹ کی طاقت دائمی تو شکار کے لئے بہت ابھی ہے۔

یہ پہلے کے قبل بھی سے حملہ کرنے کی تیاری میں بالکل تیار تھیں۔ بڑے آہستہ آہستہ نیزہ کو خاموشی کے ساتھ تیز کر رہا تھا۔ لیکن صبح چھ بجے کے قریب یہ چیز یہ غائب ہو گئی اور سمندری کھڑکیوں میں دوسری حرکات کے مشاہدے سے باز رکھا۔ آخر کار ۷ بجے تک فضا صاف ہو گئی۔ اور کیپٹن میوریڈیو کی آواز آئی۔

"وہ دیکھو!! بالکل قریب ....."

یقیناً وہ معمیل کے فاصلہ پر ایک بڑا سیاہ جسم سمندر کی موجوں پر اپنا اکھڑا حصہ باہر نکالے ہوئے نظر آیا۔ اوہاس کے نیچے ایک چاندی جیسی سفید چمکیں کی صورت میں ایسا نظر آتا تھا۔ جیسے کوئی بڑی مچھلی اپنے پیٹ کے تختوں سے سطح سمندر پر تیرتا ہوا کر رہی ہو۔

یکایک وہ جانور ہمارے جہاز کی طرف حرکت کرنے لگا۔ اور ایک منٹ میں وہ ہم سے بیس فٹ کے فاصلہ پر تھا۔ مگر نیزہ اپنے نیزہ سے حملہ کرنے کیلئے تیار ہی تھا کہ وہ دو شکل جانور تاریکیوں کو چکا چوند کر دینے والی روشنی سے چمکنے لگا۔ فوراً ہی نیزہ نے اپنا نیزہ پوری قوت کے ساتھ اس پر پھینکا۔ ایسا معلوم ہوا کہ نیزہ ایک سخت جسم کے ساتھ ٹکرایا۔ اسکا ٹکرانا تھا کہ فوراً ہی روشنی خاموش ہو گئی۔ اور پانی کی دو زبردست دھاریں فوارہ کے مانند جہاز کے سر شہ پر تیرنے لگیں۔ اور دوسرے لمحہ میں سمندر کی موجوں میں تھا۔ اگرچہ میں اسے تھا ہم بڑی شکل سے سطح آب پر اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے دھاردار کلاکس کو میرے بچانے کیلئے سمندر میں کودتے ہوئے دیکھا۔ کلاکس مجھ سے بہت زیادہ مضبوط اور طاقتور تھا۔ اس نے مجھے اپنے چند پٹروں کو فوراً ملحدہ کر دینے کے لئے کہا اور ان کے اتارنے میں مجھے مدد بھی دی۔

سمندر کی وہ بیحد نہایت تند اور تیز تھیں میری طاقت نے جواب دیدیا اور میں بیہوش ہو گیا۔

جب مجھے ہوش آیا تو میں ایک تیرتے ہوئے جزیرہ پر تھا۔ لیکن غور کرنے پر معلوم ہوا کہ ہم اسی دیو ہیکل مخلوق کی پشت پر تھے۔ جو لوہے کے مانند سخت معلوم ہوتی تھی۔ ابھی ہم سمجھنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ چیز حرکت کرنے لگی۔ اور خود ہو گئے پھر کہیں سطح سمندر کے نیچے چلی جائے۔ اور حقیقت میں جب وہ غوطہ لگانے والی ہی تھی کہ کلاکس نے اس آہنی پشت کو اپنی پوری قوت سے پیٹنا شروع کیا فوراً ہی ہر ایک کھڑکی نمودار ہوئی آدھ آفتاب پوش آدمی اس میں سے نکلے اور ہم لوگوں کو زبردستی اندر گھسیٹ لیا۔ ہمارے اندر داخل ہونے کے بعد دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی اور اس کے نصف ساعت بعد تک ایک نہایت ہی تاریک کمرہ میں بند تھے۔ تب ایک برقی روشنی سے کمرہ منور ہو گیا۔ اسکا طول تقریباً ۳۰ فٹ اور عرض ۱۰ فٹ تھا۔ دو آدمی کمرہ میں داخل ہوئے۔ جن میں سے ایک اور از قد زرد رنگ اور سیاہ آنکھوں والا تھا۔ لیکن اعضا کے تناسب سے وہ مضبوط اور قوی معلوم ہوتا تھا۔ اگر چہ کپتان سے ہم نے ہزاروں میں سنکڑ آدمیوں جرمنی، انگریزی، اور لاطینی میں گفتگو کی لیکن ایسا معلوم ہوا تھا کہ وہ ہماری زبان بالکل نہیں سمجھتے اور ان کی آپس کی گفتگو ہماری سمجھ کے باہر تھی۔ لیکن انھوں نے ہمارے لئے غذا اور لباس مہیا کیا۔ غذا ہمارے لئے بالکل عجیب تو ضرور تھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ لذیذ بھی تھی۔ کھانے کے بعد ہم چونکہ کپتان کے بارے جو رہو رہے تھے گہری نیند نے ہم پر غلبہ حاصل کر لیا۔

دوسرے دن ہی راز مذکر شخص میں کمرہ میں داخل ہوا۔ یہ شخص جیسا کہ مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ کپتان نیمو نامی اس عظیم الشان آب دوز کشتی کا مالک تھا۔ مجھسے فرانسیسی زبان میں کہنے لگا۔

"میں تمہارے سب خاطر پر غور کرتا رہا۔ اور اسوقت تک تم سے گفتگو نہ کر سکا۔ نہیں سمجھتی جب تک کہ میں کسی تصفیہ تک نہ پہنچ لوں تم نے میرا مخاطب (سلسلے کیا ہے کہ مجھے برباد کر دو۔ میں نے سوسائٹی سے قطع تعلق اپنے فانگی وجود کی بنا کر لیا ہے۔ اور اسکے متعلق میں نے بالکل تصفیہ کر لیا ہے۔

تمھیں موت یا زندگی دونوں مواقع کا حق انتخاب دیتا ہوں اگر تم نیمو جن و چراسیری اطاعت قبول کرو اور چند گھنٹہ یا چند دن جیسا موقع ہو میری حراست میں رہنا چاہو تو تم محفوظ رہو۔

"سنہ سیرے! تمھیں شکایت کا بہت کم موقع ہے کیونکہ تم نے سمندر کی زندگی کے متعلق ایک کتاب بھی لکھی ہے اور تمھاری وہ کتاب اسوقت میرے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اور تمھیں بیحد مسرت ہو گی۔ جب میں اس زندگی کے بھروں سے تمھیں روشناس کروں گا۔ مجھے ان سے بیحد اُس ہے ..... ہرگز کسی مطلق العنان ظالم کی ملکیت نہیں ہو سکتے۔

درحقیقت یہ آب دوز کشتی معجزات اور نوادرات کا ایک مجموعہ تھی۔ کمرے کے کمرہ کے علاوہ اس میں مختلف علوم کی بارہ ہزار کتابیں موجود تھیں اس کے علاوہ ایک بڑا لائبریری میں اس مختلف علوم کی بارہ ہزار کتابیں موجود تھیں اس کے علاوہ ایک بڑا اتفاقی کمرہ تھا جس میں نٹ ڈال۔ اٹھارہ فٹ طویل اور بندرہ فٹ اونچا تھا۔ کمرہ کی دیواریں بہترین نقاشوں اور مصوروں کی تصویروں اور خوبصورت سنگ مرمر اور برنجی مجسموں سے مزین تھیں۔ ایک گوشہ میں ایک بڑا پیانو رکھا ہوا تھا۔ شفاف شیشے کے رنجوں میں بہت سی سمندری عجائبات سلیقے سے سجائی ہوئی تھیں۔ جو ایک ماہر طبیعیات کی توجہ کا خاص باعث تھیں۔ ایک خوبصورت اور بڑے صندوق میں بے شمار نہایت آبدار موتی رکھے ہوئے تھے۔ جن کی قیمت کروڑوں روپیوں سے بھی زیادہ ہو گی۔ کپتان نیمو نے مجھ سے کہا کہ اس نے ان موتیوں کی تلاش میں تقریباً تمام سمندروں کو چھان مارا ہے۔

جو کمرہ میرے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ وہ تمام سامان راحت اور تعیش سے سجایا ہوا تھا۔ لیکن خود کپتان کا کمرہ ایک خانقاہ کی کوٹھری سے بھی زیادہ سادہ اور بے رونق تھا۔ لیکن اس میں بے شمار عجیب و غریب آلات بڑے ہوئے تھے۔ جن سے ناٹیلس داس آبدوز کشتی کا نام) کی حرکات اور رفتار کو قابو میں رکھا جاتا تھا۔ برقی قوت اور روشنی ایک بہت بڑے پیمانہ کے ذریعہ حاصل کی جاتی تھی۔ تازہ ہوا حاصل کرنیکا طریقہ تھا کہ سطح سمندر پر پہنچنے کے بعد تازہ ہوا کی بڑی مقدار کو ایک آلہ کے ذریعہ دباب مرتفع کر لیا جاتا تھا۔ اور یہ ہوا کئی گھنٹوں کیلئے کافی ہوتی تھی۔ انجن کا کمرہ تقریباً ۴۵ فٹ طویل تھا۔ اسی میں برقی حاصل کرنیکا پیمانہ لگا ہوا تھا۔ اور یہی برقی قوت اس آبدوز کشتی کے چلانے میں استعمال کیجاتی تھی۔ کپتان نیمو کہتا تھا کہ کشتی سطح سمندر سے چند گز نیچے ۵۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چل سکتی ہے۔ کشتی کے اوپر کی جانب ایک پانی کا حوض تھا جسکو بھرنے سے کشتی نیچے جا سکتی تھی اور خالی کرنے سے سطح آب پر پہنچ سکتی تھی۔ لیکن یہ عمل کپتان نیمو کیلئے معمولی کلاسی کے گھنٹے سے بہ آسانی کر سکتا تھا۔ کشتی کے اوپر سامنے کی جانب ایک بڑا صندوق تھا جسکے سامنے (۱۰) انچ موٹا شیشہ لگا ہوا تھا۔ اور اسی کے سامنے کشتی چلانے والے کی نشست بنی ہوئی تھی۔ اور پچھلی جانب سے ایک تیز برقی روشنی اس شیشے میں سے گذرتی تھی۔ جس کی وجہ سے کشتی کے سامنے نصف میل تک ہر ایک چیز بخوبی نظر آتی تھی۔ اس کشتی میں تارپیڈو کے مانند چند کشتیاں چھوٹی کی نالیوں میں لگی ہوئی تھیں۔ ایک بڑی نلکی کے ذریعہ ان میں جا سکنا راستہ تھا۔ اور جب اس میں پہنچ کر نلکی کے دروازہ کو بند کر لیا جاتا تو فوراً چھوٹی کشتی تارپیڈو کے مانند سطح آب پر پہنچ جاتی۔

کپتان نیمو نے اس کشتی کی تعمیر ایک ویران

جزیرہ میں کی تھی اور راز افشا ہو جانے کے خوف سے شہری اور کشتی کے مختلف سامان کو مختلف ممالک میں تیار کرواتا رہا تھا۔

علم طبیعیات کا ماہر ہونے کی وجہ سے سمندر کے نیچے کے عجائبات اور نوادرات کے دیکھنے کا بھی شائق تھا۔ ان عظیم الشان اور ڈراؤنی موجوں کے نیچے کی دنیا نے یقیناً بہرے لیے اس زندگی میں ایک کشش اور تجسس پیدا کر دی تھی تاہم اس پہلی ہی سیر نے آپ کو اس قیدی کی طرح محسوس کرایا تھا جسے رہائی کی امید دینے کے بالکل برعکس جواب دیدیا گیا۔ لیکن جب سمندر کے نیچے اس آبدوز کشتی کے دونوں جانب شیشے کے دریچوں کے ذریعہ روشنی کے نوارنے اضافے ہوتے اور ہماری تیز برقی روشنی سے سحر سمندر کی عجیب و غریب بنتا رنگوں کے نئے مختلف رنگوں میں کشتی کے اطراف ایک بھگادینے والی کرنیں تو ہر سے عجیب اور خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی تھی۔ کئی دن گذرتے گئے نہ کپتان نیمو نے صورت دکھلائی اور نہ کشتی کا کوئی دوسرا ملاح نظر آیا لیکن ہر ملیس کا سفر جاری تھا۔ پہلے تو وہ ہمیں اپنے ناواقف اور ساحل پاتو نیا تک لگیں۔ پھر عرقدم سے ہوتے ہوئے بحر ہند کے نہایت ہی جنوبی حصہ میں داخل ہوئی۔ اور استریلیا کے ایک ویران جزیرہ میں چند دن تک قیام رہا۔ اس عجیب غیر اور حیرت انگیز سفر کے دوران میں میری زندگی اسطرح گذری جو موقع اور حوادث پیش آئے ان میں عجیب اور عجیب نوادر کا مشاہدہ ہوا۔ اسکا عشر عشیر بھی کسی باہر طبیعات کے خواب و خیال میں نہ گزرا ہوگا میں اس وقت اس کی تفصیلات میں نہیں جاؤنگا۔ لیکن یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ہم لوگ نیند میں ہوتے کیونکہ ہوتے نا ٹیلس کے اندر وہ تھوڑے سے کبھی باہر ہی نہ نکلے۔

میری حیرت اور تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب ایکدن کپتان نیمو نے مجھے سمندر کے تہہ آب جنگلات میں شکار کرنے کی دعوت دی چنانچہ جزیرہ کرتیہ کے مشرقی سمندری گہراؤں میں بہت دور پھیلا ہوا تھا۔ یہ جزیرہ بحر الکاہل شمالی میں واقع تھا۔ ہم سے کہا گیا کہ "شکتہ خود سیر ہو کر کریں۔ کیونکہ شکار سے واپس ہونے میں ممکن ہے کہ بہت دیر ہو جائے۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ اور سمندر کا اس عجیب غذا کے کھانے کی عادت بھی ہو گئی تھی۔ اس کی تمام چیزیں۔ سمندر سے حاصل کیجاتی تھیں۔ ہماری اس بحری تفریح کیلئے کپتان نیمو نے ہم کو ایک خاص قسم کا لباس دیا۔ وہ جنوبی دستانی برکا بنا ہوا تھا۔ اسے سر سے پاؤں تک پہن لیا جاتا تھا۔ لباس سے متعلق پشت کیساتھ ایک بھوری نارنجی صندوق تھا۔ جس میں متقبض ہوا بھری ہوئی تھی۔ اور اس کی نلکیاں ایک نا نبے کی ٹوپی سے چہرہ پر پہن لیجاتی تھیں ٹوپی ہوئی تھیں۔ ہمارے ساتھ طاقتور چراغ اور برقی پستول تھے۔

جب ہم نے اس لباس کو زیب تن کر لیا تو ہم کپتان نیمو کے ساتھ نا ٹیلس کے سب سے نیچے کے ایک چھ فٹ اور تاریک کمرہ میں بدقت تمام داخل ہوئے کیوں کہ اس وقت ہمارے پاؤں کے تلے سیسہ کے بنے ہوئے تھے۔ اس تاریک کمرہ میں داخل ہو جانے بعد آہنی دروازہ بند کر لیا گیا۔ اور کمرہ میں پمپ کے ذریعہ پانی داخل کیا گیا۔ جیسے ہم نے اپنے اطراف بڑھتے ہوئے کثرتی محسوس کیا۔ جب کمرہ پوری طرح پانی سے بھر گیا۔ تو باہر کا دروازہ کھلا۔ باہر نکلتے ہی ہم سمندر کی زمین پر تھے۔ تھوڑی دور تک تو ہم نہایت نرم ریت پر چلتے رہے۔ اسکے بعد ہمارے راستہ میں ناہموار چٹانیں اور سمندری گھنا جنگل تھا۔ مجھے ارتقا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں خود پریوں کے ملک میں۔ یا کے عجائبات دیکھ رہا ہوں۔ یہاں کے درخت بالکل عموما اور اونچے تھے۔

میرے لئے جس نے ایک ضخیم کتاب "اسرار البحر" لکھی ہو اور جس نے ان واقعات کا رگیضا کو کبھی ایکا خیال و گمان بھی نکا ہو۔ سمندر کے نیچے کی زندگی کا خود اسطرح مشاہدہ اور تجربہ کرنا۔ حقیقت میں معجزہ سے کم نہ تھا۔ ہم نے بہت سے عجیب جانوروں کا شکار کیا۔ جن میں ایک نفس سمندری آدمیلا ذوقابل ذکر ہے۔ جو شمالی بحر الکاہل کی چٹانی گہراؤں میں ملتا ہے۔ یہ دو فٹ پانچ فٹ لمبا تھا جس کی کھال پانچ سو ڈالر سے کم قیمت کی نہیں تھی۔

اس سفر کے عجائبات نے مجھے اسطرح مسحور کر رکھا تھا کہ دن پر دن گزرتے جا رہے تھے۔ اور مجھے کچھ احساس نہ تھا۔ کپتان نیمو باوجود اسقدر بہادری اور جرأت کے میرے لئے عنقا سے کم پراسرار نہیں تھا۔ ایکدن اس کے نفٹنٹ نے اس سخت شکستگی میں سے کسی چیز کی طرف خاص طور سے اشارہ کیا۔ جسکے دیکھتے ہی کپتان نیمو منقلب ہو گیا۔ اور ہم لوگ فوراً اسی تاریک کمرہ میں بند کر دئے گئے جس میں کہ ہم پہلے دن قید کئے گئے تھے۔ دوسری صبح جب میں بیدار ہوا تو کپتان میرے کمرے میں داخل ہوا اور مجھے ایک زخمی انگریز کو دیکھنے کے لئے لیگیا۔ جسکا سر کسی چیز سے پھٹ گیا تھا۔ اسکے دیکھنے کے بعد جب میں نے کپتان سے کہا کہ "شکستہ" کھنے سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ تو کپتان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس بعد میں اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور مجھے خیال پڑتا ہے کہ اسی روز میں نے جہاز کے مالی مرتبہ کی آواز بھی سنی تھی۔ دوسرے دن میں ان کے ساتھ سمندر کی تہہ میں ایک موجھنگے کے مقام پر گیا۔ وہاں ان لوگوں نے اس انگریز کو دفنا دیا حقیقت میں سمندر کے نیچے یہ ایک چھوٹا سا قبرستان تھا۔ میرے اس خیال کی بنا یہ تھی کہ میں نے وہاں پر چند مونگے کی صلیبوں کو جا بجا نصب کئے ہوئے دیکھا تھا۔ میرے برخلاف بند کینیڈا اس قسم کی بحری زندگی سے بھاگھڑا گیا تھا۔ اور اس تاک لئے اب کوئی پچھی کا سامان یہاں نہیں تھا۔ اب ہم جنوبی امریکہ کے مشرقی ساحل کے متوازی سفر کر رہے تھے۔ ۱۰ اگی کو ہم جزیرہ ہارسٹ کنٹنٹ سے تقریباً بائیس میل کے فاصلہ پر ہوں گے۔ کہ وہاں ہیں نے تقریباً بندرہ سو گز کی گہرائی میں برقی کیبل کو سمندر کی تہہ پر دیکھا۔ بند کینیڈا کی بھینی بار بے قراری کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جب ساحل امریکہ کی چھلاتی ہوئی تصویر اسکے نظروں کے سامنے نمودار ہوئی کپتان نیمو نے اپنا راستہ بدل کر انگلینڈ کے جانب کر دیا۔

لیکن بعد اور جنوب کے جانب رخ کیا۔ اور ۳۰ مئی کو لینڈ آیند کے نزدیک سے گذر رہے تھے۔

دوسرے روز تمام دن ہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ناٹیلس نہایت سرعت کے ساتھ متواتر دائروں کی صورت میں ہے۔ جیسے کسی خاص مقام کے اطراف تیزی سے گردش کر رہی ہو۔ کپتان بے حد غمگین نظر آتا تھا۔ میں اس سے ملا لیکن اس نے مجھ سے کسی قسم کی گفتگو نہیں کی۔ اسکے دوسرے دن فضا بالکل صاف تھی تیز ترقی کے جہاز اتفاقیہ سے فاصلہ پر ہمیں ایک دو خانی جہاز نظر آیا جسپر کسی قسم کا کوئی نشان نہ تھا۔ لیکن نیکا کپتان اپنے ایک آدمی کو دیکھکر چلایا:-

"وہ یہاں ہے ..... اور نورا ہی ناٹیلس سمندر کی تہہ پر پہنچ گئی۔ پہنچتے ہی ناٹیلس کے باہر روشنی کر دی گئی۔ اور دروازہ کے آہنی دروازے کراد سے گئے۔ اس روشنی میں ہم نے بالکل قریب ہی ایک تباہ شدہ جہاز کو ہیبتناک سمندری مخلوقوں اور سیپیوں سے ڈھکا ہوا دیکھا ہمیں سے معلوم ہوتا تھا کہ اس جہاز کو طوفان و تباہ ہوکر ایک زمانہ دراز گذر چکا ہے۔ چنانچہ میں اسی جہاز کے دیکھنے میں محو حیرت تھا کہ کپتان کو اپنی کشتی یہاں لانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ کپتان میرے نزدیک آکر آہستہ سے کہنے لگا:-

"وہ جہاز جسکے تباہ شدہ سامان کو تم دیکھ رہے ہو۔ اسکا نام "سارسیلز" تھا۔ یہ ۱۸۶۸ء میں سمندر میں ڈالا گیا۔ اسپر ۷۴ توپیں قائم کیگئی تھیں۔ جہاز "لیپین" کے مقابلہ میں نہایت بہادری اور شجاعت کیساتھ لڑا۔ محاصرہ "تاگرڈا" اور خلیج "چیسا پیگ" کی جنگ میں سرگرم کار رہا۔ تب ۱۸۹۵ء میں حکومت فرانس نے اسکا نام تبدیل کر دیا۔ اسکے بعد یہ "برسٹ" کے بندرگاہ میں کیا گیا تاکہ سامان رسد لانے والے جہازوں کی حفاظت کرے۔ اسی موقع پر اس جہاز کا انگریزی جہاز سے مقابلہ ہو گیا۔ آج سے پہلے سال قبل ٹھیک اسی مقام پر ایک عظیم الشان جنگ ہوئی۔ نہایت ہی بہادری سے لڑنے کے بعد اسکا مستول ایک توپ کے گولے سے بالکل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اور جہاز کو آگ لگ گئی۔ اسپر بھی ہاوہ دسیا ہی مقابلہ میں ڈٹے رہے یہاں تک کہ نصف سے زیادہ آدمی اس جنگ میں کام آئے۔ اسپر بھی انھوں نے اطاعت قبول کرنے کے بجائے اپنے ۳۵۶ ملاحوں کے ساتھ سمندر میں

غرقاب ہو جانے کو ترجیح دی۔ اپنے نشان کو ٹوٹے ہوئے مستول سے باندھ کر بہادر ملاح سمندر کی موجوں میں یہ نعرہ لگاتے ہوئے ڈوب گئے کہ:۔

"جمہوریت فرانس ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے!"

معاً میں نے پوچھا "آوینگر کو نہیں؟"

کپتان نے نہایت تجہیز گی کے ساتھ جواب دیا "ہاں۔ آوینگر ہی!

کیا انجمانام تھا!!"

کپتان کے اس بیان سے میں بیحد متاثر ہوا اور مجھے صاف محسوس ہوا کہ انسانی معاشرے کیساتھ کپتان کی مخالفت کوئی ہومی مخالفت نہیں بلکہ کپتان اور اسکے ساتھیوں کو آس اپاس دو کشتی میں بند کر رکھا ہے آخر کار ہم آوینگر کے مدفن کو چھوڑ کر نہایت سرعت کیساتھ سطح سمندر پر اٹھنے لگے۔ اور جب سطح آب پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ دشمن کی عظیم الجثہ جہاز ہماری طرف بڑھ رہا ہے۔ جونہی ناٹیلس کے اوپر کا حصہ سطح آب پر نمودار ہوا۔ ایک دھماکہ سی توپ کی آواز سنائی دی۔ یہ دیکھکر نڈ لینڈ کے دل میں اس فائر سے رہائی کی امید پھر عود کر آئی۔ اس دخانی جہاز پر کوئی نشان دیکھائی نہیں دیتا تھا۔ ایک لمحہ کیلئے میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ اب فوراً ہی ہمارا کام تمام ہو جائیگا مگر دوسری توپ کی آواز سنائی دی۔ اب وہ جہاز ہم پر گولہ باری کر رہا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال گزرا کہ جس وقت ہم لوگ "ابرہم لنکن" پر تھے۔ اور نڈ لینڈ کے نیزہ نے جب کسی فلزی سخت چیز سے ٹکرایا تھا تو یقیناً جہاز کے لوگوں کو یہ خیال گذرا ہوگا کہ جس چیز کو وہ ایک دریائی مخلوق سمجھ رہے تھے وہ درحقیقت ایک انسانی دماغی اختراع کا نتیجہ ہے۔ اسلئے ممکن ہے تمام دنیا کے جنگی جہازوں نے اسکے برباد کرنیکا بیڑا اٹھایا ہو۔ اور اب ہم کو کسی کی کوئی امید نہیں۔ اسوقت ہم لوگ ناٹیلس کے سب سے اوپر کے حصہ پر کھڑے تھے۔ نڈ لینڈ کو رہائی کی امید میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ اور اسی جذبہ کے غلبہ کیوجہ سے مجھے یہ دشمن کیطرف اپنے رومال سے اشارہ کرنا چاہا۔ ابھی اشارہ کیلئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ کپتان ٹیچو کے زبردست فولادی پنجہ میں تھا۔ کپتان نے اسوقت نہایت خوفناک چہرے کے ساتھ ڑ ھتے ہوئے جنگلی جانور کیطرح مجھ پر جھپٹ کر غضب آلود لہجہ میں کہا:۔

"اے ملعون قوم کے جہاز طاقتا ہے کہ میں کون ہوں ..... مجھے تیرے نشان کے دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ لے ..... میرا نشان دیکھ"

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک سیاہ جھنڈی ہلائی۔ اور نہایت ہی سخت لہجہ میں مجھ کو نیچے چلنے کیلئے کہا۔ ہم اندر داخل ہو ہی رہے تھے کہ ایک شخص ناٹیلس کے بالائی حصہ پر آکر بیٹھا۔ کپتان نے نہایت آہستہ اور سنجیدہ آواز میں کہا:۔

ہاں تم نے حملہ شروع کر دیا ہے ..... میں اس جہاز کو غرق کئے بغیر ہرگز نہ چھوڑونگا لیکن میاں نہیں ..... نہیں ..... یہاں نہیں ..... اسکا تباہ شدہ سامان اور پنجر سے ہرگز نہیں ملیگا"

سوائے اطاعت کے ہمارے لئے کوئی دوسری صورت ہی نہیں تھی۔ ہم سب نیچے چلے گئے ناٹیلس کی مشنری میں غیر معمولی حرکت ہوئی۔ اور تھوڑی ہی دیر میں ہم گولوں کی زد سے باہر تھے۔ اندر پہنچنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے مجھے اطمینان قلب نصیب ہوا کیونکہ خوف کچھ امید کی حالتیں ہیں نے کپتان سے پھر ملنے کی جرات کی تاکہ اسکو اس جہاز کے تباہ کرنے سے باز رکھ سکوں۔ اس کی کشتی اب اسی جہاز کے اطراف اسطرح چکر کاٹ رہی تھی جیسے کوئی درندہ اپنے شکار پر حملہ کرنے کیلئے داؤں لگا رہا ہو۔ میں ابھی کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ کپتان نے میری طرف بیٹ کر نہایت غضب ناک آواز میں مجھے نیچے چلے جانیکا حکم دیا۔ اور نہایت ہی کرخت آواز میں کہنے لگا:۔

"یہاں پر قانون اور منصف میں خود ہی ہوں۔ ..... وہ ظالم ہیں۔ انھیں نے میری صحبت کے مجھموں کو برباد کیا ہے ..... جن سے مجھے عشق تھا ..... (پردہ دلہنیں) جو میری آنکھوں کا تارا تھا ..... جنکا تقدس میرے سینہ میں موج زن ہے ..... میرے والدین ..... میری بیوی ..... میرے بچے ..... ہیں نے ان کو ظلم کے ہاتھوں فنا ہوتے ہوئے دیکھا ..... دنیا میں جن چیزوں سے مجھے نفرت ہے۔ وہ سب اس جہاز میں موجود ہیں۔ اب کسی رواداری کیضرورت نہیں ....."

ایسی غضب ناکی اور نفرت کے موقع پر مزید اصرار کی کوشش بالکل خففلی تھی۔ میں اور میرے ساتھیوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ جب ناٹیلس اس جہاز پر حملہ کرے۔ تو یہاں سے رہائی کی ہر ممکنہ کوشش کیجائے۔ دوسرے دن ۱۲ بجے جب ہم بیدار ہوئے تو معلوم ہوا کہ ناٹیلس اسی جہاز کے قریب ہے۔ ہم تینوں فرار ہونے کیلئے بالکل مستعد ہو کر جب اوپر کے دروازے پر پہنچے تو ہم نے اس دروازے کو مضبوطی سے بند پایا۔ اب ہماری رہائی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ فوراً ہی اوپر کے حوض میں پانی کے داخل ہونے کی آواز سنائی دی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اب ہم نیچے کی جانب جا رہے ہیں۔ ناٹیلس کی مشنری اپنی پوری قوت سے کام کر رہی تھی۔ مشنری کی اس زبردست حرکت سے ہماری پوری کشتی لرزنے لگی۔ اس کے بعد ایک زبردست جھٹکا محسوس ہوا اور ناٹیلس کے ایک طاقتور تاریدہ نے اس مظلوم جنگی جہاز کے پچھلے حصہ کو بالکل فگر ٹکڑے کر دیا۔ دہشت سے بدحواس ہو کر میں بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ کپتان نہایت مغموم صورت بنائے۔ اس شیشہ کے دریچوں کے نزدیک کھڑا ہوا تھا۔ جسکے بیرونی فولادی دروازے نیچے کیجانب ڈھکیل دئے گئے تھے۔ نہایت خطرناک اور تشویش آمیز آنکھوں سے کپتان اس تباہ شدہ جہاز کو مع اپنے آدمیوں کے سمندر کی موجوں کے نیچے دفن ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ناٹیلس بھی اسکے ساتھ ساتھ سمندر کے نیچے جا رہا تھا۔ تاکہ اس کا کپتان اس ڈوبتے ہوئے جہاز کو اپنی سمندری قبرستان تک پہنچنے کا تماشا دیکھ سکے۔ جب اس نے یہ کام نظر سوز نظارہ دیکھ لیا تو آہستہ آہستہ اپنے کمرہ میں داخل ہوا۔ میں بھی خاموشی سے اس کے پیچھے تھا۔ کمرہ کی دیوار پر ایک خوبصورت نوجوان عورت اور دو چھوٹے بچوں کی تصویر لٹک رہی تھی۔ کپتان نے جونہی کہ اس تصویر کو دیکھا اپنے دونوں بازو اس کیطرف پھیلا دئے۔ اور اب اس کے چہرہ پر اس وحشی خطرناک نفرت کا ایک شائبہ بھی نہیں تھا۔ ایسی حالت میں وہ گھٹنوں کے بل گر پڑا اور اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے مجھے اس شخص سے ایک عجیب قسم کا خوف محسوس ہونے لگا۔ اوس شخص پر اگرچہ بیحد ظلم ہوا تھا لیکن اس کو اس قسم کا سخت انتقام اپنے کا کوئی حق نہیں تھا

ناٹیلس اسوقت اپنی پوری تیز رفتاری میں تھی۔ اور قطب نما کی مدد سے ہم یہ سمجھ سکتے تھے کہ اب اسکا رخ شمال کی جانب ہے۔ وہ کہاں جا رہی تھی؟ یہ ہمیں معلوم نہیں تھا۔ تمام اس رات ہم نے بحر ظلمات میں چھ سو میل کا فاصلہ طے کیا۔ رفتار کو کم کئے بغیر ناٹیلس کا سفر پوری طرح جاری تھا۔ نیڈ یا مسلسل روز تک ہم قیدیوں میں سے کسی نے کپتان کو نہ دیکھا اور نہ اسکے لفٹنٹ کو یہ بیچارہ نڈ لینڈ حد درجہ کی یاس ناامیدی کی حالت میں تھا۔ مجھ کو اور کنسل کرین کو نہایت ہوشیاری کیساتھ ان کی نگرانی اور جبر گیری کی کڑی پہرہ کیوجہ سے اس کی ذرہ کوئی کاسعی امید نہ تھا۔ ایک دن صبح اس نے مجھ سے کہا کہ:۔

"آج رات کو ہم یہاں سے فرار ہونے والے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ مشرقی کنارہ یہاں سے تقریباً بیس میل پر ایک ساحل ہے میرے پاس تھوڑی سی غذا اور پانی موجود ہے۔ کلائن اور میں ٹھیک دس بجے شب کے اس حفاظتی کشتی کے دروازے پر آپکا انتظار کرینگے آپ ہم سے ٹھیک وقت پر ملئے۔ اگر اب کے مجھے رہائی حاصل نہ ہوئی تو آپ مجھ کو ہرگز زندہ نہ دیکھ سکینگے۔

میں نے کہا کہ: "میں ضرور تمھارے ساتھ چلونگا۔ میں اس خیال سے کہ کم از کم ناٹیلس کی سمت معلوم ہو جائے۔ جب کہ وہ میں داخل ہوا ہم لوگ شمال مشرق کیجانب سمندر کی سطح سے ۱۵ فٹ

نیچے نہایت سرعت کے ساتھ سفر کر رہے تھے میں نے ان سمندری عجائبات اور نوادرات پر حواس حیرت انگیز عالم بالا میں رہ چکے گئے تھے۔ ایک آخری نگاہ ڈالی۔ یہ ایک ایسا منظر تھا۔ جو سمندر کی گہرائیوں میں اپنے فراہم کرنے والے کے ساتھ ایک روز فنا ہو جانے والا تھا۔

اپنے کمرہ میں داخل ہو چکنے بعد۔ میں نے فوراً سمندری لباس اُتار پھینکا۔ اور اپنی نوٹ بک کو نہایت حفاظت کے ساتھ اپنی جیب میں رکھ لیا۔ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ مجھے خوف ہوا کہ میری گھبراہٹ کو دیکھکر کپتان کے دل میں کہیں شک نہ گزرے چنانچہ میں نے فی الفور کیا کہ اپنی گھبراہٹ کو دور کر دینے کے لئے اپنے بستر پر خاموش پڑا رہوں جبتک کہ مقررہ وقت قریب نہ آجائے۔ دس بجنے ہی کو تھے کہ میں نے محکمہ کمرہ میں کپتان ہیگو سیانو پر ایک نہایت دردانگیز نغمہ بجاتے ہوئے سنا۔ مجھے یہ دیکھکر ایک بہت خوشی ہوئی کہ جب تک کپتان ہوشیار رہے۔ میرا اس بڑے کمرہ سے گذرنا ناممکن ہے۔ میرے لئے اپنی رہائی کی کوشش کرنی فی الحال تھی چنانچہ میں نہایت ہی آہستگی کے ساتھ بڑے کمرہ کے دروازہ تک گیا۔ اور اسکو نہایت احتیاط سے کھولا۔ ابتک بھی کپتان اپنا دردانگیز نغمہ نہایت محویت کے عالم میں بجا رہا تھا۔ لیکن کمرہ میں تاریکی ہوئی تھی

میں نہایت احتیاط کے ساتھ اس کمرہ سے کتب خانہ کے دروازہ تک پہنچا کتب خانہ کا دروازہ ابھی کھولا بھی نہیں تھا کہ کپتان کی ایک جگر دوز آہ نے مجھے ساکت کر دیا۔ وہ بیانو پر سے اُٹھ گیا تھا۔ لائبریری کے نیم وا دروازہ سے روشنی کی شعاعیں کمرہ میں گزر رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ کپتان اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے خزاں خزاں میرے طرف بڑھ رہا ہے۔ رونے سے اسکے سینے پر غیر معمولی اُبھار معلوم ہوتا تھا۔ اس کے بڑھاپے کی بھی کچھ آواز آرہی تھی جس کے آخری الفاظ جو میں سمجھ سکا یہ تھے:۔

"بس ..... ایخا ..... بس ..."

کیا وہ اپنی اس پُراسرار زندگی پر تاسف کر رہا تھا؟ کیا میں نے سمندر کے نیچے ہونگے کی تہہ پر اس کو جو غیر طبعی موت اسکے الفاظ سے پُراسرار ہلاک طرز عمل کا شک رفتہ رفتہ یقین کرتے ہوئے اس کی آنکھوں کو پُرنم اشک نہیں دیکھا تھا؟

اب میں نے اپنے میں ایک نئی طاقت محسوس کی۔ کتب خانہ کا دروازہ کھولکر بے تحاشا اندر گھس گیا۔ اور وہاں سے مرکزی زینے کے زریعہ اس مقام پر پہنچگیا جہاں میرے ساتھی میرا انتظار کر رہے تھے۔ نڈ لینڈ نے فوراً ہی اس راستہ کو جس کے زریعہ ہم وہاں داخل ہوئے تھے۔ ایک آلہ کی مدد سے مقفل کر دیا۔ ہم خفاظتی کشتی میں داخل ہوئے۔ دروازہ بند کر لیا گیا۔ نڈ لینڈ جلد جلد ان حصوں کے کھولنے میں مصروف ہو گیا۔ جو آکسیجن اور اس خفاظتی کشتی کو چھوڑے ہوئے تھیں۔ لیکا ایک آبدوز کے اندر ایک شور سنائی دیا۔ ہم نے سمجھا اب ہم پکڑے گئے۔ آہ اب ہم اپنی رہائی کی کوشش میں جان تک قربان کر نکلنے کو تیار تھے۔ نڈ لینڈ ایک بحر کیلئے ساکت ہو گیا۔ اور شور بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ ایک خوفناک لفظ تھا جسکو ہم نے بیسیوں مرتبہ دھراتے ہوئے سنا:۔

"میلسٹارم! میلسٹارم!!"

کیا اسی مقام پر اسقدر سرعت کیساتھ ان کو ٹائیلس لیجانا منظور تھا؟ یا اتفاقاً وہ یہاں آنکلے تھے؟ ..... اسکے بعد ہمنے ایک گرجتی ہوئی آواز سنی اور ہمیں یہ معلوم ہوا تھا کہ کسی چیز کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ خلائی کشتی کی آواز میں زلزلہ پیدا ہو رہی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ٹائیلس بالکل بےقابو ہو گئی ہے۔ نڈ لینڈ چلا رہا تھا کہ:۔

"اگر ہم کو اپنی جان سلامت رکھنا ہے تو ہمیں کو بیٹھ جانا چاہئے سے پکڑے رہنا چاہئے" اب وہ اپنی پوری قوت اسپر صرف کر رہا تھا کہ کسیطرح ان بھنوں کو جن سے خفاظتی کشتی ٹکرائی تھی بند سے ہوئے تھے اور مقفل کر دے ابھی وہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ ایک زبردست جھٹکا محسوس ہوا۔ خفاظتی کشتی بڑی شدت سے علیحدہ ہو گئی اب دو کشتیوں میں ہم تھے اس عجیب رسے سطح آب کی جانب تیزی تیزی کے ساتھ جا رہی تھی۔ ٹرجھکے کے ساتھ میرا کرسی کی آہنی چوکھٹ سے ٹکرایا۔ اور میں بیہوش ہو گیا۔

اس زبردست بھنور میں سے جہاں پر نہایت طاقتور مچھلیاں بھی موت کے گھاٹ اتر سکتی ہیں ہم کس طرح بچ کر نکلے۔ یہ حقیقت ہی ایک معجزہ سے کم نہیں تھی جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو جزائر کے ایک مجموعہ کی چھوٹی میں پایا۔ میرے دونوں ساتھی بھی میرے نزدیک تھے۔ اور انھوں نے بیحد مسرت اور گرمجوشی کیساتھ مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور مجھے بتلایا کہ کس طرح ہم تک اس چھوٹی خفاظتی کشتی میں پرے بڑی مشکلوں سے تھے تھکاتے ہوئے ایک تیلکے کے مانند سطح آب پر تیرتی آکٹوپس طرح مچھلی پکڑنے والوں کی ایک کشتی ہمارے نزدیک سے گزری اور انھوں نے ہمکو موت کے منہ سے بچا کر اپنے یہاں پناہ دی ..... وہاں پر ایک عرصہ تک مجھے اسٹیمر کا انتظار کرنا پڑا۔ جو ایک ماہ میں دو مرتبہ راس شمالی کو جاتا آتا تھا۔ اس عرصہ میں مجھکو اپنی عجیب اور خطرناک مہم پر نظر ثانی کرنیکا موقع ملا جسکا اس کے قبل کبھی دماغ میں خیال بھی نہ گزرا تھا لیکن انسانی ترقی نے سب کچھ ممکن کر دیا ہے۔ مجھے اسکا یقین ہو ہی نہ آتا تو میں جاتا تاوقتیکہ اس دوران میں میں نے سمندر کے نیچے سات ہزار میل سفر کیا ہے۔

کیا اب بھی ٹائیلس کا کوئی وجود ہے؟ آیا کپتان ہیگو ابھی تک زندہ ہے؟ کیا وہ سیلسٹارم کی شب اس کی آخری شب تھی؟ کیا وہ اب بھی اپنے خطرناک منظم کی کوشش میں سرگرداں ہے؟

اگر یہ اس نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ اس نے اپنی زندگی کے وہ پُراسرار واقعات قلمبند کئے ہیں۔ اسکا اراد

ذخیرہ

صرف شہر نیویارک میں ساڑھے سات سو ایسے اشخاص ہیں جو بیس لاکھ پونڈ سے زیادہ کے مالک ہیں۔

موٹی سنہ ۱۸۴۵ء میں ایجاد ہوئی اور سنہ ۱۸۴۸ء میں انگلستان میں اسکا استعمال عام ہوا۔

نہر سویز کی افتتاحی تقریب میں خدیو مصر کے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ صرف ہوئے۔

اسکندریہ نام کے دنیا میں پانچ شہر ہیں۔

ایک مصر میں دوسرا اسکاٹ سویڈن یا میں تیسرا ویسٹ انڈیز میں چوتھا آمریکہ میں اور پانچواں اٹلی میں۔

پانامیں بعض ایسے درخت ہیں جن میں چاندنی کے پھول لگتے ہوئے ہیں اور یہ ہمیشہ کسیطرح ریشن نظر آتے ہیں۔

جزائر محیط الہادی میں ایک قسم کا پھل ہوتا ہے جس کی بو اور مزہ بالکل روٹی کا سا ہوتا ہے۔

قدیم زمانہ میں جرمنی کے لوگ جوے میں اپنی اولاد اپنی عورتیں اور اپنی لونڈیوں کو بھی ہار دیتے تھے

ہندوستان میں (۲۲۰) زبانیں رائج ہیں۔

بطاری کا سب سے پہلا مدرسہ مصر میں محمد علی پاشا کے حکم سے قائم کیا گیا۔

ایک گھوڑے کی طاقت ساڑھے سات آدمیوں کی قوت کے مساوی ہوتی ہے۔

اٹلی سب سے پہلی حکومت ہے جس نے نیک نوٹ جاری کئے۔

مٹی کا وہ دن تک کبوتر دس دن تک خرگوش چودہ دن تک کتا بیس دن تک بھوکا رہ سکتا ہے۔

امریکی سیاح ہر سال میں لاکھ الزائد علاج میں خرچ کرتے ہیں جن میں سے صرف فرانس میں دوسالہ لاکھ الزائد خرچ ہوتے ہیں۔

سنہ ۱۹۱۰ء کی نسبت اکمل مرد کی عمر کا اوسط ۸ سال اور عورت کی عمر کا اوسط ۱۲ سال بڑھ گیا۔

جنوری سنہ ۱۹۳۳ء سے جولائی سنہ ۱۹۳۴ء تک انگلستان نے سات کروڑ اڑتیس لاکھ پانچہزار پاسنگ پونڈ صرف تنباکو میں صرف کر دئے تھے لیکن جنوری سنہ ۱۹۳۴ء سے جولائی سنہ ۱۹۳۵ء تک سات کروڑ اکہتر لاکھ اکیس ہزار ایک سو بائیس پونڈ خرچ ہوئے۔

کوائف ہند

جام نگر ۱۸ نومبر۔ ہز ہکسلنسی لارڈ ارون نے آج جام نگر کے فرمانروا کی تقریر کے جواب میں جبکہ اکثر حصہ ملک کے پولیٹیکل حالات سے متعلق تھا۔ تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ملک کی موجودہ فرقہ وارانہ کشمکش، خانہ جنگی ملک کی سیاسی ترقی کی راہ میں نہایت نقصان دہ ہے۔ انھوں نے یہ امید ظاہر کی ہے کہ ہندو اور مسلمان محبان وطن جتنی لاکانگریس اس روز افزوں خطرناک حالت کے خاتمہ کیلئے کوئی بات اٹھا نہ رکھیں گے۔

شاہ افغانستانی سیاحت یورپ کا مقصد

لاہور ۱۶ نومبر۔ گورنر جلال آباد و منزر مجسٹی شاہ افغانستان کا ایک فرمان موصول ہوا ہے جس میں وہ تقریر بھی ہے۔ جو اپنے اعلان حکومت کے خاطب کر کے ہز مجسٹی نے کی تھی۔

"بفضل خداوند تعالیٰ۔ قومی حوصلوں اور امن خادم ملت و مذہب دولت افغانستان کی کوششوں کے باعث افغانستان میں اب پہلا سا جمود باقی نہ رہا۔ اور اب اسکا شمار بھی دنیا کی زندہ اور فعال اقوام میں ہے۔ یہ زندگی جو آزادی کے قیام کے لیے بہت ضروری ہے اسی وقت قائم و برقرار رکھی جا سکتی ہے جبکہ زمانہ حاضر کی سماجی اصلاحی اور موجودہ دور ترقی میں حصہ لیا جائے گذشتہ انھوں برسوں کی آزادی کے اندر بہت سے ضروری قوانین نافذ کئے گئے اور میں نے خود ذاتی طور پر اسکی نگرانی رکھی کہ ملک کے ہر حصہ میں اسپر بطور آمد ہو۔ میں نے ملک کی اندرونی حالت سے بھی واقفیت حاصل کی اور عالم کے حالات معلوم کئے اور ان اصلاحات کے سلسلہ سلسلہ میں نے اسکا بھی خیال رکھا کہ یورپ میں جو طریق معاشرت اسوقت ہے اس سے واقفیت حاصل کی جائے اور ان میں سے بہت سے طریقے اختیار بھی کر لئے گئے ہیں۔ اور وہ طریقے اور بھی اختیار کئے جائینگے جو ہمارے ملک کیلئے ضروری ہیں۔ اسی بنا پر میں نے یورپ کی سیاحت کا ارادہ کیا ہے تاکہ جن دول یورپ نے مجھے مدعو کیا ہے ان کے حالات سے واقفیت حاصل کروں۔ اب میں عنقریب یورپ جانے والا ہوں اور مجھے امید ہے کہ تمہ نہایت ہوشیاری سے حکومت کرو گے۔ میری واپسی تک میری غائبدگی محمد دلی خاں بحیثیت نائب حکومت کرینگے اور اس خدمت کو وہ اپنی خدمات وزارت خارجہ کے ساتھ انجام دینگے۔ جن کا عہدات پر میری منظوری کیلئے ضرورت ہوگی ان کے سامنے پیش ہونگے۔ ابھی روانگی کی کوئی تاریخ مقرر نہیں ہوئی ہے۔ انشاء اللہ وسط نومبر میں کابل سے روانہ

بیرونی خبریں

زاغلول پاشا اور مصطفےٰ کمال پاشا

لندن ۱۷ نومبر۔ مصطفےٰ کمال پاشا کثیر تعداد آراء سے صدر جمہور منتخب ہو گئے ہیں۔ انھوں نے اسکا اعلان کیا کہ "میں زاغلول مرحوم کے نقش قدم پر چلونگا"۔ انھوں نے کابینہ سے خواہش کی ہے کہ وہ ایک مسودہ قانون کوشش کر کے اپنے وعدہ کا ایفا کریں جس سے وزارت کو زمانہ تعطیل میں قوانین کے نفاذ سے ممنوع کیا جائے۔

لارڈ برکن ہیڈ کی تقریر

لندن ۱۸ نومبر۔ لارڈ برکن ہیڈ نے ایمپیئر کانسی سوشیشن کلب میں تقریر کی جس میں آپ نے کہا اگر ہیں ہندوستان کے ان ذمہ دار رہنماؤں کو پیشکش کرتا ہوں کہ وہ کمیشن کا بائیکاٹ کرنیکا اس سے قبل عہد نہ کرلیں۔ جب تک کہ وہ پارلیمنٹ کے تقررات کو نہ مان لیں جو حکومت کے اس طریق کار پر عمل کرنے کیلئے پیش کیگئی ہیں جس کے اظہار کرنے کی پارلیمنٹ سے سفارش کیگئی ہے"۔ اس کے بعد انھوں نے کہا..... ان تمام حضرات سے جو اس راستہ پر چلنے کے متمنا ہیں میں پرزور اور دوستانہ طور پر خواہش مند ہیں۔ کہ ہندوستان کی قابل عمل اور ممکن الحصول خواہشات اور ان کے حصہ دارانہ عزم و خوش کیلئے عمل پیرا ہوں۔ میں نہایت تمنا کے ساتھ۔ کہہ لگا کہ وہ ایسے اعلانات اور عہد و پیمان کرنے میں بہت محتاط ہیں"

کردستان میں ترکی انتظامات

وہائٹ ہال (سمرنا) سے جو اطلاعات وصول ہوتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کے نوبی حکام کی ترکی کردستان میں غیر معمولی انتظامات کر رکھے ہیں۔ تاکہ کردں بغاوت کی آگ اطراف و اکناف میں نہ پھیل سکے۔ تمام رقبہ علاقہ کامل طور سے محاصرہ کی حالت میں ہے۔

غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور شاہ افغانستان

انگورہ۔ ایک برقی پیام سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ افغانستان کا یورپ کی سیاحت کے بعد واپسی میں اعلیحضرت غازی مصطفےٰ کمال پاشا صدر جمہوریہ ترکی سے ملاقات کرنے کا ارادہ ہے۔ (الاتحاد)

جرمنی اور السنہ مشرقیہ

جرمن اخبارات میں السنہ مشرقیہ کی اکادمی کی چالیسویں سالگرہ کے موقع پر مسرت کا اظہار کیا ہے۔ اس کا

مقامی خبریں

۲۶ دسمبر کو بروز شنبہ ٹون ہال میں تقسیم اسناد کا جلسہ ہوگا جس میں ہز ہکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر صدر اعظم جہاد "پیر جامہ" کامیاب طلبہ کو اسناد مطا فرمائینگے۔

اور نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس کو۔ ال۔ ال۔ ڈی کی ڈگری جاسوسہ کی جانب سے پیش کیجائیگی

——— خبر ہے کہ اعلیحضرت سلطان العلوم خسرو دکن ۸ دسمبر کو بمبئی تشریف لیجائینگے۔

——— خیر الدین اندلسی افغانستان اور روس ہوتے ہوئے حیدرآباد آئے ہیں۔ آپ کا خیال اپنی بیوی کیساتھ دنیا کا سفر کرنے کا ہے۔

——— اطلاع ہے کہ ۲۷ دسمبر ۱۳۳۴ف کو ۱۱ بجے میں زیر صدارت ہز ہکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر صدر اعظم سرکار عالی تقسیم انعامات کا جلسہ ہوگا۔

——— الحمد للہ موصول ہوتی ہے کہ مثانیہ دواخانہ افضلگنج میں۔ فربہی کی سخت قلت ہے۔ جس کی وجہ اکثر مریض کو جو دواخانہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں واپس ہونا پڑتا ہے جس سے انھیں سخت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے ہمیں امید ہے کہ ذمہ دار عہدہ دار اس کی جانب فوراً توجہ کرینگے۔

——— ہز ہکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت صدر اعظم بہادر تبدیل آب و ہوا کی غرض سے الوال تشریف لیجائینگے۔

——— ۱۲ دسمبر ۱۳۳۴ف بروز شنبہ آنریبل ڈبلیو پی۔ بارکن مستقل ریزیڈنٹ بلدہ تشریف لائے۔

——— ہز ہکسلنسی کمانڈر انچیف سر ولیم برار ڈاس ہفتہ میں الور تشریف لانے والے ہیں۔

——— وذیر فرمان مبارک مرقومہ ۴ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ بعہدہ عہدہ داران حکومت مامور ہوا ہے جو صاحبان عہدہ داران امراء و جاگیرداران علاقہ سرکار عالی بہ تعمیل فرمان مبارک متبرکہ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ رخصت ہو چکے ہیں۔ اور ان میں کسی قسم کی ضرورت نہیں بدوں خاص حکم سرکار عالی علاوہ آمد سابقہ برکی گئی ایسی تبدیلی نہ کیجائے کہ جس سے افواج اور اس کے سررشتہ جات طاقہ قیصری کی صفائی متاثر ہو۔ نیز سررشتہ حساب کے ملازمین شامل ملازمین افواج سرکار عظمت مدار مقصد ہونگے اور عہدہ داران ملازمین ریزیڈنسی کے متعلق حسب انتظام سابق بغیر عمل تصفیہ ۱۹۱۰ء ہوا کرے۔ جملہ دفاتر سرکار عالی کا درآمد سال کا محصول گرد گیری ذیحیہ عمل ہمہ خرچ کیلئے جانے کی منظوری دیجاتی ہے۔

کتب خانہ تجارتی تیغ عرب القادر کمبلہ ملیشہ مالک عطر سپیشل پریس ایجنٹ مینا حیدرآباد دکن

رعایتی فہرست

قرآن شریف پانچ ترجمہ والے ہیں (خط واضح اور صاف ہے چھپائی بھی اچھی ہے) ان میں سے دو فارسی اور دو اردو کے ہیں ان میں سے ایک ترجمہ فارسی شیخ سعدی کا دوسرا ترجمہ فارسی خاتم المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا ہے اور تین اردو کے ترجموں میں ایک ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہ دوسرا مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی تیسرا حضرت حکیم الامت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی کا ہے اس کے ساتھ حاشیہ پر کامل اردو تفسیر مسمی بہ احسن التفاسیر لکھی گئی ہے یہ تفسیر حضرت مولانا احمد حسین صاحب دہلوی مرحوم کی تالیف ہے مختصر عام فہم ہے کاغذ بھی اچھا خوشنما دیدہ زیب ہے مطبوعہ دہلی ہدیہ ۱۵ صد سکہ عثمانیہ مجلد علاوہ محصول ڈاک۔

مطبوعہ ریاست و فارس عدالت گو توالی وغیرہ وغیرہ کے تیار ہیں جس کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کی جاتی ہے۔ آرڈر پر موسومہ فارم پیش کرکے آرڈر تعمیل کی جاتی ہے۔

ارتنگ خیال اعنی کلیات حضرت ضامن صاحب کنتوری۔ یہ اردو بہترین دیوان ہے بقسم اول اصلی (۱۵ سے) رعایتی (۱۰ فی قسم دوم اصلی (۱۰ عاں) رعایتی (۸ عاں) ایضاً حصہ دوم فارسی (۱۰ بر)

ماثر دکن متضمن بر حالات عمارات و آثار بلدہ حیدرآباد و مقامات بلدہ مؤلفہ سید علی صاحب صفر بگرامی اصفہانی ناظم آثار قدیمہ سرکار عالی کاغذ چھپائی دیدہ زیب مجموعی صفحات (۱۵۱) تصاویر (۵۷) قیمت مجلد (۱۰ سے) علاوہ محصول ڈاک

قاموس الغلاط اعلیٰ انتقادی ادبی کی پہلی کتاب جو الفاظ عربی و فارسی و اردو میں تصنیف ہوئی ہے۔

اس میں تخمیناً دس ہزار ادبی اغلاط کی تصحیح و تنقیح اور الفاظ کی تحقیق و تدقیق اور تراکیب کی توضیح و تصحیح۔ اسالیب انتقادیہ استنادا و استشہادا کی گئی ہے مشاہیر ادبا و شعرا کے کلام مظلم و نثر پر عالمانہ نقد کرکے صدہا غرضیں بتائی گئی ہیں ساتھ ہی ساتھ اس کے وسیع و ذخائر مطالعہ و تخطیط سانی کے بعد جدید فلاسوفی (فلسفہ نحویہ) کے اصول کے موافق علامۃ الدہر مولانا سید فخار احمد و مولانا سید ہاشمی و مولانا فرح مدون کیا ہے۔ عربی فارسی اور اردو کے بیسیوں لغات تو ملیں گے لیکن ایک جگہ اصول و قواعد و شواہد سے تصحیح کیا ہوا اغلاط کا دافر ظمی ذخیرہ اور نکات ادبیہ کا بے بہا خزینہ آپ حضرات اسی کو پائیں گے۔

یہ لغت عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

قدیم کتب علمیہ و ادبیہ اور کام و فارسی جس میں مصر و شام و عراق و ایران و ہند و غیرہ کے قدیم مطبوعات اہم و خطوطات نادرہ نہایت سعی و کوشش سے بصرف زر کثیر بہم پہونچائے گئے ہیں۔ قدردان علم و ادب کو اس دولت علمیہ سے مالا مال ہونے کا یہ زریں موقع ہے کیوں کہ عام طور پر یہ کتابیں ہر جگہ آسانی سے دستیاب نہیں ہوتیں اور بعض کتابیں مل بھی سکتی ہیں تو گراں قیمت پر ہم نے نشر معارف کے خیال سے نہایت معتدل کردی ہیں۔ نظر فرمائیے کرام کی فوری اعتنا کی ضرورت ہے کیونکہ موقع ہاتھ سے جاتا رہتا ہے۔ ان کتب کی مکمل فہرست مطلوبہ پر مفت روانہ کی جاتی ہے۔

کتب درسیہ نصابی کی خلاصہ جات و ترجمہ

ہندی کی پہلی کتاب ترجمہ قندیاری شریک امتحان میٹرک مترجم از مولوی عبدالطاہر صاحب مدرس ہائی اسکول قیمت ۲ سے رعایتی ۱۸ سے

تحریر نرم اردو مولفہ مولوی محمد عبداللطیف صاحب مدرس فوقانیہ گلبرگہ قیمت ۲ سے رعایتی (۱۸ صد)

ہدیہ عمادیہ ترجمہ عربی منظومہ اشعار شریک امتحان میٹرک مولفہ مولانا سید عبدالغنی صاحب وارثی قیمت مجلد (۴ صد)

ترجمہ دیوان صائب آج تک صائب کا ترجمہ نہیں ہوا تھا بہترین مترجمہ مولفہ منشی فاضل مولوی مظفرالدین صاحب کامل قیمت (۸ صد) رعایتی (۷ ر)

سلیس خزانہ دکن برائے مدارس ثمانیہ قیمت (۴ ر ۶ ر) مولفہ مولوی سید شرف الدین صاحب قادری بی اے۔ بی۔ ٹی۔ صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ عادل آباد

جدید تاریخ ہند برائے مڈل و ثمانیہ میٹرک قیمت (۸ صد)

جدید جغرافیہ دنیا برائے ۔۔۔ (قیمت ۱۲ صد)

تحفہ سحبانیہ یعنی شرح تلخیص مع حصہ دوم جس میں مشکل الفاظ کے معانی اور عربی الفاظ کی جمیں مرکب الفاظ کی شرح تاریخی اشارکی با اصول استخراج مشکل عبارات کا مطلب محاورات کی ضرب الامثال کا موقع استعمال اور بہت سی مفیدباتیں درج ہیں مولفہ مولوی محمد عبداللطیف صاحب منشی فاضل مدرس فوقانیہ گلبرگہ قیمت (۸ صد)

خلاصہ مفتاح العلوم برائے افادہ طلبائے مڈل و سکنڈ فارم مولفہ منشی فاضل عالم مولوی محمد عبدالحی صاحب مدرس مدرسہ فوقانیہ گلبرگہ قیمت (۴ صد)

زخیرہ طبع اشتہارات نظام گزٹ چارمینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایک تبدیلی
ایک صفحہ	۱۰	۶	۳	۱	۱
نصف صفحہ	۶	۳	۲	۱	۱
ربع صفحہ	۳	۲	۱	۱	۱
ایک کالم	۱	۱	۱	۱	۱
نصف کالم	۱	۱	۱	۱	۱
ربع کالم	۱	۱	۱	۱	۱

کتب خانہ تجارتی عبدالرزاق بکسلر، پبلشر و مالک رزاقی مشین پریس حیدرآباد دکن

حکومت آصفی و برکات عثمانی تصانیف مولانا محمد شمس الدین صاحب مصنف واقعات اور دور عثمانی کے جملہ ترقیات کو نثر و نظم میں بڑی خوبی سے جمع کیا گیا ہے۔ قیمت (۸ر) .....

شمس کا تتہ قوم کے اقبال کی سوہنی مورت، اور اس کے ادبار کی بھیانک صورت غرض حالت قوم کا اصلی فوٹو ہے قیمت (۲ر)

بیوہ کی کہانی بیوہ کی زبانی ایک پر تاثیر۔ دلگداز۔ قابل دید نظم ہے بیوہ کے حقیقی حالات اور فطری جذبات کا آئینہ ہے۔ درد و غم۔ رنج و مصیبت کا گنجینہ ہے ممکن نہیں کہ اسکو پڑھنے کے بعد کوئی آنسو نہ بہائے قیمت (۴ر) .....

تصانیف مولانا ذاہن

سیرۃ خیر البشیر منظم ..... (۱ر)

تعلیم الاخلاق اخلاقی مضامین نظم و نثر کا مفید مجموعہ .... (۱۴ر)

حدائق الاخلاق اخلاقی مضامین نظم و نثر کا دلچسپ مفید ذخیرہ۔ (صہ)

تہذیب الاطفال نتیجہ خیز دلچسپ منظوم حکایتوں کا با تصویر مجموعہ (۱۲ر) بچوں کے مذاق کی مشرقی و مغربی طرز ادب طفولیت کی دلکش اور نصیحت آموز نظمیں صرف حصہ اول ۵ر اول و دوم (عہ) .....

بالک باغ عورتوں اور بچوں کے لئے اخلاقی نظموں کا ۱۰ر تحفہ قیمت (۸ر) .....

سوغات صالحات انگلستان کے مشہور شاعر براؤننگ کی دلکش نظم کا منظوم ترجمہ (۱ر) .....

ہملن کا چکبر ابانسری والا ایک زبان دراز قبیل پائی پیچیل پائی کا نتیجہ خیز عبرت آموز منظوم قصہ (۳ر) .....

بی لراکا اس نظم کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ کس طرح ایک نیک خو بی بی نے اپنے بدخو شوہر کو خوش بنا دیا۔ قیمت (۲ر) .....

نیک بی بی علم کی خوبی جہل کی برائی کو قصے کے پیرایہ میں ظاہر کیا گیا ہے قیمت (۱ر) .....

چھوٹا شیطان کاؤپر کی ظریفانہ نظم کا ترجمہ منظوم

ایک ہنسانیوالی داستان قیمت (۱ر) .....

نیک بیٹی اس نظم میں یہ بتایا گیا ہے کہ نیک بیٹی میں کیا اوصاف چاہئیں .....

تمدن ہند مترجمہ علامہ سید علی بلگرامی۔ یہ وہ کتاب ہے جو چند سال پہلے (صہ) روپیہ میں فروخت ہوتی رہی اور اب (۵ر) روپیہ میں مجلد گونہ پشتبہ چرمی کام سنہری نہایت خوبصورت مل سکتی ہے۔ یہ موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں .....

سیرۃ النبی سلیم مجلد چرمی سنہری کام حصہ اول (۲ر) حصہ دوم مجلد کام سنہری (۳ر) حلیہ سوم مجلد سنہری کام تقطیع کلاں (۱ر) .....

دیوان غالب اردو مطبوعہ برلن۔ پاکٹ تقطیع نہایت خوبصورت ۱ر ٹائپ قیمت (عہ) .....

مثنوی مثل اسلام اس میں توحید باری تعالیٰ و اثبات رسالت کے ایسے زبردست دلائل بیان کئے گئے ہیں جو بڑے بڑے مستند کتابوں میں بھی نہیں مل سکتے قیمت (۸ر) .....

تذکرہ شعرا دکن اس میں ۱۲۹۹ھ تک قدیم و جدید باکمال شعرا کا ذکر ان کی شاعری کا نمونہ درج ہے پہلے اسکی قیمت (صہ) روپیہ تھی رعایتی (صہ) .....

سفر حرمین الشریفین یہ ایک لاجواب کتاب ہے جس میں مدینہ منورہ شام و بیت المقدس و مصر کے نہایت نفیس بلاک فوٹو شامل کتاب ہیں مشاہیر علماء و فضلاء نے اس کی خوبی کے متعلق رائیں دی ہیں۔ کاغذ چکنا طبع لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے اب بہت تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں قیمت بجائے (صہ) روپیہ کے (۱ر)

سیرۃ عائشہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات زندگی اور ان کے مناقب اور فضائل و اخلاق اور ان کے علمی کارنامہ اور ان کے اجتہادات اور صنف نسوانی پر ان کے احسانات اسلام کے متعلق ان کی سنجیدہ سنجیاں اور معترضین کے جوابات کا تاریخ اور لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ضخامت (۳۵۰) صفحہ قیمت (۲ر) .....

گل رعنا اردو زبان کی ابتدائے تاریخ اور اس کی شاعری کا آغاز اور عہد بعہد کے اردو شعرا کے صحیح حالات اور ان کے منتخب اشعار ضخامت (۵۴۸) صفحہ قیمت (۲ر) .....

عروس ادب کا مجموعہ ان مضامین کی تعریف تقاریظ مندرجہ کتاب میں مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو اور مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے (دریابادی) نے ارقام فرمائے ہے۔ فی الوقت مضامین نہایت دلچسپ اور قابل دید ہیں خصوصاً مضامین ادبی لکھائی چھپائی کاغذ بھی نہایت عمدہ ہے عروس ادب زیور علوم سے آراستہ ہونے کے علاوہ مصنف کی تصویر سے بھی مزین ہے جتنی خوبیاں ہیں اُن کے مقابلہ میں قیمت بہت کم ہے یعنی فی نسخہ (عہ) .....

مخزن حکمت یا گھر کا ڈاکٹر طبع پنجم مولوی شمس العلماء ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب نیچہ جدید اڈیشن تقریباً از سر نو لکھی ہے اور طبع چہارم کی نسبت اس میں سب سے مفید اضافات کئے گئے ہیں یعنی اس میں ۱۴۰ صفحہ تک کی تمام جدید معلومات کا اور کئی ایک جدید امراض کا اور اکثر امراض کے نئے نئے مفید اور مجرب معالجات اور مجرب نسخہ جات کا اضافہ کیا ہے جس سے کتاب پہلے کی نسبت بدرجہا مفید بن گئی ہے جلد اول و دوم مجلد قیمت (۵ر) پتہ

سید عبدالقادر محکمہ رجسٹرار نظام گورنمنٹ نے زیر خط شمارہ ۱۵۷ واقع ۱۴ جنوری ۱۹۱۲ء حیدرآباد کو مطبع کے شائع کرنا

نظام گزٹ

عدد ۴
جلد ۱

مدیران
سید وقار احمد ام - اے
محمد حبیب اللہ رشدی ام - اے

ضمیمہ خاص

خطبہ

تقریب جلسہ تقسیم اسناد ۱۳۳۷ فصلی

از مہاراجہ صدر اعظم بہادر امیر جامہ

قیمت فی پرچہ ۲/۶ سر

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چارمینار حیدرآباد دکن

چندہ

ہندوستان کے لئے مع محصولڈاک

سالانہ	ے
ششماہی	ہے
سہ ماہی	عاں
فی پرچہ	۲ر۶ر

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمائے۔

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمائے

(۵) نظام گزٹ تقریباً (۱۶) صفحے کے حجم پر شائع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شائع ہونگی منیجر

سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیفت حیات تیری میزاں ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد حیدرآباد دکن: دوشنبہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ ۵ دسمبر ۱۹۲۷ء ۱۴ بہمن ۱۳۳۷ فصلی جلد

شذرات

انگریزی کی ایک مشہور ادیب کا قول ہے کہ فن اور ادب جھوٹ بولنے کا فن ہے۔ مطلب یہ کہ ادیب جو واقعات بیان کرتے ہیں وہ صداقت سے علاقہ نہیں رکھتے مگر لکھنے والے کا کمال یہ ہے کہ وہ اس خوبی سے لکھتا ہے کہ پڑھنے والے کو مزا آئے اور مفید ہو سکے۔ ہمارے زمانہ میں اس مقولے کی سچی مثال سر ہیبرٹ نے قائم کی ہے اس طرح مس صاحبہ کو بڑی شاعرہ مانا جائیگا اور انکا کلام "اور ہند" و نفیس بجو ہے جو سودا کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔

سودا کی بحو معنت کی دوسری تھی مگر اب دنیا نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ گالی دینے کا بھی کافی حل مل سکتا ہے۔

ڈاکٹر سر ہری سنگھ گور ہندوستان کی قانونی دنیا میں بہت اہم شخصیت رکھتے ہیں۔ کمیشن کے مقاطعہ کی نسبت اُن کی رائے ہے کہ ہندوستان عام مقاطعہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اکبر مرحوم نے سچ کہا

قانون سے فائدہ اٹھانا ہے اگر
لائل سبجکٹ تم برٹش کے رہو۔

کچھ عرصے سے حیدرآباد کے بائیسکوپ ہاؤس میں ایک دلچسپ مقدمہ چل رہا ہے۔ گلبرگہ کے چند وکلا نے وہاں کے چند طالب علموں اور تعلیمات کے عہدہ داروں پر از حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر کیا ہے۔ قانون اور تعلیمات کے ایسے مقابلہ کی مثالیں ہندوستان میں بہت کم ملینگی۔

ہندوستان کے ایک سر کے متعلق فوجی انڈین پنشنل ہیرلڈ نے ظریفانہ طرز میں ایک نوٹ لکھا ہے قارئین کی تفریح طبع کیلئے ہم اسکا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ ہر اپریل دستکار والا ہمیں اطلاع دیتے ہیں کہ وہ (کمیشن کے مقاطعہ کے خلاف) کمیشن کے سامنے شہادت دلوانے کا ذمہ لیتے ہیں۔ ان کی شرائط یہ ہیں:

۱۔ ہر مہینہ بارہ ہندوستانی وزرا۔
۲۔ زمہ داریوں میں عدم شرکت۔
۳۔ ارکان مجلس ناظمہ حسب سہولت۔
۴۔ ہر سال ہر وزیر کیلئے بارہ سرکاری خدمتیں اس کے بیٹوں بھتیجوں اور دامادوں کیلئے۔
۵۔ فیصدی پچاس روپے جیسا جیسے مسیر تفریحوں کے۔
۶۔ ہر شنشاہ پریس راویا دیاں اپریس

خان بہادریاں سر اپنے دستے کے اور بھی مطالبے ہیں لیکن گنجائش اور تہذیب ان کو ملتوی رکھنے پر ——— سرجان سائمن کہتے آئے تک ——— مجبور کرتی ہے۔ اس کارہ بار میں سر اپنے دستے کا حق خدمت صرف ایک بڑے خطاب کے سوا کچھ نہیں۔ وہ توپوں کی سلامی نہیں چاہتے حالانکہ وہ اس کے مستحق ہیں۔

گذشتہ عدد میں بعض بہت اہم فروگذاشتیں ہوگئی ہیں۔ قارئین سے ان کی معافی چاہتے ہوئے ہم یہاں اس کی تصحیح ضروری سمجھتے ہیں۔

۱۔ پہلے صفحہ پر عنوان میں ڈاکٹر اقبال کے شعر کے پہلے مصرعہ میں لفظ سے نہیں لکھا گیا۔ مصرعہ یوں ہے سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات۔

۲۔ شذرات کے پہلے کالم سطر ۸ میں ہند دستان ہیں کی جگہ ہندوستان کے چاہئے۔

۳۔ شذرات کے پہلے کالم سطر ۲۱ میں امیدیں وابستہ کی کی جگہ امیدیں وابستہ کر رکھی چاہئے۔

شذرات کے دوسرے کالم سطر ۱۵ میں بلا چکے تھے کی جگہ بھلا چکے تھے چاہئے۔

۵۔ صفحہ ۱ کالم ۲ شعر (۱) کا دوسرا مصرعہ یوں چاہئے: زلفوں میں تری الجھ گیا ہے۔

نظام گزٹ
ہفت روار
دوشنبہ ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۴۱ ہجری

جلسہ تقسیم اسناد

حیدرآباد کی ششہری زندگی میں یونیورسٹی کا افتتاح ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ حیدرآباد میں یونیورسٹی قائم کرنے کی کئی کئی سرسالار جنگ اول کے زمانہ سے شروع ہوگئی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ ملک اسوقت یونیورسٹی کے لئے تیار نہ تھا۔ حیدرآباد کے اس دور کے دیکھنے والوں کو اب بھی موجود ہیں جبکہ تعلیم کے لئے مسلمین کو مستعلین کی خوشامد کرنی اور طرح طرح سے ان کو ترغیب دینی پڑتی تھی۔ سرطالب علم کو سرکار سے وظیفہ دئے جاتے رہتے، کالج اور نظام کالج چل پہل سے خالی نظر آتے تھے۔

یہ ایک بہت بحث طلب مسئلہ مانا گیا ہے کہ قومی عروج کے لئے تعلیم کی منزل پہلی ہے یا احساس بیداری کی۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ تعلیم کو قومی عروج کی بنیاد قرار دینا تاریخ کے متعدد عروجوں کو جھٹلانا ہے اس لئے اب تک کسی قوم نے پہلے تعلیم کو حاصل کر کے بعد میں اس کے ذریعہ عروج نہیں حاصل کیا۔ مثال کے طور پر وہ یونانیوں۔ رومیوں۔ مسلمانوں اور موجودہ یورپین کو پیش کرتے ہیں۔ یونان اگرچہ علم وفن کا استاد مانا گیا ہے مگر اس کی علمی ترقی عام قومی ترقی کے ساتھ ہی سکندر اعظم کے حملے ایران اور ہندوستان کی، دور دراز سلطنتوں کے بلیٹے الٹ رہے تھے اور اسی زمانہ میں سقراط افلاطون اور ارسطو جیسے اساتذہ کا سلسلہ انسانی دماغ کی انتہائی بلندیاں طے کر رہا تھا۔ رومیوں میں علم کا باقاعدہ خیرمقدم اسوقت ہوا جبکہ قوم کلی فتوحات سے سرشار تھی اور یونان جیسے علمی سرچشمہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ اسلام کی بنا ایک اُمّی نے ڈالی۔ ابتدائے اسلام لکھنے پڑھنے والے گنتی کے مسلمان تھے اور یہ عجیب بات ہے کہ اسلام کا زوال اسوقت شروع ہوتا ہے جب مسلمان علم وفن میں ساری دنیا کو سبق پڑھا رہے تھے۔ یعنی بغداد اور قرطبہ کی درس گاہیں اور یورپ کی اور تاتاری حملے۔

اس استدلال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ قومی ترقی کی بنیاد تعلیم قرار نہیں دیجاسکتی بلکہ تعلیمی ترقی قومی ترقی کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اس لئے قومی ترقی کا دارومدار بالکل تعلیمی ترقی پر رکھنا ایک امر غلطی ہے لیکن اس بظاہر معقول استدلال میں جبکہ اس کو موجودہ زمانہ پر منطبق کیا جاتا ہے ایک مغالطہ ہے۔ وہ مغالطہ اس تاریخی تجربہ کو غلط نہیں ثابت کرتا بلکہ اسکو مستحکم بناتا ہے۔

قوموں کا احساس بیداری کی واقعی نظر آتا پیدا ہوتا ہے۔ اور اب تک تاریخی تجربے بھی یہی رہے ہیں کہ اس احساس بیداری کو تحلیل کیجئے تو وہ ایک قومی تربیت کے سوا اور کچھ نہیں کسی قوم میں ملک گیری اور طاقت کا خیال پیدا ہوا۔ قومی پودے کو اسی مقصد کی طرف جھکا یا گیا یعنی قومی نفسا ایسی پیدا ہوئی کہ اس میں آنکھیں کھولنے والا ہر بچہ اسی رنگ میں رنگ گیا۔ اس قومی تربیت کی ایک بہت نمایاں مثال اسلام نے قائم کردی وہ یہ کہ حضرت محمدؐ سے پہلے عربوں کی تربیت بالکل جداگانہ تھی۔ وہ ظالم تھے قاتل تھے سفاک تھے اور متعصب تھے۔ اسلام کی تعلیم نے انھیں اخوت پر مجبور کیا۔ ایثار پر مجبور کیا۔ ایمان کے لئے زندگی کا ایک نیا قاعدہ مقرر کیا غرض اسلامی فضا جو بنائی گئی اس کی تربیت ایسی تھی جس میں، خاتم ہونے، بااخلاق ہونے اور زندگی کو بہتر بنانے والی چیزیں موجود تھیں۔ اس نئی فضا یا نئی زندگی کو پیدا کرنے کے لئے حضرت محمدؐ کو سال سالہا کی محنت برداشت کرنی پڑی۔ اسطرح کی نئی فضا یا نئی زندگی کو پیدا کرنے کا کام مسیحؑ حضرت محمدؐ نے تن تنہا سرانجام فرمایا۔ دوسرے ملکوں میں جو نئی نئی انسانوں نے ٹھکر انجام دیا۔ پھر بھی یہ مسئلہ رہجاتا ہے کہ کیا دوسرے متعدد انسانوں کی بنائی ہوئی نئی فضا حضرت محمدؐ کی بنائی ہوئی فضا کے برابر ہے کیا کسی قوم کو اتنی سرعت سے اتنا طرح حاصل ہوا۔ جتنا کہ مسلمانوں کو؟

اس بحث میں تربیت کا لفظ دینی اور دماغی تربیت کے معنی رکھتا ہے۔ کیونکہ دینی اور دماغی، تربیت ہی کے تحت جسمانی تربیت ہوتی ہے۔ اگر کسی قوم میں شجاعت اور بہادری موجود ہے تو اس قوم کی جسمانی قوتوں کا مضبوط اور چھاتی مونچھ لازمی ہوگا۔

اسی طرح تربیت قوم میں خاص ضمیر بھی داخل ہے۔ جو فضائی تربیت کے سانچے میں ڈھلتا ہے۔ چنانچہ کسی قوم کو شراب پینے سے ضمیر روکتا ہے اور کسی قوم کو شراب پینے پر بالکل پس وپیش نظر نہیں ہوتا۔

متذکرہ بالا اختلاف اور آویزش نظر رکھکر اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کسی گری ہوئی قوم کو اعلیٰ درجہ میں بیداری اور ترقی پیدا کرنے کے کیا کیا سامان ہوسکتے ہیں۔ اسکے لئے ایک ایسا پیدا کرنے کے لئے ایک ایسا پیدا ایسے بڑے اخلاقی مصلحین کی ضرورت ہے کہ وہ اپنی شخصیت کی طاقت سے تمام قوم کو متاثر کریں اور اس میں وہ بیداری پیدا کردیں جو ترقی کی بنیاد ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسے مصلحین انسانی خواہش پر نہیں پیدا ہوتے اور اگر پیدا ہوں تو ہندوستان جیسے خوابیدہ ملک کو گیدڑ بھگاتا اور بچوں کو سرگرم رفتار کرنا کوئی معمولی کام نہیں۔ اس ملک میں مہاتما گاندھی کی بھی ہستی بھی صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ پس اس پر وجود دور ذلت سے نکلنے کیلئے ہمارے لئے کیا سبیل ہے

اگر مصلح کا قوم کو پیدا کرنا ایک فطری طریقہ مانا جائے تو کسی قوم کو تعلیمی فضا پیدا کر کے بیدار کرنا ایک طرح کا مصنوعی طریقہ ہوگا۔ تعلیم سے قومی تربیت، گویا چھوٹے چھوٹے لاتعداد مصلحین کی کوشش ہے اس سے ہم کو یا مصنوعی طور پر وہ فضا پیدا کر سکتے ہیں۔ جو کوئی مصلح فطرتاً پیدا کرتا ہے۔

اس مصنوعی طریقہ کا ایک نقص بڑا ہی ہے کہ اس سے نتائج بہت جلد نہیں حاصل ہوتے اسکے لئے کئی نسلوں کے گذر جانے کا انتظار کرنا پڑتا ہے تاکہ بیداری کی فضا آہستہ آہستہ عام ہوتی جائے۔ اس کام سے جانے تو بھاگا حیدرآباد جلد سے جلد اپنے تعلیمی نظام کو مشکل اور رائج کرتا مگر اس نے باوجود قومی حکومت کے برطانوی ہند کے بہت بعد اس جانب قدم اٹھایا اور خدا کا شکر ہے کہ یہ قدم برطانوی ہند کی طرح غلط راستہ پر نہیں ہے بلکہ صحیح راستے پر ہے اب یہ سوال کہ منزل مقصود تک کب رسائی ہوگی بہت بعد کا سوال ہے فی الحال اس رفتار میں ثابت قدمی استقلال کی ضرورت ہے۔ راہ میں بہت سی بیش آئیں گی۔ راستہ میں دھاندلی سے پُر نظر آئیگا۔ کہیں پر کامیابی سے گذر جانا ہی داد کے قابل ہے۔

تقسیم اسناد کا جلسہ جامعہ کیلئے گویا سالانہ یوم محاسبہ ہے۔ یہ وہ روز ہے کہ تمام جامعہ مفتاً اپنے اچھے بُرے پہلو پر ایک تنقیدی نظر ڈالتا ہے۔ اور آئندہ کیلئے نظام مقرر کرتا ہے۔

عثمانیہ یونیورسٹی کا موجودہ جلسہ تقسیم اسناد اپنی قسم کا تیسرا جلسہ ہے اس سال کے محاسبہ میں چند باتیں خاص توجہ کے لائق ہیں۔ اول تو یہ ہے کہ جامعہ عثمانیہ میں مغربی طب کی تعلیم جاری ہوگئی اور جناب امیر جامعہ نے اسباب کیطرف اشارہ کیا ہے کہ یہاں زراعت۔ انجنیرنگ۔ صنعت وحرفت تعلیم امداد باہمی اور جرمن۔ فرنسیسی زبانوں کی تعلیم اور علمی تحقیقات کے کام کی بھی ابتدا ہونی چاہیئے۔ امیر جامعہ کا یہ اشارہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ مسائل حامعہ کے پیش نظر ہیں۔ دیکھیں یونیورسٹی کتنی جلد اس خیال کو واقعہ ثابت کرتی ہے

خطبہ

از ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ صدر اعظم بالجمعیت

امیر جامعہ عثمانیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب نائب امیر! رفقا و طلبا نیین جامعہ! و معزز حاضرین!

بلحاظ اوس دلی تعلق کے جو مجھکو اس جامعہ سے ہے اس تقریب تقسیم اسناد میں آپ سب کے خیر مقدم میرا اولین فریضہ ہے۔ جامعۂ عثمانیہ کی تقسیم اسناد کا جلسہ صرف ادائے رسم کی ایک تقریب نہیں ہے کہ جو اور یونیورسٹیوں میں بھی ہر سال ہوا کرتی ہے بلکہ یہ وہ تقریب ہے جس میں ہر سال اہل ملک کی نگاہیں جامعہ کے ان ابنائے وطن طلبا نیین کی طرف اٹھتی ہیں جنہوں نے اپنے ملک اور اپنی زبان کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی ہے جن کی ذہنی، اخلاقی اور عملی جدوجہد پر آئندہ اس ملک کے ذہنی اخلاقی اور اقتصادی ارتقاء کا مدار رہے۔

اس موقع پر ان طلبا نیین کے دلوں میں کیا وہ اعلیٰ جذبات موجزن ہیں جو ان کی علمی اور عملی زندگی کے محرک ہو سکتے ہیں تو مجھے یقین ہے کہ وہ دن قریب ہے جبکہ ابنائے ملک جامعہ کے مقاصد کو پورا ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔

ہمارے موجودہ فرمانروا اعلیٰحضرت خلد اللہ ملکہٗ کے عہد سعادت مہد کی ایک امتیازی شان یہ بھی ہے کہ اس دور حکومت سے وہ زمانہ شروع ہوتا ہے جو اوس ہمہ شان خصوصیت کے لحاظ کرتے جو تمام ہند دستان میں صرف جامعہ عثمانیہ کو حاصل ہے، دکن کا عہد زریں کہلا سکتا ہے۔

تعلیم کے مقاصد کو پورا کرنے والے عاملین دو ہیں ایک "فطرت" دوسرے "تربیت"۔ فطرت سے مراد طالب علم کا وہ جوہر قابل ہے جو تدریجی اسباب کی بنا پر اس میں موجود ہے اور اُس کے اُبھارنے یا سنوارنے کا نام تربیت ہے۔ کسی قوم و ملت کی ذہنی اور اخلاقی تربیت اوسوقت تک ناممکن ہے جب تک کہ ارباب تعلیم طلبا کی قوی خصوصیتوں و روایات اور انفرادی مذاق و رجحان اور کوسری فطری قابلیتوں کو نظر میں رکھکر اُن کی زبان میں تعلیم دیں۔ ماہرین تعلیم کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ بجائے غیر زبان کے وطنی زبان کو تعلیم کا ذریعہ قرار دینا قومی ترقی کا پہلا زینہ ہے۔ اس لحاظ سے جامعہ عثمانیہ کو جو اہمیت حاصل ہے وہ ظاہر ہے کہ گویا اُس صرف اُردو زبان کو تعلیم کا ذریعہ قرار دیکر یہ سمجھ لیں کہ اب ترقی کی شاہ راہ کھلی ہوئی ہے اور ہم اُن منازل کو بہت جلد طے کرتے ہوئے چلے جائیں گے جو اس راہ پر ہیں ہمگر نہیں۔ اس راستہ میں صعوبتیں ہیں جن کے برداشت کرنے پر ایک طرف ارباب تعلیم کو اور دوسری طرف تمام اہل ملک اور خصوصاً جامعہ کے کارکنوں کو اپنا تحصیل وقت بھی آمادہ رہنا چاہیئے کیونکہ تعلیمی مقاصد کی تکمیل کا اطمینان ہی فریضہ ان پر بھی ہے۔ نصاب تعلیم کی ایک مناسب تنظیم ضروری ہے جب تک اس کے لئے علمی تدابیر اختیار نہ کی جائیں ایک مقررہ اور محدود نصاب کی تکمیل اور اسناد کی تحصیل تک طلبائے جامعہ کی علمی جدوجہد محدود رہے گی۔

یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ یونیورسٹیوں کی موجودہ طرز تعلیم ملک میں طلبا نیین کی صرف ایسی تعداد کو پیدا کر رہا ہے جن کے لئے ملازمت ہی حصول معاش کا ذریعہ ہے اس سے زیادہ نوجوانوں کی تعداد کے ساتھ کوئی مسائل کی پیچیدگیاں بھی بڑھتی جاتی ہیں۔

اس پر اس اعتراض کا امکان ہے کہ اعلیٰ تعلیم کو جس سے ذہن کی نشوونما اور علمی شرافت مقصود ہے معاشی سودمندی کے معیار پر نہیں جانچنا چاہیئے مگر صرف ادبیات اور تاریخ وغیرہ کے ایک مقررہ نصاب کی تکمیل کس طرح اعلیٰ تعلیم کے مقاصد کو پورا کر سکتی ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے مقاصد صرف اوسی وقت پورے ہو سکتے ہیں جب ہندوستان کی علمی جدوجہد تحقیق تصنیف و تالیف کے حق میں رُوبکار ہو۔ بیشک جہاں ایسی فضا ہے وہاں اعلیٰ تعلیم کے مقاصد صرف معاشی سودمندی کے معیار پر نہیں جانچے جاتے۔ مگر ہمارے ملک میں موجودہ اقتصادی حالات کے نظر کرتے ایک ایسے نظام تعلیم کی ضرورت ہے جو ذہنی نشوونما کو بھی ایک معاشی اور اقتصادی پہلو کو بھی نظر انداز نہ کرے۔

انسان کو جو خوبیت موجودات ارضی پر حاصل اور اشرف المخلوقات کی عزت سے سرفراز اور ممتاز ہے جو تعلیم قرآن سے ثابت ہے، وہ صرف اوس جوہر فکر و تجسس کا نتیجہ ہے جسکی بدولت اوس نے کتاب فطرت کا مطالعہ کیا بغیر اس قابلیت کے وہ ترقی در ارتقا کے منازل کو طے کر کتاب فطرت کی دلچسپیاں اوس کے گوناگوں مضامین اور ان کا باہمی ربط و تعلق یہ سب فکر انسان کے قلب و دماغ پر ایسے پُراسرار تاثرات پیدا کرتے ہیں جو ایک طرف حق شناسی اور دوسری طرف عالم شناسی کی محرک ہیں۔ انسانی قلب و دماغ کے انہیں دو محرکات سے خدا پرستی اور علم و دینیات، "مذہب" اور "حکمت" پر اُس تمام جد و جہد کا دارومدار ہے جس کے مجمل تذکرہ کا نام تاریخ تمدن ہے۔

حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام جو بحیثیت ہستی عارف باللہ اور متفقہ کا عارفانہ قول ہے کہ "علم دو چیز سکھاتا ہے۔ یعنے حق شناسی عالم شناسی اور خود شناسی حق شناسی اور عالم شناسی کے ساتھ خود شناسی پیدا ہوتی ہے"

عالم شناسی سے انسان کو کائنات کی لامتناہی وسعتوں اور نظام قدرت کی لاانتہا طاقتوں سے متعلق ایسے مفید و گرانمایہ معلومات حاصل ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے انسان قدرت کی طاقتوں کو اپنا محکوم بنا لیتا ہے اور اپنی ہستی اور امکان کو بھی سمجھنے کا شعور پیدا کرنے لگتا ہے۔ مگر ساتھ ہی ایک پُراسرار قلت بھی اُس کے دل پر طاری ہوتی ہے جو مذہب کی محرک ہے یہیں وہ اپنی بیکسی کو سمجھنے لگتا ہے اور اُس رشتہ کا بھی محسوس کرتا ہے جو عبد اور معبود کے درمیان ہے۔ یہی حسِ باطنی مذہب کی مختلف ارتقائی شکلوں میں رہی اور اسی کی وجہ سے دنیا میں ماوجود مادی ترقیوں کے عقل فریبیوں کے سامانِ الحاد و تشکیک کو فروغ نصیب نہ ہوا۔ مذہب قلب انسان کو تسکین دیتا ہے ہمدردی کے شریفانہ جوہر کو جلا دیتا ہے۔ مذہب ہی کے زیر اثر انسانی اخلاق معاشرت علوم نظری اور فنون لطیفہ کی نشوونما ہوئی۔ خود شناسی اور حق شناسی درحقیقت ایک دوسرے کی لازم و ملزوم ہیں۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔ خطاب انسانی کے عرفان کے خزانے کی کلید ہے بشرطیکہ مذہب کی تقویم پر افراط و تفریط کے خطوط خال سے پاک ہو۔ مگر غیر علم و حکمت کے نہ تو خدا شناسی صحیح معنوں میں خدا شناسی ہو سکتی ہے اور نہ خود شناسی ہی ممکن ہے۔

فروبل کے نزدیک تعلیم کا مقصد اس کے الفاظ میں یہ ہے: "تعلیم انسان کو اپنی ہستی کے سمجھنے اوس کے اور موجودات کے ربط باہمی کو معلوم کرنے اور رضا کے ساتھ یگانگت کو محسوس کرنے میں مدد دیتی ہے۔ بالفاظ دیگر علم انسان کو اوس وقت تک پہونچاتا ہے جہاں وہ خدا کی سی عالم شناسی، مردم شناسی اور خود شناسی کے قابل بنتا ہے اور ایک حد تک مقصد یہ بھی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو بسر کرنے کی غرض کو حصول علم کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ انسان اپنی

فضیلت اور شرافت کو سمجھے۔

ان فی ہی کے اعلیٰ جوہر کو جلا دینے کے لئے ایک ایسی تعلیم کی بھی ضرورت ہے جس سے ذہنی وجدان اور اخلاق کی تربیت ہو۔ ہمارے روشن دل فرمانروا نے اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر جامعہ عثمانیہ میں ذہنی اور اخلاقی تعلیم کا انتظام بھی مناسب سمجھا۔ ذہنی تعلیم ان کو خدا شناسی کے ادراک فراہم کرتی ہے، دوسری ہے اگر ذہنی تعلیم قومی خصوصیات اور آبائی روایات کے برقرار رکھنے کی محرک ہو جو کسی مذہب دولت کی روحانی اور مادی ترقی میں کارآمد ہو سکتے ہیں تو اس تحریک کا پرتو یہ مختار نہیں ہو سکتا کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کا حریف وعنید بنے۔ ہندوستان کی اقتصادی اور سیاسی ترقی اسی وقت ممکن ہے جب مذہبی اور فرقہ واری تعصب اور تنگ نظری کا خاتمہ ہو جائے۔ مذہبی تعصب اور اس کے نامساعد اثرات جو شاخسانے ہیں ہندوستان جیسے پرامن ملک میں آئے دن جو فسادات پیدا ہو رہے ہیں، ہندوستانی قومی زندگی کے حق میں بڑے خطرناک ہیں۔ اتنہ سے کہ تنگ نظر اور ناعاقبت اندیش تاجران مذہب کو اپنی ذاتی دکانیں کا لا بنا کر قوم کو تباہ کر رہے ہیں۔ ان کو یہ بھی گوارا نہیں کہ قوم کے وسیع مفہوم کا اطلاق بھی اپنے مذہب کے دائرہ سے باہر غیر مذہب کے ہم وطنوں پر ہو سکے جس ملک میں قومیت کے یہ معنے ہوں اور کسی فلاح و بہبود کی تدابیر کا کارگر ہونا مشکل ہے۔ عناد اور تعصب کی جڑوں کو مذہب کا سلک حقیقی سمجھنے والے لوگ ہمارے اخلاق، ذہنیت اور قومیت کے اتحاد کے دشمن ہیں۔ یہ وہ جراثیم ہیں جن سے ہلاک اثرات کا استیصال اور روشن خیال ہاتھ مشرب تعلیم یافتہ شخص کا فرض ہے ورنہ اگر اس ہلاک وبا کے اثرات خدانخواستہ بڑھ جائیں تو ممتاز البقاء میں ہماری کوئی جدوجہد کارگر نہ ہو سکے گی۔

حضرات! اس وقت چند گن مرتبہ جو فرد شوں کے جذبات ایک طرف اور ہندوستان کی قومی زندگی کے فنا و بقا کا سوال دوسری طرف ہے۔ تعلیم یافتہ طبقہ پر فرض ہے کہ توازن اور تقابل میں دونوں اذہان کے کام کر کے قوم اور ملک کے مستقبل کا فیصلہ کرے۔ اس کے لئے اطلاقی جرأت اور کیا کہنے کی ضرورت ہے کیا کہنے کی تربیت صرف کر دار اور افعال اور خیر و شر سے متعلق چند قدیم و جدید خیالات کے معلوم کرنے سے نہیں ہو سکتی۔ کیا کرنے کی تربیت کے لئے ایک ایسے ماحول کے پیدا کرنے کی ضرورت ہے جس میں اعلیٰ تعلیم کی بدولت ذہنی اخلاقی اور اقتصادی حسن عمل کے تعلق کو خیالوں، ان نتائج کے پیدا کرنے کی زندہ داری ہے جن کا اصل مآب یہ ہے جو جامعہ کی علمی حیثیت کے ارکان پر عائد ہیں، جامعہ کی اعلیٰ تعلیم کی تین حیثیتیں ہو سکتی ہے۔

(۱) کلیۃ التعلیم جس کے طلباء کی ذہنی قابلیت کی جانچ نشو و نما، علمی تحقیق، تنقید، ماخذ و تفتیش کی اہلیت طلباء پیدا کرنا ہے۔

(۲) صنعتی اور پیشہ وری تعلیم۔ اس کے لئے طلباء کی اہلیت اور مذاق کے جانچنے کا بھی ایک معیار ہونا چاہئے۔

(۳) مروجہ مضامین کی تعلیم۔ ان طلباء کے لئے جو صرف امتحانات کامیاب کرنے کا شوق رکھتے ہوں۔

جامعہ کے نصاب تعلیم کی تعلیم ایک ایسے جج پر ہونی چاہیئے جو طلباء میں علمی اور عملی قابلیتوں کے پیدا کرنے میں دو رسے بیری ڈانسٹ میں یہ مقصد نہ صرف اس مقولہ کے تحت کہ کتاب کا کہ "تعلیم کا مقصد حصول معلومات ہے"، اور نہ یہ صرف معاشی ترقی کا بہترین ذخیرہ سمجھا جا سکتا ہے بلکہ اس کو ایک ایسے نصب العین کے تحت ہونا چاہیئے جو عاجز طور پر طلباء کے علمی اور عملی نشو و نما کا محرک ہو۔ صورت حال یہ ہے کہ جو تعلیم کو ختم کرتا ہے جامعہ کی علمی تعلیم پانا اپنے لئے اس لئے لازمی خیال کرتا ہے کہ بغیر اس کے معاشی اور معاشیاتی مقصد نظر سے اس کا مستقبل اور اس کو تاریک نظر آتا ہے۔ ایسی صورت میں اعلیٰ تعلیم کے حقیقی مقصد کے فوت ہو جانے کا امکان اور ایک ایسے ماحول کے پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے جو عوض اس کے کہ روح علمی کے حق میں حیات بخش ثابت ہو، ہم قاتل بن جائے۔

کسی ملک کے افراد صرف اور بقائی تعلیم پانے اور لیجانے کے بعد اگر اس کے پیدا کرنے سے حاشیہ، تہذیب کے مدارج طے نہیں کر سکتے ایک جامعہ پر جامعیت کا اطلاق اسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کے مختلف شعبوں سے ایسے افراد نکلیں جو ہی علمی اور عملی کوششوں سے ملک کے حقیقی خدمت گزار ثابت ہوں۔

زرعی اور صنعتی تعلیم | ہمارے ملک میں زرعی و صنعتی ترقی کے قدرتی اسباب موجود ہیں اور نئے فائدہ اٹھانے کے لئے زرعی و صنعتی تعلیم کا رائج ہونا ضروری ہے۔ اس کے لئے جامعہ میں شعبہ زراعت کا قیام بھی مناسب ہوگا۔ شعبہ زراعت کے ساتھ ایک ایسے عمل کی بھی ضرورت ہوگی جہاں ملک کی زرعی پیداوار کے کثیر پیمانہ پر حاصل کر سکنے کے اسباب معلوم ہوں۔ اسکی سخت ضرورت ہے کہ جامعہ کے طلباء کو ملک کی قدامت پسند یورپ یا امریکہ جا کر زرعی کیمیا کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا پڑے۔ سرکاری اور غیر سرکاری زرائع سے ان کو اس کی عجب دیجائے گی ایسے تعلیم یافتہ افراد کے وجود سے اسی صورت میں فائدہ ہو سکتا ہے جب وہ سرکاری ملازمتوں اور ان کی آرزوؤں پر علمی اور ملکی خدمات کی انجام دہی کو ترجیح دیں ایک حد تک اور بلکہ شخصی منافع کا ایثار کرنا پڑیگا۔ چنانچہ ملک میں رشیوں کا سلک کوئی بھی ہو فی حقیقت نہیں ہے دنیا کی علمی تاریخ میں ایسے لوگوں کی مثالیں کثرت ہیں جنہوں نے کسی ناص شعبہ علم میں دلچسپی پیدا کرنے کے بعد علمی خدمات کی خاطر فوری اغراض کو پیش نظر نہیں رکھا اور ان میں کتنے ایسے ہوں گے جنکی زندگی میں ملک و قوم کی طرف سے ان کے خدمات کا اعتراف تک نہ ہوا وہ نظر بھی کسی ذاتی شہرت یا حصول سود مندی کے خواہش مند نہ تھے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے نام کو بقا و دوام حاصل ہے اپنی قوم و ملت کے سچے خدمت گذار ہیں۔

شعبہ تعلیم امداد باہمی ۔ شعبۂ زراعت کے ساتھ شعبۂ امداد باہمی کا قیام بھی مناسب ہے جس طرح یورپ کے بعض ممالک جیسے فرانس اور جرمنی میں تعلیم امداد باہمی کے شعبے قائم ہیں اسی طرح زرعی سماشیات امداد باہمی اور عام سماشیات امداد باہمی کی تعلیم کے لئے ایک مستقل شعبہ امداد باہمی کی اس جامعہ میں بھی ضرورت ہے۔ اس شعبہ کے قیام سے قبل جامعہ کے کسی اہل کیڈر کا یا کسی سماشیات کے ممتاز طلباء کی کا امداد باہمی میں اعلیٰ سند حاصل کرنے کے لئے یورپ بھیجنا بھی مناسب ہوگا۔

شعبۂ تعلیمات | جامعہ کی مجوزہ توسیع کا لحاظ کرتے ہوئے ایک شعبۂ تعلیمات کے بھی قیام کی ضرورت ہے۔ تعلیم کے اغراض کسی وقت پورے ہو سکتے ہیں جب تحتانی وسطانی و فوقانی جماعتوں کی تعلیم مناسب اصول پر دیجائے۔ ایسی تعلیم دینے کے وہی لوگ اہل ہو سکتے ہیں جو اصول و طریقہ تعلیم سے کما حقہ واقفیت رکھتے ہوں، مدرس کا صرف تعلیم یافتہ اور شائستہ ہونا اغراض تعلیم کے لئے کافی نہیں ہے اس کے لئے فن تعلیم سے واقف ہونا بھی لازمات سے ہے ہمارے پاس میاکرک اور ایجوکیشنل سے پاس شدہ مدرسین کی تعلیم کا انتظام ہے۔ مگر موجودہ ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور ان دشواریوں کا لحاظ کرتے ہوئے جو ہمارے مدرسین کو بیرون ممالک تحریر بھیجنے میں پیش آتی ہیں، ایک ایسے شعبۂ تعلیم کے قیام کی ضرورت ہے جو بی۔ ٹی اور ایم۔ ٹی کے مدارج تک تعلیم دیگا۔

انتظام السنۂ مغربی | علوم مغربی کے حصول کے لئے صرف انگریزی ہی کی تعلیم کافی نہیں ہے۔ ضرورت اسکی ہے کہ کچھ فرنچ و جرمن زبان کی تعلیم کا انتظام ہو جیسا کہ دنیا کی اور یونیورسٹیوں میں ہے جامعہ عثمانیہ میں بھی کیا جائے۔

تحقیقات | اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہمارے طلباء آرٹس سائنس کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ساینٹفک تحقیقات میں حصہ لیں سائنس کے مختلف شعبوں میں تحقیقات کی سہولت پیدا کرنے کے لئے اعلیٰ پیمانہ پر معملوں کی ضرورت ہے ہمیں کے لئے ان کثیر مصارف کے لحاظ سے جو درکار ہیں جامعہ کو ایک مستقل خزانہ کا اضافہ کرنا ہوگا۔ ایک مناسب اثاثہ کے علاوہ اس کے لئے ایک مخصوص عمارت بھی چاہیئے جس میں ہر شعبۂ تحقیق کی ضروریات کے لحاظ سے اعلیٰ پیمانہ پر آلات اور اسباب تجربہ کی بہم ہوں۔ یہ حالت موجودہ جبکہ جامعہ کے لئے مناسب اکمنہ و عمارات کا انتظام نہیں ہے یہ خیال کسی قدر قبل از وقت ہے مگر اس کی توقع ہے کہ عنقریب جامعہ کے لئے مناسب مقام کا تعین اور تعمیر اکمنہ کا کام شروع ہو جائیگا اس وقت ایسے ایک مکمل و دارالتجدید کے قیام کا مسئلہ بھی پیش نظر رہیگا۔ سرکار کی طرف سے تعلیمی مصارف کے لئے کافی طور پر موجودہ مزعومات کے لحاظ سے گنجائش رکھی گئی ہے آئندہ بھی ایسے مصارف میں جن سے ہمارے علمی اور عملی مستقبل کے شاندار ہونگی توقع ہو سکتی ہے سرکار مزید مصارف کا بار اٹھانے میں بھرپور امکان دریغ نہ کریگی مگر کسی ملک میں علم

عمل کا احیا صرف حکومت کی تحریک و کوشش سے نہیں ہوا۔ یورپ کے جامعات کا تذکرہ کیا ذکر برطانوی ہند کے سرکاری جامعات میں بھی ایسے سینکڑوں عہدیات و اوقاف ہیں جو علم دوست اور رزی مقدرت اصحاب کی عالی مذاقی کی مستقل یادگاریں ہیں۔ میں آکسفورڈ اور کیمبرج جیسے بعید الوقوع مقامات تک نہیں گیا کہ وہاں کے عطیات سے واقف نہیں کرانا چاہتا، قریب تر بگلکتہ ہی کو چلئے کہ جہاں کی یونیورسٹی میں عطایا کے دین کی گونج آپ کے کانوں میں پہنچے بغیر نہیں رہ سکتی جن میں خاص طور پر بگلکتہ یونیورسٹی میں صنعتی تعلیم کے لئے سر اربھاری گھوش کی انجمائی کا شاندار عطیہ قابل اشارہ ہے۔ ان بھی مثالوں کی تقلید حیدرآباد میں بھی ممکن ہے جس کے لئے مجالس جامعہ کو بھی توجہ کرنی ہوگی۔ اس کے ساتھ میں بھی کہوں گا کہ سائنس کے فارغ التحصیل طلبا اپنی علمی تجسس کا مواد فوج بھی بہم امکان فراہم کریں۔ دنیائے علمی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اکتشافات اور اختراعات کی دنیا میں عظیم ترین کارہائے نمایاں اکثر وبیشتر ایسے ہی علم دوست اشخاص نے کئے ہیں جن کو اپنی فرد قتوں کے لحاظ سے سامان وافر مہیا کرنے کا امکان نہ تھا مگر ان کو یہ ثابت کر دکھایا کہ حقیقی علم دوستی اور تحقیقاتی جدوجہد کے شوق کا خواہ کیسے ہی چھوٹے پیمانے پر آغاز ہوا علمی انجام ہوتا ہے

تصنیف و تالیف | سائنٹیفک روح تحقیق کے دوش بدوش ادبی روح تنقید اور تصانیف و تالیف اہم کی طرح گری کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اردو زبان میں ایک جامعہ کیلئے علمی مواد فراہم کرنیکی ایک چھوٹے سے دارالترجمہ سے توقع کرنا بیجا ہے۔ دارالترجمہ سے نصابی کتب کے ترجمہ کا جو کچھ بھی کام ہوا اور ہو رہا ہے وہ بھی موجودہ حالات کے اعتبار سے قابل تحسین ہے۔ صرف درسی کتب کے چند ترجموں سے زبان اردو کی علمی دولت نہیں بڑھ سکتی گر ہم کو اس قلیل سرمایہ سے کثیر نتائج کی توقع ہے وہ طلبا نہیں جن کی ذہنی اور ادبی تعلیمتوں کی نشوونما جامعہ عثمانیہ کی تعلیم سے ہوئی ہے، اپنے مذاق اور رجحان کی مناسبت سے تصنیف و تالیف میں دلچسپی ظاہر کریں تو مجھے یقین ہے کہ ہماری زبان کو وہ دولت حاصل ہو جس کی اب وہ فقر یا محتاج ہے۔ مجھکو یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی کہ جامعہ کے بعض طلبا نے اور طلبا تصنیف و تالیف کے کام میں بذات خود دلچسپی لے رہے ہیں۔ امید ہے کہ ان کی سعی و دلچسپی کے نتائج جلد آور ہوں اور یہ ملک میں علمی مذاق کے نشر و اشاعت کرنیوالوں میں شمار ہونے کا امتیاز حاصل کریں گے۔ جامعہ ایک علمی اور ذہنی جمہوریت ہے جس میں ہر طبقہ انسانی اور طالب علم اپنے حقوق و فرائض رکھتا ہے۔ ان فرائض کی ادائی بھی خاص دلچسپی اور اہمیت رکھتی ہے۔ یہ دلچسپی وہی پیدا کر سکتے ہیں جو علمی دنیا میں رہنے اور اسکی دلفریب فضا سے لذات اندوز ہونے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ اہل قلم کا سب سے پہلا لازمہ یہ ہے کہ علمی مذاق کی وسعت کے ساتھ تحقیق و تنقید کی روح پیدا ہو اور اس علمی مواد میں اضافہ ہو جو بطور ارث ہم کو اسلاف سے ملا ہے۔ صرف دوسروں کی ادبی تاریک کاوشوں اور علمی اکتشافات کی داد دینے کی قابلیت پر اکتفا کرنا اور اس نصب العین سے دور رہنے جس سے ایک جامعہ پر جامعیت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ ادبی تنقید اور علمی تحقیق کی روح اور سپرٹ پیدا ہو سکتی ہے جب اوس کے لئے ایسا ماحول موجود ہو جس میں علمی بلند خیالی اور آزادی کی گنجائش ہو۔ علمی تعصب اور پارینہ توہمات مفقود ہوں ایسے صحت مند اثرات ہوں جو طلبا کے ذہنی نشوونما کے لئے لازمی ہیں اور علمی خیالات کے باہمی تبادلہ کے ذرائع موجود ہوں طلبا یہ محسوس کریں کہ اس علمی ماحول میں علم تحقیق سے ہی ایک روح اجتماعی ان کے افراد (اساتذہ) شامل کی تحریک ہے۔

علمی رسالے | ایسے علمی رسالوں اور مجلسوں کی اشاعت بھی ضروری ہے جو علمی زندگی کے جزو متمم حیات ہوں اس موقع پر یہ کہنا پڑا ہے کہ ان متعدد دماغ ہواری اور تہ ماہی رسالوں اور مجلسوں میں جو ہمارے ملک میں آئے دن سرکاری اور بیداری پیدا کرنے میں کوشاں ہیں ہمچو دو آپ رسائل کے کوئی اور علمی رسالہ اس معیار پر نظر نہیں آتا۔ اس کی سخت ضرورت ہے کہ سائنس اور علوم و فنون کے دیگر شعبوں میں بھی اس قسم کے رسائل تحقیق علمی مذاق کے وسیع کرنے میں کامیاب ثابت ہوں معاشی نفسیات و فلسفہ طب جدید و تشریح زراعت و فلاحت کے شعبوں میں بھی خاصکر انکی ضرورت ہے۔

لکچرز | جامعہ کے پروفیسروں کی علمی خدمات میں (طلبہ) کی بیشتر تعداد رہتے سے پہلک کو جامعہ کی علمی ترقی سے مستفید ہونے کا کم موقع ملتا ہے۔ اس کے لئے پچرز کی کے جامعہ کی طرف سے بسترخوان صفحہ ہر ہفتہ ایک ایک لکچر پبلک کے لئے ترتیب دیا جائے جس کے موضوع علمی ادبی اور دیگر مفید مباحث پر روشنی ڈالی جائے اور پبلک کے مذاق علمی کو استوار کرنے کی کوشش کیجائے جیسا کہ فارسی زبان کے لئے ہمارے علم دوست داعی الاسلام آقا محمد علی پوفیسر نے ایسا انتظام فرمایا ہے اور برابر کام جاری ہے ایسا انتظام یقیناً ہماری نظر میں جامعہ کی وقعت اور رسوخ عامہ کی کو بہت بڑھا دیگا۔

مسلمین اور مسلمین کے تعلقات | مسلمین و مسلمین کے تعلقات باہمی بھی کیا کہنے کے بنانے اور سنوارنے میں بہت بڑا حصہ لے سکتے ہیں مسلمین کے خیالات اور رجحانات کا غیر محسوس اثر، غیر مسلمین پر بہت جلد ہوتا ہے۔ قدیم مشرقی تعلیم میں تعلم و معلم کا تعلق تقریباً خاندانی و موروثی سا تھا۔ دوسرے معلم اپنے شاگردوں کا عقیدہ مرکز محبت بن جاتا تھا مگر دور جدید کی ضروریتوں نے اس تعلق میں ایک ایسی ہمواری پیدا کی ہے جو آزادانہ تبادلہ خیالات کے لئے اور طلبا کے کیرکٹر کے بنانے میں زیادہ موزوں سمجھی جاتی ہے

کلیات جامعہ کے اعلیٰ مدارج میں علم و تعلم کا تعلق زیادہ ہموار ہونا چاہیئے۔ موجودہ طبائع نظر تازیادہ لچکدار ہوتے ہیں طلبا کی تقلیدی قابلیت کو سفید مطلب و تعجب پر لگانا اور ان کے طبائع کو مناسب سانچہ میں ڈھالنا طائفہ معلمین کا فرض ہے۔ اگر معلمین بے تعصبی اور نئی آزادی کے ساتھ قومی جذبات، علمی خصوصیات اور دینی کے برقرار رکھنے میں اچھی مثالیں قائم کریں گے تو ان کے مفید اثرات بھی طلبا پر مترتب ہوں گے۔ اس مقصد کے پورا ہونے میں بحالات موجودہ جو سب سے بڑی رکاوٹ ہے وہ غالباً جامعہ کے لئے مناسب عارضی اور دارالاقامہ کا نہ ہونا ہے جس کی وجہ سے جامعہ کی علمی زندگی کے عناصر کچھ تو مفقود اور کچھ پراگندہ حالت میں ہیں۔ دارالاقامہ اقامتی نظام تعلیم اس نقص کے رفع کرنیکی تدابیر تو بہ عجلت تمام عملی جامعہ پہنا نہ چاہئے۔ درس دینے والے جامعات اور اقامتی جامعات میں یہی فرق ہے کہ اول الذکر جامعات میں طلبین اور معلمین ایک دوسرے سے بہت ہی کم واقف ہوتے ہیں معلمین کی صحبت کے فیوض و اثرات سے متعلمین زیادہ مستفید نہیں ہوتے۔ اقامتی جامعات مطمح نظر ہی بدلا ہوا نگاہ ہے۔ جدید جامعات کی تنظیم آج کل اقامتی اصول پر ہو رہی ہے۔ یہ بات اہل تعلیم بالخصوص انگلستان میں عام طور پر محسوس ہو رہی ہے کہ امتحان دینا اور سند حاصل کرنا مرجوہ و قلبی ضروریات کے لئے اہل نا کافی ہے تو اوس عہد گذشتہ کے لئے مزاوار تھا جبکہ تحصیل علم اور حصول اسناد کا منتہا یہ مقصد حصول ملازمت سمجھا جاتا تھا۔ موجودہ تعلیم کا مقصد ایسی جماعتوں کا پیدا کرنا ہے جن میں اشیاء نفسی کے کمالات کے ساتھ زیادہ تر آزادانہ چشم اختیار کرنے والے علمی خدمات انجام دینے والے ہوں۔ اور کچھ سرکاری خدمات کے ذمہ دارانہ فرائض کو انجام دینے والے افراد بھی ہوں۔ دور حاضر کے حالات کو وہ تمام اسباب فراہم کرنا چاہیئے جو طلبا کو اس قابل بنائیں کہ وہ تہذیب نفس اور اصلاح معاشرت کے قابل بنیں اور سیاسی دنیا میں خود کو آزادانہ ملک اور قوم کے عالی وصلہ خادم ثابت کریں۔ اور ان پر انسان کامل کا وصف صادق آسکے۔ عرصے سے دکن میں نصوف کا اسکول قائم ہے جو کہ نفس اشیاء اور کارہائے اخلاق کی تعلیم دینا چاہتے اور یہاں کی فضا میں ایسی تعلیم جامعہ کے ذریعہ بآسانی گان ملک کی ذاتی آمادگی کے لحاظ سے یقیناً کامیاب بھی ثابت ہوگی۔

تعلیم نسواں | ہماری معاشرتی اصلاح کے اہم فرائض کی ادائی میں بلحاظ نسواں کو بہت بڑا حصہ لینا ہے۔ اہل دنیا کے ہر حصہ میں نسوانی تعلیم کی ایسی ہوا نہیں پیدا کیجاتی ہیں کہ جامعات کی اعلیٰ تعلیم کے نظر یا ہر شعبہ میں عورت مردوں کے مساوی حقوق حاصل کر رہے ہیں۔ یورپ کے جامعات میں بھی ایک زمانہ دراز تک عورتوں کو برابر فرقت کے حقوق حاصل نہیں تھے۔ انگلستان کی

۱۸۶۸ء یعنے گذشتہ صدی کے اواخر تک عورتوں کیلئے اعلیٰ تعلیم کا سند باب تھا ہمارے ہاں ابتدائی اور وسطانی تعلیم کا باقاعدہ آغاز ہوئے شاید تیس سال سے زائد عرصہ نہیں ہوا نوانی تعلیم کا بھی آغاز ہوگر گو ایک عرصہ ہوا مگر ہیں جہاں تک خیال کر سکا ہوں وہ برسوں تک برائے نام ہی رہی۔ گذشتہ دس سال کے نتائج کے لحاظ کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ترقی کی رفتار امید افزا ہے۔ حال ہی میں نام لی نرس کالج میں بی۔ اے تک تعلیم کا انتظام بھی ہو چکا ہے تعلیم نسواں کی سست رفتاری کے میری دانست میں دو ہیں۔

(۱) ملک میں تعلیم نسواں کی ضرورت کے احساس کا فقدان اور راے عامہ کی نا واہبی مخالفت۔

(۲) ایک ایسے نصاب تعلیم اور قومی تربیت کا نہ ہونا جس میں ہمارے ملک اور قوم کی ذہنی اور معاشرتی خصوصیات کا کافی طور پر لحاظ ہو۔

نسوانی تعلیم پر تعلیم انتظام مذداری اور فنون لطیفہ کو وسعت دینا چاہیے اور اس کے ساتھ مذہبی تعلیم کا بھی سلسلہ رہے۔ خانگی زندگی معاشرت اور تمدن کی پہلی منزل ہے۔ اس میں عورت اور مرد کے حق اور اختیارات یکساں نہیں ہیں۔ عورت کو ہر اعتبار سے اس میں فوقیت حاصل ہے کیونکہ تہذیب معاشرت اور تمدن کی عورت کی فرشتہ داری نسبتاً مرد سے زیادہ ہے۔ ہماری معاشرت کی بعض خامیاں اور خرابیاں جو؟ - تاریخی اور توہمات سے پیدا ہوئی ہیں قابل استیصال ہیں اس کے لئے عورتوں کی تربیت اور ترقی لازمی ہے۔ گر طبقہ نسواں کی تہذیب کی تربیت یا ذہنی سطح ملی جھوجد وسکوں کو مٹانے میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ ذہنی تربیت کیساتھ اون اعلیٰ حیات، خطہ رسمیات اور روایات کا برقرار رکھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ جن سے ہند و ستانی نسوانیت کی روح تازہ ہے۔ ہندی خواتین اعلیٰ تعلیم پائیں، ہر شعبہ علم و ہنر میں مردوں کے برابر ہیں مگر ساتھ ہی اس کے بہ بڑی نسوانیت کی خصوصیات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں۔ غیر اقوام کی کورانہ تقلید ہندیوں کی مفلس شرقی قوم کے حق میں مضر ہوگی ہے۔ عورتیں مردوں سے زیادہ ذکی الحس ہیں اس نسبت سے ان کی اعلیٰ قابلیتوں کو سنوارنے کا بہترین ذریعہ فنون لطیفہ کی تعلیم ہے۔

میں اپنے خیالات اور شعروں کے اظہار میں آپ سب کا بہت وقت لیا۔ اب مجھکو یک مختصر فرزیفہ کی طرف اور آج کی اس صحبت سے مخصوص ہے، متوجہ ہونا ہے۔ تقسیم اسناد کے سلسلہ میں سال حال ہونا سب سے اول پیش کر رہا ہے وہ نواب حمید نواز جنگ بہادر کا ہے۔ حمید نواز جنگ بہادر صدر اعلیٰ کے ایک معتمد اور دیرینہ عہدہ دار ہونے کے علاوہ، جامعہ عثمانیہ کی مجلس اعلیٰ کے رکن رکین اور جامعہ کے روح رواں ہیں۔ حیدرآباد میں ایک یونیورسٹی کے قیام کا مسئلہ مختلف مقاصد کے تحت تقریباً نصف صدی سے سرکار عالی کے پیش نظر رہا ہے ۱۸۸۲ء میں مٹیلوٹ نے حضرت غفران مکان کے نام ایک مکتوب میں ایک محمڈن یونیورسٹی کے قیام کا خاکہ پیش کیا عالباً ایک تصویر خیالی کی طرح طاق نسیان میں رہ گیا۔ بعد ازاں میرے زمانہ مدارالمہامی میں جبکہ پنجاب یونیورسٹی سے دارالعلوم کے عدم استحاق کی وجہ سے امیدواران امتحان کے لیے گوناگوں مشکلیں پیدا ہوگئی تھیں جنکو رفع کرنے میں بعض علما جیسے ڈاکٹر آگھر ذاکر اور مولوی حمید صاحب طباطبائی نے اپنے طور پر عملی حصہ بھی لیا تھا، مولوی عزیز مرزا صاحب مرحوم نے دارالعلوم کی ترقی کے سلسلہ میں ایک یونیورسٹی کے قیام کی اسکیم پر بڑی محنت سے تیار کی تھی اور میں نے عبدالحکیم صاحب خلد اور مولوی شبلی فخامی کو اس کام کیلئے طلب بھی کیا تھا۔ مگر تحریک جامعہ عثمانیہ کا وجود میں آنا دور عثمانی کے لئے مفید تھا۔ اس نے مخصوص رکھا تھا۔ اتنے بہت سالوں کام کے انجام دینے میں نواب حمید نواز جنگ بہادر اور اُن کے معاونین نے قابل قدر سعی کی۔

نواب حمید نواز جنگ بہادر ایک علم دوست علم پرور، فاضل ہیں ہندوستان کے مختلف علمی حلقوں میں آپ علمی حیثیت بھی رکھتے رہے ہیں ہمکی وجہ سے دور حاضر کے سربرآوردہ مسلمین تعلیم میں آپ کا شمار ہوتا ہے اول ایل۔ ڈی کی ڈگری عطا کر کے جامعہ عثمانیہ آپ کی علمی شغف کا اعتراف کرتی ہے۔ گر آپ نے جامعہ کی جو خدمت جس دلسوزی اور انہماک سے کی ہے اس کا اعتراف فخر وہ شہرت کر سکیگی جس کی بدولت آپ کا نام جامعہ عثمانیہ کی تاریخ کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہے گا۔ میں نہایت مسرت کے ساتھ نواب حمید نواز جنگ بہادر کو ایل۔ ایل ڈی کی اعزازی سند اور مبارکباد دیتا ہوں۔

اس خطبے کے اختتام سے پہلے مجھے چند باتیں طلبا نیں کو مخاطب کر کے کہنی ہیں۔

اے طلبا نیں و فرزندان جامعہ! میں آپ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں جس سے آج آپ کو علمی امتیازات حاصل ہوے۔ میری دلی تمنا ہے کہ زندگی کے ہر عہد و جہد میں آپ کو کامیابی کے اعلیٰ مراتب نصیب ہوں۔ سراعل زندگی کو وہی لوگ کامیابی کے ساتھ طے کر سکتے ہیں جو میدان عمل کے تنازع للبقا میں اطمینان قلب اور اخلاقی جرات سے مزاحم کا مقابلہ کر سکیں جامعہ کی تعلیم نے آپ کے ذہنی اور اخلاقی قوی کی تربیت کی ہے۔ اب آپ کا کام ہے کہ ان تربیت یافتہ قابلیتوں کی مدد سے زندگی کے ہر دائرۂ عمل میں کامیابی حاصل کریں۔

تحصیل علم کے بعد سب سے پہلی فکر جو نوجوانوں کو دامنگیر ہوتی ہے وہ تلاش ذریعہ معاش ہے افسوس ہے کہ اب بھی اکثر تعلیم یافتہ نوجوان حصول ملازمت ہی کو بہترین معاشی ذریعہ سمجھتے ہیں۔ جب اپنی کوششوں سے ناکامیاب ہو کر تھک ہار جاتے ہیں تو ان کو خیال ہوتا ہے کہ اُن کی ساری علمی محنت رائیگاں ہوئی۔ میری دانست میں وہ سراسر غلطی پر ہیں قلیل الزمان کو ان تمام قوتوں سے جن کی تربیت ہوتی ہے کام لینے کا طریقہ سکھاتی ہے اگر کوئی یہ سمجھے کہ تمام قوتوں کا مصرف ایک ہی طرف ہو سکتا ہے تو اوس کی عملی قابلیت محدود اور دماغ سطحی نظر ہے پیدائش دولت کا سب سے بڑا ذریعہ محنت ہے۔ جو شخص اپنی محنت کو کسی راستے اور ٹھکانے لگانے کا سلیقہ رکھتا ہے، وہ اس کو دنیا کبھی تنگ و تاریک نظر نہیں آتی اور نہ وہ پست ہمت ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں کیا دولت کے قدرتی اسباب وافر ہیں۔ صرف صنعتی و زراعتی تعلیم کے نہ ہونے اور سرمایہ دار اہل ملک کی عدم توجہی اور کم ہمتی سے افلاس زیادہ نمایاں ہے۔ دنیا میں بعض چھوٹے ممالک ایسے ہیں جہاں پیدائش دولت کے قدرتی اسباب محدود یا بقدر کفایت مفقود ہیں۔ مگر اہل ملک کی محنت سلیقہ اور کاروباری تنظیم کی بدولت وہ ممالک مقبول ہیں یورپ میں ڈنمارک اور ہالینڈ ہی کی مثال لیجئے کہتے ہیں وہاں معدنی پیداوار تقریباً مفقود ہے مگر وہاں کے باشندوں نے زراعتی ترقی کی بدولت اُن کو ایسا بنایا ڈنمارک اور ہالینڈ دوسرے مساوی رقبہ کے یورپی ممالک سے زیادہ مقبول ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ کسی کام و پیشے کو باعث ننگ و عار نہ سمجھیں۔ ہر ایک پیشہ بلحاظ اس کے کہ وہ تمدنی ضروریات کو پورا کرتا ہے باوقعت و قابل احترام ہے۔ قدیم ہندوستان میں ذات پات کی تقسیم سے پیشوں کی تقسیم بھی ہوگئی تھی۔ تمدنی مصالح کی بنا پر کسی زمانے میں یہ تقسیم شاید اچھی تھی۔ مگر موجودہ زمانے میں کوئی قلیم یافتہ شخص کسی پیشے کو ذلیل نہیں سمجھتا۔ نا خواندہ جاہل اشخاص کو ذی پایہ اعتبار کرتے ہیں تو ذہنی اخلاقی کمزوریوں کی وجہ سے اس پیشے کو بھی ذرہ بھر کی نگاہوں میں ذلیل کرتے ہیں۔ ہر پیشہ کو چاہیئے کہ وہ فنی مصلوں رکھے کام سے دلچسپی اور اوسکو کامیابی کے ساتھ چلانیکا سلیقہ رکھے، دغا، فریب، وعدہ خلافی کی اخلاقی کمزوریوں کو اپنے میں پیدا نہ ہونے دے۔ ایک قلیم یافتہ پیشہ ور میں یہ سب خصائل باحسن وجوہ جمع ہو سکتے ہیں۔

اے نوجوانو! آپ سے ملک کی توقعات وابستہ ہیں ملک قوم کی مدد آپ اسوقت کر سکتے جب اپنی آپ مدد کریں۔ وہ نوجوان نہیں جو اپنے پیروں پر آپ کھڑے نہیں رہ سکتے اور دوسروں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ اس علمی مذاق اور دلچسپی کو جو جامعہ کی تعلیم نے آپ میں پیدا کی ہے کسی حال اور کسی مجبوری میں ترک نہ کریں۔ علم ہی وہ چراغ ہدایت ہے جسکے بغیر خاندان اور قوم میں عقل و تدبیر کی رہبری بھی بیکار ہے۔ یہی وہ خزینہ ہے جو آپ کو پستیوں کے سامان آپ کے لئے زہر ہلاہل ہوگا۔

آخر میں خاص طور پر آپ سے میری یہی توقع ہے کہ آپ قوائے جسمانی کی ترقی کو بھی ہمیشہ اپنی سامعی میں داخل سمجھیں گے اچھے قوائے جسمانی پر علمی ادبی اور ملکی خدمات کا بڑا انحصار ہے کہ بقول کسی کے تندرست جسم ہی مانند ایک مندر کے ہے جس میں پاک روح اور پاک خیالات رہتے ہیں۔

اب میں اپنے آقائے دولت کے حق میں دست دعا

نوٹ:- اس خطبہ کی تیاری میں جو مواد مجھ کو فراہم کرنے میں مدد دی ہے اس کے لئے میں مسٹر محمد عبدالحق صاحب ایم اے اور مسٹر محمد عبدالحق صاحب ایم اے کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ڈنمارک کے زراعتی حالات (سلسلہ)

اس کے ساتھ ہی سوسائٹی نے افتادہ اور بیکار زمینات کے قابل کاشت بنانے کی فکر شروع کی۔ اس کیلئے ضروری تھا کہ زمین میں مختلف قسم کے کھاد ڈالے جائیں تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایسی زمینات کیلئے جو کنکری بلند اور خشک ہیں زیادہ کھاد کی ضرورت ہے اور وہ زمینات جو پست ہیں ان میں (Green manure) زیادہ ہے لیکن پوٹاش اور فاسفورس کی بھی ہے۔ پس اسکے لئے جو جنس کے معدنی سے ہو کافی ملایا جاتا ہے حاصل کیا گیا اور فاسفورس ملا پڑا کے مساوی سے منگوایا گیا اسکے علاوہ مقامی طور پر ایک چیز معلوم کی گئی جسکو مارل کہتے ہیں جو ڈنمارک میں کثرت پائی جاتی ہے۔ یہ ایک قسم کی چکنی مٹی ہے۔ جو ۶۰ یا ۷۰ فٹ کھود نے پر برآمد ہوتی ہے کہا جاتا ہے کہ اس میں ۵۵ فیصدی چونا شریک ہے۔ اس مٹی کو افتادہ اور خراب زمینات پر پھیلایا جاتا ہے۔ اور ایک یا دو سال اس زمین کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے یہانتک کہ یہ مارل زمین کا ایک جزو ہو جاتی ہے اسکے بعد پہلے سال معمولی کوئی چیز بوئی جاتی ہے جس سے زمین میں پوری قوت پیدا ہو کر اعلیٰ درجہ کی قابل کاشت زمین ہو جاتی ہے۔ اس وقت سوسائٹی نے دو ہزار سے زائد ایسے مقامات معلوم کر لئے ہیں جہاں سے مارل نکالی جاتی ہے۔ اس اہم چیز نے مقام ندم میں ایک معدن کا معائنہ کیا جاتا مارل نکالی جارہی تھی اور ریل کے ذریعہ سے مختلف مقامات پر بھیجی جارہی تھی ہیں نے اس مقام اور سٹیشن ریفیہ کا نوٹ لیا ہے۔ ایک مقام سے سالانہ کئی ملیون ٹن مارل نکالی جاتی ہے اور ارزاں قیمت پر سمال سٹاکاروں کو جو سوسائٹی کے رکن نہیں کھاتی ہے۔ صرف ایک پولینڈ میں تقریباً ۵۰ ہزار انجمنیں اسلاہ باہمی محض مارل کھود نے کیلئے قائم کی گئی ہیں جس کے اراکین کثرت کاشتکار ہیں۔ مارل کے نقل حمل کیلئے ۶۷ خاص ریلوے لائنیں کی تعمیر ہوئی ہے جس کا مجموعی طول ۱۸۷ میل ہے جو سوسائٹی اور گذشتہ داروں کا مال سمجھی جاتی ہے ۱۹۰۷ء سے ۱۹۲۳ء تک تقریباً پانچ ملیون کیوبک میٹر مارل ان ریلوں کے ذریعہ سے مختلف مقامات پر پہنچائی گئی ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ مارل بہترین اور ارزاں زمین کھاد ثابت ہوئی ہے۔

تیسرا کام جو اس سوسائٹی نے شروع کیا وہ آبپاشی اور نکاسی کا تھا۔ آبپاشی کے ذریعہ سے صدہا میل کا پانی پہنچایا گیا اور سطح مرتفع ہزار ہا ایکر زمین جو خشک اور افتادہ تھی بہت قیمتی زمین کاشت آگئی۔ اور جہاں جہاں دلدل تھے وہاں کا پانی یا تو مختلف راستے نکال کر کاشت کی اغراض کیلئے بہا دیا گیا یا جہاں یہ ممکن نہ تھا وہاں پانی کو پمپ کر کے دلدلوں کو خشک کر دیا گیا اور زمین قابل کاشت کر دی گئی۔

زمین کا پول سمندر سے چند ہی فٹ اونچا ہونے کی وجہ سے ڈنمارک کے دریا تھے نہیں پہنچے بلکہ ان کی حرکت کمزور اور آہستہ ہوتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دریاؤں کے کنارے بھاڑ کے راستے میں متعدد جھیلیں اور دلدل پیدا ہو جاتی تھیں ان تمام دریاؤں کو سائنٹیفک طریقوں سے سیدھا کر دیا گیا اور جہاں ضرورت ہوئی وہاں سے راستہ پر لگانا اور جہاں ضرورت ہو دریاؤں کے لیول کو زمینات سے نیچے کر دیا گیا۔ اب تک سوسائٹی نے اپنے پروگرام میں شرکت کر لیا ۱۹۲۳ء تک دو لاکھ پچاس ہزار کروز کے صرف سے ۴ ہزار ۵ سو ایکر رقبہ ان کاموں کے ذریعہ قابل کاشت کیا گیا جس سے ملک کی الگذاری میں ۴۴ لاکھ کروز کا فائدہ ہوا ۱۹۲۳ء تک اس رقبہ میں اور اضافہ ہو امجموعہ ایک لاکھ دو ہزار چھ سو نو ایکر زمین قابل کاشت ہو گئی۔

اس کے علاوہ سوسائٹی نے متعدد مراکز قائم کئے جہاں کے کاشت کاروں کو سائنٹیفک طریقوں سے کاشت کرنے کے طریقے بتلانا مقصود تھا۔ اسوقت تقریباً ایسے ۷ سو مراکز قائم ہیں۔

ان چیزوں کے علاوہ سوسائٹی نے بہت سے ذیلی مگر اہم کام دے رکھے ذکر باعث طول ہوگا۔ البتہ ایک بات قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ سوسائٹی گو اگر حکومت سے مدد لیتی ہے لیکن یہ بہت قلیل ہے اور اسوقت تک یہ ایک پبلک سوسائٹی ہے جسکا سب سرمایہ تقریباً پبلک فراہم کرتی ہے اور اس سوسائٹی کی عام نگرانی اور کاروباری اوقات جو ٹے ڈنگاس کے ذمہ ہے جو کرنل ڈنگاس سوسائٹی کے موجد کے بیٹے ہیں۔ اثنائے دورہ میں مجھے موجودہ ڈنگاس کی ملاقات کا اور ان کے ساتھ چائے نوشی کا فخر حاصل ہوا۔ یہ ایک معمر شخص ہیں جنکی عمر تقریباً ۷۰ سال کی ہے جنگل کے زیادہ کے اور اس کے متعلقہ کاموں سے انکو جو شوق و شغف اور دلچسپی ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ شہر سے کئی میل دور ایک جنگل کے وسط میں جہاں بمشکل رسائی ہوتی ہے رہتے ہیں۔ مکان معمولی ہے لیکن نہایت آراستہ۔ اور تمام ضروریات زندگی سے مکمل ہے۔ باوجود اس پیرانہ سالی کے قویٰ اسقدر مضبوط ہیں کہ روزانہ کئی میل جنگل میں گشت لگاتا ان کیلئے ایک معمولی بات ہے۔ چنانچہ جب حقیر ان سے ملنے گیا تو انہوں کرتے اور مختلف درختوں وغیرہ کو بتاتے ہوئے حقیر کے ساتھ تقریباً تین چار میل کا چکر لگوں نے لگایا اور کوئی تکان کے آثار ان پر نمودار نہیں ہوئے۔ حالانکہ اسوقت دوپہر خاصی تھی اور دوپہر کا وقت تھا اور صبح کو اپنا معمولی گشت لگا چکے تھے۔

اس ڈنمارک اپنے ملک کے مشاہیر کی بڑی قدر و عزت کرتے ہیں۔ چنانچہ کرنل ڈنگاس کی خدمات کی کماحقہ انھوں نے داد دی ہے۔ جس شہر میں چائے شاہراہوں اور شہر کے پبلک عمارات میں ان کے مجسمے اور تصاویر نظر آتی ہیں اور ملک کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ کرنل ڈنگاس کون تھے اور انھوں نے کیا کیا قومی کام کئے۔

جب قانون کے ذریعہ زراعتی غلامی کا طریقہ سدود ہوا اور حکومت کاشت کار لینے لگے تو اس میں متقل ہوئی تو اسوقت نے ایک اور اصلاح کی وہ یہ کہ بڑی بڑی زمینات کے چھوٹے قطعات بنائے اور انکو بطور ملکیت مطلقہ کے تقسیم کر دیا گیا۔

جب ملک میں بیکاروں کی تعداد بڑھ گئی تو ایک انجمن قائم ہوئی جسکا نام سوسائٹی رکھا گیا جو ابتک موجود ہے۔ اس سوسائٹی نے ملک کے بڑے زمینداروں سے بھی جن کے قبضہ میں عدد ایکر زمینات تھے کہا کہ تم بطور خود اتنے ایکر رقبہ جات پر بھی سے کاشت نہیں کر سکتے۔ اگر کرتے بھی ہو تو مزدوروں کے ذریعہ کرتے ہو جو کاہلی اور محنت سے کام نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نسبتاً آمدنی بہت قلیل ملتی ہے۔ بہتر ہو گا کہ تم ان زمینات کو معقول قیمت پر ہمیں فروخت کر دو تاکہ ہم ان کے چھوٹے ٹکڑے کر کے ملک کے بیکاروں میں تقسیم کر دیں اور ان کو کام پر لگائیں۔ چونکہ ملک کے بڑے زمینداروں کا طبقہ اسوقت قلیل تعداد میں نہ ہو گیا تھا۔ اور قومی بہبودی ان میں پیدا ہو گئی تھی انھوں نے ایثار سے کام لیا اور اس بات کو مان گئے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۰۴ء سے ۱۹۲۴ء تک کئی ہزار ایکر زمین لی گئی اور جناب ایکہلم اپنی سال کے اسوقت تک ۲۰ ہزار بیکار کاشت کے کام میں لگا دئے گئے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب بھی کوئی رقبہ بڑے زمیندار سے حاصل ہوتا ہے تو اس کے چھوٹے ٹکڑوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور ہر ایک ٹکڑا ملک کے ایک بیکار کو فروخت کیا جاتا ہے اور یہ زمین اب اس کی ملک ہو جاتا اور وہ اس پر کاشت شروع کرتا اور کسان بن جاتا ہے۔

آپ سوال کریں گے کہ زمین خرید نے اور آلات کاشت اور جانور وغیرہ لینے کیلئے ان بیکاروں کے پاس روپیہ کہاں سے آتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ سوسائٹی پیدا قائم ہوئی ہے تو اسکے ساتھ ہی ملک میں ایک سوسائٹی قرضہ دینے کی بھی قائم ہوئی جس نے کثیر سرمایہ جمع کیا۔ اور ان بیکاروں کو آسان شرائط پر روپیہ قرض دینا شروع کیا۔ جو زمین کسی بیکار کو دی جاتی ہے اس کا وہ رہن کر کے روپیہ حاصل کرتا اور اس روپیہ سے زمین کی قیمت اور اکثر آلات زراعت اور جانور خریدنا ممکن بنانا ہے۔

اس وقت ملک میں اس قسم کی کئی سوسائٹیاں قائم ہیں۔ ان میں سے ایک سوسائٹی ٹاٹ خیز نے بھی سرمایہ کیا ہے۔ ان سوسائٹیوں کا طریقہ عمل اور تواعد بہت سبق آموز اور دلچسپ ہیں لیکن طول کے خیال سے میں اس وقت تفصیل سے عرض کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اسکے علاوہ حکومت بھی قرض دیتی ہے۔ جو سمال حکومت کی مدد لیتے ہیں وہ (Small holders) کہلاتے ہیں اور جو سوسائٹی سے مدد لیتے ہیں وہ (Attached holders) کہے جاتے ہیں۔ اس وقت ڈنمارک میں تین قسم کے کسان ہوتے

میں جن کے پاس کئی سو ایکڑ سے زائد زمین ہو وہ بڑے کسان کہے جاتے ہیں۔ سو سے بیس ایکڑ تک زمین جن کے قبضہ میں ہو متوسط کسان۔ ۲۰ سے ۱۳ ایکڑ تک زمین رکھنے والے چھوٹے کسان (جنہیں کھلاتے ہیں۔ ہمارے کسانوں کی تعداد اب بہت کم ہوگئی ہے اور روز بروز کم ہوتی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے زمینات فروخت کر رہے ہیں۔ متوسط اور چھوٹے کسانوں کی تعداد بکثرت ہے۔ ڈنمارک میں تیں ایکڑ تک زمین دیکھا جاتی ہے اس سے چھوٹا ہاکڑ یا لعوم نہیں ہوتا۔

زمینداری کا طریقہ سدھارنے اور چھوٹے فارم قائم کرنیکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر ایک کاشتکار کا رکوں کی ملکیت مطلقہ پیدا ہوا اور اسکو آزادی اور دلچسپی سے کام کرنیکا موقع ملا۔ اور دولت کی تقسیم اچھی ہوئی۔

جو شخص زمین خریدنا چاہے اس پر لازم ہوتا ہے کہ زمین لینے سے تین قطعات اکٹھے کرے۔ ایک تو چھوٹا مکان اسکے رہنے کا ہو۔ دوسرا اسٹور اور تیسرا احاطہ رکھنے کا شہ ہو۔ محکمہ زراعت کی جانب سے اسٹاف ڈیلان بنا دئے گئے ہیں اور ہر کسان کو اکثر ان اسٹاف ڈیلان کے موافق بنانا پڑتے ہیں کسان من مانے مکان نہیں بنا سکتے۔ اثنائے درمیں حقیر نے کئی چھوٹے کسانوں کے کھیتوں اور مکانہ کا معائنہ کیا۔ اور دو تین متوسط کسانوں سے بھی ملاقات کی مثال کے طور پر ایک چھوٹے کسان کی کیفیت جو ہاں سے قریب رہتا ہے عرض کرتا ہوں۔ اس شخص کے پاس ۱۱ ایکڑ زمین ہے۔ اور اس نے ابتداءً سو ساٹھی سے ۱۸ ہزار کرونر بطور قرض حاصل کئے اور زندگی شروع کی جس سے ۸ ہزار ۵ سو کرونر کے اکثہ تعمیر کئے۔ ۵ ہزار ۵ سو کرونر زمین کی قیمت ادا کی اور دو ہزار کرونر کے آلات اور مویشی خریدے۔ اس کے پاس اسوقت ۷ گائیں ۳ گھوڑے ۳۰ سور اور ۲۰ مرغیاں ہیں۔ سب کام میاں بیوی کرتے ہیں البتہ خاص موقع پر ایک مزدور مدد کیلئے رکھ لیتے ہیں۔ ان کی سالانہ آمدنی تقریباً ۵ ہزار کرونر ہے۔ ان کے رہنے کا مکان اگرچہ چھوٹا ہے لیکن نہایت آراستہ اور صاف پاک ہے۔ ڈرائنگ روم۔ کھانے کا کمرہ سونے کا کمرہ سب جدا ہیں اور نہایت سلیقے اور ترتیب سے سجائے ہوئے ہیں۔ ایک چھوٹی سی لائبریری بھی ہے۔ جس میں ایک طرف ٹیلیفون اور دوسری طرف ریڈیو کا سٹنگ سٹیشن رکھا ہوا ہے۔

ناچیز نے تقریباً ۲۵ ایسے چھوٹے کسانوں کے اکثہ دیکھے اور سب میں ٹیلیفون اور ریڈیو کا سٹنگ سٹیشن پائے۔ اسی مقام ہارس کے قریب ایک متوسط کسان کے مکان اور کھیت کا حقیر نے معائنہ کیا ایک شخص کے پاس ۸۰۔ ایکڑ زمین ہے۔ ۲۵ گائیں اور تقریباً ۱۰۰ سور اور ۷ گھوڑے ہیں اس کی سالانہ آمدنی دس ہزار کرونر ہے اور کہا گیا کہ بعض سال ۱۵ ہزار کرونر بھی ہوتی ہے۔ مکان اس قدر اعلیٰ درجہ کا اور آراستہ ہے کہ شاید ہمارے یہاں کے بڑے بڑے امرا کو بھی نصیب نہ ہو۔

اب میں چند باتیں ڈنمارک کے کوآپریٹو سسٹم کے متعلق بھی عرض کر دوں تاکہ میرا مضمون تشنہ نہ رہ جائیگا۔ ڈنمارک کے کوآپریشن کے حالات اسقدر طولانی ہیں کہ وہ بجائے خود ایک مضمون ہو سکتے ہیں۔ لیکن میں ایک مختصر خاکہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ دنیا میں جب کوآپریشن کی تحریک شروع ہوئی تو ڈنمارک بھلا ملک تھا جس نے اس تحریک کا بڑے جوش کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ اہل ڈنمارک خوب سمجھ گئے کہ ملک کی پیداوار بڑھانے اور بھرپور اسکو آسانی سے فروخت کرنیکا بہترین طریقہ تحریک کوآپریشن (امداد باہمی) ہے۔ بس انہوں نے اس چھوٹے سے ملک میں کوآپریشن کا جال بچھا دیا۔ اس وقت ڈنمارک میں کئی ہزار انجمنہائے امداد باہمی ہیں جن کے اراکین کی تعداد لاکھوں تک پہونچ گئی ہے اور جو زیادہ تر کسان ہیں۔ ان سوسائٹیوں کا سرایہ کروڑوں کروڑ تک پہونچ گیا ہے اور اسیطرح کروڑوں کروڑ کی خرید و فروخت جاری ہے۔ مختصر مگر جامع کوآپریشن کی حالت اس مکان میں یہ ہے کہ تقریباً ہر ایک کسان کسی نہ کسی انجمن کا رکن ہے اور اپنے تمام ضروریات زندگی انجمن امداد باہمی کے اسٹور سے خریدتا ہے۔ روپہ قرض لینا۔ تو (Credit Co-operative Society) سے لیتا ہے۔ تخم انجمن تقسیم تخم (Co-operative Seed Supply) سے اور کھاد (Co-operative Manure Association) (اور چارا (Co-operative Fodder Association) اور سیمنٹ (Co-operative Cement Association) انکے گھر کی بھی انجمن امداد باہمی برقی سے حاصل کرتا ہے۔

اسی طرح جب وہ اپنی پیداوار فروخت کرنا چاہتا تو وہ اپنا دودھ کوآپریٹو ڈیری کو۔ اپنے سور امداد باہمی کے مسلخ کو انڈے تقسیم کوآپریٹو ایکسپورٹ ایسوسی ایشن کو اور اپنے مویشی کوآپریٹو ایکسپورٹ ایسوسی ایشن کو بھیجتا ہے۔

اپنی سالانہ بچت کو ایپریٹو سیونگ بنک میں جمع کرتا ہے۔

اگرچہ ڈنمارک میں امداد باہمی کی تحریک یک یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ شخص نے ڈالی لیکن اسوقت سے آجتک اس کی اشاعت اور تعلیم و تلقین کسانوں نے اور خصوصاً چھوٹے کسانوں نے اور ابتدائی مدارس کے بدرسین اور صناعوں نے کی اور ملک میں اس تحریک کی کامیابی کا سہرا انہیں کے سر رہا۔ چاہئے تھا کہ اور تفصیل کے ساتھ تحریک امداد باہمی کے متعلق میں عرض کرتا لیکن تلت وقت مجھے مجبور کرتی ہے کہ اس مختصر اور نامکمل بیان پر اس مضمون کو چھوڑوں اور اب تعلیمی اصلاح کا ذکر کروں۔

متذکرہ بالا سیاسی اور زمینی اصلاحات کی ساعت کے بعد یقیناً آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ آپ جاپانیوں کے ملک میں اس قسم کی اصلاحات ممکن نہیں۔ ملک تعلیم یافتہ ہوگا۔ اگر آپ کے یہ خیال زبانیا ہے تو اپکا یہ خیال صحیح و درست ہے۔ جس وقت کہ ملک میں سیاسی اور زراعتی اور اقتصادی اصلاحات کی ابتدا بجائے تعلیم یافتہ ہونے کا سلسلہ بھی شروع ہوا اگر میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ دوسرے تمام مخرکیات اور اصلاحات تعلیم کے آغوش میں پلے اور بھولے پھلے۔

ڈنمارک کے تعلیمی اصلاحات کا بیان اس قدر طولانی ہے کہ اوس پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اس ناچیز نے اب اس کام کا آغاز کیا ہے اگر خدا صحت۔ قوت اور مدد دے تو بہت جلد اس کتاب کو اہل ملک کی خدمت میں پیش کر دیگا۔ یہاں مضمون کی تکمیل کیلئے ایک نہایت ہی مختصر خلاصہ پیش کرتا ہے۔

میں نے ابھی اوپر عرض کیا ہے کہ ڈنمارک جنگ سے بعد قوم پر ایک عام سستی طاری ہو گئی تھی۔ اور قوم مردہ ہو گئی تھی اور ایسے وقت میں چند فیور خواہان ملک نے قوم کی نجات کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ ان لوگوں میں چند ایسے بھی تھے جنہوں نے قومی تعلیم کا ذمہ لیا اور دنیا کے ہر حصہ میں کام کیلئے وقف کر دیں۔ اس گروہ کا لیڈر اور ہادی (بشپ گرنڈ ویگ) تھا جسکا نام آج ڈنمارک کے ہر مرد و عورت اور بچہ کے ورد زبان ہے۔ اور جس کی تصاویر ہر جگہ ڈنمارک کے ہر مقام پر نظر آتی ہیں یعنی بشپ گرنڈ ویگ اس نے ڈنمارک کیلئے ذہبی کام کیا جو ایک ہادی کسی قوم کیلئے کر سکتا ہے۔

بہرحال اس گروہ نے سمجھ لیا کہ ملک میں سیاسی اقتصادی زراعتی اور سماجی اصلاحات اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جبکہ اہل ملک ان کے سمجھنے کے قابل ہوں اور ان پر عمل کرنے کے قابل ہو جائیں اور اہل ملک میں یہ صلاحیت پیدا کرنیکا صرف ایک ذریعہ ہے وہ یہ کہ ملک کا ہر مرد عورت اور ہر بچہ تعلیم یافتہ ہو اب ملک میں تعلیم کی اشاعت کیلئے جو کوششیں اختیار کی گئیں اور سکا حال میں ترک کرتا ہوں۔ صرف یہ بتاتا ہوں کہ ان کوششوں کا نتیجہ کیا برآمد ہوا اور ملک کی تعلیمی حالت کیا ہے۔

وہ مدارس جنھوں نے ملک کو اس حالت ترقی پر ہو نجایا اور ہر مزار میں کی نجات کا باعث ہوئے حسب ذیل ہیں۔

(۱) مدارس ابتدائی دیہی۔
(۲) نوک ہائی اسکول۔
(۳) زراعتی مدارس۔
(۴) دیہی مدارس خانہ داری۔
(۵) چھوٹے کسانوں کے مدارس
(۶) مدارس ابتدائی دیہی یہ مثل ہمارے ابتدائی مدارس کے ہیں لیکن فرق اتنا ہے کہ مضامین

فصاب کے اعلیٰ درجہ کی تعلیم دینے کے علاوہ ابتدائی زراعتی مسائل ایسی عمدگی سے طلبہ کو سمجھاتے ہیں کہ طلبہ کے قلوب میں زراعت کا شوق بچپن ہی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ مسل سکار سے طلبہ کتنے منتہی تعلیم پر اپنے آباد اجداد کے پیشہ زراعت کو خیر باد کہہ کتنے سرکاری ملازمت کی حرص و ہوس میں مبتلا نہیں ہوتے بلکہ ابتدائی تعلیم ختم کرتے ہی زراعت میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

ڈنمارک میں ابتدائی تعلیم جبری ہے۔ ۷ سے ۱۴ سال تک ہر بچہ کو مدرسہ جانا لازم ہے۔

(۲) فوک ہائی اسکولیں خاص ڈنمارک کی ایجاد ہیں۔ ان کا موجد بشپ گرونڈ وگ تھا۔ یہ مدارس تعلیم بالغان کیلئے ہیں۔ گرونڈ وگ نے یہ دیکھا کہ جبری تعلیم کا زمانہ ختم کر کے جو بچے ۱۴ سال کی عمر میں چلے جاتے اور دنیا کے دھندوں میں لگ جاتے اور سب پڑھا پڑھایا چند سال میں بھول جاتے ہیں تو پھر ان میں کسی بات کو سمجھ نے کا مادہ باقی نہیں رہتا اس لئے ضروری ہے کہ پھر ایک دفعہ کچھ مدت تک انھیں مدارس میں لایا جائے اور چند مفید اور عملی مضامین کی تعلیم انھیں دی جائے بس اس غرض کی تکمیل کیلئے وہ مدارس قائم کئے گئے۔

اب طریقہ یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم ختم کرنے کے بعد کسانوں کے بچے ۱۴ سال کی عمر میں واپس جاتے اپنے ابدالیا اور والدین کے ساتھ ۱۸ سال کی عمر تک زراعت کرتے ہیں اور پھر اٹھارویں سال فوک ہائی اسکول میں شریک ہو کر تقریباً ایک سال تعلیم پاتے ہیں۔ یہ تمام مدارس خانگی ہیں اور سب بورڈنگ اسکول ہیں جہاں کے طلبا نہ ذرا سا تذکرہ مع اپنی بیویوں کے مثل ایک خاندان کے رہتے ہیں سب مضامین کی تعلیم تقریباً زبانی ہوتی ہے کتب مقرر نہیں۔ زیادہ تر لکچر اور مکالمے کے ذریعہ تعلیم ہوتی ہے۔ مضامین حسب ذیل ہوا کرتے ہیں۔

(۱) تاریخ
(۲) سائنس
(۳) ڈینش
(۴) جغرافیہ
(۵) حفظان صحت
(۶) زراعت و فلاحت
(۷) پولیٹیکل سائنس
(۸) موسیقی
(۹) ورزش جسمانی

ان مدارس میں عملی زراعت نہیں سکھائی جاتی چونکہ ۷ سال تک طلبہ عملی زراعت کرآتے ہیں اسلئے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ طلبہ عملی زراعت سے بخوبی واقف ہیں۔ صرف زراعت کے سائنٹفک طریقے بتائے جاتے ہیں۔

تعلیم ورزش جسمانی پر بھی زور دیا جاتا ہے اور ہر ایک مدرسہ میں جمنازیم ہال موجود ہے۔ اس کے علاوہ عام دلچسپ مضامین پر وقتاً بحث ہوتی ہے مثلاً آشنائے دورہ میں جب ایک فوک ہائی اسکول پر یہ اعتراض ہوا تو دیکھا گیا کہ مہاتما گاندھی پر لکچر ہو رہا ہے دوسرے مدرسہ میں لیگ آف نیشن پر بحث ہو رہی تھی یہ مدارس زراعت کیلئے مخصوص ہیں۔

(۳) ۴ زراعتی مدارس اور مدارس خانہ داری محض اس غرض کی تکمیل کیلئے ہیں کہ نوجوان کسانوں کو سائنٹفک اصول زراعت سے واقف کیا جائے یہاں بھی کم و بیش وہی مضامین پڑھائے جاتے ہیں اور تعلیم کا وہی طریقہ ہے جو فوک ہائی اسکول میں ہے۔

(۵) اسمال ہولڈرا سکولیں۔ یہ مدارس چھوٹے کسانوں کیلئے ہیں ان کا کورس مختصر ۶ مہینے کا ہوتا ہے۔ عمر کی قید نہیں ۱۸ سے ۴۰ سال تک کا کسان ان میں شریک ہو سکتا اور تعلیم پا سکتا ہے۔ ان مدارس کی طرز و غایت یہ ہے کہ چھوٹے کسانوں کو سائنٹفک اصول زراعت سے واقف کر دیا جائے اور بعض ایسی چیزیں سکھائی جائیں کہ ان کیلئے مزید آمدنی کا ذریعہ ہو سکے۔ چنانچہ سوائے ڈینش تاریخ۔ حفظان صحت۔ ورزش جسمانی وغیرہ کے شہد کی مکھیوں کو پالنا۔ خرگوش کی پیداش مرغی کے انڈے سینچنا سکھایا جاتا ہے۔

یہ ہیں مختصر حالات مزارعین کی تعلیم کے جسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج ڈنمارک کا کسان ایک نہایت چفاکش روشن خیال محنتی۔ دیانتدار۔ مہذب خوش حال باشندہ نظر آتا ہے۔ یہ امر صاف ہے کہ آج دنیا میں سوائے ڈنمارک کے کوئی ملک ایسا نہیں جو فخر کر سکے کہ اس نے تعلیم کے ذریعہ ملک میں شائستہ اور قابل طبقہ مزارعین کا پیدا کیا ہو جیسا ڈنمارک نے کیا۔

اس بارے میں ڈنمارک کو جو خاص امتیاز حاصل ہے اور جو خوب یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک میں تعلیم نے اہل دیہات کی زندگی اور کاشتکاری سے متنفر نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس ہمیں زراعت کی محبت پیدا کی اور ان کو تعلیم یافتہ اور روشن خیال کسان بنایا۔ ان میں صلاحیت پیدا کی کہ کاشت کے قدیم طریقوں کو ترک کریں اور جدید طریقے اختیار کریں اور زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کے موافق اپنی طرز روش اور طرز معاشرت میں تبدیلی کرتے رہیں۔

اب مختصراً سماجی حالات بیان کرتا ہوں اور اسی پر اپنا مضمون ختم کرتا ہوں۔

مزارعین کو دیہات میں ان کی زمینات پر مشغول رکھنے کے صرف دو ذریعے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ان کو وہ تمام راستے تبلا دئے جائیں جس سے کہ وہ آسانی سرمایہ کی مناسبت سے کافی آمدنی پیدا کر سکیں تاکہ پیشہ زراعت ان کیلئے نفع بخش ثابت ہو دوسرے یہ کہ سوائے کام کے کچھ ایسے اسباب و چیزیں ان کیلئے پیدا کئے جائیں کہ جن کے ذریعہ سے فرصت کے وقت یہ لوگ اپنا دل بہلا سکیں۔ اور کھیل تماشوں کی خاطر انھیں شہر و قصبہ نہ کا رخ نہ کرنا پڑے۔ ڈنمارک کے رہنماؤں قوم نے اس بات کو خوب سمجھا اور ایسے سماجی اصلاحات جاری کئے کہ ڈنمارک کے طبقہ مزارعین کیلئے دیہات ہی میں اسباب دلچسپی فراہم ہو گئے۔ اور یہ لوگ شہروں کے محتاج نہ رہے۔

ڈنمارک کے اسوقت ہر گھاؤں میں ادبی سوسائٹیاں قائم ہیں جو فوک ہائی اسکول کے تعلیم یافتہ کسانوں نے قائم کی ہیں۔ ہر کاشتکار جو فوک ہائی اسکول بازراعتی مدرسہ کی تعلیم ختم کر کے اپنے گھاؤں کو واپس ہوتا ہے تو وہ اس سوسائٹی کا رکن ہو جاتا ہے۔ ہر ہفتہ جلسے ہوتے ہیں تمام گھاؤں کے سب کسان اور ان کی عورتیں ان میں حصہ لیتی اور مختلف ادبی سیاسی اور اقتصادی مسائل پر تقریریں اور مباحثے کرتے ہیں۔

اسکے علاوہ میوزیکی سوسائٹیاں بھی قائم ہیں جہاں مہینے میں چند روز گانا بجانا اور مختلف ناٹکے ہوتے ہیں جس میں سب لوگوں کے ذکور و اناث شریک ہوتے ہیں۔ ڈنمارک کے مدارس میں علم موسیقی پر بہت زور دیا جاتا ہے اور اسی کی تعلیم عملی طور پر دیجاتی ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس ملک کا تقریباً ہر باشندہ علم موسیقی سے ایک حد تک واقف ہو جاتا ہے۔

ان چیزوں کے علاوہ سال میں کئی ایسی تقاریب منائی جاتی ہیں جو اہل پیشہ کے دلچسپی کا باعث ہوتی ہیں مثلاً ہاروسٹ فیس جو کہ فصل روکی تقریب یعنی درو ختم ہونے کے بعد جب کسان اپنا غلہ گھر والوں میں بھر لیتے ہیں تو آپس میں دعوتیں کھاتے ہیں اور اس موقع پر ہر میزبان اپنے مکان کو حسب حیثیت اور سلیقے کے موافق سجاتا ہے۔ مہمان مرد و عورتیں بھی بنے بنائے میزبان کے مکان پر پہنچتے ہیں اور میزبان کی بی بی فراخ دلی سے ان کی ضیافت کرتا ہے۔ اور کھانے پینے کے بعد دیر تک ناچنا اور گانا بجانا جاری رہتا ہے۔ اسیطرح مہینے میں ایک دن جو بازار کا دن کہلاتا ہے بڑی گرمجوشی سے منایا جاتا ہے۔ اخبار اور موسیقی کی فروخت کے علاوہ کثرت سے اسپورٹس اور تماشے ہوتے ہیں۔

مہمان نوازی میں ڈنمارک کے کاشتکار اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ہر شخص کیلئے ان کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ مثلاً ایک روز کا واقعہ ہے کہ صبح نو بجے سے ایک بجے تک حقیر نے چار کسانوں کے مکان اور کھیتوں کا معائنہ کیا ہر جگہ حقیر کی تواضع قہوہ اور

کیک سبکت سے لگیگی۔ چونکہ یہ لوگ خلوص اور محبت سے تواضع کرتے ہیں اسلئے انکار نہیں کرنا چاہیئے ان کی تذلیل کرنا ہے اسلئے مجبوراً حقیر کو ہر جگہ قہوہ نوشی میں شریک ہونا پڑا۔ جسکا خمیازہ بعد میں حقیر نے بری طرح بھگتا۔

ملی پشاغل کی سرپرستی کے ساتھ ورزش جسمانی کا بھی دیہاتوں میں معقول انتظام کیا گیا ہے۔ ہر دو تین قصبوں کے درمیان جہازم بنا دئے گئے ہیں۔ ہفتہ میں دو تین دفعہ کسان یہاں جاتے اور ورزش کرتے ہیں۔ ان جہازوں میں یہ نظارہ معمولی ہے کہ نوجوان کسانوں کے ساتھ معمر چالیس یا پچاس سال کے ڈاڑھی والے کسان ورزش کرتے کھیلتے کودتے دکھائی دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ چند سال قبل ضرور تاملک میں شاب شوٹرس ایسوسی ایشن قائم کئے گئے خاص ڈنمارک کی ایجاد ہیں یورپ کے کسی اور شہر میں ان کا وجود نہیں کسان ان ایسوسی ایشن کے انجمن ہوتے اور یہاں سب جمع ہو کر نشانہ اندازی کی مشق کیا کرتے تھے۔ اب ان کی غرض، غایت کسی قدر بدل گئی ہے۔ اور اب یہ زیادہ تر ایک قسم کے کلب اور سماجی مرکز سمجھے جاتے ہیں۔ نشانہ اندازی کھنا رہ گئی ہے۔

کسانوں کے لئے جو ورزش جسمانی اور نشانہ اندازی تجویز کے انتظامات کئے گئے اس میں علاوہ اسکے کہ ان کیلئے مشغلہ پیدا کیا جائے یہ راز بھی مضمر ہے کہ ڈنمارک جو قلت آدمی اب بڑی فوج کے تیسر اخراجات کا بار نہیں اٹھا سکتا اس کی فوج اسوقت صرف دس ہزار ہے۔ خطرے کے وقت یہ قلیل فوج کافی نہیں ہو سکتی اس لئے اہل ملک کو ہمیشہ ورزش اور فوجی کرتب کے رنروسے تیار رکھا جاتا ہے چنانچہ گذشتہ جنگ عظیم کے زمانہ میں اگرچہ ڈنمارک نے عملی طور پر حصہ نہیں لیا لیکن احتیاطاً کئی لاکھ فوج تیار کر لی تھی۔

اب آخر میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ان تمام اصلاحات نے جنکا ذکر ابھی اپنے بہ سلامت فرمایا۔ اہل ڈنمارک کو بعض ایسے صفات سے متصف کر دیا ہے جو اسلامی کہی جا سکتی ہیں۔ اور جو ایک زمانہ میں مسلمانوں میں موجود تھیں ان میں سے صرف دو کا ذکر کرتا ہوں۔

پہلی صفت مساوات ہے اس ملک میں امیر و غریب سب برابر سمجھے جاتے ہیں اور وہ نخوت و کبر جو یورپ کے دوسرے بعض ممالک میں نظر آتا ہے یہاں اسکی بو باس تک نہیں پائی جاتی۔ اگر کوئی مالدار یا بڑی مرتبت کسی معمولی مزدور سے بھی ملتا ہے تو نہایت تپاک اور خوش خلقی کا اظہار کرتا ہے۔ ایک دوسرے کیساتھ پوری اٹھ کر تعظیماً جھکا جاتا ہے۔ اگر آپ ڈنمارک تشریف لیجائیں اور ریل سے اسٹیشن پر اترتے ہی کسی ملی سے بغیر پوچھ اتارے سامان اٹھانے کی خواہش کریں تو وہ مطلق اعتنا نہ کریگا اور غور سے آپ کی صورت دیکھیگا۔ اور بغیر کچھ کہے سنے کے چلا جائیگا۔ لیکن یہ خیال رہے کہ باوجود اس مساوات کے آداب افسری و ماتحتی اور سن و سال کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ چونکہ ہر شخص تعلیم یافتہ اور ذی فہم ہے اس لئے وہ مساوات اور سہو و بیتکلفی خو اور بے ادبی میں امتیاز کرتا ہے۔ اور نظم حکومت یا سوسائٹی کو بگڑنے نہیں دیتا۔

دوسری صفت ہمدردی ہے۔ ہمدردی کا نام اس قوم میں اسدرجہ کمال کو پہنچا ہے کہ کوئی سمجھتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کیلئے زندہ ہیں ڈنمارک کی کامیابی کا یہی راز رہا اور ہے کہ ساری قوم کے اغراض و مقاصد ایک ہیں شخصی نقصان۔ قومی نقصان شخصی نفع قومی نفع سمجھا جاتا ہے۔

یہ مختصر کہانی ایک چھوٹے سے ملک کی ہے جس نے اپنی ذاتی محنت بمشقت مستعدی۔ ایثار سے ایک دو دنیوں میں گمنامی سے نام پیدا کیا اور ایسی شہرت حاصل کی کہ آج اہل یورپ اور امریکہ کی آنکھیں اسپر لگی ہوئی ہیں اور یہ ملک ان تمیلیے شمل ہدایت بنا ہوا ہے۔ ان ممالک کے لاکھوں باشندے ہر سال اس ملک میں آتے اور اس سے سبق سیکھتے ہیں۔

بقیہ کالم (۳)

پنچ پکار سے اوس کی آنکھ تک نہیں جھپکی عرض اسی طرح اس نے رات کاٹ ڈالی صبح ہوئی تو اسوقت بھی اسی جگہ کھڑے اوپر کیطرف گھور رہے تھے جب مسٹر تھامسن شب میں دوکان کو لوٹے تو اپنی بیوی کو موجود نہ پاکر رات بھر دوکان کے ادھر ادھر اوس کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ اور اسی میں صبح ہوگئی وہ پریشان تھے اور ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔ پھر ان کو خیال ہوا کہ ممکن ہے کہ وہ جنگل کیطرف چلی گئی ہو۔ چنانچہ انھوں نے بندوق ہاتھ میں لیکر جنگل کا راستہ لیا اور وہاں بھیڑیوں کی آواز سنکر ان کیطرف متوجہ ہوئے۔ غرض آدھ گھنٹے کے اندر ہی اس درخت قریب پہونچکر پانچ بھیڑیوں کو بندوق کا نشانہ بنا دیا۔ اس کے بعد وہ درخت سے اتر پڑی۔ باپ نے بیٹی کو سینہ سے لگا لیا۔ اور اس کے آغوش میں ہچکیوں پر غنودگی طاری ہوگئی

ایک امریکن لڑکی کی بہادری

امریکہ میں اسوقت تمدن حاضرہ ہی کے شہر نہیں بلکہ ایسے شہر بھی ہیں جنمیں تمدن جدید آئندہ کی آماجگاہ بنیگا۔ اور جو حالت موجودہ قدیم دور وحشت و بربریت کی یاد گاریں بھیڑیے جنکا اصلی مسکن جنگل و جھاڑیوں میں ہوتا ہے گاہے بگاہے ان مقامات کے طرف بھی آنکلتے اور اپنی شرارتیں کرتے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ مسٹر تھامسن نام ایک امریکی نے شہر سے بہت دور اسی قسم کے ایک قصبہ میں ایک دوکان کھولی ہے۔

ان کی لڑکی ہیلن جو عمر اٹھ برس کی اپنے باپ سے کچھ کم نہیں وائٹ فیلڈ کے قریب ہی کے جنگل میں جا کر معمول ہیں لانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ جنگل کی طرف گئی اور غروب آفتاب کے وقت اپنے باپ کی دوکان کی جانب لوٹ رہی تھی۔ کہ ناگہاں اس نے ایک کتے کی آواز کے مانند ایک آواز سنی جس سے یہ کچھ خوف زدہ نہیں ہوئی۔ اس نے خیال کیا کہ کتا شکیب آواز میں بھونک رہا ہے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد جب اس کو معلوم ہوا کہ یہ تو بھیڑیے ہیں یہ کسی قدر پریشان ہوئی لیکن اس نے اپنی حفاظت میں سستی نہ کی بلکہ ادھر ادھر نظر دوڑا کر پھر قریب کیا تھا پاس کے درخت پر پہنچ گئی اور ابھی درخت کی اونچی ڈالی پر پہونچنے بھی نہ پائی تھی کہ پانچ بھیڑیے درخت کے پاس پہونچ گئے اور پھر جب یہ لگا رنے لگے تو اور بھیڑیے بھی درخت کے نیچے آگئے۔

بیچاری اس نے تو خیال کیا تھا کہ وحشی ایک آدھ گھنٹہ میں اسکا پیچھا چھوڑ کر چلے جائینگے لیکن بھیڑیا اپنے شکار کا رادہ صبر کے ساتھ انتظار کرنے ٹلا جانور ہے یہ تمام رات وہیں کھڑے اور صبح تک چیختے چلاتے رہے اور مسلمان غریب اسی حالت میں درخت پر کھڑی رہی ان کی مسلسل

ملاحظہ ہو کالم (۲)

شعر و سخن

غزل

از ہز ایکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت صدر اعظم بابجکومت

میں سمجھتا ہوں کہ یہ تیری جفا کچھ بھی نہیں
اور ترے نزدیک یہ میری وفا کچھ بھی نہیں

منحصر ہے تیری رحمت پہ فلاح آرزو
ورنہ جذب آہ و تاثیر دعا کچھ بھی نہیں

عشق سے البتہ ملتی ہے حیات جاوداں
ورنہ انجام جہاں غیر از فنا کچھ بھی نہیں

چارہ گر بے فائدہ کرتے ہیں کیوں میرا علاج
عشق ایسا درد ہے جسکی دوا کچھ بھی نہیں

ہائے رعب حسن سے کہنے نہ پایا حال دل
اس نے پوچھا مجھ سے میں نے کہہ دیا کچھ بھی نہیں

میری قسمت نے تغافل کیش تجھکو کر دیا
بے مروت تیری چتون کا گلا کچھ بھی نہیں

مہر وحدت کی تجلی ہے مہ و خورشید میں
ورنہ ان ناچیز ذروں کی ضیا کچھ بھی نہیں

آرزو یہ تھی کہ جز تیرے نہ ہو کچھ آرزو
مدعا یہ تھا کہ اپنا مدعا کچھ بھی نہیں

دیر ہو یا کعبہ ہو یا ہو کلیسا ہر جگہ،
تو ہی تو ہے جلوہ گر تیرے سوا کچھ بھی نہیں۔

محفل رنداں ہے جی بھر کر اڑا جام شراب
سب روا ہے زاہدا یاں ناروا کچھ بھی نہیں۔

منکر ذات احد جو لوگ ہیں گمراہ ہیں،
ان کی غفلت ہے جو کہتے ہیں خدا کچھ بھی نہیں

ذرّے ذرّے میں تجلی ہے عیاں اس مہر کی،
گر نہیں ذات احد تو پھر ہے کیا کچھ بھی نہیں

شعرائے شاؔد ہے اسکے کرم پر ہر عطا،
ورنہ کیا ہے دیکھ تاثیر دعا کچھ بھی نہیں۔

قصیدہ میلاد مبارک

ذیل کا قصیدہ شیخ عمر بن عبد المحسن کردی کورانی صاحب کا کہا ہوا ہے شیخ صاحب پی ایچ ڈی اسلامیہ کے صدر تھے جو شریف حسین کی حکومت کے زمانہ میں مقرر ہوئی تھی شیخ صاحب مدینہ منورہ کے مفتی اور قاضی اور مسجد نبوی کے امام اور خطیب پیرانہ سالی کی وجہ سے کل ہی آباد میں مقیم ہوئے

لَكَ الْحَمْدُ رَبِّي كُلَّمَا عَادَ عِيدُهُ ۔۔۔ أَعَادَ عَلَى الْإِسْلَامِ سَعْدًا وَمُحَمَّدًا

عید میلاد النبی جتنی مرتبہ آتی ہے اسی قدر اسلام کے لئے مسرت نئی سعادتوں کا باعث ہوتی ہے۔

فَلِلّٰهِ دَرُّكَ الْيَوْمَ مِنْ مَوْسِمٍ وَلَيْلَةٍ ۔۔۔ نَرَى لَهُمَا مِنْ مَظْهَرَيْنِ تَجَدُّدَا

اے خدا وہ ہر شخص جو یوم ولادت اور اس کی شب پر نازاں ہوتی ہیں، وہ خیر عمدہ دیں۔

تَجَلَّى بِذَاكَ الْيَوْمِ نُورُ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ فَيَا لَكَ يَوْمًا قَدْ أَضَاءَ لَهُ الْهُدَى

وہ بھی کیا اچھا دن ہے جبکہ نور محمد کی دنیا ہاری ہدایت اور روشنی پھیلاتی ہے۔

وَلِلّٰهِ شَهْرٌ شَرَّفَ اللّٰهُ قَدْرَهُ ۔۔۔ عَلَى عَصْرِهِ فِيمَا بِهِ اللّٰهُ أَسْعَدَا

یا للہ یہ تیری شان ہے کہ صرف شہادت میلاد کی وجہ سے یہ مہینہ سب مہینوں سے افضل ہو گیا

فَبُشْرَى لِمَنْ قَدْ قَامَ فِيهِ مُبَشِّرًا ۔۔۔ لِسِيرَةِ طٰهٰ أَنْشَرَ الرُّسْلِ مَوْرِدَا

بشارت ہو اس شخص کو جس نے رسول پاک کی سیرت میں جو تمام رسولوں سے بالا تر تھے پر کوشش کی

رَسُولٌ تَبَرَّاهُ اللّٰهُ لِلْخَلْقِ رَحْمَةً ۔۔۔ وَأَوْلَاهُمَا أَوْلَى الْعَبَادِ كَرَامَةً

یہ وہ رسول ہے جبکہ خدا نے مخلوق پر نزول رحمت کیلئے پیدا کیا اور اسکا ذکر مطلقاً کے حق میں کیلئے لا الٰہ الا اللہ

مَنِيعُ الْوَرَى خَيْرُ الْخَلَائِقِ مَحْتِدًا ۔۔۔ وَأَشْرَفُهُمْ نَفْسًا وَفَخْرًا وَمَوْلِدًا

وہ بنی بحیثیت قدر و منزلت اور ذات و ولادت کے سب سے افضل ہے اور یہی ہے وہ پاک ہستی جو تاج روز جزا ہے

هُوَ السَّيِّدُ الْمَحْمُودُ أَحْمَدُ مَنْ سَمَا ۔۔۔ وَسَمَّاهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ مُحَمَّدًا

وہ سردار محمود اور احمد ہیں جو بلندی پر پہنچے ہیں۔ اور خدا نے انھیں محمد کا نام عنایت کیا ہے۔

جَزَاهُ اللّٰهُ الْعَرْشَ أَسْنَى جَزَائِهِ ۔۔۔ بِمَا نَالَ فِي الْمَقَامِ وَأَرْشَدَ

خدا انھیں جزاء دے جنھوں نے مقام نبوت پر کھڑے ہو کر ہدایت بخشی

فَيَا أُمَّةَ الْإِسْلَامِ دَامَ مُحَامِكُمْ ۔۔۔ بِمُظْهِرِ مِيلَادٍ يَعُودُ مُلَابِدَا

اے گروہ اسلام! تیرا انتظام ہمیشہ برقرار ہے اس میلاد نبی کی برکتوں پر جو ہمیشہ پلٹ پلٹ کر آتی ہیں۔

نُجَدِّدُ فِيهِ مَا مَنَحَتْهُ اللَّوْذَعِيَّةُ ۔۔۔ نُذَكِّرُ فِيهِ الْيَوْمَ ذِكْرًا وَمَعْهَدًا

اس روز سعید کے ذکر سے جسکا ذکر خدا نے بہت اچھا کیا ہے ہم اس کے نور کی خوبی کو تازہ کرتے ہیں

نُجَدِّدُ رَبْعَ الْفَضْلِ وَالْبِشْرِ أَهْلُهَا ۔۔۔ بِأَنْفَسِ احْتِفَالٍ سَادَ قَدْرًا بِهِ احْتِدَا

اسے مشہور کہ ایسی گراں قدر محفل میلاد النبی کی وجہ سے پر رونق ہو رہا ہے جو اپنی شان و شوکت میں بے نظیر ہے

جَلَّتْ بِهِ عَنْ مَعْهَدٍ مَا عَنَاهُ أَنَّهَا ۔۔۔ عَرُوسُ بِسَاحَاتِ الْحِجَازِ الْمُحَمَّدِ

وہ عید، وہ حسن کی دلہن، جبکہ اندرونیا بھر کی خوبیاں سمٹ کر آگئی ہیں، دوسری عیدوں سے بہت ممتاز ہے

بِهَا نَسَّمَ قَصْدُ النِّظَامِ مَكَانَهُ ۔۔۔ فَجَاءَ بِمَا لِلْقَصْدِ ذُكِّرَ مُحْتَدَا

نظام کے حوصلوں میں اس عید کو دیکھ کر جو سے ایک عظمت پیدا ہو گئی، اسکے اس بہار کمل کے باعث اسکا کوکم مرتبہ قائم ہو گیا

لَقَدْ شَهِدَتْ بِالْخَيْرِ آثَارُ فِعْلِهِ ۔۔۔ وَمَا الْخَيْرُ إِلَّا مَا لَهُ الْفِعْلُ سَيَّدَا

اسکے افعال کے وجود نظام کے آثار اسکی نیکی پر دلالت کرتے ہیں اور نیکی بھی اسی چیز کی صورت ہے جسکو عمل کی صورت نے مستحکم کر دیا ہے

فَسَعْدُكَ بِهٰذَا الْاِحْتِفَالِ تَجَدَّدَا ۔۔۔ لَيَالِيَ احْتِفَالٍ سَعْدُ عَامٍ تَعَدَّدَا

کیا ہی اچھی ہے یہ محفل جسکا کہ اسکے انداز ہمیشہ برکت و سعادت کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔

لَهَا كُلُّ عَامٍ فِي الْوُجُودِ مَظَاهِرٌ ۔۔۔ تَجَدَّدُ فِي الْإِسْلَامِ فَخْرًا مُؤَبَّدَا

اس کی آمد ہر سال دنیا میں نہ صرف رحمت نازل کرتا ہے بلکہ اسلام کیلئے ایک نیا زیور تیار کرتا ہے

فَقُولُوا جَمِيعًا يَا إِلٰهِي مُحَمَّدٍ ۔۔۔ أَلِمَّا بِهِمْ فَزِدْهُمْ وَمَعْهَدَا

سب مل کر دعا مانگو کہ اے خدا ہمکو اپنے مقصد و مرادیں کامیابی عطا فرما اور ہماری نجات کا باعث ہیں۔

وَعَمِّرْ بِلَادَ الْمُسْلِمِينَ بِرَحْمَةٍ ۔۔۔ وَأَنْقِذْهُمُ مِمَّا الْقَرِينُ الْأَرَى

اپنی رحمت کو ممالک اسلامیہ پر سلسلہ کر دے اور بچا لے ہمکو مصائب و ہلاکت سے

وَأَيِّدْ بِعَالِي الْمُرْهَفَاتِ طُغَاتَ الَّذِي ۔۔۔ أَسَاءَ مَسِيدَ الدِّينِ حَتَّى تَصَعَّدَا

اے خدا ہمیں طغیان قوت نے تیرے دین کی عظمت کیلئے تمام پر ہجوم کیا اسکی مدد ہمیں فتح نصیب فرما کہ وہ جہت بلند ہو۔

سَمَا الْمَلِكُ فِي الدَّارَيْنِ عُثْمَانُ آصِفٌ ۔۔۔ عَلِيُّ الْعُلَى وَالْجَاهِ مَنْ طَابَ مَحْتِدَا

(اس) ملک میں عثمان آصف کے جو دسے "جو بلند مرتبہ عالی نسب حاصل کی ہیں خوشنودی رسالتی ہے۔

بِجَاهِ أَبِي الزَّهْرَاءِ أَفْضَلِ مُرْسَلٍ ۔۔۔ حَبِيبِكَ أَسْمَاهُمْ مَقَامًا وَأَمْجَدَا

تیرے اس حبیب کے صدقہ جو کہ تمام رسولوں سے بلند مرتبہ ہیں جنکا مرتبہ تمام انبیاء سے بلند ہے اور جو تمام رسولوں کا

وَشَفَّعْهُ فِينَا يَوْمَ عَرْضٍ مُخَيِّرٍ ۔۔۔ عَلَى رَغْمِ أَنْفِ الْجَاحِدِينَ الْعَوَانِدَا

(اے خدا) ان کو ہمارے حق میں شفیع کر دے جو تیرے رسول کی شفاعت کے منکرین اور ہم کو تجربہ ہے (اپنے کرم سے)

فَإِنَّكَ أَنْتَ اللّٰهُ لَا رَبَّ غَيْرُهُ ۔۔۔ وَمَا غَيْرُ لَكَ لِلْمُسْتَرَامِ يُفَادَا

اے خدا بیشک تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے کیونکہ تیرے سوا اور کوئی مراد حاصل نہیں ہو سکتی

وَصَلِّ عَلَى الْمُخْتَارِ طٰهٰ مُحَمَّدٍ ۔۔۔ صَلَاةً بِهَا الرَّحَمَاتُ تَهْطِلُ مُرْسَلَا

وہ ہمیشہ رسول مختار (صلعم) پر بے شمار درود بھیجے جو ہمیشہ رحمت برساتی ہے

وَآلٍ وَصَحْبٍ مَا ذَكَرْنَا ذِكْرَهُمْ ۔۔۔ وَمَا شَهْرُ مِيلَادٍ الَّذِي نُجَدِّدَا

اور ان کے آل و اصحاب پر اور ان پر جو ان کے ذکر کی تجدید کرتے ہیں میلاد کے مہینے میں

"جی حضوری"

از سید وزیر حسن صاحب

رات کے دس بجا چاہتے ہیں ہسنگ مٹر کٹڑے کی طرح بھرپور ہے۔ ڈی نوٹیفائڈ کوچی آہن ولی کا بالکل اچھوتا اور دلچسپ ناٹک "آپ بیتی" دکھایا جا رہا ہے۔ اس میں سنا ہے کسی منچلے نے ہندی سماج کو نمونہ عبرت بنا کر زندہ لاش کھڑا کیا ہے۔

مسٹر فشاری بھی یہیں ہیں۔ ناظم بھگت کے ہندی باتوں سے ہلکی دلچسپی ہے۔ اس لئے وہ بھی بطور خاص بدھو ہیں چنانچہ تین روپے والے درجے میں مسٹر مرصوف اور ان کے پیچھے ہی دو روپے والے درجے میں ایک "جی حضوری" تشریف فرما ہیں۔ یہ مسٹر مرصوف تو آتا دیکھکر از حد عزیز ہو گئے۔ لیکن کرتے کیا کرسیاں رزرو تھیں۔ ناچار سلام کر کے بادب بیٹھ جانا پڑا۔

نظر بھی بلا کی ستم ظریف ہے۔ ذرا دیکھیے گا دونوں کو کس موقع سے کھینچ کیا ہے۔ بھرتی نہیں، دیکھتے دیکھتے میاں "جی حضوری" کی ناک ذرا اور چڑھی، آنکھیں چندھیا کر قریب قریب غائب ہو گئیں منہ پھاڑ سا کھلا اور ساتھ ہی آنکھیں ..... آ..... آ ہیں ایک اور دو تراخ تراخ بے ادب چھینکیں بھی آ گئیں۔

سنا ہے سائنس آشنا دنیا میں چھینک اب خوف کی نظروں سے دیکھی جانے لگی ہے۔ کیونکہ خیال ہے چھینک سے ہزارہا ایسے جراثیم خارج ہو جاتے ہیں جس سے طرح طرح کی بیماریوں کے پھیلنے کا قوی گمان ہے مسٹر فشاری چونکہ ہندوستان میں زیادہ زمانہ گذرا تھا اس لئے بجائے جان بوجھکر بھی تو انجان طور سے ہی ان کا اس بات سے متاثر ہونا ضروری تھا۔ مگر خیر یہ انھیں اس سانحہ عظیم عاش نے بے چین کیا یا نہ کیا، رہیں اس سے خبردست سرد کار نہیں۔ ہاں، اتنا ضرور دیکھا گیا۔ باوجودیکہ جی حضوری نے زور دار منہ کو لگا کر چھینکیں کی تھیں تاہم مرصوف نے جلدی سے اپنی ہستی نکالکر پہلے منہ اور پھر گردن سا چھکیلا تا مراقبانہ کیا۔ "جی حضوری" نے یہ کیفیت دیکھی تو اوح کے ہاتھ لگ گئے اور ہوش فاختہ ہو گئے اور یہ سمجھ لیا کہ میں نے چھینک کر مرصوف کی جناب میں زبردست نشانی کر دی ہے۔ چنانچہ اسی وقت کھڑے ہو کر انھوں نے نہایت ادب سے معافی چاہی۔

"دل نہیں ہم نے اس وجہ سے سر نہیں مارا"

"جی نہیں حضرت میں اس گستاخی سے سخت نادم ہوں"

"نہیں، نہیں، ہم برا نہیں مانا۔ خوب تماشا دیکھو"

بیسنکر جی حضوری مٹھے تو گئے۔ لیکن کہاں کا کھیل کہ ہر کا تماشہ سب نفور ہو گیا۔ ایک دو تین اپنی پردہ پر پردہ چنا جلا گیا۔ لوگوں کی یہ حالت کہ چیر دیتے دنبے تھک گئے مگر یہ کالا آدمی، تو یہ! جی حضوری بچارا چھینک کے سنگین جرم سے مرا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ دفعتہ ہو گیا۔ اور جی حضوری اک لگا کر پھر صاحب بہادر کے پاس ہاتھ جوڑے جوڑے پہنچے۔

"حضور معاف فرمائیں! بخدا میں بہت شرمندہ ہوں!"

"اہا! ہا! ولی، تین! ہم سے بھول گلو تم کیسا آدمی ہے؟!"

جی حضوری نے اٹھتے کانپتے بادب سلام کیا اور واپس ہو گئے لیکن اطمینان اب بھی نہ ہوا سمجھے کہ صاحب بہادر بنا رہے ہیں! ختم تماشہ پر گھر گئے تو رات کے دعائی بنے بدنصیب بیوی کو کان کھائے۔ اور صاف کہدیا کہ ایک رزق رساں کی جناب میں آج نامراد چھینک نے یہ آفت ڈھائی بس ہمارا تو اللہ حافظ ہے! یہ بیسنکر پہلے تو وہ بچاری بھی بہت ڈری لیکن باتوں باتوں میں اس سے جب یہ معلوم ہوا کہ صاحب بہادر کسی دوسرے دفتر میں ہیں تو کچھ اطمینان ہو گیا۔ رہے میاں جی حضوری تو یہ بچارے عقل کے پورے انگاروں پر لوٹتے رہے۔ غرض یوں ہی تڑپ تڑپ کر انھوں نے صبح کر دی

صبح ہوتے ہی غریب نے اوندھا سیدھا بھر بھرا لیا اور تڑکے صاحب بہادر کے بنگلے پر حاضر ہوئے۔ صاحب بہادر مہ مومی بچوں کے پائیں باغ میں محو خرام تھے۔ صبح ہی صبح اس شکل کے پتلے کی جو شکل دیکھی تو بے ساختہ ہنس پڑے۔ اور قبل اسکے کہ بیوڑھا بچہ عقدہ پر اترے انھوں نے دور ہی سے اشارہ کیا کہ دلع وخان!

جی حضوری کا یقین اس واقعہ سے اور پختہ ہو گیا۔ اور خیال کیا کہ "صاحب" بھی عجیب منافق اور بے مروت آدمی ہیں۔ دل میں کچھ بھری پڑی ہے مگر منہ سے "نہیں نہیں" کہے جاتے ہیں۔ وہ نہ کیا وجہ جو اسوقت انھوں نے مجھے یوں دھتکار دیا۔ اچھا، سمجھ گیا، صاحب بہادر سے یوں کام چلتا نظر نہیں آتا ایک مفصل خط لکھنا چاہئے تاکہ ان پر پوری پوری حقیقت کھل جائے۔

چنانچہ دوسرے دن ایک طول طویل خط دھر گھسیٹا۔ اور پہلے دو ایک دن تو منتظر جواب رہے لیکن پھر یہ خیال ہوا کہ "صاحب بہادر" بڑے آدمی ہیں کیوں جواب دینگے۔ لاؤ خود ہی چلوں اور دیکھ آؤں معلوم کروں۔ یہ غرض اتوار کو صبح گئے تو صاحب بہادر موجود نہ تھے۔ شام میں چار بجے گئے تو اسوقت بھی وہ باہر گئے ہوئے تھے۔ آپ ٹہر گئے۔ اور اتنے ٹھیرے کہ رات کے آٹھ بج گئے۔ سردی کا زمانہ، جنگل، خوب سردی کھائی۔ کوئی ساڑھے آٹھ بجے صاحب بہادر لوٹے تو جی حضوری نے بعد تکریم سلام کیا۔ صاحب بہادر سمجھ گئے۔ کہ اسے پھر حماقت کا دورہ پڑا ہوا ہے سے اتر کر پیر زمین پر مارتے ہوئے فرمایا

"ڈیم فول، چھلا جاؤ، ..."

جی حضوری قریب تھا کہ [redacted] لیکن سنبھلے اور ساتھ ہی یہ معلوم ہوا کہ [redacted] سے حذف میں کوئی چیز داخل ہو گئی۔ اور حواس بھی مرنے لگا۔ افتاں خیزاں گھر پہنچے۔ راستہ کی سردی نے موت کے دار کو اور کساری کیا میاں جی گھر میں گھسے ہی تھے۔ کہ دھڑام سے گرے اور ہیں ہو گئے۔

قدیم ترین ظروف

پروفیسر اینڈرسن نے جو چین میں صنعیات کی تحقیقات کر رہے ہیں اپنا ایک تحقیقات میں چند قدیم ترین

مراسلات

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے

دکھنی ادبیات میں تحقیقات اور اسکا انتظام

از

ابوالعلا محمد مجاہد صاحب

آئندہ اجلاس کانفرنس جس ۲۴ ۲۵ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۷ء کو بمقام مدراس منعقد ہوگا۔ اگر کوئی صاحب مسلمانوں کی اور بالخصوص مدراس کے مسلمانوں کی تعلیم کے متعلق کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں۔ تو وہ اس کو ۱۵ دسمبر ۱۹۲۷ء تک آنریری سکریٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی خدمت میں بمقام علی گڈھ بھیجدیں۔ اور اس کی نقل آنریری سکریری استقبالیہ کمیٹی مدراس کو روانہ فرمائیں۔

علاوہ عام اجلاس کانفرنس اوس کے ضمن میں ..... کے بھی اجلاس ہوں گے۔ مثلاً شعبہ تعلیم نسوان کا اجلاس زیر صدارت میر حمزہ حسین صاحب اور شعبہ اصلاح تمدن کا اجلاس زیر صدارت آنریبل رٹرڈ جسٹس ڈاکٹر سید شاہ سلیمان صاحب ہائیکورٹ الہ باد اور شعبہ ترقی اردو کا اجلاس زیر صدارت مولانا سید سلیمان صاحب ہونا قرار پایا ہے۔ ان شعبہ جات کے اجلاسوں میں جن کو کوئی صاحب کوئی رزولیوشن پیش کرنا چاہیں۔ تو اس کو بھی ۱۵ دسمبر سنہ آئندہ تک آنریری سکریٹری آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی خدمت میں بمقام علی گڈھ روانہ کردیا جائے۔ اور اس کی نقل آنریری سکریٹری استقبالیہ کمیٹی مدراس کو روانہ کردی جائے۔

عبدالحمید حسن آنریری سکریٹری استقبالیہ کمیٹی

نمبر ۲ - وائیار اسٹریٹ مدراس

باقی از کالم (۳۱):

اگر ہم ایسے اہم کام کو کسی فیشنر و دل شخص کے حوالہ کریں تو کوئی عجب نہیں کہ ہم اس اعلیٰ ذخیرہ سے مستفید اور بہرہ مند ہونے سے ہمیشہ کے لئے نا امید ہو جائیں۔ اور دیگر امور کی طرح اس کے لئے بھی اہل یورپ کے دست نگر اور خوشہ چیں بنے رہنے پر مجبور ہوں۔ اگر منصفانہ نظر سے دیکھا جائے تو اس کام کو جامعہ عثمانیہ کے طلبا فی سبیل اللہ ہی جلد کی سے انجام دے سکتے ہیں۔ اور بلا مبالغہ ہم کہہ سکتے ہیں جامعہ عثمانیہ کے قیام سے ملک کی نئی امیدیں وابستہ ہیں

باقی از کالم (۱):

یہ بالکل مسلم ہے۔ اور اس میں کسی کو دم کو اختلاف نہیں۔ کہ اردو لٹریچر کی پیدائش اور ابتدائی ترقی دکن ہی میں ہوئی۔ میر تقی میر سے لیکر جس العلما، امجد حسین آزاد تک قلی دکھنی کو اردو نظم کا آدم سمجھا گیا۔ مگر ایسے تحقیقات نے روز روشن کی طرح ثابت کردیا ہے۔ کہ دکن سے بیکڑوں برس پہلے دکن اور بالخصوص حیدرآباد میں اردو نثر و نظم دونوں نے بڑا عروج حاصل کرلیا تھا۔ خود حیدرآباد میں سلطان محمد قلی قطب شاہ (۱۵۸۰ء تا ۱۶۱۱ء) کا دیوان تمام و کمال بضابطہ ہی مذہب و مطالا اسی زمانہ کا لکھا ہوا ہے۔ اور اب یہ ہمارے اعظم حضور پر نور خلد اللہ ملکہ کے ملاحظہ میں موجود ہے۔ اس سے بہت ہی قبل کی نثر کا نمونہ حضرت خواجہ بندہ نواز م (۱۳۲۰ء تا ۱۴۲۲ء) کی کتاب معراج العاشقین کی صورت میں دکن ہی سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ سا تویں آٹھویں۔ اور نویں صدی کے اکثر و بیشتر نظم و نثر کے نمونے دریافت ہوئے ہیں۔ اور اس طرح ہمیں قطب شاہی اور عادل شاہی سلطنتوں کی معارف پروری سے اگلے زمانہ میں جو کتابیں لکھی جاچکی تھیں اور جو مصنف اور خاص موجود تھے۔ ان میں سے اکثر لوگوں کے حالات پر روشنی ڈالنے کا نظر نظر عام پر آچکے ہیں۔

ہر زبان کے ابتدائی ادب کا سرا ڈھونڈنا اور اس کی تحقیق و تنقیح کرکے نظم صورت میں لانا، اس زبان اور اس کے ادب کی آئندہ ترقیوں کے لیے لازمی ہے یورپ کی تقریباً تمام زبانوں کے ابتدائی ادب میں وہاں کے محققین نے تحقیق و تنقیح کے بہ مدارج طے کرکے اپنی زبانوں کو شاہراہ ترقی پر لگا دیا ہے۔ اور اب یہ زبانیں ایشیائی اثر و تبع کرنی جارہی ہیں۔ اسلئے مشرقیہ میں فارسی کو بھی خوش قسمتی سے ایسے محققین مل گئے ہیں۔ اور ایران و یورپ میں اس کے قدیم ادب کی تحقیق اور اشاعت میں بہت بڑی کی سامی جمیلہ شروع ہو چکی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب فارسی کی نہایت مستند و قدیم ترین کتابیں عام طور پر نتائج اور فارسی ادبیات کے موقتاً رہیں مدد و معاون ثابت ہو رہی ہیں۔

اردو زبان میں شمالی ہند میں جو ابتدائی نصائف تراجم ہوئے تھے۔ ان کی تعداد نہایت ہی کم ہے اور دکن نے اس خصوص میں بہت زیادہ کام انجام دیا تھا مگر بدقسمتی سے ان آبائے اردو کے کارنامے گوشہ خمول میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور ان کی تحقیق و اشاعت کی طرف بہت ہی کم ہمایوں گئے۔ کہ کچھ بھی تو نہیں کی گئی۔ بلا فراری طور پر مولوی سید شمس اللہ صاحب نے اردوئے قدیم کا مکھر تھوڑی بہت خدمت ضرور کی ہے۔ اور مولوی عبدالحق صاحب بھی گاہے گاہے رسالہ اردو میں اپنے ذخیرہ کی ایک ادھ کتاب پر کچھ تحقیق حاشیہ لکھ دیتے ہیں۔

جامعہ عثمانیہ میں اردو کی خوش قسمتی سے اس کی اعلیٰ چاہتوں میں دکھنی ادب کا مطالعہ بھی شریک نصاب ہے۔ اور نہایت قوی بات ہے۔ کہ ان کے جماعت کے طالب علم اپنے درسی مطالعہ کے علاوہ ذاتی تحقیق و تنقید کا بھی بہت کچھ کام انجام دیے ہیں۔ جن کا ثبوت ان مضامین سے ملتا ہے۔ جو اس جامعہ کے طلبا نے مختلف رسائل وغیرہ میں نتائج کے ہیں۔

دکھنی ادبیات پر اس وقت تک اردوئے قدیم سے بہتر کوئی کتاب نتائج نہیں ہوئی۔ بعض اور لوگوں نے اس خصوص میں قلم آزمائی کی ہے۔ مگر ان کا عدم وجود برابر ہے۔ بلکہ ان سے اضافہ معلومات کی بجائے بعض طرق میں گمراہ کن بیانات کی وجہ سے انجمن پیدا ہوتی ہے۔ دکن میں اردو اور داستان اردو کی اس سلسلہ میں نشان کیا جاسکتا ہے۔ مگر یہ کتابیں (جیسی ہیں کہ ان پر قیمتی معنوں میں تاریخ ادبیات کے سنجیدہ نام کا اطلاق پورے طور پر نہیں کیا جاسکتا۔ یہ محض تذکرے اور بہت بڑی حد تک غیر تنقیدی کتابیں کہلائی جاسکتی ہیں۔

دکھنی ادبیات قدیم کی اہمیت کے مدنظر اس کی سخت ضرورت ہے کہ سرکار اور پبلک دونوں اس میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کریں۔ اگر سرکار عالی اپنی ہنر آفاق معارف پروری سے کام لیکر جامعہ عثمانیہ کے طلبا میں ادبیات ہاں سے کسی کو اس کی تحقیق مطالعہ پر مقرر فرمائے اور حیدرآباد کی پبلک بھی اپنے اسلاف کے بیش قیمت ترکہ کو اشاعت کا موقع دے تو۔ بہت جلد ہمارا یہ افتخار قومی کا ذخیرہ ادب جو ہماری معاشرت، تاریخ اور اسلاف کی عظمت و بزرگی کا بہترین مظہر ہے۔ ضائع ہوتے یا یورپ کے علم دوست مگر ہندوستان کے حق میں اغیار فریقہ کے ہاتھوں پہنچ جانے سے بچ جائیگا۔ خود ہمارے کتب خانہ آصفیہ میں دکھنی ادب کا کافی ذخیرہ ہے مگر کسی معقول اصول پر تعلیم یافتہ طبقہ انسانی کی ضرورت ہے۔ جو اس کو مرتب و منظم صورت میں لاکر اسکی تحقیقی معنی میں حفاظت و بقائے دوام کا اہتمام کرے۔

باقی بکالم (۱)

مختلف خبریں

محمد علی جناح اور کمیشن

محمد علی جناح نے اخبارات میں یہ اعلان شائع کرایا ہے کہ صوبہ بمبئی کے مسلم لیگ کے جلسے کے متعلق ٹائمس آف انڈیا نے جو حالات شائع کئے ہیں وہ بہت غیر صحیح ہیں کمیشن کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ پارلیمنٹ کے مباحثوں کے بعد میں کمیشن کے مقاطعہ پر اور زیادہ ثابت قدم ہو گیا ہوں۔

سکلت والا کا پاسپورٹ

سکلت والا ہندوستان کو آنا چاہتے تھے۔ لیکن انگلستان کی حکومت نے ان کا پروانہ راہداری منسوخ کر دیا۔ مسٹر ٹرمل نے اس منسوخی کی متعلق پارلیمنٹ میں سوال کیا اس کا جواب ارل ونٹرٹن نے یہ دیا کہ مسٹر سکلت والا نے گزشتہ مرتبہ ہندوستان میں ایسی تقریریں کیں جس سے ہندوستان کے امن میں خلل واقع ہوتا تھا۔ اس کا اور ثبوت اس واقع سے ہوا کہ انہوں نے انگلستان واپس آکر ایک ایسی گمنام کتاب کا دیباچہ لکھا جس میں ہندوستان کو ہمیں کی طرح آزادی کے لئے قوت کے استعمال کی ترغیب دی گئی تھی۔

صوبہ بمبئی کے مسلم لیگ کے نئے عہدہ دار

۲۰ نومبر کے جلسہ عام میں صوبہ بمبئی کے مسلم لیگ کیلئے حسب ذیل عہدہ دار منتخب ہوئے ہیں:۔

صدر ۔۔ مسٹر محمد علی جناح
نائب صدر مسٹر مرزا۔ اے۔ ام۔ خاں
معتمدین:۔
مسٹر سی۔ ام۔ بچھلا۔
مسٹر ام۔ وائی۔ بانڈے۔
مسٹر ائی۔ ایس۔ حاجی
خزانہ دار:۔
خاں صاحب قمر علی ابراہیم۔
مسٹر نور محمد چینائی۔

اجلاس کانگرس

کانگرس کے اجلاس کی تاریخ ۲۱ دسمبر مقرر ہو گئی۔ ۲۴ دسمبر کو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا اجلاس ہو گا جس کے صدر موجودہ صدر کانگرس رہینگے۔ اس کے بعد یہی کمیٹی مجلس کمیٹی بن جائیگی جس کے صدر آئندہ صدر کانگرس ہوں گے بجکٹس کمیٹی کا اجلاس ۲۴ اور ۲۵ کو ہو گا۔

۲۶ کو کانگرس کا پہلا جلسہ ہو گا دو تین دن مذاکرات شروع میں صرف ہو جائیں گے۔

مجلس استقبالیہ نے تین ہزار ڈیلیگیٹوں کے جمع ہونے کا انتظام کیا ہے۔

فیس فی کس پانچ روپیہ ہے

زائرین کے ٹکٹ بیس اور پچیس روپیہ جاری کئے جائینگے طبقہ نسوان کے لئے خاص رعایت کے ساتھ جاری کئے جائیں گے۔

پنڈال میں کیمیا لصوت کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

سر اسٹفن والش کا استعفیٰ

قانونی کمیشن کی ممبری سے سر اسٹفن والش نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ استعفیٰ کی وجہ صحت کی نادرستی بتائی گئی ہے گریع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

بیان کیا جاتا ہے والش کی جگہ مسٹر ورن ہارٹ شارن کمیشن کے ممبر مقرر ہو گئے۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

صوبہ جات متحدہ کے گورنر نے علی گڑھ میں اقامت خانہ نارس اور اقامت خانہ مزل کا افتتاح کیا۔

خواتین پونا کا انتخاب صدارت

مسز سارہ بائی ناائک ام۔ اے۔ کن صدارت میں خواتین پونا کا ایک جلسہ ہوا جس میں کسی کی شادی ڈیفر تھرکیس منظور ہوئیں۔ اور مجلس خواتین ہند کی صدارت کے لئے بالاتفاق آرا بیگم صاحبہ ہیبل کا نام منظور کیا گیا۔

بمبئی میں کرکیٹ

بمبئی میں کوا ڈریگلر کرکیٹ کے مقابلے شروع ہو گئے ہیں۔ پہلا مقابلہ یورپینوں اور ہندوؤں کے درمیان ہوا جس میں یورپین (۵۴) رنز (رن) سے کامیاب رہے۔ رنز کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

پہلا کھیل یورپین	(۲۶۸)
" ہندو	(۲۱۹)
دوسرا کھیل یورپین	(۱۰۱)
" ہندو	(۹۶)

ترکی کی نئی وزارت

ترکی میں نئی وزارت حسب ذیل مقرر ہوئی ہے:۔

وزیر اعظم ..... عصمت پاشا
وزیر داخلہ ..... شکری کایا بے
وزیر مالیہ ..... شکری بے سراجوغلو
وزیر عدلیہ ..... توفیق رشدی بے
وزیر دفاع قومیہ ..... عبدالخالق بے
وزیر کارہائے عامہ ..... بیچ بے
وزیر تعلیمات ..... نہاتی بے
وزیر حفظان صحت ..... [redacted] لے
وزیر تجارت وزراعت ..... لے

دو نئے وزرا ر شکری کایا بے اور [redacted] بے آزمودہ اصحاب ہیں۔ اول الذکر کمتی بے کی وزارت میں وزیر خارجہ تھے اور ثانی الذکر مشرکہ ترکی یونانی کمیشن میں جو تبادلہ آبادی کے متعلق قائم کیا گیا تھا ترکی کے مندوب تھے۔ وزیر دفاع قومیہ جمیل بے وزیر داخلہ احسان بے وزیر تجارت وزیر زراعت اس مرتبہ نئے نہیں ہیں اس مرتبہ دو وزارتوں کی تخفیف عمل میں آئی ہے کیونکہ تجارت وزراعت کی وزارتیں ختم کر دی گئی ہیں اور اسی طرح وزارت بحریہ کو وزارت دفاع قومیہ کر دیا گیا ہے ملت بے جو بلغاریا ترکی کے وزیر تھے۔ صلح اکمال پاشا کے سکرٹری جنرل مقرر کئے گئے ہیں۔

کوائف حیدرآباد دکن

جلسہ تقسیم اسناد جامعہ عثمانیہ

جامعہ عثمانیہ کا تقسیم اسناد کا جلسہ پہلی بار ۱۹۱۷ء کو منعقد ہوا تھا۔ ۵ دھائی بیتے دارالبلد حیدرآباد میں اہل علم طبقے کی ہل چل نظر آتی تھی۔ امیر جامعہ مہاراجہ صدر اعظم مہادر، ریاست نائب امیر جامعہ نواب ولی الدولہ بہادر جلوس کے ساتھ تشریف لائے۔ جلوس کی ترتیب حسب ذیل تھی۔

سجل
حمید احمد صاحب انصاری

رفقا

یہ مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر	سید حسین بلگرامی نائب ناظم تعلیمات
سید محمد حسین شمس الامراء نائب ناظم تعلیمات	نواب صمصام الدولہ بہادر
سید علی بلگرامی	نواب صدیار جنگ
نواب ضیاء یار جنگ	نواب فخر یار جنگ
نواب ظفر یار جنگ	نواب ذوالقدر جنگ
نواب ذوالقدر

کتب خانہ تجارتی سید عبدالقادر بکسلر و پبلشر اعظم پریس چارمینار حیدرآباد دکن

رعایتی فہرست

قرآن شریف یہ الف پانچ ترجمہ والے میں (خط واضح اور صاف ہے چھپائی اچھی ہے) ان میں سے دو فارسی ہیں جن میں سے ایک ترجمہ فارسی شیخ سعدیؒ دوسرا ترجمہ فارسی خاتم المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا ہے اور تین اردو کے ترجموں میں ایک ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ دوسرا مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی تیسرا حضرت حکیم الامۃ مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی کا ہے اس کے ساتھ حاشیہ پر کامل اردو تفسیر مسمّٰی بہ امن الفقایر لکھی گئی ہے یہ تفسیر حضرت مولانا احمد حسین صاحب دہلوی مرحوم کی تالیف ہے مختصر جامع فہم ہے کاغذ بھی اچھا خوشنما دیدہ زیب ہے مطبوعہ دہلی ہدیہ عصہ سکہ عثمانیہ مجلد علاوہ خرچ ڈاک۔

مطبوعہ جنرل و فارمس ہر دفتر کے کارآمد خصوصاً سررشتہ تعلیمات اور محکمہ جات عدالت گوتوالی وغیرہ وغیرہ کے تیار ہیں جن کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر نفت روانہ کی جاتی ہے۔ آرڈر پر موسومہ فارم طبع کرکے اجرت تعمیل کی جاتی ہے۔

ارتنگ خیال اعنی کلیات ہے حضرت ضامن صاحب کنتوری۔ یہ اردو بہترین دیوان جزو اول اصلی (عہ) رعایتی (عہ) قسم دوم تکملی (عاں) رعایتی (عہ) ایضاً حصہ دوم فارسی (عہ)

مآثر دکن متضمن بر حالات عمارات و آثار بلدہ حیدرآباد و مقامات بلدہ مؤلفہ سید علی صاحب صفر بلگرامی ہمعنای ناظم آثار قدیمہ سرکار عالی کاغذ چکنا دیدہ زیب مجموعی صفحات (۱۵۱) تصاویر (۵۷) قیمت مجلد (۷ے) علاوہ محصول ڈاک

قاموس الغلاط اعلیٰ انتقادی ادبی کی پہلی کتاب جو الف عربی و فارسی و اردو میں تصنیف ہوئی ہے۔

اس میں تقریباً دس ہزار ادبی اغلاط کی تصحیح و تنقیح اور الفاظ کی تحقیق و تدقیق اور ترکیب کی توضیح و تصحیح بہ اسالیب انتقادیہ استنادًا و استشہادًا کی گئی ہے مشاہیر اردو و شعرا کے کلام نظم و نثر پر عالمانہ نقد کرکے صدہا غلطیاں بتائی گئی ہیں سالہا سال کے وسیع و فائر مطالعہ و تخطیط لسانی کے بعد جدید فلاوجی (فلسفۂ تعزیہ) کے اصول کے موافق علامۃ الدہر مولانا سید مختار احمد و مولانا سید ہاشمی و مولانا وحید الدین نے مدون کیا ہے۔ عربی فارسی اور اردو کے بیسیوں لغات تو ملیں گے لیکن ایک جگہ اصول و قواعد و شواہد سے تصحیح کیا ہوا اغلاط کا وافر علمی ذخیرہ اور نکات ادبیہ کا ایسے بہا خزینہ آپ حضرات اسی کو پائیں گے۔

یہ لغت عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

قدیم کتب علمیہ و ادبیہ کا نادر و نایاب ذخیرہ جس میں مصر و شام و عراق و ایران و ہند وغیرہ کے قدیم مطبوعات نادرہ و مخطوطات نادرہ بہ سعی و کوشش سے بصرف زر کثیر ہم پہونچائے گئے ہیں۔ قدردان علم و ادب کو اس دولت علمیہ سے مالا مال ہونے کا یہ زرین موقع ہے کیوں کہ عام طور پر یہ کتابیں ہر جگہ آسانی سے دستیاب نہیں ہوتیں اور بعض کتابیں مل بھی سکتی ہیں تو گراں قیمت پر ہم نے نشر معارف کے خیال سے قیمتیں بہت معتدل کردی ہیں۔ ناظرین کرام کی خوشی اعتمادی ضرورت ہے کہ فرصت ہو جائے تو ناغہ نہ ہو۔ ان کتب کی مکمل فہرست ملتوبہ ہا پس مع نرخ قیمت ارسال کی جائے گی۔

کتب درسیہ نصابی کے خلاصہ جات و ترجمہ

ہندی کی مصر یعنے ترجمہ پانچ شریک استحان میٹرک ترجمہ از مولوی عبدالطاہر صاحب مدرس ہائی اسکول قیمت ۱۲ رعایتی ۸ر

ترجمہ نرم اردو مولفہ مولوی محمد عبداللطیف صاحب مدرس فوقانیہ گلبرگہ قیمت ۸ر رعایتی (عہ)

ہدیہ عمادیہ ترجمہ عربی منظومہ اشعار شریک استحان میٹرک مولفہ مولانا سید عبدالغنی صاحب واعظ قیمت مجلد (عہ)

ترجمہ دیوان صائب آج تک صائب کا ترجمہ نہیں ہوا تھا بہترین ترجمہ مولفہ منشی فاضل مولوی مظفرالدین صاحب کامل قیمت (عہ) رعایتی (۱۰ر)

سلیس جغرافیہ دکن برائے مدارس تحتانیہ مولفہ مولوی سید شرف الدین صاحب قیمت (۴ر ۶ر)

جدید تاریخ ہند برائے مڈل و عثمانیہ میٹرک قاری بی اے۔ بی۔ ٹی۔ قیمت (عہ ۸ر)

جدید جغرافیہ دنیا برائے ۔۔۔ صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ عادل آباد (قیمت عہ)

تحفہ سحبانیہ یعنے شرح قصص ہند دوم حصہ جس میں مشکل الفاظ کے معانی اور عربی الفاظ کی جمیں مرکب الفاظ کی تشریح تاریخی اشعار کی با اصول اجمالی تحلیل مشکل عبارات کا مطلب محاورات کی معانی ضرب الامثال کا موقع استعمال اور بہت سی مفیدباتیں درج ہیں مولفہ مولوی محمد عبداللطیف صاحب منشی فاضل مدرس فوقانیہ گلبرگہ قیمت (۸ر)

خلاصہ مفتاح القواعد برائے افادہ و طلبائے مڈل و سکنڈ فارم مولفہ منشی عالم قیمت (۴ر) مولوی محمد عبدالحی صاحب مدرس مدرسہ فوقانیہ گلبرگہ

نرخنامۂ طبع اشتہارات نظام گزٹ چارمینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایکبار
ایک صفحہ	۱۵۰	۸۰	۴۵	۱۵	۲
نصف صفحہ	۸۰	۴۵	۲۵	۸	۱
ربع صفحہ	۴۵	۲۵	۱۴	۴	۰
ایک کالم	۲۵	۱۴	۸	۲	۰
نصف کالم	۱۴	۸	۴	۱	۰
ربع کالم	۸	۴	۲	۰	۰

اشتہارات کے نرخ میں ہر بار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ ہوتا جائے گا۔

کتب خانہ تجارتی عبدالرزاق بکسلر اینڈ پبلشر و مالک رزاقی پریس چارمینار حیدرآباد دکن

حکومت آصفی و برکات عثمانی تصانیف مولانا محمد شمس الدین صاحب مصنف واقعات اور دور عثمانی کے جملہ ترقیات کو نثر و نظم میں بڑی خوبی سے جمع کیا گیا ہے۔ قیمت (۸ر) .....

شمس کا پرتو قوم کے اقبال کی سوہنی مورت، اور اس کے ادبار کی بھوتنی مورت غرض حالت قوم کا اصلی فوٹو ہے قیمت (۲ر)

بیوہ کی کہانی بیوہ کی زبانی ایک پرتاثیر۔ دلگداز۔ قابل دید نظم ہے بیوہ کے حقیقی حالات اور فطری جذبات کا آئینہ ہے۔ درد و غم۔ رنج و مصیبت کا گنجینہ ہے ممکن نہیں کہ اسکو پڑھنے کے بعد کوئی آنسو نہ بہائے قیمت (۴ر) .....

تصانیف مولانا ذاہن

سیرۃ خیر البشر منظوم ..... (۱ر)

تعلیم الاخلاق اخلاقی مضامین نظم و نثر کا مفید مجموعہ .... (۴ر)

حدائق الاخلاق اخلاقی مضامین نظم و نثر کا دلچسپ مفید ذخیرہ۔ (۸ر)

تہذیب الاطفال نتیجہ خیز دلچسپ منظوم حکایتوں کا باتصویر مجموعہ (۱۲ر)

بالک باغ بچوں کے مذاق کی شیرینی و مغز بادام طفولیت کی دلکش اور نصیحت آموز نظمیں صرف حصہ اول و دوم ..... (۸ر)

سوغات صالحات عورتوں اور بچوں کے لئے اخلاقی نظموں کا نادر تحفہ قیمت (۸ر) .....

ہلن کلچکر ابانسری والا انگلستان کے مشہور شاعر براؤننگ کی دلکش نظم کا منظوم ترجمہ (۱۰ر) ...

بی لڑاکا ایک زبان دراز قبیل باپی بچپل باپی کا نتیجہ خیز عبرت آموز منظوم قصہ (۳ر) .....

نیک بی بی اس نظم کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ کس طرح ایک نیک خو بی بی نے اپنے بدخو شوہر کو خوشخو بنا دیا۔ قیمت (۲ر) .....

چھوٹا شیطان علم کی خوبی جہل کی برائی کو قصے کے پیرایہ میں ظاہر کیا گیا ہے قیمت (۱ر) .....

ایک منہ بولی داستان کاؤپر کی ظریفانہ نظم کا ترجمہ منظوم قیمت (۱ر) .....

نیک بیٹی اس نظم میں یہ بتایا گیا ہے کہ نیک بیٹی میں کیا کیا اوصاف چاہئیں .....

تمدن ہند مترجمہ علامہ سید علی بلگرامی۔ یہ وہ کتاب ہے جو چند سال پہلے (۵ر) روپیہ میں فروخت ہوتی رہی اور اب (۲ر۸) روپیہ میں مجلد کرنہ پشتبہ چرمی کام سنہری نہایت خوبصورت مل سکتی ہے۔ یہ موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں .....

سیرۃ النبی صلعم مجلد چرمی سنہری کام حصہ اول (۴ر) حصہ دوم مجلد کام سنہری (۳ر) حصہ سوم مجلد سنہری کام تقطیع کلاں (۴ر) .....

دیوان غالب اردو مطبوعہ برلن۔ پاکٹ تقطیع نہایت خوبصورت ٹائپ قیمت (۲ر) .....

مثنوی مشعل سلام اس میں توحید باری تعالیٰ و اثبات رسالت کے ایسے زبردست دلائل بیان کئے گئے ہیں جو بڑے بڑے مستند کتابوں میں بھی نہیں مل سکتے قیمت (۸ر) .....

تذکرہ شعرائے دکن اس میں ۱۳۰۰ھ تک قدیم و جدید باکمال شعرا کا ذکر ہے۔ ذکر ان کی شاعری کا نمونہ درج ہے پہلے اسکی قیمت (۵ر) روپیہ تھی رعایتی (۳ر) .....

سفر حرمین الشریفین یہ ایک لاجواب کتاب ہے جس میں مدینہ منورہ شام و بیت المقدس و مصر کے نہایت نفیس بلاک فوٹو شامل کتاب ہیں شاہیر علماء و فضلائے اس کی خوبی کے متعلق رائیں دی ہیں۔ کاغذ چکنا عمدہ لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے اب بہت تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں قیمت بجائے (۵ر) روپیہ کے (۲ر) .....

سیرۃ عائشہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات زندگی اور ان کے مناقب اور فضائل و اخلاق اور ان کے علمی کارنامہ اور ان کے اجتہادات اور صنف نسوانی پر ان کے احسانات اسلام کے متعلق ان کی تحقیقات عالیہ اور معترضین کے جوابات کا نادر اور لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ضخامت (۳۵۰) صفحہ قیمت (۲ر) .....

گل رعنا اردو زبان کی ابتداء تاریخ اور اس کی شاعری کا آغاز اور عہد بعہد کے اردو شعراء کے صحیح حالات اور ان کے منتخب اشعار ضخامت (۵۴۸) صفحہ قیمت (۲ر) .....

عروس ادب ہوش ربا گرامی کے اخلاقی ادبی۔ تاریخی۔ اور سیاسی مضامین کا مجموعہ ان مضامین کی تعریف تقاریظ مندرجہ کتاب میں مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو اور مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے (دریابادی) نے از حد فرمائے ہے۔ فی الوقت مضامین نہایت دلچسپ و متقابل دیدہ زیب خصوصاً مضامین ادبی لکھائی چھپائی کاغذ بھی نہایت عمدہ ہے عروس ادب زیور علوم سے آراستہ ہونے کے علاوہ مصنفہ کی تصویر سے بھی مزین ہے جتنی خوبیاں ہیں اُن کے مقابلہ میں قیمت بہت کم ہے لیجئے فی نسخہ (۱ر) .....

مخزن حکمت یا گھر کا ڈاکٹر طبع پنجم مولوی شمس اللطباء ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب نے یہ جدید ایڈیشن تقریباً از سر نو لکھی ہے اور طبع چہارم کی نسبت اس میں سب سے مفید اضافات کئے گئے ہیں یعنی اس میں ۵۰۰ نسخہ ہائے تک کی تمام جدید معلومات کا اور کئی ایک جدید امراض کا اور اکثر امراض کے نئے نئے مفید اور مجرب معالجات اور مجرب نسخہ جات کا اضافہ کیا ہے جس سے کتاب پہلے کی نسبت بدرجہا مفید ہو گئی ہے جلد اول و دوم مجلد قیمت (۵ر) ہے

تنبیہ الطالبین کتب خانہ ہذا کے گزٹ۔ نرالے نظم و نثر کے مطبوعہ رسالے حیدرآباد کے مشہور مصنفین کے تالیف کردہ

نظام گزٹ

عدد ۵

جلد ۱

مضمون خاص

رامائن

از

سید وقار احمد

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چارمینار حیدرآباد دکن

چندہ

ہندوستان کے لئے مع محصول ڈاک

سالانہ	۱۰
ششماہی	۵
سہ ماہی	عاں
فی پرچہ	۲/۲ ۱۰

ہندوستان سے باہر کیلئے

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمائیے۔

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائیے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمائیے

(۵) نظام گزٹ تقریباً (۱۶) صفحہ کے حجم پر شایع ہوگا۔ اور کبھی کبھی تصویر بھی شائع ہونگی

منیجر

سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات
تیری میزان ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد حیدرآباد: دوشنبہ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۷ء ۸ بہمن ۱۳۳۷ف جلد

شذرات

جو لوگ ہند و مسلم اتحاد کے مدعی ہیں وہ ہمیشہ افغانی ہوگا کا خوف دلاتے تھے اب یہ آلہ بھی ان کے ہاتھ سے جاتا رہا۔

شاہ افغانستان نہ صرف قول کی حد تک اخوت نامہ کے خواہاں ہیں۔ بلکہ ان کا دورہ دراز کا سفر خود اس کا عملی ثبوت ہے۔

امیر افغانستان نے ایک نامہ نگار سے صاف کہدیا کہ ان کے ملک میں کامل امن ہے۔ اور نہ انھیں کسی ہمسایہ حکومت سے حملہ کا خوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ممدوح اطمینان سے یورپ جا رہے ہیں۔

ہز مجسٹی امیر افغانستان اپنے ہی ملک میں بھٹکرا نے آپ کو سب سے زیادہ ترقی یافتہ نہیں ثابت کرتے بلکہ آپ کی تقریروں سے ظاہر ہے کہ وہ یورپ کی ترقی یافتہ آزاد قوموں سے ٹکرا اپنے ملک کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔

نظام گزٹ کا مالک نے جس گرمجوشی سے خیر مقدم کیا، ہم اس کے ممنون ہیں۔ یہ اسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت نے اس کی نظم میں تعریف فرمائی۔ اس کے علاوہ ملک کے دیگر علم دوست حضرات نے اسے دکن کے بہترین اخباروں میں شمار کیا۔

ہمدرد دہلی نے اس کو بلحاظ ظاہری و معنوی خوبیوں کے دکن کا "ہلال" لکھا ہے۔

الکلام نے لکھا ہے کہ نظام گزٹ... زیر ادارت مولوی سید وقار احمد صاحب ایم۔ اے و مولوی محمد حبیب اللہ صاحب رشیدی۔ ایم اے بلدہ حیدرآباد دکن سے ہر ہفتہ اشاعت پاتا ہے۔

قابل مدیرین کے نام اکیلے خصوصیت کے ضامن دو درد دار ہیں۔ اس کی کھلی دیدہ زیبی مضامین اور کہنے بہترین کاغذ پر اشاعت ہوتی ہے۔ اکثر ترقی کے مضامین جن سے طبیعت پھڑک جائے درج ہیں، اصحاب مدیرین میں اول الذکر صاحب سے ہم شناسا ہیں۔ آپ کی خاطر طبیعت، یقین ہے کہ اس گزٹ کو لاجواب نہایت کر دے گی۔

ماہ رجب میں حضرت امیر المومنین علی کی سالگرہ مبارک کی خوشی میں نظام گزٹ کا خاص نمبر نکلیگا۔ اس میں کوشش کیجاری ہے کہ حضرت اقدس و اعلیٰ مرتکبی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت کے وہ نوٹ شائع کئے جائیں جو اب تک کسی اخبار یا رسالہ میں شائع نہیں ہوئے۔

بعض مضامین کے ساتھ، مضمون نگاروں کے فوٹو بھی شائع ہونگے۔

نظام گزٹ

ہفت روزہ

دوشنبہ ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۴۶ ہجری

شاہ افغانستان کا سفر

افغانستان اور ہندوستان میں جو تعلق تاریخی حیثیت سے رہا ہے وہ نہایت ہی اہم ہے اسلامی کئی ایک نامور بادشاہ یہاں پیدا ہوئے جنہوں کی یادگار اس ملک میں اب تک باقی ہے۔

سلطنت مغلیہ کے زمانہ میں اس مبین سلطنت کا ایک صوبہ تھا۔ برطانوی حکومت کے زمانہ میں افغانستان سے رفتہ رفتہ دوستانہ تعلقات پیدا ہوتے گئے۔ چنانچہ امیر حبیب اللہ خاں مرحوم نے ہندوستان میں تشریف لاکر باہمی محبت و خلوص کا ثبوت دیا تھا۔ اس موقع پر بھی برطانیہ نے اعلیحضرت غفران مکانی مہمان نوازی میں کچھ کمی نہیں کی تھی۔

جب سے تاجدار افغانستان امیر امان اللہ خاں کا عہد شروع ہوا ہے حضور ممدوح نے سب سے پہلے کامل آزادی حاصل کرلی۔ اس کے بعد اپنے ملک کے مونہار فرزندوں کو غیر ممالک میں تعلیم کے لئے روانہ فرمایا تاکہ ملک کی اصلاح ہو۔ چنانچہ اب تک کثیر التعداد طلبہ جرمن امریکہ وغیرہ میں زیر تعلیم ہیں۔ ملک میں صنعت و حرفت کیطرف خاص توجہ کی اور جرمن، روس، ترکی برطانی امریکن کو ملازم رکھکر اپنے ملک میں صنعت و حرفت کی اشاعت و ترقی تام کی ہے۔

شاہ افغانستان ایک نہایت بلند پایہ اعلیٰ حکمراں ہیں۔ ہندوستان کو اس سے زندگی بسر کر رہے ہیں مگر ہم تاجدار افغانستان کو اب ترقی یافتہ ممالک کو دیکھکر اپنے ملک کی اصلاح کا خیال پیدا ہوا ہے اور یہی کمی خلوص و بہبودی کی آرزو ہے کہ وہ سیاحت یورپ کیلئے نکلے ہیں تاکہ وہاں کے حالات سے مجسم فائدہ حاصل کریں۔

ہندوستان میں آپ کی تشریف آوری کی خوشی میں بہت سے انتظامات ہو رہے ہیں کراچی اور بمبئی کے مسلمان ہندو اور پارسی آپ کے خیر مقدم کے سرگرمی سے مشتاق ہیں۔ آپ کو ادریس دینگے تیاریاں ہو رہی ہیں۔

حقیقت میں مرحبا اے امان اللہ خاں کی تشریف آوری سے تمام ہندوستان کی ملتوں کو فخر کرنا چاہئے اور ان خیالات کو جو انگریزی تاریخ کے نوجوان کے ذہن نشین کرائے گئے ہیں موجودہ حکمران شاہ افغانستان کی بے تعصبی وسیع النظری کی روشنی میں دیکھنا چاہئے کیا ہی اچھا ہوگا، اگر اس موقع پر ہندوستان کی تمام ملتیں آپس کے جنگ و جدال، اور نفرقہ وارانہ منافرت کو دور کرکے آئندہ اتحاد و محبت کے شاندار مقصد کیطرف قدم بڑھائیں گے۔

ڈاکٹر محمد اقبال کا پیام

(بنگال و پنجاب کے مسلمانوں کے نام)

مجھے اسکا افسوس ہے کہ موجودہ زمانہ اسلام کی تاریخ میں ہند و ستان اور بیرون ہند میں نازک سیاسی امور مسلمانوں کو ایک طرف لے جارہے ہیں برخلاف اس کے اسلام کی اندرونی اسپرٹ جیسا کہ میں سمجھتا ہوں غیر شعوری پر مسلمانوں کو دوسری طرف لے جاتی ہے۔

اسلامی ممالک نے جو زیادہ ترقی یافتہ ہیں یعنی ترکی اور مصر نے فیصلہ کرلیا ہے کہ وہ اپنے آپ کو مغربی اثرات کے حوالہ کردیں۔

تاہم اس فیصلہ کو یورپ اور اسلام کی تاریخی روشنی میں دیکھنا چاہئے۔ یہ استصلاحی درسگاہوں کا فرض ہے کہ وہ اس تعلق کو تاریخی تحقیق و تفتیش سے دریافت کریں اور متوسط درجہ کے مسلمانوں کو اس سے آگاہ کریں کہ کسطرح یورپ کی تربیت کی عمارت اسلام کے مدرسین کے خیالات پر مبنی ہے۔ اس سے ہمیں معلوم ہوجائیگا کہ کس طرح یورپ کی تربیت کی عمارت اسلام کے مدرسین کے خیالات پر مبنی ہے اور کہ ہم تربیت کے دائرہ ہندوستان کے مسلمان ابھی اس مسئلہ سے ٹھیک طور پر واقف نہیں ہیں جبکہ مقابلہ اسلام سے ہے یہاں کے تنگ نظر سیاست دانوں نے جو محول اور روایات نے تیرہ و تار کر دیا ہے، اس مسئلہ کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے اب اسکا خوف ہو چلا ہے کہ کہیں ہندوستان کے مسلمان اس مسئلہ کے وجود کو بھی محسوس نہ کریں جب تک کہ انھیں ہندوستان کے آئندہ سیاسی دستور میں جگہ نہ دی جائے۔ صرف یہی ایک صورت ہے جو انھیں اس کا حل بتا سکتی ہے۔

ہندوستان کے آئندہ دستور میں جگہ حاصل کرانا صرف بنگال اور پنجاب کے مسلمانوں کی متحدہ کوشش پر منحصر ہے۔

اس لئے ان دونوں صوبوں کے ہندوؤں

جنرل سیف یا سلیمان پاشاہ

(فرانسیسی)

جنرل سیف آج سے اکیسو گیارہ سال پیشتر فرانس سے مصر اس غرض سے آیا تھا کہ محمد علی پاشا کی ملازمت اختیار کرے۔ فرانس محمد علی پاشاہ کی حکومت کو دوستی کی نگاہوں سے دیکھتا اور اس کی تقویت کی کوشش کرتا تھا۔ اور مصر میں انگلستان کا اثر بڑھ رہا تھا اور اپنے کارندوں کے ذریعہ نظم و نسق حکومت اور فوج کی تنظیم میں محمد علی پاشا کا ہاتھ بٹا رہا اور جو لوگ محمد علی کے زمانہ میں مصر کی بیداری کو تسلیم کرتے ہیں وہ درحقیقت فرانس کی بیداری ہے۔

جب جنرل سیف مصر آیا اور مصری فوج میں ملازمت اختیار کرلی تو چار سال کے بعد ہی حلقہ گوش اسلام ہوگیا۔ اور ایک یونانی عیسائی عورت سے شادی کرلی۔ اسی کی ایک لڑکی سے شریف پاشاہ نے شادی کی تھی جو موجودہ ملکہ مصر کے دادا تھے سلیمان پاشا کی بیوی ان یونانی اسیروں میں سے تھی جنکو ابراہیم پاشا نے لڑائی کے زمانہ میں گرفتار کیا تھا۔ یہ اسوقت کی بات ہے جبکہ مصری نوجوان ترکوں کیطرف سے یونان سے برسرپیکار تھیں، اس عورت کا روشن چہرہ، سیاہ بال اور صاف نیلگوں آنکھیں تھیں جبکہ سلطان پاشا نے گھر کی کنیز بنانے کے خیال سے خرید لیا تھا مگر اسکا اس سے محبت ہوگئی اور اس نے شادی کرلی اس کے بعد اس نے اس عورت سے مسلمان ہوجانے کیلئے کہا لیکن اوس نے انکار کردیا اور مرے دم تک عیسائی رہی۔

اسکی پہلی اولاد کا نام اسکندر رکھا گیا تھا اور اسی یونانی عورت کے بطن سے دو اور لڑکیاں بھی تھیں۔ اسکندر نے اپنے آبائی پیشہ کو ترک کرکے مصر میں سپہ پاشا کے عہدہ پر ترقی کی اور محکمہ خزانہ میں ملازمت اختیار کرلی۔ اس کی بہنوں میں سے ایک تو شریف پاشا (جو آستانہ میں چرکسی ماں باپ سے پیدا ہوا تھا) بیاہی گئی۔ اور دوسری مراد بک سے جو بعد میں مراد پاشا، شہور ہوا۔ اول الذکر یعنی شریف پاشا خدیو اسمٰعیل کے عہد میں وزیر مقرر ہوا اور دو مرتبہ صدر اعظم کے عہدہ پر ممتاز ہوا۔ اور ثانی الذکر خدیو کے مصاحب ہے۔ اس لحاظ سے موجودہ ملکہ مصر فرانسیسی یونانی اور چرکسی خون شامل ہیں۔

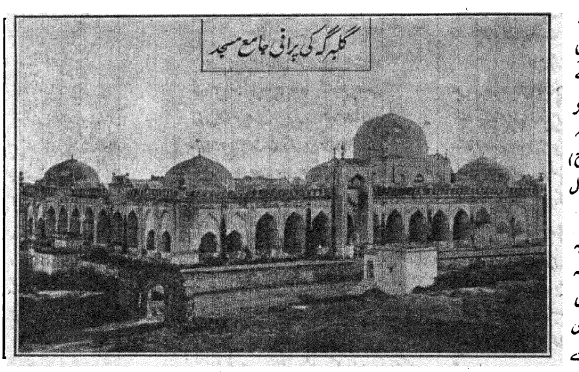
نام میرا بیام ہے۔ اپنی حقیقت کو دریافت کرنے میں عمر فنا ہو جاوے مشتشر شدہ موتیوں کو ایک جا کر لو جس سے ایک نئی شخصیت بنے۔ جو گذشتہ زمانہ کی سرگزشت کا اساس کرے اور عہد حاضرہ میں قدم رکھکر مستقبل کو پیدا کرے۔"

ماخوذ "وہی سلمان"

قلعہ گلبرگہ اور مسجد

سید تمکین صاحب کاظمی

گلبرگہ شریف نہایت قدیم شہر ہے سکندر عظم کے ہندوستان پر حملہ آور ہونے سے پہلے "راجہ کلی چند" نے اسکو آباد کرکے اپنے نام کی مناسبت سے "کل برگی" نام رکھا، کنڑی زبان میں "کل" پتھر کو بھی کہتے ہیں، بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ پتھر ملا مقام ہونے کی وجہ سے "کل برگی" (درمیان مخلاخ) نام رکھا گیا، جو کثرت استعمال سے "گلبرگہ" ہوگیا۔


گلبرگہ کی پرانی جامع مسجد

گلبرگہ پر راجہ کلی چند کے بعد ایک عرصہ تک راجگان ورنگل قابض رہے، چودھویں صدی کی ابتدا میں ورنگل اور بیدر کے ساتھ گلبرگہ پر بھی سلطان محمد تغلق نے قبضہ کرلیا، ۱۳۴۶ء میں امیر ان صدہ یا امراء کے نے بغاوت کی اور ظفر خاں، کو شاہی لقب دیکر صوبجات دکن (دولت آباد، گلبرگہ، بیدر) کا بادشاہ بنادیا، اور گلبرگہ کو پایہ تخت بنا، ۱۳۴۷ء سے ۱۵۳۳ء تک یہ پایہ تخت رہا، محمد شاہ بہمنی نے بیدر کو پسند کیا اور وہی پایہ تخت قرار پایا، ۱۵۰۴ء میں شاہان عادل شاہیہ (بیجاپور) نے اسپر قبضہ کرلیا، ۱۶۱۲ء میں امیر بیدر کے قبضہ میں آیا مگر میر جملہ نے عادل شاہوں کے قبضہ میں ملا گیا، ۱۶۸۶ء میں میر جملہ نے اس کو فتح کیا اور سلطنت مغلیہ کا رحم قلعہ پر لہرانے لگا، حیدرآباد پر نواب نظام الملک آصفجاہ بانی دکن نے قبضہ کیا تو گلبرگہ بھی زیر تسلط ۱۷۴۸ء رہا تک سلاطین آصفیہ کے زیر فرمان ہے۔ خلد اللہ ملکہ

۱۸۵۳ء میں مستقر صوبہ قرار دیگیا اور اتک ہے

اسکا محل وقوع:۔ بریان خط طول عرض بلد شمال ۲۶° ۴۰' و ۷۴° ۴۰' ابن المرل بلد شرقی ۶ گھ ۲۰ و ۰ ۴۰ - ۶۰ پر واقع ہے۔

آثار قدیمہ کے لحاظ سے گلبرگہ ایک خاص وقعت رکھتا ہے، قلعہ گلبرگہ، اور جامع مسجد، دو خاص چیزیں ہیں۔

قلعہ:۔ اس کی تعمیر دلاور بیج سے چار سو سال قبل راجہ کلی چند نے کی اور رایان، ورنگل و بھاگنگر ضروری ترمیم وغیرہ کرتے رہے مگر موجودہ حالت عہد بہمنیہ (۱۳۴۷ء تا ۱۵۳۳ء) کی بدولت نظر آرہی ہے۔ اس کی شکل مثلث اور قلعوں کے (۷ور، مربع، مستطیل ہونے کے بجائے) بیضوی ہے، شمالی دیوار شرقی اور غربی سیدھی ہے، اور جنوبی گولائی لئے ہوئے کہ ہوئی ہوگی ہے اور غربی دیوار بھی ایسی ہی ہے۔ مگر شرقی تفصیل سے بدھی ہے اور اس کے اطراف چالیس گز زمین خندق ہے تفصیل کا دور کم و بیش میل بھر ہے، دو دروازے شرقی اور غربی ہیں۔

شرقی دروازہ سادہ تھا جو اب بالکل از کار رفتہ ہوگیا ہے، غربی دروازے کے اندرونی حصہ میں "کمانیں ہیں اور ایک چھاؤنی بدا بھی حالت میں ہے، راستے دو جانب مرتفع برج ہیں، جن پر توپیں چڑھی ہوئی ہیں، قلعہ میں پندرہ عظیم الشان برج ہیں، جن پر (۶۱) توپیں چڑھی ہوئی ہیں، ان میں ایک توپ (۱۲) گز کی ہے۔

دولت برج یا رن منڈل:۔ یہ مستطیل برج شرقی دروازے کے سامنے واقع ہے، اسکو دولت برج، رن منڈل، فتح برج، یا الاحصار بھی کہتے ہیں، اسکا طول شرقاً (۲۴۰) فٹ اور شمالاً (۱۲۰) فٹ ہے اور بلندی (۱۲۰) فٹ، چاروں کونوں پر مدور، مضبوط اور خوبصورت حلقے بنائے گئے ہیں، یہ برج قلعہ کے سب برجوں سے بڑا ہے سوائے پری بالی، برج بھاؤ کے اور کہیں ایسا برج ہمارے دیکھنے میں نہیں آیا، اس پر ۳ توپیں ہیں جن میں سے دو چودہ چودہ فٹ لمبی ہیں اور سوا فٹ قطر ہے، تیسری سیسی "چہار سنی عادل شاہی" ہے اس برج کو سلطان ابراہیم عادل شاہ کے زمانہ میں ۱۵۹۵ء محمد حیدر نے بنوایا تھا، دیوار پر یہ کتبہ ہے۔

"الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ اجمعین در عہد سلطنت بادشاہ عالیجاہ عامہ پناہ مبرہن سرافرازی تاج الدنیا والدین ابو المظفر ابراہیم عادل شاہ غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ وکان علی الظالمین شدیدہ واحسانہ بندہ درگاہ محمد حیدر این برج دولت تمام شد۔

ہشت برج:۔ یہ برج دروازہ مغربی کے حمایل میں کالے پتھر پر واقع ہے اس پر ایک کتبہ سنگ سیاہ پر بخط نسخ نصب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد عادل شاہ کے زمانہ ۱۶۵۶ء میں تعمیر ہوا۔

کتبہ

بامر محمد شہ عجم دور — کز دولت ملک کن بزیب و فر
بحق نبی اللہ مرسل ملک — کہ ہست او زاولاد خیر البشر
دگر امن آباد را زیب داد — تعمیر برج و دیوار در
چوں تعمیر شد گشت تاریخ دلکشا — شد و حصن گلبرگہ محکم دگر

۱۰۲۶ھ

حسن بیگی نے

گلبرگہ کو پایہ تخت بنانے کے بعد حسن آباد نام رکھنا چاہا مگر ممکن نہ ہوا۔ گلبرگہ کچھ ایسا ہاتھوں پر چڑھ گیا تھا کہ حسن آباد کو رواج نہ ہو سکا۔ مذکورہ کتبہ کے تیسرے شعر میں اسی "حسن آباد" کا ذکر ہے، اس برج پر نواب رکن الدولہ بہادر کے زمانہ کی ایک توپ ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے،

رفیق سادات برج نواب رکن الدولہ بہادر
ظفر الدولہ بہادر ۱۱۸۳ھ

حال میں سررشتۂ آثار قدیمہ سرکار عالی نے اس برج کی ضروری تعمیر و تزیین کی ہے اور اب یہ برج اچھی حالت میں ہے۔

گھڑیال پی برج۔ غربی دروازے کے شمالی جانب ایک بلند مقام پر یہ برج واقع ہے، چونکہ ایک زمانہ میں اس پر گھڑیال لگی تھی، اسلئے گھڑیال پی برج نام مشہور ہو گیا، اسکی (۱۲۵) سیڑھیاں ہیں، یہ برج ۱۶۴۸ء میں تعمیر ہوا ہے، سنگ سیاہ پر خط نسخ یہ کتبہ ہے۔

کشادہ باد بدولت ہمیشہ ایں درگاہ
بنا القصد تذکرہ دہ پیران دستگیر اولاد حسین حسن
پشت پناہ اہل دکن بندہ نواز محمد دوم دین پناہ
محمد حسینی گیسو دراز فی عہد سلطان محمد عادل
شاہ غازی خلد اللہ ملکہ ابداً و ابنیہ کثیر علیٰ
درگاہ علی رمضان محمداً آتا سنہ ثمان و خمسین
بحق اشھد ان لا الٰہ الا اللہ

اس برج کے پہلو میں قدیم شاہی جیل خانہ کا خرابہ ہے، ہمنی اور عادل شاہی اور اس کے بعد سے اور سلاطین کے قیدی یہیں رکھے جاتے تھے، خیال ہے کہ منزل جیل گلبرگہ کی تعمیر سے قبل سرکارعالی کے قیدی بھی یہیں رہتے تھے، کتبہ میں اس قصر کی طرف اشارہ ہے،

والان۔ دولت برج کے پاس دروازے کے قریب ایک مسقف والان ہے جس کی بیرونی دیوار پر کتبہ نصب ہے۔

کتبہ ۱

بنا نمود ایں عمارت در عہد علی عادل شاہ
سلطان بموجب امر خدمتگاری کرد
العبد ضابط خان

کتبہ ۲

بنا نمود ایں عمارت در عہد علی عادل شاہ
سلطان بموجب امر خدمتگاری کرد بایای
اقتا طب ضابط خان نائب غیبت شہر آباد

قلعی برج۔ غربی فصیل کی دیوار کے محاذی واقع دیوار پر ایک کتبہ نصب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۷۵ھ میں نور سرای کتبہ ۳

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ
علی رسولہ محمد و آلہ اجمعین
بعہد سلطنت شہنشاہ جہاں پناہ ظل اللہ

مہ سپہر سروری ابو المظفر شاہ علی عادل شاہ
غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ و افاض علی العالمین
برہ احسانہ کمترین بندگان و درگاہ عزت خان
این برج دولت عمارت نمود سنہ ۹۶۵ھ

نورس برج۔ غربی دروازہ کے اندر جنوب کیطرف یہ برج واقع ہے، اس پر ایک بارگزی توپ رسمی ہوئی ہے سنگ سرخ کے چار کتبے نصب ہیں، کتبہ ۱

این برج توپ دوازدہ گزی در عہد الناظر
ابراہیم عادل شاہ خلد اللہ ملکہ ابد آمارت
بندہ ملک کلب صندل ۱۰۳۲ھ

(۲) یا بلدوح (۳) یا بلدوح (۴) ھو الجلیل

برج نورس۔

سکندر برج۔ یہ کوہیکر برج غربی دروازے کے جنوبی سمت واقع ہے اسکو "فیل برج" بھی کہتے ہیں، برج کے نیچے دو محرابوں پر توپ چڑھی ہوئی ہے، اور اسکی دیوار پر ایک کتبہ نصب ہے یہ برج سلطنت بیجاپور کے آخری ایام میں سکندر عادل شاہ کے صدر المہام خواص خاں کے حکم سے شدید ہی بنبل ملک عنبر نے ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۵ء میں تعمیر کرایا ہے۔

یا حافظ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا حافظ
الملک اللہ

در ایام جلوس سلطان سکندر عادل شاہ
قادری الغازی بن علی عادل شاہ بحکم آصف
زماں خواص خاں وزیر۔ حکومت درسنہ
ثلاث وثلاثین الف بندہ کمترین درگاہ شدید
بنبل ملک عنبر صوبہ دار و حوالدار عمارات
این برج فلک شکوہ کہ کمی سکندر برحسب فرمود،
۱۰۳۵ھ کتبہ کے حاشیہ پر نثر کندہ ہے،
کہ نیکی رساند بخلق خدائے
کسے نیک بیند بروز سزائے

ان کے علاوہ اور توپ جن پر توپیں ابھی چڑھی ہوئی ہیں۔ مگر کتبے نصب نہ ہونے سے انکا سنہ تعمیر معلوم نہیں ہوتا اسلئے نظر انداز کئے گئے۔

زنجیری دروازہ۔ قلعہ کے غربی دروازہ کو زنجیری دروازہ کہتے ہیں۔ اس پر ایک کتبہ جو ہمیشہ کا نہیں ہے

کتبہ

عجب قلعہ دیدم کہ شکوش بزد چنیں کہ در اطراف عالم بیست
لحضت بلد الملک والملکوۃ و اعصمت
بذی العزۃ والعظمۃ والھیبۃ والقوۃ
والکبریاء والجبروۃ دخلہ فی حرز اللہ
وفی امان اللہ من شرور الفتن اجمعین
کلھم علی عتی المحتسب ولا حول ولا
قوۃ الا باللہ العلی العظیم

اسکے علاوہ قلعی میں دیگر عمارات کے کھنڈر، باولیاں، مسجد وغیرہ بھی ہیں جو قابل ذکر نہیں،

مسجد قلعہ۔ قلعہ کی اس عالیشان تعمیر کی نسبت لوگوں کو بہت اختلاف ہے، بعضوں کا خیال ہے کہ یہ سندھ رقعا جو "خراب پور کہ خانہ خدا مسجد" بن گیا، بعض کہتے ہیں کہ دربار بال تھا جسے تو ڑکر علاؤ الدین حسن نے مسجد کی بنا ڈالی، بعض کہتے ہیں کہ علاؤ الدین نے ترکیب کی مسجد کے نقشہ پر یہ مسجد بھی تعمیر کی، مگر ہماری رائے میں یہ تینوں رائیں درست نہیں پہلی روایت اور دوسرے قصے کے ثبوت میں ان چیزوں کو پیش کیا جاتا ہے، جو اب زمانہ میں استرکاری کے وقت مسجد میں نظر آئے تھے ان پر یہ صنعہ تصاویر تھیں، ان چند چیزوں سے یہ نتیجہ زیادہ صحیح نہیں نکلتا ممکن ہے کہ دوران تعمیر میں کسی دیول کے پتھر استعمال میں لائے گئے ہوں جو اس مقام پر واقع نہ تھی یا تھی، تو بہت ہی مختصر تھی، اس میں ہندو طرز عمارت کی کوئی بات نہیں ہے۔

ترکیہ کے طرز تعمیر کا جو شہرت دیجاتی ہے وہ بھی ایک حد تک ایسی ہی ہے، علاؤ الدین حسن نے ایک نئے نقشہ پر اس کی تعمیر شروع کی تھی حوالتفاق سے ترکیہ کی مساجد کے نقشہ سے لی گئی، غالباً یہ مسجد اسلئے بنائی گئی تھی کہ وقت ضرورت "دن بال" کا کام بھی دے چنانچہ اس کا مسقف حوض ظاہر کرتا ہے کہ ۱۳۶۸ء میں اس کا پلاستر چھڑ گیا تھا جس کی درستی میں تو پچاس ہزار روپے صرف ہوئے۔

اسکا چبوترہ ۳۰ ہزار مربع فٹ ہے، اس میں چھ ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں، اسکا بڑا برج جس کے نیچے محراب و مینار ہیں (۵۴) فٹ بلند ہے۔ اس کے دونوں جانب مسجد کا اندرونی حصہ ہے جسپر اکیسو گیارہ چھوٹے گنبد ہیں اور حسین ترین محرابیں ہے ساری مسجد لاد ہے، لکڑی استعمال ہی نہیں ہوئی ہے طرز تعمیر بالکل آتشدسی ہے مسقف حصہ طول میں شرقاً غرباً (۲۲۵) فیٹ اور عرض میں شمالاً جنوباً (۱۶۸) فٹ ہے شمال و جنوب دونوں رخوں پر دروازے ہیں، مشرق کیطرف کوئی دروازہ نہیں ہے صحن کے بائیں میں ایک مختصری خوشنما کمان کے اندر چند خوش وضع قبریں ہیں۔

ممالک محروسہ میں کیا بلکہ پورے ہندوستان میں کوئی مسقف مسجد اس سے بڑی نہیں ہے، اور پچیسیے کیلئے پختہ زینہ بنا ہوا ہے، جہاں سے گلبرگہ کا منظر صاف طور پر دکھائی دیتا ہے۔ یہ مسجد سررشتۂ آثار قدیمہ کی نگرانی میں ہے۔

"سرفرگوسن" ایسٹرن آرکیٹکچر میں لکھتے ہیں کہ "پچھلے ہندوستان کی تمام شیعائی مسجدوں میں نہایت خوبصورت اور قدیم ہے"

مرکز علمی مہاراجہ حیدرآباد بالقاب "روضہ نما پور گلبرگہ" میں فرماتے ہیں،

"مسجد میں ہندی طرز تعمیر کی شان نظر نہیں آتی اس میں دونوں طرف اوھر آؤ ھر مسیح بارز ہیں جن کی چھت

یونانی وضع کی ہے، اور ستون اور گنبد دار چھت ہونے سے "اسلامی تعمیر کی جھلک پائی جاتی ہے"۔

مولوی مرزا مہدی خاں اپنے گرد و پیش ممالک محروسہ میں لکھتے ہیں "ایک بہت بڑی مسجد (۲۱۶) فٹ طول اور (۱۷۶) فٹ عرض سلطان اندلس کے قرطبہ کی مسجد کے نمونہ پر بنائی گئی ہے۔ اور ہندوستان میں اپنی آپ نظیر ہے"۔

مولوی سید علی بلگرامی نے یہی سلسلۂ آصفیہ کے جلد سوم میں لکھا ہے کہ "یہ مسجد قرطبہ کے نمونہ پر بنائی گئی ہے"۔

مسٹر سی، پی، بروز نے "گلمپسز آف دی نظام ڈومینیس" میں مسجد کی کیفیت نہایت تفصیل سے لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ "اس مسجد کو غالباً سلطنت بہمنیہ کے دوسرے بادشاہ نے ۷۵۸ھ میں بنوایا ہے"۔ ..... جتنے سیاح اور عالمان آثار قدیمہ نے اس کو دیکھا ہے، وہ اس عظیم الشان مسجد کی "بڑی تعریف کرتے ہیں، اور ان کا بیان ہے کہ یہ مسجد تمام ہندوستان میں لاثانی ہے"۔

ماخذ

(۱) ایلسٹریٹڈ آرکلجی، مرتبہ مسٹر فرگوسن۔
(۲) گلمپز آف دی نظام ڈومینیس، مرتبہ سی، پی، بروز۔
(۳) سلسلۂ آصفیہ جلد سوم مرتبہ مولوی سید علی بلگرامی مرحوم۔
(۴) روزنامچۂ گلبرگہ، مرتبہ ہز اگسلنسی مہاراجہ یمین السلطنت بہادر بالقابہ،
(۵) آثار قدیمہ ممالک محروسہ سرکار عالی، مرتبہ مولوی مہدی خانصاحب،
(۶) ضمیمہ رپورٹ آثار قدیمہ ۱۳۳۱ف مرتبہ مولوی علی اصغر بلگرامی،
(۷) رسالۂ معارف اعظم گڈھ بابتہ فروری ۱۹۲۶ء۔

ٹوپی کیوں اٹھاتی ہیں

اسکی کیا وجہ ہے کہ عیدالسلام کے وقت ٹوپی اٹھاتے ہیں، یہ سوال کسی علمی رسالہ سے کیا گیا تھا جس کا جواب رسالہ مذکور نے یہ دیا کہ قدیم زمانہ میں آزادی ہی ٹوپی پہنا کرتے تھے اور غلام مجبور تھے کہ وہ برہنہ سر رہا کریں تاکہ عام طور پر معلوم ہو سکے کہ یہ دوسروں کا غلام ہے اس لئے اگر کوئی غلام یا ادنیٰ درجہ کا آدمی ٹوپی پہنتا تھا تو اپنے مالک یا بالادست کے سامنے تعظیم کے خیال سے فوراً اتار دیتا تھا۔ اور یہی قدیم رسم تعظیم تسلیم اس دور تہذیب تمدن میں بھی جاری ہو گئی ہے۔

(المصور)

مکالمہ سیاسیہ فلاطونیہ

جمہوریہ (آخر باب کتاب)

مترجمہ محمد شہید حسین رضوی بی، اے (جامعہ عثمانیہ)

سقراط۔ ہاں! اس طبیعت کے لوگ روپیہ پیسہ لائق کرینگے، مثل اُن آدمیوں کے جو عیدی بخارستان میں رہا کرتے ہیں، وہ اشخاص ایک خونخوار کو پوشیدہ مکانوں یا چاندی کے لئے رکھتے ہیں۔ جبکہ وہ نیرہ و تابناک ہوں میں دیکھ لگا دینگے۔ اور ان کے پاس دام و خزانہ نہیں جو فوجوں کی ملکیت ہیں تاکہ سونے چاندی کو ملحوظ و پوشیدہ رکھیں۔ اور محلات بھی رکھتے ہیں جو اندھے مہینے کے دے دیتے ہیں۔ اور جن میں رکھ دہ لوگ اپنی بیویوں پر روپیہ خرچ کریں گے یا دوسروں پر جن کو وہ پسند کرتے ہیں۔

گلاکن ۔ یہ بہت صحیح بات ہے۔

سقراط۔ ایسے آدمی مجید پر ثابت ہیں کہ روپیہ کمانے کے علانیہ ذرائع اُن کے پاس نہیں ہیں جس کی وجہ کر کوئی کہیں، وہ تو دوسرے شخص کی دولت کو لٹا دینگے تاکہ ان کی خواہشات آسودہ ہوں۔ چھپے، چوری، اپنی مسرتوں کو پورا کرتے ہیں اور قانون سے جو اکثر باب" ہے مثل بچوں کے قرار ہوتے ہیں۔ ان کی تعلیم اچھے اثرات کے تحت نہیں ہوئی ہے۔ افعوں نے کبھی تشدد کے مدرسہ میں درس نہ پایا ہے۔ اس بنا پر یہ اشخاص حقیقی راگ دیوی (Muse) کو فراموش کر چکے ہیں۔ یہی تو عقل و فلسفہ کی فیض ہے۔ موسیقی کو ترک کر دیا اور ورزش کیطرف بامزید قدم بڑھایا۔

گلاکن ۔ بلاشک جس ہیئت حکومت کو تم بیان کرتے ہو۔ برائی طلائی کی نیرنگی لکھتی ہے۔

سقراط۔ کیوں آمیزش ہے۔ لیکن ایک چیز اور صرف ایک چیز نمایاں طور پر ظاہر ہے۔ جذبہ نزاع اور تمنا بہ بات جذبی و نفسی عنصر کے غلبہ کیوجہ سے ہے۔

گلاکن ۔ بے شک۔

سقراط۔ یہ مثل اور حالت اس حکمت کی ہے جسکا ذکر صرف بطور رفاکہ ہوا ہے اور اس کی مکمل صورت بیان کرنے کی احتیاج نہیں ہے، اس لئے کہ خاکہ کافی ہے کہ کامل ترین عادلانہ اور غیر عادلانہ مملکت کی ہیئت کا اظہار کر دے۔ لیکن تمام مملکتوں اور زمانوں کی سیرتوں کا ذکر کرنا کہ کوئی بھی ان میں سے نہ چھوٹ جائے بیحد محنت کا کام ہوگا۔

گلاکن ۔ بہت صحیح

سقراط۔ بتاؤ کون شخص اُس حکومت کے مشابہ ہے اور کس طرح وجود میں آیا اور کس کے مثل ہے۔

ادی مینٹس ۔ میں خیال کرتا ہوں کہ جذبہ تناز عہ جو اس شخص کی خصوصیت ہے وہ ہمارے دوست گلاکن کے مثل ہے۔

سقراط۔ شاید ایک بات میں اُس کی مثل ہو سکے لیکن بہت سی صورتیں ہیں جن میں وہ بیحد مختلف ہے۔

ادی مینٹس۔ وہ کونسی صورتیں ہیں؟

سقراط۔ وہ بیحد خود نما اور کم تعلیم و تربیت یافتہ ہے گو تعلیم تربیت کا حامی ہوگا۔ اچھا سامع ہوگا نہ کہ متکلم ایسا شخص غلاموں پر سختی کرنے کی جانب مائل ہوتا ہے اور ایسا کرنے پر فخر کرتا ہے۔ تعلیم یافتہ تو ایسا کریگا نہ شخص آزاد لوگوں کے ساتھ اخلاق برتیگا۔

اور غایاں طور پر حاکم مقتدر کا اطاعت شعار ہوگا۔ وہ خود طالب عزت و جاہ اور خدائے تو اندر ہے حکمران ہونیکا اہل ہوگا۔ اسلئے نہیں کہ فصیح البیان ہے اور نہ ایسی فضیل کی کسی وجہ سے بلکہ صرف اس بنا پر کہ وہ توسپاہی ہے۔ اور فوجی کمالات رکھتا ہے۔ اور اس کے کارنامے شہرہ آفاق ہیں۔ ورزش و شکار کا دلدادہ ہے۔

ادی مینٹس۔ ہاں یہی تو وہ سیرت ہے جو عزت طلب جاہ پسند حکومت کے مشابہ ہے۔

رامائن

از

از مدیر

ایک زمانہ وہ تھا کہ مسلمان ہندوؤں کے ادب کے دلدادہ تھے، اور ہندو بھی مسلمانوں کے ادب کو بڑھنا قابل فخر سمجھتے تھے، اکبر کا سب سے بڑا کارنامہ ہندو مسلم اتحاد تھا۔ اس نے نہ صرف زبانی اتحاد کیطرف توجہ کی بلکہ عملی طور پر ایک قوم کو دوسری قوم سے متحد کر دیا، سنسکرت ادب کی اعلیٰ پایہ کتابیں اسی عہد میں فارسی میں ترجمہ ہوئیں، چنانچہ رامائن کا فارسی ترجمہ اسی عہد کی یادگار ہے۔ ہم ذیل میں فارسی رامائن کے کچھ حصہ کو اجودھیا کانڈ سے نقل کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد رامائن کے چند اشعار کو نقل کر کے اسکا ترجمہ بھی لکھ دیتے ہیں۔ تاکہ اردو دان حضرات رامائن کی عظمت کے راز کو سمجھ سکیں اور اس کی شاعری سے لطف اندوز ہوں۔

اجودھیا کانڈ رامائن کی جان ہے۔ یہ وہ موقع ہے کہ دسرتھ رام چندر جی کو ولیعہد کرنا چاہتے ہیں جس سے گھر گھر خوشیاں منائی جاتی ہیں اور سارے شہر میں اسی کی دھوم دھام مچتی ہے۔ مگر کیکئی وجہ دسرتھ مجبور ہو جاتے ہیں، کہ رام چندر جی کو جلاوطن کریں، جب رام چندر جی کو اس کا علم ہوتا ہے تو وہ خود بخود شہر چھوڑ نے پر آمادہ ہو جاتے ہیں، شاعر نے اس وقت ہاں باپ بھائی بہن بیوی اور تمام شہر کی جو حالت ہوئی اس کی صحیح تصویر کھینچی ہے۔

اجودھیا کانڈ

(فارسی)

بعد مدروز سے چند بعرت بہ راجہ جسرت گفت کیکی
راجہ قندہار کہ جانبدست او مرا طلب من فرستادہ
اگر اجازت فرمائی بروم، راجہ جسرتھ رخصت
ارزانی داشت، و دستگھن را ہمراہ کرد، ہر دو برادر با
حشم و خدم بہ قندہار رسیدہ در آنجا می ماندند۔ راجہ
جسرتھ روزے در آئینہ علامت پیری در خود بسیار دید
ازان بخاطر او راجہ آمد کہ حالا بہتر آنست کہ خلافت فلک
بہ سری رام چند بدہم۔ ایں مضمون از دشت و دزرا
پرسید بہر جسن تدبیر آغاز کردند۔ برائے ایں کار
در ماہ چیت ساعت نیک اختیار کردند۔ روز دیگہ صباح آں
قرار جلوس سلطنت بود۔ راجہ جسرت فرمود تمام شہر را
آراستہ کنند۔ ازین نوید نقارہ شادیانہ نواختند
مادر آن سری راجمند انتظار مسیح و دولت داشتند۔

اجودھیا کانڈ

(سندی)

دھوا۔ شری گرو چرن سرو جن کرو نج من مکر مدھار
قدم کنول دھول اپنا آپنہ
ور ون رگھو ور وِمل جس، جو ایک پھل چار
بیان کرتا ہوں (۱) صاف فطرت (۲) پر اپنے دل میں
(۳) سوکھشن (۴) بیان

ترجمہ اپنے مرشد کے آئینہ کو مثل سرخ کے کنول جیسے قدموں کی خاک سے صاف کر کے (رام چندر جی کی صاف (صفت) شہرت کا بیان کرتا ہوں، جو چار

جب تین رام بیاہ گھر آئے
نت نئی منگل مودت بڑھ آئے

ترجمہ جب سے رام شادی کر کے گھر آئے (تب سے) نت نئی مسرتیں اور خوشیاں اور مبارکبادیاں ہوتی

تیس

بھوئی چاند دشی بھوئی دھرم بھاوری
سیکرت سیکھ ورد جس میں سکھ واری
بھائی بھال اسپاپنی اگھ ہاری

(۱) یعنی (۱) عزم (۲) مذہب (۳) راحت (۴) دولت (۵) کام تمام خواہشات (۶) سوکھشن (۷) بیان۔

ترجمہ چودہ دنیا کے بڑے بھاٹ نیک فال کے ابروں سے آرام کا پانی برساتے ہیں۔

اُوٹھ بیٹھ سمپت بدکی سہائی
آنند آؤ دھ آنند گھن آئی
آنند کند شاہان سی

ترجمہ سمپت نعمتوں کی ندی، آنند آنند اودھ کے سمندر میں بہتی آئی۔

منی گن پیر نر ناری سجاتی
دیوتا نگر نر ورت بھگتی
پرسچ امرل سکو سب بھانتی
ماں یہی برت نوبھوت تام تم

ترجمہ شہر کے مرد عورتیں گویا تمام قسم کے اچھی ذات کے صاف بیش قیمت جواہر کا انبار ہیں۔

گھنٹہ شنکھ مردنگ ڈنکر تو ڈھوتی
بین کی جاتی بنسی شاخ شرنگ
جنو اتنی برن بچ کر توتی
گویا بھاٹ کوند قوت

ترجمہ شہر کی شان و شوکت کچھ کہی نہیں جاسکتی۔ گویا برہما جی کے کرتوت (لیپنے بنانے کی قوت) اتنی ہی ہے (اور زیادہ کچھ نہیں کر سکتے)

سب وِدھ سب پر پوگ سکھاری
ہاٹ ہٹ ہر ہٹ
رام بھنڈار بھنڈار نہاری
چاند سا بیوہ دیکھکر

ترجمہ رامچندر جی کا چاند (سا) چہرہ دیکھکر تمام شہر کے لوگ پوری طرح خوش تھے۔

کمدت ماتہ سب سکھی سہیلی
جوش ماں جوت بول
پھلت ولوک منورتھ بیلی
پھلتی ہوئی دیکھکر مقصد بیل

ترجمہ اُن کی والدہ اپنی بھجلیوں اور سہیلیوں کے ساتھ اپنے مقصد کی بیل کو پھلتی ہوئی دیکھکر مسرور تھیں۔

رام روپ گن شیل سبھاؤ
کرما دھرم
سکل مفات کرما
پر مدت ہوں دیکھ سنی را
بہت خوش ہوتے دیکھکر ناگ راہ بڑھتے

ترجمہ رامچندر جی کی شکل صفات کو ہر عمدہ طرز عمل کو سنکر اور (خود) دیکھکر راجہ دشرتھ بہت خوش تھے۔

سب کے اُر آنند اس کہہ ہیں سنائی سکیں
دوا
آپ آجیت یوں راج پد رام کیں دے ہیں زمیں
فلانوال ضلع لدھیانہ

ترجمہ سب لوگوں کے دلوں میں ایک خواہش پیدا ہوئی

دنیا کا عظیم ترین صحافی مرکز

(مترجمہ۔ محمد مظہر اللہ صدیقی (حیدرآبادی)

آج ہر کس ان انتخابات کے مشاغل پر مشتمل ہوا ہے۔ جو چند سال سے وہاں کی عام سیاسی اور تمدنی حالت میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ وہاں کی ادبی، صنعتی، اور تجارتی دنیا کے ہر شعبہ زندگی میں ترقی و تنوع نمائی کی روح کام کر رہی ہے۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے۔ جس کو ہر شخص اس شہر پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالتے ہی سے معلوم کر سکتا ہے۔ راستوں کی آمد و رفت، بازاروں کی تبدیل چہل پہل، نقد بھی مقامات، بدلا ہوا اور قیمتی لباس پہنے ہوئے لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ وہاں ہر ایک کی خاطر پسند ہو چکی ہے۔ اور در اصل یہ جرمنی کی خوش حالی کے دور جدید کا بیش قیمت سے بیش کا اہل جرمنی نہایت مستقل ارادوں اور گہری امیدوں کے ساتھ خیر مقدم کر رہے ہیں کہ ایسی ہی ہموار آئندہ ترقی کے سامنے جرمنی کے اس دور ترقی کے متعلق ہر وہ چیز پیش کرنا جس کا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے۔ اگرچہ یہ تمام باتیں ضرور قابل ذکر ہیں تاہم آج میں صرف وہاں کے ایک دار صحافت کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ جو نہ صرف جرمنی میں بلکہ سارے یورپ میں عظمت و بزرگی کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہے۔ اور جس کے مہتمم کا مجھے شرف حاصل ہو چکا ہے۔

برلن میں صحافت کے تین دیوے ہیں۔ اُلسٹائن (Ullstein) ٹے (Mosse) اور شرل (Scherl) وہاں کے اے ایڈیٹر ان تینوں کا اثر ہے، لیکن اثر و نفوذ کے اعتبار سے اول الذکر دوسروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ جرمنی کے اخبار خاص وضع کے ہوتے ہیں۔ اور یہی وضع ان کو دوسرے ممالک کے اخبارات سے ممتاز کرتی ہے، ان کا سائز ہمارے ہاں کے (لیٹے مصرعے کے) اخبارات کی بہ نسبت چھوٹا اور ضخامت میں ہمارے ہاں کے ہفت روزہ اخباروں سے کسی قدر ذرا ہوتے ہیں۔ جس کے باعث لوگوں کو ان کے پڑھنے اور الٹ پلٹ کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ جرمنی کے تمام اخبارات جامعی ہیں۔ انگلستان اور فرانس کی طرح وہاں کوئی ایسا مستقل اخبار نہیں جو کسی خاص جماعت سے منسوب نہ ہو۔ وہاں کے قوی اخبارات بالکل آزاد ہیں۔ یہ اپنی کسی خاص سیاست کے ترجمان ہوتے ہیں جس کے ساتھ بڑی بڑی ولنی جماعتیں سر تسلیم خم کرتی ہیں۔ اس قسم کے اخباروں کی روزانہ اشاعت بالعموم پندرہ لاکھ اور فضل وقت میں ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور وہاں کے عام اخبارات روزانہ پچاس ہزار سے کم نہیں چھپتے۔ بقیہ اخباروں کی اشاعت نو روزانہ اخبارات سے بھی بڑی بڑی ہے۔ وہاں کی پبلک ایسے اخباروں کا بڑے شوق اور دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کرتی ہے۔

جب مجھے معلوم ہوا کہ اُلسٹائن برادران نے فوجی برلن میں عظیم الشان دار صحافت کے لئے ایک نئی عمارت بنائی ہے۔ تو میں نے وہاں جانے کی خواہش ظاہر کی جس کی مجھے اجازت بھی ملگئی۔

یہ ایک نہایت ہی اعلیٰ و ارفع و بے نظیر عمارت ہے جس میں بہتر سے بہتر اور نفیس سے نفیس طباعت کا سامان موجود ہے۔ میرے خیال میں نہ صرف جرمنی بلکہ یورپ و امریکہ میں بھی اتنا بڑا دار صحافت موجود نہیں۔ اس کے مالک چار بھائی ہیں۔ یہ بہترین صحافی مرکز انہیں اپنے باپ کے ورثہ میں ملا تھا۔ ان کے اس سرور دنیا و دولت سے انخ فتح حسن نظام اور اتفاق و اتحاد کے ساتھ کام کرنے کے اس فائدہ اٹھانے کا کام معلوم تھا۔ چنانچہ کاروبار کو بآسانی اور باقاعدہ طور پر چلانے کے لئے ان لوگوں نے آپس میں تقسیم عمل کر دیا ہے۔ ایک کا تعلق تو اداریہ کے محرر سے ہے دوسرا مجلس صحافی کا نگران ہے۔ تمام انتظامی واقعات و حوادث کے متعلق ان خبروں کی نگرانی کرتا ہے جو اس گھر میں آتی جاتی ہیں

ایسی ان تھک کوششوں کی بدولت ان لوگوں نے بہت کچھ ترقی کر لی ہے۔ اتفاق اور صفائی کو بہت پسند کرتے ہیں۔ لیکن ان معمولی باتوں کے متعلق میرا جو کچھ تخیل تھا جرمنی کے لوگ اس کے انتہائی درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کو اس عمارت میں سمجھانے ہزاروں ملازم کام کرنے کے لئے مجتمع نظر آتے ہیں، جائیں تو خیال ہوتا ہے کہ گویا آپ کسی بڑے ضخامت ہی خوبصورت اور شاندار محل میں کھڑے ہوئے ہیں جو جن نظام کی بنیادوں پر قائم ہے۔ اس جگہ آپ کو کہیں بھی سیاہی کا دھبہ یا کاغذ کا ذرا سا پرزہ بھی دکھائی نہ دے گا اور وہاں کے عمال کو دیکھ کر ان کی نسبت آپ یہ رائے قائم کریں گے۔ کہ یہ لوگ اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں گے اس کی عظمت کا صرف اسی سے اندازہ کر لیجئے کہ مجھے اس پریس میں ادھر ادھر صرف گھومنے ہی میں دو گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف کرنا پڑا۔ اور پوری طرح سے اسکو دیکھ بھی نہ سکا۔ کہ میں تھک گیا۔ اس وقت مجبوراً انہوں نے اس شخص سے جو میری رہنمائی کر رہا تھا۔ الوداع کہتے ہوئے پھر دوبارہ اس کے معائنہ کی اجازت چاہی۔ اس پریس کے متعلق سب سے زیادہ قابل ذکر چیز وہ اخبارات و رسائل ہیں۔ جو یہاں سے شائع ہوتے ہیں۔ جن کے متعلق اعداد و شمار آئندہ سطور میں پیش کئے جائیں گے۔

(۱) برلن اور اس کے نواح میں اُلسٹائن کے دفاتر تین عمارتوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا رقبہ ستر ہزار میٹر ہے۔

(۲) اُلسٹائن پریس میں روزانہ آٹھ ہزار دو سو ترپن آدمی کام کرتے ہیں۔ جن میں سے دو ہزار اخبار فنی مضمون نگار اور مصور ہیں۔ دو ہزار اخبار سو تالیس اخبار فن اور پریس میں کام کرنے والے اور تین ہزار سات سو اٹھانوے اخبار فروش اور ایجنٹ ہیں۔ جو صرف اداراکموست اور مضافات میں اخبار فروخت کرتے ہیں

(۳) اُلسٹائن کے دو سو بیس خصوصی نامہ نگار ہیں جن میں سے ایک سو چھیاسی تو ملکت جرمنی میں اور باقی جو تیس دنیا بھر کی بڑی بڑی حکومتوں کے پایہ تختوں میں متعین ہیں۔

(۴) اُلسٹائن کے دفاتر میں اٹھارہ مختلف زبانوں میں گفتگو اور خط و کتابت کی جاتی ہے

(۵) اُلسٹائن کے ماہوار مصارف ڈاک پانچ ہزار پونڈ ہیں۔

(۶) اس کے دفاتر مستقلہ میں بیانوے خاص ٹیلیفون صرف شہر برلن کے مختلف مقامات سے متصل ہیں۔ اور باقی پانچ سو اکتالیس ناخیں دفتر کے اندر پھیلی ہوئی ہیں۔

(۷) یہاں سال بھر میں تیس لاکھ پونڈ کاغذ اور چھ سو پچیس ٹن سیاہی خرچ ہوتی ہے۔

(۸) مطبع اُلسٹائن میں روزانہ اسوں کی طباعت کیلئے اٹھتر وٹائپ مشین، مصور رسائل کی طباعت کے لئے اٹھارہ وٹائپ مشین اور مطبع طباعت کے لئے اٹھاون مشین گیارہ مشین جیسے کے حروف کی طباعت کے لئے

اور چار بڑی بڑی رد تو نمبر (Secretary) جلد ۱۰ ہیں۔

(۹) انسٹالمنٹ کے تین پرچوں کے ذریعہ روپیہ کے تین لاکھ ساٹھ ہزار نقد ایک گھڑی میں جمع ہو سکتے ہیں

(۱۰) انسٹالمنٹ برادران کے ہاں اخبارات اور خود ری مراسلات واسباب متعلقہ پریس کے نقل و نقل کیلئے ایک سو تیس موٹر لاریاں، دو جہاز اور تین طیارے ہیں

اس دار صحافت سے حسب ذیل اخبارات ورسائل شائع ہوتے ہیں۔

روزنامے	تعداد اشاعت
ڈیلی ریویو	۵۳۲۸۰
" سنڈے ایڈیشن	۶۱۵۶۰
ٹائمز ہیرلڈ	۶۲۲۲۰
برلنر مارننگ پوسٹ	۵۶۴۰۲۰
" سنڈے ایڈیشن	۶۲۶۷۲۰
برلنر مونٹاج پوسٹ	۱۲۹۷۳۰
"جریدۃ الظہر"	۱۷۸۷۰۰
برلنر الطمائن ریویو	۵۵۵۷۰
ڈی پوسٹ اوس ووکشانہ	۵۸۳۰
توسنج ٹاوش انزائجر	۵۷۱۰
ہفتہ وار رسائل واخبارات	
برلنر الٹرشرئی زائنگ	۱۷۱۳۲۰
ڈی داگی (طبقہ نسوان کا رسالہ)	۴۵۰۵۰
مونڈ نلت	۷۲۱۶۰
لبات ورہا (مقراد (متعلق بہ تدبیر منزل)	۱۴۶۴
ماہوار رسائل	
اوہو	۱۶۷۱۷۰
ڈی کوراتی	۴۱۹۳۰
ڈرکوز شینت	۱۳۰۰۰
ژرنیز ٹکنیک	۲۶۴۰
بادنلٹ	۱۲۴۰۰

باہمہ اوشنائن برادران کو اور بھی اخبارات ورسائل اپنے ہاں سے شائع کرنیکی فکر ہو رہی ہے +

(ترجمہ زاہد ہلال مصر)

ایک تعجبی فاصلہ

ڈاکٹر جیمس پوکن اسٹونز امریکی دفتر زمین فورڈ سائنٹیل اسٹونز صرف آٹھ سال کی ہے۔ لیکن وہاں نسوانی دنیا میں اس کی لیاقت وقابلیت کا بڑا غلغلہ ہے۔ باوجود اس قدر کمسنی کے یہ آٹھ برس انگریزی فرانسیسی جرمنی جاپانی، روسی، لاطینی، آرامی اور اسپرانٹو (جدید بدیسی زبان) جانتی ہے۔ اس کم عمر لڑکی نے انگلستان کی تاریخ تالیف کی ہے۔ اور مقالمی اخبارات ورسائل میں اس کے مضامین اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں (مجلہ الخلیط)

کرۂ چاند کی تحقیقات

ایک بچے کا عزم سفر

(مترجمہ۔ محمد مظہر اللہ صدیقی)

قدیم زمانہ سے لوگوں کی عادت رہی ہے۔ کہ اپنے بچوں کو دین کی خدمت کے لئے راہب بنانے کی نذر مانتے ہیں۔ لیکن بیسویں صدی ایک نئی قسم کی بھاری پیش کرتی ہے اور یہ علم کی بھاری ہے۔ مثلاً اگر آج کوئی علمی جماعت لوگوں کے سامنے ہوائی طیاروں کے ذریعہ چاند کے سفر کی تجویز پیش کرے تو اگر ہزاروں نہیں تو کم از کم سیکڑوں ایسے بہادر نوجوان اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جو اس خدمت علم کے لئے اپنی جانیں پیش کردیں۔

میڈم مرالفونو ایک فرانسیسی خاتون نے بھی زمانہ حال کی بھاری میں حصہ لیا ہے۔ اس کا شوہر جو ایک طیار (ہوا باز) تھا۔ جنگ عظیم کے زمانہ میں اپنے فلک کی خدمتگذاری کرتا رہا۔ اور فن ہوابازی میں اپنی ہمت و دانشمندی سے کام لیکر تمام دنیا کی خدمت انجام دی۔ اس کے جرأت کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ توحکومت فرانس مجبور ہو گئی کہ اسکو اپنی ذات، اپنی بیوی اور اپنے کمسن بچے پر جس کی عمر چھ سال سے بھی کم تھی۔ کسی قسم کا تجربہ کرنے ممانعت کردی۔ وہ تجربہ یہ تھا کہ ایک ہوائی جہازی ایجاد کی تھی۔ جو سرعت کے ساتھ گرتے سے بچاتی ہے۔ اور اس کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی بیوی اور بچے سمیت طیارہ میں بیٹھ کر بلندی پر جائے۔ اور وہاں سے اس چھتری کے ذریعہ نیچے اترے۔ لیکن حکومت نے اس کی ممانعت کردی۔ اور وہاں کی انجمن حمایت اطفال نے بھی اس معاملہ میں مداخلت کرکے اس کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ اس لئے کہ اس قسم کا تجربہ بچوں کے حق میں بہت سخت ظلم ہے۔

لیکن مقدمہ عدالت تک پہونچنے بھی نہ پایا تھا کہ بہادر گرانفو اسی تجربے کے خیال سے اپنے طیارہ میں بیٹھکر بہت بلندی پر جا پہنچا۔ مگر طیارہ کو آگ لگ جانے کے سبب وہ ہلاک ہو گیا۔ اور اب تک اس بات کا پتہ نہیں چل سکا کہ اس کے طیارے کو کس طرح آگ لگی تھی۔

تاہم اس کی بیوی میڈم گرانفو اس کو بھولی نہیں وہ اپنے شوہر کو دنیا کے بہادروں میں شمار کرتی ہے۔ اور اس لئے اس نے اپنے تخت جگر کو فن طیاری (ہوابازی) کے لئے وقف کردیا ہے۔ اور صرف یہ کہ پرورش زمین ہی محدود ہو بلکہ یہ بچہ چاند تک پرواز کرے چنانچہ وہ اب اس بچہ کو پرواز کی مشق کرا رہی ہے۔ اور کرۂ چاند کے بھاڑوں اس کے میدانوں اور اس کی مقدار کشش کے متعلق جو کچھ معلوم ہو سکا ہے۔ ان سب سے اسکو واقف کرا رہی ہے تاکہ وہ جوان ہو کر اس بھیجو شے کرہ (چاند) کا سفر کرکے بنی نوع انسان کی خدمت ادا کرے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس بچہ کی اس کے مرنے کا احتمال ہی نہیں۔ بلکہ گمان غالب ہے لیکن اس مہم کے کامیاب ہونے کا امکان پایا جاتا ہے۔ اور یہی امکان ہے۔ جو اسکو اپنی جان جوکھم میں ڈالنے کی ہمت دلا رہا ہے۔

بہت سے لوگوں نے چاند کے سفر پر جو کیا ہے لیکن چل دران پھلا شخص تھا جس نے چاند کا سفر اس طرح ممکن سمجھا کہ ایک بہت بڑے بم کے ذریعہ جس کا وزن ایک کہلا ہوا ہو۔ بلندی پر بھیجا جائے۔ لیکن آج کل کے طیار کی رائے میں یہ خیال بعید از حقیقت ہے کیونکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ کرۂ ارض کو چھوڑنے سے پیشتر ہی یہ بم پھٹ جائیگا۔

پروفیسر گوڈرڈ نے اس سفر کا دوسرا طریقہ سوچا ہے اور وہ یہ کہ ایک ایسی گڑی ہوائی گیند زمین سے چھوڑی جائے جس کے اندر آدمی بیٹھے ہوئے ہوں۔ جب اسکی بھری ہوئی ہوا باقی نہ رہے تو جھولوگ اس کے اندر بیٹھے ہوں۔ وہ اسکا بٹن دبا دیں۔ اسی وقت اس کے پچھلے حصہ سے آگ کی طرف زور پڑیگا۔ اور یہی قوت اس گیند کو اوپر کی طرف پھونچا دیگی۔ اسی طرح جب اس کا وزن کم ہونے لگے اسکی قوت بڑھا دی جائے۔ اور بالآخر یہی عمل اس کو زمین کے

جلاوطن ہندوستانی

منطقہ جاذبہ سے پار کر کے اس مقام تک پہونچا دیگا۔ جہاں سے چاند کی کشش اسکو اپنی طرف کھینچنے لگے گی۔ یہاں تک کہ وہ چاند میں اسرت سے اتر پڑیگا۔ اس کے بعد لوگ بھی بآسانی اتر جائیں گے۔ اور وہ وہاں سے بڑی بڑی ہوائیاں چھوڑینگے جس کی وجہ سے چاند پر سخت غبار چھا جائیگا۔ اس لئے کہ ایک معمولی ہوائی جہاز دنیا میں ہمارے بچوں کی بچپنی کا باعث ہوا کرتی ہے۔ چاند کے بڑے سے بڑے مکان کو ڈھا دینے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے کہ وہاں ہوا بہت ہی قوت جاذبہ بہت کم ہے۔ اور اس لئے ہم آسانی کے ساتھ زمین سے اس غبار کو شانہ دہ کر سکیں گے۔

لیکن فرانس کے لوگ چاند تک پہنچنے کی ایک اور سہیل نکال رہے ہیں۔ ان کا ارادہ ہے کہ ایک بہت بڑا پھیپھ تیار کر کے کھڑا کر دیں جس کی بلندی اتنی دور چھ میل کا ہو اور اسکا مجوزہ دیہاڑوں کے درمیان ہو پھر اس پھیپھ کو بہت تیزی کے ساتھ گھمایا جائے۔ اس پر ایک گولا رکھا جائے جس کے بیچ چاند کا سفر کرنے والا بیٹھا ہوا ہو۔ جب اس گولا کو رخ چاند کی طرف ہوگا۔ تو وہ اس پھیپھ سے چھوڑ دیا جائے اور اس طرح وہ غایت سرعت کے ساتھ بہ چاند کی طرف چلا جائیگا۔ بالفاظ دیگر گولا پھیپھ کے بیچ سے اسی طرح نکلیگا۔ جس طرح کہ کیچڑ موٹر کے پھیپھے سے اڑتی ہے۔

ممکن ہے کہ یہ طریقہ کارگر نہ ہو۔ لیکن انگریزی تو ہے۔ کہ یہ ارادہ ہی بڑے کاموں کا دار و مدار ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ مسٹر گرانفو کے پاس اس قسم کا ارادہ موجود ہے۔ اور خوش قسمتی سے لڑکے میں وہ تمام صفات موجود ہیں۔ جو اس کے بھادر باپ میں تھیں۔ جس نے زمین سے چھ میل کی بلندی پر آتشزدگی سے وفات پائی تھی۔ اسی وجہ سے ایک نہ ایک دن چاند تک پہونچ جانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔

اور اگر فرض کیا جائے کہ ہر لڑکا مر ہی جائے تو کیا مضائقہ کہ اس سے قبل اس کے باپ نے بھی تو خدمت خلق کی راہ میں جان کھوئی ہے۔ اور خدمت خلق سے بہتر اور اعلیٰ تر شرف اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور اس کے بعد بھی محبت سے بندگان خدا اس خدمت انسانی پر سے اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔ اور اس طرح ہم آرکم دہ ایک مجہول پیر کو معلوم کر سکیں گے۔ اور بھی ان کے لئے کافی ہے۔ اور اگر وہ پہونچ جائیں تو پھر کیا کہنا۔ کہ اس طرح سے وہ ایک نئی دنیا جیت لیں گے۔ جس کو انسان آباد کر سکے گا اور اس کے معلومات میں بیشمار اور اضافہ کے علاوہ اس نئی دنیا کی پیداوار سے بہرہ اندوز ہونیکا موقع حاصل کریگا

(محررہ محمد مظہر اللہ صاحب صدیقی حیدرآبادی)

(از الہلال مصر)

بدنصیب ہندوستان کے جلاوطن فرزندوں کی تعداد

اب پچاس کے قریب ہے۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کو جلاوطن ہوئے سالہا سال گزر چکے ہیں۔ اور اب ان کی یاد بہ دوران وطن کے دلوں سے محو ہوتی جارہی ہے۔ اور بہت سے ایسے بھی ہیں۔ جن کے ناموں تک سے نئی پود واقف نہیں۔ ذیل میں ایک فہرست ان جلاوطن ہندیوں کی دیجاتی ہے۔ جو پرانے اور نئے طبقوں کے لئے مفید اور دلچسپی کا باعث ہوگی۔

نام	سکونت حالیہ
(۱) عبدالحفیظ	جرمنی
(۲) امین فخر فخی	جرمنی
(۳) منصور احمد	جرمنی
(۴) عبدالشکور خیری	جرمنی
(۵) عبدالجبار	جرمنی
(۶) شری رمیندر ناتھ سرکار	جرمنی
(۷) ویریندر ناتھ چٹوپادھیا	جرمنی
(۸) چیمک وین پیانی	جرمنی
(۹) رشکیش دت	جرمنی
(۱۰) اچی پیندر چوہری	جرمنی
(۱۱) کرنا رام سہنا	جرمنی
(۱۲) ناتھو پرساد وسا	جرمنی
(۱۳) پانڈونگ انکوی	جرمنی
(۱۴) ورینندر ناتھ گوڑ	جرمنی
(۱۵) رانا	فرانس
(۱۶) دیوی۔ پی۔ آر۔ کاما (خاتون)	فرانس
(۱۷) لالہ ہرپرشاد	سوئیڈن
(۱۸) پرمتھ ناتھ دت	روس
(۱۹) سوامی کرشن ورما	سوئزرلینڈ
(۲۰) راس بہاری	جاپان
(۲۱) راجہ مہندر پرتاب سنہا	ترکی
(۲۲) ابو سعید	ترکی
(۲۳) عبدالرب	امریکہ
(۲۴) شنیل اندیرا ناتھ گھوش	امریکہ
(۲۵) ہیرالال گپتا	امریکہ
(۲۶) دیانند ناتھ سیٹال	امریکہ
(۲۷) پرمیشور کرجی	امریکہ
(۲۸) ورمیندر ناتھ سین	امریکہ
(۲۹) بھگوان سنہا	امریکہ
(۳۰) گوپال سنہا	امریکہ
(۳۱) سودارام	امریکہ
(۳۲) دیا۔ ی رائل	امریکہ
(۳۳) نذیر	امریکہ
(۳۴) ہرنودار سنہا	
(۳۵) اقبال سودائی	
(۳۶) وحیداللہ	
(۳۷) شری نرنذ ناتھ چٹوپادیہ	
(۳۸) تارک ناتھ داس	
(۳۹) کے۔ کے۔ ایکیہ	
(۴۰) شری مورتی اچاریہ	جرمنی
(۴۱) بیٹھا سنتا	
(۴۲) محمد برکت اللہ	
(۴۳) سید عبدالغنی	
(۴۴) پروفیسر خاں خوجہ	

مرسلہ گوبند راؤ صاحب ویشمپائنے۔ بی اے

منقول از اخبار شری نند (مہاراشٹر)

شعر و سخن

غزل

از جناب اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ صدر اعظم باب حکومت

بے وفا تو ہے تو پھر ناز و ادا کچھ بھی نہیں
ڈرتی ہے میری بلا زلف و ادا کچھ بھی نہیں

ساری رونق ہے جوانی سے وگرنہ ہے کیا
اے بتِ عشوہ و انداز و ادا کچھ بھی نہیں

میں تو عاشق ہوں مرا شیوہ وفاداری ہے
تجھ سے امید مجھے غیر جفا کچھ بھی نہیں

جو ارادہ ہے ترا بس ہے یہی حکم قضا
ورنہ مرگ و اجل و دام بلا کچھ بھی نہیں

آپ اپنے کو جو پہچانے مقدم ہے یہی
ورنہ واعظ یہ بقا اور فنا کچھ بھی نہیں

مرضِ عشق فقط درد جدائی ہے ترا
وصل ہے اس کا علاج اور دوا کچھ بھی نہیں

تجھ کو جو بات پسند آئے وہی ہوتی ہے
ورنہ سچ ہے کہ یہ تاثیر دعا کچھ بھی نہیں

تیرے ادنیٰ سے ہیں جلووں کے ہزاروں نام
مہر و مہ کچھ بھی نہیں ارض و سما کچھ بھی نہیں

سال ہا سال سے امید میں رکھا مجھ کو
بو سے کا وعدہ کیا اور دیا کچھ بھی نہیں

کیسی سفاکی ہے چالاکی ہے اس ظالم کی
دل مرا لے کے مجھے اس نے دیا کچھ بھی نہیں

دہر سے جو ہیں انہیں حق سے ہے بالکل انکار
ہے عقیدہ یہی ان کا کہ خدا کچھ بھی نہیں

کوئی بھی ان سے کرے جا کے یہی ایک سوال
بندہ آیا ہے کہاں سے جو خدا کچھ بھی نہیں

ذات معبود سے انکار نہیں ہے لازم
آتش و آب ہے کیا خاک و ہوا کچھ بھی نہیں

وہ جہاں ایک ہی جلوے سے ہوئے ہیں روشن
ہے وہی ایک خدا اس کے سوا کچھ بھی نہیں

روح کہتے ہیں جسے اس کی حقیقت کیا ہے
مجھ سے سن لے کہ بجز مکر و خدا کچھ بھی نہیں

رمز یہ واعظ بے چارہ بھلا کیا جانے
زلف و رخ ہیں یہ ترے صبح و مسا کچھ بھی نہیں

گالیاں دیتا ہے عاشق کو بہت شوق سے وہ
مانگا ایک بوسہ جو اس سے تو دیا کچھ بھی نہیں

ارنی کہہ کے ہوئے حضرت موسیٰ بیہوش
لن ترانی کی تو آئی تھی صدا کچھ بھی نہیں

شاد ہے تیرے عنایات و کرم کا محتاج
ورنہ وہ کچھ بھی نہیں اس کی دعا کچھ بھی نہیں

غزل

از نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل

ہم دیکھنے والے تری ستانہ ادا کے
ساقی نہیں محتاج ہے ہوشربا کے

پلکیں ہیں بلا۔ آنکھ بلا۔ زلف بلا ہے
کیوں کر نہ کہیں سب کہ حسین تم ہو بلا کے

کس گل نے چڑائے تھے کہ بو دیتے ہیں اب تک
مرجھائے ہوئے پھول مزار شہدا کے

ہم تو اسی نیشن کے قائل ہیں جو پی لے
دو گھونٹ شراب نگہ ہوشربا کے

دیکھا تو وہ دل بسل ناشاد کا نکلا
جو غنچہ کھلائے نہ کھلا باد صبا کے

پس جائے نہ کیوں رشک سے میرا دل پرخون
جب دولت بوسے لگے ہاتھ حنا کے

جام و مئے و مینا کی حقیقت نہیں کچھ بھی
سب ہیں یہ کرشمے نگہ ہوشربا کے

تو جبھی بھی تو کب چارہ گری کی تجھے سوجھی
قابل نہ رہے جب ترے بیمار دوا کے

قاتل پہ جلیل آہیں سکتا کوئی الزام
کام اس کی ادا کرتی ہے پردے میں قضا کے

بہزاد کی روح

(از سید وزیر حسن صاحب)

میں اسکے ذوق طلب کے صدقے میں اسکی گہری نظر کے قربان
تری تجلی جو دیکھتا ہے دھوئیں میں اس تیرہ خاکداں کے

بہزاد کی خداداد طبیعت اور نفاست ذوق نے بالآخر اسے امام فن بنا دیا جس سے اس کا ہر سانس سندر چیزوں کی یاد میں گزرتا تھا۔ کبھی المس بھومی کی سوئی سندریاں اس کی مصوری کا مواد بنتیں تو کبھی وہ لرہا منظر، نکلتا ڈوبتا سورج اور اور بہت ساری حسین چیزیں اسے اپنا پرستار کر لیتیں۔ یہ ان سب چیزوں کے نفیس تصورات ہنر کے رنگوں سے سنوارتا تو دنیا انھیں سر آنکھوں پر لیتی اور اُسے موتیوں میں تولتی جاتی تھی۔

غرض بہزاد کی مسرت کی پنکھیں یوں ہی روز بروز بڑھ رہی تھیں کہ اتنے میں اوس کی عمر سولہ سال شباب کی دوپہر سے ڈھل گیا۔

مجھے بیضاً یہ کمال اسلئے نہیں بلکہ صرف انسانوں کی خوشی کے لئے ہی اچھی اچھی تصویریں بھیجا رہوں۔ افسوس! اس نے اتنی عمر یوں ہی گنوا دی۔ اگر ایک تصویر بھی تو ایسی بنا جاتی جو باعث نجات بن جاتی! لیکن نہیں، اب بھی موقع ہے میں نے جو گناہوں سے توبہ کروں اور اپنی بقیہ عمر مقدس چیزوں کی تصویریں کھینچنے میں گزار دوں۔

تو یہ! خدایا! گناہوں کی توبہ!! ؟

اس دراوے نے خیال کا آنا تھا کہ بہزاد نے مقدس چیزوں کی تصویر کشی تک اپنے لطیف فن کو محدود کر دیا مگر ان تصویروں کو گاہکوں کے لوگ ہی خریدتے اور وہ بھی مفت ہتھیا! اسلئے تین چار سال کی عرصہ مدت میں یہ بیچارہ اپنا سارا کمایا ہوا کھا بیٹھا اور مفلس ہو گیا۔ ہر چند مقدس تصاویر کی کاوش کاری کا نمونہ بنا تا لیکن ایسی چیزوں میں ظاہر ہے کہ اظہار فن کے نسبتاً کم مواقع ہوتے ہیں اسلئے فنی نقطۂ نظر سے بھی اس میں زوال کا شکن گننے لگا۔ ان سب مصیبتوں پر طرہ یہ ہوا کہ یہ پریشان ایک دن نہ معلوم کس کام سے باہر گیا ہوا تھا۔ جھروکھ کی کھڑکی بوالہوسی میں کھلی رہ گئی۔ اتفاق کی بات کہ اسی دن شاہ میں دیکھتے دیکھتے مطلع ابر آلود ہوا اور وہ زور کی بارش ہوئی کہ تل بھر جگہ نہ بچی۔ بہزاد جو شور و غل گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہوا سے کھڑکی چوپٹ ہے اور باقی مقدس تصویریں مینہ سے جو ڑا ہوئی پڑی ہیں۔ کلیجہ دھک سے ہو کر رہ گیا۔ الٰہی! اب تو کوئی ایسی چیز بھی پاس نہیں جسے بیچکر صبح علی الترتیب روٹی کا یہاں دیکھیو تو سارے کئے دھرے پر پانی پھر گیا۔ اب کیا کرے کہاں جائے کسکے آگے ہاتھ پھیلائے! غرض انھیں باتوں خیالات میں رات کے کوئی گیارہ بارہ کا عمل ہو گیا۔ یہ مضرب باہر سے تھکا ماندا آیا بھی تھا۔ اسلئے زدا کی ذرا لگ مسید بھی کی تو نیند نے غلبہ کیا اور اپنی اسکی پوری طرح آنکھ بھی نہ لگی تھی کہ کیا دیکھتا ہے ایک دم سے کمرے کی جہت شق ہو گئی۔ اور بجلی کی سی تیز روشنی سے بات کی بات میں سارا کمرہ جگمگا اُٹھا۔ بہزاد سہم گیا۔ اور یونہی لیٹے لیٹے بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اسی روشنی میں دھانی ساس پہنے سامنے ایک کاٹھ کا ڈاوا جلوہ افروز ہے۔ لیکن خطوط خال اخذ آکت کے علاوہ لباس کی وضع قطع سے بھی یہ صورت کسی دوسری دنیا کی ہی صندری معلوم دی۔ اس داتو سے بہزاد پر خوف تعجب اور یاس و آس کی ایک عجیب کیفیت طاری تھی کہ اس نور مجسم نے لجائی نظروں اوپنی کہیں۔ اور جسم کی نقرہی جھلک پھولوں سے ہونٹوں پر کھیلنے لگی۔ سامعہ نے آواز کی بھی مبہم سی اس نے یوں گفتگو شروع کی۔

"بہزاد! واہ بہزاد! بھلا تم نے ہمیں کون ہوں؟ ہاں ہاں تمھاری ستائی جلائی اور دکھیاری روح! مجھے یوں پہنانا اُس کر تمھارے پاس صرف اس لئے بھیجا گیا ہے کہ تمھیں کہہ آئیں تمھا اور سجاوٹوں۔ مبارک ہو! تمھاری بات سنی مقبول ہوئی مصوری کے فن لطیف کو تم نے لوگ کی ناپاکی سے بھی گندا نہیں ہونے دیا یعنی تم نے فن کو ہمیشہ فن کی حیثیت سے برتا۔ اسکے بعد ہی قدر دانوں کی فرمائش کو اسعصور تیں یہ بڑی اضافی چیز سمجھا تی ہے جبکہ تم سے گاہکوں یہی وجہ ہو تمھاری نگرانی میں بھی اس اسطرح ٹوک آ سکی۔ البتہ تم نے اس فن کو وسیلۂ شہرت ضرور بنایا لیکن یہ اچھی بات نہیں تو اتنی بُری بھی نہیں۔"

مگر اسے بہزاد! تم نے فنے آتقاد کی آؤں کیسا ناپاک گناہ کیا! توبہ، توبہ! خدا کا سناٹا کرنے لگے ہیں تم صنعت۔ روح۔ یعنی مجھیں دنیا رکے محسن و نیرنگی کی جو عزیز اور اٹل خواہش ہے۔ اُسے برائے نام تقوے کے زعم باطل سے ٹھکرانا چاہتے ہو؟! اپنے تئیں کہو کہ میری بہا جھ سے چھین لو؟! مجھے یوں ننگا بھاگ کے میرا دل دکھاؤ؟! مگر یاد رکھو، یہ اچھا نہیں، مجھے دکھ دیا تو گویا خدا کو دکھ دیا! اور مجھ سے پھیرے تو گویا خدا سے پھیرے!"

خدا تو دس و تیر نے کب! وکیکے سامنے قسمے کہہ دیا ہے کہ میری حسن پرستی کو یوں ملیا میٹ کر دیا؟ یہ تم نے کیونکر جان لیا کہ خالم بدمن! خدا نے قوی و اعلیٰ کی بخشش و نوازش حسین چیزوں کے تھکرانے ہی میں بھی ہوتی ہے یا یہ کہ تمھاری تصویر کشی نوع انسانی کی بھلائی کا باعث نہیں ہی بہزاد! بھولو کرو، اور اچھی طرح سمجھ لو، دنیا کی کوئی کی بُری نہیں اور اس لئے بُری نہیں کہ انکا پید اکرنیوالا بُرا نہیں۔ اچھوں سے اچھی ہی باتیں ظہور میں آتی ہیں یہ انسان کی ہی بیتی اور حالات ہے جسکا دوسرا نام برائی ہے۔ اور جسمیں وہ اپنی محدود عقل کے بیجا گھمنڈ کے سبب مبتلا ہے۔ اسلئے مت پھرے تو سمجھو میں بڑا پارسی ہوں، تمھاری ہنرمندی اور فن لطیف کی بھی یہی صورت ہے اسمیں حاشا کوئی بُرائی نہیں۔ یہ تو وہ عطیۂ الٰہی ہے جسکی بیماری یاد سے روح کا سلگتا رہتا ہے اور جسکی محبت سے وہ نکھرتی جاتی ہے۔ اور پھر یقین مانو جوں جوں اس سے محبت بڑھتی جاتی ہے۔ دوں دوں انسان خدائے جمیل و جلیل سے قریب تر ہوتا جاتا ہے!"

"بے وفا بہزاد! خیر، جو کچھ ہوا سو ہوا، اب تم سے بے وفائی نکنا۔ اچھا، اؤ اب کے ایک عہد و فا بندھ لیں۔ یہ کہکر روح آگے بڑھی تو دیکھا کہ بہزاد کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ روح نے مسکرا کر تسلی دی اور کہا تمہارے اس وقت کے بیتاوے سے مجھے بڑی خوشی ہوئی کیونکہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب شوق مصوری اسبات سے آئندہ اور بھی نیچہ جاگیگا!

"لو اب زیادہ مگھیر لڑ نہیں، خدا تعالیٰ ہماری زیادتیوں اور خامیوں کا سماحت کرنے والا ہے۔ ہماری محبت کا ایک آسمانی تحفہ قبول کر کے اجازت دو تو پھر ہم جائیں" یہ کہکر اس فطرت کی لاڈلی نے اپنا جوڑا کھول کر بالوں کو بکھیرا اور بگلا جھپکاتے اپنی سبز پوش تصویر کی سندر جوگن کا غذ پر آ اُتار دی! اور ساتھ ہی یہ بھی کہا "دیکھنا بہزاد! یہ وہ چیز ہے کہ اسے جہاں لے جاؤ گے تحفہ مانگے دام بادو گے" بہزاد کی حیرت اس آسمانی تصویر

باقی بلا خطہ ہو صفحہ (۸۹)

ایک شبے سب سہت ... سا جا
... ملا ...
راج بٹھا ... راج ... یا
... ...

ترجمہ ایک دفعہ یت سبھا کیسا ... گھوڑا راج (وشرتھ) دربار میں رونق افروز تھے۔

سکل ... ہو
سر ... ہو
رام سیتا سمن ... اچھا
... ...

ترجمہ بادشاہ دگرنا نک مجسم نیکی تھے۔ سچ مچ رام کی اعلیٰ شہرت سنکر بیحد مسرور ہوئے۔

ترپ سب ... ہیں کر یا ... لکھے
... ...
لوک رہ ... ہیں ترپ ... کھ ...
... ...

ترجمہ رام راجہ اسی مہربانی کے خواہشمند رہتے تھے اور لوگوں کے مالکوں (دیوتاؤں) کا بھی رخ ان کی طرف مہربانی کا تھا۔

ترپ ... تیں کال ... ہیں
... ...
... بھاگیا ... ہیں

ترجمہ دنیا میں تینوں عالموں اور تینوں زمانوں میں بھی آج درستہ کیطرح کوئی خوش نصیب نہوا۔

... رام ...
... ...
... ...

ترجمہ جس کے بیٹے رام جیسے ہوں ان کی جو خوشی ہو اس کے متعلق تھا کہنے کی ضرورت ہے۔

... ...
... ...
... ...

ترجمہ راجہ رشتہ تھ نے یوں ہی بغیر کسی حائل رکاوٹ کے آئینہ ہاتھ میں لیا اور صورت دیکھ کر اپنا تاج برابر کیا۔

... ...
شکر ... ...
من ہوں ... پن اس ... یا
... ...

ترجمہ (انھوں نے دیکھا) کہ کانوں کے قریب بال سفید ہو گئے ہیں گویا بڑھاپا آگیا اور وہ نصیحت کر رہا ہے۔

ترپ کو راج رام کہیں دے ہو
... ...
جیون جنم لا بھ کن لے ہو
... ...

ترجمہ کہ اے بادشاہ رام کو ولی عہدی دے دو اور اپنی روح اور زندگی کا نفع اٹھاؤ۔

... ...
... ...
... ...

ترجمہ راجہ نے دل میں یہ خیال کر کے نیک دن اور نیک موقع دیکھکر محبت آگین جسم اور مسرور دل کے ساتھ گرو وشسٹ جی کو یہ سنایا۔

کہیو مجھ آل سنی ... نایک
... ...
بھیجئے رام سب ... لایک

ہوئے

طرح

ترجمہ راجہ نے کہا اے زاہدوں کے آقا سنیئے رام (اب) سب طرح لائق ہو گئے ہیں۔

... ...
... ...
... ...
سبھی ... ...
... ...
... ...

ترجمہ نوکر، وزیر اور سب شہر کے باشندے اور جتنے دشمن دوست یا غیر جانبدار ہیں۔ ان سب کو رام اتنے ہی پیارے ہیں جتنے کہ مجھے گرو یا مالک (آپکی) کی دعا سے مجھ کو راجہی معلوم ہوتی ہے۔

... ...
... ...
... ...

ترجمہ راجہ رشتہ تھ نے یوں ہی بغیر کسی حائل رکاوٹ کے آئینہ ہاتھ میں لیا اور صورت دیکھ کر اپنا تاج برابر کیا۔

... ...
شکر ... ...
من ہوں ... پن اس ... یا
... ...

ترجمہ (انھوں نے دیکھا) کہ کانوں کے قریب بال سفید ہو گئے ہیں گویا بڑھاپا آگیا اور وہ نصیحت کر رہا ہے۔

مے گرو ... ...
تے ... ...
... ...

جو لوگ گرو کے قدموں کی خاک سر پر رکھتے ہیں وہ گویا تمام شان و شوکت اپنے قابو میں رکھتے ہیں۔

ہوہیں سکم یہ جگت بھئے او نہ دوہ جا
... ...
سب پاپی اوچ پڑھ پڑ یچ پو جا
... ...

اس دنیا میں میرے جیسا کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ مالک! میں نے (یہ) سب آپ کے قدموں کو پوج کر حاصل کیا۔

اب ... لاش ایک سچ مورے
... ...
پوجہ ناتھ ... گرو ہ تورے
... ...

اے میرے دل میں (صرف) آپ خواہش ہے۔ مالک ذرہ (خواہش) آپ کی مہربانی سے پوری ہوگی۔

مٹی پر سن لکھہ سچ سنے ہو
... ...
کہیہو ... رام راجیس دے ہو
... ...

زاہد (منی وشسٹ جی) کو خوش اور حقیقی محبت میں دیکھکر راجہ نے کہا حکم دیجئے تو بیان کرتا ہوں۔ باقی

تمباکو کی سرگذشت

۱۴۹۲ء میں جب کہ میں امریکہ پہونچا تو اس نے بعض رفقاء سفر کو وہاں کے باشندوں کے حالات معلوم کرنے پر مامور کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے ساحلی ملک میں گھومنا شروع کر دیا اس اثنا میں انھوں نے وہاں کے اصلی باشندوں کو تمباکو پیتے ہوئے دیکھا۔ اور خود بھی ان ہی کی عادت اختیار کر لی۔

۱۵۱۸ء میں اہل اسپین مقیم آمریکہ نے تمباکو کے تخم اپنے ملک کو بھیجے وہاں اس کی کاشت ہونے لگی اس کے بعد یہ یورپ میں پھیلا۔ اور پھر وہیں سے اس نے دیگر ممالک یورپ میں رسائی پائی لیکن انگلستان میں تمباکو برازیل سے ۔

۱۵۹۵ء میں لایا گیا۔ اور

۱۶۰۱ء میں انگلستان سے ممالک ترکی میں پہنچا۔ جیمک اول شاہ انگلستان نے اپنے ملک میں تمباکو نوشی کو ممنوع قرار دیا تھا۔ اسی طرح سلطان مراد نے ترکی میں اس کے استعمال کی ممانعت کی تھی اور قیصر مسکاکیل روسی اور پوپ اوربانوس ہشتم نے الٰہی میں تمباکو نوشی کو جرم قرار دیا۔ چنانچہ اس کے باعث وہاں بہت سے لوگ قتل کئے گئے اور بعض کو سخت سے سخت سزائیں دی گئیں۔ (المصور) م۔ ص

ے اہل لائق ہے ۔ یہ بھی اپنے راجہ رشی کے متعلق جو دعائی تھی اب وہ مجسم ہو کر نظر آرہی ہے۔

بیرونی خبریں

سلطان ابن سعود کا فرمان

احکام شریعت کا نفاذ

قسطنطنیہ۔ سلطان ابن سعود نے حال ہی میں ایک فرمان جاری کیا ہے جس کی رو سے ہر قسم کا سانہ اور شیشہ چڑھے موسیقی یا نغمہ پیدا ہوتا ہے ملک بھر میں ممنوع قرار دیدے گئے ہیں۔

اس فرمان میں خاص طور پر گراموفون، ہارمونیم، چائنو، وائولن، سیکسوفون وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے ہر قسم کے ایسے کھیل بھی ممنوع قرار دے گئے ہیں جن کے نہ کھیلنے جوا کہلا جا سکتا ہے مثلاً گنجفہ، شطرنج، بیگ گیمس وغیرہ سینما وغیرہ وغیرہ شراب کی تجارت قطعاً ممنوع قرار دیدی گئی ہے۔ نہ کوئی شخص اندرون ملک میں تیار کر سکتا ہے نہ بیرون ملک سے منگا سکتا ہے لیکن یہ خیال بتا کے یورپین کو اس بات کی اجازت مل جائے گی کہ وہ وہ شراب اپنے استعمال کے لئے کچھ شراب منگا سکیں۔ (رنٹر کے نمائندہ)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے قتل کی سازش

محکمہ خبابات نے ان افراد کو جو غازی انگورہ کی سازش قتل کی جماعت سے متعلق تھے پھانسی کا حکم دیدیا یہ سازشی جماعت حاجی سامی بک کے ماتحت تھی جو پہلے یونانی بلاد میں مقیم ہوا اور زبانی جزائر کی راہ سے اناطولیہ میں داخل ہوا۔ اس کے اناطولیہ میں آنے کا اثر بہت برا ہوا اور ترکی حکومت نے یونانی حکومت کے سامنے باقاعدہ احتجاج پیش کیا۔

حاجی سامی ان ۱۵ اخراج البلد افراد میں سے ہے جو ترکی وطن سے محروم کر دیا گیا ہے، اس قسم کے افراد کی ایک جماعت استنبول اور سلام میں پیدا ہوئی اور اس کی سرکردہ حاجی سامی نے اپنے ہاتھ میں لی اسی جماعت نے یہ طے کیا کہ چند افراد انگورہ سے قریب کسی مقام پر پوشیدہ رہیں اور غازی انگورہ کے آستانہ سے واپسی کا انتظار کریں اور جب وقت آجائے تو ڈائنامیٹ سے دو دیہات اس ٹرین پر گرا دیں جس پر غازی موصوف سوار ہوں اور اس حملہ کے بعد ایکدم انگورہ پر حملہ کریں اور حکومت پر قبضہ کر کے سابق خلیفہ کے نام سے اعلانات شائع کریں۔

اس سازشی جماعت نے یہ طے کیا اور اناطولیہ کی سرزمین میں داخل ہوئی مگر سمت ماراق کے باشندوں نے کچھ تاڑ لیا اور بالآخر ایک مختصر معرکہ قائم ہو گیا جس میں حاجی سامی اور اس کا بھائی احمد جان سے مارا گیا۔ اور مجید صغیر اور مجید کبیر اور حقی نامی تین آدمی گرفتار ہوئے عدالت پر ثابت ہو چکا کہ ان افراد نے مل کر اپنا تھا

ملاحظہ ہو کالم ۳

کوائف ہند

لارڈ برکن ہیڈ کے اخباری معلومات

لندن ۳ دسمبر۔ لارڈ برکن ہیڈ اور سر جان سائمن دونوں کے دوست ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دوست کی جو سرزنش کرتے ہوئے کہا "سر جان! یہ عرض کرنا شاید سبالغہ نہ ہوگا کہ اب یہ دوسال حکومت کی درخواست پر اس عظیم الشان خدمت عامہ کے لئے صرف کر رہے ہیں" انہوں نے یہ بھی کہا اگرچہ اس کمیشن پر برطانیہ اور ہندوستان دونوں ممالک کے اندر اعتراضات کی بھرمار رہی ہے لیکن میں نے کسی اخبار میں بھی خواہ وہ ہندوستانی یا انگلستان کا چھپی ہوئی کسی تقریر کے متعلق ایک اعتراض بھی نہیں دیکھا۔ (نمائندہ ایسوسی ایٹڈ پریس) (روٹر)

ہز ہائینس شاہ افغانستان کا بمبئی کا پروگرام

۴ دسمبر بروز ہفتہ ساڑھے چار بجے شام کو اعلیحضرت شاہ افغانستان باب الہند بمبئی پر جلوہ افروز ہوں گے جہاں وائسرائے اور گورنر بمبئی بایک طریقہ پر استقبال کریں گے ساڑھے آٹھ بجے شب کو گورنمنٹ ہاؤس میں ہز ہائینس کے اعزاز میں شاہانہ دعوت ہوگی۔

۵ دسمبر بروز پیر۔ ۵ بجے شام کو رائلنڈن اسپورٹس کلب میں ہز ہائینس کو وائسرائے ایک کارڈن پارٹی دیں گے۔

۶ دسمبر بروز منگل۔ ساڑھے آٹھ بجے شام کو گورنمنٹ ہاؤس میں شاہ افغانستان کے اعزاز میں ڈنر پارٹی دی جائے گی خیال ہے کہ اسی دن بمبئی کے مسلمانوں کی طرف خیر مقدم کیا جائے گا۔

۷ دسمبر بروز منگل۔ شاہ افغانستان ریسز میں شریک ہوں گے پانچ بجے شام کو یورپ کے سفر پر روانہ ہو جائیں گے

سر علی امام اور کمیشن کا بائیکاٹ

پٹنہ ۳ دسمبر۔ سر علی امام نے ایک عظیم الشان جلسہ میں جو آئینی کمیشن کے متعلق منعقد ہوا تھا اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ آئینی کمیشن سے تعلق رہنے کا سوال صرف جذباتی ہی کا نہیں ہے بلکہ اصول کا بھی ہے اس کمیشن میں کسی ہندوستانی کو شامل نہیں کیا گیا۔

مجلس قانون سازی ہر کمیشن چنگیس وغیرہ بالکل نمائشی کی حیثیت رکھیں گی۔ یہ کہنا کہ ممبران کو ارکان کمیٹی کا سا ہی درجہ دیا گیا محض بیوقوف بنانا ہے۔ یہ دلیل محض لغو ہے۔ یہ لغویت یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ دوسری منزل یہ رکھی گئی ہے کہ چند ہندوستانی لوگ قرارداد پیش کرائے انگلستان کی مشترک کمیٹی کے سامنے بطور سائلان پیش کیا جائے گا کیا ایک ایک سائل کی حیثیت قبول کر لینی چاہئے؟ کیا ہندوستان کو حکومت برطانیہ کا سا ہی درجہ نہیں حاصل کرنا چاہئے! اگر ہم میں ذرا بھی احساس خودداری ہے تو اس کمیشن سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے"

سر ہربرٹ کی تقریر کے بعد کمیشن کے بائیکاٹ کی تجویز بالاتفاق منظور کی گئی۔

مراسلات

گلبرگہ شریف

(۱) شہنشاہ افغانستان کے بمبئی کی آمد کی وجہ سے گلبرگہ شریف کے سفر حضرات بمبئی روانہ ہو رہے ہیں۔

(۲) سجادہ صاحب روضہ منورہ خواجہ بندہ نواز بھی ۳ دسمبر کو بذریعہ میل بمبئی تشریف لے گئے۔

(۳) ۲۹ نومبر ۱۹۲۸ء کو شرکت ہنا بالتصل گلبرگہ ایک بندی بان موٹر کی زد سے مر گیا جس کی وجہ سے دکان آدھ گھنٹہ بازار ایک روز کے لئے بند کر دئے گئے تھے۔

(۴) یکم دسمبر ۱۹۲۸ء کو شمس الزمان صاحب تعلقدار گلبرگہ شریف کی گھوڑا گاڑی جس کو خود چلاتے ہوئے ایوان شاہی میں چھوڑ کر انتظام میں مصروف تھے گھوڑا گاڑی کو لے کر دوڑتا ہوا اسٹیشن پر چلا آیا نقصان خاص کی کمر سے تمام گاڑی ٹوٹ گئی لیکن کسی راہرو کو کوئی نقصان نہیں پہونچا۔ اب کرایہ کی گاڑی میں فقرا جایا کرتے ہیں گلبرگہ شریف میں سگت ٹانگہ سرکس وغیرہ آتے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے لوگ تماشا دیکھنے میں مشغول ہو کر خدا خدا کر کے باندوں کا روزگار ایک زمانہ کے بعد کھلا ہے۔ اگر اسی طرح لہو و لعب میں اپنی کمائی کا حصہ صرف کریں تو انہیں تکلیف اٹھانا پڑے گا۔

(۶) سنا جاتا ہے کہ میونسپلٹی انصار المصنفہ گلبرگہ اور انجمن وکلا گلبرگہ سے مامانہ اور ہفتہ واری اخبار بہت جلد نکلنے والا ہے۔

(۷) بہت گرم انواہ ہے کہ برقی روشنی ایک مہینہ کے اندر اندر شہر میں پہونچائی جائے گی۔

(۸) اول تعلقدار صاحب گلبرگہ شولاپور اور یادگیر کے دورہ سے واپس آگئے۔

بقیہ کالم ۱ — جمہوریہ کے قانون اساسی پر زیادتی کی جائے اور حکومت پر قبضہ کر کے سابق خلیفہ کے نام اعلانات شائع کر دیے جائیں گے اس لئے ان کو پھانسی کا حکم دیدیا گیا اور محکمہ نقض و ابرام میں بھیجدیا گیا۔ (خلافت)

مقامی خبریں

نقل جریدہ غیر معمولی

جلد (۵۹۵) نمبر (۱)

حیدرآباد دکن مکہ معظمہ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ روز دوشنبہ

بحکم عالیجناب تاجدار یمین السلطنت راجہ مہاراجہ مہابہا صدر اعظم بہادر اطلعت

پیشگاہ اقدس بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی سے فرمان مبارک مترشحہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ جس میں بیرونی ممالک کے اشخاص کو امداد دینے میں گورنمنٹ کی ذمہ داری اور صورت مدد کو بالکل رافع فرما دیا گیا ہے اطلاع عام کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔

سید محمد مہدی
معتمد پیشی صدر اعظم گورنمنٹ

فرمان

آج کل دیکھا جارہا ہے کہ باہر کے اشخاص بکثرت بغرض امداد وارد حیدرآباد ہو رہے ہیں اور چند خاص اشخاص کے ساتھ خاص وجوہ کی بنا پر جو مراعات کئے گئے ہیں وہ دوسروں کی ترغیب کا باعث ہوئے ہیں۔ مگر اس امر کا بھی

اشتہار طلبی مدعی علیہ بتریب عدالت دیوانی منصفی متعلقات راچور

باجلاس مولوی محمد زین العابدین منصف عدالت دیوانی متعلقہ راچور

کورالچیما مدعی بنام مانگندی سپاہ مدعی علیہ

دعوی زر نقد

بنام مانگندی سپاہ ولد انگا عمر ۳۶ سال قوم لنگایت پیشہ سپاہ ساکن کور تعلقہ دیوورگ۔

ہرگاہ تعمیل کنندہ کے حلفنامہ سے معلوم ہوا کہ طلبنامہ کی تعمیل مدعی علیہ مذکور بحسب طریقہ مقررہ قانون نہ ہوسکی اور ہرگاہ معلوم ہوتا ہے کہ مدعی علیہ مذکور کی حاضری ضروری ہے اور وہ تعمیل طلبنامہ سے بچنے کے لئے فرار اور روپوش رہتا ہے۔ لہذا یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ مدعی علیہ مذکور اس عدالت میں بوقت ۱۱ بجے تاریخ ۱۵ ماہ بہمن ۱۳۳۶ف حاضر ہوکر جواب دہی کرے بصورت غیر حاضری اور کسی سبب ضابطہ کارروائی عمل میں آئیگی۔

آج تاریخ ۴ ماہ بہمن ۱۳۳۶ف میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

شرف دستخط صیغہ دار — شرف دستخط سررشتہ دار

اشتہار طلبی مدعی علیہ بتریب عدالت دیوانی منصفی متعلقات راچور

باجلاس مولوی زین العابدین بی اے بی ایل منصف عدالت پانڈی ایزاساکن راچور مدعی بنام نانڈے واے عبدالستار مدعی علیہ

دعوی زر نقد ۵۰ سکہ عثمانیہ

بنام رجب علی ولد شیخ علی عمر ۴۰ سال قوم مسلمان پیشہ چوپدار ساکن راچور۔

ہرگاہ تعمیل کنندہ کے حلفنامہ سے معلوم ہوا کہ طلبنامہ کی تعمیل مدعی علیہ مذکور بحسب طریقہ مقررہ قانون نہ ہوسکی اور ہرگاہ معلوم ہوتا ہے کہ مدعی علیہ مذکور کی حاضری ضروری ہے اور وہ تعمیل طلبنامہ سے بچنے کیلئے فرار اور روپوش رہتا ہے۔ لہذا یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے کہ مدعی علیہ مذکور اس عدالت میں بوقت ۱۱ بجے تاریخ ۱۵ ماہ بہمن ۱۳۳۶ف حاضر ہوکر جواب دہی کرے بصورت غیر حاضری اور کسی سبب ضابطہ کارروائی عمل میں آئیگی۔

آج تاریخ ۴ ماہ بہمن ۱۳۳۶ف میری دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

شرف دستخط صیغہ دار — شرف دستخط سررشتہ دار

گورنمنٹ کو خیال رکھنا ہے کہ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو خزانہ پر بہت بار پڑیگا۔ پس عام اطلاع عوام بہ فرمان جریدہ غیر معمولی میں طبع کرا دیا جائے کہ اس سلسلہ کو گورنمنٹ نے مسدود کر دیا ہے۔ اور کوئی شخص بیرون ممالک سے بطور خود کسی امداد کی غرض سے وارد حیدرآباد نہ ہوگا۔ تو اس کی ذمہ داری گورنمنٹ پر نہ ہوگی۔ البتہ کسی کے خاص حالات ایسے ہوں گے جو گورنمنٹ کی توجہ کے قابل ہوگے تو وہ خاص بات ہوگی جو کہ شاذ و نادر وقوع میں آئے گی۔ ورنہ اگر کوئی شخص بطور خود وارد بلدہ ہوگا (بذکر کسی منفعت کی غرض سے) تو اس کے متعلق سرکار کو کسی قسم کا اعتراض نہیں ہوسکتا البتہ طبیکہ وہ اس عام میں خلل نہ ڈالے اور بحکم قیام کے دوران میں خاموشی سے زندگی بسر کرے ورنہ گورنمنٹ اس کے افعال و حرکات پر نوٹس لے گی وبس۔

شرح دستخط مبارک اطلعت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی

۹ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ

ریاست حیدرآباد کی مجلس مقننہ کا اجلاس

تفصیلی کارروائی

حیدرآباد دکن ۱۵ دسمبر۔ ریاست حیدرآباد کی مجلس مقننہ کا اجلاس زیر صدارت سر اعین بنگ بہادر زیر قانون گورنمنٹ نظام منعقد ہوا مختصر اجلاس کی کارروائی کے دوران میں

ایک غیر سرکاری رکن نے جو انجمن وکلا کے نمایندے ایک ترمیم پیش کی جسکا مفاد یہ تھا کہ درجہ دوم کے وکلاء کو عدالت العالیہ کے عہدیداروں کے درجہ میں سونپنے کا اختیار دیا جائے کہ وہ سات سال تک عدالت ہائے ماتحت میں پریکٹس کرنے کے بعد جبتک ان تمام اوصاف کو پورا کریں درجہ اول کے وکلاء کیلئے ضروری ہیں۔ یہ ترمیم ۱۹ آرا مقابلہ ۱۸ رائے سے مسترد ہوگئی۔ قانون عدالت العالیہ جیسا کہ حضور نظام کے شاہی فرمان میں بیان کیا گیا اس کے بعد منظور ہوگیا۔ اور دوسری کارروائی کرنے کے بعد مجلس مقننہ کا اجلاس ختم ہوا (بہمرہ)

پیشہ وکالت پر قید و امد کرنے سے پہلے مقامی حالات کا بطور خاص محاظ رکھنا ضروری ہے۔ خصوصاً جامعہ عثمانیہ کے اس طبی پر کسی قسم کی قید لگانا قبل از وقت ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مجلس مقننہ ان تمام تاہل افراد کے حقوق کا تحفظ کرنے میں کامل احتیاط و غور سے کام لیگی (نظام گزٹ)

چہارشنبہ کی شب کو دو سو لوا سے اسکوٹ کی ایک پارٹی جمبوری میں شریک ہونے کے لئے بمبئی روانہ ہوئی تقریباً ایک سو سلندر آباد و لوا سے اسکوٹ کی ایک جماعت پنجشنبہ کی شب کو بذریعہ سمنداٹ یا سنجرا سی غرض کے لئے بمبئی روانہ ہوئی۔

پریس نوٹ محکمہ صدارت العالیہ سرکار عالی سے واضح ہے کہ خدمات شرعیہ برائے نکاح تقرر شدہ عام درست نہیں ہے اس لئے بارگاہ خسروی جہاں پناہی میں اس کی ممانعت کے لئے صدارت العالیہ سے عرضداشت گزرانی گئی تھی جسپر فرمان واجب الاذعان شائع ہوا ہے کہ

"جب اہل خدمات شرعیہ کے اولاد ذکور نہ ہو تو آیندہ خدمات شرعیہ پر اناث کا تقرر نہ کیا جائے۔ بلکہ مرحوم کی برادری میں سے ایسے وارث ذکور کا تقرر کیا جائے۔ جو لحاظ قرابت اقرب اور عمر میں طفل تر ہو۔ اور اناث کو گذارہ دلایا جائے۔"

پریس نوٹ محکمہ نظامت امور مذہبی سرکار عالی مظہر ہے کہ

مکہ معظمہ میں امیر المومنین خلیفہ اول حضرت سیدنا ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تاج سالانہ تاریخ ۲ جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ روز یکشنبہ بموجب نظام العمل ذیل زینت گزا جائیگا۔ لہذا قرار پایا ہے جیسا مولوی قاری ابراہیم رشید صاحب کا وعظ ہوگا۔ بعد نماز ظہر تخت سلام مسجد ایک بجے سے دو بجے تک و قصیدہ بردہ شریف ملا۔ بعد رسم حفاظ ڈھائی بجے تک اس کے بعد تا غصہ تک وعظ ہوگا۔

کتب خانہ تجارتی سید عبد القادر تاجر کتب و پبلشر مالک عظیم اسٹیم پریس حیدرآباد دکن

رعایتی فہرست

قرآن شریف پانچ ترجمہ والے ہیں (خط واضح اور صاف ہے چھپائی اچھی ہے)، ان میں سے دو فارسی ہیں جن میں سے ایک ترجمہ فارسی شیخ سعدیؒ دوسرا ترجمہ فارسی خاتم المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا ہے اور تین اردو کے ترجموں میں ایک ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب فرزند ارجمند دوسرا مولانا شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی تیسرا حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرفی محمد اشرف علی صاحب تھانوی کا ہے اس کے ساتھ حاشیہ پر کامل اردو تفسیر مسمی باحسن التفاسیر لکھی گئی ہے یہ تفسیر حضرت مولانا احمد حسین صاحب دہلوی مرحوم کی تالیف ہے مختصر عام فہم ہے کاغذ بھی اچھا خوشنما دیدہ زیب ہے مطبوعہ دہلی ہدیہ ۵ روپیہ سکہ شاہی مجلد علاوہ جزو ڈاک۔

مطبوعہ جہاز و فارس ہر وقت کے کار آمد خصوصاً سلسلہ شائستہ تعلیمات اور محکمہ جات عدالت کو تولی وغیرہ وغیرہ کے تیار ہیں جن کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر رعایت رعایتی کی جاتی ہے۔ آرڈر پر موسومہ فارم بھیج کر کے آسانی تعمیل کی جاتی ہے۔

ارتنگ خیال اعنی کلیات حضرت خاسن صاحب کنتوری۔ یہ اردو بہترین دیوان ہے تین حصہ اول اصلی (۳ے)، رعایتی (عہ) قسم دوم گلشن (۱۵ں)، رعایتی (عہ) ایضاً حصہ دوم فارسی (عہ)

مآثر دکن متضمن حالات عمارات و آثار بلدہ حیدرآباد و مقامات بلدہ مولفہ سید علی صاحب صفر بلگرامی اصفہانی فاضل آثار قدیمہ سرکار عالی کا عدد چھپائی دیدہ زیب مجموعی صفحات (۱۵۱) تصاویر (۵۶) تعمیت مجلد (۷ے) علاوہ محصول ڈاک

قاموس الاغلاط اعلیٰ انتقاد ادبی کی پہلی کتاب جو السنۂ عربی و فارسی و اردو میں تصنیف ہوئی ہے

اس میں تخمیناً دس ہزار ادبی اغلاط کی تصحیح تنقیح اور الفاظ کی تحقیق و تدقیق اور ترکیب کی توضیح و تصحیح بہ اسلوب اسقاط و اثبات اسناد و استشہاد کی گئی ہے مشاہیر و ارباب سخن کے کلام منظوم و نثر پر عالمانہ نقد کر کے صدہا الفزشیں بتائی گئی ہیں سالہا سال کے وسیع و غائر مطالعہ و تنقیح لسانی کے بعد جدید فلاوجی (فلسفۃ اللغویہ) کے اصول کے موافق علامۃ الدہر مولانا سید مفتاح احمد و مولانا سید ہاشمی و مولانا وحید الدین نے مدون کیا ہے۔ عربی فارسی اور اردو کے بیسیوں لغات گو ملیں گے لیکن ایک جگہ اصول و قواعد و شواہد سے تنقیح کیا ہوا اغلاط کا اتنا فلمی ذخیرہ اور نکات ادبیہ کا ایسا ذخیرہ آپ حضرات اسی کو پائیں گے۔

لغت عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

ذکر کتب علمیہ و ادبیہ نادر و نایاب ذخیرہ قدیم مطبوعات اہم و مخطوطات نادرہ نہایت سعی و کوشش سے بصرف زر کثیر بہم پہونچائے گئے ہیں۔ قدردان علم و ادب کو اس دولت علمیہ سے مالا مال ہونے کا یہ زریں موقع ہے کیوں کہ عام طور پر یہ کتابیں بہ آسانی نہیں ملتیں اور بعض کتابیں مل بھی سکتی ہیں تو گراں قیمت پر۔ ہمارے نشر معارف کے خیال سے ہمیں معتد لگ دی میں ناظرین کرام کی خوشی اقتضا کی پاس ہوتی ہے یہ فہرست چارانہ کے ٹکٹ وصول ہونے پر بلا منت ارسال کیجائیگی

کتب درسیہ نصابی کے خلاصہ ترجمہ

کی مصری یعنے ترجمہ قندیاری شریک استحان میٹرک مترجم از مولوی عبد العطا صاحب ہیڈ مدرس ہائی اسکول قیمت ۱۱ رعایتی ۸ر

شرح جزو سم اردو مولفہ مولوی محمد عبد اللطیف صاحب مدرس فوقانیہ گلبرگہ قیمت ۴ رعایتی (عہ)

ہدیہ عمادیہ ترجمہ عربی منظومہ اشعار شریک استحان میٹرک مولفہ مولانا سید عبد الغنی صاحب واعظی قیمت مجلد (۴ے)

ترجمہ دیوان صائب آج تک صائب کا ترجمہ نہیں ہوا تھا بہترین مترجم مولفہ منشی فاضل مولوی مظفر الدین صاحب کامل قیمت (عہ) رعایتی (۱۰ں)

سلیس جغرافیہ دکن برائے مدارس ثمانیہ قیمت (۴ے ۶ں) مولفہ مولوی سید شرف الدین صاحب قادری بی اے۔ بی۔ ٹی۔ صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ عادل آباد

جدید تاریخ ہند برائے ر (ممنوع)

جدید جغرافیہ دنیا

تحفہ سجانیہ یعنے شرح قصص ہند دوم حصہ دوم جس میں مشکل الفاظ کے معانی اور عربی الفاظ کی جمع مکسر مرکب الفاظ کی تشریح تاریخی اشعار کی بااصول اجمالی تحلیل مشکل عبارات کا مطلب محاورات کی تشریح ضرب الامثال کا موقع استعمال اور بہت سی مفید باتیں درج ہیں مولفہ مولوی محمد عبد اللطیف صاحب منشی فاضل، مدرس فوقانیہ گلبرگہ قیمت (۴ے)

خلاصہ مفتاح القواعد برائے افادہ طلبائے مدل و سکنڈ فارم مولفہ منشی عبد العلی صاحب مدرس مدرسہ فوقانیہ گلبرگہ قیمت (۴ے)

نرخنامہ طبع اشتہارات نظام گزٹ چارمینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایک اشاعت
ایک صفحہ	۱۱ے	۶ے	۳ے	۱ے	۱ے
نصف صفحہ	۶ے	۳ے	۱ے	۱۰ں	۱۰ں
ربع صفحہ	۳ے	۱ے	۱۰ں	۵ں	۵ں
ایک کالم	۱ے	۱۰ں	۵ں	۳ں	۳ں
نصف کالم	۱۰ں	۵ں	۳ں	۲ں	۲ں
ربع کالم	۵ں	۳ں	۲ں	۱ں	۱ں

اشتہارات کے رخ حسب طلب بھی اشاعت کے علاوہ سے اضافہ ہو جائیگا۔

کتب خانہ تجارتی سید عبدالرزاق تاجر کتب اینڈ پبلشر و مالک رزاقی مشین پریس چارمینار حیدرآباد دکن

حکومت آصفی و برکات عثمانی تصانیف مولانا محمد شمس الدین صاحب مصنف جس میں حکومت آصفی کے عدیم النظیر واقعات اور دور عثمانی کے جملہ ترقیات کو نثر و نظم میں بڑی خوبی سے جمع کیا گیا ہے۔ قیمت (۸ر)

شمس کا سفر قوم کے اقبال کی موہنی مورت، اور اس کے ادبار کی بھوتنی صورت غرض حالت قوم کا اصلی فوٹو ہے قیمت (۴ر)

بیوہ کی کہانی بیوہ کی زبانی ایک پر تاثیر، دلگداز۔ قابل دید نظم ہے بیوہ کے حقیقی حالات اور فطری جذبات کا آئینہ ہے۔ درد و غم۔ رنج و مصیبت کا گنجینہ ہے ممکن نہیں کہ اسکو پڑھنے کے بعد کوئی آنسو نہ بہائے قیمت (۴ر)

تصانیف مولانا ذہین

سیرۃ خیر البشر منظوم (۱ر)

تعلیم الاخلاق اخلاقی مضامین نظم و نثر کا مفید مجموعہ (۱۲ر)

حدائق الاخلاق اخلاقی مضامین نظم و نثر کا دلچسپ مفید و غیر (۸)

تہذیب الاطفال نتیجہ خیز دلچسپ منظوم حکایتوں کا بالتصویر مجموعہ (۱۲ر)

بالک باغ بچوں کے مذاق کی مشرقی و مغربی طرز ادب طفولیت کی دلکش اور نصیحت آموز نظمیں صرف حصہ اول ۵ر اول دوم (۸)

سوغات صالحات عورتوں اور بچیوں کے لئے اخلاقی نظموں کا نادر تحفہ قیمت (۸ر)

ہلمن کا چتکبر ابانسری والا افغانستان کے مشہور شاعر برادننگ کی دلکش نظم کا منظوم ترجمہ (۱ر)

بی لڑاکا ایک زبان دراز نسیل باتی پھیل پائی کا نتیجہ خیز عبرت آموز منظوم قصہ (۳ر)

نیک بی بی اس نظم کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ کس طرح ایک نیک خو بی بی نے اپنے بدخو شوہر کو خوشخو بنا دیا قیمت (۲ر)

چھوٹا شیطان علم کی خوبی جہل کی برائی کو قصے کے پیرایہ میں ظاہر کیا گیا ہے قیمت (۱ر)

ایک ہنسانیوالی داستان کاؤپر کی ظریفانہ نظم کا ترجمہ منظوم قیمت (۱ر)

نیک بیٹی اس نظم میں یہ بتایا گیا ہے کہ نیک بیٹی میں کیا کیا اوصاف چاہئیں۔ قیمت

تمدن ہند مترجمہ علامہ سید علی مگرامی۔ یہ وہ کتاب ہے جو چند سال پہلے (۵ر) روپیہ میں فروخت ہوتی رہی اور اب (۵ر) روپیہ میں مجلد کونہ پشتہ چرمی کام سنہری نہایت خوبصورت بل سکتی ہے۔ یہ موقع ہاتھ سے جانے نہ دیں

سیرۃ النبی صلعم مجلد چرمی سنہری کام حصہ اول (پہلے) حصہ دوم مجلد گلکام سنہری (عہ) حصہ سوم مجلد سنہری کام تقطیع کلاں (لہر)

دیوان غالب اردو مطبوعہ برلن، پاکٹ تقطیع نہایت خوبصورت ٹائپ قیمت (عاں)

مثنوی مشعل سلام اس میں توحید باری نعالی و اثبات رسالت کے ایسے زبردست دلائل بیان کئے گئے ہیں جو بڑے بڑے مستند کتابوں میں بھی نہیں مل سکتے قیمت (۸ر)

تذکرہ شعراء دکن اس میں ۱۳۲۹ھ تک قدیم و جدید باکمال شعراء کا ذکر ان کی شاعری کا نمونہ کلام کے ساتھ ہے پہلے ایڈیشن کی قیمت (عہ) دوسرا رعایتی (ص)

سفر حرمین الشریفین ایک لاجواب کتاب ہے جس میں مدینہ منورہ شام و بیت المقدس و مصر کے نہایت نفیس بلاک نوٹو شامل کتاب ہیں مشاہیر علماء و فضلا نے اس کی خوبی کے متعلق رائیں دی ہیں۔ کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے اب بہت تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں قیمت بجائے (عہ) روپیہ کے (لے)

سیرت عائشہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کے حالات زندگی اور ان کے مناقب اور فضائل و اخلاق اور ان کے علمی کارنامہ اور ان کے اجتہادات اور صنف نسوانی پر ان کے احسانات اسلام کے متعلق ان کی نکتہ سنجیاں اور مستشرقین کے جوابات کاغذ اور لکھائی چھپائی نہایت عمدہ ضخامت (۳۵۰) صفحہ قیمت (لہر)

گل عنا اردو زبان کی ابتداء کے تاریخ اور اس کی شاعری کا آغاز اور عہد بعہد کے اردو شعراء کے صحیح حالات اور ان کے منتخب اشعار ضخامت (۵۴۸) صفحہ قیمت (لے)

عروس ادب ہوش نگرامی کے اخلاقی ادبی۔ تاریخی۔ اور سیاسی مضامین کا مجموعہ ان مضامین کی تعریف تقاریظ مندرجہ کتاب میں مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو اور مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے (ربابادی) نے از حد فرمائے ہے۔ فی الواقع مضامین نہایت دلچسپ و قابل دید ہیں خصوصاً مضامین ادبی لکھائی چھپائی کاغذ بھی نہایت عمدہ ہے عروس ادب زیور علوم سے آراستہ ہونے کے علاوہ مصنف کی تصویر سے بھی مزین ہے قطعی خوبیاں ہیں اُن کے مقابلہ میں قیمت بہت کم ہے بعینہٖ فی نسخہ (عاں)

مخزن حکمت یا گھر کا ڈاکٹر طبع پنجم مولفہ حکیم الاطباء ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب جدید ایڈیشن نظر ثانی از سر نو لکھی ہے اور طبع چہارم کی نسبت اس میں سب سے مفید اضافات کئے گئے ہیں یعنی اس میں ۱۳۲۵ف تک کی تمام جدید معلومات کا اور کئی ایک جدید امراض کا اور اکثر امراض کے نسخے مفید اور مجرب معالجات اور مجرب نسخہ جات کا اضافہ کیا ہے جس سے یہ گھر کی نسبت پر بہا مفید بن گئی ہے جلد اول و دوم مجلد قیمت (عہ) روپیہ

سید عبدالرزاق تاجر کتب و پبلشر نظام گزٹ نے اپنے اعظم اسٹیم پریس واقع چارمینار حیدرآباد دکن میں طبع کر کے شائع کیا

نظام گزٹ

عدد (۶)
جلد (۱)

مضمون خاص

فینیقیہ

از

مولوی سید مختار احمد صاحب (محفظ اسلامی)

نظام گزٹ

ہفت وارہ

چارمینار حیدرآباد دکن

چندہ

ہندوستان کے لئے مع محصول ڈاک۔

سالانہ	۱۲ لے
ششماہی	۶ لے
سہ ماہی	۳ عماں
فی پرچہ	۲½ مد

ہندوستان سے باہر کے لئے۔

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمائے۔

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمائے۔

(۵) نظام گزٹ تقریباً (۱۶) صفحہ کے حجم پر شائع ہوگا۔ اور کبھی کبھی تصویریں بھی شائع ہونگی۔

۴۸۶

سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات
تیری میزاں ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد ۵ حیدرآباد دکن: دوشنبہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ ۱۹ دسمبر ۱۹۲۷ء ۱۵ بہمن ۱۳۳۷ف جلد

شذرات

نیک اندیش سہا تاگاندھی لکھتے ہیں کہ ہندوستان کو ملایوں کے کسی قسم کی مذمت نہ دیکھنی چاہئے۔ کیونکہ افغانی قوم خدا سے ڈرنے والی ہے۔ میں تارکین موالات کو اتحاد کرنا چاہتا ہوں بلکہ بالکلیہ کسی چند جاہل افغانیوں کو دیکھکر اسپر بری افغانی قوم سے متعلق فیصلہ کریں۔ یہ خیال کرنا کہ برحد سے برطانوی فوج ہٹائی جائے تو افغانی ہندوستان چھوڑ دیں گے۔ بعض وہم ہے میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر افغانی آج ہندوستان پر حملہ کرنا چاہیں تو ان کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن ہمیں اپنے ملک سے اتنی ہی محبت ہے جتنی ہمیں اپنے ملک سے

سہا تاگاندھی فرماتے ہیں اسلام نہ یا اتحاد اسلامی جب سے چند جاہل اس قدر مخالف ہیں اسکے اگر یہی معنی ہیں کہ سلمان تمام سلامی حکومتوں (اتحاد کے مزا یا ہیں تو یقیناً اہل تو ہمیں ہیچ ہے۔ البتہ اگر اسکے معنی یہ ہوں کہ اسلامی حکومتوں کے اتحاد سے دنیا کو مغلوب کر لیا جائے یا قوت کا استعمال کرکے سلام کی تبلیغ کی جائے تب یقیناً قابل اعتراض چیز ہوگی۔ میں جن سلمان ہندوستان کو جانتا ہوں ان میں سے ایک بھی شخص ایسا نہیں ہے جو تلوار کی مدد کرنا خیال کا حامی ہو۔ دنیا قوت بھیجہ سے تنگ ہی ہے۔

بمبئی میں مجھانوں نے ہز ہولی ان اللہ خان کے قیام پر دلگیر ہوا اور اونہیں دینے کی درخواست کی شاہ نے اپنی عزیز یا اس درخواست کو بھی قبول کر لیا۔ مجھانوں کے اوپر کی جواب دیتے ہوئے ہز ہولی نے فرمایا افغانیوں کو چاہئے کہ جہاں کہیں ہیں

(بقیہ صفحہ (۲) کالم (۳))

سیسل کارو روشن کا جواب دیتے ہوئے مجھوجی نے فرمایا کہ انسانی زندگی کا مقصد ذات خدا کی معرفت ہے ہر مذہب اپنے پیرؤں سے اسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے کہ وہ خدا کی پرستش کریں اور اپنے بھائیوں سے مل جل کر رہیں۔ ہندو اگر مندر میں جاتے ہیں تو انکا مقصد بھی خدا کی پرستش ہوتا ہے۔ اور مسلمان اگر مسجد میں جاتے ہیں انکا بھی یہی مقصد ہوتا ہے۔

ہمیں اپنے دیس کی چیزوں کو پسند کرنا چاہئے

دوران تقریر میں اپنے فرمایا تعلیم کے تمام رواج کیا ہی ساتھ اپنی ملک کی صنعت و حرفت کو ترقی دینے کی کوشش کرنی اسی ہمالہ میں سوئیٹزلینڈ کپڑے کی صنعت خاص طور پر ترقی دی ہے ہمیں اپنی دیس کی چیزوں کو پسند کرنا چاہئے۔ خواہ وہ اچھی ہوں یا بُری ہوں نے افغانستان میں اپنی، امانیا کو حکم دیا ہے کہ وہ صرف افغانستان ہی کی تیار شدہ اشیاء کا استعمال کریں۔

مجھوجی امیر ان اللہ خان کی بھی کی تمام تقریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ انسانی زندگی کا مقصد صرف خدا سمجھتے ہیں لیکن یہ مذہب کو مقدم رکھتے ہیں۔ یہ خلاف اس کے آپ اب جن مسائل میں مصروف ہیں گے ان کے ہاں مذہب کا انسانی حیات میں کوئی درجہ نہیں۔ مذہب سے تعلق اور اسکے منانے کے دو ہی طریقے ہیں۔

دوسری بات تعلیم ہے۔ آپ تعلیم اس مقصد کی پانے ہیں جس سے انسان انسان بنے۔ یعنی ملک کا سچا خادم اور مذہب کا پروانہ ظاہر ہے کہ آجکل کی تعلیم میں مذہب کی طرف توجہ نہیں کی جاتی بلکہ تعلیم حصول معاش کا ایک ذریعہ ہے۔

آجکی دنیا سے معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان اور ہندو

نظام گزٹ

ہفت روزہ

دوشنبہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۴۶ ہجری

ہز ہائی ایمیرانِ اللہ خان اودیپی

شہر بمبئی میں شاہ امان اللہ خاں کے استقبال کی تیاریاں عرصہ سے ہو رہی تھیں مسلمان، ہندو، پارسی اور سکھ سب آپ کے خیر مقدم کے مشتاق تھے، آخر ہز ہائی کی منظر آدی ۱۴ ستمبر ۱۹۲۷ء کو ہوئی۔

بمبئی میں آپ کا جو پرجوش خیر مقدم ہوا وہ تاریخی حیثیت سے بھی ایک یادگار رہیگا۔ جہاز رشید کو جو جلیس نکلا اس میں خاص بات یہ تھی کہ ہز ہائی اللہ اکبر کے نعروں سے ہر شخص مست ہو جاتا تھا اور اعلیحضرت جس انداز سے اس کا جواب دیتے تھے وہ دلوں کو لبھا تا تھا۔ مولانا شوکت علی رضا کاران خلافت کے ایک رستہ کے ہوتے ہوئے ہز ہائی مسلمانوں کے ساتھ جرمنی روزداد جوبانی کے درمیان ایک جگہ پر موجود تھے جس وقت اعلیحضرت کی سواری مولانا کے سامنے آئی، اللہ اکبر کے نعروں نے دلوں کو ہلا دیا۔ اعلیحضرت اٹھے اور سر سے تاج اتار کر میں کیا خیر مقدم کا بار بار اعتراف فرماتے رہے۔ اس موقع پر جو پر لطف منظر پیش نگاہ تھا اس نے ہر شخص پر جادو اثر کیا۔ آگے کے حکمران اسلام کالب جوبانی پر تکلیم کل خاں صاحب، مولانا محمد علی، میران کالب کے ساتھ ہی چلے بیٹھے تھے۔ جیسے ہی شاہ نے سواری سامنے آئی مکیم صاحب اور مولانا محمد علی نے اسلام علیکم کے نعروں سے خیر مقدم کیا۔ اور اسکے جواب زندہ باد، پاکستان اسلام کے نعرے لگائے گئے۔ مولانا محمد علی نے اس موقع پر اپنے دیرینہ دوست کو بھی سمجھی آگئی ہوگی"۔

بمبئی کے مختصر قیام میں ہز ہائی امان اللہ خاں بہت مصروف رہے، اور مختلف مجلسوں میں شریک ہوئے خطبات سنے اور جواب دئے۔ خود ہنسے اور لوگوں کو ہنسائے اور خود روئے اور لوگوں کو رلائے۔ غرض عجیب و غریب منظر تھا، جن لوگوں نے دیکھا، وہ خوش نصیب تھے کیونکہ یہ تاریخی نادر موقع بار بار نہیں آسکتا۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ سب سے پہلا موقع ہے کہ ایک خود مختار آزاد بادشاہ یورپ کے سفر کے لئے نکلا ہے۔

ہز ہائی کی تقریر سننے کیلئے دو تین کی سیدان بمبئی پر دو لاکھ سے زیادہ آدمی جمع ہوئے، یہ منظر دیکھنے کے قابل تھا اس میں بہت سے اہم واقعات پیش آئے۔ مسٹر گاندھی مولانا محمد علی کی یاد میں بھی ہوئی تھیں، ہز ہائی کی نظر ان پر پڑی، آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہیں۔ جب آپ سے کہا گیا کہ وہ سزا بھگتا رہے ہیں، آپنے فرمایا "وہ تو بہت اچھا کام کر رہے ہیں" اور خود آگے بڑھکر وہاں گئے اور نہایت ادب سے جھک گئے اور انھیں اپنے ہاتھ بیٹھنے کیلئے کہا"۔

اس موقع پر مسز پیرو جی نائڈو بمبئی کی مشہور دادا بھائی نوروجی آنجمانی کی پوتی، کا تعارف کرایا گیا۔ اور اعلیحضرت نے ان سب کا سواگت کیا۔

ہز ہائی امیر ان اللہ خاں کی مذہت میں سب سے پہلے زرد وز بھائی کیوطر سے ایک طلائی ٹرمیٹ کیا گیا جو سیہ ابراہیم رحمت اللہ نے پیلے سپاسنامہ مخاطب مسلم استقبالیہ کمیٹی بمبئی پڑھا۔ اور اسے خوبصورت نقرائی کاسکٹ میں اعلیحضرت کی خدمت میں پیش کرایا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے دوسرا سپاسنامہ مخاطب جمعیۃ خلافت ہند پڑھا۔ جسے ڈاکٹر انصاری صاحب نے نقرائی خوبصورت کاسکٹ میں پیش کیا۔ ہز ہائی نے دوران تقریر میں فرمایا میں ایسا آدمی ہوں کہ مجھ پر بڑی سی بڑی چیز کا جو بھی بوجھ رکھا جائے اثر نہیں ہوتا۔ مگر آپ کی دلی محبت نے مجھے آپکا گرویدہ بنا دیا ہے۔ پھر آپ نے کہا میری قوم کا افغانستان میں ایک وجود ہے جس میں کسی قسم کی کوئی تفریق اور امتیاز نہیں۔ ہندو مسلمان سکھ سب ایک قوم ہے۔

تعلیم کے متعلق فرمایا انخانی کتابوں میں تعلیم اور ترقی کا بہترین پروگرام جاری ہے اگر میرے ہندوستانی بھائی افغانستان کے ان مکاتب عالیہ میں تعلیم حاصل کرنا چاہیں تو افغانستان کے یہ مکاتب انھیں خوشی سے قبول کرینگے۔ جہاں قوانین مقررہ کے مطابق اُن کو تعلیم دیجائیگی جناب حکیم صاحب کے اودیس سے علاوہ سواگت کا انھوں نے مزار اور فقراء کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا ہے میں نے بھی افغانستان میں ایک مکتب قائم کیا ہے جس کی خود درس دیتا ہوں"۔

اس تقریر سے ظاہر ہے کہ ہز ہائی کو ہز ہائی حکیم کیوطر سے۔ باوجود امور سلطنت کے اہم فرائض کے اپنی قوم کو تعلیم کیوطر راغب کرنے کیلئے آپ خود درس دیتے ہیں۔ انجمن اسلام جس جلسہ کے صدر سوا پانچ بجے اعلیحضرت کو مخاطب انجمن اسلام اودیس اور دگارون پارٹی دیگئی۔ جس میں مرزا علی اکبر خان صاحب نے انجمن کا اودیس جو فاری میں تھا۔ سنایا۔ اعلیحضرت نے دوران تقریر میں غریبوں کی تعلیم کے متعلق فرمایا آپ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں تعلیم کی کمی اسوجہ سے ہے کہ وہ تعلیم کیوطر توجہ نہیں کرتے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اگر اہل غریبوں سے ملکر کام کریں اور انھیں سمجھائیں تو ان ممکن ہے وہ تعلیم کیوطر توجہ نہ کریں"۔

تعلیم کا مقصد کیا ہونا چاہئے

مدارا تعلیم کے متعلق فرمایا "تعلیم کی دو قسمیں ہوتی ہے۔ ایک تعلیم تو وہ ہوتی ہے جس سے انسان اپنے ہم اپنی ملت اور وطن کو بھول جاتا ہے۔ اور دوسری تعلیم وہ ہے جس سے انسان اپنے مذہب ملت اور وطن کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے۔ اگر آپ اس صحیح تعلیم کیوطر توجہ کریں تو مجھے یقین ہے تمام اپنی قوم کو حاصل کرینگے جس سے وہ اپنے ملک کی بھی بہتری کرسکیں گے"۔

اپنے ملک کے لباس سے آپ کو شرمانا نہ چاہئے۔

لباس کے متعلق فرمایا کہ تعلیم سے زیادہ اسکی جانب توجہ کرنی چاہئے کہ لباس آرائش اور زیبائش کیلئے نہیں بلکہ تن پوشی کیلئے ہوتا ہے۔ انسان کا اصلی جوہر لباس نہیں بلکہ اسکے دلکا جوش ہے میں نے آج صبح کے جلسہ میں اپنے ہندوستانی بھائیوں کو دیکھا ان کے لباس آپ سے خوشنما نہ تھے بلکہ وہ سادے اور معمولی لباس میں تھے۔ مگر ان کے دلی جوش اور اسلامی خلوص نے اُن کی غریبی اور لباس کی خرابی کو بھی خوشنما بنا دیا تھا۔ ایکو چاہئے کہ اپنے ملک کا بنا ہوا لباس استعمال کریں۔ خواہ وہ کھدر ہی ہوتا اور خراب ہو اپنے ملک کے لباس سے آپکو شرمانا نہ چاہئے۔

میں غریب پرور شخص اور افغانستان کا خادم ہوں

میں افغانستان کا ایک خادم اور میں غریب ترین شخص ہوں رعایا نے مجھے بادشاہ بنایا ہے اور میں ان کی بھلائی کی کوشش کرتا ہوں اور ان کی بھلائی اور فلاح کا خواہاں ہوں میرے دل میں وہی جذبات ہندوستانیوں کے متعلق ہیں اور میں ان کی بھلائی کا خواہاں ہوں۔ آپنے جو خوشنما کاسکٹ پیش کیا ہے وہ میں اپنے سفر میں رکھوں گا اور دلی واپس جاکر اپنی رعایا کے نذر کردونگا۔ کیونکہ میری تمام چیزیں ان کی ہیں۔

نماز جمعہ

جامع مسجد بمبئی میں اعلیحضرت نے نماز جمعہ پڑھائی اور نہایت موثر اور فصیحت آمیز خطبہ پڑھا جسمیں کہنے کی ضرورت اسکی ہے کہ مسلمان عالمگیر اخوت پر مضبوطی سے کاربند رہیں اور اسلامی ممالک سے اپنے برادرانہ تعلقات قائم رکھیں۔ آپکو خیال رکھنا چاہئے کہ آپ کے تعلقات ہندوستان اور اسکے باہر کے ممالک سے بھی ہیں مگر ہندوؤں کا اس ملک سے باہر کوئی رشتہ نہیں اسلئے تم لوگوں کی آپس کی لڑائی سے ہندوؤں کا تو صرف ایک نقصان ہے یعنی وہ اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ مگر مسلمانوں کے تین نقصان ہیں یعنی وہ تمام مسلمانوں کا نقصان کر رہے ہیں اپنے ملک کا نقصان کر رہے ہیں۔ اور خود اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ ہم باتوں کہ لوگ اپنی خود غرضی اور مطلب پرستی سے لوگوں کو لڑانا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے بچنا چاہئے۔ اور آپس میں محبت اور اتحاد رکھنا چاہئے۔ آپ نے مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ اپنے ملک کا بنا ہوا کپڑا خواہ وہ خراب اور بدصورت ہی کیوں نہ ہو استعمال کریں۔

دوسروں کے معبودوں کو برا نہ کہنا چاہئے

اسی خطبہ میں آپ نے اس آیۃ (ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم) تر جمہ کی تلاوت کرتے ہوئے بتایا کہ اگر آپ لوگ دوسروں کے معبودوں کو برا بھلا کہیں گے تو کسی کی بہتری نہیں ہو سکتی کہ وہ ہمارے خدا اور رسول کی شان میں گستاخی کریں۔

انسانی زندگی کا مقصد معرفت خدا ہے

(باقی خطبہ صفحہ ایک کالم ۲)

فِنیقیہ

PHOENICIA

از

(مولوی سید مختار احمد صاحب (مُحَرِّرِ خطِ اسلامی)

(قدیم تاریخ شرقی وغربی) اقوام پر منقسم ہے (۱) مشارقہ (دُوَل شرقی) جن سے مصری بابلی (کلدانی) آثوری (اسیرین) عرب ۔عبرانی (یہود) فینیقی (کنعانی) قرطاجنی ۔ حبشی ۔ مادی ۔ایرانی ۔۔۔۔ مخارِبہ (دُوَل غربی) جن سے یونان ۔رُومان اور اہل اقریطش (کریٹ) وجزائر ایجی مقصود ہیں۔ مغربی اقوام پر جیسی کتب لکھی گئی ہیں لیکن کثیر شرقی اقوام کی صحیح تاریخ سے ۔صرف چین ہند بلکہ مشتشرقین یورپ بھی زیادہ واقف نہیں لہذا یہ نگاہ ہوا عالم سایۂ اور گمنام قدیم کی تاریخ میں نہایت اہمیت رکھتا ہے

ساحل شام (سوریا) کا وہ پہاڑی خطہ جس کے حدود اربعہ یہ تھے (۱) شمال ۔ انطاکیہ (۲) مشرق ۔ جبل لبنان (۳) جنوب جبل کرمل (اور ۴) مغرب بحر متوسط لیکن یہ حدود اکثر وسیع ہو جاتی تھیں اسطرح کہ شمالی سرحدیں انطرطوس (طرطوس) اور جنوبی میں دور (دورہ) بلکہ یافا بھی داخل ہو جاتا تھا ۔ اسٹرابو نے تو اس کی جنوبی سرحد پیلوزیوم (الفرما) کو لکھا ہے ۔ بہرحال حقیقی فینیقیہ کا خط طول اتنی سیل اور اوسط عرض (۸) میل ہوگا ۔ بیان ایک قدیم قوم کا مسکن رہا ۔ یونانی زبان میں باشندوں کو فینیشن ۔ (Phoenicians) اور ملک کو فینیشہ (Phoenicia) کہتے تھے جدید عربی میں ان الفاظ کی تعریب فینیقیین اور فینیقیہ ہے ۔ فینیقیین تجارت (جہاز رانی) تجارت اور کتابت کے موجد تسلیم کئے گئے ہیں۔ میکسیرانے لکھا ہے کہ ایونیون (یونانیوں) نے اجمعہ فینیقیین ہی سے سیکھی ۔ ایونی اپنے حروف تہجی کو فینیقی حرف کہتے تھے ۔ ان کی ایجاد کا نام الفابت بھی فینیقی لفظ بیٹا سے اس قوم کا مقر حکومت اوائل صیدا اپھر صور رہا ۔

راس ۔ راس الشقمہ (Khaurun Ra) راس نیرُوت ۔ راس الناقورہ ۔ (Scala Tyriorumne) راس ابیض ۔ (Promuntorium Album) یہ دونوں صور اور عکا کے امین واقع ہیں ۔ راس الکرمل جبل کرمل کا سرا ہے ۔ انہار ۔ دریا ۔ تمام خطہ میں میٹھی وادیاں اور ندیاں رواں دواں ہیں جو بہاڑوں کو نکلتے ہوئے ہیں ۔

الوثیر دس (Eleutheros) یعنی النہر الکبیر ۔ نہر الکبیر الشمالی (Bostrenus) جس کی قدیمی گزرگاہ کو کچھ فارسیہ کہتے ہیں نہر النار الاولی (Bostrenus) نہر اسور (Samyras) نہر ابراہیم (Adonis) نہر نہر اقراق وغیرہ ۔ ان سب کا حال شام اور فلسطین کے بیان میں ہو چکا ہے ۔

خلیج :۔ صرف دو ہیں ۔ خلیج بیرُوت و خلیج عکا ۔

فینیقیہ کے تقریباً تمام شہر ساحل پر واقع ہیں لیکن آج کل کی تجارت پر ہیت کے جزء کثرت بن گئے ہیں ۔ اسلئے یہ شہر بیروت کے سوا عدہ بندرگاہوں کا کام نہیں دے سکتے فینیقی عہد میں صور صیدا اُرواد یبلوس بادوں پر آباد کئے گئے تھے ۔ تا حملوں کا دفاع اور جہازوں کی لنگر اندازی بہ آسانی ہو سکے فینیقی سامی قوم کا ایک قدیم شعبہ ہے فینیقی دیوتاؤں کا واقعہ کے موافق انتظام اصلی وطن (Canaan) بحرِ عمّن ہے جو خلیج فارس کے ساحل پر واقع ہے ۔ یونانی و رومی مؤرخ ان کو بابلی النسل بتاتے ہیں ۔ سفرِ تکوین اصحاح (۱۰) میں جو تقسیم اقوام کی ہے اس میں صیدیون (صیدا) کو کنعان کا بیٹا لکھا ہے اس سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ فینیقی حامی النسل ہیں ۔ تورات کے پورپی مفسرین نے یہ تاویل کرنے میں کہ تورات کی تقسیم اقوام نسلی و قومی نہیں ہے بلکہ جغرافی ۔ تاہم یہ سفرِ تکوین کے بیان کو مؤلفین نے بدیہی عقیدت سے فینیقیہ ص کو بنی حام میں داخل کر دیا ۔ اس کے متعلق میں صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ فینیقیہ کا ابتدا کنعان بن حام ہی کی اولاد نے ابادکیا اس کا نام کنعان ہوا اور باشندے کنعانی کہلائے ۔ اثری و تاریخی تحقیقات سے یہ بخوبی ظاہر ہے کہ موجودہ تمام سامی ممالک (اسیریا ۔ بابل ۔ عبرین النہرین شام وغیرہ) کو عرب کے انتشارات (انتقالات) جو نہایت قدیم الایام میں وقتاً فوقتاً ہوئے ۔ معمور و آباد کیا ۔ انہی مہاجرات میں جن عربی قبائل جو بحرین اتقلیم کے باشندے تھے نقل مکان کر کے فینیقیہ پر متصرف ہو گئے ۔ اور اصلی باشندوں کو خارج کر دیا جو جزائر قبرص (قبرطیس (کریٹ) وغیرہ میں جا بسے ۔ اب یہ نئے نئے زمین گرچہ نسلاً سامی (عرب) تھے لیکن ارض کنعان کی نسبت سے کنعانی کہلانے لگے جیسا کہ خود فینیقی اپنے آپ کو بمعنی ادنات کنعانی اور اپنے ملک کو کنعان کہنے لگے قتل الغارۃ کے مکاتیب میں ان کا نام کنعتی و کنعتی لکھا ہے ۔ توراۃ ۔ اشوری سرکاری کتابات اور مصری نقوش میں فینیقیین کو عموماً صیدونیین (اہل صیدا) لکھا ہے ۔ صیدا کے انتقراض حکومت کے بعد شہر صور کے منتہائے عروج کے زمانے میں بھی صوریین نہیں بلکہ صیدونیین کہلاتے تھے ۔ چنانچہ سفر ملوک اوّل (اصحاح ۱۶) میں صور کے بادشاہ اتبعل ملک الصیدونیین ہی کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے مختصر یہ کہ فینیقیین کا وہ نام جو خود بھی اپنے لئے موہم کرتے تھے صیدونیین (صیدا والے) تھا لیکن یونانی (یونانی) انکو ان کے رنگ کی وجہ فینیقی کہتے تھے کیونکہ فینیکس کے معنی ہیں سرخی مائل گندم گوں بعض کا قول ہے کہ یونانی میں اس لفظ کے معنی ہیں اُرغوانی جلد چونکہ فینیقیین اس رنگ کی چادریں زیادہ اوڑھتے تھے اسلئے یونانیوں نے یہ نام رکھا ۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ اس لفظ کے معنی نخل (کھجور) ہیں لیکن اس درخت کو فینیقیہ سے کوئی مخصوص نسبت نہیں ہے ۔

ملاحت (جہاز رانی بعض اسباب سے فینیقیہ کی اور اقوام سامی کے علاقہ بحارت (جہاز رانی) کیطرف مائل کیا اولاً ان کی پرورش ساحلی و بحری تھی ان کے تمام مستقر شہر جزیروں اور ساحل پر واقع تھے لہذا الہامی و مادی گہری ایک فطری مقتضا تھا ثانیاً فینیقیہ قلیل الوسعۃ اور محدود الرقبہ ملک کی پیداوار اس کی گنجان آبادی کیلئے کافی نہ تھی ثالثاً فینیقیین کے قابل تسخیر ساحلی و جزیری شہران کیلئے بسلسلہ کے گنبد تھے ہی ۔ یہ وجہ ہے کہ وہ شام فلسطین کی طرح دشمان ملک سے زیادہ متاثر و متضرر نہ ہونے پائے علاوہ ازیں فینیقیہ کی شرقی حد جبل لبنان اس کیلئے مستحکم اور اس سد تھا ۔ لہذا وہ اسطرف سے مطمئن اور امن ہو کر غربی جانب متوجہ ہوسکے تو ان کی حوصلہ افزائی اور علوم کیلئے بحر متوسط جیسا وسیع سمندر موجیں مار رہا تھا غربی ممالک میں دولت و ثروت کی ندیاں چھلک رہی تھیں راجا کو خوبی قسمت سے فینیقیہ پر و دوار و درختوں کے گھن گھنے جنگل تھے جن کے عمدہ تختوں کے لئے جہازوں کے اسٹیل (بڑے) طیار نہیں ہو سکتے تھے قبرص جس میں تانبے اور شہتیر کی افراط تھی یا اس کی تھا جزائر ایجی سے بھی وصدف نکالنے میں مصروف ہوئے ۔ صدف (سیپی) سے ارغوانی رنگ بنایا جاتا تھا جس سے امیر اور شاہانہ ملبوس رنگے جاتے تھے ۔ کیونکہ اس مہنگی جنس عمارت و شعار ریاست ہی تھا فینیقی قوم نے تدریج فن تجارت میں اسقدر ترقی کرلی کہ ان کے آدمیوں سے بھرے ہوئے اور مال سے لدے ہوئے جہازی بیڑے ذخائر سمندر کے تلاطم موجوں اور مہلک قعروں میں سے صحیح و سالم گزرنے لگے ۔ بحر متوسط ۔ بحر اسود ۔ بحر ظلمات بحر احمر

بحرِ عرب، خلیج فارس وغیرہ سات سمندر انہی کے منطقۂ نفوذ (Sphere of influence) میں تھے۔ بحرِ متوسط پر تو انہی کی کامل حکومت و ریاست تھی کیونکہ یہ ان کے اشتیاقِ بحر پیمائی (قدیم آدمی) کھلا ثبوت تھا۔ فنیقی تو در قدیم عالمِ معاصر کی تمامی الحاجات تھی۔ ان کا وجود تمام عالمِ قدیم میں نہایت ضروری اور لابدی تھا کیونکہ مشرقِ اوسین۔ ہند۔ عرب۔ بابل وغیرہ کی حاصلاتِ طبیعی (قدرتی پیداوار) اور مصنوعاتِ مکانی۔ (یورپ و افریقہ) اور اس کے برعکس مغرب کی اشیاء مشرق میں سات سمندر پار ہو کے ہی قوم سبخاتی تھی مختصر یہ کہ ہی قوم عالمِ قدیم کے صنائع و حرف کی تنکرار و تجارت و مخالفت کے مقرر مرکزی افریقہ کا طوافِ بحری (Circumnavigation of Africa) فرعون نے ایک فنیقی آمفلوں (پرے) کو حدودِ افریقہ کے اکتشاف کیلئے مقرر کیا ہیرودتوس ابوالتاریخ لکھتا ہے کہ نیخاؤ نے فنیقی ملاحوں کے لئے جہاز بھیجا کہ ان کو حکم دیا کہ (Gades) کے پرے لنگر اٹھانا پھر آخر وہ ہرکولی میں سے گذر کر بحرِ شمالی میں داخل ہوتا بحرِ مصر پہنچنا۔ چنانچہ فنیسیین نے تین سال کے عرصے میں افریقہ کا طوافِ بحری کیا اور یہ بیان کیا کہ سورج ان کی دہنی جانب تھا۔ ہاؤراؤ لوبیا سے بخوبی ظاہر نہیں ہوتا کہ آیا انہوں نے دریائے نیل کے دہانے سے آغازِ سفر کیا اور اس نہر کے ذریعے (جو اُنہوں بحرِ احمر اور دریائے نیل کے مابین جاری تھی) بحرِ احمر میں داخل ہوئے یا یہ کہ اُن کی جہاز رانی بحرِ احمر ہی سے شروع ہوئی۔ بہر حال یہ فنیقی ملاح (خلیج عدن، بحرِ الغ (بحرِ عمان کا نہایت مغربی حصہ) خلیج سوئز مصر کو پار کر کے افریقہ کے نہایت جنوبی نقطہ (رأس الرجاء الصالح) پر پہنچے جہاں سے بحرِ ظلمات کا آغاز ہوتا ہے۔ یہاں اس بحرِ محیط کو طے کر کے اشروع کیا اور خلیج غانا (Gulf of Guinea) اور جزائر خالدات (کناریا) کو عبور کرتے ہوئے جبلِ طارق (اعمدۂ ہرکولی) میں سے گزر کر بحرِ متوسط میں داخل ہوئے جس کو ختم کر کے دریائے نیل کے دہانہ سے مصر کے دار الحکومت طیبہ میں پہنچ گئے۔

(Map of the Phoenician Voyage)

العجائبِ شتّی و کتابہ کا اختراع۔

پہلے ہمیں فنیسیین ہی نے تو دیکی کو معصد کی ہیروغلیفی تصویری کتابت کا استعمال موجبِ اشکال و تعقید ہے۔ اور اس زبان میں مرتسم کے ذہنی و عقلی مفاہیم و مطالب بخوبی ادا نہیں کئے جا سکتے۔ لہذا انہوں نے نہایت آسان و مختصر یعنی صرف بائیس حروفِ تہجا کا اختراع کیے جن کے سہل الاستعمالی نے اقوامِ عالم سے قبول عام حاصل کر لیا۔ تمام تجارتی معاملات و سیاسی تخالطات اسی الجبد میں ہونے لگے۔ دوسری اقوام نے بھی اسی الجبد کو اختیار کر لیا۔ چنانچہ یہودی (عبرانی یا عبری) حکمہ فنیقی کا ایک لہجہ سمجھنا چاہیے۔ یسی۔ یونانی۔ (ایتالیکی۔ و رومی۔ ایتروسکی۔ ایبیرین۔ ترکی وغیرہ زبانوں کے مروجہ تہجی کا غذ فنیقی الجبد ہی ہے۔ یونانی و رُومی حروفِ تہجا کو اقوامِ افرنجیہ نے اخذ کیا اس طرح موجودہ تمام الفبائے افرنجیہ کے حروفِ تہجی بالواسطہ فنیقی الاصل ہیں۔ ہیرودتوس بیان کرتا ہے کہ فنیقیین اپنے ساتھ یونان میں انواعِ واقسام کے صنائع لائے سنجلاؤں کے کتابہ بھی انہی نے سکھائی۔ یونانیوں کو اعتراف ہے کہ ہم نے فنیقیین سے سولہ حروف قدرس کے ذریعہ حاصل کئے یعنی بوس اپنی کتاب تمدنِ قدیم میں لکھتا ہے کہ "یہی فنیقیین ہیں جنہوں نے تمام عالم کو کتابت سکھائی، ہمارے خیال میں (تمام عالم) کی بجائے (عالمِ غربی) کہنا چاہیے کیونکہ مشرقی آریائی یونانی سنسکرت وغیرہ کی تحریر و کتابت اُنہوں زبان سے کسی ساری یا اسفینی (Cuneiform) اور آرامی حروف تہجا سے ماخوذ ہے۔

فنیقی استعمار۔

فنیسیین کو طول طویل اسفار میں اپنے جہازوں کے تمام اور تجارتی کوٹھیوں کی دُرستی و حفاظت کے لئے استعماری ضرورت کا احساس ہوا لہذا اُنھوں نے اشیاء یورپ و افریقہ کے مالک میں مستعمرات (Colonies) قائم کئے جن کی تصریح حسب ذیل ہے۔

(الف) افریقہ (یورپ) بحرِ متوسط کے تقریباً تمام جزیرے بڑے جزائر قبرص (Cyprus) مالٹا۔ قرطاجنہ (کریٹ) سیسولیہ۔ سقلاوس (صقلاوہ) (Cyclades) سقلیہ۔ مالطہ۔ سردانیہ۔ کرسیکا بالیارہ وغیرہ نوفی (فنیقی) مستعمرات (آبادیاں) تھے جن کی اہمیہ و تجارت تجارتی اموال سے گودام بنے ہوئے تھے۔ بالطالیہ فرانسہ و ہسپانیا (اسپانیا) کے ساحل پر اور داخل ملک میں ان کے کثیر شہر ماسیل (Massalia) مالقہ (Malaga) قادس (Gades) ترشیش وغیرہ آباد تھے۔ جہاں مال و اسباب سے بار کئے ہوئے فنیقی عمارتیں (بیڑے) لنگر انداز ہوتے تھے۔ شراقہ (Xhrace) سے سونا۔ ایبریا (اسپانیا) سے لوہا، سیسا، چاندی، خبز ارتفشہ سے (Cassiterides or Tin Islands) سے رانگ نکال لے جاتے تھے۔ کیونکہ فن استخراج معادن سے خوب واقف تھے۔ یونان کے دو صدود پیلوپونیہ (مورہ) اور اٹیکہ (جو در اصل نونی نام عتیقہ کی بگڑی ہوئی شکل ہے) میں انہی کی تجارت کی گرم بازاری تھی۔ فی زمانہ تقبیات (Colonies) اور استکشافات (Discoveries) سے ثابت ہوا ہے کہ فنیقیین کی بحری تجارت و ترک تدریجی سونچ تک متد تھی۔

(ب) افریقہ۔ بلادِ بربر (Barbary & Gades) تحضوصاً اس کے نام ساحلی شہروں (قیروان۔ قرطاجنہ (Carthage) عتیقہ (Utica) تاپس (Tabus) گفصہ۔ (Gingis) .....

سوسہ یا حمامہ (بید و رومتیا) فنیقی، اقتبال و اقتدار تھا۔ قرطاجنہ گو آخری لیکن سب سے بڑی نونی آبادی تھا۔ دولت قرطاجنہ نے عالمِ کبیر تجارت و تجارت کے علاوہ ملکی فتوح و اقتدارات اس قدر کئے کہ اس کے مقابل مادر فنیقیہ کی بھی کوئی کوئی حقیقت نہ رہی۔ تمام افریقی، اسیائی، و افرنجی۔ ملاک بحرِ متوسط کے اِرادہ گرد واقع ہیں اس کے منطقۂ استلال و انتعار اس آگئے تھے۔ تصریح کے لئے دیکھو ہمارے متقبل مضامین بوجب قرطاجنہ و دُوذب فونیقیہ۔

ج۔ آسیا۔ (اسیا)

اس میں اور دُوذن فنیقیہ کے علاوہ ایشیائے کوچک کے شمال و مغرب میں ان کی بہت سی بستیاں تھیں مثلاً گیلیسیوم جو بحرِ مارمرا (اسود) کے ساحل پر تھا۔ بحرِ قلزم۔ بحرِ ازیرہ (عرب) و بحرِ ہند کے ساحلی ممالک سے ان کی تجارت ہوتی تھی۔ اسلئے ان میں فنیقی مستعمرات کا ہونا لازم تھا اس مختصر مضمون میں تفصیل بوجب تطویل ہوگی لہذا صرف دو مقام کا کچھ حال لکھا جاتا ہے۔

عصیون جابر اور اوفیر۔ توراۃ سے مستنبط ہوتا ہے کہ صُوریون (باشندگان صُور) کا جہازی بڑا عصیون جابر بندرگاہ خلیج عقبہ پر تیسرے سال اوفیر کو روانہ ہوتا تھا۔ جہاں سے حضرت سلیمان کے لئے خالص سونا، نفیس و قیمتی پتھر، صندل کی لکڑی اور عطریات لائے جاتے تھے۔

عبرانی میں عصیون جابر (لغتِ دکسر عین اور لغتِ ضم جیم) کے معنی ہیں تیر پشت دیو (دیو کی ریڑھ کی ہڈی) یہ ایک قدیم بندرگاہ تھا جو ارض ادوم میں خلیج عقبہ یا آیلہ (عقبہ) کے سرے سے پندرہ میل جانب شمال واقع تھا۔ اب یہ موقع عین الغضیان کہلاتا ہے اوفیر عبرانی میں کثرتِ دولت کو کہتے ہیں یہ ایک سونین کا نام تھا جس کے جغرافی موقع کی نسبت مختلف رائیں ہیں۔ کوئی جنوبی عرب کوئی غربی ہندوستان کوئی شرقی افریقیہ (سفالہ) کوئی جزائر ملوک اور کوئی ظفار

سے توراۃ عہد عتیق میں کتب ہیں اُنہوں نے اُن کا اقسام کو ہرکولی (Hercules Pillars) کے لکھا تقسیم کیلئے دیکھو ہماری کتاب القاموس الجغرافی۔

عہ صور اکرہ (Akhiamphe) کا قدیم نام عہ جزائر سسلی یا مالٹا نزول کا قدیم نام جو بحالیا الطلی کے جنوب کو واقع ہے۔

و صحار کو تباتا ہے لیکن قرینِ قیاس یہ ہے کہ اوفیر جنوب غربی یمن میں تمدن کے قریب واقع تھا اصل ملک فنیقیہ کے معظم شہروں تھے جو قدیم سامی تمدن کے مرکز تھے:۔

صیدون (صَیْدا - موجودہ صَیدا) صُور - صَرَفند (موجودہ) بیروتہ (بیرُوت - موجودہ) بیبلوس (جُبَیل - موجودہ) عَرقا - صَمرا - عکّا اَرواد (اَرواد - موجودہ) سمیرت (اَمریت) اَگرُوواد (رُواد - موجودہ) وسورا (طرطوسہ - موجودہ) طرطوس (طَرطُوس - موجودہ) اَنترادوس (طرطوس - موجودہ) بتریس (تُرتوسہ - موجودہ) طرابکیس الشام وغیرہ ہر شہر کا حال شرح وبسط کے ساتھ آئندہ نمبروں میں آتا ہے۔

بنی اسرائیل اور فنیقیین۔

بنی اسرائیل اور فنیقیہ تجارت میں بالکل عہد تھے بنی اسرائیل سے فنیقیہ تک تجارت کا خشکی راستہ تھا۔ فلسطین سے فنیقیہ کو خشکی راہ سے ضروریاتِ زندگی (اشیائے اکل ومشرب) روئی کی بنی ہوئی چیزیں اور موخرالذکر سے تکلف وتزئین کی چیزیں واپس آتی تھیں مثلاً سونا چاندی عاج (ہاتھی دانت) لکڑی اور بیوپار کی چیزیں۔ شاہ فنیقیہ نے حضرت سلیمان کو ہیکل بیتُ المقدّس کی آرایش کے لئے بھیجا تھا۔ یہی صنعتیں انبیا سے فنیقیہ کے اوج وعُروجِ تجارت وبلاغت کا حال بہت کچھ مستنبط ہو سکتا ہے۔ چنانچہ توراۃ استثنا (معاج ۲۳) میں صور کے متعلق لکھا ہے کہ "جبکے تجّار رُو سیاہی سے بھرا گرا افتخار اور اعتزام عالم میں" حزقیال (حزقیل، اصحاح ۲۰) میں صور کی عالم گیر تجارت، سمندروں پر کامل اقتدار، وسیع تجارت (جہاز رانی، صنائع وحرف، ملکی عظمت وجبروت اور پیدہ جہد کا نہایت دلچسپ وخوش آیند حال حواس کے عہد شباب میں تھا، لکھا ہے جو حسب ذیل ہے۔

(۳۲) صور سے کہہ کہ اے وہ جو سمندر کے عین مدخل پر واقع ہے اور جبکے (ہاتھ میں) بہت سے جزایر (بحری ممالک) کی تجارت ہے وہ (خداوند یہوہ یوں فرماتا ہے کہ اے صُور (تو خبر صَیدا) تو کہتی ہے کہ میرا حُسن کامل ہے، تیری سرحدیں سمندروں کے وسط میں ہیں، تیرے بنّاؤں وصنّاعوں نے تیری زیبائی وخوش نمائی کو کامل کیا ہے (۵)، وہ سنیر[1] کے صنوبر تیرے جہازوں کے تختے اور لبنان کے دیودار سے تیرے لئے مستول اور (۶) باشان کے بلّوط سے تیرے دانڈوں کو تراشا تھا، وہ جزائر کتیم[2] کے عاج (ہاتھی دانت) سے تیرے تختہ نشیمن تیار کرتے تھے (۷) مصر کے مہین اور مطرز (بوٹے دار) کتان سے بنائے ہوئے تیرے بادبان لہراتے تھے وہ آسمانی اور ارغوانی (پارچہ

[1] جہاز کے درز بند کرنے والا۔

چو نے دنقش ارغوانی پوشاکیں اور سب طرح کے بوٹے دار نفیس کپڑے تیری تجارت گاہ میں فروخت کے لئے لاتے تھے (۲۵) ترشیش کے جہاز تیری تجارت کے گیت گاتے تھے۔ تو سیراب وشاد اب تھی اور سمندروں کی ناف میں بڑے جاہ وشان سے شوکت عال تھی (لیکن اب) تیرے اچھی تجھے بڑے پانیوں میں لے آئے ہیں اور باد شرقی (پُروا) نے تجھے سمندروں کے بیچوں بیچ شکستہ کر دیا ہے۔

مذکورۂ بالا مقامات میں سے اکثر کا حال ان کے متعلق ابواب میں لکھا گیا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہاں باقی امور کی تصریح وتطبیق کی جاتی ہے۔

(۱) سنیر (Senir) جبل حرمون Hermon کا نام ہے جسکو عربی میں جبل الشیخ کہتے ہیں۔ ابوالفدا نے لکھا ہے کہ جبل سنیر جبل شرقی (Anti Libanus) کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو دمشق Damascus کے شمال ہے۔

(۲) کیتیم (Kittim) جزیرہ قبرص یا قبرس Cyprus کا نام ہے۔

(۳) الیشہ (Elishah) سے جزیرہ مورہ۔ Peloponnesus مراد لیتے ہیں میرے خیال میں الیشہ اور یونانی لفظ ہیلا (Hellas) بودو ایک ہیں اور ہیلا یونان کا قدیم نام ہے بعض احبار الیشہ کو جزیرہ متقلیہ بتاتے ہیں۔

(۴) لود (Lud) سے لودی (اہل لیدیو Lydians) اور فوط (Phut) سے جَیٹہ (Libyans) اہل لیبیو Libyophoenicians کی ایک وحشی قوم مراد ہے۔

(۵) ترشیش (Tarshish) یونانی نام ترتسوس (Tartessus) ہے اسٹرابو کی رائے میں ترشیش کے موقع پر ایک شہر اربشیلیہ (Hispalis) آباد ہے۔ جوالو ہی الکبیر (Guadalquivir) پر واقع اور جنوبی اسپین (آندلس) کا مشہور شہر ہے۔ بعض محققوں کا خیال میں ترتسوس دراصل طرطوشہ ہے۔

(۶) یاوان عبرانی میں اِغریق (Greeks) کو کہتے ہیں اسکا نام سنسکرت میں ڈیوَن (یونان) پالی میں جونہ فارسی میں یونان اور اغریق میں ایونیہ (Ionia) لکھا ہے۔ توراۃ میں یاوان یافث کے چوتھے بیٹے کا نام ہے۔ باشان (Mesheck) اور توبال (Tubal) ایشیائے کوچک میں بحر اسود (Black sea) کے جنوب کی کوہ ودشت کو کہتے تھے۔

(۷) توجرمہ (Togarmah) ارمینیہ (Armenia) کا نام ہے۔

(۸) ودان Dadan جزیرہ رودس

بیداری افغانستان

از

(محمد مظہر اللہ صاحب صدیقی)

میرے خیال میں مشرقی ترقیات کی سب سے نمایاں مثال وہ خاموش ترقی ہے جو ملک افغانستان میں نہایت سرعت، باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ اپنے مراحل طے کر رہی ہے۔ بلا و مشرقی میں کہیں اور اس بیداری کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

بطور مثال کے ترکی ہی کو لیجئے کہ جو یورپ سے قریباً ایک مرکز میں واقع ہونے کی وجہ سے اجنبی ممالک کی بوالہوسیوں کا جولانگاہ بنا ہوا ہے۔ ادبی چیز اس کی موجودہ ترقی کی باعث ہے۔ تاہم اگر یہ بات پیش نظر رہے کہ اس کو اپنی حالت کے بدلنے میں کامل ایک صدی گنوانی پڑی ہے اور اس نے اپنا بیش قدر مال و زر اور انسانی قربانیاں اسکے بھینٹ چڑھائی ہیں اگر اسکا تخمینہ لگایا جائے تو ایک مقابلہ میں یہ ترقیات کچھ زیادہ نہیں حالانکہ چاہئے تھا کہ اسے کم از کم نصف صدی پیشتر وہ بیدار ہو چکا اور اپنی حالت کو درست کر لیا ہوتا۔

یہ حالت مصر کی بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے ترقی کے سفر کا طویل حصہ طے کر لیا ہے لیکن اگر ہم اس ترقی کا مقابلہ ان سست اور مسلسل تجربوں سے جو اس کو حاصل ہوئے ہیں کریں تو ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ بھی کچھ زیادہ نہیں حالانکہ مصر قوموں کی زبردست قابل مدح و ستائش ہے۔

ہاں ہمیں یہ کہنے میں دریغ نہیں ہو سکتا کہ اس وقت مشرقی کا لاکھیں مبارک فال بیداری، اضطرابی حرکت اور مقدس تحریک آزادی دے رہا ہے۔ لیکن افغانی بیداری اور ترقی کا مقابلہ کرنے سے اسکی رفتار بہت دھیمی ہے۔ حالانکہ افغانستان اور ممالک مشرق قریب و وسطی کے باشندوں میں بعد المشرقین ہے۔

اگر ہم افغانستان کے نقشہ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ اسکی ترقی اور اسکو کوئی مساعد جغرافی موقع اور حیثیت حاصل نہیں ہے اور نہ اسکو اچھی تجارتی شاہراہیں نصیب ہیں۔ بلکہ ملک کا بیشتر حصہ ملک پس ہیاڈوں سے بھرا پڑا ہے۔ لیکن یہی ملک ایک گزرنا رہ و ملاکہ نفوس کی پرورش کر رہا ہے۔ جو معلومات اہل افغانستان کے متعلق حاصل ہوئے ہیں۔ ان کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ گذشتہ زمانہ میں یہ جنگجو اور سخت متعصب مسلمان قبائل تھے جو تخت و تاج کے دعویدار کی اندرونی خانہ جنگیوں کا شکار بنا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں اس ملک پر جنوب کیطرف سے تو شیر برطانیہ منہ کھولے ہوئے تھا، اور شمال کی جانب سے سفید ریچھ (روس) دندان آز تیز کر رہا تھا۔ ان دونوں پڑوسیوں کی طمع بڑھتی جا رہی تھی لیکن یہی تعصب جو اپنے بے موقع استعمال کے باعث نرم تھا اس حاذ سے ضرور قابل تحسین تھا کہ اس کے ڈر سے تقریباً ایک صدی تک یعنی اس ملک کی سرحد کے پاس بھی جانے نہ پائے اور نہ اس ملک کے کوہستان یا تخلستان پر حملہ آور ہو سکے ایسی صورت میں ان دونوں پڑوسیوں (یعنی برٹش و روس انگلستان) کے لیے بجز اس کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ متفقہ طور پر کہستانی علاقہ میں اس قوم کا گلا گھونٹیں اور جنوب کیطرف سے اسکا پوری طرح استیصال کریں لیکن اس قسم کی دشواریاں اور رکاوٹیں ترکی، مصر اور ایران کے لئے نہ تھیں۔ غرضکہ ان دونوں سلطنتوں نے اس ملک میں ترقی یافتہ زندگی کی مہم تک آنے نہ دی اور دنیا کے دوسرے حصوں میں ترقی اور بیداری کی جو کچھ تحریکات پیدا ہو رہی تھیں اور بیرونی دنیا میں جو کچھ انقلابات رونما تھے ان سب سے اس ملک کو ناآشنا رکھا یہاں تک کہ جس زمانہ میں جنگ عظمیٰ اپنی انتہائی تیزی پر تھی افغانستان میں بجز خاندان شاہی کے چند افراد کے کسی اور کو اس عظیم الشان واقعہ کا علم ہی نہ تھا۔

غرضکہ جنگ عمومی ختم ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ امیر حبیب اللہ خاں مرحوم کی زندگی کا چراغ بھی گل ہو گیا۔ یہ اس موقع سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے تھے جو انھیں اپنے اور اپنے ملک کے دامن سے ایک بہت بدنما داغ کے دور کرنے کا حاصل گیا تھا۔

اور وہ داغ بھی بیرونی حکومتوں کی حمایت و مداخلت کا تھا۔ یہ اس وادی میں جو ان کی تاجگاہ تھی اپنے خاندان اور دوستوں کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے اور اسی جگہ خیمے میں ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔ مشیت خداوندی یہی تھی کہ افغانستان خواب غفلت سے جو نکے اور اپنے اور مشرق وسطیٰ کے حالات کو سنبھالے تاج شاہی سے امیر نصر اللہ خاں جو بزرگ خاندان تھے محروم رہے۔ حالانکہ اکثر افغانیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی لیکن یہ اپنی تخت نشینی کے نویں دن ہی معزول کر دیئے گئے۔ اسی طرح امیر عنایت اللہ خاں بھی جن کے متعلق لوگوں کا خیال تھا کہ یہ اپنے باپ کے جانشین ہوں گے تاج شاہی سے محروم کر دئے گئے۔ کیونکہ مقدر میں تو یہ لکھا تھا کہ افغانی تاج امیر مرحوم کے تیسرے فرزند امیر آمان اللہ خاں کے زیب سر کیا جائے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اور اسی وقت سے بیداری کی ابتدا ہوئی ہے۔

آج سے دس سال پیشتر یعنی جس دن (۱۹) امانے ان کے ہاتھ پر بیعت کی امیر امان اللہ خاں نے شیخ الاسلام کے ہاتھ سے تاج لے لیا جبکہ وہ ان کے سر پر رکھنا چاہتے تھے۔ اور اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:-

"برادران من، وائے قوم!
تم مجھے ایک ایسا تاج پہنانا چاہتے ہو جس کی ایک ذاتی حفیہ صیت دولت و عار ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ تاج کے اوپر ایک ایسی علامت بنی ہوئی ہے جو افغانستان کی محکومی پر دلالت کرتی ہے لیکن میں اس کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ لہٰذا اگر تم ایک ایسے تاج کیلئے میری اطاعت قبول کرتے ہو جس کی حمایت تم اپنے خون اور خود میرے خون کے ذریعہ کر سکتے ہو تب تو میں ملک و ملت کا وفادار خادم بن سکتا ہوں ورنہ تنہا را تخت تاج حاضر ہے جس کسی کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو۔"

اور اسطرح کسی سے گفت و شنید شروع کرنے اور وزراء افغانستان کے قندھار میں مارے مارے پھرنے سے قبل ہی اور بیشتر اس کے کہ جاسوس میں سے کوئی کسی کے خلاف جنگ آزمائی کرے اسی دن سارے ملک افغانستان کی کامل خود مختاری کا اعلان کر دیا گیا۔ اور یہ ایک ایسی خود مختاری تھی جو غیر ملکی مراعات کی

[illegible] بالا در اصل جناب الف الکندی کے مضمون "المنصفۃ الشرقیۃ الکبریٰ شرقی بلاد الافغان" کا جو مصر کے مشہور مجلہ "المقتطف" میں شائع ہوا ہے ضروری اقتباس ہے۔

الورگیوں سے پاک تھی نور آبی ہر قسم کی بیرونی بندشیں ٹوٹ گئیں اور اسی وقت ملک اپنے تاجدار اور اپنے رہنما کے زیر ہدایت جدید اصلاحات کو خوش آمدید کہنے کیلئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور منجملہ ان اصلاحات کے چند سب ذیل ہیں :-

(۱) **پارلیمنٹ** ۔ دو سو سے بھی سال سرکاری طور پر افغانی پارلیمنٹ منعقد ہوا۔ دارالشوریٰ کی افتتاح ہوئی۔ جو ۱۱۳ ارکین پر مشتمل تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی پہلی میقات ارکین کو ان کے عدم تجربہ کے باعث کوئی معلوم ہوئی اس لیئے کہ اس سے پیشتر ان کو کبھی قومی دفاع کا موقع ملا ہی نہ تھا لیکن شاہ مظفر بنفس نفیس اسکے جلسوں میں آتے رہے اور ایک بہترین سلم کی طرح ممبران پارلیمنٹ کو استقلال فکر اور آزادی خیال کی تعلیم صبر و برداری کے ساتھ دیتے رہے اور بادشاہ ہوں میں شاید یہ پہلی مثال ہوگی کہ کسی نے اپنی قوم کی فلاح و بہبودی کیلئے اسقدر افتادگی سے کام لیا ہو۔ نیکا نتیجہ یہ ہوا کہ افغانی قوم جو انتخابی اصول اور خود پر حکومت کرنے کے طریقوں سے بالکل نابلد تھی، ان باتوں سے بہت اچھی طرح واقف ہو گئی۔

(۲) **تعلیم** ۔ ملک افغانستان میں نام و نشان بھی نہ تھا بجز اس کے کہ دہلی صرف ایک مدرسہ تھا جس سے وہاں کے امراء کے لڑکے ہندوستانی آساتذہ سے پڑھ کر نکلتے تھے اور قوم کا بہت بڑا حصہ جاہل محض تھا میں یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتا کہ شاہ مظفر نے بطور خود اپنی قوم کو کس قدر توجہ کے ساتھ تعلیم کی طرف راغب ہونے کی اہمیت جتلائی۔ خصوصاً جس روز کہ پارلیمنٹ میں جبری تعلیم کا مسئلہ زیر بحث تھا بہ تصدیر مرتبہ آپ نے ایک مقرر کی طرح کھڑے ہو کر اپنے ہائے دلی کے سامنے تعلیم کی اہمیت اور ضرورت بیان کی اور یہ بات ان کے ذہن نشین کر دی کہ تعلیم کا پھیلانا ہمارا حکومت برداشت کرنے کو تیار ہے۔ علاوہ ازیں لڑکیوں کی تعلیم کی ضرورت پر جس کا سہیو بنا افغانستان کے ہر کس و ناکس کے نزدیک ایک مسلم امر تھی اپنی قوم سے متعدد مرتبہ مناقشہ کر کے ان کو ساکت کر دیا۔ اور بالآخر لوگوں کو اس مسئلہ میں اپنا ہم خیال اکرول سے ہنیں تو جبراً کر ہی لیا۔ غرض اسوقت یعنی سر آرائی کے دسویں سال ہی یہ دلکش منتج ہو گئے کہ ابتدائی مدارس کی تعداد افغانستان میں بارہ سو تک پہنچ گئی ہے۔ جنکے پورے اخراجات کی کفیل خود حکومت ہے یہاں تک کہ طلبہ کیلئے درسی کتابیں، کاغذ قلم و دوات وغیرہ تک حکومت ہی مہیا کرتی ہے۔ ان مدرسوں کے علاوہ کالج میں سات اور صنعت و حرفت میں سات کالج ہیں۔ جن کو تایم ہوئے بھی اب نو سال ہو چکے ہیں ان کالجوں میں افغانی، جرمنی، فرانسیسی، ترکی اور عبری پروفیسر قلیل و بیش کسی نہ کسی طرح پر ضرور کوئی نہ کوئی امتیاز رکھتے ہیں۔ کسی شخص ملک کے مروجہ قلیدن کا پابند ہے۔ ان مدارس میں تعلیم کیلئے بغداد اور مصر سے سینکڑوں طلبہ آچکے ہیں اور یہاں تک کہ خود ہندوستان کے طلبہ ان میں جا کر شریک ہو رہے ہیں

(۳) **مالیہ** ۔ افغانستان میں مالیات ایک ایسے معنی لفظ تھا۔ اور اسی سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ ایک ایسے ملک میں جدید پیمانہ تیار کرنے کا خیال کسقدر دشوار طلب ہوگا کہ جس کو کبھی اس سے سابقہ ہی نہ پڑا ہو، اور جو اس سے واقف ہونا تو درکنار اس کا نام بھی نہ جانتا ہو، لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہے۔ افغانیوں نے اپنی آزادی کے تیسرے ہی سال ایک مینیزانیہ تیار کرنے کا خیال کیا۔ جو بغور تجربہ اور مشق فاضل کر لی ہے کہ افغانی وزارت کو بے جا طور پر ایک پیسہ بھی خرچ کرتے ہوئے، مایا کی مخالفت کا خوف ہوتا ہے۔ اکثر لوگوں کا خیال تھا کہ "انگلستان" جنگی خرچ" کے نام سے جو رقم افغانستان کو دیا کرتا تھا اس ملک کی آزادی کے بعد رقم مذکور کی ادائگی سے انکار کرنے کے باعث افغانی خزانہ میں بہت بڑی کمی ہوگی لیکن یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ اس لئے کہ انگلستان اسطرح کا خراج دیکر افغانستان کی تجارتی درآمد و برآمد پر سخت جنگی ٹیکس قائم کر کے اسکا بدل لیا کرتا تھا۔ اب یہی جنگی دوگنی بلکہ چوگنی ہو کر افغانیوں ہی کی جیب میں پہونچتی ہے۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ حکومت کی آمدنی جو تیس لاکھ پونڈ (یعنی ساڑھے چار کروڑ روپیہ سالانہ سے زیادہ نہ تھی آزادی کے نویں سال تک اسی لاکھ پونڈ (یا الفاظ دیگر بارہ کروڑ روپیہ) آپہنچ چکی ہے جس میں سے پندرہ لاکھ پونڈ (یعنی سوا دو کروڑ روپیہ) سالانہ سے زیادہ رقم صرف سررشتۂ تعلیمات کیلئے مخصوص کر دی گئی ہے۔

(۴) **دفتر خارجیہ** ۔ گذشتہ زمانہ میں افغانستان کا محکمۂ خارجیہ بالکل مختصر سا تھا میں پر ایک مختصر سہ کاری کا خدات کی مخالفت کیلئے مقرر تھا۔ لیکن اس مختصر سے محکمہ نے اب بہت بڑی وزارت کی شکل اختیار کر لی ہے جس کی ایک عظیم الشان عمارت بھی ہے۔ اور اسکے سولہ شعبے اور گیارہ دفاتر ہیں۔ سب سے پہلا کام جو اس وزارت نے کیا وہ یورپ، مشرق قریب اور مشرق بعید کیطرف سفراء کا بھیجنا تھا۔ چنانچہ آج بیرونی ملکوں میں افغانستان کی نو سفارتیں اکیس قونصلخانے مصروف کار ہیں۔ افغانی اگرچہ بین الاقوامی معاملات کے متعلق کما حقہٗ تجربہ نہیں رکھتے تھے۔ تاہم خارجی حکومتوں کی ہر فریب سیاست کا جادو افغانیوں پر کارگر نہ ہو سکا۔ سال حال کے مراسلات میں معتبر ہیں ایک افغانی سفارت کے قیام کے لئے بھی گنجائش نکالی گئی ہے اور توقع کیجاتی ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان اس سفارت کے قیام کے متعلق گفت و شنید جلد ختم ہو جائیگی

(۵) **صنعت و حرفت** ۔ افغانیوں کی خاموش جد و جہد ہی ان کی ترقی کا اصلی راز ہے۔ ان کو آزاد ہوئے آٹھ سال بھی نہ ہوئے کہ ایک میں آتشی اشیاء بنانے والے، سوتی اور اونی کپڑے کے کارخانے، آرمی تو شیلیوں اور یاطانی کے کارخانے، اعلیٰ پیمانہ پر مکمل ہو

میں قائم ہو چکے ہیں۔ اور اسطرح افغانیوں کو ان چیزوں کو باہر سے خریدنے کی ضرورت نہیں رہی ہے اور کروڑوں پونڈ جو دوسروں کی جیبوں میں پہنچ جاتے تھے اب افغانستان ہی کے لئے مخصوص ہو گئے ہیں۔ معدنیات کا حال بھی سنئے کہ پہلے تو پشتل کی دولت کیطرح زمین کی گہرائیوں میں پوشیدہ تھیں۔ لیکن اب حکومت نے امریکی اور جرمنی ماہرانِ کان کنی کی نگرانی میں ان معدنیات کو برآمد کرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ سال گذشتہ امریکی تجارتی نمائندوں میں تین سو سٹ لاکھ روپیہ کی فروخت کیا گیا اور اب نہایت کوشش کے ساتھ پٹرول کی تلاش ہو رہی ہے۔ اسی طرح کوئلے کی کانوں کا بھی چل چکا ہے جس سے سالہا سال تک فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔ یہی حال نمک اور یاقوت کا ہے۔ جو افغانستان کے بہترین قدرتی دولت و ثروت میں شمار کئے جا سکتے ہیں۔ برآمد میں زیادہ اہم چیز اسٹرخانی فر ہے۔ جس کو افغانستان میں قرہ قولی کہتے ہیں۔ جو سالانہ دس لاکھ کھالوں سے کم حاصل نہیں ہوتا اور ہر ایک کھال کی قیمت دو تین پونڈ کے قریب ہوتی ہے۔ یہ کھالیں براہ راست بخارا اور لندن کے بازاروں میں فروخت ہوتی ہیں۔ یورپ میں افغانستان کے طلباء کے تعلق کرہ میں جن کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے ان میں سے صرف پانچ طالب علم طب کی تعلیم پا رہے ہیں۔ تین بیرسٹری کی اور باقی سب کے سب علمی اور علمی تصنیف تعلیم پر مامور ہیں۔ برخلاف اس کے دیگر شرقی ممالک کے طلباء کی حالت یہ ہے کہ ہزاروں میں سے معدود سے چند ہی ایسے ہوں گے جن کو صنعتی تعلیم سے کچھ بھی مو۔

فوجی قوت ۔ افغانستان میں اسوقت جاپان، ترکی کے بعد شرقی دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور منظم اور آراستہ فوج ہے۔ زیادہ تر ترک افسر جنگی تربیت دیتے ہیں۔ بری قوت کے علاوہ موائی بیڑہ بھی افغانستان کے پاس بہت اچھا ہے۔ یہ جہاز انگلستان سے خریدے گئے ہیں جو سب سے بہتر مانے جاتے ہیں۔ افغانستان کی فوجی قوت کا بتانا بہت مشکل ہے کیونکہ سرکاری اعداد و شماری ہمیں معلوم نہیں مگر یہ یقین ہے کہ ملک کی حفاظت کے لئے وہ بالکل کافی ہے نظامی فوج کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو جنگ کے وقت زیادہ ہو جاتی ہے۔ افغانستان کی آبادی ایک کروڑ بارہ لاکھ خیال کیجاتی ہے۔ اس میں سولہ برس سے (۶۵) برس تک کے تمام مردوں کو سپاہی سمجھنا چاہئے۔ جنگجوئی اس قوم کے خمیر میں ہے۔

خودداری اور آزادی پر وہ ہمیشہ جان و تی رہی ہے جب انگریزی فوجوں نے کامل نصح کیا تھا تو سوئٹ کوئی مقتلم فوج موجود نہ تھی۔ لیکن عمومی باشندے ہی فوج بن گئے۔ اور اپنی ملک کی آزادی کو غیروں کے ہاتھ سے بچالیا۔ صرف مرد ہی نہیں بلکہ افغانی عورتیں بھی ایسی جاہز ہیں کہ اگر ضرورت پڑے تو ہتھیار اُٹھا سکتی ہیں۔

اب رہی افغانستان کی سیاست تو یہ استقدر صاف ہے کہ اس میں کسی قسم کے خوف، مکر اور ریا کی۔

آمیزش نہیں بلکہ افغانی قوم ہر وقت اپنے بادشاہ کی زبانی اعلان کرتے رہتی ہے کہ وہ ایک مشرقی قوم ہے جبکہ دوسری سشرقی اقوام کا پاس لحاظ ضروری ہے۔ یہاں تک کہ افغانستان نے جب روس کے ساتھ معاہدہ کیا تو اس میں اس نے ایک شرط یہ بھی لگادی تھی کہ تجارا اور خیوا پوری طرح سے آزاد رہیں گے۔ اس شرط کو تسلیم کرنے پر روس مجبور بھی ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے تجاریوں کی حمایت سے نائدہ اٹھایا۔ اور خود تجاریوں سے ایک دستاویز اس مضمون کی لکھوائی کہ وہ روس کی حکومت سے راضی ہیں۔

افغانیوں کے عادات واخلاق میں بھی بڑا انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ اور فوجداری، اسکول اور مصر استقلال کے ساتھ ترقی کیلئے جدوجہد کرنا ان کا شعار ہو چکا ہے۔ اکثر افغانیوں نے یورپی ٹوپیاں پہننا شروع کر دی ہیں۔ اور کسی ملی نے یہ کہا کہ یہ دین کے خلاف ہے۔ اسی طرح آج کل عورتوں کو بے نقاب ہونے کی بھی وہاں ممانعت نہیں۔

اس طرح کا انقلاب درحقیقت کوئی معمولی کام نہ تھا۔ اور اس میں شک نہیں کہ نظاروں اور شورشوں کو روکنے کے لئے بعض مرتبے سختی سے کام لیا گیا۔ اور یہ سب کچھ کرنا کسی اسے نظیر مصلح بادشاہ کے ہی بس نے ایک مردہ قوم میں بیداری کی روح پھونک دی ہے۔ جو شاہی رسم و رواج کا بالا طاق رکھکر اپنی قوم کی خدمت گذاری کیلئے تیار ہو گیا اور وقت شاہی سے ایک درجہ نیچے اتر کر بذات خود ہیں وزیر اکی خدمت بھی انجام دینے لگا۔ میں نے چشم خود اس ذی عظمت بادشاہ کو دربار کابل کی ایک مجمع میں تقریر کرتے دیکھا ہے جس میں آپ نے اپنے جنوبی دورہ کے واقعات اور حالات بیان کئے تھے۔ اسوقت آپ بالکل معمولی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ اور بلا سالوٹ کامل دو گھنٹے پانچ منٹ تک اپنی زبردست آواز میں تقریر کرتے رہے اور دوران تقریر میں آپنے غصہ برابر بھی تھکن و بیزاری کا اظہار نہ کیا۔ یہ تقریر بظاہر ایک سفر کے حالات اور واقعات سے متعلق تھی۔ لیکن درحقیقت یہ ایک درس تھا۔ جو اپنے وطن کو ان کے ذاتی حقوق اور وطنی فرائض سے پوری طرح واقف کرنے کے لئے دیا گیا تھا۔ یہ مصلح بادشاہ بھیشہ اپنے قوم کی فلاح و بہبودی کی دھن میں لگا رہتا۔ اور روزانہ کسی نہ کسی طرح قوم تک اپنے اصلاحی خیالات پہونچاتا رہتا ہے۔ اگر قوم اس بادشاہ کی نظیر بین شخصیت پر تنقیدی نظر ڈالو تو معلوم ہو کہ یہ ایک ایسا زبردست کارنامہ پیش کیا ہے جس میں اگرچہ نسبتاً کسیقدر کم آچ پائی جاتی ہے تاہم اسکو

---

*India's Peace among Nation. دسمبر ۱۹۲۵ء بمبئی کرانیکل۔

برطانیہ اور ہندوستان میں ۱۷۰۰ سال سے تعلق قائم ہے جسمیں ۱۸۰۰ کے بعد سے ماہرین علوم مشرقیہ نے ہندوستانیوں کے طرز زندگی اور تاریخ کے متعلق کافی مواد جمع کر لیا ہے۔ جسکی زبان اور کسی حالت میں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ لیکن چونکہ یہ سب حالات انگریزی زبان میں نہیں بلکہ مشرقی زبانوں میں لکھے ہوئے ہیں۔ اس لئے سوائے چند انگریز محققین کے یہ حالات کسی پر واضح نہیں ہیں۔

مغربی اقوام فلسفہ، سائنس، حسن کاری اور دیگر شعبات میں یونانیوں کے خوشہ چین ہیں۔ اسکے بیشمار ثبوت دئے گئے ہیں لیکن مکتوس محققین نے اس بات کو بھی بایہ ثبوت تک پہونچا دیا ہے کہ علاوہ یونان کے دو اور اشیائی ممالک ایسے بھی ہیں جنمیں مبداء علم و عمل بننے کا فخر حاصل ہو چکا ہے۔ یہ چین اور ہندوستان ہیں۔ اب ہم ان تینوں ممالک کو سامنے رکھکر اندازہ لگانیکی کوشش کرتے ہیں۔

یونانی ذہنیت

(۱) مورخ کے مشہور رزمیہ نظموں الیڈ اور اڈیسی سے یونانی داغوں کی پیدائش کی ابتدائی تفصیل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے دنیا کی تمام قابل ہستیاں اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ یہ نظمیں وضاحت، بلیغی اور قوت تخیل کا بہترین مرقع ہیں اور ادب میں کوئی ان کا ہمسر نہیں۔

نویں صدی قبل مسیح میں جبکہ ہومر کی نظموں کا آوازہ گونج رہا تھا ہندوستان نے بھی ایک ایسا زبردست کارنامہ پیش کیا جس میں اگرچہ نسبتاً کسیقدر کم آچ پائی جاتی ہے تاہم اسکو یونانی رزمیہ نظموں کا ہم پلہ تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ہمارا اشارہ "رگ وید" کیطرف ہے۔ یہ بڑی تعلیم ہزاروں دعائیہ اور مذہبی نظموں کا مجموعہ ہے جنکو بھاری قربانی چڑھاتے وقت دیوتاؤں کی یاد گار میں گایا کرتے تھے۔ یہ ابتدائی زمانہ بہت جامعیت رکھتا ہے۔ اور جو اپنے زمانہ کی آپ تاریخ ہے۔ اور حقیقت میں دنیا کے ادب لطیف میں ممتاز جگہ پانیکا مستحق ہے۔ بنابریں ہم بلاشبہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر رگ وید کو ہومر کی مشہور رزمیہ نظموں کا ہم پلہ تصور کیا جائے تو کوئی غلطی نہیں ہوگی۔

(۲) تمدن کے ابتدائی دور میں موسیقی کی تعلیم ہندوستان میں عام ہو گئی تھی اور لوگ اس میں کافی مہارت حاصل کرنا اپنا فرض تصور کرنے لگے تھے۔ رگ وید کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آٹھ سو سال قبل مسیح ہندوستان میں مختلف قسم کے آلات موسیقی موجود تھے۔ قربانی چڑھانے والوں کے تین طبقہ ہوتے تھے جن میں سے ایک گانے والوں کا طبقہ ہوتا تھا جس کو "اُدگاتر" کہتے ہیں۔ دوسری رزمیہ نظم میں وہ تمام گانے درج ہیں جنکو اُدگاتر کیا کرتے تھے۔ اس سے متعلق ہم کو کئی ایک سال بھی دستیاب ہوئے ہیں جو خوان اور بندوں کی اُدگاتر کیلئے تیار کئے گئے تھے۔ اس ابتدائی زمانہ سے ہندوستان میں موسیقی کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔

سائنٹفک قواعد

(۳) اس زمانہ میں یعنی ۱۰۰۰ صدی میں، یاسکر نے ایک سامی حرف کو بابل نیا سے ہندوستان لایا۔ اسکی بجاری جنمیں نے اپنے بدارس میں زبان سنسکرت کی کافی تعلیم پائی تھی عزیز زبان کے اس حرف کو فوراً اپنا لیا۔ اس زمانہ سے لیکر ارسطو سے پہلے جو مغربی قواعد کا علمبردار تھا ہندوستان

میں سائنٹفک تواہمات کا راج پڑا۔ اصلاح سے قبل انسانیات میں ہندوستان کا خاص درجہ ہے۔

"تاہم اگر علوم و فنون میں ہم یونانیوں کی برتری کو تسلیم کرتے ہیں۔ تاہم علوم کا سرچشمہ یونان ہی ہے ہم سے ہمیشہ زیادہ اہل اہل کو سارے عالم کی علمی فضاء کو سرسبز و شاداب بنا رہی ہیں۔

(۳) جب ہم یونان، ہندوستان اور چین کو سامنے رکھکر ان کے مدارج کا اندازہ لگاتے ہیں تو ایک اور بات ہمیں یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان تینوں ممالک میں علمی جلوہ طور پر سکے دو حصے گئے جنیوں نے مختلف قسم میں، یونانیوں نے مختلف قسم میں اور ہندوستانیوں نے مختلف قسم میں سکے دو حصے۔ دوسرے سکے حیات انسانی سکون کے نمونہ اور وضع کی ارتقائی صورت ہیں۔ سکوں کی ایجاد کسی معمولی ذہنیت کا کام نہ تھا۔ یہ سمجھدار شخص یہ کہہ گئے کا نتیجہ تمدن میں دنیا کی تینوں ممالک کی برتری قابل تسلیم ہے۔

(۴) ہندوستان کے مکران، اکبر طاقتور والدار اور صاحب جدل گذرے ہیں۔ جناب فلٹن لکھتا ہے:۔

"نادار مشرق اپنے مالدار ملکوں سے اپنے مکالوں پر موتی اور سونے کے پھول نچھاور کرتا ہے"

ہندوستانی جمہوریت

واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ یانچیں اور چھٹی صدی قبل مسیح میں شمالی ہند میں بہت ساری جمہوری سلطنتیں قائم ہو گئی تھیں۔ کیا ہم اس سے ہندوستانی ذہنیت کا اندازہ نہیں لگا سکتے؟ بدھ کی جوانی کے زمانہ میں اسکا باپ سدھودنا سا کیہ قوم کی جمہوریت کا سردار تھا مگر اس الخلافہ کپلا وستو، گورکھ پور کے شمال میں واقع تھا۔ جواب نیپالی سرحد میں داخل ہے۔

(۵) ساتویں صدی قبل مسیح کا یہ خیال کہ زندگی اور بدی کا بدلہ اسی زندگی میں مل جانا چاہئے غور و فکر کرنے والا ایک ہندوستانی جو وحشی اور ناشائستہ اقوام کی بیماریوں میں رہتا تھا ان کے اعتقاد سے مبنی یہ کہ انسان کے مرنے کے بعد اسکی روح، جانور، پھاڑ یا درخت کی صورت میں عموماً عالم پر نمودار ہوتی ہے۔ اس مسئلہ کو حل کر لیا۔

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ انسان کے اعمال کا بدلہ اسے اسی زندگی میں نہیں مل سکتا جس میں کہ وہ اعمال سرزد ہوئے ہوں لیکن اگر روح ایسی زندگیوں کے ایک سلسلہ کو پورا کر کے تو کیا وہ اپنے قبیل کی زندگی کا بدلہ نہیں دے سکتی؟ اس سوال نے مسئلہ تناسخ کی بنا ڈالی اور یہ خیال بہت جلد ترقی پا کر صورت اختیار کر کے ہندوستانی ادیان کا ایک جزو خاص بن گیا۔

بدھ مت کے پیروؤں اور ہندوؤں کی تعلیمات

نے اس بھرکتے ہوئے شعلہ کے لئے بخارروں کا کام کیا اور سلجی اور مغربی اشیاء کی فضاء اس کی قوت سے متاثر ہو گئی۔ لیکن افغانستان، پرشیا اور بابلونیا کے سرد ممالک نے اس گرمی کو قبول نہ کیا۔

چھٹی صدی مسیحی قبل مسیح میں یونان کی سرزمین میں اسی قسم کے ایک اعتقاد کی نشو نما ہوئی لیکن صرف نیشا فورث، فلاطون اور چند لوگوں نے اس اعتقاد کی پیروی کی لیکن یہ اعتقاد بہت جلد دور ہو گیا۔ اندلس کے مغربی حصہ کے ممالک نے تناسخ کے اعتقاد کو بہت کم قبول کیا البتہ اکاڈ کا آدمی اسکا حامی تھا۔

فلسفیانہ مذاہب

(۱) یہ بات بہت ہی قابل غور ہے کہ یونان، ہندوستان اور چین میں فلسفہ کی نہریں ایک ساتھ ابلنا شروع ہوئیں لیکن تاریک خیالی کا جو سب سے پہلے ہندوستان کی زرخیز زمین پر برپا گیا تاہم ان تینوں ممالک میں فلسفہ کی فصلیں ایک ساتھ کاٹی گئیں، پہلی میں کپلیشس ہندوستان میں بدھ اور یونان میں فیثا غورث نے اپنے خیالات کی نشو نما میں کافی حصہ لیا ہے۔

یونان نے فلسفہ کی دنیا میں جو کام کیا ہے وہ واقعی قابل قدر ہے۔ اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی تمدن پر اسکا بڑا احسان ہے۔ لیکن اس نوعیت کا کام کے علاوہ ہندوستان کے فلسفی مذہب کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے جو نہ صرف ہندوستان کی زرخیز وادی میں ہی محدود رہا ہے۔ بلکہ وسطی اور مغربی ایشیا کو بھی اپنا ہمنوا بنا چکا رہا ہے۔ چینی فلسفہ نے بھی کہ یہ اور جاپان کو اتنی جھلک دکھلائی ہے۔

(۲) تناسخ کے خلاف رد عمل ہے ہر جس نے ہندوستان میں فلسفی مذہب کی بنا ڈالی ہندوستان میں کسی نے اس کے خلاف کچھ نہ کہا تھا۔ بلکہ یہوں نے گودر سری زندگی کے شوق میں قبول کر لیا تھا۔ لیکن اس لامتناہی پیدائشی سلسلے اور گناہوں کے عذاب کے قبیل نے غور و فکر کرنے والی ہستیوں کو سوچنے پر مجبور کیا کہ اس کے بچاؤ کا کوئی راستہ ہونا چاہیئے؟ آخر بار بار پیدا ہونے سے چھٹکارا کیسے مل سکتا ہے؟ یا یہ حقیقت ہے کہ ایک اعلیٰ محرک بھی ہے جس کا تعلق بالذات روحانیت سے ہے اس سے ہندوستانی اعلیٰ ذہنیت کا پتہ چلتا ہے۔

بچاؤ نجات کے طریقے

معافی کے بہت سے طریقے بتلائے گئے ہیں جن کو ہم یہاں بیان کرنے سے مجبور ہیں۔

ہندو مذہب نے معافی کے اچھے طریقے بتلائے ہیں وہ دوسروں کی بہ نسبت بہت زیادہ دلچسپ ہیں۔ صدیوں قبل سے لوگوں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ دیوتاؤں کے دائرہ سے باہر بھی کوئی ذات ہے جو ادھر

کل ہے اور سمندار ہے سارے عالم کا۔ تمام انسانوں سے اسکا تعلق ہے۔ اور وہ کسی خاص طبقہ کیلئے مخصوص نہیں اس کے بعد اس ہستی کو آسمان، نام، یگیا بھی سارے عالم کا مالک کہا گیا۔ اور جو بھی ہندو مذہب کے لوگوں سے گناہوں کو معاف کرنے والا قرار دیا گیا، ان کا مسلک یہ ہے "تو وہ ہی یعنی تیری ہستی سب سے بالا تر ہے" اور جو شخص اس ہستی پر ایمان لائیگا وہ دوسری زندگی سے اس کو نجات ملیگی۔

"اپانی شاد" میں نجات کے بیشمار طریقے بتلائے گئے ہیں اور عالموں کا یہ خیال ہے کہ یہ بہت زبردست ادبی کارنامہ ہے۔ اس میں کہیں کہیں بہت بڑے عقائد کی جھلک بھی نظر آتی ہے اور بعض جگہ یونانی فلسفیوں کا رنگ بھی عیاں نظر آتا ہے۔ اور اکثر جگہ فلاطون کے خیالات کا نمونہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

اس تہم بالشان ہستی کے اثر نے صدیوں تک ہندوستان کے دل و دماغ پر حکومت کی ہے اگرچہ اسوقت ہندوستانیوں میں اسکا کوئی خاص اثر باقی نہیں ہے تاہم ہندوستان کے باہر یعنی سیلون، برما، سیام، چین، کوریا، جاپان، اور تبت، منگولیا، اور منچوریا میں اب بھی اس کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ بدھ کی مسیحی واقعی ہندوستان کی ہرگز یہ خیرات سے ہے۔

(۹) ایک دوسرا تعلق جو یونان، ہندوستان اور چین میں پایا جاتا ہے وہ منطق کی تحقیق ہے منطق جو آج تمام دنیا کی ماہیات میں منطقی تعلیم کا ہر دو لانگ ہے ارسطو کی عالمانہ غور و فکر کا نتیجہ ہے۔

دیوا و ردیو کی پرستش

تیسری صدی قبل مسیح میں منطق دی تعلیم کیلئے ایک مدرسہ قائم کیا گیا جس کی تاریخ آجتک چلے آتی ہے مشہور دگ ناگا نے جو بدھ مت کا بہترین اور علم منطق کا زبردست ماہر تھا۔ بحث کے مختلف طریقوں کو پیش کیا ہے۔ ایک ہندوستانی عالم کا خیال ہے کہ دگ ناگا نے اس علم کو مکمل کر دیا۔ یونانیوں کی خوشہ چینی کی ہے۔ لیکن اس کا کوئی مستند ثبوت موجود نہیں ہے۔

ہمیں ہی ہمارے لوگوں نے منطق میں کافی جدوجہد کی ہے اور انھوں نے بہت سے منطقی مسائل حل تیار کرنے تھے۔ لیکن تصدیر و تجزیہ تک ان کی پہنچ نہیں ہوئی۔

(۱۰) ہندوؤں کے آریائی آباواجداد کے پاس دیوتا اور بت نہ تھے۔ جیسا کہ رگ وید سے ظاہر ہوتا ہے لیکن ۴۰۰ ق م میں دیوا و دیوتاؤں کی پرستش کو ہندو مت نے لازمی قرار دیا اور مقدرت سے ہی عرصہ میں ہندوستان کا ایک بڑا حصہ اسکا حامی بن گیا۔

ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں بلکہ ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ قدیم زمانہ کے شہروں کی طرح ہندوستان میں بھی دیوا و دیوتاؤں کی پرستش کا عام مسلک وجود سے فن تعمیر، بت تراشی اور مصوری میں خاص ترقی ہو گئی۔ ہندوستان میں تمام علوم و فنون کی ابتدائی چوتھی صدی۔

قبل مسیح سے ہوئی ہے۔ ہماری اور بت تراشی نے ہندو مت جین مت اور بدھ مت کے دیوتاؤں اور یادگاروں میں جنم لیا ہے۔

باوجود اس قدر جنگ و جدل کے جو گذشتہ صدیوں میں ہمسے ہندوستان میں اتنک بھی اس زمانہ کی تہذیب کے اعلیٰ ترین نمونہ اپنے میں اور قدر و قیمت کے ساتھ باقی ہیں۔ حال ہی میں یورپ اور امریکہ کو ان پوشیدہ خزانوں کا علم ہوا ہے جو ان کے واقعات سے اپنے صحیفۂ ادبیات کو مالا مال کر رہے ہیں۔

رزمیہ شاعری

مزدیرآں مشرق کا ہر ایک قطعہ جو ارمنہ وسطیٰ میں بدھ مت اور ہندو مت کے اثرات سے متاثر ہوا ہے اپنے زمانہ کے مذہب اور آرٹ کو ہماری اور بت تراشی کے بیش بہا منونوں کے ذریعہ گذرنے والے مسائل کی عکاسی کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں چین اور جاپان قابل ذکر ہیں اور ہم دوسروں کا ذکر کریں گے۔ یکبوڈیا حسن کاری کے اعلیٰ ترین نمونوں سے مزین ہے۔ اور یہ لفاظ سے مشرقی جاوا چھپے ہوئے ہے۔ جاوا کے بت اپنے بنانے والوں کی جودت طبعی کی پوری پوری داد دیتے ہیں۔ انڈیا کے اکثر مالک نے مصوری کے بھی اعلیٰ ترین نمونے پیش کئے ہیں۔

(۱۹) ہندو مرکی نظموں کے پانچ صدی بعد یعنی چوتھی صدی قبل مسیح میں ہندوستان میں رزمیہ شاعری کی بنا پڑی۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوستان کی بہت نظمیں کسی طرح یونان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتیں لیکن ایک اعتبار سے دونوں کی نوعیت ایک ہی ہے۔ مثلاً مہابھارت میں الیڈ کیطرح جنگ کا ذکر ہے۔ اور رامائن میں آڈیسی کیطرح آوارہ وطنی کا قصد درج ہے۔ اگرچہ فنی اعتبار سے یونان کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ تاہم ان میں ایک عجیب و غریب خصوصیت نہاں ہے۔ وہ یہ کہ ہندوستانی مذہب کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور ہر ایک رزمیہ نظم اپنا رنگ جدا رکھتی ہے۔ مثلاً مہابھارت میں کرشن اور راماں میں رام۔ نہ صرف یہی بلکہ ان میں جو ڈرامائی خصوصیت ہے۔ وہ شاعروں سے ایکر کسانوں پر تک اثر ہے

قدیم جامعات

(۱۲) ابتداً ہندوستان میں جو کتب قائم تھے ان کا مقصد نوجوان برہمنوں کو تعلیم دینا تھا۔ تاکہ قربانی جو رائج کی رسومات سے وہ واقف ہو جائیں۔ تھوری، برہمن اور دیگر تینوں مذہب کے نوجوانوں کو ان مدارس میں تعلیم دی جاتی تھی تاکہ کوئی ادبی اور مذہبی تعلیمات سے ناشناسا نہ رہ جائے لیکن بعد میں جلد جب قانون، علوم، جنگ، طبابت، عروض، شاعری، زبانی اور دیگر علوم کی تعلیم ضروری محسوس ہونے لگی تو ہر مضمون کیلئے خاص خاص مدارس کا افتتاح ہوا۔

بالآخر چوتھی صدی قبل مسیح کے اختتام پر یکسلہ میں ایک بڑی جامعہ قائم ہوئی جہاں ہندوستان کے ہر ایک گوشہ سے نوجوان طالب علم حصول علم کے شوق میں کشاں کشاں چلے آتے تھے۔ یہ یونانیوں کی ابتدا کے بعد ہندوستان میں دو اور جامعات قائم ہوگئیں ایک یہاں ہے مقام ناگارجن کنڈہ اور دوسری دریائے گنگا کے کنارے وکرما شیلا پر ان جامعات سے نہ صرف ہندوستان کے نوجوان ہی مستفید ہوتے رہے بلکہ مشرق کا ہر ایک حصہ جہاں بدھ مت کا چرچا عام تھا ان مبلغ علم و فضل سے ہمیشہ فیضیاب ہوتا رہا۔ مثلاً ہیون تسانگ نے ان جامعات کو ایشیا سطرح قدر کی نگاہوں سے دیکھا تھا سطرح ازمنہ وسطیٰ میں یورپ، ابالگنا، پاریس اور آکسفورڈ یونیورسٹی کی قدر کرتا تھا۔ اس زمانہ میں ہندوستان واقعی ایشیا کی آنکھ کا تارا تھا۔

سنہ ۶ء کے بعد بدھ مذہب کے زوال کے مختلف مقامات سے بدھ مت کے مقدس مقامات کی زیارت کو بیشمار تعداد میں آتے۔ دس سال قبل جب میں بدھ گیا کو دیکھنے گیا تھا تو صرف ایسے لوگوں سے ہی وہاں ملاقات ہوئی جو سات سمندر پار کر کے بدھ گیا کی زیارت کو آئے تھے اس سے صاف ظاہر ہے کہ بدھ مذہب کا نور تمام دنیا کی آنکھوں میں اتنک چمک رہا ہے۔

(۱۳) ہندوستان کی قدیم جامعات کا ذکر کرتے وقت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو وہ زمانہ کی تعلیم گاہوں پر بھی ایک سرسری نظر ڈالی جائے۔ نلاطون نے مقام ایتھنز پر ایک تعلیم گاہ قائم کی تھی جسکے اصول فروغ نے یورپین جامعات کیلئے مشعل ہدایت کا کام دیا ہے۔ اسکا خاص مقصد اپنے ملک والوں کو تربیت دینا اور ان تمام مذہبی اور سیاسی سوالات کو حل کرنا تھا جو چوتھی صدی قبل مسیح یونان اور اسکے ہمسایہ ممالک کو درپیش ہوتے جاتے تھے اسی قسم کی ایک شاندار تعلیم گاہ اسوقت شرقی بنگال میں ڈاکٹر رابیصنہ ناتھ اگور کے زیر سرپرستی قائم ہے اسکا اصلی مقصد ہندوستان کے نوجوان راموں کو تعلیم و تربیت دینا اور ان تمام مذہبی اسیاسی اور تمدنی مسائل کو حل کرنا ہے جو اج ہندوستان کی بڑی بڑی شخصیتوں پر بار بوجھ ڈال رہے ہیں۔

ڈرامائی آرٹ (متعلقہ فن)

(۱۴) انگلستان اور یونان کیطرح ہندوستان میں بھی ڈرامائی آرٹ موجود ہے لیکن اسکا اسلوب دوسرے ممالک سے یونان اور انگلستان کیطرح ہندوستانی ڈراموں میں ٹریجڈی کامیڈی منفرد نہیں پائی جاتی بلکہ ان کے ہر ایک ہندوستانی ڈرامے کا انجام خوشگوار پر ختم ہوتا ہے۔ کالیداس کا ڈراما شکنتلا اور ڈرامائی اور شاعری قابلیت سے ایک شاہکار ہے۔ انگریزی زبان میں اسکا ترجمہ ہو گیا ہے۔

(۱۵) یہ بات بالکل صحیح ہے کہ کسی شہری صنعت وہاں کے لوگوں کی علمی ذہنیت اور جمالی حس کا پتہ دیتی ہے اسی نقطہ نظر سے ہم ہندوستان کی صنعت و حرفت کو دیکھیں گے عیسیٰ کی پیدائش کے قبل یہ لوگ جب یونانیوں سے پہلی دفع ملے ہیں اونی کپڑے زیب تن کیا کرتے تھے اسی زمانہ میں یہ لوگ مہین ریشمی اور نرگیں پوشاک مصر کی عورتوں کیلئے روانہ کرتے تھے اور جدید سلطنت دمانیہ کی بھی اس سے سرپرائی کیگئی کیونکہ وہاں کی مانگ زیادہ ہوتی ہیں معلوم ہوا کہ شروع اس زمانہ میں صنعت و حرفت میں بڑھوتی ہوگئی تھی کہیں زیادہ ہوگئی ہے۔

ہندوستان کی تہذیب الشاہنشاہ

(۱۶) ہندوستان میں زمانہ قبل کی کی جماعت بالوم ۵ آدمیوں پر مشتمل ہوا کرتی ہے جیکو پنچایت کہتے ہیں اس موقع پر کہا یہ بہتر ہوگا کہ ہندوستان کے کاریگروں کی نہرت تیار کرتے وقت اسکے پیدا کردہ بڑے آدمیوں کی پنچایت بھی مقرر کی جائے۔

۱۔ بدھ (۵۶۰ - ۴۸۰ ق م) ہندوستان کی زبردست شخصیت ہے۔ بدھ نیک، رحم دل اور محبت بھرے دکھاتا انسان تھا۔ بلاشبہ اسکے کارناموں نے ہندوستان میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

۲۔ اشوک (۲۷۳ - ۲۳۲ ق م) ہندوستان کے پہلے حصہ پر حکومت کرتا تھا۔ اشوک نے بدھ مذہب کی وہ بدھ مت کا پیرو بن گیا اور اسکی بقیہ زندگی تبلیغ مذہب کی کوششوں میں گذری ہے۔ اس نے اپنے لاکھوں ہے اس مذہب کی قدر و قیمت کا لوہا منوالیا۔ اور ہندوستان سے باہر دور دراز مقامات پر تبلیغ مذہب کیلئے لوگوں کو روانہ کیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اسنے یونانی جا چکلہ رانوں کے پاس تبلیغی خطوط بھی روانہ کئے وہ حکمراں یہ مصر کابطلیس، میگاسنیز، میگرینہ کا اینی گونس گوناماس میسیرین کا مگاس اپیرس کا الگزنڈر پنجابوں اور دنوں پر جا کا اسکے کہنے پر تمام پروان بدھ مت میں شوک کو خاص امتیاز حاصل ہے۔

(۳) اکبر (۱۵۴۲ - ۱۶۰۵) ہندوستان کا مغل شاہ بزرگ تھا اس کے زمانہ میں ہندوستان پر حکومت کرنا بہت سے سلاطین کے مقصد تھا۔ اسکا مزاج بادشاہ کے اپنی نظر آپ ہی ہے بطانوی نظیر بھی کہے جاتے ہیں۔ اسکے دربار میں ہر مذہب کے لوگ جمع ہوا کرتے تھے اور مسلمان علماء اسکے مذہب کی تنقید کیا کرتے تھے۔ اسکے دربار میں ہر مذہب کے علماء کو اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کی اجازت تھی۔ اسکے بعد ایک نئے مذہب کی پیش کرنے کی خواہش کی۔ اور جو مستقل مصوری، اور فن عمارت سے اسے خاص شغف تھا بیشمار اور سیاسی ثابت ہوا ہے اور اتنا ہی قابل داد ہے۔

مصلح اعظم

۴ شنکر (۸۸۸ - ۸۵۰ ع) ہندوؤں کے بہترین فلسفی تھے انکو بدھ مت کا اگر تعاس انکو پس کہا جاتا ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ یہ خدائی وحدت کا سبق سکھلاتے ہیں۔ اور خلائق میں یہی ساری دنیا میں ہے۔ انسانی روح خدا کی روح کے بالکل مشابہ ہے ہندوں پر جو ان کے خیالات کا اثر پڑا وہ بیان سے باہر ہے اور ایک زبردست مصلح تھے۔

(۵) رامانوجا بھی شنکر کیطرح وحدت الوجود کا قائل تھا اسنے شنکر جاری کے خیالات کی تردید میں بڑا حصہ لیا ہے۔

بڑے بڑے دیوں کی اس پنچایت میں ایک تو ایک بدھ مذہب کا بانی ہے۔ دو بادشاہ اور دو مذہب پرست ہیں مذہب کے لحاظ سے پنچایت بدھ مت کے دو پہلوؤں، دو مہایانہ ایک مسلمان پر مشتمل ہے۔

شعر و سخن

غزل

از ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنت صدر اعظم بہادر

دل لگا کر عجب مزا پایا — دوست دشمن کو آشنا پایا
دیر میں کعبے میں کلیسا میں — جلوۂ یار جا بجا دیکھا
اس کے جلوہ کا حال کیا کہئے — جو سنا اس سے بھی سوا دیکھا
دیر میں ہم نے دیکھی قدرت حق — شیخ مسجد میں تو نے کیا دیکھا
تھی اسے اپنے دید کی خواہش — اپنا جلوہ ہر ایک جا دیکھا
کس نے دعویٰ کیا انا الحق کا — بر سر دار تو نے کیا دیکھا
دی صدائے انا نیسا کس نے — اور پھر کس کو جا بجا دیکھا
حد نہ۔ اور کوئی اس کے سوا — کس کو پردے میں پھر چھپا دیکھا
کیوں بلی کہہ کے تو بلا میں پھنسا
شاد کیا سمجھا اور کیا دیکھا

غزل

از راجہ محبوب راج بہادر

اے خوش ساعت کہے موجود مسند نشینے — شاد ہیں اوال میں دلکش ہے منظر سانحے
لذت دید اب بھی حاصل ہے لطف وصل بھی — دلبر اپنے دل میں ہے تصویر دلبر سامنے
بت بنے بیٹھے ہیں وہ ہنستا منہ پر رونا — جس طرح رکھا ہوا کوئی پتھر سامنے
جس سے رغبت ہے ہمیں اچھے سے وہ باقی ہیں — جس سے نفرت ہے وہ شئی آتی ہے اکثر سامنے
سینکڑوں تیری جفائیں سینکڑوں تیرے ستم — یہ بھی سو چاہے بھی ہے روز محشر سامنے
اس سے پوچھوں گا کہ ہے رحمت تری کتنی بڑی — پیش ہو گا جب مرے عصیاں کا دفتر سامنے
خواب میں آئے ہو پھرتے ہو نگاہ شوق میں — کیسا پردہ ہے کہ چھپتے ہو نکل کر سامنے
نیم جاں کب تک رہوں کہتا غم دوری ہوں میں — بار الوا جلوۂ بندہ پرور سامنے
میکدہ کو میکشو جنت بنا چاہے ہے — حور پہلو میں رہے چلتا ہو ساغر سامنے
کوششیں اور ساری تدبیریں ہیں تعمیل کی — بس نہیں چلتا کہ حائل ہے مقدر سامنے
نوک مژگاں اور ہے چبھتی نظر کچھ اور ہے — ایک خنجر آ رہی ہے ایک نشتر سامنے
ہاں ستمگر تو تیغ و خنجر ہاں نگاہ تیز باز — ہے کلیجا سامنے دل سامنے سر سامنے
نکتہ چینی میرے پیچھے کوئی کرتا ہو کرے — کہہ نہیں سکتے ہیں کچھ مجھ سے منہ در سامنے
وہ مری وحشت سے حیراں میں فروغ حسن سے — دونوں بت کی طرح بیٹھے تھے باہر سامنے
آج کا دن کیا مبارک دن ہے اے محبوب راج
شاد سنتے ہیں غزل بر ملا ہے احقر سامنے

غزل

مولوی سید شاہ ابراہیم صاحب عفو

آپ کو مجھ سے کچھ گلہ تو نہیں — بندہ پرور میرے خدا تو نہیں
کیوں ہیں وہ آج شکل گل خنداں — ٹھنڈی سانسیں میری صبا تو نہیں
خاک ہو میری کس طرح پامال — یار اپنا برہنہ پا تو نہیں
یوں جو ہے دامن صبا خوشبو — ان کے جامے میں مرتبا تو نہیں
چارہ گر وہ کھنچے ہیں کیوں مجھ سے — ان سے دشمن نے کچھ کہا تو نہیں
ہے غلامی کا فخر مجھ کو مگر — آپ کے ہاتھ میں بکا تو نہیں
ہو مشیت میں دخل کیا واعظ — اس میں میری کوئی خطا تو نہیں
کیوں ہے رندوں کو شیخ سے نفرت — آدمی ایسا کچھ برا تو نہیں
الٰہی چلتی ہے میری سانس اے عفو
آتے آتے سے پھر گیا تو نہیں

غزل

از محمد عباس اقدس صاحب حیدرآبادی

چرخ کھا کھا کے عبث کی جھنجلاہٹ مجھے — زندگانی کے تھپیڑوں سے نکلنا ہو مجھے
محو نظارہ تیر نگہی تقدیر ہوں میں — اتقلابات جہاں بن کے بدلنا ہے مجھے
صورت اشک چکیدہ ہے مری نشو نما — گر کے اس دامن ہستی پہ پھلنا ہے مجھے
محفل عیش کا اک نغمہ رنگیں ہوں میں — ساز خاموش کے پردوں سے نکلنا ہے مجھے
اشک خونین مرے گلزار بدامال ہو گئے — باغ ہستی میں ابھی پھولنا پھلنا ہے مجھے
دل کی تیر یزوں سے اک خون کا دریا بہکر — زخم پنہاں کے ٹھکانوں سے نکلنا ہے مجھے

زندگی سبزۂ نوخیز کی مے کر اقدس
زخم پنہاں کے ٹھکانوں سے نکلنا ہو مجھے

۱۱ جولائی ۱۹۱۵ء
عدد (۶) جلد ۱

کوائف ہند

جامع مسجد بمبئی میں ہز مجسٹی امیر امان اللہ خان

ہندوستان کی فلاح و بہبودی کی دعا

بمبئی میں جمعہ کو ہز مجسٹی امیر امان اللہ خاں نے خاصہ ادا کی۔ نماز کی شرکت کے لئے لوگ کثرت سے جمع ہوئے تھے۔

خطبہ پڑھتے شاہ افغانستان نے مسلمانوں سے کہا اسلام کی اپیرٹ خدا کے وحدہ کی مرضی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی اسلام کا خدا، تمام مخلوق اور تمام فرقوں کا خدا ہے۔ اس نے مسلمانوں کو تمام نبی نوع انسان سے برادانہ برتاؤ کرنا چاہئے جہاں تک محبت، ہمدردی، برادری اور معاشرتی تعلقات ہیں، انھیں ایک انسان دوسرے انسان میں فرق نہیں کرنا چاہئے

افغانستان میں کیوں امن ہے

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ ہندو رعایا سے اپنی سیاسیوں سا برتاؤ کریں۔ یہ بات خاص طور پر اپنے ہندوستانی دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں جو میرے افغانستان میں ہر جس کی وجہ سے وہاں امن قائم ہے۔

وہ لوگ۔ جو میرے اس بیان کی تصدیق چاہتے ہیں، وہ افغانستان کو دیکھ سکتے ہیں۔ تمام اہل مذہب کے لوگوں کو چاہیئے کہ وہ دوسروں کے ساتھ ایسا ملائی کریں اور خود اچھے ہیں۔ ان امور کو انجام دینے میں انھیں ہمیشہ خدا کا خوف دل میں رکھنا چاہئے پھر آپ نے فرمایا، کسی شخص کے دل کو دست دکھاؤ اور کسی شخص کے احساسات کو ٹھیس نہ لگاؤ۔ نماز کو کبھی نہ چھوڑو کیوں کہ اس سے قلب پاک رہتا ہے۔ مکہ معظمہ کو محض رسمی طور سے نہ جاؤ۔ اس کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے۔ جب کہ مسلمان تمام دنیا کے مسلمان ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو اس وقت مقصد ہونا چاہئے کہ آپ لوگ اس موقع سے بہترین فائدہ اٹھائیں۔ حج کا مقصد برادری ہونا چاہیئے جو انسانی ترقی میں مدد دیتا ہے۔

پھر جس کو پہلے اپنی اصلاح کا خیال ہونا چاہیئے اور جب تم نے اپنی اصلاح کر لی اور اپنی حالت کو درست کر لیا اس صورت میں آپ اپنے بھائیوں کی شکستہ حالت کو درست کر سکیں گے۔ اس لئے خدا سے دعا کرو اور اس کے حکم پر عمل کرو۔

نماز ختم ہونے کے بعد ہز مجسٹی امیر امان اللہ خاں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور کہا اے قادر مطلق! ہم سب کو سچا مسلمان بنا، ہماری رہنمائی اس طرح کر کہ ہماری دنیا اور اخلاقی زندگی کی اصلاح کر سکیں۔ اور دوسرے لوگوں کی امداد کر سکیں۔

اے قادر مطلق! ہمیں اس راستے پر چلا جس سے ہماری روح تمام لالچوں سے پاک رہے۔

اے خدا ہندو مسلمانوں کو جو تیرے بندے ہیں، تمام دنیاوی سرسبزی اور ہر وہ چیز جس کے وہ مستحق ہیں عطا فرما۔

اے خدا! اس گنہگار کو جو تیرا بندہ ہے اپنی رحمایا اور ملک کا سچا خادم بنا۔

جب اس مقام پر ہز مجسٹی پہنچے اس وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے اور تمام لوگوں پر اسقدر راقت ہوا کہ سب کے سب رونے لگے! اور خدا سے دعا کی کہ مسلمانوں کی حالت درست ہو اور وہ اپنی تمام کھوئی ہوئی شان و شوکت کو پھر حاصل کر لیں۔

ہز مجسٹی کا میونسپل کارپوریشن بمبئی کے خطبہ کا جواب

میونسپل کارپوریشن بمبئی کے جواب میں ہز مجسٹی امیر امان اللہ خاں نے کہا "میں آپ کے پرشان و شوکت خیر مقدم کا دل سے ممنون ہوں"۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کا بھی میں شکر گذار ہوں جو میرے خیر مقدم کی تکلیف گوارا کر کے راستوں کے کنارے آ دونوں وغیرہ میں میرے منتظر رہے۔ اس کے سوا انھوں نے خواتین کا بھی ان کے پرجوش خیر مقدم پر شکریہ ادا کیا۔

جو بات اس جواب میں خاص طور پر قابل عمل ہے وہ ہز مجسٹی کی نصیحت ہے۔

انھوں نے کہا مختلف مذاہب کے لوگوں کو چاہئے کہ وہ آپس میں خلوص و محبت کا برتاؤ کریں کیونکہ دو سب ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ ہندو مندر میں جا کر خدا کی یاد میں مصروف ہوتے ہیں اور مسلمان مسجد میں اسی خدا کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ [illegible] کی کوشش کرنی چاہیئے۔ [illegible] برادری میں شریک ہونا چاہیئے۔

خصوصاً انھوں نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ دوسرے مذاہب کے ساتھ اسی رواداری کا برتاؤ کریں جیسے کہ انھوں نے کابل میں کیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے تعلیم کے متعلق خاص طور پر توجہ دلائی اور فرمایا بغیر تعلیم کے کوئی ملک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا تعلیم ہی ایک ایسی چیز ہے جس پر ملک کی ترقی اور سرسبزی کا انحصار ہے۔

آپ نے تورنبی امتیاز کے استعمال کے متعلق فرمایا کہ ہر انسان اپنی ملکی صنعت کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ خواہ وہ اچھی ہو یا بری۔

ہر حقیقی محب وطن، اپنے ملک کی بنائی ہوئی چیزوں کو استعمال کرنا چاہتا ہے، اس لئے ہندوستانیوں کو بھی اپنی مصنوعات سے محبت کرنی چاہیئے۔

ہنگری میدان میں عظیم الشان جلسہ

ہنگری سیدان پر ہز مجسٹی امیر امان اللہ خان کی تشریف آوری کی خوشی میں دو لاکھ سے زیادہ آدمی جمع ہوئے تھے۔ جہاں کئی ایک اوپنیں پڑھے گئے۔

یہ جلسہ نہایت ہی عظیم الشان تھا۔ شاہ پی ایچ ڈی اعلیٰ حضرت کبھی جلسہ ہوا ہو آئندہ ہوگا۔ مسز بیسنٹ اور مسز نائڈو کا بھی ہز مجسٹی امیر امان اللہ خاں سے تعارف کرایا گیا، آپ نے انھیں اپنے ساتھ بٹھالیا۔ ایک اہم بات اس موقع پر پیش آئی۔ جب مولانا شوکت علی صاحب اعلیٰحضرت کی خدمت میں ایک عرضی آدمی کے ہاتھوں پیش کئے اور کہا۔

"ما، مسلمانان ہند، عرضہ میدہیم بہ محضر فلاے برتر ہیچ مسیدانم"

جوں ہی یہ الفاظ زبان سے نکلے اُن کی آواز میں تبدیلی ہوئی۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

شاہ بھی اس سے متاثر ہوئے۔ اور فرمایا۔

"لا تقنطوا من رحمت اللہ" اور مولانا شوکت علی کو چھاتی سے لگا لیا۔ اور بوسہ دیا۔ اس موقع پر ہز مجسٹی کی خدمت میں خطابات پیش کئے گئے۔

ہز مجسٹی نے جواب دیا کہ وہ بمبئی کے پرجوش گرم خیر مقدم سے بہت خوش ہوئے اور وہ اسکو کبھی فراموش نہ کرینگے" اس کے بعد آپ نے آدمیوں کے شہر سے خیر و عافیت سے واپس آنے کی دعا کی ہے۔ سفر کو خیر و عافیت سے جانا اور خیر و عافیت سے واپس آنا میرا مقصد نہیں ہے میں سفر کو اسلئے جا رہا ہوں کہ میں اپنے ملک اور اپنی قوم کی خدمت اچھی طرح کر سکوں۔

اس لئے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس مقصد میں کامیابی کی دعا کریں۔ پھر آپ نے فرمایا۔

افغانستان ہر وقت اپنی مہمان نوازی کیلئے تیار ہے

افغانستان میں ہندوستانیوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جاتا ہے جیسا افغانیوں کے ساتھ۔ اور ہندوؤں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا جاتا ہے جیسا مسلمانوں کے ساتھ۔ افغانستان میں مذہب و ملت کا کوئی فرق نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں امن قائم ہے آپ لوگوں سے جو میرے ایسے ہی مہمان کی تصدیق چاہتے ہیں وہ افغانستان آکر اور چشم دید حالات کا معائنہ کریں افغانستان ہر شخص کی مہمانداری کیلئے تیار ہے

سپاسنامہ جامعہ ملیہ دہلی

بعرض عرض

اعلیحضرت امیر المومنین جلالۃ الملک سلطان امان اللہ خاں غازی بادشاہ مختار و دولت خداداد افغانستان۔

ان احمد للہ تعالیٰ طلبہ جامعہ ملیہ اسلامیہ و اعلیٰ رؤسائے مسلمین

یا حضرت سلطان! ہم ہندوستان کی تاریخ کا کوئی ایسا واقعہ یا ہندوستان کا مالک مستقل اسلامیہ کسی بادشاہ ہند کے سنہری اوراق نہیں پاتے کہ بادشاہ ہند نے خاک پاک ہندوستان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف و مفتخر کیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیحضرت کی آمد آمد نے اسلامیان ہند کے دلوں میں جو مسرت پیدا کی ہے اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ ہم مسلمان ہندیوں کو اپنی مالی حالت ابتر و پراگندہ ہونے کا اس قدر افسوس نہیں ہے جس قدر افسوس ہمیں اس بات کا ہے کہ ہمارے نوجوان جب تک تعلیم سے محروم ہیں۔ ایسی تعلیم حاصل کریں جو کفایت شعاری اور سادگی روحی کسی صورت سے بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ اس میں بھی کسی کو اختلاف نہیں کہ غیر ملکی درسی زبان میں علوم کی تحصیل کی صورت میں بھی آسان کام نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ذریعہ تعلیم اردو زبان کو قرار دیا جائے۔ ہمیں دو ہی باتوں کی ہمارے مسلمان نوجوانوں کے لئے جامعہ ملیہ قائم کیا ہے۔ کہ جس کا نصب العین یہ ہے کہ ایک طرف موجودہ تعلیم اور دوسری طرف مذہبی تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے۔ تیسرا امر یہ ہر شخص کے لئے صنعتی تعلیم بھی لازمی کر دی گئی ہے تاکہ جب مدرسہ چھوڑیں تو کسی صنعت سے بھی آشنا ہوں۔ اور اپنے بال بچوں کے لئے معاش پیدا کر سکیں۔ اسی جامعہ کے نصب العین میں یہ بھی داخل ہے کہ جفاکش ہوں۔ اور متحمل اور سادگی کی زندگی بسر کریں۔ علاوہ ازیں جو علوم و فنون بھی جامعہ میں سکھلائے جائیں گے وہ سب کے سب زبان اردو میں ہوں گے تاکہ طلباء کے دماغ پر بیجا بوجھ نہ پڑے۔ اس مختصر تعارف کے بعد میں ذیل شعبے جامعہ سے متعلق ہیں۔

(۱) ایک کالج جس میں زبان اردو میں اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے اور انگریزی زبان کی تعلیم بھی لازمی ہے۔

(۲) چند مدارس جن میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم دی جاتی ہے۔

(۳) ایک مدرسہ جن میں تین چار رقم کی صنعتیں سکھائی جاتی ہیں۔

(۴) ایک شعبہ تالیف و تصنیف جس میں علمی تحقیقات بھی ہوتی ہے۔

(۵) ایک کتب خانہ جو تصانیف و لغات کے نشر و اشاعت کا انتظام کرتا ہے۔

(۶) دو تین نیچر مدارس جن میں ضرورتمند افراد کی اولاد کو تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے

(۷) ایک مطبع جس میں مطبوعات جامعہ اور دوسری مفید کتابیں طبع کی جاتی ہیں۔

(۸) دو رسالے جن کے ذریعہ قوم میں مقاصد جامعہ کی اشاعت کی جاتی ہے۔

اس جامعہ کی خوش قسمتی ہے کہ اس کو مستقل و ماہران فن کی خدمات حاصل ہیں۔ جامعہ میں ہندوستان کے باہر سے بھی استاد موجود ہیں۔ چونسٹھ سے مستند تعلیمیافتہ لیکر آئے ہیں۔ ہم نے جو کچھ بارگاہ خسروی میں پیش کیا ہے شعشے نہ کہ کے مصداق ہے۔ کیونکہ اس وقت تفصیل کی موقع نہیں۔

اب ہماری درخواست ہے کہ ہم نیازمندوں کی عرض راست کو شرف عنایت سے مشرف فرمائیں۔ اور ہمیں شرف ملاقی فرما کر اس درس گاہ کو اوج افتخار پر پہونچائیں۔ اپنے اس سپاسنامے کے اختتام سے قبل ہم صدق دل سے رسم وداع بجالاتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔

بقدر رفعت مہارک بادہ بسلامت روی و بازآئی
تا آیندہ با دنیر اقبال امان اللہ خاں
پایندہ باد دولت خداداد افغانستان

سپاسنامہ مسلم استقبالیہ کمیٹی بمبئی

بحضور اقدس اعلیحضرت قوی شوکت
شاہ امان اللہ خان بادشاہ ممالک مستقلۂ افغانستان
خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ۔

اعلیحضرت پور محبتی!

ہم مسلمانان بمبئی نہایت مسرت اور جذبات خلوص عقیدت و مودت کے ساتھ پور محبتی اعلیحضرت کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

ہمیں اس امر پر بے حد اطمینان ہے کہ پور محبتی اعلیحضرت کی مملکت اور ہندوستان میں نہایت دوستانہ اور قلبی تعلقات قائم ہیں۔ اور ہمارے سرحد پر افغانستان ایک ایسا دوست ہمسایہ ہے۔ جسے ہندوستان اپنا حلیف سمجھتا اور جس کی دوستی کی بے حد قدر کرتا ہے۔ ہمیں اس امر پر بھی بے حد مسرت و اطمینان ہے کہ پور محبتی اعلیحضرت کی بیدار مغزی کے باعث دربار دولت کابل نے جدید ہمارے ممالک سے ایسے اچھے تعلقات قائم کر رکھے ہیں۔ جو ہر اس ترقی اور اصلاح کے قبیل ہیں ہم اس موقع پر اعلیحضرت کی خدمت شاہانہ میں یہ امر بھی ظاہر کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ کہ دولت افغانستان میں جو کچھ ترقیاں رونما ہوں ان سے ہمیں بلحاظ تعلقات دوگونہ بلکہ تعلقات مذہبی و مراسم ہمسائگی دلچسپی ہے۔ اور ہم کو ان کا بے حد افتخار ہے۔

پور محبتی اعلیحضرت نے اپنے دانشمند و مقابل

وزراء کی امداد سے اصول جدیدہ پر تعلیم جدیدہ کا رواج دیا ہے۔ اور سالانہ نوجوانوں کی ایک معقول تعداد یورپ کی متعدد دارالعلموں میں تعلیم و تربیت کی غرض سے بھیجی جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے دارالعلموں اور افغانستان کے دوسرے شہروں میں ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ مکمل اور مستند درسگاہوں کا اجراء فرمایا ہے۔ جہاں جدید طرز پر تعلیم دی جارہی ہے۔ ہم ہندوستان والوں کو اس امر پر بیحد دلچسپی اور کامل اعتراف ہے کہ اعلیٰحضرت نے تعلیم نسواں کو اپنی خصوصی توجہ میں خاص خیال فرمایا ہے۔ جس لوگوں کو یوم استقلال کے جشن میں شرکت کا موقع ملا ہے۔ انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ نوجوان افغانستان نے علم، فن، زراعت اور بافندگی میں کس درجہ ترقی کی ہے۔ ہم اس موقع پر اس امر کا اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ پور محبٹی اعلیٰ حضرت نے اپنی رعایا کے ساتھ جو طریقہ اختیار کیا ہے۔ وہ دنیا کے لئے ایک مثال ہے۔ اعلیٰ حضرت کے حدود مملکت میں مختلف مذاہب اور جماعت کے پیروؤں کو سعادت کامل و حقوق یکساں حاصل ہیں۔ اور سب کو حکومت کی طرف سے حصول تعلیم کے مواقع حاصل ہیں۔ اور تعلیم سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور ہر ایک شخص خواہ وہ کسی مذہب پر ہو۔ بااصول میرٹ قصاد مساویانہ اسلام اس کی توقع رکھتا ہے۔ کہ اعلیٰ ترین مناصب اور عہدوں سے فائز المرام ہو۔

جس خلافت امداد اہتمام سے پور محبٹی اعلیٰ حضرت کی حکومت نے سارے افغانستان کے مسلم اور غیر مسلم باشندہ کی نگہداشت کا انتظام کیا ہے وہ افغانستان کی تاریخ کے زرین صفحات پر پور محبٹی اعلیٰ حضرت کے عہد کا بہترین کارنامہ مشہور ہوگا کیونکہ اس کی ابتداء در اصل پور محبٹی اعلیٰ حضرت کو جو حکومت سپہد سے ہوئی ہے۔

ہم صمیم قلب سے پور محبٹی اعلیٰ حضرت کو اس پری سفر پر الوداع کہتے ہیں۔ اور ہماری دعا ہے کہ قدرت کاملہ اس خیر ممالک کے سفر میں آپ کی محافظ رہے اور پور محبٹی اعلیٰ حضرت بہ صحت و کامرانی سفر و حضر میں خوش رہ کر اپنے ممالک محفوظہ کو کامیاب واپس آئیں۔ ہم ہمیشہ برادران قوم افغان کی مضمولی اور روز افزوں ترقی کے لئے دست بدعا ہیں۔ خدا کرے انکی رہنمائی کے لئے پور محبٹی اعلیٰ حضرت سا پیدا مغرب شاہ بہت طویل مدت تک سلامت رہے۔ جس کی دلی آرزو یہ ہے کہ رعایا کی ترقی و تربیت مسلم ہو جائے اور سیاسی دنیا اور بالخصوص ہندوستان سے ہر امن تعلقات میں ہم اس موقع پر اس کی بھی حیات کرتے ہیں۔ کہ پور محبٹی زیادہ سے زیادہ کامرانی خیر مقدم کریں اور پور محبٹی کے لئے یہ عاجلہ دل سے باشگیں کہ آپ کا قیام خیر ممالک خوشی خوش گزرے۔ اور بھی خوشی و امن واپس تشریف لائیں۔ اللہ پاک پور محبٹی کو ایک مدت دراز تک بامراد و دل شاد آباد رکھے۔

سپاسنامہ مجلس خلافت ہند

بگرامی حضرت جم قدرت بندگان اعلیحضرت حامی دین مبین سلطان الان اللہ خان غازی تاجدار دولت خود مختار افغانستان ادام اللہ دولتکم وسلطانکم اعلیحضرت تاجدار افغانستان

یا اہل ہند کی خوش نصیبی ہے کہ ہم اپنے محبوب بادشاہ کو جس کی خوشنما صبح شرقی کا داغ سطوت مس کے چہرہ پر مسلمان کی نظر ہے۔ اپنی مجلس میں دیکھتے ہیں اور انتہائی خوشی سے ہم دوچار ہیں۔

اعلیحضرت کا پاک قدم ہندوستان میں شرف اور بزرگی کا باعث اور اوس دیار اور جگہ کے رہنے والوں کے لئے سرمایہ عزو افتخار ہے۔ اور ہم سب راجب ہے کہ اس طرح پر خوش آمدید کہیں کہ دلوں سے نکل کر دلوں پر اثر کرے۔

بیا کہ چشم و دلہا بخاست فرش راہ تو

اعلیحضرت کے انگلیں خلافت کی بنیاد مسلمانوں نے ہندوستان میں جنگ عمری کے زمانہ میں رکھی اور خلافت کی تائید از جزیرۃ العرب کی محافظت اس کے مقاصد میں تھیں اور اس نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ ساری دنیا میں اوسکا آوازہ بلند ہوا۔ اب جو مسئلہ خلافت تازگی میں پیدا ہوگیا ہے ہم نے بمناسب سمجھا کہ تمام مسلمان متحد ہو کر نزاعیوں کی اصلاح میں کوشش کریں۔ چونکہ جزیرۃ العرب اسلام کا گہوارہ ہے۔ اس لئے یہ انجمن اس کی نگاہ داری سے ہاتھ نہیں اٹھا سکتی۔ دوسری اہم خدمت اس انجمن نے اپنے ذمہ لی ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو سیاست سے آگاہ کرے اور دوسری اقوام ہند سے متحد کرے نیز مسلمانان عالم اور اقوام مشرق سے بھائی چارہ کا مضبوط رشتہ قائم کردے۔ چنانچہ اس خدمت کو بھی یہ انجمن ہاتھ سے نہیں دیسکتی۔

اسوقت اس انجمن کے متعلم مسلمانوں کی اصلاح میں منہمک ہیں۔ خود اس بمبئی میں جہاں خلافت کا مرکز ہے بائیس مدارس شبینہ قائم ہیں جن میں وہ مزدور جو دن کو محنت مزدوری کرتے ہیں۔ رات کے وقت تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اور معمولی حساب و کتاب لکھنا پڑھنا سیکھتے ہیں اور تعلیم اسلامی سے بھی ان کے کان اشنا ہوتے ہیں۔

اس انجمن کی یہ بھی کوشش ہے کہ مسلمان مستعد ہو کر اپنے بچوں کو تعلیم سے بہرہ اندوز کریں۔ چنانچہ اس بارہ میں ہماری انجمن پوری کوشش کر رہی ہے اور اپنے کام کے دائرہ کو وسیع کرنا چاہتی ہے۔

اعلیحضرت! مسلمان جانتے ہیں کہ دولت افغانستان ہندوستان کی ہمسایہ ہے اور اس تعلق سے ہندوستان کا بھلا بھلا اور ترقی ہے۔ چونکہ ہم اسے عزیز رکھتے ہیں اسی لئے ہم نے اپنے قوم و ملک کی کے لئے جو کام کیا ہے اسے مختصراً عرض کر دیا۔ اور اسطرح ہماری آرزو ہے کہ ہمارے باہمی تعلقات محبت و دوستی میں فرق نہ آئے۔ اسوقت ہم نہیں چاہتے کہ بندگان والا کو زیادہ تکلیف دیں۔ ہماری دعا ہے کہ خدائے برتر و توانا اس سفر کو ذات والا صفات اعلیٰ دولت افغانستان کیلئے جس کے ہم سب غیر خواہ ہیں مبارک و مسعود کرے

زندہ باد امان اللہ خان غازی
پائندہ باد دولت مستقلہ افغانستان

بمبئی کے ایک پارسی محب وطن کا پرجوش خیر مقدم

(برجوبھی نرائی بھیرو جیہ بمبئی)

مرحبا! بادشاہ امان اللہ خاں مرحبا!

آج سارا ہندوستان اعلیحضرت کے خیر مقدم کے چشم براہ ہے۔ اور گرم جوشی سے استقبال کیلئے تیار ہے۔ اس لئے کہ:-

(۱) بادشاہ! آپکا افغانستان زرخیزیوں اور ہندوؤں بدھ مت والوں اور مسلمانوں کا قدیم وطن ہے۔

(۲) آپ کے ملک میں ابتک گوتم مہاویر کے زمانہ کی اعلیٰ ترین یادگاریں موجود ہیں۔ اور بہت سی عہد گذشتہ کی ایسی نشانیاں ہیں جنہیں زمانہ معدوم چلا ہے۔ مگر وہ چیزیں میں جیکے لئے۔ ہمیں اعلیٰ حضرت کا ملک بیحد محبوب ہے۔

(۳) اعلیٰ حضرت آپ ہمارے ممتاز مہمان اور بزرگ رفیق ہیں۔

(۴) آپ کی ذات شاہانہ مساوات انسانی اغراض خواتین اور شرافت عمل کی زبردست حامی ہے۔

(۵) آپ کی ذات فلک مرتبت سے افغانستان میں دور جدید کا رونما ہوا۔ جہاں ہندو مسلمان سکھ اور دوسری جماعتیں رواداری اور ہم آہنگی سے زندگی بسر کرنے میں جہاں منصب اور اعزاز کیلئے قابلیت بہترین معیار ہے۔

(۶) اپنے چہار دولت اور سرحد پر امن امان قائم کر کے دنیا کے سامنے ایک مثال قائم کردی ہے

(۷) اپنے وطن مالوف اور رعایا میں بہت سی اصلاحات جاری کردی ہیں۔

(۸) آپ کی ذات مستقبل ایشیا کی امن و امان کی کفیل ہے۔

یہ وہ باتیں ہیں تبریک خیر مقدم دوبارہ سہ بارہ پیش کرتے ہیں۔ (خلافت)

مقامی خبریں

حضرت اقدس واعلی کی سالگرہ مبارک کی خوشی میں مندرجہ ذیل عہدہ داروں کو خطابات سرفراز ہوئے۔

(۱) آغا محمد علیخاں صاحب شیر یکہ مقیم دال۔ آغا جنگ

(۲) مرزا بشیر بیگ صاحب ناظم جبر فن بشر یار جنگ

(۳) محمد شمس الدین صاحب اول تعلقدار ضلع گلبرگہ شریف معتمد یار جنگ

(۴) نثار احمد صاحب اول تعلقدار راچور۔ نثار یار جنگ۔

۹ بہمن کو عدالت فوجداری بلدہ میں نواب سراجین جنگ بہادر صدر المہام عدالت تشریف لائے تھے ۱۱ بجے سے ۲ بجے تک مختلف اجلاسوں پر مقدمات کی سماعت فرماتے رہے۔ بجانب اہل علما اضافہ گریڈ کے متعلق ایک درخواست پیش کیگئی۔ بوقت رخصت نظامت مبین نے نواب صاحب کو پھولوں کے ہار پہنائے۔

کرنل ٹریچ صدر المہام پولیس و مالگذاری نے بہ معیت کوتوال صاحب بلدہ و مجسٹر امیر سلطان و مسٹر مین ریذیڈی بمدگار بلدہ کے ناکوں کا معائنہ کیا۔

جامعہ عثمانیہ کے سابق فاضل پروفیسر سٹرین جی فکر، جو علالت کیوجہ سے انعام یکبارگی خدمت سے سبکدوش ہوگئے تھے، ان کے خاص حقوق کے لحاظ سے تین لڑکیوں کے نام دو سو روپیہ ماہانہ بطور وظیفہ تعلیمی حسب الحکم مہاراجہ منظور ہوا ہے تاکہ انھوں نے اپنی لڑکیوں کی تعلیم حسن اعلیٰ اصول پر قائم کی ہے، جاری کی جاسکے۔

مسٹر سید حسین صاحب سابق طالب علم کلیہ جامعہ عثمانیہ کو مجلس علمی کلیہ جامعہ عثمانیہ نے ان کے مقالہ پی ایچ ڈی شائع کرنے اور ان جدید کیمیائی مرکبات کا حق ایجاد محفوظ کرانے کے لئے جو انھوں نے دریافت کیا ہے ایک بونڈ منظوری صادر کی ہے۔

اصلاح اسپیشل مجسٹریٹ نے ایک مقدمہ نقب میں ملازم رسوے کو بذریعہ سمن طلب کیا اور اس پر راست سمن کی تعمیل کرائی حسب وہ حاضر آیا تو وارنٹ گرفتاری جاری کیا پولیس نے اسکو گرفتار کیا اور عبدالوہاب شہادت پیش کیا اس کی اطلاع افسر بالا کو نہیں دی جو ضرور تھا۔ لہذا اسپیشل مجسٹری سرمایہ راجہ صدر المہام بہادر باب حکومت سرکار عالی مندرجہ مراسلہ محکمہ پیشکار (۱۵۰) مورخہ ۱۲ آذر ۱۳۳۶ف اجلاس انتظامی عدالت العالیہ سے حکم ہوا ہے کہ ملازمین رسوے بر تعمیل سمن مطلوب ہو تو پہلی تعمیل بواسطہ افسر بالا ہونی چاہئے۔ اور بصورت گرفتاری یہ ضرور ہے کہ کسی ایسے دشمن بھی کی آمد آمد پیدا نہ ہو تو ہتھیار رکھ دیئے جائیں جو بیکی فوری گرفتاری سے شدید خطرہ یا ہیجان کا سماں قوی احتمال ہے۔ اگر ایسی صورت ہو تو پولیس کو ہدایت دیجائے کہ وہ اس امر کا کافی انتظام کرے کہ شخص گرفتاری ملزم فرار نہ ہونے پائے تاآنکہ اس کی گرفتاری باجازت افسر بالا عمل میں نہ آئے اور جب شخص گرفتار رشتہ کی جواب دہی و تصفیہ میں عرضداشت ہو تو اس کی اطلاع بھی اوس کے افسر کو دینی چاہئے۔

فرمان واجب الاذعان مرتبہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۶ جلاس انتظامی کے اختیارات کے متعلق مشروحہ ذیل لاہا ہے اور سررشتہ عدالت العالیہ کے عہدہ داروں کی حاضری و مرخصات اور روزانہ کارگذاری پر نگرانی رکھنا بھی مجلس عالیہ عدالت کے تفویض فرمایا گیا ہے لہذا بامتثال فرمان قضا شیر عمل کیا جاتا ہے۔ کہ متصفین کے تنخواہ حاضری عدالت ہائے اضلاع میں۔ عدالتہائے اضلاع کے صدر عدالتوں میں اور صدر عدالتوں اور بلدہ کی عدالتوں اور آفیشل مجسٹریٹ صاحب کے تنخواہ عدالت العالیہ میں ماہانہ آیا کریں۔ عدالتہائے ماتحت کو اس نگرانی میں اگر معلوم ہو کہ عہدہ دار وقت کی پابندی نہیں کرتے تو مناسب تنبیہ دیکر عدالت العالیہ کو مطلع کیا کریں اور تنخواہ سے متعلق اخراجات کے متعلق حکام بالا کو باخبر رہنا چاہیئے۔ اور سخت نگرانی رکھنی چاہیئے۔ نیز اچانک معائنہ کر کے عیبی دیکھا جائے اور عام طور سے مروجہ قبل عہدہ دار کو اطلاع دینی چاہیئے کہ آزادگاہ کی پابندی نہ کی گئی یا تنخواہ جات میں غلط اندراج کیا گیا تو ان سے سخت مواخذہ کیا جائے گا لہذا قبل از قبل عہدہ داران عدالت کو تنبیہ کیا جاتا ہے۔ کہ یہ عذر کافی نہ ہوگا کہ کام کم ہے اگر کسی عدالت میں کام کم ہو تو اسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ دوران گشت جائے مگر معلوم ہوتا ہے کہ بعض عہدہ داران باوجود کام نہ ہونے کے بھی وقت کی پوری پابندی نہیں کرتے۔

اشتہار

طلبی مدعی علیہ سرتہ عدالت دیوانی متصفی نشان مقدمہ (۱۸۶) ۱۳۳۶ف

باجلاس نواب محمد زین العابدین متصفی عدالت دیوانی تعلقہ راچور بنت خاتون مدعی بنام ذنیکٹ راؤ وغیرہ مدعی علیہ دعوی استقرار حق

بنام سید قاسم ولد سید عبدالغنی عمر (۳۸) ساکن قوم مسلمان پیشہ اندور کبیر پرتی

چونکہ مدعی علیہ مذکورہ بالا کے خلاف مدعیہ مذکورہ بالا نے دعوی استقرار حق مذکورہ بالا کا دائر کیا ہے اور سمن بنام مدعی علیہ مذکورہ بالا کے بتعمیل آمد ہوا ہے اور مدعی علیہ مذکورہ بالا کا حاضر ہونا ضروری ہے لہذا مدعی علیہ مذکورہ بالا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ بتاریخ ۲۵ بہمن ۱۳۳۶ف بوقت ۱۰ بجے صبح بعدالت ہذا حاضر ہو ورنہ مقدمہ بغیر حاضری مدعی علیہ مذکورہ بالا کے فیصلہ کیا جائیگا۔

دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا فقط

شرسوی دستخط سررشتہ دار

نظام گزٹ

کا

سالگرہ نمبر

حضرت اقدس اعلیٰ کی سالگرہ مبارک کی خوشی میں

نظام گزٹ کا خاص نمبر، رجب میں نہایت آب و تاب سے کثیر تعداد میں شایع ہوگا جس میں خسرو دکن سلطان العلوم و خدیو کیمیائی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کے وہ نوٹ شائع کئے جائینگے جو اب تک کسی اخبار یا رسالہ میں شائع نہیں ہوئے اسکے سوائے دکن کے بعض ماہرین فن کے اعلیٰ درجہ کے مضامین کیساتھ انکے بھی فوٹو دیئے جائینگے۔ جو حضرات اشتہار دینا چاہتے ہیں وہ اپنا اشتہار و اجرت کے جلد سے جلد دفتر نظام گزٹ پر ۲۰ بہمن ۱۳۳۶ف تک روانہ کردیں۔ منیجر نظام گزٹ چارمینار حیدرآباد

THE TAQAT DELHI

تار کا پتہ طاقت دہلی

اخبار طاقت دہلی

خاص نمبر

یکم جنوری ۱۹۲۸ء کو شایع ہو کر دنیائے صحافت میں اپنی پہلی مثال قایم کریگا

خاص نمبر کی چند خصوصیات

خاص نمبر کے مضامین کتابی ڈھائی سو صفحوں کی برابر مضامین ہونگے۔ بہترین اہل قلم حضرات کی تحریروں سے اس نمبر کو آراستہ کیا جائیگا۔ اس میں لاتعداد سیاسی مضامین علمی مضامین۔ ادبی مضامین اور افسانے ہوں گے۔ ان کے علاوہ علم نجوم۔ علم ہپناٹزم۔ علم الارواح علم فراست اور دوسرے اسی قسم کے علوم پر لاجواب مضامین حاصل کیے گئے ہیں۔ انتہا درجہ کے دلچسپ اور ظرافت آمیز مضامین بھی ہوں گے۔ طاقت کے خاص نمبر میں اتنے مضامین ہوں گے کہ اگر اسے علم و ادب کی انسائیکلو پیڈیا کہا جائے تو کچھ بیجا نہیں۔

خاص نمبر میں تصاویر بیس بائیس بلوک فوٹو کی رنگین و سادہ تصاویر ہوں گی۔ اس کے علاوہ مختلف رنگوں میں ایک خاص تصویر تیار کرائی جارہی ہے جس کا موضوع "مست شباب" ہے۔ یہ تصویر مصوری کی رنگ آمیزیوں کا بہترین نمونہ ہوگی۔ اس نمبر کی تصاویر کے لیے خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے۔

خاص نمبر کا رنگین ٹائٹل - خاص نمبر کے ٹائٹل کے لیے متعدد بلاک بنوالے گئے ہیں۔ یہ ٹائٹل کئی رنگ میں بہترین کاغذ پر تیار ہو رہا ہے۔ صرف ٹائٹل کی لاگت کا اندازہ ایک ہزار روپیہ کیا جاتا ہے۔

کارٹون وغیرہ - لاتعداد بہترین کارٹونوں سے بھی اس پرچہ کو آراستہ کیا جائے گا۔

غرضکہ - طاقت کے خاص نمبر میں وہ ہوگا جو اس وقت تک ہندوستان کا کوئی اخبار نہیں کر سکا

خاص نمبر حاصل کرنا ہو تو پرچہ کی قیمت آٹھ آنے اور ایکٹرا ٹکٹ بھیجکر نام رجسٹر کرالیجیے۔ مستقل خریداروں کو پرچہ تحفتہً دیا جائیگا

طاقت کے خاص نمبر میں اشتہارات

کو بہتر سے بہتر بنا کر شایع کیا جائیگا۔ مشتہرین کو چاہیے کہ جلد سے جلد توجہ کریں کیونکہ نصف سے زیادہ اشتہاری صفحات اس وقت تک پر ہو چکے ہیں۔ بغیر کوئی اجرت لیے بغیر کوئی اشتہار شایع نہیں ہوگا۔ اجرت ہر کسی کیلیے جو خط و آیندہ آئیگا جواب دیا جائے گا۔ ریڈنگ سیٹر کے پیچے جو اشتہارات درج ہونگے ان کی اجرت نرخنامہ سے ۲۵ فیصدی زائد ہوگی۔

نرخنامہ اشتہارات	ایک صفحہ	نصف صفحہ	چوتھائی صفحہ	ایک کالم	نصف کالم	چوتھائی کالم
بجائے	۲۵ روپے	۱۵۰ روپے	۸۰ روپے	۱۲ روپے	۷ روپے	۴ روپے

اخبارات کے ایجنٹ جتنے پرچے نمونہ منگا کر فروخت کرا سکیں دیں۔ ایجنٹ اخبارات کو پیشگی۔ رقم وصول ہوئے بغیر ہرگز پرچہ نہ بھیجا جائیگا



منیجر اخبار طاقت جامع مسجد دہلی

قیمت فی پرچہ خاص نمبر آٹھ آنے

نوٹ ضروری

امتحان مڈل وعثمانیہ میٹرک

کے امیدواران مندرجۂ ذیل کتابوں کو پڑھکر پرچہ جات تاریخ وجغرافیہ بآسانی حل کرسکتے ہیں۔

جدید جغرافیہ دنیا یہ اپنے طرز کا بے نظیر اور مکمل جغرافیہ ہے اور خاص طور پر لاہور میں طبع کرایا گیا ہے اس میں (۵۱) رنگین اور سادہ نقشے چسپاں ہیں قیمت ..... (عہ)

جدید تاریخ ہند یہ مکمل اور الوکھی تاریخ نہایت آب وتاب سے لاہور سے طبع ہوکر آئی ہے۔ کئی تاریخی نقشے اور خاکے دئے گئے ہیں۔ قیمت ..... (عہ)

سلیس جغرافیہ دکن یہ عجیب وغریب جغرافیہ دکن متعدد رنگین وسادہ نقشہ جات وتصاویر سے مزین ہے اور بہت فرخت ہورہا ہے۔ قیمت ..... (۴)

ان کتابوں کی قیمتیں خریدوں کے لحاظ سے بہت کم رکھی گئی ہیں تاکہ ہر ایک طالب علم ان کو خرید کر پڑھ سکے۔ مؤلف کا دعویٰ ہے کہ ہر ایک طالب علم ان کتابوں کو پڑھ کر تمام امتحانی سوالات بآسانی حل کرسکتا ہے۔ کاغذ چھپائی وغیرہ کا اندازہ کرنا ہو تو نمونہ کے صفحے اور اشتہار مفت منگا کر آزمالو۔ **المشتہر** سید عبدالقادر تاجر کتب وپبلشر چارمینار حیدرآباد دکن

کتب خانہ تجارتی سید عبدالقادر تاجر کتب وپبلشر مالک اعظم اسٹیم پریس چارمینار حیدرآباد دکن

رعایتی فہرست

قرآن شریف پانچ ترجمہ والے ہیں (خط وانتخ اور صاف ہے چھپائی اچھی ہے) ان میں سے دو فارسی ہیں جن میں سے ایک ترجمہ فارسی شیخ سعدی کا دوسرا ترجمہ فارسی خاتم المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا ہے اور تین اردو کے ترجموں میں ایک ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ دوسرا اسلافا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی تیسرا حضرت حکیم الامۃ مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی کا ہے۔ اس کے ساتھ حاشیہ پر کامل اردو تفسیر مسمی بہ احسن التفاسیر لکھی گئی ہے یہ تفسیر حضرت مولانا احمد حسین صاحب دہلوی مرحوم کی تالیف ہے مختصر جامع مفہم ہے کاغذ بھی اچھا خوشنما دیدہ زیب ہے۔ مطبوعہ دہلی بایہ (۱۲عہ) سکہ ثمانیہ مجلد علاوہ خرچ ڈاک۔

مطبوعہ جسرات وفارس ہر دفتر کے کارآمد خصوصاً سررشتۂ تعلیمات اور محکمہ جات عدالت کو توالی وغیرہ وغیرہ کے تیار کی جنکی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کیجاتی ہے۔ آرڈر پر موسومہ فارم طبع کرکے ارجنٹ تعمیل کیجاتی ہے۔

کتب درسیہ نصابی کے خلاصہ جات وترجم شریک امتحان میٹرک مترجم اڈیولی **ہند کی مصری یعنی ترجمہ قندپاری** عبدالظاہر صاحب بی اے بی ٹی سکنڈ لائف رعایتی ۸

شرح زبدہ اردو قیمت (۴عہ) رعایتی (عہ)

مؤلفہ مولوی محمد عبداللطیف صاحب مدرس فوقانیہ گلبرگہ شریف

نرخنامہ طبع اشتہارات نظام گزٹ چارمینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایک خاعت
ایک صفحہ	۱۱ صہ	۶ صہ	۳ صہ	سہ	عہ
نصف صفحہ	۶ صہ	۳ صہ	۲ صہ	۲ عہ	۱ لے
ربع صفحہ	۳ صہ	۲ صہ	۱ صہ	۱ عہ	۱ لہ
ایک کالم	۲ صہ	۱ صہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ ح
نصف کالم	۱ صہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ ے
ربع کالم	۱ عہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ ال

اشتہارات کے نرخ میں اخبار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ ہوتا ہے

کتب خانۂ تجارتی سید عبد الرزاق تاجر کتب اینڈ پبلشر و مالک رزاقی مشین پریس حیدرآباد دکن

نوٹس آن اسلام انگریزی یہ ایک نہایت معتبر و مستند کتاب ہے جس کو عالیجناب سر احمد حسین کے سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ ای۔ المخاطب نواب ابن جنگ بہادر نے نہایت ثابت اور تحقیق سے تالیف فرمایا ہے۔ اس میں اسلام اور اس کے عقائد کی حقانیت کو فلسفیانہ و منطقیانہ ثابت کیا ہے۔ استدلال نہایت قوی اور اسلوب بیان نہایت اعلیٰ ہے۔ انتخاب تبلیغی و بقائے اصلح سے بھی بحث کی گئی ہے۔ جو علم ارتقار کے اہم مسائل ہیں۔ اس موضوع پر یہ پہلی اور بہترین کتاب ہے۔ جو انگریزی میں لکھی گئی ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ اعلیٰ ہے۔ اور مجلد بھی ہے۔ قیمت (عہ)

مآثر دکن بلدہ حیدرآباد و مضافات بلدہ کی عمارات و آثار پر نہایت بہترین کتاب ہے جس میں (۵۷) تصاویر اور دیکھنے درج ہیں۔ اور حالات نہایت دلچسپ ہیں۔ مولانا سید علی اصغر بلگرامی آصفجاہی جیسے فاضل نے تالیف کی ہے۔ قابل دیدہ ہے۔ قیمت (ے) لے

کلیات وفا مفرزیات اردو و نہایت دلکش ہیں۔ اس کے بعد مرثیہ اور قصائد ہیں۔ اخیر میں چند فارسی غزلیں بھی ہیں۔ اس کلیات کے مطالعہ میں دلچسپی ہوتی ہے طبیعت ہنس اٹھتی ہے۔ لکھائی چھپائی اور کاغذ بھی عمدہ ہے۔ قیمت عہ

تمدن ہند ڈاکٹر لی بان کی فرنچ تصنیف کا ماہرانہ اردو میں ترجمہ نہایت اضافہ و تنقیحات و حواشی سے معیار مولوی سید علی صاحب بلگرامی مدرس جو چند سال پہلے (عہ) میں یہ کتاب فروخت ہوتی رہی۔ اس میں (۴۹) تصاویر اور (۲) دلفریب نقشہ اور تقطیع رنگاں ہے۔ اور یہ مرسوم ترجمہ کے ذریعہ کی طبع زندہ ہے۔ مژدہ باد کہ اب یہ لاثانی قدر و قابل دید کتاب مجلد (عہ) میں علاوہ محصول ڈاک ملتی ہے۔ ناظرین کرام اس زرین موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں

سیرۃ النبی دیباچے سوانح اقدس حضرت سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از پیدائش تا وفات شریف میں ہیں اقامت اتمام تمیز خلافت اشاعت۔ اسلام انتظامات نہ ہبی۔ تکمیل شریعت۔ شمائل۔ اخلاق و عادات۔ تمدن معاشرت۔ وغیرہ وغیرہ کی تفصیل ازواج و اولاد مطہرہ کا تذکرہ ہے۔ جس کو مولانا مولوی شمس العلما علامہ شبلی نعمانی نے نہایت عالمانہ رنگ میں اردو زبان میں تین جلدوں میں لکھا ہے۔ کاغذ اور طباعت نہایت بہترین ہے کاغذ قسم اول ہر ہر حصہ بلا جلد کی قیمت (عہ) کاغذ قسم دوم ہر ہر حصہ بلا جلد کی قیمت (عہ) علاوہ محصول ڈاک ہے۔

سفر حرمین الشریفین یہ ایک لاجواب کتاب ہے۔ جس میں مدینہ منورہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اور کثیر نقشے تمام دیوت المقدس و مصر کے نہایت نفیس بلاک و ٹو شامل کتاب ہیں ہیچ علما و فضلا نے اس کی خوبی کے متعلق رائیں دی ہیں۔ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے۔ اب بہت تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں۔ قیمت بجائے (عہ) روپیہ کے (ے) روپیہ

تشریح السیاسی اس میں تاریخی واقعات کے ساتھ سیاسی معاملات کی تشریح کی گئی ہے۔ سیاسی فرمانروایان ممالک مختلفہ تصریح و توضیح۔ و دلمن تعلیم سیاسی۔ اصول فرمانروائی کے تحت دو دو امور درج ہیں جو قابل دید و لائق داد ہیں۔ سیاسی نظر سے گورنمنٹ حضور نظام کی تنظیم کے متعلق جو مواد اس میں ہے۔ اس سے واقفیت از بس ضروری ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب مفید معلومات کا ذخیرہ ہے۔ قیمت (عہ)

دیوان غالب اردو مطبوعہ ہر ان پاکٹ تقطیع نہایت خوبصورت شیب قیمت (عاں) .....

عقد یوگان از مرثی فاضل مولوی محمد شمس الدین صاحب بی۔ ڈی ہیڈ ماسٹر مدرسہ دارالعلوم حیدرآباد۔ یہ ایک مختصر و دلچسپ رسالہ ہے جو یوگا کے متعلق ہے۔ یوگا کیا ہے۔ یوگی کون ہوتا ہے۔ یوگی کے کیا کیا کمالات ہوتے ہیں۔ یوگی کیونکر بنا جاتا ہے۔ یوگی کے کیا فرائض ہیں۔ یوگی کے کیا حقوق ہیں۔ یوگی کے کیا مراتب ہیں۔ یوگی کے کیا مدارج ہیں۔ یوگی کے کیا مقامات ہیں۔ یوگی کے کیا مشاغل ہیں۔ یوگی کے کیا مشاہدات ہیں۔ یوگی کے کیا مکاشفات ہیں۔ یوگی کے کیا مقاصد ہیں۔ یوگی کے کیا مطالب ہیں۔ یوگی کے کیا مآرب ہیں۔ یوگی کے کیا مناسبات ہیں۔ یوگی کے کیا مناصب ہیں۔ یوگی کے کیا مواہب ہیں۔ یوگی کے کیا مواجب ہیں۔ یوگی کے کیا مواجبات ہیں۔ یوگی کے کیا مواجبات ہیں۔ یوگی کے کیا مواجبات

رجسٹرڈ سرکار آصفیہ نشان ۶۱

جلد ۱
عدد ۷-۸-۹

مضامین خاص

یادرفتگان:
مہاراجہ سرکشن السلطنۃ بہادر

اصول انقلاب:
پروفیسر حسین علی مرزا

محمد علی پاشاہ
ڈاکٹر ظہیر الدین افندی

نظام گزٹ

سالگرہ نمبر

اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خان بہادر آصف جاہ سابع



مدیرین
سید وقار احمد ام - اے
محمد حبیب اللہ رشدی ام - اے

قیمت سالگرہ نمبر آٹھ آنے

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چنار کھ

سرکار سے سالانہ	بارہ روپیہ
امرا و رؤسا سے سالانہ	دس روپیہ

ہندوستان کے لئے ع محصول ڈاک

سالانہ	۱۲
ششماہی	۶
سہ ماہی	۳
فی پرچہ	۰-۶-۲

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمائے۔

(۲) تصنیف مضامین وغیرہ کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو اطلاع دینے سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمائے۔

(۵) نظام گزٹ تقریباً ۱۶ صفحہ کے حجم پر شائع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شائع ہونگی۔ منیجر

سوچ ہم ہستی تراز و ئے کم و کیف حیات
تیری میزان ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

سالگرہ نمبر

عدد ۹۸۰۷ حیدرآباد دکن: دوشنبہ ۱۵ رجب ۱۳۴۶ھ ۹ جنوری ۱۹۲۸ء ۶ اسفندار ۱۳۳۶ف جلد



اے قامت برتراز چرخ برین
جلوۂ صدیق از سیمائے تو
از تو مارا صبح خندان شام ہند
روش ملت زندہ از امروز تو
بندگان نستیما، تو خواجہ
پیش سلطان دین گہر آوردہ ام

از تو باقی سطوت دین مبین
حافظ ناموس جوش فنائے تو
استقامت مرکز اسلام ہند
تاب این برق کہن از سوز تو
از پے فردائے ما دیباچہ
قطرۂ خون جگر آوردہ ام

سر اقبال (از رموز بیخودی)

نظام گزٹ

سالگرہ نمبر

کلام الملک ملک الکلام

کلامِ نعتیہ

حضور پرنور اعلیٰحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ

در مدینہ تو بیا مسکنِ ایمان اینجاست — رحمتِ ہر دو جہاں مظہرِ رحمان اینجاست

دیدۂ دل بکشا۔ نورِ ازل را بنگر — کز فروغِ نبوی جلوہ یزدان اینجاست

مسند آرائے وفا۔ صدر نشینِ طٰہٰ — مہبطِ روحِ امیں حاملِ قرآن اینجاست

گوید این گنبدِ خضرا کہ بطورِ سینا — انچہ تو میطلبی موسیٰ عمران اینجاست

تیرگی گر شدہ کافور چہ جائے عجب است — کہ ضیا بخشِ جہان مہرِ درخشان اینجاست

دعوائے ختمِ رسل مہرِ نبوت داری — ہیچ صد خاتمِ انگشتِ سلیمان اینجاست

بردہ اے بادِ صبا تشنہ لبان را مژدہ — جامِ توحید بکف ساقیِ دوران اینجاست

رفتی روضۂ پرنور چہ پرسی از من — برّاقِ کنگرہ اش نیّرِ رخشان اینجاست

ہمچو جبریلِ امیں خادمِ درجا روب کش است

بر درِ پاکِ تو عثمان علیخان اینجاست

مرسلہ نواب فصاحت جنگ بہادر حضرت جلیل مدظلہ

شذرات

انگریزی نیا سال شروع ہو گیا۔ اور اقبال شہر مژدہ "نیا سال نئے ولولے کے ساتھ لایا۔ سال کے اختتام پر قومی مجلسیں ہوتی ہیں اپنی قسمت کا لیکھا پڑھا جاتا ہے اور قومی ترجمان گاہ کے سامنے صوبوں کے نائب اپنے اپنے صوبہ کی جانب سے "اعترافِ گناہ" کر کے "نیکی کے راستہ" پر چلنے کا تہیہ کر کے آتے ہیں۔ یہ منگامہ آرائی کیا کچھ کم تھی کہ اس سال ایک نیا شگوفہ کھلنے والا ہے۔ یعنی سائمن کمیشن آنے والا ہے۔

* * *

سائمن کمیشن بائیکاٹ کرنے کیلئے بمبئی میں کانگریس ہوس میں ایک جلسہ ہوا۔ جلسہ کی صدر زانۂ حال (ای چاند سلطانہ مسز سروجنی نائیڈو کے سوا کون ہو سکتا تھا۔ (مسز سروجنی نائیڈو کو ہم زنان دارک نہیں کہہ سکتے کیونکہ وہ عنقریب اتفاق سے بڑھاپا ہوا ہے۔ البتہ چاند سلطانہ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ چاند سلطانہ بھی دکن ہی کی بیٹی تھی اور مسز نائیڈو بھی دکن ہی کی دختر ہیں؛ چاند سلطانہ نے دہلی کے بادشاہ سے مردانہ مقابلہ کیا تھا، مسز نائیڈو اُس بادشاہ کے جانشینوں سے مردانہ مقابلہ کر رہی ہیں اور چاند سلطانہ اگر ایک صوبہ کی حکمران تھیں تو مسز نائیڈو بھی کانگرس کی صدر رہ چکی ہیں جلسہ میں دو انگلستان کے فرزند اور ہندوستان کے دوست بھی موجود تھے۔ یعنی مسٹر فن نر براک دے اور مسٹر ہارڈی جونس۔

* * *

یہ دونوں حضرات حزب العمال (لیبر پارٹی) کے رکن ہیں۔ مسٹر فن نر براک دے نے اپنی تقریر میں سائمن کمیشن کے تقرر پر ہندوستان کے حقوق اور عزت کی پامالی کی پوری تفصیل کی اور کہا کہ مقاطعہ کے ساتھ کوئی تعمیری اسکیم بھی تیار کرنی چاہیئے۔

اس جلسہ میں بہت سے بچھڑے ہوئے لیڈر جمع ہو گئے۔ مسٹر محمد علی (جناح) بھی تھے۔ اور مولانا محمد علی بھی۔

* * *

مسٹر ہارڈی جونس نے کمیشن کے مقاطعہ میں سرگرمی کو متحدہ ہو جانے پر زور دیا۔ اس سلسلہ میں انھوں نے ایک قصہ سنایا۔ کہ ایک شخص کسی بائسکل خانہ کو دیکھنے گیا۔ وہاں بہت سے بائسکل ملی ہر دار ان کی طرح بہت چینی اور خوشنما کھڑی تھی۔ (مسز نائیڈو نے بائسکل خانہ کے دار و غہ سے کہا کہ "رات میں آپ ان کا انتظام کس طرح کرتے ہیں؟" دار و غہ نے جواب دیا "ہم ایک آدمی رات بھر گزارتے ہیں" "ایک آدمی ہو؟" اس شخص نے تعجب سے دریافت کیا "کیا یہ تمام بائسکل متحد ہو کر اسے مار نہ ڈالینگے؟" "نہیں" داروغہ نے جواب دیا۔ "بائسکل متحد نہیں ہوا کرتے" مسٹر ہارڈی جونس نے کہا کہ اس سے سبق لینا آپ کا کام ہے۔ پھر انھوں نے کہا کہ "متحدہ ہندستان میں انگریزوں کی آمد سے ایک تقریباً ڈیڑھ سو برس کے عرصہ میں کمیشن کا مسئلہ سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اب ہندوستانی کا یہ فرض ہے کہ اپنے ملک کی آئندہ قسمت کے فیصلہ کے لئے تیار رہے۔ آئندہ ہفتہ میں کانگرس کے اجلاس میں ہندوستان کو معلوم ہو جائیگا کہ اس کی قومی عزت موضوعِ نظر میں ہے اور کانگرس کا جو کچھ تصفیہ ہوگا اس کا اثر بہت زمانہ تک اور بہت دور تک پہنچیگا۔ اگر میں ہندوستان ہوتا تو اس کمیشن سے بالکل مقاطعہ کرتا" پھر انھوں نے کہا "آپ اپنے ہی اوپر اعتماد کیجئے کسی بیرونی پارٹی یا جماعت پر بھروسہ نہ کیجئے" اور لیبر پارٹی کے اس رویہ پر اعتراضات کے متعلق کہا کہ "آپ لیبر پارٹی کو (توری پارٹی (حزب المحافظین) کے ساتھی نہ سمجھئے۔ توری پارٹی سرمایہ داروں کی حامی ہے اور لیبر پارٹی مزدور پیشہ اور غربا کی جماعت ہے۔ کمیشن کا کچھ بھی حشر کریں نہ ہو مگر لیبر پارٹی ہندوستان کو حکومت خود اختیاری حاصل کرنے میں ضرور مدد دے گی۔ ہندوستان کو اس وقت مقاطعہ کے لئے متحد ہو جانا چاہیئے۔ اور انگلستان کو یہ ثابت کر دکھانا چاہیئے کہ ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کرنا خود ہندوستان ہی کا حق ہے نہ کہ کسی اور قوم کا"

* * *

مولانا محمد علی نے اپنی تقریر میں مسٹر محمد علی جناح کے اس رویہ کی طرف اشارہ کیا کہ جس وقت قوم کی رائے انگریزی حکومت سے ترک موالات کی تھی مسٹر جناح نے اس سے اختلاف کیا۔ غالباً اس مدت میں مسٹر جناح کو انگریزی حکومت کا تجربہ ہو گیا ہوگا کہ وہ ایک زمانہ کے بعد ہمارے اشتعال پر ہمارے ساتھ نظر لطف فرماتے ہیں۔ انھوں نے کہا "مجھے بھی اس موقع پر ایک بائسکل خانہ کا قصہ یاد آیا۔ ایک بائسکل نام کے وقت بائسکل خانہ کی دیوار کے اور سرکس کا ہار چھانکنے لگا۔ بائسکل خانہ کے پاس سے ایک ندی بہتی تھی۔ وہاں ایک شخص مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ بائسکل نے اس سے پوچھا۔

"کیا مچھلیاں پکڑتے ہو"

"ہاں"

"کب سے یہاں بیٹھے ہو"

"صبح سے"

"کتنی مچھلیاں ہیں"

"ایک بھی نہیں"

"صبح سے بیٹھے ہو ایک مچھلی بھی نہیں ملی؟ تو پھر اندر آجاؤ"

مطلب اسکا یہ تھا کہ جو شخص صبح سے نام تک وقت ضائع کر کے ایک مچھلی بھی نہ پکڑ سکے تو بائسکل نہیں تو پھر کیا ہے

مولانا نے مسٹر جناح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ انگریزی حکومت سے موالات کر کے نتیجہ دیکھ لیا اب ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ تم اندر آجاؤ۔

* * *

مولانا نے پھر مسز جونس سے کہا کہ آپ لیبر پارٹی کو میرا یہ پیغام بھیجا دیں کہ لیبر پارٹی اپنے آپ کو ہماری راہنما نہ سمجھے۔ وہ ہمارے مخلص ہیں جیسے حضرت عیسیٰ کے حواری

* * *

اور بھی کئی لوگوں نے تقریر کی جس میں مسٹر جناح والا نے بہت جوش و خروش دکھایا۔ آپ نے کہا کہ جس دن سائمن کمیشن یہاں آئیگا اس دن ہی عام مزمّال کرا دو لگا کہ سائمن کمیشن کم از کم ایک دن جہاز ہی میں رہے اور ساحل پر اترنے نہ پائے۔ اخیر پر صدر صاحبہ نے بہت مصالحتہ انہ تقریر کی آپ نے مسز جونس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "ہم جو جنس ہماری ان تقریروں سے ڈرا نہ ہیں خواہ فرماؤں کے خلاف کہی گئی ہیں۔

اس وقت حکومت برطانیہ کے اس رویہ سے ہمارے دل کھٹکے ہیں"

اس کے بعد جلسہ ختم ہوا کہ آئندہ ہفتہ کانگرس میں جمع ہونگے۔

* * *

اس وفد ریاستوں کے باشندوں کی کانفرنس کا سالانہ جلسہ تھی ہی ہوا۔ صدارت کا خرقہ فال دیوان بہادر ام۔ راجمندر راؤ کے نام نکلا۔ حیرت ہے کہ اس کام کے لئے سکھوں کے سنت اور عیسائیوں کے سینٹ، نہال سنگھ صاحب کو کیوں بھلا دیا گیا۔

* * *

سنت صاحب بھی تو ریاستوں کے بڑے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں۔ اور خصوصاً حیدرآباد کے ساتھ آپ کو جو خاص ہمدردی ہے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

* * *

ہمیں معلوم ہوا تھا سنت صاحب کو غالباً حیدرآبادی تاریخ لکھنے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ سوداگر کے فرائض کرنے میں ہر قسم کی سرکاری مدد دی گئی تھی۔ غالباً سرکاری طور پر مہمان رکھا گیا تھا۔ اور الہلال ایجنسی وغیرہ تاریخی مقامات پر ان کے دورے کا سرکاری طور پر اہتمام ہوا تھا۔ سنت صاحب غالباً عیسائی دیانت داری سے کام لیکر ایک رسالہ تو بھی مالی بدی رعایت کے لکھدیا اور خانہ زاد ہندو اور اس میں حیدرآباد کی سلطنت کے متعلق تعجب خیز غلط بیانیوں سے بھرے ہوئے مضامین لکھے ریاست کے اہل الرائے کی جو کہ سنگھوں پر وہ تعلق تغیر کے ساتھ حاضری دیا کرتے تھے ایسے رنگ پیش کیا کہ گویا وہ الف لیلیٰ کے زمانہ قصہ میں تھی ہیں خود سنت صاحب کی شخصیت الہ الدین سے کم نہیں)

* * *

علامہ اکبر واقعی الدین کے علمی چراغ سے زیادہ پاور ہے۔ اس کا اثر ہے تو سنت صاحب خوب واقف ہیں۔ چنانچہ حیدرآباد کے افسروں کے تعریف بروں کے بعد ان کا رویہ مضمون دیکھنے کے لائق ہے جسکی سرخی "ہمارے کلرک اپنے گھر میں" ہے۔

* * *

اس مضمون میں سنت جی نے انگلستان کے تعلیموں بھگیڑیں۔ اور ادنیٰ طبقے کے افراد کی تصویر کھینچی ہے۔ اور اس میں ایسی ساحری دکھائی ہے کہ یہ لوگ واقعی مگر ان معلوم ہوتے ہیں خواہ ان کے ہاں توپ اور بندوق کی جگہ آگ مگرانی شپ اور جھاڑو ہی کیوں نہو۔ دونوں صورتوں سنت جی کا مضمون واحد ہے۔

* * *

غرض اس کانفرنس کے صدر سنت جی ہی تھے۔ کانفرنس ہوئی اور کامیاب رہی۔

* * *

صدر استقبالیہ کا خطبہ بھی ہوا اور صدر کانفرنس کی تقریر دلپذیر بھی ہوئی۔ شکریہ کی پیش ہوئیں۔ بیسی ریاستوں کے رعایا کے سچے جان نثاروں نے دیسی ریاستوں کے باشندوں کے لئے خون پانی ایک کر دکھایا۔

* * *

مقالہ کا اگر تاریخ کی نازک پہلو کیلئے شاید پر انہو مگر مختصر مواد ہمیں مفید تھا۔ ہندوستان کو مقالہ کا شوق پڑھنے والے بیچارے تو مار مہاتما لگ آنجہانی تھے مگر یہ نادان دوست (ہمارا ہندوستان) اس تبق کو اپنی موٹی عقل کی وجہ سے سمجھ کا سمجھا تو یاد نہ رکھ سکا۔ دن گزرتے گئے۔ مہینے گزرتے گئے اور برسوں کے بعد مہاتما گاندھی نے اسی آواز کو ایک نئی قوت سے دہرایا۔ اب کی دفعہ اس تبق کا بہت اچھا اثر پڑا۔ ترک موالات تو خیر گزر ترک لباس ہتھوں نے کیا۔ سفید سفید کھدر کی ٹوپی کی بہار ہمیشیلی کے پھولوں کی طرح کچھ ہی دن رہی پھر ہم ہیں بدیسی پوشاک؛ ہندوستان ہے اور ساتی لباس!

* * *

سائمن کمیشن کا تقرر ہندوستان کی عزت پر ایک گونہ ہے۔ مگر اس گھونسہ کا علاج ؟ ہی (یا پھر انا حربہ) مقاطعہ"! بے شک مقاطعہ گیر اس پر اتحاد کو لہاں۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہت سے اثر ہوئیں۔ زندہ دلان پنجاب اپنی وہ پرانی اینٹ کی سی سجیدہ علاقہ بنانا چاہتے ہیں اور بہار، بنگال اور مدراس سے بھی ایک آدھ دبی ہوئی آواز مقاطعہ کے خلاف سنائی دے جاتی ہے۔ بایں ہمہ مقاطعہ کرنے والوں کی کثرت ہے اور مقاطعہ کا جوش ہے۔

* * *

گذشتہ زمانے میں ہر ہر قوم اور ہر ہر فرقے کے مختلف جنگی نعرے ہوا کرتے تھے۔ سائمن کمیشن سے ہماری جو جنگ چھڑنے والی ہے اس کے لئے جنگی نعرہ "بائیکاٹ" "مقاطعہ" "قرارداد پاس" اور بجز ضعف ہمیں ہر ہر وقت یہ نعرہ ہماری زبان سے نکل پڑتا ہے۔

* * *

حال میں اخبار انڈین نیشنل ہیرلڈ (ہمدرد سائنی قومی نقیب) کے ایک نامہ نگار کسی نے "گولکنڈہ" (مرغ کہہ سے ان تینوں کو بھی نسبت ہے دور کی۔ ناقب) نے ہمدردی سے ایک مضمون میں (جسکا اقتباس آئندہ شمارہ میں درج کیا جائیگا) حضرت رہبر و رہنما گولکنڈہ سے "مقاطعہ" کی استدعا کی ہے۔ کیا یہ سائمن کمیشن کے مقاطعہ کی گونج ہمیں ہے۔ جو گولکنڈہ میں پیدا ہوئی ہے یا ہونا چاہتی ہے؟

* * *

ہمیں نامہ نگار موصوف کی اس رائے سے کچھ بحث نہیں کہ اچھی ہے یا بری۔ مگر ہم نامہ نگار موصوف کے حافظہ کو تازہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ذرا حال ہی کے اس واقعہ کو یاد کر لے کہ ہمارے اعلیحضرت حضرت رہبر نور نے کتنی بار کے سلسلہ میں حکومت برطانیہ کو کیا مراسلہ لکھا تھا؟ (میرا ہر گمان کہ وہ اس مراسلہ کو اس مرتبہ پھر پڑھ لے) ہم نامہ نگار موصوف سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ہندوستان کی تاریخ اس واقعہ کی نظیر پیش کر سکتی ہے کہ کوئی والی ریاست اب تک حکومت برطانیہ کے مقابلہ میں اپنے حقوق کی حفاظت میں ایسی مستقل مزاجی سے ثابت قدم رہا۔ جیسا کہ حضور نظام؟

* * *

آج مہاراجہ جھرت پور کے کمیشن کو قبول کرنے کا افسوس ناک واقعہ ملک کے سامنے ہے۔ یہ وہ ہیرے ہیں جس سے ہندوستانی حکمرانوں کی عزت اور حیثیت معرض خطر میں ہے۔ کیا ہمارے ہندوستانی قومی نقیب کو اس طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے یا آنے والے سائمن کمیشن کی طرف۔ اعلیحضرت حضرت رہبر نور لارڈ ریڈنگ وسیراے ہند سے ملاقات کر چکے ہیں وہ ان آنے والے تین ممبروں (BUTLER Trio) سے بھی ملینگے۔ کیا ہندوستانی قومی نقیب کا یہ فرض نہیں کہ "گولکنڈہ" کی گونج کو صرف حیدرآباد کی فصیل تک ہی نہ گرائے بلکہ اس کو ہند صدا بن اور سنت پڑا کے باہر بھی پہنچائے۔

* * *

"صدر کانگریس" نے زور و شور کی تاریوں میں اعلان کیا کہ دہلی جلسہ نے ہندو مسلم اتحاد کی تحریک منظور کر لی" خدا کا شکر ہے کہ کانگریس کی دہلی جلسہ نے ہندو مسلم اتحاد کو فروری سمجھا اور اتحاد کی تحریک منظور کی واقعی کہ سوال ہندوؤں اور مسلمانوں کو سمجھنا چاہئے ہیں۔ بہت گہرے غور و فکر کا محتاج تھا۔ کیونکہ جس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں میں اختلاف ہوا اور ایک دوسرے کے کاٹنے کے لئے اس وقت بھی ہندو مسلم نفاق کی تحریک بہت غور و فکر کے بعد کانگریس کی دہلی جلسہ میں منظور ہوئی تھی!

* * *

مکلفت میں اور پرین سوسینٹی جو سالانہ جلسہ ہوا اسکے متعلق اخبار انڈین نیشنل ہیرلڈ نے بہت دلچسپ نوٹ لکھا ہے۔ اس اقتباس حسب ذیل ہے۔

یورپین سوسی ائے شن کے سالانہ جلسہ میں مسٹر ای ولیمس نے بہت سے بیانات میں یہ دلچسپ بات کہی۔

"حضرات! مرجودہ ہندوستانی نوع ہندوستان کے لئے انگلستان کا ایک تحفہ ہے"

یہ انگلستان کی بڑی نیاضی ہے کہ مسٹر ولیمس کو ہمارے تاریخ کا کوئی ابتدائی رسالہ دیکھیں اور اپنے دلیرانہ قلم سے انکشافات کا انکار کریں کہ ایا ہندوستان خود اپنے باشندوں کی وجہ انگلستان کو ایک تحفہ نہیں ہے۔ اور وہ پھر اپنے آپ سے دریافت کریں کہ ہندوستانی سپاہیوں کا خرچ کون ادا کرتا ہے۔ اور ہندوستان کی گرانی کے معمار کس کے سر پر تے تھیں۔ خدا جانے کتنی تحفہ فوجوں کے ترتیبانہ سپاہیوں کے

نظام گزٹ
سالگرہ نمبر
دوشنبہ ۱۵ ارجب المرجب ۱۳۴۶ھ

سالگرہ ہمایونی

اگرچہ موجودہ زمانہ میں بادشاہ پرستی کا وہ رواج نہیں رہا۔ اور دنیا کے اکثر ممالک میں بادشاہت کی جگہ جمہوریت نے لے لی ہے۔ مگر بعض ملک اب بھی ایسے ہیں جہاں بادشاہت بہت کچھ وقعت رکھتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں بادشاہت کی انتہائی صورت جاپان میں ہے۔ جاپانی اپنے بادشاہ کو وراست و تبادل کی نسل سے مانتے ہیں اور اس کی تعظیم طرح کرتے ہیں کہ ہمیشہ اس پر سجدہ اور رکوع کا شبہ ہوتا ہے۔

بادشاہ کو دنیا کا خدا جاپانیوں کی نظر میں عقیدہ و تعظیم قدیم مصریوں کا تھا جو ہر فرعون مصر کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ قدیم ایران میں بادشاہ کے ساتھ "فر کیانی" کا عقیدہ وابستہ کیا گیا تھا۔ اور تمام ایران سے باشندے شاہی نسل کے آسمانی حق کا اس انتظام کے ساتھ اعتقاد رکھتے تھے کہ وہ عقیدہ تقریباً مذہبی عقیدہ بن گیا تھا۔ ایرانیوں کے عقیدہ کی پوری مثال سکندر اعظم کے قصے میں ملتی ہے۔

سکندر نے جب ایران کو فتح کر لیا تو قدیم ایرانیوں کو یہ تسلیم کرنا گوارا نہ ہوا کہ ان کے ملک پر قدیم بادشاہ کی جگہ ایک یونانی فاتح حکمرانی کرے۔ اسلئے یہ قصہ تراشا گیا کہ دارا کے باپ نے یونانی بادشاہ فلپ کی بیٹی سے شادی کی تھی لیکن اس شادی سے ناخوش ہو کر دارا نے اسے اپنے باپ کے ہاں یونان روانہ کر دیا۔ شہزادی حمل سے تھی اس سے سکندر اعظم پیدا ہوا۔ اسطرح سکندر اعظم دارا کا بیٹا بن کر ایرانی اور جعفر ایران کا صحیح جانشین ہوا۔ تاریخ کے محققین کو یہ قصہ کیسا ہی مضحکہ انگیز نظر آئے مگر قدیم ایران کا ایک طبقہ اس قصہ کو سچا مانتا تھا۔

بادشاہ کے متعلق جدید علما سیاسیات کے متقدمین نظریے میں بعض بادشاہ کو خوفی عزیز کا مجسمہ مانتے ہیں اور انکو تمام معمولی بندشوں سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ انگریزی کا ایک مقولہ فقرہ ہے "بادشاہ کوئی غلطی نہیں کر سکتا" اس اصول کے تحت بادشاہ کو قانون ملک سے بھی ممتاز کر دیا ہے۔ اس لئے اس کی ہر خطا کا ذمہ دار وہ خود نہیں ہوتا بلکہ اس کے شہزادہ حکومت کے عہدہ دار و مدار تصور کئے جاتے ہیں۔ آج کل انگلستان میں اگرچہ بادشاہ کی قوت عملی حیثیت سے کچھ نہیں بھی انگلستان کا بادشاہ انتظام مملکت میں قطعی دخل نہیں۔ تاہم انگریزی حیثیت سے اسکو قوم نے بہت بڑا درجہ دیا ہے۔ اور بادشاہ کی تعزیر عزت و توقیر میں ذرہ برابر کمی نہیں ہونے پاتی۔

ہندوستان قدیم سے بادشاہ پرست رہا ہے۔ اسنے اپنے بادشاہوں کی عزت اور عظمت کی بڑی حمایت کی ہے۔ چنانچہ شاستروں میں بادشاہ کی اطاعت کے احکام موجود ہیں جن تمام راسخ العقیدہ ہندو دھرت کار بند ہیں۔ اسلام جس کو رجحان طبعی زمانہ میں بادشاہ کا جیسل نہیں پیدا ہوا مگر خلافت عثمانیہ نے تمہید سے "خلافت" کو "ایرانی بادشاہت" میں بدل دیا۔ اسلامی تاریخ بادشاہت کے بانیوں میں خلفاء راشدین کا کوئی معمولی حصہ نہیں مگر اس کی تکمیل بنی عباس ہی نے کی۔

ہندوستان میں مغلیہ دور تک بادشاہ پرستی کا عروج تنہا نہیں ہوا جتنا کہ بعد میں اسکا ظہور ہوا۔ مغلیہ دور میں شہنشاہ اکبر کے دربار کا طنطنہ، جاہ و جلال، شان و شوکت جیسا کہ ہمارے بزرگوں سے سنا ہے اور بے اطمینانیوں میں کہاں۔ شہنشاہ اکبر کے دربار کے مقابل بادشاہ تھا جسے شاہی اداؤں اور رسوم کا فانوس نہ تھا۔ اسکی زندگی ایک سپاہی کی زندگی تھی جس میں تکلف اور بہادری کے کارناموں کا زمانہ پریشانیوں اور بے اطمینانیوں میں کٹا۔ شہنشاہ اکبر کے دربار نے مستقل حکومت شروع ہوتی ہے۔ اکبر کے سپاہی کارنامے کچھ پوشیدہ نہیں۔ اکبر نے ایک سنت مسلمان ایک کٹر ملا کی حیثیت سے زندگی شروع کی اور اپنی نبوت کے اعلان پر خاتمہ کیا۔ حکومت کے زور میں جو تبدیلیاں پیدا ہوئیں ان کے بانی بادشاہ ہی تھے۔ مغلیہ دور میں یہاں سے بادشاہت ایک نئے قالب میں ڈھل گئی اور دربار ہی آداب رسوم کا ایک نیا سلسلہ ارتقا پا رہا۔ بادشاہ کے سامنے تسلیم کی صورت جان کی موجودہ رسم سے کچھ زیادہ ہی تھی۔ اسکا اثر امرا اور عوام پر پڑا۔ اسکا نتیجہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ سلام کرنے میں ایک انسان کا سر دوسرے انسان کے سامنے رکوع کے برابر جھک جاتا ہے۔

سلطنت آصفیہ مغلیہ دور کے آخری زمانہ میں ظہور پذیر ہوئی اور حقیقی معنی میں مغلیہ تہذیب کی علمبردار تھی۔ دربار کی رسوم و آداب بھی فارسی تھے جو دربار دہلی میں جاری تھے۔ چنانچہ بادشاہ کی سالگرہ کی رسم بھی انھیں رسموں میں کی ایک خوشگوار رسم ہے۔

اب یہاں دیکھنا یہ ہے کہ کون سے اس دور شاہی میں ان مغلیہ رسوم کی تشکیل کی یا بگڑی ہوئی بسلام کا وہ طریقہ کب رسم نے رکوع سے شانہ بیان کیا ہے ہمارے روشن خیال بادشاہ کے ساتھ اختیار کیا گیا تو حضرت نے اس طریقہ کو ناپسند فرمایا اور تاکید فرمائی کہ "مجھے اسلامی طریقہ پر سلام کیا کرو"۔

مغلیہ دربار سالگرہ کے موقع پر وہ تزئین و آرائش جو چند ہفتہ ہوا کرتا تھا کہ اسکی مثال قدیم امیروں کے ہاں بھی غالباً نہ تھی۔ سلطنت آصفیہ میں بھی ابتدا آخری رواج رہا گو دور عثمانی میں وہ بات جاری نہ رہی تھی۔ حضور نے مینش نیشنل کا قلعہ بنا دیا اور اسکی جگہ افواج کا جھانپہ سلامی، اور ڈرکا مہذب طریقہ جاری ہوا۔ سالگرہ کی خوشی میں رنگ رنگ کا طریقہ شہر حیدرآباد ہی میں رائج نہ تھا بلکہ اضلاع میں بھی یہ چیز بہت مرغوب تھی حضور نے اضلاع کے عہدہ داروں کو بھی اپنے اقتضائی زبان صادر فرمائے۔ سالگرہ کی خوشی میں ہمارے زمانہ نے ملک کا خزانہ کو محفوظ رکھکر ملکی مصنوعات کی نمائش کی ابتدا فرمائی۔ اس سے سال بھر میں ایک بار ملک کی تمام مصنوعات ایک جگہ جمع ہوتے تھیں اور عارضی حیثیت ان مصنوعات کا دیکھنا برسوں نفسیب نہ تھا ہر سال دیکھنے کا موقع مل گیا۔ اسطرح ملک کی صنعتی ترقی کا حال سال بسال اس نمائش سے معلوم ہونے لگا۔ اعلیحضرت نے صرف نمائش ہی جاری نہیں فرمائی بلکہ نمائش کے لئے غیر معمار میں ایک مستقل عمارت بنوا دی۔

بادشاہ کی سالگرہ بادشاہ کی ذاتی خوشی ہی کی تقریب نہیں ہے بلکہ وہ تمام قوم اور ملک کی خوشی کی تقریب ہے۔ وہ موقع ہے کہ ملک کو تمام سال کی جدوجہد پر نظر انعطاف کے ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔ ملک کی نمایاں خدمات انجام دینے والے افراد کو خطابات کی عزت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ اسی زمانہ میں ملک کی صنعتی حالت پر نظر انعطاف ڈالنے کا خیال کتنا پاکیزہ اور دلربا جواب خیال ہے۔

ابد و عثمانی کی تیسری پشت پر نظر ڈالنے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے سرتوت و دنیا گیر تھی حفظ مملکت کا وہ نہیں رہا ملک جمہوریت کا دور ہے ہمارے بادشاہ نے باوجود یورا اقتدار ملی رکھنے کے اپنی ہی رضامندی اور خوشی سے جمہوریت کی بنا ڈالی جو ملی حکومت کے ذمہ داروں اپنے وزیر کے کفالہ کیا ایک جماعت کے نظر میں فرمایا لیکن حضور حیدرآباد میں دیوان کے تقرر کا طریقہ جبراً ہی کیا جاتا اسطرح قدیم شخصی حکومت کی طرز پھر جاری ہو جاتی مگر حضور کی دور اندیشی اور ملک کی محبت نے گوارا نہ کیا اور حضور نے خراش بالے حکومت کے تقرر میں کر دیئے کیا ایسے جمہوریت پسند بادشاہ کی سالگرہ کی خوشی رہا کیا ہو سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر سلطان العلوم کے دور سے اس قدیم ریاست میں ایک نئے عہد کی ابتدا ہوتی ہے۔ ایک خبر نویس نے سچ کہا کہ کون کی سلطنت کے اس نئے دور سے اس سلطنت کو "دولت آصفیہ" کی جگہ "دولت عثمانیہ" کہیں تو بجا ہوگا کیونکہ اصولاً یہ دولت آصفیہ اور دولت عثمانیہ میں بین فرق ہو گیا ہے۔

اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ اے خدا مسیح تیرے فضل سے اس سلطنت کے تمام دوار و دردوں اور شاہی سفینہ کے گیا ہے کی طرح دشمنوں کی عمر اور دوروں پر سبقت لے جانے والے شہنشاہ سلطان العلوم شاہ عثمان مدوی سال سلامت رہیں۔

اعلیحضرت سلطان العلوم

مسند سلطنت نواب میر عثمان علیخان بہادر آصف سابع خسرو دکن خلد اللہ ملکہ

حضرت اقدس دامت کے خاندان تاریخ ہند میں ایک بہت مشہور اور نامور خاندان ہے۔ باپ کی جانب سے اس خاندان کا سلسلہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جا ملتا ہے اور ماں کی جانب سے خود حضرت سید علیہ الصلوٰۃ والسلام پر۔

تیرہویں صدی ہیسوی میں شیخ شہاب الدین عمر سہروردی بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں جو اس خاندان کے اجداد میں سے تھے۔ آپ کے تین سو سال بعد آپ کی اولاد میں سے نواب مابد علی خان جو خانا کی قضات اور شیخ الاسلام کے منصب پر سرفراز تھے، ترک وطن کر کے شاہجہاں بادشاہ کے آخر زمانہ میں ۱۶۵۵ء میں ہندوستان آئے۔ یہاں ان کے فرزند شہاب الدین متخلص بہ غازی الدین اورنگ زیب کی اس فوج کے سپہ سالار تھے جس نے قلعہ گولکنڈہ کا محاصرہ کیا تھا۔

شہاب الدین نے صدر اللہ خاں وزیر اعظم شاہجہاں بادشاہ کی لڑکی سے شادی کی۔ ان کے بطن سے ایک فرزند میر قمر الدین پیدا ہوئے جو بعد میں نظام الملک کے خطاب سے مشہور ہوئے۔

ابھی آپ کی عمر سات سال کی تھی کہ شاہنشاہ اورنگ زیب نے آپ کو تین فوج حال کا خطاب دیا جس کے بعد آپ موضع بیجاپور مقرر ہوئے۔ بہادر شاہ نے آپ کو حکومت اودھ اور خدمت فوجداری لکھنؤ سے سرفراز کیا لیکن آپ نے اسکو قبول نہیں کیا اور پانچ سال تک علما اور اہل تقویٰ کی صحبت میں بسر کی اور تمام ظاہری نمائش سے کنارہ کشی کر لی۔ جہاندار شاہ نے آپ کو خانہ نشینی ترک کر کے شاہی خدمت قبول کرنے کے لئے بھیجا مجبور کیا مگر آپ اس پر راضی نہ ہوئے۔ آخر کار فرخ سیر نے آپ کو نظام الملک فتح جنگ کے خطاب سے سرفراز کر کے حکومت دکن کرنا کاٹک مرحمت کی۔ نظام الملک نے اس اعلیٰ عہدہ پر پہونچ کر بہت سی نمایاں خدمات انجام دیئے۔ اس کے بعد محمد شاہ نے آپ کو اپنا وزیر اعظم بنایا۔ آپ نے سلطنت مغلیہ کو تباہی و بربادی سے بچانے کی بے انتہا کوشش کی نادر شاہ کے قتل عام دہلی کے وقت خود بادشاہ دہلی بھی اس کے موقوف کرانے کی نادر شاہ سے التجا نہیں کر سکتے تھے مگر آپ نے نادر شاہ سے کہکر اس قتل عام کو موقوف کروا دیا۔ جیسا کہ نظام الملک کے خلیفانہ روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے ظاہر ہے انھیں نادر شاہ نے ہندوستان کی سلطنت دینی چاہی مگر آپ نے انکار کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں "نادر شاہ والی ایران کا از جلد دہلی رسید و بفرط عنایت ما را بطائی سلطنت ہندوستان اشعار کرد۔ فی الفور عرض کردم کہ ما مرد م اوکر پیشہ خونچگی ہوا خواہیم و حضرت را بدعا ہی شہرت خواہند داد محفوظ شدہ ام فرمود گفت"۔

اس خاندان عالیشان کے ساتویں حکمران ہمارے آقائے ولی نعمت، سلطان العلوم خسرو دکن ہیں آپ کی ولادت باسعادت ۲۹ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۳ ہجری مطابق ۶ اپریل ۱۸۶۷ء میں ہوئی جس سے ملک اب بڑی خوشی منائی گئی۔ پانچ سال کی عمر میں آپ کی "بسم اللہ" بڑے اہتمام کے ساتھ ہوئی جعفر غفران مکان کو ابتدا ہی سے آپ کی تعلیم کا بہت خیال تھا اس لئے بسم اللہ کے بعد مولوی انوار اللہ خان صاحب بحر بس مدرسہ نظامیہ (معہد صدر المہام امور دینی) مذہبی تعلیم، منشی اکبر علی خان صاحب انگریزی تعلیم، آغا سید علی شوستری اور نواب عماد الملک بہادر جیسے وحید العصر رجال افراد فارسی تعلیم کے لئے مقرر ہوئے۔ اس کے علاوہ جرمن فرنچ، مرہٹی تلنگی وغیرہ کیلئے علیحدہ انتظام ہوا چنانچہ حضور اقدس دامت ظلہ انگریزی، فارسی، عربی، جرمن، فرانچی، مرہٹی تلنگی وغیرہ زبانوں میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔

حضرت اقدس دامت ظلہ کو ڈرائنگ، توپوگرافی اور انجینیرنگ میں کافی دخل ہے۔ کونسل فرسٹ ملک بہادر کمانڈر انچیف افواج آصفیہ نے آپ کو فوجی تعلیم دی اور آپ کو نشانہ بازی گھوڑے کی سواری اور دوسرے فوجی کاموں کی خوب مشق کرائی چنانچہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس میں بھی آپ مہارت تامہ پر کہتے ہیں۔

حضرت غفران مکان نے آپ کو امور سلطنت کا عملی طور پر حاصل کرانے کیلئے خاص انتظامات فرمائے تھے اور اکثر سیر و سفر میں آپ کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے چنانچہ (۱۴) سال کی عمر سنہ ۱۸۸۱ء میں آپ نے اپنے والد مرحوم کے ساتھ کلکتہ میں وائسرائے ہند سے ملاقات کی۔ اسکے بعد سنہ ۱۸۹۰ء میں دربار اجمیر شریف حضور رایہ ڈرو ہفتم میں بھی آپ ساتھ تھے۔

سنہ ۱۳۲۱ھ میں آپکا عقد نواب جہانگیر مرتضیٰ صاحب کی دختر نیک اختر سے ہوا۔ ۸ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۹ اگست سنہ ۱۹۰۷ء کو آپ کے شاہزادہ اعظم ۱۸ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۳ اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء کو دوسرے شہزادہ مکرم تولد ہوئے۔

۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۱ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء کو ستائیس سال کی عمر میں آپ تخت نشین ہوئے اراکین سلطنت کے علاوہ رزیڈنٹ بہادر نے اپنی اور برطانوی حکومت معظمہ سے مبارکباد پیش کی۔ یکم ستمبر کو اعلیحضرت کا پہلا دربار منعقد ہوا جس میں رزیڈنٹ بہادر کی تقریر کے جواب میں آپ نے فرمایا

"میری بہترین کوشش ہوگی کہ اپنے پیارے آباء اور مرحومی کی خلیفانہ روایات کو برقرار رکھوں اور حکومت کروں کیونکہ یہ تو حکام دو حقیقت رعایا ہے، کہ اور سلطنت ہند کی دفاع کیلئے ازبس ضروری ہے"۔

اکتوبر سنہ ۱۹۱۱ء میں لارڈ ہارڈنگ دوبارہ حیدرآباد آئے اور اعلیحضرت میر محبوب علیخان بہادر بالقابہ کی وفات حسرت آیات پر اظہار افسوس کیا۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں لارڈ ہارڈنگ دوبارہ حیدرآباد آئے اور اعلیحضرت کو کارروبار سلطنت کی بذات خود نگرانی کرنے اور حکومت کے برکات میں گہری دلچسپی لیتے دیکھکر آپ کی سعادت گستری اور بے نفسی کا اعتراف کیا۔

سنہ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم شروع ہوئی، حضرت اقدس دامت ظلہ نے اپنے خاندانی روایات کو جاری رکھکر حیدرآباد امپیریل سروس ٹروپس کو مصر روانہ کیا۔ اور قرضہ جنگ میں ایک کروڑ روپیہ عطا فرمایا اسکے علاوہ نیز دو لاکھ روپیہ محکمہ بحری آبدوزی کے استحکامات کیلئے نذر کئے۔

حضرت اقدس دامت ظلہ کا سب سے بڑا کارنامہ جسکی یاد صدیوں

آنے والی نسلوں کے دلوں میں تازہ رہیگی، جامعہ عثمانیہ کا قیام ہے چنانچہ ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ کو فرمان مبارک صادر ہوا جس کے ذریعہ سلطنت میں شعبہ تعلیم کو ترقی دی گئی۔

"سلطان العلوم" مخزن کے نام سے جامعہ عثمانیہ کے مقاصد کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

"اس سے مقصد اول یہ ہے کہ مملکت میں تعلیم پھیلائی جائے اسکے علاوہ اسکا مطمح نظر یہ بھی ہونا چاہئے کہ طلباء کی اخلاقی تربیت بھی کیجائے اور ان میں تمام سائنٹیفک مضامین کا شوق دلایا جائے"

چنانچہ اس فرمان کی تکمیل میں ۱۳۴۲ھ میں دارالترجمہ قائم ہوا اور ۱۳۴۳ھ کے ضروری کتابوں کا ترجمہ بھی ہوگیا۔ معتمد رمدوح کی سعی تھی کہ ملک میں علمی روشنی پھیلائی اور ہر طرف علمی مجلس کتب قائم تھی ہر سے۔ ملک میں علمی رسائل و اخبار جاری ہوئے مخزن یہ تمام ترقی حضرت جہاں پناہ ہی کی روشن ضمیری کی وجہ سے ظہور میں آئی۔

مجلس نظامیہ عثمانیہ نے حضرت جہاں پناہ کی اس علمی سرپرستی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ۱۳۴۲ھ میں "سلطان العلوم" کا اعزازی ڈگری پیش کی۔ اور آپ کی معارف نوازی کا ان الفاظ میں اعتراف کیا

الحمد للہ آج وہ مبارک دن ہے جو نہ صرف جامعہ عثمانیہ بلکہ تمام جامعات عالم کی تاریخ میں یاد گار رہیگا کہ خود فرمانروائے سلطنت نے جو اسکے بانی اور سرپرست اعلیٰ ہیں یہ اعزازی ڈگری قبول فرمانے کیلئے مجلس رضا مند گئی ہے۔

تاریخ عالم سے واضح ہوتا ہے کہ سلاطین اپنے عہد علم کی سرپرستی میں خاص حصہ لیا ہے اور بڑے بڑے حضرت جہاں پناہ کو بھی انہیں کی روشن ترجیح علم پسند بندہ گاں حضرت نے اپنی علم دوستی اور ہنر گستری کی بدولت علم کیلئے جو خدمات انجام دی ہیں وہ بھی اسی طریقہ اس کا مصداق ہیں۔ اور اس کی مثال میں کے قیام سے جاری فرمایا ہے اس کی مثال میں نہیں ملتی"

تعلیمی ترقی کے علاوہ سلطان العلوم خسرو دکن نے اپنی شخصی حکومت کو جمہوریت میں تبدیل فرمایا جھنڈا برفروز کیا شاہد اور بیدار مغزی کا اس سے بڑھکر کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔

۱۴ نومبر ۱۹۴۸ء کو فرمانروائے دکن نے دربار منعقد کر کے حضرت جہاں پناہ نے اگر کیبنٹ کونسل کی رسم ادا کی اور ایک فصیح و بلیغ تقریر فرمائی جس میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

"جب میں تخت نشین ہوا اور میں نے اپنی حکومت کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی تو مجھے یقین ہوگیا کہ جب تک گورنمنٹ میں سراسر تغیر نہ کیا جائے سیاسی خامیاں رفع نہیں ہوسکتیں۔ میں نے نہایت محنت اور دماغ سوزی سے غور اور فکر کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ تمام نظم و نسق کا انتظام تین حکومت اپنے ہاتھ میں لے لوں۔ وزیر اعظم کی مستعدات کا محتاج نہ رہوں پانچ سال تک میں محنت شاقہ کرتا رہا۔ اور ان تدابیر پر قوادر کو مضبوط رکھا اور ان کا نفاذ کرتا رہا۔ اور اب میں یہ دیکھ کر مسرور ہوں کہ میری محنت اور کوشش کامیاب ہوئی۔ اور ہماری رعایا خوشحال ہوگئی ہے۔ اور ہماری مملکت ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ اور ہماری رعایا کے آرام کیلئے ملک میں نئی نئی اسکیمیں جاری کی گئیں۔ چنانچہ ایک ریل حیدرآباد سے گلبرگہ تک جاری ہوگئی ہے۔ اور اسے کرنول تک لے جانے کی کوشش جاری ہے۔ ایک نہری لین ورنگل سے بلیماشاہ تک بنائی جارہی ہے۔

حضرت جہاں پناہی، رفاہ عام کے کاموں میں بھی بہت دلچسپی لیتے ہیں، کئی ایک مدارس، یتیم خانے، شفاخانے آپ کے ہی سنت میں بسٹراری داس کی حد بداسکیم تعمیر ہوگئی کیلئے "سلطان العلوم" نے دو لاکھ روپیہ اور ڈاکٹر گلوکوز کی بیماری دشوا بھارتی کیلئے ایک لاکھ روپیہ عطا فرمایا۔

اعلیحضرت باوجود جلیل القدر حکمران ہونے کے سادہ زندگی بسر کرتے ہیں جس سے قرون اول کے سلطانوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ لباس بالکل سادہ زیب تن فرماتے ہیں۔ جرجیہ کو باغ عامہ کی سیر میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ اس کے معنی سے پابند ہیں۔ کہ جمعہ میں سال میں جو جماعت خصوصاً آپ کے آنے کی منتظر ہیں، برابر آیا کرتے ہیں۔

حیدرآباد کے ایک مولوی نقش شاعر مرزا محمد علی طالب کی شاعری مہارت پر سرخ پرشاد سرور نے حضرت جہاں پناہی کے کردار کی تصویر ان اشعار میں بہت خوبی سے کھینچی ہے۔

اسلاف کے ہیں جانشین — سب کے لئے ہے اختصار
علم و عمل عدل و کرم — جود و سخا ہیں آشکار
کرتے ہیں محنت روز و شب — یہ آصف جم اقتدار
عقل و فراست میں فرید — عدل و کرم میں نامدار
حاصل کیا وہ تجربہ — واقف ہے جس سے ہر نگاہ
خلق پر پرورد میں شاہ — بے شک فرید روزگار
صبر و تحمل کیا کہوں — کیسے ہیں ساداتی وقار
محنت سے شاہ تھکتے نہیں — کیسے ہیں مشغول کار
ہر کام میں ہیں مستعد — ہر بات میں ہیں ہوشیار
وعدہ وفا کرتے ہیں خوب — ملک دکن کے تاجدار
آئینۂ دل صاف ہے — کچھ بھی نہیں گرد و غبار
کرتے ہیں مگر — رکھتے نہیں کچھ دل میں خار
دل میں تعصب کچھ نہیں — یہ ہے یقین و آستکار
ہر ایک سے ہے اتنا ملنسار — مومن ہو، یا زنار دار
یہ بھی ہے اک نکتہ عجیب — ہے خاص بالطف کردگار
عیسائی ہو موسائی ہو — اس در سے کبھی نہ رہے خوار
دل سے خدا اس دا سلے — ہر شاہ کا ہر جہاں نثار
نفرت ہو کیسے خلق کی — دشمن ہو شہ کا دوست دار
عہدہ سپاہوں میں ہیں جمع — اہل کمال و ذی وقار
ممنون منت ہیں سبھی — با سنہ گان ہر دیار
بندا و مصور قصہ طلبہ — کی ہے دکن میں اب بہار
اولاد کو او آل کو — دل شاد رکھ پروردگار

مخزن مشتر سال کی حکومت میں حضرت جہاں پناہی کی پیدائش منزی نے حیدرآباد کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ حضور رمدوح کے عہد سے پہلے اگر کسی سیاح نے حیدرآباد کا سفر کیا ہوتو اب اسکو حیدرآباد بالکل نیا معلوم ہوگا۔ جاری ہے کہ خدا

رکھا ہے میں میری عزیز، رعایا کی فلاح و بہبود کا نتیجہ تھا کیونکہ رعایا کی خوشحالی و ترقی کا مجھے اس حد تک خیال ہے جتنا کسی بادشاہ کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوسکتا ہے۔

انتظام حکومت پر جب میں نے نواب خورشید نواز کی تو مجھے ضرورت ہے ..... لہذا میں نے بہت غور و فکر کے بعد یہ طے کرلیا کہ اپنی گورنمنٹ کی ایک نئی صورت قائم کروں ..... اس مقصد پر نظر رکھکر میں نے ایک ایگزیکٹو کونسل نام کی جسکا ایک ممبر ہوگا اور سات ممبر ہوں گے"

غرض سالہا سال سے جو ائین حکومت تھے وہ اس پیمانہ کونسل ممبر بادشاہ کے فرمان سے بدل دیئے گئے اور اب خدا کے فضل سے یہ جمہوریت کامیابی سے جاری ہے۔

۲۴ صفر المظفر ۱۳۴۳ھ کو اعلیحضرت سلطان العلوم نے مجلس وضع قوانین کی توسیع منظور فرمائی۔

اعلیحضرت کاموں کے علاوہ حضرت جہاں پناہی نے اپنے دور حکومت میں کئی ایک ملاحیکس جیسے تحصیلداروں کو عدالتی اختیارات بھی تھے اس سے تحصیلداروں کو دوہری محنت چلانے اور خود ہی مقدمہ کا فیصلہ کردیتے تھے۔ قانون نصفت کے لحاظ سے یہ دو عملی مبنی بر انصاف نہ تھی اس روش پر حکمران نے اس خرابی کو بھی دور کیا۔ اور ملک میں کئی ایک منصفیاں قائم کردیں۔

۱۹۱۰ء میں موسی ندی میں طغیانی آئی تھی جس سے لاکھوں آدمی تباہ و برباد ہوگئے حضرت جہاں پناہی نے اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے مدنظر "طوفان سیلاب" اور حمایت سیلاب" لاکھوں روپیہ صرف کرکے تعمیر کروائے۔ اسکے سوائے نظام آباد میں ایک بڑا بند تیار ہورہا ہے جسکا شمار دنیا کے بڑے سے بڑے تالابوں میں ہوگا۔ ہزار ہا روپیہ کی زمین اس میں ڈوبی ہوگی۔ اور اس سے بجلی کی قوت بھی پیدا کی جائیگی۔ اسکی تعمیر میں سرکار کا کئی کروڑ روپیہ خرچ ہوگا۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کی تخت نشینی کے دو سال بعد آرائش بلدہ نام ہوا۔ حیدرآباد کے پہلے کے مکان بہت تنگ اور بدوضع تھے اس لئے حکم ہوا کہ ان مکانوں کو توڑ کر نئے مکان تعمیر کرائے جائیں۔ چنانچہ جدید نام پلی میں یہ تجربہ کامیاب رہا۔ اور یہ محلہ تمام بیماریوں سے پاک ہے۔

اسکے پہلے مرکس بہت تنگ تھیں۔ محکمہ آرائش بلدہ کی زیر نگرانی ان کی توسیع ہو رہی ہے۔

اس دور حکومتی میں کئی ایک عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوئیں باغ عامہ میں فانوس، اکتوبر نما اور ایک چھوٹی سی مگر خوبصورت مسجد بنوائی گئی۔ موسیٰ ندی کے کنارے صاحب العالیہ والدہ ماجد کی شاندار عمارتیں ہیں، ان دونوں پر تقریباً (۳۶) لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ ان کے مقابل موسیٰ ندی کے دوسرے کنارے ایک عالیشان شفاخانہ بنایا گیا ہے جس میں سینکڑوں مریضوں کیلئے بستر کی جگہ اور علاج کا انتظام ہے۔ حضور رمدوح کے عہد میں محکمہ آثار قدیمہ قائم ہوا جس سے ملک کی قدیم یادگاروں کی دیکھ بھال ہوتی ہے۔ کہ اس کو ہر سال ہزار ہا روپیہ کی امداد باہمی کیلئے "انجمن ہائے امداد باہمی" کیلئے ایک محکمہ قائم ہوا

ہندوستان میں سائنس کی تعلیم اور ریسرچ

از

جناب مولوی محمد عبدالرحمن خانصاحب

ایم اے، ایل ایل بی۔ بی، ایس۔ سی (لندن) فیلو آف دی فرینکلن سوسائٹی (فلاڈلفیا)

صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ

صرف چند ہی سال سے ہندوستان میں سائنس کی باقاعدہ تعلیم کا انتظام ہوا ہے۔ اس سے قبل اگرچہ تقریباً تمام جماعتوں کے مضامین امتحان میں سائنس کے مختلف شعبوں کو شریک تو کر لیا جاتا تھا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ نظری پہلو پر بھی تعلیم میں توجہ کیجاتی تھی لیکن عملی پہلو بالکل مہمل رہتا تھا بعض ہی کالج ایسے تھے جن میں طلبا کو عملی کام کا موقع دیا جاتا تھا۔ اگر کسی ریسرچ کو عملی کام میں خاص مہارت بھی ہوتی تو طلبا کو تو علمی فاضلانہ تعلیم عملی کام کرنے کی ضرورت ہی پڑتی اور نہ تجربہ خانوں میں اتنا سامان ہوتا کہ شوقین طلبا کو کام کرنے کی اجازت مل سکتی" اصل وجہ یہ تھی کہ عملی کام کی اہمیت سے بہت کم لوگ واقف تھے اور جو تھے بھی تو ان کو آلات سائنس کی فراہمی اور تجربہ خانوں کی تعمیر و ترتیب کیلئے کافی روپیہ میسر نہیں ہوتا تھا۔ ملازمت کے زمانہ میں جب یونیورسٹیز ایکٹ پاس ہوا عملی کام کی اہمیت خاص طور پر محسوس ہوگئی اور عملی امتحان پر شدت کے ساتھ اصرار کیا گیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف کلکتہ جیسی کو سائنس کی تعلیم کی اجازت ملی جہاں طلبا کو عملی کام کیلئے روپیہ اور آلات کا خاطر خواہ انتظام مہیا ہو سکا۔

باقاعدہ عملی تعلیم سے مہنار طلبا میں بہت تیزی سے بڑھنے لگے تو ان کو پوسٹ گریجویٹ تعلیم میں ریسرچ کو بھی موقع ملنے لگا۔ اس اثنا میں سرکار اور قوم پرست دولتمند دل کھول کر سائنس کی تعلیم پر روپیہ بھی صرف کرنے لگے کلکتہ، مدراس، بنگلور، بمبئی، لاہور، الہ آباد وغیرہ میں اسوقت اکثر سائنس کی درسگاہوں میں لوگ ریسرچ میں مصروف ہیں۔ پھر بھی میں یہ پرچہ کا ہم ہونا چاہئے مؤثر رہا ہے۔

یورپ میں سائنس کی ریسرچ پہلے تو محض علم کے شوق میں شروع ہوگئی اور بعد کو صنعت و حرفت کی ضروریات نے قابل افزا کو اسکی طرف مقصدیت کے ساتھ متوجہ کر دیا۔

جنگ عظیم میں دول یورپ کو اسکی طرف خاص توجہ کرنی پڑی جسکی نے آلات حرب اور دوا سازی وغیرہ کی تمام تر کروڑ ہا روپیہ وغیرہ خرچ کر دیا۔ اور اسکے بہترین داغ ابھی تحقیقات میں مصروف تھے۔

ہندوستان میں ریسرچ ابتداءً محض شوق علم کی خاطر رائج ہوئی ہے۔ اور امید یہ ہے کہ اہل ہند جب اپنی صنعت و حرفت کیطرف زیادہ توجہ کرینگے اور اپنی ضروریات کا احساس ہوگا تو اسکے رفتار کی کوشش میں سائنس سے مدد طلب کرینگے۔ اور اسطرح مفید اور براہ راست کا آمد ریسرچ شروع ہو جائے گی۔ صنعت و حرفت کو سائنس کے ساتھ جو خاص ربط ہے اسکے اظہار کی ضرورت نہیں۔ یہ دونوں باہم لازم و ملزوم کا خلق رکھتے ہیں۔ زراعت کی ترقی کیلئے بھی سائنٹیفک ریسرچ بہت مفید ہے۔ ہندوستان جیسے زراعت پیشہ ملک کیلئے زراعت میں جسقدر بھی ریسرچ کی جائے کم ہے۔ نیشنل کاٹن اور روئی کی کاشت پر جو سائنٹیفک تجربے کئے جا رہے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ریسرچ کسقدر مفید اور بارآور ہے۔

سائنس کی ریسرچ ہمارے ہاں سائنس کا نگریس کا بھی بہت اچھا اثر پڑا ہے۔ اگرچہ اس کانگریس میں اب تک جو سائنٹیفک مقالے پڑھے گئے۔ ان میں سے صرف چند ہی بلند پایہ کے ہیں لیکن ان میں ترقی کے آثار نمایاں ہیں۔ اور توقع کیجاتی ہے کہ تھوڑی ہی مدت میں بہت اچھے نتائج مترتب ہونگے۔ ریسرچ کے لئے یونیورسٹی تعلیم کا نصاب بہت اعلیٰ ہونا چاہئے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ جدید طرز کے تجربہ خانے تیار ہوں۔ اور بہترین سامان مہیا ہو۔ محض یہی کافی نہیں ہے بلکہ ان تجربہ خانوں کی ایسے اشخاص کی نگرانی ہونی چاہیئے۔ جنھوں نے سائنس کی تعلیم اور تحقیق میں اپنی عمر کا بیشتر حصہ صرف کیا ہو۔ اور جنکی قابلیت علمی دنیا میں مسلم ہو۔ افسوس کے ساتھ ہمیں یہ کہنا پڑتا ہے کہ اکثر اوقات ریسرچ کے نام سے، تم کثیر صرف کیجاتی ہے اور بہت کم چیز حاصل ہوتی ہے یا تو ہیچ ہوتی ہے یا اگر کچھ ہوتی بھی ہے تو وہ بھی جو مدتوں بعد نسبتاً آسان طریقوں سے دریافت ہو چکی تھی یہ تو توقع نہیں کیجاسکتی کہ ہر وقت کوئی نئی ہی بات دریافت ہو۔ ایک ہی چیز کا متعدد اور مختلف طریقوں سے اندراج زیادہ تر مفید ہے۔ اگر اس سے براہ راست کسی صنعت و حرفت کو یا محض علمی تحقیق کے نقطۂ نظر سے کوئی بڑا فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ تو مضائقہ نہیں۔ ایسا اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ بالواسطہ اس سے اتنا بڑا اور جدید فائدہ حاصل ہوا ہے۔ یونیورسٹی تعلیم و سطانی تعلیم کے تابع ہے۔ اسلئے وسطانی مدارس میں بھی سائنس کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام ہونا چاہیئے۔

مالک محروسہ سرکار عالی میں نظام کالج کا تجربہ خانہ بلحاظ خوبی عمارت و افراط آلات جنوبی ہند کے بہترین تجربہ خانوں میں شمار ہو سکتا ہے۔ کالج عثمانیہ کے تجربہ خانے بھی بحمداللہ غیر معمولی ترقی کر رہے ہیں۔ اور اگر عمارت سے بحث ہو تو انتخاب آلات و طرز تعلیم کے لحاظ سے بلاشبہ انکو بھی جنوبی ہند کے بہترین درسگاہوں میں شریک کر سکتے ہیں۔ ریسرچ کا ہنوز آغاز نہیں ہوا ہے۔ ایم ایس سی کی تعلیم کے ساتھ اسکو بھی شروع کر دیا جائیگا۔ اگرچہ باقاعدہ عمارت بننے سے کام میں بہت کچھ دقتیں حائل ہونگی۔

ریسرچ پر لازم آنیوالا روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے۔ انگلستان، فرانس، جرمن اور امریکہ نے جو روپیہ صرف کیا ہے اسکا تو حساب ہی نہیں ہو سکتا۔ دو کروڑ پونڈ سے کم کی رقم سے تو ملکت کے بورنسٹیوٹ اور یونیورسٹی کالج آف سائنس اور ٹیکنالوجی بنگلور وغیرہ پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے بانیوں نے عمارت کی تعمیر سامان کی فراہمی اساتذہ کے تقرر اور طلبا کی تعلیم پر جسقدر خطیر رقمیں صرف کی ہیں۔ انکے مقابلہ میں ہماری تحقیقات اور ایجادات ان تجربہ خانوں سے برآمد ہوئی ہیں اگر ایک جگہ رکھی جائیں تو معلوم ہوگا کہ دونوں میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اول اول سب جگہ یہی ہوتا ہے۔ ایک ابتدائی عہد گذر جانے کے بعد فائدہ حاصل ہونا شروع ہوتا ہے۔ اور اگر نگرانی اچھی رہی لائق افراد کو کام کا موقع دیا گیا اور محنت کرنے والوں کی کافی قدر کیگئی تو یقین محکم ہے کہ چند ہی سال میں بعض ایسے نئے انکشافات ہو سکینگے جن کی اہمیت ان تمام اخراجات کی تلافی کر دیگی جو ابتدائی دقوع میں آتے رہے۔ اس کے لئے صبر اور استقلال کی ضرورت ہے۔

اہل ہند نے گذشتہ چند سال میں اس جدید ریسرچ کا جو ثمرہ پایا ہے وہ کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیا کچھ کم کامیابی ہے کہ ہندوستان کے محققین کی تحقیقات کو یورپ اور امریکہ کی علمی دنیا نے تسلیم کر لیا ہے۔ اب تک چار ہندوستانی فیلو آف دی رائل سوسائٹی آف لندن

ملاحظہ ہو صفحہ (۱۳) کالم (۲)

یادِ رفتگاں



ہز اگسلٹڈ ہائی نس راجہ سر شاہو مہاراج بہادر یمین السلطنت صدر اعظم باجگزار ریاست کارے

ہمارے اسلاف کے وہ معزز و مقدس افراد جو لاکھ دقت کے حامی و مددگار تھے سخت سے سخت منزل میں بھی ہمت نہ ہارے۔ آج اگر ہم ان کے تاریخی کارناموں کو اپنی زندگی کا مشعلِ راہ نہیں بنائیں تو کیا کچھ نہیں کر سکتے ہمارے لیے وہ اپنی ایسی ریریا اور روح پرور یادگاریں چھوڑ گئے ہیں جن کی تعریع انسانی امکان سے باہے خانہ ہے۔ شریعت کے قانون۔ حکومت کے آئین۔ ترقی کے ذرائع۔ علم و ہنر کے خزانے۔ بہادری کے کارنامے ہمکو دے گئے ہیں مگر افسوس کہ ہم خان کے کمالات کو قدر کی نگاہ سے کبھی نہیں دیکھا ورنہ آج ہم اپنے اوپر سقدر نازاں ہوتے کہ خدا کی تمام مخلوق ہمیں اپنے سے ادنیٰ اور جہت علوم ہوتی ہم خدا کی قدرت کے مظہر ہیں۔ عالم علوی اور ملکوت سے عرش نہیں کہ ہم عناصر پر عرض کیجیے تو پھر کیا سارا کارخانہ ہمارے ہی ہاتھوں سے چل رہا ہے۔ اگر ہم نہوں تو قدرت کا کھیل جو ہزاروں سال سے اس انتظام اور ان نوبتوں سے چل رہا ہے ایک گھڑی بھر میں بگڑ جائے۔ ہم انھیں اسلاف سے اخلاف ہیں جن کو خدا نے اپنے کارخانہ قدرت کا نیچر کیا تھا۔ انھوں نے کیا کیا حیرتناک کیس اور کہاں کہاں پہونچے۔ حضرت آدم کو طائگہ نے سجدہ کیا۔ اغوائے ان کا مولد و مسکن ہوا اچھی کیلئے تو ای اچھی جلیس ملیں۔ نوح کے ایسے جلیل القدر و شکستہ پیغمبر کو یادگار جس نے ہزار برس تک کسی مخالفت اور کسی آفت کی پروا نہ کی اور آخر اس تمام عالم کو درہم برہم کر دینے والے طوفان میں ایک شخص کے زدیعہ سے نجات پائی۔ آگ کو گلزار خانہ خلیل والے پیغمبر ابراہیم کی یاد کو تازہ کر دیں نے بڑے بڑے مصائب کے بعد آخر کامیابی حاصل کی۔ موسیٰ کے ایسے اولوالعزم شخص پر نظر ڈالیے جس نے فرعون والوں کیسے ایسے زبردست ظالموں کے پنجے سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی۔ جن و انس پر حکومت کرنیوالے شہنشہ پیغمبر سلیمان کو یاد کیجیے کہ مکمل نقیس ملکہ سبا کا تخت چشم زدن میں اُڑا لائے تھے۔ جس نے مردوں کو زندہ کیا اور مریضوں کو شفا دی یعنی یسوع مسیح کو یاد کرو۔ اُس بندہ خدا کو یاد کرو جس نے آسمان کا سفر کیا اور اہل عرب کی ایسی وحشی قوم کو ایک شائستہ بنایا کہ دنیا کی مہذب اور تعلیم یافتہ قومیں اس کی ثنا گوئی کو اپنا فخر سمجھنے لگیں۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی پاک ہستی کو دیکھو کہ خون کے دریا میں پیر کر اسلام کی کشتی کو نجات کے ساحل کنارہ پر پہونچایا اپنی ہمت، راستی اور استقلال کے آب حیات سے سیراب ہوئے۔ آج دین اسلام کو اگر زندہ دین کہا جائے تو بجا نہیں۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

راجہ و سرتھ کے بیٹے رامچندر کی پُر زور شخصیت پر نظر ڈالو جس نے باوجود اختیار کے بجبر اختیار کر کے ہار پر بن باس کرنے کے بعد راون جیسے ظالم و جابر بادشاہ کو اپنی قوت بازو سے خاک کا پیوند کر دیا۔ کرشن کو یاد کرو جس نے گراہی میں پڑ رہی ہار قوم کو ہدایت کی اور حق پرستی کے طریقہ کو سکھایا گیتا کا وہ قانون بنا جس پر کاربند ہونے سے آسانی کیساتھ خدا تک رسائی ہو سکتی ہے۔ گوتم بُدھ کی شخصیت کو یاد کرو جس نے ہندو سلم اتحاد کی عمارت کو مضبوط ستونوں پر قائم کر دیا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ماضی کو ایک سینہ بسینہ بھول جاتے ہیں لیکن ماضی کو مرور نہیں کہا جا سکتا اس لیے کہ ماضی کا زیر سلسلہ حال پر ہو اکرتا ہے یہاں تک کہ اہل ہنود کا طبقہ یہ مشہور عقیدہ رکھتا ہے اسلاف کے اعمال و افعال اولاد میں ظاہر ہوتے ہیں اسلئے حال کو ماضی سے کبھی جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی توضیح کے لئے مختلف اقوام اور مختلف ممالک کی تاریخی مثالیں دیکھنی ضروری ہیں۔ ابھی ابھی اپنے ہمنیوں کے حالات سنے ہر قوم کے پیغمبر سے دنیا کو اعمال صالحہ اور حسنہ کا ایک قابل تقلید نمونہ ملا ہے پیغمبروں کی یہ مقدس جماعت اگر منصۂ شہود پر نہ آتی تو آج طلسم سر اسے نانی کی وہ روح فتوح ہموز رگان دین۔ صوفیائے کرام اولیائے عظام اور علماء مجتہدین اور شی و اوتار کے باعث ظہور پذیر ہے ایسی لئے کہ خدا کا پیام پہنچانے والے جو شی گذرے ہیں اور تعلیم انھوں نے دی ہے وہ قیامت تک کی زندگی کے لئے محدود رہتی۔ اگر ابتدا کے اولیا و علماء وغیرہ اس تعلیم کی اشاعت وقتاً فوقتاً نہ کرتے رہتے دین اسلام پر نظر ڈالیے کہ کیونکر پھیلا ملک عرب کی جہالت بادانی، غارتگری، لوٹ، جنگ جدل مشہور ہے۔ لیل و نہار تاریک کروٹیں بدل رہا تھا کہ ایک پر تو قدس کی چمک نے صبح صادق سا عالم پر ہر طرف پھیلا دیا۔ لیکن اس روشنی کو باقی رکھنے کیلئے خلفائے راشدین اور ائمہ معصومین کی بھی ضرورت تھی ان کے سلسلے میں علمائے شریعت اور صوفیائے طریقت کا پیدا ہونا بھی لازمی تھا اور علم و فضل اور حق و صداقت کی یہی مسلسل پیدائش اعمال اور اچھے افعال انسان و امان من شناسی، علم شناسی اور خود شناسی کی تولید و بقا کا باعث رہی ہے۔

ذرا ہندوستان کی عمود عالم سرزمین کو بھی دیکھئے کتنے بڑے بڑے رشی، اوتار، سادھو، مہشت، گرو، بھاری، گزر سے ہیں انھیں کی زندگیوں کا اثر ہے کہ باوجود اسکے کہ ہندوستان پر سکندر اعظم سے لیکر رابرٹ کلائیو تک مختلف قوموں کے حملے ہوتے رہے ہیں اور اہل ہنود محکوم رہے ہیں۔ بایں ہمہ ملک پر ہندو تہذیب کا پرچم الٹی شان سے

اُڑ رہا ہے جیسے ان محلوں سے پہلے اڑتا رہتا تھا۔

ادبیت نے آج کل استعدادِ ترقی کو بھی بیچ کے نذرِ بے آگہیٔ کر پاش پاش کر دیا ہے اور مغربی قوم کی چکاچوند نے اہلِ خانِ ملک کے اوضاع و اطوار رسم و رواج وضع و مزاج کو پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ تاہم کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ہندوؤں نے مغربی لباس پہننا کب سے شروع کر دیا؟ یا مغلوں کو زینے سے اترنے کا اشارہ کیا ہے؟ وہی اثر نگاں، وہی ماضی کے شاندار سبق اور زندہ روایتیں جو ضمائے حال کو بھیجتے ہوئے ہیں۔

موضوعہ کی وسعت مانع ہے کہ ہر تفصیل سے مختلف جماعتوں کا تذکرہ کریں۔ اسلئے اجمالاً دو چار گروہ کا ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں سب سے پہلے صوفیائے کرام کو لیجئے۔

ایک خانوادہ خواجگانِ چشت کی مقدس ہستی ایسی گذری ہے کہ اجمیر کو ہندوستان بنا چکا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے شمال و جنوب مشرق و مغرب کے ہر گوشہ سے لکھ کھا زائرین من عقیدہ تلد عزت ارادت سے اجمیر شریف جمع ہوتے ہیں۔ اور روحانیت کے دلکش اور روان بخش فوائد حاصل کرتے ہیں۔ باوجودیکہ حضرت خواجہ غریب نواز کے وصال پر طال پر کچھ موسم اچھے گزرے کہ ان کی یاد ہندوستان کے دل میں زندہ ہے اور تا ابد زندہ رہیگی۔ کون مزدِ فرشتہ ایسا ہے جو کہنا چاہتا کہ اس مقدس مزار کے سامنے سجدہ نہ کھوئے ہوئے نہ بیٹھا رہے۔ سلطان الاولیا حضرت محبوب الٰہی و صدرِ نشین دست علیہ دفن ہیں مگلی درگاہ آسمان بہشت مرجع خاص و عام ہے۔ ذاکر اقبال اپنے فلسفی طبیعت ثنا خوانی اس درگاہ پر عقیدت کے پھول چڑھائے ہیں ان کی خوشبو سے آپ بھی اپنا مشام جان معطر کریں

مرشدِ پرمے تاں ہیں کو وہ نام ہے تیرا
بڑی جناب تری فیضِ عام ہے تیرا
ترے جود سے رواں یہ رواں مثلِ شوق
دیارِ عشق کا معصف کلام ہے تیرا۔
نہاں ہے تیری محبت میں رنگ محبوبی
بڑی ہے شان بڑا احترام ہے تیرا
ستارۂ سحر تیری تلش میں ہیں تمام
نظامِ مہر کی صورت نظام ہے تیرا
اگر سیاہ دلم داغ لالہ زار توام
وگر شاہ دمیم سبھی بہار توام

عالم صرفت کے اس شہنشاہ کی زندگی کے ساتھ ہندوستان کا طوطی مقال شکر ریز سخن سنج امیر خسرو کو بھی ہمیں نہیں بھولنا چاہیئے جس کا ولولہ دلی سے طبلِ ان تک اڑایا جاتا ہے اور جس سے فلسفی گلکاریاں فارسی زبان کے ادیبوں کو آجتک محوِ حیرت بنائی ہوئی ہیں۔ مرزا فوقت ایسے بجا دادِ تحسین سنا خریدن نے بھی ان کے آگے سرِ تسلیم خم کیا ہے۔

ان کی زندگی کو بھی کیا مبارک زمانہ ملا کہ بڑے بڑے تاجدار ان کے افرادِ حلقہ بنائے بیٹھنا اپنے لئے باعث سعادت تصور کرتے تھے اسی لئے حضرت مقاتب فرما گئے ہیں۔

ناک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ نہاں گھر میں
اس سلسلے میں دکن کے قطبِ اعظم کاندھی کو کیوں کر بھلا دیا جا سکتا ہے۔ دلوں میں جذب و اثر کی لہر پھیلائے بغیر نہیں رہیگا۔ ذیقعدہ کے مہینے میں جس کسی نے گلبرگہ میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے عرس میں شرکت کی برکت حاصل کی ہے وہ اندازہ کر سکتا ہے کہ اس عظیم کے اندر کیسی نرم ترین شخصیت، بے زبان ہو گی کہ زندگی تو زندگی موت کے بعد بھی اس قدر سنی سے اپنا کہ خلقِ اللہ کے دلوں کے تار ملے ہوئے ہیں۔ ہمارے بادشاہ خلقِ اللہ کی جن عقیدت کا پتہ اس سے چلتا ہے کہ خود بادشاہ نفسِ نفیس ایک زائر مرتبہ بہار تشریف لا چکے ہیں۔

کئی ہزار سال قبل ہندوستان میں یہ اندھے نہیں تھے جو آج کل آپ کو ہاں تہذیب شائستگی نظر آتے ہیں۔ بلکہ کچھ جنگلی قومیں آباد تھیں جو خانہ بدوشی کے ساتھ شکار و بیوہ سے اپنے پیٹ پالتی تھیں۔ آج ان کا وجود ہی نہیں ہے کہ وسط ایشیا سے ایک حد درجہ تہذیب یافتہ قوم ہمنا گنگا کے اطراف پہنچکر غیرتن ہوئی ہیں کہ تاریخ میں آریا کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اس قوم کے افراد نے ہندوستان کے چھوٹے بڑے جنگل کاٹے زمینیں ہموار کیں بستیاں بسائیں کاشت کی ابتدا کی۔ بکھاتے بنائے لباس تیار کیا اور اپنی فلسفہ طب اور صرفت جیسے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کی اور اپنی تہذیب شائستگی کو دنیا کی دوسری غیر متمدن قوموں میں پھیلایا۔ اس قوم میں ایسے ایسے فلسفی نجومی ہندس اور گیانی پیدا ہوئے کہ ان کے دم سے دیرانِ کدہ ہندوستان کدہ بنگیا ہے۔ ہندوستان کو جنت نشان کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ انھیں آریوں سے ہندوؤں کے مختلف فرقوں نے جنم لیا اور ہندوستان کو بجائے خود تمام دنیا سے الگ برِ اعظم بنا دیا۔ بودھ نے ادبیت کے ابطال کی غرض سے اپنا تاج شاہی زمین پر پھینک دیا اور روحانیت کے ایسے گیت گائے کہ ان کی گونج تا حال چین و جاپان کی دیواروں سے ٹکرا رہی ہے۔

شنکر اچاریہ کے نام کو کون نہیں جانتا انکے فلسفے کو کون نہیں مانتا اہلِ مغرب بھی ان کی فلسفیانہ موشگافیوں پر انگشت بدنداں ہیں کہا یہ اس دقیقی داس کے صوفیانہ راگوں اور توحید کے نغموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے ان کے نقوش کمال ہندوستانی تمدن کے صفحات پر ثبت ہیں۔

آریوں کی حکومت کے خاتمے پر خدا ہی جانے تقریباً کتنی صدیوں کے بعد ایک ایسی قوم کو ہندوستان پر مسلط کرنے جو بہت سی خصوصیتوں میں اس سے مشترک ہو۔ چنانچہ علماء جغرافیہ کی تحقیق سے ثابت ہے کہ جزیرہ نمائے عرب جزیرہ نمائے ہندوستان سے قدیم زمانہ میں علیحدہ نہیں تھا۔ ابھی چند سال پہلے انگریزی اخباروں میں اس کا ذکر آیا تھا کہ دمشق میں جو آثار عتیقہ برآمد ہوئے ہیں بعض گائے کے سینگ اور قدیم تانبے کے سکے تھے۔

اہلِ اسلام نے عرب کے باہر جتنی بھی کامیابی کے ساتھ قدم رکھے ان کو سب سے زیادہ جو مقام پسند آیا وہ ہمارا ہی ملک ہندوستان تھا۔ محمد غزنوی سے شکر الدین شاہ تک تین سلطان اپنی ناموں نے ہندوستان پر حکومت کی ان میں سے ایک دو کا تذکرہ خصوصیت چاہتا ہے۔

اکبر اعظم کی کیا تعریف کی جائے تاریخیں اس سے بھری پڑی ہیں۔ ہندوستان سکے پارسی عیسائی مغرض کوئی قوم ایسی نہیں جو اس کی مداح نہ ہو۔ انکی عبوبہ شخصیت اور ہر دل عزیز حکومت کا اثر صدیوں بعد تک رہا ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ مرہٹہ حکمران قوم نے بھی آئین اکبری کی بہت بڑی حد تک پابندی کی ہے۔ ان کے بعد شاہ جہاں کے زمانہ میں عیش و نشاط امن و امان خوشحالی و بیفکری راحت و آرام کی جو فراوانی تھی اس کو تاریخ نے محفوظ کر لیا ہے۔ حضرت مالیگر مودود ملیلہ کے سچے زبردست اور پرہیبت بادشاہ تھے ان کی مہارت نقش شی عدالتی منصف مزاجی کو سوچ کر بیحد حیرت سے دیکھتے ہیں ایسا باجبروت بادشاہ ہندا یسے گنج شائگان کا مالک اپنی بسر بسر کیلئے ٹوپیاں بنتا تھا۔ قرآن مجید لکھتا تھا۔ اللہ اللہ ان کی کیا مبارک ہستی ہوگی کہ تخت حکومت پر جلوہ گر ہونے کے بعد بھی ہیرے اور جواہرات کو زیب بدن کرنے سے پرہیز کرتی تھی۔ انکی شجاعت کا یہ عالم کہ شیری سے دست و گریباں ہو گئے اور ہاتھی ایسے قوی ہیکل جانور سے بھڑ گئے۔

رانا پرتاب کی بہادری کا حال اب تک راجپوتوں کے دلوں کو گرمائے ہوئے اور ان کو شیر دل بنائے ہوئے ہے ہمکا استحان عالیہ جنگ یورپ میں ہو چکا ہے۔

سلاطین ملیلہ کے درباروں کو یاد کیجئے کیسے کیسے فضلا علما و زرا شعرا جمع تھے۔ ابوالفضل فیضی راجہ ٹوڈرمل کے کارناموں سے حکومت وقت کی تاریخ روشن ہے۔ علامہ فضل کے علاوہ ان بزرگوں کی مہارت فن سلطنت کی جڑوں کو مضبوط کئے ہوئے تھی۔ ابوالفضل اور فیضی ایک طرف تاریخ و فلسفہ و ادب میں اپنے جوہر دکھاتے تھے۔ دوسری جانب آئین جہانبانی کی گتھیاں سلجھاتے تھے۔ راجہ ٹوڈرمل کی تفتیش تالیمت سلطنت کے خزانے کو ہمیشہ معمور رکھتی تھی۔

حکومت ملیلہ کے عہد کی صناعی اور کاری گری کی قیامت تک مثنے والی یادگاریں روضہ تاجگنج۔ قطب مینار۔ متعدد مسجدیں۔ پلوں۔ سرائوں۔ محلوں۔ سندوں اور شاہی مقبروں۔ کی شکل میں آجتک موجود ہیں۔

دکن میں بھی بہمنیوں بریدیوں اور قطب شاہیوں کے گنبد۔ ایلورا اور اجنتا کے غار۔ فرنگل اور نانڈیڑ کی دیواریں باقی ہیں اور باقی رہینگے۔ بہار سے قریب تر زمانہ میں کوئی دیکھے کہ واجد شاہی عہد میں اگرچہ حکومت کا چراغ ٹمٹا رہا تھا لیکن کیسے باکمال افراد ہمہ داں موجود تھے۔ واجد شاہی دربار کے سو بیسیوں تنقیدین کے سطر طرح کم نہ تھے۔ پھر اس کے بعد سیمو سودا۔ درد داغ۔ مصحفی و انشا۔ سوز و جرات۔ ناسخ و آتش۔ غالب و ذوق امیر و داغ وہ باکمال شخصیتیں تھیں کہ جنکے قدم کی مشرکہ زبان اردو کی تعمیر ہوئی اور اسکو استحکام ہو گیا۔ لیکن میں جن لوگوں نے داغ و امیر کو دیکھا ہے آجتک ان کے بولنے

ملاحظہ ہو صفحہ (۱۱) کالم (۳)

ایامِ گذشتہ کی یاد

ارتسامات مصر

از ڈاکٹر عبدالحق صاحب بی۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔
(پروفیسر عربی کلیہ جامعہ عثمانیہ)

انسان کی جیسی دماغی حالت ہوتی ہے، اس کا واسطہ سے اسی پر مختلف چیزوں کے مختلف اثرات مترتب ہوتے ہیں، اگر وہ ان کی جانچ کرے، کہ جیسے جیسے انسان کی عمر زیادہ ہوتی ہے، ویسے ویسے اس کی دماغی قوت ترقی پذیر ہوتی ہے، تو یہ امر بھی ماننا پڑیگا کہ جسمانی قوت کے عروج و زوال کا بھی ہمپر گہرا اثر پڑتا ہے۔ آج کل بہت سے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں، جن کو ہم گزرتے شباب، اور قوت دماغی کے آپسی ملاپ کا نتیجہ کہیں تو بیجا نہ ہوگا، وہ تجربے اور مشاہدے جو شباب میں واقع ہوتے ہیں، اگر ان پر عبرت کی نظر ڈالی جائے، تو عمر اُن کے متعلق جو رائے جوانی میں قائم کی تھی، اس میں کچھ تغیر و تبدیلی کرنی پڑے گی، بوڑھے لوگوں کا کہنا ہے، کہ جوانی کے جوش سے مغلوب ہو کر، انسان ان نتائج کو جو پیچ نہیں سکتا جن پر ایک بوڑھا اپنے تجربے اور عمر کی بنا پر پہونچ سکتا ہے۔

الغرض جب میں برسوں کے بعد ان واقعات پر نظر ڈالتا ہوں، جو کئی سال پہلے میرے سامنے تقریر و روپ میں واقع ہوئے تھے، تو ہر واقعہ کو ایک نئی روشنی میں دیکھتا ہوں وہ اثرات جو میرے ذہن میں پہلے مترتب ہوئے تھے، دفعتہً پڑ گئے ہیں، بہت ممکن ہے کہ وہ اثرات کسی نہ کسی شکل میں اب بھی اپنا کام کر رہے ہوں، مگر بعد کے واقعات نے میرے قلب و دماغ پر اتنا زبردست حملہ کیا ہے۔

جب میں ان حالات پر غور کرتا ہوں، جو جنگ عظیم سے مصر و یورپ میں تھے، بعد ان کا بعد جنگ کے حالات سے مقابلہ کرتا ہوں (یاد رہے، کہ میں نے مصر و یورپ کا سفر لڑائی کے قبل اور لڑائی کے بعد بھی کیا ہے) تو مجھے زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ جن شہروں پر قبل از جنگ میں پہونچا تھا، وہ لڑائی کے بعد غلط ثابت ہوئے، اس عنوان میں میں اس امر کی کوشش کروں گا، کہ جہاں تک ممکن ہو سکے ایک زمانے کے کہے ہوئے بات، اور ان کے اثرات تعلیق کروں اس میں زیادہ تر شخصی تجربات، اور آپ بیتی سے بحث ہوگی، دوسری چیزیں ضمنی ہونگی۔

دو چیز جس نے مجھ پر ایک گہرا اثر کیا، اور جس نے میری زندگی کو ایک نئے قالب میں ڈھالا، وہ علیگڈھ کالج تھا، جو آج سے ۱۹ سال پہلے ۱۹۱۲ء میں قاہرہ میں، رکھا اسی وقت سے میرا تعلق نظر صرف قاہرہ ہی تھا، میرے سامان و گمان میں بھی نہیں تھا، کہ مجھے ایک اور منزل بھی طے کرنی ہے مصر میں جو واقعات گزرے ہیں، ان تمام کی تحریر بالتفصیل مشکل ہے۔ البتہ وہاں کی علمی فضا، و ادبی ترقی اور قومی اخلاق کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

جب میں مصر پہونچا، تو میرے شوق و خوشی کی انتہا نہ تھی۔ اسی ملک نے جس کے مشرقی بہت سے اہل الرائے کا خیال تھا، کہ وہ مشرقی ممالک سے تہذیب و تمدن میں پرے ہوا ہے، اور ترقی کے میدان میں کام ہے، (مصر پہونچنے کے بعد مجھے اس خیال میں

بقیہ صفحہ ۱۰ کالم (۳)

میں ان زبردست خاموش کی پر تکلف بدگمانیوں کی یاد تازہ ہوگئی حاصل یہ کہ صدیوں تک زمانہ نے ہندوستان میں ہم میں اور ان میں اور جمعیت و آشتی کے ساتھ فصیل و بنیاد بدلے ہیں ان کی یاد باقی نہیں ہے کہ ہمارے دلوں سے مٹ جائے بلکہ علاوہ اس کے کہ ہندو مسلمانوں کی مشترک خصوصیتوں کو آزمانے کے لیئے ایک متفق درس و تدریس کی جاری روحانی سرتوں میں غیر معمولی اضافہ کرتی ہے اور غالب کے اس تخیل کے داد دینے پر مجبور کرتی ہے۔

بھی چاہتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کئے ہوئے۔

کا کتنا شوق ہے، میں فوراً تاڑ گیا، کہ مولوی عالی نے میرے سوال کا یہ نتیجہ نکالا کہ میں اور واشاعر سنانا چاہتا ہوں میں نے عرض کی کہ میں نے کچھ اشعار عربی میں کہے ہیں، اس پر بھی مولوی صاحب نے پڑھنے کیلئے ارشاد کیا، اور بہت صبر سے تنبیہ کی کہ ایام سننے کے بعد مجھے نصیحت کی کہ جب تک تم اپنی تعلیم ختم نہ کر لو، شعر و شاعری کی طرف توجہ نہ کرنا، میں نے اس نصیحت پر عمل کیا، اور میں امید کرتا ہوں، کہ اسی زمانے کے بہت سے شاعر، جو حقیقت میں ناظم ہیں، اور وہ طالب علم جو تعلیم کی پابندیوں سے تنگ آکر، چاہتے ہیں کہ خیال پرواز میں مقید ہو کر نام پیدا کریں، اس نصیحت پر عمل کرینگے۔

میرے زمانے میں علیگڈھ کالج میں ابھی وہ روح باقی جاتی تھی جس نے اور کالجوں سے ممتاز کیا ہے، مثلاً اور کلیہ کی وفاداری، اپنی کلیہ کی مثال پیش نظر رکھنا لڑکوں میں اخوت، اور ایک خاص ولولہ ایک طالبعلم کے سینہ میں جوش زن ہونا تھا، جس کا ذی شعف بخوبی اندازہ کر سکتا ہے، میں نے علیگڈھ کالج میں زندگی بسر کی ہے، جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے، علیگڈھ کالج نے میرے مستقبل کو ایک خاص سانچے میں ڈھالا میرے قیام ایکا دیمی میں نے انگریزی حروف تہجی کے سیکھنے میں آتی کوشش نہیں کی جتنی اس روح کے جذب کرنے میں جو انکی فضا میں پھیلی ہوئی تھیں۔

علیگڈھ سے میں نے دوسرا قدم ۱۹۱۱ء میں قاہرہ میں رکھا اسی وقت تک میرا تعلق نظر صرف قاہرہ ہی تھا، میرے سان و گمان میں بھی نہیں تھا، کہ مجھے ایک اور منزل بھی طے کرنی ہے مصر میں جو واقعات گزرے ہیں، ان تمام کی تحریر بالتفصیل مشکل ہے۔ البتہ وہاں کی علمی فضا، و ادبی ترقی اور قومی اخلاق کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

جب میں مصر پہونچا، تو میرے شوق و خوشی کی انتہا نہ تھی۔ اسی ملک نے جس کے مشرقی بہت سے اہل الرائے کا خیال تھا، کہ وہ مشرقی ممالک سے تہذیب و تمدن میں پرے ہوا ہے، اور ترقی کے میدان میں کام ہے، (مصر پہونچنے کے بعد مجھے اس خیال میں

بہت کچھ ترمیم کرنی پڑی) اور جہاں تقریر و تحریر عربی زبان میں کی جاتی ہے، میرے دل میں خاص ولولہ پیدا کیا تھا مصریوں کو دیکھ کر تعجب ہوتا تھا، کہ میں کیوں بجز عربی میں گفتگو کر سکتا ہوں جب جامد اکسفورڈ میں مجھ کو ایک مصری طالب علم امرؤالقیس کا معلقہ پڑھ سنا رہا تھا تو میں نے اس کی توجہ چند اعرابی غلطیوں کی طرف منعطف کرائی، تو وہ غضب آلود ہوا، اور مجھ سے کہنے لگا، کہ عربی تمہاری زبان نہیں ہے، بلکہ میری زبان ہے۔

مصری عالم جملہ، یا شیخ یا استاذ کے نام سے پکارا جاتا ہے، قدیم عربوں میں ماہر ہوتا ہے، اور بلا تکلف عربی زبان میں تصیح خطبہ (بکھر) دیسکتا ہے یہی حال ان افندیوں کا بھی ہے، جن کی عربی تعلیم سطحی طور پر نہ ہوئی ہو۔ سچ پوچھیے تو عربی زبان میں جو نئی نئی کوششیں اور نئے نئے محاورے رواج پا رہے ہیں، اکثر انھیں افندیوں یا ان علماء کی، جنھوں نے کسی ایک یورپین زبان سے واقفیت پیدا کی ہو، کوشش کے نتیجے ہیں۔ انہوں نے یورپین، خاص کر فرانسیسی زبان کے محاوروں اور بول چال کا ترجمہ عربی زبان میں کر دیا ہے، جس کی مثالیں کثرت سے عربی جرائد (اخبار، اور مجلات (مجلوں) میں پائی جاتی ہیں۔ آئندہ جستہ جستہ راہ عربی سے واقف ہوگا، اسی قدر یورپین افکار و خیالات کو سمجھ کر سے عربی میں ظاہر کر سکیگا میرے زمانہ میں مصر میں ایک خاص طبقہ علماء کا پایا جاتا تھا، جسکا وجود اب بھی ہے، جو جامعہ ازہر میں تعلیم سے فراغت پانے کے بعد زبان فرانسیسی یا کسی اور یورپین زبان کی طرف توجہ کرتا تھا۔ اسی طبقہ نے جدید مصریوں میں چار جاندلگا دیئے ہیں ان علماء کی فکر و توجہ پر بھی ہمیں اگر اعتماد نہیں تو یورپین خیالات عاریۃً لینے میں بلکہ قصیح عربی صادم ہوتے ہیں انکی شاہین شیخ محمد عبدہ، سعد زغلول بک، رئیس نظارت ہیں لطفی منفلوطی، اور مصطفیٰ بن عثمان بن محمد علی پاشا خاندان خدیوی نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا تھا، کہ جامعہ ازہر کے طلباء کو دوسرے مختلف علوم کی تکمیل کیلئے یورپ روانہ کرتا رہا تھا، جنھوں نے واپسی کے بعد ملک کی بہترین خدمتیں انجام دیں اگر ہمیں عربی احیا کی کچھ امید ہو سکتی ہے، تو اس قدم جامعہ ازہر یا اس کے مماثل جامعات میں سے ہو سکتی ہے، بشرطیکہ ان کے طریقۂ تعلیم میں اصلاح کیجائے اور طالب علمان کو ایسی مصالیب سے واقف کرائے جائیں، جو کسی زمانہ میں خاص اسلامی تھے، اور جن کو اب یورپ کے جامعات نے اپنا خطہ راہ بنا لیا ہے۔ مصری تلامیذ کو، جو سرکاری مدارس میں تعلیم پاتے ہیں، ہا علوم میں نے دیکھا ہے کہ ان کی تعلیم قومیت کی طرف ہوتی ہے۔ عربی میں یہ کمزور ہوتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ بڑی حد تک مصر کے سیاسی زعماء اور اخبارات کے ذمہ دار ہیں یہاں اس مسئلہ پر بحث نہیں کرنا چاہتا، کہ آیا طالب علموں کو سیاسی امور میں حصہ لینا چاہئے یا نہیں، صرف میں اس امر کو بیان کر دونگا، کہ اس کا اثر مصری تلامیذ پر کیا پڑا۔

جو لوگ مصری احوال کا سلسلہ وار دیکھتے رہتے ہیں ان کو یہ امر بخوبی معلوم ہے، کہ مصر میں تقریباً ہر ایک طالب علم چاہے وہ ابتدائی، ثانوی، یا عالیہ مدرسہ میں تعلیم پا رہا ہو، کسی معاملات میں حصہ لیتا ہے۔ صرف خیالات کے ظاہر کرنے میں نہیں، بلکہ عملاً۔ وہاں کے سیاسی زعماء نے بھی طالب علم کو اپنا ہدف بنا رکھا ہے۔ ہر ایک امیر میں وہ طالب علموں سے تعاون کرتے ہیں، کہ وہ ان کا ہاتھ بٹائیں، ان کے مقاصد و اغراض کے پھیلانے میں حصہ لیں۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طالب علم مدرسہ میں ہڑتال کر بیٹھتے ہیں۔ مظاہرات میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لیتے ہیں اور جیل جانے تک کی پروا نہیں کرتے۔

جس فضا میں وہ رہتے ہیں، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کی تعلیم ناقص رہ جاتی ہے، وہ زیادہ وقت اپنے ہمجولیوں میں اور کتابوں کے مطالعہ میں صرف نہیں کر سکتے، اور اسی طرح مدرسوں، اور کلیوں سے غیر مکمل تعلیم حاصل کر کے نکلتے ہیں۔ جن لوگوں کو یورپ میں مصری طالب علموں سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوا ہے، وہ اس امر سے انکار نہیں کر سکتے کہ اکثر مصری طالب علموں کے خیالات و افکار کھوکھلے اور بنیاد سے خالی ہوتے ہیں، ان میں چند ایسے نکلینگے، کہ جن کو طالب علم کے نام سے پکارا جا سکتا ہے، اگر مصری نظارت معارف (وزارت تعلیمات) نے اسطرف توجہ نہ کی اور اس زہریلے مادہ کے استیصال کی کوشش نہ کی، تو ڈر ہے کہ مصر علمی اور نفسی دور میں اور ترقی یافتہ قوموں سے پیچھے رہ جائیگا۔

مال و دولت نے اقوام یورپ کو بہت فائدہ پہنچایا ہے، اور وہاں کے بیمار یا شفاخانوں نے اسکا جائز استعمال کیا ہے، اور کرتے ہیں، وہ سکتے ہیں، شفاخانے اور علمی، اور اطراحی کوشش دولت کے چشموں سے سیراب ہوتی رہتی ہیں۔ باوجود حکومت کے متمدن ہونے، اور اپنی رعایا، کی بہتر سے بہتر مدد دینے کے یورپ کے متمول اشخاص ہر طرف رفاہ میں اپنا حصہ لیتے ہیں، اور حکومت کا ہاتھ بٹاتے ہیں، اگر ہم میں سے کسی ایک معمولی سے متمول تعلیم یافتہ شخص سے کہا جائے، کہ وہ ان محسنوں میں سے چند کے نام لے تو وہ فوراً گنگنا نام نہ لے سکیگا۔

ایشیا میں اول تو دولت نسبتاً بہت کم ہے، اور ہم ملک میں ہے، وہاں دولت کا مصرف بالکل جداگانہ ہے۔ اور بہت زیادہ ترجیحی، اہل وطن پر صرف کیا جاتا ہے۔ یہاں کے اہل دولت و ملک اس امر کو اپنی شان سمجھتے ہیں کہ دکھاویں، روپیہ صرف کیا جائے، تاکہ یہ بھی ایسلینڈ آف دی ایسٹ، یعنے شان و شکوہ مغفرت کا مصداق ہیں۔ تعجب یہ ہے کہ نمائش میں تو روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے، مگر وہ چیزیں جو زندگی کی ضروریات میں سے ہیں، موجود نہیں ہوتیں۔ یہ عدم توازن افکار کا نتیجہ ہے مشرق میں بہت سے ایسے متمول اصحاب ملینگے جن کے مکان نہایت عمدہ سجے ہوئے ہوتے ہیں، مگر پیٹ بھنا نورا گدھا لیگی، کہ ان کے پاس بہت ساری چیزیں معدوم ہیں، جو زندگی کیلئے ضروری ہیں بہت سے مصر آپکی نظر سے گذرینگے، کہ جن کی آرائش و زیبائش میں بہت سا روپیہ خرچ کیا گیا ہے، مگر وہاں ذوق لطیف غائب ہے۔

مصری زمین سونا اگلتی ہے، یہاں کے زمیندار نہایت متمول ہوتے ہیں، مگر افسوس ہے، کہ دولت عیش و بہو کی نذر ہوتی ہے۔ میں نے قاہرہ میں بہت سے مصری طالبوں (کسانوں) کو دیکھا ہے، کہ وہ ٹیکیوں جیسے جس کی چھتوں میں اشرفیاں کھنک رہی تھیں، پہنے ہوئے ان سڑکوں پر چلتے دکھائی دیتے تھے، جو سید صاپاکت و تباہی کے غاروں کیطرف لی جاتی ہیں۔

آپ کو بہت سے مصری متمول ایسے ملینگے جنھوں نے قومی کاموں میں معتدبہ رقم دی ہو۔ ہاں قاہرہ کے طلاق اور عشرت گاہیں ان سے معمور رہتی ہیں، جہاں ایک شخص دیکھے سے پڑھنے کی کوشش کرتا ہے میں انتا ہوں، کہ یورپ میں عیاشی کے بہت سے مناظر دکھائی دیتے ہیں، مگر وہاں کے باشندوں میں، وہ توازن فکر موجود ہے، جو ان کو ہلاکت سے بچا لیتا ہے۔

جیسا کہ ہندوستان کے شریف زادے (جنکے پاس کچھ دولت ہو) یہ زیادہ پسند کرتے ہیں، کہ جیٹھ کر عیاشی کریں، روپیہ اڑائیں، مگر تجارت، یا کسی اور حرفت سے پرہیز کریں، یہی حال مصری نوجوان طالبوں کا ہے۔ جو روپیہ تین سے حاصل ہوتا ہے، اس کو عیش میں صرف کرتے ہیں صرف مصر میں نہیں، بلکہ یورپ کی بازیگاہیں، اور عشرتگاہیں، ہر سال ان سے بھری رہتی ہیں۔

ہندوستان کے متمول لوگ، مصریوں سے بہتر ہیں، مگر گاہ اس امر کا ہے کہ یورپ اتنے قریب ہونے پر بھی مصریوں نے بہت جلد یورپ کی بری باتیں، جن کو یورپین باعث ننگ سمجھتا ہے۔ سیکھ لیں۔ مگر اس کی خوبیوں کے سیکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔

محمد علی جد خاندان خدیوی نے، اس امر کو محسوس کر کے، کہ جب تک علوم و فنون جدیدہ کی تعلیم نہ دی جائے ملک کی ترقی ناممکن ہے، مدارس اور کلیئے قائم کئے بہت سے مصری طلبہ کو علوم کی تحصیل کی غرض سے یورپ بھیجا، اور ان کی واپسی کے بعد انھیں پھر خدمتیں دیں، تاکہ اور لوگ کیلئے مثال بنیں اسی طبقہ کی مساعی کا نتیجہ تھا کہ بہت سارے علوم و فنون یورپین زبانوں سے عربی میں ترجمہ کئے گئے اور تعلیم عربی میں دی جانے لگی۔ یہ تحریک محمد علی کے بعد مدھم پڑ گئی، مگر پھر خدیو اسمٰعیل پاشا کے زمانے میں چمک اٹھی۔ جب اسمٰعیل پاشا نے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لی، تو اس وقت مصر میں صرف مدرسہ حربیہ، مدرسہ طبیہ اور ایک مدرسہ ابتدائیہ تھا۔ اس نے اپنے جد امجد کی پیروی شروع کی، اور نئے مدارس قائم کئے، طالب علموں کو یورپ بھیجنا شروع کیا۔ اسکے زمانہ میں تعلیم بہت پھیلی، مگر اسکے بد تعلیمی حالت میں یہ بیشتر ضرور ہوئی اور عربی زبان کی جگہ یورپین زبانوں نے لے لی اب چند سالوں سے مصر میں اس امر کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ہر قسم کی تعلیم عربی میں دیجائے جامعہ مصریہ میں علوم ادب عالیہ کی تعلیم عربی زبان کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں اس امر کا ذکر کر دینا بیجا نہ ہوگا

ہے، کہ ہماری جامعہ عثمانیہ جہاں ہر علم وفن کی تعلیم اردو زبان میں دی جاتی ہے، جامعہ مصریہ کی موجودہ حالت سے کہیں بڑھی ہوئی ہے۔

۱۹۰۸ء میں جامعہ مصریہ کا افتتاح ہوا، وہاں کی تعلیم صرف چند لکچروں پر منحصر تھی، جن کو کچھ دیسی اور کچھ یورپین پروفیسر پڑھا کرتے تھے۔ جامعہ مصریہ کے کارپردازوں نے کئی طالب علموں کو تعلیم کیلئے یورپ بھیجا، کہ وہ واپسی کے بعد جامعہ میں تعلیم دیں۔ ۱۹۲۵ء میں، یورپ سے لوٹتے ہوئے جب میں مصر گیا، تو اس وقت جامعہ کو تعطیل تھی، مگر دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ابھی جامعہ کی تعلیم تشنیع ابتدائی حالت میں ہے۔

جامعہ ازہر جو دنیا کے قدیم ترین جامعوں میں سے ہے، اسکا حال ہر حیثیت سے بُرا ہے، اس کی اصلاح کی بہت سے لوگوں نے کوشش کی، مگر اب تک کامیابی ہوئی۔ مفتی شیخ محمد عبدہ مرحوم نے اسکی اصلاح کا بیڑا اٹھایا، مگر قدامت پسندوں نے ان کی سخت مخالفت کی۔ یہ شیخ ہی سائی کا نتیجہ تھا، کہ نصاب تعلیم میں مبادی ہیئت جغرافیہ، اور علوم عقلیہ زیادہ کئے گئے۔ شیخ کی روح ازہر میں ابتک بھی زندہ ہے۔ مجھے ازہر کے بہت سے طالب علموں سے ملنے کا اتفاق ہوا، ان میں سے چند ایسے تھے، جنھوں نے ازہر میں تعلیم پانیکے بعد دوسرے مدارس میں بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ یا اور طریقوں سے اپنے خیالات کو جلا دی تھی۔ یہ ازہر کے طلبہ کا بہترین نمونہ تھے، جن پر اگر مصر فخر کرے تو بجا ہے، اور چند ایسے تھے جنھوں نے صرف ازہر میں تعلیم پائی تھی، یا پا رہے تھے، اور خارجی اثرات سے بالکل پاک تھے، ان سے ملکر کوئی شخص بھی ان کے علم وفضل سے متاثر نہیں ہو سکتا کوشش کیجارہی ہے، کہ اس کی اصلاح کیجائے، مگر تبتک مصری حکومت اس کی اصلاح میں حصہ نہ لے گی، اور جدید کو قدیم کے ساتھ وابستہ نہ کرے گی، ازہر پورا پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

تمام مصریوں کی زبان، خواہ وہ مسلمان ہوں، خواہ قبطی یہودی ہے۔ مصری جس عربی زبان میں گفتگو کرتا ہے وہ بالکل بگڑی ہوئی اور غلط عربی ہوتی ہے۔ مگر تعلیم یافتہ مصری جب لکھ پڑھ سکتا ہے، تو اس کی عربی فصیح ہوتی ہے۔ گفتگو میں مصری "ج" کا تلفظ "گ" اور "ق" تلفظ "ا" سے کرتے ہیں مثلاً "جمعہ" کا تلفظ "گمعہ" اور "قلم" کا "الم" ہوگا۔ فعل مضارع کی ابتدا میں "ب" اور اس کے آخر "ش" داخل کرتے ہیں، مثلاً ما معرفش "جانے عالم" کے بولتے ہیں۔ اگر مصری شیخ سیر، دست تھے، اگر ان سے کہا جاتا کہ "مَعَلا" (خدا کا تلفظ اور اکبر تودہ کہتے "جاڈ" اور جوان سے کہا جاتا کہ "جاڈ" کہتے ہیں "گاڈ"، بہت سے فرنگی کلمات بھی ان کی بول چال میں داخل ہو گئے ہیں مثلاً "براڈ و ٹیا باشی" (گورنمنٹ ہاؤس) وغیرہ۔

اخبار) و مجلات (مخزن) یہاں کی کتب سے نکلتے ہیں اور بڑی آب وتاب سے ہر مضامین اور چھپائی کے اعتبار سے [illegible] سے کم نہیں ہوتے، اکثر علمی مجلات کے مدیر وہ لوگ ہیں، جو مصر میں آکر بس گئے ہیں المقتطف اور الہلال، جو شہرہ علمی مجلے ہیں، ان کے مدیر شامی تھے ہیں، اتفاقاً ہو ایک دینی پرچہ ہے، اسکا مدیر بھی طرابلس شام کا رہنے والا ہے۔ اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا، کہ مصریوں کی علمی اور ادبی ترقی میں شامیوں نے بہت کچھ ہاتھ بٹایا ہے، اور اب بھی وہ اس میں حصہ لیتے ہیں۔ جرائد کے مدیر اکثر عیسائی ہیں، المؤید جسکا مدیر ایک شیخ تھا، اور جو کبھی ایک یورپین زبان سے واقف نہیں تھا: مصر کا قدیم اخبار رہا، اس شیخ کا چلتا فقرہ اخبار نویسی کیطرف تھا، مگر مصر میں یہ بات مشہور ہے کہ اس کے معلومات بہت محدود تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے کسی مضمون میں لکھا تھا، مشتہ اللہ اقلیدیۃ خلقہ (خدا نے افریقہ کو کہ منطقہ ہے شرق بخشا ہے) دوسرا شیوہ لوبا اللہ تھا، جسکا مدیر مصنف کمال پاشا تھا، جو مصر پر انگلستان کا نمائندہ گذرا ہے اور جس نے فن اخبار نویسی میں ایک نئی روح پھونک دی تھی۔

جنگ عظیم سے پہلے مسلمانوں اور قبطیوں میں اتفاق نہ تھا، مگر لڑائی کے ہنگاموں نے ان میں بہت مضبوط اتحاد پیدا کر دیا ہے۔ قومی اور سیاسی امور میں ان دونوں گروہ میں کچھ اختلاف نہیں پایا جاتا۔ چونکہ باشندوں کی تعداد بہ مقابلہ اور بڑی بڑی ایشیائی قوموں کے کم ہے اور تمام کی زبان ایک ہے، اسی لئے اتحاد کی راہیں رکاوٹیں نہیں پیدا ہوتیں۔ اتحاد کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ یورپ کے قرب نے ان کو قومیت کا سبق سکھایا ہے۔

مصری مہمان نواز ہوتے ہیں، خاص کر انگریزوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آتے ہیں، مصری بڑے سے بڑا عہدہ دار کیوں نہ ہو، اپنے ملاقاتیوں سے خندہ پیشانی کیساتھ پیش آئیگا۔ اسلام کا ایک بڑا جزو، خوت ہے، انہیں یا اتا ہے جتنے مصریوں سے مجھے ملنے کا اتفاق ہوا۔ تقریباً ہر ایک نے میرے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ کیا، مگر افسوس اس امر کا ہے کہ مذہب کا وہ زور نہیں ہے، جو ایک اسلامی ملک میں ہونا چاہیے اندی دین کی پابندیوں سے آزاد ہوتے ہیں، مگر خدا سے امید ہے کہ وہ دن یہاں نہ آئیگا، جب کہ دین نام کے لئے رہ جائیگا

مصر میں دو تعلیم یافتہ طبقے پائے جاتے ہیں ایک طبقہ افندیوں کا، اور دوسرا طبقہ شیوخ کا افندیوں کا لباس بالکل یورپین ہوتا ہے، بجز اس کے زمصری کلاہ ان کے سر پر ہوتی ہے۔ شیوخ وعلامعمم، جبہ، قفطان وعمامہ پہنتے ہیں جبہ وقفطان قیمتی ہیں، اگر افندی لباس سے جرمہ کر نہیں، تو اس کے سادی ضرور ہوتے ہیں یہاں ایک اور خاص بات دیکھنے میں آئی ہے۔ افندی تو داڑھی منڈواتے ہی ہیں، مگر شیوخ کے طبقہ میں بھی ایسے بہت سے لوگ پائے جاتے ہیں جو مونچھ سے نیاز ہیں، یا صرف فائنی (داڑھی نہ رکھنے) ہیں۔

مصری خواتین ایک حد تک تعلیم یافتہ ہوتی ہیں، ان میں تعلیم عمومی نہیں، جیسے یورپ یا ہے، عام نہیں ہوئی ہے۔ جنگ عظیم سے پہلے مصری خواتین کا پردہ وہ قسم کا تھا ایک تو ترکی اپیشک جس سے سارا چہرہ ڈھنک جاتا تھا، اور دوسرا وہ جس میں صرف آنکھیں کھلی رہتی تھیں، اور ناک کے سرے سے ایک چین سفید کپڑا لٹکا رہتا تھا، میں نے اکثر شہرہ وصاف ناک کی نقاب دیکھا تھا۔ اب بھی ان دونوں پردوں کا رواج ہے، مگر مصری نیچا دل نے ترکی خاتونوں کا اتباع شروع کر دیا ہے، اگر یہی حالت جاری رہی، تو وہ دن بہت نزدیک ہے جب کہ عورتیں تاہرہ وسکندریہ کے سڑکوں پر بے نقاب، بے حجاب پھرتی نظر آئیں گی، اور مصر کے ناچ گھر ان سے بھر جائینگے جہاں وہ اجنبی مردوں کے ساتھ حیا کا پردہ اتار کر رقص کریگی قدرت نے دنیا کے ہر حصہ کے جنس لطیف میں ایک خاص قسم کی مصر رکھی ہے، مگر تاہرہ کی جنس لطیف میں اور دں سے زیادہ پائی جاتی ہے، یہ معلوم جب پردہ بالکل اٹھ جائیگا، اور رسم ورقیہ سے افسیں کامل رہائی ہوگی، تو یہ کیا مصنف ڈھائیگی اور سوسائٹی کو ذلت کی کس گہرائی میں گرائینگی۔ یورپ کی عورتیں آزاد ہیں، بے پردہ ہیں، رقص کرتی ہیں، مگر چونکہ ان کی تعلیم اور ان کے قدیم روایات رسوم ان کے محافظ ہیں، اسلئے ان میں اتنی برائیاں نہیں پائی جاتیں، جو شرقی عورتوں میں یورپ کی بُری باتوں کے اختیار کرنے سے پائی جاتی ہیں یورپ کے اہل نظر اور اہل رائے خود بہت سی باتوں کو جو وہاں کی جنس لطیف میں رائج ہیں۔ مذہبی کرتے، بھلا اگر ہم ان باتوں کو شرقی عورتوں میں کیسلے، اس نفاست میں روا رکھیں جو یورپ کی نہیں ہے۔ تو ہم مجنوں نہ کہلائیں گے تو اور کیا کہلائینگے۔

لینن کے دماغ کا امتحان

ماسکو پراوڈا اطلاع دیتا ہے کہ ایک ذمہ دار کامنٹرنیل جماعت کے سامنے برلن کے پروفیسر خاشت (FOUGHT) نے لینن کے دماغ پر ایک مضمون پڑھا جسکا اس نے امتحان کیا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً دو سال قبل پروفیسر خاشت نے اسکو میں ایک خاص ملی انجمن قائم کی تھی جسکا مقصد وضع لینن کے دماغ کا امتحان ہے اسکام کا انجام دینے کیلئے جرمنی کا رخانوں سے خاص قسم کے شین اور آلات تیار کرائے گئے اور جرمنی کے کئی ایک سائنس داں اس کام کیلئے بلائے گئے۔ اس طرح لینن کے دماغ کے متعلق تحقیق وتفتیش جاری ہوئی۔ اب تک تحقیق کے متعلق جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لینن کی زندگی معمولی آدمی سے بہت بلند ہے۔ اور اس کے دماغ کے خانے (CELLS) اوسط درجہ کے انسان سے پختہ اور مکمل ہیں اور اسکی مجموعی قابلیت بہت اعلیٰ ہے۔ اسکا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ لینن کے دماغ کے مخزونی خانوں کے خونوں کی نشوونما اچھی ہوئی تو کسی چیز کی حقیقت کو پہنچنے اور تاثرات کو روک تھام کرنے کی قوت اس میں بہت اعلیٰ درجہ کی ہے۔

لینن کے دماغ میں ماثرات اور خیالات جو ایک ملاحظہ ہوا باقی برصفحہ (۱۴) کالم (۱)



دستور حکومت

محمد میر خان بی ۔ اے ۔ ، ایچ ۔ سی ۔ اس ۔

معزی ممالک میں مذہب کی قوت باقی نہیں رہی ہے اور معاشی و سیاسی مسائل ان کی تہذیب پر حکمران ہیں ۔ انکے یہاں فرقوں اور جماعتوں میں بالا لامتیاز معاشی اور سیاسی مقتضیات کا اختلاف ہے نہ کہ مذہبی اختلاف ۔ اسکے برخلاف مشرق مذہب کا گہوارہ ہے اور انکے یہاں مذہبی احساسات اسقدر شدید ہیں کہ یہاں مغربی طرز کی جمہوریت کا رواج محال نظر آتا ہے کیونکہ مغربی جمہوریت کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ ملک کی مختلف جماعتوں میں صرف معاشی اور سیاسی اختلاف ہو اور خالص معاشی اور سیاسی جماعتوں کے جوڑ توڑ سے نظام جمہوریت مغربی قایم رہتا ہے ۔

غرض کہ ہندوستان میں انگلستان کی سی مکمل جمہوریت کے قیام کا امکان اسی وقت ہوگا جب ممالک مغربی کیطرح رفتہ رفتہ یہاں کے معاشی اور سیاسی مسائل ازاد قوم کیلئے اسقدر اہم ہوجائیں کہ وہ اپنے مذہب کو صرف ایک ذاتی اور معاشرتی شعار سمجھنے لگیں اور ملک کی معاشی بہبود کو اپنی غرض واحد سمجھکر سیاسیات میں منہمک ہوجائیں مغربی جمہوریت کیطرف قدم بڑھایا جاچکا ہے اور اس کے تکمیل تجربات کیوجہ سے کامل جمہوریت حاصل کرنے کیلئے تمام ملک کو شاں ہو اور اسی کے حصول میں تمام ملک کی بہبود پوشیدہ سمجھی جاری ہے ۔ اسلئے یہ چیزیں کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ فرقہ وارانہ تنازعات کے باوجود ہندوستان کا آیندہ دستور (۱۹۱۹ء) کے نافذ کردہ ظالم سے پیچھے کیطرف نہیں بلکہ آگے کیطرف ایک قدم ہوگا ۔ یہاں مختصراً چند ایسے مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے ، جنکا خاتمہ کرنا ہندوستان کے

باقی صفحہ (۱۳) کالم (۳)

مقام پر آئے تھے دوسرے مقام پر ان کی رو کی تھام کیگئی اور ان خیالات میں بھرتی ہی خانوں نے اضافہ کیا ۔

لیبن کے رواج کو کئی ایک معمولی انسانوں کے دانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے (۳۴۰۰۰) مقاموں پر بھرتی کی ضرورت ہوئی ہے ۔

آیندہ دستور پر غور کرنیوالوں کیلئے ضروری ہے ۔

ہندوستان کی آبادی کا اکثر حصہ زراعت پیشہ لوگوں کا ہے ، جو غیر تعلیم یافتہ ہیں ۔ گذشتہ چند سال کے تجربہ سے ظاہر ہے کہ یہی سیاسیات کو وہ سمجھ نہیں سکتے اور نہ ان میں حصہ لینا چاہتے ہیں ۔ ۱۹۱۹ء کے دستور کی رو سے یہ ملک کے دو ثلث حصے آیندہ کیلئے بطور تجربہ کم از کم مرکزی مجلس مضع قوانین کیلئے ان کے ووٹ سے صرف مجالس انتخاب نہیں طلب کئے جائیں بلکہ ان کے ووٹ سے صرف مجالس انتخاب (الکٹورل کالج) قایم کی جائیں اور ان مجالس کے ذریعہ سے مرکزی مجلس مضع قوانین کیلئے نمایندے منتخب کئے جائیں ۔ ملک کی موجودہ تعلیمی حالت کا لحاظ کرتے ہوئے بلا واسطہ انتخاب کی نسبت انتخاب کا بالواسطہ انتخاب بہتر ہے ۔ البتہ صوبہ وار ی مجالس مضع قوانین کے لئے راست نمایندوں کا طریقہ برقرار رکھا جاسکتا ہے ۔

موجودہ فرقہ وارانہ احساسات کیوجہ سے کونسلوں میں فرقہ وار ی نیابت کو قایم رکھنا لازم ہے انکے علاوہ ہر جماعت کی حفاظت کیلئے ایک طریقہ یہ مقرر کیا جاسکتا ہے کہ کوئی مسودہ کونسل میں منظور نہ ہو جبکی مخالفت کسی ایک فرقہ کے دو ثلث ارکین کریں ۔

صوبہ جات میں زمرہ اراذل اور زمیوں ہی کے ذریعہ سے حکومت کی جائے اور کوئی محکمہ گورنر کے امر زدہ شخص کیلئے "محفوظ" نہ رہے ۔ دستور حکومت میں اس امر کی کافی گنجایش رکھی جائے کہ ہر صوبہ کا دستور ایک کافی حد تک اس صوبہ کے تعلیمی اور معاشرتی حالات کے تحت اختیار کرلے ۔ دستور حکومت در اصل ہی سے زیادہ مفید ہوتا ہے جو بہ تدریج ترقی کرکے بنا یا ہوا نہ ہو بلکہ رفتہ رفتہ خود بنا ہوا ۔ اسکے علاوہ صوبہ کے گورنر کے انتخاب کو نظر کے وقت (اسٹریلیا ، کینیڈا اور کیطرح) وہاں کی سیاسی جماعتوں سے استصواب کیا جائے ۔

ہندوستان کیلئے ایک اعلیٰ قوی عدالت قایم کیجائے جسکا صوبجات کے ہائیکورٹوں سے اپیل رجوع ہوا کریں ۔ اس اعلیٰ ترین عدالت کے قیام سے جو بیرونی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی ہیں ہندوستانی اپیل رجوع ہوا کرتی ہیں وہ بند ہوجائیں ۔ اس طرح ہندوستانی مقدمات میں انگریزی عدالتوں کو کثرت رائے کیجائے جو نامناسب حالات پیدا ہوجاتے ہیں وہ بھی رفع ہوجائیں گے ۔ اسطرح رعایا کو اپنے ہی مسائل و اکابر کے ہاتھوں انصاف حاصل ہوگا اور مقدمہ بازی کم ہوگی ۔

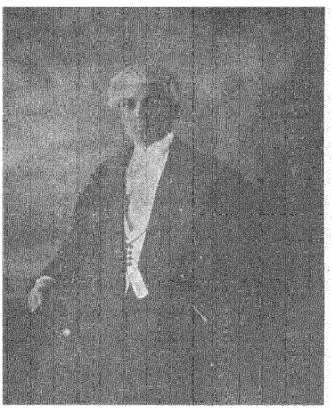
مرکزی حکومت کی نسبت صوبہ وار ی حکومت میں اور صوبہ وار ی حکومت کی نسبت بلدی (میونسپل) حکومت میں عہدہ داروں کا عنصر زیادہ رکھا جائے ۔ میونسپل الکحلس اور دیہاتی بورڈوں میں انتخاب کی عام آزادی ہو اور انھیں اپنے نمبر کو اختیار و قدر سے خرچ کرنیکا حق حاصل ہو ۔

ہندوستان ایک نہایت وسیع ملک ہے ۔ ایسی ایک شدید مرکزی (CENTRALISED) حکومت قایم رکھنا دشوار ہے اور اس قسم کی حکومت میں صوبہ جات کیلئے ایک حد تک انصافی بھی ہے ۔ اکثر صوبہ جات نہایت وسیع ہیں اور علاوہ اپنے مخصوص مسائل رکھتے ہیں جنکا مرکزی حکومت کامل طور پر سمجھ نہیں سکتی ۔ اسلئے ہندوستان کے لئے اتحادی ہیئت FEDERAL مناسب ہے ۔ ہر صوبہ کو اپنے داخلی انتظام کیلئے کافی آزادی حاصل رہے اور ملک کے مشترکہ امور کے سرانجام کیلئے دہلی کی مرکز FEDERAL حکومت مجلد صوبہ جات کی ہدایت کرے ۔

دیسی ریاستیں ملک ہندوستان کے جغرافیائی حدود میں اسطرح محصور ہیں کہ برطانوی ہند انسے قطع تعلق کر نہیں سکتا ۔ وہ برطانوی ہند سے ۔ ہندوستان ایک جغرافیائی جامد ملک ہے ۔ اس کی تجارت خارجہ اور مدافعت ملکی اور تعلقات بین ملوی میں ہر طانوی ہند اور دیسی ریاستیں برابر کے شریک ہیں اور کسی طرح ان کا علیحدہ رہنا ممکن نہیں ہے ۔ اسلئے یہ جانبین کے لئے مفید ہے کہ اس حقیقت کو تسلیم کرکے ان معاملات میں تعاون کیلئے ایک نظام قایم کیا جائے

ملاحظہ ہو صفحہ (۱۷) کالم (۲)

اُصول انقلاب



حسین علی مرزا صاحب بیرسٹرایٹ لا۔

پروفیسر قانون کلیہ جامعہ عثمانیہ

قومی رہنماؤں کا عموماً یہ خیال ہوتا ہے کہ عنان حکومت اگر ان کے ہاتھ آجائے تو وہ قوم کی حالت کو درست کر دیں۔ سیاسی تمدنی اور معاشرتی زندگی کی اصلاح کے لئے بہت سے تجاویز اور نظریہ قائم کئے جاتے ہیں اور خاکے ترتیب کئے جاتے ہیں۔ بالعموم اصلاح کا مقصد رفاہ عام ہوتا ہے مثلاً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر حکومت بدل دیجائے، بجائے بادشاہت کے جمہوریت قایم کردیجائے تو ملک کا سارا دارومدار ہو جائیگا۔ نظریہ کی حد تک لیڈروں کے تمام دعوے بہت معقول اور مدلل نظر آتے ہیں۔ مگر ان تمام چیزوں کو ہم اگر سبط تنقیدی نظر سے دیکھیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔ اصل راز یہ ہے کہ انسان کی حالت ہمیشہ یکساں نہیں رہتی۔ انسانی فضیلت کا یہ بالکل ہوائی کرشمہ ہے کہ ایک ہی انسان دو مختلف حالتوں میں یکساں نہیں پایا جاتا۔ اگر کوئی قومی لیڈر کامیاب ہو جائے اور حکومت کا صدر بنا دیا جائے تو ایسے نئے احوال میں اس کی ایک جداگانہ حالت ہو جاتی ہے۔ وہ قدیم نقطۂ نظر رفاہ عام کا قومی بہبودی، عزت پرستی کا باقی نہیں رہتا۔ بحیثیت حاکم اسی لیڈر کا ایک بنا کم نظر قایم ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ جن اسباب کے لیئے انقلاب عمل میں آیا تھا اور جو مقاصد پیش رکھے گئے تھے وہ سب مفقود ہو جاتے ہیں۔ ایک نیا اُفق اور ایک خیالی دنیا پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ تبدیلی ہمیشہ قدیم طریقہ سے زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے اس اصول کے ہم کئی تاریخی نظیریں پیش کرسکتے ہیں اور موجودہ زمانہ میں اس کی اکثر مثالیں ملتی ہیں۔ بالشاویکوں کے جبر و تعدی سے روس کی رہائی تک گئی تھیں۔ دوران جنگ میں روس میں ایک انقلاب عظیم برپا ہوا۔ بادشاہت کا تخت الٹ دیا گیا اور سلطنت روس کے چند افراد ملک کے سیاہ و سفید کے مالک بن بیٹھے۔ انقلاب کا علم مساوات اور حریت کے نام سے بلند کیا گیا تھا لیکن بالشوزم کے زمانہ میں وہ مظالم رونما ہوئے جن کے سامنے زار شاہی کے مظالم ہیچ معلوم ہوتے تھے۔ ان کا یہ حال تھا کہ انقلاب کے بعد نئی حکومت کو تسلیم کرنا چاہیئے۔ اسکے لئے اخباروں کا گلا گھوٹنا۔ آزادی میں تخفیف کرنا۔ فوج اور پولیس کا باضابطہ انتظام رکھنا ضروری ہے کیونکہ اندیشہ اس امر کا ہے کہ قدیم زار روس کی معزول شدہ حکومت زندہ ہونے کی یا اور کوئی نئی حکومت الٹ دینے کی کوشش کرے گی اس کا سد باب اسطرح سے ہو سکتا ہے کہ جبر و سختی سے ہر چیز کی نگرانی کیجائے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ یہ درمیانی زمانہ ہے، حکومت مستحکم ہو چکنے بعد ہر قسم کی آزادی عطا کیجائے گی۔ یہی بیان اور یہی بہانہ اس زمانہ کے مطابق بھی ہے، جو انقلاب فرانس کے نام سے مشہور ہے اور یہی حالات اسوقت اطالیہ میں بھی درپیش ہیں۔ ہر انسان کی خاص کمزوریاں ہوا کرتی ہیں۔ کوئی لیڈر جاہ و حشمت کا دلدادہ ہوتا ہے۔ کوئی حکومت کرنے پر مرتا ہے اسی فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے، مؤمن خواہ کچھ بھی ہو نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے یعنی انقلاب سے جدید طرز حکومت قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہونچاتی۔

انھیں اصول کے تحت ہم اگر اطالیہ کے حالات کا مطالعہ کریں تو آسانی سے ہر ایک عمل کا پتہ چل سکتا ہے، شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مسیر مسولینی کی شخصیت تو ایک ہے مگر دو جداگانہ واقعات میں انکی دو متضاد حالتیں ہیں۔ ایک حالت ہر منصف اخبار کا ایڈیٹر قوم کا رہنما و جریت و مساوات کا طلبگار اور رفاہ عام کی کوشش میں عمر صرف کرنے والا انسان ہے، جسکے لئے چند ہونا، مالی نقصان اٹھانا مناسب جانا بلکہ قابل فخر تھا۔ دوسری حالت میں یہی مسولینی اطالیہ کا جابر بادشاہ نظر آتا ہے۔ اسی مسولینی کی پہلی اور دوسری تصویریں کوئی مماثلت نہیں پائی جاتی سوائے اسکے کہ ایک ہی انسان کی دو مختلف حالتیں ہیں۔

اس قسم سے اقوام کے متعلق بھی یہ اصول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ ایک فوج دو مختلف حالتوں میں ایک ہی طبیعت پر قائم نہیں رہ سکتی۔ ابھی چند سال کا ذکر ہے کہ جن کے متعلق تمام عالم کا یہ خیال تھا کہ وہ آثار قدیمہ کی بھی ایک حیرت انگیز کاملی ان پر غالب ہے۔ اور اس قوم سے جنگ شورش کی توقع کرنا خلاف معقل ہے۔ آج وہی جرمن ہے کہ انقلاب شورش اور خانہ جنگی میں روبانہ ہر مصروف نظر آتا ہے اسی طرح کسی ملک کے پُرامن باشندوں کے متعلق یہ خیال کرنا خلاف فطرت ہوگا کہ شورش کے زمانہ میں بھی وہ قوم خوش اسلوبی سے کام کرے گی اور امن و صلح کے ذریعہ دنیا مقصد حاصل کرے گی مدآہ نایہ ہے کہ شورش میں بھی جن پسند قوم انتہا درجہ کے بے رحمانہ افعال کر بیٹھتی ہے۔ شورش میں نام تو آزادی کا رہتا ہے، لیکن اس میں فرضی نصب العین کو حاصل کرنے کی خاطر سے ہزاروں جانیں تلف ہو جاتی ہیں۔ صحیح آزادی وہی ہے جو از روے قانون حاصل ہو۔

آزادی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کسی شخص کے افعال پر کسی قسم سے قیود عائد نہ کئے جائیں کیونکہ اس میں صرف قوی اور ذی اقتدار افراد کچھ آزاد اور جنگلی اور باقی اشخاص جو کمزور ہیں

ان کو کسی قسم کی آزادی یا کسی قسم کے حقوق حاصل نہ ہونگے۔ قانونی آزادی میں سادی حقوق عطا کئے جاتے ہیں اور ان حقوق کی بالا ہی پر حکومت کی جانب سے چارہ کار عطا کئے جاتے ہیں یہ بحث غیر متعلق ہے۔ اسکا پورا فلسفہ بیان کرنے کیلئے زیادہ وقت کی ضرورت ہے۔

۱۸ فروری ۱۹۱۹ء میں جا بجا پیرس بعد ایطالیہ میں بولشوزم کا خطرہ ہونے لگا۔ بولشوزم کے مقصد اور اصل اصول کا یہاں کہ خواہ ان سے خاص نہیں آئیہ کبھی اشاعت میں اس پر بھی روشنی ڈالی جائیگی۔ بولشوزم کو مضر اثرات اور بولشوزم کیلئے موزوں ترین ملک ابھی ہونا تھی ابھی پورپ کے پیش نظر تھی۔ لیکن اطالوی پریشانی کے عالم میں بولشوزم کو مہلک دوا سمجھنے لگے مسٹر بولنی جو قوم کا ایک لیڈر مانا جا رہا تھا اور اخباری دنیا میں بے حد ممتاز تھا، اس نے بولشوزم کو اطالیہ میں روکنے کیلئے ایک کیشر گروہ کو آمادہ کیا اور سینیر مسولینی کے اس جدید سیاسی مذہب کا نام فاشزم (Fascism) تھا یہ لفظ مستق ہے فیسیا (Fascea) سے اسکے معنی اس رسٹہ کے ہیں جو شہزادوں کا ایک بیڑا ہوتا ہے ماندھتا ہے۔ ابتدا تو اس کی جماعت میں بنیاد میں (۱۵۴) افراد تھے لیکن بعد میں ملک کی آبادی کا شرح صد اس زمرہ میں داخل ہو گیا۔ چند ہی دنوں میں وہ زمانہ آگیا جب اطالیہ کا حقیقی مقدر ان میں سما گیا۔ اس نے کار و بار وزارت کے علاوہ ممالک خارجہ سے تعلقات اور ان کے سیاسیات کا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لیلیا۔ پھر نئے سرے سے پولس کی تنظیم ہوئی۔ ایک عام شرح شائع کر دیا کہ اطالیہ میں اب وہ قدیم حکومت نہیں رہی اب یہ بنیاد (بانی) حاکم ہے۔ فوج اور پولس کو حکم ہوا کہ خانہ جنگی کے علاوہ کسی قسم کی تحریک نہ ہونے پائے۔ اگر کوئی اخبار نے عام یا کوئی تنقید کرتا تو وہ بند کر دیا جاتا۔ کسی مقام پر آزادی کے متعلق اگر کوئی تقریر اطالیہ میں ہوتی تو مقرر سخت بازپرس کیجاتی کبھی تو مقرر گرفتار کیا جاتا اور کبھی قاتلانہ حملہ ہوتا۔ حکومت کے خلاف جن اشخاص پر سازش وغیرہ کی تہمت لگائی گئی وہ یا تو جلا وطن کر دیئے گئے یا دار پر کھینچے گئے۔ غرض کسی قسم کی آزادی باقی نہ رہی۔

سینیر مسولینی کا بیان ہے کہ فاشزم سے مراد محض بولشوزم کا سد باب نہیں کیونکہ یہ مقصد تو محض کسی ہوگا۔ بلکہ اسکے دوسرے اور بھی تعمیری مقاصد ہیں۔ مثلاً اطالیہ کی خوابیدا و نفتہ حالت میں اضافہ کیا جائے۔ اطالیہ کا وقار تمام دنیا میں قائم رکھا جائے۔ قوم کی عزت اس کی قوت و ثروت سے ہو سکتی ہے اسلئے اطالی باشندوں کو اس میدان میں جد و جہد کرنا چاہئے۔

بولشوزم سے تمام اشخاص سادی طور پر سراسیمہ ہو جاتے ہیں، بورژی تملکیت ہر قسم کی ملک کے نام ہوتی ہے۔ امیر غریب میں جو اسوقت تین فرق ہے وہ قائم نہیں رہتا۔ لیکن یہ اور فلسفہ طلبی ہے کہ اس تنظیم کے تحت میں الاقوامی تجارت ملک کو بحیثیت ملک ہونے کے کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ غرض یہ ایک جداگانہ بحث ہے۔ سینیر مسولینی کا اصل مقصد یہ تھا کہ ملک کے سرمایہ دار تمام رہیں اور ملک کی تجارت میں اضافہ ہو۔ لیکن یہ معلوم رہے کہ انسان پر حکومت کا اسقدر رشوق غالب آجاتا ہے کہ اس کی خاطر یہ ناجائز فعل کو وہ تقریباً جائز سمجھتا ہے۔ اس امر کا مشکل سے پتہ چل سکیگا کہ مسولینی کی جدوجہد اور اس سیاسی طوفان کا افتراق آیا خود اسکے اقتدار میں اضافہ کرنے کے لئے ہے۔ صحیح مضمون میں ملک کو فائدہ پہونچانے کے لئے۔

موجودہ زمانہ میں سیاسی یا مدبر کا ساعت نظر صرف ملک کی حد تک محدود رہتا۔ اس کی کوتاہ نظری پر محمول کیا جاتا ہے کیونکہ اقوام کی مثال ایک شطرنج کے بساط کی ہے جہاں ایک مہرہ کا اثر دوسرے پر برابر پڑتا رہتا ہے اور ہر ہر نئے قدم پر اور ہر ہر چال میں مختلف متضاد چالوں کا خیال رکھنا لازمی ہے بہ الفاظ دیگر سیاسی اور تمدنی ترقی کیلئے جو بے دریغ ایک بیش از زمانہ جگہ درکار ہوتی ہے۔ کوئی قوم یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ دوسری اقوام کا لحاظ رکھے بغیر انفرادی حیثیت سے کسی قسم کی مدد و جہد کر سکتی ہے۔

ایطالیہ میں جو یہ شورش ہوئی اور مسولینی کو جو کامیابی حاصل ہوئی اسپر عام سیاسیات میں بڑے بڑے بارکیک میں بیحد قسم قسم کے تخیلات میں سرگرداں ہیں۔ کہ زمانہ کے قبل یہ پیش گوئی ہوئی تھی کہ مولنی کی مثال دنیا کیلئے موزوں نہیں ہے۔ کیا عجیب دنیا میں اور بھی لیڈر اسی اصول پر کاربند ہوں اور رفتہ رفتہ جب چند ممالک اس قسم سے مطلق العنان شخصی حکومت کے زیر اثر آجائیں تو جمہوریت کی بنیاد کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ جمہوریت میں بہت سے نقائص ہیں، یورپ کی ہر اک سربرآوردہ سلطنت میں بھی بحث رہتی ہے کہ جمہوریت کا طریقہ کامیاب رہا یا ناکام جمہوریت میں بڑا عیب یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ترقی سرعت کے ساتھ عمل میں نہیں آتی جس ملک میں تھوڑے ہی زمانہ میں عظیم الشان ترقی ہوئی وہاں بادشاہ کا اچھا اثر نمایاں ہوتا ہے ۱۸۷۰ء کے بعد جرمنی میں جو ترقی ہوئی وہ ظاہر ہے۔ برائے نام تو وہاں بھی پارلیمنٹری حکومت تھی لیکن بادشاہ ویلیم مدبر اکی رائے سے تنظیم و نسق کیا کرتا تھا۔ جاپان کی ترقی میں پرنس کاسیہ تو حصہ رہا ہے اور بادشاہ کے سایہ عاطفت میں حیرت انگیز ترقی ہوئی

جنگ کے بعد صلح نامہ جو صرف ہوا اس میں اساسی اصول یہ رکھا گیا کہ آئندہ ممالک میں اگر اختلاف آرا ہو تو یہ مشاورتی مجلس اقوام (لیگ آف نیشنز) کے روبرو پیش کیا جائیگا اور اس انجمن کے تصفیہ پر فریقین کو راضی ہونا پڑیگا۔ چند اصلی نقائص انجمن اقوام کے دستور میں ضرور پائے جاتے ہیں لیکن ضرور ہے کہ جنگ کو کم کرنے یا بغیر جنگ کے کام چلانے کیلئے ایک طریقہ کار ہاتھ آگیا۔ لیکن مسولینی جیسے فاشزم کے رہنما اور مجدد اطالیہ کے اقتدار اعلیٰ پر سرو ہتے تھے انھیں خالیگر یہ طریقہ ناگوار معلوم ہوا اور اسی باعث جزیرہ کارفو (Corfu) کے سامنے میں گوہ باری کا حکم دیا گیا اور لیگ اوشن سے کچھ مدد نہیں لیگئی۔

یہ رفتار اسی نہیں جو دنیا میں امن قائم رکھے۔ آج فریق مقابل ساکت ہے لیکن جب کہ آئندہ ایسے حالات پیدا ہوں جن سے وہ قوی ہو جائے اور انتقام لینے پر آمادہ ہو جائے کہ اس کی خاطر یہ ناجائز فعل کو وہ تقریباً جائز سمجھتا ہے۔ اس امر کا مشکل سے پتہ چل سکیگا کہ مسولینی کی جدوجہد اور اس سیاسی طوفان کا افتراق آیا خود اسکے اقتدار میں اضافہ کرنے کے لئے ہے یا صحیح مضمون میں ملک کو فائدہ پہونچانے کے لئے۔

موجودہ زمانہ میں سیاسی یا مدبر کا ساعت نظر صرف ملک کی حد تک محدود رہتا۔ اس کی کوتاہ نظری پر محمول کیا جاتا ہے کیونکہ اقوام کی مثال ایک شطرنج کے بساط کی ہے جہاں ایک مہرہ کا اثر دوسرے پر برابر پڑتا رہتا ہے اور ہر ہر نئے قدم پر اور ہر ہر چال میں مختلف متضاد چالوں کا خیال رکھنا لازمی ہے بہ الفاظ دیگر سیاسی اور تمدنی ترقی کیلئے جو بے دریغ ایک بیش از زمانہ جگہ درکار ہوتی ہے۔ کوئی قوم یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کہ وہ دوسری اقوام کا لحاظ رکھے بغیر انفرادی حیثیت سے کسی قسم کی مدد و جہد کر سکتی ہے۔

ایطالیہ میں جو یہ شورش ہوئی اور مسولینی کو جو کامیابی حاصل ہوئی اسپر عام سیاسیات میں بڑے بڑے بارکیک میں بیحد قسم قسم کے تخیلات میں سرگرداں ہیں۔ کہ زمانہ کے قبل یہ پیش گوئی ہوئی تھی کہ مولنی کی مثال دنیا کیلئے موزوں نہیں ہے۔ کیا عجیب دنیا میں اور بھی لیڈر اسی اصول پر کاربند ہوں اور رفتہ رفتہ جب چند ممالک اس قسم سے مطلق العنان شخصی حکومت کے زیر اثر آجائیں تو جمہوریت کی بنیاد کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ جمہوریت میں بہت سے نقائص ہیں، یورپ کی ہر اک سربرآوردہ سلطنت میں بھی بحث رہتی ہے کہ جمہوریت کا طریقہ کامیاب رہا یا ناکام جمہوریت میں بڑا عیب یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ترقی سرعت کے ساتھ عمل میں نہیں آتی جس ملک میں تھوڑے ہی زمانہ میں عظیم الشان ترقی ہوئی وہاں بادشاہ کا اچھا اثر نمایاں ہوتا ہے ۱۸۷۰ء کے بعد جرمنی میں جو ترقی ہوئی وہ ظاہر ہے۔ برائے نام تو وہاں بھی پارلیمنٹری حکومت تھی لیکن بادشاہ ویلیم مدبر اکی رائے سے تنظیم و نسق کیا کرتا تھا۔ جاپان کی ترقی میں پرنس کاسیہ تو حصہ رہا ہے اور بادشاہ کے سایہ عاطفت میں حیرت انگیز ترقی ہوئی

جنگ کے بعد صلح نامہ جو صرف ہوا اس میں اساسی اصول یہ رکھا گیا کہ آئندہ ممالک میں اگر اختلاف آرا ہو تو یہ مشاورتی مجلس اقوام (لیگ آف نیشنز) کے روبرو پیش کیا جائیگا اور اس انجمن کے تصفیہ پر فریقین کو راضی ہونا پڑیگا۔ چند اصلی نقائص انجمن اقوام کے دستور میں ضرور پائے جاتے ہیں لیکن ضرور ہے کہ جنگ کو کم کرنے یا بغیر جنگ کے کام چلانے کیلئے ایک طریقہ کار ہاتھ آگیا۔ لیکن مسولینی جیسے فاشزم کے رہنما اور مجدد اطالیہ کے اقتدار اعلیٰ پر سرو ہتے تھے انھیں خالیگر یہ طریقہ ناگوار معلوم ہوا اور اسی باعث جزیرہ کارفو (Corfu) کے سامنے میں گوہ باری کا حکم دیا گیا اور لیگ اوشن سے کچھ مدد نہیں لیگئی۔

یہ رفتار اسی نہیں جو دنیا میں امن قائم رکھے۔ آج فریق مقابل ساکت ہے لیکن جب کہ آئندہ ایسے حالات پیدا ہوں جن سے وہ قوی ہو جائے اور انتقام لینے پر آمادہ ہو جائے

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ایسا ہوتا آیا ہے ۱۸۷۰ء میں فرانس کو شکست ہوئی جرمنی غالب رہا ۱۸۷۱ء میں کامیابی ہو گئی۔ اور جرمنی کو جیسا دیکھنا پڑا ایسی حالات نہایت خوبی سے وہ تصویریں پیش کئے گئے ہیں۔ یہ دو بڑی تصویریں ورسیل (Versail) کے مشہور تصویر خانہ میں پہلو بہ پہلو رکھی گئی ہیں پہلی تصویر وہ ہے جس میں نپولین کی شکست کے بعد شہنشاہ جرمنی تخت نشین کیا جاتا ہے۔ دوسری تصویر جرمن کے زوال کی ہے۔ فرانس کی فتحمندی دوسری تصویر کے مرتسم سے نمایاں ہے۔ یہ کہنا بالکل آسان ہے کہ ترقی اور تنزل ہر شخص کیلئے لازمی ہے لیکن اگر ساتھ ہی ساتھ سیاسی جد و جہد کے بنیاد انتقام پر نہ ہو تو اس کی ایک شکل نکل آتی ہے۔

اوپر اس امر کا ذکر ہو چکا ہے کہ فاشزم کا ظاہری منشا تو یہ ہے کہ ایطالیہ کے جدید دس اضافہ ہوں۔ سرمایہ داروں کو حکومت کی جانب سے امن و پناہ ملے کیونکہ سرمایہ دار تجارت کی جان ہیں اور تجارت سے ملک کی قوت ہے۔ تیسرا مقصد یہ ہے کہ بولشوزم کی روک تھام کیجائے کیونکہ یہ سرمایہ داروں کا دشمن ہے۔ جو تھے ملک میں وہ انتظام موجود جدید حکومت فاشزم کو قایم رکھے۔ اس قسم سے اور بھی مقاصد کی نہرست دیکھا سکتی ہے مگر یہ امر قابل غور ہے کہ عوام کی بہبودی اور حریت کا کہیں بھی ذکر نہیں۔

اصل راز یہ ہے کہ مسولینی کی نمود و ترقی اثرات کے تحت ہوئی ہے یہ بھلا اور زبردست اثر کیمولی کا رہا ہے۔ آج سے چار سو سال پہلے میکیولی کی کتاب "دی پرنس" (The Prince) کے نام سے لکھی گئی۔ میکیولی کے مقاصد اس زمانہ کے لحاظ سے چنداں بُرے نہ تھے مگر میکیولی کے خیالات کو عموماً یہ کہا جاتا ہے اور یہ کہنا کہ وہ ہی زمانہ کیلئے صادق آسکتے ہیں غلطی پر مبنی ہوگا۔ میکیولی اپنے کتاب کے باب (۱۷) میں انسانی فطرت کی متعلق یہ لکھتا ہے "اگر بعض ملک کے تمام باشندوں سے حکومت کو بہتری کی توقع رکھنا بیکار ہے عوام کے خیر کا جبر لازمی دھوکا ہے۔ دغا۔ احسان فراموشی ہے۔ اگر بادشاہ کو ان سے اپنی کام نہ نے تو وقت ضرورت یہ وفا ثابت ہوں گے۔ اگر شہزادہ جو رعایا کے ساتھ محبت برتتے ہیں ظلم کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ ہر کیلئے گروہ ہو کر کوئی کام کر نہیں کرتے۔ بجائے اس کے آدمی پر بادشاہ کا ہاتھ اور خوف ہی رہے کام آشنا بات ہو سکتے ہیں۔ بادشاہ میں جو رعایا محل ہو وہ قابل سزا ہے" غرض میکیولی کے رعایا کے متعلق اس قسم کے خیالات ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر زمانہ دہر ملک کے لئے بجا خیالات صحیح نہیں ہو سکتے۔ لیکن مسولینی اس کتاب کو بچپن ہی سے بہت شوق سے پڑھتا تھا۔ اور اب بھی اسکا خیال ہے کہ میکیولی کے خیالات صحیح ہیں۔ دوسرا اثر مسولینی پر نپلین بونپارٹ کی تاریخ کا پڑھنا بھی ایسا نہیں جسکی تعریف ہو سکے مسولینی بھی نپولین کا بہت دلدادہ تھا۔

اس طول بحث سے اس امر کا پتہ چلیگا کہ جس بہانہ سے انقلاب کیا گیا اس کی کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی

نظریات اور خیالات جو ظاہر کئے جاتے ہیں خواہ وہ کیسے ہی اچھے ہوں لیکن معاً نُمائش کے خلاف پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی ہمارے خیال میں ایطالوی قوم کو قدیم زمانے میں بدرجہا زیادہ نُمائش حاصل تھی۔ حکومت کا اور سیاسیات کا جدید مقصد اعلیٰ تو یہ سمجھا جا رہا ہے کہ حکومت عوام کی بہبودی کیلئے ہو۔ دوسرے حکومت ایسا ماحول پیدا کرے جس میں نیک زندگی حاصل ہو۔ تیسرے تعلیمی حالات ایسے ہوں جس سے ملک صلح کی جانب رجوع ہو۔ یہ نہرست اکمل ہے۔ یعنی طریق جدید چیزوں کا ذکر کرنا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بتلانا منظور تھا کہ کس حد تک انقلاب کے ذریعہ ایطالیہ کو ان مقاصد میں کامیابی ہوئی۔

ایک اور اہم مسئلہ اصول قانون سے متعلق پیدا ہوتا ہے جن میں انقلاب سیاسی صریحاً خلاف قانون تصور کیا جاتا ہے۔ وہ دستور (Constitution) جو انقلاب کے ذریعہ قائم ہو جائے کس حد تک دستور قانونی سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ دستور میں تو شرط یہ ہے کہ قانون ملک کے مطابق ہو۔ یہی وجہ تھی کہ جب اوس میں انقلاب ہوا تو طوائف ریاستوں نے اپنے سیاسی تعلقات اوس سے منقطع کر لئے اسی مسئلہ پر ایطالیہ کے متعلق بھی حال میں انگلستان کے مشہور اخبار "دی نیشن" (The Nation) نومبر ۱۹۲۶ء میں مراسلت ہوئی ہے۔ برٹرینڈ شاہ کی تحریرات قابل دید ہیں۔ مختصراً اس مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالی جا سکتی ہے کہ لفظ دستور دو مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک معنی تو ایسے دستور کے ہیں جو قانون ملک کے تاج ہو اور اسی کے قواعد رسم و رواج کے تحت مرتب کیا جائے دوسرے معنی میں وہ دستور حکما ناخذ قانون کے بجائے عوام کی رائے سیاسی نقطۂ نظر سے اقتدار اعلیٰ کے اختیارات رکھتی تو اگر غلبہ آراء سے قوم کسی امر پر متفق ہو جائے تو یہ بھی قانون کا اثر رکھیگی۔ مثلاً شمالی امریکہ کا دستور خلاف قانون انگلستان مرتب کیا گیا چونکہ قوم نے غلبہ آرا سے اس امر پر تصفیہ کیا تھا اسلئے وہ بے ضابطہ دستور ابتدائی دنوں کیلئے بمنزلہ قانون دستور کے ہو گیا۔ یہ اگرچہ بحث ہے جو کہ تعلق قانون کے اساسی اصول سے ہے۔ یہاں اس بحث کا چھیڑنا مناسب نہ ہوگا۔ عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کا کامیاب ترین انقلاب، انقلاب امریکہ سمجھا گیا ہے۔ اس انقلاب کا منشاء یہ تھا کہ آزادی حاصل ہو لیکن امریکہ میں اس وقت بھی وہ آزادی حاصل نہیں ہے۔ جو انگلستان کے باشندوں کو حاصل ہے جب ایک کامیاب شورش کا یہ نتیجہ نکلا تو دوسرے انقلابات کا ذکر ہی کیا۔

صحیح مضمون میں ترقی وہ ہے جو تدریج ارتقائی طور پر ہوتی رہی۔ انقلاب سے عموماً منشاء یہ ہوتا ہے کہ جلد ترین تمام مقاصد پورے ہوں اور تمام تکالیف دور ہو جائیں۔ مگر اس قسم کا کوئی نسخہ ابھی تک تجویز نہیں ہوا۔ آج سے دو سو سال پہلے سائنس کے متعلق بھی یہی کوشش تھی کہ ایک عالمگیر فارمولہ کے تحت بے شمار امور کو حل کیا جائے برخلاف اس کے جدید سائنس کی ترقی کا راز یہ ہے کہ محض کسی ایک شعبہ پر یا کسی ایک دعات کے تحقیق میں عمر صرف کر دیں تاکہ اس دعات کے متعلق خواص معلوم ہو سکیں۔ غرض صحیح ترقی درجہ بدرجہ اور مدتوں کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اور یہی طریقہ اقوام کی بھی نشو نما یا ارتقاء کا ہے۔

انقلاب کی مخالفت میں ہم اس کے قبل بھی ایک مضمون میں ذکر کر چکے ہیں۔ مگر اس سے یہ مٹا نہیں ہے کہ ملک غیر تبدیل پذیر ہو۔ کیونکہ تبدیلی بھی عین حیات ہے۔ اور ارتقاء بتدریجی اسکو کہتے ہیں جو ضرورت زمانہ کے ماتحت تدریجاً ہو۔ انقلاب میں ایسی کوئی شکل نہیں پائی جاتی۔

انقلاب مثل ایک آندھی کے ہوتا ہے جس میں اچھا برا تمیز ہی نہیں پائی جاتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ انقلاب سے تمدن میں ترقی کی بجائے تنزل واقع ہوتا ہے۔

اصول انقلاب کے نام سے کئی کتابیں بھی لکھی گئی لیکن انقلابات کے زیر اثر یہ تصانیف شائع کی گئیں۔ اگر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو صرف یا خام بنیاد پر ان کا انحصار معلوم ہوتا ہے جگہ مختصر طور پر ہم اسی نتیجہ پر پہونچتے ہیں جسکا ذکر ہم پہلے مضمون میں کر چکے ہیں۔ یعنی

انقلاب ایک قابل ملامت قربانی ہے۔ اور ارتقار پائیدار مستقل اور ترقی بخش اصول ہے۔

بقیہ دستور حکومت

صفحہ (۱۴)، کالم (۳)

اس قسم کے تعاون و مشارت کے لئے بہترین تجویز، جیسا راقم بعض جگہ لکھتا رہا ہے، ایک مجلس نامبین روسا کا قیام ہے اس مجلس میں ریاستوں کی حکومت کے نمایندہ بھیجے جائیں، اور اس مجلس کی حیثیت متحدہ مرکزی حکومت کے لئے ایک تیسری مجلس وضع قوانین کی ہو مشترکہ مسائل کے متعلق کوئی ایسا مسودہ قانون منظور نہ ہو، جب تک وہ دونوں مجالس کے علاوہ اس تیسری مجلس میں بھی منظور نہ ہو جائے، اس طرح دیسی ریاستیں دیگر صوبہ جات کی طرح ملک کی معاشی بہبودگی اور تعلقات خارجہ اور مدافعانہ فوجی انتظامات میں مشورہ دے سکینگی اس کے علاوہ ہر ریاست کا نمایندہ دہلی میں مرکزی حکومت سے اپنی ریاست کے سیاسی تعلقات کی نسبت بحیثیت سفیر عرت کر سکے گا۔

بقیہ محمد علی باشا

صفحہ (۲۱)، کالم (۳)

جائز طور پر اپنے ہم عصروں اور آنے والی نسلوں سے عہد جدید کے بانی و سنہ اور جدا علی کا خطاب حاصل کیا، قوم و ملک کی بہبودی کیلئے مسلسل مذمات اور انہاک و استغال نے محمد علی کی صحت کو ناقابل بیان نقصان پہونچایا تھا، اور اس کی آخری عمر اس قابل نہ رہی

ایچ۔ جی۔ ویلس کا ایک لطیفہ

انگریزی زبان کے مشہور مصنف ایچ۔ جی ویلس کو اخبار والوں کی طلاقات سے سخت نفرت ہے۔ اس نفرت کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے۔

حال میں ایک دن وہ ایک قصبہ میں اپنے مکان کے قریب ہی ایک گلی سے گزر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک چالاک سا رپورٹر نظر شخص اس کی طرف قدم اٹھائے چلا آرہا ہے اجنبی شخص قطعاً اخبار نویس نظر آتا ہے۔ ایچ۔ جی۔ ویلس کو یقین ہو گیا کہ اب اس سے ملاقات اور گفتگو کرنی پڑیگی اس لئے اس نے ایک چھپکہ گلی میں اجنبی کو چکر دیکر نکل بھاگنا چاہا۔ مگر اجنبی نے پیچھا چھوڑا اور برابر ویلس کے ساتھ لگا رہا۔ ویلس نے پھر کوشش کی اور ایک خراب راستہ اختیار کیا۔ اور کھیتوں اور کیاریوں میں سے جلد جلد گذرنے لگا۔ تاکہ اجنبی اس کا تعاقب نہ کر سکے۔ اس کوشش میں ایک کھیت میں ویلس صاحب کا پاؤں پھسلا اور وہ منہ کے زمین پر آرہے۔ تقدیر کے فیصلہ کو تسلیم کر کے۔ ایچ۔ جی۔ ویلس نے زمین پر سے اُٹھتے ہوئے اس بار خاطر انسان پر نظر ڈالی اس مدت میں اجنبی قریب آگیا تھا۔ اس نے سرور ہو کر مصنف سے کہا۔

"بڑی خوشی کی بات ہے دوست کہ تم آخر کار لگاتار انداز ہو رہے۔ مہربانی کر کے مجھے یہ بتا دو کہ اس گلاگوں میں ہوٹل کہاں ہے۔ میں سردی سے اکڑا جا رہا ہوں مجھے اس وقت حرارت کی سخت ضرورت ہے۔"

حق کہ وہ ملک کیلئے ذرہ دار انہ خدمات انجام دے سکے۔ اسی وجہ سے اپنی زندگی ہی میں اس نے اپنے فرزند اکبر اسم اپنا کو اپنا قائم مقام کر دیا اور خود اطبار کے مشورہ سے تبدیل آب و ہوا کیلئے اسکندریہ چلا گیا۔

انیسویں صدی کے اس شہرۂ آفاق مجدد اور بے مثال مصلح و مدبر نے اپنے دوسرے درجہ کے پایہ تخت اسکندریہ میں ۲ اگست ۱۸۴۹ء کو اس دنیائے ناپائیدار سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کیا۔ اور قاہرہ کے قلعۃ الجبل کی مسجد میں اس تاریخی انسان کو سپرد خاک کیا۔

اس موقع پر مناسب ہوگا کہ سلطان عبدالعزیز نے اس کے مزار پر کھڑے ہوئے اس نادر روزگار ہستی کو مخاطب کرتے ہوئے جو کلمات ادا کئے تھے ہم بھی اسی کے ہم زبان ہو کر کہیں کہ:-

"اے نسل انسانی کے نادر الوجود
تاریخی فرزند آرام سے محو خواب
رہ کہ تیرا ذکر غیر فانی ہے"

کا بانی مبانی اسکا بیٹا اسمٰعیل تھا جو کبھی اس کے ذہن سے اوجھل نہ ہونے پاتا تھا۔

ابھی یہ عالم شباب ہی میں تھا کہ سلطان ترکی تک اس کی جوانمردی اور بہادری کے افسانے پہونچنے لگے۔ اور سلطان نے اسکو آزمانے کی خاطر پہاڑی ڈاکوؤں اور بحری قزاقوں کے قلع قمع کا حکم دیا۔ جن کو محمد علی نے چند ہی ہفتوں میں تہس نہس کر دیا اور کثیر مال و زر جس کو بحری قزاقوں کا نام و نشان تک نہ چھوڑا۔ اس واقعہ نے سلطان کی نگاہوں میں محمد علی کو اور بھی موقر کر دیا اور سلطان نے اس کو اپنے اشاں میں ایک معزز رکن کی حیثیت سے شریک ہونے کی دعوت دی لیکن محمد علی کو اپنا وطن محبوب تھا اس نے قبول کرنے سے معذرت چاہی۔

تاریخ سے محمد علی کی زندگی کے ایک پہلو پر اچھی روشنی پڑتی ہے جس نے اس کی شہرت و عظمت میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ یہ اوستا، تو کہ سے متعلق ایک گاؤں تھا جہاں کے باشندوں نے ایک خفہ مقرر کیلئے جو ادائیگی سے انکار کر دیا تھا۔ شوبچی حاکم تو کہ کو سخت پریشانی کے عالم میں دیکھکر محمد علی نے اس پر اوستا کی سرکوبی کا بیڑا اٹھایا۔ اس نے حاکم سے کہا کہ وہ اکیلا ان لوگوں کو اطاعت پر مجبور کر سکتا ہے۔ اور چونکہ شوبچی کے پاس فوج کی قلت تھی اسلئے اس نے صرف دس مسلح آدمیوں پر اکتفا کی۔ اس مختصر سی فوج کو لیکر محمد علی نے پر اوستا کی طرف کوچ کیا۔ اور ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے بعد گاؤں کے چار سرپر آوردہ لوگوں کو اس حیلہ سے بلوایا کہ انھیں ایک نہایت ہی اہم خبر سنانی ہے۔ یہ لوگ خالی الذہن سمجھ میں بھوچنے اور جوں ہی یہ وہاں پہونچے ان دس آدمیوں نے ان کی ٹکٹیاں کس دیں۔ ان لوگوں کی چیخ پکار پر سارے گاؤں والوں نے محمد علی کو آن گھیرا۔ جس کے جواب میں محمد علی نے نہایت مستقل مزاجی سے انھیں للکار کر کہا کہ اگر ان کو چھڑانے کی معمولی بھی کوشش کی گئی تو یہ ابھی ذبح کر دیئے جائینگے۔ اس وقت محمد علی کی مستقل مزاجی اور جرأت و دلیری نے ان باغیوں کو کچھ اس طرح مرعوب کر دیا کہ کسی کی مجال نہ ہوئی کہ وہ مقابلہ کی ہمت کرتا۔ اور محمد علی نہایت اطمینان سے قیدیوں کو لیئے ہوئے تو کہ پہونچا اور ان کو توپ ہی کے حوالہ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسرے دن پر اوستا کے باشندوں نے مطلوبہ رقم ادا کر کے قیدیوں کو چھڑا لیا۔

اس واقعہ سے محمد علی کی اعلیٰ شخصیت کا اصلی خاکہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ اور ایک مدبر کو اس شخص کی فضیلت کی تحلیل کے وقت صاف طور پر دکھائی دیگا کہ محمد علی مجسمہ حیرانی تھا، سرعت ادراک، فوری عزمیت، دلیرانہ اقدام اور عدیم المثال شجاعت کا۔

اسی شجاعت و جوانمردی کے باعث باب عالی نے محمد علی کو نوآبادیاتی قوت کے مقابلہ کیلئے مصر بھیجا جس کے عام فتنہ جات کے دبانے کیلئے رہے تھے۔ مصر روانہ کیا۔ ترکی فوج کے دیگر سپہ سالاروں کے دوش بدوش محمد علی نے بھی فرانسیسی انواج کا نہایت ہی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا۔

محمد علی کی طبیعت کچھ اس طرح واقعہ ہوئی تھی کہ اس کے لئے کسی کا حکوم بنکر رہنا ناممکنات سے تھا اور اسی سے ہم تاریخ کے اس راز کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ سر سٹرٹ محمد علی مصر کی مختلف جماعتوں کو باہم برسر پیکار کر کے ایک ایسی زاہد بالاقتدار قوت بن بیٹھا کہ تمام جماعتوں اور مصری رعایا کی نگاہیں اسی کی طرف اٹھنے لگیں۔ بالآخر اس کھلی ہوئی حقیقت کے آگے باب عالی کو بھی سر جھکانے تبن بڑی اور ۹ جون ۱۸۰۵ء کو باب عالی کا وہ تاریخی فرمان صادر ہوا جس کی رو سے محمد علی والی مصر قرار پائے۔

مصر کی اجتماعی اور سیاسی تاریخ سے جن لوگوں کو کچھ بھی رہی ہے وہ اس حقیقت سے بے بہرہ نہیں رہ سکتے۔ کہ اس محیر العقول مجدد مصر کی ذہانت پر پورے (۱۰۰) سال گزر چکے ہیں لیکن مصر نے اپنے اس معمار العصر میں ابتک کوئی نقص نہیں پایا۔ جو محمد علی نے آج سے اتنی مدت پہلے اسکے لئے بنایا تھا۔

محمد علی نے ان مشکلات کا جو امور مصر کے پیش نظر تھیں کیا حل نکالا اور اپنے اہل نصب العین تک پہونچنے کیلئے مسلسل سعی و کوشش جہد و استقلال اور قوت ایمان کے ساتھ اس نے وہ راستہ کر دکھایا جو کسی تاریخی آدمی کے شایان شان ہونا چاہئے۔

سب سے پہلے تو اس نے مصر کو اپنا وطن عزیز قرار دیا اور اس کی آزادی کی بنا ان اصولوں پر رکھنی چاہی جن کو گردش زمانہ اور حوادث دہر کبھی متزلزل نہ کر سکیں۔ یوں تو اپنے پیش گو زر مصر پر آئے اور چلے گئے لیکن ایک خاص امتیاز محمد علی کو حاصل تھا۔ وہ صرف جی تھا کہ تخت مصر پر اس نے جو قدم جمائے تھے تو قدم اور ملک کے ارادے اور اس دلی رغبت و شعار کی بنا پر جس کا اظہار پورے تصرف کی نایندہ جماعتوں نے مئی ۱۸۰۵ء میں کیا تھا۔ اور اسی کی تصدیق باب عالی نے اپنے متذکرہ بالا فرمان کے ذریعہ کی تھی۔

محمد علی کی دور بین نگاہوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ آزادی کی پہلی منزل قومی وحدت کا پیدا کرنا ہے۔ چنانچہ انہوں نے مصر کے ہر ایک طبقہ اور جماعت کو قانون کے آگے سر تسلیم خم کرنے کیلئے بلا کسی امتیاز کے ایک صف میں لا کھڑا کیا۔ ٹیکس و محصول کرنے میں ایک کو دوسرے پر کسی طرح کی ترجیح نہ دی، فوجی اور سیول ملازمتوں کا ہر ایک کو حقدار ٹھیرایا، مذہبی آزادی میں حکومت کے ہر طرح کے تدخل کو ممنوع قرار دیا۔

جب یہ مراحل طے کر لئے تو اس نے خاص مصریوں کی ایک نئی فوج تیار کرنے کی ٹھان لی اسطرح سے دخلی اور خارجی اقتدار دونوں قوت حاصل ہو سکے، اور دیگر سلطنتوں کو مصر کی قومی عظمت اور اتحاد و یکجہتی کا کھلا ہوا ثبوت مل سکے۔

اس میں شک نہیں کہ ان تعمیری منازل کے طے کرنے میں محمد علی کو بعض ایسی مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑا جن کو بعض متعصب مورخوں نے محمد علی کے شاندار کارناموں پر ایک بدنما دھبہ سمجھا ہے۔ اور سب سے زیادہ اہمیت مملوک کے واقعہ قتل کو دیگئی ہے، واقعہ یہ ہے کہ محمد علی نے جب سرزمین مصر میں قدم رکھے تو مملوک کے جو رؤسا شہرۂ آفاق نظام ان کی آپس کی ناچاقی اور ہر وقت برسر پیکار رہنے اور کسی واحد مرکزی قوت کی اطاعت نہ کرنے کی وجہ سے ملک میں ایک عجیب اتر جلات رونما تھی، جس کی تفصیلات سے تاریخ کے اوراق مملو ہیں،

محمد علی کیلئے سخت مشکل تھا کہ دو مصر کی کوئی مفید خدمت انجام دے سکے تا وقتیکہ سب سے پہلے مملوک سے نپٹ لے، اس نے ان سے مصالحت و مفاہمت اور اتفاق کی ہر چند کوشش کی، لیکن اس کو اس معاملہ میں کامیابی نہیں ہوئی آخر کار تنگ آکر اور صرف اس وجہ سے کہ مصر کی فلاح و بہبودی اور ترقی و آزادی کا راز اسی میں مضمر تھا کہ ان کی مطلق العنانی کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ان سب کا قلع و قمع کر دیا جسکی تفصیل یہ ہے کہ اس نے ۱۸۱۱ء میں مملوک کے سرغنوں کو شاہی ضیافت کے بہانے سے قلعہ میں بلا کر کیا اور جب یہ شہریان جمع ہو گئے تو اپنی فوجوں کو سامملوک کے قتل عام کا حکم دیدیا

اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ایک دھوکہ تھا، اور اس طرح سے بعض ایسے لوگ بھی مارے گئے جو بیگناہ تھے جو شاید بے قصور ہوں لیکن باینہاں ملک و حکومت اور مدبرین سیاست و اجتماع کو جہاں تعمیری کام کرنے پڑتے ہیں وہاں کچھ نہ کچھ ایسے تخریبی اعمال کی ضرورت بھی محسوس ہوتی ہے، جن کے بغیر تعمیر ناممکن ہو، فرانس کے مشہور زمانہ انقلاب ہی کو لیجئے کہ جمہوریت کی تعمیر کے وقت ملک کو کس قدر ہولناک خونریزی معاملات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

محمد علی کو جب ممالیک کے شر و فساد اور دیگر مشکلات سے نجات ملی تو اس نے ملک کی اقتصادی آزادی اور ترقی کی فکر شروع کی۔ چنانچہ مزارعین پر زمینوں کی منصفانہ تقسیم ہوئی اور زراعت و آبگذاری کے متعلق نئے نئے اصول و قوانین نافذ کئے گئے اسطرح جب ملک کی دولت و ثروت میں اضافہ ہوا تو اس نے تجارت کیطرف توجہ کی اور اس غرض سے اس نے بحری تجارت کیلئے ایسے شاندار بیڑے تیار کئے جو یورپ کی دول عظمیٰ کا مقابلہ کر سکتے تھے، اور اپنی جوان ہمت فوجوں کے ذریعہ شرق سے لیکر مغرب تک بحر احمر پر یوں طرح قبضہ کر لیا، اور جنوبی علاقوں میں اپنی تجارت کیلئے راستے کھول دیئے۔

اسی اثنا میں اس نے سوڈان فتح کر لیا۔ اور اس میں ایک منظم حکومت کی بنا ڈالی، محمد علی کی فتوحات کا ہمارے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہے تاہم اتنا بلا اس نے شام کے ساحلوں کو بھی فتح کر لینے کا ارادہ کر لیا تاکہ وہاں کی مدینات کی بھی موثر دفاع سے مصر کی عظمت میں اور اضافہ کرے لیکن اسکا ارادہ اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ یہ سلطان ترکی کے خلاف اعلان جنگ نہ کر دیتا، بالآخر یہی ہوا کہ مصر اور ترکی میں جنگ چھڑ گئی اور توپنہ کے مشہور معرکہ میں ہم نے مصری انواج کے کمانڈر انچیف ابراہیم پاشا کے آگے

خطرات النفیس

محمد علی باشا



ڈاکٹر ظہیر الدین احمد افندی، ام۔اے، پی ایچ۔ڈی (جامعہ مصریہ)
پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ

مشرقی اقوام کی ترقی کا راز درحقیقت ان کی آپس کی مخاصمت و افتراق، ایک دوسرے کی حالت سے عبرت و موعظت حاصل کرنے اور ایک دوسرے کیلئے اسوۂ حسنہ بننے میں مضمر ہے لیکن یہ کسقدر تعجب خیز بات ہیکہ ان کی تمام تر توجہ صرف مغربی اقوام کی طرف منعطف ہوگئی ہے۔ اور مشرقی ممالک کے متعلق انکے معلومات کا دائرہ نہ صرف محدود بلکہ قریب قریب معدوم ہے بمصر ہی کو لیجئے، جس حیثیت سے وہ اپنی سیاسی، اقتصادی اور فکری آزادی کیلئے کوشاں ہے، شاید بہت کم لوگ ہونگے جو اس کے متعلق اگر تفصیلی طور پر نہیں تو کم از کم اجمالی طور پر بھی واقفیت رکھتے ہوں۔ حالانکہ اگر ہم مصر کے تمدن اور اس سے واقف ہوتے تو ممکن تھا کہ اس سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے اور کرسکتے۔

میرے احباب مدیران نظام گزٹ نے جب مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ میں ان کے اخبار کیلئے کوئی مضمون لکھوں تو میں نے مناسب سمجھا کہ مصر ہی کے متعلق کچھ لکھ کر اپنے وطن سے اسکا تعارف کراؤں تاکہ اسطرح ان کی کوئی خدمت انجام دیسکوں۔

بالفعل میرے مضمون کا تعلق مصر کے ان فرمانروا سے ہے جو اپنے روزگار رہنما اور سیاسی مدبر ہونے کے ساتھ ساتھ مصر کی بڑی شاہنشاہیت کے بانی بھی ہے اور جس نے سب سے پہلے سرزمین مصر میں آزادی کا بیج بویا تھا۔

جزیرہ نمائے بلقان کے نقطۂ نظر سے اور مقدونیہ کے جنوبی اور علیحٰ کو نمائے شمالی گوشہ میں، روم کے اور اسٹریون کے درمیانی خلیج نین کے انتہائی سرے پر ایک میدان دیکھائی دے گی جو دریا، مین اس سمت دریائے مکسی بلی گئی ہے جو اپنے سوا رسمت دریا میں کود پڑا ہو اور پانی کے بھنور میں پڑ کر تصویر حیرت بنا کھڑا ہو۔ اس میدان پر قدیم زمانہ سے ایک شہر آباد تھا جسکو جالیسو کہتے تھے، سکندر اعظم کا جب اسطرف سے گذر ہوا تو اس نے اپنے گھوڑے کے نام پر اس کا نام بوسیفلا رکھدیا۔ لیکن از منۂ وسطیٰ کی تفریق اقوام نے تجارتی اغراض سے جب یہاں آمد و رفت شروع کی تو انھوں نے اسکو لاکانا کا نام دیا انکے معنی بھی الحاکموں زبان میں گودے ہی کے ہیں اور اب ترکوں نے تھوڑی سی تحریف کے بعد اسکا نام قوآلہ رکھدیا ہے اور یہی مقام محمد علی مجدد مصر کا مولد و مسکن ہے۔

محمد علی کی ولادت ۱۷۶۹ء میں ہوئی تھی یہ تاریخ بھی ہے کہ اسی سنہ میں دنیا کے چند ایسے اکابر و عظماء پیدا ہوئے ہیں کہ تاریخ کے کسی ایک سال میں اس طرح کے عظماء کے پیدا ہونے کا سوا یہ نہیں چلتا۔ فرانس کی عظیم ترین شخصیتوں نپولین بونا پارٹ اور شاتوبریان، جرمنی کا شہرۂ آفاق مؤرخ گوتھر، اسکاٹ لینڈ کا شہرۂ آفاق فلاسفر اور انشاء پرداز کارلائل، فرانس کا مشہور طبیعی فلسفی کیوویر (CUVIER) اور جرمنی کا مشہور عالم ہمبولٹ (HUMBOLOT) یہ سب اسی سال کی پیداوار ہیں۔

محمد علی کے والد ابراہیم آغا کے نام سے مشہور تھے، جو قوآلہ کے میئر یا کلکٹر تھے محمد علی اپنی غیر معمولی سیاسی، دماغ، کھرے اخلاق اور بلند عالیت جیسے صفات کے لئے جن میں اس کی شہرت اور مقبولیت کا راز مضمر تھا بڑی حد تک اپنی ماں کا زین منت ہوا پڑا۔ اس کے والد کم عمری کے باعث پریشان رہتے تھے لیکن اس کے باوجود انھوں نے اس زمانہ کے لحاظ سے محمد علی کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس زمانہ میں ترکوں علم سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی اس وجہ سے کم از کم علمی حیثیت سے تو محمد علی کو محروم ہی رہنا پڑا لیکن باہمدانہ اوصاف، مستقل مزاجی، وقت شناسی، صبر اور اولوالعزمی کا محمد علی کو بہت بڑا حصہ ملا تھا۔

ابھی یہ جوانی کی منزلیں ہی طے کر رہا تھا کہ اسکی ماں نے دائمی اجل کو لبیک کہا، اور اس کے چند روز بعد چچا جس کے والد نے بھی انتقال کیا، یہ محمد علی کیلئے ناگہانی حادثہ تھا۔ والدین کے انتقال کے بعد اس کے چچا طوسن آغا نے اس کی سرپرستی قبول کی۔ اور اسکے مرنے کے بعد شوہر بھی حاکم قوآلہ نے اس کی جانب دست اعانت بڑھایا۔

جس زمانہ میں محمد علی حاکم قوآلہ کے پاس تھا، ان ہی دنوں میں ایک فرانسیسی مدبر موسیو لیمون سے اسکی ملاقات ہوئی جس نے اس کے شاندار مستقبل کے متعلق پیشین گوئی کی تھی۔ ان دونوں میں آپس میں روابط بہت مستحکم ہوگئے اسی سے فرانسیسیوں کی جانب محمد علی کے اس رجحان کا پتہ چلتا ہے جس سے محمد علی کی آیندہ زندگی کا پہلو ممتاز اور نمایاں ہوا۔

عظمائی زندگی کا یہ بھی عجیب راز ہے کہ جس درجہ وہ صحیح الدماغ اور باہمت و عزیمت ہوتے ہیں اسی نسبت سے اوہام اور تخیل کا بھی ان پر اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ محمد علی نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ اس نے سخت تشنگی کے عالم میں دریائے نیل کا پورا پانی پی لیا لیکن چہرہ پر اسے تازگی ہوا کسی بزرگ نے اس کی تعبیر یہ دی کہ تم نہ صرف مصر ہی کو مسخر کرو گے بلکہ دوسرے ممالک بھی فتح کرلوگے۔ اس خواب نے محمد علی کے دل و دماغ پر اس درجہ تاثر پیدا کیا تھا کہ یہ خواب ایک مبہم شکل میں ہمیشہ اسکے پیش نظر رہنے لگا۔ اور درحقیقت اس کی حوادث و واقعات سے لبریز زندگی کی کہانی کا

قسطنطنیہ کا راستہ کھول لیا تھا بحیرۂ روم کی افواج کو شاندار فتح نصیب ہوئی، اس موقع پر سلطان ترکی نے محمد علی سے مقابلہ کیلئے روس سے مدد چاہی، لیکن دول یورپ نے جب یہ دیکھا کہ اسطرح قسطنطنیہ میں روس کا اثر و نفوذ بڑھ جائیگا تو انھوں نے محض اپنے ذاتی مفاد کی خاطر ترکی کو شکست دہ یا کر محمد علی کے مطالبات قبول کرنے اور اسطرح ۱۸۳۳ء میں کوتاہیہ کا مشہور معاہدہ ترکی اور مصر کے درمیان طے ہوگیا۔ جسکی رو سے شام اور اضنہ کے علاقوں پر حکومت مصر کے بغیر رہے اُڑنے لگے

محمد علی کی شاندار فتوحات اور تجارتی و اقتصادی تقدم نے یورپ کے تو سامان کھڑے کر دئے لیکن محمد علی اس حقیقی آزادی کی راہ میں ان تمام چیزوں کو قدم اول میں شمار کرتا رہا، جو اس کے دوام حکم اور اس کے نسل کی بقاء اور قوم کی بہبودی کا باعث ہو سکے چنانچہ ۱۸۳۸ء میں اس نے سنوائے دول کو اپنی کامل آزادی کا اعلان کرنے کا ارادے سے مطلع کیا اور ان سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اس سلسلہ میں اپنی حکومتوں سے گفت و شنید کر لیں۔

حکومت انگلستان نے اس کے جواب میں لکھا کہ "محمد علی کی یہ اسکیم ناممکنات سے ہے اور یہ خیال ان کی تباہی کا باعث ہوگا"۔ فرانس نے اپنے خیال کا اسطرح ظاہر کیا کہ "محمد علی کو اس اسکیم کے عمل میں لانے سے ہر ممکن اور غیر ممکن ذریعہ سے روکا جائیگا"۔ اور آسٹریا کے وزیر اعظم نے یہ جواب دیا کہ "یہ سب سے مقدم یورپ کا امن و امان قایم رکھنا ہے"

بایں ہمہ چونکہ محمد علی نے کامل آزادی اور بادشاہی کی پیادت سے نکل جانیکا تصمیم ارادہ کر لیا تھا، اس نے ہر طرح کی ذمہ داری یورپ کے سر ڈالی، اور اس طرح سلطان ترکی اور مصر کے درمیان ایک نئی جنگ کا آغاز ہوا، اس مرتبہ بھی میدان عثمانیوں کے ہاتھ رہا، اب تو محمد علی کا یہ ایک اچھا مطالبہ تھا کہ وہ اپنی فتوحات سے فائدہ حاصل کرے، لیکن دول یورپ کو خوف تھا کہ محمد علی کی کامیابی کہیں عثمانی خلافت کے سقوط کا باعث نہ ہو، اسلئے انھوں نے محمد علی کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، اور واقعہ تو یہ ہے کہ تاریخی نقطہ نظر سے اکتوبر ۱۸۴۰ء میں مصر اپنی فتوحات کھڑیوں سے گذر رہا تھا کہ جس میں اس کی پوری عظمت و قوت کے سر جانیکا اندیشہ لگا ہوا تھا،

دول یورپ جنھوں نے یونان بحیرۂ ایجی کھیکر اور امریکہ میں آئین کی دیگر نوآبادیات کی آزادی کے اعلان میں جد و جہد اور نہایں سی کوشش کی تھی، اس وقت متفقہ طور پر اپنے جنگی بیڑے لئے ہوئے شام اور اسکندریہ کے کنارے لنگر انداز ہوئی تھیں تاکہ اپنی قوتوں سے مصر کی متحد فوج کو جزیرہ کی شرطیں قبول کرنے پر مجبور کریں، اور یہ سب کچھ اسلئے تھا کہ دول یورپ کے خیال میں محمد علی کی آزادی یورپ کے اس دوران میں قطعی انداز اور دنیا میں ایک ایسی جنگ و جدال کا سبب ہونے والی شمار کیگئی تھی جسکے مقابلہ کے لئے یورپ تیار نہ تھا، لیکن ایک حقیقت میں گلگاہ کیسلئے یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ در حقیقت یورپ کو کچھ خوف تھا تو اسکا کہ مشرق کے دروازہ پر کہیں ایسی زبردست مشرقی قوت کا قیام نہ ہو جائیگا جو یورپ اور اس کی مشرقی نوآبادیوں اور تجارتی منڈیوں کے درمیان سد سکندری بن جائیگی البتہ آخری وقت میں صرف ایک فرانسیسی حکومت ہی حق کہ تھیرس کی وزارت قایم ہونے کے بعد اس نے محمد علی کے متعلق اپنے خیالات میں کچھ تغیر پیدا کیا تھا اور دول یورپ پر اپنے اس خیال کا اظہار کیا کہ "حکومت فرانس محمد علی کے وجود کو دنیا کی ایک ایسی سیاسی قوت سمجھتی ہے جسکے بغیر دول عالم کے مابین نہ تو توازن ہی قایم رہ سکتا ہے اور نہ دنیا میں امن و امان باقی رہ سکتا ہے"۔ اسلئے کہ محمد علی کے تحت حکومت نہ صرف وسیع اسکیمیں رکھتی ہیں بلکہ اسکا اقتدار وسیع دریاؤں تک پھیلا ہوا ہے"

یورپ کی ان دیکھیوں اور مخالفتوں کے مقابلہ میں محمد علی کیلئے یہ ناممکن تھا کہ ان کے مطالبات کے آگے وہ اپنی گردن جھکا دیتا، بلکہ اسوقت محمد علی کی مثال نپولین کی سی تھی جو دائرہ کے مرکز میں جوانمردی کیساتھ گردشی سے لڑ رہا تھا، محمد علی کو بھی امید تھی کہ یورپ کے حلیف دول کے خلاف فرانس اعلان جنگ کر دیگا لیکن اسی اثنا میں تھیرس کی وزارت ٹوٹ گئی، اور محمد علی کو حلفاء یورپ کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو جانا پڑا۔ اور لندن میں ۱۵ جولائی کے معاہدہ کی رو سے مصر کی داخلی آزادی اور حکومت مصر پر محمد علی کے خاندان کا حق تسلیم کر لیا گیا اور اسطرح محمد علی کی ان تمناؤں پر پانی پھر گیا جو بلاد عرب شام اور کریٹ کے متعلق تھیں جو اس کے دل میں جاگزیں تھیں جن کو وہ حکومت ترکی کے قبضہ سے لکھا کر اپنے زیر نیابت لانا چاہتا تھا، لیکن اس نے اپنی قوم اور جانثاروں کیلئے ملطانیہ اور ان مفوضہ مقامات پر تسلط کیلئے دروازے کھول دئے ہیں اور اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ محمد علی کے جانشین اس کی ان مردہ تمناؤں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں۔

یہی وہ محمد علی ہے جس کے متعلق گذشتہ چند سطروں میں ہم نے اختصار کے ساتھ بحث کی ہے، اور یہی وہ کارنامے ہیں جنھوں نے اسکو انیسویں صدی کے ابطال و مجددین میں شمار کرنے پر مجبور کیا ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اپنے ان تاریخی کارناموں سے محمد علی نے مصر کی فلاح و ترقی چاہی تھی یا شخصی منفعت الگانا باعث تھی، مورخین کا اس میں اختلاف ہے، بعض مخصوص واقعات کی بناء پر کوئی تو پہلے خیال کا ہوا جو ہے اور کوئی ثانی الذکر خیال کا لیکن اس بات سے کسکو انکار ہو سکتا ہے کہ یہ بلند مراتب جو محمد علی نے حاصل کئے تھے ان کا دارومدار ہی اس کی عظیم الشان قوت ادراک اور مدار المثال صبر و استقلال پر نظر عزم و حزم اور عاقلانہ حرکات و سکنات پر تھا، ایک منصف مزاج مورخ جب اس کے کارناموں پر نظر ڈالے تو اس کو یہ ماننا پڑیگا کہ محمد علی نے اگر اپنے اعمال سے خود کو فائدہ پہونچایا ہے تو اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مصر کو اس کی ذات سے ایسا فائدہ پہونچا ہے۔ کہ جس کی نظیر ڈھونڈنے کے لئے ہمکو تاریخ فراعنہ مصر کی ورق گردانی کرنی پڑیگی۔

انسان کی زندگی شر اور خیر دونوں کا مجموعہ ہوتی ہے، لیکن شر فنا ہونے والی چیز ہے، اور خیر ہی ہے جس کو دوام حاصل ہوتا ہے، اور یہی وہ چیز ہے جو انسان کیلئے زندگی کو عزیز کر دیتی ہے، اس نظریہ کی روشنی میں محمد علی کے کارناموں پر نظر ڈالی جائے تو سلسلہ وار ہو جائیگا کہ اگر اس نے مصر کی زمینات کو اپنے لئے خاص نہ کر لیا ہوتا تو آج یہ سرسبزی و شادابی اور ثمروں کے جال نہ دکھائی دیتے اور نہ جدید اصول زراعت مصر میں داخل ہوتے اور نہ ان نئی پیداواروں سے مصر سرسبز ہوتا، جو آج درحقیقت مصر کی اقتصادی آزادی اور ثروت و عظمت کا باعث بنی ہوئی ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ محمد علی کا قبضہ تو ان زمینوں سے اٹھ چکا لیکن وہ نہریں اور تالاب جو منبع ثروت و دولت ہیں اداریں بدستور باقی ہیں۔

اسی طرح اگر محمد علی نے تجارت اور مالگذاری پر اپنا تسلط اور اقتدار قائم نہ کر لیا ہوتا تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ اسکے اور کیا ہوتا کہ وہ رعایا تک کیطرح مقہور ترقی یافتہ ممالک سے کوسوں دور پڑا ظلمت و جہالت کی دھند میں سسکتا ہوتا۔ مالگذاری اور تجارت سے محمد علی کا تسلط اٹھ چکا ہے لیکن مذہبی اور عمرانی حالت اسیطرح باقی بلکہ ترقی پر ہے۔

اگر محمد علی نے مال و زر کے جمع کرنیکا ہر ایک ممکنہ ذریعہ نہ اختیار کر لیا ہوتا تو اس کے وہ کارنامے کسی شخص تک نہ پہنچ سکتے جو نہایت مدارس اور صنعتی کارخانے اور ترقی و تہذیب کے ہر ایک شعبہ کی صورت میں روشنایں مال و دولت کے جمع کرنے میں محمد علی کا استبداد تو فنا ہو چکا ہے، لیکن اس کے عمرانی کارنامے اب تک زندہ ہیں

محمد علی نے اشاعت تعلیم اور تنظیم فوج میں اگر سختی سے کام نہ لیا ہوتا تو مصر کو بہتر فوج ہی میسر ہوتی اور نہ بحری بیڑہ کے علوم و فنون کی گرم بازاری نظر آتی۔ اور نہ تہذیب و تمدن کا علمغلد بلند ہوتا۔

ان ہی وجوہ سے ہم کو مورخین کے اس طبقہ سے ہمدردی ہے جن کی توجہ زیادہ تر محمد علی کی تاریخ کے تاریک صفحات کے بجائے روشن صفحات کی طرف منعطف ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اسی طرح سے انسانیت کی کوئی مفید خدمت انجام دی جا سکتی ہے، اور اس کے لئے صفات حمیدہ کا کوئی صحیح راستہ تجویز کیا جا سکتا ہے۔

اگر نتائج کے سلسلہ پر ہمارا اعتقاد ہوتا تو ہم کہتے کہ محمد علی کی شکل میں بطلیموس اول نے حکوا اس کے ہمعصروں نے "صوتر" یعنی "غیاث و منجد" کا لقب پایا تھا جسکو یونانی "سوتر" یعنی "غیاث و منجد" کا لقب پایا تھا جسکو یونانی بطلیموس ہی سے مشابہ تھا بلکہ اس سے بھی کچھ بڑھا ہوا، مصر کو اس نے اضطراب اور نزع کی حالت سے نکال کر اس میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی اور اس کو فلاح و بہبودی کے ایسے راستہ پر چلا دیا جو اس کی آئندہ ظلمت و ترقی کا باعث بن سکے۔ اور اس طرح

ملاحظہ ہو صفحہ (۱۷) کالم (۳)

جاپانی صحافت

مترجمہ

محمد مظہر اللہ صاحب صدیقی

ہر قوم کی صحافت اس کا آئینہ ہوتی ہے۔ اس کو آپ اس کے حالات معلوم کر سکتے ہیں، اس کی تشریحات میں آپ اس کی توقعات تلاش کر سکتے ہیں۔ اور اسی کی خبروں سے آپ اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی ایک ایسی جاگتی تصویر اتار سکتے ہیں۔

اسلئے صحافت بھی تمدن جدید کی تحولوں میں سے ایک قوت سمجھی جاتی ہے۔ لیکن جو کچھ لکھا جاتا اور شائع کیا جاتا ہے اور ان مخلصانہ اقوال پر جو مشاہدات و محسوسات پر مبنی ہوں، جسے شریف جذبات پر جو عقل و دانش کے زور کے پسندیدہ ہوں، ان پر بھی امور پر جو تجربہ کی جلا پائے ہوئے ہوں اور ایسی آزادی پر جو متلاشی عامہ کیلئے جدوجہد پر تیار ہوں ان سب پر اخبار رائے کرتا ہے۔ جب تک کہ صحافت کا کاروبار ان چیزوں پر نہ ہو اس وقت تک یہ قوت نہ تو ترقی یافتہ ملکوں میں پوری طرح نفع بخش ثابت ہو سکتی ہے اور نہ بیدار قوموں کی روز مرہ کی ترجمانی کر سکتی ہے۔

ہم ابتک یہی سمجھے ہوئے تھے کہ اس قسم کی عنقا صفت صحافت صرف مغربی ممالک ہی میں ہے، اور ہمارا یہ خیال اس مشاہدہ پر مبنی تھا جو ہم نے تین سال قبل امریکہ کے سفر میں اور گذشتہ موسم گرما میں سیاحت انگلستان کے موقع پر ان ممالک کی صحافت کے متعلق کیا تھا۔ ان ممالک میں وہاں کے اخبارات متذکرہ بالا اعلیٰ اغراض حاصل کرنے کیلئے نہایت طور پر چل رہے ہیں۔ لیکن حال ہی میں امریکہ کے مجلہ فرینکلن میں جاپانی صحافت کے متعلق ایک مضمون ہماری نظر سے گذرا جسکو جاپان کے ایک اخبار نویس نے خود بھی اپنے ملک کی صحافتی ترقیات سے بہرہ اندوز ہو رہا ہے لکھا ہے۔ اس مضمون میں جاپان کے بڑے بڑے ترقی یافتہ اور کثیر الاشاعت اخباروں اور جاپانی قوم کی تہذیبی ترقی پر ان کا جو کچھ اثر پڑ رہا ہے اس کے متعلق تفصیلات نے ہمیں مجبور بنا دیا۔ جاپان اور تمام مغرب کی صحافت کا موازنہ کرنے کیلئے جو کچھ امریکہ اور انگلستان کی صحافت کی طرح جاپان سے برسی ہوئی نظر نہیں آتی تاہم سمجھتا ہوں کہ اس مضمون کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کروں تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ اس مشرقی قوم نے ہیئت اجتماعی جو حاصل کی ہے تمدن جدید کی ترقیات میں اسکا بہت بلند پایہ ہے

بعضون نگار مذکور لکھتا ہے:-

یہ بات بہت دشوار معلی کرنی کہ اپنے تعلیم یافتہ امریکی دوستوں کو یہ باور کرائوں کہ ہمارے ملک جاپان میں اسوقت بہتر سے بہتر اخبار چھپتے ہیں جن میں سے ایک ایک کی اشاعت دو لاکھ بیس لاکھ سے کم نہیں۔ حالانکہ ان میں سے زیادہ تر اخبارات میں مخصوص مضامین ہوتے ہیں جن کا تعلق یا تو مالیات سے ہوتا ہے یا سیاسیات یا ادبیات وغیرہ سے۔ اس کے برخلاف وہاں کے تجارتی اخباروں کا طرہ امتیاز زیادہ تر جرائم کے ہولناک قصوں اور طلاق کے تیز تناک واقعات و طریقہ پر ہوتا ہے تاکہ سطوح دماغ ان موثر خبروں کو اپنے اخباروں میں نمایاں جگہ دے کر اپنی اشاعت کو بڑھائیں۔ اور جب میں اپنے امریکن دوستوں سے یہ کہوں تو ان کے شک و شبہ کی استہزا پر ہنسی کو ان جاپانی اخباروں میں سے ایک کی سالانہ آمدنی تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ روپیہ یا بالفاظ دیگر چھبیس لاکھ پونڈ ہے جس کا دسواں حصہ اس کو منافع خالص کی شکل میں مل جاتا ہے۔

ان لوگوں کا شک ایک طرح سے بجا بھی ہے اس لئے کہ ملک جاپان کا رقبہ جمہورت امریکہ کی صرف ایک ریاست کلیفورنیا سے زیادہ نہیں اور اس کی آبادی سارے چھ کروڑ کی ہے۔ برخلاف اس کے امریکہ کی آبادی ساڑھے گیارہ کروڑ کے قریب ہے۔ تو بھلا جبکہ آبادی اس چھوٹے سے ملک سے یہ کسطرح توقع کی جا سکتی ہے کہ اسکے اخبار کثرت اشاعت کے اعتبار سے امریکہ جیسے عظیم الشان ملک کے بلند پایہ روزناموں پر بھی فوقیت رکھتے ہوں؟ باوجود قلت آبادی و رقبہ کے جاپان میں اسوقت (۱۳۷) روزانہ اور (۲۸۵۰) ہفتہ وار و ماہوار رسائل شائع ہوتے ہیں۔ ان روزناموں کی مجموعی تعداد اشاعت جو اخبار بینوں تک پہنچتی ہے روزانہ ایک کروڑ ہے۔ یعنی آبادی کے لحاظ سے ہر چھ آدمیوں میں ایک اخبار کا اوسط نکلتا ہے۔

اس ترقی کا راز اس ملک کی اشاعت تعلیم میں مضمر ہے۔ تعلیمی ترقی کا صرف اسی سے اندازہ کر لو کہ جاپان کے ابتدائی مدرسوں سے اکانوے فی صد طلبہ ثانوی مدرس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ جاپان میں اسوقت ابتدائی اور ثانوی مدارس اور کلیات کی تعداد تقریباً چالیس ہزار ہے۔ اور بحیثیت ان مدارس میں طلبہ کی تعداد ایک کروڑ پانچ لاکھ سے زیادہ رہتی ہے۔

مزید برآں یہ کہ جاپانیوں کو مطالعہ کا جسقدر شوق ہے اس کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ اس کا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ جاپان میں ۱۹۲۷ء میں (۱۰۸۲) ایک ہزار بیاسی کتب شائع ہوئیں جو مختلف علوم فلسفہ اور ادبیات پر مشتمل تھیں۔ اس کے علاوہ سینکڑوں جاپانی تراجم دنیا کے ان ممالک انگلستان، امریکہ، فرانس، جرمنی اور چین سے تقریباً پانچ لاکھ پونڈ کی کتابیں ہر سال جو اسی سال کے آخر تک فروخت ہو گئیں۔ جاپان کے تمام مالکان اخبار اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ لاکھوں کو طبع اور شائع کرنے والے اور ان کے نامہ جو کی بہت بڑے سے اشتہار باز ہیں جو اپنی کتابوں کے اشتہار شائع کرنے میں بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں۔ اور اس کثرت کے ساتھ اشتہار بازی میں دوسرے تجارت پیشہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

طالب علموں کی کثرت اور جاپانیوں کا شوق مطالعہ بھی جاپانی اخباروں کی کثرت اشاعت کا سب سے بڑا سبب ہے۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ جاپانی روزناموں کی مجموعی تعداد اشاعت ایک کروڑ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو اس سے نصف (یعنی پچاس لاکھ) تعداد میں دس بڑے بڑے اخبار صرف شہر ٹوکیو اور اسکا سا کے شائع ہوتے ہیں جنمیں سب سے بڑے دو اخبار "اساکا مائینیچی کمپنی" کی جانب سے شائع ہوتے ہیں۔ ایک کا نام "اساکا مائینیچی" ہے جس کی اشاعت روزانہ دس لاکھ تیس ہزار کے قریب ہے اور دوسرے کا نام "ٹوکیو نینچی نیٹی" ہے جسکی اشاعت روزانہ آٹھ لاکھ ہے۔ اور اس کے دو اور اخباروں کا بتہ تاہی جو "اوساکا اساہی کمپنی" کے زیر نگرانی شائع ہوتے ہیں جن میں سے ایک تو اساکا سے شائع ہوتا ہے جس کا نام "اساکا اساہی" ہے اور دوسرا ٹوکیو سے شائع ہوتا ہے جو "ٹوکیو اساہی" کے نام سے مشہور ہے ان دونوں کی مجموعی تعداد اشاعت روزانہ بیس لاکھ کے قریب ہے۔

مغربی ممالک کی صنعت کے متعلق ہمارا تک
مجھے علم ہے اس کی بنا پر میں نہیں سمجھ سکتا کہ لندن کے اخبار ڈیلی میل اور پیرس کے جرائد جو آئے دن بڑی بڑی باتیں کرتے اور کرواتے رہتے ہیں "اسا کا مانیشی" سے زیادہ کیونکر اشاعت رکھتی ہیں۔ اخبار "نوکیو اساہی" کے بعد جو دوسرا درجہ ہے وہ بھی "اسا کا اساہی" کا ایک دوسرا روپ ہے کوئی اخبار ہماری نظر میں ایسا نہیں جو کثرت اشاعت میں اس سے ٹکر ہو۔ جاپان میں اس کے بعد چھ اور اخبارات کا درجہ ہے جن میں سے ہر ایک کی اشاعت روزانہ ایک لاکھ سے پانچ لاکھ تک ہے۔

جاپان میں انگریزی اخبارات بھی شائع ہوتے ہیں جن میں سب سے بڑا اور کثیر الاشاعت اخبار "اوساکا مینیچی گیزی" کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ جس کا نام "ٹوکیو نیچی" ہے۔ دوسرا انگریزی اخبار جس کا نام "جاپان گزٹ" ہے۔ ٹوکیو سے ایک اور شخص شائع کرتا ہے۔ جس کی زیادہ تر اشاعت بحر و بری ساحلوں میں ہوتی ہے۔ ایک اور انگریزی اخبار کوبی کرانیکل بھی انگریزی کا ہے جس میں حکومت کے کاموں پر تنقید ہوتی ہے۔ ایک انگریزی اخبار "ٹوکیو ٹائمز" بھی ہے جو کبھی زمانہ میں حکومت کا آرگن تھا جس میں حکومت جب کبھی جو کچھ چاہتی شائع کرا دیتی تھی لیکن اب اس کا وزارت خارجیہ سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔

یہ ابھی جھنگ جوان اخباروں میں ہوتی ہتی ہے جاپانی تاریخ صحافت میں ایک عجیب و غریب چیز ہے، جو درحقیقت اس کی ترقی کا باعث بن رہی ہے۔ "صدیما" "اوساکا مینیچی" "اور" اوساکا اساہی کمپنی" کے مابین پرامن بلکہ یا بالفاظ دیگر پرامن جنگ۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ "اوساکا مینیچی کمپنی" نے ایک پانچ منزلہ عظیم الشان عمارت تیار کی جس کی تعمیر میں ۱۲ لاکھ روپیہ صرف ہو گئے کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا کی مکمل ترین صحافی عمارتوں میں شمار کی جاتی ہے اس کمپنی سے جب اخبار "ٹوکیو نیچی نیچی" شائع ہونے لگا تو اس کمپنی کو ٹوکیو میں بھی ایک اس سے مجموعی عمارت تیار کرنی پڑی، لیکن وسعت، حسن انتظام اور عظمت کے لحاظ سے وہ ٹوکیو کی دیگر صحافی عمارتوں پر فوقیت رکھتی ہے، اور اخبار "ٹوکیو اساہی" جس نے حال ہی میں جو ٹوکیو میں تیار کرنی شروع کی ہے مستقل ہونولولا ہے۔ بڑے بڑے آفیسوں کے قریب ہے۔ اس کی عمارت آٹھ منزلہ ہے۔ جس کی تعمیر میں تین لاکھ پونڈ صرف ہو چکے ہیں

۱۹۲۶ء میں اخبار "مینیچی" نے جزائر جاپان کے اطراف ہوائی سفر کیلئے اپنا ایک طیارہ بھیجا تو اسکی دیکھا دیکھی اخبار "اوساساہی" نے بھی اپنے معارف سے ایک طیارہ کو ٹوکیو سے بیرس کیطرف روانہ کیا۔ اخبار مینیچی نے گزشتہ دو سالوں میں پانچ طیارے خرید کے تاکہ ان کے ذریعہ اسکے دفاتر ٹوکیو اور اوساکا کے مابین اخبار اور قصاویر وغیرہ کے منتقل کرنے میں سہولت و آسانی ہو جائے اسکے بعد ہی اخبار "اساکا اساہی" نے جاپاکہ اسکا مقابلہ کرے چنانچہ اس نے بھی طیارے خرید کر حکومت کیلئے اساکا اور ٹوکیو اور ٹوکیو اور سنڈائی کے شہروں کے مابین ہوائی ڈاک کا سلسلہ قائم کر دیا۔

اخبارات کی اس شدت کے ساتھ سابقت کا سبب عوام کے منہ میں مفید ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ اگر ایک اخبار اپنے اخبار کا خصوصی نمبر اپنے خریداروں میں مفت تقسیم کرتا ہے تو اس کی تقلید میں دوسرے اخبار بھی ضمیمے شائع کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی پرچہ مصاحفات خبر ہا کا نمبر شائع کرے تو دوسرے بھی شائع کرتے ہیں۔ ضمیمے شائع کرنے کے ساتھ ساتھ جاپانی اخبار خاص امتیاز رکھتے ہیں مثلاً اخبار "مینیچی" کے دو قسم کے ضمیمے شائع ہوتے ہیں۔ اس قسم کے ضمیمے گاہکوں میں شائع ہوتے ہیں جن میں ان جنگاروں کے متعلق تازہ حالات اور واقعات درج رہتے ہیں۔ اور بڑی خوبی قوبہ ہے کہ جو خبر کسی ضمیمہ میں کسی خاص مقام کے متعلق شائع ہوئی ہوں ان کا ذکر دوسرے ضمیمہ میں جو دوسرے تمام سے شائع ہوا ہو نہیں ہوتا۔ اس قسم کے تمام ضمیمے خریداران اخبار کو مفت دیئے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ٹوکیو اور اوساکا جیسے بڑے شہروں میں رہنے والے خریداران اخبار کو دو ضمیمے بھی ہم پہنچائے جاتے ہیں جن میں ہم واقعات کا ذکر ہوتا ہے۔ جیسے جنگ، یا زلزلہ، یا وبا یا جیسے بادشاہ کی وفات کا ذکر وغیرہ۔ جاپانی اخباروں کے ضمیمے بھی کاغذ کے مجموعے ٹکڑوں کی شکل کے بھی ہوتے ہیں جن میں کسی واقعہ کا مختصر سا ذکر ہوتا ہے اور اخبار فروش ان ضمیموں کو لئے ہوئے سڑکوں پر مسطرح اور زور سے صدائیں لگاتے پھرتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا حشر برپا ہو گیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر شخص ان کو خریدنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ بایں خیال کہ ہم آپ سے خبر رہیں اور دنیا کا خاتمہ ہو جائے۔

جب اخباروں کی سابقت کا یہ عالم ہے تو صاحبوں کا فرض ہو گیا ہے کہ وہ دنیا کے ہر حصہ کی خبریں حاصل کرنے میں بے شمار روپیہ صرف کریں چنانچہ "اوساکا مینیچی کمپنی" اور "ٹوکیو نیچی نیچی" نے جاپان کے اس عظیم الشان زلزلہ کے متعلق جو ستمبر ۱۹۲۳ء میں واقع ہوا تھا مکمل خبریں حاصل کرنے میں چوالیس ہزار پونڈ صرف کر دیئے۔ اس قسم کی خبروں میں مضامین اور تصویریں دونوں شامل تھیں، اس موقع پر خبر رساں اور تصویر کشوں کی ایک فوج کی فوج نکل کھڑی ہوئی تاکہ اوساکا کے مختلف آفات رسیدہ مقامات کی خبریں حاصل کرے اور ان کی تصویریں لے، کیونکہ زلزلہ کی وجہ سے رسل و وسائل اور پیام رسانی کے سارے وسائل بالکل منقطع ہو چکے تھے۔ اس کمپنی نے، جاپان کے جو شہر زلزلہ کی وجہ سے تباہ ہو گئے تھے، ان کے متعلق خبروں اور تصویروں کو متحدہ ممالک کو بھیجا اس یہاں تک کہ کوریا اور جزیرہ فارموسا میں بھی یہ روانہ کیگئیں، اور ان تصویروں میں سے بعض تصاویر تو رنگ کی تھیں سے تھیں۔

جرائد "مینیچی" اور "اوساہی" رطوبت، طیاروں اور تار برقی پر اعتماد نہیں کرتے کیونکہ بعض وقت طیارے گر پڑتے اور ٹوٹ جاتے ہیں ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے ہیں اور تار برقی کا سلسلہ منقطع ہو جایا کرتا ہے، اور یہ تمام امور جو کہ بہت خطرناک اور سرعت اشاعت میں سخت تاخیر پیدا کر دیتے ہیں اس خرابی کو دور کرنے کیلئے ان اخبارات کے مالکوں نے نامہ بر کبوتروں کی بڑی بڑی ٹکڑیاں پال رکھی ہیں۔ کبوتر ایسے نامہ نگار کے ساتھ روانہ ہوتا ہے جو کسی خطرناک اڈہ کی حالت دریافت کرنے کیلئے بھیجا گیا ہو یا کسی ہوا باز کے ساتھ جو اپنے طیارہ میں اہم خبریں اور تصاویر لے جا رہا ہو ایسے موقع پر اگر اتفاقاً نامہ نگار یا ہوا باز کو کسی ایسی مصیبت سے دوچار ہونا پڑے جس کا مرض منجر انجام نہ بن سکے تو اسی وقت یہ کہ وہ واقعات کی مفصل لکھ کر اور کبوتر کے ذریعہ اوساکا میں اپنی کمپنی کے صدر دفتر کو بھیجدیتے ہیں۔

سب سے زیادہ قابل تعریف جو دونوں کمپنیوں کے درمیان اہم خبروں کو جلد سے جلد شائع کرنے کے متعلق مسابقت پر دلالت کرتی ہے وہ وہ واقعہ ہے جو ۱۹۲۶ء میں شہنشاہ جاپان کی حالت نزع کی خبر تک میں پہلے کے دفتر پیش آیا تھا۔ یعنی اس سال اگست میں جبکہ شہنشاہ کی حالت بالکل نازک ہو چکی تھی ان دونوں کمپنیوں نے شہنشاہ کے محل کے قریب ہی دو مکان کرایہ پر لیلئے جن میں خبرنگار جمع ہونے لگے ان کی کثرت پر نظر ڈالنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ دونوں مکانات گویا ایسی دو فوجوں کے مرکز ہیں جو رزم گاہ کی طرف کوچ کرنیکے لئے پابرکاب ہیں ان دونوں اخباروں میں سے ہر ایک نے محلہ وار جات از قسم ٹیلیفون، کیمرے، نامہ بر کبوتر، موٹر سائیکلیں اور طیارے وغیرہ سب کچھ اس موقع پر مہیا کر لئے تھے۔ اخبار اساہی کے محررین اور نامہ نگاروں وغیرہ کی تعداد چھبیس کے ہندسہ تک پہونچ چکی تھی اور اخبار "مینیچی" کے محررین وغیرہ کی تعداد بھی اول الذکر سے کچھ کم نہ تھی۔ اور یہ سب انتظامات اسلئے تھے کہ شہنشاہ کے وفات کی خبر جلد سے جلد شائع کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جائے۔ اس واقعہ سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جاپانی رعایا خاندان شاہی کے حالات معلوم کرنے کیلئے کس قدر خطرناک حد تک جوشیلی ہے یہ تو عارضی محررین وغیرہ کا ذکر تھا، لیکن مستقل طور پر اس اخبار کے ۴۵۸ محررین اور نامہ نگاروں کے علاوہ ۲۵۷ خبرنگار اور ۲۵۶ رسل و رسائل اور ۲۵ اڈاک کا کام کر رہے ہیں، اور وہ عمارت جس میں یہ لوگ بیٹھتے ہیں بہت بڑی ہے طعام خانہ، حمامات خانہ، غسل خانہ، رصد خانہ، کمرہ تصاویر، ایک کتب خانہ، اندھوں اور دوں کیلئے کمرہ استقبال یہ سب چیزیں اس عمارت میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں مصنفین نگاروں، محررین جاپانی

(باقی صفحہ ۲۳ کالم ۱)

دکنی ادبیات

عہد نواب آصفجاہ رابع کی نثر کا ایک نمونہ

از

سید محمد صاحب بی۔ اے

حسن اتفاق سے نظام گزٹ کا جو تھا منیر نظر ہے گزرا ہی تھا کہ مجھے ایک قدیم دکنی نثر کے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ کتاب جس پر سرسری طور پر چند سطریں لکھنا چاہتا ہوں، یوں تو کافی ہے نہیں ہے لیکن ماریتاً ایک حیثیت سے دور دیکھنے کی بھی ہے کہ یہ محفوظ رہ سکے۔ اسی خیال سے میں اس کی کیفیت بھی نظام گزٹ ہی کے اوراق میں محفوظ کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ دکھنی یا اردو قدیم کی کوئی بہت ہی قدیم کتاب نہیں ہے۔ اس سے کئی سو برس قبل کی نثر و نظم کے کچھ نمونے میرے ہاں بھی ہیں اور بہت سے احباب کے کتب خانوں میں نظر سے گزرے ہیں۔ یہ کتاب ایک عجیب اتفاق سے میرے ہاتھ آئی اور ضرورت ہے کہ لوگ اس قسم کی کتابوں کو ان پر نوٹ شائع کر کے محفوظ اور عام طور پر معلوم کرا دیں تاکہ ہمارے ادب قدیم کا ذخیرہ کیڑوں کی غذا ہونے اور بوسیدگی علم و دست قدرتی لفظ محفوظات کے ساتھ ضائع جانے سے بچ جائے اور تاریخ ادبیات دکن کا اسطرح کافی مواد فراہم ہو جائے۔

اس کتاب کا نام "حضرت تمیم انصاری" ہے۔ حضرت تمیم انصاری حضور پر نور عالم صلعم کے صحابہ کبار میں سے تھے۔ نام طور پر یہ مشہور ہے کہ آپکا مزار مدراس سے چند میل کے فاصلہ پر ایک ریتیلے جزیرہ "کوتلم" میں واقع ہے۔ جہاں زائرین کثرت آتے ہیں اور ہر جمعرات کو ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوتا ہے۔ اس کتاب میں آپکی کوئی تفصیلی اور تاریخی سوانح عمری نہیں ہے بلکہ جیسا آگے بیان کیا جائیگا صرف ایک طویل روایت بیان کی ہے۔ اس کتاب کے مصنف کا نام سید محمد محی الدین قادری الجعفری ہے۔ ان کا اصلی وطن تعمیہ کھلداری تھا۔ اور ترک وطن کر کے نواب ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ رابع کے عہد حکومت میں دکن آئے اور یہیں کے ہو رہے اور ان کے دادا کا نام شاہ سید محمد علی ابوالبرکات قادری الجعفری اور دادا کا نام شاہ سید محی الدین ابوالفرح قادری الجعفری بتایا گیا ہے۔ اپنے کو آپنے اورنگ زیب عالمگیر اور نواب ناصر الدولہ بہادر کی نیاعلی و مشرغانوازی سے مدد معاش ملنے کا ذکر کرنے کا سطرح کیا ہے۔

"یہ گنہگار مرتب السید سید محمد محی الدین قادری الجعفری ..... چند مدت ہوئی کہ اپنے وطن مالوف سے جو مولد و منشا اس عاجز کا حضرت قبلہ بہلداری ہے۔ آوارہ ہو وارد اس شہر عنبر آباد کے ہوا۔ اور باعث الطاف فرائے بیکراں حکیم

مولوی سید محمد شہید صاحب حضور پر نور امارت و ایالت و منزلت و شوکت و شہامت مشید .....

مظفر الملک نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ افضل الاراکین سلطنت میر فرخندہ میلخاں بہادر فتح جنگ سپہ سالار یار وفادار رستم دوراں اسفندیار دوراں ناصر الدولہ بہادر دکن کے قدر شناس اس گنہگار کی ہوئی"

مصنف کا صرف اتنا ہی حال اس کتاب سے معلوم ہو سکا۔ میری نظر سے اسکے علاوہ ان کی کوئی اور کتاب نہیں گذری۔ اول تو دکھنی مصنفین کے تذکرے کیا ہیں موجودہ اور متداول تذکروں کے ذخیرہ میں بہت تلاش کیجئی مگر ان میں بھی ان کا حال نہیں ملا۔ یہ کتاب انھوں نے ۱۱۶۳ھ میں تالیف کی ہے۔ لکھتے ہیں۔

"بیچ ۱۱۶۳ بارہ سو پینسٹھ ہجری صلی اللہ علیہ وسلم شہر چہاری الثانی کی دسری تاریخ میں جاہا کہ قصہ تمیم الداری رضی اللہ عنہ صحابی جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے جو عبارت نظم و نثر دکھنی زبان سے ہے اسکو اپنی زبان یعنی عبارت شدارو میں بیان کروں کہ شفقی عبد القادر انصاری نے یہی کہا ہے۔"

نواب ناصر الدولہ بہادر ۱۱۶۴ھ تا ۱۱۶۶ھ میں سریر ارائے دولت آصفیہ ہوئے اور ۱۱۶۶ھ میں چند ماہ جنگ و قتال پائی۔ اپکا عہد حکومت قحط سالی اور نواب سبار زالدولہ کی شورش اور دیگر اندرونی جھگڑوں کی وجہ سے کچھ زیادہ اچھا نہیں ہے مگر ادھر ان عہد میں شعر و شاعری اور تصنیف و تالیف کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہونچا۔ مہاراجہ چندو لال شاد اور نجوانی خود شاعر اور شعرا پرور تھے۔ دیگر وزرا بھی مصارف نوازی اور علم دوستی میں مشہور آفاق تھے۔ چنانچہ امیر اکبر محمد فخر الدین خان شمس الامرائی نے ۱۱۶۵ھ آتش سنہ شعر کہے تھے زبدۃ علمی رسائل شائع فرمائے جن میں ریاضی، ہیئت اور فلسفہ جیسے اہم مضامین پر معقول شیں ہیں۔ غرض ہر زمانہ علم و فضل کے لحاظ سے نہایت اچھا تھا پیش نظر کتاب کی تالیف کے وقت حیدر آباد کی وزارت پر مہاراجہ چندو لال انجمانی فائز تھے۔ غالباً انہی خاص امرا کی قدر دانی نے مولف کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

اور ایک بات جو مقتضی بیان مولف سے ظاہر ہوتی ہے، یہ ہے کہ یہ قصہ بہت پہلے دکھنی عبارات اور الفاظ میں تحریف و تبدیل کے اپنے عہد کی زبان میں منتقل کر لیا ہے۔ ٹھیک طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ قصہ قدیم دکھنی زبان میں کب اور کس عہد میں لکھا گیا تھا۔ قیاس چاہتا ہے کہ یہ دور قطب شاہی یا آصف جاہ اول میں تالیف ہوا ہوگا۔ ہماری نظر سے یہ قدیم نسخہ نہیں گذرا۔ یہ روپ کے مشہور لغت نما فنون اور ذخیرۃ الفوائد مشترکہ میں بھی اس کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔

یہ قصہ فصول یا کتابوں پر مشتمل ہے اور پہلے ایک تمہیدی باب ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ، حضور پر نور عالم صلعم نے ایک روز "حضرت تمیم انصاری" سے فرمایا کہ میرے لئے

کے بعد تم جہاں بانی دیکھو گے۔ اتفاقاً ایک رات دروازے کے پاس ایک رات کو میں بیٹھے ہی تھے کہ اچانک دیا بجھ گیا۔ سات سال کے بعد آپ پھر آئے اس وقت حضرت عمرؓ خلیفۃ اسلام تھے آپ نے شیر خدا امیر المومنین حضرت علیؓ کے دولتخانہ پر ایک مجلس میں اپنے سات سالہ واقعات بیان کئے تیرہ حصوں میں یہی واقعات مندرج ہیں۔

باوجودیکہ اسکو تالیف ہوئے (۹۱۱) برس کا زمانہ دراز گزر گیا لیکن جزوی اختلاف زبان کے قطع نظر اسکی زبان نہایت صاف و شستہ ہے۔ تجسس کہ برس میں اردو نے اس قدر ترقی کے مدارج طے کر لئے تھے۔ نمونہ کتاب ملاحظہ ہو۔

جب تمیم انصاریؓ نے کہا یا علی کرم اللہ وجہہ! جس وقت اس جنگل میں گرا اور ہوش اپنے سلامت رہنے پر شکر اس خالق کا ادا کیا اور الطاف کی راہ لی۔ یا علی کرم اللہ وجہہ وہ جنگل ایسا ہولناک تھا اور اندھیرا تھا کہ آفتاب کی نظر اس جگہ پڑے تو نور اپنا کھو دے اور ہیبت اس جگہ بھول کر جاوے تو دیو سرشت بن جاوے۔ مگر خدا کو یاد کر ایک طرف کو چلا۔ ہزار لشکر اس پروردگار کا کہ کوئی درندہ موذی جانور اس جنگل میں نہ تھا بلکہ کوئی پرندہ بھی پر نہ مار سکتا تھا بزمن ایسے ہولناک جنگل میں تمام دن اپنے خدا کو یاد کرتا چلا جاتا تھا۔ رات کو کسی درخت پر چڑھ رہتا۔ ایک دن اسی جنگل میں سے ایک جانور باسمی کے برابر نظر آیا۔ جب نزدیک پہنچا پہچانا کہ یہ تو ایک مرغ کے برابر ہیں لاکھوں طرح کے رنگ ہیں اور چونچ اس کی لال اور پاؤں اس کے سبز۔ اس نے آتے سلام علیک کیا اور کہا اے تمیم انصاری! خوش ہو اور سجدہ شکر کا بجا لاؤ درگاہ مالکی میں کہ اپنے گھر کے نزدیک پہنچے۔ یہاں سے مکان ہمارا نزدیک ہے۔ اس کی باتیں مانند آدمی کے جو سنا بہت حیراں رہا اور دل میں کہا۔ سبحان اللہ کیا قدرت اس صانع کی ہے کہ جنگل بیابانوں میں ایسی خلقت اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے۔ کہ جس کے دیکھنے سے انسان کی عقل حیران اور پوچھا میں نے اس مرغ سے باتیں آدمی طرح کرتا ہے تو جن ہے یا دیو ہے یا شیطان ہے کہ صورت مرغ کی اور باتیں آدمی کی کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ اے تمیم انصاریؓ! میں نہ جن نہ دیو نہ پری نہ شیطان مگر مرغ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوں اور خدا کے فضل سے اس جنگل بیابان میں بھرتا ہوں اور مسلمان بھولا بھٹکا اس جنگل میں آ جاوے اس کی خدمت کرتا ہوں اور راستہ بتاتا ہوں اور کھانا پانی سے خبر لیتا ہوں۔ یہ کہکر وہ مرغ گیا اور وہ اور کچھ پانی کا لے آیا مجھے کھلایا۔ بعد اسکے کوئی چیز اپنے منہ سے میرے منہ میں دی کہ مجھکو بھی مدت تک بھوک پیاس معلوم نہ ہوئی۔ جن نے کہا کہ گھر جاؤں۔ اسنے کہا تبدیل کپڑوں کے چلے جاؤ۔ انشاء اللہ اپنے گھر پہنچ رہو گے۔ یہ کہکر مجھے رخصت کی اور آپ جنگل میں چلا گیا۔"

پیش نظر نسخہ تالیف سے (۲۰) سال بعد بعہد نواب افضل الدولہ بہادر ۱۲۷۰ھ میں لکھا گیا ہے۔ کتاب کے آخر میں یہ عبارت درج ہے۔

ذیل کا مضمون حال ہی کی کنٹمپری ریویو میں شائع ہوا ہے یہ اصل کا بعینہٖ اردو ترجمہ ہے اس مضمون کی اہمیت اس وجہ سے کہ اسکا لکھنے والا ان معاملات میں براہ راست حصہ لیتا رہا ہے۔ اسلئے ان واقعات کا اظہار قصہ خوان حیثیت سے کرتا ہے اس تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اٹلی اور یونان ترکی کے خلاف کس طرح سخت المقصد ہیں اور انہوں نے ترکی کا خاتمہ کرنے کی کوشش میں کیا کیا چالیں اختیار کیں ترجمہ کرنے میں حتی الوسع لفظی ترجمہ سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے اسلئے مکن ہے کہ روں نہو۔ مترجم

جو مہم جنگ سلطنت عثمانیہ اور متحدین میں مدروس کی بندرگاہ کی طیج (ROADSTEAD) میں ۳ کتوبر ۱۹۱۸ء کو برطانوی جنگی جہاز سپرب (SUPERB) پر علانیہ گفتگو "علی" اور امیرالبحر کالمتروپ میں منعقد ہوئی اس میں ترکی کی طرف سے

بقیہ کالم (۱)

اس قصہ تمیم انصاری کا حضرت محمد بخش محمد عشق خاں نامزد باشندہ شمس آباد تالیف بست و دوم ماہ جمادی الثانی ۱۲۷۰ھ بدرجہ بدرقہ سرپرداز اعظم یانت و کاتب الحروف محمد افضل دلہ شہاب الدین ساکن قصبہ ٹیکمال ست تمت تمام شد کاتبہ خاکسار۔

نوشتہ ہمانندہ خط مرقوم کہ فقیر اللہ فتح ترتیب

خط واضح شکستہ آمیز مستعلیق ہے۔ املا کی اکثر غلطیاں ہیں۔ یہ مختصر سی معلومات ہوئی الوقت حال کی پیش ہے۔ دلچسپیات سے پر ہی۔ دیکھنے والے معذرت اگر کسی ذلل سے کام نہیں تو بہت ممکن ہے کہ اس کتاب اور اسکے مولف پر مزید روشنی پڑ سکے۔

اور اہم تبدیل نہ تھیں سوائے بے ہیاری، خوفی برخواستگی اور انجمن اتحاد و ترقی کے پیروں کی سزا دہی کے جنھوں نے سب سے بڑھکر جرمنی اور اسٹریا، ہنگری سے اتحاد کی تائید کی تھی۔ اس نے جو نکالا جا سکتا ہے کہ اس وقت سلطنت عثمانیہ کو تباہ کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ جیسا کہ بعد میں انگلستان نے اس کو پانسی بنا لیا۔

اس سے صرف ان لوگوں کو تعجب ہوگا جو جرمانی یا فرانسیسی قواعد کے پابند ہوں جنھی کو استعداد الاہی یا منطقی، (REASONINGOR LAGICAL) اطلاع ہوتے ہیں، اور جو اس چیز کا شمار بھی نہیں کرتے کہ چند جلد سونے والی تبدیلیوں جن کی بدولت ہی کی وجہ عموماً خاطعت کی بدعہدی پر محول کیجاتی ہے دو حقیقت سلطنت یہ طانیہ کی استخانی اندھ تجربی سیاست کا نتیجہ ہیں۔

سپہ سالار جنرل سر جارج اگلستان، اڈمرال اور اٹلی نے متفقاً کیا کہ ترکی میں ان کی مفاد کی حفاظت میں ہائی کمشنروں کے سپرد کر دی جائے انگریزی ہائی کمشنر امیر البحر کالمتروپ تھا، فرانسیسی امیر البحر آمٹ (AMET) تھا جو لیوانت (LEVANT) کے فرانس اسکادرن کا کمانڈر تھا، اور ایطالیہ کیلئے خود میں وکاؤنٹ سفورزا (COUNT SFORZA.) تھا ترکی اقتدار کی اس ظاہری تباہی کے وقت جب ٹرکوں (FOURBIG.) کی گفتگو کے انتظار میں چوپیں بس ہونے والی تھی ہمارا کام گورنروں کا ساتھا۔ ہمارے اقتدار میں بالعموم

CONTEMPORARY REVIEW, NOVEMBER - COUNT SFORZA.

نائب برطانیہ، فرانس، اٹلی اور جاپان مراد ہیں۔

کے اسکاڈرن اور خشکی کی امدادی فوجیں موجود تھیں۔ ہم نے ایک انتظام کی صورت نکالی حفاظت کا طریقہ بنایا اور سعادتوں کے صرافی، تعلیمی اور مذہبی اداروں کو دوبارہ مزید کرنا شروع کیا جو جنگ کے زمانے میں تباہ یا بند کر دئے گئے تھے یہ تینوں باقی گشتر ہر ہفتہ ملتے تھے۔ باری باری ایک ایک سفارت خانے میں جلسہ ہوتا تھا جسکا صدر مالک مکان ہوتا تھا۔ سرب یونانی، رومانی اور دوسرے نمائندے ایک کے بعد ایک قسطنطنیہ آکر ہمارے سامنے پیش ہوتے تھے گویا ہم ہی مقامی مجلس علی (SUPREME LOCAL COUNCIL) تھے سارے احکام قوی رقابت کے بغیر نافذ ہوتے تھے۔ ہماری یکسانیت اور وفاداری برابر اور پائیدار تھی۔ ابتداء میرے دوست متی یہ سمجھنے لگے تھے کہ میں ترکوں سے بہت زیادہ نرمی کرتا ہوں یا فوج یا سلطان کا ضرورت سے زیادہ لحاظ کرتا ہوں اور شخصی طور سے سابق وزراء اور اعیان حکومت سے جو اب فتہ رفتہ اپنے چھپے ہوئے مقام سے باہر آرہے تھے بہت زیادہ اخلاق سے پیش آتا ہوں۔ اور کافی طور سے "باب عالی" کو نظر انداز نہیں کرتا مجھے یقین ہے کہ ۱۹۱۹-۱۹۱۸ کے سرما کے ابتدائی ہفتوں میں میرے دونوں امیر البحر ساتھی اپنے دلوں میں میری اس کمزوری کو محسوس کر کے اسے اس بات پر محمول کرتے ہونگے کہ میں فوجی آدمی نہیں تھا مگر وہ اچھے احساس والے لوگ تھے اور رفتہ رفتہ انھیں معلوم ہو گیا کہ میں اہم ترین وجوہات کی بنا پر ایسا کرتا ہوں۔ یہ سمجھ کر کہ ترکی حکومت سے بہت دور ہے اور صرف عارضی طور پر مغلوب ہو گئی ہے۔ اگر ہم اس کو زیادہ دق کرینگے تو وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائیگی۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ ہماری خواہش کے مطابق ہم قسطنطنیہ کے آبادی الگ بھی بنتا چاہتے تھے۔ اسلئے یہ خوف تھا کہ کہیں ترکی محرکہ قوتیں ایشیا میں نہ چلی جائیں اور ہمارے قابو سے نکل کر ہمیں پر ڈیٹ پر میں۔

میں نے اس حالت میں اور ان واقعات کی شروع ہی میں اپنی حکومت کو اطلاع دیدی تھی اور مطلع کر دیا تھا کہ میں اسی خیال کے تحت اپنے ملک کی خدمت کر رہا تھا اور حکومت کی خاموشی کو میرا بیسی سے اتفاق کرنے پر محمول کرونگا۔ مجھے خاموش اتفاق سے زیادہ کسی اور طریقہ اظہار موافقت کی توقع بھی نہ تھی۔

ترکی کے زندہ ہونے کی قابلیت اور استعداد کے متعلق میرا جو خیال تھا اس میں وہ ایشیائی جزیرہ نما تھا میں پر پیرس میں غور کیا گیا اور ایطالوی حکومت کی اس کے متعلق رائے حاصل کی گئی۔

سلطان کمزور اور غیر مستقل تھے۔ جھوٹے معاملات میں بر ہم اور اہم امور میں بزدل ہو جاتے تھے اور اس خاندان کا پورا فوج تھے جواب مظلوم ہے اور ختم ہو چکا ہے۔ انھوں نے صدارت علمی زادہ فرید پاشا کو مقرر کیا تھا۔ "داماد" کے نقطہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے سلطان کی بہن سے شادی کی تھی اس کا نام (RALIAE) غالباً ہدیہ تھا۔ فرید اکسفورڈ کا تعلیم یافتہ اور ظاہری طور پر ایک انگریزی پوری نقل تھا۔ حقیقت میں وہ ترکی کی تک کسی چیز نے بھی یا کم از کم کسی نے بھی زندگی یا قوت کی علامت کا ذرا سا بھی اظہار نہیں کیا تھا۔ جن لوگوں نے لائڈ جارج اور لارڈ کرزن کو باور کرا دیا تھا کہ وہ آئندہ میں جو چاہیں کر سکینگے ان کے پاس یاد کرنے کے وجوہات تھے کہ وہ جن پر۔

متعدد اوقات میں نے دیکھا۔ اور حقیقت کو نہیں چھپاتا۔ کہ وہ چند اشخاص جو بدیں الطور میں حاکم جماعت کے رکن بنے (اور جن میں مصطفےٰ کمال مدافع درہ دانیال بھی ہیں) ترکی میں اسی وقت سے ہر دلعزیز ہو چکے تھے جس نے محسوس کر لیا کہ وہ یہ کہنے میں بالکل سچے ہیں کہ وہ ایشیا میں آزادی برقرار رکھنے کے قابل ہیں جہاں وہ چھپے پڑ کر جا رہے تھے۔

مارچ جب ۱۲ ویں مے ۱۹۱۹ کو امیر البحر کا تحریر پہنچے برطانوی سفارت خانہ میں فرانسیسی اور ایطالی نمائندوں کو بلایا گیا کہ انھیں پیرس کانفرنس کے ہدایات سمجھائے کہ سمرنا پر یونانی قبضہ کریں۔ اس پر میں نے ذاتی طور سے اس سمجھوتے کے متعلق یقین کر لیا کہ درکی میں بہت بڑی حیثیت نمایاں کر لیگا۔ مگر ہدایتیں تمام ہاں اصولی فیصلے کی صورت میں آئیں اور ہم نہایت خوفناک ہتھکنڈے کر سکتے تھے۔ یونانیوں کے خشکی پر اترنے کے ساتھ ایک بے مقابلہ گشتی اقدام شروع ہوا۔ جو ایک ہونے والی بات تھی اور جسکا میں نے باقی گشتروں کے جیسے میں خوب بھی ظاہر کیا تھا۔ یونانیوں نے بے بسوں کی جماعت کو زخمی کر کے اسلحہ رکھنا شروع کیا کہ اس کی بجا شدت ظاہر اعرب واب قائم کرے گی۔ یونان کی تھا اسی روز آچکی تھی جس دن اس نے سمرنا پر جھنڈا اڑایا تھا۔

یونانیوں کے خشکی پر اترنے کے ساتھ ہی ترکی فوجیں بارکوں میں بلائی گئیں۔ یہ صدر اعظم کے حکم سے تھا جس نے غدای سے سنیں بلکہ بزدلی اور اچھائی کی توقع میں سکرتاریں پیام رساں بھیجے تھے کہ ہر تسلیم خم کر دیں اور یقین دلایا کہ یونانی قبضہ محض عارضی ہوگا۔ اس کے سوا سمرنا میں اسوقت وہ فدائی تھے جو بدیں ترکی قوم کی فلاح کیلئے جوشیلے قاتل بن گئے تھے۔

بارکوں سے کس نے پہلی گولی چلائی تھی جس کیوجہ سے قتل عام شروع کر دیا گیا؟ میرے اطلاع دہندوں نے یقین دلایا ہے کہ وہ ایک یونانی ہی تھا جسے خاص اس بھیڑ بکا کیلئے تعینات کیا گیا تھا۔ اس طرح فضا پر بار کا قرین قیاس ہے، انتخصر کے انتظام کے تحت یہ بھی، کسی موقوف یونانی سپہ سالار کے حکم ہی سے ہی جو ایک آسان لڑائی اور آسان ترفیع چاہتا تھا خواہ کسی طرح حاصل ہو۔ اگر اس بات کی توقع تھی کہ کوئی ایسی بات نکلے گی جسے دول فریق قبول کر لینگے تو سمرنا میں خشکی پر یونانی فوج کے اترنے کے بعد وہ بہت زیادہ وقت تھی۔ سیاسیات میں غلطیاں، اخلاقی زندگی کی غلطیوں کی طرح نئی غلطیاں پیدا کرتی ہیں۔

باب عالی اس سے پہلے ہی ایک غلطانہ حماقت کی خطاوار ہو چکے تھے اور مصطفےٰ کمال کو قسطنطنیہ سے اپنے آپ کمانڈر کے روانہ کر دیا تھا۔ مصطفےٰ کمال پاشا سمسون کے قریب تھے جب انھیں تبعۂ سمرنا کی اطلاع ملی۔ انھوں نے عوام کو طلب کیا اور ایسی تقریر کی کہ انہیں رلا دیا۔ ایک انگریز بیدار نے جو اس ضلع میں تھا، قسطنطنیہ کو تار دیا اس نوجوان جنرل کو نور آواپس کر لیا جائے ہم نے باب عالی سے ایسا حکم جاری کرنے کی خواہش کی باب عالی نے بہت نظمی طریقے سے جیکے وہ وارث تھے، مصطفےٰ کمال پاشا کو پر احتیاط الفاظ میں قسطنطنیہ طلب کیا کہ وہ ان سے صرف عام حالت پر تبادلہ خیالات کرنا چاہتے ہیں ایک اس سے بڑھ کر بہت نظمی خصوصیت ملاحظہ ہو کہ باب عالی میں کسی نے دوستوں نے یا باب عالی والوں کے دوستوں نے مصطفےٰ کمال کو خبردار اس سے آگاہ کر دیا کہ طلبنامہ جاری ہونے والا ہے وہ ابھی دار الخلافہ سے جانا نہیں چاہتے تھے تاکہ طلبی سے بچنے کیلئے حب وطن کا خیال ظاہر کر کے امن روم کے دورہ پر روانہ ہو گئے اس طرح سلطانی احکام کی تعمیل نہ کرنے کے مرتکب نہیں ہوئے گویا وہ حکم ان کو پہنچا ہی نہیں۔

غالباً کسی قدر سیاسی فیصلے سے حالت اب بھی خوفناک کہی جا سکتی لیکن پیرس صلح کانفرنس میں دعائی جھنڈوں میں مزید اضافے کرنے والی باتیں پیش آئیں۔ فرانس جن کی توجہ علاقہ ٹرکان کی طرف لگی ہوئی تھی بساط سطرنج پر برطانیہ کا اس جگہ سے بڑی صفائی سے مقابلہ کرنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہ ان کیلئے اتنا اہم نہ تھا۔ ایطالیوں کا بھی یہی حال تھا جو پہلے ہی مجیرہ ادر یاٹک کے سوال میں الجھے ہوئے تھے۔ انگریز۔ انگریز صرف لائڈ جارج اور لارڈ کرزن تھے۔

مجھ سے بڑھ کر سابق وزیر اعظم برطانیہ (مراد لائڈ جارج۔ مرتب) کی نوری سماعت تھی اور سرعت عمل کی صفات کا کوئی مداح نہیں۔ دوران جنگ میں جنرلوں سے اختلاف کے موقع پر وہ ہمیشہ حق پر ہوتا تھا۔ مثلاً لائڈ جارج نے چاہا تھا کہ ایطالی اور برطانی متحدہ طاقت سے اسٹریا میں جنگ شروع کر کے دشمن کی قوت توڑ دیں۔ یہی خیال ابتدا میں ہمارے محبوب ملن نیسولائی کا بھی تھا۔ نہ صرف یہی بلکہ فرانسیسی استطلاع جنگ (STRATEGY.) میں لائڈ جارج اکثر حق پر ہوتا تھا لیکن مغرب مغرب ہے، مشرق مشرق۔ لائڈ جارج نے مغرب کو سمجھنا سیکھ لیا تھا۔ اسکے سوا وہ طلعاً کانسا (FOR IC.) جیسا کہ سر ہنری ڈاسن نے مزاحاً لائڈ جارج کا نام رکھا تھا تاہم نئے کی ٹوپی والوں (افسران فوج) کے عام خیالات سے بھی غیر مطمئن تھا۔ مشرق کے متعلق جنگی حقیقت اس کے سامنے ایک دیو ہیکل کانے دجوبی زے لوس، کے پیش کی تھی۔ وینی زے لوس بھی تھا اور اب بھی ایک بہت قابل ذکر آدمی ہے۔ اسکے پاس ترکی عذرات ہیں کہ کیوں اس نے مشرق کی کاروائیوں کے متعلق غلط اندازہ لگایا۔ اس نے ایک بڑا خواب دیکھا تھا۔ یونان بزرگ کا خواب۔ جو یونانیوں کو غلامی اور تکلیف کی حد رسول میں تسلی دیا کرتا تھا۔ اس نے برطانیہ کی مدد سے اس کو بردے حقیقت لانا چاہا۔ مہلک غلطی کا ارتکاب کیا جا چکا تھا (اور کوئی بھی اسکا حصہ دار بننے تیار نہیں) چنانچہ قسطنطنیہ سے شروع ہو کر تمام ترکی کے طول و عرض میں حالت بد سے بدتر ہو گئی ایک انٹیلیجنس ادارہ (INTELLIGENCE SERVICE) جس میں ماہر عہدہ دار تھے سیاسی اور دماغی اقتدار پر قابض ہو گیا۔ ان ماہرین کی بنا پر کاروبار مغربی پر ترکی اور وقار کو ملاد ینے میں بڑا حصہ لیتی ہیں۔

لیکن کیا میں اسطرن خفیف سا اشارہ کر سکتا ہوں کہ برطانوی سیاسی پولیس کی ان تباہ کاریوں نے میری اس قدیم بدظنی میں اور اضافہ کر دیا۔ جو حقیقی اور روایتی۔ برطانوی دماغ کی ساخت کے متعلق ہے؟ میں نے یونہی اندازے سے معلوم کر لیا ہے۔ کہ وہ واحد چیز جو برطانیہ کی اخلاقی قوت کو بنانے والی ہے۔ آزادی میں بسر کرنا ہے۔ جس سے ہر شخص کہ اُسے بہرہ مند ہونا چاہیے۔ اور جب کبھی وہ اس کے خلاف کام کرتے ہیں تو اس میں ناکام رہتے ہیں۔

(۱۶ دیں مارچ ۱۹۲۰ء کو جنرل ملنر (MILNE)

نے جو برطانوی نوجوں کا سپہ سالار تھا یا تخت ترکی کے تمام اہم مخالفات یعنے وزارت جنگ اور تار گھر وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور حکم دیا کہ کئی درجن افسران پارلیمنٹ ویسٹ منسٹر کو گرفتار کر لیا جائے اور ایک حالت محاصرہ کا اعلان کر دیا۔ چند روز بعد شیخ الاسلام نے جو بالکل برطانوی انگریز تھا فتویٰ جاری کیا کہ انگورہ کے قوم پرست باغی ہیں۔ اور اسلام سے خارج اسکا جواب ملنے میں دیر نہیں ہوئی۔

۲۴ دیں اپریل ۱۹۲۰ء کو مجلس ملیہ نے انگورہ میں سنجیدہ دماغوں سے اپنے کام کی ابتدا کی اور ایک نیشنل اسمبلی کا انتخاب کیا تاکہ انکے فیصلوں کو زمانہ کرے۔ سطسٹے کمال اس کونسل کی روح رواں اور حقیقی صدر تھے۔ پندرہ روز بعد کونسل اعلیٰ نے اپنے آپ کو موسوم بہ داری کا بدل دیا۔ جو دراصل کا لفظ اسلئے رکھا گیا تھا کہ ظاہر کرے کہ قومیت اپنے مقدر کو اپنے ہاتھ میں رکھتے ہے۔ کارادہ پیش رکھتے ہے۔ ذریعہ خارجیہ کی سارے ہی (ایک کانگریس سلطان) نمائندے دسمبر ۱۹۲۰ء کے سال حکومت انگورہ کی امن دوستی سپریم کونسل میں نمایندگی کی تھی۔ انگورہ کے سیاست دان مصطفیٰ کمال (XENOPHOBIST.) ہو چکے تھے جس کی نفرت ہیں انگلستان و فرانس دونوں شامل تھے۔ یہ ان حقائق کا نتیجہ تھے۔ جو انگورہ میں معلوم ہو چکے تھے۔ اور جو عہد نامہ سیورے کے مردہ مولود صلح نامے کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ صرف ایطالیوں کے ساتھ جزا سلوک نہیں ہوا۔ اور بیسری صلح جو فرانسیسی کا نتیجہ خطا جوں نے شروع سے اختیار کی تھی۔

مصطفیٰ کمال نے صلح گروہ خود اکثر سے کئے ہیں کے پیچھے اس نے نیتجہ سے ایک بڑا عہدہ فوج کی تنظیم نو کی۔ وہ جتنا قوی ہوتا گیا ترک اس کی طرف اتنا ہی متوجہ ہوتے گئے۔ باب عالی کے عہدہ دار بھی یہ دل سے اس کی طرف جانتے تھے ترکی کو جواب انجام ظاہر ہو گیا۔ جس میں اب فقط دقت کا سوال باقی تھا۔ ایک بات اب بھی یقینی۔ حتیٰ کہ محمد نے اپنا فیصلہ اپریل ۱۹۲۰ء میں سان ریمو میں انگریزوں کے سخت شرائط صلح کو ان کر صادر کر دیا تھا۔ یوم سان ریمو کی شام کو لارڈ کرزن نے کہا تھا کہ:-

"کمال کی موجودہ قوت کا اندازہ حقیقت سے زیادہ کیا گیا ہے۔ ورنہ وہ اتنا کمزور نہیں ہے جتنا بعض لوگ یقین دلاتے ہیں۔

بعض کے لفظ سے اس نے میری جان بنا دیا کیا تھا اب اور دماغ تھا اور ترکوں سے صلح جوئی کی پالیسی پر برابر کاربند تھا اسکے علاوہ سان ریمو کے بعد جون میں لائڈ جارج نے ایک عظیم تقریر میں کہدیا کہ صرف یونانی حکومت عثمانیہ کی جگہ لینے کے قابل ہے۔

جون کے اواخر میں ڈھ تھا (KYOTHA.)

میں لائڈ جارج نے موسیو طبیران سے ملاقات کی دینی زے لوس نے انگلستان سے نوبی اتحاد عمل کی درخواست کی تھی کیونکہ انگلستان کی نوبی قوت اب ترکی میں خطرناک طور پر بڑھ گئی تھی۔ اس کی تجویز تھی کہ انا طولیہ کے اندرونی حصہ میں تیز پیش قدمی کیجائے اور اس (۹۰،۰۰۰) سلح یونانی پہل سے کمال کی خط و کتابت کے تمام اطراف سے کاٹ دینگے۔ ان کو مجبور کر لینگے کہ وہ اندر ہی اندر سمٹتے جائیں جہاں ان کی قوت توڑی جا سکتی ہے۔ فرانسیسی وزیر اعظم نے آمادگی سے نہیں مجبوری سے یہ تجویز منظور کر لی کیونکہ عام سیاسی مصلحتیں ایسطرح نے چاہتی تھیں۔ اور وہ ترکوں سے سیلیشی شامی سرحد پر گھبرا چکا تھا۔ لیکن ایطالوی رضامندی ضروری تھی اور اس کے حصول کیلئے لوگوں میں سپریم کونسل کا اجلاس اسکے بعد فوراً ہی ہوا اتحادیوں اس وقت در زیر خارجہ ہو چکا تھا۔ اسلئے ایطالیہ کا نمائندہ بنا

انا طولیہ پر یونان کے مجوزہ حملے کے متعلق میں نے کہا کہ ایسا کرنا بحث لطفی ہوگی۔ اگر اس سے ترکی کی نوبی اور توپی زندگی اور طاقت کو بڑھانا مقصود ہو تو حقیقت میں یہ بہترین تجویز ہے۔

ایک ماہ بعد جولائی ۱۹۲۰ء میں سپا (SPA)

میں کانفرنس کی غرض سے مجتمع ہوئے دینی زے لوس بھی آئے۔ وہاں موجود تھا۔ اس نے سپریم کونسل کے رویہ و اپنی تجویز پیش کی کونسل میں لائڈ جارج میران۔ اور میں ہی تھے۔ دینی زے لوس نے اپنی دلیلیں پیش کیں۔ اور کامیابی کا اسے یقین تھا۔ صرف میں ہی تھا جس نے مخالفانہ میں جواب دیا اور بتایا کہ یونان اس طرح کس خطرے میں گھر جائیگا اور ان کے الفاظ میں اپنا جواب ختم کیا کہ میرا وہ اعتراض ہے کہ ایطالیہ کا طرز عمل ہمدردی کی کمی محسوس کیا جائیگا یا اس سے بڑھکر یونان سے بے لے اطمینانی پیدا ہے۔ اسکے برخلاف میں اپنے آپ کو اسکے بھیجنے والے سے گھر کے خیال سے ملہو پاتا ہوں وہ صلح صلح نہیں جسے دونوں فریق برداشت نہ کر سکیں۔ یونانی ضرورت سے زاید خطرے میں پڑنے سے سب کچھ کھو رہے ہیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اس ہال میں کم از کم ایک شخص ایسا ضرور ہے جو میرے الفاظ کے گہرے اخلاص کو محسوس کرتا ہو۔ اور وہ شخص وینی زے لوس ہے۔

جب میں نے اپنی تقریر ختم کی تو وہ نادر سرت محسوس کی جو کسی شخص کو پارلیمنٹ کی بالمجھے عوام کی نیند کی سے بھی مائل نہیں ہوتی۔ میں نے وینی زے لوس پر نگاہ ڈالی اور اسکے کھلے ہوئے ذہین چہرہ پر مجھے نظر آیا کہ اس نے میرے الفاظ کے گہرے اخلاص کو پہنچ گیا ہے۔ اور صرف ایک لمحے کیلئے اس نے بھی یہ محسوس کر لیا کہ یہ ایک ذہین صحیح ہونے والی ہے۔ لیکن بالسہ پھینکا جا چکا تھا۔ اور ہر شخص نے دیکھ لیا کہ یونانیوں کے خلاف دو برس بعد کیسا افسوس ناک نتیجہ نکلا۔

لندن میں، فروری ۱۹۲۱ء کی مستعفر شدہ محافظ نے بہت سے اعتماد والوں کی آنکھیں کھول دی ہوں گی۔ ہم نے وہاں کیا دیکھا؟ ترکی شہنشاہیت یعنی باب عالی کے وفد کا صدر اقتدار پاشا تھا۔ جسے سب عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور جو ترکی وفد در زیر اعظم رہ چکا تھا۔ وہاں انگورہ کا وفد بھی تھا جسکا صدر کرسالی ہے وہاں کا وزیر خارجہ تھا برطانوی حکومت نے بطور خود اس کا استقبال کرنے سے انکار کر دیا۔ اس خیال کے کہیں ایسا ہو کہ اسے انگورہ کو سرکاری طور سے تسلیم کر لئے جانے کا مراد سمجھ لیا جائے مغرب کی سوچ آنکھوں کو ایک مسیح مکمل ہم آہنگی میں ایک ہی سچ پردہ پڑا بیٹھے ہوئے نظر آئے جن کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ ایک دوسرے کو حقارت سے دیکھتے ہیں اسی طرح کی حقارت سے جیسے دنیتری مقابلوں میں پھنسے ہوئے لوگ جانتے ہیں۔ ہماری اور برطانیہ کی آنکھوں میں تو رفیق پاشا تمام ترکوں کا نمایندہ تھا۔ یہ کافی نہ سمجھکر اس نے خود بھی اسکا اظہار کیا تھا کہ کیرسالی سے کہے الفاظ کو کم وقعت کردے جو حقیقت میں ترکوں کی طرف کا واحد جواب دہ تھا انگورہ کا بھی اور استمبول کا بھی اس موقع پر موسیو بریاں (BRIND.) اور میں نے اپنے اثرات کو ترکوں پر کام میں لانے کی کوشش کی تاکہ وہ ایک معتدل راہ اختیار کریں کہ برے سمجھ گیا کہ اگر وہ ایک عنیر جانبدار ثالثی پر سامان بھیجدیتے ہیں یونانیوں سے زیادہ نادانی طاہر کرے توسب کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ تالیتی کا بالآخر فیصلہ ہو گیا۔ وہ خط انا طولیہ کی باضابطہ تفتیش کے بعد فیصلہ سنانے والی تھی۔

"جب برطانیہ فرانس اور ایطالیہ نے تفتیش رودار بافت منظور کر لی اور یہ تسلیم کر دیا گیا کہ صلح نامہ سیورے کے مصنفہ کو غلط اطلاع ملی ہے۔ اور معاہدے کو از سر نو شروع کرنا چاہیے تو اس سے انگورہ کے تمام اختلافات دور ہو گئے اور ترکستقبل کیلئے بہت سے امکانات کا راستہ کھل گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ اب بھی قابل عمل صلح ممکن ہے لیکن تین ماہ بعد حالات اور خراب ہو گئی۔ یونانیوں نے تفتیشی کمیشن کو ٹھکرا دیا۔ اور بتیار اٹھانے کا فیصلہ کر لیا تھے۔ اور آلاتشکست کھا کر وہ ۱۹۲۲ء کے بہار میں افیوم قرہ حصار اور قطاجہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مقدمہ الجیش سال بھر تک جاری رہا لیکن اگست ۱۹۲۱ء میں کرم منظم شدہ ترکی فوج نے یونانیوں کے مقدمہ الجیش کو تباہ کر دیا اور دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اور شاہ قسطنطین نے تخت چھوڑ دیا۔ اب برطانیہ فرانس اور ایطالیہ۔ ترکی اور یونانیوں میں آڑے آگئے۔ چار سال

کی تباہ کاریوں، رعونت کو بازنوں اور ضرورت سے زیادہ بناوٹ کا نتیجہ بتایا۔ یہ کانفرنس تھی۔ جو ۱۱ دیں اکتوبر ۱۹۲۲ء کو منعقد ہوئی۔ میں سے یورپ کو مجبور ہو کر مانا پڑا کہ ترکی فوج قسطنطنیہ میں داخل ہو اور مشرقی تھریس ترکی کے حوالے کر دیا جائے مختصر یہ کہ ترک پھر پوری طرح یورپ میں آجائیں صلح نامہ لوزان سے رہے سہے یورپی ترجیحات کا خاتمہ کر گیا۔

من اتفاق سے میں مدانیہ کی صلح سے پہلے کی گفتگوؤں میں شریک رہا ہوں۔ میں، بزیر خارجہ نہ تھا بلکہ پیرس میں سفیر تھا۔ چونکہ گفت و شنید پیرس میں ہوئی جہاں میں کمزور اور بوا نکارے تین ہی آدمی تھے۔ جو اس مسئلے کے حل کیلئے جمع ہوئے تھے۔ میں وہ غمناک اقرار نہیں بھولا کہ ایک دن پہر میں لارڈ کرزن نے "کے دسے" (Quai D'orsay) کے کمروں میں کیا تھا۔ وہ مغرور تھا لیکن ایمانداری سے اس نے کہہ ہی دیا کہ اس نے ایک غلطی کی تھی۔ اور یہ اقرار اس شخص کے سامنے تھا جس نے اپنی تمام ظاہری نرمی کے باوجود مغرب کے مفاد کی حفاظت کیلئے پوری کوشش کی تھی مگر ایسے تاسف سیاسیات میں بے کار ہیں خواہ وہ اخلاقی نفسیات میں کتنے ہی قابل قدر کیوں نہ ہوں۔ اب سوال یہ ہے کہ معاہدہ "ورسیل" (Versailles) کے بعد کے زمانے میں انگلستان کی سرشتی یا پالیسی میں کیا غلطی تھی جو اور مواقع اور اور زمانوں میں اتنی فیاضانہ اور دور اندیشانہ ہوتی تھی؟

میرے خیال میں وہ غلطی صرف یقین کر لینا تھی کہ ترکی نسل پر ایک مہلک ضرب لگانے سے ہر جگہ مسلم رعایا موت ٹوٹ جائے گی یہ طاقوی تابع کی بہترین روایتوں نے واضح کر دیا ہوگا کہ برطانوی قوت کا مشرق میں قیام یا زیادہ صحیح لفظوں میں مکرر قیام صرف طاقت کا سادہ مسئلہ نہ ہوگا۔ اور یہ اصول پورے مشرق پر صادق آئیگا خواہ قریبہ ہو یا بعیدہ۔ اور ہر ملک کی مشرقی یا پالیسی کے متعلق بھی ویسا ہی صحیح ہے۔ برطانیہ کی کوئی مخصوصیت نہیں۔

بقیہ صفحہ (۳۹) کالم (۱)

میں عادل، نیک شجاع بادشاہ بہتر ہے، ہر غلیوس کا قول ہے ایک نیک سپہ سالار بدکاروں سے اچھا ہے"

حکومت اور بادشاہیت اپنے ارکان مستقل کی بنا پر بہترین قسم حکومت ہے، بشرطیکہ خدا و خدائی کی حقیقی نگرانی حکومت کا فعل و سایہ ہو۔ یہ بادشاہ مجازی مخلص ہے جو دیکھا تا ہے، اور ایسا آدمی حقیقی طور پر سیاست دان ہے، سلطنت و مملکت ایسی شخص کے شایان شان ہے، ایسی مملکت میں امن و امان کا دور دورا رہتا ہے، عدل و انصاف محکم کرتے ہیں، نظم و نسق سلطنت عقل حکمت کی محارست سے چلائے جاتے ہیں، تعلیم تربیت عام ہو جاتی ہے اخلاق نفاس اور نیک فعال کی ترویج و اشاعت کی جاتی ہے اور حقیقت ایسے مملکت کا بادشاہ، آسمانی بادشاہ ہے کا فعل و عکس ہے وہ خود وحش

مُدبّر

افلاطون کے نقطۂ نظر سے

از

سید محمد حسن صاحب رضوی بی۔ اے (عثمانیہ)

مترجم مکالمات سیاسیہ افلاطونیہ

مُدبّر افلاطون کا نہایت اہم مکالمہ ہے، اس میں حقیقی مدبر کی تشریح ہے، اسکو دوسرے اشخاص مثل طبیب، استاد، معلم ورزش، عنیب دان، ناخدائے جہاز، قاضی، قانون ساز سپہ سالار سے ممیز کیا ہے، سارے پیشہ وروں داخل حرفہ سے مقابلہ کر کے اسکی شخصیت کو نمایاں کیا گیا ہے، اسکے فرائض منصبی، اہم و ممتاز ہیں حکومت و حکمرانی کا ماخذ بیان کیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ یہ منصب جلیلہ اعلیٰ و ارفع ہے جو فلک علی الاطلاق ہے، نہ کہ مطلق العنان مدبر تو سب باسی علم و عمل میں مہارت تامہ رکھتا ہے، وہ رعایا پر اتنا ہی اعلیٰ رکھتا ہے اسکے اختیارات قوانین کی ترسیم و تنسیخ و وضع ہیں "مطلق ہیں" ہمیشہ رعایا کی فلاح و بہبود کے خاطر قوانین نافذ کرتا ہے ایسے شخص کا کار جو مقتدم ہے "سزاوار حکومت ہے، اس کے زیر انتظام سیاسی حیات مفقود نہ پاتی ہے، وہ خود غرض خود بین اور مغرور و متکبر نہیں ہوتا، اپنے ذاتی اغراض رعایا کے مفاد پر قربان کر دیتا ہے، ان کو مسرت و آرام پہونچانے میں تھک رہتا ہے، عدل و انصاف کا مجسمہ ہے، شجاعت و عفت کا پتلا ہے، اوصاف اخلاق حکمت، صداقت، دیانت، تدبر استقلال وغیرہ سے متصف ہوتا ہے، وہ اپنی مملکت میں نمایاں ہستی ہے، اس کی ذات مثل آفتاب کے درخشاں و نمودار ہے، اسکے فیض کی کرنیں مملکت پر سارے دائرے میں روشن ہیں، شخص تو ملک یا بادشاہ ہے۔ اور خدا کا سایہ ہے، اگر ایسے چند افراد ہوں تو وہ مملکت اجماعی ہے، ایسے افراد جماعت کثیر و کہتے ہوں تو وہ مملکت عمومی ہے، لیکن بادشاہیں یہ نقائص بدرجہ اتم رہتے ہیں، اس بنا پر تمام اقسام کے برے میں افضل و برتر ہے، لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ چند افراد میں تعلیم اوصاف فروفرد میں جمع نہیں ہو سکتے، اسلئے کوئی شجاع ہوگا، کوئی عفیف، کوئی حکیم کوئی عالم

اب رہی کثیر جماعت ان خوبیوں میں کامل نہ ہوگی بلکہ تمام افراد ملکر ایک شخص واحد کے مثل ہو جائینگے۔

اس مکالمہ میں اسی موضوع پر بحث کی ہے، تمثیلات بعیدہ سے کام لیا ہے، تنزل عنصر، انحطاط قوت ذرائع کی کمی نمایاں ہے اشخاص شریک مکالمہ دلچسپ افراد نہیں ہیں، بعض جگہ اہم مباحث مبہم چھوڑ دی گئی ہیں۔ بے محل ظرافت بے موقع مذاق جگہ جگہ معلوم ہوتا ہے، اصول تصورات کی بجائے منطقی و فلسفیانی بیان مل پاتا ہے، بالعموم تقسیم کا حامی ہے، جمہور سے متنفر اور علاوہ ازیں ہو چکے ہیں اسلئے اب دشاعری کی لطافتیں کم ہو گئی ہیں، اصطلاحی الفاظ سے کام شروع کیا جاتا ہے، یہ تو ظاہر ہے جب مکالمہ میں شاعرانہ تخیلات سے سرکار نہ رہے تو وہ کلام پر لطف ہونے سے رہا، کمال تصوریت سے نکلکر عمایت میں قدم رکھتا ہے اس بنا پر اسلوب بیان و طرز ادا میں سختی پائی جاتی ہے، جو بھی جاری ہے ایوسانہ انداز میں حقائق حیات انسانی پر تیز بھری نظر ڈالتا ہے، لیکن افلاطونی فلسفہ کی تقدیری حیثیت باقی ہے، اور ہنوز ایسے شہری کی تلاش ہے، جہاں کہ بادشاہ فلسفی بھی ہوں اور دیوتا بھی"

مکالمہ مدبر میں پہلے کمالات کی سی شان و خوبی نہیں ہے، عشق عاشقی، فصاحت و بلاغت، تاری کے دل پر اثر کرنے سے قاصر ہیں وہ خود طوالت بیان کا شاکی ہے، وہ خود قائل ہے کہ وہ مثل بے ہنرت تراش کے ہے جس نے بیکی کی شکل کو بدصورت کر دیا ہے، مناسب رنگ آمیزی یا بیان کے اظہار سے عاجز ہے، وہ غلطیاں تراشتا ہے لیکن صحیح کرنے کے لئے، اس مکالمہ میں ارسطو یا سافرنی معقول شخصیت نہیں ہے وہ صرف سیاسی نصب العین کا بیان کرنے والا ہے ناظر

سقراط تو برائے نام ہے، مدبر کا طریقہ تحقیق متعلق تقسیم بہتی ہے، بہت سے فقرے ایسے ہیں جن میں ظرافت کا رنگ آگئے ہے دبیر کی قوت رکھتا ہے، یہ صرف ہندسہ میں تحقیق و درس کی مروجہ کی بنا پر کہا گیا ہے، منطقی و سیاسی بصیرت یہ ہے کہ یونان کو ہر بری اقوام سے الگ نہ سمجھنا چاہئے۔ سازش کی مثال دے کر ان کا مذاق اڑاتا ہے، یونان کے مزدور مخوت کو توڑنے کیلئے ہر دیگر اقوام سے مقابلہ کیا ہے،

معقولی طریقہ استدلال یہ ہے کہ وہ بحث کے وقت ادنیٰ و اعلیٰ کا فرق نہیں کرتا ہے، بلکہ غیر جانبدار رہتا ہے مثلاً یہ جہاں بیان کیا ہے کہ دو پایہ اور چار پایہ حیوان کا فرق ہے، وہاں دو پایہ میں انسان اور پرندوں کو ایک ہی ترازو میں رکھا ہے، اور اسی مناسبت سے بادشاہ کا مقابلہ چرواہے سے کیا ہے کہ وہ بگ اور ہلکی زندگی بسر کرتے ہیں، مطابق ہوگا جب علمی تحقیق جاری ہو تو مدد ان بحث کوئی ایسا امتیاز نہ کرنا چاہئے، جو مخالف نہ رہ جائے، بادشاہ، تو تعلیم نہ رہیت میں بہتر ہو، ورنہ بادشاہ کے حریف مدمقابل طالبین ہی میں سے پیدا ہو جائینگے۔

اپنے زمانہ کے سیاست دان افراد کا مذاق اڑاتا ہے کہ وہ بے اصول لوگ ہوتے ہیں، ہر روز خیالات بدلتے ہیں، کبھی کوئی اصول و مبادیٰ ہیں ہے، جدھر بھی ہوا دیکھی سر جھک گئے، ذاتی حرص و آز ان پر غالب ہوتی ہے، یہ لوگ ان بتوں کے مثل ہیں جو سنگ دو آدمی، یا پیل دو آدمی، یا کیتھ دو آدمی، یا دوسرے حیوانات کی سی صورتیں رکھتے ہیں، جلد جلد طباع بدلتے رہتے ہیں یا ہو ہیں بھی ہیں، ایسی ظرافت میں لطف شاعری پیدا ہو جاتا ہے،

فلاطون سیاسیات میں تصوری طریقہ استدلال پسند کرتا ہے۔ وہ شہر بسند ہے جسکا نمونہ عالم مثال میں ہے، یہ یعنی نوع انسان کی تنظیم معاشرت کی حقیقی حالت ہے، حقیقی معنی میں انسان تکمیل نہیں ہے۔ خدا، ایک ایسا گذرا ہے جس میں خدا خود حکومت کرتا تھا، ہماری تاریخ انسانی کے بعد شروع ہوتی ہے، جب وہ حفاظت و نگرانی، پروردگار اور اصول قبول فرمائیگا تو اصلی حالت پیدا ہوگی، جو ایسی حکومت ممکن ہو تو حقیقی حکومت بہتر ہے جس میں تعلیم و سیاست حکمران ہو، اپنے اخوال کیلئے، رعایا کا جواب دہ نہیں ہے، یہ صبر و قوت کی حکمرانی نہیں ہے، بلکہ علم و حکمت کی ہے، بادشاہ علم و فضل سے متصف ہو، سیاسی علم بادشاہ کو سزاوار ہے،

جب بادشاہ اس علم سے کماحقہ آگاہ ہو تو ایسی حکومت قانون سے بہتر ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر وہ قوانین کے تبدیل کرنے پر تیار نہ ہو تو وہ مصلحت عامہ کے حسب حال عمل پیرا ہونے سے قاصر رہیگا، حالات بدلتے ہیں، اس بنا پر تبدیلی قانون ضروری ہے، وہ تو سامات انسانی کی غیر محدود پیچیدگی سے واقف ہوتا ہے، ایسے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی حکومت کے کاروبار چلانے میں کوئی قاعدہ یا ضابطہ نہیں ہے، بلکہ مصالح کلی و جزئی کو پیش نظر نہیں رکھتا ہے، بلکہ تزئیم و تنسیخ پر قادر ہوتا کہ نظم مملکت برقرار رہے،

جہاں ایسا حقیقی حکمران نہ ہی نوع انسان کو میسر آتا ہے، وہاں بادشاہ کی اطاعت کرتے میں اسکے جانبے مختلف خدمات انجام دیتے ہیں، وہ خود پرستی کا حرتبہ و تسنیع ہے، یہ لوگ بشمار ہو تو صرف قوانین یا رسوم و رواجات کی پابندی کافی ہی تاکہ مملکت افراد کے حرص و آز سے مامون رہے، دیکھئے، حاذق طبیب علاج معالجہ میں پابند قواعد نہیں ہے، وہ مخزن کے مرتب کرنے اور مریضوں کے ہدایت دینے میں مختار ہے اگر وہ پیچیدہ قواعد علمی کی پیروی کرے جو ہر حالت زمانہ کیلئے موزوں نہوں تو ظاہر ہے کہ ایسے مریض بہت جلد عدم کی راہ لیں گے، اسی طرح بادشاہ طبیب سیاسی ہے وہ تمام امور مملکت پر غور کرتا ہے، ایسے اصول و سیاسات دان کرتا رہتا ہے، تاکہ حکومت کے کام بخوبی انجام پاتے رہیں لیکن حالات کے تغیرات سے آگاہ ہو کر تبدیلی کرتا ہے وہی حکیم السیاست ہے،

فلاطون چھ قسم کی حکومتیں بیان کرتا ہے، دیکھئے جس میں ایک فرد، رعایا کے فلاح و بہبود کی خاطر انتظام کرتا ہے، بادشاہ ہے اور اس کی حکومت بادشاہت ہے، جو فی الحقیقت مفید پیش نظر رکھے تو وہ حاکم جابر ہے، اور اس کی حکومت جبار یت ہے، اسطرح چند افراد کی حکومت ہو تو اعیانی، خواہ یہ عقلاء اور افاضلا ہوں جب اس کے برعکس تو عدیدت اور وہ حاکم جدید کل افراد مملکت سب کے فائدے کے لئے حکومت کریں تو جمہوریت ہے اور ہر شخص نوعی فائدہ ڈھونڈے تو جمہوریت ایسے زمانہ میں جمہوریت ہے کے معنی ہے، فلاطون تو نظام سیاسی میں بادشاہ کو سب سے اعلیٰ و اکمل سمجھتا ہے، اس کو تمام اقسام سیاسی پر شرف تقدم حاصل ہے،

ایسا بادشاہ حقیقی قانون ساز ہے اس کی مرضی قوانین سے بالا ہے، تعلیم کی غرض و غایت مفہوم صداقت و عدل و انصاف پیدا کرنا ہے، بادشاہ عدد سی ہے، وہ توانائی تعلقات میں نظم و ترتیب پیدا کرتا ہے، بادشاہ، ازدواج پر نگاہ رکھے، غیر طبائع طباع کو جمع ہونوں، تاکہ تعلق ازدواجی مملکت پر اثر پذیر ہو، جمہوریت میں تو حکومت فلاسفہ، اسپارٹ اضداد مملکت قواعد ازدواج، تعلیم و تربیت کیا اصول، اور دوسرے سیاسی مسائل کا بسط بیان ہے، رسالہ مدبر تحریر کرنے وقت یہ سب خیالات پیش نظر ہیں اس میں تصنیف ساذگار کرتا ہے، اصلی غرض اس رسالہ کی نوعیت و ماہیت مدبر ہے، عمل تقسیم و تقسیم سے تحقیقی راہی، بادشاہ دراصل ہوتا ہے، بادشاہ کو اسکے حریفوں سے ممیز کیا ہے، ایک قسم شہریت فقیہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ، رہائی راہی انسانی راہی سے مختلف ہے سیاست کے سمجھانے کے لئے، کپڑا بننے کے فن سے کام لیکر سمجھایا ہے، بادشاہ تمامی و سپہ سالار، قانون ساز ہاتھ سے میز مرد ہاتھ ہے، اور بادشاہ کو اعلیٰ رتبہ سیاست میں دیتا ہے۔

فنون و علوم کا معیار کرتا ہے، موضوع بحث اس میں کامل اترے تحقیقات میں طریقہ معقولی سے کام لیا جائے، اسطرح علم سیاست مدبر، بادشاہ، کو دوسرے منحنی اقسام حکمرانی سے ممتاز کر دیتا ہے، بادشاہ کی خصوصیت ہے علم السیاسیہ پر حاوی ہے قانون اور دستوری قوانین سے برتر ہے، وہ علوم جو سپہ سالار، نامی، محتسب، وغیرہ سے بحث کرتے ہیں، یہ کماخاطر الخاص شاہی علم کے مدمقابل معلوم ہوتے ہیں لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب تابع فرمان ہیں، بادشاہ کی اطاعت کرتے میں اسکے جانبے مختلف خدمات انجام دیتے ہیں، وہ خود پرستی کا حرتبہ و تسنیع ہے، یہ لوگ

ذوالحکے ادنیٰ ماہیت میں تقسیم سے یہ اصول واضح ہو جاتے ہیں، بادشاہ یا مدبر تو سیاسی بنا ورث کا تار کرتا ہوا لا ہے جیسا کہ جولاہا کپڑا بنتے ہیں تانے بانے سے کام لیتا ہے، شجاع، عفیف، حکیم، عادل نظم معاشرت کے تانے بانے ہیں، بادشاہ، اس میں نظم و ترکیب پیدا کرتا ہے، مدبر کے تصور کو مکمل کرتے ہوئے، فلاطون ایک تمثیل کرتا ہے، جسکا حاصل یہ ہے کہ خود خدا اس عالم کا ناظم حکمران تھا، حیات انسانی پر اس تھی، دور حاضرہ کا دیوتا نہیں ہے خدا کی حکومت میں انسان خاکی تھے، تو الد و تناسل نہ تھا، نہ جائداد نہ املاک، نہ خاندان تھے، جب دور جدید آیا حیات انسانی منتظم ہوئی، لیکن انسان لاچار بے کس چھوڑ دیا گیا تھا، وحشی و مزدور جانور ستایا کرتے، تاہوائے کی بدہیزہ آتی تھی، تنازع البقا میں مبتلا تھا، علوم و فنون سے نابلد تھا، ضرورت و احتیاج کو رہے تھے، بھوک پریشان کر رہی تھی، نہ خدا معلوم تھی نہ اسکے اصول کا طریقہ آتا تھا، تب پرانا یونان کے عقیدے کے موافق، پرومتھیس نے آگ مرحمت فرمائی ہنیش اور اتھنی نے فنون دئے، اور دوسرے دیوتاؤں نے تخم و پودے مرحمت کئے، اس طرح الیاس، طعام، قیام کا بندوبست ہوا، آزادی، ضرورت و احتیاج کے بارے میں عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے، حدود حکومت کا تعلق نہاں ہے اب محنت و مشقت سے اوقات بسر کرنے لگی، حیوانات پر قصہ ہوا، اصلاح حالت مسعد بیت، بہبود انسان، تنزل کے انحطاط اخلاقی بحالی یہ حالت سابقہ یہ ابداد خدا، فنون کے طریق نشو و نما اور بہذیب نظم و معاشرت کے بارے میں زرین خیالات پیش کرتا ہے، سرورت ایسر روشنی ذاتی کا موقع نہیں ہے،

خدا کے نائب کو ضرور واجبی ہوئی تاکہ نظم و انتظام کرے، امن امان کیلئے، راسی کی ضرورت پیش آئی، مملکت میں عدل و انصاف برقرار رکھے، اور خارجی دشمنوں سے ملک کے محفوظ رکھنے کیلئے، فوج رکھے، یہ کام مدبر انجام دیتا ہے رہائی حکومت کا شتی ہے، تیکی و علم کیلئے رغبت ہے، وہ تحقیقی منحنی میں حکمران ہے اور اسی کی کامل حکمرانی ہے، اس کی سلطنت کامل و اتم ہے،

تصوری تحقیقی حالت میں فرق ہوتا ہے، اس طرح فلاطون دونوں حالتوں پر غور کرتا ہے، تمام زمانے میں عقلا کا یہ سلک ہا ہے کہ کامل سکون اور امن کی فضا پیدا ہو سکیں عدت مکمل کبھی نہیں ہوئی ہے، تصوری حیات کو عملی حیات سے مدد ہی رہا ہے، اس سیاسی معیار و نصب العین پر رد و کد ہوتی رہی ہے فلاطون خود محسوس کرتا ہے کہ رہائی حکومت کا نصب العین اس عالم میں عملی جامہ شکل سے بچے گا، اس سے دوسرے درجہ پر وہ حکومت ہے، جو نیکی و علم سے متصف ہو، خود مدبر علم میں کامل ہے، نیکی دین سیاست میں اصول و مسلکی اختیار کر کے ارسطو نے ای اصول کو اضافیات کی علم میں معیار افراط و تفریط قرار دیا ہے، سیاست علم معقول سے نسبت رکھتی ہے، بادشاہ علم سے واقف ہے، کامل ملک، و عاقل بادشاہ ہے، قوانین سے افضل ہے، و دانا، نباض شناس ہے ایسا حکمران رعایا کے ساتھ تعاون و معاملات کرتا ہے، وہ قوانین میں فراغض و جو بات،

آزادیوں، ذمہ داریوں کا خیال رکھتا ہے، لیکن حالات بدل جائیں تو تبدیلی پر اسکو شرم نہیں آتی ہے حقیقی حکمران تو وہی ہے جو رعایا کے حیات سے اہم امور پر غور کرتا رہے کہ وہ کس قسم کی سیاسی حیات سے گذر رہی ہے اور تصوری حکمرانی کو زندگی کے واقعی احوال سے متعلق کرے، اسی طرح وہ تصوری مسیحا عملی نصب العین سے منتقل ہو جائیگا۔

مملکت کی علمی پیمائش کی بنیاد پر تعلیم میں مضامین جو تعلیم پانے سے گزریں ان کو قانون سے مجبور کیا جائے، تعلیم تربیت مملکت کیلئے، ملازمی اجزا ہیں، رعایا کی خوشحالی و بہتری کے لئے تھوڑی بہت سختی کرنا چاہیئے خلافت عثمان کے زمانے میں مملکت ایک شہر پر مشتمل ہوتی تھی وہ شہری مملکت کہلاتی تھی اس مقام کے حکمران ارد گرد والی تعلقات پر نظر رکھتے تھے تمام افراد شہر جن کی کل آبادی چار پانچ ہزار سے زیادہ نہ ہوتی تھی یہ آزاد افراد ہوتے، غلاموں اس تعداد سے زیادہ کا حامی نہیں ہو، شادی بیاہ بادشاہ کے ایماء مرضی سے ہوا کرتے تھے،

یونانی اقوام قانون کو مقدس سمجھتی تھیں، جس طرح

شریعت اسلامی مسلمانوں کا قانون ہے اور دستور شاہنامہ ہندوؤں کا قانون ہے، یہ عطیہ خداوندی سمجھا جاتا ہے، لیکن مکالیں اللاطون بادشاہ کے قانون سے زیادہ توقیت دیتا ہے،

بات یہ ہے کہ مقررہ قوانین عالم دنیا کی بہت گنجائش ہے، جب مختلف حالات میں ایک ہی ضابطہ و قانون عمل درآمد ہوتا ہے، سیاسی نظم معاشرہ تغیر و تبدل ہوتی رہی ہے، عاقل و دانا حکمران لاقدار انقلابات حالات کے مناسب تبدیلی کرتا ہے بعض وقت اقتدار شاہی جابرانہ معلوم ہوتا ہے، لیکن قانون سازی میں یہ ضروری ہے، جبکہ عقل و حکمت ساتھ ہو، بہترین نتائج پیدا کرے گی،

مدبر کا بہترین کام اصلاح ہے، لیکن اسکا نتیجہ ہوتا ہے کہ ادارات جدید اور قدیم شناسائی تصادم ہوتا ہے، ایک دوسری اشیاء تو نہیں ہیں کہ جو جیسا چاہا کر دیکھا، جس چیز کیلئے وقت تیار نہ ہو تب انقلاب پیدا کرتا ہے، تو انہیں تاگ و فضول ثابت ہوتے ہیں، ایسے صورت میں مدبر ذرا سختی سے کام لیتا ہے، کوئی تاہی بڑا بادشاہ ہو اور کبھی ہی اعلیٰ عقل ہو، ترقی کے دروازوں دو چار قدم چل کر تھک جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی تہذیب و تمدن کے تمام مدارج حیات آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہیں، بادشاہ بہت تراش خراش کر دوسرا بہتر دور تو ہے نہیں کہ چند ایام میں جوں اور دور سرے صنعتوں کا ڈھیر لگادے، امور سیاسی بہت سست رفتار ہوتے ہیں، اسی بنا پر علم السیاست میں کامل عزم و استقلال کی ضرورت ہے، یاد رکھنے کی بات ہے کہ موجودہ انقلابات تمام دارات کی کایا پلٹ ہو جائے۔

رواقیہ کا خیال تھا کہ عاقل ہو لیکن ہیں کامل ہو، وہ تصوری طور پر بادشاہ ہے،

عزم یہ ہے کہ جہاں تک حکمرانی کا تعلق ہے نیک و عادل شخص ہے، تو ایک کی حکومت اچھی ہے اگر بد ظالم ہے تو چند افراد کی، اگر یہ بھی بد ہوں تو عوام کی حکومت بہتر ہے بہ نسبت

ملاحظہ ہو صفحہ (۲۷) کالم (۱)

چار مینار کی گپ

ایک بونگے کے قلم سے

"کیوں جناب یہ لفظ گپ کس زبان کا نام ہے؟ جھوٹ اور گپ میں کیا فرق ہے؟

"گپ"؟ گپ محض جھوٹ نہیں۔ اور جھوٹ محض گپ نہیں"

"مثلاً"

"مثلاً" یہ کہ رود موسیٰ کی طغیانی کے بعد ارشاد پیملی تھی کہ سرکار اب رسّی ندی ہی کو بند کرنے والی ہے تاکہ آئندہ ایسی طغیانی ہو نہ اسطرح ہزاروں جانوں کا نقصان ہو۔ کہ گیا کہ یہ گپ ہے۔ حالانکہ کچھ ہی عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ شان سا گر کا اسکیم تیار بھی ہوا اور وہ مکمل ہو گیا"

"جناب ذارون صاحب کے کہ انسان بندر کی اولاد ہے۔ اور کہنے لگے کہ بندر سے انسان تک ارتقا کے تمام منزلے ملتے ہیں صرف ایک آخری کڑی نہیں ملتی۔ اسی کڑی کی تلاش میں بیسوں سال گذر گئے۔ وہ کڑی ہی نہ ملی اور اور جناب یونہ انسان کے باپ ہی کہلائے۔ تو پھر یہ گپ ہے نا؟

"ہاں گپ نہیں"

"ذرا آپ کی منطقی تعریف بیان فرمائیے تاکہ ہم خود تاڑ سکیں کہ کس کو گپ کی جنس کو علاوہ کر دیا گیا ہے کس زبان کا لفظ؟"

"گپ اصل میں قدیم مصری زبان کا لفظ ہے۔ تجارت کے ساتھ یہ لفظ بھی جزیرہ اقرطیس میں پہنچا۔ وہاں کے عرب تاجروں نے اسے بابل پہنچایا۔ بابل سے یہ لفظ نینوا ہوتا ہوا یونان پہنچا۔ یونانیوں سے یہ لفظ افلاطون کے قلمے کیساتھ مسلمانوں میں آیا اور محمود غزنوی کے حملوں کے ساتھ ہندوستان پہنچا لیکن ہندو علما کا دعویٰ ہے کہ اسکا فخر قدیم ہندوستان کو پہنچتا حال رہا ہے۔ چنانچہ سنسکرت میں اسکے شواہد مل سکتے ہیں"

"جناب یہ تو گپ ہے"

"یہ آپکے سوال کا جواب ہے۔ گپ کسی زبان کا لفظ ہو آپ کو اس سے کیا کام آپ کھانے سے کام رکھیئے پیڑ گننے سے فائدہ؟ مزے کریں اڑائیے، گپ کی تحقیق سے نتیجہ۔ گپ کی منطقی تاریخ ہی ہے کہ دل اس کو گپ سمجھے۔ اسکے لئے لیسوں کا ذوق چاہیئے۔ اگر کسی میں گپ کا ذوق نہیں تو وہ گپ سمجھنے کے قابل نہیں۔ چنانچہ اکثر مغربی لکھا میں مذاق گپ مذاق شعر کی طرح غائب ہے۔ نتیجہ یہ کہ وہ کسی چیز کو گپ نہیں سمجھتے اسی وجہ سے ذارون صاحب کی باتوں کو بھی سچ سمجھتے ہیں"

* * * * *

ہماری اردو زبان ماشاء اللہ روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے۔ اسکی ترقی کسی خاص ملک کا اجارہ نہیں ہر فرقہ خواہ مسلمانوں کا ہو ہندوؤں کا ہو یا عیسائیوں کا اسکے لئے کچھ نہ کچھ وقف نکالتا ہی رہا ہے۔ اسطرح ہر ایک نے کچھ نہ کچھ اس کی خدمت ضرور کی۔ کسی کا کتنا احسان ہے کہ اس ملک نے اس زبان کا پہلا اشاعرا اور پہلا مترجم پیدا کیا۔ اب پہلی اردو یونیورسٹی بھی یہیں قائم ہوئی ہے۔ ان ظاہری مادی خدمتوں کے قطع نظر حیدرآباد نے اردو زبان کو مالا مال کرنے میں بہت خاموش اور غیر نمایاں کام بہت کچھ کیا ہے۔ بہت سی اصطلاحیں یہاں تیار کی گئیں۔ بہت سے محاورے یہاں بنے۔ کئی نئے الفاظ سلک ہوئے اور سب سے پُر لطف یہاں کے محاورات کی زبان ایک عجیب و پُر تپنچ کے ساتھ عالم شہود میں آئی۔ بظاہر بہت سی باتوں اور بہت سی

اصطلاحوں کے ایک اصطلاح "چارمینار کی گپ" ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا گپ کی تعریف یا چارمینار کی گپ کی تعریف کرنا ایک بے فائدہ چیز ہے لیکن چارمینار کی گپ عام گپ سے تمیز کرنا آسان ہے "چارمینار کی گپ" کو عام گپ سے وہی نسبت ہے جو غالب کے شعر کو دوسرے شاعر (باستثنائے چند) کے شعر سے ہے۔

مونے کے طور پر یہاں چارمینار کی بے تاری خبر درج کیجاتی ہیں جو راشر یعنی کی نہیں "بونگلا البنی" کی پیشخبانی ہوئی ہیں:-

تاریخی

چارمینار ۳۱ نومبر ۱۹۳۸ء

آج بڑا لاٹ یہاں آگیا - دوپہر میں ڈیوڑھی جماعت پنج محلہ میں سرکاری نظام علی پاشا کے در بار میں حاضر ہوا - اماجمیلہ کو سرکار کا حکم ہوا کہ لاٹ کیوں آیا ہے معلوم کرو - اماجمیلہ نے باہر جاکر دریافت کیا - بڑا لاٹ بولا "دل ہم کا نظام کو دیکھنا مانگتا ہے"، یہ انگریزی محاورہ اماجمیلہ کے سمجھ میں نہیں آیا، نواب مختار الملک بہادر نے فرمایا "اجی اماجی سرکار سے دست بستہ عرض کرو کہ بڑے لاٹ صاحب سرکار کے قدم دیکھنے حاضر ہوئے ہیں۔

اماجمیلہ اندر چلی گئیں اور سرکار کی خدمت میں یہ عرض کر دیا۔ نظام علی اورنگ نے تخت پر آرام فرما رہے تھے اوڑھ کر باہر نکالدے۔ بڑا لاٹ اندر آیا اور قدم بوسی کیلئے جھکا۔

بیرونی

چارمینار ۲۷ دسمبر ۱۹۲۷ء

امیر کابل حبیب اللہ خاں کی صاحبزادی کا نکاح ان کے شہزادے ولی عہد عنایت اللہ کے ساتھ ہر رہا ہے، دلہن پیرس میں پیدا ہوئی ہے۔ دولہن کے بھائی ساتھ کے انتظام میں انگلستان گئے ہیں۔ برات بمبئی پر سے ہوتی ہوئی چارمینار پر ٹھیرے گی اور وہاں سے دیوان کی ڈیوڑھی پر سے ہوتی ہوئی سیدھا کابل پہنچے گی۔ برات کا تماشا دیکھنے کے شائقین چارمینار اور چھتر گنی کی سڑکوں پر کی بلڈنگوں اور بنگلے کثرت سے کرایہ پر لے رہے ہیں اور کرایہ بہت بڑھ گیا ہے۔

ہندوستانی

چارمینار ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء

اب کی دفعہ ہندوستان کی پارلیمنٹ میں یہ قانون پاس ہوا ہے کہ آئندہ سے مسلمانوں میں کبھی (رانی جھلکاری نہ ہو خواہ گائے کی قربانی پر ہو یا سمجھ کے آگے مالی ہلانے پر۔ آئندہ سے جو کوئی ہندو مسلمان اس کے خلاف کریگا اس کی سزا تین اعتصاب ایک حصہ کا پانی ہوگا۔

ملکی

چارمینار یکم اپریل ۱۹۳۵ء

آج شہر میں بڑی دھوم دھام سے ری ہمارے ایک معزز نواب صاحب کے ایث ہوم میں مصطفےٰ کمال پاشا سلطان روم تشریف لائے تھے، سلطانٹ ہم کو نواب صاحب نے وعدہ لیا ہے کہ وہ آئندہ سے ترکی میں ہر جی نماز کا قانون پاس کر دیگے اور غازی نے نواب صاحب سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ سے عید آباد یوں کو انگریزی ٹوپی اور کوٹ پتلون پہننے کا قانون جبلیہ کونسل سے منظور کرائینگے۔ شہر میں تمام مرد کوٹ پتلون اور ٹائی سلوار رہے ہیں اور عورتیں چھوٹے چھوٹے سایے اور بڑے بڑے مزے سواری میں ترکی میں جانا زوں اور تبصروں کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے، کیونکہ لوگ کثرت سے خرید رہے ہیں۔

مقامی

چارمینار ۸ جنوری ۱۹۳۶ء

آج نواب ممتاز الملک بہادر خفا ہو کر اپنے اکلوتے بیٹے سے خوش ہو کر کمال الطائف امیر الدین اس آرام کی دو قاشیں ویٹا فرمائیں، شاگرد پیشہ مذکر جھک کر باہر آداب بجالایا۔ کہا جاتا ہے آم کی قاشیں بہت میٹھی اور خوبصورت ہیں۔

ملکی

چارمینار ۹ جنوری ۱۹۳۶ء

آج یہاں رسالہ اخبار و رسائل کی کانفرنس کا ایک اہم جلسہ ہوا جس میں حسب ذیل امور زیر غور رہے۔

مسئلہ نمبر (۱) اکثر خاتین کرام رسالہ یا اخبار پڑھنے سے پہلے مطلب سمجھ جاتے ہیں اور مطلب سمجھنے سے پہلے ایڈیٹر کے نام خط تحریر فرماتے ہیں کہ فلاں چیز مفصول ہے، یا فلاں تحریر کا کیا مطلب ہے۔ یا یہ کہ آپ کے اس مضمون کو ایسا کیوں نہ لکھا۔ یا فلاں عبارت غلط ہے وغیرہ۔

سوال یہ تھا کہ ایسی تحریروں کی نسبت کیا تدبیر اختیار کیجائے۔ مباحثہ بہت گرم رہا اور بہت سی تدبیریں پیش کی گئیں۔ آخر میں جناب سعیدی صاحب شریک مدیر رسالہ "تعلقول" نے تحریر پیش کی جو بطلبہ آیا ہوئی۔ وہ یہ ہذا۔

"ریورپ کے ماہر فن ڈاکٹروں اور ماہرین فن سے درخواست کیجائے کہ وہ ہمیں کوئی ایسا نسخہ اجاد کر کے دیں جس کے ذریعہ سے ہم ایسے قابلین کرام کی خدمت میں رسالہ اخبار کے ساتھ مفت ڈاسہ دماغ پارسل کے ذریعہ بھیج سکیں تاکہ قابلین کرام اخبار کے پڑھنے سے پہلے اس دماغ کو کام میں لائیں اور غلط و کتابت کی جہت سے بچیں"

تکمیلہ کابلی مدیر اخبار ران منڈل (کنٹری) نے اپنی تقریر میں ذرا یا کہ ایسا نسخہ مل گیا تو وہ قابلین کرام کی خدمت میں کہیں بلکہ بعض مدیرین اخبار کی خدمت میں بھی بھیجا جانا چاہئے کیونکہ چارمینار، چاچکل، اور چادر گھاٹ کے بعض مدیرین اخبار و رسائل کو بھی اس کی سخت ضرورت ہے ہمدرسی ہے۔

مسئلہ (۲) بعض عزیز مضمون نگار بڑی محنت اور تلاش سے زحمت فرما کر اپنی وہ یا کتاب کا کوئی مطبوعہ اشتہار بغرض اشاعت برائے خلوص و بہبود قوم روانہ فرماتے ہیں اور بعض عزیز مضمون نگار بڑی تکلیف اور تحقیق کے بعد بعض اخبارات سے قوم و ملت مضمون نقل فرما کر روانہ فرماتے ہیں اور بعض عزیز مضمون نگار بطور عنایت خاص اپنی کسی مضمون یا کلام کو بطور رضا و جائیگانی کسی اخباروں یا رسالوں میں روانہ فرماتے ہیں

اس مسئلہ پر بڑی بحث ہوئی اور کوئی قرین قیاس نہ ہونے کی صرف ظاہری طور پر یہ طے ہوا کہ ایسے معزز مضمون نگاروں کی خدمت میں یہ استدعا پیش کیجائے کہ اگر تی زحمت فرمائیں تو صرف حوالہ بنمونہ ماہ رسالہ ایک کارڈ پر لکھ بھیجا کریں مزید ضرورت کیلئے مندرجہ ذیل نمونے تیار کئے گئے۔ لائق مضمون نگار یہ کو جس نمونے کی ضرورت ہو اس کو چند سو کی تعداد میں چھپوا کر اور صرف تاریخ اور خط بت کر کے اطمینان سے ایک ایک فارم اخباروں کے دفتر پر بھیجدیا کریں نمونے حسب ذیل ہیں۔

مدیر صاحب اخبار چلم گزٹ (یا جوتام ہو)

تسلیم۔ کون سے مظہور اخبار محیط کی کل کی اشاعت سے آخری صفحہ کے دوسرے کالم کا پہلا اشتہار آپکے پرچہ کے ایڈیٹوریل میں نوراً شائع فرما دیجئے، کیونکہ یہ اشتہار ملک اور قوم کیلئے بیحد مفید ہے۔ اور ہماری قوم بغیر اسکے ترقی نہیں کر سکتی اور مہاتما گاندھی کے خیال کے مطابق بغیر اسکے سوراج بھی نہیں مل سکتا۔

راقم

خادم قوم

الف۔ ب۔ ت

مدیر صاحب اخبار چلم گزٹ (یا جوتام ہو)

تسلیم۔ کل شام کے پانچ اور چھ بجے کے درمیان چارمینار پر جو اشتہار بلڈنگ محنت اور صندوق بیماریوں کے علاج کے متعلق تقسیم ہوا ہے، وہ تمام اور ملک کیلئے ازحد مفید ہے۔ ہماری قوم بغیر تندرست رہے کے ترقی ہی کر سکتی ہے اور نہ سوراج ہی حاصل کر سکتی ہے۔ پس براہ کرم ایسے ضروری اشتہار کو نوراً اپنے اخبار میں شائع کیجئے۔ اور قوم کو ان دواؤں کے استعمال کرنے کی ترغیب دلائیے۔

راقم خادم قوم

حکیم ابو ا ..... ب ..... ت ..... ۃ الحکماء

شاگرد خاص حکیم ..... ۃ الحکماء

نذیافتہ بتخلص خاص حکیم ..... ۃ الحکماء

دلہری خاص حکیم ..... ۃ الحکماء رحمۃ اللہ علیہ

مدیر صاحب اخبار چلم گزٹ (یا جوتام ہو)

تسلیم۔ رسالہ تعلقول کے آئندہ نمبر میں میری جو نظم شائع ہوگی وہ تاریخ ادبیات اردو میں خاص اہمیت رکھتی ہو اگر کوئی اہم مانع نہ ہو اور کوئی تکلیف نہ ہو تو اس نظم کو فوراً اپنے اخبار میں شائع کر دیجئے اور اسکو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے ڈاکٹر اقبال کے شکوہ کے بعد سے اب تک کوئی نظم ایسی پرجوش نہیں لکھی گئی جو قوم کو ایکدم بیدار کر دے اسکے چھاپنے میں ہرگز دیر نہ کیجئے اور اگر کوئی امر مانع ہو اور کوئی تکلیف نہ ہو تو میں پرچہ میں پیری وہ نظم جیسے اسکے پانچ پانچ پرچے میرے ہر ایک دوست

ملاحظہ صفحہ (۳۹، کالم ۲)

قطعاتِ تہنیت

جشن سالگرہ مبارک

از

نواب فصاحت جنگ بہادر حضرت جلیل مدظلہٗ

گرہ کے جشن نے پھر رنگ بوستاں بدلا — گلوں نے جامہ عنادل نے آشیاں بدلا
نصیر شاہ میں ایسی حیات ہی جس سے — خضر نے سلسلۂ عمر جاودان بدلا

عروس سالگرہ کیسی جلوہ ریز ہے آج — نسیم صبح طرب کیسی مشک بیز ہے آج
نوائے ساز کا کیا ذکر بزم شاہی میں — یہاں جو تار نفس ہے نغمہ انگیز ہے آج

دن آج وہ ہے جب سعادت کو ناز ہے — جشن آج وہ ہے جب مسرت کو ناز ہے
معراج مصطفےٰ پہ ہے اہ رجب کو ناز — ماہ رجب پہ شہ کی ولادت کو ناز ہے

عثمان میں پانچ حرف ہیں جو آنکھ ہیں — نقطے ہیں چار جو گہر سنا ہوا رہیں
اس سے کھلا یہ راز کہ حامی حضور کے — روز ازل سے پنجتن و چہار یار ہیں

رباعی تہنیت سالگرہ مبارک

از ابوالفیض صاحب فیاض (حیدرآبادی)

جو بات ہے نہ میں وہ کسی میں ہے کہاں — یہ بات کسی اور سخی میں ہے کہاں
بخشش عثمان علیخاں کچھ اور — فیاض ایسا زمانہ ہی میں ہے کہاں

قصیدہ

در مدح سلطان العلوم اعلیحضرت خسرو دکن

تتبع ذوق دہلوی

×

از نواب حیدر یار جنگ بہادر مولوی سید علی حیدر نظم طباطبائی (لکھنوی)

عطا دیتیرے در تنگ حکومت کا شاگرد ہو — کمر خم سا تیرے شعلۂ مریخ جوہر ہو
صبا میں بڑھ کے زہرہ سے ترے طالع کا اختر ہو — قمر تخجاں شید اور مہرتاباں مے کا ساغر ہو
یہ اور دریشتری ہو بلکہ بہتر ہو — تیرے رزمین مانند کیواں مفت کشور ہو
ترا ہر حکم محکم بڑھ کے ہو سد سکندر سے — جہاں کے مشک تر پر تیرا باران کرم برسے
ترے انصاف و عدل رافت مظلوم پرور کو — فلک کا نیچے زیں لرزے جھکے تیرے تم ترسے
دہائی تری ہو عالم میں در تو داد گستر ہو — سدا دنکا نیچے بال ہما کا تیرے سر پر ہو
تجھے اے آصف سابع لیے ادج سلیمانی — دکن کو تیرے دم سے ہو سدا دعوی کیانی
رہے جھرائیوں میں شاہ خفوری و خاقانی — در دولت پہ تیرے فخر ہو دارا کو در بانی
یہ چوکھٹ سجدہ گاہ تفلق و محمود و سنجر ہو — پھر وہ ہو جہاں آئینہ داروں میں سکندر ہو
ترے در پر جبیں گر ارہو تو نذر دے اگر — فلک اختر نہیں جو ہر شگوفہ زر صدف گوہر
ترے القاب میں عالم میں تیرے نام سے شہر — فریدوں فر و بہرام باب و قبصہ قصر و دارا در
ترا سکہ تہماں کس ماہی زیں پر ہو — مکاں دو درہم اغرفی خور شید خاور ہو
فلک اک سایہ افتادہ تیرے قصر عالی کا — کہ عالم ہے جہاں برج اسد پر شیر قالی کا
گماں ہے منطقہ پر صاف فانوس خیالی کا — نہیں ہے ماہ نو فاکہ ہے اک طاق طلائی کا
یقیں ہے سبز طارم کا یہاں بیکاتہ ہو — کہ او نچا ہے مسلسل اسکا سایا پر کیو کر ہو
ترے قبضہ میں تو تاج کیانی تخت طاؤسی — رہے فضل میں رطب زمزمہ تسبیحی و کاؤسی
کہ جس جا پر جھکا ہو آسماں ہر زیں پر بوسی — ادب کرنا ہو سرگو شخی ظفر کرنی ہو طاؤسی
ملے تصر فلک ہمسر سلامی تیری ہے جیسے — ڈاک گرجا ہر اموتی ہو جو گر دوش افسر ہو
تمہیں اوں ہو طلعت سے گہر غلطاں و حسرت سے — ہوا گریاں ہو ہیبت سے میں فرخندہ اں ہو کر اقدت سے
اسد در زناں ہو صولت سے فلک کی ہیبت نعت سے — لطف وابستہ ہمت سے قدر ہو وستہ قدرت سے
ترے دامان قدرت سے محل در اوائے افسر ہو — ہمیشہ کشتی در دیش عزت آب گوہر ہو
ترا بدخواہ جو مور و مور و تغیر ہو جائے — کہ نامکنیج کے اسکے طوق کو شیر ہو جائے
جو ہو طول عمل رہ پاؤں کی زنجیر ہو جائے — ہوا پنے ہاتھ ہی قتل آپ ہی تشہیر ہو جائے
فقال اسکی ہو بر بط در دل پر کینہ مجمر ہو — کرے جو آہ و مخمل کا تیرے در دعنبر ہو

مسدسِ مدحیہ

محمد سعید صاحب بی۔ اے

بہار آئی ہے کی فصلِ گل نے گلکاری — تمام مرغِ چمن پر ہوئی خوشی طاری
برس رہا ہے عجب ابرِ رحمتِ باری، — ہوئی ہیں کوثر و تسنیم جا بجا جاری
عطائیوں میں ہے ڈوبی ہوئی ہوا ساری
فضائے دشت ہے ہر رنگ چرخِ زنگاری

جو دیکھیے۔ تو ہر اک گل کہا ہے دہن خنداں — جو سونگھیے۔ تو ہر اک شاخِ گل ہے مطرفشاں
ترانہ سنج ہیں گلشن میں مرغِ خوش الحاں — کیا سوال جو میں نے۔ یہ کیا ہے آج سماں؟
کہا یہ دل نے ہوئے ظلِ حضرتِ باری
اُسی کی سالگرہ کی یہ سب ہے تیاری

یہ خرد ہوں ہی سنا اور نظر پڑا یہ سماں — اُٹھا مدیحِ سرائی کا دل میں اک طوفاں
زباں نے کھولدے اپنے جو ہائے گنجائے نہاں — کہا یہ دل نے کہ تکلیفِ بے مرے ارماں
خیال کرنے لگا مدحِ شہ کی تیاری
دماغ کرنے لگا خود بخود گہر باری

ہوا جو ختم تیرا لیسواں برس امسال — عروج اوج پہ آیا ستارۂ اقبال
بڑھا شکوہ و امارت کے ساتھ جاہ و جلال — ہوا ہے لطفِ الٰہی سے ملک مالا مال
عیاں جو طلعتِ خدائی ہے شانِ دیداری
سماں ہے یادِ خدا کا قلوب پر طاری

کلامِ شہ سے ہے پیدا کرشمۂ اعجاز — زباں ہے منہ میں کلیدِ درِ خزانۂ راز
وہ نکتہ سنج طبیعت کہ ہے فلک پرواز — وہ رنگِ نظم کہ فکرِ سخن کو آئینہ ہے ناز
کیا ہے سکۂ فصاحت کا ملک میں جاری
سخنورانِ جہاں کرتے ہیں پرستاری

کھچا وہ عہدِ ہمایوں میں عدل کا نقشہ — کہ بیچ سامنے جیسے ہے عدل کسریٰ کا
رہا زمانے میں باقی نہ ظلم کا کھٹکا — ستمگری نے اڑایا ہے عدل کا خاکا
بڑھا زمانے میں پیشہ وہ وفاداری
کہ مٹ گئی دلِ اعدا سے بھی جفا کاری

الغرض کا وہ اوجِ عمر و بیچ پر لانا — وہ ہند و دست اراضی کا حال پھیلانا
ان میں دولۂ علم کا وہ اکھانا — وہ جامعہ کا تخیل و جو دیں لانا
جو تھا فرنفیسِ سلطانی و جہانداری
ہوئی ہر ایک کی تکمیل سے سیکساری

سعید جشن ہر نعمت مدام دل جائے — جو دل میں شہ کے تمنا مچلنے آئے
عدو کا صفحۂ گیتی سے نام مٹ چلے — رہے کرتی دولت کی گرم بازاری
عطا و بخشش و جود و سخا رہے جاری

کھلے مدارسِ تعمیر و صیغۂ تعلیم — علاج خانۂ طبِ جدید و طبِ قدیم
تمام قحط زدوں کو ہوئی مدد تقسیم — علاج اُن کا ہوا تھے جو لاعلاج عظیم
سنی جہالت و بدنظمی و دل آزاری
سرِ فسادِ عام کے جو کام تھے ہوئے جاری

شعاعِ علم و ہنر سے ہوا دکن روشن — ہر ایک مدرسہ علم و فضل کا مسکن
ہر ایک صاحبِ تدریس ہے ارسطو فن — ہر ایک ماہرِ فن رشکِ ملٹن و نیوٹن
ہوئی ہے علم و ہنر کی یہ گرم بازاری
کہ فخرِ اہلِ ہنر کی ہے ناز برداری

وہ تختہ سڑکوں کی تعمیر ملک میں ہر جا — وہ کارخانوں کی ایجاد، گرنیوں کی بنا
وہ حرفتوں کا تجسس و رپل کا اجرا — وہ آبپاشی کی اصلاح زینتِ صحرا
وہ ملکِ بحر میں تجارت کی گرم بازاری
ہیں عہدِ آصفِ سابع کی برکتیں ساری

زمین شور تھی تنگ اور داستاں تھی دراز — کیا انھیں مجبوریوں سے یاں ایجاز
غلو سے پاک ہے میرے کلام کا انداز — ہے میری نظر میں ہر نفس واقعہ کا طراز
جو بات حق تھی زباں پر وہی ہوئی جاری
گئی نہ مدح طرازی میں راست گفتاری

سعید وقتِ دعا کا نہ ہاتھ سے جائے — اٹھ کھڑا ہے تمنا میں ہاتھ پھیلانے
وہ انتہا نہیں اسوقت جو نہ بر آئے — وہ دعا نہیں اسوقت جو نہ ہاتھ آئے
اُٹھا کے ہاتھ یہ کر التجا کہ اے باری
ابد تلک شہ عثماں کی ہو جہانداری

سوادِ چرخ پہ ہے تا بساطِ زنگاری — ہے تا نبات سے فرشِ زمیں کی گلکاری
سحر سپید ہے جبتک، شفق ہے گلناری — زمیں پہ تا ہے مہ و مہر کی ضیا ریزی
جہاں میں آصفِ سابع کی ہو عملداری
کریں جلالِ رحیم شہ کی نقش برداری

شعاعِ مہر سے جبتک کہ روز ہے روشن — قمر کے ضو سے ہے جبتک کہ رات کا دامن
گلوں کے حسن سے جبتک ہے رونقِ گلشن — ترانہ سنج ہیں جبتک نہ میں مرغِ چمن
ہمیشہ شکہ و خطبہ ہو بادشاہ کا جاری،
زمین جبتک ہے زیرِ نگیں رہے ساری

نہال دولت و اقبال کا ثمر لائے
جو دل میں شہ کے تمنا مچلنے آئے
رہے کرتی دولت کی گرم بازاری
عطا و بخشش و جود و سخا رہے جاری



مسدس دعائیہ

حضرت سید ابراہیم صاحب عفو

افق پر جب تک طلوع مہر خشاں ہو ضیا بخش مہر محتاج جب تک اہ تاباں ہو
فلک فخر سے جب تک غیرت بزم چراغاں ہو ذریعہ رحمت باری کا جب تک ابر باراں ہو
چمن میں تا نوا سنجی مرغ خوش الحاں ہو
خدایا یہ جہاں ہو اور رہے میر عثمان علیخاں ہو

ذریعہ زندگی کا خلق کے جب تک رہے پانی وجود انسان کا جب تک ہو فخر نرم امکانی
ہو جب تک بادشاہوں کیلئے زیبا جہانبانی الٰہی ہو مبارک شاہ کو یہ سلطنت رانی
جہاں میں جب تک انام رعیت اور سلطان ہو
خدایا یہ جہاں ہو اور میر عثمان علیخاں ہو

رہے باغ جہاں میں جب تک گل بلبل دل عشاق ہو جب تک فدائے گیسوئے سنبل
معما کی چال مستانہ ہو اور خنداں ہو جس کی گل کرے ساغر پہ جھک کر جب تک لب تک منائے سے تقبل
حسینان جہاں کی زلف جب تک عنبر افشاں ہو
خدایا یہ جہاں ہو اور میر عثمان علیخاں ہو

دہن میں ہو زباں جب تک کہ اس کی ہو سخن رنگیں سخن آب بقا کی جب تک کہ لکھا ہو خاصیت
زباں سحبار ہو قومی ترقی کی ہو عالت سخن سے تمدروں کی ہر میں جب تک ہو خیر ہت
محبت شاہ کی جب تک شعار نوع انساں ہو
خدایا یہ جہاں ہو اور میر عثمان علیخاں ہو

الٰہی عمر و اقبال شہ کا روز افزوں ہو ریاست آپکی ہر فتنہ سے محفوظ و مصوں ہو
جہان الطاف شاہانہ سے ممتاز و ممنوں ہو یہ عہد حضرت عثمان رشک عہد اموں ہو
کرم سے تیرے یارب شاہ کی ہر مشکل آساں ہو
خدایا یہ جہاں ہو اور میر عثمان علیخاں ہو

صدف میں جب تلک گوہر ہو اور در شہوار میں جوہر رہے الماس معدن میں گلوں کے جیب میں ہو زر
سریر آرائے تخت شرق ہو جب تک شہ خاور رہے اقبال ہمدم شاہ کا اور بخت ہو یاور
دعا یہ بادشہ کے حق میں اپنا میں ایماں ہو
خدایا یہ جہاں ہو اور میر عثمان علیخاں ہو

رہیں اے عفو جب تک یہ زمین و آسماں باقی رہے تا حشر اس باغ و کن کا باغباں باقی
رہے یہ بادشاہت اور اسکی عز و شاں باقی تمنا ہے یہ - یا باقی رہے جب تک جہاں باقی
تو ہی اس بادشاہ اور شاہزادہ کا نگہباں ہو
خدایا یہ جہاں ہو اور میر عثمان علیخاں ہو

قطعہ تاریخ از میر لطف علیصاحب عاصف

ہزار سال کی ہو عمر بادشاہ دکن ہر ایک سال سی شان سے ہو سالگرہ
بجاہ و حشمت و اقبال سال کہہ عاصف ہزار بار مبارک ہو شہ کو سالگرہ

۱۳۳۰ف

مسدس دعائیہ

از

محمد حبیب اللہ صاحب ایف اے - پی - ڈی ایچ -

افق پر چرخ کے جبتک طلوع مہر رخشاں ہو ضیائے مہر سے اکسب فروغ تاباں ہو
جہاں شمع سے مہر و مہ کے تا بزم چراغاں ہو جہاں ہو اور جہانباں میر عثمان علیخاں ہو

اُسی کے نام سے سکہ کو خطبہ کو بھی وقعت ہو
اُسی کے سر سے تاج خسروی کو زیب و زینت ہو

جہاں ہو تا جہاں گیری جہاں میں عزم شاہاں ہو مہیا جنگ کا دنیا میں جبتک ساز و سامان ہو
بہادری میں جبتک شہرت سام و نریمان ہو ارادوں پر الوالعزموں کے جبتک فتح و ظفر ہو

نری شمشیر ہو اور اس کا جوہر فتح و نصرت ہو
جہانگیری کا اسکی ہر طرف چرچا ہو شہرت ہو

امامت کا علی کی معتقد تا حشر مسلماں ہو ولایت کا علی کی دہر میں جبتک کہ فیضاں ہو
شجاعت کیلئے جبتک کہ نام سرخ و سرداں ہو ارادوں پر الوالعزموں کے جبتک فتح و ظفر ہو

تری تیغ دو پیکر ہو دلوں میں اس کی ہیبت ہو
عدو کا دل دو پارہ ہو کچھ اسکی ایسی دہشت ہو

بخار ارض سے جبتک نمود ابر و باراں ہو صدف میں باعث تکوین گوہر ارجمنداں ہو
مرصع گوہر رخشاں سے جبتک تاج شاہاں ہو جہاں میں تاج شاہاں باعث صد عظمت و شاں ہو

ترے اکلیل شاہی میں کہ بر تر اس کی عظمت ہو
وہ گوہر ہوں کہ جن میں آب و تاب سرمدیت ہو

رعیت کا ہو جبتک نام جبتک نام سلطاں ہو سلاطین جہاں کی تا رعیت زیر فرماں ہو
زبان تر تا بیاں خاتم دست سلیماں ہو دنش کا دہ یا فی تا طغرا کے گیہاں ہو

تو حاکم ہو تری حکم سب دنیا کی خلقت ہو
حکومت کا بھریرا لہلہا تا قیامت ہو

حسیناں جہاں کی زلف جبتک عنبر افشاں ہو اور ان غنچہ دہانوں کا دہن جبتک خنداں ہو
لب گلرنگ ان کا غیرت لعل بدخشاں ہو اور انکا روئے گیتی باعث رنگ گلستاں ہو

بڑھے اجلال تیرا اور افزوں تیری شوکت ہو
جہاں میں تا قیامت تیرے سر پر حکومت ہو

چمن ہو تا چمن میں مرغ خوشلحاں غزلخواں ہو بہار باغ ہو تا باغ میں عشرت کا ساماں ہو
بھرا گلہائے گوناگوں سے آنگنہیں کا دامان ہو نشیمن قمریوں کا سرو رعنائے گلستاں ہو

گل امید خنداں ہو ترا تجھکو مسرت ہو
ترے باغ تمنا پر مدا فشاں ابر رحمت ہو

فریدوں کے لئے عزت جو تیرا زیر فرماں ہو سکندر کیلئے عظمت جو تیرے در کا دربان ہو
ہرکسریٰ کیلئے دولت جو ہمسایک غلاماں ہو غلامی سے ترے حاصل کمال عزت و شاں ہو

تو آصف ہے سلیماں کے برابر تیری شوکت ہو
دعا یہ ہے ابد سے ہم نفس تیری ریاست ہو

ترے اجلال و حشمت کی نہ کوئی حد و پایاں ہو ترقی پر تری شوکت ہو بر تر عظمت و شاں ہو
سنین عمر میں تیرے ترقی نو اواں ہو حوادث سے زمانے کے خدا تیرا نگہباں ہو

ہمیشہ اولیا اللہ کی تجھ پر عنایت ہو
دعا کی ہے دعا تجھکو محمد کی حمایت ہو

قطعہ تہنیت سالگرہ مبارک

ابوالفیض صاحب فیاض (حیدرآبادی)

اور ہے ذوق دل اہل ہنر کچھ اور ہے اور ہے برق نگاہ فتنہ زا کچھ اور ہے
یوں تو ان آنکھوں نے دیکھے ہیں بہت نرم و شاں لیکن ایسے رنگ عشرت کا جا کچھ اور ہے
خون ارماں دل مضطر نہ دیکھا جائے گا اور ہے یہ ارغوانی رنگ حنا کچھ اور ہے
اور ہے طرز بیاں اہل فصاحت کا مگر اک فقیرے نوا کی یہ صدا کچھ اور ہے
خود بخود وا ہوا لو اصل جا ہو دل سینے میں آج اللہ اللہ یہ نوید جانفزا کچھ اور ہے
کیوں ہو عثمان علیخاں بادشاہ کی ہے گرہ رنگ محفل ہائے اسلئے! انام خدا کچھ اور ہے
اور ہے شہ میں جمال ظاہری و باطنی اور ہے یوسف کا حسن دلربا کچھ اور ہے
باغبان خلد ہو مدہوش جسکو دیکھکر یہ بہار باغ آصف جانفزا کچھ اور ہے
اب جو بزم عام میں ہے جلوہ گر وہ شاہ فا دیکھنے والوں کی آنکھوں میں فیاض کچھ اور ہے
اسکو کیا اس سے تناسب اس سو کیا نسبت اسے اور ہے ظل ہما ظل خدا کچھ اور ہے
مل برسائیگا آصف جاہ کا ابر کرم ٹھنڈی ٹھنڈی پھوار یہ گھٹا اور ہے کچھ اور ہے
ہے بڑی بات اور چھوٹا منہ مگر فیاض نی الحقیقت شاہ عثماں کی ثنا کچھ اور ہے

عمر گھٹی ہو گئی ہو خضر سے بھی شاہ کی
منحصر پر نہیں دل کی دعا کچھ اور ہے

شعرِ سخن

الشعر عین الحکمۃ

از ہز اسی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت صدر اعظم بابت حکومت

جو سابق میں تھے یا میں اہل بصیرت — شریعت کو سب کہتے ہیں عین حکمت
یہ بیشک صحیح ہے نہیں اس میں کچھ فرق — کہ ہے عین حکمت نبی کی شریعت
شریعت کے بانی تھے انسان کامل — کہ تھی خلق میں جن کو ذاتی فضیلت
وہ یعنی محمد سلام علیہ — ہوئی تا ابد ختم جن پر نبوت
کلام ان کا بیشک کلام خدا تھا — ہر اک بات تھی آپ کی عین حکمت
بجز حکم خالق نہ کی بات کوئی — کہ حق بات کہنے کی رکھتے تھے عادت
کسی سے جو وہ بات کہتے تھے حق کی — مخاطب کی پہچانتے تھے طبیعت
نہ فرمائی جاہل سے بات ایسی کوئی — کہ کہکر کبھی ان کو ہوتی ندامت
یہ شان جلالت تھی روئے زمیں پر — ہمیشہ وہ پاتے تھے اعدا پہ نصرت
کہاں ہیں وہ انفاس قدسی جہاں میں — کریں عاصیوں کو نصیحت ہدایت
صحابہ کو تاکید فرماتے تھے آپ — کہ اے بھائیو سن لو میری نصیحت
بجز حق کے حق تم نہ ہرگز کسیکو — اسی کی کرو تم ہمیشہ عبادت
ہدایت کرو خلق کی اور انصاف — کہ خوشنود کرتی ہے حق کو عدالت
ہدایت کرو جسکو پہلے سمجھ لو — کرے گی اثر اوس کے دل میں نصیحت
جو جاہل ہے اور اصل فطرت میں بد ہے — نصیحت نہ مانے گا اور نہ ہدایت
کوئی بات جاہل سے ایسی نہ بولو — کہ سیکو وہ پہونچائے جس سے مضرت
اصول انبیا اور کل لیڈروں کے — یہی تھے خدا نے انھیں دی تھی حکمت
نہ ان میں حسد تھا نہ ان میں تعصب — کہ ادیان میں جس سے ہوتی قباحت
جراحت پہ مرہم بھی رکھتے وہی تھے — جنھیں دشمن جاں سمجھتی تھی خلقت
نہیں پیروی کے ہے قابل کوئی اب — کہ جس سے ہم اے شاد پائیں ہدایت
بس اب کنج عزلت ہی بہتر ہے ہمکو — خدا سے رہے تا کہ حاصل اپنی نسبت

یہ بہتر ہے چشم بصیرت سے اے شاد

غزل

از ہز اکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت صدر اعظم اجمیر

دنیا و دیں سے ایدل تو بے نیاز ہوجا
ہو طالب حقیقت فانیٔ راز ہوجا

ہے عشق راز بستہ اسرار زندگی کا
عاشق ہے گر کسی کا سربستہ راز ہوجا

جو آگ عشق کی ہے تسکیں دو دل ہی
ہو خاک اور دو قعف سوز و گداز ہوجا

دنیا میں سربلندی گر تیرا مدعا ہے
بن خاکسار اور پھر گردن فراز ہوجا

آمادہ چاک کا ہو دعوت جنوں کو دیدے
اے جوش وحشت دل امن و راز ہوجا

یہ دہ اٹھا دوئی کا اب خودی کہانکی
مستی کے نئے بجاکر ہاں دلنواز ہوجا

کیا کام چارہ گر سے کیوں آئے ہیں مسیحا
اے درد تو ہی اٹھکر خود چارہ ساز ہوجا

وہ محو خواب ہے گر آنکھوں سے دل ہی اترا
اے باب فتنہ تو بھی سوتے میں باز ہوجا

سجدہ دیں سر جھکائے اپنے ہیں اسکو پالے
تو سر نگوں تھا پہلے اب سرفراز ہوجا

اے ما حقیقت آئینہ دار وحدت
عالم کو مست کردے تو نے نواز ہوجا

بتخانہ اور کعبہ یہ دونوں ایک ہیں شاد
جھگڑوں کو چھوڑ دے تو اور بے نیاز ہوجا

غزل

نواب حیدر یار جنگ بہادر مولوی سید علی حیدر طباطبائی (لکھنوی)

کیا کاروان ہستی گزرا روا روی میں
فردا کو میں نے دیکھا گرد و غبار دی میں

تھے محو لالہ و گل کس کیف بے خودی میں
زخم جگر کے ٹانکے ٹوٹے نہ نسی ہنسی میں

یاران بزم عشرت ڈھونڈھو مجھ کہاں تک
تاروں کی چھاؤں میں یا پچھلی کی چاندنی میں

ہر عقدہ میں جہاں کے پوشیدہ ہے کشاکش
ہر رنج خندۂ گل پنہاں کلی کلی میں

ہم کس شمار میں تھے پرسش جو ہم سے ہوتی
یہ امتیاز یا رب آشوب آگہی میں

حکم قضا ہو جیسا سرزد ہو فعل ویسا
بندہ کا دخل بھی کیا ہے پھر اس کہی بدی میں

رفتار سایہ کو ہے پست و بلند یکساں
ٹھوکر کبھی نہ کھائی راہ فروتنی میں

محشر کی آفتوں کا دھڑکا نہیں ہمیں آج
سو حشر میں نے دیکھے دو دن کی زندگی میں

پرسان حال وہ ہو اور سامنے بلا کر
کہا جائے زبانے کیا کچھ نہ کہدی ہوگی میں

تو ایک ظل ہستی پھر کیسی خود پرستی
سایہ کی پرورش ہے دامان بیخودی میں

اے نظم چھیڑ کر ہم تجھکو ہوئے پشیماں
کیا جانتے تھے ظالم رو دیگا دل لگی میں

قطعۂ دعائیہ از میر لطف علی صاحب عارف

اے خداوا ئمہ باقبال و حشم
سرکشن پرشاد کو آباد رکھ

ہے دعا لطف علی کی رات دن
شاد کو یارب ہمیشہ شاد رکھ

قطعۂ دعائیہ از قاری محمد ابراہیم صاحب (حیدرآبادی)

عاجزی ہیں گزیں ترے محبوب کی امت
بندوں کی دعاؤں میں خدایا تو اثر دے

باغ شہ عثماں رہے شاداب کہ ہر غنچہ
پر شاخ ہو ہر شاخ میں گل ثمر دے

خطوط

ایک مصری افسانہ

مترجمہ

محمد مظہر اللہ صاحب صدیقی

شکری بہت ہی خوش پوشاک نوجوان تھا، سوٹ بوٹ کی خاطر اس کے اسراف کی انتہا نہ رہی تھی۔ اسکے دوست احباب اور شناساؤں میں سے کسی کو بھی اس بات کی خبر نہ تھی کہ اس کا ذریعہ معاش کیا ہے؛ کیونکہ نہ تو وہ کوئی پیشہ جانتا تھا جس کے ذریعہ وہ کچھ کما سکے۔ اور نہ اس کے پاس مال وزر ہی تھا کہ اسی پر اپنی زندگی گذارے۔ وہ ایک عالیشان مکان میں رہتا تھا۔ اس کے پاس بہترین گھوڑوں کی گاڑی اور کتے کو کچلا کر تھے۔ روپیہ پیسہ خوب کشادہ دلی سے خرچ کیا کرتا تھا۔ لوگ سمجھتے تھے کہ یہ کوئی بڑا دولت مند اور رئیس دھماہت شخص ہے۔ اس کے اکثر دوستوں کو خیال ہوا کہ اس کی اس خوشحالی خارج الہالی اور زر و جوہ معاش کا کھوج لگائیں۔ لیکن افسوس ہے اس مقصد میں ناکامی ہوئی۔ اور اس کی زندگی ایک معمۂ لاینحل بنی رہی۔ ایک دن وہ اپنے مکان میں بیٹھا ہوا تازہ ڈاک سے آئے ہوئے خطوط اور اخبارات دیکھ رہا تھا۔ کہ یکایک وہ متفکر ہو کر گہرا سانس لینے لگا۔ اس لئے کہ ان ہی میں سے ایک خط میں اس نے پڑھا کہ "کل قرض کی مدت ختم ہو جائے گی۔ تم پر ایک ہزار پونڈ واصول طلب ہیں۔ جن کی ادائی فوراً ہونی چاہئے ورنہ قرض خواہ کی جانب سے تم پر دعویٰ ہو جائے گا۔ لہٰذا ہم کو اس کی ادائی میں دیر نہ کرنی چاہئے۔"

ہزار پونڈ! اتنی بھاری رقم اب نواس کے ہاتھ میں ایک کوڑی بھی نہیں۔ اور وہ اس قرض کی ادائی کیلئے پریشان ہو فکر ہے۔ ورنہ یہ معاملہ عدالت تک پہونچیگا۔ اور اس کی ہنسائی ہوگی۔

بالآخر شکری نے پانچ ضربی پستول ہاتھ میں لیکر خودکشی کا ارادہ کر لیا۔ لیکن اسی وقت وہ کسی خوفناک میں پڑ گیا۔ وہ اس مصیبت سے نجات پانے کی کوئی تدبیر سوچنے لگا۔ اس قسم کے وہ تمام واقعات اسکے سامنے پیش ہو گئے جو گذشتہ زمانہ میں اس پر گذر چکے تھے ہر مصیبت کے وقت اس کے نصیب نے اس کی یاوری کر کے تلافی مافات کر دی اور یہ ہمیشہ اپنے دشمنوں اور مخالفین پر غالب ہی رہا۔ لیکن اسوقت معاملہ برعکس معلوم ہو رہا تھا۔ قسمت ساتھ نہ دیتی اور نہ اسکے لئے کوئی اطمینان کی سبیل پیدا کرتی تھی۔ وہ خیال کر رہا تھا کہ کاش یہ سرطابہ ابھی چند روز تک کیلئے ملتوی ہو جاتا۔ لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا۔ اور ناگہ گھڑی آن پہونچی تھی۔ اس پر خوف و سراسیمگی طاری ہو رہی تھی اس کے ہاتھ سے پستول گر پڑا۔ اب اس کا ہاتھ اس چیز سے خالی ہو چکا تھا۔ جو اس کی اس مصیبت کا خاتمہ کر سکتی تھی۔

وہ ان ہی خیالات میں مستغرق تھا کہ دیکھا ایک اسکا ملازم سامنے چلا آیا اور اس نے کہا کہ سرکار! ایک خاتون آپ سے کھڑی ہے۔ جو آپ سے کسی خاص ملزمت سے ملنا چاہتی ہے ملازم کی آواز سے شکری اسطرح چونک پڑا جیسے کوئی ڈراؤنی خواب سے چونک کر بیدار ہو جاتا ہے۔ اس نے اپنے ملازم سے پوچھا، خاتون مجھ سے ملنا چاہتی ہے؟ اچھا! کون ہے۔ اسکا نام؟ ملازم نے کہا، مجھے اس کی خبر نہیں اسلئے کہ وہ نقاب پوش ہے۔ اور اس نے مجھ سے اپنا نام کہنے یا ملاقاتی کارڈ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر شکری نے کہا کہ اس کو اندر لے آؤ،

جوں ہی خاتون نے کمرہ کے دروازہ میں قدم رکھکر اپنے چہرہ سے نقاب الٹی، شکری نے نہایت خوشی کے انداز میں پکار کر کہا کہ "نفیسہ! کیا حالات ہیں؟ اتنے برسوں کے بعد آپ کی کیسے تشریف آوری ہوئی؟

یہ ایک خوش وضع اور نازک اندام عورت تھی جس کے سیمیں چہرہ پر قدرت نے حسن و جمال کا غازہ پھیر دیا تھا اس نے شکری کا سوال سن کر اس پر ایک محبت بھری نظر ڈالتے ہوئے کہا کہ "اس اس طرح کے حالات ہیں۔"

شکری نے اس پر از سر نو پا گہری نگاہیں ڈالتے ہوئے کہا کہ "میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں ..... خدا بہتر جانتا ہے کہ میں نے تو اس بات کا یقین کر ہی لیا تھا کہ تم نے ہمیشہ کیلئے مجھے بھلا دیا ہے۔ ... مجھے امید ہے کہ اب تم کسی نیک ارادے سے آئی ہو۔" نفیسہ نے کہا کہ "ہاں ہاں، نیک ارادے ہی سے آئی ہوں۔"

پھر اسکے بعد اس نے اپنے دستانے اتارے اسوقت شکری نے اسکی ایک انگلی میں خوبصورت سی انگوٹھی دیکھی اور یقین کر لیا کہ اس کی منگنی ہو چکی ہے۔ اب اس نے اسکے اسرار پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ "بس دونوں سے غم ہی کو یاد کر رہا تھا۔ اور بجز ہمارے محبت بھرے خطوط کے میرے ہاں اور کوئی چیز تمہاری تازہ یاد کرنے والی نہ تھی۔ ان ہی کو میں اکثر الٹ پلٹ کر اور پڑھا کرتا رہتا ہوں اور اس سے بڑھکر مسرت مجھے کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتی۔"

نفیسہ "میں ان ہی خطوط کو لینے کیلئے آپکے پاس آئی ہوں، اور مجھے قطع ہو کہ میں ناکام نہیں لوٹوں گی"

شکری نے اس توقع کو غنیمت سمجھا اور آہ سرد بھرتے ہوئے کہا کہ "یہ خطوط تو دراصل گوہر نایاب ہیں۔ مجھے ان میں سے کوئی خط ضائع کرنے سے اپنی جان کھو دینا آسان معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہی ایک تسلی کی چیز اور خوش بختی کی یادگار ہے۔"

نفیسہ "لیکن وہ تو سات سال پہلے کے لکھے ہوئے ہیں۔"

شکری "یہ صحیح ہے، لیکن پھر بھی وہ مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں۔ میں تو اپنے تمام دوست و احباب سے زیادہ ان خطوط پر اور خود تم پر فخر کرتا ہوں۔ جبطرح تم مالک حسن حسن و جمال ہو، اسی طرح تمہارے خطوط سحر حلال ہیں۔"

اس گفتگو سے نفیسہ سہم گئی اور اس نے کہا۔ "مگر یہ خطوط میں نے اس زمانہ میں لکھے تھے جبکہ میں کمسن تھی، انجام کار پر پیری فطرتی تھی اور میرے نزدیک مذمانہ ایک عبرتناک خواب کی مثال ہے۔"

شکری "ممکن ہے کہ تمہارے خیال میں وہ ایسا ہی ہو لیکن میں تو اس زمانہ کو اپنی زندگی کے نہایت خوشگوار ایام سمجھتا ہوں۔"

نفیسہ "لیکن اب تو میری ....."

شکری "شاید تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ اب تو میری منگنی ہو چکی ہے۔"

نفیسہ "جی ہاں۔"

شکری "پھر تو میں تمہیں اس کی مبارکباد دیتا ہوں اور میری تمنا ہے کہ تم ہمیشہ خوش رہو"

نفیسہ "جی ہاں! میں اپنے منگیتر کے ساتھ خوش رہوں گی"

شکری "مجھے تو اس پر شک آتا ہے، میں اس کا نام معلوم کرنا چاہتا ہوں"

نفیسہ "آپ کو عنقریب ہی اس کا نام معلوم ہو جائیگا ... لیکن مجھے امید ہے کہ آپ پہلے وہ خطوط میرے حوالہ کر دیں گے"

شکری تو چاہتا تھا کہ اس قسم کے کلمات اسکی زبان سے نکلیں اس وقت اس نے مسکراتے ہوئے کہا کہ "مجھے امید ہے کہ تم اپنے منگیتر کا نام بتا دو گی"

نفیسہ "میرے خطوط! مجھے امید ہے کہ آپ میرے خطوط واپس کر دیجئے"

شکری "تمہارے منگیتر کا نام! میں اس کو معلوم کرنا چاہتا ہوں"

اس پر نفیسہ نے ایک آہ سرد بھری اور اس کی آنکھوں سے موتی ڈھلکنے لگے۔ دستی سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے کہا کہ "میں آپ کو انسانیت کا واسطہ دیکر کہتی ہوں کہ آپ میرے خطوط مجھے لوٹا دیں"

شکری "نفیسہ! حیرت ہے! اس طویل مدت میں مجھے تمہارے درشن کرنا نصیب ہوئے؟ تم کہاں تھیں؟"

نفیسہ "میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ تبل لبنان اور ملک شام کی سیاحت کیلئے گئی تھی اور کل ہی اس سفر سے واپس ہوئی ہوں"

شکری "تو پھر میں بہت ہی خوش قسمت ہوں کہ اپنے اور ملاقاتیوں سے پہلے تم مجھ سے مل رہی ہو"

نفیسہ "جناب من! آپ کو دھوکہ ہوا ہے۔ آپ سے قبل میں دوسروں سے مل چکی ہوں۔ ان باتوں سے کیا حاصل آپ میرے خطوط دیدیجئے"

شکری "بیگم صاحبہ! معاف فرمائیے، آپکی ان کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں رہا۔ اسلئے کہ وہ اب میرے ہو چکے ہیں"

نفیسہ "یہ ٹھیک ... لیکن یہ نہ بھولئے کہ میں نے یہ خطوط اس زمانہ میں لکھے تھے جبکہ میں ایک کمسن اور نادان لڑکی تھی ... اور اب ان کے رکھنے سے آپ کو فائدہ ہی کیا ہے"

اس پر شکری نے ایک فریبانہ قہقہہ لگاتے ہوئے کہا کہ "ان کے رکھے رہنے سے تو میرا اتنا سا فائدہ ہے کہ جس کا حرف تصدیق بھی نہیں کر سکتیں"

نفیسہ "اس کے معنی یہ ہیں کہ میرے خطوط مجھے واپس کرنے سے آپ کو انکار ہے"

شکری "اور تمہارا مطلب معلوم ہوتا ہے کہ مجھے تم اپنے منگیتر کا نام بتلانا نہیں چاہتیں"

نفیسہ "ان کا نام معلوم کر کے آپ کو کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے"

شکری "نہیں! بلکہ اس میں تو میرا بہت بڑا فائدہ ہے"

نفیسہ "لیکن میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس سے آپکا کیا منشاء ہے"

شکری "چونکہ تمہاری منگنی ہو چکی ہے، اسی لئے اب تم وہ منحوس خطوط جو تم مجھے لکھا کرتی تھیں طلب کر رہی ہو، تمہیں ڈر ہے کہ کہیں تمہارے منگیتر کو اس کی اطلاع نہ ہو جائے جس کے باعث تمہاری زندگی تلخ ہو جائے، اور مجھکا انتہائی فیتہ غالباً یہی ہوگا کہ تم دونوں کے درمیان شادی کی بات چیت موقوف ہو جائے گی۔ اور اسی لئے تم باصرار تمام وہ خطوط مانگنے کیلئے آئی ہو ان خطوط کے مطالبہ کی غرض یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان کی وجہ سے جو مصیبت آسکتی ہے اس سے بچ جاؤ۔ حالانکہ تم ہی نے کہا ہے کہ یہ خطوط کمسنی کے زمانہ میں لکھے گئے تھے لیکن میرا تو خیال ہے کہ اگرچہ بالیدہ ہے۔ تب تو یہ اور بھی گراں قیمت ہیں"

نفیسہ "گویا آپ اس کے معاوضہ میں مال وزر چاہتے ہیں"

شکری "جی ہاں، بھی تو میرا پیشہ ہے جسپر میری زندگی بسر ہو رہی ہے، اگر یہ وعدہ نہ ہوتا تو میں آج نہایت ہی ذلت و خفگی کے عالم میں ہوتا"

نفیسہ "اچھا تو آپ ان کی قیمت کسقدر چاہتے ہیں؟"

شکری "صرف پندرہ سو پونڈ"

اس جواب نے نفیسہ کو چونکا دیا۔ اور اس نے کہا کہ "یہ تو بڑی بھاری قیمت ہے"

شکری "لیکن تمہارا خوشگوار مستقبل اس سے کسی طرح کم قیمت نہیں"

نفیسہ "اگر اتنی بھاری رقم کی ادائگی میرے بس کی بات ہو تو پھر کیا ہوگا؟"

شکری "یہی ہوگا کہ یہ خطوط تمہارے منگیتر کے حوالہ کر دئے جائینگے"

نفیسہ "یہ آپ کو تو اس کی خبر نہیں کہ وہ کون ہیں؟"

شکری "ان کا پتہ چلانا میرے نزدیک کوئی مشکل کام نہیں"

نفیسہ "میں تو کچھ نہیں جانتی اور کر سکتی کہ آپ اس قسم کی کمینہ حرکت کریں گے ..... مجھے میں آپ سے اپنے منگیتر کا نام بھی کہنے والی نہیں ہوں۔ اور مجھے آپ کی نیک کرداری اور مہمان نوازی میں ذرا بھی شبہ نہیں۔ میرے منگیتر کا نام "اخطل صغیر" ہے"

شکری "بیگم صاحبہ! اس کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھ پر اعتماد کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ نے موقع پر اعتماد نہیں کیا ..... اسیطرح میں اس بات کا بھی شکر گذار ہوں کہ آپنے اپنا منگیتر کا نام بتلا کر میرے راستے کو اور بھی صاف کر دیا کہ اسطرح میں بلا کسی دقت کے وہاں تک پہنچ سکوں۔ میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپکا منگیتر ملک کا ایک مشہور شاعر اور فنکار پرواز ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو "اخطل صغیر" کے نام سے واقف نہ ہو، ہر جگہ اسی کا چرچا ہے، اخباروں اور رسالوں میں پڑھنے والوں کا تو یہ مشغلہ نظر آتا ہے جب کسی شہرت کا یہ عالم ہے تو وہ مرد بزرگ اور متدین بھی ہوگا، ایسا اعلیٰ درجہ کا مشہور افشاء پرداز جوان حالوں اور ادبیات میں اپنا ثانی نہ رکھتا ہو کسی آدمی کا کیا پیچھا! ایسے شخص پر تو اخبار مطابع اور کتبہ داروں کی طرف سے روپیہ پیسہ بارش کیطرح برستا ہوگا ... اب آپ مطالبہ رقم کی ادائی تمہارے امکان میں نہ ہو تو کم از کم یہ تو بہ طیب خاطر دیکھتا ہے"

اس گفتگو سے نفیسہ بہت پریشان ہوئی، اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور چہرہ پر سرخی دوڑ گئی اور اس نے کہا کہ "میں پھر دوبارہ آپکو انسانیت کا واسطہ دیکر کہتی ہوں کہ میرے عیش و آرام میں خلل انداز نہ ہو، اور مجھے اس قسم کی مصیبت میں نہ ڈالئے ... مذاق چھوڑئیے اور مجھے خطوط واپس دیدیجئے"

شکری "میں ملتن مذاق نہیں کرتا ہوں ... اور "اخطل صغیر" سے جسقدر رقم کی توقع کیجا سکتی ہے اسکے مقابلہ میں تو یہ بالکل کم ہے"

نفیسہ "خدا سمجھے، او حقیر کمینہ، مکار شکری!!"

شکری "اگر میں اس "رین موقع سے فائدہ نہ اٹھاؤں تو واقعی میں ایسا ہی آدمی ہونگا"

نفیسہ "تم اپنا پیشہ ایسی کمزور عورت پر اٹھا رہے ہو جو تمہارے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتی"

شکری "لیکن تم کم از کم اتنی قدرت ضرور رکھتی ہو کہ دو ہزار پونڈ سے میری تنگدستی کو رفع کر سکو اور یہ دو ہزار پونڈ اس کامیاب اور پر مسرت زندگی سے کوئی نسبت نہیں رکھتے، جو "اخطل صغیر" کے ساتھ گذاری جائے گی"

نفیسہ "آپ مجھ سے اسقدر رقم کس طرح حاصل کرنی چاہتے ہیں، حالانکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں"

شکری "مجھے ان باتوں سے کچھ غرض نہیں ... اور جب تک کہ میری مطلب براری نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی چیز مجھے اپنے اس ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی"

یہ کہکر اس نے پر زور گھنٹی کا بٹن دبا دیا، اسی وقت ملازم آگیا اور شکری نے اس سے کہا کہ :-

"ٹیلیفون کے ذریعہ اس مکتبہ کے مالک کا نام دریافت کرو جس نے "اخطل صغیر" کی تازہ ترین ناول شائع کی ہے"

ملازم کے چلے جانے کے بعد شکری میز کیطرف بڑھا اور خانہ کھولکر اس نے اس میں سے ایک لفافہ نکالا جسپر نفیسہ کا نام لکھا ہوا تھا ان خطوط کو شکری نے دور سے نفیسہ کو دکھلاتے ہوئے کہا کہ "یہ تمہارے خطوط ہیں۔ اس لفافہ میں الفاظ خطوط میں ۳۵ یدخطوط تمہارے محترم منگیتر کی نئی ناول کا اہم موضوع بن سکتے ہیں"

اس وقت نفیسہ کی غضبناک آنکھوں سے غصہ کے شرارے نکل رہے تھے اس نے کہا کہ "اے کمینے! جو تیرا دل چاہے کر۔ جب تک کہ تو دنیا میں موجود ہے اسوقت تک تجھے کسی قسم کی خوشی کی توقع نہیں ہو سکتی"

اسکے بعد ہی نفیسہ باہر جانے کے ارادہ سے اٹھ کھڑی

ہوئی۔ اسوقت شکر کی۔ نے کہا کہ "بیگم صاحبہ! جلدی کیجیے، میرے ملازم کے اپنے کام سے واپس آنے کا ٹائم نہیں رکھتے... آپ یہاں سے آدھ گھنٹہ سے پہلے نہیں جا سکتیں تاکہ ایسا ہو کہ آپ پیدل جانا یا کھیل لگا ڈوبیں۔ میں نے اپنے ملازم سے کہدیا تھا کہ وہ جاتے جاتے دروازہ کو مقفل کر دے۔ اور یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں"

نفیسہ نے ایک گھبراہٹ سی پیدا ہوتے محسوس کیجیے لگی، اسی اثنا میں ملازم لوٹ آیا اس کے ہاتھ میں مطلوبہ نام تھا۔ شکر نے اسکو لے کر اور سب خطوط اکٹھے کر کے ایک لفافہ میں رکھدئے اور اس پر مالک مکان کا نام و پتہ لکھدیا۔ اسمیں ایک پرچہ بھی رکھدیا جس میں لکھا تھا کہ "یہ کاغذات بہت اہم ہیں براہ کرم فوراً" "اطفال صغیر" تک دست بدست پہونچا دئے جائیں" اور ملازم سے کہا کہ وہ اسکو لیکر ڈاکخانہ چلا جائے۔

ملازم نے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کر دی نفیسہ پراگندہ خیالات میں محو اور افسردہ خاطر بیٹھی رہی..... جب آدھ گھنٹہ گذر گیا تو شکر نے دروازہ کھولکر نفیسہ سے کہا کہ "بیگم صاحبہ! اب آپ اطمینان کیساتھ تشریف لیجا سکتی ہیں۔ جو کام ہونا تھا وہ ہو چکا اور مجھ پر اب کوئی الزام یا اعتراض باقی نہیں رہا"

نفیسہ "میں تجھ پر الزام تو نہیں دھرتی ممکن ہے کیفیے، تجھ سے دوستی کرنے پر پچھتاتی ضرور ہوں، سچ تو یہ ہے کہ تو ان میں نہیں، صاحب نے تجھ پر"

پھر وہ اسطرح نکلی جیسے کہ اسے دنیا و مافیہا کی خبر ہی نہیں..... لیکن جب مکان کے باہر ہو گئی تو اس نے ایک فاتحی سانس کھینچی گویا وہ بہت بڑے بوجھ سے سبکدوش ہو گئی ہے۔ اسکے بعد اس نے اس شہر آشوب کا قصد کیا جہاں پر وہ اکثر جایا کرتی تھی۔ راستہ ہی میں ایک ٹیلیفون گھر ملا جس میں وہ چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد اس میں سے ہنسی خوشی باہر نکلی۔

❀❀

یوں کہنے میں ہال میں نفیسہ جانا چاہتی تھی اس میں مختلف گھرانوں اور مقامات کے بہت سے مرد اور عورتیں جمع تھیں۔ جن میں سے اکثر حاضرین نوی رجابت اور حلیم الطبع تھے۔ نفیسہ جوں ہی اس ہال کے دروازہ میں داخل ہوئی سب لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس جھمگٹے میں سے ایک خوبصورت نوجوان جو دولتمند اور شریف گھرانے کا معلوم ہوتا تھا اٹھا قریب آکر اس نے اسکے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اسکے ہمراہ مجمع میں چلا آیا۔

حاضرین میں سے ایک شخص نے اپنی بازو والی خاتون سے کہا کہ "یہی شہور اجتماعی اشاعت پرداز "اطفال صغیر" کے جواب میں خاتون نے کہا کہ "یہ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو امیر داؤد ہے۔ اسپر اول الذکر نے کہا کہ "یہ جان یہ نوجوان ڈیرا دہ ہے... لیکن میں اسکی رفیقہ کے متعلق کہہ رہا تھا جسکے ہاتھ کو ابھی داؤد نے ابھی بوسہ دیا۔ یہ عورت اعلیٰ درجہ کی اشاعت پرداز ہے اور "اطفال صغیر" کے نام سے مشہور ہے۔ دراصل اسکا نام نفیسہ ہے لیکن اس فرضی نام کے رکھنے سے اسکا منشا یہی ہے کہ وہ عوام میں انشاپرداز کی حیثیت سے خود کو ظاہر کرنا نہیں چاہتی"

خاتون نے متعجب ہو کر کہا "یہ میں نے تو اس خاتون خاتون کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ واقعی اطفال صغیر ہی عورت ہے؟"

اس شخص نے کہا کہ "ہاں، ہاں یہی عورت اطفال صغیر ہے۔ دو ہفتہ کے بعد امیر داؤد سے اس کی شادی ہونے والی ہے..... یہ عورت ایک بے نظیر انشاپرداز ہے۔ بیشک وجہ ہے عورتیں مردوں سے زیادہ فخر کر سکتی ہیں"

خاتون نے کہا "میں اس کے شگفتہ امیر داؤد کو ابھی طرح سے جانتی ہوں، یہ نہایت ہی شریف گھرانے سے تعلق رکھتا اور بہت مالدار ہے اور یہ نفیسہ کے لئے اسطرح موزوں ہے جسطرح نفیسہ اسکے لئے"

❀❀

دو ہفتہ کے بعد امیر داؤد سے نفیسہ کی شادی ہو گئی..... جسکی شاندار دعوتیں اور بھاری جلسے رچائے گئے اسکے بعد یہ دونوں نہایت ہی خوشگوار زندگی بسر کرنے لگے اور ان کی محبت میں کبھی میل نہ آنے پایا۔

(ترجمہ از قصص الحریمہ)

بقیہ چار مینار کی گپ

صفحہ (۳۰) کالم (۳)

کی خدمت میں میری طرف سے تہنیت روانہ فرمائیے جس کو صرف (۴۸) کے نام اس وقت یاد آگئے ہیں۔ بقیہ کے نام اور پتے پھر لکھ بھیجوں گا۔ اور اگر کوئی امر مانع ہو اور کوئی تکلیف نہ ہو تو اپنے مطبع کے مجلہ مطبوعات کی ایک ایک کاپی اور اپنے بلنبر صاحبکو بھجوانے کے جو کتبہ کا ایک نمونہ "عنایت نامہ" پر ہو بھیج دیجئے روانہ فرمائیں گے۔

خادم قوم

.... الشعرا الف ۔ ب ۔ ت تخلص ۔ ج تلمیذ خاص

(استاد العالم حضرت ۔ ۔ ۔ دہلوی یا لکھنوی)

نوٹ جس اخبار میں میری نظم چھپے اس کی صرف (۴۸) کاپیاں اور صرف میری نظم کو ملی، وہ کاغذ پر چھپوا کر اسکے بھواتیں کاپیاں میرے ہاں روانہ فرما دیجئے دیکھیے اگر کوئی تکلیف نہ ہو تو اس میں ہرگز دیر نہ کیجئے۔

بقیہ جاپان اور حیدر آباد

صفحہ (۴۰) کالم (۳)

اگر غور سے دیکھا جائے تو ہم میں اور جاپانیوں میں دو چیز ہی چیزوں کا فرق نظر آئیگا۔ وہ کیا ہیں؟ اول الذکر ہی استقلال، محنت اور قوم و ملک کی محبت۔ باری الفاظ میں یہ تین چار الفاظ آپ کو بہت معمولی نظر آئے ہوں گے لیکن کیا کہ ہر شخص ان کو روزانہ سنتا رہتا ہے اسلئے ان کی کوئی وقعت آپکے دلوں میں نہ رہی ہوگی۔ لیکن اے حضرات، ان چیزوں کو معمولی سمجھنا یہی وہ چیزیں ہیں جنکی بدولت وجود پر اقوام و ممالک کی زندگی اور موت کا انحصار ہے۔ اور قوموں کے استحلال و انحلال کی یہی چیز ہیں، روح درواں ہیں محنت و مشقت کی نسبت جاپانیوں کا خیال ہے کہ زندگی اور محنت کبھی حال میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں مستقبل مزاجی ان کی صفتوں کا ضروری جزو ہوگی۔ ان کی اولوالعزمی اور قومی و ملکی محبت کے حیرت انگیز نظارے نو گذشتہ جنگ روس و جاپان میں دنیا دیکھ چکی ہے۔ غیر جنگ کا زمانہ تو بدایات آخر یہی ہی کرتا ہے اس واسطے ان کے معمولی زمانہ میں بھی آپ دیکھینگے کہ ملکی اور قومی جوش سے بچہ بچہ کا دل امڈا آرہا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں ان صفات کے پیدا کرنے میں قدرت کی کچھ دستگیری بھی جاپانیوں کے شامل حال رہی ہے طبعی طور پر ہندوستان اور جاپان کی ارضی تاثیرات اور آب و ہوا میں بڑا فرق ہے۔ ہندوستان ایک ایسا سرسبز شاداب اور زرخیز ملک ہے جس میں ہر قسم کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ غلہ کا جاپان ایک شگاف اور غیر زرعی سرزمین ہے جہاں آتش فشاں پہاڑوں کے سلسلے ہر وقت بستیوں کی بستیاں تباہ و تاراج کرتے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی اپنے ملک کی سرسبز مائل پیداوار پر قانع اور جاپانی اپنی ضروریات معیشت کی تکمیل کی خاطر اجنبت و حرکت کیطرف مائل نظر آتے ہیں ہندوستان منطقہ حارہ میں ہونے کیوجہ سے گرم ملک واقع ہوا ہے جسکی وجہ سے یہاں کے باشندوں میں سستی اور کاہلی پائی جاتی ہے۔ جاپان منطقہ بارد میں واقع ہوا ہے جسکی وجہ سے جاپانی نظراً اولوالعزم دکھائی دیتے ہیں۔ برخلاف ہندوستان کے ایک مدہبا روحی سلطنت کے نظام جاپانیوں کو ایک شتہ میں منسلک کر دیا ہے۔ لیکن اسے کون کہے خواجہ تاش میں سونے والو اٹھو۔ تمہارے دیکھتے شمالی ہند کے رہنے والوں کی راہ ترقی میں کیسی دشوار گزار نصرتیں حائل ہیں۔ باوجود اسکے کشمکش حیات میں انسان و خیزاں مقصود کی تلاش میں چلے جا رہے ہیں اور باوجود اسکے دو قوم سے سخت ترین مشکلات میں مبتلا ہیں تم بہت آگے جا چکے ہیں۔ شمالی ہند کے قطع نظر کر کے ذرا دکن پر نظر کیجئے اپنی حالت پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ سست رفتاری کے ساتھ ہی ترقی پر پہنچنے کے وسائل تمہیں حاصل ہیں۔ اگر مختلف نژاد کے تباہ کن امتیاز کو نظر انداز کر دیا جائے تو اجتماع سلطنت آصفیہ تمہارے لئے ایک مثل علیم الشان اور آزاد قومی سلطنت سے بدرجہا افضل ہے۔ اسکے قدیم روایات کے موجب اس مسلک کو موقوف بدت ہی میں لانا بیکار ہے کیونکہ یہاں صدیوں سے ہندو مسلمان بالکل ایک ہو کر رہتے آئے ہیں۔ یہی نظام ہے جسکی بدولت ہندوستان حال میں [illegible] مناقب پیش کیا تھا سو وہ ہر ہندوستان کی کے زہر ملے اثر کا نتیجہ تھا جسنے کچھ عرصہ کیلئے ہماری تمام اتحاد کو غبار آلود کر دیا۔ عہد آگر گنشوں کا کام ہے لانا حالی نے فرمایا تھا "حیات و ممات کا زیر و زبر رکھنا، زندوں کو زندوں کے گھاٹ اور مردوں کو مردوں کے گھاٹ اتارنا ہے اور بس" برخلاف اسکے تمہاری گورنمنٹ ہر طرح اور ہر وقت

طاحظہ صفحہ (۴۴) کالم (۱)



نواب مسعود جنگ بہادر

حیدرآباد کے ہر دلعزیز ناظم تعلیمات

[ہمارے ہر دلعزیز ناظم تعلیمات نواب مسعود جنگ بہادر (مولوی سید راس مسعود صاحب) ذیلیہ ہر عالیجاہ بود ہے ہیں معلوم ہوا ہے کہ نواب صاحب کا ادارہ صحت کیلئے پہلے یورپ جائیگا ہے اور پھر وہ اپنے واجب التنظیم دولت کی مالیان یادگار علیگڑھ مسلم یونیورسٹی کو اپنی نیابت اور صحت کا حصہ نذر کرنے کیلئے ہندوستان تشریف لائیں گے۔ ہم نواب صاحب کی پوری کامیابی کے لئے دعا گو ہیں۔ نواب صاحب کے مختصر حالات زندگی پیش کرتے ہیں۔
نظام گزٹ]

نواب مسعود جنگ ۱۲ فروری ۱۸۹۰ء کو علیگڈھ میں پیدا ہوئے۔ باپ کی جانب سے آپ حسینی سید ہیں آپکا سلسلہ نسب ۳۸ واسطوں سے آنحضرت صلعم تک پہونچتا ہے خطبات احمدیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکے سلسلہ نسب میں سب سے آخر امام حضرت امام محمد تقی ابن حضرت امام موسیٰ رضا علیہم السلام ہیں۔ اس طرح آپ تقوی سید ہیں۔

آپ کے اجداء سے (اسفہان جو ایران کا ایک مشہور شہر ہے آئے تھے اور ہرات میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھا آپکے بزرگ ہندوستان میں شاہجہاں کے زمانہ میں آئے اور کابرہانی کے زمانہ تک آپکے خاندان کا تعلق سلاطین مغلیہ سے رہا۔ آپکے خاندان نے سلاطین مغلیہ کی کئی ایک اہم خدمتیں انجام دیں۔ جسکے صلہ میں آپکے خاندان کے افراد کو خطابات و جاگیریں وغیرہ ملتی رہیں۔

ہندوستان کے مشہور مصلح سرسید احمد خاں مرحوم جنھوں نے ہندوستان میں سب سے پہلے مغربی علوم کی شمع روشن کی تھی آپ کے دادا ہیں سرسید مرحوم نے قومی تعلیم کے طرف توجہ کی اور انگلستان جاکر وہاں کے طرز تعلیم کا معائنہ کیا۔

ہندوستان واپس آکر آپنے انگریزی طرز تعلیم کے مطابق علیگڈھ کا سنگ بنیاد رکھا۔ اسطرح نواب مسعود جنگ بہادر کو قدرت نے ایسا ماحول عطا فرمایا جس سے آپکی آنکھیں کھلتے ہی آپ پر علمی شعاعیں پڑنے لگیں۔ اور سرسید مرحوم کے تمام اوصاف اور ان کے مشن بہا تعلیمی تحریروں نے آپکی آیندہ زندگی کیلئے شمع ہدایت کا کام دیا۔

آپکے والد بزرگوار جسٹس سید محمود مرحوم نے قانون کے میدان میں جو جوہر دکھائے اُن سے انکے نام زندہ ہے۔ بحیثیت جج آپ نے جو فیصلے کئے تھے وہ انکے طالبعلمی ہند میں بطور نظیر کے پیش کئے جاتے ہیں۔ ان کی کتاب قانون شہادت کی شرح انکا کتابی قانون کو طالبعلموں کیلئے ایک صحیح رہنما ہے اس شرح کے بعد کئی ایک شارحین نے قانون شہادت ہند کی انگریزی اور اردو میں شرحیں لکھیں مگر جو خوبی جسٹس محمود کی شرح میں ہے وہ کسی میں نہیں پائی جاتی۔

نواب مسعود جنگ بہادر نے ابتدائی تعلیم علیگڈھ کالجیٹ اسکول میں سرتھیوڈر ارنین کی نگرانی میں پائی جہاں آپکی غیر معمولی ذہانت نے آپکو دوسرے طالب علموں سے ممتاز کردیا تھا۔

آپنے ۱۹۰۵ء میں علیگڈھ سے میٹرک پاس کیا۔ اسکے بعد ہی آپ انگلستان چلے گئے وہاں آکسفورڈ یونیورسٹی کالج میں شریک ہوئے۔ یہاں آپنے باغ سال تک تعلیم پائی اس اثناء میں آپ اپنے پر وفیسروں اور طلباء میں ہر دلعزیز ہوگئے تھے۔ ۱۹۱۰ء میں آپ کو تاریخ میں سکنڈ کلاس آنرس کی ڈگری ملی۔

اسکے بعد آپنے بیرلاء گوا جسٹس سید محمود کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی اور دو سال میں ایکزیمینر شپ کا ڈپلوما ملا۔

۱۹۱۲ء میں آپنے ہندوستان آتے ہی پٹنہ (صوبہ بہار) میں وکالت شروع کردی مگر سرکار انگریزی نے آپکا تقرر انڈین ایجوکیشنل سروس میں کیا جس کی وجہ سے آپکو وکالت ترک کرنی پڑی، آپ کالجیٹ اسکول پٹنہ کے صدر مقرر ہوئے جہاں آپکے حسن انتظام سے مدرسہ میں بہت ترقی ہوئی۔ بس کی بنا پر ۱۹۱۵ء میں تک کالج پٹنہ کا تقرر تاریخ میں یادگار ہوا۔ وہاں آپ بحیثیت پروفیسر نہایت کامیاب رہے اور کچھ عرصہ کیلئے وائس پرنسپل ہوئے۔ اس طرح سرکار انگریزی میں آپکی ترقی نہایت سرعت سے ہورہی تھی کہ معارف نواز "سلطان العلوم" خسرو دکن کی نظر انتخاب آپ پر پڑی اور آپ کا تقرر ۲۷ شہریور ۱۳۲۵ف کو نظامت تعلیمات سرکار عالی پر ہوا۔

جائزہ لینے کے بعد آپنے واقفیت حاصل کرنے کیلئے ۱۵ آذر ۱۹ مہر ۱۳۲۵ف کو اورنگ آباد و بیدر کا دورہ کیا جہاں آپنے متعدد مدارس کا معائنہ کیا۔

نواب مسعود جنگ بہادر کی دس سالہ ملازمت میں ۱۳۲۶ف عہد زرین ہے۔ یہ دور مبارک سال ہے جس میں خسرو دکن "سلطان العلوم" نے جامعہ عثمانیہ کے قیام کا فرمان صادر فرمایا۔ آپنے اس سال کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ "یہ سال تعلیمات کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیگا۔ جس میں حضرت اقدس و اعلیٰ نے فرمان کے ذریعہ جامعہ کے قیام کا حکم نافذ فرمایا جس کا نام جامعہ عثمانیہ ہوگا۔ اس میں انگریزی لازمی ہوگی مگر دوسرے فنون کی تعلیم مادری زبان میں دیجائے گی۔ یہ جامعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ہندوستان میں پہلا ہوگا۔ .....

مضمون ہذا کے حسب ذیل ماخذ ہیں

(۱) حیات جاوید۔ مصنفہ مولانا حالی مرحوم۔
(۲) جاپان اور اسکا تعلیمی نظم و نسق مصنفہ نواب مسعود جنگ بہادر
(۳) روح جاپان (خطبہ) از نواب مسعود جنگ بہادر
(۴) انتخاب زرین مرتبہ نواب مسعود جنگ بہادر۔
(۵) مدہ بورٹ تعلیمات از ۱۳۲۵ف تا ۱۳۳۴ف وغیرہ وغیرہ

جاپان اور حیدرآباد

از

احمد عارف صاحب حیدرآبادی

بدنصیب ایشیا، جو کسی زمانہ میں اقوام عالم کا سرتاج تھا۔ مدت ہائے دراز سے مکبت کی تاریکیوں میں مبتلا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وسیع سرزمین کے بسنے والے شیخوں کو ہی ہمیشہ سے مغرب نے لٹیرے، بلا شبہ علم و حکمت کے سمندر کسی وقت یہاں لہریں لے رہے تھے، شائستگی اور تہذیب تمدن کی بڑی بساتات تھی، اگر ایک طرف فضل و کمال مدکار رہتے تو دوسری طرف دولت و اقبال یار و ہمدم آج خوار تو ہو معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایشیا کا عامل جدمردہ کا سا ہے، کیونکہ خود ان کی اپنی غفلت کاہلی اور عیش پرستی کی بنا پر قدرت نے ہر ساری نعمتیں ان سے چھین لیں اور دیگر مغرب کی ان ہونہار قوموں کو ان نعمتوں سے سرفراز فرمایا، جو کہ چلکر اپنے علم اور ہنرمندی کے زور سے تمام دنیا کو تسخیر کرنے والی تھیں فاعتبروا یا اولی الابصار مرد راز ہے یو دیں تو رہا کی گزیر از تری کو دیکھ کر اہل ایشیا اپنے تنزل کا احساس کرنے لگے ہیں لیکن جس قوم نے صحیح طور پر اس بات کا احساس کیا وہ سات سمندر پار مشرق بعید میں رہتی ہے اور اسے جاپانی قوم کہا جاتا ہے اس اولوالعزم قوم نے علم و ہنر اور تمدن کی خیرہ کن روشنی کو مغرب سے بٹورتے دیکھا، اور اس کے اسباب و علل تلاش کئے تو معلوم ہوا کہ اقوام اور ممالک اپنے ہی ہاتھوں بنتے اور بگڑتے ہیں۔ اس حوصلہ مند قوم نے خیال کیا کہ دنیا میں اگر باعزار زندگی بسر کرنا مطلوب ہو تو علم و ہنر حاصل کئے بغیر چارہ نہیں اسکے لئے جس محنت، استقلال اور سعی کے ساتھ ستر سال کے قلیل عرصہ میں ترقی کی کہ آج مغربی اقوام کے دوش بدوش چل رہی ہے، وہ اس قوم کا کام دنیا کو حیرت میں ڈالنے والا کارنامہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں، جس طرح مغربی مشرق سے چمکا اسی کے اچھے دن تھے اکتساب علوم و فنون کیا، بالکل اسلوب آج مشرق کا یہ چھوٹا سا جزیرہ جاپان یورپ کا شاگرد رشید ہو اور اس کی عالی جوصلگی سے یہ بعید نہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد یورپ کا استاد بھی بن بیٹھے۔ لیکن عقلاء حیرت کی کوئی انتہا نہ ہوگی جب یہ سنو گے کہ جس زمانہ میں جاپانی قوم میدان ترقی میں گام زن تھی کیلئے پے چین ہو رہی تھی، اسی وقت ملک اور وطن کا کالا بلند ہمت ہوت (سالار جنگ) اپنی چار دواتی آنکھوں سے مکہ کو ششوں کے ساتھ بیداری کی روح پھونک رہا تھا۔ گو آج دونوں ملکوں کا مقابلہ کرو تو تعجب زمین اور آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ جاپان جو ترقی کی دوڑ میں یورپ سے سینکڑوں برس پیچھے تھا آناً فاناً ہمدوش یورپ ہوگیا، لیکن حیدرآباد جس مقام پر تھا اس سے ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکا ؎

یارانِ تیز گام نے محمل کو جالیا ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

آخر ہم اور اہل جاپان میں اسقدر تفاوت حالات کیوں؟

کہا جاتا ہے کہ جاپان نے اپنی کامیابی کا راز اسی میں سمجھا کہ سب سے پہلے ملک میں اس سرے سے اس سرے تک جہالت کو ہوکے علوم و فنون کا آبحیات بہایا جائے۔ صنعت و حرفت کو صاحل کیا جائے، تجارت کو فروغ دیا جائے۔ اس غرض کی تکمیل کیلئے جاپان نے یورپ ہی کو اپنا مرشد طریقت گردانا۔ یورپ کے بہت سے کارآمد و اور قابل ترین افراد کو اپنے ہاں بلایا گیا اور ملک کے ہونہار نوجوانوں کے کھیپ کے کھیپ بغرض حصول علم و ہنر یورپ روانہ کئے گئے مختصر یہ کہ اپنا رے جسقدر بھی سیکھ سکتے تھے، جاپانیوں نے سیکھا اور علم و صنعت کے ان گہرے بحار سے اپنے ہی ان وطن کو منور کردیا۔ یہ ہے خلاصہ اجمالی ان اسباب ترقی کی جنکے وسیلے سے جاپانی اس طرح منزل مراد پر پہنچے کہ آج انکا شمار زمرہ اقوام میں ہوتا ہے۔

دوسری طرف اب ہمیں اپنی حالت پر غور کرنا چاہئے سر سالار جنگ کے زمانہ سے لیکر جو ہمارے خواب غفلت کے بعد جاری سیکھنے بھالنے بیداری کی کوشش کا زرین عہد تھا، اس عہد روشن زمانہ تک جس میں اس دنیائے قعر پستی کا مقام پہونچی ہوئی قومیں کشاکش اور انقلاب کے زمانوں سے گزر رہی ہیں۔ ہم نے کیا کیا؟ اور کیا کر رہے ہیں؟ ایسے روح فرسا حالات میں کہ بہتر تھا اگر ہم پیدا ہی نہ ہوتا۔ لیکن ع

زجشمِ آستیں بردار گو ہر ما تماشا کن

طرف میں یہ چاہتا ہوں کہ اپنے اس درد و غم میں آپ حضرات کو شریک کروں۔

کیا وہ تدابیر و وسائل جنھیں ابھی جاپان کی ترقی کے اسباب میں گنا گیا ہے، ہمیں حاصل نہیں؟ حقیقت پوچھو تو ہر قوم و ملک کیلئے یہ گویا ترقی کے کھلے ہوئے راستے ہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے ہم نے بھی انھیں باتوں کو ترقی کا ذریعہ جانا۔ اور سر سالار جنگ نے اپنے ہی زمانہ سے اسپر عمل شروع کردیا تھا۔ مثلاً انھوں نے سینکڑوں کے سیوں مدرسوں کو جلا کر اپنے ملک کی اصلاح کیلئے عہد ہائے جلیلہ پر فائز کیا، سارے انتظامی صیغے جو اب تک بے ڈھنگے پڑے تھے نئے طرز پر ان کی تنظیم کی گئی۔ شائستہ تعلیم جس کی ابتدا ہمیں سے ہوئی ہے، بیدریغ روپیہ صرف کیا گیا۔ غرض سالار جنگ نے مکہ طریقوں سے ملک کو راہ ترقی پر لگانے کی اپنے وقت میں انتہائی کوشش کی۔ ان کے بعد ان کے جانشینوں نے ان کی ڈالی ہوئی بنیادوں پر عمارت تعمیر کرنی شروع کی۔ ہر سال طلبہ کی جماعتیں یورپ بھیجی جانے لگیں۔ یہ دو تین لوگوں کو بھی بلایا گیا۔ تعلیم کی خاطر خواہ اشاعت ہوئی رہی۔ موجودہ اعلیحضرت معظم پر نور بند کا نعالی۔

صدوی سال سلامت ہیں سلطانِ دکن

کا علیہ ہاتوں تو تاریخ دکن میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ سریر آرائے حکومت ہونے کے ساتھ ہی سطرح طراز ان معظمہ نے اپنی حسن تو جہ کو ملک کی فلاح و بہبود میں صرف کردی اسکو کون نہیں جانتا۔ تنہا اعلیحضرت کی مختلف اعتبار سے ہندوستان بھر کی دینوی سیڑھیوں میں سفر طے ہوگئی ہے، رہتی دنیا تک ایک زندہ یادگار رہیگی۔ علاوہ ازیں گورنمنٹ آصفیہ اہل ملک کی ہر قسم کی تعلیم کے لئے روپیہ پیسہ دریا دلی سے پانی کیطرح بہا رہی ہے اسکی مثال کوئی بڑی سے بڑی گورنمنٹ بھی نہیں پیش کرسکتی۔ ہر سال چھ مہینے میں کروڑے کے کروڑ روپیہ چالتے ہیں اور تعلیم پاکر واپس آتے ہیں سرکاری طور پر محکمہ جات زراعت و صنعت و حرفت قائم ہو چکے ہیں۔ ہندوستان کی عام سیاسی فضا نے دکن میں کم از کم اتنا اثر تو کیا ہے کہ عام اہل ملک مصنوعات ملکی سے دلچسپی لینے لگے ہیں۔ سرکاری طور پر ہر سال ہزارہا مصنوعات ملکی کی نمائش کرائی جاتی ہے۔ اگرچہ اس میں بڑی خامیاں ہیں لیکن عام اہالی وطن کے حالات کا اندازہ کرو اور ان کے دلوں ٹٹول کر دیکھو تو زندگی کے ملحوظ آثار نہیں پائے جاتے۔ نشان بدا اب بھی مفقود ہے اور منزل مقصود بے پتہ۔

پس جب دونوں ملکوں نے ایک ہی قسم کا راستہ طے علاوہ اپنی ترقی کیلئے مقرر کیا تو کیا وجہ ہے کہ ایک آسمان رفعت پر چڑھ جائے اور دوسرے کی زندگی پاتالئے زمین میں اجیرن ہو؟

ایک زمانہ آئیگا کہ عہد رآباد ہی سارے ہندوستان میں صحیح تعلیم کا حقیقی مرکز ہوگا۔ جہاں طلبار اطراف واکناف سے جوق جوق شرکت کیلئے آئینگے۔ اور اس علمی سرچشمہ سے سیراب ہونگے"

اسی سال ذلہ الترجمہ قائم کرایا جو بیروی عربی کی تعلیم کا صحیح طریقہ اور رنگ آباد کا نظامت دارالترجمہ بنا۔ قاضی محمد حسین صاحب قاضی القضاۃ تھے۔ مولوی الیاس برنی صاحب۔ مولوی سید ہاشمی صاحب بروی برکت علیصاحب مرحوم مولوی عبدالباعث صاحب قاضی القضاۃ دارالترجمہ پر ہوا۔ اسی سال دارالعلوم اور نوقانیہ اورنگ آباد میں عثمانیہ میٹرک کی جماعتیں قائم ہوئیں۔ تعلیمات میں بہت سی اصلاحیں ہوئیں۔ سب سے پہلے دفتر نظامت تعلیمات میں ملازمین کی سیل رپٹ طبع ہوئی جس میں ملازمین کے نام اور ان کی کارگذاری درج کی گئی اور "قوانین تعلیمات" کے مرتب کرنے کا کام شروع ہوا۔

۱۳۳۰ف میں محکمۂ نظامت تعلیمات میں مولوی سید علی اکبر صاحب لگا۔ نظامت کے پیشرو جامعہ عثمانیہ کا کام ہوا اور یہ تشخیص ہوئی کہ نظامت تعلیمات جامعہ سے متعلق کر دیا گیا۔ مولوی سید علی اکبر صاحب بھی جامعہ عثمانیہ کے کل کائنات کے نوٹ قرار دئے گئے۔ مولوی صاحب موصوف نے اسکام کو نہایت خوش اسلوبی کیساتھ بانام دارالعلوم نہایت ہی قابل تعریف کیا۔

جامعہ عثمانیہ کا افتتاح ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۷ء کو ہوا۔ اس کا نام ان ہوا میں شہر کے علاوہ دارالعلوم عثمانیہ کے علاوہ حیدرآباد کے زنانہ مدرسے بھی شریک تھے نواب فرخندہ بیگم صاحبہ دختر سلطان العلوم کا وہ زمان پر مکرمیا بیگم یا بانی دارالعلوم کیلئے بنیاد رکھی گئی۔ اسکا سال نواب سعود جنگ بہادر نے ۱۳۳۱ف میں مجھ اہ ماہ خصوصت لی اور انگلستان گئے۔ ان کی جگہ ولہ بہادر یار جنگ بہادر منصرم انظام تعلیمات مقرر ہوئے جامعہ عثمانیہ کے افتتاح کے وقت ضرورت کے موافق چند پروفیسر جامعوں کا تقرر کیا گیا تھا۔ جن میں قابل ذکر قاضی محمد حسین صاحب ام اے۔ مسٹر وڈلکرام ۴۔ الال بی مولوی وحید الدین صاحب سلیم۔ مولوی الیاس برنی صاحب ام۔ اے خلیفہ عبدالحکیم صاحب ام اے۔ مولوی عبدالقدیر صاحب صدیقی۔ مولوی کرشنا محسن صاحب اور نواب مہدی یار جنگ بہادر پرنسپل ہیں۔

اسکے بعد ۲۶ بہمن ۱۳۲۹ف کو نواب سعود جنگ بہادر رخصت کے ختم ہونے پر واپس آئے اور انھوں نے اپنی خدمت نظامت کا جائزہ لیا اس سال آپنے بحیثیت صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ کے کلی کام کیا اور اسکے علاوہ ۵ مرزوردی ۱۳۳۹ف سے ۲۴ مرزوردی ۱۳۳۹ف تک کے متعدد تعلیمات بھی رہے۔ جبکہ نواب حیدر نواز جنگ بہادر بر طانی ہند میں چندماہ کیلئے اپنی خدمت پر واپس ہوگئے تھے۔ معتمد صاحب عدالت کو قوالی داھر دامہ نے اس سال کی رپورٹ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "تعلیمات کے فرائض کے علاوہ سپرد اس معتمد نے صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ کا کام نہایت ہی سرگرمی و جوش کے ساتھ انجام دیا"

۱۳۳۳ف میں مدارس نوقانیہ انگریزی کے علاوہ مدارس نوقانیہ عثمانیہ بھی تمام ہوئے۔

نواب سعود جنگ بہادر ۵ ہزار روپئے پنشن ۱۳۳۳ف کو سرکار کیجانب سے جاپان کی تعلیم کے نظم و نسق کو مطالعہ کرنیکے لئے جاپان گئے اور آپکی جلد خان فضل محمد خانصاحب ایم۔ اے نائب ناظم تعلیمات منصرم رہے۔

نواب سعود جنگ بہادر اپنے مختصر قیام جاپان میں جاپانی تعلیم کے مطالعہ میں مصروف رہے۔ وہاں سے واپس ہونے کے بعد اس ملک کی تعلیم کے نظم و نسق کے متعلق رپورٹ لکھنے کے بجائے آپنے اس پر ایک مستقل کتاب لکھی۔

اس کتاب کے دیباچہ میں آپنے لکھا ہے: "جو کچھ میں نے جاپان میں دیکھا اس نے میرے اس یقین میں اور زیادہ وثوق پیدا کر دیا کہ حضرت جہاں پناہی کا جامعہ عثمانیہ کو قائم کرنا ان عہد آفرین تدابیر میں سے ایک تدبیر ہے جو انسان کے کاموں اور کوششوں کو صدیوں تک متاثر کرتی رہتی ہیں۔ تشریح اس جامعہ کیطرف اشارہ کرکے بتا سکتے کہ یہی اصل محرک اس علمی اور دماغی ترقی کا ہے جو ہمارے ملک سے ایک دن ظہور میں آنے والی ہے۔ اور جب آیندہ نسلوں کو معلوم ہوگا کہ یہ عاقبت بینی اور دور اندیشی کس قدر روشن تھی جس نے ہندوستان سب سے پہلے تعلیم کو ایک صحیح اور فی الواقع قومی بنیاد پر قائم کیا تھا تو نہایت تعظیم اور دلی عقیدت سے اس شاہ دین پناہ کا نام ان کی زبان پر آئیگا جس سے آج سلطنت حیدرآباد کو زینت ہے"

رپورٹ کی تالیف کے متعلق لکھتے ہیں "میرا مقصد یہ تھا کہ صرف جاپان کی تنظیم کا حال لکھوں، لیکن اس مسئلہ کو حسب دلچسپی نظر سے دیکھا جھکو بھی یقین ہوگیا کہ مختلف ادارات تعلیم کا جو فی زمانہا موجود ہیں بعض شمار کردینا کافی نہ ہوگا۔ اس لئے میں نے محسوس کرتے لگا کہ جاپان کی خالص تعلیمی کوششوں کو جو بی سمجھنے کیلئے کچھ حال اسکی سیاسی تاریخ کا بھی جاننا ضروری ہے۔ اور یہ کہ ایک صنعتی قسم سے جدا نہیں ہوسکتا"

یہ کتاب نہایت دلچسپ اور پر از معلومات ہے۔ اس سے نواب سعود جنگ بہادر کی علمی قابلیت اور انکی جانکاہ کوششوں کا پتہ چلتا ہے۔

۱۳۳۱ف میں "عثمانیہ ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ" سنت میں قائم کیا گیا۔ جسکا مقصد معمول نصاب کے ساتھ ساتھ صنعتی تعلیم بھی دینا ہے۔ اسکے علاوہ سنگ اور نگ آباد ہائی سکول انٹرمیڈیٹ کالج بنا دئے گئے۔

۱۳۳۲ف میں سب سے اہم کام چاکر دار کالج کا افتتاح تھا اسکے پرنسپل ایچ۔ ڈبلیو شاکراس پرنسپل چادر گھاٹ مقرر ہوئے اور ہائی اسکول چادر گھاٹ کی صدارت پیشوا راؤ ڈیک پکتھال کا تقرر ہوا

۱۳۳۳ف میں نواب سعود جنگ بہادر نے رخصت لی اور پھر جاپان اور کوریا اور چین تشریف لے گئے۔ اور مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری نائب ناظم تعلیمات ان کی جگہ پر منصرم رہے۔

ہم نواب سعود جنگ بہادر کی ابتداء ملازمت سے اب تک تعلیمات کی جو حالات رہی اسکے اعداد و شمار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں تاکہ یکے بعد دیگرے ہماری تعلیمی ترقی آسانی سے معلوم ہوسکے

۱۳۲۵ف

	تعداد مدارس	تعداد طلبہ	تعداد مدارس	تعداد طلبہ
(کلیات)	۲	۳۱۳	(دسطانیہ انگریزی)	۵ ۱۱۴۱۵
(نوقانیہ انگریزی)	۱۹	۵۵۸۷	(دسطانیہ ملکی)	۳۳ ۶۳۹۴
(نوقانیہ شرقی)	۳	۱۱۷۸	(مکتبانیہ)	۱۱۲۳ ۶۶۳۸۶
			(خاص مدارس)	۲۰ ۲۱۱۶
جملہ تعداد مدارس	۴۱۲۵	جملہ تعداد طلبہ	۹۳۲۸۹	

۱۳۳۳ف

	تعداد مدارس	تعداد طلبہ	اضافہ مدارس	اضافہ طلبہ
کلیات (فنون) دپرٹمنٹل	۷ -	۱۰۲۷	۵	۹۳۰
(نوقانیہ انگریزی)	۲۳	۸۰۵۶	۴	۲۴۶۹
(نوقانیہ عثمانیہ)	۲۰	۸۰۴۸	۱۷	۶۸۷۰
(دسطانیہ انگریزی)	۹۵	۲۲۱۹۲	۳۹	۱۲۷۷۷
(دسطانیہ ملکی)	۱۳	۱۶۱۰		
(مکتبانیہ)	۳۹۷۹	۲۲۴۹۸۳	۲۸۵۲	۱۶۸۵۹۷
(خاص مدارس)	۵۱	۳۷۸۹	۳۱	۱۶۷۳
	۴۱۸۸	۲۴۱۸۲	۲۹۵۲	۱۷۸۵۳۰

"جاپان کی تعلیم اور اسکا نظر دنسق" کے علاوہ نواب سعود جنگ کی اور دو کتابیں ہیں "انتخابات زرین" اور "روح جاپان"

انتخابات زرین میں آپنے ولی اورنگ آباد سے لیکر عہد حاضرہ کے شعرا تک کا کلام انتخاب کیا ہے۔ آپنے ساتھ ہی ساتھ ہر شاعر کے مختصر سوانح حیات بھی درج کردئے ہیں۔ یہ نہایت مفید کام ہے۔ اس کے علاوہ آخیر میں اشاریہ (انڈکس) وغیرہ بھی ہے۔

اشعار کے انتخاب کے متعلق لکھا ہے "جو اصول میں نے اس انتخاب میں مدنظر رکھا ہے وہ نہایت سادہ ہے۔ میں شاعر ہوں نہ فن سخن کا نقاد کامل۔ لیکن مجھے اپنی قوم کے فن شعر کے ساتھ سچا عشق ضرور ہے میں نے وہی کلام انتخاب کیا ہے جس کو میرے دل نے پسند کیا۔ جن اشعار نے مجھ پر گہرا اثر کیا انھیں کو میں نے اس تذکرہ میں لیا ہے"

"روح جاپان" ایک لکچر ہے جو آپنے علاوہ کے اساتذہ کے سامنے دیا تھا۔ اس میں نواب سعود جنگ بہادر نے ۲ جاپان کی زندگی کا آپنے مختصر سے قیام میں جو مطالعہ کیا اور جن واقعات سے آپ گہرا اثر قبول کیا ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ جاپان میں بھی تجارت معزز پیشہ نہیں سمجھا جاتا، نواب سعود جنگ بہادر لکھتے ہیں۔

"جاپانی قوم کے اور طبقوں سے وہاں کے تاجروں کے اخلاق اس قدر جداگانہ اس وجہ سے ہیں کہ اس ملک میں زندگی کے متعلق پرانے خیالات کے رہنما ہونے سے پہلے جاپانی قوم کی نظروں میں تجارت کا پیشہ بہت گرا ہوا تھا اور اسے کسب معاش کا ذلیل ترین ذریعہ بھی جانا جاتا تھا۔ اگلے وقتوں میں تاجروں کا

طبقہ جاپان میں سب سے نیچے خاندان اس زمانہ میں بھی حالانکہ جاپان کی زندگی اتنی بدل چکی ہے اس ملک نے اپنے بڑے بڑے تاجروں کو جو رتبہ دے رکھا ہے وہ اس مرتبہ کو نہ تو یورپ اور امریکہ میں تاجروں کو حاصل ہے۔

جاپانیوں کی نمائندگی کے متعلق لکھتے ہیں "میں نے اس ملک میں اپنے قیام کے زمانے میں برس کی مدت تقریباً تو ہمیشہ ہوتی ہے کبھی کسی کو بازار میں لڑتے جھگڑتے نہیں دیکھا۔ اور نہ میں نے ایک فرد بھی معمولی مزدوروں کو آپس میں اس طرح کی بلند آواز سے بولتے سنا جو فطرت کی نشانی ہے اور جو بدتمیزی سے ہمارے وطن میں بہت زیادہ عام بات ہے۔"

یہ کتاب سب سے پہلی ہے جو حیدرآباد دکن کے سیاحہ نستعلیق ٹائپ میں شائع ہوئی۔

نواب سعود جنگ بہادر علاوہ اپنے فرائض کے جامعہ عثمانیہ کے قیام سے اب تک اس کے مختلف انتظامات میں کوشاں رہے آپ چھٹلی جامعہ عثمانیہ اور مدراس یونیورسٹی کے سینیٹ کے رکن ہیں۔ جامعہ کلکتہ کے پہلے رفیق تھے۔ اور مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے کورٹ کے ممبر رہے ہیں۔ دکن سلطان العلوم نے آپکو جنگ کا خطاب عطا فرمایا۔

آج سے پانچ سال قبل آپنے انڈین ایجوکیشنل سروس سے قبل قطع تعلق کرلیا تھا جس کی بنا پر آپکا نظامت تعلیمات پر مستقلانہ تقرر ہوا اور دو سرانکلدار خواہ مقرر ہوئی۔

آپکے اچھی صحت اور آب و ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے وظیفہ کی درخواست پیش کی تھی حضرت اقدس و اعلیٰ نے آپ کی خدمات کے متعلق پسندیدگی کا اظہار فرمایا اور آپکو ختم مدت پر ایک ہزار کلدار کے وظیفہ پر اپنی خدمت نظامت سے سبکدوش ہونے کی اجازت صادر فرمائی۔ چنانچہ آپ جولائی ۱۹۲۷ء میں تین مہینے کی رخصت حاصل کرینگے اور اسکے بعد اپنے عہدہ سے سبکدوش ہوجائینگے۔ نواب سعود جنگ بہادر کے عہد میں جیسا کہ مدارس کے اعداد و شمار سے ظاہر ہے تعلیمی ترقی بہت ہوئی۔ مدارس تعداد میں ۵۱۱ تھیں تعلیم دی جاتی ہے۔ تقریباً ۱۰ لاکھ مستقر ضلع میں مدارس تو خانہ قائم ہو چکے ہیں۔ اور جنگلاتی سکولوں کی تعداد ۱۰۰ ہے۔ باقی اسکول و کالج اور زنانہ ہائی سکول ابھی کالج بنا دیئے گئے۔

جامعہ عثمانیہ کی نئی پود سیدان عمل میں آرہی ہے جامعہ عثمانیہ کے افتتاح کے وقت نواب سعود جنگ بہادر نے جو توقعات ظاہر فرمائی تھیں وہ اب پوری ہو رہی ہیں۔ کوئی شخص جس نے دس سال قبل حیدرآباد کی تعلیمی حالت کا مطالعہ کیا ہو اگر اب اس ملک میں سیر کرے تو اسکو معلوم ہو جائیگا کہ اب حیدرآباد کی دنیا بالکل بدل گئی۔ اور وہ تاریکی جو ملک میں پھیلی ہوئی تھی، علمی روشنی نے اور کو اب دور کر دیا۔ اور اس میں بڑا حصہ نواب سعود جنگ بہادر کا ہے۔

نواب سعود جنگ بہادر نے صرف اپنے محکمہ میں ہی نہیں بلکہ ملک کے اکثر و بیشتر حصائہ سلطنت آپ کے حسن اخلاق کے گرویدہ ہیں۔ اور آپ کی جدائی کو قبل از وقت سمجھتے ہیں۔

حیدرآباد کی تعلیمی حالت

گذشتہ اور موجودہ

از

مولوی محمد سلطان صاحب

مصنف۔ وقایع دربار۔ مرقع دکن۔ مسیر گلبرگہ۔ آئینہ بیدر وغیرہ

معارف عمومی میں یہ حیدرآباد ہندوستان کے اور صوبوں کی بہ نسبت بہت سست رفتار رہا۔ باقی مشرقی تہذیب میں تعلیم عوام کا نظریہ جو مسیت حاصل نہ کرسکا یہی مسطرح آج مغرب میں ابتدائی تعلیم کو عام بلکہ جبراً کرنے کا خیال پیدا ہوا بلکہ عمل میں بھی آچکا ہے۔ اسطرح ہمارے ہاں جبری تعلیم کا خیال یا یہ خیال کہ قوم کے ہر فرد کو ابتدائی تعلیم کے مراحل طے کرنے چاہئیں نہیں پیدا ہوا۔ ہمارے اکابر کا خیال یہ تھا کہ تعلیم کی طرف افضل کو توجہ کرنی چاہئے جنکا دماغ اسکے حاصل کرنے کے قابل ہے اور جو تعلیم کیطرف توجہ کرے دیس میں اپنی پوری قوت صرف کردے چنانچہ صرف شرفاء متوسط درجہ کی تعلیم کی تاکید امن پھیلاتے تھے اور عوام اہل صنعت و حرفت بازراعت پیشہ جماعتوں کے گروہ کے گروہ بغیر تعلیم کی طرف توجہ کرنے کے اپنے اپنے فن میں لگے جاتے تھے۔

حیدرآباد ہندوستان میں عملیہ تہذیب کا آخری علیحدہ ہے۔ اسلئے اس ملک میں جدید مغربی طرز کی تعلیم جلد رائج نہ ہوسکی۔ خود عملیہ دور کے انحطاط اور زوال کا عہد ایسا تباہ کن تھا کہ اصلی اور سچی عملیہ تہذیب جو اکبر اور شاہجہان کے زمانہ میں زندہ اور روشن تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد ہی سے مرنے اور تباہ ہونے لگی۔ عملیہ تہذیب میں شجاعت اور

بقیہ کالم (۱)

ہمیں توقع ہے کہ نواب سعود جنگ بہادر جہاں کہیں بھی ہیں وہ حیدرآباد کی یاد کو تازہ رکھیں گے۔ اور یہاں کے علمی معاملات میں جیسا کہ اپنے نجی معاملات میں اسی طرح یہاں سے قطع تعلق ہونے کے بعد بھی اس تعلق کو جاری رکھیں گے۔

بہادری جیسی اعلیٰ اور ضروری صفات کی جگہ جب عیش پرستی اور مے گساری داخل ہوگئی تو علم دین کا کہاں ٹھکانا رہتا؟ امید آرا کی ریاست اسی مغلیہ دور کے انحطاط کے زمانے میں پیدا ہوئی تو پھر ہم اس اکبر کے زمانہ کی تہذیب کو کیسے دیکھ سکتے ہیں۔

غرض یہاں کی تعلیم کا طرز مغلیہ طرز تعلیم کی شاخ بگڑی ہوئی صورت میں تقریباً رہا تھا۔ بڑی عمر کے ابتدائی زمانے میں اگر چہ خاص شہر حیدرآباد میں انگریزی تعلیم جاری ہو چکی تھی اور کئی ایک مدرسے اچھی حالت میں جاری تھے مگر اہل شہر کی تمام تعلیمی ضرورت ان سے پوری نہیں ہوتی تھی۔ شہر میں وہی طریقہ ملاؤں اور مولویوں کے مکتبوں کا عام طور پر جاری تھا اور اضلاع میں تو حالت اس سے بھی ردی تھی۔ میں اس عنوان میں اضلاع کی تعلیمی حالت ہی بیان کروں گا کیونکہ تعلیمات کے متعلق جو کچھ بھی بیری معلومات ہیں وہ اضلاع ہی کے متعلق ہیں۔ اضلاع میں کسی مقام پر کوئی ایسا مدرسہ موجود نہ تھا جس میں کسی خاص اصول پر تعلیم دیجاتی ہو۔ ہر جگہ ضرورت کے موافق خانگی کتب اور مدارس جاری تھے۔ پڑھے لکھے لوگ بہت ہی کم تھے۔ اور جو کچھ بھی مدرس تھے وہ عموماً بڑے نالائق تھے شرفاء طلبہ کو تعلیم کیلئے گھر پر ہی رہنا پڑتا تھا اور مدرسین کی بدولت ان کی پرورش کرنا پڑتا تھا۔ لکھے پڑھے لوگوں کا کمال تھا اگر بہادر میں کوئی خط آجاتا تو اسکے پڑھوانے کیلئے میلوں کی مسافت طے کرنے کے بعد بھی ملا۔ تاہم بھی بامروی و صاحب کی خوشامد کی کڑی منزل باقی رہ جاتی تھی۔

نواب سالار جنگ اول نے یہاں کی تعلیمی بہت حالت کو محسوس کرکے سررشتہ تعلیمات کے قائم ہونے سے پہلے ۱۲۶۹ف میں سرکاری طور پر مدرسۃ العلوم قائم کیا

اور بعد میں ۱۹۲۶ء میں سرکاری طور پر سررشتہ تعلیمات قائم ہوا جس سے انتظام تعلیم میں وقتاً فوقتاً تغیر و تبدل ہوتا رہا اور ساتھ ہی تعلیم میں بھی ترقی ہوتی گئی۔

صیغہ تعلیمات کے قیام کے بعد صیغۂ مذکور نے ملک سرکار عالی میں بچوں کی تعلیم کی غرض سے ہر ضلع میں دو مدرسہ قائم کئے اور ہر مدرسہ کے لیے اخراجات کیلئے ۱۵۰ اور ۱۲۰ روپیہ منظور ہوئے۔ امتحان کا یہ قاعدہ مقرر ہوا کہ تحصیلدار اور پٹیل پٹواری طلبا کا سالانہ امتحان لے لیا کریں۔ گویا مدارس ضلع ہی کے زیر نگرانی تھے۔ نومبر ۱۹۰۱ء میں صیغہ تعلیمات محکمۂ مال گذاری کے تحت میں دیا گیا اور مدرسین کے عزل و نصب کے پورے اختیارات محکمۂ کورہی کے ہاتھ میں رہے مدرسین کے تقرر کرنے کے نسبت یہ شرط لگائی گئی کہ وہ مدرسۂ دارالعلوم کے سند یافتہ ہوں لیس وقت دارالعلوم میں زبانی امتحان ہوا کرتا تھا اور طلبا کو منشی کا خطاب سند یا بجائی تھی اور اسی سند کی بنا پر ان کے تقرر ان مدارس سرکاری ضلع پر ہوا کرتے تھے ۱۹۰۹ء میں مدرسین کو تعلیم دینے کی غرض سے نارمل اسکول قایم ہوا جو مدرسۂ دارالعلوم ہی میں ضم ہو گیا۔ یہاں سے مدرسین دوتم کے اسناد ملتے تھے۔ ایک سند ضلع دوسرے سند تعلقہ۔ ضلع کی سند رکھنے والوں کو صدر مدرسی مدرسہ ضلع مواجبی ۵۰ اور تعلقہ کی سند رکھنے والے کو صدر مدرسی مدرسہ تعلقہ مواجبی ۳۰ ملتی تھی۔

مہتمم تعلیمات علاقہ سرکار عالی کی خدمت پر سب سے پہلے مولوی حافظ صدر الاسلام صاحب بقرر عمل میں آیا اور ۱۹۰۲ء میں جبکہ اضلاع کے مدارس کی تعداد (۱۲۵) ہوگئی تو ہتھی راس کی قدمت پر بموجب الاؤ روپیہ ۲۵ طبیعہ تنخواہ مقرر ہوئے ۱۹۰۳ء سے طلبا کا امتحان بجائے زبانی کے تحریری مقرر ہوا ۱۹۰۴ء میں جبکہ تعداد مدارس (۱۵۵)، اور طلبا کی تعداد (۶۲۷۶) ہوگئی تو مدارس اضلاع کی تفتیش کیلئے سرکار عالی نے دو انسپکٹر مقرر کئے موجودہ کی طرح دورہ کرتے تھے لیکن انسپکٹر دوسرے سال اضلاع کے طالب علموں سے ۳ را ہوار اور اگر منصب داروں کے لڑکے سرکاری مدرسہ میں تعلیم پاتے تو ان سے بحساب ۱ را نہ آبدی فیصدی (۱۰ حاصل) کرتے جس سے آج تک جاری ہوا ۱۹۰۹ء میں محکمہ مذکور کی ترتیب و انتظام کوئی اور تازہ طریقہ سررشتہ تعلیمات میں نہیں ہوا مگر مطابق مدارس اپنے اپنے درسوں کے نام بلحاظ تعلیمی حیثیت کے کالج۔ ہائی اسکول۔ مڈل اسکول یا پرائمری اسکول جو چاہتے تھے رکھ لیتے تھے۔

۱۹۰۷ء کے بعد سرکار عالی نے صیغۂ تعلیمات کو محکمہ مال گذاری سے علیحدہ کر کے معتمدی سررشتہ جات کے ماتحت کر دیا۔ نسخہ ہذا کے مؤلف کو معتمدی سررشتہ جات کے ماتحت ہی ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۹۰۷ء مجلس تعلیمات مقرر ہوئی۔ کچھ دنوں شمس العلماء مولوی سید علی بلگرامی اور ان کے بعد ان کے بھائی مولوی حسین بلگرامی (عماد الملک) اسکے ناظر و معتمد تعلیمات سرکار عالی مقرر ہوئے۔ گویا ابتدائی زمانہ سے ترقی تعلیم کے نئے دور کا آغاز ہوا۔ اور اس کی اصلاح عمل میں آئی۔ مثلاً تعلیم کے لحاظ سے ہائی اسکول یا مڈل اسکول یا پرائمری اسکول وغیرہ قرار پایا۔ باضابطہ جبسرات اور مدارس مدارس کو دیئے گئے۔ اور ان کی تکمیل کیلئے مدرسین کو پابند کیا گیا اور وقت بوقت بذاتی گشتیات جاری ہوتی رہیں۔ چونکہ دو انسپکٹروں سے دورہ اسمات کے مدارس کی نگرانی اور تفتیش کا کام خاطر خواہ انجام نہیں پا سکتا تھا۔ لہذا ان کے علاوہ اور دو انسپکٹروں کا تقرر کر کے چار صوبہ جات انسپکٹروں کے تفویض کئے گئے جو دو برس صدر سے تعلیمات و معتمد صوبہ دار کہلانے لگے۔ اس زمانہ میں دو ضلعوں کے مدارس کی تفتیش ایک ہی تم کے تفویض تھی۔ جو کہ ان سے بھی عام تم میں دو ضلعوں کے مدارس کا معائنہ نہیں ہو سکتا تھا لہذا ان خدمتوں کے خالی ہونے پر ہر ضلع کیلئے ایک ایک ناظر مدارس کا تقرر عمل میں آیا۔

میرا تقرر ابتداءً ۱۹۰۷ء میں ایک ضلع کے مڈل اسکول پر ہوا جہاں ایک ہائی اسکول بھی قائم تھا، مگر اس مڈل اسکول میں اسوقت تک مڈل کا درجہ قائم نہیں ہوا تھا۔ یہ انگریزی کی تعلیم ہو رہی تھی، اور ہائی اسکول بھی ابتدائی مدارج طے کر رہا تھا، اور تم پیش ایسی ہی حالت جملہ مدارس اضلاع کی تھی مگر رفتہ رفتہ طلبا ترقی کے منازل طے کرتے گئے۔ اور اصلاح اور آہستہ آہستہ یہ مدرسے مڈل اسکول اور ہائی اسکول بنگئے ہر مڈل اسکول اور ہائی اسکول میں اسوقت دو تین جماعتیں انگریزی کی بھی قایم تھیں۔ جن کے لئے مدرسین تحت الامکان مسٹر یک ایف اے کامیاب منتخب و مامور کئے جاتے تھے تاکہ آیندہ انگریزی کو ترقی دیجائے۔ پس جیسے جیسے انگریزی دان فراہم ہوتے گئے انگریزی کو ترقی ہوتی گئی۔ آخر کار چند سال کے عرصہ میں مدارس یونیورسٹی کے انگریزی مڈل اور میٹرک کے امتحانات کیلئے اس مدارس سے طلبا تیار کئے جانے لگے۔ اس زمانہ میں میٹرک پاس شدہ کی ہر محکمہ میں بڑی قدر تھی ۱۹۱۰ء میں میرا تبدیل مدرسی سے دفتر میں ہوا اور تقریباً بیس سال تک دفتر صوبہ میں میرا قیام رہا۔ اس اثناء میں جن تاریخی مقامات پر میرا قیام رہا وہاں کے تاریخی حالات میں نے بڑے تجسس و تفتیش سے فراہم کر کے بنام سررشتہ گیزیٹر و قایع ڈنگلی۔ آئینہ دیدہ، کے نام سے شائع کئے۔ اس حیثیت میں جو مدد تاریخی معلومات مجھے رستیاب ہوئے ہیں اسکا اظہار کسی آیندہ اشاعت میں کیا جائیگا۔

۱۹۱۳ء میں ملک سرکار عالی میں مڈل کے امتحان کا قاعدہ جاری ہو گیا اور انظم تعلیمات مکتسبہ امتحانات قرار پائے ۱۹۱۳ء میں ہر شہر میں جس کی آبادی دس ہزار یا اس سے زاید تھی ایک ایک بامابطہ انگلو ورنا کولر مڈل اسکول اور ہر صوبہ میں ایک ایک ہائی اسکول قایم کیا گیا اور مدارس بونیورسٹی کی تعلیم ان مدارس میں دیجانی قرار پائی۔ اسی اثناء میں ہر چہار اسمات کے مدرسوں کے علاوہ بلدہ اور اطراف بلدہ کا ایک حلقہ قرار دیکر ایک جداگانہ صدر مہتمم کا تقرر کیا گیا۔ اس زمانہ میں ان صدر مہتمان تعلیمات کا دورہ بڑا شاندار ہوا کرتا تھا۔ یہ لوگ بہ حیثیت معتمد صوبہ دار دورہ کرتے تھے۔ ان کی اردلی میں دو سوار اور حفاظت دفتر کیلئے چار عرب یا سندھی کے جوان تا ختہ دورہ ساتھ رہتے تھے۔ اور ہر جگہ سر رای وغیرہ کا خاطر خواہ انتظام ہوا کرتا تھا۔

اسی زمانہ میں مدرسین کی تنخواہیں بہت قلیل تھیں۔ مڈل اسکول کے صدر مدرس کی ماہوار اجرا ۴۰ تھی مگر رفتہ رفتہ انگلو ورنا کولر مڈل اسکول کے صدر مدرس مسٹر یا ایف اے پاس کہ ۱۵ سال سے ملنے لگے ان خدمتوں پر عموماً غیر مسلم مدرسین مامور ہوتے تھے۔ جو اردو فارسی کے سند نہیں تھے۔ مسلمان میٹرک پاس بہت کم یاب تھے۔ چنانچہ ۱۹۱۰ء میں ایک درخواست میں نے صدر دفتر میں ترقی کیلئے پیش کی تھی کہ صوبہ بھر میں سوائے میرے کوئی مسلمان میٹرک پاس نہیں ہے۔ مجھے ترقی ملنی چاہئے۔ مگر سررشتہ تعلیمات نے عدم گنجایش ملازمت کی وجہ سے کوئی ترقی نہیں دی اور مجبوراً دوسرے سررشتوں میں میری ترقی کیلئے سفارش کیگئی۔

ایک وقت تک ارس میں استاد بہت کم تھا۔ اور اکثر مدگاروں کی تنخواہ ۱۵ سے ۲۰ آخر ۲۵ تھی۔ اور ۳۰ سے اوپر کم تھی۔ اور بعض جگہ بوجہ عدم گنجایش مؤلف سے روپیہ ماہوار کے بھی مدرس مامور تھے۔ جو ماسٹر کہلاتے تھے۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء میں جبکہ مدارالمہام وقت کا دورہ ہوا تو سمرونیو گوپال پلے صدر مہتمم تعلیمات نے راجدوس جو اڑیس ان کے اردو بڑھایا اس میں بیان کیا تھا کہ مدرسین کی ماہوار آمد سائیسوں اور چپراسیوں کی ماہواروں سے بھی کم ہیں۔ ادارۂ کیلئے سوزندہ میں تنخواہیں نہیں ہے تو اس صورت میں تعلیم کی ترقی کسطرح ممکن ہے۔

گو ۱۹۱۰ء میں صیغۂ تعلیم پر سوا لاکھ خرچ ہوتے تھے مگر رفتہ رفتہ ۱۹۲۵ء تک پانچ لاکھ اور بعدہ چھ یا سات لاکھ تک کی منظوری ہوئی مگر ان زائد اخراجات سے نئے نئے مدرسوں کے مدرسین کا اضافہ ہوا۔ اور سابقہ مقررہ ماہواروں میں کوئی معتدبہ اضافہ نہ ہو سکا۔ ہر صوبہ کے تقریباً ایک ایک لاکھ روپیہ کے سالانہ اخراجات تھے۔ مگر حالت ایسی تھی کہ بجز کسی دوسری ملازمت کے خالی ہونے کے کسی مدرس کو اضافہ نہیں ملسکتا تھا علاوہ تین مقررہ تعیین۔ اور تعلیم اور تقدار طلبہ میں دن بدن ترقی ہو رہی تھی۔ چنانچہ تقریباً سولہ سترہ سال تک صیغۂ تعلیم کے اخراجات چھ سات لاکھ روپے سالانہ سے نہیں بڑھے البتہ سنہ ۱۳۱۰ء سے ہر کانفرنس سے اخراجات منظور ہو کر جدید مدارس کو کانفرنس و امدادی جاری ہونے لگے۔ اور ہر اگلی درجہ کے جملہ مدارس کے اخراجات جو شاہی سے جاری تھے دو کانفرنس سے ہونے لگے۔ اور اس بحث سے شاہی کم تنخواہ یا ۴۰ سین کی تنخواہوں میں کچھ اضافہ ہوا۔

اول اول ترقی تعلیم کیلئے جدید دکانیں قایم ہوئیں جو رفتہ رفتہ دو برس افتتاح مدارس جدید کیلئے مدرسین کا تقرر کر کے اضلاع بھیجدیا جاتا تھا۔ یہ لوگ قلیل مؤاجبوں کی مدد سے لڑکے فراہم کر کے مدرسہ قائم کرتے۔ مدرسہ کیلئے کوئی سرکاری مکان نہ تھا۔ پرائمری مدرسہ کے مکان کے کرایہ کیلئے موازنہ میں صرف دو تین روپے کی گنجایش ہوتی تھی اس کرایہ پر پیشہ پٹواری اپنے مکان کا چبوترہ یا بیلوں کا کوٹھا

یا عاشور خانہ یا کسی ویل کا کوئی حصہ مدرسہ کے لئے دیتے تھے اور مدرس جبرا آبادیوں کو دینی تعلیم دیا کرتے تھے بعض مقامات پر ایسا بھی ہوا تھا کہ علماء کی نشست کیلئے علاحدہ جگہ کافی بنوائی گئی اس سے انھیں قریب کے درختوں کے سایہ میں بٹھا کر تعلیم دیا جاتی تھی۔ مدارس میں فرش کا کوئی انتظام نہ تھا۔ لڑکے زمین پر بیٹھکر یا اپنے مکانوں سے ٹاٹ یا بوریے کا ٹکڑا ساتھ لاکر اس پر بیٹھتے تھے۔ موازنہ میں سالانہ ہر صوبہ کے لئے تعمیر یکہ مدارس کی عمارتوں سے چار ہزار عطائے فرش وغیرہ کیلئے دو ہزار اور تعمیر مکانہ کیلئے ایکہزار روپے مخصوص ہوتے تھے اور صدر مہتمم ان کو ہر سال خرچ سے گزشت لیکر۔ اپنے صوابدید سے خرچ کرتے تھے۔ یہ تعمیری رقم سے بذریعہ سپیشل پیشوایان بنگرانی صدر مدرسین و ناظران مدارس کچے مکان مدارس کیلئے گنجائش کے مطابق تیار ہونے لگے۔ اور مذکورہ رقم سے ابتداً ان مدارس کیلئے ٹاٹ پٹیاں بھانا فی الواقع اور طلباء اور شطرنجیاں بھانا فی الواقع تعداد مدرسین و دیگر ضروریات فرش رفع کی گئی۔ اور مدرسہ میں چند اکمنہ سرکاری جو مدارس کیلئے تعمیر یا چکے تھے یا بعض اتفاق قدیم سے موجود اور مدرسہ کیلئے مل گئے تھے ان کی ضروری تزئین و آبک پاشی وصفائی وغیرہ کرائی جاتی تھی غرض کہ عرصہ تک ان مدارس کی باقی ابتدائی حالت رہی اور قلت گنجائش موازنہ ان کے اصلاح کی سخت حائل تھی۔ عہدہ کارگذاری پر بھی مدرسین کو بلا خلوئے خدمت نہ ترقی مل سکتی تھی اور نہ مدارس میں اشیاء کا اضافہ ہو سکتا تھا۔ بعض مدرسین ایسے بھی دیکھے گئے جو بے تنخواہ پر مامور ہوئے تھے اُسی تنخواہ پر بصلہ حسن کارگذاری ظیفہ پر ملحوظ ہوئے۔

۱۳۱۱ھ کی مردم شماری سے اس ملک کی تعلیمی حالت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ (۳۴) مرد عورتوں میں صرف ایک تعلیم یافتہ یا لکھنے پڑھنے کی اوسط تھی اس سنہ کی مردم شماری کے مطابق سے (۱۸) مردوں میں صرف ایک لکھا پڑھا مرد اور (۲۸۹) عورتوں میں صرف ایک عورت لکھی پڑھی تھی۔ لکھے پڑھے مردوں میں بھی ہندو حضرات خصوصاً تجارت پیشہ لوگوں کی تعداد زیادہ تھی اور مسلمان خال خال لکھے پڑھے تھے۔

۱۳۱۱ھ میں مجھے ناظر مدارس کی خدمت انجام دینی پڑی اس وقت مجھے بذات خود ضلع کا دورہ کرنے کا موقع ملا۔ اضلاع میں مدارس اور مدرسین ہی کی قدر تھی تو ناظر مدارس کا کون پرسان حال ہو سکتا تھا۔ ہر جگہ مجھے اپنے اور اپنے گھوڑے اور اپنے سائیس اور چپراسی کے انتظام تمام و طعام کی مدد کے لئے پیشل پٹواریوں کو منانا پڑتا تھا۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ میں دورہ کرتے ہوئے تقریباً رات کے آٹھ بجے جبکہ کچھ ہلکی سی بارش بھی ہو رہی تھی ایک قصبہ میں پہنچا۔ میں اس وقت خاکی وردی پہنا ہوا تھا۔ جب میں گاؤں کی جھونپڑی وہاں کا آدمی خود آیا اور میرا گھوڑا تھام لیا۔ پھر گھوڑے کو ایک محفوظ مقام پر باندھ کر دوڑتا ہوا پولیس پٹیل کو بلا لایا۔ پولیس پٹیل آتے آتے میرے بیٹھنے کیلئے ملک کرسی اور ایک قندیل اپنے ساتھ لایا۔ ادب ہت ادب سے سلام کر کے دریافت کرنے لگا۔ شاید بیٹے کے امین صاحب کا تبادلہ ہو چکا ہے۔ جو سرکار تشریف لائے ہیں۔ اب میں سمجھا کہ وہ مجھے پولس کا سب انسپکٹر سمجھ رہا ہے۔ اس اثنار میں میرا چپراسی سائیس اور سامان کے بیگار آپہنچے ان کے آنے کے بعد پٹیل کو معلوم ہو گیا کہ میں کوتوالی کا افسر نہیں ہوں بلکہ ناظر مدارس ہوں اس نے فوراً اپنی تمدنی بھاری چادر میں جو چراغ ٹمٹما رہا تھا وہی جلتا رہا اور پٹیل یہ کہتا ہوا اپنی قندیل لیکر چلتا بنا کہ مدرس صاحب کو کاوندکار اطلاع کر دیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ تواضع خوش خلقی ظاہر کیگئی تھی مدرس صاحب کیلئے تھی مجھے پٹیل کی اس حرکت سے سخت صدمہ ہوا۔ گرد پیش کا جان و دوش۔ جو کچھ توشہ ساتھ تھا کھا کر سو رہا۔ غرض اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ حال تک بھی دیہات کے لوگ سررشتۂ تعلیمات سے بیخبر تھے۔ اور سررشتۂ تعلیم کے ملازموں کی ان کے پاس کوئی قدر نہ تھی مقصیوں کے دوکانداروں سے با وجود کافی محنت دینے کے سودا نہ اچھا نہیں ملتا تھا۔ اور بیچارے مدرسین طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے اپنے فرائض منصبی کو انجام دیا کرتے تھے۔

میں نے اپنے دورہ میں دیہاتی مسلمانوں کی حالت عموماً یہ دیکھی۔ اکثر مسجدیں ویران اور بے چراغ تھیں۔ اور شب میں جانوروں کا مسکن بنتی تھیں۔ اکثر مسلمان صرف نام سے پہچانے جاتے تھے۔ ان کی اور ان کی عورتوں اور بچوں کا تمام طرز زندگی اور لباس بالکل ہندوؤں کا تھا۔ ہندوؤں کی رسومات میں مسلمان عموماً شریک رہتے تھے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ میں مدرسہ کے معائنہ کی غرض سے ایک مقام پر پہنچا جہاں ہندوؤں کی کوئی بڑی جاترا تھی۔ جاترا کی وجہ مدرسہ کو تعطیل دیگئی تھی جس روز میں پہنچا ہوں اس روز شام میں رتھ کشی تھی۔ یعنی اس دیوتا کی مورت کو رتھ میں بٹھا کر ہندو اعتقاداً اس بڑی رتھ کو خود کھینچتے تھے۔ تماشے کی خاطر میں بھی اُس مقام پر پہنچا جہاں رتھ کھینچی جانے والی تھی۔ اس تعقیب کے اطراف و جوانب سے کثرت سے زائرین جمع آئے تھے اور رتھ کے مقام پر بہت بڑا اژدحام تھا۔ بارہ بجے شام کے قریب رتھ کشی کی تیاری شروع ہوئی مگر کامل ایک گھنٹہ گذر گیا۔ اور رتھ کشی نہ ہوئی۔ میری صحبت آگئی تھی۔ اور میں واپس ہونے والا تھا کہ میرے چپراسی کی زبانی معلوم ہوا کہ رتھ کشی کیلئے ملّا صاحب کا انتظار ہو رہا ہے۔ جن کے آنے پر نہیں رتھ کشی نہیں ہو سکتی اس بات کو سنکر مجھے بڑا تعجب ہوا کہ مسلمان اپنے عقائد میں اتنے پست ہو گئے ہیں کہ رتھوں کو اعتقاداً کھینچتے ہیں اور اب اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ اسوقت ہندو اتنے بے تعصب تھے کہ رتھ کشی میں بھی مسلمانوں کی شرکت کو پسند کرتے تھے اور اب ایک دوسرے کے دشمن جانی بنے ہوئے ہیں۔ غرض یہ اسوقت بڑی قوجہ کے ساتھ ملّا صاحب کے انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں ملّا صاحب سفید و صوفی باندھ اگرکھا پہنے اور سر پر پگڑی رکھے ہوئے بہت سے مسلمانوں کے ساتھ تشریف لائے۔ اور آتے ہی اگر کھے کا دامن کمر کے لپیٹ کر سب کے ساتھ جاترا میں مسلمان اور ہندو دونوں شریک تھے رتھ کا رسہ پکڑ کر دین دین کہتے ہوئے رتھ کھینچنے لگے۔ اور کچھ دور تک رتھ کو کھینچکر لے گئے۔ مگر یا رتھ کشی ہو گئی۔ اسکے بعد جمع منتشر ہو گیا۔ دور سے یہ سمجھ آتا تھا کہ ایک اسلامی مقام پر بھی ہندو جہاں بہت کم مسلمان آباد تھے۔ اور جہالت کی وجہ اسلامی طریقہ پر جانور کو ذبح کرنا نہیں جانتے تھے۔ اس لئے کبھی ملا کی پڑھ کر دم کی ہوئی چھری اپنے پاس رکھتے تھے اور اس سے بے کھٹکے جانوروں کی گلو بنیں کاٹتے تھے۔ وہاں میں نے پڑھی ہوئی چھری کو دانتہ کی صورت میں دیکھا۔

رفتہ رفتہ سرکار نے مدرسین کی اصلاح کیطرف توجہ کی اور تعلیمات کیلئے زیادہ رقم دینے لگی۔ اس سے لائق مدرسین فراہم ہوتے گئے۔ اور کارگذار مدرسوں کی تنخواہوں میں خاصہ اضافہ ہو گیا۔ الحمد للہ یہ سب روشنائی کی برکت ہے۔ (حذا الفضل تا دیر قائم رکھے) کہ تمام محکموں کی اصلاح ہوئی محکمہ تعلیمات کی اصلاح کا اصلی سنگ بنیاد ڈاکٹر المالطینی کے ہاتھوں رکھا گیا جن کے پہلے ملک کی تعلیمی حالت ایک مستقل عہد میں تھی۔ ڈاکٹر صاحب ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس جمود میں ایک ہیجان پیدا کیا۔ لیکن وہ تعلیمی نظام کے اس ہیولے کو مکمل کرنے سے پہلے ہی حیدرآباد سے رخصت ہو گئے مگر ان کے اس مختصر دور میں بھی جو اصلاحی حرکت پیدا ہوئی اسپر ملک کو ڈاکٹر صاحب شکر گذار ہونا چاہئے۔ اس اصلاحی تحریک کی تکمیل اس شخص کی منظر تھی جس کے جد اعلیٰ نے شمالی ہند میں تعلیم کا چراغ روشن کیا تھا۔ نواب سید و جنگ بہادر فی خاندانی روایت اس طرح پوری ہوئی کہ انھوں نے جنوبی ہند میں وہی کام کیا جو ان کے جد بزرگ نے شمالی ہند میں کیا تھا۔

اس سلسلے میں نواب سید نواز جنگ بہادر (محمد اکبر حیدری صاحب) کا نام بھی نہیں بھلایا جا سکتا۔ صاحب موصوف نے پہلے بہ حیثیت معتمد مخلصات اور پھر بہ حیثیت صدر المہام انجمان تعلیم عمومی میں جو کچھ بھی کی ہے وہ موجودہ ترقی تعلیم کی روح رواں رہی ہے۔ تعصر صاً آپ صدر المہامی کی حالت میں سے متعدد کثیر مالی امداد تعلیمات کو دی ہے اور کئی مکتبوں کے خانہ بدوش مکتبوں کیلئے مکان و کتب کی موجودہ تعلیمی حالت کو بیان کرنا فضول ہے۔ ملک کی تعلیم اور عثمانیہ یونیورسٹی سے کون ناواقف ہے جس مقام پر اس زمانہ میں مڈل سٹرک پاس شخص کا وجود نادر تھا اسے تھا وہاں اب بی۔ اے۔ ایم۔ اے اور ولایت کے تعلیم یافتہ حضرات کا وجود تجربات سے ہمیں گنوا جاتا ہے غرض میں سمجھتا ہوں کہ گو یا میں نے ملک دکن کو عہد بھری سے گزار کر عہد نقرئی میں قدم رکھتے دیکھ لیا۔ اور اس کا عہد زریں وہ ہوگا جبکہ یہاں کے نوجوان دفتری میز اور قلم کی جگہ قدآدم مشین اور ہتوڑا تھامیں گے۔

سوسائٹی کے فروغ میں بڑا حصّہ لیا۔ اپریل ۱۹۱۰ء میں ہندستان اور برہما کے سرکاری سطلاع کے حسابات کی تنقیح اور جانچ کا کام خاص طور پر آپ کے تفویض ہوا۔ اس سلسلہ میں آپ کو ہندوستان اور برہما کے بڑے بڑے شہروں کے معائنہ کا موقع ملا۔ آپنے مبسوط رپورٹیں لکھیں اور حیدری اسکیم مرتب کر کے سرکار میں پیش کی جس پر حکومت نے اظہار خوشنودی کیا۔

اس کے بعد سے حیدری صاحب کا حیدرآباد دور شروع ہوتا ہے غالباً اس شہر کے نام کی مناسبت نے آپ کو یہاں کھینچ لیا۔ کہ آپ ۱۹۰۵ء میں صدر محاسب بنکر حیدرآباد آئے۔ یہاں آپ کو بہت کام کرنا پڑا آپ نے سب سے پہلے محکمۂ مال کی تنظیم کی۔ اور طالبین کے تقرر کیلئے امتحان مقرر کیا۔ تنقیح مسائل کے سلسلہ میں بہت سی اصلاحیں کیں اور دفتر مدار المہامی کو ایک باقاعدہ دفتر بنا دیا۔ ۱۹۰۶ء میں آپ ممتحن فینانس بنائے گئے۔ اس زمانہ میں وزیر فینانس سر جارج بلس (کہ جو بعد میں سر جارج حیدری کے نام سے مشہور ہوئے) کو آپ سے بڑی عقیدت ہوگئی۔ سر جارج کو بہت مدد دی جسکا سر جارج نے اکثر فراخ دلی سے اعتراف کیا۔

حیدرآباد میں آپ کے کارناموں کا مکمل بیان اس مختصر مضمون میں مشکل ہے۔ ان میں چند ایسی باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ جو حیدرآبادی اجتماعی حالت پر بہت اثر ڈالتی ہیں

نواب حیدر نواز جنگ نے یہاں کے خورد و کے نرخ کی اصلاح کی اور تمام سرشتہ جات میں تخمینوں کی گریڈ مقرر کیا۔ اسکے پہلے یہاں تخمینوں کی گریڈ کا طریقہ رائج نہیں تھا۔ یورپ اور ایشیا میں تعلیم کیلئے طلبا کو وظیفہ دیکر روانہ کرنے کا طریقہ جاری کیا اور یورپ اور ایشیا کے نام سے دو قسم کے مختلف وظائف تعلیمی مقرر کر دئے۔ جن سے سینکڑوں ہونہار طالب علم یورپ اور ایشیا کے مختلف مقامات پر تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں۔

آپ نے مجریہ گرلز اسکول کی بنا ڈالی جہاں حیدرآباد کے شرفا کی لڑکیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرتی ہیں۔

۱۹۰۸ء کے طوفان۔ دور موسی میں آپ نے اور خاتون محترمہ بیگم حیدری نے بے خانماں مصیبت زدوں کی امداد میں جوان تھک محنت کی ہے وہ حیدرآبادیوں کو دلوں سے محو نہیں ہو سکتی۔ حیدری صاحب نے طغیانی کے متعلق ایک اسکیم مرتب کی تھی ۱۹۱۰ء میں آپ امور داخلہ کے معتمد بنائے گئے۔ اس نئی خدمت پر آنے کے بعد آپ کو اپنی اصلی دلچسپی کی خبر کی تعلیمات کو ترقی دینے کا موقع ملا۔ آپ معتمد فینانس کی حیثیت سے سر مہیمو کی خدمات کے معاً بعد جانے کیلئے تحریک کی تھی آپ معتمد تعلیمات کی حیثیت سے وہ تحریک بروئے کار آئی مسٹر مہیمو حیدرآباد آئے اور سرشتہ تعلیمات کیلئے دو پیش بہا کام کیا آپ تاکل کی رپورٹ تعلیمات کے عہدہ داروں کے لئے تشفی بخش ہے۔ مسٹر مہیمو نے جن جن چیزوں کی سفارش کی تھی حیدری صاحب نے ان کو اپنی رپورٹ کے ساتھ گورنمنٹ میں روانہ کیا میں یہ ضروری فاروقی ۱۹۱۲ء میں حیدرآباد میں صدر محاسب (نواب معتمد دولت) کی حیثیت سے سرکار ہند سے مستعار لی گئیں۔ اور وہ ناظم تعلیمات مقرر ہوئے تعلیم کے ان دو پیچھے پیشہ اثروں کے تجاذل نے حیدرآباد کی تعلیمی حالت میں اعجاز دکھایا کہ شاید عام حالت کے تحت اس نوبت پر پہنچنے کیلئے کئی قرن درکار ہوتے۔ تعلیمات کا مارژ ایک لاکھ سے اڑسٹھ لاکھ پہنچ گیا اور جس ملک میں مڈل اور میٹرک پاس شخص کا درجہ تعلیمیت گنا جاتا تھا وہاں اب یونیورسٹی کی گریجوئی پیدا ہو رہی ہے جو تعلیمی حیثیت سے کسی ملک کی معراج ہو سکتی ہے۔

۱۹۱۶ء میں حیدری صاحب نے اردو یونیورسٹی کے قیام کی تجویز کی اور اسی سال حضور میں عرضداشت گزرانی جسکو روشن ضمیر بادشاہ نے منظوری کا شرف بخشا۔ سرعثمان کی نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہی دنوں میں دارالترجمہ قائم ہوا ۱۹۱۷ء میں یونیورسٹی کا افتتاح ہوا اور ۱۹۲۶ء تک طلبا کی تعداد سات سو سے بڑھ گئی۔

اس سلسلہ میں نواب حیدر نواز جنگ بہادر کی تعمیری اور فنون لطیفہ کی دلچسپیوں اور کارناموں کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہوگی۔ حیدرآباد میں عدالت العالیہ، صدر دواخانہ، دارالشفا کالج کی جو شاندار خوبصورت عمارتیں دیکھائی دیتی ہیں انکا ہیڈ انجنیئر حیدری صاحب ہی کے دماغ میں پیدا ہوا تھا یہ عمارتیں انھیں کی تحریک کا نتیجہ ہیں ۱۹۱۰ء میں آپنے آثار قدیمہ کا ایک محکمہ قائم کیا۔ اور ایلورا اور اجنٹا کے عجائب و نگار خانہ کا زمانوں کو محفوظ کرنے کی تدبیر کی نہ صرف ایلورا اور اجنٹا ہی بلکہ دیگر کا شہر بندر اور تلب شاہیوں کے فرشتا گنبد بھی آپکے مرہون منت ہیں۔

۱۹۱۶ء میں حیدرآباد میں ایگزیکٹیو کانفرنس قائم ہوئی۔ آپ اسکے پہلے صدر منتخب کئے گئے ۱۹۱۷ء ہی میں آپ نے جنوبی ہند کی تعلیمی کانفرنس کی بھی صدارت کی۔ بمبئی، مدراس وغیرہ کے مسلم اور شمالیہ یونیورسٹیوں نے آپکو اپنا فیلو بنایا۔ وغیرہ کہ مسلم اور شمالیہ یونیورسٹی میں آپ انتظامی کونسل کورٹ اور مجلس علمی کے بھی رکن ہیں۔

۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۱ء میں آپ عارضی طور پر محکمۂ صنعت و حرفت کے بھی مہتمم رہے سترہ دیکھیلد کی رخصت کے زمانہ میں آپنے صدر ناظم محکمۂ صنعت و حرفت کی خدمت بھی انجام دی۔

اپریل ۱۹۲۱ء میں سرکاری ملازمت سے سرکار ہند کی ملازمت میں اپنی اصلی خدمت پر لوٹ گئے اور صوبہ بیجی کے صدر محاسب مقرر ہوئے۔ اسٹرچ آپ پہلے ہندوستانی ہیں جسکو سرکار ہند میں صدر محاسب کا درجہ دیا گیا۔ یہیں آپ نے چند ہی ماہ اپنی خدمت انجام دی کہ حضرت نے آپ کو طلب فرمایا۔ آپ اپنی اصلی خدمت کے وظیفہ تبکر پھر حیدرآباد چلے آئے۔

جولائی ۱۹۲۱ء میں آپ سر نگلانی کی جگہ زیر مالیات دریلوے مقرر ہوئے۔ تا اتمام اسکیم کہ جو ایک کروڑ روپیہ سے زیادہ مصارف کا اضافہ ریاست کے اخراجات میں ہو چکا تھا۔ آپ نے محکمہ بندی کی تحریک سرکار میں پیش کی جس باب حکومت نے منظور کر لیا۔ پہلے پہل عہدہ دار اس تحریک کے مخالف تھے لیکن بعد میں یہ تحریک پھر تین سال کیلئے منظور ہوئی

آپ نے تعمیرات آبپاشی اور بندرگاہ (Drainage.) محکمہ کو بہت مدد پہنچائی اور ہمیشہ ان محکموں کیلئے بڑی بڑی رقمیں موازنہ میں مخصوص رکھا کیئے۔ جب آپ نے وزارت مالیات کا جائزہ لیا تھا۔ تو اس وقت آپ کو (۵۷) لاکھ روپیہ ریلوے کی توسیع کیلئے قرض لینا پڑا تھا آپ نے یہ رقم ادا بھی کر دی اور اس سال کے موازنہ میں (۴۰) لاکھ کی بچت دکھائی ہے۔

توسیع ریلوے کا کارنامہ آپکی بصیرت مآلی قدر کا زمانہ ہے۔ حیدرآباد سے عالم پور تک چھوٹی پٹری کی ریل تیار ہو چکی ہے۔ اور عنقریب یہ گرفو تک پہنچ جائیگی۔ اس سے منگلور تک مستقل راستہ ہو جائیگا۔ ریلوے کا دوسرا کارنامہ ونگل سے بہادر شاہ تک (۵۰) میل کی بڑی پٹری کی ریل کی منظوری ہے۔ یہ لائین نصف کے قریب تیار ہو چکی ہے۔ اور گاڑیاں چل رہی ہیں۔ اس سال بقیہ لائین کی تکمیل ہو جائے گی۔ اس لائین کی تعمیر سے مدارس سے دہلی تک (۵۰۰) میل مسافت کی کمی ہو جائے گی۔ اور مدراس سے دہلی تک ڈاک اسی راستہ سے جائے گی۔

آپ ہی نے کولی کاناوں تک بڑی لائین کی توسیع کرائی۔ ڈاکٹر صاحب کے عہد آپ ریلوے سے سرکاری ڈائرکٹر مقرر ہوئے۔

۱۹۲۵ء میں شملہ میں تمام ہندوستان کی یونیورسٹیوں کی کانفرنس منعقد ہوئی اس میں شمالیہ یونیورسٹی کی نیابت آپ نے اور نواب مسعود جنگ بہادر (مسعودی سید راس مسعود صاحب) نے کی۔ اس کانفرنس میں انڈین یونیورسٹی بورڈ قائم ہوا آپ اس کے پہلے صدر مقرر ہوئے۔ دسمبر ۱۹۲۵ء میں پنجاب یونیورسٹی نے آپکو ڈاکٹر آف لٹریچر کی ڈگری دینے کے لئے مدعو کیا۔ وہاں آپ نے ایک پرمغز خطبہ دیا۔

حیدرآباد کا ادارۂ دائرۃ المعارف ایک ایسا مشہور علمی ادارہ ہے جسکی شہرت ہندوستان سے گزر کر یورپ کے مستشرقین تک پہنچ چکی ہے۔ اور حقیقت میں یہ ادارہ حیدرآبادی علمی زندگی کا بہترین کارنامہ ہے۔ نواب حیدر نواز جنگ بہادر اس ادارہ کے رکن تھے۔ نواب عماد الملک بہادر کی وفات کے بعد آپ اس کے صدر بنے اس ادارہ کی توسیع کے لئے نواب حیدر نواز جنگ کی کوشش سے چھ لاکھ روپیہ ملا گیا۔ اب تک اس کے مطبع سے سو سے زیادہ نادر کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

اردو پر آپ نے ایک اور احسان یہ کیا کہ اپنی ذاتی دلچسپی اور ہمت افزائی سے اردو کے تحقیقی مروف طباعت ڈائپ (ٹائپ) نے والے آرچر پوائپ ابھی صحیح معنی میں مکمل نہیں ہے۔ مگر آپ کی ذاتی دلچسپی سے امید ہے کہ اس میں اور ترقی ہوگی۔ اور یہ مکمل حالت میں آجائیگا۔

تہنیت مبارکباد سالگرہ ۱۹۲۷ء آپکو نواب حیدر نواز جنگ بہادر خطاب دیا گیا۔

(باقی آئندہ)



ڈاکٹر حیدر نواز جنگ بہادر

ال۔ال۔ڈی۔

صدر المہام والیات حیدر آباد دکن

اس سال عثمانیہ یونیورسٹی کے جلسۂ تقسیم اسناد کے موقع پر اس میں ایک خاص دلچسپی کی چیز نواب حیدر نواز جنگ بہادر کو ال ال ڈی کی ڈگری کا عطا کیا جانا تھا۔ نواب صاحب کو اس ریاست کی خدمت کرتے ہوئے تقریباً ربع صدی گذر چکی ہے۔ اس طویل مدت کے قیام حیدر آباد کا نتیجہ یہ ہے کہ نواب صاحب کو ان کے مشہور نام "حیدری صاحب" سے حیدر آباد کا بچہ بچہ جانتا ہے۔ سرکار کی قدر دانی نے "نواب حیدر نواز جنگ بہادر" کا خطاب دیا اور وہ دن دور نہیں کہ نواب حیدر نواز جنگ بہادر "نواب اکبر الدولہ" اور "نواب اکبر السلطنت" بھی بن جائینگے گران کی سرد مہری نے "حیدری صاحب" جو خطاب دیا ہے جس عقیدت کے ساتھ حیدر آباد کے بچہ بچہ سے ہر ایک کے دل اور زبان پر یکساں قایم رہیگا۔

اس میں کس کو شک ہے کہ ڈاکٹر حیدر نواز جنگ کی زندگی ایک کامیاب زندگی ہے۔ اور انھوں نے حیدر آباد کی تعلیمی حالت کو جس بلندی پر پہنچایا ان کے اس قومی خدمت سے کون انکار کرسکتا ہے۔ قومی خدمت کا لفظ آج کل کچھ ایسا معنی رکھتا ہے۔ جس ان دو الفاظ سے ایسی ہستیوں کا تصور ہوتا ہے جو کسی سرکاری رشتہ سے وابستہ ہوں جو عمدہ مسند نشین تقریریں کرتی ہوں بغیر صحیح راستہ دریافت کئے قومی آزادی کا سامراز راگ گاتی ہوں لیکن یہ الفاظ ان کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہتے ہیں جو لوگوں نے دن رات داغ سوئی کی غذا کے تیار کئے۔ اعلا جس مرتبہ کیلئے اور بڑی بڑی کوششوں سے ہماری جاہل قوم کا علم کی طرف راغب کیا۔ ہمیں ایسے لوگوں کو قومی خادم کہتے ہوئے آتی ہچکچاہٹ ہے۔ نواب حیدر نواز جنگ بہادر کے ابدا و کامیابی وطن ملک عرب تجارت کے سلسلے میں ان کے آبا و اجداد نے ہندوستان کا رخ کیا پہلے گجرات میں آئے اور پھر حیدر آباد کو اپنا وطن بنا لیا۔ ان کی تجارت کا سلسلہ یورپ اور مشرق اقصیٰ تک پھیلا ہوا تھا۔ تاجروں خوش قسمت ان ان ہے جو کسی قوم میں اس قوم کے دوسرے افراد سے پہلے مختلف ملکوں اور مختلف طریقوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ نواب صاحب کے بزرگوں کو بھی اسی تجارت نے انگریزی تعلیم کی ضرورت سمجھائی اور ان کے خاندان میں ان کے پہلے اس طرف توجہ کی انھوں نے صرف ہندوستان ہی میں اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلانے پر بلکہ انگلستان بھیجنے پر بھی بھیجا۔ اسطرح نواب حیدر نواز جنگ کی نوشکل تعصبی تھی کہ ان کی ولادت سے پہلے ہی ان کے خاندان میں روشن خیالی اور جدید تعلیم کی روشنی پھیل چکی تھی۔

نواب حیدر نواز جنگ بہادر ۸ نومبر ۱۸۶۹ء کو بمبئی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والدہ اور نانی صاحبہ نے دی۔ اور جب ہی محبت داڑی (بمبئی) کے انگلو اردو اسکول میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد وہ الفنسٹن نانی اسکول داخل ہوئے مگر یہاں سے وہ چھ مہینے کے بعد سنٹ زیوی اردو نانی اسکول میں شریک ہوئے۔ اس مدرسہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور پھر سنٹ زیوئر کالج میں اعلیٰ تعلیم کیلئے داخل ہوئے۔ اس کالج سے انھوں نے ۱۸۷۷ء میں کی میٹرکولیشن بی اے آنرز کا امتحان پاس کیا۔ اپنے طالب علمی کے زمانے میں بہت ممتاز طالب علم ثابت ہوئے اور کالج سے اکثر انعامات اور وظائف حاصل کرتے رہے۔ کالج میں انھوں نے تاریخ۔ معاشیات۔ انگریزی ادب اور لاطینی زبان کی تعلیم پائی۔ بی۔ اے کے بعد انھوں نے ال ال بی میں شریک ہوئے اور اس کا پہلا امتحان پاس کیا۔ ابھی دوسرے سال کا امتحان کا رزلٹ نہیں ہوا تھا کہ انڈین فینانس کیلئے سرکار نے ان کا انتخاب کیا۔ اس طرح ال ال بی کی ڈگری نہ لے سکے۔

فینانس کے امتحان میں بیسویں اول آئے اور انڈین فینانس ڈپارٹمنٹ میں ۱۸۸۳ء میں اسسٹنٹ کنٹرولر کی حیثیت سے ان کا تقرر اکبور پر ہوا۔ آپ کے زمانہ قیام اکبور میں وہاں انجمن حامی اسلام کی بنیاد پڑی جسکے آپ لائف پریسیڈنٹ مقرر ہوئے اس انجمن کے تحت ایک اسکول کھولا گیا جو ترقی کر کے ہائی اسکول تک بن گیا۔ یہ ہوا آپکا پہلا قومی کارنامہ تھا۔

جولائی ۱۸۸۸ء میں آپکا تبادلہ لاہور کرنسی آفس پر ہوا لیکن چار مہینے کے بعد ہی محکمۂ پر تبدیلی ہوئی جہاں آپ (۵) سال چار مہینے رہے محکمۂ سے آپکا تبادلہ مدراس پر ہوا۔ آپ نے صدر محاسب کی حیثیت سے الہ آباد پر ہوا۔ الہ آباد میں آپ میور سنٹرل کالج کے گورننگ باڈی کی نشوونما میں بڑی مدد دی۔ اپریل ۱۸۹۵ء میں آپکا تبادلہ بمبئی پر ہوا۔ الہ آباد میں آپ نے اسلامی کام تو وہ انجام دیا کہ محمڈن بورڈنگ ہاؤس میں مدد دی اور ہندوؤں کے ساتھ آپ کا سلوک ایسا رہا کہ آپ کے تبادلہ پر الہ آباد کے ہندوؤں نے ایک شاندار وداعی جلسہ دیا۔

اسی زمانہ میں آپ کی شادی بمبئی میں آپ کے ماموں نجم الدین طیب جی صاحب مرحوم کی پانچویں صاحبزادی سے ہوئی ۱۸۹۶ء میں آپکا تبادلہ مدراس پر نائب صدر محاسب کی جگہ ہوا وہاں آپ نے انجمن اسلامیہ اور محمڈن اسٹریٹی

بقیہ جاپان اور حیدرآباد

صفحہ (۳۹) کا کالم (۳)

تمہاری فلاح اور بہبودی میں بے دریغ امداد دینے کیلئے تیار ہے۔ صرف تمہاری اولوالعزمی، محنت اور استقلال کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر مہاراج حیدرآباد میں ترقی کی جو کچھ بھی جھلک نظر آتی ہے وہ سب حکومت کا کیا کرایا ہے۔ عام اہل ملک کا کوشش کو مطلق دخل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی تمام تر صرف اپنا ایک قالب بے روح دکھلائی دیتا ہے۔ بس اے ہم وطنو! اپنے خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ آنکھیں کھول کر دیکھو کہ تم کون ہو اور کہاں ہو۔ تمہارے ساتھی جن کے ہمراہ چلنے کیلئے تم نے مکہ معظمہ باندھی تھی، اپنا گنج مقصود حاصل کر چکے۔ مگر ایک تم ہو کہ اپنے تن بدن کا ہوش بھی نہیں رکھتے۔ اگر قسمیں کامرانی کی زندگی کا مطلوب ہے تو خلوص محنت اور آہنی عزم و جذبہ کے ساتھ اپنی ترقی میں مصروف ہو جاؤ ورنہ تمہیں دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں۔

اللہ کو طلسمت ہوئی پیدا افق خاور سے
بزم میں شعلہ نوائی سے آجا لاکر دیں
ایک فریاد سے اندیشہ دانی ساط
اسی ہنگامہ سے محفل تہ و بالا کر دیں
اس چمن کو مسیحی آئین مزکا دے کر
نظر و شبنم ہے ایہ کو دریا کر دیں

نظم و نظار اصفی
یعنی
تشریح الیاسی

اس میں تاریخی واقعات کے ساتھ سیاسی معاملات کی تشریح کی گئی ہے۔ سابق فرمان روایان ممالک مختلفہ، تصریح قومیت، وطن، تعلیم سیاسی اصول فرمان روائی کے تحت وہ امور درج ہیں جو قابل دید و لائق داد ہیں۔ اسے مصنف جناب مولوی سید حسن صاحب مترجم محکمہ مذہبی سیاسیات سرکار عالی ہیں جن کو تصنیف و تالیف و ترجمہ میں مہارت تامہ حاصل ہے اور جو اہل اردو کے سلیقہ نویس انشاپرداز ہیں۔ آج تک فن سیاسیات میں ایسی کتاب لکھی نہیں گئی۔ اس میں اصول و مبادی علم سیاسیات و فلسفۂ تاریخ نامدلل طور پر تحریر کیا گیا ہے فن سیاسیات کے معلومات کے قطع نظر ریاست حیدرآباد و دکن کے نظم و نسق اور مباحث سیاسیہ کا آئینہ ہے مابین جناب فضائل مآب نواب نظامت جنگ بہادر دام اقبالہ صدر المہام امور عالیہ با مکارم آثار نواب مہدی یار جنگ بہادر مغفور سررشتہ سیاسیات سرکار عالی نے اکسوانے اسٹرلنگ سے مزین کرنیکا افتخار بخشا ہے قیمت ..... عہ

المعلن سید عبدالرزاق تاجر کتب جاپان ریذیڈنسی حیدرآباد دکن

بقیہ ہندوستان میں سائنس کی تعلیم اور ریسرچ

صفحہ (۸) کا کالم (۳)

منتخب ہو چکے ہیں اور سینکڑوں سفارشیں انگلستان اور امریکہ کے سائنٹفک سالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ سابق میں ہند کے جدید علوم و فنون کے اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور قابل سے قابل استاد و معلم موجود ہے کہ انھوں نے مغربی دنیا سے یہ علم و فن سیکھا ہے مغربی دنیا کے استاد کی نظروں میں اس وقعت و احترام سے نہیں دیکھے جاتے تھے جس کیلئے وہ فی الحقیقت مستحق تھے اور جو کچھ علمی اعزاز اہل ہند کو حاصل ہوتے ہیں بہت زیادہ تر جگر علم میں ہندوستان کی شرکت کے بعد ہی حاصل ہوتے ہیں۔ یہ اتفاقی اور عارضی حق شناسی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اب ہندوستان میں سائنٹیفک ریسرچ کا کام بہت بڑے پیمانہ پر شروع ہو گیا ہے۔ پہلے صرف چیدہ چیدہ اشخاص کا کام گنا جاتا تھا اس میدان میں قدم رکھتے تھے اور تجربہ خانوں وغیرہ کی قلت و کم استطاعتی ان کے مسلسل کامیابی کے مانع ہوا کرتی تھی۔ صنعت و حرفت میں بھی جو کامیابی خالص ہندوستانی سرمایہ اور ہندوستانی تعلیم یافتہ اشخاص کے زیر ہے ہوئی ہے بہت امید افزا ہے۔ بطور مثال صرف بنگال کیمیکل اینڈ فارماکیوٹیکل ورکس BENGAL CHEMICAL & PHARMACOUTICAL WORKS. کا نام پیش کرنا کافی ہے۔ علم کے صرف ایک بنگالی رشید ائی اور انیشار و صداقت کی زندہ و مقبول سرپرستی سر رائے (SIR P.C. RAY) کی کوششوں سے یہ کارخانہ وجود میں آیا۔ اور صرف ۷ سے ہی عرصہ میں اس کو دنیا کے سامنے اچھی کامیاب بنا کر دکھایا۔ اس کارخانہ میں علاوہ معمولی کیمیکل وکیمیائی عزریات کے انگریزی طب کی دوائیاں اور بعض ہندوستانی دوائیاں بھی نہایت باقاعدہ طریقہ پر تیار کی جاتی ہیں۔ اصلاح کی اگرچہ اس میں بہت کچھ گنجائش ہے۔ تاہم اب تک جو کچھ ہو چکا اور اس وقت ہو رہا ہے قابل مبارک باد ہر جگہ کے شہریوں بمحاظ حالات خاص اس کے مقابل کارخانے قائم ہو سکتے ہیں لیکن اس کے لئے سائنس کے اعلیٰ تعلیم یافتہ تجربہ کار اشخاص اور قوم پرست سرمایہ داروں کا اتحاد و فیاضی ہے۔ اگر یہ بات پیدا ہو جائے تو مشکل سے مشکل کام آسان ہو سکتا ہے

بقیہ کالم (۳)

غزل از جناب کمالی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ صدر اعظم باب حکومت ۳۶

غزل - نواب حمید یار جنگ بہادر (مولوی سید علی حیدر) تخلص طباطبائی (لکھنوی) ۳۶

خطوط (ایک مصری افسانہ) مترجمہ مولوی محمد مظہر الدین صاحب بقیہ ۳۷، ۳۸، ۳۹

جاپان اور حیدرآباد - از احمد عارف صاحب حیدرآبادی ۴۰

نواب سجود جنگ بہادر ۴۱

جنگلی کی عملی حالت - از مولوی محمد سلطان صاحب ۴۳
مصنف دقائق زنگلی مرتع دکن بیسرگلو وغیرہ۔

اکبر حمید نواز جنگ بہادر - ال ال ڈی ۴۶

فہرست مضامین

سالگرہ نمبر

	صفحہ
تصویر اعلیحضرت حضور پرنور	۱
کلام الملک ملک الکلام	۲
شذرات	۳
مقالہ ادارہ (سالگرہ ہمایونی)	۵
سوانح اعلیحضرت حضور پرنور عثمان علیخان بہادر	۶
ہندوستان میں سائنس کی تعلیم اور ریسرچ از جناب مولوی محمد عبدالرحمن خانصاحب ایم۔ اے۔ آر۔ سی۔ ایس۔ پی۔ ایس سی (لندن)، صدر کیمیکل جامعہ عثمانیہ۔	۸
یادرفتگاں از جناب نیلسنی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ صدر اعظم باب حکومت۔	۹
ایام گزشتہ کی یاد۔ از ڈاکٹر عبدالحق صاحب۔ بی۔ اے۔ ڈی۔ فل (اکسفورڈ)	۱۱
لیئن کے واغ کا امتحان - اقتباس	۱۳
دستور حکومت ہند۔ از محمد سیر خانصاحب بی۔ اے۔ ایچ سی اس	۱۴
اصول انقلاب۔ از محسن علی مرزا صاحب پروفیسر شرائط لاہور فیروزانوں کالج علیگڈھ	۱۵
ایچ۔ جی۔ ویلس کا ایک خط - اقتباس	۱۷
محمد علی باشا۔ از ڈاکٹر طہٰ حسین آفندی۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (پیرس)	۱۸
جاپانی صحافت - ترجمہ از محمد مظہر الدین صاحب لطیفی	۲۱
دکنی ادبیات - از سید محمد صاحب بی۔ اے	۲۳
جنگ عظیم اور جنگ تری دیوتاؤں کا دریائی قحط۔ مترجمہ محمد حمید اللہ صاحب	۲۴
ندیم۔ از سید محمد حسن صاحب رضوی بی۔ اے مترجم کمالات سیاسیہ فلاطونیہ	۲۹
چار مینار کی گپ - ایک بوڑھے کے قلم سے	۳۱
قطعات تہنیت جشن سالگرہ مبارک از نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل	۳۱
قصیدہ در مدح اعلیحضرت خسرو دکن از نواب حمید یار جنگ بہادر (مولوی سید علی حمید نظم طباطبائی لکھنوی)	۳۱
مسدس دعائیہ - از خجستہ محمد ابراہیم صاحب تعلو	۳۲
مسدس مدحیہ - از محمد سعید صاحب بی۔ اے	۳۳
مسدس دعائیہ - از محمد حبیب اللہ صاحب تاجی بی۔ اے	۳۴
قطعہ تہنیت - (از ابوالفیض صاحب فیاض حیدرآبادی)	۳۴
الشرع عین الحکمۃ از جناب نیلسنی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ صدر اعظم باب حکومت	۳۵

کتب خانۂ تجارتی سید عبدالرزاق تاجر کتب اینڈ پبلشر و مالک رزاقی مشین پریس چارمینار حیدرآباد

القاموس العلمی الادبی انگریزی و اردو

ایک نہایت بسیط و جامع مستند لغت ہے جس کو علامۃ الدہر مولینا سید مختار احمد ذوالعلم والاخلاق مولانا سید غلام مصطفےٰ نجفی نے مدون کیا ہے۔

اس میں تقریباً دو لاکھ انگریزی الفاظ و مصطلحات کے معنی تحلیل اور فلسفہ لغویۃ (فلالوجی) کما ینبغی تحقیق و تدقیق اور توضیح و تصریح کے ساتھ اردو زبان میں لکھا گیا ہے۔ تمام قدیم و جدید معارف و صنائع و علوم و فنون (علم کیمیا۔ علم طبیعیات۔ علم ریاضی۔ علم الفلک (ہیئت) علم الحیوٰۃ (نباتات و حیوانات) علم القصاد و الاجماع۔ علم التنفس۔ فلسفہ۔ طب اور اسکے شعب و فروع۔ علم الآثار والمتحفات۔ تاریخ و جغرافیہ۔ علم سیاسک و قانون۔ التقیات و مذاہب علم طبقات الارض علم الانسان۔ علم الاقوام۔ ادبیات و لسانیات وغیرہ وغیرہ کے انگریزی (یونانی لاطینی) اصطلاحات کے صحیح مترادفات عربی، فارسی، ترکی، اردو، سنسکرت ہندی وغیرہ میں بتائے گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ مغرب (یورپ) اور مشرق (مصر و شام ایران و ہند) کی ایک صدی کے معلومات کو صدہا کتب لغات، مقالات، دائرۃ المعارف، و مباحث علمیۃ سے بامعان نظر مطالعہ اور دو تحقیق کر کے ایجاز کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ ایسا علمی و ادبی لغت آج تک ہندمیں تو کیا مصر و شام اور افریقہ (یورپ) میں بھی مدون نہیں ہوا۔ اس کے مقصل اہمال شائع ہو رہے ہیں بشتاق علم و ادب کو چاہئے کہ اپنے اسمائے گرامی درج رجسٹر کرائیں کہ چند ہزار ہی نسخے چھپوائے جا رہے ہیں۔ فوری اعتنا نہ کی جائے تو طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا۔

قاموس الاغلاط

اغلی انتقاد ادبی کی پہلی کتاب جو السنۂ عربی و فارسی و اردو میں تصنیف ہوئی ہے۔ اس میں تخمیناً دس ہزار ادبی اغلاط کی تصحیح و تنقیح اور الفاظ کی تحقیق و تدقیق اور تراکیب کی توضیح و تصریح۔ اسالیب انتقادیۃ و استشہاد کی گئی ہے بشتاق ادباء و شعراء کے کلام بنظم و نثر عالمانہ تنقید کر کے صدہا لغزشیں بتائی گئی ہیں۔ سالہا سال کے سعی و فائز مطالعہ و تحفظ لسانی کے بعد جدید اغلاطی (فلسفۂ لغویۃ) کے اصول کے موافق علامۃ الدہر مولانا سید احمد مختار صاحب ہاشمی دکن نے مدون کیا ہے۔ عربی، فارسی، اور اردو کے بیسیوں لغات تو ملیں گے لیکن ایک جملہ اصول و قواعد و شواہد سے تصحیح کیا ہوا اغلاط کا کوئی علمی ذخیرہ اور کتاب ادبیہ کا بے بہا خزانہ آپ حضرات اسی کو پائیں گے۔ یہ لغت عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

دکھنی لغت

ملک دکن اور دکھنا مولد و مولوں اصلی ہے جب تک کوئی شخص دکھنی زبان سے واقف نہ ہو اردو زبان کا ماہر ہو نہیں سکتا۔ دکھنی زبان ایک قدیم قدیم زبان ہے ہندوستان کے بہت بڑے حصہ میں بولی جاتی ہے جس قدیم نظم و نثر کی مستقل کتابیں اب تک بھی موجود ہیں جبکہ اردو ایک بازاری زبان ہی تھی کہ دکن میں شعراء و ادبا نے نظم و نثر میں مستقل کتابیں لکھیں اردو اور دکن مدتوں کے مخرج دکھنی زبان کے ایک جامع لغت کی سخت ضرورت تھی جسکو مولوی سید شاہد احمد صاحب شعار ہاشمی نے سالہا سال کے سعی مطالعہ اور محنت شاقہ سے مدون کیا، اسمیں دکھنی الفاظ کو اردو مترادفات بھی بتائے گئے ہیں اسکے ذریعہ جنوبی ہند کے باشندے اردو سے بخوبی واقف ہو سکتے ہیں۔ یہ لغت عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

تاریخ سلاطین اسلام

مولفہ علامۃ الدہر مولینا سید مختار احمد و مولانا دکن و مولینا ہاشمی اس کتاب میں (۴۴۸) اسلامی فرمانروان کا بنہایت صحیح حال لکھا گیا ہے۔ اس کی تالیف کے وقت تمام انگریزی، عربی، فارسی تاریخیں دائرۃ المعارف (انسائکلوپیڈیا) معتبر و مستند استشہادی کتب و جریدہ پیش نظر تھیں مختصر و مفید اسلوب صحیح اعراب لکھا گیا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ۔ انڈلس، مراکش، الجزائر، تیونس طرابلس الغرب۔ مصر۔ سوڈان۔ نجبار۔ شام۔ عرب۔ اسیا الصغری۔ الجزیرہ۔ عراق ایران۔ بخان۔ روس۔ ترکستان۔ افغانستان۔ ہندوستان محل دیب۔ جزائر ملے وغیرہ میں جو جو دول و حکومات قائم ہوئیں ان کا مؤسس خیرانی موقع۔ دار السلطنت اور تمام فرمانرواؤں کے نام پوری پوری تفصیل و اعراب کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ ذیل میں عربی فارسی، انگریزی ناموں کی تطبیق بھی کر دی گئی ہے۔

زراقی مشین پریس سے عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

جواہر کلیات نظیر

نظیر اکبر آبادی کا کلام مقبول خاص و عام ہے۔ ان کی بعض نظمیں فقیروں کی صدائیں ہیں بعض نظمیں نرم عیش کی سامع نواز ہیں بعض نظموں سے بچوں کی درسی کتابیں مزین ہیں۔

ان کے کلام میں سنجیدہ و تمسخر خیالات، پاکیزہ جذبات بکثرت ملتے ہیں بعض نظموں میں حقیقت سے بحث گذار اور معرفت کے دقائق و نکات مضامین میں جنکو بار بار پڑھنے کیلئے جی چاہتا ہے اور جتنا پڑھے زیادہ لطف آتا ہے۔ دل سیر نہیں ہوتا طبیعت بھر نہیں جاتی۔ علامۃ الدہر مولینا سید مختار احمد و مولینا سید محسن و مولینا سید ہاشمی و اس تمام ہیئت کو نظر میں رکھ کر اس کلام کو بنظر انتخاب و تحقیق کر کے ایجاز کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیا گیا ہے۔ ایسا علمی و ادبی لغت آج تک ہند میں تو کیا مصر و شام اور افریقہ (یورپ) میں بھی مدون نہیں ہوا۔ اس کے مقصل اہمال شائع ہو رہے ہیں بشتاق علم و ادب کو چاہئے کہ اپنے اسمائے گرامی درج رجسٹر کرائیں کہ چند ہزار ہی نسخے چھپوائے جا رہے ہیں۔ فوری اعتنا نہ کی جائے تو طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا۔

قاموس الاعلام فرہنگ راجیشوری

اس مبسوط لغت میں عربی، عبرانی، سریانی، یونانی، روسی، ترکی، فارسی، (دری، پہلوی) سنسکرت، ہندی، اردو، انگریزی کے تخمیناً (۴۰) لاکھ علمی و ادبی الفاظ اور محاورات درج ہیں جن میں صرف و نحو کی ترکیب اور منطق، فلسفہ، ہیئت ہندسہ، عروض، بیان، معانی، طب، قانون کے مصطلحات بھی داخل ہیں یہ لفظ اور محاورہ اور اصطلاح کی کامل توضیح و تصریح کی گئی ہے صحیح تلفظ کا اظہار اعراب کے علاوہ تلفظاً بھی کیا گیا ہے۔ ہر لفظ کے مقابل زبان کی تصریح کہ آیا عربی ہے یا فارسی یا اردو وغیرہ نیز اقسام کلمہ کی توضیح کہ متعدی ہے یا لازم فعل یا اسم یا صفت اور بصورت اسم اس کی تذکیر یا تانیث۔ فصیحہ کہ تنافی کی گئی ہے اور اغلاط مروجہ کے استناد و آداشت بتا کر تصحیح کی گئی ہے۔ غرض اصول لغت سے کوئی دقیقہ ایسا نہیں چھوڑا گیا کہ اس لغت کے موجود ہوتے کسی اور لغت کے دیکھنے کی ضرورت ہو۔ یہ لغت عالیجناب راجہ راجیشور راؤ بہادر اعتماد (والی سمستھان دوم گلبرگہ) کی سالہا سال کی محنت شاقہ، عزم بالجزم و ہمت بلند کا نتیجہ ہے کہ عمل میں کر زور طبع سے آراستہ ہونے کو ہے۔ راجہ صاحب ممدوح بدستور سے علمی خدمات انجام دیتے آرہے ہیں چنانچہ اجتماع مختلف علوم و فنون کی (۴۵) کتابیں آپ کی مصنفہ و مولفہ دستر خوان علیہ طبع سے سجنے والی ہیں۔ بشتاقان علم و ادب کو مژدہ ہو کہ یہ لغت بعد طبع ان کے شوق ادب کی بخوبی تکمیل کرد ے گا۔ (دفتر فرہنگ راجیشوری۔ ادارہ باغ اسکیشن روڈ۔ حیدرآباد۔

کتب خانہ تجارتی سید عبد الرزاق تاجر کتب اینڈ پبلشر و مالک رزاقی مشین پریس چارمینار حیدر آباد دکن

قرآن مجید مترجمہ حضرت شیخ الہند رح — جس کا مسلمانوں کو عرصہ سے انتظار تھا، ہو کر شائع ہو چکا ہے تقطیع کلاں، کتابت صورت سے دوگنی کاغذ چھپائی نفیس ہدیہ روپیہ

تصنیفات علامۃ الدہر مولانا سید مختار احمد (مخطط اسلامی)

مختار البیان فی لغات القرآن (حرف الف) جس میں کلمۂ عربی و اردو کی تحقیق و تدقیق قابل دید و لائق داد ہے۔ علمائے کرام و فضلائے عظام نے اس کی از حد تعریف فرمائی ہے (عہ)

مختار الصرف (انگریزی و اردو) اور اس کی مثالیں لکھی گئی ہیں۔ مشاہیر علماء و فضلا نے انگریزی کو بخوبی و آسانی جاننے کے لئے اس کا پڑھنا بہت مفید بتایا ہے ..... (۷۸)

تصنیفات مولانا ذہین

سیرۃ خیر البشر (منظوم) ..... (۱۷)

چراغ الاخلاق اخلاقی مضامین نظم و نثر کا بے عیب مفید ذخیرہ ..... (عہ)

تعلیم الاخلاق اخلاقی مضامین نظم و نثر کا مفید مجموعہ ..... (۱۲)

تہذیب الاطفال نتیجہ خیز و پر لطف منظوم حکایتوں کا باتصویر مجموعہ ..... (۱۲)

مالک باغ بچوں کے مذاق کی شیرینی و معنوی طراوت طفلیت کی دلکش اور نصیحت آموز نظمیں حصہ اول ۵ر حصہ اول و دوم عہ .....

سوغات صالحات عورتوں اور بچیوں کے لئے اخلاقی نظموں کا نادر تحفہ (۸)

ہملن کا خیمہ انسی والا۔ انگلستان کے مشہور شاعر (براؤننگ کی دلکش نظم (پائیڈ پائپر آف ہملن) کا منظوم پر لطف ترجمہ ..... (۱۲)

دلچسپی لغت "اپنی نوعیت کا یہ پہلا لغت ہے جس کو مولوی سید شمیم احمد صاحب پریس مطالعہ اور محنت شاقہ سے مدون کیا ہے زیر طبع)

بخور دافع اوطاعون

مرض پلیگ نے آج کل جو تر کتاز مچا رکھی ہے اور جس کی وجہ سے ہزاروں بندگان خدا کی جانیں لوٹ رہا ہے وہ جہاں حسرت لا رہا ہے عبرت آگہی ہے۔ آئے دن ہزاروں ہی ادویہ اس کے مقابلہ اور رفیہ کی شائع ہوتی رہتی ہیں مگر ہر سال اس کا پہلے سے بڑھ چڑھ کر زور ہوتا ہے۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کے سامنے اسباب ذلیل پرچک کی جائے اور نہ یہ مطلوب ہے کہ گھر روپیہ کیا جائے۔ اگر میری کوئی عرض پیش نہ چل سکتی کہ خلق اللہ اس موذی مرض خبیث کی بلاؤں سے بچ جائے تو بھی گھاٹے کا سودا نہیں ہے۔ اس لئے بجز اس کے دو قبل فصد جو بیمار خانہ الٰہی منتخبہ ہے اور بیسیوں کو بیس بہت ہی کامیاب ثابت ہو چکا ہے شائع کر دیا ہے یہ کم خرچ اور بالا نشین ہے اس کا یہاں لینے سے قبل انتشار مادہ طاعونی جو خرچ ہے وہ متاخر ہو گا اور ہوا۔ نسخہ

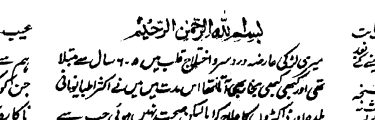
زرنباد ۱ تولہ، قرنفل ۱ تولہ، عود خرقی خالص ۱ تولہ، کشنیز خشک ۱ تولہ، صندل سفید ۱ تولہ، صندل سرخ ۱ تولہ، سنبل الطیب ۱ تولہ، فرنفل ۱ تولہ، کافور ۱ تولہ، سعد کوفی ۱ تولہ، دونچ مقرنی ۱ تولہ، ساذج ہندی ۱ تولہ، خطمی بالا ۱ تولہ، گوند ۱ تولہ، عود ۱ تولہ، گل ۵ تولہ، مغز بادیل دریائی ۱ تولہ، پوست درخت مجنت ۱ تولہ خشک ۲ تولہ

جملہ ادویہ کو کوب جو کوب کر کے ٹھوٹھ اقرصہ احکام میں لائیں

المشتہر
ڈاکٹر حکیم خواجہ معین الدین خاں موجد ڈاکٹر سنجار

لڑکوں کے لئے نہایت خوبصورت کارآمد

گولڈن رسٹ واچ خوبصورتی کا زیور



دیکھنے میں تازہ بتازہ سونے کی گھڑی معلوم ہوتی ہے۔ وقت بھی بالکل صحیح بتاتی ہے۔ ہر ایک لڑکے کو ایک گھڑی ضرور چاہئے۔ ہر ایک لڑکی

شکریہ از حد شکریہ

ڈاکٹر وحکیم حاجی سعین الدین خاں صاحب موجد ڈاکٹری خاص ساکن محلہ دوردہ بابوی نواب اقبال الدولہ نے ہمراہ باشندگان محلہ دوردہ بابوی کے مریضان طاعون کا علاج نہایت دلچسپی ہمدردی کے ساتھ بلا تعین وقت و بلا امتیاز امیر و غریب فرمایا ہے۔ اوقات اکثر مریضوں کو بلا قیمت ادویہ بھی مفت کھانا بھی دیا جاتی ہے۔ باوجودیکہ آپ کو سرکاری امداد بھی نہیں ہے۔ بہت سے مریض بلکہ بھی ہوئی حالت سے آپ کے ہاتھ سے شفا پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ میں ایک خاص صفت شفا کی عطا فرمایا ہے۔

نارائن سامی
منجانب اہلیان محلہ دوردہ بابوی



بجواب

امتحان مڈل و عثمانیہ میٹرک

کے امیدواران مندرجہ ذیل کتابوں کو پڑھ کر پرچہ جات تاریخ و جغرافیہ بآسانی حل کر سکتے ہیں:-

جدید جغرافیہ دنیا اپنے طرز کا بے نظیر اور مکمل جغرافیہ ہے اور خاص طور پر لاہور میں طبع کرایا گیا ہے اس میں (۵۶) رنگین اور سادے نقشے چسپاں ہیں قیمت (۱۲ عہ)

جدید تاریخ ہند مکمل اور انوکھی تاریخ نہایت آب و تاب سے لاہور سے طبع ہو کر آئی ہے۔ کئی تاریخی نقشے اور خاکے دیکھنے پیش قیمت (۱۲ عہ)

سلیس جغرافیہ دکن یہ عجیب و غریب جغرافیہ دکن متعدد رنگین و سادہ نقشہ جات و تصاویر سے مزین ہے اور بہت فروخت ہو رہا ہے قیمت (۱۲ عہ)

ان کتابوں کی تمہیں خوبیوں کے لحاظ سے بہت کم رکھی گئی ہیں تاکہ ہر ایک طالب علم ان کو خرید کر پڑھ سکے مولف کا دعویٰ ہے کہ ہر ایک طالب علم ان کتابوں کو پڑھ کر تمام امتحانی سوالات بآسانی حل کر سکتا ہے۔ کاغذ، طباعت، چھپائی و غیرہ کا اندازہ کرنا ہو تو نمونہ کے صفحے اور استہار رعایت منگا کر آزما لو۔

المشتہر سید عبد القادر اہر کتب و پبلشر و مالک اعظم اسٹیم پریس چادرگھاٹ حیدرآباد دکن

حب تریاق طاعون (۱۲ عہ)

برائے حفظ ماتقدم

اتنا بھی آدمی کبھی وبائے طاعون آچکا صدہا اشخاص نے زمانہ بار کو دیکھا ہے بغرض حفظ ماتقدم اس کا استعمال کیا اور اس مرض سے محفوظ رہے ہوگا گوارا، برائے حفظ ماتقدم از حد مفید اور خانہ ساز ہے ہر ایک اس کا استعمال ایسے برتاؤ کرنے میں ضرور کرے۔

حالیجناب حکیم شفا صاحب

طاعون پر صدیوں تک علاج بتہ از وقت ہا اور ہر قسم کے خطرناک امراض کا علاج بڈھیں نہایت تجربہ سے خزانہ میں اور قیمت علیحدہ تا ۱۰ شمارہ ۱۱

تیجر وار الصحت مخزن شفا

(واقع کوچہ خانقاہ پیر مشہد سینی ضلع)

نوٹ۔ رسالت الجربات کے سمندہ بلا ہدیہ ملتا ہے

نرخنامہ طبع اشتہارات نظام گزٹ چادرگھاٹ حیدرآباد دکن

اشتہار	نمبر ۱	نمبر ۲	نمبر ۳	نمبر ۴	نمبر ۵	نمبر ۶	نمبر ۷	نمبر ۸	نمبر ۹	نمبر ۱۰	نمبر ۱۱	نمبر ۱۲
ایک صفحہ	۱۰ روپے	۸ روپے	۶ روپے	۵ روپے	۴ روپے	۳ روپے	۲ روپے	۱ روپیہ	ایک کالم	۸ آنے	۶ آنے	۴ آنے
نصف صفحہ	۸ روپے	۶ روپے	۵ روپے	۴ روپے	۳ روپے	۲ روپے	۱ روپیہ	۱۲ آنے	نصف کالم	۶ آنے	۴ آنے	۳ آنے
ربع صفحہ	۶ روپے	۵ روپے	۴ روپے	۳ روپے	۲ روپے	۱ روپیہ	۱۲ آنے	۸ آنے	ربع کالم	۴ آنے	۳ آنے	۲ آنے

اشتہارات کے نرخ میں اخبار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ ہوتا جائے گا۔

ٹیلیفون نمبر ۳۴۱۱
ایڈریس
ٹیلیگرافک ایڈریس

سید مرغوب احمد موٹر کمپنی

سانچہ توپ - حیدرآباد۔

اس قدیم کارخانے میں ہر اقسام کی ڈاج موٹرین شب و روز کرایہ پر دینے کیلئے مہیا و تیار رہتی ہیں یعنی لاری بارہ نشست (TWELVE SEATER) کی ٹورن کار فائو سیٹر (پانچ نشست کی) ہم عامۃ الناس کی آسانی و رفاہ کیلئے کرائے میں بہت ہی تخفیف و رعایت کردی ہے چنانچہ شرح کرایہ حسب ذیل ہے۔

(۱) لاری یعنی بس - فی میل چھ آنے - پہلا گھنٹہ ۵ روپیہ دوسرا گھنٹہ للعہ ویٹنگ چارجز فی گھنٹہ عال روپیہ

(۲) ٹورنگ ڈاج پانچ نشست کی فی میل پانچ آنے پہلا گھنٹہ للعہ روپیہ دوسرا گھنٹہ سے ویٹنگ چارجز عصم ۸ر

دوسری تمام موٹرین جو چار نشست کی ہیں پہلا گھنٹہ سے دوسرا گھنٹہ عال فی میل چار آنے - ویٹنگ چارجز (رخ قیام عصم زیادہ قیام کی صورت میں حسب ذیل رعایت ہے

لاری کے قیام ایک روز یعنی بارہ گھنٹے کیلئے (جو دن میں ہو) چوبیس روپے کے عوض صرف بارہ روپے مقرر ہیں۔ اگر قیام رات بھر ہو تو صرف چھ روپے مقرر ہیں -:-

ٹورن ڈاج کی قیام طویل یعنی ایکروز کیلئے فی گھنٹہ بارہ آنے کے حساب سے تو روپیہ اور رات بھر کیلئے صرف ساڑھے چار روپیہ مقرر ہیں

انتباہ دور و دراز سفروں کیلئے نصف کرایہ پیشگی لیا جائے گا - ہر قسم کا معاملہ نقد کیا جاتا ہے -:-

واضح ہو کہ اس کارخانے میں بڑی رعایت اور کفایت شعاری سے تمام اقسام کی موٹروں موٹر سائیکلوں کی ترمیم و تعویض نہایت عمدگی اور استحکام کیساتھ عمل میں آتی ہے ہر کام وعدہ پر کیا جاتا ہے۔ اضلاع پر تمام قسم کے گل پرزے اور شین وی پی کے ذریعہ روانہ کیا جاتا ہے۔ سکنڈ ہینڈ موٹریں خریدی اور فروخت کرائی جاتی ہیں معمولی کمیشن پر کام کیا جاتا ہے

سید مرغوب احمد پروپرائٹر

جنت نشین حکیم حافظ محمد جمال خان مرحوم مغفور کی محبوب ترین یادگار!

(جامعہ طبیہ اسلامیہ دہلی ہے)

ہم خرد اور ہم نواب باقوی خدمت اور علمی ذوق کی تکمیل

(مکتبہ جامعہ طبیہ کی تمام تر آمدنی جامعہ طبیہ کی ملک ہے اور قوم کے پیسوں پر صرف ہوتی ہے)

تفسیر القرآن مجید

(از خواجہ عبدالحی صاحب استاد جامعہ)

قرآن حکیم کی اس سے بہتر تفسیر آج تک اور دور حاضر تک نہ تو لکھی گئی ہے نہ لکھی جاسکتی ہے یقیناً اسی تفسیر اور ترجمہ کا ہمیشہ سے وقت کی روانی کا تقاضہ تھا جو اسے حاصل ہوئی۔

الحلاوۃ الکبریٰ تفسیر سورۃ یاسین قیمت لغو ... مجلد ... عہ
الہدایۃ المستقیم تفسیر سورۃ الانفال قیمت ... ساں
بیان تفسیر سورۃ آل عمران قیمت ... عاں
سبیل الرشاد تفسیر سورۃ یونس قیمت ... ۱۰ر
عبرت تفسیر سورۃ یوسف قیمت لغو ... مجلد ... عہ
ریاض تفسیر سورۃ نور قیمت ... مجلد ... عہ
گزشتہ پارہ عم کی مکمل تفسیر الشمس الضحیٰ اللہ نور ع ذہبیہ تک شائع ہوچکی ہے قیمت صرف ... عے

تاریخ فلسفہ اسلام

از ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی،

عالمانہ گہرے مشرقی اور مستشرقین کے تاریخی و تنقیدی مطالعہ کے بعد فلسف

نظام گزٹ

عدد ۱۰-۱۱
جلد ۱

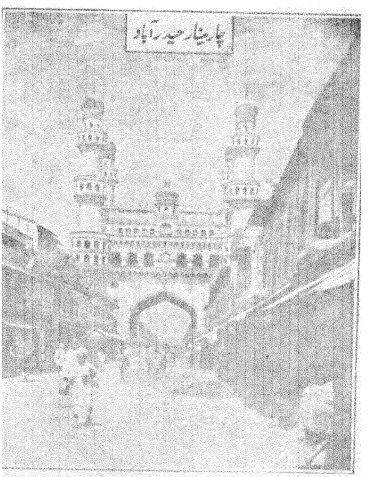
مدیرین
سید وقار احمد ایم۔اے
محمد حبیب اللہ رشدی ایم۔اے

مضمون خاص

ہندوستان میں پٹرولیم کی تجارت

از

محمد نیر خاں صاحب بی۔اے
بی۔سی۔ایس



سید عبدالقادر تاجر کتب و پبلشر نظام گزٹ نے اپنے
اعظم اسٹیم پریس واقع چارمینار حیدرآباد دکن
میں طبع کرکے شائع کیا

نظام گرنتھ

چندہ سالانہ ۷	ششماہی ۴
ششماہی ۴	نی پرچہ ۲/۶

امرت دھارا کی سلور جوبلی

دوسری سالگرہ کی رعایت

۱۲ مارچ ۱۹۲۶ء کو سلور جوبلی بڑی دھوم دھام سے زیر صدارت مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب (خدا ان کو جنت نصیب کرے) منائی گئی تھی۔ اس دن کی یاد تازہ رکھنے کیواسطے یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ سلور جوبلی کا سالانہ جلسہ منایا جایا کرے پہلی سالگرہ ۱۹۲۷ء میں زیر صدارت آنریبل رائے بہادر سر شنکر لال جج ہائیکورٹ پنجاب منائی گئی تھی۔ اور ۱۲ مارچ کے واسطے وہی رعایت ادویات میں دیگئی جو کہ سلور جوبلی پر دیگئی تھی۔ اب دوسرا سال ہے اس سال کوئی جلسہ تو نہ منا سکیں گے مگر پبلک کو مقررہ رعایت سے محروم نہیں رکھنا چاہتے۔ اس واسطے

۱۲ مارچ سنہ ۱۹۲۸ء کو

امرت دھارا و دیگر ادویات و کتب کی قیمت میں بدستور عام رعایت ہوگی

یعنی امرت دھارا ۳/۴ قیمت پر ملیں گی اور باقی ادویات و کتب نصف قیمت پر

مرہم صابن مینی کیئر

ایجنٹوں کو بھی اس سے زیادہ رعایت نہیں ہے کیونکہ یہ رعایت عام پبلک کیواسطے ایک دن کے لئے ہوتی ہے یہ رعایت صرف ۱۲ مارچ کے دن کیواسطے ہے رجسٹر خط کے ذریعہ ۱۲ مارچ کی رعایت لکھنا چاہئے اور اسکو ۱۲ مارچ کو ہی ڈاکخانہ میں چاہئے خط ہمارے پاس یا کسی ایجنٹ کے پاس ۱۲ مارچ کی ہرگز نہ پہنچے ڈاکخانہ کی مہر ۱۲ مارچ کی ہونی چاہئے۔

وکیل صاحب اپنا مفصل حساب ۳۱ مارچ کو بھیج سکتے ہیں اور ان کیواسطے ایک کیس بھی امرت دھارا صورت کا ہر رکھا جاویگا جس میں اپنے آرڈر ڈالدیجاویں۔ دوائی اسکے ذریعہ بھیجدیا کیساتھ جب چاہیں اگرے جاویں۔ اس دن دفتر کو بھی چھٹی ہوگی۔ اور ایک دن میں سب کو ادویات دے دینا بھی ناممکن ہے پچھلے سال کچھ کیس میں ہی ہزار سے زائد خط ڈالے گئے تھے۔

ناظرین ۱۲ مارچ سوموار کا دن ابھی سے نوٹ کریں اور

فہرستیں اگر جو ہیں تو ہرگز ابھی منگوائیں ۱۲ مارچ کیس کی ان کو کیا منگوانا ہے جب چاہیں اور پہلے جمع کرا سکتے ہیں جب تک مع روپیہ نہ ہوگا ان کی کوئی علیحدہ نہ ہے گی!

فہرستیں جو آپکے پاس موجود ہیں یا آپ منگوائیں سب میں قیمتیں پوری درج ہیں امرت دھارا و امرت دھارا کے مرکبات نیز گذشتہ سو نا درج شدہ قیمتیں سے ۴ قیمت پر اور باقی ادویات و کتب نصف قیمت پر ملیں گی۔ مفردات جیسے کستوری وغیرہ پر کوئی رعایت نہیں۔

۱۲ مئی

خط و کتابت وغیرہ کے لئے پتہ

منیجر امرت دھارا و شدھا لیہ امرت دھارا بھون امرت دھارا روڈ۔ امرت دھارا ڈاکخانہ لاہور

امرت دھارا دے۔ لاہور

سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات
تیری میزاں ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد ۱۰ حیدرآباد دکن: دوشنبہ ۲۹ رجب المرجب ۱۳۴۶ھ م ۲۳ جنوری ۱۹۲۸ء م ۲۰ اسفندار ۱۳۳۷ فصلی جلد ۱

شذرات

خدا جانے اردو مطابع کو کاتبوں کے ہاتھ سے کب بکلد دینی ہوتی ہے۔ سالگرہ نمبر میں شکلی اور صحت سے تیار ہوا اس کا ذکر کہاں ہے فائدہ ہے۔ ہم اس میں تحقیق سہو کتابت ہوئی ہے اس کا بیان کرنا خود کچھ کم محنت اور جرات کا کام نہیں۔

* * *

نظام گزٹ کا سالگرہ نمبر ملاحظہ ضروری میں پیش کیا گیا۔ حضور پرنور نے مدیر اور ناشر کو بار یابی کا شرف عطا فرمایا۔ اور بہت دیر تک عواطف سلطانی نظام گزٹ پر مبذول رہے۔

* * *

سالگرہ نمبر میں حضور پرنور کا قلمی تبرکا کلام ہر گز شائع کیا گیا تھا۔ ان نوانشاء میں دو جگہ سہو کتابت واقعات ہابوبی کے لحاظ سے گذری جس کی تصحیح خود سلطان دکن نے اپنے دست مبارک سے فرمائی۔ اور ساتھ ہی آئندہ بھی کلام سلطانی کے شائع کرنے کی اجازت بھی عطا فرمائی۔

* * *

اسی طرح سلطان العلوم الفخرت خسرو دکن کے محتصر سوانح حیات سالگرہ نمبر میں شائع ہوا تھے ان کا مفصل زیادہ تر موجودہ مضامین اور سرکاری پروفیسر تھیں ہیں، شاہزادگان بلند اقبال کے تاریخ تولدیں سہو ہو گیا تھا۔ ذات ہابوبی نے اس مضمون کو بھی خود ملاحظہ فرمایا اور بعض مقامات پر اپنی مہربانی سے مدیر کو توجہ دلاتے ہوئے تاریخ ولادت شاہزادگان کی تصحیح خود دست مبارک سے فرمائی۔ اور بعد میں مراحم خسروانہ سے وہ مضمون مدیر نظام گزٹ کو عطا فرمایا گیا کہ آئندہ اس سے مطابقت کی جایا کرے اسکے ساتھ حضور پرنور نے جن الفاظ میں نظام گزٹ کی توصیف فرمائی اور جن الفاظ میں ہابوبی اداره کی ہمت افزائی فرمائی گئی اس کو ناچیز مدیران نظام گزٹ ہیں سہول سکتے۔

* * *

ایسہو کتابت کا اس سے بہتر یا بدتر کارنامہ کیا ہو سکتا ہے۔

* * *

بمبئی کا مشہور اخبار "ٹائمس آف انڈیا" ہندوستان کا بہت قدیم اخبار ہے۔ اداریے اور کاروبار کے پھیلاؤ کے اعتبار سے بمبئی کا کوئی اخبار اس کے برابر "الفرقہ" نہیں اور خیالات اور پالیسی کے لحاظ سے وہ قدامت پرست اور ان داتا کا نمکخوار ہے اسی بنا پر ہندوستان کے قومی اخبار انڈین نیشنل ہیرلڈ نے اس کا نام (یعنی لاڈ کا نام) "اولڈ لیڈی" رکھا ہے جس کا ترجمہ "بڑی خاتون" "بڑی صاحبہ" "ضعیف بیگم" "بڑیا" "بڑی بی" ہو سکتا ہے۔

* * *

شادی بیاہ کے معاملات میں اپر ڈویژن کی بڑی بی مشہور ہے یہی وہ مرجع ہے جہاں پوڑ میوں کی مٹی ہوئی انانیت چمک اٹھتی ہے۔ چنانچہ اپری نہد کی ان "بڑی بی" صاحبہ نے بھی حال مہاراجہ اندور کی ہونے والی جدید شادی میں بہت دلچسپی لی ہے۔ "بڑی بی" کے کارندے (سازندے نہیں!) ہم قومی اور سیاسی معاملات میں اتنی دور دور پہونچتے ہیں کہ تعجب ہوتا ہے۔ اخباروں نے حال مہاراجہ اندور کی ہونے والی بیوی میں انگلینڈ کا پتہ چلایا ہے ہمیں اس کا پتہ چلانے کے بعد دلہن کے سگے والوں (یعنی امریکہ کے سفیر کو بھی اطلاع دی اور پھر اس شادی کی اطلاع تمام ہندوستان کو دے رہی ہیں اور یہ کہہ رہی ہیں کہ "دیکھا کیسی دلہن ڈھونڈ نکالی ہے"

* * *

آخر قومیت کے لحاظ سے کالے اور گورے کی تقسیم کی جائے تو "بڑی بی" دلہن والی تصور ہیں۔ دلہن والی بڑی بی کی حیثیت سے دولھے کی ذات پات چال چلن پر غور کرنا لازمی بات ہے۔ اس لئے انھیں پیشتہ لیسنہ نہیں اس طرح اس کا خوب چرچا کر کے دل کے جلے پھپھولے پھوڑ رہی ہیں۔

* * *

ایک اور کارگذاری ان کے کارندوں کی ملاحظہ فرمائیے اس بیان کے ساتھ مہاراجہ اندور اور اس کی جو تصویریں شائع کی ہیں وہ حقیقت میں دو مختلف تصویریں ہیں۔ مگر انکو اس خوبی سے ایک جگہ جمع کیا ہے۔ اور وہ تصویروں کے جوڑ اس نفاست سے ملائے ہیں کہ ایک نظر میں دو تصویروں کا انقلاب نہیں نظر آتا۔ جو دونوں پوسٹ مختلف ہوتے ہیں۔ (اور یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ساتھ مہاراجہ اندور اور اس طرح ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تصویر کھنچوا رہے ہیں۔

نظام گزٹ

ہفتہ وار

دوشنبہ ۲۹ رجب ۱۳۴۶ ہجری

حکیم اجمل خان

اِ وجود ہندوستان کی موجودہ ہندو مسلم کشمکش کے حکیم اجمل خان کی وفات پر رنج و افسوس کا جو عام اظہار ہوا وہ مرحوم کی عام ہر دلعزیزی کا ثبوت تھا۔ ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں میں حکیم صاحب مرحوم کی حیثیت ناقابل تردید تھی۔ اول تو مرحوم کا خاندانی پیشہ ایسا تھا۔ جس کے کئی معمولی انسان کو سیاسی پیچیدگیوں سے بچتے وقت کافی دقت ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ ایک ایسا شخص جو ہندوستان کی سیاست میں ایک عرصہ تک ایک اہم رکن رہا ہو۔ ہندوستان اور دیگر ممالک میں ہر دلعزیزی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنا۔ یہ بات اُن لوگوں کے لئے بھی دشوار تھی جو ہمیشہ ایک ہی سطح پر رہتے ہیں۔ ان دو عہدہ اگلا کہ پھیرپل میں ایک تصویح طلبی تعلق بھی ہے تو پر بات کتنی عجب کی ہے کہ ایک طبیب سیاسیات میں حصہ لے۔ طبیب اور سیاسیات سے کوئی نسبت نہیں سمجھی جاتی ہے اس کی مثالیں شاذ و نادر ہیں گی۔

حکیم صاحب مرحوم کا خاندان جو شہرت اور جو اعزاز رکھتا ہے وہ محتاج تعارف نہیں آپ اس بزرگ خاندان کے ۱۸۶۴ء میں فرد تھے۔ ابتدائی تعلیم دہلی میں پائی اور یہیں پر اپنی ذہانت اور تیزی سے خاندان کی توجہ اپنی طرف منعطف کر لی تھی۔ اپنے مشہور باپ سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے طب میں اتنا کمال حاصل کیا کہ اس فن میں آپ کو وہ امتیاز حاصل تھا جو ۱۸۹۷ء میں حکومت ہند نے آپ کو "شمس العلماء" کا خطاب عطا کیا۔ آپ اپنی فوجداری ہی سے قومی کاموں میں حصہ لیتے رہتے تھے چنانچہ ۱۹۰۷ء میں سرمد مرحوم کو قیام علی گڑھ کالج میں آپ ہی مدد دی تھی جس کی وجہ آپ علی گڑھ کے ٹرسٹی مقرر ہوئے۔

آپ کی توجہ نظر اپنے آبائی فن کی ترقی کے طرف ۱۹۰۸ء میں آپ نے دیکھا کہ دنیا کی ترقی کے ساتھ ساتھ طبی فن ذرا بھی ترقی نہ کر سکا تھا اسے اپنے ترقی کے لئے اس بات کی بہت ضرورت محسوس کی۔ کہ ایک طبی کالج قائم کر دیا جائے جس میں یونانی اصول پر طبی تحقیقات کا کام منظم ہو چنانچہ ۱۹۰۸ء میں آپ نے اپنے اس مقصد کو قائم کیا ہوا تھا۔ ترقی دیکر یونانی اور ایورویدک اصول طب کی اعلیٰ تعلیم دینے کے قابل بنایا۔

آپ نے ایک زنانہ طب کھولا اور شریف بیبیوں کو تعلیم پیشہ کے لئے ایک مہی زنانہ مدرسہ قائم کیا جہاں قابل گرز کی تعلیم بھی دیکھا ہے۔

۱۹۰۳ء میں آپ نے شرقی دواؤں کی ایک دکان قائم کی جس کا منافع حکیم صاحب کے قائم کردہ مشرقی طبی تعلیم گاہوں کو جاتا تھا۔ اس کارخانے کے قیام سے مقصد یہ تھا کہ مشرقی کیمیوں اور دواؤں کو قابل اعتبار مشرقی دوائیں بنایا جائے اور ان دواؤں کا امتحان جدید کیمیا کے اصولوں پر کرکے ان کو مستند بنالیا جائے۔

۱۹۱۰ء میں آپ نے یونانی اور ایورویدک کانفرنس قائم کی جس کا مقصد اطباء و ویدوں کے حقوق کی نگہداشت تھی

۱۹۱۱ء میں آپ نے چار مہینے تک یورپ کا سفر کیا تاکہ اس ذریعہ سے وہ مغربی دنیا کے جدید طبی اصولوں اور طرز تحقیقات سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ اسی سال آپ نے بارج نجم کی تاسیس کی اور دہلی میں دھوکے گئے۔

اس کے علاوہ آپ نے پھر ایک سفر یورپ کیا کیا اس طرح اپنے جدید معلومات دنیا سے بھی اپنے آپ کو بھی رکھ آنا چاہا

۱۹۲۰ء میں کانگریس کے صدر بنے آرگانائزر

مرحوم ہمیشہ سے تھے قومیں کانگریس کے اجلاس کے دن وہ کیرکٹر گئے تو کانگریس نے حکیم صاحب مرحوم کو اس سال صدر منتخب کیا اور کیا دفعہ سے ایک بار پھر وہ کانگریس کی جماعت عاملہ کے رکن منتخب ہوتے آرہے تھے۔

ہندو مسلم کشیدگی کی تہہ کے زمانے میں بھی کبھی منہ پر دل میں ان کی عزت اور ہر دلعزیزی کم نہ ہوگی۔ صرف ملک کے ہی دو بڑے بڑے اخبار و طبقوں میں بھی انکی مردل عزیزی کی ہی حالت تھی۔ اس کا ایک بڑا سبب تو یہ تھا کہ حکیم صاحب اپنے پیشے کے لوگوں کے ہر طبقہ کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے تھے اور قوم کے ہر فرد کے ساتھ وہی سادہ اور مخلصانہ برتاؤ کرتے تھے۔ تاج ولی عہد نے نائب قومی مسلمان ان کے برابر ہر دلعزیز نہ ہوگا۔ ان جیسے پان کو قومی کہنے تاج بادشاہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر ایک سوالات کے سلسلہ میں حکیم صاحب جو رائے دیتے تھے وہ ہندوؤں کی جان مثل ہوا کرتی تھی۔ اور حکومت ہند سے ہمیشہ دوستانہ تعلقات ہونے کے حکیم صاحب پہلے شخص ہیں جنھوں نے سیاسی اختلاف کی بنا پر کبھی ہندوستان کا خطاب واپس کیا۔ اور ہمارے بہت سے اچھے سفیر اکثر قومی خدمتگاری کا شکار ہوئے۔

ہندوستان کی مشہور اور قدیم درسگاہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تاریخ پر نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ تقریباً تمام کی بنیاد قوم کے عام فراخدلی کی بخششوں کا نتیجہ تھی۔ بلکہ ہندوستان بھی کی کوئی اور اسی قسم کی تعلیم گاہوں کا خزانہ کہنا تھا مگر اب ہماری حالت ہوگئی کہ اپنی اعلیٰ تعلیم کے لئے ہم حکومت کے دست نگر ہیں آج جتنی یونیورسٹیاں ہیں سب حکومت کی امداد سے چل رہی ہیں ترک موالات کے سلسلہ میں ہماری قومی تعلیم کی تاریخ میں وہ بڑی نازک گھڑی تھی جو ہمارا تمام ملک نے ملی گڑھ میں اعانت قومی تعلیم گاہ جامعہ ملیہ اسلامیہ قائم کیا۔ جامعہ ملیہ ہماری وہ واحد قومی درسگاہ ہے جو حکومت کی اعانت سے بے نیاز ہے اور اس کا مقصد بھی قومی تعلیم کا پھیلانا ہے مگر بدقسمتی سے ذاتی کوششوں اور قومی امداد سے کبھی کوئی یونیورسٹی بنا نہیں۔ قومی اداروں میں ہی ادارہ موجودہ زمانہ میں مرحوم کی ٹھوکر اپنے قدموں پر کھڑے ہوئے اور خدا معلوم روح کے زیر سایہ وہ کیا کچھ ترقی اور انجام نہ حاصل کر لیتا۔

زمانہ قیام لاہور میں راقم الحروف کو ملکہ نور جہاں کے مقبرہ کی زیارت کا اتفاق ہوا مقبرہ کی کس مپرسی اور ابتر حالت دیکھ کر ایک تاثر نے عالم میں میری زبان سے نکلوایا کہ انوس یہ شہر بلکہ اور یہ کس مپرسی! اور کے رہنے والے ایک ساتھی نے اس فقرہ سن کر کہا۔ جناب آپ نے اس مقبرہ کی پہلی حالت نہیں دیکھی وہ تو حکیم اجمل خاں صاحب کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ آپ اس مقبرہ تک آسکے اور قیر پہچان بھی سکتے ہیں یہ حکیم صاحب کا یہ کارنامہ تھا جس کے باعث نہ بنا کر اب میرے دماغ میں یہ واقعہ گونج رہا ہے اس لئے کہ کی یادگار کو محفوظ کرنے کا کام حکیم اجمل خاں کی کوشش کا محتاج تھا اور آج حکیم صاحب کی یادگار کو محفوظ رکھنے کا سوال ہی قوم کے ہر فرد کے سامنے ہے۔

یہ طے کیا گیا ہے کہ حالیہ کہ حکیم صاحب مرحوم کی یادگار میں حکیم کیا جائے اور انجمن کے سامنے حکیم صاحب کے اقتران کا موقع باقی ہے ہم لوگ جذبات کے مشتعل ہو جانے معمولی معمولی کاموں میں بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں مگر جہاں کچھ سوچ سمجھکر روپیہ صرف کرنے کا سوال آتا ہے ہم اکثر پس و پیش میں رہتے ہیں۔ اور اکثر ہو انہیں کرتے

حکیم صاحب مرحوم کی زندہ یادگار اس سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتی۔ یہ وہ چیز ہے کہ اگر پوری قوت سے یہ اپنا ذمہ لیکر قوم دے تو ہندوستان کی قومی تعلیمی ضرورت کو پورا کرکے اور ہماری قوم کے لئے اعلیٰ درجہ کے مخلص قومی خادم پیدا کرنے کی بس کیا اس کی ترقی کے لئے کوشش کرنا ہمارا فرض ہے اس قومی تعلیم گاہ کو مالی امداد دینا ایک قومی کام ہے حکیم صاحب کی یادگار کو مستحکم بنانا ہے اور دوسری طرف خود ایک قومی ادارہ کو تقویت پہنچانا ہے۔ اسلئے ہمیں امید کہ قوم اس یادگار کو مالی امداد دینے میں دریغ نہیں کریگی

حیدرآباد اور طاعون

۱۹۱۷ء سے لیکر اب تک تقریباً ہر سال اس منحوس مرض کا حملہ حیدرآباد دکن پر ہوتا رہا ہے۔ مرض طاعون کے لئے حیدرآباد کا محلہ نام ہی بہت بدنام تھا جسمیں اسی محلے پر طاعون پھیلا اور زور دار حملہ ہوتا تھا۔ اس محلہ سے رہنے والے اپنی قوت مدافعت کی اور اس محلہ کی پچھے مکانات کو خصوصاً کرکے تمام محلہ کو اور کر نیلا دیا گیا۔ جب سے اس محلہ کی نئی تعمیر ہوئی ہے اس پر طاعون کا حملہ نہیں ہوا۔ اور یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ باوجود اس کے اس محلہ کے متاثر ہونے کے یہ محلہ کلیتہً محفوظ رہا۔ اس حالت کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے وجوہات ہے اول تو اس محلہ کے مکانات کی بناء صفائی کی نگرانی کی ہے دوسرا ہر مکان کے بھروسے تو ہوا برابر صفائی کی سخت تاکید کرتے رہتے ہیں اور دوسرے یہ کہ اس محلہ میں بدو کا اژدھام نہیں ہوتا جہاں ٹھہری زندگی میں (DRAINAGE) کا بہت اہم سوال ہے اور یہ محلہ شہر کے حوض پر آباد ہے اسلئے یہاں کا ڈرینج کا انتظام ضرور بہتر ہوگا۔ اس قدرت اس بات کی ہے کہ جلد از جلد ڈرینج کا انتظام کیا جائے۔ اور محکمہ صفائی شہر کی صفائی کے متعلق زیادہ مستعدی سے کام کرے۔

کیلاس

از

سید نکلین صاحب کاظمی

یم، آر، اے، یس، (لندن)

ہندوستان کے آثار عتیقہ کے اجزائے غیر منقولہ:

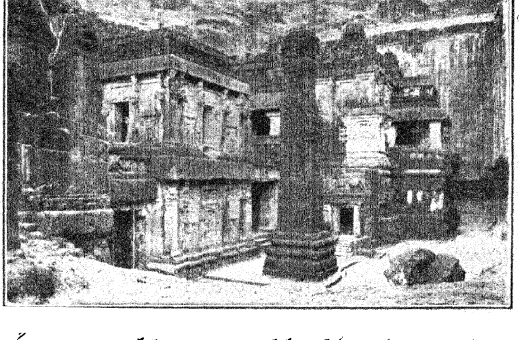
مناروں جو دیوتاؤں کو وقف کیے گئے ہیں، ان کی کئی قسمیں ہیں۔ ان کے دیولیس تمام ہندوستان میں موجود ہیں، اسکی تقسیم عالمان علم الآثار نے بنانے یا استعمال کرنے والوں کے لحاظ سے اسطرح کی ہے

(۱) بودھی (۲) جینی (۳) جینی بودھی مناروں کی تعمیر تیسری صدی قبل مسیح سے ساتویں صدی عیسوی تک تقریباً ایک ہزار سال کے عرصہ میں تیار ہوئے ہیں، جو تین قسم کے ہیں (۱) نہایا نہ جو قدیم ہیں اور ۲۵۰ ق م سے ۱۰۰ عیسوی تک تیار ہوئے ہیں (۲) مہایا نہ جو بعد کے ہیں اور ۱۰۰ عیسوی سے ۶۰۰ تک بنائے گئے ہیں، نہایا نہ ستوپی اور یہ معبد ہیں ان میں نقش و نگار بھی بالکل نہیں، نہایا نہ کے مہایا نہ قسم کے ناری ساد، بودھی پیشواؤں اور صنفا ذک کی قصاویر اور بڑے بڑے ایوانوں والانوں، نقش ستونوں سے مزین ہیں، ان کی چھ قسمیں ہیں۔

(۱) استوپ، جو بدھ کے تبرکات پر بنائے جاتے تھے، جب ان تبرکات کی پرستش ہونے لگی تو ایک سرے پر چوٹی کی گول گنبد بنا کر "دا گوبا" نام رکھا گیا۔

(۲) مندیر، یہ آرایشی مندر پستونوں، پشتوں، درختوں، گنبدوں اور غیرہ کے اطراف بنائی جاتی تھی جو اس طرز تعمیر کی لازمات سے تھی،

(۳) چیتیا، یہ مندر کے سامنے بنائے جاتے تھے جن پر مذہبی نشانات (بودھی جینی) قائم کیے جاتے تھے (۴) چوتالے، یہ قربان گاہ تھی جو اسٹوپے اور دا گوبا


کیلاس

کی طرح متبرک سمجھی جاتی تھی، اس پر بجاوری بھجاری رہتے تھے،

(۵) وہارے، یہ برآمدہ دار مسکل تہ خانے ہوتے تھے جو مراضوں، عابدوں، راہبوں، لیئے بنائے جاتے تھے۔

(۶) بنیادھی، یہ پانی کے چشمے، حوض تھے جو دھاروں میں سوا کرتے تھے۔

ترتیب آرایشی کے مدنظر مذکورہ مناروں کے بعد وہ مناروں ہیں جو ہندو دیوتاؤں، دیشنو، برہمنوں کے ہیں، انکا اندازہ سنہ تعمیر جو بھی صدی عیسوی سے آٹھویں صدی عیسوی تک ہے مگر یہ صرف اندازہ ہی ہیں گو بہت بڑے ہیں، انکے بعد جینی مندروں کا شمار ہوتا ہے جو تعداد میں کم ہیں، اور بسنہ تعمیر بھی مختلف ہے جینی بعض پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی کے تیار کی ہیں اور بعض بارہویں صدی عیسوی کے، یہ تاریخ صدی وار تقسیم کی ہے۔

اور ان کی تقسیم یوں ہے۔

بودھی تاریخ ۲۰۰، جینی تاریخ ۱۶۰، جینی تاریخ ۵۰۰، اگر ان میں شرقی تاریخوں کی بھی ملا لیا جائے تو تعداد ایک ہزار کے پہونچ جاتی ہے۔

ایلورا کے پہاڑی مناد ہندوستان کے تمام چٹانی مندروں سے عمدہ ترین اور عظیم الشان ہیں ان میں بودھی برہمنی، جینی تینوں قسم کے تاریخی، ایلورا (ویریول) ایک مختصر سا خوبصورت موضع اور رنگ آباد کا ہے، جو خط عرض بلد شمالی ۲۰° ۱۶' اور خط طول بلد شرقی ۷۵° ۱۱' کے تقاطع پر اورنگ آباد سے ۱۵ میل جانب شمال واقع ہے، جی، آئی، پی، ریلوے اسٹیشن منماڈ سے ۲۶ میل ہے، اورنگ آباد سے ایلورا تک موٹر کا انتظام ہے، غاروں کے اوپر سرکار عالی کا عمدہ ترین ڈاک بنگلہ (ریسٹ ہاؤس) اور دوا خانہ ڈاک بنگلہ بنا ہوا ہے۔

اس پہاڑ کو جس میں یہ غار کھدے ہوئے ہیں ایلورا کہتے ہیں اسکی وجہ تسمیہ ایلورا، کلاڈ، کمپ ہل صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ "ایلو پیل گھاٹ کہتے تھے" وجہ یہ ہے کہ یہاں دو طرف ہندوؤں مقدس پہیل کے درخت ہیں، صاحب موصوف کا بیان ہے کہ "اس دشوار گذار چڑھائی کے نصف راستے پر دو ستون ہیں جن پر اورنگ زیب کے امراء کے نام کندہ ہیں گمان کیا جا سکتا ہے کہ اتنی لمبی کا راستہ انھیں لوگوں نے دریافت کیا ہے سب سے پہلے ان غاروں کا ذکر دسویں صدی کے مشہور جغرافیہ دان عرب مسعودی نے کیا ہے جو اسکا ایک تہ خیال رستا تھا تقریباً ۳۰ میں گجرات کی ایک شہزادی یہاں آکر چھپی تھی جس کی تلاش میں علاؤالدین یاس کے پیچھا لگا رہا تھا تو اسکی بیٹی کو اٹھا کر دہلی لے گئے۔"

فرگسن صاحب ایلورا، اور اجنٹہ کے غاروں کے متعلق لکھتے ہیں کہ "ان آثار کی نظیر ایلورا کے غار اجنٹہ کے غاروں سے مختلف ہیں لیکن کہ یہ ایک پہاڑ کے نشیبی رخ پر بنے ہوئے ہیں اور اسی وجہ ایلورا کے غار پہاڑ کے سامنے صحن ہے اور چٹانوں کے باہر اکثر کی دیواریں ہیں اور وہ ہے بھی مگر باوجود اسکے وہ باہر (دور) سے بالکل نظر نہیں آتے۔"

مشہور سیاح مسٹر فرگوسن صاحب اپنے "ان ہزاروں مورتوں کو جو تراشی ہوئی چٹانوں کو تراش کر بنائی گئی ہیں دیکھتے ہیں تو بے ساختہ ان سے یہی نکلتا ہے کہ انسان کی طاقت سے یہ کس طرح ممکن ہے۔ اور اگر یہ نہیں تو کوئی

یہ کتبہ پڑھا ہے کہ جس زمانہ میں یہ چیزیں بنائی گئی تھیں اگرچہ ان کی تعمیر اور نقاشی ایسی نہیں تھی کہ ہم اسے موصوف کرتے ہیں تاہم اس زمانہ کے آدمی مطلق وحشی نہ تھے"

میسوپوٹامیہ نے صرف دو گنبدوں میں تمام مناروں کو چھکا دیا ہے۔ قاہرہ کی بھی کوئی اس زمانہ کے آدمی مطلق وحشی نہ تھے" گو قصبونو نے تعصب کی بنا پر کہا ہے، مگر یہ مناروں کا معائنہ کیا مگر یہ کہہ کر اپنی حیرت کا ثبوت ہی دیا۔ اگر انسان کی طاقت سے یہ کام نہیں ہو سکتا ہے"

کیفلاس ایلورا کے غاروں میں عمدہ ترین اور عظیم الشان غار ہے، جس صاحب کہتے ہیں کہ "یہ ان غاروں میں سے ایک ہے جو ہندوستان میں مشہور و معروف ہیں، اس کی اونچائی بذاتہ ایک نہایت ہی عمدہ تصویر کا نمونہ ہے۔"

مولوی سید علی بلگرامی لکھتے ہیں کہ "کیلاس ایلورا کے غاروں کا مرکز قرار دیا جا سکتا ہے، اسکے ہندو ہیں ۱۲ غار ہیں جن میں سے ۱۴ بدھ ہیں اور تقریباً اسی قدر شمال میں ہیں جو جینی ہیں۔"

کیلاس، ایلورا کے غاروں میں موصوف نمبر ۱۶

ہندوستان میں پٹرولیم کی تجارت

محمد میر خان صاحب بی۔ اے۔
سی ایس۔

موٹروں کے رواج کی ترقی کی وجہ سے ہندوستان میں پٹرول کا خرچ بڑھ رہا ہے، ۱۹۲۱ء میں ۳۳ لاکھ گیلن پٹرول کی بمبئی میں درآمد ہوئی ۱۹۲۶ء میں تقریباً ۵۹۰ لاکھ گیلن پٹرول بمبئی پر اُتارا گیا، اور اس سال شاید ایک کروڑ گیلن سے بھی زیادہ کی درآمد ہوگی۔ میٹی کا تیل ہندوستان میں اس سے بھی زیادہ صرف ہوتا ہے، ۱۹۲۱ء میں ۴ کروڑ گیلن اور ۱۹۲۶ء میں ۵ کروڑ گیلن کروسن کی بمبئی میں درآمد ہوئی اور جملہ ہندوستان میں ۲۰ کروڑ گیلن کروسن صرف ہوا۔

برقی روشنی کے رواج کی وجہ سے مٹی کے تیل کا خرچ شاید آئندہ زیادہ نہ ہو لیکن اسکے کم ہونے کی توقع نہیں ہے اور پٹرول کا صرف تو ہر سال زیادہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ غرض ہندوستان میں تیل کی روز افزوں اہمیت کی وجہ سے یہ ضرورت ہے کہ ملک اور حکومت تیل کی پیدائش و تجارت کے سوال پر غور کرے۔

تقریباً دو ہفتہ قبل اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ ایشیاٹک پٹرولیم کمپنی لمیٹڈ اور برٹش پٹرولیم کمپنی لمیٹڈ سختی سے کوشاں ہیں کہ ایک نئی کمپنی بنانے والے ہیں اور وہ اپنی اپنی پیداوار کو اس متحدہ کمپنی کے ذریعہ سے فروخت کریں گے۔ ہندوستان میں ان دونوں کمپنیوں کو پٹرول کے متعلق تقریباً ایک اجارہ حاصل ہے اور پٹرول کی فروخت میں کوئی کمپنی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی لیکن مٹی کے تیل کی فروخت میں امریکی سٹینڈرڈ آئل کمپنی اس سے مقابلہ کرتی رہی ہے۔

تین ہفتے گذرے کہ سٹینڈرڈ آئل کمپنی نے اعلان کیا کہ روس سے تیل خریدنا شروع کیا ہے اور اس کمپنی نے یہ تصفیہ کیا ہے کہ وہ آئندہ روس کے تیل کی بیشتر خریداری کریگی۔ اس کمپنی کے اس ارادہ سے تیل کی فروخت کی اکثر کمپنیوں نے اپنی ناراضی ظاہر کی ہے۔ جب روس کے تیل کا پہلا جہاز بمبئی پہنچا ہے تو سٹینڈرڈ آئل کمپنی اور ہندوستان کی متذکرہ بالا تینوں کمپنیوں میں قیمت فروخت کے متعلق سخت مقابلہ ہوا اور اسکا ہونا ہے سٹینڈرڈ آئل کمپنی روس میں خریدا ہوا تیل ہندوستان میں کم کی قدر ارزاں فروخت کرسکتی ہے۔ اور برائل اور ایشیاٹک پٹرولیم کمپنیاں ہندوستان کے تیل کے بازار میں شکست کھانا نہیں چاہتیں اور اپنے تیل کو بھی ارزاں فروخت کر رہی ہیں۔

غالباً اسی مسابقت کا نتیجہ ہے کہ یہ دونوں کمپنیاں متحد ہو رہی ہیں۔ متحد ہوجانے پر ان کے مصارف فروخت میں کمی واقع ہوگی اور امید ہے کہ اپنی پیداوار ارزاں فروخت کرسکیں گی۔ ہر کمپنی اپنی پیداوار کیلئے علٰحدہ علٰحدہ اشتہاری مصارف برداشت کرتی تھی۔ عالمین پیدائش کی خرید اور پیداوار کی فروخت کے لئے ہر کمپنی کے علٰحدہ علٰحدہ وسیع دفاتر قائم تھے۔ متحد ہوجانے پر اس قسم کے مصارف کم ہوجائینگے۔

اصل مسابقت

سٹینڈرڈ آئل کمپنی کا روس میں خریدا ہوا تیل دراصل مسدودہ تیل ہے، کیونکہ سابق حکومت نے اس تیل کے معدن غیر لوگوں سے حاصل کئے تھے اور ان کو اتنک اس کا کوئی معاوضہ نہیں دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اہل ہند کے لئے غور طلب یہ امر ہے کہ سٹینڈرڈ آئل کمپنی تیل کی تجارت خارجی تجارت ہے۔ اور اس کے برخلاف برائل کمپنی اور ایشیاٹک پٹرولیم کمپنی کا تیل تقریباً تمام تر برآمد سے نکالا جاتا ہے اور ملکی ہے ان کمپنیوں کے کارخانوں میں دیسی مزدوروں کی کثیر تعداد ملازم رہتی ہے اور تیل کی صنعت کے لئے اکثر سامان مثلاً ڈبوں کاٹس وغیرہ ہندوستان ہی میں خریدا جاتا ہے۔

اس لحاظ سے اہل ہند اگر اس متحدہ کمپنی کا تیل خریدیں تو وہ ایک ملکی صنعت کی حمایت کرینگے۔ اس کمپنی کا اہل ملک سے ایک جائز مطالبہ کرسکتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ پٹرول کی صنعت میں اس کمپنی کو ملک میں اجارہ حاصل ہے۔ اور پٹرول کے بازار میں کوئی دیسی کمپنی اس سے مسابقت نہیں کرسکتی۔ اس لئے اس کمپنی کو پٹرول کی قیمت میں کمی کرنا چاہئے۔ اہل ملک اس کمپنی کے تیل کو ملکی رعایت سے زیادہ قیمت پر خریدنے تیار ہو سکتے ہیں۔ لیکن صرف اس وقت جبکہ کمپنی اپنے پٹرول کی قیمت میں تخفیف کرے۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ موٹر کار اب تعیشات کی فہرست سے نکلکر ضروریات زندگی میں داخل ہو رہی ہے اور کچھ عرصہ میں ملک کے مختلف کاروبار کے لئے یہ ایک سخت ضرورت کی شے بن جائے گی۔ اس لئے پٹرول کی شرح قیمت کا مسئلہ ملک کے لئے نہایت اہم ہے اور اس کی ارزانی کی سخت ضرورت ہے۔ ہمارے شہر میں پٹرول کی قیمت اعلیٰ درجہ کا بلدار فی گیلن ہے۔ یہ قیمت ۱۹۲۳ء کی قیمت سے تقریباً ۱۲ر فی گیلن کم ہے۔ لیکن موجودہ قیمت میں بھی حیدرآباد کی کروڑ گیری کے علاوہ ۴ر آنے فی گیلن ہندوستان کا محصول (ایک سائز ڈیوٹی) ہے اور ۲ آنے فی گیلن ہندوستان کا محصول ہے۔ ان محصولوں کی وجہ سے پٹرول، جو ہندوستان ہی کی پیداوار ہے، ہندوستان میں ولایت کی بہ نسبت ۶ آنے فی گیلن گراں بکتا ہے، حالانکہ ملکی پیداوار کو ملک ہی میں ارزاں بکنا چاہئے۔

اس کے علاوہ ایک تجویز ہندوستانیوں پیش کی جاتی ہے کہ پٹرول پر مزید ۱ر آنے فی گیلن محصول لگایا جائے اور اس کی آمدنی سے ملک کی سڑکوں کے لئے ایک فنڈ جمع کیا جائے، ظاہر ہے کہ یہ محصول ملک میں موٹروں کے رواج کے سخت منافی ہوگا اور اس سے ملکی ذرائع آمدورفت و نقل و حمل پیداوار پر نہایت مضر اثر پڑیگا۔

حکومت ہند نے جس طرح ملکی کپڑے پر ایکسائز ڈیوٹی کو خلاف مفاد ملکی تسلیم کرکے موقوف کردیا اسی طرح اگر وہ ملکی پٹرول کی اکسائز ڈیوٹی اور محصول بند رگاہ کو موقوف کردے تو ہندوستان میں پٹرول کا بیشتر حصہ ارزاں فروخت ہوگا۔ اور اس سے ملکی صنایع اور کاروبار و تجارت و نقل و حمل پر کیا بہت اچھا اثر پڑیگا اور اگر کوئی ملکی پٹرول کی تجدید رسم کے لئے در اصل کوئی نئی قسم کی ضرورت ہے تو ہندوستان سے جو ممالک میٹر کو جانے والے پٹرول پر ۴ آنے فی گیلن محصول عائد کیا جائے۔ یہ محصول نہایت قرین انصاف و مصلحت ملکی ہے۔ ترقی یافتہ اور متمول ممالک غیر اس محصول کے باوجود ہندوستانی پٹرول خریدیں گے، اس لئے کہ یہ پٹرول اسوقت بھی ان کے لئے دوسرے پٹرول سے نسبتہً ارزاں ہوگا اور اس محصول کا زر یہ پیدا ہوجائے گا۔

ہندوستانی طلبا مقیم مصر

کا سپاسنامہ

شاہ افغانستان امیر امان اللہ خان

کی خدمت میں

سعدی شاہ امان اللہ خان کی قیام کے زمانہ میں ہندوستانی طلبا مقیم مصر کے طرف سے بھی ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ ان طلبا کی نیابت سید رآباد کے دو طالب علم محمد خواجہ قطب الدین صاحب بی۔ اے (عثمانیہ) اور سید عبدالکریم صاحب حسینی ایم۔ اے۔ ال ال بی (جامعہ مصریہ) نے کی۔ شاہ افغانستان نے سپاس قبول فرمایا اور دیر تک ان طالب علموں سے گفتگو کرتے رہے ہم ناظرین کی دلچسپی کیلئے ذیل میں وہ سپاسنامہ پیش کرتے ہیں

مولانا صاحب الجلالت امان اللہ خان ملیک لافغان لازال ملکہ محفوفہ لعنایۃ الملک المنان

اے مبارک پے شہنشاہی کہ حامل می کنند اختران در آسمان از طلعت نیک اختری

دست بستہ باکمال ادب و دل پر اخلاص منجانب طلبائے ہندوستانی کہ امروز در مصر بتحصیل علوم و معارف منہمک اند، بمناسبت قدوم میمنت لزوم شہریار افغان دام اقتدارہا مئہ عصر، مراسم تحیات مخلصانہ و واجبات خیر مقدم را بر عتبات علیۂ انتہانیہ سر سانیم۔

اے قبلۂ آمال شرق و شرقیہا:

از روز یکہ این خبر مسرت آمیز در انجائے عالم بچو شعاع شمس منتشر شد، کہ اعلیحضرت پائے عزم در رکاب عزیمت نہادہ بسیاحت ممالک غرب تشریف میبرند و عنان عزم بطرف مصر منعطف میگردانند، ازان روز قلوب این مخلصان عرش ارکان چون ماہی دور از آب انتظار قدوم مبارک آن پشت و پناہ اسلام، و طلعت آن برگزیدۂ اہل جہان، شب و روز بے صبر و قرار چشم براہ مانده بود۔

ای علم بردار حریت افغان

امروز بفضل آن مجہودات عظیمۂ آن ہمت انتہانیہ کبیرہ کہ اعلیحضرت در راہ اصلاح و ترقی وطن محبوب و ابنائے وطن مہند دل فرسودہ میفرمایند، ملت مجید افغان را زندہ است کہ پائے مساعات بر فرق فرقدین نہد، و مشرق زمین را شاید کہ بوجود فرزند جوان بخت چو تو سالار افغان سر مفاخرت را از زروہ سپہر بریں بگذراند۔

ای ناشر علوم و معارف۔

بحکم آن روابط دیرینہ و تعلقات قدیمہ و جدیدہ کہ دلہائے ابنائے ہندوستان با اولیائے امور سرمد اگر دیدہ، و مخلص سلطنت ابد مدت افغان دولت انتہانیہ گردیدہ دنیا بران عواطف عظیمۂ شاہانہ کہ حضرت ہمایونی باسلمانان ہندوستان خصوصاً و ابنائے ہند عموماً داشتہ و میدارند، بر ہر فرد ہندوستانی ہر جا باشد و ہر قلیم ہا ند لازم است کہ بمراسم خیر مقدم سالار افغان تقدیم کند و ہمہ یکدل و یکزبان از درگاہ حضرت بیچون دست دعا بلند کردہ کہ شہریار افغان را درین سفر میمون باکمال کامگاری مظفر حضرت رودلی عہد افغان محبوب امراء عالمگیر و زراء صائب تدبیر محصوب بصحت کامله محفوف بعنایت خود با وطن محبوب برساند، و دیدۂ ابنائے افغان را بدیدار پادشاہ جوان بخت خود روشن گرداند۔

صحت و دولت و کامگاری پادشاہ اسلام امان اللہ خان در اطراف و جوانب عالم سایہ پاد، و ذکر عظمت شئون انسانی چون نیر اعظم بر نصف النہار ظاہر و مشہود۔

منجانب طلبائے ہندوستانی مقیم مصر۔ سید عبدالکریم حسینی حیدرآبادی (B.A.، LT(Egypt) محمد خواجہ قطب الدین قادری B.A. حیدرآبادی فرستادہ حکومت نظام دکن جامعہ مصریہ ۱۳۴۶

شعر و سخن

غزل

از ہز اکسلنسی مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت صدر اعظم دکن

احسان مند ہوں نگہِ امتیاز کا — پہلا مجھی پہ وار چلا تیغ ناز کا
ہم ہو گئے تمام - گلہ اب نہیں رہا — افسانہ رہ گیا - الم جاں گداز کا
جو جس کے جی میں آئے کہے برملا مجھے — دل دادہ ہوں میں خاطرِ حسرت نواز کا
سازوروں کے نغمۂ پنہاں کا ذوق ہے — دل دادہ ہو گیا ہوں نوائے راز کا
کچھ لطفِ زندگی ہے تو ساقی اسی میں ہے — اک جام دے مجھے مئے مینا گداز کا
راحت اسی میں شادؔ ہے انزوں ہو درد عشق — احسان لونگا میں نہ کسی چارہ ساز کا

گلبرگہ ہم بھی جا کے زیارت کرینگے شادؔ
آئینہ مہ میں عرس ہے بندہ نواز کا

غزل

از نواب حیدر یار جنگ بہادر مولوی سید علی حیدر نظم طباطبائی (لکھنوی)

شنگ پانی ہونے کو پانی ہو لہو ہونے کو ہے — دیکھ اے نکتہ چیں تو نہیں دنیا فنا ہونے کو ہے — بزم میں ساغر کسی کے واسطے کوئی بھرے — میں سمجھتا ہوں کہ میری ہی صلا ہونے کو ہے
اپنی بے صبری سے کچھ مایوس ما ہونے کو ہے — آئینہ دار اثر دستِ دعا ہونے کو ہے — شان اُن کی دیکھ کر سمجھے تھے ہم روز الست — دولتِ کونین بے مانگے عطا ہونے کو ہے
دل وہی دل ہے جو اُسکا مبتلا ہونے کو ہے — جان ہے وہ جان جو اُس پر فدا ہونے کو ہے — یاس میں مجھکو تسلی دیر ہی ہے خود بخود — پردہ اب اٹھنے کو ہے اپنا منا ہونے کو ہے
قتل سے میرے پشیماں بے وفا ہونے کو ہے — اک ستم تو ہو چکا اب دوسرا ہونے کو ہے — آگیا ہے شرم عصیاں سے جو آنسو آنکھ میں — یہ کے رخساروں پہ دُرِ بے بہا ہونے کو ہے
گو سراپا مثلِ خنجر ہوں، مگر کچھ غم نہیں — خاک ہو جانا مرا عقدہ کشا ہونے کو ہے — یہ نگارستانِ ہستی مظہرِ قدرت سہی — نقش ہو کر آب حیواں پر فنا ہونے کو ہے

چپکے چپکے ظلم کر ناچپ نہیں سکنے کا اب
نالۂ بے داد میں پیدا صدا ہونے کو ہے

ایک خاتون کا آخری فیصلہ

ایک رنجش کے بعد جس سے محبت میں کچھ رخنہ پڑ گیا تھا کہتی ہے

"برادننگ کی اس مشہور نظم کو انگریزی (نظم) سے اردو (نثر) میں لانے کے ذمہ دار مولوی ذکاء احمد صاحب ایم۔ اے۔، مدیر نظام گزٹ ہیں لیکن نظم کا جامہ پہنانے کا مجرم خاکسار ہے۔

تمکین

ہم نہ آیندہ کبھی تکرار ہی کرتے رہیں
آپس میں کیوں لڑتے رہیں؟
اس سے بجز رنج و الم
کچھ فائدہ ہوتا نہیں
بس آؤ پہلے کی طرح اخلاق سے اور پیار سے
گہوارۂ الفت میں ہم
جھولا کریں گے رات دن
اور چین ہوگا ہر طرح
اُف وحشیانہ ہوتے ہیں الفاظ اپنے کس قدر
گر ہم پرندوں کی طرح
لڑتے رہیں گے رات دن
شاہین آلے گا ہمیں۔
الفت کی دو نازک آنکھیں ٹکٹکی ہے سامنے
سن کر ہماری بحث کو،
اس محبت و تکرار کو،
ناراض ہو جائے نہ وہ
بس بس یہ رنجش ہو چکی آزردگی کو چھوڑ دو
اے جان اپنے دل میں تم
الفت کا جذبہ لے کے بس
آجاؤ میرے پاس اب
اُس سچ سے توبہ کیجیں وہ جھوٹ ہے پیارے مرے
جو تم میں اور مجھ میں کبھی،
اے جاں! جدائی ڈال دے
اور روح کو تکلیف دے
اے آدم فردوس عشق اس پھل سے تو پرہیز کر
شیطان ہیں کرسانپ اک
بہکانے آتا ہے ہمیں
اس پھل کو چھونا تک نہیں

ہے نام اس پھل کا "تقسیم" ہے ایسا بعض لوگ کہیں
چھونا اُسے ہرگز نہیں،
پھر حضرت حوا کی طرح،
جنت نکالوں میں کہیں!
آ دیوتا بن عشق کا کر دے شکستہ دل مرا
انسان کی صورت میں آ،
اور ہاتھ میرا تھام لے
اور مجھ سے مل جا اس طرح
"من تو شدم آمن شدی" "من تن شدم تو جاں شدی"
"تا کس نگوید بعد ازیں"
"من دیگرم تو دیگری"
اس طور سن افسوں گری
تیری تمناؤں کو میں پورا کروں گی اس طرح
مالک بناؤں گی تجھے
اس جسم خاکی کا مرے
اس روح باقی کا مری
ہاں اپنی ہستی کو تجھے دینے سے پہلے کام اک
ہے چاہیے کرنا مجھے
یعنی یہ رنج و غم جو ہیں
دل سے نکالوں اپنے میں
لیجا کے دفناؤں انہیں ایسی جگہ اور اس طرح،
صورت نہ منحوسوں کی پھر
آئے کبھی مجھ کو نظر،
اور روکے پھر نہ آؤں انہیں!
لیکن نہیں بیکار ہے مجھ کو مسرت کے لئے
لے لے کے سونا چاہیئے
اس واسطے کہ تم کو بھی
مجھ سے محبت ہے ابھی

سید تمکین کاظمی
ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لنڈن)

انتقاد

دُرِّ ثمین

مرتبہ تصدق حسین صاحب مطبوعہ احمدیہ پریس مینار حیدر آباد دکن

قیمت مجلد ۱؎..... بلا جلد ۸

یہ ہندوستان کی مشہور شاعرہ مسز سروجنی نائیڈو کی انگریزی نظموں کے اردو منظوم ترجموں کا مجموعہ ہے مسز سروجنی نائیڈو محتاج تعارف نہیں۔ حیدر آباد دکن ان کا مولد اور وطن ہے۔ اس لئے حیدر آباد کی علمی دنیا کا بچہ بچہ ان کو جانتا ہے۔ ہندوستان میں وہ پہلے شاعرہ کی حیثیت سے مشہور ہوئیں۔ اور پھر ملکی اور سیاسی خدمات کی وجہ ہندوستان کے اس طول و عرض کے گوشہ گوشہ میں ان کا شہرہ ہو گیا۔ موجودہ زمانہ میں ان کے سیاسی کارناموں کے مقابلہ میں ان کے شاعرانہ کمال پر پردہ سا پڑ گیا۔ سیاسی کارنامے بھی کیسے؟ وہ کہ ہندوستان کے بڑے سے بڑے مرد مدبر کو بھی ان پر فخر ہو۔ یہ جانے کہ بدقسمت ہندوستان کی بدقسمت عورت۔

ہماری شاعرہ کی اس سیاسی جد و جہد پر ملک کے تعلیم یافتہ طبقے کی دو مختلف رائیں ہیں۔ ایک گروہ جو ادبی دنیا میں سیاسیات کے میدان میں قدم نہ رکھنا چاہئے تھا یا اپنی شاعری سے وہ ملک کی موجودہ نسل ہی کو مستفید نہ کرتیں بلکہ اس سے ہماری قوم کی بعد کی آنے والی نسلیں بھی فائدہ اٹھاتیں اور خود ان کا نام مستقل بھیدیر تک زیادہ پائیداری سے قائم رہتا۔ بالفاظ دیگر ان کی شاعری نئی نوع انسان کو مستفید کرتی۔ بستی برخلاف اس کے ان کی قوت کا افادہ، خواہ وہ کتنا ہی موجب ہندوستان کیلئے اور صرف موجودہ ہندوستان کیلئے محدود ہو، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ شاعری قوم کی ایک محدود بعید ابدی شاخ ہے برخلاف اس کے ہندوستان کی آزادی کا مقصد ایک مردہ قوم میں جان ڈالنے کا فریضہ ہے اس لئے اگر مسز نائیڈو کی شاعری اس مقصد کے لئے قربان ہوتی ہو تو کچھ مضایقہ نہیں۔



دونوں پہلوؤں پر بحث کچھ کیا جا سکتا ہے مگر ہم اس تمام بحث سے قطع نظر کر کے ادبی حیثیت سے اتنا ضرور کہیں گے کہ سیاسی میدان میں مسز نائیڈو کا کام انجام دینے والے ملک میں موجود ہیں مگر مسز نائیڈو کا قلم اٹھانے والا سوائے اُن کے کوئی نہیں۔

* * *

دُرِّ ثمین کے مرتب تصدق حسین صاحب تحسین کے مستحق ہیں کہ انھوں نے واقعی موتیوں کو جمع کیا ہے۔

اس کتاب کو جامع نے بیگم صاحبہ حیدر نواز جنگ (مسز حیدری) کے نام پر معنون کیا ہے۔ کتاب کی ابتدا میں مولوی سید ہاشمی صاحب فرید آبادی کی ایک نظم "تشنہ گل" اور دیباچہ ہے۔

"تشنہ گل" مولوی صاحب کی اچھی نظم ہے۔ مگر اس کتاب سے یا مسز سروجنی نائیڈو سے اس نظم کو کیا نسبت دور سے نسبت دیجا سکتی ہے۔ البتہ دیباچہ مولوی صاحب نے بہت اچھا لکھا ہے۔ اس میں مولوی صاحب نے شاعرہ کے کلام کی روح سے اردو دان طبقے کو آشنا کرنے کی کوشش کی ہے اور ہماری دانست میں اس کوشش میں بہ نسبت ان تمام نقادوں سے زیادہ کامیاب ہے جو اب تک اردو میں سروجنی کے کلام پر کچھ لکھ چکے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ مولوی صاحب اس دیباچہ کو کچھ اور وسعت دیتے

دیباچہ کے بعد "مسز سروجنی نائیڈو" کے عنوان سے ایک فول سفحہ مضمون رسالہ ہمایوں سے نقل کیا گیا ہے۔ اس مضمون میں شاعرہ کی حیات اور اس کے کلام پر تنقید کسی قدر تفصیل سے آگئی ہے۔ ہماری ناقص رائے میں اس مضمون سے گہری نقادانہ نظر کا پتہ نہیں چلتا۔

* * *

دُرِّ ثمین میں کل (۲۳) نظموں کے ترجمے ہیں جس میں سفیر کاکوروی کا حسب سے زیادہ حصہ ہے۔ ان کے بعد سیف الدین صاحب شباب کا کارنامہ ہے۔ سفیر صاحب کے (۹) ترجمے ہیں اور شباب صاحب کے (۴) باقی ترجموں کے ایک ایک دو دو ترجموں سے زیادہ نہیں۔

* * *

ترجموں میں سفیر کاکوروی صاحب کا مبنیٰ بھی اتنے ہی ہوئے ہیں اور نا کام بھی اتنے ہی۔ ان کا پہلا ترجمہ جو اس مجموعہ میں درج ہے "سماسمی" کے عنوان سے درج ہے۔ اس نظم کی اصل سرخی انگریزی میں "دی پرے یرس آف اسلام" ہے جس کے معنی "دعائے سلام" یا "مسلمانوں کی دعا" کے ہیں۔ اس نظم میں شاعرہ نے اسلامی عقائد کے ساتھ اسماء باری تعالیٰ کی مطابقت بہت خوبی سے کی ہے۔ اس نظم کے ترجمہ میں اصل نظم کی روح پوری طرح نہ آسکی۔ اسی طرح سفیر صاحب کے اکثر ترجمے اصل نظموں سے بہت ہٹے ہوئے ہیں البتہ شباب صاحب اصل نظم کا زیادہ لحاظ رکھتے ہیں۔ مگر شباب صاحب کے ترجموں میں وہ روانی نہیں ہے جو سفیر صاحب کے ترجموں میں ہے۔ شباب صاحب نے بعض جگہ زن، محاورہ اور روزمرہ کا خیال نہ رکھا اور نامانوس الفاظ کے استعمال میں بھی انھوں نے احتیاط نہیں کی۔ ایسی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:-

چلو اب چھوڑ دو حاجت نہیں شفاف موتیوں کی

صفحہ (۲۴) سطر (۱)

گسستہ اس کو کر دو تخم رنج و غم کے بوئے ہیں

صفحہ (۲۴) سطر (۳)

شہادو منہ سے تقطیع اڑ گیا رنگ رخ اور صفحہ ۲۴ سطر

(نقاب کے لئے مقنع استعمال کیا ہے جو نہ صرف غیر انوس ہے بلکہ غیر صحیح بھی ہے اصل لفظ مقنعۃ ہے (یہ کسی جگہ وزن میں نہیں آسکتا۔)

۱۸-۱۷ تیسرے میں آج سیل اشک جو آنکھیں بہاتے ہیں صفحہ ۲ سطر ۲ (تیر کی جگہ میں استعمال کیا ہے)

یتاد یتے ہیں اس کی عمر خامی کا زمانے میں برا ہو گشتہ قلندر کی ہے وہ شان شوکت صفحہ ۳۰ سطر ۳ (یہاں صرف برباد کافی تھا۔)

گو لاکھ قصیدوں سے بدے ہزار صورت۔ (صدی میں دال مشدد استعمال کی ہے)

شباب صاحب کو سب سے زیادہ کامیابی "سستی" کے ترجمے میں ہوئی ہے اور حقیقت یہ ہے یہ ترجمہ بہت اچھا ہوا ہے

اے شمع زندگانی آخر اجل نے، کیا رحل بھی تو، اس طرح تجھ کو بھونکا تھمتی نہیں کہ روشن پھر ہو شبہ اور تیرا اس تیرہ خاکداں میں کیوں کر گزر ہو پیارے اے محفل زندگانی! پائے قضا نے تجھ کو اشکوں بیچ دن سے پامال کر کے توڑا لیکن نہیں کہ پھر تو سرسبز بار در ہو جو گل سوکھ جائے دشوار ہے کہ تو پھر ہو اے وجود زندگانی! آخی مرگ نے یوں ہم کو کیا دوبارہ جوں لفظ ہو شکستہ فی الاصل ایک تھے ہم جب ہو چکی جدائی بے جان ہو کے قالب باقی نہیں رہیگا۔

ہماری رائے میں پہلا شعر اس طرح چاہئے تھا جو بہتر تھا:۔

اے شمع زندگانی آخ اجل بھی تو، آخر اجل نے اس طرح تجھ کو بھونکا

ایسا کیا دوبارہ جوں لفظ ہوں شکستہ

اصل مصرعے یہ ہیں:

Life's my like, Death's bitter sword
Hath severus like a broken word,

اس مجموعہ میں حبیب اللہ صاحب رشدی مدیر نظام گزٹ کا بھی ایک ترجمہ درج ہے جس کے متعلق اخبار الجمعیۃ تبصرہ میں لکھتا ہے کہ اصل اور ترجمہ میں امتیاز کرنا مشکل ہے۔ ہم فارسیں کی پوچھی کے لئے یہ ترجمہ نمونہ میں درج کرتے ہیں۔

قال

سو کو حبا ان تم سے کوئی رہرو اگر پوچھے
کہ "اے نازک بدن طیوس ہے شیریں تر کیا شے؟
رخ پر نور کو دیکھو تو اک دریا کا عالم ہے
تم گہرہو میں بادیں سے کیا ہے اثر کیا شے؟"
ادا سے مسکرا کر یہ کہی نظروں میں ہم نے "حاشا!"
"تم الفت ہے، جو ہیں آہ ہے، اور سوز فرقت ہے

یہ قطرے موت کے پھیکے گناہ و یاس و حسرت ہے

سر شام ایک مست جام دیکھے اور چلائے
کہ "کیا کچھ از خوانی رنگ کی تم نے چھلکائی
کہ دیں گھلا کے چھینٹیں لباس نا تیرا اپنے
کہ نازک سرخ پتوں ہی کی رنگت ہے پہنائی؟"
بصد انداز دلداری یہ اے جانِ جہاں کہنا
"کیا تھا جس کو گھائل بخ و غم کی تیغ ہے میں نے
یہ قطرے زندگی کے ہیں کہ نکلے قلب رنجش سے"

مذکورہ بالا نظموں کے علاوہ ترجمے کی حیثیت سے احسن اکبر آبادی کا ترجمہ "کنول" وفا صدیقی کا ترجمہ "نغمۂ خلیل و ہوی کا ترجمہ "یاد محبوب" سفیر کاکوروی کا ترجمہ "نوائے غم" بہترین ترجمے ہیں۔

ترجموں کے ساتھ اصل نظمیں بھی مقابل صفحوں پر طبع کی گئی ہیں۔ طابع کا یہ کام بہت تحسین ہے۔ اصل انگریزی کی طباعت میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ اور اردو ترجموں میں بھی جگہ جگہ الفاظ چھوٹ گئے ہیں مثلاً

بس اُسے ذوق تماشا.... کی ہے جلوہ گری صفحہ ۱۰ سطر ۱۰ میں مجھے یاد دل کہ..... بے بس ہوں.... ناظرین صفحہ ۱۱ سطر ۱۶ یا تو انوں میں صدائے بچ..... بھر دوں مجھے ۲۰/۶ تو ہو قاتل اُسے کچھ دلبری..... رو سے انور سے ۲۲/۱۰ مقدس رشتہ تحے جس تار میں موتی پروئے ہیں ۲۴/۴ (اس مصرعہ میں تو کے بجائے تحے چھپ گیا ہے)

نہیں ممکن کہ رخ تو میں کچھ.... دل فریبی ہو ۲۴/۵ ان کے علاوہ اور بھی اسی طرح کی فروگزاشتیں ہیں جو طبع ثانی میں ذرا سی توجہ سے رفع ہو سکتی ہیں۔ کتاب میں کاغذ بھی کیساں نہیں لگا گیا اور لکھائی بھی کہیں ہلکی اور کہیں گہری ہے۔ امید کہ قصدق حسین صاحب آئندہ طباعت پر ان باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس مجموعہ میں بھی اضافہ فرمائینگے کیونکہ ہمارے خیال میں ابھی اور ترجمے جو مختلف رسائل وغیرہ میں شائع ہو چکے ہیں تلاش سے مل سکتے ہیں موجودہ حیثیت میں بھی مگر نہیں بہت قابل قدر کوشش ہے۔ یہ بھی ایک حسن اتفاق ہے کہ شاعر کے ترجموں کا مجموعہ شاعرہ کے وطن ہی میں جمع اور شائع ہوا۔

لہ بہتر ہوگا کہ قصدق حسین صاحب دوسرے ایڈیشن میں اس مصرعے سے غلطی نکال کر لفظ "بسمل" رکھدیں۔ یعنی ع

یہ قطرے زندگی کے ہیں کہ نکلے قلب بسمل سے

میں نے اصل میں شکل ہی لکھا تھا مگر چھاپے والے اہل پریس کی غلطی سے یا تو دیر کی جلدی سے اسکی چھ نقطے دیدہ دلیری سے چھپ گئیں۔

(محمد حبیب اللہ رشدی)

انتقاد

مصنوعی بیوی

مترجمہ۔ عباس حسین صاحب لطفی قیمت ۱۲ار

پتہ:۔ محمد حسین جعفر علی تاجر کتب چار مینار حیدرآباد دکن

یہ کتاب ایک انگریزی ناول کا ترجمہ ہے۔ قصہ بہت دلچسپ ہے۔ ایک متوسط گھرانے کا نوجوان ایک یتیم نوجوان لڑکی کو اپنے بھائی کو دھوکا دینے کی غرض سے اپنی بیوی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ نوجوان کا ارادہ ملیک رقاصہ سے شادی کرنے کا تھا۔ فریب میں ادکی فریب مل جاتے ہیں اور دلچسپ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نوجوان اپنی اس مصنوعی بیوی ہی کی الفت میں گرفتار ہو جاتا ہے اس دھوکے کا علم اس کے بھائی کو ہو جاتا ہے۔ جو بعد میں ان دونوں کی شادی کر دیتا ہے۔ اصل اپنی تمام جائداد اس نوجوان جوڑے کے نام وصیت کر جاتا ہے۔

اس ناول کا اصل مصنف آر بیچ پول ہے۔ جو اگرچہ اول درجہ کے ناول نگاروں میں نہیں مگر اس کتاب سے اس کے کمال کا کافی اظہار ہوتا ہے۔

بحیثیت ترجمے کے ہم عباس حسین صاحب کو مبارک باد دیتے ہیں کہ ان کا یہ ترجمہ کامیاب ترجمہ ہے تمام کتاب میں مترجم نے اصل کتاب کے صحیح مفہوم کا لحاظ رکھا ہے۔ اور بعض بھی ترجمے کی روانی اور سلاست میں فرق نہیں آنے پایا۔ ہماری رائے میں ایسی کتابوں کے ترجمے کی بہترین خوبی یہ ہے کہ ترجمہ میں روانی اور سلاست ہاتھ سے نہ جانے پائے

و

القریش نظام نمبر

رسالہ القریش دن بدن ترقی کرتا جا رہا ہے یہ اس کے لائق مدیر نے "نظام نمبر" کے نام سے ایک مخصوص نمبر نکالا ہے جس میں انکلستہ حضور پر نور فرخندہ فال کے خاندانی حالات اور تمام سلطنت کے متعلق ضروری باتیں درج کی ہیں۔ منشی محمد علی روشن صاحب نے نظام نمبر لکھا کر وہ کام کیا ہے۔ جو صرف انہی کو کرنا چاہیے تھا۔ منشی صاحب کی اس طویل دماغ کام پر ہم مبارکباد دیتے ہیں۔ اردو رسالہ نویس میں کہ منشی صاحب کی محبت اس سلطنت کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے۔

و

گولکنڈہ کی گرجن

چارمینار کے شہر سے

"از گولکنڈہ"

گذشتہ ہفتہ ہم نے ٹیگور کھیڑی کے متعلق انڈین نیشنل ہیرالڈ کے نامہ نگار کی یہ گولکنڈہ کی دلچسپ رائے کے پیش کرنے کا وعدہ کیا تھا اس کا مرجع ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ قارئین نظام گزٹ نہ صرف اخباری مدبّروں کی دلچسپ رایوں ہی سے واقف ہو جائیں بلکہ ایک انگریزی محاورے To SEE OUR SELVES AS OTHERS SEE US. کی تکمیل بھی ہو جائے۔ مضمون کے متعلق ہم نے اپنی رائے گذشتہ ہفتہ کے نمدرای میں پیش کر دی تھی۔ اب قارئین اس مضمون کی شاعری سے لطف اٹھائیں۔

حیدرآباد کے موجودہ فرمانروا ۲۶ ستمبر ۱۹۲۶ء کو انڈین نیشنل کانگرس کے ساتھ ساتھ اپنی عمر کے ۴۲ ویں سال میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ مطابقت بہت ہی مبارک ہوگی۔ اگر ایسا ہو کہ حضور نظام بھی نئے خیالات اور نئے ارادوں کے ساتھ انڈین نیشنل کانگرس کی ہمنوائی کریں۔

آئندہ جلسے ہر دسمبر کی چھبیسویں (۲۶) تاریخ کو اس بات کی یاد تازہ کرکے خوشی منائینگے کہ یہ دن ہندوستان کے اتحاد اور آزادی کا دن ہے۔ اگر ہندوستان کے سب سے بڑے تاجدار کی سالگرہ ہندوستان کی سب سے بڑی قومی مجلس کی سالگرہ کے دن واقع ہو کر اس بات کو ثابت کر دے کہ ہندوستان کے حکمران اور ہندوستان کی رعایا دونوں ہمدرد ہیں۔ اور یہ اتحاد اس جنگ کے لئے ایک خوفناک آلہ ہے جو دونوں کے واحد دشمن، یعنی شہنشاہیت پرست برطانیہ کے خلاف چھڑی ہوئی ہے۔

* * *

کسی ادارہ کی (۴۲) سال کی عمر ایک کافی طویل مدت ہے۔ انڈین نیشنل کانگرس گزشتہ (۴۲) سال سے ایک مقدس مقصد کے حصول کے لئے لڑ رہی ہے۔ لیکن مجھے تو خود اپنی ہی خامیوں کی وجہ اور زیادہ تر مخالفین کی ذاتی عنایات یا چالبازیوں سے وہ ابتک اس جنگ میں تنخ نہ ہوگی اب وقت آگیا ہے کہ کانگرس کی قوت اور ذرائع میں دگنی طاقت پیدا کی جائے اور یہ بات اس وقت حاصل ہو جبکہ ہندوستانی تاجداروں کے قائد اعظم جنہوں نے ابتک اس جنگ کو برطانی حفاظت کے حالیفان خیال کرکے فلسفیانہ تذبذب سے ملاحظہ فرمایا ہے۔ اب کانگرس کی جرأت و استقلال خرابی کی داد دیتے ہوئے خود بھی اسکی مدد کا بیڑا

خیالات عمر کے ساتھ وابستہ ہیں۔ انڈین نیشنل کانگرس اب (۴۲) سال کی نوجوان مجلس ہے اور اسی طرح حیدرآباد کے حکمران بھی نوجوانوں کی طرح قوت اور جوش رکھتے ہیں اسلئے اگر کانگرس اور حضور پرنور اگر ایک ہی نقطۂ نظر رکھیں تو کوئی انوکھی بات نہ ہوگی۔

* * *

مذکورہ بالا خیالات باری النظر میں شکوک انگیز نظر آتے ہیں لیکن اگر اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے کہ ہمارے تاجدار باوجود اپنی مجبوریوں کے کس طرح کانگرس کا ساتھ دیکر اس کا ہاتھ بٹا سکتے ہیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اپنے ہی دائرۂ عمل میں بھی اس بات کو نافذ عمل بنا سکتے ہیں۔ اور اسطرح اس خیال کا انوکھا پن جاتا رہتا ہے۔

اس مضمون میں میں اپنی ناچیز کوشش اس بات کے ظاہر کرنے میں صرف کرونگا کہ کس طرح اعلیحضرت حضور نظام ہندوستان کے سب سے بڑی ریاست کے حکمران ہونے اور سلطنت برطانیہ سے اپنی وفاداری کا عہد کرنے کے اندین نیشنل کانگرس کا ساتھ دے سکتے ہیں۔

* * *

مختصر الفاظ میں ہماری قومی مجلس اعلیٰ اب خود مختاری پر زور دے رہی ہے۔ وہ یہ یقین کرتی ہے کہ قوم یا سلطنت اپنے ذاتی معاملات کے انتظام میں اور اپنے مستقبل کو مرتب کرنے میں آزادی رکھتی ہے۔ وہ اس بات کی سخت مخالفت کرتی ہے کہ اجنبی غیر ملکی قوم خواہ کیسی ہی مہربان۔ خیاں۔ ہوشیار اور دیانت دار کیوں نہ ہو کسی دوسرے قوم کے (جو سیاست دانی میں اس سے کم ہو) معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق رکھتی ہے۔ یہ گویا کانگرس کی مصلحت خارجہ ہے۔

اور مصالح داخلہ اور انتظام مملکت میں کانگرس ایک ایسے نظام کا مطالبہ کر رہی ہے جس سے تمام مذہبی فرقہ واری اجتماعی امتیازات تعاون اور رواداری کے ذریعہ مٹ جائیں اور تمام چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور چھوٹے چھوٹے فرقوں اور مزدور جماعت کے نقاد کے مفاد محفوظ ہو سکے۔

* * *

ایک رواداری سے مقدہ سلطنت کے قیام کے مقصد کے لئے کانگرس تمام ہندوستانی حکمرانوں کو اپنی اپنی ریاست کا دستوری بادشاہ مانتی ہے۔ اور اس بات کو نظر انداز نہیں کرتی کہ ہندوستانی ریاستیں ہندوستانی سیاسیات کا جزو لاینفک ہیں اس لئے وہ بھی حکومت خود اختیاری کی مستحق ہیں۔

مساشیات کے میدان میں کانگرس کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام ملکی صنعتوں کی ہمت افزائی کرکے ان کو معراج کمال پر پہنچایا جائے۔

سفت اور جبری تعلیم اس قومی عمارت کا سنگ بنیاد ہو۔ اور مذہبی آزادی کے ساتھ تحریری آزادی اور تقریری آزادی بھی لازمی ہو

* * *

اعلیحضرت حضور نظام کے شیروں میں سے کوئی دیانت دار شیر مجھے بتا سکتا ہے کہ ان مقاصد میں سے کونسا ایسا مقصد ہے جس کو حضور نظام ایک بڑی سلطنت کے حکمران ہونے کی حیثیت سے نہیں قبول فرما سکتے؟

اب ذرا واقعیت کی روشنی میں ان چیزوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

* * *

حضور نظام اور حکومت برطانیہ کے مابین اب تک جتنے عہدنامے مرتب ہوئے ان سب میں بنیادی اصول یہی تھا کہ داخلی معاملات میں حکمران کو کامل آزادی حاصل رہیگی اگر اس اصول کی پابندی سختی کے ساتھ نہیں کیگئی تو اس کی وجہ گذشتہ حکمرانوں کی کمزوری تھی۔ ان حکمرانوں میں وہ اخلاقی جرأت نہیں تھی جو ایسی شہنشاہیت پرست قوم کو جو ذرا ذرا سے بہانوں سے حفاظت کی امانت داری کے بدنام کن نظریہ کی آڑ میں ہر وقت دخل در معقولات کا موقع ڈھونڈھا کرتی رہتی ہے۔ تاکہ اپنا سیاسی معاشی دائرہ اثر و نفوذ میں اضافہ کرے، ایسی مداخلت سے [illegible] کرتے۔

اب اگر موجودہ فرمانروا کانگرس کی [illegible] پیدا کرلیں تو وہ اس ناپاک رجحان کو قطعاً [illegible] اور امانت داری کا مشتبہ دعویٰ پیش کرنے [illegible] مادی سبب نہ پیدا ہونے دینگے اور اپنے حقوق [illegible] کے زریعہ موثق ہو چکے ہیں کبھی کسی کو حملہ کرنے کی [illegible]

نہ کرنے دینگے

* * *

اب ایک زرین موقع ہاتھ آیا ہے۔ ایسے موقع بہت نادر ہوتے ہیں۔ کہ حضور نظام اپنی مشہور مستقل مزاجی کو بکام میں لاکر اپنی شاہانہ خودداری ظاہر فرمائیں اور وہائٹ ہال کے ایک گستاخ وزیر مند کے احکام سے قطعی واسطہ نہ رکھیں یعنی یہ موقع جو مسٹر لائیڈ جارج کی تقریر سے پیدا ہوا ہے۔

* * *

ہندوستانیوں کی اس بڑی قوم کے حق خود اختیاری پر حملے سے اس بڑی قوم کی ہتک کرنے کا لارڈ برکن ہیڈ سے اب تک بیلیا کی گیا ہو کے بہادروں کے ساتھ بھی جو ہماری شاندار قوم کی آخری نشانیاں ہیں، وہ ایسا برتاؤ کر رہا ہے کہ وہ گویا سیاسی کٹھ پتلیاں ہیں۔

اعلیٰحضرت حضور نظام کے کہنے کا وقت آگیا ہے "برکن ہیڈ اپنے کو سنبھالو اور آئندہ خبردار رہو"

قصر گنگ گڑھی کی اس زبردست انداز گرجتی آواز کا اور ڈوماٹ ہال کے زلزلہ خیز ایسا ظاہر ہوگا بالڈون اور برکن ہیڈ دونوں، دنیکوں کو یہ یقین ہو جائے گا کہ باوجود برطانیہ سے صدیوں کا تعلق رہنے کے اب تک ہز آکرا الیٹیڈ ہائی نس اور ان کے بھائی دوسرے حکمرانوں کی رگوں میں ابھی تک نیلگوں خون دوڑ رہا ہے۔

* * *

عہد نامے دو فریقوں کے مابین طے ہوتے ہیں اس بات میں کیا معنی کیا معقولیت اور کیا اخلاق ہے۔ کہ ایک فریق اور عہد ناموں کو جانچنے۔ نظر ثانی کرنے۔ امتحان کرنے۔ یا مستقل کرنے کیلئے "فری اسٹریٹ کے تین درویشوں" کی کمیٹی مقرر کرے؟ اس سے دوسرے فریق کی برداشت کرنے اور دوسرے کی ہتک کرنے کے الزام سے پیچھے کے لئے کیا مادی معقولیت یا استدلال پیش کیا جا سکتا ہے۔ اگر لارڈ برکن ہیڈ ان دونوں کو یاد کریں تو بہتر ہوگا۔ جبکہ سلطنت برطانیہ لڑکھڑا رہی تھی اور ہندوستانی تاجداروں نے اپنی عظیم الشان فوجیں اور دولت سے سلطنت کو اس نازک موقع سے بچا لیا۔ اب وہ خطرناک وقت ٹل گیا اس لئے لارڈ برکن ہیڈ نے مناسب خیال کیا کہ ہمارے چند حکمرانوں کی کمزور طبیعت سے فائدہ اٹھا کر انھیں اپنی مرضی کے مطابق عاجز اور بے دست و پا بنا دے۔

احسان فراموشی! تیرا نام برکن ہیڈ ہے!

* * *

اب اعلیٰحضرت حضور نظام کا فریضہ عین نظر آرہا ہے۔ حضور کو مڈل کمیشن سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہئے میں حضور پر نور سے مودبانہ عرض کرونگا کہ حضور عام دربار اسکا اعلان فرمادیں کہ حضور اپنی سالگرہ کی یاد گار میں برکن ہیڈ کے بلڈزمائیو (BUTLER TRIO) کی طرف توجہ نہ کرنا اپنی کسر شان سمجھیں گے۔

صاحبِ اعجاز

ایچ۔ جی۔ ویلس کے بہترین مختصر افسانہ کا ترجمہ

یہ بات مشتبہ ہے کہ آیا یہ اس کا خطری تحفہ تھا۔ لیکن میں اپنے نزدیک یہی سمجھتا ہوں یہ بات اس کو کیا یک مائل ہوگئی تھی۔ وہ تیس برس کی عمر تک ایک شکی مزاج تھا۔ اور معجزے کا قائل نہیں تھا۔ اب یہاں میرا یہ کہہ دینا ہے جاہوگا کہ وہ ایک پستہ قامت انسان تھا اور اس کی آنکھیں تیز بادامی رنگ کی تھیں۔ اس کے بال سیدھے اور اس کی مونچھیں بالبی تھیں جن کے سروں کو وہ مروڑ کر اوپر رکھا کرتا تھا۔ اس کا نام جارج سمک ورتھنگٹن تھا ——— ایسا نام نہیں جس سے معجزہ یا کرامت کا خیال پیدا ہوتا ہو ——— وہ گلہ شاٹ کے دفتر میں منشی تھا۔ وہ فرمی استدلال کا بہت شایق تھا۔ وہ معجزے کے ناممکنات پر بحث کر رہا تھا کہ اس کو اپنی غیر معمولی قوتوں کی اطلاع ملی مخصوص بحث "دی لانگ ڈراگن" ہوئل میں ہو رہی تھی

باقی کالم (ایک)

جھٹا آنریبل اور ڈیوک مصلحت حضور پر نور کو ایک خود دارانہ طریق عمل سے نہیں روک سکتی۔

* * *

کانگرس کے خیالات کے ہمدردانی ترجمان الفریڈ بائی نس سے اسی طریق عمل کا مطالبہ کرتی ہے جو آن کے اصفہانی خون کا اقتضا ہے۔ یعنی شاہانہ اعزاز اور خودمختار کارانہ۔

* * *

کسی آئندہ مضمون میں ہم اسی موضوع پر بحث کر کے یہ ظاہر کرینگا کہ کس طرح ہماری دیسی ریاستوں کے حکمران اپنی حیثیت اور عہد ناموں کی ذمہ داریوں کو موجودہ خطرہ میں لائے بغیر کانگرس کی مصلحت کو اختیار کر سکتے ہیں۔

نوڈی بی شن نامی ایک شخص "تم ایسا کہتے ہو" کے تکراری مگر پُر اثر فقرے سے اس کی مخالفت کر رہا تھا۔ اس فقرے کو بار بار سنکر فادرنگ گے کا صبر انتہائی حد کو پہنچ گیا۔

وہاں ان دونوں کے علاوہ ایک میلا کچیلا سیکل سوار، زمیندار کاکس، اور اس برج (جو ایک عزت مآب موٹل کی خادمہ تھی) یہ تین آدمی بھی موجود تھے۔ میں برج کی پیٹھ فادرنگ گے کی طرف تھی اور وہ پیالے اور گلاس میں دھو رہی تھی بالبقیہ دونوں آدمی اس بحث میں دلچسپی لے رہے تھے اور فادرنگ گے کے غیر معمولی استدلال کے اس وقت بے اثر ثابت ہونے سے کم و بیش خوش نظر آتے تھے۔ مسٹر بی شن پر جب استدلال بے اثر ثابت ہوا تو مسٹر فادرنگ گے نے ایک خیر خواہی ملاعت سے کام لینا چاہا۔ "ادھر دیکھو مسٹر بی شن" مسٹر فادرنگ گے نے کہا "ہمیں صاف طور سے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ معجزہ کیا چیز ہے۔ معجزہ قوانین فطرت کے برخلاف ایک ایسی چیز ہے جو جو قوت ارادی سے ظہور میں آتا ہے، یہ وہ چیز ہے جو غیر خاص قوت ارادی کے واقع نہیں ہوتی"

مسٹر بی شن نے ملتجی آنکھوں سے "تم ایسا کہتے ہو" مسٹر فادرنگ گے سیکل سوار سے مخاطب ہوا جواب تک خاموشی سے اس بحث کو سن رہا تھا۔ سیکل سوار نے کھانس کر مسٹر بی شن پر ایک نظر ڈالی اور گویا فادرنگ گے کی بات کو سچ مان لیا۔ زمیندار نے اپنی کوئی رائے نہیں دی۔ اب فادرنگ گے پھر جب مسٹر بی شن کی طرف مخاطب ہوا تو اس نے خلاف امید معجزہ کی اس منطقی تعریف کو تسلیم کر لیا۔

"مثلاً" فادرنگ گے نے بڑی جرأت کے ساتھ کہا "یہ ایک معجزہ ہوگا کہ (وہ ایک طرف اشارہ کر کے) ہم فطرتی طور پر اس طرح اٹھا نہیں چلے گا۔ کیوں مسٹر بی شن کیا وہ اس طرح چل سکتا ہے؟"

"تم کہتے ہو کہ اس طرح نہیں چلے گا" بی شن نے

"اور تم؟" فارد انگ گے نے کہا "تم اس بات کو نہیں مانتے؟ ہاں؟"

"نہیں" ہی مش نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"نہیں وہ اس طرح نہیں چل سکتا"

"بہت خوب" فارد انگ گے نے کہا "تب ہمارا کوئی شخص آتا ہے۔ جسے اگر میں بھی نہ سکتا ہوں۔ اور ہاں اگر اس جگہ کمرہ ہو جاتا ہے۔ اور لمپ سے کہتا ہے جسے اگر میں بھی اپنی تمام قوت ارادی کو جمع کر کے کہہ سکتا ہوں۔ نیز تو ٹے نیچے کی طرف جھک جاؤ، اور جلنا شروع کرو۔ اور ادھو ہو!"

* * *

اتنا کہنا ہر شخص کے "اوہو!" کہنے کے لئے کافی تھا۔ کیونکہ لمپ کی بناوٹ نہایت ناقابل فہم بات ان سب پر ظاہر ہو رہا تھا۔ چراغ ہوا میں نیچے کی طرف جھکا ہوا تھا اور خاموشی سے شعلہ کاغج زمین کی طرف کئے ہوئے جل رہا تھا۔ لمپ دیوی "لا نگ مد ڈگن" معلوم حالت تھا۔

فارد انگ گے پیشانی پر پل ڈالکر اپنی انگلی لمبی کئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی سکی خطرناک بات کے وقوع ہونے کا خیال کر رہا ہے سیکل سوار نے جو لمپ کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا جھک کر ایک چھلانگ ماری اور دور جا کھڑا ہوا۔ اور تقریباً ہر شخص اچھل پڑا۔ مس سے برج نے پلٹ کر دیکھا اور ایک چیخ ماری تین سیکنڈ تک لمپ بھی طرح جلتا رہا۔ فارد انگ گے سے بھی روانی تکلیف کے باعث ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی "میں اس کو کسی طرح قائم نہیں رکھ سکتا" اس نے کہا اور پیچھے کی طرف لڑکھڑایا، اور جھکا ہوا چراغ ایک مشتعل ہوا اور میز کے کونے سے ٹکر کھا کر کچھ دور گرا۔ شیشہ چور چور ہو گیا۔ لمپ پاش پاش ہو گیا اور بجھ گیا۔

خوش قسمتی سے فرش سادہ حصہ جہاں لمپ گرا وہاں کا پانی ہوا تھا ورنہ تمام فرش کو آگ لگ جاتی۔ اب زمینداد کا عکس سا ہر شخص شعاع میں نے زبان کھولی۔ اس نے تاج سا بنکر بنایا اور یہ نتیجہ نکالا کہ فارد انگ گے ایک ایسے شخص پر خفا ہو رہا تھا جو اس وقت موجود نہ تھا۔ اور جس کی عدم موجودگی کا الزام فارد انگ گے پر ایک احمقانہ شعبدے کا الزام دھرا گیا تھا۔ اور اس کو ان لوگوں کا تماشا بنانے والا بیوقوف بتاتا تھا۔ فارد انگ گے کا داغ پیشانیوں کے ایک طوفان میں تھا۔ وہ خود ان لوگوں کی باتوں کا موئید نظر آتا تھا۔ اور اس کے دماغ سے چلے جانے کی قریب پاس نے بہت ہی بے اثر حفاظت کی۔

وہ جوش میں بھر کر اکھڑ سمجھا۔ اس کا چہرہ غصہ سے سنسنا گیا تھا۔ اس کے بوٹ کا ہمارا ٹ پٹ گیا تھا۔ آنکھیں جل رہی تھیں اور کان سرخ ہو گئے تھے راستہ میں وہ سڑک کے زن عجائبوں میں سے ہر ایک کو گھورتے ڈرتے دیکھتا آیا۔ جب وہ گھر میں جو گر جا کی گلی میں واقع تھا آگیا اور اپنے آپ کو اپنی خواب گاہ میں اکیلا پایا تب وہ اس خالی سوا کہ اس واقعہ کی یاد تازہ کر سکے جو بیتی کے اس پر غور کرے کہ "آخر یہ ہو کیا گیا؟"

اس نے اپنا کوٹ اور جوتے اتار لئے اور تبدیلی کی جیبوں میں ہاتھ ڈالکر بیٹھے ہوئے ستر صوس رشمہ اپنی بے قصدری کے نقرے کو دہرایا۔ "میں یہیں چاہتا تھا کہ وہ کمبخت لمپ اس طرح الٹ جائے" اس وقت اس کو خیال آیا کہ ٹھیک اسی طرح جس کی زبان سے وہ نکلا تھا الفاظ اور انہوں نے اپنے ارادہ کے اسباب کی خواہش کی تھی کہ نان سے دار کرتا تھا اور اسنے اس وقت ہوا میں کیا تو اسکو محسوس ہوا کہ اس کا اس تمام پر تاثیر بنا ہوا اس کی ذات پر مخصر ہے۔ اگرچہ یہ بات اس کو صاف طور پر واضح نہیں تھی۔ اس کا دماغ خاص طور پر الجھا ہوا دماغ نہیں تھا ورنہ وہ اس بے خیالی کی خواہش "کہ تھوڑی دیر اور قائم رکھتا۔ اور اخیال اور ادی کے اس نازک ترین کو سمجھنے کو کوشش کرتا۔ مگر یہ واقعہ تھا کہ اس کو اس کا بہت دھندلا سا خیال پیدا ہوا تھا اور اس کے بعد پھر اس کو کوئی مستقل استدلال کی راہ نہیں ملی۔

اس نے اپنی سرد ہتھی کی طرف انکھی اٹھائی اور اپنی دماغی قوت کو مستقل فراہمی سے مجتمع کیا، اگرچہ وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ پہلے ایک احمقانہ فعل کر چکا ہے "اوچنی ہو جا" اس نے کہا۔ ایک محسوس اسکا یہ خاص احساس جاتا رہا۔ بجلی اچنی ہو چکی تھی۔ اور ایک لمحہ کے لئے وہ ہوا میں معلق رہی، اور جوں ہی فارد انگ گے نے ٹھنڈی سانس بھری وہ تاریکی سے نکل کر اس کے منہ پر گری اور اسکا اندھیرے میں چھوڑ دیا۔

تھوڑی دیر تک فارد انگ گے اندھیرے میں بالکل خاموش بیٹھا رہا۔ اس نے کہا "یہ پھر واقع ہوا۔ اس کا کیا سبب ہے میری سمجھ میں نہیں آتا" اس نے ایک گہری سانس لی اور اپنے جیبوں میں دیا سلائی ٹٹولنے لگا۔ اسکو کوئی دیا سلائی نہ ملی۔ تب وہ اٹھا اور سنگار کے میز پر ٹٹولنے لگا۔ "شاید کوئی دیا سلائی ہو تی" اس نے کہا۔ وہ اپنے کو ٹھیک پہنچا اور اس میں دیا سلائی تلاش کی مگر اس میں دیا سلائی کا پتہ نہ تھا۔ تب اس کو کیا ایک خیال آیا کہ دیا سلائیوں کے بغیر بھی جو سے کام لیا جا سکتا ہے۔ اس نے اندھیرے میں اپنا ہاتھ بڑھایا کیا اور کہا "میرے اس ہاتھ میں ایک دیا سلائی آجائے" اس نے محسوس کیا کہ کوئی ٹھنڈی سی چیز اس کی ہتھیلی پر آپڑی۔ اور اسکی انگلیوں ایک دیا سلائی پر بند ہوئیں۔

اس دیا سلائی کو رگڑ کر نے کی جرات کے سوا کوششوں کے بعد اسکو معلوم ہوا کہ یہ صرف دیا سلائی (SAFETY MATCH) ہے۔ جو بغیر اس خاص سامنے پر رگڑنے کے نہیں جلے گی۔ اس نے اسکو زمین پر پھینک دیا۔ تب اسکو خیال آیا کہ وہ اسکے سکنے کی بھی خواہش کر سکتا تھا۔ اس نے بھی خواہش کی اور دیکھا کہ وہ دیا سلائی اس کی ہتھیلی پر جل رہی ہے۔ اس نے جلدی سے اس کو اٹھا لیا اور وہ پھر بجھ گئی اب سکنات کے متعلق اسکا تعجب رکھتا ہوا۔

اس نے خواہش کی اور ایک نئی موم بتی اس کی شمع دان میں لگ گئی۔ "اب تو حل" فارد انگ گے نے کہا اور تیز خوشنمائی سے جل رہی تھی۔ اس روشنی میں اس نے اپنی سنگار کی میز پر ایک کالا سوراخ دیکھا جس پر سے روئیں کی ایک لکیر اٹھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ اس سوراخ اور موم بتی کے شعلہ کو دیکھتا رہا۔ اور پھر سامنے نظر ڈالی تو آئینہ میں اس کو اپنا چہرہ نظر آیا اس عکس کے ذریعہ تھوڑی دیر تک اپنے آپ سے خاموش گفتگو کرتا رہا۔

"معجزوں کی متعلق اب کیا خیال ہے؟"

فارد انگ گے نے اپنے عکس کو مخاطب کر کے کہا۔

مسٹر فارد انگ گے کے خیالات اسکے بعد بہت شدید گیر پریشان تھے۔ جبا تک وہ غور کرتا رہا تھا اسکو اپنی خواہش ہی کے یہ سب نتائج ثابت ہوئے۔ اس کے ان تجربوں کی وجہ اسکو آئندہ تجربوں کی سوجھ کے ان کے لئے خاص احتیاط کی ضرورت ہو، اور کوئی خواہش باقی نہ رہی۔ مگر اس نے کمرہ کا ایک تخمینہ اٹھایا اور ایک گلاس کے پانی کو گلابی اور پھر سبز رنگ بنا دیا۔ پھر اس نے ایک گھونٹ پیدا کیا۔ اور اس کو اپنے مجرے سے مسدود کر دیا۔ اور چوہے سے اس نے اپنے لئے ایک نیا دانتوں کا برش حاصل کر لیا جبکہ کچھ غور و خوض کے بعد اسکو یہ بات معلوم ہو گئی کہ اس کی قوت ارادی خاص طور پر ایک نایاب اور تیز قسم کی ہے۔ اور یہ واقعہ تھا کہ اس کو اس بات کے کبھی خیال نہ معلوم ہو چکے تھے مگر کوئی قطعی یقین نہ تھا۔ اب اس کو پہلا سا خوف اور بے یقینی نہ تھی چونکہ اب وہ اپنے آپ میں ایک خصوصیت پاتا تھا اور اب اس کے ذریعہ فائدہ کی موہوم توقعات پیدا ہو رہی تھیں۔ پاس کے گھر کی گھڑی نے جب ایک بجایا تو وہ چونکا اور بغیر اس کا خیال کئے کہ وہ دفتر میں اپنے ذمہ میں مجرے کے ذریعہ ادا کر سکتا ہے، وہ اپنے کپڑے اتارنے لگا تاکہ شب خوابی کا لباس پہنکر جلد سو رہے۔ جب وہ تمیض اپنے سر پر سے کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسکو ایک دلچسپ خیال پیدا ہوا "میں بستر پر جاؤں" اس نے کہا۔ اور بستر پر بیٹھا "میرے کپڑے بدن سے اتر جائیں" اس نے کہا۔ اور فوراً اس کو بستر کے چادر کی ٹھنڈک محسوس ہونے لگی اس نے جلدی سے کہا "میں شب خوابی کے لباس میں ہوں" نہیں میں ایک عمدہ ملائم اونی شب خوابی کے لباس میں ہوں آہ۔ اب مجھے آرام سے سو رہنا چاہیئے"

وہ صحیح اپنے مقررہ وقت پر بیدار ہوا۔ اور اس کے ناشتہ کا تمام وقت متفکر اور مسموم حالت میں کٹا۔ وہ اسی بات پر متعجب تھا کہ گذشتہ رات کے واقعات کسی خاص قسم کے خواب تو نہیں تھے۔ آخر کار اس کا دل اس پر آمادہ ہوا کہ معجزہ کے ان تجربوں کو ہوشیاری سے بھر عمل میں لائے مثلاً ناشتہ میں اس نے تین انڈے کھائے: دو انڈے تو اسکی میز پر انہ کے کھائے ہوئے تھے۔ یہ انڈے اچھے تو تھے مگر بازاری تھے تیسرا انڈا البتہ تازہ مزیدار انڈا تھا۔ جو اس کی غیر معمولی قوت کا پیدا کیا ہوا اور پکایا ہوا تھا۔

ناشتہ کے بعد وہ نورآبی گام شاٹ کے دفتر کو روانہ ہوگیا۔ جہاں بن نشی کی خدمت پر لازم تھا۔ دفتر کو جاتے ہوئے وہ ایک پرجوش حالت میں تھا۔ مگر اس ہیجش کو بہت ہوشیاری سے چھپایا ہوا تھا۔

دفتر میں وہ تمام دن اپنی اس حیرت انگیز قوت کے انکشاف کی وجہ کام نہ کرسکا۔ لیکن اس کی وجہ کام کا ہرج نہیں ہوا کیونکہ دفتر کے وقت کے آخری دس گھنٹوں میں اس نے اپنی قوت اظہار سے کام کی تکمیل کر دی تھی۔

جب دن ختم ہوا تو اس کی دماغی حالت تجسس سے گذر کر مسرت و کامرانی میں تبدیل ہوچکی تھی۔ اگرچہ ہوٹل سے اس کے نکالے جانے کے اسباب پر غور کرنا خاصہ دشوار تھا۔ اور اس کے ساتھیوں تک اس کی ارتقی ہوئی خبر کا پہنچنا اس کے ہتھکنڈوں کا باعث ہوچکا تھا۔ یہ ظاہر یہ تھا کہ ناٹک شیار پرانی قوت احیاء کا عمل کرنے کے لئے اس کو احتیاط کی ضرورت تھی۔ لیکن جہاں تک اس نے اپنے دل میں غور کیا اس کی یہ بات دوسرے معاملات میں بہت مفید تھی۔ اس نے اپنے سادہ چھوٹوں سے معجلہ اور باتوں کے اپنی ذاتی جائداد بھی ہڑپ لینی چاہی۔ اس نے دس بیٹھے۔ بیٹھے تیمنی جواہر کے جن کی جوڑی پیدا کی لیکن گام شاٹ کے نوجوان بیٹے کو آتے دیکھ کر خوراکی ان کو معدوم کر دیا۔ اس کو یہ خوف تھا کہ نوجوان گام شاٹ ان کو فادرنگ گے کے پاس دیکھ کر تعجب کرے گا۔ اس کو صاف نظر آیا کہ اس کی اس ذہنی قوت کے استعمال میں بہت خبرداری اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ لیکن جہاں تک اس نے اندازہ کیا اس سے اس تجربہ پہنچا کہ اس راز کی شکلیں اس سے زیادہ نہیں ہوسکتی کہ سکل کے استعمال میں اس نے مشاہدہ کی تھیں۔ شاید اسی خیال سے اور اس کے ساتھ اس احساس کی وجہ کہ اب وہ ہوٹل میں ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا جائیگا۔ اس نے شام کے کھانے کے بوفیس درکس کے خاموش کلی میں ہی ٹانیہ کیا تاکہ وہاں تنہائی میں کچھ اور سوچوں کی مشق کرے۔

اس کی کوششوں میں کچھ نئے پن کی ضرورت تھی کیونکہ فادرنگ گے اس وقت ارادی سے علاوہ کوئی غیر معمولی انسان نہیں تھا اس کو معمائے سوی کے سحر کا خیال آیا۔ لیکن یہ وقت رات کا تھا اور رات بھی اندھیری رات اسلئے اس وقت سحر کے پیدا کئے ہوئے بڑے بڑے سانپوں کو قابو میں لانا بہت مشکل تھا۔

پھر اسکو تان بوز کا قصہ یاد آیا جو اس نے فل ہارمونک پر ٹوکرام کی پشت پر پڑھا تھا۔ یہ اس کو بہت ہی خوشنما۔ اور بے ضرر معلوم ہوا۔ اسلئے اپنی خوبصورت بید راستہ کے کنارے کی گھاس میں گاڑ دی اور اس کو بھی لکڑی کو پھونکنے کا حکم دیا۔ نور آبی تمام سوا میں تازہ گلاب کے پھولوں کی خوشبو پھیلنے لگی۔ اکید یا سلائی جلا کر اس نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ یہ خوشنما سحر اس کے حکم کے مطابق پورا ہوا۔ لیکن اس کا یہ اطمینان کسی آہٹ سے ٹوٹ گیا۔ اپنی ان قوتوں کے ظاہر ہوجانے کے خوف سے اپنے جلدی سے اس بھیڑوں بھری ڈالی کو حکم دیا "واپس جا" اس سے اس کی مراد "واپس لکڑی بن جا" تھا لیکن واقعہ برعکس آگیا تھا۔ لکڑی بہت تیزی سے بھیجے ہنسنے لگی اور ساتھ ہی ایک عضہ کی پتلی آواز ایک گالی آنے والے شخص کی زبانی سنائی دی

"یہ غدار بھاری کون سیر تو ف پھینک رہا ہے
سیری تمام نیا ہی اس کے کانٹوں سے چھیل گئی"

"پرانے دوست مجھے بہت افسوس ہے"
فادرنگ گے نے کہا اگرساتھ ہی اس کو بے ڈھنگے اقرار کا خیال آیا۔ اور دیکھ لیا ہے میں اپنی موجودہ مزوڑ نے لگا۔ اس نے دیکھا کہ آنے والا شخص امرنگ کی پولیس کا سپاہی ہے۔ جس کا نام وچ ہے۔

"اس سے تمہارا کیا مطلب ہے" کوتوالی کے سپاہی نے پوچھا "اے تم ہو؟ تم وہی صاحب ہو نہ جنہوں نے لانگ ڈرگن ہوٹل کا سیب توڑا تھا؟"

"اس سے میرا کچھ مقصد نہ تھا نہیں کوئی مقصد نہ تھا" فادرنگ گے نے کہا۔

"پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟"

"محض کے واہیات" فادرنگ گے نے کہا

"واہیات، بے شک! کیا تم جانتے ہو کہ لکڑی سے چوٹ لگتی ہے؟ پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟"

تھوڑی دیر کے لئے فادرنگ گے سمجھ نہ سکا کہ اس نے ایسا کس لئے کیا۔

اس کی اس خاموشی نے وچ کو اور چڑچڑا کر دیا

"اس دفعہ نوجوان آدمی تم نے پولیس پر حملہ کیا ہے۔ ہاں تم نے یہ کیا ہے"

فادرنگ گے نے کچھ پریشان ہوکر اور کچھ گھبرا کر کہا "دیکھو مسٹر وچ مجھے بہت افسوس ہے۔ واقعہ یہ ہے"

"خوب؟"

فادرنگ گے کو سوائے سچ کے اور کچھ نہ سوجھا۔

"میں ایک معجزہ کر رہا تھا" وہ ایک صاف اندازیں اس بات کو بیان کردینا چاہتا تھا مگر وہ اس کوشش میں ناکام رہا۔

"ایک معجزہ — ! ایسی واہی تباہی باتیں مت کرو۔ سیدھا کر دے تھے، خوب! معجزہ! خوب، بہت زبردار بات ہے۔ کیوں تم تو وہ شخص ہو۔ جس کا معجزہ پر اعتقاد ہی نہ تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ تمہارا ہی تھا شعبدہ بازی کا دوسرا فریب ہے — ہاں بات یہی ہے۔ اب میں تم سے کہتا ہوں"

لیکن مسٹر فادرنگ گے نے وہ سنا ہی نہیں جو وچ کہنا چاہتا تھا۔ اس کو اب اس بات کا احساس ہوا کہ اس نے اپنے عزیز ترین راز کو تمام دنیا پر فاش کر دیا ہے

بے قراری اور چڑچڑاہٹ میں نے اسکو کچلا کہ عمل برآوردہ کیا۔ وہ سیاہی پر کیا ہم شعبدہ بازی کے کچھ گانٹھیں میں بہت سن چکا۔ ہاں ان چکا۔ اب میں تمہارا کیا ہوا معجزہ شعبدہ تنا تانوں! اعزاز میں چلے جاؤ۔ ابھی چلے جاؤ"

فادرنگ گے اکیلا کھڑا تھا۔ (باقی آئندہ)

افسانہ اندور

نائیس آن اندیا کے نمائندے نے اسباب کی سخت کوشش کی پیس ملر کے قیام گاہ کا پتہ چلا لیا۔ بصداق جو نیدہ دیا بندہ کے نائمس کے نمائندہ کو اس راز پرست کے تمام پوست کندہ حالات معلوم ہوگئے۔ نائمس کو بادنوق ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ مس آئن ملر امریکہ کے ایک بہت مالدار اور بہت بااثر خاندان کی دختر نیک اختر ہیں جس ملر کا خاندان کلیفورنیا میں رہتا ہے۔ سان فرانسسکو کے نواح میں ان کی ایک عالیشان کوٹھی ہے۔ سابق مہاراجہ اندور "مرشٹی راجہ" کے نام سے مشہور تھے موجودہ امریکہ دارد ہوئے وہاں مس ملر کے خاندان نے ان کی شاندار مہمانداری کی جہاں "مرشٹی راجہ" کا قیام دو ہفتہ تک رہا۔ اس زمانہ میں امریکہ میں یہ افواہ بہت گرم تھی کہ ان کا ارادہ کلیفورنیا کو دھن بنانے اور مس ملر سے شادی کرنے کا ہے۔ لیکن غالباً امریکن قانون اس امر کا مانع ہوا کیونکہ سابق مہاراجہ کی اندور میں دو بیویاں موجود تھیں۔

کیلیفورنیا کے قیام کے زمانہ میں سابق مہاراجہ اکثر وقت مس ملر کے ساتھ بسر ہوتا تھا۔ اور مسٹر مرشٹی راجہ اکثر مس ملر کے اعزاز میں دعوتیں دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ نئے بال کے ایک اہم مقابلہ کو دیکھنے کے لئے مس ملر اور مسٹر مرشٹی راجہ" ساتھ ساتھ گئے جہاں مس صاحبہ نے اپنے ساتھی کو فٹ بال کے کھیل کی بہت ہی نازک باتیں سمجھائیں۔

مس ملر اسٹنفاکس یونیورسٹی کی طالب علم رہ چکی ہیں۔ وہاں وہ بہت ہی ہنستی طالبہ مانی جاتی تھیں اور ان کا کھیتی دکور بہت شاندار رہا۔

مس ملر بھی "جنیدا" نامی جہاز سے "سپر کیرو آئیس۔ ان کے ساتھ ایک بڑا صحیا مسٹر شیفر نامی دار کی ایک عادہ مس لیون نامی تھی۔ مسٹر شیفر جنیدہ جو دو بار اندور سے تعلق رکھتے ہیں ان کو بوجہ شکست میں خمیر لیا اور خود اندور چلے گئے۔ بمبئی میں مس ملر کے پاسپورٹ کے متعلق کچھ شبہ پیدا ہوا مگر تحقیق کرنے پر وہ بالکل ٹھیک پایا گیا۔ بعد میں یہ افواہ پھیلی کہ مس ملر نے پتہ ہیں ان کے قیام گاہ کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ نائمس کے کارندے نے (مگر مین قوانین کے مطابق) ان کا پتہ دریافت کیا اس نے لاعلمی ظاہر کی۔ پولیس کو بھی ان پر نگرانی رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ بڑی دوڑ دھوپ کے بعد معلوم ہوا کہ اس بدھوا پنے ساتھیوں کے ہمراہ اس ہیل کے ذریعہ مدراس چلی گئیں۔ معلوم کرنے پر نمائندہ نے اندیا کا تار دیا اور اس کو دو اڑھائی گھنٹہ کے بعد اس بات کی اطلاع دی تو فصل نے حسب ذیل حرکات دکھائے سے لاعلمی ظاہر کی (اندیا تھسل آف انڈیا کا شکریہ تک ادا نہ کیا!!)

جامعات

موجودہ زمانہ میں علمی حلقہ میں تقریباً ہر شخص یہ جانتا ہے کہ جامعہ (یونیورسٹی) اس ادارہ کو کہتے ہیں جو خود ایک علمی مرکز ہوتا ہے اور اس کا کام قوم کے نوجوانوں کے ذہنوں کی علمی سے آراستہ کرنا ہے۔ لیکن اس بات کا خیال بہت کم لوگوں کو ہوگا کہ کسی جامعہ کیسا ہونا چاہیے یعنی اسکے کیا ذرائع ہیں۔ تعلیم و تعلم کی ابتدا تو اس وقت سے ہوئی ہوگی جب سے کہ علم کی آزمائش ہوئی تاریخی حیثیت سے ہمیں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم مصر والے قدیم یونانیوں کے استاد رہے یونان سے رومیوں اور عربوں نے علوم و فنون کو حاصل کیا اور موجودہ یورپ کے علمی شعبے اندلس (اسپین) کے عربوں ہی کی خوشہ چینی کے مرہون منت ہیں۔ موجودہ زمانہ کے ایک مشہور مصنف ایچ۔ جی۔ ویلس۔ مسٹر ویلس صاحب نے جو تاریخ تہذیب کے سند عالم مانے جاتے ہیں، اپنی ایک کتاب میں عربوں کے اس احسان کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے۔

"ہم اس زمانہ کے عربوں کے نہ صرف ریاضی اور طب ہی کی متعدد ترقیوں کے مرہون منت ہیں بلکہ بواسطہ ان کے معلومات میں بھی احسان مند ہیں جس کا فلسفہ مدرسیہ اور اس سے ارتقار پائی ہوئی بہت سی چیزوں میں بہت بڑا حصہ ہے۔"

یورپ میں عیسائیت کے فروغ کے بعد علم و فن تمام تر پادریوں اور راہبوں کے قبضہ میں، یا جاہلوں کو راز کی طرح چھپاتے تھے۔ اور عوام کی جہالت سے اپنا الو سیدھا کرتے تھے۔ برخلاف اس کے مسلمانوں کے ہاں علم کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح عام تھی۔ اندلس کی تاریخ میں "الحمراء" کا نام کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ الحمراء کے کھنڈرات بھی سیاحوں کے لئے اپنے اندر ایک کشش رکھتے ہیں اس سیاح کی حیرت و تعجب کا اندازہ کیجئے جب اسکو الحمراء کے کھنڈرات دیکھنا ہوں گے کہ اسی بربادی و بربادی کے باوجود اپنی رگوں میں عربی خون رکھتے ہوئے اپنے اجداد کے کارناموں سے ناواقف، اپنے ہاتھ سے کسی تکمیر کے کھنڈرات بتاتا ہوا یہ کہتا ہے کہ اس کمرہ میں فلاں پوپ رہتا اور تعلیم پاتا تھا اور وہ کمرہ فلاں فیلسوف (فلاسفر) کا ہے۔ تقریباً اسی زمانہ میں مشرقی اسلامی ممالک یعنی ایران، عراق وغیرہ میں درس نظامیہ کا شہرہ تھا۔ نظام الملک کا نام سیاست کے حد تک فنا ہو گیا ہے۔ لیکن تعلیمگاہ کی مدت دراز باوجود گردش مخالفتوں کے زندہ ہے۔ درس نظامیہ کی یادگار کے لئے آپ کو کسی تاریخ کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں کم از کم ہمارے شہر حیدرآباد کا مدرسہ نظامیہ ہی ہمیں اس کی یاد دلانے کے لئے کافی ہے۔

قدیم تعلیم کیسی ہوتی تھی؟ آیا وہ طرز تعلیم ذہنی دماغی تربیت کے لئے کافی تھا یا نہیں یہ سوالات اسوقت جاری بحث سے خارج ہیں۔ یورپ نے اندلس کے عربوں سے جو کچھ سیکھا اس کو اس میں شک نہیں ایسی ترقی دی کہ آج وہ قدیم استاد زندہ ہو جائیں تو انگشت بدنداں رہ جائیں۔ ہندوستان میں اس جدید طرز تعلیم کو جاری ہوئے کافی مدت ہو چکی ہے یہاں سب سے پہلے جامعہ کلکتہ کا ظہور ہوا۔ اس کے بعد مدراس، بمبئی، الہ آباد، پنجاب اور بنارس، علیگڑھ، دھاکہ، پٹنہ، دہلی، میسور، ناگپور، لکھنؤ، حیدرآباد وغیرہ کی جامعات کا نمبر آیا۔ ایسی ہی درسگاہوں میں پہلے جو تعلیم ہوتی تھی اب بھی ہوتی ہے۔ بندشی دستار فضیلت کی طرح گاؤن اور کیپ عطا کئے جاتے ہیں۔ مگر ایک اہم تغیر یہ نظر آتا ہے کہ پہلے کے فارغ التحصیل دستار

سعیلت" کو کشکول ملا نہ معنی سمجھا جاتا تھے بلکہ اب تمام تر کوشش اور علمی شکوک کے حاصل کرنے کیلئے ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یورپ کی زندگی بالکل مادی زندگی بن گئی ہے۔ وہاں تقریباً ہر سوال کا روبار کے نقطۂ نظر سے حل کیا جاتا ہے۔ مگر پھر بھی یورپ میں جاسوسی کی تعلیم استحقاق ملازمت کا بڑا ذریعہ نہیں سمجھا جاتا۔ پھر خدا جانے اس سرزمین علم کو حصول ملازمت کا ذریعہ سمجھنے کا خیال کہاں سے چلا آیا؟ ہم اپنے جاسوسوں پر تو پھر روپیہ لگنے کے پہلے اس ملک کے جاسوسوں کے متعلق جہاں کے جاسوسوں کے لئے معیار نمونہ ہیں، کچھ لکھری باتیں سن لیجئے جو خود ہیں کے ایک ممتاز ترین شخصیت کی تباہی ہوئی ہیں۔

انگلستان کے سابق وزیر اعظم مسٹر اسکوتھ نے آکسفورڈ کے لارڈ آف آکسفورڈ کے لقب سے ملقب ہیں، اپنے ایک عالمانہ خطبہ "ترتیب اور کردار میں جامعات کے تعلیمی تقاضوں پر جو کچھ اظہار خیال کیا وہ ادبی حیثیت سے بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس نے مسز نیل ال اسکاٹ خطبہ ترجمہ درج کرتے ہیں

لارڈ آکسفورڈ نے پہلے نہایت مختصر سا خاکہ جامعات کی ابتدائی تعلیمی حالت سے متعلق کھینچا ہے اس کے بعد وہ عہد حاضرہ کے جامعات کے تقاضوں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "کلیات میں اکثر زیادہ جہاں "تخصیص" (یعنی کسی خاص کام کسی ایک ہی کام کے لئے اپنے کو مخصوص کرلینا) کی طرف ہے۔ اس کے فوائد یہ ہیں کہ مراد ایک کام تمام کرلیا حاصل ہوتا ہے، ہر ایک موضوع پر گہری نظر ڈالنی طاقت ہے۔ علمی ہنر بلکہ وسیع اور عمیق معلومات ہوتے ہیں مگر اس سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ انسان کو دنیا کے مختلف شعبوں میں حصہ لینا پڑتا ہے لیکن جب کسی کو ایک ہی شعبہ میں کمال ہوتا ہے تو وہ بہ نسبت اس طالب علم کے جو معلومات عامہ میں دخل رکھتا ہو کم مفید ثابت ہوتا ہے۔ معلومات عامہ میں دخل رکھنے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ بالکل ہی سطحی معلومات ہوں ہر ایک مضمون کے متعلق چیدہ چیدہ باتوں کا جان لینا کافی ہے۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ جامعیت رکھنے سے اس کو زندگی میں زیادہ کامیابی ہوتی ہے۔

جامعات کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ اور فنون کے مانند اپنے ہاں سے محض ایسے ماہرین کو پیدا کرے جو ہر ایک مضمون سے واقف ہوں بلکہ ان کا یہ فرض ہے کہ طالب علم میں جامعیت پیدا کردے۔ بیکن نے قاری کی تعلیم کی تشبیہ کی تھی کہ اگر بیکن زندہ ہو جائے تو وہ اس بات کو تسلیم کر لے گا کہ اس قسم کی تشبیہ ناممکن ہے۔ ان اصول کا انحصار کیگان روزگار پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی مثال ایسی راس کی ہے جو بجز پیدا کنار میں نکلی ہوئی ہو۔ اس کے معلومات کا جاننا ناممکن ہے۔ بلکہ یہ ہر فرد انسان میں کہ طالب علم میں جامعیت پیدا کرنے کی طرف توجہ دلائے۔

اسلوب بیان پر انسان کی روح اس سے مصنف کے جنیدہ صفات معلوم ہوتے ہیں۔ اس میں ان تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک ایجاز دوسرے بلاغت تیسرے

مناسب ہمارے یہاں موضوع موجود ہوتا ہے۔ اس کے ظاہر کرنے کے لئے زبان آمادے۔ صناع کا بڑا کمال ان دونوں کو ایک کرنا ہے اور لیگاڈ روزگار کا کامل جوہر اسی سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک مصور کے ہاں رنگ برش وغیرہ ہوتے ہیں اس کا کام بھی ایسے اچھے موضوع کا انتخاب چاہتا ہے جہاں وہ اپنا کمال ظاہر کرے نظرت سے اس کو موقع مل جاتا ہے۔ اس کا کمال یہ ہے کہ ان چیزوں سے ایک ایسی چیز پیدا کرے جسکو دیکھ کر حیرت ہو۔ ادب میں تو موضوع ہر جا ہو زبان اس کے اظہار کرنے کا آلہ ہے۔ اگر ہم چاہیں تو اپنے خیالات کو نہایت کچھ نہ خوبی سے بیان کر سکتے ہیں مگر اسلوب

مگر اسلوب بیان سے ہماری فہم و ذہانت کا پتہ چلتا ہے کہ ہم ان کو متحد کر کے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کی کہاں تک قابلیت ہے جس شخص میں یہ قابلیت کمال درجہ کی ہوتی ہے وہی بلند پایہ مصنف ہوتا ہے بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ اسلوب بیان کے متعلق جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ اگرچہ بدیہی ہیں مگر اس کی جانب بڑے بڑے آدمی کچھ توجہ نہیں کرتے اس سے ہرگز یہ مقصد نہیں کہ ان میں طبعی قابلیت نہیں ہوتی بلکہ مطلب اسکے کہ وہ بحالی اس قسم کی تقریریں لکھا کرتے ہیں بھی اگر انھیں اپنے طبقے کے لئے وہ اس سطروں کی ضرورت ہو تی ہے کہ وہ اس امر کی بھی غیر ضروری باتیں ان کو آسانی سے نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ شاگرد کر کے شخص کی قدر و میں اضافہ کرتے ہیں جس سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

یہ سقم صرف تحریری تک محدود ہے بلکہ تقریری دنیا میں بھی عجیب غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ عوام الناس جب کسی مقرر کو عرصہ تک تقریر کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو وہ اس کے قابل ہونے کی بڑی دلیل سمجھتے ہیں۔ اور اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اسکا فرض مختصر الفاظ میں اپنے خیالات کی ترجمانی کرنا ہے

بہر کیف طبقات کا یہ فرض اولین ہے کہ وہ کاملین طرف کو اس طرح تیار کرے کہ وہ اسلوب بیان کی طرف راغب ہوں اس کے لئے انھیں مشہور مصنفین کی کتابوں کو عور سے پڑھنا چاہئے اس کے ساتھ ساتھ اسبات پر بھی نظر ہونی چاہئے کہ ان کی کامیابی کا کیا راز ہے جب ہم کسی مصور کو دیکھتے ہیں تو فوراً ہمارے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ مصور نے اس کے دل کش بنانے میں کون سے ذرائع استعمال کئے ہونگے اگر ہمیں ایسا ہی کمال حاصل کرنا ہو تو اس کی کیا صورت ہو سکتی ہے جب ہمیں اس کے تمام ذریعوں سے خاطر خواہ واقفیت ہو جائے گی تو ہم بھی اگر کوشش کریں تو بہت ممکن ہے کہ اس کی قریب قریب نقل تیار کر سکیں۔ اسی طرح ہمارا فرض ہے کہ مصنف کے اسلوب بیان کے عناصر کی تحلیل کریں۔ اس کی عبارت پر غور کریں۔ سب سے ابتدائی جزیہ کہ ہمیں کسی کتاب میں ایک جملہ ملتا ہے جملہ کے بعد جملہ اگر اس کے بعد پوری کتاب ایک جملہ کو اگر ہم بھی طرح تحلیل کریں تو ہمیں جب ذیل اخذ ہمیں گے۔ بیشتر الفاظ اور اس کے متعلقات اس جملہ میں الفاظ ہوں گے جن میں یا تو معنوی صفتیں ہوں گی یا لفظی۔ یا ذوقی فقرہ بنے گا۔ یا ضرب المثل ہو گی۔ جب ان جملوں کی اس طرح تحلیل کر لیجئے تو ہمیں معلوم ہو گا کہ کوئی بات مصنف نے

نئی نہیں پیدا کی کیونکہ یہ چیزیں تو اعد میں موجود ہیں اور خیالات ہمارے روزانہ زندگی میں عام طور پر ہر ایک کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ اس کا جواب ایک مثال سے آسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔

اردو میں اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں کہ جب کسی مصنف کی قابلیت کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو اکثر اوقات ایسے مضامین کا انتخاب کرتے ہیں جو دونوں مصنفوں نے ایک ہی موضوع پر لکھے ہوں۔ جب ان کے اجزا علیحدہ کر دئے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کس مصنف کو اپنے زبان کے آلہ کے ذریعہ ظاہر کرنے میں کسقدر کمال حاصل ہے"

مختصر یہ کہ طالبعلم کو چاہئے کہ اس قسم کی تحلیل کر کے ان کی عظمت کے راز سے آگاہ ہو جائے۔ اور کلیات اس کو اپنا فرض اولین سمجھیں۔

آخر میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ طالبعلم میں کورانہ تقلید نہ ہونی چاہئے۔ ایک کلیہ کے کالب علم استدلال اور صحیح باتوں کو ماننے اور اپنے غلط خیالات کو دور کرنے کی خاصیت ہونی چاہئے اور اس کو محض مفروضات پر عمل پیرا نہ ہونا چاہئے اس میں شک نہیں کہ کوئی علم بغیر مفروضات کے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ مثلاً فلسفہ، ریاضیات اور سائنس مگر کارآمدی کے لئے مفروضہ کو مان لینا ایک بات ہے اور اس پر ایمان لا کر حقیقی طور پر عمل کرنا دوسری بات ہے طلبہ میں علم کو علم کی خاطر حاصل کرنے کا ذوق ہونا چاہئے ان میں تجسس تفتیش استکشاف ہو کہ وہ دنیا میں حیات کے متعلق حیرانیں لکھی لاد کہی گئی ہوں ان سے آگاہ ہو کر اپنی زندگی کو ماہ بال کرنے کی قابلیت پیدا کر لیں اور استدلال کے ماحول میں زندگی بسر کریں۔"

بقیہ صفحہ ۱۶ - کالم ۳

تمہید ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

ابھی ابھی ایک معزز رئیس حیدرآباد نواب صمد الدولہ بہادر، صیغہ معلومات عامہ کے بادیچی کے سامنے کے صحیفے کی منجی کے، اماوٹ کے لڑکے کی زبانی یہ بادہ شوق اطلاع ملی کے ڈاکٹر اقبال نے رائے دی ہے کہ حیدرآباد کے اطراف نالاں کی کثرت کی وجہ لوگوں کو دق ہونے کا اندیشہ ہے اس بنا پر کمیٹی جنت نواز نے مسلہ طے کر دیا ہے کہ جن جن اضلاع پر پانی کی تلف ہوتا آتا ہے بتدریج دور کئے جائیں۔ چنانچہ آنریبل سر عماد القادر کو طلب کیا گیا ہے کہ مشیر عماد یوسف علی کی مدد سے نالاں پر مرمت ضلع نلگنڈہ میں اور تالاب میر حمایت ضلع عثمان آباد میں اور حسین ساگر مستقر دارالسرور اور گنڈی پیٹ ضلع رنگا ریڈی میں بر وقت آبیاری کرائیں۔ چنانچہ آنریبل عماد کو یہ کام جو صیغہ متعلقہ کا آغاز ہوگا۔ اس کی افتتاح کیلئے امیر ان معزز کو طلب کیا گیا ہے۔ جو اس رسم کی افتتاح کے علاوہ مدرسہ صریتہ کے لئے چندہ بھی جمع کر لیں گے۔ اور گھر گھر پھر کر مریضان طاعون کو پھر سے پنپنے اور بستان کے سیر بھی تقسیم کر لیں گے۔

عجائبات کابل

ایک ترکی خاتون کی رائے

بخی خورشید خانم ایک امیر ترکی گھرانہ کی خاتون ہیں۔ انھیں شاہ افغانستان نے محل کی آرائیہ مقرر کیا تھا خورشید خانم نے قسطنطنیہ کو اپنے ایک دوست کے نام خط لکھا ہے۔ اس میں وہ یہ لکھتی ہیں۔

"میں نے خیال کیا تھا کہ اونٹوں یا خچروں پر ایک تکلیف دہ لمبے سفر کے بعد میں ایک ویران شہر میں پہنچونگی جہاں تمام وحشی اور غیر مہذب باشندے بستے ہونگے لیکن مجھے تعجب ہوا جب میں نے کابل کو بہت کچھ ترقی یافتہ اور جدید وضع کا شہر پایا۔ یہاں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ افغانستان عنقریب ایک اتوام میں شرکت کی درخواست کریگا۔

کابل کا محل ایک عالیشان عمارت ہے جو بہت عمدہ گاتھک طرز پر بنا ہوا ہے۔ اس محل میں اور یورپ کے محلوں میں کوئی فرق نہیں شرقی درباروں کے پیچیدہ اور غیر ضروری رسوم کو امیر امان اللہ خاں نے قطعاً موقوف کر دیا ہے امیر امان اللہ خاں جیسے ذہین ہیں ویسے ہی وہ بہت خوش اخلاق اور حلیم الطبع واقع ہوئے ہیں۔ وہ بہت آزاد خیال ہیں اور آزادی پسند کرتے ہیں۔ شاہی خواتین اور ان کے بہت سے دوستوں کو ان سے ملنے کے لئے اجازت لینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

محل کا فرنیچر بہت خوش وضع ہے اور اسکا انتخاب خوش مذاقی کا ثبوت دیتا ہے۔ یہ فرنیچر لندن سے مہیا کیا گیا ہے!

افغانی خواتین بہت خوشنما لباس پہنتی ہیں۔

لباس ہمارے ان کے عمدہ مذاق کا پتہ چلتا ہے۔ امیر گھرانوں کی عورتیں پیرس کی وضع پسند کرتی ہیں۔ افغانی عورتوں میں تقلید کا مادہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہے اور وہ غیر کسی تکلیف کے معروف اور معاشرت اختیار کر لیتی ہیں۔ افغانی عورتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں اور مجھے خاص طور پر ان کے موٹے چہرے خوشنما اور نہایت پسند آئے۔

ایک افسوسناک بات یہ ہے کہ وہ حفظان صحت کا خیال نہیں کرتیں اور اکثر انفلوئنزا کی موذی وبا سے ہلاک کر لیتی ہیں۔ اس ڈیڑھ کروڑ کی آبادی کے ملک میں مسلم طب بہت پست حالت میں ہے۔

چارمینار کی گپ

بخاری اُور گنجی کے قلم سے

اللہ اللہ وہ بھی ایک زمانہ تھا کہ ہر ایک شریف آدمی کی بیٹھک میں یا دیوان خانہ پر یا دوست جمع ہوتے تھے۔ حقہ پر حقہ تازہ چلتا تھا اور پرسوار رہتا تھا خانوں کے خانچیں۔ چرسی، بھانگی، عاشق، میرے پیر پیڑا چیا جاتا آئے گپیں" اڑتیں، اور یہ زمانہ بھی ہے کہ لوگوں میں گپ کا مذاق ہی نہیں کہ گپ کیا ہے، بس سیکھ لیا ہے کہ گپ اپنے ہمنیوں یا دوستوں کی ہی خاص چیز ہے، شرفا اور تعلیم یافتہ طبقہ اس سے قطعاً ناواقف ہے، خدا اچھا رکھے مدیران نظام گزٹ کو کہ وہ بچاروں نے سالگرہ نمبر سے یہ سلسلہ بھی شروع کر دیا۔

حقیقت! گپ بھی ایک فن ہے فنون لطیفہ میں سے اسکی ابتدا امت میں حضرت حضرت آدم علیہ السلام کو نے کی وہی اسکے موجد ہیں داد آدم سے وہ پہروں گپ بازی کیا کرتے تھے، حضرت آدم جب روئے زمین پر تشریف لائے تو ان کے پاس دل بہلانے کی یہی ایک چیز تھی۔ اماّ حوّا اور باوا آدم کلکاری سے دل خوش کرتے تھے جوں جوں زمانہ بدلتا گیا تمدن و تہذیب میں ترقی ہوتی گئی گپ نے بھی ترقی کی اور اعلیٰ مدارج حاصل کئے آج یہ ایک مستقل فن ہے اسکے جاننے والے بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔

حلقہ یونان میں بڑے بڑے گپ باز گزرے ہیں انھیں بزرگوں نے طبقہ اثولوجیا، عرب میں بھی اس فن کے ادا قبل از جاہلیت اور بعد از جاہلیت گذرے ہیں علامۂ واقدی ہیں کی تاریخ اور حدیثیں مشہور ہیں اس فن کے امام تھے انھوں نے نہایت سنجیدگی سے گپیں ہانکیں اور شہرت دی مگر بزرگوں نے خواہ مخواہ ان کی روایتوں کی تکذیب کی ایسے ثقہ امام گپ کو گپ غیر ثقہ قرار دیکر ان کی گپوں (حدیثوں) کو جھوٹی نہیں پایا، ایک اور بزرگ بھی قدرت نے پیدا کئے دل و دماغ بانگ لائے تھے، جو کہ علامۂ واقدی کا انجام پیش نظر تھا اسلئے انھوں نے "الاقلیلا" لکھی یہی مجربہ ہے گپوں کا جس کو اسقدر شہرت ہوئی کہ تمام ہندوستان میں ترجمہ ہو گیا، علم میں بھی اس فن کے بڑے بڑے امام ہیں دیکھئے "شاہنامہ" کتنی بڑی گپ ہے جو اتنا کہ جلی آرہی ہے سکندر نامہ (حواشخان شیخی میں تاجنگ زنگیاں پڑھا جاتا تھا بچپن ایک گپ ہی ہے، پچاسہ سدی نے بھی گلستاں میں نہایت سنجیدگی سے گپیں لکھدیں جن کو پڑھ کر لوگ اب تک بلکہ میں ان لکڑوں کو یہ خیال ہے کہ وہ ہندوستان آئے تھے، علاوہ کہ انھوں نے ایک گپ ملّا نکدی!

یورپ میں بھی سلیقہ شعاری گپ بازی بہت ہوئے میاں رینالڈ داس فن میں طاق تھے ان کی جس قدر تصانیف ہیں وہ بہت سنجیدہ یا غیر سنجیدہ، گپ کی تعریف میں داخل ہیں بانی ٹکنیسی نے بھی اس فن میں کمال کیا ہے، اناطول فرانس، ڈیکٹر ہیوگو، گیٹے، برنارڈ شا وغیرہ بڑے گپی ہیں ان میں سے وہ نے تو "لال خانم" بھی اسی گپ بازی کے صلے میں پایا، آرتھر کینن ڈائل بھی بڑے حضرت ہیں۔ انھوں نے ایک طرف روحانیت گپ بازی کی اور دوسری طرف خرلک ہومز جیسی گپ چھیڑی مارس لی بلانک کو خدا سلامت رکھے ان کی گپیں لال بجھکڑ کے طفیل میں لالہ تیرتھ رام جی ترجمہ کر رہے ہیں ان کی جیتی جاگتی گپ آسین لوپن ہے، یہ آواہ کا طبقہ تھا۔ علما اور ماہران فنون بھی اس لطیف شے کو نہیں بھولتے میاں ڈراون نے ایسی گپ دی کہ آج تک لوگ چکرا رہے ہیں بعض بزرگ کہت

انگریزی عراقی معاہدہ

ذیل میں انگریزی عراق معاہدہ کا تفصیلی متن شایع کیا جاتا ہے:- "ملک معظم شاہ برطانیہ" اور لیفٹیننٹ وزیر آنریبل ادوارڈ ہنشاہ ہند اور ملک معظم شاہ عراق، اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ شہنشاہ معظم اور ان کی رعایا کے مابین اچھے تعلقات کو قائم رکھیں اور انھیں مالی بنیاد، اس کو تسلیم کرتے ہوئے ان "معاہدات اتحاد" کی شرائط میں سے ایک پر اگست ۱۹۳۲ء کے دسویں روز دستخط ہوئے تھے جو صفر ۱۳۵۱ھ کے ۱۹ ویں دن سے مطابق تھا اور دوسرے پر ۱۳ جنوری ۱۹۳۳ء کو جو تنیز حالات اور سلطنت عراق کی ترقی کے مدنظر اب ناقابل عمل نہیں ہیں بلکہ ان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور اس امر پر غور کرتے ہوئے کہ مذکورہ بالا معاہدات اتحاد کی شرائط ایک جدید معاہدہ اتحاد و دوستی ہی کے ذریعہ عہدگی کے ساتھ پوری کی جاسکتی ہیں، اس بات پر رضامند ہوگئے ہیں کہ ایک ایسا جدید معاہدہ اس غرض کی تکمیل کے لئے منعقد کریں جو مندرجہ ذیل شرائط مساوات پر مبنی ہو اور اپنے وزرائے مختار کی حیثیت سے انھوں نے حسب ذیل اشخاص کو مقرر کیا ہے جو ملک معظم شاہ برطانیہ عظمیٰ آئرلینڈ و نوآبادیات اور ورائے بحار و شہنشاہ ہند اور ملک معظم شاہ عراق، اس از روئے نیک صورت کو مسلم کریں اور اپنے ممالک کے مابین اچھے تعلقات کو قائم رکھیں اور انھیں مالی بنیاد، اس کو تسلیم کرتے ہوئے ان "معاہدات اتحاد" کی شرائط میں سے ایک پر اگست ۱۹۳۲ء کے دسویں روز دستخط ہوئے تھے جو صفر ۱۳۵۱ھ کے ۱۹ ویں دن سے مطابق تھا اور دوسرے پر ۱۳ جنوری ۱۹۳۳ء کو جو تنیز حالات اور سلطنت عراق کی ترقی کے مدنظر اب ناقابل عمل نہیں ہیں بلکہ ان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور اس امر پر غور کرتے ہوئے کہ مذکورہ بالا معاہدات اتحاد کی شرائط ایک جدید معاہدہ اتحاد و دوستی ہی کے ذریعہ عہدگی کے ساتھ پوری کی جاسکتی ہیں، اس بات پر رضامند ہوگئے ہیں کہ ایک ایسا جدید معاہدہ اس غرض کی تکمیل کے لئے منعقد کریں جو مندرجہ ذیل شرائط مساوات پر مبنی ہو اور اپنے وزرائے مختار کی حیثیت سے انھوں نے حسب ذیل اشخاص کو مقرر کیا ہے جو ملک معظم شاہ برطانیہ عظمیٰ آئرلینڈ و نوآبادیات اور ورائے بحار و شہنشاہ ہند اور ملک معظم شاہ عراق، اس از روئے نیک صورت کو مسلم کریں اور اپنے ممالک کے مابین اچھے تعلقات کو قائم رکھیں اور انھیں مالی بنیاد، اس کو تسلیم کرتے ہوئے ان

ماہد سے ہر ایک منظور کرتا ہے کہ وہ دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھے گا اور اپنے ملک میں ایسی غیر قانونی سرگرمیوں کو روکنے کی پوری کوشش کریگا۔ جو دوسرے کے ملک کے امن و آسان اور نظم و نسق پر اثر ڈالنے والے ہوں۔

دفعہ (۳) ملک معظم شاہ عراق تسلیم کرتے ہیں کہ ان تمام بین المللی ذمہ داریوں کو پورا کریں گے جنھیں برطانیہ عظمیٰ نے عراق میں بعمل لانے کا وعدہ کرلیا تھا۔

ملک معظم شاہ عراق تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ "عراقی قانون عسکری" میں اس طرح کی کوئی ترمیم نہیں کریں گے جس سے بیسیوں کے حقوق و مفاد پر کوئی مخالفانہ اثر پڑے یا قانون کے آگے خود عراقیوں کے حقوق میں مسلک، مذہب یا زبان کے اعتبار سے کوئی اختلاف پیدا ہو جائے۔

دفعہ (۴) خارجہ پالیسی کے تعلق میں مویدین علی فریقین معاہدہ کے مابین پورا پورا خلصانہ مشورہ ہوگا جو ان کے مشترکہ مفاد پر اثر انداز ہوں۔

دفعہ (۵) ملک معظم شاہ عراق راضی ہیں کہ دولت برطانیہ کے بانی کشتر کو ایک ایسے موقعہ میں رکھیں کہ وہ دولت برطانیہ کو عراق کے معاملات اور عراقی حکومت کے منصوبوں اور تجاویز کی صورت زمانہ سے باخبر رکھ سکے اور ہائی کمشنر ملک معظم شاہ عراق کی اطلاع میں ایسے معاملات بھی لائیگا جن کی نسبت دولت برطانیہ کا یہ خیال ہو کہ وہ عراق کی خوش حالی یا اس معاہدہ کی رو سے عائد ہونے والے فرائض کے مخالف ہیں۔

ملک معظم شاہ عراق قبول کرتے ہیں کہ عراق کے متعلقہ حالات کے آمد و رہے ہوئے ان تمام بین المللی معاملات کو محل میں لائیں گے جو اس وقت بھی موجود ہیں۔ یا جو آیندہ میں منعقد ہوں اور حسب ذیل امور کی نسبت لیگ اقوام کی منظوری بھی حاصل کریں گے:-

غلاموں کی تجارت، منشیات کی تجارت، اسلحہ گولی بارود کی سوداگری، عورتوں اور بچوں کی بیع و شری، تجارت مساوات، عمل و نقل، اور جہازرانی کی آزادی، ہوائی جہازرانی، بحری یا بالکی، مخابرات حدود اور بین یا برقت کی حفاظت۔

ملک معظم شاہ عراق اس امر کو بھی قبول کرتے ہیں کہ حسب ذیل دستاویزات کے شرائط کو بھی جہاں تک ان کا تعلق ہوگا سے پورا کریں گے:-

خیلاق لیگ اقوام بمعاہدہ لاسین، انگریزی فرانسیسی میثاق سرحدی، سان ریمو کا روحانی راضی نامہ۔

دفعہ (۷) ملک معظم شاہ عراق قبول کرتے ہیں کہ جہاں تک اجتماعی، مذہبی، اور دیگر خالات اجازت دیں، ہر اس مشترکہ کاروائی میں شرکت عمل کریں گے جس کو لیگ اقوام نے امن اور مقابلہ کے لئے اختیار کیا ہو جن میں فوجی نباتی امدادی بھی شامل ہیں۔

دفعہ (۸) بشرطیکہ عراق کی ترقی کی وہی رفتار قائم رہے جو اب ہے اور اس عرصہ مدت میں سارے معاملات شفیک رہیں دولت برطانیہ ۱۹۳۶ء میں لیگ اقوام میں شرکت کیلئے عراق کی امیدواری کی تائید کریگی۔

دفعہ (۹) عراق میں کسی ایسی سلطنت کی قوموں کے خلاف جو لیگ اقوام کی رکن ہو، کسی ایسی سلطنت کی اقوام کے خلاف جو ملک معظم شاہ برطانیہ عظمیٰ سے اس معاہدہ سے جب کہ لیا ہے کہ اس کو وہی حقوق دیئے جائیں گے جو اس صورت میں اسکو حاصل ہوتے جب کہ وہ اس لیگ کی رکن ہوتی (اس میں وہ مقبوضات بھی شامل ہیں جو ایسی سلطنتوں کے قوانین کے تحت بنی ہیں کسی ریاست غیر کے مقابلہ میں بیکس انداز کی تجارت یا جہازرانی حرفتوں اور پیشوں کے استعمال یا جہازوں اور سمندر کی ہوائی جہازوں کے ساتھ برتاؤ کے معاملات میں کوئی امتیاز نہیں برتا جائیگا اور نہ عراق میں اسا بات کے خلاف کوئی امتیاز ہوگا جو کسی بالادستوں میں سے کسی ہو یا نہیں سمجھی جائے۔

دفعہ (۱۰) دولت برطانیہ قبول کرتی ہے کہ ملک معظم شاہ عراق کی درخواست پر ان کی جانب سے ایسے بیرونی ممالک میں عراقی قوم والوں کی حفاظت کرے گی جہاں ملک معظم شاہ عراق کا کوئی نمائندہ نہیں ہے۔

دفعہ (۱۱) اس معاہدہ کی کوئی بات ان عہدناموں کے جواب کو متاثر نہیں کرے گی جو منعقد ہو چکے ہیں اور جو عراقی حکومت اور برطانوی عہدہ داروں کے مابین نافذ ہیں۔ ہر حالت میں ان عہدناموں کی توضیح کی جائے گی کہ گویا جاری عہدہ عہدناموں کا معاہدہ ۲۵ ربیع ۱۳۵۲ھ اپنا وجود رکھتا ہو۔

دفعہ (۱۲) ایک جدا گانہ عہدنامہ علی فریقین معاہدہ کے باقی مالی تعلقات کو ٹھیک کرے گا یہ معاہدہ ۲۵ ربیع ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۵۲ھ کے مالی معاہدہ پر خاتمہ ہوگا جو اس کے بعد ہی سے منسوخ سمجھا جائیگا۔

دفعہ (۱۳) ملک معظم شاہ عراق منظور کرتے ہیں کہ اس عہدنامہ کو نافذ العمل رکھیں گے جس پر ۲۵ ربیع ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹ شوال ۱۳۵۱ھ کو دستخط ہوئے تھے۔

مختلف خبریں

امریکہ میں سوامی وویکانند کی طلبی

مس بیٹ کی کتاب "مدر انڈیا" سے جو غلط فہمی پیدا ہوئی ہے اس کے دور کرنے کے لئے مسز سوامی وویکانند کو امریکہ سے دعوت آئی ہے۔ یقین ہے کہ اگر سوامی وویکانند نے یہ دعوت قبول کرلی اور امریکہ میں اپنی تقریروں سے اس لغو کتاب کی تردید کی تو ہندوستان کے متعلق اس خطرناک غلط فہمی کو دور کرنے میں بہت بڑی کامیابی ہوگی

دارالعلوم دیوبند

یہ افسوس کی بات ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں طلبا اور اساتذہ کی کشمکش نے ہڑتال کا نتیجہ پیدا کیا۔ دارالعلوم دیوبند ایک علمی درس گاہ ہے اور درس گاہ بھی ایسی جہاں مذہبی رنگ غالب ہے پھر یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ وہاں کے مستغلین کو انتظام کے لئے پولیس سے مدد لینے کی ضرورت پڑی۔ ایک شخص مگر یہ کہا قول ہے کہ جب کبھی کوئی بغاوت ہوتی ہے اس میں تقریباً ہمیشہ مذہبی رہنما حصہ لیتے ہیں۔ کیونکہ انسانی فطرت خواہ مخواہ بغاوت یا سرکشی کی طرف راغب نہیں۔ اس نقطۂ نظر سے اور سوء واقعات کی بنا پر بھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ مستغلین دوس گاہ کو اپنا موجودہ طرز بدلنا چاہئے۔ ہم نے نا گاہ اس مشہور مقولہ کا مفاد چند شریر طبیعتیں ہوتی ہیں مگر شریر طبیعتوں کو اسکا موقع دینا بھی ایک بدانتظامی کی علامت ہے۔

گاما اور زبسکو

گاما ہندوستان کا مشہور پہلوان ہے۔ اس نے یورپ میں بھی اپنی شہرت کے کمال دکھائے اور بڑی کشتیوں میں کامیاب رہا۔ زبسکو جو ولیٹنگ کا بڑا شہرہ اور دنیا کا مشہور پہلوان ہے اس سے بھی گاما کا مقابلہ ہوا جس میں گاما کامیاب رہا۔ اس طرح مفتوح ہندوستان کا ایک فرد اس بڑے ملک کی تھوڑی سی تسلی ہی کے لئے تمام دنیا کے پہلوانوں پر فتحمند رہا

اب زبسکو گاما سے کشتی لڑنا چاہتا ہے ہندوستان اس مقابلہ کے نتیجہ کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا۔

لارڈ ہیڈلے

انگلستان کے ہائند فیوں نجلہ اور لوگوں کے صرف ایک لارڈ نے اسلام قبول کیا تھا۔ اور یہ چوتھا اسلام کسی ظاہری یا دنیاوی مفاد کے لئے نہیں بلکہ خالص اسلام کی خاطر ظہور میں آیا۔ لارڈ ہیڈلے نے اپنے سچے دل سے مسلمان ہونے کو نہ صرف تقریر اور تحریر سے ظاہر کیا بلکہ کئی دفعہ حج کی مشکلیں بھی برداشت کرکے ثابت کردیا کہ وہ سچے مسلمان ہیں اب ان کا خیال انگلستان میں ایک عالیشان مسجد کے بنانے کا ہے اور اس کے لئے چندہ وصول کرنے کے لئے اور سامعین میں تبلیغ کا فرض کی صداقت قبول کرنے کے لئے ہندوستان آئے ہیں ایک مسلمان لارڈ کا ہندوستان آنا اور حیدرآباد کی اسلامی ریاست نہ دیکھنا بے سمجھی کی بات ہے۔ اس لئے لارڈ ہیڈلے نے حیدرآباد آنے کا ارادہ کرلیا ہے۔

مراسلات

حیدرآباد اور سٹلمنٹ کمیشن

ایک کمیشن سر مرکورٹ بٹلر گورنر برما کے زیر صدارت ہندوستانی ریاستوں اور حکومت ہند کے تعلقات پر غور کرنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

یہ کمیشن ان باتوں کی رپورٹ پیش کریگا کہ سندات اور معاہدات کے لحاظ سے ہندوستانی دیسی ریاستیں کیا کیا حقوق دئے جانے کی مستحق ہیں۔ مالی اور اقتصادی تعلقات اور ایسے امور کی سفارش جن کو ہم تین پیش نہاد سمجھیں گے۔

ہم حیدرآبادیوں کو سٹلمنٹ کمیشن سے زیادہ تعلق نہیں ہے مگر سٹلمنٹ کمیشن چونکہ تعلق براہ راست ہم سے بھی ہے۔ قبل از وقت غور کرنا چاہئے۔

اس کمیشن کے روبرو ہمارے کیا مطالبات ہونگے اور کن امور پر توجہ دلانا ضروری ہے۔

دیسی ریاستوں اور حکومت ہند کے تعلقات محتصر الفاظ میں بیان کئے جاسکتے ہیں کہ رزیڈنٹ کے مشورہ سے والیان ریاست ملکی انتظام کرتے ہیں اور بیرونی معاملات میں رئیس خود مختار ہوتا ہے مگر خارجہ تعلقات قائم نہیں کرسکتا۔ جبتک کہ رزیڈنٹ کے توسط سے نہ ہو۔

ملک میں تعلیم یافتہ اور ترقی کی خواہاں ایک پارٹی پیدا ہوچکی ہے۔ ملک اس قابل ہوچکا ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ عہدہ دیسی فرمانروا کے حوالہ کیا جائے۔ اب ضرورت ہے کہ پولیٹکل حیدرآباد کے تسلط کو دوستانہ نباہ میں حصہ لے۔

سالمگیشن سے بالکل ہندوستانیوں کا منتخب ترین را عمل سی گزری طریق پولیٹکل کے ساتھ نہ تو ممکن ہے نہ مفید ہے پولیٹکل کے سامنے ہم شہادت میں پیش کرسکتے ہیں کہ حیدرآباد کی معاہداتی اور روایتی خود مختاری کی توسیع کیجائے۔ اور آئندہ حکومت ہند ان معاہدوں کی پابندی اور احترام کرے جو سابق میں طے ہوچکے ہیں ہندوستان کی مدافعت میں دیسی ریاستیں برابر کی حصہ دار ہیں۔

ہماری ضروریات کیلئے بندرگاہ مچھلی بندر سے فائدہ اٹھاکر ایک شاہانہ شان تجارتی پیدا کرتا ہو ملک کا وہ حصہ جو سرحد حیدرآباد اور مچھلی بندر کے درمیان واقع ہے بلقیت پولیٹکل کسی اور طرح سے حاصل کیا جائے۔ ملک کو وہ حصہ دیتے جائیں جو بیرونی اور خبرانی حیثیت سے اسی کے ہیں

ملاحظہ ہو صفحہ (۲۰) کالم (۳)

الغلام ترک عنفہ مار

بقیہ انگریزی عراقی معاہدہ صفحہ ۱

دفعہ ۱۴۔ اس معاہدہ کی شرائط کی وضاحت میں اگر اعلیٰ عراق معاہدہ کو اختلاف پیدا ہو تو اس کو بین الملل انصاف کی عدالت منتقل میں پیش کر لیا جائیگا جو شیاں میگ اقوام کے فقرہ ۱۴ کی رو سے قایم ہے۔ اگر ایسی امور تو پیدا ہو کہ معاہدہ کے انگریزی اور عربی متن میں کوئی عدم مطابقت محسوس ہو تو پھر انگریزی متن ہی سند سمجھا جائیگا۔

۱۵۔ تصدیق کئے ہوتے ہی یہ معاہدہ نافذ ہو جائیگا اور دونوں ممالک کے آپسی اصول کے مطابق تصدیقات کا تبادلہ ہو چکیا ہے اور تقاضائے حالات اس میں ہر طرح کی ترمیم ہو سکیں گی جب عراق اس معاہدہ کی دفعہ کی رو سے لیگ اقوام میں داخل ہو جائیگا۔ یہ معاہدہ ان معاہدات اتحاد کی جگہ لے گا جو بمقام بغداد ۱۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء ۱۹ صفر ۱۳۴۱ھ اور ۳ جنوری ۱۹۲۶ء ۳ جمادی الآخر ۱۳۴۴ھ کو منعقد ہوئے تھے۔ یہ اس معاہدہ کے مکمل متن آپ نے ہی نسخ سمجھے جائینگے۔

وکلائے مختار نے اجازتاً اس معاہدہ پر دستخط کئے ہیں اور اس پر اپنی مہریں بھی لگادی ہیں۔

بتمام لندن انگریزی اور عربی زبانوں میں آج کہ ۲۰ دسمبر کی ۲۴ ویں تاریخ اور انیسو نو سو تائیس ۱۹۲۳ء عیسوی م ۱۰ جمادی الثانی انیسو تراسی سو چھیالیس ۱۳۸۳ھ ہجری ہے یہ معاہدہ مکمل ہوا۔ دستخط جنرل العسکری کے بخط ذیلیہ آرمیٹج گورنر جنرل برٹش

درازی حیات انسانی

امریکہ کی علیس جہاز رانان کے مدیر مسٹر البرٹ لسکر اور ان کی بیوی نے سنگاپور یونیورسٹی کو دس لاکھ ڈالر اس لئے عطا کئے ہیں تاکہ اس شعبہ سے ایک ادارہ "لسکر خانہ طبابت" کے نام سے قائم کیا جائے جس میں اس مرکز کی تحقیقات ہو کہ متوسط العمر لوگوں پر بیماری کا حملہ کس وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ اور اس حملہ کو روکنے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔ اس طرح اس بات کی تحقیق ہو جائے کہ انسانی عمر کس طرح طویل کی جا سکتی ہے۔

حالات عراق

عراق کے وزیر اعظم جنرل یاسین پاشا نے وزارت علی سے استعفیٰ دیدیا۔ جنرل یاسین پاشا کی ناراضی کا سبب یہ ہے کہ ان کی بہت سی مفید قوم ملک تجویزیں کامیاب نہ ہو سکیں جدید وزارت عبد المحسن نے مرتب کی ہے جس میں وہ خود وزیر اعظم اور وزیر خارجہ رہیں گے۔ بقیہ وزراء حسب ذیل ہیں۔

عبد العزیز	وزیر داخلہ
یوسف آفندی	وزیر مالیات
حکمت بے سلیمان	وزیر عدالت
عبد المحسن شلاش	وزیر اوقاف امور دعاد
شیخ سلیمان بارق	وزیر آبپاشی وزراعت
توفیق بیگ سویدی	وزیر تعلیمات
شیخ احمد داؤد	وزیر آثار و مقدسہ

وزیر جنگ کا عہدہ خالی ہے۔ نئے وزیر اعظم کی درخواست پر عراق پارلیمنٹ میں ان کے طرف داروں کی کثرت ہوا اس لئے پارلیمنٹ کے لئے انتخاب کے تخمینے ہیں۔

انگورہ کی آرائش

آج کل ترکی کی عمارات اپنے دارالخلافہ انگورہ کو جدید وضع کا شہر بنانے کے لئے بہت بے تاب ہیں۔ بیرونی سیاحوں کو انگورہ کا نام اس کے پہلے مکانوں کی کثرت کی وجہ "مٹی کا شہر" رکھا ہے۔ اخبار ان کا یہ ہے کہ یہاں بھی بالکل مغربی وضع کی سڑکیں باغات بنائے جائیں اور شہر کی آرائش بھی جلد سے جلد عمل میں آئے

ترکی میں سیاسی کارٹون

یورپ میں سیاسی کارٹون بنانا کوئی جرم نہیں۔ کارٹونوں میں بھی معمور خاص تلاش اور اصلیت کو کام میں لاتے ہیں۔ اور اس طرح ایک شخص تصویر کسی اہم سیاسی شخصیت کی بناتے ہیں۔ اس پاپ میں بادشاہوں تک کو بہت تجربے ہوئے ہیں۔ اس لئے انگریزی مراضع اندون ملک میں اس کا باہم شادلہ کر لینا چاہیے۔ حسب معاہدہ حیدرآباد چھ تمام ہندوستان میں اور عام ہندوستانی حیدرآبادیوں سے۔ مادل آباد کے جنگلات کو قابل زراعت بنانے کے لئے طیارکے ماہلوں جیسی اچھا کام ہے۔ محنتی قوم کو دلی آباد کرنے کے لئے کوشش کرنا چاہئے۔ ایسی صورت کو حکومت ہند ان کو اندیا میں آباد کرنا چاہتی ہے۔

آخر میں بعض اہم امور کے اظہار کی بھی ضرورت ہے جس کا تعلق کسی طرح بھی کمیشن سے نہیں بلکہ محض اظہار رائے حالات سے ہے وہ یہ کہ ملک میں ایسے امور کا تدارک اور لحاظ جو ہمیں سے ہندو مسلم اتحاد زیادہ مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔ اس معاملہ میں ہندوستان کے برخلاف اب تک اتحاد و اتفاق کی جو درخشاں مثال پیش کی ہے۔ اس روایت کو ہمیشہ قائم رکھنے کی کوشش کی جائے اضلاع میں کسانوں کی حالت درست کرنے اور ان کا افلاس دور کرنے کے لئے کوشش کی جائے۔ یورپ امریکہ میں ہوا آلات زراعت استعمال کئے جاتے ہیں ان کو حیدرآباد میں مروج کیا جائے تاکہ کاشت میں اضافہ ہو۔ اس غرض کے لئے ملک کے ہونہار طلبہ کو یورپ بھیجا جائے کہ آلات زراعت بنانا اور فن صنعتیات سیکھ کر آئیں۔ غرض یہ وہ چند باتیں ہیں جن پر ملک کو چاہیے کہ غور و بحث کے بعد فیصلہ کر کے عمل میں لائے۔

بقیہ حیدرآباد اوور سیز کمیشن

صفحہ (۹) کالم (۳)

اور صاحبی حیثیت سے اہمیت رکھتے ہیں۔ خواہ ان کے لئے کچھ یکمشت بقی معاوضہ ہی کیوں نہ دینا پڑے۔ حیدرآباد کے کچھ مراضع ہیں جائے کہ وشنا کے اس پار ہیں اور کچھ انگریزی مراضع اندون ملک ہیں ان کا باہم شادلہ کر لینا چاہیے۔ حسب معاہدہ حیدرآباد چھ تمام ہندوستان میں اور عام ہندوستانی حیدرآبادیوں سے۔ مادل آباد کے جنگلات کو قابل زراعت بنانے کے لئے طیارکے ماہلوں جیسی اچھا کام ہے۔ محنتی قوم کو دلی آباد کرنے کے لئے کوشش کرنا چاہیے۔ ایسی صورت کو حکومت ہند ان کو اندیا میں آباد کرنا چاہتی ہے۔

آخر میں بعض اہم امور کے اظہار کی بھی ضرورت ہے جس کا تعلق کسی طرح بھی کمیشن سے نہیں بلکہ محض اظہار رائے حالات سے ہے وہ یہ کہ ملک میں ایسے امور کا تدارک اور لحاظ جو ہمیں سے ہندو مسلم اتحاد زیادہ مضبوط بنیاد پر قائم ہے۔ اس معاملہ میں ہندوستان کے برخلاف اب تک اتحاد و اتفاق کی جو درخشاں مثال پیش کی ہے۔ اس روایت کو ہمیشہ قائم رکھنے کی کوشش کی جائے اضلاع میں کسانوں کی حالت درست کرنے اور ان کا افلاس دور کرنے کے لئے کوشش کی جائے۔ یورپ امریکہ میں ہوا آلات زراعت استعمال کئے جاتے ہیں ان کو حیدرآباد میں مروج کیا جائے تاکہ کاشت میں اضافہ ہو۔ اس غرض کے لئے ملک کے ہونہار طلبہ کو یورپ بھیجا جائے کہ آلات زراعت بنانا اور فن صنعتیات سیکھ کر آئیں۔ غرض یہ وہ چند باتیں ہیں جن پر ملک کو چاہیے کہ غور و بحث کے بعد فیصلہ کر کے عمل میں لائے۔

بقیہ خطبہ رئیس اعظم حضرت عبد الرشید

کو ایک خط میں تحریر کیا ہے کہ ۱۹۳۵ء کا سال عظیم سیاسی جہد و جہد کا سال ہوگا۔ یہ بہت ضروری امر ہے کہ ہم آئندہ نئے انتخابات کیلئے تیار رہیں۔ اگر ہم اپنے رائے دہندوں کو حقیقت حال سے مطلع کر دیں تو کبھی یہ کہنے کی بات کا خوف نہیں۔

ہوائی جہاز رانی کی ترقی

اخبار عرب کو انگورہ سے خبر ملی ہے کہ حکومت آستانے کے جدید مدرسۂ پرواز کی طرف متوجہ ہے۔ کیونکہ گذشتہ یہ مدرسہ نہایت کامیاب رہا۔ اب حکام متعلقہ اس پر غور کر رہے ہیں کہ جرمنی سے چند اساتذہ طلب کئے جائیں اور آستانہ کے قریب ہی ایک پرواز گاہ قایم کی جائے تاکہ تمام طلبہ کو تجربے اور مشق میں سہولت ہو۔

اس اخبار کا یہ بھی خیال ہے کہ حکام متعلقہ انگورہ میں بھی اسی قسم کے ایک مدرسہ کا افتتاح کرنا چاہتے ہیں۔

کتب خانہ تجارتی عبد القادر تاجر کتب و پبلشر مالک اعظم اسٹیم پریس چار مینار حیدر آباد دکن

قرآن شریف اس میں پانچ ترجمے ہیں دو فارسی بین اردو اور ریاضت تفسیر فتحی احسن التفاسیر مجلد ہدیہ اعلیٰ ۳۰ ریاستی ۲۵ سنگ مثانیہ خاشیہ

اردو ٹیلس رنگین ملک سرکار عالی جس میں ضلعواری نقشہ جات مع تاریخی حالات و نقشہ جات پاسپورٹ وغیرہ بہترین اور نایاب جدید ٹائپس قیمت ..... عاں ۸ ..... ریاستی ۴ھ

خلاصۃ جغرافیہ عالم سوالات و جوابات میٹرکولیشن جامعہ عثمانیہ مرتبہ مولوی محمد وحید علیصاحب اتالیق تعلیمات قیمت عاں ریاستی ۲۵

سلیس جغرافیہ دکن برائے مدارس ثانویہ قیمت ۴ ۱۲ مرتبہ مولوی سید شرف الدین صاحب فاروقی بی۔ اے۔ بی ٹی صدر مدرس

جدید تاریخ ہند برائے مڈل ثانیہ مرتبہ ایضاً

جدید جغرافیہ دنیا برائے ۵ ۱۲ قیمت ۵ ۱۲ مدرسہ سطانیہ عادل آباد

صنعتخانہ عشق یعنی دیوان امیر مینائی ۔ قیمت .... عاں ۸ ریاستی .....

مطبوعہ جزبات و فارس ہر قسم کے کارآمد خصوصاً سررشتہ تعلیمات اور محکمہ جات عدالت کو توالی وغیرہ وغیرہ کے تمام فارم چھاپے جاتے ہیں۔ آرڈر پر کے تیار ہیں جن کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر بصفت روانہ کی جاتی ہے۔ آرڈر پر موصولہ فارم طبع کر کے ارجنٹ تعمیل کی جاتی ہے۔

فتاوی عثمانیہ سلیس اردو زبان میں کتب معتبرہ فقہ سے جمع کیا گیا ہے۔ جو بالخصوص وکلاء کے لئے معلومات فقہ ہیں بہت کام کے لئے بیحد مفید ہے کاغذ چکنا چھپائی نفیس ہے مولفہ جناب مولانا مولوی [illegible] صاحب اعانہ صدر مہتمم دارالعلوم نظامیہ و صدر مدرس اعلیٰ مدرسہ نظامیہ

مجموعہ خطب حرمین الشریفین مع ترجمہ اردو جس میں سال تمام کے خطبے۔ قیمت ۴ھ

خطب علمی مترجم خورد قیمت ۴۰ر

خطب جدید ۔ مترجم ۔ قیمت ۴ر

خطب ہندی ۔ مترجم ۔ قیمت ۴ر

قصص الانبیاء ۔ اردو تقطیع کلاں مجلد ..... عاں ۸

ترتیب الصلوٰۃ ۔ مع اردو ترجمہ ۔ قیمت ۶ر

علم الکلام مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ اس کی عہد بعہد کی ترقیاں اور علماء و متکلمین کے نظریات اور مسائل ۔ طبع چہارم قابل دید ہیں ۔ قیمت ..... عاں ۸

ڈائری کلاں جرمی اصلی قیمت .... عد ۱۲ر .... ریاستی .... عہ

" مجلد پارچہ " قیمت .... عد ۸ر .... " ۱۴۰۰ر

" خورد " جرمی " قیمت .... عد ۴ر .... عد ۱۲۰۰۰ر

" " پارچہ " قیمت .... عد ..... " ۱۰۰ر

نوٹس آن اسلام بزبان انگریزی ۔ اسلام کے متعلق بہترین تمثیلات کی جس کی شرح انگریزی میں کی گئی ہے مصنفہ عالیجناب خان بہادر حاجی خواجہ محمد حسین صاحب جس کو عالیجناب مولانا احمد حسین صاحب سی ای ای ۔ ای ۔ سی ۔ ایس ۔ ائی ۔ (نواب امیں جنگ بہادر) نے مختصر نہایت عمدہ اور سلیس انگریزی میں کیا ہے ۔ قیمت ..... عہ

ہفتہ وار

مجاہد دیوبند

کا

رمضان نمبر

۱۴ر رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ کو نہایت آب و تاب کے ساتھ شائع ہو کر دنیائے صحافت میں یادگار رہے گا

مہاجر کے رمضان نمبر کی خصوصیات

رمضان نمبر کی ضخامت چالیس صفحے ہوگی۔ کاغذ عمدہ لگایا جائے گا۔

رمضان نمبر کا ٹائٹل اعلیٰ درجہ کے آرٹ پیپر کا ہوگا ٹائٹل کے لئے خاص طور پر بلاک تیار کرایا جارہا ہے۔

رمضان نمبر میں بڑے بڑے اہل قلم حضرات کے بلند پایہ مضامین ہوں گے۔

رمضان نمبر میں تصویر پست کے ساتھ عوام کے مستعمل مختلف انواع و اقسام کے نہایت ہی مفید مضامین ہوں گے۔

رمضان نمبر میں چوٹی کے شعراء کی اردو، عربی اور فارسی کی بہترین نظموں کا کافی ذخیرہ ہوگا۔

غرض مہاجر کا رمضان نمبر مجموعی حیثیت سے بینظیر علمی مجموعہ ہوگا ۔ باہمت جوان تمام خوبیوں کے قسمت سے صرف ۴ھ علاوہ محصول ڈاک فوائد زبان علوم و معارف اس علمی ذخیرہ کو حاصل کرنے کے لئے ۵ر کے ٹکٹ بھیجکر ابھی سے اپنا نام درج کرالیں۔

خاص رعایت مہاجر کے مستقل خریداروں کی خدمت میں رمضان نمبر مفت حاضر ہوگا پانچ رمضان المبارک تک ایک سال کا زر چندہ مبلغ ۳ھ بذریعہ منی آرڈر بھیجدینے والے حضرات کی خدمت میں رمضان نمبر مفت بھیجا جائے گا۔

اجرت اشتہارات میں صرف رمضان نمبر کے لئے حیرت انگیز رعائت کی گئی ہے۔ عالیشان درج نمائندہ اجرت اشتہارات دفتر سے طلب کیا جا سکتا ہے ۵ر رمضان المبارک تک اشتہارات دفتر میں پہنچ جانا چاہئیں

نیاز کیش منیجر اخبار مہاجر دیوبند (یوپی)

مشہور و معروف

رسالہ زمانہ کی تقریب جوبلی

کے توشی میں

ملک کے بلند پایہ انشاپردازوں اور نامور شاعروں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا ایک لیمپ مجموعہ آخر فروری ۱۹۲۳ء میں شایع ہوگا

حجم مضامین قریباً ۲۰۰ صفحات ۔ تعداد تصاویر قریباً پچاس

قیمت ۲ھ

۲۰ فروری سے قبل پیشگی قیمت بھیجنے والے خریداروں سے صرف ۲ھ

اردو کی موجودہ ترقی کا بہترین مجموعہ دیکھنا ہو تو رسالہ زمانہ کا جوبلی نمبر خریدیے

المشتہر

منیجر زمانہ ۔ کانپور

کتب خانہ تجارتی عبد الرزاق تاجر کتب و پبلشر و مالک زراقی مشین پریس چارمینار حیدرآباد دکن

معجزنما مبسوط قرآن شریف مترجم بدو ترجمہ

معجزنما حمائل شریف مترجم مترجم علیہ الرحمۃ حضرت مولانا مولوی شاہ اشرف علی صاحب تھانوی حاشیہ پر تفسیر کبیر ہے مجلد ہدیہ (۵)

نسخۂ صحیحہ دلائل الخیرات مع حزب البحر و قصیدہ بردہ ترجمہ اردو از مولانا ابو الحسن صاحب نقشبندی کا مجلد، بخطی متوسط حاشیہ پر تفسیر کاغذ اور طباعت عمدہ ..... (۴)

قرآن شریف کتابلیس خوبصورت اول الا مترجم مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا جدید نمونہ پر نہایت صحت کیساتھ نئی طرز پر جو اب تک کسی مطابع میں اس خوبی کیساتھ طبع نہیں ہوا ہے ہر فقرہ پارہ پر علیحدہ علیحدہ نشانہ جات مقدس و دیدہ زیب ہیں بخطی متوسط خوش کاغذ چکنا بدیر مجلد (۵)

قرآن شریف مترجم متوسط ترجمہ اردو میں السطور مولانا نذیر احمد صاحب کا کاغذ اور طباعت نہایت عمدہ ہے۔ ہدیہ (۴) ترجمہ مقابل صفحہ پر مثل اردو کتاب کے مطالعہ فرما سکتے ہیں کاغذ اور طباعت نہایت صاف ہے۔ ہدیہ (۳)

حمائل شریف چھوٹی بخطی پر واضح خطوں میں دبیز کاغذ پر نہایت عمدہ ہدیہ ..... (۱)

سیرۃ النبی

حصہ اول حس میں از ولادت تا ختم سلسلہ غزوات مومنہ مدرسۃ مشتمل بر نقد و فن سیرۃ اخبار عرب قبل بثت و مخاصمت (۵۵۹) کا ختم دوم۔ مجلد تقطیع خورد قیمت (۴)

حصہ دوم از ۸ھ ہجری تا ۱۱ھ ہجری۔ اتمام اس۔ تاسیس خلافت اشاعت اسلام انتظامات بہ بہی تکمیل شریعت حجۃ الوداع۔ وفات شمائل۔ واخلاق و عادات کی تفصیل اور ازواج و اولاد مطہرہ کا تذکرہ ہے تقطیع خورد صفحے (۲۳۸) کاغذ قسم دوم قیمت مجلد (۲)

حصہ سوم جس کے مقدمہ میں معجزہ کی حقیقت اور اس کے امکان و وقوع پر فلسفہ قدیم۔ علم کلام۔ فلسفہ جدید اور قرآن مجید کے نقطہ ہائے نظر سے مبسوط بحث و تصویر ہیں۔ اس کے بعض خصائص نبوت یعنی مکالمہ الٰہی، وحی، نزول، ملائکہ، عالم رویا، معراج اور شرح صدر کا کا بیان ہے۔ پھر وہ آیات معجزات ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ معجزوں کی تاریخ روایات کی تنقید کا باب ہے۔ اور اس کے بعد وہ بشارت نبویہ ہیں جو صحف سابقہ میں وجود ہیں۔ اور ان کے حوالے قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ اور آخر میں خصائص محمدی کا باب ہے تقطیع کلاں کاغذ قسم دوم مجلد ..... (۱۰)

ترجمہ اول

رئیس الفقہاء والمحدثین مولانا مولوی حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کا ہے۔

ترجمہ دوم

حکیم الامۃ مولانا مولوی حضرت شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قادری چشتی کا جو سلاست لفظ ہونے کے باوجود با محاورہ ہائیں اردو میں جدید ہے مجلد (۱۰)

سفر حرمین الشریفین یہ ایک لاجواب کتاب ہے جس میں مدینہ منورہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اور کثیر نقشے شام و بیت المقدس و مصر کے نہایت نفیس بلاک فوٹو شامل کتاب ہیں مشاہیر علماء و فضلاء نے اس کی خوبی کے متعلق رائیں دی ہیں۔ کاغذ چکنا لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے۔ اب بہت تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں قیمت بجائے (۱۰) کے ..... (۵) روپیہ

تشریح الیاسی اس میں تاریخی واقعات کے ساتھ سیاسی معاملات کی تشریح کی گئی ہے۔ سابق فرمانروایان ممالک مختلفہ تصریح قومیت۔ دو طرز تعلیم سیاسی۔ اصول فرمانروائی کے تحت وہ وہ امور درج ہیں جو نائبان دیہ ولایق ہیں۔ سیاسی نظر سے گورنمنٹ حضور نظام کی تنظیم کے متعلق جو مواد اس میں ہے۔ اس سے واقفیت از بس ضروری ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب مفید معلومات کا ذخیرہ ہے۔ قیمت ..... (۱۰)

حکومت آصفی و برکات عثمانی تصانیف مولانا محمد شمس الدین صاحب مصنف اور دو رعثمانی کے محملہ ترقیات کو نثر و نظم میں بڑی خوبی سے جمع کیا گیا ہے قیمت ۸ر

شمس کا ترانہ مسرت غرض حالت قوم کا اصلی نوٹو ہے قیمت ۲ر

بیوہ کی کہانی بیوہ کی زبانی ایک پر تاثیر۔ دلگداز۔ قابل دید نظم ہے بیوہ کے حقیقی حالات اور فطری جذبات کا آئینہ ہے۔ درد و غم رنج و مصیبت کا نمونہ ہے۔ ممکن نہیں کہ اس کو پڑھنے کے بعد کوئی آنسو نہ بہائے۔ قیمت ۴

مثنوی مشعل اسلام اس میں توحید باری قرآنی و اثبات رسالت کے لیے زبردست دلایل بیان کئے گئے ہیں جو بڑے بڑے متندکتابوں بھی نہیں مل سکتے قیمت (۸)

سفر حرمین الشریفین یہ ایک لاجواب کتاب ہے جس میں مدینہ منورہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور کثیر شام و بیت المقدس و مصر کے نہایت نفیس بلاک فوٹو شامل کتاب ہیں مشاہیر علماء و فضلاء نے اس کی خوبی کے متعلق رائیں دی ہیں۔ کاغذ چکنا عمدہ لکھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے اب بہت تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں قیمت بجائے (۱۰) روپیہ کے (۵)

بالک باغ بچوں کے مناقب کی مشرقی و مغربی علوم و ادب لغات کی بھش مادر قیمت ۱۰ر تکلیس صرف محصول ڈاک ۱ر اضافی قسم ۲

سید عبد القادر تاجر کتب و پبلشر نظام گزٹ نے اپنے اعظم اسٹیم پریس واقع چارمینار حیدرآباد دکن میں شائع کیا

رجسٹرڈ سرکار آصفیہ

زیر سرکار آصفیہ

نمبر ۶۱۱

نظام گزٹ

عدد ۱۲-۱۳-۱۴
جلد ۱۱

مضمون خاص

اسلام کی امن پسندی

از

الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق بہ القابہ

(مترجمہ مدیر)

نظام گزٹ

چندہ سالانہ ۷ سہ ماہی ۴
ششماہی ۷ فی پرچہ ۲/۶م

جناب نواب مسعود جنگ بہادر

ناظم تعلیمات اور عہدہ داران تعلیمات جناب مولوی سید محی الدین صاحب (مدد گار) اور جناب مولوی سید علی اکبر صاحب مہتمم بلدی کی توجہ سے اللہ تعالیٰ کے جہاں اردو کتب بینی کی ہے اردو گشتی کتب خانہ حیدرآباد دکن کے نام (جسکی شرکت سے ہر ایک اردو کتاب بغیر خریدے گھر بیٹھے مطالعہ کیجا سکتی ہے) پر فرخندہ تعلیمات سرکار عالی نے ماہانہ اکیسو روپیہ کی امداد منظور فرمائی ہے الحمد للہ علیٰ ذالک اب اس امداد کے سہارے حضرت ظل سبحانی سلطان العلوم اعلاہ اللہ ملکہ کے تخت نشینی کی مبارک تقریب کی یادگار میں (۱) کتب خانہ کی فیس شرکت جو ماہانہ (۸) آٹھ عام طور پر ۱۰/۱۲ اور طلبہ وغیر متطبع اشخاص کیلئے صرف (۴) چار روپیہ کی گئی ہے (۲) شرکت کیلئے ذمہ داری کی شرط اوٹھادی گئی ہے (۳) کتابوں کی سرراہی میں ممکنہ سہولتیں پیدا کردی گئی ہیں (۴) بیرونی شائقین کی سہولت کیلئے انکیبی ٹم رائج کیا گیا ہے اور (۵) ماتحت اردو مطالعہ گھر (جہاں کتابوں کے علاوہ گوناگوں اخبارات و رسائل بھی مطالعہ کئے جاسکتے ہیں) قائم کردیا گیا ہے اور ہر شخص روزانہ صبح آٹھ سے شام کے سات تک بلا فیس اس سے استفادہ کرسکتا ہے۔

اردو گشتی کتب خانہ کو قایم ہوئے الحمد للہ اب ساتواں سال کا عرصہ گذر چکا ہے اور اس عرصہ میں صرف تائید و توفیق ایزدی سے ایک نا چیز بضاعت اور گمنام ہستی نے ملک کی جو کچھ علمی خدمت انجام دی ہے اسکے متعلق مولانا عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن ترقی اردو رسالہ اردو بابتہ اکتوبر ۱۹۲۶ء میں تحریر فرماتے ہیں۔

فضل اللہ کی ہمت آفریں ہے کہ انھوں نے بڑے ایثار سے کام لیکر حیدرآباد میں ایک گشتی کتبخانہ قائم کیا ہے جس کا مقصد اردو کتابوں کا مطالعہ آسان کردینا اور بتدریج ایک عظیم الشان خاص اردو کتبخانہ قائم کرنا ہے۔ افسوس ہیکہ آمدنی سے اس کا خرچ بڑھا ہوا ہے امید کہ حیدرآباد کے حضارت و ثروت مند ذی علم اصحاب اس کی مدد کریں گے۔ فہرست کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں ہر فن اور علم کی کتابیں موجود ہیں اور مطالعہ کے شوقین اس سے پورا فائدہ اوٹھاسکتے ہیں۔ خدا سے دعا ہو کہ مبارک عہد کتبخانہ پھلے پھولے اور پاک اس کے حصہ مستفید ہوسکے تفصیل کیلئے دستور العمل طلب فرمایا جائے

مہتمم اردو گشتی کتب خانہ شرکت فضل گنج حیدرآباد دکن

سبق پہم ہے ترازو کے کم و کیف حیات تیری میزان ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عہ ۱۳۱۲ھ حیدرآباد دکن ۔ دوشنبہ ۲۰ شعبان ۱۳۴۶ھ م ۱۳ فروری ۱۹۲۸ء م ۱۱ فروردی ۱۳۳۷ فصلی جلد (۱)

شذرات

ایک انگریزی اخبار نے سائمن کمیشن کے رکن لارڈ برن ہیم کے متعلق ایک لطیفہ لکھا ہے۔ وہ کہتا ہے:۔

"لارڈ برن ہیم اپنی جوانی کے زمانہ میں ایک اہم تحقیقات پر کمیشن کے رکن تھے۔ اس تحقیقات کے دوران میں ایک دن کچھ یہ بے چین سے تھے اور حالت اضطراب میں بار بار دل بہلانے کی خاطر وہ اپنی کرسی کو جھلوے دیتے تھے وہ اس طرح کے اپنی کرسی کو پیٹھ سے دھکیلتے تھے اور اپنے گھٹنوں کو میز سے اٹھا دیتے تھے۔ یہ کرتب انہوں نے کئی مرتبہ کئے مگر بدقسمتی سے ایک دفعہ گھٹنوں کے اڑانیں بھول ہوگئی اور وہ مع کرسی کے تڑاق سے فرش پر جا گرے۔ شہادت دینے والے گواہ اور ان کے ساتھی دوسرے اراکین کی سنجیدگی اس حادثہ سے یکدم عجب میں تبدیل ہوگئی۔ مگر امید ہے کہ اب کی دفعہ پینتالیس (۴۵) سال کی عمر میں لارڈ صاحب اس کرتب کو پھر نہ کریں گے"

انگریزی اخبار کے مذکورہ بالا بیان پر ہمارے ایک معاصر نے کچھ اور اضافہ کیا ہے وہ کہتا ہے

"بے شک اب کی دفعہ لارڈ برن ہیم اس کرتب کو نہیں کریں گے۔ کیوں کہ اب سرجان سائمن کی باری ہے اور زمانہ کی ترقی کے سبب سے یہ کرتب ظاہری نہ ہوگا۔ بلکہ معنوی ہوگا بجز اسکے کہ سرجان سائمن اس کرتب کی تکلیف سے بچنے کے لئے کمیشن کا اجلاس ہی منعقد نہ کریں"

ہندوستانی۔ ریاستوں کو کمیشن کے سلسلہ میں مدد دینے کے لئے انگلستان کے مشہور بیرسٹر سر لزلی اسکاٹ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ ان کو اس کام کی جتنی فیس طے پائی ہے اتنی فیس آج تک کسی بیرسٹر کو انہیں ملی ان کو کل ترپن ہزار (۵۳۰۰۰) پونڈ بطور محنتانہ ملینگے اور روزانہ دو سو پونڈ بطور الاؤنس یا میوہ خوری ملینگے۔ کمیشن کا کام تین مہینے سے زیادہ عرصہ ہوتا رہے گا۔ مذکورہ بالا حساب سے تین مہینے میں سر لزلی ستر (۷۰) ہزار پونڈ سے زیادہ کما لیں گے جس کے تقریباً اس لاکھ روپیہ ہوتے ہیں۔

ہندوستان کے مشہور آفاق محب وطن پنڈت موتی لال نہرو نے انگلستان سے واپسی پر مصر میں بھی قیام کیا۔ مصریوں نے اس مشہور مدبر کی بہت قدر و منزلت کی۔ پنڈت جی نے وہاں کی مختلف چیزوں کو ملاحظہ کیا اور ان کے خیر مقدم کے سپاسنامہ کے جواب میں مصریوں کو بتایا کہ جنگ آزادی میں ہندوستان اور مصر شریک حصہ رکھتے ہیں پنڈت جی مصر کے قدیم جامعہ ازہر کو بھی ملاحظہ کیا۔ اور طلباء کے روبرو بہت پر جوش تقریر کریں۔

اکتوبر ۱۹۲۳ء میں پانچ پارسی نوجوانوں نے سائیکل پر تمام دنیا کا سفر کرنے کا ارادہ کیا۔ راستہ میں دو ساتھی بیماری کی وجہ رک گئے بقیہ تینوں نے اپنا سفر جاری رکھا اور تمام دنیا کا چکر لگا کر ہندوستان واپس آگئے۔

انہوں نے ہندوستان کے ٹرسٹوں کی راہ پہلے بلوچستان پہونچے اور پھر ایرانی ریگستان سے الجزائر، شام اور فلسطین پہونچے۔ اس کے بعد انہوں نے براعظم افریقہ میں قدم رکھا۔ وہاں سے وہ اٹلی اور سوئٹزرلینڈ گئے اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں گھومتے گھماتے انگلینڈ پہونچے اور وہاں سے امریکہ کے لئے جہاز پر سوار ہوکر نیویارک پہنچے۔ امریکہ سے وہ کوریا جاپان اور منچوریا گئے اور پھر چین اور ہندی چین سے ہوتے ہوئے اکتالیس (۴۱) ہزار میل کی مسافت طے کرکے پھر ہندوستان میں داخل ہوگئے ہیں۔ اب وہ ہندوستان کے مختلف ممالک کی سیاحت کرکے اپنے وطن بمبئی کا رخ کرینگے۔

لطیفہ

"کیا یہ نہیں یقین ہے کہ ایڈیٹر صاحب ابذر ممیز وار۔ ملازم ہیں کیا خواجہ آپ ان کے قول کو بھی غلط سمجھتے ہیں ...

نظام گزٹ

ہفتہ وار

دوشنبہ ۲۰ شعبان ۱۳۴۶ھ

ٹبلر کمیٹی اور ہم

ٹبلر کمیٹی نے اپنا کام شروع کر دیا اب عنقریب وہ حیدرآباد اور میسور کا رخ کرنے والی ہے میسور والوں نے کمیٹی کا استقبال کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ حیدرآباد کو بھی کمیٹی سے کئی مطالبات پورے کرانے ہیں اس لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ہم کمیٹی کی آمد سے پہلے ان پر غور کر لیں۔

بندرگاہ مچھلی بندر

ایک زمانہ وہ تھا کہ سلطنت آصفیہ کا ساحل مدراس تک پھیلا ہوا تھا۔ سیاسی تغیرات نے اس وسیع رقبہ کو قائم نہ رکھا اور غالباً سب سے پہلے ساحلی علاقہ یعنے وہ اضلاع جو مدراس کے شمال میں خلیج بنگالہ کے ساحل پر واقع تھے فرانسیسوں کے تفویض کیا گیا تھا بعد میں جب فرانسیسوں سے ریاست حیدرآباد کے تعلقات منقطع ہو گئے تو وہ علاقہ "نوشرقی سرکار" کے نام سے موسوم تھا۔ انگریزوں کے حوالہ کر دیا گیا "نوشرقی سرکار" کا رقبہ کوئی معمولی رقبہ نہ تھا جب وہ علاقہ انگریزوں کے حوالہ کر دیا گیا تو اس وقت مختلف عہدنامے مرتب ہوئے تھے جس کی رو سے ریاست حیدرآباد کو نوشرقی سرکار کے کئی ایک معقول بدل دئے گئے تھے۔ انہیں معاملوں میں ایک عہدنامہ بندرگاہ مچھلی بندر کے متعلق تھا اس عہدنامہ کی رو سے ریاست حیدرآباد کو اس بات کا مجاز گردانا گیا تھا کہ وہ مصوقت چاہے بندرگاہ مچھلی بندر کو اپنے جہازوں کے لئے استعمال کر سکتی ہے عہدنامہ میں صاف طور پر مذکور ہے کہ حضور نظام اس بندرگاہ میں اپنے جہاز رکھ سکتے ہیں اور ان جہازوں پر اپنا جھنڈا اڑا سکتے ہیں۔ غرض مچھلی بندر کو اظہور بندرگاہ کے ہر طرح استعمال کر سکتے ہیں۔

حیدرآباد کی تجارتی حالت اس زمانہ میں ایسی ترقی یافتہ اور عروج پذیر نہیں تھی کہ اس عہدنامے کی رو سے مچھلی بندر کو استعمال کرنے کی ضرورت پڑتی اسلئے اب تک اس عہدنامہ پر عمل کرنے کا مطالبہ نہیں کیا گیا لیکن موجودہ زمانہ میں کون شخص ہے جو حیدرآباد کی بڑھتی ہوئی تجارتی ضرورت سے انکار کر سکتا ہے۔ بعض حیدرآباد کی خارجی تجارت اب بہت بڑھ گئی ہے اس کا اندازہ کرنے کے لئے کسی اعداد و شمار کی ضرورت نہیں بلکہ حیدرآباد کی سڑک پر ایک نظر ڈالنی کافی ہے بعض لوگ غالباً اس کو حیدرآباد کی پستی سے تعبیر کریں گے کہ یہاں کی بیرونی تجارت برطانی ہند سے بہت پیچھے ہے اور یہ میدان عمل میں برطانی ہند کے بہت بعد داخل ہوئی۔ مگر ہماری نظر میں "پستی" نہیں۔ فطرت کی ایک خاص مہربانی تھی کہ حیدرآباد نے بیرونی تجارت میں ہندوستان کے اور شہروں اور صوبوں کی طرح تیز قدمی نہیں کی۔

آج ہندوستان کی بیرونی تجارت کا مال ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ مصنوعات پر تقریباً ساتھ فیصد مالک یورپ اور امریکہ کا ہو گیا ہے۔ ہندوستان ان خام پیداوار پیدا کرنے والا ملک ہے۔ اس لئے بیرونی تجارت میں ہمیشہ یہ گھاٹے میں رہتا ہے اور تیار مصنوعات کے صلہ میں اپنی کثیر خام پیداوار دے دینے پر مجبور ہے۔ اس کا نتیجہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ ملک میں صنعتی ترقی مفقود ہے صنعت کی پستی کی وجہ زراعت کی ترقی بھی محدود ہے زمین کی خام پیداوار میں اضافہ نہیں ہوا۔ ملک کے باشندوں کی آبادی بڑھتی جارہی ہے اور تھوڑی بہت صنعت و حرفت جو کچھ تھی وہ غیر ملکی مصنوعات کے مقابلہ میں فنا ہو گئی۔ ادھر آبادی بڑھتی جارہی ہے ادھر پیشے اور ذرائع آمدنی محدود ہیں اسلئے ملک میں ایک قحط سا برپا ہے۔ آئے دن بے روزگاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور ملک کے لاکھوں افراد بجائے کسی قابل عزت محنت کرنے کے بھیک مانگنے اور سرزمین ہند کو ذلیل کرنے پر مجبور ہیں۔

اس پہلو کو دیکھکر کیا ہم حیدرآباد کو مبارکباد نہ سمجھیں کہ یہاں کی تجارت خارجہ نے اس سرعت سے ترقی نہیں کی؟ کچھ مضائقہ نہیں کہ حیدرآباد کی سڑکوں پر اتنی موٹریں نہیں دوڑتیں جتنی کہ کلکتہ بمبئی اور مدراس کی سڑکوں پر دوڑتی ہیں۔ کچھ مضائقہ نہیں کہ حیدرآباد کے شرفاء اتنی تیزی سے اپنی قدیم وضع اور قدیم لباس ہی میں نظر آتے ہیں اور برطانی ہند کے دوسرے شہروں کی طرح مغربی لباس اور مغربی طرز زندگی انہوں نے نہیں اختیار کی ظاہری آنکھ کو برطانی ہند کے دوسرے شہروں کی ترقی یافتہ زندگی شاید اچھی معلوم ہو مگر اس ترقی نے ہندوستان کے لئے قومی خود کشی کا سامان فراہم کیا جس کے سبب قومی مدبروں کو سودیشی تحریک کو اٹھانے کی ضرورت پڑی۔

اب حیدرآباد کی بیرونی تجارت پہلے کی نسبت کئی گنا بڑھ گئی ہے مذکورہ بالا خیال کے موجب اس میں شک نہیں کہ بیرونی تجارت کی یہ ترقی قومی بہتری ہے۔ مگر ہمارا یہ مرض برطانی ہند کی طرح لاعلاج نہیں۔ کیوں کہ یہاں بیرونی اشیاء کی درآمد ابھی وہ شدت نہیں کہ روکنا مشکل ہو۔ اس پر یقینی کوہم روک سکتے ہیں بلکہ اسکی روکو بالکل اس سے فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔

اس پر نظر رکھکر ہمیں فوراً اپنے بندرگاہ کا خیال آتا ہے۔ موجودہ صورت میں ہم جو کچھ درآمد برآمد کرتے ہیں وہ برطانی ہند کے کسی بندرگاہ کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اس خواہ مخواہ کے توسط کی وجہ ہمیں دگنا صول اداکرنا پڑتا ہے جس کے معنی یہ ہیں۔ یا تو حیدرآباد کے باشندے برطانی ہند کے باشندوں کی نسبت ہر چیز گراں خریدتے ہیں۔ بس کیا یہ انصاف ہے کہ ہندوستان ہی ایک نقطہ محض اسواسطے نقصان اٹھائے کہ دوسرے کی حکومت قومی حکومت ہے؟

اقلیم ہندوستان میں ایسی بھی دیسی ریاستیں ہیں جنکا علاقہ ساحل سمندر تک پھیلا ہوا ہے اور ان کے بیرونی تجارت کی اشیاء بالراست درآمد ہوتی ہیں۔ ہم نے حال ہی میں ایک ریاست کے متعلق شکایت سنی تھی کہ وہاں ہر بیرونی تجارت کی درآمد ہونے کی وجہ برطانی ہند نے اس ریاست کے باہر کسی مال کے بھیجانے پر محصول عائد کیا ہے۔

ہمیں اس خصوص میں ہمارا پہلا مطالبہ بندرگاہ مچھلی بندر کے متعلق ہونا چاہئے کہ وہ ہمارے تفویض کر دیا جائے تاکہ ریاست اپنا خاص بندرگاہ بنالے اور وہ ہماری بیرونی تجارت کا بلاواسطہ ذریعہ ہو۔

حدود ریڈنسی

اس خصوص میں دوسری اہم چیز تعین حدود ہے جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے شہر حیدرآباد میں ریڈنسی کا علاقہ اور قبضہ بہت کچھ تحقیقات کا محتاج ہے دیکھنا چاہئے کہ ریڈنسی نے جو رقبہ گھیر رکھا ہے اسکو چھ گنبد اور کس بنا پر بلا اور اگر کسی ضرورت کے سبب اس رقبہ کو یا بھی گھٹا تو وہ حقیقت میں کتنا تھا کیا اس میں کسی قسم کی کمی بیشی تو نہیں ہوئی اسی طرح نے صرف ریڈنسی بلکہ علاقہ ترکیری کے طرف کے رقبہ جات بھی اسی سلسلہ میں معین ہو جانے چاہئیں اسی بنا پر ضلع عثمان آباد، محبوب نگر اور گلبرگہ وغیرہ میں سرحدی مواضعات کا بھی تصفیہ ہونا ضروری ہے۔ یہ تمام تنازعہ کی جگہ بعض قانونی پیچیدگیوں کی وجہ معین مواضعات سرحدی صوبہ مدراس اور صوبہ بمبئی کے قبضے میں چلے گئے ہیں ہمیں امید ہے کہ کمیٹی کی آمد سے پہلے ہماری گورنمنٹ ایسے مواضعات کے متعلق مواد فراہم کرنے لگی تاکہ ٹبلر کمیٹی کی آمد پر معاملات کے طے کرنے میں آسانی ہو۔ (باقی آئندہ)

اسلام کی امن پسندی

از

الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق بالقابہ

فکر سیاسیات نے ازراہ کرم ہمیں لارڈ ہیڈلے کی تقریر کی ایک انگریزی کاپی عنایت فرمائی جسکا ترجمہ ہم قارئین نظام گزٹ کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں

مدیر

ہر شخص دنیا میں امن کی جستجو میں ہے۔ باوجود اس کے امن کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ ہر جگہ ایک قوم دوسری قوم کے خلاف، اور ایک ملک دوسرے ملک کے مقابلہ میں اٹھ رہا ہے۔ قوم، رنگ، ملک اور زبان کی عصبیت انسانی حیات کو تباہ و برباد کر رہی ہے۔ مادیت اور اس کے ساتھ ساتھ تنگدلی، حرص و ہوا، حسد، نفرت مختصر یہ کہ وہ تمام چیزیں جو انسانی روابط کے لطیف پہلو کو تباہ و برباد کرتی ہیں دنیا کے ماحول کو تیرہ و تار تاریک بنا رہی ہیں۔ باوجود اپنی موجودہ کامیابیوں کے تہذیب، اگرچہ خدا کی رحمت ہے مگر ہمارے لئے ظلم و ستم کا آلہ اور ایک مصنوعی رسا چیز بن گئی ہے۔ اگرچہ خدائے تعالیٰ نے مذہب کو دنیا میں نبی نوع انسان کے آپسی جھگڑے دور کرنے کے لئے اور انھیں ایک دوسرے کے ساتھ متحد کرنے کے لئے بھیجا تھا مگر افسوس سے وہی فطرت و عناصر کام کر رہے ہیں

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب مقررہ طریقہ پر عبادت کرنا اور قربانیوں کیساتھ خدائے تعالیٰ سے امداد کیلئے دعا مانگنا، اور کسی طرح سے تو یہ واستغفار کرنا ہے

بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ مذہب بعض مخصوص شخصوں کی تعظیم و تکریم کرنا اور ان کے قوی پیشواؤں کی عام طور سے اطاعت کرواتا ہے۔ اس لئے کہ وہ انھیں خدا کے ہاں انسان نجات دلانے کا اہم ترین ذریعہ خیال کرتے ہیں۔

بعض لوگ اپنے پیشواؤں کو نجات دہندہ کا نایم مقام خیال کرتے ہیں۔



الحاج لارڈ ہیڈلے الفاروق بالقابہ

اگر مذہب کی یہی تعریف (خیال) ہے تو وہ (تمام مذاہب کا تذکرہ) دونوں کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ چونکہ ان باتوں پر کوئی دو آدمی بھی متفق نہیں ہو سکتے۔

ہر قسم کے پیشوا ہوتے ہیں۔ مذہب اگر وہ خدا کی طرف سے ہو، تو اس کا معنوی قوی عصبیت سے اعلیٰ و ارفع ہونا چاہیئے۔ مذہب کو انسان کے عادات و خصائل میں دخل نہ دینا چاہیئے بیشتر فرسودہ عادات مذہب کے مخالف کے لئے حضرت رسالتمآب نے ہو بہو ان کا اثر عام اخلاق پر برا پڑتا ہے

مذہب ایسا ہونا چاہیئے جو تمام مذاہب کے پیشواؤں کی تعظیم و تکریم کا خیال پیدا کرے اور دوسری قوموں کے بزرگوں کو ترا بھلا کہنے سے باز رکھے۔ مذہب اپنے پیروؤں میں فراخ دلی پیدا کرے اور اس زندگی میں دوسروں کے اختلافات کو برداشت کرنے کی تعلیم دے۔ مذہب اپنے پیروؤں میں ایسے اخلاق پیدا کرے جس سے وہ دوسرے مذہب کے پیروؤں سے صلح و آشتی اور آپس میں اچھے تعلقات قائم رکھیں مختصر یہ کہ مذہب صفائی قلب اور نیک اعمال کی تعلیم دے جو دوسرے لوگوں کو اس کے قبول کرنے کی دعوت کا باعث ہو یہی وہ مذہب ہے جس کو میں نے قرآن پاک اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں پایا اسی مذہب کو اسلام کہتے ہیں۔ اسلام کے معنی صلح کے ہیں اور یہی مذہب دنیا میں صلح پیدا کرنے کے لئے آیا ہے۔ اسلام کے معنی خدائے پاک کے احکام کی اطاعت" اور بنی نوع انسان سے محبت و الفت کے ہیں۔ اسلام کا نام لے کر ہی آنحضرت نے بھی ارشاد فرمایا ہے حضرت رسالتمآب فرماتے ہیں۔

"مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو مضرت نہ پہنچے" اسلام میں خدا کی عبادت کرنا اگر یا تمام بنی نوع انسان کی خدمت کرنا ہے۔ خدا کی محبت ہر مذہب کا اہم موضوع ہے مگر بانی اسلام نے اس کے حقیقی اور صحیح معنی بتا کر آنحضرت نے فرمایا "کیا تم خدا سے محبت کرنا چاہتے ہو" "اگر ایسی صورت میں اس کی مخلوق سے محبت کرو"

حضرت رسالتمآب نے انسان کی محبت

کے دائرہ کو کسی قوم یا ملک ہی تک محدود رکھنے کے لئے نہیں کیا بلکہ اس کو اس قدر وسعت دی کہ اس میں تمام بنی نوع انسان شریک ہیں "سب وطن" جس کا ادنیٰ مقصد یہ ہے کہ دوسری قوموں کو نقصان پہنچا کر اپنی قوم ملت کو تقویت دی جائے اس مفہوم سے حضرت رسول خدا بالکل نا آشنا تھے۔

آنحضرت کی تعلیم سارے عالم کے لئے تھی جعفر رسالت آب کا خاندان خدا کا خاندان تھا یعنی آپ کا خاندان کل بنی نوع انسان کا خاندان تھا۔ اس لئے آنحضرت کی سعی کا لے اور گورے سب کے لئے یکساں تھی۔ اگر آنحضرت نے دنیا میں سب سے پہلے واحد انسانیت کی تعلیم کی تو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آنحضرت کا خدا اور دوسروں کے معبود سے حصہ کرتا ہے۔ بلکہ اس سے مقصد یہ تھا کہ دیوتاؤں کی کثرت انسان کے ذہن میں جدائی، تنگدلی اور قومی منافرت پیدا کر چکی تھی ابتدا ہی میں قرآن پاک میں خدا سے پاک کا ذکر ہے جو خالق اور تمام بنی نوع انسان کا رب ہے جملی نظروں میں سب انسان برابر ہیں۔ اسکا کرم ہر شخص پر بلا تفریق و تمیز وقت ہے۔ اسلام میں خدا کی واحدانیت کا یقین تصور ہوا اسی لئے پیدا کیا گیا کہ تمام بنی نوع انسان میں مساوات پیدا ہو جائے وہ دن حقیقت میں تمام بنی نوع انسان کے لئے مسرت و شادمانی کا ہوگا جب کہ سلسلوں کا اصول ساوات عالم پر قبول کر لیا جائے۔ یہ اصول تمام دنیوی، مذہبی اور شخصی تعصبات کی بیخ کنی کر دے گا۔ اسی مقصد کے مدنظر قرآن پاک نے بتاکید زور کے اعلان کیا ہے کہ کل بنی نوع انسان خدا کا ایک خاندان ہے اگر ان معتقدات اور عقائد میں اختلاف انسان کے اصل مذہب میں تحریف کرنے سے پیدا ہوا (یعنی اصل مذہب تو کچھ ہے مگر اس کے پیروؤں نے اس کو نئے تالیفیں وضع کیا ہے۔ برخلاف اس کے عام دنیا کے مذاہب اپنے پاک کے سرچشمہ سے نکلے اور اسی حقیقت کو پیش کیا۔ ان پیشواؤں کو اسی خدا کی طرف سے الہام ہوا اور انھوں نے اسی خدا کے سرچشمہ سے شراب معرفت پی۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس کے ذریعہ سے دوسرے مذاہب کے پیشوؤں کے متعلق عام تعصب کے پرزے خیالات رفع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہر ایک مذہب اسلام سے پہلے اپنی اصلی حالت میں مذہب اسلام ہی تھا۔ یعنی وہ مذہب جس میں خدا کے احکام کی اطاعت بندوں پر لازمی تھی۔ اگر ان مذاہب کی حقیقی تعلیم انسانی تحریف کی وجہ خرابی پیدا ہو گئی تو بھی اس کو برا کہنا جائز نہیں کہ ان مذاہب اور ان کے پیشواؤں کو برا بھلا کہیں۔

آگے اس موضوع پر قرآن پاک کے محققا سے ایک (دسویں آیت) امن کے متعلق بیان ہوں تو جانہ ہوگا جس کی ہدایت حاضر خصوصاً ہندوستان میں سخت ضرورت ہے۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ ہر ایک مذہب کا اصلی سرچشمہ خدا ہے پاک ہے تو اس صورت میں ان کی عبادت گاہیں بھی نزدیک ساری طور پر قابل تعظیم ہونی چاہئیں۔ اور ان مذاہب کے پیروؤں کو جب وہ عبادت میں مشغول ہوں بلا تکلیف نہ دینی چاہئے۔ اگر چہ ان کا طریقہ عبادت مختلف کیوں نہ ہو قرآن پاک بھی یہی ہدایت کرتا ہے کہ مسلمان دوسروں کی عبادت گاہوں کی نگہداشت کریں۔ مسلم قرآن پاک کی تعلیم کے لحاظ سے خدا سے پاک کی فوج کا ایک سپاہی ہے جس کا فرض منصب "عبادت گاہ کلیسا، معابد، کنیسا اور ہر ایک عبادت گاہ کی حفاظت ہے" رسول مقبول صلعم نے مسلمانوں کو دوسرے لوگوں کی عبادت میں مخل ہونے سے منع کیا ہے جس کا (ثبوت) ہمیں ان راہبوں سے ملتا ہے جو آنحضرت نے نجران کے عیسائیوں کو بھیجے تھے۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے پیاہیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ کسی غیر مسلم کی عبادت میں مخل نہ ہوں اور ان کی عبادت گاہوں کے سامنے بغیر کسی قصد شور و غل کے گذر جائیں مسلمانوں کو یہی ہدایت دی گئی تھی کہ وہ دوسرے خدا جیسے کہ سابد کے ذریعہ امن و آمنی کا نہ ہوں خلاف اسکے اغراض حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس قسم کی عبادت گاہوں کو قائم رکھنے کے ذریعہ کی مہیا کریں۔ قرآن اول کے مسلمانوں نے ان قوانین کی تعمیل نہایت اطاعت کے ساتھ کی اور میں نہایت مسرت و فخر کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم (وہی بات اعلیٰحضرت حضور نظام کے عہد (ہاوی) میں پائے تھے)

حاضرین! میں یہاں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں۔ آپ کا تعلق خواہ کسی مذہب سے ہو اور آپ خواہ کسی عقیدہ کے پیرو ہوں اگر آپ خدا کی واحدانیت کا یقین اسلامی حلقہ میں رکھتے ہوں۔ اگر آپ انسانی مساوات کا قرآن پاک کے احکام کے موافق مانتے ہوں، اگر آپ دوسرے مذاہب کے پیشواؤں اور ان کی عبادت گاہوں کی تعظیم و تکریم کرتے ہوں تو ایسی صورت میں کیا ہندوستان یا کسی اور مقام پر باہمی اتحاد کی ضرورت لاحق ہوگی؟

مختلف مذاہب وہ آج کل دنیا میں رائج ہیں اور ان کا جو میزا چیز مطالعہ رہا ہے اس بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام اور صرف اسلام ان باتوں میں جب خیر کا سرچشمہ ہے وہ نہ مذہب اسلام ہی ہے جو مختلف مذاہب و فرقوں اور پیروؤں میں باہمی مصالحت اور ہمدردی کا دربیائی (واسطہ بن سکتا ہے اور اسی سے وہ بڑے سلیمانات جو انسان کو دوسرے مذاہب کے ساتھ پسلوکی کرنے پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ دلوں کے تغیر سے قصب رک سکتا ہے یہی ہتر ہوگا کہ قرآن پاک کے احکامات پر تمام لوگ زیادہ عمل کریں۔ ہر کوئی کو مذہب کی اشاعت (کا مقصد) اس کے اصول کی اشاعت اور دوسرے لوگوں کا اس کو قبول کرنے کے ان پر عمل پیرا ہونا ہے اگر مجھے تبلیغ اسلام سے دلچسپی ہے تو وہ اس لئے ہے کہ میں اسلام کے اصول کی اشاعت اور بین اجتماعی کی ترقی محسوس کرتا ہوں۔ اسلام کا اہم مقصد ہر سلسلہ امن کی حفاظت ہے مگر اس وقت میں نے زیادہ تر انگلستان پر بحث کی ہے جس کی عہد حاضرہ میں نہ رہی تعصب، توہمی منافرت کے انسداد کی سخت ضرورت ہے۔

میں یہی کہتا ہوں کہ اسلام تہذیب و تمدن کی ترقی کا دنیا میں سب سے بڑا ذریعہ ثابت ہوا ہے۔ اگر حقیقی معنوں میں انسانی ترقی کا دارومدار اسی میں ہے کہ جو قوت انسان کو دی گئی ہے اس کو معلوم کر کے اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور فطرت کی قوتوں کو قابو میں لا کر اس سے انسانی خدمت کا کام لیا جائے تو اس صورت میں میں بلا خوف و خطر کہہ سکتا ہوں کہ اسلام بھی بھی پیغام بنی نوع انسان کے لئے لیکر آیا تھا۔ اسلام کے پہلے مذہب کے معنی۔ عبادت نذر قربانی توبہ و استغفار چند اخلاقیات اور روحانیت کے اسباق سے زیادہ کچھ نہیں ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام نے خدا کی عبادت مختلف صورتوں میں کرنے کی ہدایت دی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام نے اس کو انسان کی انتہائی ترقی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کلام مقدس میں ابتدا ہی میں آیا ہے خدائے تعالیٰ کے پاس سے وحی نازل ہوئی ہے کہ انسان اپنی پوشیدہ طاقتوں کو معلوم کرے اور اس میں جو بہترین چیزیں ہیں ان کو ظاہر کرے اور یہ بھی آیا ہے کہ انسان زمین پر خدا کا خلیفہ ہے اور بہ حیثیت نائب وہ فطرت کی تمام قوتوں کا حکمران ہے۔ قرآن پاک نے مختلف طریقوں سے کئی ایک جگہ ان ذرائع کے متعلق زور دیا ہے۔ جن سے وہ عظیم الشان مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ فطرت کو انسان کی خدمت کے لئے قابو میں لانا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ اس وقت بنی نوع انسان کا کثیر حصہ فطری چیزوں (عناصر) کی پرستش کی گئی تھی (انسان کا الجھیوں دن) کو جن کی قوتوں کی پرستش کی گئی تھی (انسان کا خادم سمجھنا گویا ان کو ذلیل کرنا تھا۔ مگر قرآن پاک نے یہ خوشخبری دی کہ جو کچھ زمین و آسمان پر ہے، سورج چاند اور سے ستارے ابر، دریا اور رحمت وغیرہ سب کے سب بنی نوع انسان کی خدمت کے لئے پیدا کئے گئے۔ اور ایک جگہ قرآن پاک نے اعلان کیا ہے کہ **کائنات کی کوئی چیز بیکار نہیں ہے بلکہ وہ سب انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔** مگر اس عظیم الشان مقصد کو حاصل کرنے کے لئے علم کی اشاعت اور علمی تحقیقات جو اس زمانہ میں معمولہ تھی حوصلہ افزا کی ضرورت تھی اس لئے قرآن پاک نے فطرت کی تمام چیزوں کو بنی نوع انسان کے فائدہ کی (نیت سے) دریافت کرنے کو افعال حسنہ میں شمار کیا۔ رسول مقبول صلعم کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے دعا کی تھی کہ "اے میرے خدا مجھے اہمیت اشیاء واقعہ کر" اس میں شک نہیں اس زمانہ میں کسی قدر علم تھا مگر وہ ایک مخصوص گروہ کا اجارہ بن گیا تھا مغرب میں یہ علم کلیسا کی حکومت و ملامت کا شانہ بنا رہا اور قدیم علوم کے خزانہ یا دیروں کے پرانے کاغذوں میں بیکار پڑے رہے۔ وسطی زمانہ کی مغرب میں ہر وہ تہم ہاشان ترقی یا دیروں کی انتہائی فلاسفہ کا باعث رہی انسانی دماغ ہر طرح کی علمی تاریکی میں رہا اور اس کی ہر ادا کی قابلیتیں خبر کر دیں گئیں۔ اسلام اس تاریکی کو دور کرنے کے لئے آیا۔ آنحضرت کو بھی دفعہ غار حرا میں الہام ہوا کہ پروردگار عالم کا نام لے کر بنی نوع انسان کو فرقت و ظلمت دینے کا حکم دیا اور وہ لکھنے پڑھنے سے حاصل ہو سکتا ہے اور وہ انسان کو ایسی چیزیں سکھائے گا۔ جس سے وہ ناواقف ہیں کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ آنحضرت جو خود لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے علم اور رسید علوم کا پیام بھی عہد حاضرہ کے علوم و فنون کو دنیا میں لانے کا باعث ہوئے۔ جو جہل کی تاریکی

یں پڑے ہوئے تھے حضرت رسول مقبول صلعم نے جو خدائی تھے، دنیا میں اس کا اعلان فرمایا کہ انسان کی عظمت کا انحصار نوشت و خواند کو ترقی دینے اور علم کی اشاعت میں ہے۔ آنحضرت سے پہلے کسی پیغمبر نے علم پھیلانا دو نہیں دیا تھا اگر حضور نے ہر مسلم پر علم حاصل کرنے کو لازمی قرار دیا تو آنحضرت کی نظر میں عالم کی روشنائی شہید کے خون سے زیادہ قابل قدر تھی۔

رسالتمآب نے فرمایا کہ شب بھر مبنی نوع انسان کے فائدہ کا خیال کرنا کئی راتوں کی نماز اور عبادت سے بہتر ہے۔ (مگر مدت تک) انسان اپنی نا اہلیت کی وجہ محنت شاقہ اٹھاتا رہا۔ اس کی مستعدی اور سرگرمی کو باطل خیالات اور غلط عقائد نے روک دیا تھا۔ آلام دنیا کا ایک غلط بہ خیال کرتا تھا کہ انسان فطرتاً گنہگار پیدا ہوا ہے اور اس کی سب فانوں کی اطاعت کی قابلیت نہیں ہے اسلئے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتا۔ دوسرے گروہ کا خیال تھا کہ دنیا میں انسان کے لئے بجز رنج و الم کے کچھ اور نہیں اور اس کی نجات اپنے آپ کو نیست و نابود کرنے میں ہے۔ یہ ان عقیدوں کی مذمت میں ایک لفظ بھی کہنا نہیں چاہتا۔ مگر برا یہ عقیدہ ہے کہ اس قسم کی الہیات یا فلسفہ انسانی ترقی میں معاون نہیں ہو سکتا بلکہ اسلام کے صدیوں قبل بنی نوع انسان جس جمود کی حالت میں تھے وہ میرے اس عقیدہ کو مستحکم کرتے ہیں۔

نہ صرف یہ کہ لوگوں کو مراحل زندگی طے کرنے میں اپنی مستعدی و سرگرمی پر بھروسہ نہ تھا بلکہ خود اعتمادی اور یہ اطمینان کہ ہم اپنی محنتوں کا ثمرہ آپ پائیں گے، شک و شبہ میں تھا۔ ان کے نقطہ نظر سے دولت و ثروت انسان کو قسمت کی قرعہ اندازی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی تھی (جس طرح لاٹری میں کسی شخص کو انعام محض اتفاق سے مل جاتا ہے)۔ نیکی اور بدی کی کشمکش یعنی کی نظری۔ انسان اپنی قسمت اور زندگی کا بنانے والا سمجھا نہ جاتا تھا۔ بلکہ قسمت و درمقدر کے ہاتھوں میں کھلونا تھا۔ انسانی جدوجہد کو مفلوج کرنے میں اس سے زیادہ اس اصول کا اثر تھا کہ نجات کے لئے عمل نہیں بلکہ حسن عقیدہ اور صرف حسن عقیدہ کافی تھا۔

حضرات! کیا یہ ممکن ہے کہ ان عقائد خیالات اور اس فلسفہ اور الٰہیات کے رہتے ہوئے کوئی ترقی ہو سکتی ہے؟

(اس صورت میں) اپنے آپ کو مشغول رکھنے کے لئے کوئی وجہ تحریک نہ تھی اور نہ ہی کام کرنے کے لئے کوئی ترغیب۔ میری رائے میں اگر مذہب خدا تعالیٰ کے پاس سے کتابیں نازل ہوا ہو۔ جہاں انسان کے فائدہ کے لئے ہر مسئلہ کی تعلیم دی گئی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ ہر مسلک کی تردید کر

طرف تو عبادت اور قربانیوں کے غلط تصور نے اور دوسری جانب کفارہ کے عقیدہ نے نبی آدم کی آمایش و آسائش کے لئے پیدا کی ہوئی چیزوں کو جو اس نے بنی آدم کی آمایش و آسائش کے لئے پیدا کی ہیں۔ ان کا استعمال ناجائز ٹھہرائے۔

پھر محکم قرآنی ہوتا ہے کہ خدا نے زمین اور سمندروں کی تہ میں انسان کی زینت کے لئے خزانہ رکھے ہیں۔ اس طرح انسان کو کان کنی اور جہاز رانی کی ترغیب دی گئی۔ تاہم دنیا کامکمیت و افلاس سے خالی ہونا ممکن نہیں کسی کے جسمانی قویٰ اچھے نہیں ہوتے اور کوئی شخص کسی نہ کسی طرح پر تیمی میں مبتلا رہتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں کو تسلی کرنے اور اطمینان کی زندگی بسر کرنے کے لئے ہمت دلانے کی ضرورت تھی اس لئے یہ اعلان کیا گیا کہ غربت کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ انبیا کو بھی اس کا فخر رہا ہے۔

یہ ان چند عیوب پر ہیں کی بیان کرنا تھا جن کی وجہ بنی آدم کے متعدد فرقے تخلیف برداشت کر رہے تھے اس طرح وہ انسانی ترقی میں حصہ لینے سے محروم تھے خاص طور پر ان میں غلام اور عورتیں تھیں۔

حضرت رسالتمآب جب اس دنیا میں تشریف لائے اس وقت عورتوں کا درجہ انتہائی ذلت و خواری میں تھا۔ اسلام ان کی مدد کو آیا اور ان کی قدر و منزلت کو مناسب حد تک بلند کیا۔ وہ اب ہنڈی پکانے والی برتن نہیں رہیں جس شخص نے چاہا بدل لیا اور نہ وہ گھر میں کنیز تھی بلکہ ارشاد قرآنی ہوا کہ اس چیز کے حقوق ہیں ویسی حقوق خود اس کے ہیں۔ اعلان کیا گیا کہ اخلاق اور روحانیت کے لحاظ سے جو خامیاں مردوں میں ہیں وہی قابلیتیں عورت میں بھی سادی ہیں۔ عورت بھی مرد کے مماثل روح رکھتی ہے اس میں شک نہیں کہ وہ صنف نازک سے تعلق رکھتی ہے پر چونکہ اس کی پرورش کی ذمہ داری مرد کے سپرد ہے اس لئے مرد کو اس پر ایک درجہ فوقیت حاصل ہے مگر عورتوں کی فضیلتوں کا دائرہ بھی کسی مرد سے کم نہیں ہے۔

اس طرح ہر ایک جنس کے حدود وہ ہیں جس میں ہر ایک مرد کو اپنے افعال جنسہ کے لحاظ سے فوقیت حاصل ہے جس کی تقاضا کے خون و خرد کے بغیر ایک لفظ میں کہہ سکتا ہوں کہ جو کچھ عہد حاضرہ میں صنف نازک کے مرتبہ و منزلت کو بڑھانے کے لئے کیا گیا ہے وہ صرف اس کا عکس ہے جو اسلام نے (صدیوں پہلے کیا تھا۔ اب رہی غلامی آیندہ کے لئے کیلئے بھی بالکل مسدود کر دیا گیا۔ صرف وہ لوگ جو جنگ میں گرفتار ہوتے تھے وہ اس کلیہ سے مستثنیٰ تھے یہ صورت اس لئے باقی رکھی گئی تھی کہ خٹک کے انسداد کی اس سے بہتر کوئی اور تدبیر نہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی ان سیاسی قیدیوں کی قدر و منزلت کرنے کا حکم تھا۔ اس طرح ان کی زندگی پہلے سے بھی زیادہ خوش گوار ہو جاتی تھی اور وہ لوگ جو قدیم رسم کے لحاظ سے غلام بنالئے گئے تھے۔ ان کی آزادی کے لئے آنحضرت نے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا حکم ہوا کہ ان کا آزاد کرنا ثواب عظیم ہے اور گردنوں کا چھوڑنا گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا۔ ان کی آزادی کے لئے چندہ جمع کیا گیا اور اس کام میں بیت المال کی رقم صرف کی گئی۔ اس طرح آنحضرت نے اپنی زندگی ہی میں دیکھا کہ غلامی کی قدیم رسم قریب قریب مسدود ہو چکی تھی۔

طہارت

طہارت اس زمانہ میں جب مغرب میں جسمانی طہارت گناہ تصور کی جاتی تھی ارشاد ہوا کہ طہارت اللہ کو محبوب ہے جسمانی ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش کی گئی جس میں مردانہ کھیل بھی داخل ہیں۔

بارگاہ ایزدی کے پہنچے ہوئے حیرت انگیز پیام کا اڑایا ہی ہوا جب کالا پران خشک زمین پر پانی رحمت کے قطروں سے ہوتا ہے۔ اس نے عرب کو دنیا کی بے وجود سے بیدار کر دیا۔ جس کی وجہ حقیقت میں ہر طرف انسانی جدوجہد کا چراغ اگل ہو رہا خصوصاً عرب تو بڑی طرح صدیوں تک اس بلا کا شکار بنے رہے۔ آنحضرت کے ارشاد مظلم کی تحقیق میں چلے جاؤ اگر وہ ملک چین ہی میں کیوں نہ ہو۔ عربوں کے سفر و سیاحت کے جوش کو اور بھی بڑھایا اگرچہ وہ پہلے ہی سے بڑے سیاح تھے۔

تحصیل علم کے لئے وہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے۔ انہوں نے یونانی علوم کے خزانوں کو جو عیسائیوں کی غفلتوں میں پوشیدہ پڑے ہوئے تھے دریافت کیا۔ قسطنطنیہ کی فتح سے احیائے علوم ہوا۔ ملک ملک کے علما اسلامی پایہ تخت میں بلائے گئے۔ مدرسے کھلے اور تجربہ گاہیں قائم کیں۔ جہاں طلبہ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوتے تھے ان کی تعلیم مفت کی جاتی تھی۔ کتب خانے قائم ہوئے جن کی مثال آج تک دنیا نہ پیش کر سکی۔ اس کے نتائج حیرت انگیز نکلے نہ صرف اس نے عہد حاضرہ کے علوم و فنون کی بنا ڈالی ہے بلکہ عربوں نے کئی ایک جدید علوم و فنون کا انکشاف کیا جو اس زمانہ کی ذہنی تربیت و ترقی کا ننگ بنا دیتا ہے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی جائے تو اس پر کئی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں اور اس کے متعلق اسلامک ریویو کے صفحات میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے مگر میں یہاں یہ ضرور کہوں گا کہ ہمارے موجودہ علوم کا اکثر و بیشتر حصہ عربوں کی جدت اور تحقیق و تدقیق کا مرہون منت ہے۔

خلق

صنعت و حرفت کے کئی شعبوں نے ان کے ہاتھوں کمال کا درجہ پایا بعض فنون میں یہیں عربوں کی صنعت و حرفت کی بعض چیزیں نظر آتی ہیں جو یہیں کے تجاب میں ڈھالی گئی ہیں۔ اور ہم نے خراج تحسین لئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس طرح اسلام نے تمدن کے پیدا کرنے میں بڑا حصہ لیا۔

حضرات! کیا اس آیہ مبارکہ کا مضمون آپ کو معلوم ہے جس کا خصوصاً عہد حاضرہ کو دنیا کی تربیت اور ترقی میں بڑا حصہ ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ بمشکل کوئی ایسی چیز پائینگے جو قرآن پاک کی تعلیم و تدریس کے دائرہ سے باہر ہو جبھی میں نے بیان نہایت مختصر تھا مگر تفصیل و تشریح کی ہے۔

مختصر یہ کہ اسلام ایک نہایت ہی سادہ مگر قابل عمل مذہب پیش کرتا ہے۔ خدا کی عبادت اور بندوں کی خدمت اس کی روح ہے۔ پس اسلامی الہیات نہ تو غیر معقول اوہاموں پر مبنی ہے۔ اور نہ وہ بعید الفہم اور عبد الطبیعیات پیشواؤں کا مجموعہ ہے۔ اسلام الہیات مجموعہ اکابر

داستانوں اور ہیبلیوں کی بعول ہیلیوں سے نکال کر اسکو عملی اصول پر قائم کرتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ ایسے خدا کا تصور پیش کرتا ہے جس کی ماہیت حواس خمسہ کے ذریعہ نہیں ہو سکتی (بلکہ اس کی ہستی اس سے ارفع و اعلیٰ ہے) مگر وہ اکثر ایسے صفات "الٰہی" بیان کرتا ہے جس کی پیروی کرنے سے انسان کی بیشمار خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اس کے نہ کرنے سے سیلانات تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے انسان کو حیوان سے بھی بدتر یا اگر اس کا مرتبہ اسقدر بلند کیا جہاں فرشتے بھی اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ اب مغربی دماغوں نے اس کو محسوس کیا ہے۔ کہ اخلاقیات اور علم اخلاق بہتر سے بہتر صورت میں "صفات الٰہی" میں مگر اسلام نے (صدیوں پہلے اس سبق کو نہایت عملی طور پر سکھایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا "اپنے آپ کو صفات الٰہی میں جذب کرلو" اس موقع پر میں یہی کہوں گا کہ اسلام نفس کشی کی تائید نہیں کرتا بلکہ اسلام نفس کو اصول و قوانین کا پابند بنا کر اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچاتا ہے۔ اسلامی تعلیم انسانی فطرت کو مناسب صورت میں پورا کرتی ہے۔ اسلام الوہیت الٰہی کے تحت (سارے) تمام میں اخوت عامہ پیدا کرنے کے لئے آیا ہے۔ اسلام نے اعلان کیا کہ نبی آدم کا ایک ہی خاندان ہے

(بنی آدم اعضائے یکدیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند)

اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ قومیت، رنگت کے امتیازات سے انسانی برادرانہ تعلقات پر برا اثر پڑے اسلام نے نسل انسانی کی محبت کو ہمارے ایمان کا جزو اعظم قرار دیا ہے۔ خیرات کو اسلام نے اپنے گھر کی چار دیواری تک محدود نہیں رکھا۔ بلکہ اس کا دائرہ یہاں تک وسیع کیا کہ اس سے ایسے لوگ بھی مستفید ہوتے ہیں جن کا اس میں کوئی حق نہیں۔ اسلام انسان کو ان تمام مختلف کاموں سے منع کرتا ہے جو خدائے تعالیٰ نے اس کو عطا کی ہیں۔ اور وہ اس حیثیت سے بھی امین ہے کہ اس کے مال میں سارے جہان کے فرزندوں کا حصہ ہے۔ سچا مسلمان ہی ہے جو سارا مال و دولت اور قوت کو خدا کی راہ میں صرف کر دے۔ اور آنحضرتؐ کے الفاظ **میں خدا کی طاعت کو پائندہ کی خدمت سے اسلام کو امین سے محبت و الفت سے اور وہ تمام قسم کی بدنظمی کو ناپسند کرتا ہے۔** اگر کسی طرح انسانی عزت و منزلت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے انسان کی فلاح و بہبود متصور ہو تو اسلام اس کو عزت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ وہ قسم کی بغاوت و سرکشی، فتنہ و فساد کی ممانعت کرتا ہے اور قانون کی کلی سے اطاعت اور حکومت کی وفاداری کی ہدایت کرتا ہے اسلام انسان کو باہمت اور بشاش المزاج رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ اور بیشمار کلامی کی سفارش کرتا ہے۔ اسلام تمام مجلسی مجالس یا سفروں کو جو دوسروں کو نقصان پہونچانے کیلئے کی جاتی ہیں نفرت کی نظروں سے دیکھتا ہے۔ عدل و انصاف و نصفت کو اسلام انسان اعمال کی **میزان** قرار دیتا ہے

بحران متی

دکن میں اعمال سفلی کے باوثوق حالات

از

ڈاکٹر جارج نندی۔ ام۔ اے، ال ال۔ ڈی

مترجمہ

محمد سعید صاحب۔ بی۔ اے (علیگ)

ممالک محروسہ سرکار عالی کے پہاڑی اضلاع میں موسم سرما کے شکار کے وقت تین عہدہ دار ہفتہ عشرہ کے کیمپوں پر ایک بڑے ڈیرے کے باہر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ اتفاقاً اسی دن

ارشاد قرآنی ہے کہ عدل و انصاف پر قائم ہو اور اپنے خاص یا عام تعلقات (ادنیٰ درجہ دوسروں کے ساتھ یہ انصاف نہ کرنے اور فطرت کی ہر ایک چیز کے استعمال کو دریافت کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام نے وحدت و خواندگی (پڑھنے) کی ترویج و تائید کی اور وہ اسلام ہی ہے جس نے سب سے پہلے علم کو خاتقاہوں اور کلیساؤں سے نکال کر تمام عالم کو بڑا فائدہ پہونچایا۔ اس طرح اسلام دنیا میں علم کی شمالیں پھیلانے کا بہت بڑا ذریعہ بنا۔ اسلام انسان کی نظری شرافت اور اس کی اعلیٰ قابلیتوں کا ذکر کرتا ہے۔ اسلام گناہ اور شر و فساد کو انسان کی نظری، مقدر ہی چیز نہیں بیان کرتا بلکہ پیغمبر پیدا ہی نہیں ہوا بعد کی ہی اسلئے ان کی اصلاح ممکن ہے۔ اسلام عمل کا پیغام دیتا ہے اور انسان کو عبوہ پستی و کاہلی کے خواب سے بیدار کرتا ہے۔ وہ کوشش اور محنت کی تائید کرتا ہے اور اسکے لئے بطور ترغیب کہتا ہے کہ خدا کی رحمت بندوں کے اعمال کے ساتھ ساتھ ہے۔ اسلام انسان میں شخصی ذمہ داری کا قوی احساس پیدا کرتا ہے۔ اسلام محنت کو باعث تقدس اور کام کو باعث عزت قرار دیتا ہے۔ اسلام دولت کو حاصل کرنے کی اسلئے تائید نہیں کرتا کہ اسکا افادہ اپنی ذات تک محدود ہے بلکہ کل بنی آدم کو فائدہ پہونچانے کیلئے۔ اسلئے ضابطہ اخلاق کی اسلام صناعی پر بھی اشارہ کرتا ہے۔ اسلام ارادہ، خیالات اور جرأت پسند افعال کی تائید کرتا ہے اور اختلاف آراء کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہے

جہالت کو حتمام شر و فساد کی جڑ ہے بڑھانا ہی اور تحصیل علم کو فرض کیلئے قرار دینا ہی۔ وہ ہمیں کائنات میں علمی تحقیقات کرنے اور فطرت کی ہر ایک چیز کے استعمال کو دریافت کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام نے وحدت و خواندگی (پڑھنے) کی ترویج و تائید کی اور وہ اسلام ہی ہے جس نے سب سے پہلے علم کو خاتقاہوں اور کلیساؤں سے نکال کر تمام عالم کو بڑا فائدہ پہونچایا۔ اس طرح اسلام دنیا میں علم کی شمالیں پھیلانے کا بہت بڑا ذریعہ بنا۔ اسلام انسان کی نظری شرافت اور اس کی اعلیٰ قابلیتوں کا ذکر کرتا ہے۔ اسلام گناہ اور شر و فساد کو انسان کی نظری، مقدر ہی چیز نہیں بیان کرتا بلکہ پیغمبر پیدا ہی نہیں ہوا بعد کی ہی اسلئے ان کی اصلاح ممکن ہے۔ اسلام عمل کا پیغام دیتا ہے اور انسان کو عبوہ پستی و کاہلی کے خواب سے بیدار کرتا ہے۔ وہ کوشش اور محنت کی تائید کرتا ہے اور اسکے لئے بطور ترغیب کہتا ہے کہ خدا کی رحمت بندوں کے اعمال کے ساتھ ساتھ ہے۔ اسلام انسان میں شخصی ذمہ داری کا قوی احساس پیدا کرتا ہے۔ اسلام محنت کو باعث تقدس اور کام کو باعث عزت قرار دیتا ہے۔ اسلام دولت کو حاصل کرنے کی اسلئے تائید نہیں کرتا کہ اسکا افادہ اپنی ذات تک محدود ہے بلکہ کل بنی آدم کو فائدہ پہونچانے کیلئے۔ اسلئے ضابطہ اخلاق کی اسلام صناعی پر بھی اشارہ کرتا ہے۔ اسلام ارادہ، خیالات اور جرأت پسند افعال کی تائید کرتا ہے اور اختلاف آراء کو عزت کی نظر سے دیکھتا ہے

مختلف اوقات میں اس مقام پر وارد ہوئے تھے جن کے خیمے ایک وسیع میدان میں جو آبادی کے بالکل متصل واقع تھا نصب کئے گئے تھے۔ مولوی امجد علیصاحب جو نہایت سادہ دیرینہ ملازم سرکار تھے تمام جنگلات اور پہاڑی جانداروں علی الخصوص جو کہ بیوسوسی کے گرد اجوبت تھے مہتمی مدارس اور سررشتہ تعلیم کا بھی تجربہ کے عہدوں پر فائز تھے۔ اگرچہ ان ہر سہ عہدہ داروں کا اجتماع کسی سابقہ انتظام کا نتیجہ نہ تھا۔ مگر اس اتفاق سے ہر ایک اپنی خوش قسمتی پر مسرور تھا کیونکہ ان تعلیمیافتہ عہدہ داروں اور ان کے ساتھیوں کے سرراہی و انتظام پر ترغیر و سانظر آرہا تھا۔ ان عہدہ داروں کی گفتگو اس پر ختم ہوئی کہ یہ تمام دوسرے دن علی الصباح بغرض شکار اطراف کے جنگل میں جائینگے۔ اور ٹھیک وقت پر واپس آکر سات بجے سے فارغ ہو کر اپنے اپنے ارادگی فرائض میں مصروف ہو جائینگے چنانچہ ہیسل کو اس سے متنبہ کیا گیا کہ وہ آدمیوں کو بندوقیں ہمراہی صبح تیار رکھے۔

دوسرے دن صبح ہو جب قرار داد ہر سہ عہدہ دار اپنی اپنی بندوق اور بھرے ہوئے کارتوسوں کے ساتھ اندھیرے منہ جنگل کی جانب روانہ ہوئے۔ اور متعینہ لوگ مشعلوں سے رہنمائی کرتے تھے جب وہ گھنے جنگل میں داخل ہوئے تو ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ اپنا اپنا راستہ اختیار کیا

جہاندار علی ہمراہ تعلیمات ملازم اپنے چپراسی کے تین اور آدمی ہمراہ رکھتے تھے۔ اعلیٰ آفتاب اپنی آنکھوں سے جنگل کا معائنہ کرنے بھی نہ پایا تھا کہ اُن کی نگاہ ایک پرندوں کے منڈے پر پڑی جس میں چند کالے بھی تھے۔ جو ایک سبز زار پر چرائی میں مصروف تھے۔ اعلیٰ نے فوراً اپنے نوکر سے ایک بندوق لی اور ایسا تاک کر نشانہ لگایا کہ ایک کالا فوراً تڑپتا ہوا زمین پر گرا۔ چونکہ شکار بہایت فربہ تھا

لگا تھا سیسم صاحب نشانہ باندھ رہے تھے جبکہ اس شکار کے لے جانے کے متعلق اپنے آدمیوں کو ہدایات کر رہے تھے۔ اُن میں سے ایک نے کہا "سرکار! شکار اور آدمی کیا ضرورت ہے اگر سرکار اجازت دیں تو میں ابھی موضع سے اپنے بھائی کو ہمراہ لیکر آتا ہوں" اسپر چوہدری نے بڑھکر کہا "سرکار اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے خود ان کی مدد کروں گا" اس پر سیسم صاحب نے فرمایا "بہت خوب تمہارے پاس تو بندوقیں ہیں۔ اور یقیناً ان میں سے دو شکار کو آسانی سے لے جا سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ کوئی لکڑ بگڑ اس جنگل میں لکڑیاں کاٹتا ملجائے۔ جس کی یہ مدد بھی لے سکتے ہیں۔

چوہدری نے کہا سرکار! آپ کے پیچھے کوئی آدمی گھوڑا نظر آتا ہے۔ جہانزار علیہما حب مڑکر دیکھتے ہیں ایک کریلنٹر آدمی ایک درخت کے تنہ کے قریب کھڑا ہوا اپنی خونخوار آنکھوں سے اسکو دیکھ رہا ہے۔ جونہی اُن کی نظر اس پر پڑی اُنھوں نے فوراً اس کو حکم دیا کہ اس معاملہ میں اُن کے آدمیوں کی امداد کرے۔ مگر خلاف امید اس حکم کا اثر اُس پر کچھ نہ ہوا۔ اس لئے انھوں نے اپنے چوہدری سے کہا کہ اس کو تنبیہی زبان میں سمجھائے وہ آدمی بجائے اس کے کہ حکم کے موجب آتا اور مدد دیتا۔ واپس لوٹنے لگا جس پر چوہدری نے للکار اسکو پکڑ لیا اور ایک گونہ فی دیکر اُس کو آگے کیا۔ جب وہ قریب آیا تو صیغہ صاحب نے بھی ایک للات سے اس کی نواضع کی۔ اس پر عملہ جریدہ نویس نے خوف زدہ ہو کر تیغیاں شروع کیا۔ "سرکار اُس کو جانے دو سرکار اُس کو چھوڑ دو۔ ہم آپ کا شکار بہم فوج آپ کے تعاقب بھیجیں گے" لیکن بہادر جہانزار علیہما حب ان کی سراسیمگی کو چند لمحہ تک تعجب سے دیکھتے گئے۔ یہاں تک کہ وہ جلد جلد شکار کو لیکر روانہ ہو گئے۔

"ایں دادہ بدمعاش کہاں گیا۔ کیا وہ فرار ہو گیا" جہانزار علیہما حب نے اپنے چوہدری سے دریافت کیا۔

چوہدری۔ کیا معلوم سرکار ابھی وہ یہیں کھڑا تھا

جب جہانزار علیہما حب نے اس کی تلاش میں تجسسانہ نگاہ جنگل کے گھنے جھاڑیوں میں دوڑائی یکایک ایک چھوٹا سا تیر اس زور سے اُن کی ٹوپی پر سامنے سے بڑا کہ صرف قریب کا آدمی ہی اس شدت اور زور سے پھینک سکتا تھا۔

جہانزار علیہما حب نے نہایت متعدد طیش کے عالم میں اپنے چوہدری سے کہا "میری چھوٹی بندوق مجھے دیں اس گستاخ بدمعاش کا خاتمہ کر دوں" ان کو جیدرنج اور کوفت بھی کہ ایک معمولی وضیع اُن کے جیسے معزز آدمی کی بالحضور میں اُن کے چوہدری کے روبرو اسطرح بیعزتی کرے۔ مگر کمل ایک گھنٹہ کے تلاش کے باوجود کوئی انسان نظر نہ آیا

دوسرے عہدہ دار گھوڑے لگو تھے اکٹھا نالے کے قریب ملے۔ وہ وہاں ایک دلفریب مقام پر بیٹھے تھے کہ ایک سپاہی نے خبر دی کہ ایک پہاڑی پانی پینے آرہا ہے وہ فوراً علوہ ہو کر اپنے اپنے کمیں گاہ میں بیٹھ گئے۔ ابھی زیادہ انتظار

کرنا نہیں پڑا کہ ریچھ ایک گھنی جھاڑی سے پانی کی طرف بڑھتا دکھائی دیا۔ سب سے پہلا نشانہ شیخ دلیس سے قریب تھے پہلے فیر کیا جس سے اسکا بایاں شانہ زخمی ہوا۔ ریچھ نہایت درد ناک آواز کے ساتھ گھر آہو گیا۔ اور جب اُس کی نظر سرکار پر پڑی اُن کی طرف سرعت کے ساتھ روانہ ہوا۔ مگر موذی ہوچلی صاحب کی دوسری گولی نے اسکو اسی جگہ ٹھنڈا کر دیا۔

کیمپ کے ملازمین گوشت کی افراط کی وجہ نہایت خوش و خرم تھے۔

تمام عہدہ دار اپنے دیروں میں ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنے اپنے فرائض میں مصروف ہو گئے۔ شام میں امجد علیہما حب نے دوسرے عہدہ داروں کو اپنے یہاں دعوت دی۔ جہانزار علیہما حب اور سٹر بھولاناتھ نے اپنے صبح کے حادثات کو بیان کیا۔ مگر اول الذکر نے نہایت دور اندیشی سے اس ٹھیڑ کی سنگینی کو بڑی کوشش سے پوشیدہ رکھا

سٹر بھولاناتھ نے کہا کہ "مجھے نوزے کے مواضعات سے مزدوروں کے حاصل کرنے میں بیحد دشواری پیش آئی کرتے اور وہ گمنام اور حواس شرک کی تیاری میں مصروف ہے نہایت شدت سے اس کا شاکی ہے:

امجد علیہما حب: اس کی کوئی نہ کوئی وجہ ہونی چاہیئے چونکہ اس موسم میں عام طور پر مزدوری نہیں ملا کرتی ہے اور وہ بالضرور بے کار رہتے ہوں گے۔ کیا تم نے کبھی اس کے متعلق گنتہ دار سے دریافت بھی کیا؟

سٹر بھولاناتھ: "وہ اس کا سبب یہ بتلاتا ہے کہ وہ یہاں آنے سے ڈرتے ہیں۔"

جہانزار علیہما حب: "آخر کس چیز سے ڈرتے ہیں یہاں شیطان بھوت تو نہیں ہیں۔ نائب گنتہ داران کو کافی مزدوری دیتا ہے۔ اور اس کے متعلق کوئی شکایت بھی سُنی نہیں گئی البتہ پٹیل سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہاں چند آدمی ہیں جو بھانمتی جانتے ہیں اور اس خوف سے لوگ اس موضع کے قریب آنے سے گھبراتے ہیں۔"

اس پر جہانزار علیہما حب بے ساختہ قہقہہ لگا کر کہنے لگے۔ کہ یہ بچپنا بھی کسقدر احمقانہ ہے۔ اور کس درجہ بے وقوف یا توہمات پر اعتقاد رکھنا اور بے اصل باتوں میں یقین لینا۔ یہ فرایاں صرف آنے والی نسل کو صحیح اصول پر تعلیم دینے سے دور کیجا سکتی ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ انگلینڈ اور دوسرے مغربی ممالک میں لوگ اس قسم کے اعتقادات رکھتے تھے۔ اور جادو نتر اور دوسرے ناپاک عملیات کا رواج تھا۔ لیکن تہذیب اور تعلیم کے عروج کے ساتھ ساتھ ان تمام فضول اعتقادات کی لوگوں کے قلوب سے بیخ کنی ہو گئی۔

"لیکن بھوتی" سٹر بھولاناتھ جہانزار علیہما کی بات کاٹکر کہنے لگے۔ کچھ دنوں پہلے میں نے سنا ہے کہ چند مکانات انگلینڈ میں ایسے ہیں جن کے متعلق روایات ہیں کہ وہ شیاطین اور بلیات کے قیام گاہ ہیں۔ جہاں ان بلیات کو لوگوں نے اپنے آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ایسے واقعات شاذ و نادر اور کرسمس کا الٹ جانا۔ اور ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ میں منتقل ہو جانا وغیرہ رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اور تعلیم یافتہ اور قابل وثوق حضرات نے اس نوع کے مشاہدات کی تصدیق بھی کی ہے۔"

جہانزار علیہما حب نے مولوی امجد علیہما حب کو مخاطب کے کہا "اس میں شک نہیں کہ بعض تعلیم یافتہ حضرات اگرچہ اس سے ان کو کوئی مطلب نہیں ہوتا مگر ایک اتنے جوش کے متلاشی رہتے ہیں۔ اور بلا کسی فائدہ کے اس کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دیتے اور اعتقاد کرنے لگتے ہیں۔ غرائے مولوی صاحب میں ٹھیک کہہ رہا ہوں اس میں آپ کی کیا رائے ہے۔ کیا آپ بھی سٹر بھولاناتھ کے خیالات سے اتفاق کرتے ہیں؟"

امجد علیہما حب تھوڑی دیر کے سکون کے بعد کہنے لگے۔ میرے دوست! دنیا میں کثرت سریع الاعتقادی اور وہمپرستی موجود ہے۔ میں نے ان مضامین کے متعلق بہ شرقی کتابیں پڑھی ہیں نہ مغربی اور نہ اس بحث میں کچھ حصہ لے سکتا ہوں۔ لیکن میرے ذاتی تجربہ کی بنا پر میں یہ کہنے کے متعلق چند ایسے موثر واقعات کا ذکر کر سکتا ہوں جسکو میں نے ذاتی طور پر مشاہدہ کیا ہے۔ اس پر بحث اور طویل صورت اختیار کر لی۔

سٹر بھولاناتھ نے نہایت تعجب سے یہ خواہش کی کہ مولوی صاحب میں ایک ایسے شخص سے ایسے واقعات کے سننے کا متمنی ہوں جو اپنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ کی بنا پر بیان کرے اور جس کے بیان کو میں بلا شک یقین کر سکوں۔

جہانزار علیہما حب چونکہ مغربی تعلیم یافتہ تھے اور اپنے کو موجودہ دور سائنس میں افضل اور اعلیٰ سمجھا کرتے تھے بھانمتی وغیرہ فضولیات میں رحمی برابر اعتقاد نہ رکھتے تھے اپنی مونچھوں پر بل دینے لگے اور مولوی صاحب نہایت متانت اور سنجیدگی سے سٹر بھولاناتھ کے آرزو کے پورا کرنے میں مشغول ہوئے۔ اس دوران میں کھانا تیار ہو چکا تھا۔ اور ہمارے ہر سہ عہدہ دار دیروں سے باہر کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ اور مولوی صاحب حقہ اڑا رہے تھے۔ اور باقی دو مہمان سگرٹ کے کش لگا رہے تھے۔ اور کچھ دیر خاموشی کے بعد مولوی صاحب نے اس طرح شروع کیا۔

"میری عمر بارہ سال کی ہوگی کہ میرے والد نے ایک مکان (SYPRESS ABBAY) سائپرس ابی۔ نامی کرایہ سے لیا تھا۔ شاید آپ لوگ بھی اس مکان کو جو محلہ چادر گھاٹ میں واقع ہے واقف ہوں گے۔ مکان کا اگلا حصہ سڑک سے بالکل متصل تھا۔ مگر اس کا پچھلا حصہ اس قدر وسیع اور کشادہ تھا کہ اور سلسلہ ایک گلی پر جس کا نام شاید اُس وقت کوچہ فانو (FANO'S LANE) تھا۔ ختم ہوتا تھا۔ ایک دن ابھی دوپہر بھی نہ ہونے پایا تھا میں مکان کے پچھلے برانڈے سے کھیل رہا تھا۔ اور ہماری انا میری چھوٹی بہن کو گود میں لئے ہوئے ادھر

ادھر ٹہل رہی تھی۔ کہ یکایک ایک چھوٹا سا تھپر دروازے کے چھت پر زور سے گرا اور ٹکتا ہوا زمین پر آیا۔ میں نے تو اس کی کوئی پروا نہیں کی مگر مامایہ خیال کر کے کہ میرے کسی بڑے بھائی نے شرارت سے ایسا کیا ہے۔ غصہ کی آواز کہنے لگی کہ وہ اس واقعہ کی خبر میری والدہ کو کر دیگی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد ایک اور تھپر آیا اور اس یہاں سے تھپروں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مامانے اور میں نے اس معاملہ کی خبر والدہ صاحبہ کو کر دی جنھوں نے میرے والد کو اس کی خبر بھیجوا دی۔ اب تمام گھر میرے بڑے بھائیوں کے خوفِ تادیب سے اور بے حد خوف زدہ سے تھے دروازے بند ہو گئے۔ اور اس پر غور کرنے لگے کہ کس سمت سے تھپر آرہے ہیں۔ اس کے بعد میرے والد نے چند ملازمین کے ساتھ تمام گھر کی جستجو کی مگر کسی کا پتہ نہ پایا۔ دوسرے دن شام کو میرے بڑے بھائی اور نوجوان سٹرپور ڈیوجنی نائیٹ کلس میں لکڑ ہو گئے تھے بندوقوں سے مسلح ہو کر گلی کی اُس سمت میں جہاں سے تھپر آنے کا شبہ تھا گشت کرتے رہے لیکن یہ تھپر اپنے مقررہ وقفہ سے مسلسل دس بجے رات تک آتے رہے اور دس مسلسل شب تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ میرے والد کے مختلف دوست احباب بھی اس راز پر بے کی انتہا میں پوری کوشش کر چکے دس دن کے بعد یہ سلسلہ کچھ عرصہ کیلئے تھم گیا۔

ایک عرصہ کے بعد ایک رات جبکہ ہم تمام کھانا کھا رہے تھے ہم نے چھت پر کسی وزن دار چیز کے گرنے کا سخت دھماکہ سنا ہر تمام گھبرا نکلے۔ اور تبدیل کی روشنی میں ہم نے دیکھا کہ ایک اینٹ تھی۔ ملازمین کو اطراف و اکناف کے مکانوں کی تلاش کیلئے روانہ کیا گیا ہم بھی اس سمت کی تلاش میں کہ کس طرف سے اینٹیں آرہی ہیں۔ بڑی باریک نظر کرتے رہے مگر معلوم نہ کر سکے اور ان اینٹوں کا سلسلہ حسب دستور سابق دس بجے شب تک برابر جاری رہا۔

دوسرے دن اتفاقاً میرے والد نے نواب مختار الملک بہادر یعنی نواب سالار جنگ اول سے ملاقات کی اور وہ راز گفتگو میں اس پریشانی کا بھی ذکر کیا صاحب ممدوح نے ایک فوجی افسر کو ایک سو سپاہیوں کے دستہ کے ساتھ مکان سڑک اور گلی کے محاصرہ کا حکم دیا۔ اور ہمارے ہمسایہ اور دوست بھی جن کی تعداد کبھی سو سے کم نہ ہوگی۔ اس مرتبہ پر جمع تھے۔ ٹھیک وقت پر حسب دستور سابق ایک بڑی اینٹ جو قدیم زمانہ میں استعمال کیجاتی تھی چھت پر گری۔ اینٹ سے چھت پر گرنے کی آواز کو ہر ایک نے سنا۔ اگرچہ سڑک گلی اور آس پاس کے مکانات کی سختی سے نگرانی کیجاتی تھی۔ لعد کسی انسان کے متعلق اب قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اس قدر وزن اور اتنی تقریباً ساٹھ گز کے فاصلہ سے اس قدر زور سے پھینک سکے گا۔

سکے اور دوسرے لوگ جو اس واقعہ کو دیکھنے کیلئے مجتمع تھے سخت پریشان ہوئے اور اس پر فیصلہ صادر کیا کہ یہ کام کسی نامعلوم ہستی کا ہے۔ لطف یہ ہے کہ ان اینٹوں کی بارش کے سبب کسی کو چوٹ نہ آئی باوجودیکہ بعض لوگ چھت سے بالکل قریب کھڑے تھے جہاں ان کے قریب قریب اینٹیں گر رہی تھیں۔ ہمارے حیدرآبادی مدہوست (چونکہ ہم لوگ یعنی ایران کے نووارد تھے) اس امر کی تصدیق کرنے لگے کہ یہ بھانا متی ہے اور کسی بدمعاش کی کارگذاری ہے۔ جو شاید کسی وجہ سے ہمارے والد کا دشمن بن گیا ہے۔

چند دنوں کے بعد ہم نے اس مکان کو خالی کر کے ایک دوسرا مکان بازار کے قریب باغ میں کرایہ پر لیا۔ ہم نے خیال کیا کہ مکان کی تبدیلی سے ہم اپنے مضر دشمن سے پیچھا چھڑا لیا۔

اس نئے مکان میں زنانی قطعہ میں ستون دار وسیع اور طویل دو دالان تھے۔ اندرونی ستونوں پر چھتیں بڑی ہوئی تھیں۔ اور انھیں چھتیوں کی اندر کی طرف ہم کھانا کھایا کرتے تھے۔ ایک شام جب ہم کھانا کھا رہے تھے ہم نے یہ دیکھا کہ ہماری قریب کی چھتیں آہستگی کے اٹھائی جا رہی ہے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ہوا کا سخت جھونکا ہے۔ اتنے میں ایک معمّی جو ہمارے برتنوں پر پھینکی گئی۔ ہم اچھل پڑے اور ہاتھ کی ہر ایک جستجو کی نگاہ کسی کا پتہ نہ پایا۔ پھر ہم کھانا کھانے کیلئے بیٹھ گئے۔ اور تھیلے برتنوں کو بدل دیا۔ وسیع بعد ہمیں پھر کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوئی۔ ہم نے یہ خیال کیا کہ ہوا کے شدید جھونکے سے ہمیں دھوکا دیا۔

دوسرے دن تمام میں ہم نے صاف طور پر دیکھا کہ چھتیں اٹھائی گئیں اور ایک معمّی ریت ہم پر پھینکی گئی۔ میری والدہ اس مرتبہ بڑی طرح ڈر گئیں۔ اور میرے والد بھی سخت تلاش جستجو کے بعد ناکام غیض و غضب کی حالت میں دسترخوان پر کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ اور خادمہ جو میری چھوٹی بہن کو گود میں لئے ہوئے اور حواس قائم نہ تھی اس نامعلوم دشمن کو کوسنا شروع کیا اور کہنے لگی کہ اگر وہ ناپاک روح ہے تو ہمارے سامنے آئے تاکہ ہم اپنے جوتیوں سے اس کی خبر لیں۔ یہ جملہ ابھی ختم ہی نہ ہونے پایا تھا کہ میرے والد کے جوتے ایک دوسرے میں جڑے ہوئے ہمارے قریب گر پڑے

میرے والد اس وقت سخت پریشان ہوئے اور یہ تہیہ کر لیا کہ اس مقام اور ولایت کو خیرباد کہکر اپنے وطن کو واپس چلے جائیں۔ لیکن ایک ہمسایہ جو حملے مکان سے تھوڑے فاصلہ پر رہتا تھا ایک مرتبہ میرے والد کی طاقات کو آیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کی موجودہ پریشانیوں کا حال سنا ہے۔ اس نے یقین دلایا کہ وہ اپنی توت سے اس کو موقوف کر سکتا ہے۔ اس نے کہا اگر یہ میں نے مکان کا اندرونی حصہ نہیں دیکھا ہے۔ مگر اس میں ایک تنگ و تاریک چھوٹا کمرہ ہوتا ہے۔ اور اس نے اس وضاحت سے بیان کیا۔ کہ میرے والد کو خیال آگیا کہ اندھوں نے اس کمرہ میں لکڑیاں بھرنے کا حکم دیا تھا۔ ہمسایہ نے میرے والد کو ایک کیل تین انچ لانبی دی کہ اس کو دسلا زمین میں ہتوڑے کے تین ضرب سے گاڑ دیں۔ چند رہ منٹ میں کمرہ لکڑیوں سے خالی کر دیا گیا۔ جھاڑو دیا گیا۔ اس کے بعد میرے والد نے اس ہمسایہ کے روبرو تین ضرب میں اُس کیل کو زمین میں گاڑ دیا۔ اور ہم تمام دروازہ کے باہر سے اس تماشے کو دیکھتے رہے۔ میرے والد کچھ اور ضرب کیل پر لگانے والے تھے کہ ہمسایہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس دن سے ہم کو کسی قسم کی تکلیف و پریشانی نہ ہوئی۔

مسٹر بھولا ناتھ۔ مولوی صاحب! یہ واقعہ تو غیر معمولی دلچسپی اپنے سنایا۔

اور مولوی جہانداد علیہ صاحب کو مخاطب کر کے کہا "اب آپ کیا فرماتے ہیں۔ یہ واقعات کیا مولویانہ کے خیالات کی پیداوار ہیں؟ ایسٹ تھپر وغیرہ کو مقوس جسم جن جن کو ہر شخص چھو سکتا ہے اور دیکھ سکتا ہے۔

جہانداد علیہ صاحب۔ میں مولوی صاحب کے بیان کی تکذیب نہیں کرتا۔ مگر جب تک میں اپنے آنکھوں سے نہ دیکھ لوں اور اپنے ہاتھوں سے نہ چھولوں اس کے قطعی یقین کرنے سے مجبور رہوں۔

احمد علیہ صاحب۔ آپ کا جو شمار ہے میں سمجھ گیا اگر میں بھی آپ کی جگہ ہوتا تو ایسا ہی کہتا۔ اس ضلع میں دو ڈھائی ایسے ہیں جہاں بہانا متی کے عامل کثرت موجود ہیں۔ آپ کو اپنے دورہ میں کبھی نہ کبھی اُن سے سابقہ ہوگا۔ تب آپ کو اسکا کامل یقین ہو گا۔

مسٹر بھولا ناتھ۔ کیا مولوی صاحب آپ کو اس تجربہ کے علاوہ اور بھی کچھ واقعات کا علم ہے؟

احمد علیہ صاحب۔ ہاں۔ ایک مرتبہ بیدر کے قریب ایک بڑے موضع پر میرا دورہ تھا۔ جو بھانا متی کیلئے بہت مشہور تھا۔ میں عزوب آفتاب میں کچھ پہلے کیمپ میں آیا۔ اپنے گھوڑے سے ابھی اترنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک مادہ اڑی ایک بچے کو ہاتھ میں لئے ہوئے اس مجمع سے جو کہ فاصلہ پر کھڑا ہوا تھا نظر میں نے خیال کیا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ ہے جب میں اس کی طرف متوجہ ہوا اس نے بچے کو میرے روبرو زمین پر رکھا دیا۔ اور خود میرے قدموں پر گر پڑا اور چیخنے چلانے لگا۔

سرکار! سرکار! آپ ہماری مدد کیجئے ورنہ ہم کو سخت تکلیف دیکھنی پڑے گی اور ہم ذلیل و برباد کئے جائینگے۔ ہم کو الیعیان سے کھانا پینا اور سونا مشکل ہے۔ میرے اس بچے کے بدن پر زخموں کو ملاحظہ فرمائیے۔ دیکھئے مگر۔ دیکھئے پیر پر ظالم نے کیا کیا۔ یہ وہ چوٹیں ہیں ایسا سینہ پھٹے اور سر زمین پر دے دے مارنے لگا۔ اور بار بار جوش پدری میں از خود رفتہ ہو کر بلبلا اٹھتا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے کو اس نے میرے قریب ہی ڈال رکھا تھا میں کوئی نے متعدد قتر دیکھا تھا بچے کو دیکھتے ہی دیکھتے ایک دم نظروں سے غائب ہو گیا۔ میرے چپراسی اور ملازمین مجھ سے چند قدموں کے فاصلہ پر کھڑے ہوئے تھے اور ان کے پیچھے ایک جم غفیر عام دیہاتیوں کا جمع تھا۔ اور کسی کا اس بچے کو نہ دیکھنا اتنے نظروں سے بچکر فرار ہونا ناقابل یقین عقل نہ تھا۔ میں نے فوراً چپراسی کو حکم دیا کہ وہ پولیس کو طلب لائے وہ مجمع میں موجود تھا۔ اور بادل ناخواستہ میرے حکم کی تعمیل کی اور روبرو آیا۔ میرے سوال پر اس نے کہا کہ ساہوکار بھانا متی کا عامل کیا گیا ہے۔ یہاں کے باشندوں میں سے اکثر ان مقتا میں مبتلا ہو کر اپنے اراضیات مکانات و دیگر اثاثہ کو چھوڑ کر

دوسرے مقامات منتقل ہو گئے ہیں۔ یہ سارا قصبہ ان لوگوں سے سخت مرعوب ہے۔ جن کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ جانا مانتی جانتے ہیں۔

میں۔ پیشل جی! آخر یہ تو بتلائیے کہ وہ کون لوگ ہیں۔

اس نے نہایت ادب سے دست بستہ کہنے لگا سرکار! ہم ان سے اس قدر خوف زدہ ہیں کہ اُن کا نام لینا بھی خلاف رازِ پریشانی نہیں سمجھتے۔

جب میں نے اسکو سختی سے کہا کہ جب تک ان لوگوں کے نام نہ ہمیں واقفیت نہ ہو ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔

پیشل "سرکار! وہ دو بھائی ہیں جو ذات کے دھیڑ ہیں۔ اور ان کے نام ہیں۔ ..... وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسکی زبان بند ہوتی جاتی ہے اس نے سخت کوشش کی کہ کچھ کہے مگر بجز بے معنی الفاظ کے سوا اسکی زبان سے کچھ نہ نکل سکا یا اور اس سعی لاحاصل کی وجہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اس اثنا میں ایک اور عمر رسیدہ مار واڑی عورت کے اچانک آجانے اور مار واڑی کی موجودگی کے گم ہو جانے کی خبر سنکر میں اس جانب متوجہ ہو گیا۔ اس عورت کا بیان تھا کہ مار واڑی کی بیوی کسی دوسری عورت سے گفتگو کر رہی تھی کہ یکایک قندیل سے غائب ہو گئی۔

اس متوحش خبر سے مار واڑی سا ہوکار کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے اور وہ بیہوش ہو کر فرش پر دو تین بار اٹھا۔

میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور اس کو یقین دلایا کہ میں خود اس کے بچے اور بیوی کی تلاش میں مکتہ اور کروں گا

میں نے اپنا لفظ اٹھا لیا یا ساہوکار اور پیشل اور دیگر ہمراہیوں کے ساتھ موقع میں داخل ہوا میں نے ساہوکار کے مکان کے دیکھنے کی خواہش کی اور اس نے نہایت خوشی سے مکان کے گوشہ گوشہ کا معائنہ کروایا مگر اس کی بیوی کا کہیں پتہ نہ تھا۔ پھر ہم نے اس پاس کے مکانوں کی تلاشی لی اور اس طرح ایک گھنٹہ گذر گیا۔ اور اب بالکل ناامید ہو گیا تھا پیشل نے جب مجھ کو دن بھر کی سرگردانی سے تھکا ماندہ پایا کہنے لگا۔

پیشل "سرکار! شاید اب بہت تھک گئے ہیں آپ نہیں اب آرام فرمائیں میں اس کی تلاش جاری رکھتا ہوں شاید کسی اور جگہ کسی ایسے مقام پر مل جائے جو ہمارا خیال ہو سکتا کسی درخت کی جڑ یا دیوار۔ جو کہ ہوا اسی کے اثر سے ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔"

میں "بہت اچھا۔ اگر وہ ایک گھنٹہ میں ان کا پتہ معلوم ہو تو میرے ہم سے ملتے ہوں۔ لیکن پیشل جی! مجھ کو تم اتنا بتلا دو کہ تمہاری حالت ان دھیڑوں کے نام بتلانے میں ایسی ابتر کیوں ہو گئی تھی؟

پیشل "پرکار! میری زبان خود بخود بند ہو گئی تھی۔ اور جو کوئی ان کے نام بتلانے کی کوشش کرتا ہے اس کے ساتھ یہی پیش آتا ہے۔"

میں نے دیکھا کہ پیشل نے بالکل سچ کہا ہے۔

میں اب اپنے خیمہ کے طرف جانا چاہتا تھا۔ کہ ایک دیہاتی دوڑتا آیا اور ساہوکار کا سامہ کار یکایک آیا کہ اُس نے میتھانی کو جنگل سے آتے ہوئے ایک جھاڑی میں الجھا ہوا دیکھا ہے۔

میں نے قصد کیا کہ اس واقعہ کو بچشم خود دیکھ لوں چنانچہ اپنے آدمی سے اس طرف چلنے کو کہا۔ جو کہ میں سوار تھا اس لئے میں ہی بیلا شخص تھا جس نے ایک فربہ عورت کو دیکھا جو نظر بظاہر معلوم ہوتی تھی اور ایک جھاڑی میں اپنے بچے کو ہاتھ میں لئے ہوئے ناچ رہی تھی۔ مجھے اس میں کوئی شبہ نہ رہا تھا کہ یہی ماں اور بچہ ہوں گے جن کی ہمیں اتنے عرصہ سے تلاش تھی۔

میں نے ساہوکار کو حکم دیا کہ وہ اکیلا آگے جائے چنانچہ ہم اور دوسرے ہمراہی میں سے والیں ہو گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد پیشل نے مجھ کو مطلع کیا کہ اس عورت کے لئے ایک بلند درخت کی ٹہنی پر لٹکے ہوئے گئے۔ پیشل میرے قدموں پر گر کے کہنے لگا۔ سرکار! آپ ہماری مدد کو اور ہمیں اس آفت سے بچایا۔

میں پیشل جی! میں تمہاری اس معاملہ میں کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اور جو کچھ ہوا آج میں نے بچشم خود مشاہدہ کیا ہے اگر اس کے متعلق ہر گز کوئی صابقہ تجربہ نہ ہوتا۔ تو میں اس کی صداقت سے قطعی انکار نہ کر سکتا۔ بعض ایسے لوگ موجود ہیں جن کے دست تصرف میں یہ ایک قوت موجود ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو ہمیشہ پریشان کیا کرتے ہیں اور اپنے ان ناجائز برکات سے عام لوگوں کو مخزون کر کے فائدہ اُٹھایا کرتے ہیں۔ مگر اس قوت کے موجود رہنے کا تعین کسی خاص شخص میں کیا جا سکتا۔

پیشل۔ سرکار! یہ وہ دھیڑ اپنے ان حرکات کو بلا ہپناٹزم کیا کرتے ہیں۔ جو کہ ہم کہا۔ وہ کھلم کھلا یہ کہہ کر کرتے ہیں کہ فلاں عورت یا فلاں مرد کے ساتھ کھلے میں تم کو ساحلوک کرنے والے ہیں جس نے ہمارے خواہش نہ کی کے پورا کرانے میں کوتاہی کی ہے۔ ہم سب نے مل کر اُن کے خوداک پر کوشش اور دوسرے ایجاد زندگی سے محروم کرنے کا وعدہ کیا کہ ان بدمعاشوں کو اس سے تکلیف ہوتی۔ وہ ہم سے ذلیل اور کمین خواہشات کے سرانجام کے متمنی رہتے ہیں۔ جو بعید از قیاس ہے۔

میں پیشل جی! عدالت اُس کے متعلق تحقیق تفتیش کرے گی۔ بشرطیکہ تم لوگ اس کی طرف رجوع کرو۔

پیشل۔ سرکار! آپ نے خود ملاحظہ فرمایا کہ جب میں نے ان دونوں بدکاروں کے نام لینے کی کوشش کی تو میری کیا حالت ہوئی۔ دوسرے ہم میں سے جو بات آدمیوں نے مل کر ان کے ناجائز حرکات سے تنگ آکر عدالت ضلع میں نالش کرنے کی جرأت کی اور جو کہ حیدرآباد سے باہر قدم رکھا بعض ایسا معلوم ہوا کہ گویا مستعد وچھو دن کے اپنے پاؤں سے کچل ڈالا ہے۔ اور ان کے زہریلے ڈنکوں سے انھیں ایسی سخت تکلیف پہنچی کہ وہ اپنے ناخنوں اور دانتوں کی مدد سے رینگتے ہوئے اپنے اپنے مکانوں کو واپس ہونے پر مجبور ہوئے۔ دوسری وجہ پر انفرادی طور پر مختلف اوقات میں اپنے خاص آدمیوں کو بھی اپنے اس ارادہ سے مجبور رکھ کر کہ وہ کہاں اور کس طرف سے جا رہے ہیں گاؤں سے روانہ ہوئے دوسرے دن وہ تمام ایک مخصوص میں نامعلوم طریقہ پر جمع ہو کر چوتھی پہر اس میں مصروف پائے گئے۔ اور ان کے تمام کپڑے اور جسم خلاظتوں میں لت پت تھے۔ اگر پھر کوئی اور کوشش کی جائے تو نہیں معلوم کہ اس سے زیادہ اور کیا مضحکہ خیز اور ناخوشگوار واقعہ رونما ہوتا ہے۔

میں پیشل جی! ان واقعات کے سننے سے مجھ میں بھی ایک جوش انتقام پیدا ہوتا ہے۔ اگر میں ان لوگوں کو سختی کرتے یا ناجائز دباؤ ڈالتے دیکھ لوں تو شاید ماروں گا کہ اُن کی شکل پہچانی جائے گی۔

پیشل "بیشک پہلی بہت سے بیگانہ اس ملت اور شعبہ میں ماخوذ ہو رہا ہے میں۔ اس وجہ سے سرکار نے ایک قانون نافذ کر دیا ہے کہ کوئی شخص اس ملت میں ماخوذ نکلنا جائے۔ اور مستوجب سزا نہ قرار دیا جائے اگر میں اس کا کامل یقین رکھوں۔ کہ فلاں دھیڑ ان تمام مصائب کے باعث ہیں۔ پھر بھی میں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

جب جمادار علیصاحب نے اپنے اس طویل دھیڑ بیان کو ختم کیا۔ جمادار علیصاحب نے اُٹھ کر کہا کہ اب آرام کرنا چاہئے کیونکہ ہم بھولا نتھا۔ اور کچھ دیر ان واقعات کے متعلق گفتگو کرتا چاہتے تھے۔ مگر جمادار علیصاحب کا ساتھ دینے پر مجبور ہو گئے۔

چاند اپنی تیز اور سرد شعاعوں سے چمک کر تمام جنگل کو منور کر دیا تھا۔ اور کیمپ میں لوگ دھواں دھار جلاکر سینکتے بیٹھے تھے۔ اور مختلف جگہ مختلی گانے شروع ہو گئے تھے۔ اور تمام خاموشی تھی۔ اور تمام آرام فی نیند سو رہے تھے۔

یکایک جمادار علیصاحب کے ڈیرے سے ہیل کی آواز سنائی دی۔ تمام ملازمین اور چوکیداری اس خیال سے دوڑے کہ کوئی جنگلی جانور گھس گیا ہے۔ انھوں نے چاروں طرف اچھی طرح نظر دوڑائی مگر وہاں ہیل تو کیا ایک کتا بھی نہ تھا۔

دوسری دفعہ پھر ایک ہیل کی خوفناک آواز سنائی دی خاموشی کا سماں درہم برہم ہوا۔ اب کی مرتبہ سب کو اسکا کامل یقین تھا کہ کوئی ہیل خبیث کے اندر موجود ہے۔

ان کے ایک مہتر آگے بڑھ کر پردہ اُٹھایا کہ اندر جائے۔ مگر ڈر کے ایک ہچکچاہٹ کے ساتھ اپنے پاؤں پیچھے کو ہٹا۔ اسپر دوسرے کئی ایک آدمی مجمع کے اندر داخل ہوئے۔ اور منیر کے نیم کی روشنی سے انھوں نے دیکھا کہ جمادار جمادار علیصاحب بستر کے بازو کھڑے ہیں۔ اُن کا چہرہ سرخ اور آنکھیں

بیٹھی ہوئی تھیں۔ ابھی وہ ان سے بات ہی کرنے نہ پائے تھے کہ کوا ایک اور سخت اور کرخت آواز ان کے منہ سے نکلی گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی ان کا گلا دبوچ رہا ہے۔ چپراسی پاس کے خیموں میں دوسرے عہدہ داروں کو اس کی خبر دہی کے لئے دوڑے۔

اس خبر کے پہونچتے ہی امجد علیصاحب اور مسٹر بھولا ناتھ فوراً ٹھیک ایسے موقع پر نہیں پہونچ گئے۔ جبکہ سنگ باری کر رہے تھے لوگ باہر بھاگ رہے تھے۔ جب اس کی تلاش و تفتیش کی گئی تو کسی سمت سے پتھر آ رہے ہیں اور کون پتھر پھینک رہا ہے کچھ پتہ نہ چلا۔ ان دونوں عہدہ داروں نے جہاندار علیصاحب کو خیمہ پر تھپا دیا۔ ان کی موجودگی سے جہاندار علی صاحب کو کچھ سکون ہوا۔ اب جو ہوتا تھا کہ اب ان کا دماغ درست ہو گیا ہے۔ انھوں نے اپنے معزز مہمانوں کی خیر مقدم ہو کر کہا۔

جہاندار علیصاحب "مسٹر بھولا ناتھ! یہ کس چیز کی آواز ہے؟ بارش ہو رہی ہے یا اولے گر رہے ہیں۔

مسٹر بھولا ناتھ نے مولوی امجد علیصاحب کی طرف دیکھ کر یوں کہنے لگا۔

"ہاں! شاید یہ اسی شور سے جاگ پڑے اور برستے آنکھ ملتے ہوئے"

جہاندار علی۔ میرے دوستو! ممکن ہے ایسا ہو مگر میرا خیال ہے کہ میں نے ایک نہ ہوش خواب دیکھا ہے۔

امجد علیصاحب۔ بھلا بتلایئے تو وہ کیا تھا؟

جہاندار علی صاحب رو بحر یہ المنظر آدمی تھا جس نے شکار اٹھانے میں امداد کرنے کو کہا تھا۔ وہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنے لمبے لمبے دانتوں کو میرے حلق پر بار رہا ہے بدمعاش .....

وہ اور کچھ کہنا چاہتے تھے۔ مگر بھر بھری سل کی آواز کے مانند ایک چیخ نے اُن کے سلسلۂ گفتگو کا خاتمہ کر دیا۔

امجد علیصاحب مسٹر بھولا ناتھ کے کان میں آہستہ سے کہا "یہ تیتر کی آواز سنا اور ان کی موجودہ حالت اس امر کا پتہ دیتی ہے کہ ان پر جادو ٹونے کا عمل کیا جا رہا ہے۔ تم ان کے پاس ٹھیرو میں باہر جا کر اس کے متعلق کچھ واقفات دریافت کرتا ہوں۔

امجد علیصاحب خیمہ سے باہر آئے اور جہاندار علی کا چپراسیوں کو بلوا کر اُن سے اس آدمی کے متعلق دریافت کیا۔ جو شکار کے لے جانے کے وقت یکایک نظروں سے غائب ہو گیا تھا۔ ان کے چپراسیوں میں سے ایک چپراسی نے جو مہتمم صاحب کے ہمراہ تھا آگے بڑھ کر اس طرح

چپراسی۔ سرکار! اس صاحب کے ہمراہ تھا جو ہم نے ایک جنگلی آدمی کو دیکھا۔ جس کو صاحب نے شکار نہ لے جانے کی ملامت میں ٹھوکر لگائی تھی دوسرے ہمراہی آدمی اسکو اپنے ساتھ لینے سے سخت گھبرائے۔ اس کے تیل کو اس نے لگا لیا اور گروں مردہ آدمی نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور ایک چھوٹا سا پتھر جو نہیں ہلا یا جا سکتا تھا اُسکا صفحہ کھا ہوا تھا یکی اور سا ہو گیا کے قریب سے اگلے حصے پر گیا۔ لیکن پھر بھی وہ بدمعاش میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکیگا۔ .....

یہ آخری جملہ اُس نے مشکل سے کہنے پایا ہو گا کہ دیکھا یک زور سے چیخا اور کپڑے چاک کرتا ہوا اِدھر اُدھر دوڑنا شروع کر دیا۔ پاس کے آدمی فوراً اس کی طرف لپکے۔ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اُس کے پیٹ پر ایک تازہ داغ گرم سرخ لوہے کا لمبا کھچا ہوا ہے۔ مسٹر بھولا ناتھ بھی اس گڑبڑ سے خبر کے دروازے پر آ گئے اور تھوڑی دیر دیکھنے بنا ئے تھے کہ میرے اندر کسی آواز کو سنکر لوٹے۔

ان کے حیرت کی کوئی انتہا نہ تھی جب انھوں نے دیکھا کہ جہاندار علیصاحب خیمہ کے گوشہ میں ایسے بیٹھ رہے ہیں کہ مسٹر بھولا ناتھ پر کود پڑیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک چیخ ناک اور ناخوش گوار آواز سنی کے بعد خیمہ کے نیچے رینگتے ہوئے چلے گئے۔

مسٹر بھولا ناتھ نے مولوی امجد علیصاحب کو مخاطب کر کے کہا "مولوی صاحب یہ تو بڑی بے ڈھنگی بات ہیں ایسی حالت میں ہمیں اب کیا کرنا چاہئے۔

امجد علیصاحب نے اس صحیح رنگ زدہ ڈاکٹر جو ڈیرے کے باہر کھڑا ہوا اسی معاملہ پر گفتگو کر رہا تھا۔ اسطرح کہنا شروع کیا" بھائی ہمیں اُس آدمی کا پتہ لگانا چاہئے۔ اور کچھ نہ کم دلاکر آنکھوں سے اوجھل نہ ہونا چاہئے۔

گاؤں کے پٹیل نے بھی ملائیہ لوگوں سے کہا کہ ہم اور اُن کے چپراسی برابر تلاش کیا گیا۔ باوجود یکہ پٹیل بذات خود اُس آدمی سے واقف تھا کہ خوف کے مارے اسکا نام اور پتہ بتانے میں سخت تامل تھا۔

امجد علیصاحب۔ آخر ہم ان خرافات کا جلد سے جلد خاتمہ نکر دیں ہمیں خیال رکھنا چاہئے کہ ہمارے آدمی خوف زدہ اور پریشان ہو کر ہم سے علیحدہ ہو جائینگے۔ اور ہمیں اس کیمپ پر خاست کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

مسٹر بھولا ناتھ۔ بھائی! ہم کو حقیقتاً ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اور جلد سے جلد مولوی جہاندار علیصاحب کو اس مقام سے کسی حد مقام پر منتقل کر دینا چاہئے۔

مولوی امجد علیصاحب۔ بھائی! اب کرنے سے ہمیں کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ جہاندار علی کے حامل ایسے خوفناک تاثر ہو چکے ہیں کہ ممبئیوں اور سالوں کا اپنے دشمنوں کا تعاقب نہیں چھوڑتے۔ اور طرح طرح مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا کیا کرتے ہیں۔ اسا ور ہمارے وہ ست کسی اور نئی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ میں اب اس آدمی کی تلاش میں جاتا ہوں۔ اب رات بھر نیند تو نصیب نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ امجد علیصاحب نے پٹیل کو بلوایا اور کہا۔

مولوی امجد علیصاحب پٹیل جی! میں اچھی طرح واقف ہوں یہ سارے جہاندار کے کرشمہ ہیں مجھے اتنا تبلا دو کہ وہ عامل کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اسی وقت اُس کے پاس جاؤں۔

پٹیل۔ سرکار! مجھکو اس کی محنت نا کھینچنے۔ اور ہم اس خبر ہی کی پداوش خوب اچھی طرح بھگت چکے ہیں۔

مولوی امجد علیصاحب۔ میں یہ فضول باتیں سننا نہیں چاہتا۔ فوراً ٹھیک طور پر بتلاؤ کہ وہ کہاں رہتا ہے یا یوں کہو کہ تم خود اس کو میرے پاس لا سکتے ہو۔

حبیب پٹیل نے امجد علیصاحب کو غصہ میں دیکھا اپنا سر ہلانے کے انکار کے عوض میں ہلایا۔ اور جنگل کے سمت اپنے انگلیں پھیر لیں۔

مولوی امجد علیصاحب پٹیل جی! اچھا اب میں تمھارا منشاء سمجھ گیا۔ میں معلوم ہو گیا کہ وہ اسی طرف کسی جنگل میں رہتا ہے۔ خیر سدھاؤ۔

اب مولوی امجد علیصاحب نے ایک نائل اعتماد چپراسی کو جو پولیس کا نائب خلیفہ یا اور ذات کا راجپوت تھا بلایا اور اسکو حکم دیا کہ وہ تندیل لیکر ان کے ساتھ چلے۔

بندوقوں سے مسلح ہو کر جیسے ہی شکار کو جاتے ہیں مولوی امجد علیصاحب اور وہ سپاہ چپراسی جنگل کیمان داخل ہوئے اور مولوی امجد علیصاحب شکاری خیال سے سلح بچار طرف ہوئے اپنے چپراسی کے حوالہ کر دئے۔ ان کی رفتار کچھ سنی جھاڑیوں اور درختوں کی ٹوٹی ہوئی خشک ٹہنیوں سے جو قدم پر ان کے حائل ہوتے تھے بہت کم تھی۔ اکثر وہ چلتے چلتے ٹھیر جاتے۔ اور تندیل کو بلند کر کے ادھر اُدھر نظر دوڑاتے کہ کہیں اُس پاس میں کوئی جھونپڑی وغیرہ تو نہیں ہے بعض وقت پتوں کی کھڑکھڑاہٹ اس امر کا پتہ دیتی تھی کہ کوئی جنگلی جانور اُن کی بے وقت کی آمد سے پریشان ہوا ہے۔ اور وہ خود اپنے بندوق سنبھالتے۔ امجد علیصاحب اس کے پورے سامی تھے کہ فیر کریں جو کہ شکار اُنکا مقصد نہ تھا آخر کار تقریباً دو بجے رات کے ایک سطح میدان نظر پڑا جس کے قریب ایک پانی کا نالہ بہہ رہا تھا۔ اس میدان میں اُن کو دور ایک جھونپڑی نظر آئی جس میں بلکی سی روشنی بھی تھی۔ تندیل کو رسالہ چپراسی نے اپنے رومال سے ڈھانک لیا۔ اور ہر دو نہایت احتیاط سے دبے پاؤں جھونپڑی کے پیچھے پہنچ آئے۔ اور اس کے دروزنوں میں سے اندر جھانکنے لگے۔

زمین پر ریت بچھی ہوئی تھی۔ اور اُس پر جھونپڑی کے بالکل وسط میں ایک شلنگ کھنچا ہوا تھا جسکو عام جادوگروں کی اصطلاح میں "پنٹ" کہتے ہیں۔ اس شلنگ کے اوپر کے گوشہ میں ایک تیتر کی مورت رکھی ہوئی تھی جسکو بعد میں انھوں نے معلوم کیا کہ وہ "ہنومان جی" کی مورت ہے۔ اس مورت کے سامنے ایک ناریل کی زرد فی تیل سے بھری ہوئی جس میں چاروں طرف چار بتیاں روشن تھیں رکھی ہوئی تھی۔ اور شلنگ کے دوسرے دونوں گوشوں میں چند پوسیدہ ہڈیوں کی چھوٹی چھوٹی گٹھریاں اور چھوٹے چھوٹے لکڑی کے ڈبے اور چند جنگلی رنگ برنگ کے پھول اور کئی ایک لوہے کے نوکدار کھڑے۔ اور بہت سی دوسری چیزیں جن کو وہ اچھی طرح معلوم نہ کر سکتے تھے کہ کیا ہیں ہوئی تھیں۔

امجد علیصاحب (دبی زبان سے) وہ بدمعاش شکاری تیتر کے لئے بلیدان کیا ہے۔ جس کی اس کو اس "پٹ" کے لئے ضرورت

ہے ۔ ہمیں چاہئے کہ نہایت اطمینان سے منہ جائیں اور اس سارے معاملہ کو بغیر منہ دیکھ لیں ۔ ایسا موقع شاید ہمیں اپنی آیندہ زندگی میں نہ ملے ۔

ابھی وہ مشکل سے بیٹھے اور جھانکنے کے سوا تو کوئی کام کرنے ہونگے کہ بتوں کی کھلی ہی سر پر اپ نے ان کو اس دھیڑی کی آمد سے مطلع کیا ۔ ایک چھوٹا سا مختصر آدمی مسکاتا ہوا اور سر تا پا چہرہ پھیلا ہوا تھا ۔ سر سے پاؤں تک

پانی میں بھیگا ہوا چھپر ہی میں داخل ہوا اور بیچ میں بیٹھ گیا ۔ اور اُن چھوٹی چھوٹی پوٹلیوں کو کھول کھول کر پونچھنے کے رومال جھاڑنا شروع کیا ۔ اُن پوٹلوں کے اندر کی چیزوں اور دوسرے لوگے کپڑوں کو بھی اُس نے اسی طرح نہایت سلیقہ سے بت کے سامنے رکھا ۔ سب سے اخیر میں اُس نے لکڑی کی بنے ہوئے تیلیوں کو نکالا اور اُن کے ہاتھ اور پاؤں کو ملنا شروع کیا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے ہاتھ میں مٹھائی ہے ۔

حب اُس نے ان تمام چیزوں کو اپنے مناسب مواقع پر رکھ چکا تو اُس نے چہرہ منتظر کی زبان میں پڑھے جن کو احمد علیصاحب جو بادجود تلنگی زبان جانتے تھے کچھ نہ سمجھ سکے ۔ پھر ایک غلیظ بیڑے کا چیتھڑا اُس نے اپنے تھیلے میں سے نکالا ۔ اور اس کو بھی اُسی طرح کھولنا شروع کیا اور نہایت اُس بت کے روبرو کئی مرتبہ جھکا پھر اس چیتھڑے کو اپنے منہ سے لگا لگا کر اس ایک مٹی کا گول ڈبہ کھولا جس میں سے ایسی سخت عفونت باہر نکلی کہ گردوپیش کی ساری فضا متعفن اور بدبودار ہوگئی ۔ ہمارے دونوں دوست بھی اپنی ناک بند کرکے پیچھے کی طرف ہٹتے ہٹتے بہت پیچھے ہوگئے اس نے اس بدبودار چیز کی ایک چٹکی بان میں ڈالکر جیسا کہ شروع کیا ۔ اور اسی حالت میں اُس نے ایک چھوٹی سی سٹی کی نقشی میں عمراً اسی عود یا لوبان جلایا ۔ اور اس کے خوشبودار دھوئیں کو اور عمراً وہ چھپر ہی میں اچھی طرح پھیلایا ۔ جب سارا دھواں باہر ہوگیا ۔ اُس نے ایک برتھ پتلی کو لیا ۔ اور زور زور کی زبان میں اسکو مخاطب کرکے اسطرح کہنے لگا ۔ جس کو مولوی احمد علیصاحب اور ان کے ساتھی ۔ خوب ہی سمجھ رہے تھے ۔

اے تیلی ! میں تجھکو حکم دیتا ہوں کہ اس سر کے پاس جاس نے مجھے لایا رہے ۔ اس کے جوڑ توڑ کی کانٹے بھر دے ۔ بالکل اس طرح جیسا کہ میں یہ سویاں تیرے جوڑوں میں چبھا رہا ہوں ۔ اور اس عمل کو اس وقت تک جاری رکھ کہ وہ زمین پر لوٹنے تڑپنے اور چلانے لگے ۔ اس کے پیٹ اور سینہ پر گرم لوہے سے جلا داس مرتع پر وہ سوئی کو اس تیلی کے سینہ اور پیٹ میں چبھوتا جاتا ہے) وہ کتے کی طرح بھونکنے ۔ اور سور کی طرح چلانے لگا ۔ اس کی غذا آپ خاک دھول اور نجاست ملا داس کو کسی قسم کا آرام نہ لینے دے ۔ گر تو نہ رکھ ناتھ کا منتر جپنہ صحیح ہے ۔"

اس کے بعد اُس نے اُس گڑیا کو علیحدہ رکھا اور دوسری گڑیا کو اٹھا لیا ۔ اور اُس کے اطراف ایک دھجی لپیٹ دی ۔ گڑیا کی ساڑی تھی ۔ اور اس سے کہنے لگا ۔

"تو بوچتا ہے ۔ اس لنگر کے مکان کو جا جو نے مجھے اٹھا اور ذلیل کیا ہے ۔ اُس کے بیوی اور بچوں کا ناپہ لگا ۔ اُس کے بیوی کے بال کاٹ ڈال اور اُس کے کپڑے جلا ڈال اور اس کے جسم کے نازک ترین حصوں پر کے دے سطح اسطرح (سوئی سے اُس تیلی کے مختلف حصص بدن کو چھیدا) اس کے سب سے زیادہ لاڈلے بچے کو نابود کردے ۔ اور ایک دن اور ایک رات اُسکو لاپتہ رکھ ۔ اور اُن تمام کو دیوانوں کی طرح نچا ۔ اور اے اچھا نہ حرکات کا مرتکب بنا ۔ اور انکے غذاؤں میں متعفن غلاظتیں ملا ۔ کہ وہ اپنا پیٹ نہ بھر سکیں جب تک کہ میں تجھے مکرر حکم نہ دوں اس منتر رسانی سے باز نہ آ ۔ گر تو گر رکھنا ناتھ کا منتر جپنہ صحیح ہے ۔"

احمد علیصاحب سوا اپنے ساتھی کے اِن تمام حالات کو نہایت سنجیدگی اور اضطراب کے ساتھ سنا کئے اور سمجھ گئے کہ ایک ایسے بندوقوں کو سید سمجھتے ہیں کہ اس شیطان کا جو انسانی لباس میں تھا ۔ خاتمہ کردیں ۔ وہ اس امر کو نہایت شدت کے ساتھ محسوس کر رہے تھے کہ اس کے عمل یا عبوت اسکے دئے ہوئے احکام کی سو بو تعمیل کر رہے ہوں گے ۔ اور جہاندیدہ علی صاحب اور اُن کی بیوی بچے اُن کے منظر نظر سے بیدرپتا ہوں گے مگر اس خیال سے کہ اس مردہ کے خون کرنے سے سوائے اس کے کہ وہ ایک نئی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں اور کوئی مفید نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا ۔

اب وہ مرد وہ اُن تمام کو بھرے ہوئے چھوٹی چھوٹی چیزوں کی پوٹلیاں باندھنا شروع کیا ۔ اور ان ڈبوں کو بھی سمیٹ کر ایک طرف کو اٹھا رکھا ۔ ان تمام باتوں سے فارغ ہوکر وہ پھر چھپر کی باہر گیا ۔

مولوی احمد علی صاحب نے چہرا سی کے کان میں آہستہ سے کہا ۔ "وہ پھر واپس آئیگا ۔ تاکہ اپنے ان ظالمانہ احکام کے اجرائی پر خوشی منائے ۔ ہمیں چاہئے کہ چھپر کی کے اوپر وہ اکر کھڑے ہو جائیں ۔ جب وہ واپس آئے ۔ تم اُس سے کہو کہ میں نے سنا ہے کہ آپ بڑے زبردست جادوگر ہیں ۔ ہمارے ایک اجنبی رجھا ساتھی کا عمل کیا گیا ہے سخت پریشان حال ہیں اور ہم اُس عمل کے اُتارنے کیلئے تمھارے پاس آئے ہیں (اُترا نجھارنے میں جادو کے اثر کے عمل کو کہا جاتا ہے) اور ہم اس کے معاوضہ میں آپ کی کافی خدمت کرینگے ۔ اور کثیر رقم دینگے ۔

پندرہ منٹ کے اندر وہ دھوبی نما باہر ستر واپس آیا اور ہم اجنبیوں کو دروازہ پر استادہ دیکھ کر چند سکنڈ کیلئے ٹھٹک گیا ۔ اتنے میں رسالہ چہرا سی نے کہدیا کہ موافق چند بڑے اعزازی خطابات کے ساتھ اسطرح کہنے لگا ۔

"مہاراج !" اس نے ان لوگوں پر عمومی اور سرسری نظر ڈالی اور اپنے چھپر ہی میں داخل ہوگیا ۔ اور ایک چھوٹا سا مٹی کا پیالہ جس میں دھکی شراب بھری ہوئی تھی نہایت غصہ کے ساتھ پھینک دیا ۔ اور جلدی سے پی لیا ۔ اور اس کے بعد نہایت غصہ کے ساتھ چیں بجبیں ہوکر اُن کی طرف متوجہ ہوا

رسالہ چہرا سی ۔ دیکھئے مہاراج ! ہمارا جو رفیقہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور اس سے زیادہ رقم کل دوپہر تک آپ کی خدمت میں حاضر کردیگے (تیلی کو اُس کے روبرو کھولکر تم زمین پر پھیلا دی گئی تاکہ اس کی نظر اُن پر اچھی طرح پڑ جائے)

اسکے بعد مولوی احمد علیصاحب نے چہرا سی کو واپس ہونیکا اشارہ کیا بحالت موجودہ وہ اس سے زیادہ کچھ کرانہیں چاہتے تھے ۔ اُن کا خیال تھا کہ اسکے بعد اور رقم کے پیش کرنے سے ممکن ہے کہ اس کا مقصد کم ہو جائے ۔ جو اس بڑی طرح سے انتقام کے درپے ہے اور نئی اخال زیادہ رقم کا پیش کرنا بھی مصلحت کے خلاف ہے ۔

ابھی سورج نکلنے بھی نہ پایا تھا کہ مولوی احمد علی صاحب اپنے آدمی کے ساتھ جب واپس آئے اور رات بھر کے جاگے ہوئے ملازمین کو پریشان حال اور اداس پایا ۔ چند آدمی اُن کو دہشتناک نگاہوں سے تاک رہے تھے ۔ جب ان کو قریب آتے دیکھا اُن کی طرف بڑھے ۔ ایک کتا جو قریب جوار میں گشت لگا رہا تھا اتفاق سے ان اجنبیوں کی آمد پر بھونکا ۔ بس اسکا بھونکنا تھا کہ جہاندیدہ علیصاحب کے ڈیرے سے بھی کتے بیکے بعد دیگرے بھونکنے کی آواز سنائی دی ۔ چند آدمی جو ڈیرے میں تھے ۔ گھبراتے ہوئے باہر کو بھاگ نکلے ۔

"افسوس !" احمد علیصاحب نے اپنے چہرا سی سے کہا ۔ "وہ باہمی دھوکہ اپنا بدلہ لے رہا ہے ۔ یقیناً یہ اسپیکٹر مرگئے بھونک رہے ہوں گے ۔

ڈیرے میں کچھ گڑبڑ سنکر احمد علیصاحب ڈیرے کیطرف بڑھے اور دیکھا کہ مسٹر بھولا ناتھ اور انکا چہرا سی جہاندیدہ علیصاحب کو جو اسوقت بالکل ہاکل اور رفعت تھے اور جھٹکا کر رہا تھا اور بیحد پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے تھا ۔ تھلے ہوئے ہیں ۔

مسٹر بھولا ناتھ ۔ مولوی صاحب ! کیا ہی بُرا وقت دیکھنا نصیب ہوا ۔ ہمارے دوست بالکل بے عقل اور بے سدھ ہیں ۔ ان کے جسم کو ملاحظہ فرمائیے کہ وہ بجا بُری طرح سے جلایا جا رہا ہے ۔ اُن کے انگلیں مروڑی جارہی ہیں ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔ کہ وہ اس تکلیف سے کل تک زندہ بھی رہ سکتے ہیں یا نہیں ؟

میرا خیال ہے کہ آپ کو اس مرد کا کچھ پتہ چلا ہوگا ؟ میں نے کچھ ملی غذا کی تیاری کا حکم دیا ہے ۔ اور دودھ کیلئے ۔ آدمی روانہ کیا ہے ۔ جو شاید آتا ہوگا ۔

اس دوران میں جہاندیدہ علیصاحب کے انھوں میں خفیف سی ہوشیاری ہویدا ہونے لگی ۔ اور زمین پر پڑے پڑے انھوں نے مسٹر بھولا ناتھ کے اس آخری جملہ کو سنا ۔ اور چلا اُٹھا ۔

جہاندیدہ علیصاحب ۔ خدا کے واسطے مجھے بھی تھوڑا سا دودھ دو ۔ ارے بھائی مجھے کوئی ٹھنڈی چیز دو میں آگ میں جل رہا ہوں ۔

احمد علیصاحب ۔ بھائی ! ابھی سے ہمت اور اُن کو زمین پر سے اٹھانے کی کوشش کی ۔ اُن کے پیچھے سے جہاندیدہ علیصاحب کو کچھ سکون اور اطمینان ہوا ۔ اللہ وہ واہ

تکلیف میں کبھی محسوس کی۔ چنانچہ مرزا احمد علیصاحب بھی اس
آسانی سے اٹھایا۔ اور بستر پر لٹا دیا۔

جہاندار علیصاحب۔ مولوی صاحب! مجھے
آپکا ہاتھ پکڑنے دیجئے۔ ہمنے دیجئے۔ خدا کے واسطے پکڑنے دیجئے
دیجئے۔ اتنا کہنے کے بعد بہت جلد وہ گہری نیند میں سو گئے
مولوی احمد علیصاحب۔ اُن کی چیخ و نالہ
بجھے اور انگلیوں کو تقریباً دو گھنٹے تک اپنے ہاتھ میں پکڑے
رہے۔ اور جب یقین ہو گیا کہ گہری نیند میں ہیں تو آہستگی
سے الگ ہو کر اپنے خیمہ میں آئے۔ اور نہایت کوشش کر تے کرتے
انھوں نے نہایت محنت سے اول تعلقہ (ضلع کے نام ایک
رقعہ لکھا جس میں کمیٹ کے محلہ وار حالات درج تھے۔ اور دوسرا
خط بر کریا کہ شاید ہمتر صاحب کے مکان میں بھی اسی قسم کی
بربادیاں رونما ہو چکی ہوں گی۔ اور اخیر میں اسکا بھی
دلاسا کہ ان ناگہانی مصیبتوں کے دور کرنے کی ممکنہ کوششیں
کیجا رہی ہیں۔

اتنے میں جہانداد علیصاحب کے خیمہ سے خبر آئی
کہ وہ جاگ اٹھے ہیں اور کھانے کا تقاضا کر رہے ہیں۔ اس پر
ملازمین باورچیخانہ کی جانب دوڑے ہوئے گئے۔ اور مرزوی
احمد علیصاحب بھی تیزی میں پہنچ گئے۔ اور اپنے دوست کو
سکون کی حالت میں دیکھکر بے انتہا خوش ہوئے۔

جب کھانا لایا گیا اور برتنوں کے سرپوش کو علیحدہ
کیا گیا تو ایسی سخت صعوبت اور بدبو اس تازی غذا سے نکلی کہ
جہانداد علیصاحب اپنے ہاتھ سے منہ کو ڈھانپکر زمین پر
گر پڑے۔ اور تڑپتے ہوئے پیچھے کو سرکنے لگے۔ اور اپنی چیخ و
انگلیوں کو اپنے پیٹ پر دبانے لگے۔

مولوی احمد علیصاحب نے ملازمین کو مخاطب
کر کے کہا "اس سے کچھ حاصل نہیں تمہارے حواس کو کھانا
پینا اسوقت تک قصیبت ہیں ہو سکتا جب تک کہ بخار کا اثر
نہ کر دیا جائے۔

اتنے میں ایک سوار نظر آیا۔ ہر شخص اسکو دیکھکر
متعجب تھا۔ کہ یہ نہ معلوم کہاں سے کس لئے آیا ہے۔ تھوڑے
ڈیرے کے پاس آکر گھوڑے پر سے اُتر پڑا۔ مجھے دیکھتے ہی اُس نے
سلام کیا۔ اور ایک خط پیش کیا۔ جو مولوی جہانداد علیصاحب
کا موسوم تھا وہ یہ حالت موجودہ اس قابل ہی نہ تھے کہ مضمون
خط کو پڑھ سکتے اور سادھو کو سمجھا لیتے۔ مولوی احمد علیصاحب
نے فوراً تاڑ لیا کہ اس میں اُن کے خاندانی آزاد کے
پریشانیوں کا ذکر ہوگا۔ حواس بد معاش دھیڑ کے ستمگاروں
کے شکار بنے ہوئے ہیں۔ مگر پھر بھی تحمل عارفانہ کے ساتھ
سوار سے دریافت کیا۔ کیا مسٹر ہتر تمام خیریت ہے؟

سوار۔ سرکار! مسٹر صاحب کے مکان میں کوئی
خوفناک حادثہ ہوا ہے۔ ان کی بیگم صاحبہ پر کوئی ظالم شیطان
مسلط ہو گیا ہے۔ اور ان کے نوکروں کا بیان ہے کہ بیگم صاحبہ
بدن پر کپڑا ایک طرف پھینک دیتی ہیں۔ اور اُن کے بستر اور کپڑے
جلا ڈالنے گئے ہیں۔ اور باوجود سخت تلاش کے یہ معلوم نہ ہو سکا
کہ یہ کس کا فعل ہے۔ شاید یہ انہی ملعون شیطان کا ہوگا۔

اور سب سے بدترین خبر یہ ہے کہ ہمتر صاحب کے خیمہ نے صاحبزادے
رات سے غائب ہیں جناب تعلقدار صاحب نے پولیس درعروف
اُن کے مکان کا حاضر کر لیا ہے۔ اور ہمتر صاحب کو فوری بلا لانے
کیلئے مجھے روانہ کیا ہے۔

مولوی احمد علیصاحب۔ ہمتر صاحب کا بھی حال
بہت برا ہے۔ روحی اسی طریقہ سے ستانے کے فکار ہیں۔ اگر
اُنھیں کچھ آرام اور سکون حاصل ہو جائے تو یہ خط اُنھیں دیا
جائیگا اور اُن کو جلد سے جلد ستعفیٰ ہونے کو دیا جائیگا۔ اتنے
میرے آدمیوں کے پاس جاؤ۔ خود بھی کچھ کھاؤ پیو اور اس
طرف مجھکے ہوئے گھوڑے سے کوئی کچھ کھلاؤ۔ جاؤ۔ وہ تمہاری
سرائے کر دیگے۔

ایک گھنٹہ کے بعد مولوی احمد علیصاحب جس
مرد دکی بھیڑ بکری کی طرف جانے کے ارادہ سے اُٹھے اور بہیلہ
چیری کو پاکیزہ دودھ کی قیمتی کے ساتھ اپنے ہمراہ لیا
اس اسی قدر مولوی احمد علیصاحب اور مسٹر عجولانا تھہ کا
متفکر سرایا تھا۔ اور وہ اس سے وہ چند دیسی مباولتاً
کسی ساہوکار سے اپنی ذمہ داری پر قرض لینے آمادہ تھے اگر
وہ ملعون اس موجودہ آفت کو جو جہانداد علیصاحب اور اُن کے
بیوی بچوں پر آئی تھی دور کرنے خدا مند ہو جاتے۔

صبح جب وہ اس مرد دکی بھیڑ بکری سے واپس
آرہے تھے۔ اُنھوں نے راستے کو ہموار دیکھ لیا تھا۔ اور شناخت
کے لئے چند نشانات بھی مقرر کر لئے تھے جس سے اُنھیں تلاش میں
زیادہ دقت نہ تھی۔

جب وہ نہایت تیز رفتاری سے تقریباً آدھا راستہ
طے کر چکے ہونگے کہ ایک برگزیدہ نیک صورت صدرعی منش سادھو
نظر آیا جو ایک سایہ دار درخت کے نیچے مٹھا ہوا سفر کی تکان
دور کر رہا تھا۔ مولوی احمد علیصاحب بغیر اُس سے بات کئے آگے
جانا نہیں چاہتے تھے۔

مولوی احمد علیصاحب۔ سادھو جی معلوم ہوتا ہے
آپ بہت تھک گئے ہیں اب ابادی بالکل قریب رہ گئی ہے۔

سادھو۔ ہاں بھائی میں یقیناً بہت تھک گیا
ہوں۔ میں نے کئی میل کا پیدل سفر کیا ہے۔ میں مخلوع
میں نہیں بلکہ رام ہاتھ جی کے مندر کے درشن کو جا رہا ہوں
(اُن دونوں کی صورتیں دیکھکر) معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں
بہت تھک گئے ہو تھوڑی دیر ٹھیر جاؤ اور سستا لو۔

احمد علیصاحب۔ چونکہ ساری رات آنکھوں ہی
آنکھوں میں کاٹ چکے تھے۔ درحقیقت بہت پژمردہ سے معلوم
ہوتے تھے لہذا فوراً خوشی خوشی تھوڑی دور ٹھیر جانا مناسب سمجھا
اور کہنے لگے "اچھا سادھو جی! آپ اگر کاہی ارشاد دے
تو ہمیں بیٹھ جاتے ہیں۔

سادھو۔ اچھا بابا خوش رہو۔ اور بڑی خوشی
سے مرزوی احمد علیصاحب کے چہرہ کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔
تاکہ اُن کے دل کی حقیقت معلوم کرے۔ کچھ عرصہ کے بعد
کہنے لگا۔

سادھو۔ بابا! معلوم ہوتا ہے کہ تم بے حد پریشان

ہو۔ کہنا مانو تو میں تم سے بلا وجہ یہ دریافت کر سکتا ہوں۔

مولوی احمد علی صاحب۔ کیا حرج ہے سادھو جی!
آپکا اندازہ بالکل درست ہے۔ میں یقیناً پریشان ہوں۔
بیحد متفکر ہوں۔ اپنے کسی خاص معاملہ کے لئے نہیں بلکہ ایک
دوست کے لئے جو اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ ایک نئی
مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے۔

"مجھ سے کہو کہ وہ کیا ہے" سادھو نے بڑی عاجزی
طرز پر نہیں بلکہ تحکمانہ انداز سے کہا۔

مولوی احمد علیصاحب نے بغیر کسی تشریح و تبصرہ کے
گذشتہ تمام واقعات کو لفظاً لفظاً بیان کر دیا۔ اور اخیر میں مولوی
نے یہ بھی کہا کہ اب جہانداد صاحب کی قسم کھانے کو تڑکر رہے ہیں
(یہ فقرہ وہ اس مصیبت سے بہم سلجھاتا تھا)
"ہاں بابا جاؤ" سادھو نے نہایت ملفقانہ انداز
تکلم سے کہا۔

مولوی احمد علیصاحب۔ اس سے آپ کا کیا مطلب؟
کیا آپ کا منشا ہے کہ میرا دوست اس دھرم کی مصیبت سے چھوٹ
نہیں سکتا؟

سادھو۔ ٹھہرو۔ آؤ بابا تم بے بار بیٹھ جاؤ
اپنے آدمی کو بھی کہو کہ پاس بیٹھے جائے۔

اُس پر مولوی احمد علیصاحب اور ان کا
چپراسی سادھو کے دونوں جانب بیٹھ گئے۔ اور متحیر تھے کہ سادھو
نے انھیں اپنے قریب کیوں بلایا ہے۔

سادھو کی آنکھیں کسی ایسی چیز پر جو بہت فاصلہ
پر تھی جمی ہوئی تھیں۔ یکایک اُس نے ایک چیخ ماری اور کہا ہاں
اچھا ہاں۔ اور کہنے لگا۔

"دیکھو۔ تم دونوں غور سے دیکھو۔ اور جو کچھ
دیکھ رہے ہو مجھ سے بیان کرو"

جوں ہی خاک زمین پر گری اُن کے آنکھوں کے
سامنے کا منظر ایک دم نظر سے غائب ہو گیا۔ اور اُس کے
بجائے اس دھیڑ کی بھیڑ بکری میں اُس کے ہمنواخ کے ساتھ
نظر کے سامنے موجود تھی۔ اور وہ مرد دو ایک سیاہ کمبل اوڑھے
ہوئے بھیڑ بکری کے دروازے پر پہرہ دے رہا ہے۔

مولوی احمد علیصاحب۔ اس حیرت انگیز منظر کو
یوں دیکھ بھی نہ پائے تھے کہ غائب ہو گیا۔

سادھو۔ کیا یہ وہی آدمی ہے جسکو رات میں
تم نے دیکھا ہے۔

مولوی احمد علیصاحب۔ بے شک! یہ وہی ملعون ہے

سادھو۔ اب تم اپنے آدمی سے کہو کہ میرے
لئے فوراً بہت سی خشک جھکی لکڑیاں جمع کرے۔ دیکھو یہاں
میں ایک دائرہ کھینچتا ہوں۔ اس کے اطراف تقریباً چھ ہاتھ جاؤ
خشک پتوں اور لکڑیوں کا انبار جمع کرا دو۔ سادھو
اپنی جھولی کا سامنہ۔ لٹھہ۔ اور کپڑوں کو اس دائرہ میں بکھیر
گھنے جنگل میں چلا گیا۔

مولوی احمد علیصاحب نے خود سادھو کے حکم کی
تعمیل میں لکڑیاں جمع کرنے میں اپنے ملازم کا ساتھ دیا۔ اور تھوڑی

اسوقت۔ جب کہ سادھو کسی نامعلوم اور غیر مستعمل کوئیں میں نہا کر واپس آیا۔ ان دونوں نے اُس کی خواہش کے موافق ایک انبار جمع کر دیا تھا۔ آتشی دیوہ مایہ کے بچوں نے جیسے ہی دیکھا کہ اس کے چاروں طرف خشک لکڑیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ یکایک تمام طرف سے آگ جلنے لگی۔ چار سے دونوں دیوتا بغور سادھو کے سرگرمی کو دیکھ رہے تھے۔ اس نے کوئی دیا سلائی وغیرہ نہ جلائی تھی اس کثرت سے دھواں اُٹھا کہ سادھو بھی صاف طور پر نظر بھی نہ آتے تھے۔ سادھو بھی کوشش کر رہے تھے کہ کسی خم اس امر کا پتہ دیتا تھا کہ وہ کسی کے ساتھ ہاتھا پائی اور لڑائی میں مصروف ہیں۔ دھواں آگ کے دائرہ میں اور اوپر آسمان پر چھا رہا تھا۔ دیوتا اُن کے شدت کے ساتھ زور زور سے سانس لینے کو وہ صاف سن رہے تھے۔ وہ رک رک کے تازہ قوت سے اپنے دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے یکایک وہ ایک لمبی اور تکلیف دہ سانس کے ساتھ ساکن ہو گئے۔ اتنے میں ایک چیخ کے یکایک پاؤں کے قریب گرنے پر ہمارے دونوں دوست خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹے۔ اور جب اور سان درست کر کے دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ دو ہی دو چیلیاں ہیں جن کو اُس مرد و نے جہاندار علیہ صاحب اور اُن کی بیگم کی مضرت رسانی کیلئے مستعین کیا تھا۔

سادھو دائرہ سے باہر آیا۔ اُس کی سانس ابھی تک پھولی ہوئی تھی۔ آتے ہی اُس نے بصد آواز ہوئی آواز میں اُن سے پوچھا کہیں بھائی! کیا تم تبلا سکتے ہو کہ یہ دو چیلیاں ہیں جن کو اُس دیوتا نے اس طرح کے لئے مقرر کیا تھا؟

مولوی امجد علیہ صاحب۔ ہاں سادھو جی! غالباً یہ وہی چیلیاں ہیں۔

سادھو۔ ایسا ہے تو ان کو بھی آگ لگا دو۔ اور جلا کر راکھ کر دو۔

مولوی امجد علی صاحب۔ کیوں! کیا ان کو ہیں خود اپنے پاس نہیں رکھ سکتا؟

سادھو۔ نہیں۔ آپ کو ہرگز اپنے پاس نہ رکھنا چاہیئے۔ اور شاید آپ رکھ بھی نہ سکیں گے۔ جس طرح ہوا اور اُس کی جھونپڑی اور آگ کا تمام متعلقہ سامان جلا کر خاک کر ڈالا گیا ہے۔ اُسی طرح ان چیلیوں کا بھی انجام ہونا چاہئے

مولوی امجد علی صاحب نے نہایت حیرت سے پوچھا "کیا وہ ملعون جلا ڈالا گیا؟"

سادھو۔ ہاں وہ جلا کر مار ڈالا گیا۔ اور اس ساری لڑائی کا فیصلہ اسی پر ہونا چاہئے تھا۔ کہ یا میں خود مر جاؤں۔ یا اس کا خاتمہ کر دوں۔ میں نے اُس کے ساتھ نہایت دستِ تصادی سے مقابلہ کیا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ بھی غیر معمولی قوت رکھتا تھا۔ لیکن نا یاک علم بھی مقدس علم کے مقابلہ میں ٹھیر نہیں سکتا۔

مولوی امجد علیہ صاحب۔ سادھو جی! یہ تو فرمائیے کہ میرے دوست کا کیا حال ہے۔

سادھو۔ تمہارا دوست اور اسکے بیوی بچے اس ظالم کے خانہ کے ساتھ تمام مصیبتوں سے نجات پا چکے۔

مولوی امجد علیہ صاحب۔ اور بچے۔۔۔۔

سادھو۔ اس کے ماں کے پاس پہنچا دیا گیا۔

رسیلہ چہرا سی۔ جواب تک اپنے آقا کے خوف اور ادب کے خیال سے نہایت خاموش بیٹھا اس معاملہ کو دیکھ رہا تھا۔ جوش میں بے ساختہ کہہ اُٹھا۔



تیلے اور پتلیاں۔ ہڈیوں کے گھڑیاں۔ اردو سے کے نوکدار اشیا جو عموماً بھانامتی کے ساتھ کے پاس رہا کرتے ہیں۔

چہرا سی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ خوب! شاباش سادھو جی! شاباش! مگر میں آپ کے بیان کو غلط نہیں تصور کرتا۔ تاہم اگر ہم اس ملعون کی جھونپڑی تک جائیں تو آپ کچھ خفا تو نہیں ہوں گے؟

سادھو۔ کیوں خفا ہونے کی کیا بات ہے۔ میں ہرگز ناراض نہ ہوں گا۔ ان پتلیوں کو جلانے دیجئے میں خود بھی آپ کے ساتھ وہاں تک چلتا ہوں۔

یہ سنتے ہی رسیلہ چہرا سی نے خوشی خوشی جلدی سے چند خشک ڈالیوں اور پتیوں کو اُن جلتی ہوئی لکڑیوں پر ڈالا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ جل کر راکھ کا ڈھیر بن گئیں۔

جب وہ سب کے سب مل کر اُس میدان کے قریب پہنچے تو اُنھوں نے دھواں اور ایک جسیم پر کٹڑوں کا انبار جلتا ہوا دیکھا۔ جس سے اُنھیں کامل یقین ہو گیا کہ وہ مردود ملعون اپنے کردار کی سزا پا چکا ہے۔

مولوی امجد علیہ صاحب نے سادھو کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور احسانمندانہ طریقہ پر بولے کہا۔

"میں نہیں جانتا کہ کس طریقہ سے آپکا شکریہ ادا کروں۔ میں جیسے کہ آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں یا پھر دوبارہ اس ڈھیڑی کی مذکر کرنے اپنے ارادہ کیا تھا کہ آپ اسکو قبل فرا کر مجھے ممنونیت کا موقع عطا فرمائیں گے۔ یہ ہدیہ آپ کے اس ہمدردی کا کسی صورت میں صحیح صلہ نہیں ہو سکتا۔

سادھو۔ میرے دوست! نہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ اور نہ میں نے کچھ کہ کر کھنے کی تکلیف گوارا کی ہے۔

مولوی امجد علیہ صاحب۔ پھر آپ مہربانی کر کے ہمارے فرودگاہ تک تکلیف فرما کر ہم میرے دوست کو شکریہ کا موقع عطا فرمائیں۔ یا اگر آپ مصروفی ہیں تو تھوڑی دیر تک توقف فرمائیں تو میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

سادھو۔ مجھے آپ کو چھوڑ کر فوراً رام ناتھ کی طرف جانا ضروری ہے۔ میں اپنا کافی وقت خراب کر چکا ہوں۔

تھوڑی دور تک وہ سب ایک ساتھ چلتے رہے۔ اسکے بعد سادھو نے ان دونوں سے جدا ہو کر اپنا راستہ لیا۔

جب مولوی امجد علیہ صاحب اور انکا چپراسی کیمپ میں واپس آئے انھوں نے دیکھا کہ ہر شخص خوش و خرم ہے۔ اور ایک دل خوش کن اور مسرت آمیز شور بے تحاشہ بپا ہے۔

جہاندار علیہ صاحب سے مخاطب ہو کر

سے خوب ہنس کر باتوں میں مصروف ہیں گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا۔

جہاندار علی صاحب نے اس مسرت میں ہر ایک کو خاطر خواہ انعامات سے سرفراز کیا۔

امجد علی صاحب بھی خوش خوش جہاندار علیہ صاحب سے ملے اور سادھو جی کی ملاقات کے بعد کے جملہ واقعات اندر تا یا مفصل بیان کیا۔ اور تعلقہ اراضات کا مسلہ خط جہاندار علی صاحب کے حوالہ کر دیا۔

ایک گھنٹہ کے اندر جہاندار علی صاحب نے اپنا سامان سفر درست کیا۔ اور اپنے ہمدرد دوستوں سے بہت کچھ شکریہ ادا کر کے علحدہ ہوئے۔ اور اپنے مستقر کے جانب رخ کیا۔

جب وہ اپنے مکان پہونچے بیوی بچوں کو بھی خوش حال دیکھا۔

اُن زخموں کے چنگا ہونے کو جو اُن کے اور اُن کی بیوی کے بدن پر اس انتقام کے سلسلہ میں لگے تھے کچھ عرصہ لگا۔ یہ معلوم کر کے اس سانحہ سے اُن کی بیوی کی صحت خراب ہو جانیکا اندیشہ ہے۔ اُنھوں نے اپنا تبادلہ دوسرے ضلع میں کرا لیا۔

(مقبول ہندی کرانیکل کانگرس نمبر)

شعر و سخن

غزل

از ہز اکسلنسی مہاراجہ کرشن پرشاد بہادر یمین السلطنت صدر اعظم جات حکومت

مجھ کو اپنی خودی سے نفرت ہے
اپنی ہستی سے ہی عداوت ہے

کام آتا نہیں ہے اور علاج
وصل کی چارہ ساز فرقت ہے

اے فلک کیا بگاڑا میں نے ترا
مجھ سے کس واسطے عداوت ہے

میں ہوں اے جاں وفا شعار ترا
ظلم کرنا تو تیری عادت ہے

عشق کر کے ہواہوں میں بدنام
دل لگانا بھی اک مصیبت ہے

تو نے اتنا بھی تو نہیں پوچھا
اندنوں کیسی ؟ تیری حالت ہے

نکل آتے ہیں قبر سے مردے
تیری ٹھوکر میں ایک قیامت ہے

توبہ لب پر ہے۔ دل میں شوق شراب
شیخ جی کیا بُری یہ عادت ہے

اپنے عاشق سے بیوفا ہونا
سارے معشوقوں کی یہ عادت ہے

ایک مجذوب ہے جو خاک نشیں
عرش اعلیٰ سے اسکو نسبت ہے

یہ جو کثرت ہے اپنے پیش نظر
یہی وحدت کی اک علامت ہے

آپنے جو مزاج پرسی کی
آپ کی یہ بڑی عنایت ہے

صحبت بد سے اجتناب کرو
ورنہ اک روز اسمیں ذلت ہے

روٹھ جانا ذرا سی باتوں پر
بچپنے کی تمھاری عادت ہے

خوف کیا دشمنی سے دشمن کے
شادؔ پر جب خدا کی رحمت ہے

غزل

مولوی محمد حسین صاحب محوی صدیقی لکھنوی

لبوں پر آہ بالیں اشک سے تر ہاتھ دل پر ہے
کسی کی یاد ہے اور رات کا خاموش منظر ہے۔

ادھر تو دیکھ کس کے خوں سے دامن تر ہے
یہاں کچھ چھپ نہیں سکتا ارے قاتل یہ محشر ہے

خوشا اے داغ سوز عشق و داغ رنج ناکامی
تمہیں سے یہ دیار عشق یعنے دل منور ہے

کوئی مشکل نہیں کٹنا حیات پر الم تیرا
اگر یہ غم سلامت ہے اگر یہ درد یاور ہے

پلانے آئے ہیں وہ زہر اک بیمار رسوا کو
لبوں پر مسکراہٹ ہاتھ میں لبریز ساغر ہے

سکوں کی سوزش آباد جہاں میں آرزو کیسی
ارے نادان یہ منت کش تربت میں میرے ہے

پڑی جس دل پہ تو جوش تمنا بھر دیا اس میں
نگاہ مست انظارہ ترا کیا روح پرور ہے

مجھے کیوں تو نے یہ احساس درد و غم دیا یارب
یہ حالت ہے کہ اپنی زندگی ہی مجھ کو دوبھر ہے

غلام ساقی کوثر ہیں ہم اور ناز ہے اس پر
خم صہبا بھی آگے ہیچ ہا ساقی کا ساغر ہے

تجلی طور کی شرما رہی ہے ذرہ ذرہ سے
الٰہی کون یہ دل کی فضا میں جلوہ گستر ہے

لہو دینے لگیں پھر کس طرح دل کی رگیں محوی
نگاہ ناز نشتر ہے نہ ناوک ہے نہ خنجر ہے

غزل

از حضرت سید شاہ محمد ابراہیم صاحب عفو

حسن بے پردہ معما نظر آتا ہے مجھے
جذبۂ عشق نے ہر حال سنبھالا ہے مجھے

عقل کی پردہ دری نے کیا مجھکو رسوا
کشتۂ حسن ہوں پر ذوق تماشا ہے مجھے

کون بے تابیٔ دل کا ہے مری نبض شناس
کس کی نظروں نے خدا جانے گرایا ہے مجھے

کفر نعمت ہے مقدر کا گلہ اے ناصح
حق نے ہے خلق کیا حق ہی نے پالا ہے مجھے

ظلمت دل کے لئے نور کو ایسے لاؤ
آ کے وہ پھر نہ کبھی چھوڑ دو جانا ہے مجھے

قطعہ

از احمد منیر الدین صاحب قاضی پرمنی منصف کنوٹ

ہے کائنات منظر اہل نظر مگر — مخلوق ہوں میں میری نظر میں کساد ہے
لاعلم ہوں حضور کہ یہ بزم کائنات — کیونکر بنی ہے کیا غرض انعقاد ہے
مردانِ راہ معرفت کبریا..... — کہتے ہیں علم ہے نہ ہمیں اجتہاد ہے
با وصف اس کے کہتے ہیں صدق و یقین سے — ہے اک وجود جس کا ہمیں انقیاد ہے
دوّار ارض و ناظم نظم بلا بدل — خلاق مہر مالک یوم التناد ہے
چلتی ہے ایک سنّت قائم پہ کائنات — تبدیل اس میں ہے نہ وجود فساد ہے
حقا کہ ہے حقیقت بیّن کی یہ دلیل — تنظیم اس کی موجب ہر اتحاد ہے
حرکت کا ہے محرک اعلےٰ وہی وجود — مامور جبل کے امر سے کون و فساد ہے
کہتا ہوں با دلیل کہ حق و مرید و رب — مختار کائنات و معاش و معاد ہے

غزل

از

محمد شفیق صاحب

کنج عدم کی عافیت کھو دی ہوائے ہست نے — لینے دیا نہ چین کچھ فکر بلند و پست نے
صرف رہ وفا ہوئے غم نہ رہا مآل کا — جام دیا وہ ہوش گیر یار کی چشم مست نے
تجھ کو مدام ہو نصیب تازہ بہار فصل گل — جسم میں جان ڈال دی تیری شمیم مست نے
رہ گئی دل کی آرزو نکلا نہ حرف مدعا — مہر سکوت دی لگا چشم حیا پرست نے

دیر و حرم کے راگ میں بھولے تھے عبدیت کا بند
چھیڑ دیا بلی کا سوز مست مئے الست نے

ایک دعا

از

محمد عبدالحفیظ خان صاحب وکیل محبوبنگر تلمیذ حضرت داغ مرحوم

الٰہی تو بگڑی ہوئی پر بنا دے — تو اب راستی پر دلوں کو پھرا دے
ہر اک قلب میں ڈال اچھے ارادے — ہمیں پر ملا دے ہمیں پر ملا دے

اثر آئے تعلیم میں تربیت میں۔
فضا چھائے خوبی کی ساری جگت میں۔

سکھا دے ہمیں متحد ہو کے جینا — دلوں سے نکل جائے سب بغض و کینا
الٰہی کدورت سے ہو پاک سینا — یہی ہے تمدن یہی ہے قرینا

بھلائی اُتر جائے انساں کے دل میں۔
وطن! دے یہ تاثیر ہر آب و گِل میں۔

ہر انسان میں پھیلی اُلفت پھر آئے — ہر اپنا پرایا محبت جتائے
سماں سر پہ مہر و مروت کا چھائے — خدا مل کے رہنے کی صورت بنائے

محبت کو آپس میں قائم کریں سب
وطن پر مریں قوم کا دم بھریں سب

چلا ہوش مندی کی باتیں بتا کر — پھرا ہم کو اُلفت کا پُتلا بنا کر
ہمیں پال محنت کی روزی کھلا کر — ہمیں دین و دنیا کی خوبی عطا کر

ہمیں آئے تمیز شاخ و شجر کی۔
کھلے کیفیت ہم پہ عیب و ہنر کی۔

ترقی کسی بام و در پر نہیں ہے — عروج اپنا کچھ رہ گزر پر نہیں ہے
روش منحصر مال و زر پر نہیں ہے — وہ گھر کیا جب انسان گھر پر نہیں ہے

خدایا کرم اپنے بندوں پہ کرنا
ہمیں آئے جینا ہمیں آئے مرنا۔

چارمینار کی گپ

"ایک آوارہ کے قلم سے"

یوں تو حیدرآباد میں آئے دن سینکڑوں جلسے ہوا کرتے تھے۔ مگر انگریزی وضع کا پہلا عظیم الشان جلسہ "جشن جوبلی" تھا۔ اس کی تیاریاں بہت دنوں پہلے سے شہر میں ہونے لگی تھیں۔ اعلیٰ پیمانہ پر شروع ہوئیں۔ تمام شہر میں کئی ماہ پہنے سے ایک خاص چہل پہل شروع ہو گئی۔ اس کی تیاریاں بھی ہوتے ہوتے خود ایک جلسہ تھیں۔ گھر گھر اسی کی باتیں ہو رہی تھیں۔ شہر اخبارات لکھ رہے تھے۔ تواریخ، قصائد، اہل فن، خاص خاص باتیں پیدا کر رہے تھے۔ حیدرآباد کے دل و دماغ پہلے بیٹھنے والے تھوڑے سے ہی تھے جو ہوا میں رہتے۔ یار مزے دوں نے گپ بازی یہی شروع کر دی جس کی ابتدا یا انتہا کا تعلق جشن جوبلی سے ہوتا تھا۔ آپ کو غالباً چارمینار کی گپ کی یہ موٹی معلوم نہ ہوگی۔ اس کی تاریخ جشن جوبلی سے شروع ہوتی ہے۔

ایک بزرگوار حیدرآباد کے نہایت ہی ذی وجاہت لوگوں میں سے تھے۔ قدرت نے دل و دماغ اچھا دیا تھا۔ فنون لطیفہ میں سے "گپ" کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور گپ بھی ایسی ویسی نہیں۔ نہایت سنجیدہ، نہایت متین، ٹھوراؤں کی ہمسری سے اعلیٰ ہو تو ہو مگر بہاتیا کی گپ (سوراج) سے کسی طرح کچھ نیچی نہ تھی۔ جشن جوبلی کیلئے نئے لباس کی سخت ضرورت تھی۔ آپ نے بھی دوسروں کے پہلے سے انتظام شروع کیا۔ اس زمانہ میں کپڑوں کی بڑی دو کانیں ہی تھیں۔ چارمینار کے پاس سیٹھ موتی لال مشہور تھے۔ ان کی دوکان میں بڑے سے بڑھیا اور عمدہ سے عمدہ مال موجود رہتا تھا۔ ہمارے گپی بھی سیٹھ جی کے کھاتہ دار تھے۔ ایک دفعہ کپڑا لینے کے لئے آپ

جو پہنچے تو دنیا جہان کا کپڑا رکھ لیا۔ ہزاروں تھان نکلوائے۔ سینکڑوں گٹھے کھلوائے۔ پسندیدہ قیمتیں دریافت کیں۔ تب کہیں چار شیروانیوں، بارہ مینیوں، بارہ پاجاموں کا کپڑا لیا۔ سیٹھ جی کو بھی اس نادقت کے کپڑا لینے پر تعجب ہوا۔ پوچھا "سرکار کیا کوئی تقریب ہے؟" آپ نے ہنس کر فرمایا۔ سیٹھ! ہمارے سرکار کی جوبلی کا جشن ہے۔ گو ابھی دو مہینے باقی ہیں۔ مگر دیکھنا ابھی سے تیاری ہو رہی ہے۔ ہم بھی اسی کے لئے کپڑے بنوا رہے ہیں۔ ابھی سے چارمینار تک کو غالباً بند رہا ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تمام لوگ کپڑے نہ بنوائیں۔؟

سیٹھ "اب کیا چارمینار کے واسطے غلاف تیار ہو رہا ہے۔ واقعی؟

"ہاں ہاں سیٹھ! میں دلگی تھوڑی ہی کر رہا ہوں۔ واقعی غلاف تیار ہو رہا ہے۔ آپ کو بھلا یہ چیز میں کیا معلوم آپ نے تعلیم پائی ہے۔ مگر اس قدر نہیں کہ ان چیزوں کو سمجھ سکیں لیکن حقیقت! چارمینار ہندوستان کی عمدہ ترین عمارت ہے۔ امریکہ سے جرمن سے تک لوگ اس کو دیکھنے کے واسطے آتے ہیں۔ جوبلی میں یہ عمارت خاص طور پر سجائی جائیگی۔ اسپر رنگ کیا جائیگا صرف سنہری رنگ کے لئے چار لاکھ روپیہ کی منظوری ہو چکی ہے۔ دوسرے رنگ اس کے علاوہ ہیں۔ اس پر بجلی کی روشنی کی جائیگی۔ جگہ جگہ "بجلی کے انڈے" (بلب) لگائے جائیں گے۔ تمام چارمینار دلہن کی طرح سنورا جائیگا۔ مگر یہ آپ کو اس وقت نظر آئیگا۔ جب اس پر غلاف آٹارا جائیگا۔ اس کے غلاف کے لئے خاص طور پر صاحب عالیشان (رسی ٹونٹ) بہادر نے مشورہ دیا ہے ان کے پاس اسرکار سے کوئی بڑے انجینیر آئے ہیں۔ وہ اپنی نگرانی میں غلاف سلوائیں گے۔ اور روشنی کرانا وغیرہ کا اہتمام کریں گے۔ اجی یہ بات یادگار ہو گی دنیا کی چشم فلک نے کبھی ایسا تماشا دیکھا ہو گا۔ جشن جمشید سنتے آئے تھے۔ مگر یاد رکھیئے یہ جشن آصفی بھی تاریخ میں وہی مرتبہ حاصل کر لیگا اور دنیا میں ضرب المثل ہو کر جشن جمشید کی جگہ لے گا۔ سنا آپ نے!

سیٹھ "تو سرکار یہ غلاف کون سیے گے اس کا کپڑا کہاں سے لیں گے۔ حیدرآباد میں تو اتنا کپڑا نہ ہوگا۔

"اجی سیٹھ! آپ بھی کس دیوانے میں بیٹھے کسی شخص کو ٹھیکہ گر تبرا دیا جائے گا۔ نمونہ دیدیگے جس قدر کپڑا منگوانا ہو کہ دیں گے۔ وہ فوراً بمبئی وغیرہ جا کر لائے گا۔ اور تمام حیدرآباد کے درزیوں کو بلا کر سلوانا شروع کر دیں گے۔ اطلس کا غلاف ہو گا کسی رنگین ریشمی کپڑے کا استر چھپت عمل کا دیا جائے گا۔ مگر بھئی اس ٹھیکہ دار کو فائدہ بہت ہو گا۔ لاکھ کے دو لاکھ ہی تو ہو جائیں گے۔

سیٹھ "یہ تو کہئے یہ ٹھیکہ کس کو ملا ہے؟ کیا کوئی مارواڑی لیگا۔

"سیٹھ جی! جہان کے ہندو بیوپاریوں نہیں نہیدہ اور تعلیم یافتہ ایک تہیں تو ہو۔ تمہارے سوا کوئی دوسرا یہ کام کر سکتا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ تم کپڑے کے دھندے سے ہٹتے ہو تو سونے چاندی کی طرف جاتے ہو۔ کبھی تم پلٹ سود کا حساب کرتے ہو۔ جب تم نے اس طرف توجہ نہیں کی تو دوسرے بیوپاری کیا کریں گے۔ یہ ٹھیکہ تو یقیناً کسی پارسی کو ملے گا۔ کاش سیٹھ! تم اس کو لینے کی بات یہ ہے کہ تم ہمارے پرانے ملنے والے ہو۔ خدا غریق رحمت فرمائے۔ والد مرحوم ہفتہ کھاری ہی دوکان سے کپڑا لیا کرتے تھے اور تمہارے والد بھی والد کی محبت سے ملتے تھے ہم جب کبھی دوکان پر آتے تو نواب نواب کہہ کر کتنی خاطر کرتے کبھی دیوالی میں ہم دوکان پر نہ آتے تو بڑے خفا ہوتے تھے۔ واللہ بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ سیٹھ جی! سچ تو یہ ہے نہ تم میں ان کی سی ہیں اور نہ ہم میں بڑے نواب صاحب کی سی! وہ زمانہ ہی بدل گیا۔

سیٹھ "(ٹھنڈی سانس بھر کر) سرکار! وہ اور لوگ تھے وہ اور زمانہ تھا۔ مگر یہی غنیمت ہے کہ ہم میں آپ میں خلوص ہے مگر یہ ہمارے اور آپ کے بچوں میں نہ ہوگا۔ دن بدن زمانہ بدل رہا ہے مگر سرکار کوشش کریں تو غلاف کا معاملہ مل جائیگا۔ اور کچھ فائدہ بھی ہو گا۔

"اجی کیوں نہیں جتنے عہدہ دار ہیں تمہارے ملنے والے شناسا۔ اجی میٹہ تمہارے باپ دادا نے تو ہزاروں روپیہ اللہ کو دیا پھینکے ہیں، وہ مفت نہ جائیں گے۔ یہ لوگ ضرور کام دیں گے۔ اور فاتحہ تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ دو پیسہ میں آٹھ آنے کا فاتحہ نہ ہو تو میری ناک آمار لینا، اچھا خدا حافظ گھر جاؤ صاحب کل ذرا کاغذ بر لکھ کر بھیج دینا!"

اتنا کہہ کر حضرت تو چلتے بنے مگر سیٹھ جی کا برا حال ہو گیا۔ نفع کی امید میں کچھ ایسے پریشان ہو گئے کہ قریب جی کوٹھا ٹوٹی منگوانے کھا ہو ڈی آئی اور سیٹھ جی سیدھے نواب شہاب جنگ بہادر کی دیوڑھی پر موجود، مگر اتفاق سے نواب صاحب نہ تھے۔ دیر تک انتظار کرتے کرتے رات کے آٹھ بجے لوٹے گھر آئے۔ اور رات بھر پریشان رہے۔ بس کاٹو تو بدن میں لہو کی بوند نہ رہی۔ کسی طرح صبح ہوئی۔ رات بھر ہوائی قلعہ بناتے رہے۔ کہ ڈیڑھ لاکھ میں ٹھیکہ تو لونگا۔ اور چالیس ہزار کا مال لاؤنگا۔ بس ایک ہزار جانے لانے، لیجانے میں صرف ہو جائے پندرہ ہزار کے تحفہ تحائف دونگا۔ بھوال ستر ہزار سے ایک پائی بھی زیادہ صرف نہ کروں گا۔ ساٹھ ستر ہزار گھر بیٹھے مل جائینگے اور پھر تمام کتنا ہوگا صاحب عالیشان بہادر سے اسی قریب میں ملاقات ہو جائے گی۔ وہ ہمیشہ میری ہی دوکان پر کپڑا لیتے ہیں بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات ہو گئی کیا عجب ہے کہ سرکار بھی خلاف کے بدلہ فرمائیں دس پانچ ہزار انعام مرحمت ہو خدا اچھا رکھے۔ نواب نے خوب ترکیب بتلائی کیوں نہ ہو آخر دلی دوست ہیں۔ ہمارے احسان کے بزرگوں سے روابط ہیں۔ کتنی دل سوزی سے مشورہ دیا سامنا ہو جائے تو نواب صاحب کے لئے دو سہ تھان ضرور لاؤں گا۔ اور ایکی دیوانی پروا نہ کریں گے تو پان۔ دیکر دو تھان اور سامنا کرونگا آخر انہوں نے احسان کیا ہے، ایک دو نہیں، کتنے ساٹھ ستر ہزار کا فائدہ کرایا۔ اگر وہ نہ کہتے تو ہمیں معلوم بھی نہ ہوتا مگر معلوم بھی ہونا تو یہ تھا نہ کون کہتا ہم خواہ مخواہ کا معاملہ لیکے کیوں کریں گے انہوں نے کتنا اچھا مشورہ دیا!

اسی ادھیڑ بن میں صبح ہو گئی سیٹھ جی

ملی: اصباح تو نواب شہاب جنگ بہادر کی دیوڑھی پر جا بجا ہے مگر معلوم ہوا کہ نواب صاحب ابھی استراحت فرما رہے ہیں دہاں تو رات کا جاگا ہوا تھا دن بھر سوتے رات بھر جاگتے تھے گیارہ بجے میں معلوم ہوا کہ سرکار بیدار ہوئے اور پھر آخر خانہ میں ہیں" "دابہ دلال خانہ میں ہیں" "اب دلاس تبدیل ہو رہا ہے" "مغربی رہے ہیں" "ناشتہ پر تشریف فرما ہیں"۔ ہر لمحہ کا حظہ فرما رہے ہیں "آفتابہ فرما رہے ہیں"۔ یہ سنتے سنتے تین بج گئے سیٹھ جی بغیر اشنان کئے آگئے تھے انتیں قل ہو اللہ پڑھنے لگیں پوچک سے بے تاب ہو کر گھر کا راستہ لیا کیا اشنان و دھیان کا پوچھا دالان میں بیٹھ کر دو رخ کی آنکھ بھائی بیوی نے ہر چند کھانے کو ذرا جتانا تو انکار و آخر ہو کر کھا گیا ہے۔ مگر یہ سننے والے تھوڑے تھے ویسے ہی بیٹھ گئے جاتے جاتے سارے بچوں کو کھا گئے تھے کہ گھوڑوں کو بھی دانہ کھلا دینا، اور خود بھی کھا لینا۔ گھوڑے کھولے بھی نہ گئے تھے گاڑی سے بندھے ہوئے تو پڑ اچڑا ہوا ہی آدھا تو بڑا بھی ختم نہ ہوا تھا کہ سیٹھ جی آ دھمکے۔ جلدی جلدی تو بڑا اتروا دیا اور لگی میں آڈٹے اور پلے نواب صاحب کی ڈیوڑھی کو گھر وہاں بھیجے تو معلوم ہوا، نواب صاحب کو پرانی خوئی تشریف لے گئے ابھی دو منٹ بھی نہیں ہوئے۔ اب کیا کرتے؟ بیٹھے رہے۔ ساڑھے گیارہ بجے رات کو نواب صاحب تشریف لائے مگر دس بارہ اور لوگ بھی ساتھ تھے گفتگو کا موقع نہ تھا سیٹھ جی سلام کر کے پلٹ گئے۔ دوسرے روز اس لئے ذرا دیر سے پہونچے کہ انتظار کرنا پڑے۔ مگر معلوم ہوا کہ گیارہ بجے نواب صاحب رسمی دلاسی تشریف لے گئے، اپنا نامہ لے کر واپس آئے۔ پانچ بجے پھر گئے تو معلوم ہوا کہ نواب صاحب ٹھیک نو بجے رات کو برآمد ہوں گے۔ بیٹھے رہے تو بجے نواب صاحب برآمد ہوئے۔ اور لوگ بھی آ گئے تھے۔ سیٹھ جی سلام کر کے رہ گئے، دیر تک بھی کے کم ہونے کی توقع نہ رہی مگر فضول کوئی بھی مٹنے کا نام نہ لیتا تھا۔ سیٹھ جی تو آٹھ بجے کے کھائے ہوئے مارے بھوک کے برا حال ہو گیا۔ گھر آئے اور کھانا کھا کر پڑ رہے۔

جشن جوبلی کے انتظامات، سرکاری کارخانہ فانگی مصروفیت، ڈیوڑھی مبارک کی حاضری، پرچہ نویس خود نواب صاحب بھی پھر دو گھڑی رات گئے تک، انھیں خود کوئی وقت ایسا نہ ملتا تھا کہ اطمینان سے بیٹھ سکیں دن رات مصروف رہتے جس وقت سیٹھ جی پہنچتے تو نواب صاحب نہ ہوتے اگر ہوتے بھی تو عہدہ دار امراء یا ملوں، یا صاحبوں کے مجمع میں سیٹھ کچھ کہہ سکتے تھے، دو تین وقت دیکھ کر آخر خود نواب صاحب ہی نے پوچھا کہ کیوں سیٹھ جی کچھ کہو گے مگر پھر بھی لبا دیکھ کر رک گئے۔ جی جی کہ کر خاموش، اختیار کی نواب صاحب بھی چپ ہو رہے۔

ایک ہفتہ گزر گیا مگر کسی طرح نواب صاحب سے گفتگو نہ ہوئی دوکان پر سیٹھ جی نے قسم کھا لی تھی نہ کھانا نہ پینا اور ملازم تب ہی جان گئے تھے کہ مہراج ٹھیکہ لے کر ہی آئیں گے۔ ہر ایک پوچھنے والے سے یہ کہتے کہ سیٹھ جی چارمینار کے خلاف ٹھیکہ لینے گئے ہیں۔ شاہ نامہ یہات نام مہدر آباد میں مشہور ہو گئی، عامۃ پڑھانے والوں نے وہ وہ نکات پیدا کئے کہ توبہ توبہ دیوان غالب میں ڈاکٹر بجنوری مرحوم کو بھی اپنے نکات نظر نہ آ سکے کسی کے کہنے سے کوئی خلاف ہو گا اس پر کار چوب کی جالیاں، کوئی کہنے لگا سامنے کے پردہ پر باغ عالم کی تصویر کاریاں میں کاٹی جائے گی، کوئی کہنے لگا پورا خلاف معتبر کا ہو گا غرض جتنے منہ اتنی باتیں!

کامل تیرہ روز کی دوڑ دھوپ کے بعد سیٹھ جی نے نواب صاحب کو تنہا پایا اور بڑی الحاجت سے عرض کیا "سرکار چارمینار کے خلاف کاٹھیکہ اگر غلام کو مل جائے تو دو سہ پیسہ کا فائدہ ہو جائیگا یہ سب سرکار ہی کا دیا ہے جو کمارہا ہوں اب بھی سرکار ہی کی آس ہے" نواب صاحب نے حیران ہو کر پوچھا "چار مینار کا خلاف کیا بات" سیٹھ جی نے مختصر طور پر عرض کیا کہ میں نے ایسا ایسا سنا ہے!

نواب صاحب نہایت ہی زندہ دل تھے قہقہہ پر قہقہہ لگایا۔ اور فرمانے لگے "اجی سیٹھا چارمینار کا خلاف ہنس ملکہ مسجد کے لئے ایک ضلع ورق تیار ہوگا۔ کہو تو اس کا ٹھیکہ لکھ دوں" تمام لوگ جمع ہو چکے تھے نواب صاحب نے سب سے کہا مار ہی ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ گئے سب لوگ لوٹ ہی تو گئے!

سیٹھ جی کی خفت کی انتہا رہی بغیر سلام کئے واپس آ گئے سیدھے گھر پہونچ کر منہ لپیٹ لیا اور دوسرے دن دوکان پر آئے ہیں تو منیب سے لے کر راست پیدے دار تک ٹھیکہ کا حال پوچھتے ہیں، ایک روز یوں ہی گذر گیا۔ روحانی تکلیف سہی تو مگر دوسرے کی روزیاں گئے کچھ کپڑا وغیرہ خرید کر بھوپا لیا سفر کی تیاری کرنے لگے۔ آٹھ نو چلی کو ہوئے چھ مہینے گذر چکے تھے۔ عام طور پر لوگوں نے چارمینار کے خلاف کو بھلا دیا تھا مگر بعض بے تکلف کبھی کبھار پوچھ بیٹھتے تھے!

"ہے ابتدا چارمینار کے گپ کی اسکے بعد سے اگر کوئی شخص کسی کے منہ سے کوئی گپ یا گپ خبر سن پاتا تو پوچھتا "بھی بھی یہ چارمینار کی گپ تو نہیں" چارمینار کی گپ سے مراد بھی "غلاف کی گپ" ہے اس گپ نے کونسا رنگ اختیار کیا؟

سب سے زیادہ مصروف شخص

کہا جاتا ہے کہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ مصروف اور کارگزار شخص ایک امریکی مزدور ہے، اور جس نے یہ ایک روزنامہ "اخبار منٹیل" کا مالک ہے جو امریکہ کے ایک مقام کو منٹیل سے شائع ہوتا ہے۔ اس اخبار کے مضامین تن تنہا ہی لکھتا ہے، حروف بھی یہی جماتا ہے۔ طباعت اور اخبار کے بڑھنے کا کام بھی یہی کرتا ہے، اخبار چھپ جانے کے بعد بھی اس کو دار الاشاعت میں لاتا ہے اور یہی شخص ہاتھ کے ذریعہ اپنے خریداروں میں اخبار تقسیم کرتا ہے۔ ان تمام کاموں سے فراغت پانے کے بعد دن کا باقی وقت روئیس شہر میں اسی اخبار کے متعلق کام کرنے میں گذارتا اور اس کے بعد گھر چلا آتا ہے۔ اور اپنے گھر کے کاروبار بھی بذات خود یہی انجام دیتا ہے۔ ابھی تک یہ شخص کنوارا ہے!

سیاسیات

مصنفہ ارسطو

زیر ترجمہ

سید محمد حسن صاحب رضوی بی اے (علیگ)

کتاب اوّل

ہر مملکت ایک طرح کی ملت ہے اور ہر ملت خیر کے نقطہ نظر سے قائم کی جاتی ہے اس لئے کہ نوع انسانی جتنے اس چیز کے حصول کی غرض سے کوئی کام کرتی ہے۔ جس کو وہ اچھا سمجھتی ہے، لیکن اگر تمام عمل کی غایت خیر ہے تو مملکت یا ملت سیاسیہ کی غایت بدرجہ اولیٰ خیر برتر ہے جسمیں باقی سب عمل داخل ہیں اور یہ سب میں اعلیٰ ہے۔ یہ خیال تو ظاہر ہے کہ مدبر بادشاہ صاحب خانہ۔ آقا ایک سے یہی افراد میں وہ نوعیت کے لحاظ سے اختلاف نہیں رکھتے بلکہ صرف اپنی رعایا کے تعداد کا فرق رکھتے ہیں۔ مثلاً وہ شخص جو چند افراد کا حکمران ہے۔ اتنا کہا جاتا ہے وہ شخص جو زیادہ اشخاص کا حکمران ہے کے صاحب خانہ ہے۔ اور وہ شخص جو بڑی تعداد افراد انسانی کا حکمران ہے، مدبر کہلاتا ہے گویا ایک بڑے خاندان اور حیوانی مملکت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مدبر و بادشاہ کے ایسے جو مبالغہ آمیز ہے۔ مذبرانہ دلیل ہے اگر شخصی حکومت ہے تو حکمران بادشاہ ہے اور اگر بمطابق اصول علم السیاسیہ بالشراکت شہر داری کا حکمران مملکت بنتے ہیں۔ تب وہ مدبر کہلاتا ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ کہ حکومتوں کی نوعیت ہی میں اختلاف ہوتا ہے۔ یہ امر اس شخص پر ظاہر ہوگا جو طریقہ سے مسئلہ پر غور کرتا ہے یہ وہ طریقہ ہے جس نے اس وقت تک ہماری رہنمائی کی ہے۔ وہ طریقہ تحلیل ہے۔ دوسرے شعبہ جات علوم میں یہ طریقہ ہے کہ ہمیشہ۔ مرکب کو عناصر بسیط میں یا کل کو اقلی جزئیات میں تحلیل کرتے ہیں اسی طریقہ کو اطلاق سیاسیات پر کریں۔ لہٰذا ہم ان عناصر پر غور کریں جنسے مملکت مرکب ہے اس لئے کہ ہم معلوم کر سکیں کہ وہ کیسیں کس طرح مختلف ہیں۔ آیا کوئی علمی اعتبار مختلف اقسام حکومت میں کیا جا سکتا ہے۔

وہ شخص جو اشیاء کو ان کی ابتدائی ترقی اور اخذ کے لحاظ سے اس طور پر غور کرتا ہے۔ جو واضح رائے ان کی بابت حاصل کر سکیگا، خواہ مملکت ہو یا کوئی دوسری چیز ہو۔ (۱) پہلے تو ان میں اتحاد ہونا چاہئے جو ایک دوسرے کے بغیر عالم وجود میں نہیں آ سکتے، مثلاً مرد و عورت کا اتحاد ہے۔ اس لئے کہ افزائش نسل انسانی ہوتی ہے یہ وہ اتحاد نہیں ہے جو سوچے سمجھے مقصد کی بنا پر قائم ہوا ہے بلکہ بھی انسان کی یہ نظری خواہش دوسرے حیوانات اور نباتات کے ساتھ مشترک ہے اس لئے کہ وہ اپنے جیسا اپنی نسل چھوڑ جائیں (۲) نظری حکمران اور رعیت کا اتحاد ہونا چاہئے تاکہ دونوں برقرار رہیں وہ شخص جو اپنے دہن سے سوچ بچار کرتا ہے۔ اس کا آقا اور حاکم ہونا بالطبع مقصود ہے اور وہ شخص جو اپنے جسم سے محنت کرتا ہے۔ اور بالطبع غلام ہے۔ لہٰذا آقا اور غلام کیساں غرض رکھتے ہیں بہرحال فطرت نے عورت و غلام میں فرق و امتیاز رکھا ہے۔ اس لئے کہ وہ مشترکہ کے عمل نہیں ہیں۔ جو یعنی جاتو کو بہت سے کاموں کے استعمال کے لئے بناتا ہے فطرت دے ہر چیز ایک کام کے واسطے بناتی ہے اور بہت عمدہ طریقہ سے ہر ایک آراستہ کرتی ہے۔ جبکہ ایک کام لینا مقصود ہو نہ کہ بہت سے کام کہیں یہ ہوئی اقوام میں عورتوں اور غلاموں کے مابین کوئی فرق نہیں کیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ ان میں ترقی کوئی نظری حکمران ہے ہی نہیں وہ تو غلاموں اور نوکروں کی جماعت اس سبب سے شمار رکھا کرتے ہیں۔ کہ

در مناسب یہ ہے کہ یونانی قوم پر بربری لوگوں پر حکومت کرے گویا کہ انہوں نے خیال کیا کہ بربری غلام بالطبع ایک ہی شخص ہے۔

اول قوانین تعلق ہے۔ جو مرد و عورت اور آقا / بی نبری نے
قول صحیح ہے۔ جب وہ کہتا ہے، اسنہ / صباح الدین
بیل ال کے لئے۔ اس لئے کہ بیل غریب / زنیب
خاندان تو اجتماع ہے جو فطرۃً انسانوں / نبیح
کے مہیا کرنے کے لئے قائم ہوا ہے۔ اور
بقول چارونڈس (Charondas) ہم
اور بقول ایپی منیڈس (Epimenides)
ہم فوائد رکھتا ہیں لیکن چند خاندان متحد ہوتے ہیں
اجتماع اسوار روزانہ ضروریات کو مہیا کرنے کے لئے
شے کی غایت ہوتی ہے۔ اس وقت گاؤں وجود میں آ
سب سے زیادہ فطری صورت گاؤں کی ہویدا ہوتی ہے
کہ وہ خاندان سے نوآبادی کی شکل اختیار کرتی ہے،
خاندان تو بیٹوں اور پوتوں سے مرکب ہوتا ہے جس کے بارے
میں کہا جاتا ہے کہ ایک ہی چھاتی سے دودھ پیتے ہیں۔

یہ ہی تو سبب ہے کہ ابتدائی یونانی مملکتوں کی بادشاہوں کے زیر حکومت رہنا پڑا، اس لئے کہ یونانی لوگ حکومت شاہی کے ماتحت تھے پیشتر اس کے کہ وہ اجتماع ہوئے جیسا کہ اب بھی بربری لوگوں میں رائج ہے چنانچہ میں گھر کا بڑا حکومت کرتا ہے لہٰذا خاندان کی ابتدا بادشاہی میں حکومت کی شخصی ہیئت رائج رہی ہے اس لئے کہ وہ لوگ ایک ہی خو بو سرشتہ رکھتے تھے جیسا کہ ہومر سا سیلوپس کی بابت کہتا ہے۔ ہر شخص اپنے اہل و عیال پر قانون جاری کرتا ہے۔ اس لئے کہ لوگ منتشر حالت میں زندگی بسر کیا کرتے تھے جیسا کہ قدیم ایام میں دستور تھا۔ اس وجہ سے لوگ کہا کرتے ہیں کہ دیوتاؤں کا ایک بادشاہ ہے چونکہ وہ لوگ خود زائد قدیم میں بادشاہ کے زیر حکومت تھے یا زمانہ موجودہ میں بادشاہ کے زیر حکومت ہیں۔ اس سبب سے لوگوں کا خیال ہے نہ صرف دیوتاؤں کی صورتیں بلکہ ان کے طریقہ زندگی خود بھی ایسے ہی شکل ہوتی چاہئیں۔

جب چند دیہات واحد ملت میں متحد ہوتے ہیں جو کامل اور پورے طور پر ترقی کی تقریباً یا بالکلیہ خود اپنی ضروریات کو مہیا کرنے والی ہے تو مملکت عالم وجود میں آتی ہے جو زندگی کی سادہ ضرورتوں میں پیدا ہوتی ہے اور حسن خیری کی وجہ سے اپنے وجود میں قائم رہتی ہے۔ لہٰذا اگر ابتدائی صورتیں نظم معاشرت کی فطری ہیں۔ تو مملکت بھی فطری ہے اس لئے کہ وہ ان کی غایت ہے اور فطرت کا ملہ غائت ہوتی ہے اس وجہ سے کہ جسے جب کامل طور پر نشو و نما پا چکی ہے تو ہم اس امر کو اس کی فطرت کہتے ہیں خواہ ہم انسان، گھوڑے، خاندان کا ذکر کر رہے ہوں علاوہ بریں علت غائی اور غایت سے بہتریں بات ہے۔ خود اپنی ضروریات کا کفیل ہونا غایت اور بہترین شے ہے۔

لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ مملکت فطرت کی مخلوق ہے اور انسان بالطبع سیاسی حیوان ہے اور وہ شخص جو بالطبع اور محض بہ اتفاق غیر مملکت کے ہے یا تو

ی نوع انسان سے برتر ہے یا ادنیٰ ہے۔ ایسے شخص کی مذمت ہو مگر کتا ہے۔ کہ جو بے قید بے قانون یا خانہ بدوش ہو اور کسی قوم کا رکن ہو اور اولے سونے کا شید اہو اس کو شریف کے غیر محفوظ مہرہ سے مشابہت دے سکتے ہیں۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ کیوں انسان شہد کی مکھیوں یا کسی دوسرے خولی حیوانات کی نسبت سیاسی حیوان ہے۔ جیسا ہم اکثر کہا کرتے ہیں۔ کہ فطرت کسی شے کو فضول نہیں بناتی صرف انسان وہ حیوان ہے جس کو اس نے گویائی عطا کی ہے اور آواز سوائے اظہار لذت والم کے کیا ہے۔ اور یہ دوسرے حیوانات میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے کہ ان کی فطرت اور ادراک لذت والم کا حصول کرتی ہے۔ ان سے واقفیت حاصل کرتی ہے اور اس سے بڑھ کر کچھ نہیں پاتی) اور قوت گویائی کا تو شمار یہ ہے کہ مناسب، غیر مناسب کا اظہار کرے اور اس طرح عدل اور ظلم کا بیان کرے۔ الیان کی خصوصیت ہے کہ وہ تنہا اچھے برے اور عدل وظلم کا احساس کرتا ہے اور زندہ افراد کا وہ اجتماع جو یہ احساس رکھتا ہے خاندان اور مملکت کو وجود میں لاتا ہے۔

بالطبع مملکت بدیہی طور پر فرد اور خاندان سے پیشتر ہے اسلئے کہ کل وجود باجزء سے قبل ہے مثلاً اگر جسم تو جب ہو جائے تو ہاتھ یا پیر بجز دو معنی مفہوم کے نہ رہیگا جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ پتھر کا ہاتھ ہے اس لئے کہ جب جسم برباد ہوتا تو ہاتھ کچھ مفید نہیں ہوگا۔ لیکن تعریف اشیاء ان کے قوت وعمل کی بنا پر کی جاتی ہے اور ہم یہ نہیں کہہ وہ کیا ہیں جب کہ وہ بگڑ جائیں ہاتھ نہیں رہے ہیں بلکہ صرف یہیں کہ کیا نام رکھتے ہیں۔ اور اس کا یہ ثبوت کہ مملکت فرد سے پہلے وجود میں آتی اور یہ فطرت کی تخلیق ہے۔ مندرجہ ذیل ہے کہ فرد جب اکیلا اور الگ تھلگ ہے خود کا کامل نہیں ہے؛ لہٰذا وہ جزو کے مشابہ ہے جیسا کہ جزو کو کل سے تعلق ہے لیکن وہ جو نظم معاشرت میں رہنے سے قاصر ہے یا وہ جو احتیاج نہیں رکھتا ہے اس لئے کہ وہ خود اپنے لئے کفایتی ہے یا تو وہ دیوتا ہے یا حیوان وہ نہ تو مملکت کا جزو نہیں ہے۔ اجتماعی جبلت یا طبیعی تمام انسانوں میں دولیت کی گئی ہے لہٰذا وہ شخص جس نے سب سے پہلے مملکت کا سنگ بنیاد رکھا ہے بہت زیادہ محسن اور خیر خواہ ہوا اس لئے کہ جب انسان کامل ہوجاتا ہے تو سارے حیوانات میں بہتر ہی ہے۔ جب قانون وعدل سے الگ اور جزو رہے تو سب سے زیادہ بدترین ہے؛ اس لئے کہ مسلح ظلم بہت خطرناک ہے اس کو تو بہ وقت پیدائش ہم کے ہتھیار اور اخلاقی کیفیات عطا ہوئے ہیں جن کو وہ بدترین اغراض کے لئے کام میں لاسکتا ہے؛ اس لئے کہ اگر وہ نیکی سے متصف نہیں ہے تو سب سے زیادہ ناپاک ہے اور حیوانات سے خونخوار ترین حیوان ہے سب سے زیادہ پرشہوت اور بسیار خوار ہے لیکن عدل والصاف مملکتوں میں انسانوں کا فرد ہے عدل گستری توضین ومیار ہے کیونکہ عدل والصاف اور یہ عدل گستری جماعت سیاسی میں اصول نظم ونسبت ہے۔

تیل کی داستان

ہندوستان کی تجارت کے خارجی تعلقات میں مٹی کے تیل (کروسن آئیل) کی تجارت بھی اہم جزو ہے حال تک یہ بات عام تھی کہ دنیا میں سب سے زیادہ مالدار آدمی راک فلر صاحب تھے جو تیل کے بادشاہ کہلاتے ہیں وہ دولت کی صدارت عالم پر بھی ہی میں ہنری فورڈ صاحب نے حاصل کی ہے۔ ورنہ راک فلر صاحب کی دولت کا یہ عالم ہے کہ ایک مرتبہ ایک رسالہ نے دولت کے اعتبار سے مختلف مالدار شخصوں کی تصویر بنائی تھی جس میں راک فلر صاحب ایک قوی ہیکل دیو نظر آتے تھے اور زار روس شاہ انگلستان، جونیئر عثمان یا شاہ، کوئی انکی کمر تک پہنچتا تھا اور کوئی گھٹنے تک اور ایک بدقسمت بادشاہ کا سر تو راک فلر صاحب کی بوٹ تک ہی پہنچا تھا۔ راک فلر صاحب کی دولتمندی تمام تر تیل ہی کی تجارت پر ہے۔ وہ بہت معمولی شخص تھے۔ اگرچہ فارسی نہیں پڑھی تھی مگر تیل بیچتے بیچتے تیل کے بادشاہ ہوگئے۔

ہندوستان اپنی تمدنی پستی کی وجہ سے مٹی کے تیل کا غالباً دنیا میں سب سے بڑا بازار ہے۔ دنیا کے دوسرے ملکوں میں جہاں ترقی کے آثار نمایاں ہیں وہاں مٹی کے تیل کی جگہ گیس اور بجلی نے لے لی۔ مگر ہندوستان ابھی تک روشنی کے لئے مٹی ہی کا محتاج ہے۔

گزشتہ نمبر میں پیر خاں صاحب کا ایک مضمون بعنوان پرشانت ہو چکا ہے۔ صاحب موصوف نے مضمون ہندوستان میں مٹی کے تیل کے تجارتی کمپنیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ حال ہی میں ایشیاٹک پیٹرولیم کمپنی نے مٹی کے تیل کی موجودہ صورت حال کے متعلق ایک بیان شائع کیا ہے یہ کمپنی ہندوستان میں رائل ڈچ (شل گروپ) کمپنی، دی برما آئل کمپنی لمیٹیڈ، دی انڈسٹریل پیٹرولیم کمپنی لمیٹیڈ، دی ٹرنک آئیل کمپنی لمیٹیڈ، اور دی آسام آئیل کمپنی لمیٹیڈ ان چار کمپنیوں کا نمائندہ ہے اور اس کا بیان گویا ان چار کمپنیوں کی طرف سے ہے۔

ان تمام کمپنیوں کی ایک بڑی حریف امریکہ کی دی اسٹانڈرڈ آئیل کمپنی آف نیویارک ہے اس کمپنی نے حال ہی میں ایک بیان عوام کی نگاہ کے لئے شائع کیا تھا۔ ایشیاٹک پیٹرولیم کمپنی کا بیان اس کے اعلان کا جواب ہے ایشیاٹک پیٹرولیم کمپنی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسٹانڈرڈ کمپنی نے اپنے بیان میں بہت سے واقعات کو حذف کیا ہے۔ روس میں مٹی کے تیل کے بہت سے چشمے واقع ہیں ان چشموں کو کام لانے کے لئے مختلف کمپنیوں نے روس کی حکومت سے بھاری بھاری رقمیں دا کر کے اجازت حاصل کی۔ ان چشموں پر ان کمپنیوں نے بھاری بھاری پائپ لگا کر کام شروع کیا۔ اپنے تئیں سوویٹ حکومت نے ان چشموں پر قبضہ کیا اور کمپنیوں کی نقد رقم بھی جو وہاں موجود تھی ضبط کرلی۔ اس جائداد کے لئے بدلے کا کوئی معاوضہ سوویٹ حکومت نے کمپنیوں کو نہیں دیا۔ جنگ کے زمانے سے شروع ۱۹۱۷ء میں رائل ڈچ کمپنی نے سوویٹ حکومت سے اس روسی بدنصیب مظلوم کمپنیوں کے معاوضہ کے لئے بالواسطہ اور بلا واسطہ کوشش جاری رکھی اس سعید کی معاوضہ کے لئے کوئی نہ کوئی راہ باقی رہے اور خاص کر حکومت برطانیہ کی خاص درخواست پر رائل ڈچ کمپنی نے مختلف اوقات اس روسی بدنصیب تیل کی اعلانیہ یا خفیہ کی اس خریداری کی گفت وشنید سے دوسری مظلوم کمپنیاں جو خود بھی معاوضہ کی طالب گار تھیں اچھی طرح آگاہ تھیں۔

رفتہ رفتہ یہ معلوم ہوا کہ روسی تیل کی خریداری سے نقصان رسیدہ کمپنیوں کو معاوضہ کی کوئی راہ نہیں مل رہی ہے بلکہ روسی حکومت نے یہ دیکھ کر کہ ان کا مقبوضہ تیل برابر فروخت ہو رہا ہے معاوضہ دینے کا خیال تک کیا اس پر ان تیل کی کمپنیوں نے آپس میں متحد ہو کر طے کیا کہ روسی تیل کی خریداری قطعاً بند کردی جائے اور کوئی کمپنی روسی تیل نہ خریدے اس ارادہ میں امریکہ کی اسٹانڈرڈ

خواجہ محمود گاوان

اور

مدرسہ بیدر

خواجہ محمود گاوان ۱۴۱۳ء میں متولد ہوا۔ قریہ خاوان میں اجو علاقہ گیلان میں ہے پیدا ہوا اس لئے اس کا عرف گاوان ہوا۔ اس کے آباؤ اجداد شاہان گیلان کے وزیر اعلیٰ تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنی سمی سے رشتہ کی بادشاہت حاصل کی تھی جس کا نام صفوی والی ایران کے حملہ سے ہوا۔

محمد گاوان کے والد بزرگوار کا نام خواجہ محمد تھا اور اس کا چچا خواجہ شمس الدین امیر محمد والی گیلان کا وزیر تھا ابتدا میں محمود گاوان نے اپنے ہی وطن میں تعلیم پائی۔ جب سن دشعور کو پہونچا تو امور سلطنت میں اپنے چچا کو مدد دینے لگا اور اس میں اس کو اچھا تجربہ ہو گیا چنانچہ

بقیہ صفحہ (۲۲)

کوئی کمپنی روسی تیل نہ خریدے اس ارادہ میں امریکی اسٹانڈرڈ کمپنی بھی شریک تھی مگر حال میں اس کمپنی نے معاہدہ شکنی کی اور روسی تیل خریدنا شروع کیا اسٹانڈرڈ کمپنی کی اس خریداری سے سوویٹ حکومت بہت مطمئن ہو گئی اور ان کمپنیوں کا معاہدہ ہمیشہ کے لئے خطرہ میں پڑ گیا۔

اسٹانڈرڈ آئل کمپنی کا ارادہ جو ہندوستان آنے کا ہے صدر مقام بنانے کا ہوا ہے اس سے مقصد یہی ہے کہ اور کمپنیوں کا تیل بہت کم قیمت پر ہندوستان میں درآمد کیا جائے۔ چونکہ اوس نے اس تیل کی کوئی قیمت داخلی کی ہے اسکو قیمت کے کم کرنے میں نقصان کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

یہ ہے وہ تیل کا راز جو ایشیاٹک پٹرولیم کمپنی نے اب فاش کیا اور اسکی کچھ تخفیف سی روشنی روس اور انگلستان کے موجودہ تعلقات پر بھی پڑتی ہے۔

کے بعد محمود گاوان مکہ معظمہ چلا گیا اور دو سال کے بعد اس کا چچا بھی ہجرت کر کے حجاز کو روانہ ہوا اور اپنی جگہ اپنے بیٹے خواجہ محمد کو مقرر کیا۔ مگر یہ ناتجربہ کار تھا اس سے فائدہ اٹھا کر امرائے سرکشی کی آخر کار خواجہ محمد تنگ ہو کر اپنے والد کے پاس مکہ معظمہ چلا گیا۔ محمود گاوان نے جب اپنے وطن میں فتنہ و فساد دیکھا تو اس نے بھی وطن کو خیرباد کہا۔ شاہان عراق و خراسان نے اس کو وزارت پیش کی مگر اس نے اس کو قبول کرنے سے کر دیا اور تجارت جیسا شریف پیشہ اختیار کیا بادشاہ

سیر و سیاحت میں وہ اکثر وقت بسر کیا کرتا تھا اور ان کی صحبت کا لطف اٹھایا کرتا تھا اس نے اپنے کاروبار تجارت کو ترقی دینے اپنی ذات پر اس کو مختلف ممالک کی سیر و سیاحت کے قبیل القدر لوگ ہی ہے وہ ہندوستان نے اپنے شریف اس لئے تقریباً چالیس سال کیا اور اسی کو کشش بندرگاہ بھول میں داخل ہے جب ہندوستان محمود آباد بیدر کا ارادہ چالیس ہزار لاری تھے کا پائے تخت تھا۔ جہاں نے اپنے کاروبار تجارت کو آپ ولی شاہ نعمت اللہ تجارت سے بے نفع ہوتا تھا کثرت سے لوگ آپ لاری اپنے خرچ کے لئے نکال

سلطان علاؤ الدین حسن بہمنی کا بانی تھا اسی سے کچھ نوابی مال تھا اس کو محمود گاوان الملک ممالک کے زاہد ولی اور اور اس پر اپنی مہربانی سے اشاء سفر میں ملاقات محمود گاوان نے اس کے اس خزانہ کا نام دیوانی مناصب پر دیکھا اور دوسرا خزانہ تھا جس کا نام گردیدہ کر لیا تو اسی یہ کیفیت تھی کہ جو کچھ چاہیے چند ہی روز میں ہزار گاؤں تھے، وصول ہوتا اس

سنہ ۱۳۵۶ء میں سلطان علاء الدین حسن بہمنی نے بغاوت کی اور صوبہ تلنگانہ پر قبضہ کر کے محمود شاہ ظلمی والی خاندیس کی سرحد سے دکن پر چڑھائی کرنے کی ترغیب دی اور لکھا کہ بادشاہ کا انتقال ہو چکا ہے۔

اپنی بہنوئی کی سرکوبی کے لئے سلطان علاء الدین نے محمود گاوان کا انتخاب کیا۔ اور اس کو منصب ہزاری بیچ بعض امرا کے ساتھ روانہ کیا۔ محمود گاوان نے آسانی سے جلال خاں کے مستقر قلعہ ننگنڈہ کا محاصرہ کر لیا جلال خاں تنگ آ کر اماں طلب کی اور قلعہ اس کے حوالہ کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

اس واقعہ کے دو سال بعد سلطان علاء الدین کا انتقال ہو گیا۔ مگر انتقال کے وقت اس نے اپنے ولی عہد ہمایوں کو وصیت کی کہ وہ خواجہ محمود گاوان کی حد درجہ عزت کرے۔ چنانچہ اس نے تخت پر بیٹھنے کے بعد اس کو ملک التجار کا خطاب دیا۔ اور وکیل شاہی و طرفدار بیجاپور مقرر کیا۔ سکندر خاں ولد جلال خاں نے جب بغاوت کی تو محمود گاوان بھی بیجاپور کی مہم میں شریک جنگ ہوا اور سکندر فاتح مارے جانے کے بعد ایک ہفتہ کے محاصرہ میں تلنگانہ فتح کیا۔ سکندر خاں کی بغاوت کی وجہ سے تلنگانہ میں بغاوت ہو گئی تھی محمود گاوان ہمایوں کے پاس جا کر اس بغاوت کو فرو کرنے میں روانہ ہوا۔ واقعات مرقوم ہے۔

جیسے یوسف نے کر دیا۔

بہت خوش ہوا اور خواجہ جہاں کا حکم دیا۔ خواجہ جہاں نے دعوت دی۔

بادشاہ نے علما و فضلا کو کر اس کے لئے کوشش کرنا شروع تک یوسف کی خوب موقع ملا مدد سے ان کی بہت تعریف بھی بنایا۔ اس کی عمر میں پاس آیا۔ اب سے پہلے اس نے ہونے کا بعد اس زمانہ میں سلطان محب اللہ کرمانی بھی تھے بعض شاہ کے پوتے تھے اس زمانہ میں جو کے مستقر تھے۔

الدین علی کا زاہد و ست اور قدیم جس جیسے فضائل کی صحبت سے پرانی اخلاق کا اظہار کرتا تھا جب اپنے وطن کے باشندوں کو یہاں اعلیٰ اور بادشاہ کے حسن اخلاق نے اسکو نے بھی بیدر ہی کو اپنا وطن بنایا اور بادشاہ کا منظور نظر بن گیا۔

اسی ہزار فوج کے ساتھ انکی امداد کیلئے خود آیا بلکہ محمد ومہ جہاں کو جب اسکی خبر ہوئی تو اسنے محمود گاوان کو سپہ سالار مقرر کرکے پانچ چھ ہزار سوار کے ساتھ استقبال کے لئے روانہ کیا اس نے بیس ہزار فوج خواجہ محمود گاوان کے حوالہ کی محمود گاوان نے اطراف واکناف سے اور بیس ہزار فوج جمع کرلی اور چالیس ہزار فوج کے ساتھ محمود شاہ خلجی پر حملہ کیا محمود خلجی بغیر کسی مقابلہ کے اپنے ملک کی طرف روانہ ہوگیا۔ خواجہ نے اس کا خوب تعاقب کیا اور اسقدر پیچھا کیا کہ محمود شاہ خلجی کو اجینچور اور اکلکوٹ جیسے دشوار گزار راستوں سے بھاگنا پڑا۔

پھر ۸۶۷ھ میں محمود شاہ خلجی نے نوے ہزار کے ساتھ ملک دکن پر حملہ آور ہوا مگر اس دفعہ بھی محمود گاوان نے محمد وشاہ والی گجرات کی مدد طلب کی اور محمود شاہ خلجی کو بغیر جنگ کے واپس ہونا پڑا۔

اس کے بعد ملکہ محمد ومہ جہاں نے نظام شاہ کی شادی کا انتظام کیا۔ بڑی پرشکوہ شادی مجلس عروسی سجائی گئی اور اسی رات کو نظام شاہ نے انتقال کیا۔

نظام شاہ کے بعد اس کا بھائی محمد شاہ تخت فیروز پر جلوہ افروز ہوا۔ اس کی عمر نو سال کی تھی اس کے عہد میں خواجہ جہاں ترک کو بے انتہا قوت حاصل ہوگئی تھی وہ تمام امرا کی جاگیریں معین کرانے حکومت کے استقلال کی خاطر ہر امرا کو دینے لگا اور خزانہ عامرہ میں اپنا تصرف شروع کردیا۔

محمود گاوان کو ہمیشہ رہ رہ کر فوج دیکر دکھن روانہ کردیا کرتا تھا اور اس کو دارالسلطنت میں رہنے کا موقع ہی نہیں دیتا تھا۔ ملکہ محمد ومہ جہاں تو اس سے تنگ ہو چکی تھی اس نے نہایت تدبیر سے ۸۶۷ھ میں محمد شاہ کو اس کے قتل پر آمادہ کیا ایک روز جب خواجہ جہاں ترک حسب معمول دربار میں تھا محمد شاہ نظام الملک کو اس کے قتل کا حکم دیا اس نے اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کیا۔

خواجہ جہاں ترک کے قتل کے بعد محمود گاوان کے سوائے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو امور سلطنت کو باحسن وجوہ انجام دیسکے اس لئے اس کو خلعت خاص وخطاب خانہ جہاں وسپہ سالار الامرالی دوکالت امور شاہی عطا ہوا اور مراتب دنیوی میں اس کا پایہ سب سے اعلیٰ ہوگیا اس وقت خواجہ جہاں محمود گاوان فرامین شاہی میں اس طرح پر مخاطب کیا جاتا تھا "مخدوم جہانیاں مستند دگاہ سلطان آصف خوانین امیر الامرا ملک التجار نائب محمد ومہ خواجہ جہاں"

خواجہ جہاں محمود گاوان کی مدد سے ملکہ مخدومہ جہاں نے ملک وسیع وعریض محمد شاہ کی شادی کی اور امور سلطنت اسے دست بردار ہوکر گوشہ نشینی اختیار کرلی۔

محمد شاہ کی سلطنت کو وسعت دینے میں محمود گاوان کا بڑا حصہ ہے ۸۶۹ھ میں محمود گاوان لشکر کشی کرتے ہم کوکن و فتح گوا کے لئے روانہ ہوا پرانے گیسو ایک بہت ذیشان راجہ اور بھری ڈاکوؤں کا سرگروہ تھا اس کے زیر حکومت تین سو جنگی کشتیوں کا ایک بیڑا تھا اور فوج کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی۔ غرض نہایت زبردست اور بہادری سے اس کا مقابلہ کرتا رہا آخر کار شکست ہوکر گوا کی طرف پیچھا چھوڑا جو راجہ بیجانگر کا ماتحت تھا چونکہ راجہ بیجانگر بھی فوج رکھتا تھا اس لئے خواجہ جہاں محمود گاوان نے بھی ایک سو بیس جہازوں کا بیڑا تیار کرکے تری سے حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور خشکی کی طرف سے بڑا اور اس پر حملہ کرلیا۔ اس کی جنر شہر شہر پھیل گئی اور اسے محمد شاہ بہمنی اس قدر خوش ہوا کہ ایک مفتہ تک مسلسل شادی محمد آباد بیدر میں ہوا جب تمام ہوا جب نمایاں کامیابی کے بعد محمود گاوان قلعہ گوا کی حفاظت کا بندوبست کرکے تین سال کے بعد فتح وعضرت کے ساتھ محمد آباد بیدر میں داخل ہوا اور اسکی اسقدر توقیر ہوئی کہ بادشاہ ایک مہینہ تک اسکے ہاں مہماں رہا اور خلعت خاص عنایت کی اور ملکہ مخدومہ جہاں نے اس کو "بھائی" کے لقب سے مخاطب کیا اور چند فقرے اس کے القاب میں بڑھائے گئے جس کے بعد سے وہ اس طرح مخاطب کیا جانے لگا۔ حضرت مجلس گرہ بیہ نظیم الدین ہمایوں اعظم صاحب التسیف والتعظیم محمد ذکا جہانیاں معتمد بارگاہ۔

۸۷۴ھ میں خبر پہونچی کہ رائے پرکیت نے اجیر اپنے راجہ بیجانگر کی تحریک سے بندرگوا پر حملہ آور ہونے کا قصد کیا ہے اور قلعہ دابھول پر بھی بہت سا لشکر لیکر اسکی طرف بڑھ رہا ہے۔

محمد شاہ نے قلعہ بیلاپور (جس کو اب بلگاؤں کہتے ہیں) کی طرف بڑھا اور اس کا محاصرہ کرلیا۔ اور آتش بازوں کو حکم دیا کہ دو ہفتہ کے اندر قلعہ کی دیواروں کا نام ونشان باقی نہ رکھیں اور خندق کو بھرا خواجہ جہاں نے یہ دیکھا کہ جس وقت دیواریں زمین سے پیوست ہوں اسی دن خندق بھی بھری ہوئی رہے۔ لیکن خواجہ جہاں خندق کے بھرنے کے دن بھر جو کوشش کرتا تھا وہ ناکام رہتی تھی کیونکہ خندق جسقدر بھری جاتی تھی رات کے وقت مخصوص اس کو پھاند کر دیتے تھے یہ دیکھکر خواجہ جہاں نے غور کیا اور قلعہ کے مقابلہ میں ایک دیوار اٹھا کر کھڑا کیا جسپر سو رچے تمام کئے اور یوسف عادل خاں، اور فتح اللہ عماد الملک کے موچوں سے قلعہ کے برج کے نیچے تک سرنگ بنوا کر اس میں بارود بھروائی چونکہ دکن میں پہلا موقع تھا کہ ایسا طریقہ اختیار کیا گیا اس لئے پرکیت بے خبر بیٹھا ہوا تھا کہ سرنگ کا شور تا بہ دکھایا گیا اور دفعتہ قلعہ کی دیوار میں مقابات سے زمین سے آملیں اس لڑائی میں راجہ کو شکست ہوئی اور وہ لباس تبدیل کرکے بادشاہ کے حضور میں آیا اور معافی چاہی محمد شاہ نے نہایت فیاضی سے رائے پرکیت کا قصور معاف کرکے طبقہ امرا میں داخل کیا۔

جب بیجانگر میں نئے خاندان کی حکومت ہوئی تو ۸۷۵ھ میں محمد شاہ نے سلطنت بیجانگر پر حملہ کیا راستہ میں سلطان نے پہاڑی پر ایک قلعہ دیکھا جو سمار پڑا ہوا تھا دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ قلعہ بادشاہان دہلی نے اپنی سرحد کی حفاظت کے لئے تعمیر کیا تھا محمد شاہ نے یہ سنکر اس کی تعمیر ومرمت کا حکم دیا اور خواجہ جہاں کے سپرد یہ کام کیا

خواجہ جہاں نے نہایت سرگرمی سے کام شروع کیا اور چھ ماہ کی قلیل مدت میں اس کو تیار کردیا یہ ایک شاندار قلعہ تھا جس کی دیواروں پر توپیں نصب اور اسی میں ہر قسم کی رسد کا سامان جمع کردیا اس کے بعد محمد شاہ کو بلا یا یہ محمد شاہ نے اس قلعہ کو دیکھا تو سخت خوش ہوا کہنے لگا کہ خدا کا مجھ پر بڑا فضل وکرم ہے کہ ایسا شخص اس نے مجھے شاہی ریاست عطا فرمائی دوسرے خواجہ جہاں جیسا نوکر عنایت کیا اور اسنے خوشنودی خواجہ جہاں کو اپنا لباس پہنایا اور خواجہ کا لباس خود پہنا یہ ایسی عزت تھی کہ آجتک کسی بادشاہ نے نوکر کو نہیں دی۔

خواجہ جہاں سلطنت بہمنیہ میں نہ صرف ایک کامیاب سپہ سالار رہا بلکہ اس نے ملکی اصلاحات میں بھی کافی حصہ لیا چنانچہ ۸۷۴ھ میں اس نے اصول سیاست کے لحاظ سے حکومت کو اس طرح تقسیم کیا کہ کسی ایک شخص کے ہاتھ میں زیادہ قوت جمع نہ ہو اور بادشاہ کا قابو سب پر کیساں ہو۔ اس لئے اس نے تمام ملک کو جا بجا سے چار اطراف کے آٹھ صوبوں میں تقسیم کیا اس کے بادشاہ کا رجحان واب تمام صوبوں پر قائم رہے اور حالات معلوم ہوتے رہیں اس نے ہر ایک صوبہ کے بعض بعض دیہات کو بادشاہ کے اخراجات کے لئے مخصوص کیا جس سے تمام ملک پر شاہی نگرانی ہوگئی۔

سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کے وقت سے ایک بات ہی چلی آتی تھی کہ جس سمت میں جتنے قلعہ ہوتے تھے وہ اسی سمت کے طرفدار کی تحت میں رہتے تھے اور وہ جس کو چاہتا تھا اپنی طرف سے قلعہ دار مقرر کردیتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ طرف داروں کی قوت حد بڑھ جاتی تھی اور جب جی میں آتا تھا سرکشی کرکے بیٹھ جاتے تھے خواجہ جہاں نے اس طریقہ کو بھی موقوف کیا اور قرار دیا کہ صرف ایک قلعہ لشکر سمت کی تحت میں رہے باقی قلعوں پر بادشاہ کی طرف سے امرا اور معتمدا رہ قلعہ دار مقرر ہوا کریں۔ ان کو اور ان کی فوج کو شاہی خزانہ سے تنخواہ ملا کرے ان لوگوں کے تقرر سے سند فرض

طرفداروں کی نوعت میں کمی ہوئی بلکہ یہ لوگ ان کے افعال کے بھی نگراں رہتے تھے۔

انتظام وانگزاری کے تعلق یہ بندوبست کیا کہ مالکان اراضی کی حقیقت کو شخص کرکے رجسٹروں میں درج کیا اور دیہات وتعلقات واسامات کی نمبندی کی گئی اور سیدھا سادا طریقہ جاری کیا کہ جس سے رقم وصول شدہ کی بھی آسانی سے تنقیح ہو سکے اور رعایا بھی استحصال سے محفوظ رہے۔ تاریخ ہند دستان میں ہندوبست انگزاری کی یہ پہلی مثال ہے اور خواجہ جہاں محمود گاواں کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس نے سب سے پہلے ایک ضروری انتظام کی طرف توجہ کی جس کا اثر ہندوستان میں (۱۵۷) فیصدی مخلوق کی آرام وآسایش پر پڑتا ہے اور جس کو آج تک انتظام سلطنت کا سب سے بڑا جزو سمجھا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ تمام دیہات کی حد بندی بھی کی۔

خواجہ جہاں محمود گاواں نے فوجی اصلاحات بھی کیے سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کے وقت سے یہ طریقہ چلا آتا تھا کہ افواج کے کمانڈروں کے دو درجے تھے ایک یا لصدی دوسرا ہزاری۔ سرلشکر یا لصدی کو ایک لاکھ ہن سالانہ ملتے تھے اور امرا ہزاری کو دو لاکھ ہن (ایک ہن ساڑھے تین روپیہ کلدار کے مساوی ہے) اور یہ روپیہ یا تو نقد دیا جاتا تھا یا اس کے معاوضہ میں جاگیر دیجاتی تھی چونکہ سپاہی کی کوئی تنخواہ مقرر نہ تھی اور گنتی کا بھی کوئی قاعدہ یا ضابطہ نہ تھا اس لئے سرلشکر نہ تو صحیح تعداد میں فوج رکھتے تھے اور نہ سپاہیوں کو معقول تنخواہ دیتے تھے جسکی وجہ وہ دل سے سرکاری خدمتیں بجالاتے خواجہ جہان نے سپاہی سے لیکر امرا کے ہزاری تک کی تنخواہ مقرر کردی اور ترقی کی حالت کے لحاظ سے اس میں معتدبہ اضافہ کیا اور قرار دیا کہ امرائے یا لصدی کو ایک لاکھ پچیس ہزار ہن اور ایک ہزاری کو دو لاکھ پچاس ہزار ہن ملا کریں اس کے ساتھ ہی عاضری کا ایسا ضابطہ مقرر کیا کہ اگر ایک سپاہی بھی تعداد مقررہ سے کم پایا جاتا تو سرلشکر کی تنخواہ سے اس قدر رقم وضع کرلی جاتی تھی۔

خواجہ جہاں اپنے ماتحتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا حسن بصری کو جو ایک فاضل برہمن تھا اسکی علمیت سے بادشاہ نے نظام الملک کا خطاب دلوایا اور اس کے سپرد اہم خدمات کیے۔ خواجہ جہان نے یوسف عادل خاں کو جو اس کا غلام تھا عاضی کے درجے سے سرلشکری ریاست اور اسکے درجہ تک پہونچایا۔

خواجہ جہاں کے ذاتی ملازموں میں ملک اشرف وملک وحید دکنی بڑے عہدہ پر تھے اور فخر الملک گرگنی جس کو اس کے بعد خواجہ جہاں کا خطاب ملا اس کا غلام زادہ تھا۔ مختصر یہ کہ خواجہ بہم فرقے کے لوگوں کے حصہ قبل کی پوری پوری نگہداشت کرتا تھا۔ اور جو شخص لایق ہوتا تھا خواہ وہ غلام ہو یا امیر دکنی یا آفاقی اسکی

قدر کرکے اس کو اعلیٰ مرتبہ پر پہونچاتا تھا اس نے کسی شخص کو اس کی جائز شکایت کا بہت کم موقع دیا۔

اہل ملک کا سچا ہمدرد تھا۔

خواجہ جہاں محمود گاواں نہایت دور اندیش مدبر تھا وہ خوب جانتا تھا کہ سلطنت کو اسی وقت فروغ ہو سکتا ہے جب دوسری سلطنتوں سے ربط واتحاد ہو چنانچہ اس نے محمود شاہ والی گجرات وغیرہ کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے تھے۔ چنانچہ عین مصیبت کے وقت محمود شاہ گجرات نے ان کی امداد کی اور ان کو محمود شاہ خلجی کے مقابلے کیلئے اپنی فوج روانہ کی۔

خواجہ جہاں تمام دنیا کے مسلمانوں کو ایک سمجھتا اور اس کا منشا یہ تھا کہ تمام اسلامی سلطنتوں میں آپس دوستانہ تعلقات رہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ جیسا کہ اخوت اسلامی کا تقاضا ہے ہمدردی ہے۔

اس سے یہ فائدہ ہوا کہ اطراف واکناف کی سلطنتیں شاہ دکن کو حامی دین سمجھنے لگیں۔ خواجہ جہاں محمود گاواں بادشاہ کی طرف سے سلطان مراد والی ترکی اور سلطان مصر اور شاہ گیلان وغیرہ کو تحفہ تحائف بھیجتا اور ان سے خط وکتابت کرتا رہتا تھا اور جب خواجہ جہان کو کوکن میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تو اس نے سلطنت دکن کی عظمت قائم کرنے کیلئے اپنے فتوحات کی خوشخبری تمام دنیا کے شاہان اسلام کو دی

ایسے وزیر یا تدبیر کی فاتحی زندگی کے حالات کبھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ خواجہ جہاں جس وقت کرسی وزارت پر بیٹھا تھا تو وہ ایک بڑا امیر کبیر نظر آتا تھا اس کی اردلی میں چار ہزار سوار رہتے تھے جس میں سے دو ہزار ترک تو خود اس کے نوکر اور دو ہزار بادشاہ کیطرف سے مقرر تھے لیکن جب وہ اپنے مکان پر جاتا تو اسکی حالت بالکل بدل جاتی تھی اس نے ساری عراقی تنخواہ سے ایک پیسا اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔ اگرچہ وہ وزارت کے جلیل القدر عہدہ پر پہونچ گیا تھا مگر اس نے اپنے شریف پیشہ تجارت کو ترک نہیں کیا اور اسی کو کمائش کا ذریعہ سمجھتا رہا۔ ایران سے جب ہندوستان آیا ہے تو اس کے پاس چالیس ہزار لاری تھے اور اسی سرمایہ سے اس نے اپنے کاروبار تجارت کو مرے دم تک قائم رکھا۔ تجارت سے جو نفع ہوتا تھا اس میں سے ہر روز بارہ لاری اپنے خرچ کے لئے نکال لیتا تھا اور جو باقی رہتا تھا اسمیں سے کچھ تو یتیموں اور غریبوں کو اور کچھ مصنف مالک کے زاہد ولی اور عالموں کو بھیجا کرتا تھا جن سے اشاء سفر میں ملاقات ہوئی تھی۔ خواجہ جہاں کے اس خزانہ کا نام دولت تھا۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا خزانہ تھا جس کا نام خزانہ شاہ تھا اسکی یہ کیفیت تھی کہ جو کچھ بچا جیسے (جس میں تیس ہزار گاؤں تھے وصول ہوتا تھا میں سے گھوڑے ہاتھیوں اور سرکاری باروں پر پہنچانے کا ایک تہائی خرچ نکال لیتا تھا اور باقی کو خواجہ شاہ میں جمع کرکے اس کو بھی فقراء ومساکین میں تقسیم کردیتا تھا اپنے خرچ کے لئے ایک کوڑی بھی نہ رکھتا تھا۔ اگرچہ سرکاری مطبخ میں عمدہ عمدہ کھانے پکتے تھے مگر وہ ان کو چکھتا بھی نہ تھا۔ اس کے لئے صرف ایک قسم کا کھانا پکتا تھا۔ اور وہ بھی کسی کی ماندی میں۔

شب میں پلنگ پر نہ سوتا تھا بلکہ زمین پر چٹائی بچھا کر پڑا رہتا تھا۔ اس کی خانگی زندگی ایسی ہی تھی جیسی کسی فقیر یا اہل اللہ کی ہوتی ہے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ تنخواہ جو سرکاری خزانہ سے ملتی ہے وہ اپنی زندگی آرام وآسایش سے بسر کرنے کے لئے نہیں ہوتی۔ بلکہ خلائق کے لئے ملازمی ہے فرصت کے وقت مسجد ومدرسہ میں طالبعلموں عالموں اور فقیروں کی صحبت میں گزارتا تھا صبح کی رات اور دوسری متبرک راتوں کو مسجدوں بالخصوص شہر فیروں کی تھپلیاں لیکر تمام شہر میں گشت لگاتا تھا جزوں اور محتاجوں کو دیکر کہتا کہ یہ بادشاہ کا عطیہ ہے اسکے قیام دولت کے لئے دعا کرو۔

خواجہ جہاں محمود گاواں کے تزک واحتشام کا یہ عالم تھا کہ اس کے پاس دنیا بھر کی نفیس چیزیں موجود تھیں اس کے تزک واحتشام کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوتا ہے۔ جب یوسف عادل خاں ۱۴۸۲ء میں قلعہ اننور کا فتح کرنے بعد محمد آباد بیدر آیا تو محمود شاہ بہت خوش ہوا اور خواجہ جہاں کو اس کی دعوت کرنیکا حکم دیا۔ خواجہ جہاں نے بادشاہ کو بھی اسکے ساتھ دعوت دی۔

بادشاہ نے کہا پہلے یوسف عادل خاں کی دعوت کرو اس کے بعد میری اور خواجہ جہاں نے ایک ہفتہ تک یوسف عادل کو اپنے گھر مہمان رکھا اور اسکی مدد سے اپنے گھر کو خوب سجایا۔ آٹھویں دن بادشاہ بھی بہایت تزک واحتشام کے ساتھ خواجہ جہاں کے پاس آیا اور ایک ہفتہ مہمان رہا۔ جب بادشاہ رخصت ہونے لگا تو خواجہ جہان نے بادشاہ کو وہ تحایف دینے کہ لوگوں کو حیرت ہونے لگی۔ ان میں سے بعض یہ تھے۔ پچاس بڑے سونے کے طباق۔ سو غلام جن میں سے ہر غلام کو لکھنا پڑھنا اور گانا بجانا سکھایا تھا۔ سو گھوڑے ترکی عربی عراقی اس کے علاوہ جس قدر نقد روپیہ پیسہ تھا سب اس کے نذر کردیا اور کہا "جو کچھ ہے سب بادشاہ کا ہے۔ سلطان کو اختیار ہے جسے چاہے بخشے" سلطان محمد شاہ اس سے بہت خوش ہوا اور فرمایا کہ میں نے قبول کرکے پھر اس شخص کو بخشدیا جو اس کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔

خواجہ جہاں نہایت منکسر المزاج آدمی تھا۔ تجمل وغرور سے اسے سخت نفرت تھی جب وہ فتح کوکن کے

محمد آباد پہنچ آیا۔ اور بادشاہ اس کے ہاں مہمان رہا اور اس کے جاہ و منصب میں اس قدر ترقی ہوئی کہ کسی کو منصب نہ ہوئی تھی اور ملکہ مذہ دمہ جہاں نے اسکو بھائی کہا تو بادشاہ کے جانے کے بعد اسقدر زنجیدہ ہوا کہ ایک حجرہ میں بند ہو گیا اور کسی کو اس کو جا کر کہنے کے لئے اور اسقدر رویا کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو فقیرانہ لباس پہنا اور محمد آباد بیدر کے علماء فضلا کو جمع کر کے جو کچھ مال و متاع تھا جو ہری والمیری کے زمانہ میں جمع کیا تھا سب ان کو تقسیم کروا دیا۔ جب اس کے ایک مصاحب شمس الدین محمد حرجانی نے اسکی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا جب بادشاہ محمد شاہ میرے گھر آیا اور ملکہ مذہ دمہ جہاں نے بھائی کہا شیطان نے میرے دل میں وسوسہ پیدا کیا کہ "ہمچوں دیگرے نیست" اسوقت میں نے نفس پر لعنت کر کے بادشاہ سے بات کرنی موقوف کر دی اس لئے جاہ و حشم کو بیوگور کی جڑ سے خارج کر دیا۔

خواجہ جہاں محمود گاوان ایک اولوالعزم انسان تھا۔ علوم متداولہ میں اس کی تحصیل پوری تھی۔ یا تھی اور طب کا اسے بہت شوق تھا۔ اس نے اپنے خطوط کا ایک رسالہ کی شکل میں جمع کیا تھا۔ جس کا نام "ریاض الانشا" ہے اور ایک کتاب فن انشا میں لکھی جس کا نام "مناظر الانشا" ہے اور ایک دیوان بھی غزلیات و قصائد کا لکھا۔

خواجہ جہاں محمود گاوان کو مشائخوں سے ملنے کا بڑا شوق تھا چنانچہ دکن کو بھی اسے شاہ وجیہ الدین کی زیارت کا شوق لے آیا تھا۔ عالموں کی صحبت میں اس کو خاص لطف آتا تھا۔ اکثر مشہور شعراء سے بھی اسکی ملاقات تھی مشہور شاعر ملا عبدالرحمن جامی کو خواجہ جہاں سے بہت خلوص تھا۔

خواجہ جہاں محمود گاوان کی ان مشاغل کا ذکر کار آگے بعد اسکی زندگی کے خاتمہ کی اندوہناک داستان سے ہر شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جس شخص نے اپنی زندگی کا زیادہ حصہ ملک کی فلاح و بہبود اور بادشاہ کی وفا بنہ داری میں صرف کیا ہو اس کا بھی وہی حشر ہوا جو کسی غدار کا۔ یہ سلطنت بہمنیہ کی بدقسمتی تھی کہ محمود گاوان جیسا وزیر باتدبیر سازشوں کا شکار ہوا۔ اور یہ محمد شاہ کی نادانی تھی کہ بغیر گہری تحقیقات کے اس کے قتل کا حکم دیدیا۔

یوں تو محمود گاوان کے کئی ایک دشمن تھے و لہ اس کے جلیل القدر مرتبہ و منزلت کو نہیں دیکھ سکتے تھے مگر مجبور تھے۔ لیکن نظام الملک جو ایرانی درباروں کا پروردہ یافتہ تھا۔ پوشیدہ سازشوں کے پوشیدہ راز اس سے نہاں نہ تھے۔ اس نے ظریف الملک و کنی اور مفتاح حبشی سے جو بادشاہ کے منظور نظر تھے دوستی پیدا کی اور ان کی امداد سے غلامان شاہی کو جن پر بادشاہ کا اعتماد تھا ملا لیا اور ان سے کہدیا کہ جب کبھی موقع ملے خواجہ جہاں کی شکایت کرتے رہیں جب تک خواجہ جہاں اور یوسف عادل خاں بادشاہ کے قریب تھے اور شکوک سازش کا اثر نہ ہوا۔ لیکن جب یوسف عادل خاں کو بادشاہ نے مہم ہنگر پر بھیجا اس وقت سازشوں کی خوب بن پڑی ان لوگوں نے یہ چالاکی کی کہ خواجہ جہاں کے اس غلام سے جن کے ہاں مہر تھی دوستی پیدا کی ایک دن ظریف الملک اور مفتاح حبشی نے محفل بزم گرم کی اور اثنا محبت میں ایک کاغذ نکال کر کہنے لگا کہ یہ ہمارے دوست کی بات ہے اکثر عہدہ داران دیوانی کی مہریں اس پر ثبت ہیں اگر خواجہ جہاں کی مہر بھی لگ جاتی تو کیا اچھا ہوتا۔ غلام تو شراب میں سرشار تھا اس نے کاغذ کو پڑھے بغیر جس مقام پر ظریف الملک نے کہا وہاں مہر لگا دی۔ ظریف الملک اور مفتاح حبشی ملک ریحان الملک بحری کے پاس لے آئے اور اسکے مشورے سے خواجہ جہاں کی طرف سے ذیل کا حظ رائے اڈریسہ کے نام لکھا۔

"محمد شاہ کی شراب خواری اور ظلم نے ہر سب کو اس سے بد دل کر دیا ہے، اور آپ کی ادنیٰ توجہ سے دکن کی فتح ممکن ہے کیوں کہ سر حد پر کوئی ہوشیار افسر موجود نہیں ہے جس وقت آپ بے خوف و خطر اپنے لشکر کے ساتھ مملکت دکن میں داخل ہو جائینگے پھر اکثر امرا میرے کہنے سے باہر نہیں ہیں جس وقت آپ مخالفت کھڑے کر دوں گا۔ اور بادشاہ کو نکال باہر کرینگے بعد ملک دکن کو آپس میں برابر تقسیم کرینگے"

جب یہ خط محمد شاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو ملک حسن نظام الملک بحری نے فرصت کو غنیمت سمجھ کر ذیل کی باتیں کہیں کہ بادشاہ بہت مشتعل ہو گیا اور بغیر کسی قسم کی تحقیقات کے خواجہ جہاں کو طلب کیا خواجہ کے دوست بھی اس سے بیخبر نہیں تھے۔ انہوں نے خواجہ پر حقیقت حال ظاہر کر کے مشورہ دیا کہ آپ آج دربار کیلئے نہ جائیں جس طرح ہو سکے ٹال دیں۔ لیکن خواجہ جہاں کسی کی بات نہ سنی اور یہ شعر پڑھا ؎

چوں شہید عشق در دنیا و عقبیٰ سرخرو است
خوشدی باشد کہ مارا کشتۂ دریں میداں برند

جب خواجہ جہاں سلطان محمد شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا محمد شاہ نے دریافت کیا "اگر کوئی شخص اپنے آقا کے ساتھ نمک حرامی کرے اور یہ امر یا ثبوت کو پہنچ جائے تو اس کی سزا کیا ہے خواجہ جہاں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ" سوائے شریر آدمی کے کیا ہو گی" یہ سنکر بادشاہ نے خواجہ جہاں کو وہ خط دکھا دیا۔ خواجہ جہاں نے دیکھکر یہ آیت "سبحانک ہذا بہتان عظیم" پڑھکر کہا کہ "میری" مہر تو بیشک ہے مگر خاصہ میرا نہیں ہے، اور اپنی بیگناہی پر حلف اٹھایا مگر بادشاہ تو پہلے ہی سے شراب میں مست اور غصہ میں بھرا بیٹھا تھا اس کے دل پر ان باتوں کا کیا اثر ہوتا۔ یہ واقعہ ہے کہ جب انسان کو غصہ آتا ہے تو اس میں استدلال کی قوت باقی نہیں رہتی اور اس سے ایسے اقبال سرزد ہوتے ہیں جو وہ کبھی ہوش کی حالت میں نہیں کرتا۔ آخر محمد شاہ بھی انسان ہی تھا اس کو جب باور کرایا گیا۔ اور خواجہ جہاں کی مہر اس پر ثبت تھی تو اس قسم کی غلطی ہونا ضروری تھی جب کہ محمد شاہ مے بیہوشی کے عالم میں تھا۔ ایسی صورت میں اس جرم کا ارتکاب انسانی کمزوری ہے۔

غرض اس نے اپنے غلام جوہر نامی کو خواجہ کے قتل کا حکم دیا اور خود اٹھکر محل سرا کی طرف چلا۔ خواجہ جہاں سے اب تو نہ رہا گیا اس نے سلطان سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں تو تم طبیعی کو پہنچ چکا ہوں اگر آج قتل نہ ہوا تو کل اپنی موت ہی سے مرجاؤں گا مگر میرا قتل ملک کی خرابی اور حضور کی بدنامی کا باعث ہوگا۔

محمد شاہ نے اس کا کچھ بھی جواب نہ دیا اور سیدھا محل میں چلا گیا خواجہ جہاں پر بادشاہ کی احسان فراموشی کا بہت اثر ہوا مگر اب کیا ہو سکتا تھا اس نے قبلہ کی جانب دو رکعت نماز پڑھکر کلمۂ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا، جوہر غلام تو اشارہ ہی کا منتظر تھا اس نے ادھر تو بادشاہ گیا ادھر غلاف سے تلوار نکال کر ملہ کی اور خواجہ جہاں کے منہ سے "الحمد للہ علی نعمۃ الشہادت" بے اختیار نکلا اور ابھی یہ کلمہ ختم نہوا تھا کہ وار پیچا کام کر گیا۔ اسوقت خواجہ جہاں کی عمر ۶۶ سال کی تھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ خواجہ جہاں نے مرنے سے دس برس پہلے محمد شاہ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا تھا جسکے دو اشعار یہ ہیں ؎

شہ شکل ضرب بعقبت بر دوش جاں حائل
ہیکل ز حزر سیفی و آنگہ ہر اسل یدل
تیغ تو آب حیواں مرد مز رست آں

آرے بعہد من شہ آب حیات قاتل

ملا عبدالکریم ہمدانی نے اسکی شہادت کی نسبت یہ قطعہ لکھا شہید بیگناہ محمود گاوں کہ عالم راز جوشش دور بیں داد خواہی تو تاریخ وفاتش فرود خوال قصہ قتل ناحق

خواجہ جہاں اسقدر معزز تھا کہ محمد شاہ نے اس کے قتل کے بعد ایک طویل فرمان جاری کیا جسمیں بہت تفصیل سے اس کے قتل کے اسباب بیان کئے تاکہ رعایا کو اس سے ملال نہ ہو جب بادشاہ نے خواجہ جہاں کے نوکروں کو ملازمت کی طمع میں خواجہ جہاں کا اندوختہ بتانے کیلئے ان سختی کی تو معلوم ہوا کہ اس کے خزانہ میں صرف تین سو لاری ہے اور سوا ساڑھے تین ہزار کتابوں کے اور کچھ نہیں۔ اور خواجہ جہاں کو معلوم ہوا کہ وہ اہل اللہ کی طرح زندگی بسر کرتا تھا محمد شاہ نے خواجہ جہاں کا تابوت باعزاز و اکرام محمد آباد بیدر روانہ کیا

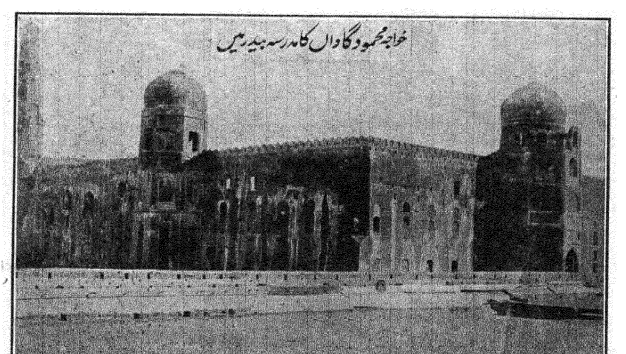
خواجہ محمود گاوان کا مزار بیدر کے شمال میں دو میل کے فاصلہ پر شربت کے متصل ایک ٹیلہ پر واقع ہے اسکے مزار کے سامنے میں دو تین مزار علما و اولیاء اور ملا محمد گاوان جو سلطنت بہمنیہ کے نامی شاعر تھے جو ہوتے ہوئے بیضہ وطن ایران کو چھوڑ کر

سلطنت ہند کو اپنا دائمی وطن بنایا تھا۔

خواجہ جہاں نے رفاہ عام کے بہت سے کام کیے تھے ان میں سے ایک "مدرسہ بیدر" اب تک اپنی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ یہ مدرسہ ۱۳۴۷ء میں تعمیر ہوا جو عنایت سلطان اور مالی شان ہے۔ اس کا طول بشرقاً و غرباً (۵۰) گز اور عرض شمالاً و جنوباً (۵۰) گز ہے۔ مدرسے کے سامنے دو بلند مینار ہے جن میں سے ایک مینار اب بھی موجود ہے جو (۱۰۰) فٹ بلند ہے اور اس پر سبز فیروزی میں سفید حرفوں میں کلام اللہ کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ صحن میں سجد تھی۔ اور چوطرف احاطے لمبے ہوئے طلبا و فضلا اور طلبا کے رہنے کیلئے کشادہ کمرے بنے ہوئے تھے جو طالبعلم یہاں رہتے تھے انکو کھانا اور کثیر وقف سے ملتا تھا۔ مسافرین اور سائلین کو ہر روز لنگر بٹتا تھا۔ سر رچرڈ ٹیمپل نے اس مدرسہ کی نسبت لکھا ہے کہ ہندوستان کی قدیم عمارتوں میں جو اسوقت موجود ہیں یہ عمارت بہت عمدہ اور پختہ ہے

یہ عمارت اسقدر مستحکم بنی کہ اسپر گرم و سرد زمانہ کا اثر نہ پہنچ سکتا تھا لیکن شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانہ میں امیر الامرا خان قلعہ دار بیدر نے اسکے چھ گنبدوں کو بارود سے کام لیکر بنا ملتا کر دیا۔ ۱۱ ربیع الثانی ۱۱۱۸ھ کو رات کو بجلی گری اور مدرسہ کا ایک حصہ اور اندرونی و بیرونی مکانات مع مسجد اور ایک مینار کے بارود میں آگ لگ جانے سے اڑ گئے۔ اس وقت کئی سو آدمی تراویح پڑھنے میں مشغول تھے۔ مدرسے گر جانے سے وہ سب کے سب دب کر مر گئے چنانچہ مدرسہ کے احاطہ میں "گنج شہیداں" ابتک موجود ہے "خواب بند" سے ۱۱۱۸ھ ہجری مدرسہ کے منہدم ہونیکی تاریخ نکلتی ہے۔ باقی مکان اور ایک مینار ابتک موجود ہے یہ صحن کے اندر دو رستہ دروازہ پر نقوش بھی ہیں جن خط جلی سے نیلے رنگ کی زمین پر سفید حرفوں میں کلام اللہ کی سورتیں لکھی ہوئی ہیں۔ مدرسہ کے متعلق ایک چوک بھی تھا جو ابتک موجود ہے۔ مدرسہ کی ... تعمیر کی تاریخ اس آیت سے نکلتی ہے۔

ایں ... سر رفیع و محکم و بنا — چوں کعبہ سادات بنہاد این صفا
آنکہ در جہاں ہمی کند تدریس — انما یعمر مساجد اللہ میشا


خواجہ محمود گاواں کا مدرسہ بیدر میں

"جہاز کی حکومت دہابیوں کے تحت" اس جنگ کے بعد عرب خود اپنے ہی فلاح و بہبود کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ برطانیہ کے جو منصوبہ شریف مکہ سے وابستہ تھے وہ سب ناکام رہے صرف عراق اور ماورائے جارڈن پر ابھی تک حکومت دہیہ صرف کر رہی ہے سپرسٹرنل نے ان کے وعدوں کا ذکر کیا جو برطانیہ نے عربوں سے کئے تھے کہ عرب بالکل آزاد ہوجائیگا اور وہ بالکل خود مختار رہیگا" باوجود اس کے عراق اور شام جہاں کے باشندے تمام دنیا کے عربوں میں ذہین اور ترقی و تمدن کے میدان میں معراج ترقی پر پہونچ گئے ہیں ان کی نسبت برطانیہ نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ ابھی اس قابل نہیں ہیں کہ انہیں حکومت خود اختیاری دی جائے۔

اگر حقیقت میں عرب حکومت اختیاری کے ناقابل ہیں تو اس کی آسان صورت یہ ہے کہ حکومت حجاز سے اس کے متعلق اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ خصوصاً عرب کا وہ حصہ جس کو "خاص عرب" کہا جاتا ہے۔ وہ عربوں کی حکومت کے لئے چھوڑا گیا۔ اور چھوڑا بھی ایسا ہی بڑا۔ عربوں کی عظیم الشان سلطنت جو جنگ عظیم کی آگ سے بچ نہ سکی۔ اسکے متعلق لارڈ کرزن نے اپنی موضوع پر سٹریچی۔ یس۔ ٹی۔ جان فل بی نے حال میں "سنٹرل ایشیا ایک سوسائٹی" کے سامنے تقریر کی لارڈ آلن بی صدر نشین تھے۔

مقرر نے کہا میں آپ کے سامنے کوئی نئی بات نہیں بیان کروں گا۔ انھوں نے پہلے جنگ عظیم سے ابتک عرب میں جو واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ اس پر روشنی ڈالی اس کے بعد کہا سابق شاہ حسین کے بڑے بیٹوں کی وجہ دہابیوں اور انھوں کے بادشاہ کے درمیان خندہ جنگ وجدال کا اندیشہ تھا مقررہ ۱۹۱۹ء میں خود ابن سعود کو کہ پر حملہ کرنے سے روکنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ اس وقت لارنس کا خیال تھا کہ اسکی ہدایات کے تحت ہاشمی دہابیوں سے ابھی طرح مقابلہ کرسکیں گے۔ مقرر نے اس کا خوب مضحکہ اڑایا۔ اس نے کہا

دوسرے نمبر دار عہدہ داروں کے منصوبے محض تخیل سے زیادہ نہیں تھے۔ مقرر نے کہا برطانیہ کی وہی حکمت عملی جو اس زمانہ میں تھی اب تک عرب کی آزادی کے منوانے میں مانع ہے چونکہ شریف کا خاندان روز بروز کمزور ہوتا جاتا ہے اس لئے قوی توقع ہے کہ رفتہ رفتہ عربوں اور برطانیہ میں جنگ ہوگی۔ اور یہ جنگ تلوار اور نیزہ وغیرہ کے ذریعہ نہیں ہوگی بلکہ برطانوی دماغوں اور عربوں کے دماغوں ہوگی۔ عربوں کو وہابیوں کے بادشاہ سے یہ سبق مل رہا ہے اور رفتہ رفتہ عرب قومیت برطانیہ کے مقابلہ میں ضرور کامیاب ہوگی چونکہ برطانیہ عظمیٰ کی عقل میں چیز دونوں بعد یہ بات آجائے گی کہ طاقتور عربوں سے دوستی کرنی ہی بہتر ہے۔

اس کے بعد مسٹر فلبی نے وہابیوں کی ترقی کے حالات مختصراً بیان کئے۔ شریف مکہ کی حکومت جس کا وجود ۱۹۱۶ء میں برطانیہ کی وجہ سے ہوا تھا اس کا خاتمہ ۱۹۲۵ء میں ابن سعود کے تحت نشر ہوگیا۔ جنوری ۱۹۲۶ء میں کعبہ میں اس کا اعلان کیا گیا اور ابن سعود خانہ کعبہ کے حکمران تسلیم کرلئے گئے۔ اس کے بعد کمال جدا آپ نے وسط عرب کا دورہ کیا اور آپ نے نجد اور اسکے صوبوں کی بھی بادشاہت کا اعلان کیا۔ آپ کی خوش قسمتی سوائے برطانیہ کے تمام دول یورپ نے جنہیں عرب کے معاملات سے دلچسپی تھی مان لیا۔ مقرر نے سر گلبرٹ کلےٹن کی جسے تحریف کی جس نے حال میں جدہ سے معاہدہ کیا ہے۔

اس ضمن میں مسٹر فلبی مقرر نے کہا کہ یہ واقعہ کوئی معمولی نہیں ہے بلکہ نہایت اہم ہے عرب صدیوں کے خواب کے بعد اب بیدار ہوا ہے اب اس کے پیش نظر دو چیزیں ہیں ایک تو یہ کہ اس کو دنیا کو پیام دینا ہے اور موجودہ حالات کے تحت جب تک وہ طرز معاشرت میں تغیر و تبدل نہ کرے اسوقت تک یہ بات ممکن نہیں بلکہ صفحہ ہستی پر زندہ رہنا دشوار ہے عرب نے اس کو خوب محسوس کیا ہے اگر چہ اب عرب اپنے ملک کی خود مختاری حکومت اور حریت سے جو اس کا پیدائشی حق ہے نہایت خوش ہے بلکہ اب وہ اپنے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کیلئے بھی تیار ہے۔

شاہ ابن سعود نے بیرونی ممالک کی مصنوعات کی درآمد کو اپنے ملک میں صرف اس حد تک جائز رکھا ہے جسکی اس کو سخت ضرورت ہے جو ان کے لئے مقرر نہیں ہیں۔ مثلاً موٹر وغیرہ برطاف اسکے دوسری چیزوں کی ممانعت ہے قابل مقرر نے کہا ابن سعود کی حکومت کے متعلق جو پریشان کن باتیں یہاں کی کیجاتی ہیں اور جس خطرہ کا اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے وہ بالکل بے بنیاد ہیں۔ وہابی حکومت سے نہ خطرہ ہے اور نہ یہ تحریک رد عمل ہے۔ شریف حسین کی رد عملی کی جو تحریک تھی اسکو ابن سعود کی حکومت نے بدل دیا وہابیوں کے متعلق طرح طرح کے خیالات ہیں کہ بڑے سخت ہیں اور جس کا حکم قرآن پاک نے نہیں دیا اس کا وجود کسی طرح جائز نہیں رکھتے۔ انہیں شک نہیں کہ وہ احکام قرآنی کے بے حد پابند ہیں اسکے ساتھ ہی اس کے باہر جتنی چیزیں ہیں ان میں اتنے ہی آزاد ہیں آپ کو اس کی مثال حجاز سے مل سکتی ہے حجاز میں جو یورپین رہتے ہیں ان کے لئے حکومت کی جانب سے یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ شراب کا استعمال کرسکتے ہیں اور ان کے لئے شراب اور تمباکو کی درآمد ہوتی ہے پھر قابل مقرر نے ابن سعود کی حکومت کا شریف حسین کی حکومت سے مقابلہ کرکے کہا کہ ابن سعود کا خیال ابتدا ہی سے حاجیوں کو ہر قسم کی آسانیاں بہم پہونچانا تھا اس لئے انہوں نے بدوؤں کو مطیع کرنے کی کوشش کی آخر کار بدوؤں نے انکی اطاعت کیلئے ایک شرط پیش کی انہوں نے کہا مدت دراز سے ہم ان حاجیوں سے محصول لیا کرتے ہیں۔ جو ہمارے حدود سے گزرتے ہیں یہی طریقہ ترکوں اور شریف کے عہد میں رہا اسلئے ہم اس بات پر آمادہ ہیں کہ آپ کی اطاعت قبول کریں اور اپنا بادشاہ مانیں مگر ہم اپنے اس حق سے دست بردار ہونے سے بہتر اپنی ناک کٹوانا سمجھتے ہیں ابن سعود نے کہا اس آدمی کو لیجاؤ اور اس کی ناک کاٹ لو۔

شاہ ابن سعود کا یہ اصول ہے کہ عدل اور انصاف کو سختی سے جاری کرنا۔ نرمی سے کسی پر رحم کرکے انصاف کا خون کرنے سے بہتر ہے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ اب حجاز میں انسان کی جان و مال کو خطرہ اندیشہ نہیں۔

پھر مقرر نے ان مشکلات کو بیان کیا جو حاجیوں کو برداشت کرنی پڑتی تھیں مثال کے طور پر انہوں نے کہا کہ حاجیوں کا جہاز بحر احمر سے آتا ہے۔ اس کو جزیرہ کمران پر ٹھہرایا جاتا ہے یہ خیر ضروری ہے کیوں کہ جدہ میں اس کی گنجائش نہیں ہوتی ہے۔ مقرر نے کہا اور دس یا پندرہ سال ابن سعود کی حکومت قایم رہی تو وہ مستقل حکومت ہوجائے گی اور عرب کی حالت بالکل بدل جائے گی۔ گذشتہ ایام میں جو بدنظمیاں ہوتی رہیں وہ سب اس سے دور ہوجائیں گی اور عرب کی جو حالت ہے وہ برطانیہ کے قبول کی پرواز سے کہیں بلند ہے اب وہ بدامنی جو لارنس کے عہد میں تھی باقی نہیں رہی۔

آفتاب کی عمر

فرانس کے ایک عالم فلکیات کا بیان ہے کہ ..... ۱۵۰ برس تک سورج کی روشنی اور حرارت برقرار رہیگی مگر دوسرے سائنس داں فلکیات کہتے ہیں کہ اکیڈوڑیا سے چند برسوں بعد آفتاب بالکل فنا ہوجائیگا

(مؤلف الذکر بیان تازہ ترین علمی مباحث و تحقیقات پر مبنی ہے (مدیر) ہمارے رسالوں میں لیا جاتا ہے۔

(اصل متن)

ذخیرہ

دنیا میں ہر سال صرف ملیریا بخار سے بیس لاکھ آدمی مرتے ہیں۔

لندن کی سڑکوں پر ۵۶ میل طویل ٹریم کا جال پھیلا ہوا ہے۔

برلن میں انتقال ریڈیو کے لئے ایک بہت بلند مینار تیار کیا جارہا ہے جسکی بلندی منارۂ ایفل سے دوچند ہوگی۔

جاپانی حروف ابجد دو قسم کے ہوتے ہیں ایک مردوں کے لکھنے کیلئے اور دوسرے عورتوں کے لکھنے کے لئے۔

شتر مرغ کا ایک بڑا تیس آدمیوں کیلئے کافی ہوتا ہے

آہنگل باریک سوت سے زیادہ باریک لوہے کے تار بنائے جارہے ہیں۔

انگلستان کو تیز رفتار طیاروں، جہازوں اور ریلوں کے اعتبار سے تمام دنیا کے ممالک پر فضیلت حاصل ہے۔

چارلی چاپلن جس وقت سینما کے لئے ایکٹ کرتا ہے اس وقت اسکی فی سکنڈ سو تصویریں کھینچی جاتی ہیں

دنیا میں سب سے زیادہ طویل پل ملک چین میں ہے جسکا طول پانچ میل کا ہے اور اس میں تیس سو ستون سہارا دیئے ہوئے ہیں

دنیا میں سب سے زیادہ پاکیزہ شہر ہالینڈ میں بروبک نامی ایک شہر ہے۔

کہتے ہیں کہ یورپ میں اس وقت جس قدر رہنمائے سیاست و جنگ ہیں ان سب کی آنکھیں نیلگوں ہیں۔

جامیکا میں سوز کے ٹکڑے کرکے ان کو نکھا کر ان کے آٹے سے روٹی پکائی جاتی ہے۔

دنیا کے تمام حیوانات میں اونٹ سب سے زیادہ تمباکو کو پسند کرتا ہے۔

چین کے تاجر کے دو نام ہوا کرتے ہیں ایک دوکان کا دوسرا گھر کا۔

کانگو میں پیگمی کے لوگ افریقہ کے ہاتھیوں سے قلعہ رانی کا کام لیتے ہیں۔

انگلستان میں سالگرشتہ ۔۔۔ فلمیں سینما گھروں میں دکھائی گئیں جن میں سے ۔۔۔ ۱۹۲۰ء امریکہ کی تھیں

ترکی کے میزانیہ کا بہت بڑا حصہ ریلوے کی توسیع کیلئے مخصوص کردیا گیا ہے

یورپ کے بعض ممالک میں طیارے اس قدر تھوڑے کرایہ پر مسافر لیجاتے ہیں جس قدر کہ

دُنیا میں سب سے پہلی جنگ عظمیٰ

مترجمہ

محمد مظہر الدین صدیقی

زمانہ جدید کی بڑی بڑی جنگوں کی ابتدا فراعنہ مصر کی حکومت میں شاہ تھوتمس کے عہد سلطنت ۱۴۸۰ ق۔م سے ہوئی ہے اور اس کے اعزہ ہیں۔ سیسس، تھیبز سکندر۔ اور روسیوں کی جنگوں کا پتہ ملتا ہے۔

تھوتمس ہی۔ دنیے زمین پر سب سے پہلا بادشاہ گذرا ہے جس نے سب سے بڑی فوج کی کمان کی اور ایک ایسی جنگ عظیم کی ابتدا کی جس کے نتیجہ پر حکومت مصر کی فنا و بقا کا دارومدار تھا۔ اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ تقریباً پانچویں صدی قبل مسیح میں حکومت مصر نے شام میں اپنی نوآبادی قائم کرلی تھی اور اس سلطنت کے ڈانڈے عراق اور ایشیائے کوچک سے مل گئے تھے مصری فوج باعتبار سازوسامان اور کثرت تعداد کے بہت عظیم الشان تھی۔ اس لئے کہ مصر ایک بہت بڑی متحدہ سلطنت کی تھی۔ برخلاف اس کے شام کی حالت یہ تھی کہ وہ چھوٹی چھوٹی غیر متحدہ حکومتوں میں بٹا ہوا تھا اور مصری فوجوں نے ان کی مخالفت پر کمر باندھ کر اور ہر ایک حکومت کو یکے بعد دیگرے شکست دیکر تمام شام کو اپنے سخت تصرف میں کرلیا تھا۔

ملکہ ہتشبسوت بوڑھی ہوگئی اور ان چھوٹی چھوٹی حکومتوں اور ملکوں کا تعلق حکومت مصر سے منقطع ہوچکا تھا۔ جب اس نے وفات پائی تو اس کا اخیافی بیٹا تھوتمس ثالث تخت فرعنہ پر بیٹھا اس نے لشکر جمع کیا اور اس کے ہمراہ شام پر حملہ آور ہوا۔ ناصرہ کے جنوب میں تقریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر جہاں محجدون نامی ایک شہر آباد ہے۔ مصری فوجیں شامی امراء کے لشکر کو کئی گھنٹہ تک آزما چکی تھیں اور محجدون کے درمیان ایک دیوار کی طرح حائل ہوگئی اور محجدون کے ایک چھوٹے سے دستہ نے بھی مقابلہ کرکے اسکو تتر بتر کردیا۔ اسوقت تھوتمس گاڑی میں سوار ہوکر اپنی فوج کے مقدمۃ الجیش کے لشکر سے جا ملا۔

شاہ قادش اور امیر محجدون لڑتے بھڑتے شہر بیناہ تک پہونچ گئے شہر والوں پر تھوتمس کا کافی رعب تھا اس لئے وہ اسکے دشمن کیلئے شہر بیناہ کے دروازے نہ کھول سکے لیکن قبیل پر سے رسیاں پھینک کر شہر میں کھینچ لیا۔

تھوتمس کو مال غنیمت میں ۹۰۲ جنگی قیدی، بے شمار مال و دولت، ان گنت گائے اور زندہ بکریاں ملیں غنیم کی فوجیں میدان کارزار میں چھوڑ کر فرار ہوگئیں اور ایکے بعد دیگرے محجدون کی طرف لوٹا اور محجدون تک اس کا محاصرہ کئے رہا۔ بالآخر شہر بیناہ کے دروازے کھولدیئے گئے شہر کے تمام امراء اگر قتار کردیئے گئے، بادشاہ شہر کی طرف سے بائیس گھوڑے، ۲۴۰ جنگی قیدی دو ہزار بھیڑیں، بیس ہزار بکریاں اور ان کے بہت سے زرہ بکتر ڈھالیں اور تھوتمس شاہ کی خدمت میں نذرانے گئیں شاہ قادش اور دیگر امراء نے اسکے سامنے سر تسلیم خم کیا، تھوتمس نے ان کے قصور معاف کردیئے اور ان کے بچوں کو تعلیم و تربیت کی غرض سے مصر لیجانے گیا۔ یہ بیان تھا اس اصل بات کی کہ وہ کیونکر اسکے خلاف سازش یا بغاوت نہ کرسکیں۔

ہم نے اوپر جو کچھ بیان کیا ہے ان آثار کی بنا پر کیا ہے قدیمہ لکھے ہوئے جن کو تھوتمس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور جن کو اسکے منشی نے پتھر پر کندہ کروایا تھا۔

تھوتمس کے مجاہدانہ کارنامے اس کے منشی نے بادشاہ کی بھی مفصل لکھے ہیں جو تھوتمس کی قبر کے پاس پہنچے ہوئے آدمی کو ملتے ہیں۔ اس کے منشی نے اس کی تاجپوشی سے لیکر اس کی وفات تک کی تمام لڑائیوں کو لکھا ہے۔ اس کے منشی کا نام تھا۔ اس نے تھوتمس کی یاد تازہ رکھنے کیلئے چار سو سال بعد تھوتمس کی قبر کے پاس ایک مسجد بنوائی تھی۔ اس کی قبر کی زیارت کرنے والے اس کے مجسمہ کے آگے دعا مانگتے تھے۔ اس کے منشی نے اس کی لڑائیوں کا حال لکھا ہ

تاریخ طیران کا ایک صفحہ

ابتر دور پرواز سے آج تک کی ہوائی ترقیات پر ایک نظر

تاریخ پرواز	پرواز کنندہ	مسافت	مدت	قسم طیارہ
۱۷ دسمبر ۱۹۰۳ء	اوریول رائیٹ	۸۵۰ فیٹ ریب سے پہلی پرواز جو ایک آلہ محرکہ کی مدد سے کی گئی۔	۱۵ سیکنڈ	رائٹ بیلون
۲۵ جولائی ۱۹۰۹ء	لوئیس بلیریو	۲۶ میل رودبار انگلستان پر ریب سے پہلی پرواز بیارکتاب ڈوور تک بذریعہ طیارہ	۳۷ منٹ	بلیریو مونو بیلون ۲۵ گھوڑوں کی طاقت رکھنے والا
۲۴ اپریل ۱۹۱۰ء	لوئیس بولہان	۱۸۳ میل لندن سے مانچسٹر تک (اتنا) پرواز میں طیارہ ایک مرتبہ اترا تھا۔ ڈیلی میل کی جانب سے ہوا بانہ کو دس ہزار پونڈ کا انعام ملا۔	۴ گھنٹہ ۱۲ منٹ	فورمن بیلون ۵۰ گھوڑوں کی طاقت رکھنے والا
جون ۱۹۱۹ء	سر جان الکاک اور سر آرتھر براؤن	۱۸۹۰ میل بحر اٹلانٹک پر نیو فاؤنڈ لینڈ سے آئرلینڈ تک پہلی مسلسل پرواز ہوا بازوں کو ڈیلی میل کی طرف سے دس ہزار پونڈ کا انعام ملا۔	۱۶ گھنٹہ ۱۲ منٹ	ویکرز بیلون
نومبر و دسمبر ۱۹۱۹ء	سر روسہ اسمتھ	۱۱۲۹۵ میل۔ انگلستان سے آسٹریلیا تک غیر مسلسل پرواز۔	۱۲۴ گھنٹہ	ویکرز بیلون
۱۹۲۳ء	امریکی ہوائی فج کمپنی	۲۷۰۰۰ میل غیر مسلسل پرواز دنیا کے اطراف	۳۳۶ گھنٹہ	ڈگلس بیلون
۱۹۲۳ء	کپتان بلیر ڈوزی	۱۲۰۰۰ میل پیرس سے ٹوکیو تک غیر مسلسل پرواز	۱۲۴ گھنٹہ	برسگیوٹ بیلون
۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۵ء	سر ایلن کوبہام	۱۷۰۰۰ میل۔ لندن سے رنگون تک آمد و رفت	۲۱۰ گھنٹہ	دی ہاف لینڈ بیلون ۴۴۰ گھوڑوں کی طاقت
۱۹۲۵ء	مارکز وی مینڈوا	۳۳۰۰۰ میل۔ روم سے ٹوکیو براہ ملبرن آمد و رفت غیر مسلسل پرواز	۳۶۰ گھنٹہ	سانوایا فلائنگ بوٹ
۱۹۲۵ء تا ۱۹۲۶ء	سر ایلن کوبہام	۱۷۰۰۰ میل انگلستان سے جنوبی آفریقہ آمد و رفت	۱۷۵ گھنٹہ	ہاف لینڈ بیلون ۴۵۰ گھوڑوں کی طاقت
۱۹۲۶ء	کمانڈنگ فرانکو	اسپین سے جنوبی امریکہ تک بحر اٹلانٹک پر سے ۱۵۰۰ میل کی پرواز	۵۹ گھنٹہ ۱۰ منٹ	ڈورنیر فلائنگ بوٹ
۹ مئی ۱۹۲۶ء	لفٹننٹ بائرڈ	۱۳۰۰۰ میل سپٹزبرگن سے قطب شمالی تک آمد و رفت	۱۵ گھنٹہ ۴۵ منٹ	فوکر مونو بیلون
اکتوبر ۱۹۲۶ء	سر ایلن کوبہام	۲۸۰۰۰ میل انگلستان سے آسٹریلیا تک آمد و رفت	۲۳۰ گھنٹہ	دی ہاف لینڈ مونو بیلون
۲۰ مارچ ۱۹۲۷ء	کپتان لینڈ برگ	۳۶۳۰ میل مسلسل پرواز	۳۱/۴ ۳۳ گھنٹہ	رین مونو بیلون ۲۲۰ گھوڑوں کی طاقت رکھنے والا
۳ تا ۴ جون ۱۹۲۷ء	کلارنس چمبرلین مع مسٹر اورلس کیچن کاطل	۳۹۲۳ میل نیویارک سے ایسیلبن (جرمنی) تک مسلسل پرواز	۴۲ ۳/۴ گھنٹہ	کولمبا مونو بیلون
۲۹ جون تا ۱ دسمبر جولائی ۱۹۲۷ء	کمانڈر بائرڈ	۳۶۰۰ میل۔ نیویارک سے فرانس تک مسلسل پرواز	۲۴ گھنٹہ	فوکر مونو بیلون (اٹلانٹک آلا سیوں)

افغانستان کی تعلیم خواتین سے دلچسپی

فری پریس ہم سروس کا ایک پیام مظہر ہے کہ روزنامہ نگار گوئر بیون کا نامہ نگار ملا شخص ہے جس کو علیا حضرت کہ معظمہ افغانستان سے ہمکلام ہونیکا شرف حاصل ہوا

ملکہ معظمہ نے نامہ نگار مذکور سے افغانی خواتین کی ترقی میں اپنی سائی کا ذکر فرمایا۔

ملکہ معظمہ فارسی میں اور شاہ فرماتی تھیں اور آپ کے بھائی شہزادی طرجمانی کرتے جاتے تھے۔ ملکہ معظمہ نے فرمایا میں اپنے ملک کی خواتین کی ترقی کیلئے ہمیشہ کوشش

سے پہلی عورت ہوں جس نے ننگ نظر ملاؤں کی مخالفت کی پروا کئے بغیر سب سے پہلے افغانستان میں مدارس نسواں کھولے ملاؤں کی سرکوبی کو اعلیحضرت شاہ امان اللہ خاں نے اپنی زبردست سیاست سے بالکل ہی بند فرمادیا۔ کامل ہیں پارکار نگ سیری جو جدید اور کنڈرگارٹن خواتین کی کوشش کی نتیجہ ہیں اور مدارس میں سوئٹ ٹرلیا

مراسلات

بخدمت گرامی جناب ڈپٹی صاحب اخبار مہر سکن

تسلیم

آپکا مضمون جس کا عنوان "لالہ لاجپت رائے کے واہمہ کی خلاقی" تھا کر داس سوامی مہاراج پر مسلمان ہونیکا شبہ ہے اور جسکی نقل اخبار مدینہ بجنور مورخہ ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ ہجری م ۹ جنوری ۱۹۲۴ء یوم چہارشنبہ میں طبع ہوئی ہے۔ اپنے پڑھا۔ مجھے اسکے دیگر تفصیلات سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں صرف اس واقعہ کے متعلق جو سری سنگر دواپاسنی یا مہاراج سا کوری ضلع احمد نگر کے ایک مرید سمجھی تھا کر داس سوامی مہاراج سے منسوب فرمایا جارہا ہے صاف کر دینا چاہتا ہوں سنگر دواپاسنی یا مہاراج ایک نہایت برگزیدہ اور ملکوتی صفات بزرگ ہیں انکی زیر دست روحانیت جیطرح تحریر سے باہر ہے انکی روحانیت اور تقدس کا یہ معمولی اثر تھا کہ آج دنیا میں جہاں تک کے نام سے مقبول دلوں خود ان کے درستوں کو حاضر خدمت ہونے کا قدیمی سے مستفیض ہوا ہزارہا مخلوص خدا معرفت کے تشنہ لب بلا لحاظ مذہب وملت دور دور مقامات سے حاضر خدمت ہوکر قدمبوس ہوتے اور معرفت کے بیش بہا رموز سنکر شاد کام ہوتے ہیں وہ معرفت اور حقیقت کے نازک اور دقیق مسائل عام فہم اور سلیس زبان میں نظائر دنیوی کے مقابل سے حل فرماتے ہیں۔ جس سے بھٹکے ہوئے بندگان خدا راہ راست پر چلکر اپنی روحانی زندگی کی گتھیوں کو سلجھاتے ہوئے تسکین قلب حاصل کرتے ہیں ہزارہا عورتے ہے کہ آج تک سری بابا مہاراج نے اپنے تئیں یا پرش یا پرمیشور (اصفاع یا تعلیم رسولی) میں خاص کر گورو کرشنا یا سہدیو مسلہ کبھی کا ذکر نہیں فرمایا یہ جائیکہ پیر خاص شخاص کی اس مسئلہ کی تعلیم و تلقین کا حکم دینا محض بے بنیاد اور غیر صحیح بیان ہے بلکہ ہی آنے جانے والے اشخاص اپنے آپ کو بالعموم انکا مرید یا معتقد (معتقد) بیان کرتے ہیں۔ لیکن آج تک کسی سری بابا مہاراج نے کسی کو اپنا مرید کیا نہ انہیں چیلا مرشد کسی کو کہنے کا شرف عطا فرمایا۔ ہری مریدی کے اصول مروجہ کے قاعدے سے کسی کو ان کا مرید کہلانا کیا حق نہیں ہے۔ ہر مذہب والا انکو اپنا مذہب والا سمجھتا ہے دنیا اور عاقبت کے سدھار کا سا کوئی بنا ہوا ہے یہاں آیا ہوا شخص پھر کسی بزرگ کے پاس بغیر تامل کا مضمنی نہیں ہوتا ان کے جائے قیام پر ہندو عیسائی مسلمان پارسی وغیرہ سب مذاہب کے اشخاص موجود ہیں روزانہ درباریہ معرفت بہتار ہتا ہے گنگا سے گنگا دل یہاں آکر سکون قلب حاصل کرتا ہے۔ ان کے ہاں مسائل تصوف کے سوا کسی مسئلہ کی بحث نہیں یا پولیٹکل کا ذکر کبھی نہیں ہوتا بلکہ اکثر معتقدین (بھگت) اور فیض صحبت حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں انکا بھی یہی مسلک ہے ایسی پاک اور متبرک ہستی کے متعلق کو ظاہر کرنے کوئی صاحب اپنے کو مرید بھی یا پولیٹکل معاملہ میں انکا فرضی مرید قرار دیں تو یقینی غلط اور بے بنیاد ہے چونکہ مجھے سری سنگر دیا بابا مہاراج کی خدمت میں بہتوں حاضر رہنے کا موقعہ ملا ہے اور وہاں کے مجمع حالات اور آنے والے اصحاب سے کما حقہ واقفیت ہے اس لئے میں نے یہ ضروری سمجھا ہے کہ ان مضامین اخبارات سے جو پبلک کو غلط فہمی ہو رہی ہے وہ رفع فرمادوں آپ کے اخبار کے ذریعہ پبلک کو اس بات سے پوری طرح خبردار کر دیا جائے کہ انکا کوئی مرید نہیں ہے اگر ان کے حکم اپنا کسی سے کوئی اسطرح پر چلا کرے تو وہ اپنی ذاتی شرارت کی خاطر ایسا کرتا ہے نہ یہ عمل انکی ہدایت یا نصیحت کے برابر خلاف ہے آپ نے جن مریدوں کے جو نام تحریر فرمائے ہیں وہ بالکل نئے ہیں اور آج تک کبھی سننے میں نہیں آئے براہ کرم سلسلہ مضمون سابقہ اسکو طبع فرما کر ایک پرچہ مرحمت فرمایا جائے تاکہ عام خیالات کی صفائی ہوجائے اور یہ غلط فہمی باقی نہ رہے۔ بوجہ اشتداد مرض طاعون اور میری شغلی کے باعث پر یہ مضمون سنکر دیر سے لکھا اور اسکا جواب میں اس وجہ سے کسی قدر اخیر ہوئی۔

سری سنگر دیا سوامی یا مہاراج ساکن ساکوری ضلع احمد نگر ہیں انکی غلط تصحیح فرمادی جائے تو کفایت کی درستی ہوسکے گی۔

شکریہ بڑا بخدمت جناب ڈپٹی صاحب اخبار مدینہ بجنور ارسال و ترقیم ہے کہ براہ کرم اس مراسلہ مضمون کو طبع فرما کر بھیجدیا جائے۔

شکشت بخدمت جناب ڈپٹی صاحبان اخبار صحیفہ و مشیر رکن و مہر رکن و رعیت و نظام گزٹ حیدرآباد دکن

مرسل و نگارش ہے کہ براہ کرم آپ بھی براہ ہمدردی اس کو طبع فرما کر یہاں کی پبلک کو آگاہ اور مطلع فرمائیں تاکہ اس غلط فہمی سے کوئی احتمال نقصان باقی نہ رہے۔ امید کہ بعد طبع ایک ایک پرچہ بغرض آگاہی مرحمت فرمایا جائے گا۔ فقط

بھوانی پرشاد وغیرہ سالرائیں کی صدا
دیوڑھی بستی راجہ فتحی علم حیدرآباد دکن

دنیا میں ہوائی جہازوں کے اعداد و شمار

تازہ ترین سرکاری اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تمام دنیا میں کل ۱۷۰۰۰ ہوائی جہازیں ان میں سے ۴۰۰۰ انگلی جہاز ہیں ۱۵۰۰ استعمال ہیں ۱۵۰۰ لوگوں کے ذاتی ہیں جنگی جہازوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سلطنت	ہوائی جہاز	سلطنت	ہوائی جہاز
فرانس	۲۵۶۰	ولایات متحدہ امریکہ	۱۲۴۰
برطانیہ	۱۵۴۰	اٹلی	۱۰۰۰
روس	۷۰۰	اسپین	۶۰۰
جاپان	۵۰۰	زیکوسلاویہ	۴۵۰
بلجیم	۲۳۰	برازیل	۲۳۰
رومانیہ	۱۸۰	ترکی	۱۵۰
سوئزرلینڈ	۱۴۰	پرتگال	۱۲۰
ہالینڈ	۱۳۰	سوئڈن	۱۰۰
چین	۱۰۰	ناروے	۸۰
فنلینڈ	۷۰	ڈنمارک	۵۰
یونان	۵۰	یوگوسلاویہ	۵۰
لوتھینیا	۵۰	ارجنٹائن	۵۰
پیرو	۵۰	چلی	۵۰
استھونیا	۳۰	افغانستان	۱۰
البانیہ	۱۰	ایران	۱۰

لطیفہ ایک شخص کا مکان نصف تیار ہو چکا تھا اور تعمیر جاری تھی اس نے ٹھیکہ دار کے منتظم سے کہا۔

دیکھو میں یہ کہنے یہاں آیا ہوں کہ مکان کے تیار ہونے سے پہلے میری شادی قرار پا گئی ہے۔

منتظم نے مطلب کو پا کر کہا آپ کچھ فکر نہ کریں ہم جتنی دیر چاہیں تعمیر میں ڈھیل ڈال سکتے ہیں۔

مختلف خبریں

لارڈ ہیڈلے

انگلستان کے مشہور آفاق مسلمان لارڈ ہیڈلے نے اپنی آمد سے حیدرآباد کو بھی مسرور کیا۔ آپ نے یہاں ایک نہایت عمدہ تقریر "اسلام کی امن پسندی" پر کی۔ جس کا ترجمہ اس نمبر میں درج ہے۔ اس تقریر کو سننے کے لئے صدر آباد کی اعلیٰ ترین ہستی یعنے اعلیحضرت میر عثمان علیخاں بہادر سے لیکر تقریباً ہر طبقہ اور خیال کا آدمی موجود تھا۔ اسی جلسے میں مسجد لندن کے لئے چندہ ہوا جس میں اعلیحضرت سبذگاں نے پانچ لاکھ روپیہ عطا فرمائے۔

بہادر شاہ کی قبر

مسٹر ایرانیم ہارون جعفر ہز اکسلنسی وائسرائے سے ایک ایسے مسئلہ پر جس سے رنگون کے مسلمانوں میں بے چینی پیدا ہو گئی ہے۔ ہز اکسلنسی کی ہمدردی حاصل کرنے کی غرض سے ملنے کا ارادہ رکھتے ہیں سر ایرانیم جعفر جنکے وہ سیکرٹری تحفظ قانون کمیٹی کے سکریٹری ہیں ۱۰ یا ۱۱ ممبران کے چند با اثر مسلمانوں نے ملاقات کی اور بہادر شاہ کی قبر کی خبر لیجانے بخش حالت کی جانب انہیں متوجہ کیا بہادر شاہ کو ۱۸۶۲ء میں ہندوستانی غدر کے بعد حکومت کے قیدی کی حیثیت سے رنگون بھیجا گیا تھا۔ وہیں ان کا انتقال بھی ہو گیا۔ کمشنر صاحب میں ایک بنگلے کے کمپونڈ میں انکی قبر واقع ہے۔ یہ بنگلہ ایک عورت مسز وان کی ملکیت ہے مالکہ مکان کا یہ عوی ہے کہ قبر کی زمین بھی اسی کی ملکیت ہے اور وہ مسلمانوں کو عام طور پر وہاں جانے کی اجازت دینے سے انکار کرتی رہی تا آنکہ عدالت العالیہ رنگون نے مرحوم شاہ دہلی کے خاندان کے اراکین کے متعلق حکم نافذ کر دیا۔ عدالت ہائے تحت تا حال اس مسئلہ کی جانب متوجہ ہیں اور غالباً اس مسئلہ کو ابھی آگے بڑھایا جائیگا۔ سر ایرانیم ہز اکسلنسی گورنر بہار سے ملاقات اور اس مسئلہ کو ان کے گوشگذار کرنے والے ہیں انہیں توقع ہے کہ مرحوم شاہ دہلی کے خاندان کے اراکین کے لئے معاش کا مناسب انتظام کرانے کے متعلق ہز اکسلنسی وائسرائے کی ہمدردی بھی انہیں حاصل ہو جائیگی

فیلڈ مارشل ہیگ

زمانہ جنگ عظیم میں کون شخص تھا جس نے ارشل ہیگ کا نام نہ سنا ہو۔ افسوس ہے کہ اس عظیم الشان سپاہی نے اس سال ۳ جنوری کو وفات پائی۔

لندن میں جمعہ کو ارل ہیگ کی نماز جنازہ کے وقت اثر خیز مناظر پیش نظر ہو گئے۔

وسٹ منسٹر ایبے میں جو نماز ہوئی وہ مختصر اور سادہ لیکن بہت پر شکوہ تھی۔ اس میں شاہی نمائندے شریک تھے جن میں شہزادہ ویلز اور سر رآورڈ مدبرین قوم کی فوجوں کے اعلیٰ افسر اور ممالک غیر کے نمائندے بھی شامل تھے۔ نماز جنازہ کے بعد ڈرسبرگ ایبے میں سپرد خاک کرنے کے لئے اسکاٹلینڈ کو لیجانے کی غرض سے جنازہ کو ہ اڑلو اسٹیشن لیجایا گیا۔ تدفین سہ شنبہ کو عمل میں آئے گی آدھی رات کو جب جنازہ ایڈنبرا پہنچا تو یہ منظر بہت ہی اثر خیز تھا۔ کلیسا کے گھنٹے بج رہے تھے اور ہزاروں تماشائی اس سپاہی کا آخری مرتبہ احترام کرنے کی غرض سے جمع ہوئے تھے۔

جنازہ کو سینٹ گائلز کیتھیڈرل میں رکھا گیا ہے جہاں وہ سہ شنبہ تک رہے گا اور خاکی طور پر نماز ادا کر کے بعد اس کو تدفین کیلئے لیجایا جائے گا۔

عساکر برطانیہ کی قومی مجلس تنقیدی نے ارل ہیگ کی جگہ لارڈ ملنر کے آگے صدر افواج کا عہدہ پیش کیا ہے۔

پارلیمنٹ نارویے نے (۶۶) ووٹ کی موافقت اور (۲۳) کی مخالفت سے حکومت کے خلاف تحریک ملامت منظور کر لی بنا بر اں حکومت ۱۰ اہ حال کو مستعفی ہو جائے گی۔

مصر میں ایک نئی یونیورسٹی کا افتتاح

شاہ فواد غرا سیں نئی مصری یونیورسٹی کا افتتاح فرمانے والے ہیں جس کا رقبہ جس میں اقامتی علاقے بھی شامل ہیں تقریباً ۱۹۰ ایکر ہو گا۔

انڈین نیشنل پارٹی توڑ دی گئی

سمجھا جاتا ہے کہ ساری جماعتوں کے جلسہ کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ ۱۹۲۶ء میں جو انڈین نیشنل پارٹی قائم کی گئی تھی اسکو اسکی کونسل نے یکم فروری کو توڑ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

روس اور افغانستان میں ہوائی آمد و رفت

فری پریس بیورو سروس کا ایک پیام مظہر ہے کہ روس اور افغانستان کے درمیان باقاعدہ ہوائی آمد و رفت کا انتظام عمل میں آرہا ہے اسطرح ہوائی جہاز دوران پرواز میں یورپ کو عبور کرتے کوہ ہندوکش پر (۱۲) ہزار فٹ بلندی سے جانا ہوگا ہوائی جہاز کابل میں ٹھہر کر وہاں سے سامانوں کو بہ کرایہ فی کس (۲۵) پونڈ لیجائیں گے۔

ملکہ افغانستان کی خواتین کی تعلیم سے دلچسپی

روزنامہ شکاگو ٹریبیون کا نامہ نگار ایک ایسا شخص ہے جس کو علیا حضرت ملکہ معظمہ افغانستان سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ملکہ معظمہ نے نامہ نگار مذکور سے افغانی خواتین کی ترقی میں اپنی مساعی کا ذکر فرمایا۔

ملکہ معظمہ فارسی میں ارشاد فرماتی تھیں۔ اور آپ کے بھائی شہزادہ طرزی ترجمانی کرتے جاتے تھے ملکہ معظمہ نے فرمایا "میں اپنے ملک کی خواتین کی ترقی کے لئے سعی کرنے میں سب سے پہلی عورت ہوں۔ میں نے تنگ نظر ملاؤں کی مخالفت کی پروا نہ کی۔ بتدریج پہلے افغانستان میں مدارس نسواں کھولے ہیں۔ ملاؤں کی شورش کو اعلیحضرت شاہ امان اللہ خان نے اپنی زبردست ریاست دانی سے فرو فرما دیا۔ کابل میں یادگار سنگ مرمری جدوجہد اور آزادی خواتین کی کشمکش کی زندہ جاوید شہادت ہے ان مدارس میں اسوقت (۸۰۰) لڑکیاں زیر تعلیم ہیں۔

روپیہ گننے والی برقی مشین

سلیوں کے سرکاری خزانہ میں چونکہ لین دین کا کام بہت بڑھ گیا ہے اس لئے ایک الکٹرک مشین لائی گئی ہے جو بڑی تیزی کے ساتھ روپیہ گنتی ہے غالباً یہ کل خزانہ کیلئے بہت مفید ثابت ہوگی۔

لوکل بنکوں کا عام قاعدہ ہے کہ وقتاً فوقتاً (۲۵) یا پچاس پچاس ہزار روپیہ بھیجا کرتے ہیں جن کا شمار کرنا عملداروں کو بڑی تکلیف دیتا ہے۔

کتب خانہ تجارتی سید عبدالقادر بکسلر و پبلشر مالک اعظم سٹیم پریس حیدرآباد دکن

قرآن شریف اس میں پانچ نسخہ چھپے ہیں۔ دو فارسی تین اردو اور ایک مانیہ قلمی ہے اصل سے مقابلہ کرکے شائع کیا گیا ہے ..... روپیہ

اردو اٹلس ریگمیں ملک سرکار عالی و جس میں ضلع واری نقشہ جات بیع حالات و نقشہ جات پائیگاہ وغیرہ بہترین اور نایاب جدید اٹلس قیمت ..... عالی ..... روپیہ

خلاصۃ جغرافیہ عالم سوالات و جوابات یہ کلیشن چاہ سو فتانیہ پر مرتبہ مولوی محمد علی صاحب ناظر تعلیمات قیمت عالی ..... روپیہ

سلیس جغرافیہ دکن برائے مدارس تحت نصاب قیمت ۴ مرتبہ مولوی سید شرف الدین صاحب قادری بی۔ اے

جدید تاریخ ہند برائے مڈل و متوسط بلکہ قیمت مجلد ۴ مرتبہ صاحب قادری بی۔ اے

جدید جغرافیہ دنیا برائے ..... قیمت مجلد ۴ مرتبہ مولوی سید عبدالقادر صاحب

صنمخانۂ عشق مینی دیوان امیر مینائی قیمت ..... عالی

مطبوعہ جلبرٹ فارمس سرفتہ کے کارآمد جملہ مامسرشتہ نظامات اور محکمہ جات عدالت و کو توالی وغیرہ وغیرہ کے تیار کردہ جن کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کیجاتی ہے۔ آرڈر پر سو سو فارم طبع کرکے ارجنٹ تعمیل کیجاتی ہے۔

فتاوی عثمانیہ سلیس اردو زبان میں کتب معتبرہ فقہ سے جمع کیا گیا ہے کے لئے بے حد مفید ہے کاغذ چکنا چھپائی نفیس ہے۔ مولوی جناب مولانا محمد ظہیر الحق صاحب افضل پریذیڈنسی وکیل قیمت اصلی (۴ حصے) ربع عالی (۴ حصہ) علاوہ محصول ڈاک۔ بہت کم نسخے رہ گئے ہیں جلد طلب فرمائیے۔

مجموعہ خطب حرمین الشریفین مع ترجمہ اردو جس میں سال تمام خطب علمی ترجمہ خود قیمت عہ ۴

خطب جدید ترجمہ ..... قیمت ۴

خطب مبتدی ترجمہ ..... قیمت ۴

فصل الانبیاء اردو مکمل مجلد ..... عالی ۴

ترتیب الصلوٰۃ مع اردو ترجمہ۔ قیمت ۶

علم الکلام مسلمانوں کے علم کلام کی تاریخ اس کی عہد بعہد کی ترقیاں اور علما و متکلمین کے نظریات اور مسائل طبع چہارم تکمیل دیا ہیں۔ قیمت ..... عالی

ڈائری ۔ اعلیٰ جلد اصلی قیمت ..... عہ ۴ روپیہ

" مجلد پارچہ " قیمت ..... عہ ..... روپیہ ۴

" خوبصورت " قیمت ..... عہ ۴ ..... ۴

" پارچہ " قیمت ..... عہ ۴

نوٹس آن اسلام زبان انگریزی۔ اسلام کے متعلق بہترین تحقیقات عربی جس کی شرح انگریزی میں کی گئی ہے مصنفہ عالیجناب خان بہادر حاجی خواجہ محمد حسین صاحب جس کو عالیجناب مولانا احمد حسین صاحب کے سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ بس۔ آئی (نواب امین جنگ بہادر) نے مختصراً نہایت عمدہ اور سلیس انگریزی میں کیا ہے۔ قیمت ..... عہ

گنجینۂ ہدایت اس کا ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم اور مصنف علیہ الرحمۃ نے اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اردو ترجمہ والے حضرات اس کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں

کیمیائے سعادت کتاب حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی لاجواب تصنیف ہے کاغذ عمدہ اس کے صفحات (۸۵۲) قیمت ..... روپیہ

ارمغان سلطانی والمعروف بہ سیرت گنبد گیر شریف تاریخی واقعات گنبد گیر شریف کا ایک سماں فوٹو ہے جو تیرہ صفحوں پر مشتمل ہے۔ پہلے صفحہ میں شہر گنبد گیر شریف کے موجودہ حالات درج ہیں۔ دوسرے میں زبدۃ العارفین حضرت مخدوم شہباز ولی پوش گیسو دراز محمد حسینی الحسینی خواجہ بندہ نواز قدس سرہ العزیز کے حالات درج ہیں۔ تیسرے میں تمام مشائخ عظام کرام کی فیاض زندگی اور ان کی سوانح عمری جو مختلف مستند و معتبر کتب سے اخذ کرکے مسلسل طور پر لکھے گئے ہیں۔ تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ کے مفصل حالات درج ہیں مولوی محمد سلطان صاحب نے نہایت سلیس اردو میں لکھا ہے۔ کاغذ اور چھپائی عمدہ قیمت (۸ آنہ) سکہ عثمانیہ علاوہ محصول پڑتا ہے

نرخنامہ مطبع اشتہارات نظام گزٹ حیدرآباد دکن

مقدار	عام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایک اشاعت
ایک صفحہ	۱۲۰	۶۰	۳۰	۱۰	۲
نصف صفحہ	۶۰	۳۰	۱۵	۵	۱
ربع صفحہ	۳۰	۱۵	۸	۳	۱
ایک کالم	۱۵	۸	۴	۱	۰
نصف کالم	۸	۴	۲	۱	۰
ربع کالم	۴	۲	۱	۰	۰

اشتہارات کے نرخ میں اخبار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ کیا جائیگا

کتب خانہ تجارتی سید عبدالرزاق تاجر کتب اینڈ پبلشر و مالک رزاقی شین بلڈنگ حیدرآباد دکن

تصانیف مولانا محمد شمس الدین صاحب مصنف

حکومت آصفیہ و برکات عثمانی جس میں حکومت آصفی کے عدیم النظیر واقعات اور دور عثمانی کے جملہ ترقیات کو نثر و نظم میں بڑی خوبی سے جمع کیا گیا ہے ..... قیمت ۴ر

شمس کاشانۂ قوم کے اقبال کی سوہنی مورت، اور اس کے ادبار کی ہونی کا سراسر عبرت غرض حالات قوم کا اصلی فوٹو ہے قیمت ۱۲ر

بیوہ کی کہانی بیوہ کی زبانی ایک پر تاثیر۔ دل گداز۔ قابل رونظم حذبات کا آئینہ ہے۔ درد و غم۔ رنج و مصیبت کا گنجینہ ہے۔ مگر نہیں کہ اس کو پڑھنے کے بعد کوئی آنسو نہ بہائے قیمت ۴ر

مثنوی تکمیل اسلام اس میں توحید باری حق تعالیٰ و انبیات رسالت کے ایسے زبردست رسائل بیان کئے گئے ہیں جو بڑے بڑے مستند کتابوں میں بھی نہیں مل سکتے قیمت ۸ر

نوٹس آن اسلام انگریزی یہ ایک نہایت معتبر و مستند کتاب ہے۔ آئی۔ ای۔ ایس۔ (آئی۔ ای) الخاطب نواب امین جنگ بہادر نے نہایت قابلیت اور تحقیق سے تالیف فرمایا ہے۔ اس میں اسلام اور اس کے عقاید کی حقانیت کو فلسفانہ و منطقیانہ ثابت کیا ہے۔ استدلال نہایت قوی اور اسلوب بیان فاضلانہ ہے۔ انتخاب طبع و دقائے اصلح سے بھی بیان کی گئی ہے۔ جو علم ارتقا کے اہم رسائل ہیں۔ اس موضوع پر پہلی اور بہترین کتاب ہے۔ جو انگریزی میں لکھی گئی ہے۔ کھائی اور چھپائی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ اور مجلد بھی ہے قیمت عہ

ماثر کرن یہ بلدہ حیدرآباد و مضافات تعلقہ کی عمارات و آثار پر نہایت بہترین کتاب ہے۔ جس میں ۷۰ تصاویر اور کتبے درج ہیں۔ اعلیٰ کاغذ نہایت دلچسپ ہیں۔ مولانا سید علی اختر نگاری آسنجاہی جیسے فاضل نے تالیف کی ..... قابل دید ہے۔ قیمت ۱۲ر

تاریخ السیاسی اس میں تاریخی واقعات کے ساتھ سیاسی معاملات کی تنقید و تحلیل کی گئی ہے۔ سابق فرمانروایان ممالک مختلفہ کے طرز حکومت و طرز تعلیم سیاسی۔ اصول فرمانروائی کے تحت وہ امور درج ہیں جو قابل دید و قابل داد ہیں۔ سیاسی نکتہ سے گورنمنٹ عثمانیہ نظام کی تعلیم کے متعلق جو مواد اس میں ہے۔ اس سے واقفیت از بس ضروری ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب ہر صاحب معلومات کا ذخیرہ ہے قیمت ..... عہ

براؤننگ از مولوی سید قاری احمد صاحب ام۔ اے۔ متاہیر علم مدراس کے اچھے ہونے کی یہ دلیل ہے۔ (ہز اکسلنسی مہاراجہ صدر اعظم بہادر) اس کو میں دیکھ کر بہت محظوظ ہوا۔ کیونکہ انہوں نے ایک ایسا کام انجام دیا جو نہایت دشوار تھا بادی النظر میں تقریظ حال معلوم ہوتا تھا۔ اور جز اس کے خوبی سے کیا ہے۔ جس سے اصل نظم کی لطافت اور اس کے طریقے کی بخوبی بخوبی ظاہر ہو جاتی ہیں۔ بجائے خود اردو نثر کا اچھا نمونہ ہے (نواب مہدی یار جنگ بہادر) نہایت سلیس اور با محاورہ اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ کی فصاحت اور بلاغت و اسلوب بیان کی خوبی اس کے علاوہ ہے (حیدر یار جنگ بہادر) قیمت (عہ)

سیرۃ النبی

حصہ اول جس میں از ولادت تا ختم سلسلہ غزوات معہ مقدمہ مشتمل بر نقد فن سیر و تاریخ عرب قبل بعثت ضخامت (۵۵۹) کاغذ قسم دوم مجلد تقطیع خورد قیمت ۱۲ر

حصہ دوم از ۹ھ ہجری۔ اقامت امن۔ تاسیس خلافت۔ انتظامات مذہبی۔ تکمیل شریعت۔ حجۃ الوداع۔ وفات شمائل اخلاق و عادات کی تفصیل اور ازواج و اولاد و مطہرہ کا مختصر تذکرہ ہے۔ تقطیع خورد صفحے (۴۳۸) کاغذ قسم دوم قیمت مجلد (۱۴ر)

حصہ سوم جس کے مقدمہ میں معجزہ کی حقیقت اور اس کے امکان و وقوع پر فلسفہ قدیم۔ علم کلام۔ فلسفہ جدید اور قرآن مجید کے نقطۂ نظر سے مبسوط بحث و تبصرہ ہوں اس کے بعد خصائص نبوت یعنی کمالات الٰہی مع نزول ملائکہ، عالم رؤیا، معراج اور شرح صدر کا بیان ہے۔ پھر وہ آیات معجزات ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ معجزوں کی معتبر روایات کی تنقید کا باب ہے۔ اور اس کے بعد وہ بشارات نبویہ ہیں جو صحف سابقہ میں موجود ہیں۔ اور جن کے حوالے قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔ اور آخر میں خصائص محمدی کا باب ہے۔ تقطیع کلاں کاغذ قسم دوم مجلد ..... (۱۲ر)

عروس الادب ہوش بلگرامی کے انشائی۔ ادبی تاریخی۔ اور سیاسی مضامین کی تعریف تقاریظ بلند مدیر کتاب میں مولوی عبدالحق صاحب معتمد انجمن ترقی اردو اور مولوی عبدالماجد صاحب بی۔ اے (دریابادی) نے از حد فرمائے ہے۔ فی الواقع مضامین نہایت دلچسپ اور قابل دید ہیں۔ خصوصاً مضامین ادبی کھائی چھپائی کاغذ بھی نہایت عمدہ ہے عروس ادب زیور علم سے آراستہ ہونے کے علاوہ مصنف کی تصویر سے بھی مزین ہے۔ جتنی خوبیاں ہیں ان کے مقابلہ میں قیمت بہت کم ہے پہلے فی نسخہ ..... (عہ)

سفر حرمین شریفین ایک لاجواب کتاب ہے جس میں مصنف نے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور کشیر نقشہ جات نام و بیت المقدس و مسجد کے نہایت نفیس بلاک و فوٹو شامل کتاب ہیں مناہیر علماء و فضلاء نے اس کے متعلق رائیں دی ہیں ہماری بھی یہ رائے کھائی چھپائی بھی نہایت عمدہ ہے۔ اب بہت تھوڑی جلدیں باقی رہ گئی ہیں قیمت بجائے (عہ) روپیہ کے ..... عہ

نیک بی بی اس نظم کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ کس طرح ایک نیک خاتون نے اپنے بد خو شوہر کو خوش و خرم بنا دیا قیمت ..... عہ

سید عبدالقادر تاجر کتب و پبلشر نظام گزٹ نے اپنے معظم پریس واقع چارمینار حیدرآباد دکن میں طبع کر کے شائع کیا

رجسٹرسرکار آصفیہ نشان (۶۱)

نظام گزٹ

عدد ۱۵
جلد

مدیرین
سید وقار احمد ام اے
محمد حبیب اللہ رشدی ام اے

مضمون خاص
علم روح انسانی

نواب ڈاکٹر عثمان نواز جنگ بہادر
ایم - بی - ایس ایچ - بی - (ایڈنبرا)

قیمت فی پرچہ ۲ر۱ر

کتب خانہ تجارتی سید عبد القادر بکسلر و پبلشر مالک مطبع عظیم اسٹیم پریس چارمینار حیدرآباد دکن

قرآن شریف اس میں پانچ ترجمے ہیں۔ دو فارسی قدیم اور دو اور برحاشیہ تفسیر سبحی باحسن التفاسیر مجلد بہ ہدیہ اصلی ۳ رعایتی عند سکہ عثمانیہ۔

قرآن شریف مترجم بامحاورہ اردو مولانا مولوی شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی برحاشیہ تفسیر موضح القرآن جامع قلم جس کا ہر پارہ علیحدہ علیحدہ ہو سکتا ہے صفحات (۱۴۰۰) ہدیہ بلا جلد ۱۰ مجلد للعہ سکہ عثمانیہ۔

اردو اٹلس رنگین ملک سرکار عالی۔ جس میں ضلع واری نقشہ جات مع جغرافی حالات و نقشہ جات پائیگاہ وغیرہ بہترین اور نایاب جدید اٹلس..... قیمت حال..... رعایتی ۱۰

خلاصہ جغرافیہ عالم مؤلفہ مولوی سید شرف الدین صاحب مدرس اول مدرسہ آصفیہ دکن مرتبہ مولوی سید شرف الدین صاحب ایم اے ایل ایل بی جدید تاریخ ہند حصہ اول تا عہد آصف ثانی عثمانیہ قیمت عہ جدید جغرافیہ دنیا حصہ اول ۔ ۔ ۔ قیمت عہ

صنعۃ العشق یعنی دیوان امیر مینائی قیمت..... رعایتی قیمت..... عہ

مطبوعہ جستجوئے اوفارس ہر دو خ کے کار آمد مضامین رشتہ تعلیمات اور محکمہ جات عدالت کو توالی وغیرہ کے تیار ہیں جن کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کیجائیگی آرڈر پر موصولہ خلام طبع کرکے ارجنٹ تعمیل کیجاتی ہے۔

فتاوی عثمانیہ سلیس اردو زبان میں کتب معتبرہ فقہ سے جمع کیا گیا ہے جو بالخصوص وکلاء کیلئے معلومات کا گنجینہ ہے قیمت (معہ)

تمدن ہند (ہند کی بہترین بالتصویر تاریخ) ڈاکٹر لی بان کی فرنچ تصنیف کا بامحاورہ اردو میں ترجمہ مع اضافہ توضیحات و حواشی مفید جس کو مولانا مولوی سید علیہ صاحب بلگرامی مرحوم نے کیا ہے جو آج سے چند سال پہلے (۵ عہ) روپیہ میں فروخت ہوتی رہی ہے اس میں (۱۴۹) تصاویر دیدہ زیب اور (۲) دلفریب نقشہ اور تختی علاں ہے اب یہ قابل قدر اور لائق دید کتاب مجلد کی (۶ عہ) روپیہ قیمت کر دیگئی ہے علاوہ محصول ٹپہ امید کہ ناظرین کرام اس زریں موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے۔

گلوب ۱۲ انچ قطر یہ ایک مدور جو فی اسٹینڈ مہذب بنے ہوئے پیتل کے رنگ میں لگا ہوا ہے جسکے ذریعہ زمین کی حرکت روزانہ و سالانہ دونوں سمجھائی جاسکتی ہے قیمت (۵ عہ) روپیہ سکہ کلدار یا (۵ عہ) روپیہ سکہ عثمانیہ

یادگار غالب حضرت استاد مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی کے حالات انکی تمام نظم و نثر اردو فارسی کا انتخاب کرکے جناب شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے مرتب کیا ہے قیمت بجائے کلدار کے چاندی ڈالر کی۔ کلاں چرمی اصلی قیمت..... عہ رعایتی.....

" " مجلد پارچہ " " عہ ۱۴

" " طرہ دار چرمی " " عہ ۱۲

" " پارچہ " " عہ ۱۰

نوٹس آف اسلام بزبان انگریزی۔ اسلام کے متعلق بہترین تمثیلات۔ عربی جس کی شرح انگریزی میں کی گئی ہے مصنفہ عالیجناب خان بہادر حاجی خواجہ محمد حسین صاحب جسکو عالیجناب مولانا احمد حسین صاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس۔ آئی (نواب امین جنگ بہادر) نے مختصر انہایت عمدہ اور سلیس انگریزی میں کیا ہے قیمت.....

گنجینۂ مدایح اس کا ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم اور حضرت صلعم والے حضرات بھی اس کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ قیمت رعایتی للعہ سوانح عمری بھی اس کے ساتھ ہے معلومی استفادت

ارمغان سلطانی گلبرگہ شریف کا ایک سچا فوٹو ہے جو تین محصول پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں شہر گلبرگہ شریف کے موجودہ حالات درج ہیں دوسرے میں زبدۃ العارفین حضرت مخدوم شہباز ملند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی المشہور خواجہ بندہ نواز قدس سرہ العزیز نیز دیگر اولیاء کرام کی فیاض زندگی اور ان کی سوانح عمری جو مختلف مستند و معتبر کتب سے اخذ کرکے مسلسل طور پر لکھے گئے ہیں تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ مفصل حالات درج ہیں قیمت (عہ)

نرخنامہ مطبع اشتہارات نظام گزٹ چارمینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایک مرتبہ
ایک صفحہ	۱۵ عہ	۸ عہ	۴ عہ	۲ عہ	عہ
نصف صفحہ	۸ عہ	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ	۱ لے
ربع صفحہ	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ للعہ
ایک کالم	۱ عہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ ص
نصف کالم	۱ عہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ لے	۱ ے
ربع کالم	۱ عہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ ہ	۱ چ

اشتہارات کے نرخ میں اخبار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ ہوتا جائیگا

سمی بیم ہے ترازوئے کم کم کپ حیات تیری حیران ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد ۱۵ جیدر آباد دکن ۔ دوشنبہ ۱۰ رشوال ۱۳۴۶ھ - ۲ راپریل ۱۹۲۸ء - ۲۹ راردی بہشت ۱۳۳۶ف جلد

شذرات

نظام گزٹ کی اشاعت بہت تعویق میں پڑ گئی اس کا بڑا سبب گوزمانہ طاعون میں مدیرین اور مطبع کی پریشانی تھی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اب اگرچہ طاعون ختم ہو چکا ہے اور نظام گزٹ کا کلچر برابر چل رہا ہے مگر بقیہ پرچے ابھی تک تیار نہ ہو سکے۔ اس بنا پر یہ طے کیا گیا ہے کہ اب بقیہ پرچے شایع کرنا مفید نہیں ہے اور بے فائدہ بھی کیونکہ اکثر خبریں اور واقعات اب پرانے پڑ چکے ہیں اور ان کا ذکر اب چھیڑنا بے سود ہے اسلئے۔ اب ماہ رمضان کے پرچے شایع نہ ہوں گے بلکہ نظام گزٹ کو موجودہ حالت ہی میں وقت کا پابند کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ اب رہا ان بقیہ پرچوں کا معاوضہ اس کے لئے یہ طے ہوا ہے کہ ہمارے سالانہ خریدار کی میں ڈیڑھ ماہ کا اضافہ کر دیا جائے گا خواہ وہ شمارہ ہی ہوں یا سالانہ اس طرح ان کو پرچے اتنے ہی ملیں گے جتنے کہ نظام گزٹ کے برابر وقت پر شایع ہوتے رہتے۔

ہمارے ایک مضمون نگار صاحب کو سائمن کمیشن اور بٹلر کمیٹی کے متعلق ایک چٹ تشبیہ سوجھی ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"سائمن کمیشن بمنزلہ کلورو فارم ہے اور بٹلر کمیٹی گل جراحی۔ اس لئے جہ دان ملک و قوم کو چاہئے کہ بیہوش نہ ہوں اور انصاف سے کو بھی گل جراحی سے محفوظ رکھیں"

اس موقعہ پر ہمیں ڈاکٹر اقبال کے یہ فقرے یاد آتے ہیں۔

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیۂ ان الملوک لے
سلطنت اقوام غالب کی ہے ایک جادوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری
مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

گو لطف یہ ہے کہ ہمارے قومی ڈاکٹر ہمیں نے ہمارے امراض کی یہ تشخیص کی وہ خود کلورو فارم سے بے ہوش ہیں پس گل جراحی سے بچنے کی اب کیا توقع ہے؟

قتل بادلا کے مقدمہ میں یہ بات دینا کو معلوم ہو گئی کہ ممتا دجان اور سرتو کوجی ساؤ سابق مہاراجہ اندور میں ایک خاص ربط تھا۔ اور ممتا دجان بے طالبہ طور پر ہی سہی کسی زمانہ میں اندور کی مہارانی بنی رہی۔ بادلا کے قتل کے بعد یہ دونوں ع

نہیں مطلب ایک کو ایک سے یہ ادھر چلا وہ ادھر گیا

کے مطابق ایسے جدا ہوئے کہ ایک نے امرتسر کا راستہ لیا اور دوسرے نے یورپ کا۔ امرتسر میں ممتا دجان کو ایک شوہر ملا اور امریکہ میں سرتو کوجی راؤ کو ایک بیوی ملی۔ اور دونوں اپنے اپنے حال میں خوش حال عزیز کے جاتے تھے مگر حال میں یہ معلوم ہوا کہ امرتسر کا شوہر اور امریکہ کی بیوی دونوں فرضی تھے۔ اب نظرت کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ سرممتا کو اپنے شوہر سے چھڑایا تو ادھر سرتو کوجی راؤ کو اپنی بیوی سے ملایا چنانچہ ممتا کی اولاد بھی ناکرین سے فارغ حاصل کر چکی ہے ممتا کی بیٹی نے ان پر اپنے دعوی کی رقم کا دعویٰ دائر کیا تھا اور مہاراجہ کے ساجزادے نے حال میں باپ کو نصیحت کی تھی کہ مس مترسے شادی نہ کریں۔ نہیں معلوم اس قدر اصے کے بعد اب اور کتنے ایکٹ اور سین باقی ہیں۔ کیونکہ ہنوز حل متوقع حال میں اسٹیج پر نمودار ہوئی ہیں۔ اور ابھی ان کا پورا پارٹ باقی ہے۔ ہندوستان کے لئے "سائمن کمیشن کے تماشے" کے ساتھ ساتھ یہ گھر کا تماشہ بھی موجود ہے۔ وہ حزینہ (ٹریجیڈی) ہے اور یہ طربیہ (کومیڈی) اور دونوں کا ایک ہی زمانہ میں واقع ہونا گویا آغاز حشر کا شاہکار ہے۔

نظام گزٹ

ہفتہ وار

دوشنبہ - ۱۰ر شوال ۱۳۴۶ھ ہجری

بٹلر کمیٹی اور ہم

بقیہ

ڈاک خانہ دوسری قابل توجہ چیز ڈاک خانہ ہے دنیا بھر میں غالباً کوئی ایسا ملک نہیں جہاں دو مختلف ڈاک خانوں کا منفک غیر حدود اج ہو حیدرآباد میں ایک تو برطانی ہند کا ڈاک خانہ قائم ہے اور دوسرا خاص ریاست حیدرآباد کا۔ اس بات میں نہیں معلوم کیا مصلحت نظر آتی ہے کہ ایک ملک میں اس کا اپنا ڈاک خانہ موجود ہو جو ہے ایک دوسری حکومت اپنا ایک ڈاک خانہ بھی قائم رکھے۔ پیچ ما کاگر انگریزی ڈاک خانہ حیدرآباد میں اس وقت قائم کیا گیا تھا جب کہ ریاست کا ڈاک خانہ موجود نہ تھا مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ جب ریاست کا ڈاک خانہ قائم ہو گیا اور وہ اپنے انتظام اور شاخوں کے کھانڈ سے انگریزی ڈاک خانہ سے کئی گنا بڑا ہو چکا ہے تو پھر اس لایعنی مصرف کشی سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ عالی کے ڈاک خانوں کی اتنی کثیر شاخیں ہیں کہ ضبط و نگہداشت میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے انگریزی ڈاک خانے کے لئے بعض جگہ مسافروں کی مسافت سے کئی کئی پڑتی ہے اور پھر ذرا ہمارا بھی حسبت کو ملاحظہ فرمایئے۔ کہ اس کو ہمیشہ ضبط و نگہداشت رسل و رسائل میں دو مختلف اداروں کا پابند ہونا اور بیخ فائدہ اضافہ کا برداشت کرنا پڑتا ہے۔ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ جس جگہ ضلع یا پیام بھیجا جا رہا ہے وہ ریاست کے اندر واقع ہے یا باہر

ہم اس بارہ میں سرکار عالی کو خاص طور پر توجہ دلاتے ہیں کہ بلکہ کسی ہے اس معاملہ میں کیسوئی ہو جانی چاہیے۔ اور جلد سے جلد اس غیر ضروری جھگڑے کو موقوف کر دینا چاہیے۔

پیشنٹ اور جسٹری اسی سلسلے میں ایک اور اہم بات پیشنٹ اور جسٹری کو آسان کرنے کی ہے۔ یہ وہ سوال ہے جس کے ملک کے بہترین دماغوں کو سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ اگر کوئی موجد یا مصنف کوئی ایجاد کرتا ہے یا کتاب لکھتا ہے تو اس کو ریاست حیدرآباد میں رجسٹرڈ کرانے کے بعد دوبارہ برطانی ہند میں رجسٹر کرانا پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمیں اعلیٰ دماغوں کو اس معاملہ سے سابقہ پڑتا ہے لیکن دفتری کارروائیوں سے کتنی زحمت اٹھانی پڑتی ہے اور کتنا وقت ضائع کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے بہتر ہو کہ اس کمیٹی سے گفت و شنید کے ساتھ اس معاملہ کی یکسوئی ہو جائے اور حیدرآباد کا پیٹنٹ اور جسٹری تمام برطانی ہند میں بھی رائج ہو سکے۔

نظام برج
یادگار آصف جاہ ثانی

از ابوالمعارف میر لطف علی صاحب ادیب ابوالعلائی

قلعہ گولکنڈہ میں بمجملہ دوسرے قدیم عمارتوں شاہی یادگاروں کے ایک برج فقط نظام برج کے نام سے آج بھی یادگار موجود ہے اس برج پر جو کتبہ لگا ہوا ہے وہ یہ ہے۔

نقل کتبہ

چوں شد ز مکارم آصف جاہ تمام برج
تاریخ تمامت ہاتف غیب نظام الدین
در قلعداری سرفراز جنگ بہادر بہ اہتمام خدمتگاران بہادر
تمام یافت

کتبہ مذکور اس وقت جس برج پر نصب ہے وہ بین اور برجوں کی طرح کس تیرسی کے عالم میں پڑا ہوا ہے تاریخ سے ظاہر ہے کہ ۱۲ سنہ محرم الحرام ۱۱۹۶ھ کو عالیجناب نواب غفران مآب والا سلطنت حیدرآباد سے قلعہ گولکنڈہ عرف قلعہ محمد نگر میں بغرض سکونت تشریف فرما ہوئے تھے اور تخمیناً چار ماہ تک یہیں مقیم رہے اس کے بعد قلعہ کو لاس کی جانب تشریف لیگئے تھے لیکن یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور غفران مآب نے وہاں کے راجہ سے خراج لیکر جلد مراجعت فرمائی۔

اوسی سال آپ (یعنے حضرت غفران مآب) کچھ دن سفر میں گذارے اور کچھ قلعہ گولکنڈہ میں سنہ مذکور میں حضرت غفران مکاں کا یہ پانچواں سفر تھا جس میں برج مذکور تیار کروایا گیا۔

کتبہ مذکور سے ظاہر ہے کہ اس برج کی تعمیر بحکم سرکار "فتح جنگ سپہ سالار دستور دولت آصفیہ" کشور ستان مظفر الملک ارسطوئے زمانی نواب میر نظام علیخاں بہادر نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ ثانی (غفراں مآب) نواب سرفراز جنگ کی قلعداری کے زمانہ میں بمحنت نواز خاں بہادر کے اہتمام سے ہوئی اور اس کا تاریخی نام "نظام برج" رکھا گیا یہ برج ایک ایسے مقام پر واقع ہے جہاں اسوقت مطلق آبادی نہیں۔

یہ برج اوس برج کے قریب ہے جسکو سلطان عبداللہ قطب شاہ نے خاص طور پر اعلیٰ بیمانہ پر بنوایا تھا جس کا تفصیلی واقعہ ایک خاص پتھر پر کندہ ہے مگر افسوس ہے کہ حوادث زمانہ سے یہ نایاب پتھر کئی شکستہ ہو گیا ہے اس پتھر کا بالائی حصہ جس پر تقریر کندہ ہے خدا جانے کس مقام پر پڑا ہے۔

موجودہ شکستہ پتھر کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے

..... نزدیک ایں برج تا سجنق رسانید
چوں دریں جا برج گو بود نداما حکم جہاں مطاع عالم مطیع
حسرو زماں شہنشاہ و دوراں سلطان العادل ظل اللہ
ابوالمظفر ابوالمنصور ابوالغازی سلطان عبداللہ
قطب شاہ بستور وزارتی الزماں مقرب الحضرت
السلطانیہ معتمد الدولہ خانخانیہ خان زمی شان سپہ سالار
موسیٰ خان چناں شحمد یافت کہ خود دریں جا بودہ وضع
ضمیم مشغول باشد رایاں خان عالی شان شب و روز
بہ مشیاری تمام در وضع ضمیم بود نداز قضا رباعی علولہ
توپ بروجود میر میراں خاں خورد کہ در ہماں مورچہ ہلاک
گشت و بعد از فوت او بہ سی روز صلح شد و بعد از آں
محاصرہ بہ خان مشار الیہ مکمل عالی شد کہ برج عظیم دریں جا
بنا باید کرد تا ضمیم را فرصت نقب مورچہ کندن مجال نیابند
بنا بر حکم یمین الدولہ اعلیٰ ارادک زمانی برج عظیم بسی خان
موسیٰ الیہ در سال سنہ ہزار و ہفتاد و ہفت الہام رسید
و اسم معمار دصر ا چار"

ترجمہ ..... اس برج کے قریب خندق تک پہونچائے گئے۔ اگرچہ اوسوقت اس عظیم برج تھے لیکن حکم جہاں مطاع عالم مطیع، حسرو دوراں، شہنشاہ دوراں، سلطان العادل ظل اللہ ابوالمظفر ابوالمنصور ابوالغازی سلطان عبداللہ قطب شاہ بموجب رقیمہ وزارت زمانہ مقرب الحضرت السلطانیہ معتمد الدولہ خانخانیہ خان زمی شان سپہ سالار موسیٰ خاں کو اسطرح ملاکہ اس مقام پر خود مقیم رہ کر ضمیم کے حملوں کو دفع کرتے رہیں۔ چنانچہ حکم (بادشاہ) خان عالی شان نے اس جگہ مقیم رہ کر نہایت مستعدی کے ساتھ ضمیم کے حملوں کو دفع کرتے رہے لیکن بمقتضائے اجل ایک توپ کا گولہ میر میراں خاں خورد کو لگا جس کے صدمہ سے خان مذکور کا انتقال ہو گیا۔ خان مذکور اوسوقت اس برج پر سر سپہ سالار تھے ان کے انتقال کے بیس دن بعد صلح ہو گئی اور محاصرہ برخاست ہو گیا اور خان مشار الیہ (یعنے موسیٰ خاں سپہ سالار) کو حکم عالی سرفراز ہوا کہ اس جگہ ایک بہت بڑا برج بنوایا جائے تاکہ ضمیم مورچہ میں نقب زنی کی جرأت نہ کر سکے چنانچہ

بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ کالم ۳

علم روح انسانی

از

نواب ڈاکٹر عثمان نواز جنگ بہادر۔ ام۔ بی۔ ہی ایچ۔ بی (ایڈنبرا) اسول سرجن اوکاز زبلڈ اندون ہیرن

(ذیل کے مضمون میں نواب ڈاکٹر عثمان نواز جنگ بہادر نے اس قدیم مباحثہ پر قلم اٹھایا ہے جس نے افلاطون اور ارسطو کے زمانہ سے آج تک فلسفیوں کے دو مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے یعنی مادہ اور روح کا جھگڑا۔ فلسفہ کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ مبدء عالم روح ہے یا مادہ۔ افلاطون روح کو مبدء کائنات سمجھتا تھا اور اس کا شاگرد ارسطو مادے کو اگرچہ اس زمانہ میں روح و مادہ کے وہ معنی نہیں لیے جاتے جو آج لیے جاتے ہیں مگر کم و بیش مطلب یہی تھا۔ ان دو نوں فلسفیوں کے بعد ہر فلسفی یا تو افلاطون کا ہم خیال ہوتا تھا یا ارسطو کا مگر بہ حیثیت مجموعی یورپ کے اکثر حکماء کا رجحان مادہ کی طرف رہا۔ قرون وسطیٰ میں عیسائی مذہب نے زور پکڑا اصلیت میں خدا اور روح کا ماننا جزو لازمی ہے۔ اس لئے اس زمانہ کے مفکرین نے جو مذہب کے پیرو تھے روح اور مادہ دونوں کے قائل تھے۔ قرون وسطیٰ کے بعد عہد جدید میں مادیت کا شدید مذہب ہوا۔ سائنس کی ترقی کی وجہ مادیت کا نظریہ تمام یورپ پر چھا گیا۔ مگر حال ہی میں اکثر فلسفہ کا رجحان پھر روحانیت کی طرف ہو گیا ہے۔ اور اکثروں نے ان جھگڑوں سے تنگ آکر لاادریہ مسلک کی بنا ڈالی ہے اس مضمون میں نواب صاحب نے بعض جگہ خالص نفسیاتی اصطلاحوں کو اس الہیاتی بحث میں استعمال فرمایا ہے۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو غلط مبحث کا شبہ ہو مگر یہ کلیتہً نواب صاحب کے اپنے سوچے ہوئے خیالات ہیں جو کسی فلسفی سے عاریتاً نہیں لئے گئے۔)

نظام گزٹ

علم روح انسانی ایک ایسا علم ہے جس کے متعدد نام۔ ذہن، فہم۔ ادراک۔ دماغ اور دل وغیرہ ہیں در اصل یہ سب ایک ہی شے ہیں اور ان سب کے معنی ایک ہیں۔ اگر مجھ کو اختیار ہے تو لفظ دماغ اور دل پر ہے یہ اس لئے کہ لفظ دماغ یا دل سے فوراً خیال مادی چیز یعنے جسم انسانی کی طرف رجوع ہو جاتا ہے اور عالم ارواح کا خیال کوسوں دور جا پڑتا ہے۔ میری رائے میں علم روح انسانی جیسا کہ خود اس کے نام سے ظاہر ہے صرف ارواح سے تعلق رکھتا ہے۔

گو آج جسم اس کا جزو لاینفک ہے مگر کہاں تک اور کس حد تک اسکی صراحت میں آئندہ کروں گا۔ ذہن فہم۔ ادراک۔ یہ الفاظ ایسے ہیں جن سے کسی مادی چیز کا خیال نہیں آتا۔ جیسا کہ دماغ یا دل کے سننے سے فوراً جسم کا خیال آجاتا ہے۔ بس فہم یا ادراک کی یوں تعریف یا تصریح ہو سکتی ہے کہ ادراک وہ علم ہے جس سے ہم خیال و فکر کرنے کی قابل ذہن ہے اسی قوت سے ہم ایک چیز کو دوسری چیز پر ترجیح دیسکتے ہیں۔ پسند کر سکتے ہیں۔ انتخاب کر سکتے ہیں۔ اسی کو اعتقاد کہتے ہیں۔ یہی ایمان ہے۔ یہی منصوبہ تجویز مطلب مقصد و مدعا ہے۔ یہی خیال وہم قیاس گمان اور جوش ہے یہی وقت ہے وقت مرتع۔ یہ قطع اپنا اثر دکھاتا ہے اسی کو مزاج طبیعت اور عادت بھی کہا جا سکتا ہے یہی حاکمیت یہی حکومت یہی عالم خیال ہے یہی روح انسانی ہے مختصر بالاسی کی تعریف کی جا سکتی ہے اور توضیح سے کام لیا جا سکتا ہے تاکہ تعلیمین کی سمجھ میں یہ مطلب آسانی آجائے تصریح بالا میں جتنے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں مطلب ان سب کا ایک ہی ہے۔ یعنے ادراک یا ذہن۔ لفظ طبیعت کو لیجئے کیا اس لفظ کے سننے سے جسم انسانی کا خیال آتا ہے۔ نہیں۔ حالانکہ طبیعت جسم انسانی سے تعلق رکھتی ہے۔ مگر اس کو ہڈی گوشت۔ پوست سے کوئی نسبت نہیں۔ بالفاظ دیگر طبیعت کوئی مادی چیز نہیں ہے یعنے ایسی چیز نہیں ہے جو کہ شکل جثہ۔ صورت۔ یا وزن رکھتی ہو یا جو کسی جگہ پر رکھی جا سکے۔ اگر یہ سب باتیں نہ ہوں تو اور ان کا ماننا لازمی ہے تو یہ ثابت ہو گا کہ طبیعت مادہ نہیں۔ بلکہ کوئی اور شے ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ کیا شے ہو سکتی ہے؟ یہ وہی شے ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں یعنے ذہن یہ وہ قوت لاانتہا ہے جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات قرار دیا گیا۔ یہ وہ شے ہو سکتی ہے جو تمام اعضائے انسانی کو کام کر سکتے ہیں۔ مثلاً دیکھنا سننا اور محسوس کرنا وغیرہ یہ قوتیں رگوں کے ذریعے دماغ کو خبر دار کرتی ہیں۔ اور ہر ایک حصہ دماغ بلا قلت بلا کم و کاست فوراً کام کرنے لگتا ہے اور ہم دیکھنے سننے لگتے ہیں۔ اگر کوئی اچھی چیز یا خوشگوار منظر ہمارے سامنے آئے تو ہم کو خوشی ہوتی ہے اور اگر بھیانک ہو تو خوف و اندوہ معلوم ہوتا ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ذہن کوئی علیحدہ شے ہے یا صرف رگوں اور دماغ ہی کا کرشمہ ہے۔ کیوں کہ اگر دماغ اور رگیں نہ ہوں تو نہ ہم دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔ نہ جسم انسانی کسی چیز کو محسوس کر سکتا ہے اسی لئے بعض مشہور مغز خور غلطی کرنے والوں کا یہ خیال ہے کہ ذہن کوئی چیز ہی نہیں۔ .... صرف رگیں اور دماغ ہی دماغ ہے اور یہ خیال بھی ہے کہ سب سے پہلی حیات یعنے حیات نباتی ہے جس کو سائنس تک علمی زبان میں امیبا کہتے ہیں لکھوکھا برسوں کے گزر جانے کے بعد کئی شکل پیدا ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت انسان کی شکل تک وہ آگئی اور درمیانی اشکال یعنے حیوانی صورتیں جو کہ گزر گئیں فقرہ فقرہ اپنی شکلیں بدلتی گئیں اور اپنے اطراف و اکناف کے اثرات کی جیتی جاگتی دنیا بنا ہوتے گئے مستحیل نہ ہو کر مفقود اور نیست نابود ہو گئیں اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان اپنی لوشن یعنے ارتقا کا نمونہ ہے اور اب جو ہیئت۔ صورت۔ ہماری ہے وہ قرب و جوار کی آب و ہوا اور ماحول و اطراف و اکناف کی وجہ سے ہے اگر ہم اس سلسلہ پر اس اصل کو صحیح مان لیں تو البتہ ذہن یا روح کوئی شے نہیں ہو سکتی اور مجبوراً رگیں دماغ اور عندہ وغیرہ کو مان لینا پڑے گا اور مسئلہ طے ہو جائے گا۔ سب سے بڑی مشکل جس کا ہمیں سامنا کرنا ہے وہ یہ ہے کہ علم روح انسانی مسئلہ دوسرے علوم منطق کیمیا وغیرہ کے اصل حقیقت نہیں بتاتا۔ مثلاً اگر یوں کہیں۔ کہ دو حصے ہیڈروجن گیس کے اور ایک حصہ آکسیجن گیس کا ملایا جائے تو نتیجہ یقینی۔ پانی ہو گا۔ تو یہ بات خود ہماری سمجھ میں آجاتی ہے اسی طرح ہر علم سائنس ہمیشہ ثابت شدہ ہے مگر علم روح انسانی صرف قیاس ہی قیاس ہے کوئی ایک ایسا قاعدہ یا مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کو بغیر حجت کے مان لیا جائے۔ گویا یہ علم ابھی تک علم سائنس کی حد تک نہیں پہونچا اور ہم ابھی تک اسکی عجیب و غریب حقیقت کو سمجھے ہی نہیں بلکہ جس طرح پرانے زمانہ میں علمائے وقت ستاروں کو دیکھا کرتے تھے یا جیسا چند سال پیشتر ہوائی جہاز کا خیال بھی نہ آتا تھا ہم سب کو تعجب ہوتا تھا اسی طرح آج کل علم روحانی کا جب ذکر آتا ہے تو ہم دریائے حیرت میں غرق

ہو جاتے ہیں اور نتیجہ کو نہیں پہونچتے بلکہ روح کو جسم اور جسم کو روح خیال کرنے لگتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ بیشک ظاہری آلہ جسم ہو۔ روح اپنی حقیقت بتا نہیں سکتی مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ روح یا ذہن جسم انسانی ہے۔ یا مثل رگوں کے بدن کا ایک جزو ہے میری رائے میں یہ ایک چیز نا کل جدا گانہ ہے کیا ایک مردہ انسان ——— کے بدن میں دہی دماغ اور وہی رگیں موجود نہیں جو اس کی زندگی میں اپنا پورا کام کرتی تھیں۔ مگر ایک شے کے کم ہو جانے سے جس کو ہم روح کہتے ہیں۔ وہی جسم وہی آلہ کار نہیں کر سکتا نہ ایسے جسم کو سردی لگتی ہے نہ یہ کوئی درد محسوس کر سکتا ہے۔ حالانکہ ابھی وہی رگ وریشے اور وہی خون بدن میں موجود ہے۔ رگیں سڑی گلی نہیں ہیں۔

گر روح زبان جو بول سکتی تھی اب ہمیشہ کیلئے کہ سے کہ اس نئے خالی میں اپنے جوہر نہیں کھلا سکتی آخر وہ کیا چیز تھی اور وہ کیا چیز ہے جس کے کم ہو جانے سے یا یوں کہئے جس کے جدا ہو جانے سے انسان انسان ہی نہیں رہتا۔ جو دیکھے سنے یا بات کرے۔ آخر وہ کس شے تھی اور وہ کیا شے ہے حالانکہ مردہ جسم کے رگ ریشے دماغ اور پٹھے ابھی ضرب نہیں۔ مگر اس کے مفلوج ہو جانیکی وجہ سے یہ بدن جو متحرک رہتا تھا اب کیوں حرکت نہیں کر سکتا۔ اسمیں اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ روح کوئی اور شے ہے یا یوں کہئے کہ ادراک بغیر مادی دماغ کے اپنے جوہر نہیں دکھا سکتا ان سب کا متعلق جسم سے ہے مگر اسی قدر کہ وہ اپنا جوہر دکھائیں۔ مگر یہ مادی چیز نہیں۔ تاہم دونوں میں تعلق ضرور ہے مثلاً رگوں کے ذریعہ درد کا پاؤں کے انگوٹھے میں ہونا مادی دماغ تک پہونچنا تو اس کی خبر روح کو ہوئی۔ یہ خبر روح کو جو ملی تمام جسم اس ایک عضو میں درد ہونے سے ہمیں پہونچا تو معلوم ہوا کہ مادی دماغ سے جدا کوئی شے ہے جس کے حکم سے تمام بدن انسانی رگوں اور پٹھوں کے ذریعہ کام کرتا ہے۔ اسی کو ہم ذہن۔ ادراک یا فہم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اسی کو روح بھی کہتے ہیں مگر ہم اپنی عادت سے مجبور ہیں جب کبھی دل یا دماغ کا لفظ سننے میں آتا ہے فوراً مادی شے کیطرف خیال دوڑ جاتا ہے اور ذہن کو بھی مادی چیز خیال کرنے لگتے ہیں صرف اس لئے کہ وہ مادہ کو متحرک کرتا ہے سمجھ۔ خیال عقل حیوانی طبیعت۔ نفس یا محرک طبعی ان الفاظ سے صرف اپنا مطلب بیان کرنا اور سمجھ لینا مقصود ہے۔ در اصل ان کا کوئی وجود جسم انسانی میں نہیں ہے نہ کوئی جگہ جسم انسانی میں ایسی ہے جہاں ہم یہ کہہ سکیں یا بتا سکیں کہ یہ فلاں فلاں جگہ موجود ہے وہ قوت جس سے ہم سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر سکتے ہیں عقل حیوانی یا نفس۔ قوت مدرکہ یا اپنے خیال کا خود کو معلوم ہونا قوت ارادی۔ جوش دل۔ جذبہ وغیرہ ان سب کیلئے کوئی جگہ دماغ میں خاص طرح سے مقرر نہیں کی گئی۔ اگر بعض کے مقام معین ہیں بھی۔ مثلاً دیکھنے۔ سننے اور بولنے کے مرکز تو یہ کوئی علیحدہ علیحدہ زندگی نہیں رکھتے لفظ احساس کو دیکھئے یہ وہ قوت ہے جس سے ہم درد۔ سرد و گرم۔ وزن وغیرہ معلوم کر سکتے ہیں یہاں تک کہ ایک چیونٹی کا بھی جسم پر چلنا محسوس کر سکتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ ذہن کو مثل بچوں کے تعلیم کی ضرورت ہے اور یہ تعلیم سنتے دیکھنے اور پڑھنے ہی سے حاصل ہوتی ہے جیسے کہ ایک شے کڑوی ہے یا میٹھی ہے۔ صرف چکھنے ہی سے معلوم ہو سکتی ہے یہ قدرتی اصول ہیں جو ٹوٹ نہیں سکتے مثلاً قلم کو دیکھے تعلیم یافتہ کی نظر میں کوئی اور ہی چیز قرار پاتی ہے حالانکہ وہ اپنی زبان سے ان سب قرار دادوں کا اظہار نہیں کرتا ہے جو کہ اس کے ذہن نے قلم پر نظر پڑتے ہی محسوس کر لئے ہیں یہ نتیجہ تعلیم ہے یہ گذشتہ علم کا مرہ ہے جس کے لئے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے یہی علم کہ ایک پڑھے ہوئے جاہل کو دکھائیے۔ اسکی نظروں میں یہ ایک بے معنی لمبی سی تراشیدہ لکڑی ہے جس میں پنسل کی یا اور کسی معدنی دھات کی بنی لگی ہوئی ہے اسی طرح سے جو کچھ ہم سوچتے ہیں۔ یا خیال کرتے ہیں یہ سب گذشتہ علم کا نتیجہ ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ مادی جسم کے مرنے کے ہمارے ساتھ نہیں جاتے بلکہ ہمارے ذہن میں ہے ہمارا ذہن دور کر تمام احساسات کی تقدیم کرتا ہے گو بظاہر رگیں مثل تار برقی کے کام کرتی ہیں اور پرانی عادت گذشتہ تعلیم ذہن کو بیدخل کئے ہوئے منزل مقصود تک پہونچا دیتی ہے۔ مثلاً کسی زمانہ میں ایک شخص آپ نے یا ذکر کیا تھا۔ اور چند سال بعد اسی شخص کا پھر ذکر آپ کے سامنے پڑھا جائے تو تعجب نہیں کہ آپ دوسرا مصرعہ خود پڑھدیں اسکی وجہ یہ ہے کہ ذہن رسا ہے وہ فوراً سمجھ جاتا ہے اور وہاں پہونچتا ہے جہاں مادی دماغ نہیں پہونچ سکتا نتیجہ یہ صاف طور سے نکلتا ہے کہ ذہن یا اس کو جو کچھ کہو ایک قوت ہے اور کوئی مادی شے نہیں اسی میں تخیلات اور تصورات کی قوت ہے جو بھی مناظر قدرت کو اولاً محسوس کرتا ہے ان کی حقیقت کو سمجھتا ہے دریافت کرتا ہے اور معلوم کرتا ہے ذہن مادی جسم کی چمک نہیں نہ اس کا عکس ہے یا بالکل جدا گانہ ایسی چیز ہے جس کو مادی شے سے کوئی تعلق نہیں یہ امر ربی ہے ۵

کھلی آنکھ طالب تو پایا یہ رازہ وہ پہلو میں تھا جسکو ڈھونڈا کیا

بقیہ نظام برج

سلسلہ صفحہ (۲) کالم (۳)

یہ بنا، اکبر ہمایون اعلیٰ حضرت کی ولادت میں یہ برج عطارد موسیٰ الیہ کی کوشش سے ۱۰۰۰ھ میں تیار کروایا گیا اس برج کا بنانے والا دھرما جا رنامی معمار تھا۔ (اس کا نام موسیٰ برج ہے) یہاں اس آدھوے پتھر کے علاوہ ایک اور پتھر بھی موجود ہے جسپر زبان تلگی سے بھی کندہ ہے یہ پتھر پورا معلوم ہوتا ہے، مگر افسوس یہ بھی تین ٹکڑوں میں ہے۔

(۳) برج مذکور کے پاس ایک اور کتبہ بھی رکھا ہوا ہے۔ جس کے دیکھنے سے خط ایران کی شان نمایاں ہے اس کتبہ کے کئی عبارت ذیل میں درج ہے

در زبان دولت پادشاہ والا جاہ
سلطان عبداللہ قطب شاہ بندۂ دولت خواہ حسین آباد
بنائے ایں بلگہا و چاہ آب و باغ نمودنی خیر بخشندہ

اسوقت خیرات خاں کا بھی مختصر ذکر ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ شخص کس شان کا تھا۔ کتب ہائے تواریخ سے ثابت ہے کہ

سلطان عبداللہ قطب شاہ نے شاہ ایران کے ساتھ سابقہ اتحاد میں اضافہ کرنے کی غرض سے نفیس قیمت جواہرات معہ دیگر تحائف خیرات خاں سفیر کے ذریعہ روانہ کیا تھا۔ لیکن سلطان کو (خیرات خان) شاہ عباس بادشاہ ایران کے پاس پہونچنے نہ پایا تھا کہ شاہ ایران کا انتقال ہو گیا۔ مگر یہ جملہ تحائف شاہ صفی جہانگیر خاں (خلف شاہ عباس) شاہ ایران کی ملاحظہ میں پیش کر دیئے گئے۔

خیرات خاں سلطان عبداللہ قطب شاہ کا مقبول خاص تھا اسہتمام اصل عمارت کی جنب یا دہنی نظر میں آتی۔ بجز اس کتبہ کے جو بے موقع رکھا ہوا ہے۔

اب ہم ناظم صاحب آثار قدیمہ کی توجہ خاص مضمون متذکرہ کی صدر کی جانب مبذول کراتے ہیں تاکہ یادگار آصف جاہ ثانی کی حفاظت و بقا شان کا معقول انتظام فرمادیں۔

و نیز کتبہ سنگ کا بقیہ مضمون (جس پتھر پر کندہ ہے) بعد تلاش ان ہر دو گمشدوں کو محفوظ فرمائیں اور کتبہ خیرات خاں کو اسکی اصلی جگہ پر جہاں وہ عمارتیں تھیں نصب کروادیں تاکہ ہر شخص کو ان مفقود عمارات کا پتہ چل سکے۔

حظ و کتابت میں منبر خریداری کا حالہ ضرور دیجئے

تقویم

از

معین الدین صاحب فارنی بی۔ اے (علیگ)

دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہ ہوگی جہاں دنوں، ہفتوں اور مہینوں کا شمار نہ ہوتا ہو۔ سات دن کا ہفتہ، کم و بیش تیس دن کا مہینہ اور بارہ مہینے کا سال مانا جاتا ہے۔ یہ تقسیم آج کل کی نہیں بلکہ ہزار ہا سال سے چلی آتی ہے۔ اس کی تہ لیجر سیارہ دن کی گردش کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ نظام شمسی میں آفتاب طلوع ہو کر ماہ و جلال سے ہر روز مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں جا کر ڈوب جاتا ہے جب وہ اپنا منہ پھیر لیتا ہے تو ظلمت کدہ افق سے لیلائے شب کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔ آفتاب کے طلوع و غروب سے تو دن رات بن گئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہفتہ اور مہینہ کی ترکیب اور ترتیب کیونکر ہوئی ہوگی۔ انسان ہمیشہ سے ایک استفہام کا مجسمہ رہا ہے۔ یہ ہمیشہ کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ کی پیچیدگیوں میں الجھا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اس نے آفتاب اور ماہتاب کو دور کرتے دیکھا ہوگا تو اس کے ذہن میں وہی کیا اور کیوں کے سوالات پیدا ہوئے ہوں گے چشم انسان کے سامنے دو سیارے منظر یہ ہوگا کہ ماہتاب عروج و زوال کی منزلیں طے کر کے اپنی اصلی حالت پر آ جاتا ہے مثلاً یہ کہ اس کی شکل نے اس عروج و زوال کے مشاہدے اور گنتی کا خیال پیدا کیا ہوا اس نے دیکھا ہو گا کہ چاند بعض اوقات انتیس اور بعض اوقات تیس دن کے فصل سے گھٹتا بڑھتا ہے جب یہ مشاہدہ ثابت ہو گیا کہ یہ آنی مدت میں اتنی گردشیں طے کرتا ہے تب اس نے ہر دو کے ایک جداگانہ حصہ سمجھ کر کسی کا نام دن کسی کا نام مہینہ رکھ دیا۔ چنانچہ ماہتاب کے بارہ دور دن سے سال کے بارہ مہینے قائم ہو گئے اور مہینوں کا ایک ایک نام رکھ دیا۔

اجرام فلکی کے دلفریب سین کے دیکھنے کا اشتیاق فطرتاً ہوتا ہے اس لئے انسان ہر ستارے کو غور سے دیکھتا ہے غرض ابتدائی زمانہ میں انسان نے سطح آسمان سے سات روشن گیندوں کا انتخاب کیا جو گاہ بگاہ یہ ستارے پلٹتے پھرتے تھے اس لئے اس نے اپنی کم مقلی سے سبعہ سیارہ کو مذاکا نور سمجھ کر الٰہیا صبوہ دست کے خیال سے سراطاعت جھکا دیا ہوگا۔ ان کو اپنا حاجت روا سمجھا اور ان کی پرستش کے لئے ایک ایک دن مقرر کر لیا ہوگا اور اس طرح سات دن کا ہفتہ بنا یا چنانچہ دنوں کے جو نام رکھے گئے ہیں وہ انہیں سیاروں کے ناموں پر ہیں۔ قمری سال کے سال کے ہونے کی بڑی وجہ یہی ہے۔

انسان کا مشاہدہ صرف اسی حد تک تھا۔ اسکی حیات کے ساتھ ساتھ یہ دوار زمانہ کے انقلاب کا منظر دکھاتے رہے جو کچھ تقسیم عملاً ایام، ماہ، سال کی دی اگرچہ وہ صحیح تھی لیکن ایک زمانہ کے بعد یہ دیکھا کہ سال تو ماہتاب کے دور دن کے حساب سے چل رہا ہے مگر کبیس تیس برس کے زمانہ میں ہر موسم اپنے مرکز سے ہٹ جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے قمری حساب میں غلطیاں محسوس ہوئیں اور ثابت ہوا کہ آفتاب کی گردش بھی دنیا کے لیل و نہار میں اپنا عمل کرتی ہے اور فصول اربعہ کا تغیر اسی بنیاد پر ہے اور بلا اسلسل چوبیس کی کاوش ذہن بعد آفتاب و ماہتاب کے سالانہ دورہ (شمسیلی قرار پائے۔

آفتاب تین سو (۳۶۵) دن۔ پانچ گھنٹہ۔ اڑتالیس منٹ۔ اور پچاس پل۔ ساٹھ پل (یہ کسر تقریباً ایک دن کے مساوی ہیں۔) ماہتاب۔ تین سو چون دن وغیرہ وغیرہ

آفتاب و ماہتاب کے سال میں اس طرح سوا گیارہ دن کی کمی ہوتی ہے اس سے قمری شمسی حساب میں فرق پڑتا ہے اس لئے فصول باراں پس عدم مطابقت رہتی ہے جس کی وجہ سے تمدنی ضروریات میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔ زندگی بے ترتیب رہتی کام کاج میں بے لطفی پیدا ہو جاتی۔ اس لئے اس فرق کو دور کرنے کا چارہ کار سجز اس کے کچھ دشوار تھا کہ قمری مہینوں میں جو کمی ہے اس میں اضافہ کر دیا جائے چنانچہ ایرانیوں نے اس اصول پر اول قمری سال میں گیارہ دن کا اضافہ کیا اور اس کو بھی کسی سال کے برابر بلایا چنانچہ اب دونوں میں تین سو بیسٹھ دن کا ایک سال شمار ہوتا ہے صرف جو کسر ات تھیں وہ چھوڑ دی گئیں۔

اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ تمہید آتھا اب سنہ خاری کی تاریخ مختصراً بیان کی جاتی ہے لیکن اس کے قبل چند سوالات کا پیش نظر کرنا ضروری ہے۔ سنہ کی ابتدا کس خاص تاریخ سے، کب اور کیونکر شروع ہوئی اور سنہ کا شمار کیوں ضروری ہوا ان کا جواب یہی ہے کہ جب انسان کی ضروریات بڑھ گئیں اور تمدن کا دائرہ وسیع ہو گیا واقعات ماضیہ کا ذہن میں محفوظ کرنا نہایت دشوار تھا اور اگر یہ کام مشکل نہ ہوتا تو انسان لاانسان مرکب من الخطا اور نسیان کے مضرب المثل نہ بنتا لیکن واقعات ماضیہ کی حفاظت اور یادداشت کی سخت ضرورت تھی اس لئے یہ تجویز کی گئی کہ ان ایام کی کوئی گنتی مقرر کی جائے مگر یہ کام جھوٹی نہ تھا جو یہ آسانی ہو جاتا ثابت عرق ریزی کی گئی جب یہ بھی جزئیات کو چھوڑنا پڑا اور ہم واقعات کو سال کے شمار کا معیار قرار دیا مثلاً عربوں نے جو سنہ آدم علیہ السلام سے اپنا سال شروع کیا۔ اور طوفان نوح تک یہ سنہ قائم رہا پھر اس کے بعد سے دوسرا دور شروع ہوا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ نار سے مختلف دور قائم ہوئے اور وہ واقعہ اصحاب فیل پر سب کا خاتمہ ہو گیا جب سنہ ہجری کا دور شروع ہوا تو پچھلے تمام واقعات خارج از شمار کر دئے گئے۔

سنہ ہجری ہجرت کا سولھواں سال تھا کہ تمدنی اور ملکی ضرورت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کرام اور ہر مرزن سے جو اس وقت عرب سنان کا بادشاہ تھا مشورہ کر کے سنہ ہجری قائم کیا۔ یہ حضرت صلعم نے ربیع الاول میں ہجرت فرمائی تھی اس لئے سنہ ہجری کی ابتدا ربیع الاول سے ہونی چاہئے تھی مگر عرب میں سال کا آغاز محرم سے ہوتا ہے اس لئے دو مہینے آٹھ دن چھوڑ دئے گئے۔ جو روز سوم دال کی ابتدا کا تھا یعنی شنبہ کا دن تھا۔ (الفاروق جواہر الاسقر نیری جلد اول صفحہ ۲۸)

جس طرح موجودہ سنہ ہجری قائم کیا گیا اسی طرح بخت نصر فیلقوس اسکندر اعظم مسلس، اسپرس، بکر، اجبت سالوقس وغیرہ شاہان عراق بابل، یونان، مصر اور ہندوستان نے اپنے اپنے سنہ جاری کئے ان میں بعض اب تک رائج ہیں اور بعض بے تصرف بالکل ہی کا رگاہ قائم رکھا ہے ہم علامت زدہ اسماء کی مختصر روداد ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

بخت نصر عراق بابل کا بادشاہ تھا جب تخت نشین ہوا تو اس نے اس کی یاد گار میں یہ سنہ شروع کیا اس سنہ کا ماخذ بطلیموس تھا لیکن اس کا شمسی حساب اس قدر صحیح نہ تھا کہ بطلیموس اور ارسطو جیسے علماء نے بھی صحت کو تسلیم کیا۔

فیلقوس یہ مقدونیہ کا بادشاہ تھا اور اس کا بیٹا

سکندر اعظم حتا عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے تین سو گیارہ سال پیشتر سکہ جاری ہوا اور جہاں گیر دور میں دونوں اس کا عمل رہا۔ سکہ رہنے جب وفات پائی تو سنہ سکندری اس کی یاد گار میں قائم کیا گیا اور یہ صرف یونان ہی میں رہا۔ اس کی ابتدا تین سو بیس برس قبل مسیح بتلائی جاتی ہے۔ یہ دونوں سنہ شمسی تھے۔

اغطس اپنی کی تخت نشینی سے اس سنہ کو رواج دیا اور اس کا عمل عہد اسلام میں بھی پایا جاتا ہے یہ بھی شمسی سال تھا۔

مصر کا بادشاہ تھا عہد قدیم سے سنہ

اسپرس قمری کا رواج جاری تھا اسپرس نے قمری سال کو بدل کر شمسی بنایا اور تین سو پینسٹھ دن کا ایک سال مقرر کیا۔

بکرماجیت یہ ہندوستان میں بہت ہی نامور بادشاہ ہوا ہے جب تخت نشین ہوا تو اس نے سمت قائم کیا اور اس کو رواج دیا تو اجتک تمام ہندی ہندو میں جاری ہے اس کی ابتدا چوبیس برس قبل مسیح بتلائی جاتی ہے ہندوستان میں علم ہیئت کا شوق بہت دور بر حال اس فن میں بڑے بڑے ماہر ہیں گذرے ہیں جن کو اس فن پر کافی دستگاہ حاصل تھی۔ ہندوستانی علم ہیئت کے مطابق شمسی سال کے تین سو پینسٹھ دن چھ گھنٹہ بارہ منٹ تیس پل قرار پائے۔

سالواہن یہ راجہ سالواہن کی یادگار ہے کہ اس نے بھی اس طرف توجہ کی جنوبی ہندوستان میں یہ سنہ جاری ہے اور حضرت مسیح کے (۷۸) برس کے بعد اس کی ابتدا ہوئی۔

ہمارا مقصد اتنا ہے کہ ایران کے سنہ کی ابتدا کا کامل پتہ لگایا جائے اور اس کی تاریخ وجہ تسمیہ بتلائی جائے۔ تاریخ گواہ ہے کہ تمام سنین میں سنہ فارسی کو سب پر فوقیت حاصل رہی ہے لیکن کیومرث سے نہیں کہ عہد تک اور جمشید سے یزدجرد بن شہریار تک سنہ فارسی میں مختلف انقلاب نمودار ہوئے جس کو فصیحاً حاجی محمد حسین اصفہانی تاریخ دشواہد الغیبہ اثبات الکیبہ ملاحظہ فرما سکتے ہیں یہ کتاب ۱۲۸۶ھ میں بمقام بمبئی طبع ہوئی ہے۔

سنہ فارسی کا جو قدیم زمانہ میں رائج تھا عہد یزدجرد میں ختم ہو گیا اس کے بعد دوسرا نام یزدجردی قرار پایا مورخین میں اختلاف آرا ہے ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ اس سنہ کا موجد کیومرث ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ جمشید بانی دی لیکن جہاں تک پتا بھی معلومات کا ملا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ کیومرث اور جمشید دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے اول الذکر نے ابتدائی اصول تمام کئے اور ثانی الذکر نے اس میں اصلاح وترمیم کر کے اس کو مکمل کر دیا۔ یزدجردی سال شمسی اصطلاحی تھا اس سے مقصد یہ تھا کہ آفتاب منطقۃ البروج کی ایک سالہ دور میں سو پینسٹھ دن کا ہوتا تھا غالباً یزدشت کی بعثت سے قبل ہی آفتاب کے دورہ کی مدت مانی گئی ہے اس لئے کہ ہم کو اس کی شہادت تین ذرائع کی روایت ملتی ہے یعنی یہ کہ خدائے دنیا کو تین سو پینسٹھ دن میں پیدا کیا۔

تقسیم ایام ماہ و سال کے علاقات دلچسپی سے خالی نہیں۔ پارسیوں کے تین سو پینسٹھ دن کی تقسیم یوں کی گئی کہ گیارہ مہینے تیس تیس دن کے اور بارھواں مہینہ (۳۵) یوم مقرر کیا قدیم مصری حساب بھی اس کے مطابق تھا۔ فارسی مہینوں کے نام جو مقرر کئے گئے وہ ذیل میں دئے جاتے ہیں۔

فروردین، اردی بہشت، خرداد، تیر، مرداد، شہریور، مہر، آبان، آذر، دے، بہمن، اسفندارمذ۔

مذکورہ بالا ماہ کے ترتیب وتقسیم ایرانی طرز کی ہے موجودہ جو ترتیب ہے وہ آذر سے شروع ہوتی ہے حالانکہ مہینہ اس زمانہ میں نو ان تھا۔ گو یا دنوں مہینہ اب اول ہو گیا یہی عجیب پچیدگی کا مسئلہ موجودہ ترتیب ہے وہ ذیل میں درج ہے۔

آذر، دے، بہمن، اسفندار، فروردی، اردی بہشت، خرداد، تیر، امرداد، شہریور، مہر، آبان، اس زمانہ میں چونکہ بارہویں ماہ (اسفندارمذ) میں (۳۵) دن ہوتے تھے اسی اصطلاح کو مدنظر رکھ کر دونوں کا نام خمسہ مسترقہ یا خواتیں قرار پایا اور ان کے نام بھی جدا جدا ہیں۔ چنانچہ اہنود، اشنود، اسفندمذ، دشت، خنوس، خمسہ مسترقہ کا علم رہا مسلمانوں کے عہد سے پہلے جمشید کے زمانہ میں ہوا لیکن اس پنجروزہ اضافہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ درستگی میں ہر سال تقریباً ایک چوتھائی دن کی کسر پڑنے لگی جو چوتھے برس ایک دن کے مساوی ہو جاتی تھی۔ ایک سو بیس برس میں ایک مہینہ تکمیل پاتا ہے اس کو کبیسہ (دونہ) کہتے ہیں اور یہی نام اصل مہینہ کو اور اضافہ سال پر کہ کے تیرہ مہینے کا سال کر دیتے تھے جس مہینے کے آخر میں کبیسہ ہوتا تھا وہی نام اس مہینہ کا بھی کہہ دیتے تھے۔ اس مہینہ کی مرتب تاریخ کا ایک جدا گانہ نام تھا۔ اور وہ یہ ہیں۔

ارمزد، بہمن، اردی بہشت، شہریور، اسفندارمذ، خرداد، امرداد، دیبادر، ادر، آبان، خور، ماہ، تیر، گوش، دیبمہر، مہر، سروش، رشن، فروردین، بہرام، رام، باد، دین، ارد، اشتاد، اسمان، زیاد، ماہ، اختران۔

اس وقت تک ہفتہ نہیں قرار دئے گئے تھے اس لئے یہ دن کا نام علیحدہ تھا لیکن اب ہفتہ کے سات دن میں تقسیم کر لیا گیا ہے اس لئے اس ہفتہ کے جدا ہو جانے سے دوسرا ہفتہ شروع ہوتا ہے لیکن دن کے نام وہی آتے ہیں۔ گو یا صرف سات دن کے نام رکھ لئے ہیں چنانچہ شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ، پنجشنبہ، جمعہ۔

سنہ فارسی میں جو نام دنوں کے مقرر کئے گئے تھے ان میں آرمزد اور دے خدا کے نام ہیں باقی ماہ کے ہیں۔ انہیں ناموں میں تو تائیسین اسی میر جو فارسی زبان کے ہم نام ہیں مثلاً اردی بہشت، خرداد، وغیرہ یہ ماہ کے نام اور دن کے نام ایک سے تھے اور رسم یہی تھی کہ جشن روز سالگرہ جاری جائے اس لئے روز دشت تعلیم دیا گیا تو دن جشن کے ایام مقرر ہوں۔ لہٰذا اس اندازہ کے مہینے میں سو دن عید منائے تھے۔ اس زمانہ میں نہ صرف اظہار مسرت کیا جاتا تھا بلکہ عبادت بھی کی جاتی تھی۔ ان مہینوں کی ترتیب کے مطابق پہلا کبیسہ فروردین میں اور دوسرا اردی بہشت میں ہوا کرتا تھا اس حساب سے (۱۴۴۰) سال کی مدت میں اعتدار کے مہینے کا کبیسہ دو مرتبہ ہونا تھا۔

جشن نوروز کا تو ایک مختصر واقعہ ہے اس لئے اسکا یہاں بیان کچھ میں سے خالی نہیں ہے۔ جمشید پیشدادی جب تخت پر بیٹھا تو اس وقت دور کبیسہ کے (۱۴۴۰) سال ختم ہو چکے تھے اس عظیم الشان واقعہ اور حکومت چہار صد سالہ کی یاد گار میں جمشید نے جشن عظیم کا اہتمام کیا یعنی نوروز دین کے ماہ میں منایا گیا اس ماہ میں اس وقت آفتاب برج حمل میں تھا۔ بڑی شان وشوکت کے ساتھ یہ جشن منایا گیا ہے اس کی نظیر سے تاریخ کے اوراق محروم ہیں۔ جمشید کے بعد سے یہ رسم پڑ گئی تھی کہ ہر سال نوروز دین کو عام جشن منایا جاتا۔ اس زمانہ میں موسم بہار کی ابتدا پر ہوتا ہے۔ تاریخ عجم میں اس جشن کا نام "نوروز اکبری" ہے۔

یزدجردین شہریار جب عجم کے تخت کا مالک ہوا تو سلاطین ماضیہ کے موافق اس نے بھی یہ سال جاری کیا۔ یزدجرد کی تخت نشینی نوروز دین کی پہلی تاریخ ہوئی تھی اور وہ تاریخ عمل کے دن آئی تھی۔ یزدجردی سنہ کا پہلا سال ۲۰ ربیع الاول ۱۱ھ اور ۶۳۲ء کے مطابق تھا۔ مجوس نے یزدجرد کی تخت نشینی سے دو بدشگونیاں نکالیں۔ ایک تو یہ کہ وہ عمل کے دن تخت پر بیٹھا جو نحوست میں سنیچر کا ہمایاں تھا۔ دوسرا یہ کہ اس نے کبیسہ کو توڑ دیا۔ کبیسہ کی بنیاد اس لئے ڈالی گئی تھی کہ عبادت میں فرق نہ آنے پائے۔ چار برس میں ایک دن کا اضافہ مشکل نہ تھا اگر بجائے فروردین کے تخت نشینی آذر مہینہ ہوتی تو نوسو ساٹھ والا دور کبیسہ ختم ہو جاتا۔ تمام حقائق اور توجہات کے لحاظ سے یزدجرد چلاون خال نہ تھا اس کا نتیجہ ہوا کہ بتیسویں سے اکیس جنوری ۶۵۱ء ہادی الثانی ۳۱ھ یزدجرد کو مرو میں قتل کیا گیا اور اس کے بعد اس کی اولاد کو دراثت میں وہ تخت نصیب نہیں ہوئی۔

اسلامی دور حکومت میں ایرانیوں کے رسوم ورواج میں دست اندازی نہیں کی گئی لیکن انقلاب زمانہ کے ہاتھ تاریخ نہ سکے اسلامی سلطنت کے جب ٹکڑے پڑنے شروع ہو گئے اور ہر ایک مجمی ملوک سلطنت کے بادشاہ ہوئے تو ۷۲۵ھ میں ایران کی حکومت سلطان جلال الدین ملک شاہ سلجوقی کے ہاتھ آئی اس کو سنہ فارسی کا اصلاح وترمیم کا خیال آیا۔ مگر اہم مہموں یاد تھا کے مطابق ذہن

ملک شاہ نے نصف تقویم میں اہل فرنگ سے مشورہ کیا اور ان کے مشورہ سے تقویم کا کام شروع کیا تھا۔ یہ سال شمسی سال بنانا محض اس لئے تھا کہ ضرورت اس کی متقاضی ہو۔ شریعت اسلامیہ کے خلاف نہیں ہے کلام مجید میں اسی کے متعلق ممانعت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ

انما النسی زیادۃ الخ

ہم کو اس آیت کی تفسیر معلوم کرنے کی ضرورت نہیں۔

ملک شاہ نے شاہ عمر خیام کی رائے سے سنہ فارسی کی تنسیخ کا حکم دیا۔ ایک مستند مجلس قائم ہوئی اور اس کے ممبر حکما حسب ذیل تھے:۔

ابو حاتم المظفر سمرقندی، ابو الفتح عبد الرحمٰن خازنی محمد خازن، حکیم ابو العباس کوہری، میمون بن نجیب واسطی، محمد بن احمد میمونی بیہقی، ابو القاسم ابن کوشک، حکیم عمر خیام نیشاپوری

ان حکما کے متعلق تفصیل سے لکھنا ہمارے مضمون سے غیر متعلق ہے لیکن بعض ایجادات کا تذکرہ کر دینا نامناسب نہیں ہے۔ ابو حاتم المظفر سمرقندی رصد خانہ کا رہنے والا تھا۔ ریاضیات اور آثار علویہ میں اس کی متعدد تصانیف ہیں۔ اس کی ایجاد ایک ترازو ہے جس کا نام میزان الاستعیار رکھا گیا تھا اگر چاندی سونا کھوٹا کھرا ہونے کا معیار معلوم ہو جاتا تھا

ابو الفتح عبد الرحمٰن خازنی علوم ہندسہ میں کامل تھا سلطان سنجر سلجوقی کے نام سے ایک زیج لکھی تھی جس کا نام "زیج السنجری" رکھا تھا۔ ملک علماء کے حکم کے مطابق اس خازنی نے یوم شنبہ ماہ ذی الحجہ ۴۶۷ھ مطابق ۱۰۷۴ء سے اپنا کام شروع کر دیا اور تین ماہ تک کاوش و دماغی میں مصروف رہا بالآخر اپنے فرض کو انجام دیا۔ تنسیخ کا مسئلہ حل کر دیا اور اس کا نام تنسیخ ملک شاہی رکھا۔ اور سنہ کا نام سنہ جلالی رکھا۔ قصور کے معین نہیں معلوم کہ کہاں سے سنہ کی ابتدا کیا ہے اور ہم تک کیونکر پہنچا۔ پارسیوں میں جو سنہ آج تک جاری ہے اور جس کو وہ بزرجردی کہتے ہیں دراصل خیام کا صحیح کیا ہوا ہے اور جس کو ہم فخریہ خیامی کہتے ہیں۔ یہی سنہ الٰہی اکبر شاہی ہے جو گورنمنٹ انعام میں جاری ہے۔ سنہ جلالی اور گریگری گورین اول کا مقابلہ۔

گری گورین اول

گری گوری روم کے تیرہویں پوپ کا نام ہے اس نے ۱۵۷۶ء میں انگریزی بتسری کی اصلاح کی اس کے بعد کوئی تنسیخ یا اصلاح نہیں ہوئی۔ یہ تقویم بھر یونان اور روس کے تمام یورپ میں رائج ہے۔ اس کے مکمل ہو تقویم جاری تھی اس کو رومن کیتھولک چرچ نے حضرت عیسیٰ کی ولادت سے چوبیس سو سال منسوب کر کے اپنی تقویم جاری کی تھی جس کا انگریزی میں جولین کلنڈر نام تھا۔ اتنا دراز زمانہ سے اس میں اس قدر تغیر ہو گیا تھا کہ ایک تہوار خصوصاً اعتدال ربیعی میں فرق پڑ جاتا تھا اس لئے گری گورین نے اس کی کلنڈر کو درست کر کے اپنا کلنڈر اجاری کیا۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ خیام کی تقویم سے گری گوری بہت دور ہے۔ اور جو فرق اس کی کلنڈر میں آتا تھا اس کو نکالنے کی کوشش کی اس لئے چند نجموں کی مدد سے اس نے اس کو ہر چار سو برس کی مدت میں نکال دیا۔ اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ ہر صدی پورے چار عدد پر تقسیم ہو سکے اس کا فروری ہمیشہ اٹھیس یوم کا ہو مگر ہر چار پر پورے تقسیم ہو سکیں ان کا فروری انتیس (۲۹) یوم کا ہو گا اور یہ تنسیخ ہر چار ہزار اور چوتھے ہزار سال کے لئے مقرر کیا تھا چنانچہ اس کو گری گورین اول کہتے ہیں۔ گری گورین سال تین سو پینسٹھ دن پانچ گھنٹے اٹھاس منٹ اور بارہ سکنڈ کا ہے اور اس کا عملدرآمد ۱۵۸۲ء سے شروع ہوا۔ گری گورین نے دو رشمسی یعنی تفاوت زمانی کی اصلاح کے لئے مہینہ اکتوبر سے گیارہ دن گھٹا دیے تھے یعنی اکتوبر کی پانچ تاریخ کو پندرہ سے تبدیل کر دیا تھا۔ اس پر کیتھلک الٹی فرانس سوئٹزرلینڈ، جرمن، نڈرلینڈ کے کیتھولک فرقوں نے یہ سنہ جاری ہو گیا تھا۔ پولینڈ میں ۱۵۸۶ء ہنگری میں ۱۵۸۷ء میں پروٹسٹنٹ جرمن اور نیدرلینڈ کے تاجر میں ۱۶۰۰ء میں جاری ہوا۔ انگلستان نے ۱۷۵۲ء سے علمدرآمد کیا۔

برخلاف اس کے عمر خیام نے جو تقویم جلالی تیار کی تھی اس سے اس کے علم ریاضی اور رصد کا صحیح اندازہ ہو گیا ہے مغرب کا جس قدر علم ہے چار سو برس میں خیام کی کسر کو دور کرنے کی کوشش کی خیام نے اس کو تیس برس میں نکالا دی تھی۔ اگر عمر کا سات چوتھا تو یقین تھا کہ ایک منٹ کا فرق نہ رہتا۔ ہر روز میں خیام کے حساب سے ایک منٹ سے بھی کم فرق رہ گیا تھا۔

بقیہ کلام (۳)

یعنی ۷۵۰۲۰ روپیہ قیمت مل جائے گی وہ سو میں کے ہر ایجنٹ میں چلا آیا جب اسکو معلوم ہوا کہ اس کتاب کی قیمت کبھی سو پونڈ ہو گی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ ہراج خانہ میں جب اس کی بولی لگائی گئی تو خود ہراج کرنے والوں کو حیرت ہوئی کہ اس کی بولی ۶۸۰۰ پونڈ تک لگائی گئی یعنی ایک لاکھ دو ہزار روپے۔ یہی کتاب جب یہ معلوم ہوا کہ دوسرے ایڈیشن کی ہے تو اسی کی قیمت ہیچ ہراج خانہ میں چار ہزار پونڈ ہوئی۔

اسی طرح قدیم کتابوں کا بازار گرم ہوتا جا رہا ہے شکسپیر کے تختا خیف کا ایک نسخہ کی قیمت ۸۰۰۰ پونڈ آئی۔ یہ نسخہ ۱۶۲۵ء کا تھا۔ اسی نسخہ کو آمسٹرڈیا میں لندن کے ایک کتب فروش نے ۳۱۲۰۰ پونڈ میں فروخت کیا۔ ۳۱۸۰۰۰ یعنے تین لاکھ اٹھارہ ہزار روپیوں میں۔

قدیم کتب اور قدرداں اہل فرنگ کے

قابل تاسیف کارنامے

آج کل قدیم کتابوں کی قیمت میں بہت اضافہ ہو رہا ہے۔ وہ کتابیں جو آج سے ۳۰ یا ۴۰ سال قبل شائع ہوئی تھیں اب ان کی قیمت۔ اگنا یا ۴ گنا ہو گئی ہے اس کا بین ثبوت اس سے ملتا ہے کہ حال ہی میں ڈھمس کی کتابیں ہراج خانہ میں بکنے آئی تھیں پک وک کا ایک نسخہ جو ۱۸۳۷ء میں طبع ہوا تھا۔ ۴۹ پونڈ میں خریدا گیا اور مسٹر اسپنسر نے سکاٹ کے ہیروئی ناولوں کے پہلے نسخہ کو جو ۱۸۱۴ء میں شائع ہوا تھا۔ ۶۰ پونڈ یعنے (۹۰۰) روپیہ ادا کئے۔ اس کے علاوہ عہد حاضرہ کے مصنفین کی کتابوں کی قیمت میں اضافہ ہو رہا ہے چنانچہ جوزف کنسٹونی کی ایک کتاب کے پہلے نسخہ کی قیمت ۶۳۰ پونڈ ادا کی گئی جس کی طباعت کی قیمت ۶ پنس سے زیادہ نہیں تھی۔

اسی طرح لوگ اس قسم کی عمدہ کتابوں کے ذخیرہ کرنے میں مصروف ہیں کپلنگ کی وہ کتاب جو پہلی دفعہ ۱۸۹۱ء میں الہ آباد میں شائع ہوئی تھی اس کی قیمت نیویارک میں ۲۷۵۰ پونڈ لگائی گئی یعنے ۳۶۷۵۰ روپیہ۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اس کے پہلے صرف ۶ نسخے طبع کئے گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اسی کتاب کا ایک نسخہ ۱۹۱۰ء میں صرف ۳۰ پونڈ یعنے ۴۰۰ روپیہ کو فروخت ہوا تھا اب اسکے مقابل میں اسی کتاب کی قیمت حال میں ۳۱۲۵۰ روپیہ ہو گئی اس سے بخوبی اضافہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپ میں قدیم کتب کا بازار کسقدر گرماں ہوتا جا رہا ہے۔

ایک سال قبل لندن میں ایک پمفلٹ واقعہ ہوا ایک شخص کے پاس کچھ کتابیں تھیں عرصہ سے پڑی ہوئی تھیں مگر ایک مدت دراز تک اس نے ان کتابوں کی طرف توجہ تک نہیں کی ایک دفعہ اسکو روپیوں کی سخت ضرورت درپیش آئی اس نے خیال کیا کہ ان کتابوں کے کچھ دام چلے۔ چنانچہ اس نے نیشنل پکچرس پراگرس کا ایک نسخہ لے لیا اور اس توقع سے کہ اسکی زیادہ سے زیادہ ۲۵ یا ۳۰ پونڈ

(بقیہ ملاحظہ ہو کالم ۳)

شعر و سخن

مبارک باد عید

از

مولوی سید شرف الدین صاحب ساقی حیدرآبادی

کھلیں وہ گل مرے باغ سخن میں تازہ و تر
کہ پتے پتے سے پاؤں ریاضتوں کے ثمر

پھر آج زمزمہ سنجی پہ طبع مائل ہے
پھر آج نغمۂ داؤد ہے مرے لب پر

پھر آج جام و صراحی سے کام لینا ہے
مئے کہن کا ہے چلنے کو آج پھر ساغر

ترانہ سنج ہوں پھر مدح شاہ میں ساقی
کہ ہے مجھے مرے ممدوح کی ثنا ازبر

نہیں ہے رنج زمانہ کی چیرہ دستی کا
کہ مطمئن ہے مرا دل مرے مقدر پر

کبھی کسی کی شکایت نہ آئی تا بہ زبان
ہماری وضع قائل ہے چرخ دون پرور

دوات و خامہ مرے حق میں بہ بلبل و علم
مری کلاہ نمد تاج ہے مرے سر پر

شرافت نسبی پر گواہ ہیں دونوں
یہ بیکسی مری اور یہ مرا کمال و ہنر

گزر گیا رمضان دن نشاط کے آئے
کھون جو جی میں ہو ساقی سے مل لوں چلکر

ہلال در قدح آفتاب باید دید
یہی ہے عید مری اور یہی ہے پیش نظر

مہینے بھر سے ہیں لب تشنہ رحم کر ساقی
کہ صبح عید ہے کھول اب میکدہ کا در

پلائی وہ مرے ساقی نے تند و تیز شراب
کہ کھل گیا ہے مرے قصر باغ کا ہر در

دماغ عرش پہ ہے منہ سے پھول جھڑتے ہیں
مشام جاں ہے معطر نگہ سے ساغر پر

میں اپنے کام سے غافل کبھی نہیں ہوتا
ہے فرض مدح سرائی کہ ہوں ثنا گستر

صریر کلک سے پیدا ہوں نغمہائے طرب
کہ سن کے جس کو کریں وجد کاملان ہنر

بہم تہنیت عید وہ پڑھوں مطلع
کہ جس سے صاف نمایاں ہوں طبع کے جوہر

خدیو مصر و کن ظل رحمت داور
سمی حضرت عثمان شاہ دین پرور

فلک جناب عدیم النظیر ذی جوہر
بہ عقل رشک فلاطون بہ بخت اسکندر

دعائے نیم شبی اور وظیفۂ سحری
یہی ہے، شاہ ہوں جب تک ہے دور شمس و قمر

بہار گلشن ایجاد تک رہے سرسبز
ہنال عمر شہی اور اس کے برگ و ثمر

پس از دعائے دلی سنہ بھی عرض کرتا ہوں
کہ بڑھ رہا ہے سرور شراب علم و ہنر

مبارک عید ہو اے شہریار جلوہ طراز ۱۳۴۶
مبارک عید شہ بے عدیل و جان پرور ۱۳۴۶

پسند شاہ ہو یہ نظم مختصر یارب
کہ شاعران ہنر ور میں سب سے ہوں کمتر

مراسلات

مسجد نظام

کرمی عالیجناب مدیر صاحب نظام گزٹ

السلام علیکم۔ امید کہ آپ نویل کے سطور کو اپنے اخبار نظام گزٹ میں کسی مناسب جگہ شایع فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

ہم نے نہایت مسرت کے ساتھ یہ خبر سنی ہے کہ بندگان اعلیٰحضرت ظل سبحانی ملکۂ دکن حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ نے لندن میں ایک مسجد کی غرض سے پانچ لاکھ روپیہ کا شاہانہ عطیہ دینا منظور فرمایا۔ مسجد کا تخمینہ پندرہ لاکھ روپیہ کا سنا جاتا ہے لہٰذا امید کیجاتی ہے کہ جاگیردار اور امرائے حیدرآباد اور عہدہ داران ریاست اپنے بادشاہ کی پیروی میں خاص توجہ کر کے بقیہ دس لاکھ کی رقم پوری کر دیں گے اور یہ بھی تجویز ہوا ہے کہ مسجد کا نام نظام مسجد ہو لیکن ہماری رائے میں مسجد کا نام بجائے نظام مسجد کے مسجد عثمانیہ رکھا جائے تو مناسب ہوگا کیونکہ اعلیحضرت حضور عثمان علیخان بادشاہ دکن کی ذات اس زمانہ میں خدا کی رحمت ہے وہ کون سا دینی، علمی اور قومی کام ہندوستان بلکہ ہندوستان کے باہر بھی ایسا ہے جو شاہ دکن اعلیحضرت عثمان علیخان خلد اللہ ملکہٗ کا ممنون احسان نہو؟ پس اس صورت میں اسی ذات ستودہ صفات کے نام پر مسجد کا موسوم ہونا زیادہ مناسب ہوگا۔

اخیر میں ہم جناب ایڈیٹر صاحب نظام گزٹ کی خدمت میں باادب اپنی یہ پر وزعوض پیش کرتے ہیں کہ وہ مسجد کا نام نظام مسجد کے بجائے مسجد عثمانیہ رکھنے اور مسجد کے لئے چندہ مہیا کرنے میں اپنی پوری قوت صرف کریں گے۔

دعاگو

حکیم محمد احمد فوز الدین

مالک دواخانہ عثمانیہ شہر بمبئی (علاقہ بمبئی)

تبدیل نام کے متعلق مراسلہ نویس صاحب کا خیال کچھ بجا نہیں اور ہم خود بھی غالباً اسی نام کو پسند کرتے جو انہوں نے پیش کیا ہے مگر اب نظام مسجد نام مقرر ہو چکا ہے جسکو اعلیحضرت سلطان العلوم نے بھی منظور فرمایا۔ اس صورت میں لفظ نظام پورے خاندان آصفیہ پر اطلاق کیا ہے بخلاف اس کے لفظ عثمانیہ جو صرف حضور پر نور ہی کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ ہم حضور پر نور کے اس پاکیزہ خیال سے آگاہ ہیں کہ اعلیحضرت اپنی شخصی شہرت کے بجائے اعلےٰ خاندان کی شہرت کو مرجح سمجھتے ہیں

رہا دوسرا امر جو فراہمی چندہ کے متعلق ہے ہم مراسلہ نویس صاحب کو خوشخبری دیتے ہیں کہ فراہمی چندہ کا کام بہت عمدگی سے انجام پا رہا ہے یعنے یہاں کے بعض اعلےٰ افسروں نے اس کام میں دلچسپی لی اور فراہمی چندہ کی کمیٹی بنائی گئی ہے کمیٹی کے ارکان مختلف طبقوں سے لئے گئے ہیں۔ اس زمانہ میں اگرچہ چندہ اور چندہ وصول کرنے والا دونوں بدنام ہیں۔ باوجود اس کے ہمیں یقین ہے کہ کمیٹی اپنے کام میں مستعد ہے اور انشاء اللہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی۔ فقط

نظام گزٹ

اولی الامر منکم

الناس علیٰ دین ملوکھم

ذیل کے مراسلہ میں مراسلہ نویس صاحب نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ملکمینی کی نسبت غلط فہمی پیدا ہوئی ہے ملکمینی ان مہمانوں کی جماعت پر ٹال کر گئی جو حکومت ہند اور دیسی ریاستوں کے مابین ملے ہوئے ہیں اسلئے ہمیں بیان مہمانوں کو پیش کرنا اور ملکمینی کو منوانا ہے خود مراسلہ نویس صاحب کے قول کے مطابق سلطنت برطانیہ اور ہماری سلطنت آپس میں حلیف اور دوست ہیں پس دوستوں کے معاملات آپس ہی میں طے ہو جانے چاہئیں اس لئے مجالس اقوام تک جانے کی کیا ضرورت ہے۔ نظام گزٹ

مندرجہ بالا دو عنوان اپنی نوعیت میں ایک ہیں مگر ایک حکم ہے دوسرا کلیہ ایک قرآنی آیت ہے تو دوسری "ضرب المثل" غرض دونوں پر ہمیں غور کرنا چاہئے بلحاظ اطاعت ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اپنے بادشاہ وقت کی اطاعت کریں جیسا کہ زمانہ سابقہ میں کیا جا چکا ہے یعنے ارشاد رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تم اپنے حاکم وقت کے اطاعت کرو چاہے وہ حبشی اور کانا ہی کیوں نہ ہو حضرت المثل پتہ دے رہی ہے کہ بادشاہ وقت کا رجحان جس طرف ہوتا ہے رعایا بھی اودھر ہی راغب ہو جاتی ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے حیدرآباد کی رعایا ان دونوں امور کے جانب متوجہ ہی نہیں ہے اور اپنے بادشاہ کے نقش قدم پر چلنے کی اس نے آج تک کوشش نہیں کی اور ہپوٹ ڈالو اور حکومت کرو کے مقولہ کا شکار بنی رہی ہمارے حکیم السیاست بادشاہ عثمان علیخاں خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ نے کتابیں مصنوعات قایم کر کے ملک کو اپنی ملکی اشیاء کے استعمال کے ترغیب کا مدیع عطا فرمایا مگر اہل ملک ابتک خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اسراف و اسراف کا مکتوب الکہ کر اتفاق پیدا کرنے کی ترغیب دلائی ہے ہم برابر نفاق کا شکار ہو رہے ہیں غرض ہمارا طرز عمل عنوان کے سراسر خلاف ہے اب سیاست کے مسائل پر اظہار خیال کرنے میں بھی ہم ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور اپنے بادشاہ ظل اللہ کے نقش قدم پر چلنے کو شش نہیں کرتے یعنے ہماری ریاست دیسی ریاست ہیں بلکہ خود مختار ریاست ہے چنانچہ ہم اسکی عملی تعلیل سنتے ہیں اور ہماری سلطنت سے جس قدر بھی معاہدات ہوئے ہیں وہ مساویانہ ہے نہ کہ ماتحانہ ہماری ریاست کا تعلق آپکی دوست کی حیثیت سے رہا ہے نہ کہ فرمانبردار باجگذار چنانچہ موجودہ وائسرائے ہند کے جواب میں جو جواب ہمارے بادشاہ نے دیا وہ بھی تھا ایسی صورت میں کہ ہم خود مختار ہیں اور اس ملک و دوسرے لوگ تسلیم بھی کرتے ہوں اور ایسی رسوائی کی کمیشن میں ہماری ریاست کا نام شریک نہ کیا ہو ہمارا یہ کہنا کہ ابھی سے تیار ہو رہیں گے اپنے آپ کو ایسی رسوائی کے کمیشن کے جواب دینے میں کوئی پریشانی نہ اٹھانی پڑے یہ غلط مشورہ اور گمراہ کردہ راہ ہے البتہ سچا مشورہ یہ ہے کہ ہمارے مساویانہ حقوق کی

نقصہ کا غیر طالب ہے۔ ناشر نظام گزٹ کو اختیار ہے کہ اس مراسلہ کو شایع کرے یا نہ کرے اور اس کے شایع کرنے یا نہ کرنے کی وجہ سے ناشر سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کیا جائیگا۔ (ناظم نظام گزٹ)

بیرونی خبریں

مصری حکومت کی پالیسی
مفاہمت کے توقعات

قاہرہ ۳۰ مارچ۔ وزیر اعظم نحاس پاشا نے آج پالیسی کے متعلق کہا کہ حکومت "کو ایسے نازک وقت میں قوت حاصل ہوئی کہ وہ ملکی حقوق کی حفاظت کرے۔ حکومت نے کسی ایسی بات سے رضامندی نہیں ظاہر کی ہے جس سے اس کی کامل خود مختاری یا سودان کے حقوق میں کوئی بات مانع ہو حکومت کو اس بات کا یقین تھا کہ کوئی ذی ہوش معاوضہ آنگریزوں اور مصریوں کے مابین ہو جائے گا جس سے مصریوں کی خود مختاری تسلیم کرلی جائے گی اس کے ساتھ ہی انگریزوں کو بھی کچھ حقوق مل جائیں گے۔ مگر یہ معاہدہ ایسا ہونا چاہئے جیسا کہ دوستوں میں ہوتا ہے نہ کہ آقا اور ملازم میں۔ انہوں نے مصر کے غیر ملکی باشندوں کو یقین دلایا کہ ان کے حقوق کی ہر طرح حفاظت کی جائے گی۔ چیمبرس نے اعتماد کا ووٹ پاس کیا۔

حکومت حجاز کی حالت
سر جی کلیٹن کی شاہ ابن سعود سے مشورہ کیلئے روانگی

دارالعوام میں مسٹر امری نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ چونکہ شاہ ابن سعود نے اب تک ایک تجویز کے متعلق کہ وہ بحرۂ فارس میں برطانی رزیڈنٹ سے ملاقات کریں کچھ طے نہیں کیا ہے اس لئے حکومت برطانی اس وقت سر جی کلیٹن کو شاہ ابن سعود سے یہ مشورہ کرنے کے لیے روانہ کر رہی ہے کہ وہ کسی مسلمان کو برطانی نمائندہ کی حیثیت سے مقرر فرمائیں شاہ ابن سعود کے دربار میں رہیں۔

سر جی کلیٹن اس سے پہلے صفحہ مصر میں برطانی نمائندہ کی حیثیت سے شریک تھے۔ انہوں نے شاہ ابن سعود کی حجاز میں کامل خود مختاری کو تسلیم کیا تھا۔

امریکہ میں اندمرگ کے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم

آئی وائی یونیورسٹی کلکتہ کے کچھ پروفیسر نے امریکہ میں اندمون کی تعلیم پر ایک مضمون لکھا ہے جس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ہندوستان میں اندمے سوسائٹی کے لیے یہ بات باعث عبرت ہیں امریکہ میں جہاں نابینا لڑکوں کی تعلیم کا کافی و معقول انتظام ہے۔ یہی اندمے سوسائٹی کے لئے ایک حجت ثابت ہوتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی اندمون کی تعلیم کے لئے چند ادارے ہیں لیکن وہ اس وسیع ملک کی ضروریات کے لئے بالکل ناکافی ہیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ کم از کم ہندوستان کے ہر صوبہ میں ایک اعلیٰ درجہ کا مدرسہ جہاں پر نابینا لڑکوں کی تعلیم کا پورا انتظام ہو۔

دیگر ریاستہائے امریکہ کی ریاست آئی وائی میں اندمون کے لئے ایک مدرسہ ہے جس میں نابینا لڑکے اور لڑکی کو پانچ برس کی عمر سے لیکر (۲۱) برس کی عمر تک داخل کرلیا جاتا ہے۔ تمام مصارف جس میں قیام وطعام وغیرہ ریاست اور مدرسہ کے ذمہ ہوتا ہے تعلیمی نقطہ نظر سے اندھوں کے اسکول میں قریب قریب وہی تعلیم دی جاتی ہے جو عام طور پر دوسرے مدرسوں میں دی جاتی ہے۔ اندھوں کے مدرسہ کے کامیاب طلبہ بلا کسی امتحان کے آئی وا یونیورسٹی میں شریک کرلئے جاتے ہیں۔ اس سال چار سے زیادہ میں ایک لڑکا پڑھ رہا ہے جس نے علم السیاست لے رکھا ہے۔ اس کے بعد اس کا ارادہ ہے کہ وہ قانون پڑھے۔ ایسے مدارس میں تعلیمی نصاب کے علاوہ حرفت اور موسیقی کا نصاب بھی ہوتا ہے۔ موسیقی میں پیانو۔ ارغنون۔ بیولا۔ وغیرہ بجانا سکھایا جاتا ہے۔ شعبہ موسیقی کے ساتھ ایک باقاعدہ منتظم آرکسٹرا ہے۔ ایک بینڈ ہے۔

صنعت وحرفت کی تعلیم ان مدرسوں میں خوب ہوتی ہے لڑکیاں بننا، دری بننا، کرسیاں بننا، جھاڑو بنانا سینا کشیدہ، کہانا پکانا وغیرہ اب سب امور میں نہایت مکمل تعلیم اندھے لڑکوں اور لڑکیوں کو دی جاتی ہے اس طریق تعلیم کے دو مقصد ہیں۔ ایک تو تعلیمیں ہاتھ کو تربیت دیکر چیزیں بنوانا۔ دوم کسی کام کے کرنے اور روزی کمانے کے اہل بنا دینا۔ زمانہ حال کی مسابقت اس کی متقضی ہے کہ تعلیم کے ساتھ کوئی ایسا کام سکھایا جائے جو اپنے مصارف خود پیدا کرسکے۔ اندھوں کی تعلیم کی تحریک کوئی قدیم چیز نہیں سب سے پہلے ایک فرانسیسی والنٹن ہاوی نے ۱۷۸۴ء میں فرانس میں اسے رواج دیا۔ وہاں سے یہ تحریک جرمنی، انگلستان اور امریکہ پہنچی۔ امریکہ میں ۱۸۲۹ء میں یہ تحریک پہلی اور اب تعلیمی پروگرام کا ایک خاص جزو ہے۔

انگلستان میں اندھوں کے لئے سب سے پہلا مدرسہ ورپول میں ۱۷۹۱ء میں جاری ہوا۔

صوبہ جات متحدہ آگرہ و اودھ میں بھی اندھوں کی تعلیم کے لئے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے بمقام علیگڈھ ایک مدرسہ کھول دیا ہے جس کا افتتاح دہلی کے ایک نامور طبیب حکیم نابینا نے کیا تھا۔

وسلی میں ایک عظیم الشان معمل فلم

لنکا شائر کے ایک تاجر مسٹر ورپر نے وسلی میں انجینئرنگ کا ایک عظیم الشان مکان سینما کے فلم کے لئے خریدا ہے۔ مسٹر ورپر نے اس کشادہ کام کے متعلق ہیپوڈرم کارڈف کے نمائندہ سے کہا کہ ایک مجلس اس کام کے لئے بنائی گئی ہے اس کا نام وسلی فلم سنڈیکیٹ ہے۔ اراکین مجلس کی اجازت سے میں نے انجینئرنگ کا محل اور (۳۴) ایکڑ وسلی کی نمائش کی زمین خریدی ہے۔ یہ زمین آئندہ معمل فلم کے کام میں لائی جائیگی۔ اس عمارت کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دنیا میں سب سے بڑی عمارت ہوگی۔ اس کے مقابلہ میں امریکہ کی عمارت بالکل ہیچ ہوگی۔ اس قسم کی کوشش کی جارہی ہے انگلستان کی مختلف کمپنیوں کو اس میں شریک کیا جائے۔ یہ کام اف، بی، بی، ویل کے سپرد کیا گیا ہے ان کی رائے ہے کہ یہ کام نہایت من وجوہ ساتھ طے پائیگا اور وہ دن دور نہیں کہ "وسلی انگلستان کی معمل فلم" کا سب سے بڑا مرکز بن جائے گا۔ اس کے علاوہ مسٹر ویل نے یہ بھی کہا کہ جب یہ کام ختم ہو جائے گا اس وقت موقعہ دیا جائے گا کہ وہ اس کے حصہ خریدے۔ اس کا سرمایہ (.....۶) پونڈ ہے۔

آخر میں مسٹر ویل نے کہا کہ ہم نے مختلف کمپنوں سے اس معاملہ میں گفتگو کی ہے امید قوی احوال یہ ملتے پایا ہے کہ معمل فلم کے لئے پانچ منزلہ عمارتیں تیار کی جائیں جب یہ تجربہ کامیاب ثابت ہو تو اس کی توسیع کا سلسلہ پیش ہوگا تاہم یہ بات یقینی ہے کہ یہ دنیا میں سب سے عظیم الشان معمل فلم کا مرکز ہو کر رہے گا۔

شاہ افغانستان انگلستان میں
مصروفیت آبدوز کا سفر

لندن ۳۰ مارچ۔ شاہ امان اللہ خاں کل تحت البحر میل (۲۳) کا سفر نہایت دلچسپی کے ساتھ کیا۔ جہاز بالکل تہ آب تھا البتہ اس کا بالائی حصہ سطح آب کے اوپر تھا یہ جہاز پورٹسموتھ سے سوئنٹن جارہا تھا تاکہ شاہ امان اللہ خاں دیکھ سکیں کہ اس کے اطراف کیا ہے۔

جامعہ اکسفورڈ

لندن ۳۲ مارچ۔ شاہ امان اللہ خاں کا جب آپکی سواری شلڈونین تھیٹر کو شاہراہوں سے گزری تو اکسفورڈ

لوائے ہند

داستان عشق و محبت

تبدیل مذہب

ناسک جہاں مس ملر کی شدھی ہوئی انڈین نیشنل ہیرالڈ کا نامہ نگار اطلاع دیتا ہے کہ شنکر اچاریہ نے مس ملر کی شدھی کے بعد اس کے سوانح حیات بیان کئے جس کا ماخذ خود مس موصوفہ ہیں۔ مس ملر کی والدہ ماجدہ ایک پارسی پرنر یعنی تھیں جو کسی کام پر امریکہ گیا تھا۔ اس نے اپنے اس عاشق سے بارہا کہا کہ وہ اس کو اپنے ساتھ ہندوستان لے چلے۔ لیکن مس ملر کی مان کی یہ آرزو کسی طرح پوری نہیں ہوئی۔ مس ملر کی مان مس ملر اور اس کی بہن سے اکثر کہا کرتی تھیں کہ کاش تم اس قدر خوش نصیب ہوتیں کہ ہندوستان میں پیدا ہوتیں۔ مس ملر لکھتی ہیں کہ یہ خیال کیا کرتی تھیں کہ ہندوستان میں پیدا ہونا خوش نصیبی کا باعث ہے اسی طرح مس ملر کو ہندوستان سے بہت محبت ہوگئی تھی امریکہ کے کلیات میں اس نے ہندو مذہب کا مطالعہ کیا لیکن اس سے اس کی تشفی نہیں ہوئی۔

جب سر تو کوجی راؤ ہولکر نے اس کی سوئزرلینڈ میں ملاقات ہوئی اس نے ان سے صرف اس غرض سے دوستی پیدا کی کہ وہ ہندوستانی ہیں۔ اور جب کبھی روپیہ پیسے کی ضرورت ہوتی وہ انہیں سے مدد کرتی تھیں اسی طرح دونوں میں عشق و معاشقی شروع ہوگئی اور شادی کا وعدہ بھی ہوگیا جب مس ملر ہندوستان میں وارد ہوئیں تو انہیں معلوم ہوا کہ ہندو مذہب میں داخل ہونے میں کئی ایک مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔ لیکن وہ اپنے وعدہ پر قائم رہی۔

نامہ نگار مذکور نے شنکر اچاریہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ مس ملر کی شادی کو پسند کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا مجھے صرف شدھی سے مطلب ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اس شادی کے خلاف ہوں اگر وہ آپس میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار رہنا چاہتے ہیں تو وہ بہن بھائی کی طرح رہ سکتے ہیں۔"

مس ملر کو شدھی کے وقت ایک دو اینچ بلند چوکی پر بٹھایا گیا۔ (۲۵) برہمن اس کے گرد بیٹھ گئے اور منتر پڑھنے لگے ہٹوں کی آگ جلائی گئی تھی اس میں چاول گھی خوشبودار مصالح اور گھی ڈالا جارہا تھا۔ دھوں تاشہ بجایا جارہا تھا مس ملر کو اس کے فرائض اور ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جاتا تھا اور ان کو پڑھنے طور منظور کر رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد پانی اور گائے کا پیشاب اور جاول میں ملا پر چھڑک دیے جاتے تھے۔ اسکی دادی بھی اس کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی اور اس رسم کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

اسی روز شام کو بمبئی نہار کے عجائب گھر میں مس ملر نے اپنے خیالات ہندو مذہب کے متعلق ظاہر کئے۔

مہاتما گاندھی کی سیاحت یورپ

مہاتما گاندھی نے ٹائمز آف انڈیا کے نامہ نگار سے کہا "میں یورپ کو جانے کی افواہ سے گریز میں نے خود ابھی تک کوئی تصفیہ نہیں کیا ہے اگر آیا مجھے یورپ جانا چاہئے یا نہیں۔ اگر ملک کی کسی حصہ میں میری موجودگی کی ضرورت ہو تو مجھے یقیناً یورپ نہیں جانا چاہئے۔

ایک کسان کے تینتیس (۳۳) بچے

حال میں ایک کسان کے گھر تینتیوان بچہ پیدا ہوا آج اس کے پہلے جتنے بچے پیدا ہوئے تھے وہ سب کے سب صحیح وسلامت ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ باپ باوجود ان پریشانیوں کے ہنسی خوشی سے زندگی بسر کرتا ہے اور ان بچوں کی مسرت کی کوئی انتہا نہیں۔

حکومت ہند کا پہلا پارسی وزیر

مسٹر ایس۔ آر۔ داس کی رخصت کے زمانہ میں مسٹر دین شاہ فریدون جی ملا کو وزیر قانون مقرر کیا ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ حکومت ہند میں ایک پارسی کو وزارت کا عہدہ دیا گیا۔ مسٹر ملا قانونی دنیا میں بہت درسیع شہرت رکھتے ہیں وہ آج کل بمبئی کے ایڈوکیٹ جنرل ہیں۔ انہوں نے اپنی قانونی زندگی ایک معمولی وکیل کی طرح شروع کی اور بہت کامیاب وکیل ثابت ہوئے۔ اس کے بعد وہ بمبئی ہائی کورٹ کے ایڈوکیٹ جنرل ہوئے۔ وہ مجلس مراضعہ کے صدر بھی رہے اور کچھ عرصہ تک بمبئی ہائی کورٹ کے جج بھی رہے۔ قانونی معاملات میں انکی رائے کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے بہت سی قانونی کتابیں لکھیں جن کی شہرت کو بمبئی سے باہر پنجاب کا بہت بڑا حصہ ہیں۔ ان کی مصنفہ کتابیں بہت کثیر ہیں۔ اور بہت قابل قدر ہیں۔

کے تماشائیوں نے آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا بمشاہ امان اللہ خاں کی خدمت میں حاضر کمشنر ڈلنے ڈی سی ہل (ڈاکٹر آف سیول لاز) کی اعزازی ڈگری پیش کی تھیٹر میں قرمزی رنگ کی عبائیں پہنے ہوئے لیلا سا ئین بھرے ہوئے تھے برآمدوں پر افغانی پرے لہلہا رہے تھے۔

کلیہ وادھم میں تماشہ

اس کے بعد شاہی جماعت نے کلیہ وادھم کالج میں شاہ امان خاں اور ملکہ ثریا کا عام صحت تجویز کرکے ہوئے شاہ و ملکہ کی خدمت ملک در ملایا اور اتحاد کے شاندار کارناموں کی ستائش کی۔ اور کہا کہ شاہ امان اللہ خاں کا مصمم ارادہ ہے کہ اپنی رعایا کو عہد بہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن دیکھیں۔

کابل میں عظیم الشان جامعہ کی بنیاد

لارڈ برکنہیڈ نے شاہ کی تعلیم سے کچسپی اور ان کی ان غیر معمولی مشکلات کا جو آپ کو اشاعت تعلیم میں پیش آئیں ذکر کرکے کہا کہ آپ کی تخت نشینی سے اب تک (۴) سال کی قلیل مدت میں جو ترقی ہوئی ہے وہ آپ کی دیکھی کی بین دلیل ہے بخت کی شہزادی افاق جامعہ ایک ہزار سے زیادہ سال سے علم و فن کی خدمت کر رہی ہے آج میرے شاہ افغانستان اپنی دار الحکومت میں ایک عظیم الشان جامعہ کی بنیاد ڈالنی چاہتے ہیں یہ جامعہ علم و حکمت، شائستگی اور اعلیٰ ذہنیت کا مرکز ہوگی۔ اس کی بدولت قرون ماضیہ کی عظمت و مسرت دوبارہ عود کر آئیگی۔ ہم اس پاک ارادہ کا خلوص و جوش دیکھ کر دلی مسرت محسوس کرتے ہیں۔ غالباً شاہ افغانستان کے بھائی جو اسکسفورڈ میں پڑھتے ہیں اس کی تعلیم پا رہے ہیں اس جامعہ کے پہلے نائب امیر جامعہ ہوں گے۔

علمی سرپرستی

لارڈ برکنہیڈ نے اپنی دلچسپ تقریر کو ان الفاظ میں ختم کیا۔ میں آپ کے ایک علم و حکمت کے سرپرست اور اپنے وطن کے ایک روشن خیال کلب ہونے کی حیثیت سے آپکا اور ملکہ شاہ فائم کا جنہوں نے اپنی تشریف آوری سے ہماری عزت افزائی کی جام صحت تجویز کرتا ہوں خدا کرے کہ آپکا اعلیٰ خاندان افغانستان کے ان بلند پہاڑوں کی جو ہمیشہ برف پوش رہتے ہیں اور جنہیں صدہا سال سے بلند خیال بہادر سپاہیوں کو پیدا کرنے کی عزت حاصل ہے ہمیشہ قائم رہے۔

سینما فلم

لندن ۲۲ مارچ۔ بمکدنا ہے انتظام کیا ہے کہ شاہ امان خاں کی سیاحتی واقعات کے فلم تیار کئے جائیں ان فلموں کی تعلیں فارسی ڈبی تحریرات کے ساتھ افغانستان کو بھی روانہ کی جائیں گی۔

مقامی خبریں

بقیہ کالم (۳)

کے لحاظ سے کس قسم کی پیداوار ممکن ہے اور آئندہ کن اصول کے تحت کام کیا جائے۔

اس ریاست میں کام کرنے کی بہت گنجائش ہے ڈاکٹر من سے توقع ہے کہ وہ اپنے وسیع تجربہ سے حیدرآباد دکن میں زراعت کی ترقی کے لئے نئے نئے آلات کا استعمال کروا دیں گے ڈاکٹر من کی تجاویز صرف کاغذی حد تک محدود نہیں رہیں گی بلکہ وہ اپنی تجربوں کو عملی جامہ پہنا دیں گے۔

(ٹائمز آف انڈیا)

——— نہر کلسنی حیا ساجہ صدر اعظم ہمارے ۲۰ اردی بہشت ۱۳۳۶ف کو سرکاری مکانات واقع ملک پیٹھ کا تفصیلی معائنہ فرمایا۔

——— سرشنبہ کو ۵ بجے محمد صدیق صاحب معاون پیر شنیل مجرالڈ لے ویکاجی ہوٹل میں مولانا شوکت علی اور مسز سروجنی نائیڈو کو چا پر ٹوشی کی دعوت دی۔

——— نواب سر فریدون الملک بہادر صدر المہام انتظامی سرکار عالی تشریف لے گئے۔

——— حضرت اقدس و اعلیٰ صدر شاہزادگان لبنہ اقبال دارکان اسٹاف حیدرآباد تشریف لائے تھے خطبہ کے بعد قرأت سماعت فرمائی۔ حافظ قاری شیخ سالم کی تسلیم مدرسہ فخریہ نے مسجد باغ عامہ میں تراویح میں قرآن مجید سنایا گیا اس کے حسب ارشاد دستور مذکور مٹھائی تقسیم کروایا گیا اور عام مجمع میں طاقہ دیا گیا۔ طالب علم مذکور نے ایک مختصر سپاسنامہ حوالی میں سنایا جس میں اپنے ہمایوں اور مدرسہ فخریہ کے طلبہ کی امداد کی درخواست کی تھی حضرت اقدس و اعلیٰ نے اجرائی سپاسنامہ کو بھی سماعت فرمایا اس کے بعد مراجعت عمل میں آئی۔

——— سنا گیا ہے کہ شاہزادگان بلند اقبال نیز شکار کے لئے پانچ سات ہاتھی اور بہت سے شیر درندے رونہ کئے جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ فوج باقاعدہ کے گارڈ بھی ہیں

——— ۳ شوال سالیسہ کو مجلس پیٹھ ایشن سے لفٹننٹ کرنل شیخ صدر المہام حال کو قوال بیعی روانہ ہوئے۔ اکثر سرکاری عہدہ دار اسٹیشن پر آئے تھے اور کئی احباب نے ہمراہ جانے کے لئے اپنا نام لکھوایا۔

——— مسز سروجنی نائیڈو بلدہ حیدرآباد میں تشریف لائیں۔ اسٹیشن پر کئی لوگوں نے استقبال کیا۔

——— پیشکار خسروی سے لفٹننٹ کرنل شیر محمد خاں صاحب مالک صدر المہام کی خدمت میں مبارکباد کے دو تار بھیجے گئے تھے اور کل کی اخبار میں مسٹر ٹاسکر معتمد مالگذاری کا منصب تقرر منظور فرمایا گیا۔

——— ڈاکٹر من محبوب مزرعہ پوچارم اور نظام ساگر کے دورہ سے واپس آگئے ہیں۔ ہیپاشی کی سہولتوں کی وسعت کے ساتھ ساتھ انہیں زرعی ترقی کی بھی امید ہے۔ اب وہ عنقریب مرہٹواڑی کے دورہ پر جانے والے ہیں۔

——— معلوم ہوا ہے کہ ڈسٹرکٹ وائر سپلائی اسکیم پیشکار خسروی سے منظور ہو چکا ہے اس کے لئے برطانوی ہند سے ایک یورپین انجنیر کے خدمات حاصل کئے جا رہے ہیں۔ اس کے اخراجات کا اندازہ ایک لاکھ روپیہ کا کیا جاتا ہے۔ اس سررشتہ کے انتظام کے لئے عنقریب ایک اسپیشل کمیٹی مقرر ہونے والی ہے۔

حیدرآباد دکن کے زراعتی مسائل

ڈاکٹر من کی جدوجہد

حالیہ پیسی کے سابق ناظم اب حیدرآباد میں محکمۂ زراعت سرکار عالی کے مشیر مقرر کئے گئے ہیں۔ ان کی سعی و جہد کی طرف عوام کی نظریں لگی ہوئی ہیں محکمۂ زراعت ۱۳۳۱ف میں قائم ہوا۔ اس کے متعلق مسٹر فیلپ سابق صدر ناظم مال نے سرکار عالی کی توجہ منعطف کرائی تھی کہ یہاں بھی ہندوستان کی طرح زراعت کی ترقی کے لئے ایک محکمہ قائم کیا جائے۔ سرکار نے مسٹر فیلپ کی تجاویز کو منظور کیا اور محکمہ زراعت کی بنیاد رکھی گئی۔ پہلے ناظم زراعت مقرر ہوا۔ اس وقت جو سائل فوری توجہ کے قابل تھے وہ گنا اور روئی کے متعلق تھے۔ صنوبر آباد روئی جس کا تار لمبا ہوتا ہے جس کو گوسائی "کہتے ہیں۔ جو پالیسی سٹرکینی کی تھی اس پر عمل درآمد ہوتا رہا۔ اب سٹرلنگ اے کالنس کی لیاقت اور قابلیت سے توقع ہے کہ وہ تمام علاقہ جس میں گوسائی کی زراعت ہوتی ہے ترقی کر لیگا۔

سٹرلنگ اے کالنس کی منجملہ اور تجاویز کے یہ بھی ہے کہ دو وسیع مزرعے قائم کئے جائیں ایک تو تلنگانہ میں اور دوسرا مرہٹواڑی میں۔ جو ممالک محروسہ سرکار عالی کے جغرافی مرکز ہیں وہ کام جس کا تعلق مرہٹواڑی سے ہے۔ یہ بھی جلد شروع ہوگا۔ وہ بھی دو حصوں میں منقسم ہوگا۔ ایک تو بلدیچہ پر ہوگا اور دوسرا انکشاف کے لئے اور فاضل طور پر ان حصوں کی جانب زیادہ توجہ کی جائے گی جن کا تعلق انسانی غذا سے ہے۔

"لنگانہ کا صدر مرکز حمایت ساگر قرار پایا ہے۔ یہاں تقریباً (۳۰۰) اکر زمین حاصل کی گئی ہے جس پر تجربہ کیا جا رہا ہے۔ گنا مٹیا گوسیمون وغیرہ ہیں۔ ان کے لئے جدید زراعتی آلات اور مشین خرید لی گئی ہیں اور مصنوعی کھاد سے کام لیا جا رہا ہے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سٹرلنگ اے کالنس کی تجویز ہے کہ ہر ایک ضلع میں سرکاری مزرعہ بھی قائم کیا جائے۔

سرکاری مزرعوں کے علاوہ کاماریڈی میں گنا کے لئے مزرعہ قائم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ محبوب نگر وغیرہ میں بھی گنا مٹیا گوسیمون کے متعلق تجربہ کیا جا رہا ہے۔

آخر میں سب سے بڑا مسئلہ جدید زمین کا ہے اس کے متعلق بڑی بڑی تجویزیں ہیں مگر بدقسمتی سے ابھی اس قسم کی زمین کا انتخاب نہیں ہوا۔ اسی لئے صوبہ نظام نے ڈاکٹر من کے خدمات مستعار لے ہیں۔ ڈاکٹر من اسی کام میں مصروف ہیں کہ ملک میں کون کونسے مقام ہیں قابل ہیں کہ وہاں زراعت عمدگی سے ہو سکتی ہے۔ انہوں نے بڑے پیمانہ پر کاشت شروع کر دیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہاں کی آب و ہوا

(بقیہ اسی صفحہ کے پہلے کالم پر)

اشتہار

حاضری مدیون مرتبہ صداقت دیوانی ضلع رائچور واقع ۳۰ فروردی ۱۳۳۶ف نمبر مقدمہ (۲۵) باجتہ ۱۳۳۶ف۔ بہ اجلاس نواب مہدی یار جنگ صاحب ناظم عدالت دیوانی ضلع رائچور۔ داد کہ بیدار مادھو اوا والد لکشمی کانت ساکنہ رائچ کی تعلقہ سیڈم بنام مدیون۔ اپیاعرف پیٹا والد ہیم اپیا دیسائی ساکنہ گنور تعلقہ گنگشی (دعوی) اجرائی ڈگری۔

بنام مرا پیاعرف پیٹا والد ہیم اپیا دیسائی قوم ہریجن عمر ۴۰ سال پیشہ دیہاتی ساکنہ گنور تعلقہ گنگشی۔

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مرا پیاعرف پیٹا مدیون کو ذریعہ اشتہار ہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ ڈگری بمبلغ مسمی مادھو راؤ نے قرم پر عدالت ہذا میں درخواست اجرائی ڈگری پیش کی ہے اور قرم پر کسی کی تعمیل نہیں ہو رہی ہے۔ اس لئے بوساطت ہذا جاری کر کے حکم دیا جاتا ہے کہ قرم ہٰذا روز ۲۰ خود داد ۱۳۳۶ف روز پنجشنبہ بوقت (۱۰) بجے حاضر عدالت ہو کر درخواست اجرائی ڈگری سے متعلق جواب دعوی دہی کرے ورنہ حسب ضابطہ کارروائی ہوگی۔ اور پھر کوئی عذر سماعت نہ ہوگا۔

شرستہ دار محکمہ

سررشتہ دار صاحب

کتبخانہ تجارتی عبید الرزاق تاجر کتب و پبلشر و مالک رناتی سٹین پریس مینار حیدرآباد دکن

جان سخن نواب فصاحت جنگ (جلیل) کے کلام کے خواہش مند کو جو کئی سال سے کیا اب تک بقیت ۴ھ

تذکرہ شعراء دکن اسمیں ۱۳۲۹ھ تک قدیم و جدید شعرا کا ذکر اون کی شاعری کا نمونہ درج ہے۔ پہلے اوسکی قیمت (۵ع) روپیہ تھی (اب صرف ۱ھ)

عروس ادب ہوش بلگرامی کے اخلاقی و ادبی تاریخی اور سیاسی مضامین کا مجموعہ ہے قیمت (۴ھ)

کلیات وفا حکیم عبد الہادی خانصاحب وفا رامپوری کا کلیات ہے جس میں غزلیات رنگین اور مرکس (مقطعات) بھی درجہ ہیں قیمت ۱ھ

سیرۃ النبی مجلد چھی سنہری کام حصہ اول (۷ھ)
حصہ دوم مجلد چھی کام سنہری (۶ھ)
حصہ سوم۔ مجلد سنہری کام تقطیع کلاں ..... (۱۰ھ)

کیمیائے سعادت کتاب حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کا جواب تصنیف ہے کاغذ چکنا۔ اسکے صفحات (۸۵۲) قیمت للعہ ۱۴ھ

ماثر دکن بلدہ حیدرآباد و مضافات بلدہ کی عمارات و آثار پر نہایت بہترین کتاب ہے جس میں (۵۷) تصاویر اور کتبے درج ہیں اور حالات نہایت دلچسپ ہیں۔ مولانا سید علی اختر نگرامی اصفہانی کے قلم نے تالیف کی ہے قابلہ یہ ہے قیمت لے

بیوہ کی کہانی بیوہ کی زبانی قابل دید نظم ہے بیوہ کے جسمانی حالات اور نظری جذبات کا آئینہ ہے۔ درد و غم رنج و مصیبت کا مجموعہ ہے۔ ممکن نہیں کہ اسکو پڑھنے کے بعد کوئی آنسو نہ بھائے قیمت ۴ھ

نیک بی بی اس نظم کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ کسطرح ایک نیک خوبی بی نے اپنے بدخوش ہر کو خوشخو بنا دیا قیمت ۲ھ

مثنوی مشعل اسلام اس میں توحید باری حق تعالے رسائل بیان کئے گئے ہیں جو بڑے بڑے مستند کتابوں میں بھی نہیں مل سکتے قیمت ۸ھ

اعظم اسٹیم پریس

میں ہر قسم کی لکھوائی چھپائی عمدہ اور کام بروقت وعدہ پر کیا جاتا ہے۔

اس اسٹیم پریس سے دلوں کا کام گھنٹوں میں عمدگی سے تکمیل پاتا ہے۔

طشتہار

عبید الرزاق تاجر کتب مالک اعظم اسٹیم پریس مینار حیدرآباد دکن

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چندہ

سرکار سے سالانہ	چوبیس روپیہ
امراء و رؤسا سے سالانہ	پندرہ روپیہ

ہندوستان کے لئے مع محصول ڈاک

سالانہ	۱۲
ششماہی	۶
سہ ماہی	۳
فی پرچہ	۱/۲

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمایئے

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایئے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمایئے

(۵) نظام گزٹ تقریباً ۱۶ صفحے کے حجم پر شایع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شایع ہوں گی۔

منیجر

سید عبدالقادر تاجر کتب و پبلشر نظام گزٹ نے اپنے اعظم اسٹیم پریس واقع چار مینار حیدرآباد دکن میں طبع کر کے شایع کیا

رجسٹرڈ سرکار آصفیہ نشان (۶۱)

نظام گزٹ

عدد ۱۶
جلد

مدیرین
سید وقار احمد ام۔ اے
محمد حبیب اللہ رشدی ام۔ اے

مضمون خاص
سفر شاہ افغانستان
از
مدیر

بستی پوسٹ ۲۶۲

کتب خانہ تجارتی سید عبدالقادر بکسلر و پبلشر اعلیحضرت آصف جاہ سابع پرنس آف برار ریذیڈنسی بازار حیدرآباد دکن

قرآن شریف اس میں پانچ ترجمے ہیں۔ دو فارسی بین السطور اور دو اردو بر حاشیہ تفسیر مسمّی باحسن البیان مصنفہ مولوی شاہ عبدالقادر صاحب مترجم اردو و فارسی بر حاشیہ تفسیر موضح القرآن جامع العلوم جس کا ہر پارہ علیحدہ علیحدہ ہو سکتا ہے صفحات (۸۴۰) ہدیہ بلا جلد ۱۰ر مجلد للعہ سکہ عثمانیہ۔

قرآن شریف مترجم بامحاورہ اردو از مولانا مولوی شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی بر حاشیہ تفسیر موضح القرآن جامع العلوم جس کا ہر پارہ علیحدہ علیحدہ ہو سکتا ہے صفحات (۸۴۰) ہدیہ بلا جلد ۱۰ر مجلد للعہ سکہ عثمانیہ۔

اردو اٹلس رنگین ملک سرکار عالی۔ جس میں ضلع واری نقشہ جات مع حدیدی حغرافیہ و دنیا و براعظم حغرافیہ و دنیا و براعظم حدیدی حغرافیہ و دنیا و براعظم حدیدی حغرافیہ و دنیا و براعظم

صنعاء عشق رعایتی قیمت..... عہ

مطبوعہ عربی فارسی ہر دو فرمے کار آمد مضمون سر رشتہ تعلیمات کے تیار ہیں جن کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کیجاتی ہے آڈر پر موسومہ خادم طبع کرکے ارجنٹ تکمیل کیجاتی ہے۔

فتاوی عثمانیہ اسلیس اردو زبان میں کتب معتبرہ فقہ سے جمع کیا گیا ہے جو بالخصوص وکلا و سالیسٹر معلومات کا گنجینہ ہے قیمت (۱۰ھ)

تمدن ہند (ہند کی بہترین بالتصویر تاریخ) ڈاکٹر لی بان کی فرنچ تصنیف کا بامحاورہ اردو میں ترجمہ مع اضافہ توضیحات و حواشی مفیدہ جس کو مولانا مولوی سید علیحد صاحب بلگرامی مرحوم نے کیا ہے جو آج سے چند سال پہلے (۵ھ) روپیہ میں فروخت ہوتی رہی ہے اس میں (۱۴۹) تصاویر دیدہ زیب اور (۲) نقشہ جات نقشہ اور سختی کلاں ہے اب یہ قابل قدر اور لائق دید کتاب مجلد کی (۶ھ) روپیہ قیمت کر دیگئی ہے علاوہ محصول ڈاک امید کہ ناظرین کرام اس زریں موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے۔

گلوب ۱۲ انچ قطر یہ ایک مدور چوبی اسٹینڈ اور سبز رنگ سے ہوئے پیتل کے رنگ میں لگا ہوا ہے جسکے ذریعہ زمین کی حرکت روزانہ معلوم دونو سمجھائی جاسکتی ہے قیمت (۵ھ) روپیہ سکہ کلدار یا (۴ھ) روپیہ سکہ عثمانیہ

یادگار غالب حضرت استاد مرحوم اسد اللہ خاں غالب دہلوی کی زندگی کے حالات انکی اقسام نظم و نثر اردو و فارسی کا انتخاب جسکو علیحدہ علیحدہ ابواب میں خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے مرتب کیا ہے قیمت بجائے کلدار کے ملکی ڈائری۔ کلاں چرمی اعلیٰ قیمت..... ۲ر عہ

" " " "

سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات تیری میزان ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد ۱ حیدر آباد دکن ۔ دوشنبہ ۱۷ شوال ۱۳۴۶ھ ۹ اپریل ۱۹۲۸ء ۵ خرداد ۱۳۳۶ف جلد

شذرات

معلوم ہوتا ہے کہ آج کل ہماری تعلیم گاہوں پر نحوست کا دورہ ہو رہا ہے۔ دار العلوم ندوہ کی جو حالت ہے اور اس کے متعلق آئے دن جو نئی نئی خبریں سننے میں آتی ہیں وہ اس قدیم درس گاہ کے لئے بالکل نئی ہیں۔ حال ہی میں صوبہ بمبئی کے کسی کالج کے وائس پرنسپل کا ایک مکتوب شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ بمبئی یونیورسٹی میں امتحانات کے پرچے اڑائے جا رہے ہیں۔ انہوں نے خود اپنا تجربہ بیان کیا کہ چند طالب علموں نے امتحان سے ایک دن پہلے اور بعضوں نے امتحان ہی کے دن صبح کان سے چند سوالات کے جواب پوچھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہی سوالات حرف بہ حرف امتحان میں پوچھے گئے تھے۔ بمبئی یونیورسٹی میں دو سال پہلے گورنر بمبئی کی مداخلت کا ہے۔ جس پر بمبئی کے شہور اہل تعلیم کھلا کہا گورنر بمبئی کی مداخلت کا حق نہیں دیا جانا چاہئے اب علیگڈھ یونیورسٹی کے حالات منظر عام پر آ رہے ہیں۔

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے واقعات پر غور کرنے کے لئے جو کمیشن سر لیمٹ الٹن کی صدارت میں بیٹھایا گیا تھا اس نے اپنی رپورٹ پیش کر دی۔ ابھی وہ رپورٹ شائع نہیں ہوئی ہے۔ جہور میں یہ گویا ن شروع ہو گئیں۔ اہتمائہ ترین خبر یہ کہ علیگڈھ کے پرو وائس چانسلر ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب نے اپنا استعفا پیش کیا۔ یہ استعفا علیگڈھ کے لئے ایک نئے دور کا دروازہ کھولتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اچھا یا برا۔ مگر امید ہے کہ وہ دور اچھا ہی ہوگا۔

علیگڈھ کے متعلق ایک خبر یہ بھی گرم ہے کہ اب وہاں اسٹاف میں انگریزی پروفیسروں کی تعداد بڑھائی جائے گی۔ یورپین اسٹاف سے پندرہ بیس سال پیشتر جو عام ناراضی اور ناگوار حالات پیش آئے تھے ان سے اندازہ تو یہ ہوتا تھا اب شاید وہاں انگریز پروفیسروں کا کامل دخل نہ ہوگا۔ مگر یہ دیکھ کر کتنا افسوس ہوتا ہے کہ ہم اپنی جس میں جہاں پہلے تھے!

انگلستان میں بعض حلقوں اس بات پر بہت ناراض ہیں کہ وہاں کی حکومت نے بعض مقامات پر جنہیں برطانی تجبہ رکھ کر کثیر مصارف کا بار انگلستان کی رعایا پر ڈالا ہے۔ انگلستان ایک تجارتی ملک ہے اس بنا پر یہ دوسری قوموں نے اس کو "دوکاندار کی قوم" یا "بنیوں کی قوم" کا نام دیا ہے۔ غرض انگلستان میں موجودہ پیسہ کی کمی کو دیکھ کر کہا جاتا ہے بعض سابق صیغہ جات بھی

ع تجھے اکھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیکار" بیٹھے ہیں۔
کے مصداق بے روزگار بیٹھے ہیں، حکومت کے بعض مصارف واقعی تعجب میں ڈالتے ہیں۔ حال میں عراق پر برطانیہ کے مصارف کی تفصیلات شائع ہوئی ہیں جن کی میزان چھ لاکھ بیس ہزار پونڈ ہے۔

سر جان سائمن چلے گئے اور ہندوستان سے بہت خوشگوار یادیں لیتے گئے۔ واہ رے ہندوستان کیوں نہ ہو تو نے سر جان سائمن کا استقبال سیاہ جنبڑیاں سے کیا۔ اور پھولوں کے موٹے موٹے ہار پہنا کر رخصت کیا۔ سر جان پھولے پھولے آئے اور مسکراتے ہوئے رخصت ہوئے۔ ہندوستانی نیاز مندی آجکل کی نئی فیشن کی طرح نہیں بلکہ یہ تو صدیوں کی چیز ہے۔ اس کے لئے سکندر چاہئے یا نادر شہاب الدین ہونا سر جان سائمن سب برابر ہیں۔ سب کے لئے اسی نیاز مندی اور خاکساری ایسی ہی اٹل ہے جیسے اسکاپا ڈہالیہ۔

اخبار فروش: جناب تازہ اخبار ملاحظہ فرمایئے۔
گاہک: نہیں ضرورت نہیں پہلے جاؤ۔
اخبار فروش: شہور نیٹال کا کھلاڑی مارا گیا جناب۔
گاہک: کیا مشہور کھلاڑی؟ لاؤ ایک اخبار تو دو۔
اخبار فروش: لیجئے جناب (پیسے جیب میں ڈالتے ہوئے) اگر جناب اس نے نہیں ٹٹ بال کھیلا تو ہمارا کون ٹکٹ نہیں لگتا۔

نظام گزٹ
ہفتہ وار
دوشنبہ ۱۰ ۱۷ شوال ۱۳۴۶ ہجری

سفر شاہ افغانستان

ایک زمانہ وہ تھا کہ افغانیوں کے متعلق دنیائے اسلام میں یہ خیال پھیلا ہوا تھا کہ خدا نے اُن کو اہلی اور جہل کا وارث بلا شرکت غیرے قرار دیا ہے۔ مگر اسکو کچھ زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ اسی سرزمین سے شیخ جمال الدین افغانی جیسا افغان نکلا جس نے تمام دنیائے اسلام کو مضمل سکھائی۔ آج اتحاد اسلامی کا پرزور تخیل اور یورپ کے لئے پین اسلامزم کا جو ہوّا ہم دیکھ رہے ہے وہ اسی افغانی سید کی کوشش کا نتیجہ تھا۔ اور خدا جانے وہ مبارک زمانہ کب آئیگا کہ جمال الدین مرحوم کا خواب حقیقت میں جلوہ گر ہوگا آج سفر کی بیداری میں جمال الدین عجم کا جو اثر ہے وہ مصریوں سے پوچھئے ترکی کی جماعت نوجوان ترک کو جو طاقت اور ہمت نصیب ہوئی وہ ترکانِ احرار سے دریافت فرمائیے اور ایران میں اس افغانی آثرات کی چنگاریاں آج بھی کہیں نہ کہیں مشتعل دیکھ لیجئے لیکن اس بڑے انسان کے بعد افغانستان پھر عالم سکوت میں چلا گیا۔

کسی قوم کی ترقی مادی یا غیر مادی دو مختلف عناصر پر مبنی ہے ایک تو عوام کی اصلاحیت اور دوسرے رہنما اور زعما کی دماغی پرواز۔ نیچے آسمان کے نیچے بعض قومیں بدقسمت قومیں بھی ہیں جن کے عوام میں زمین شور کی طرح قطعی صلاحیت نہیں لیتے قوم کے عام انسان میں یہ صلاحیت نہیں پائی جاتی کہ وہ مادی یا غیر مادی فوائد کو محسوس کر سکے۔ اور محسوس کرنے کے بعد اس کے مطابق جدوجہد کی گواراکے مثال کے طور پر اظہار ہوں صدی کے نصف آخر اور انیسویں صدی کے فرانس کو لیجئے یا امریکہ کی نوآبادی کے افراد کو لیجئے کہ ان میں کتنی تغیر پذیری پیدا ہوگئی تھی اور اب بھی ہے تغیر پذیری قومی حیات کا ثبوت دیتی ہے اور قومیں ایک خوشگوار تحرک قائم رکھتی ہے برخلاف اس کے چین یا ہندوستان کو لیجئے کہ یہ قومیں تغیر پذیر ہی نہیں کتنی دور ہیں اور ان پر کیسے جمود کا عالم طاری ہے قوم میں تغیر پذیری کے علاوہ دوسری چیز جیسا کہ اوپر بیان ہوا قومی رہنماؤں کا وفاق ہے اگر کسی قوم میں تغیر پذیری کا عنصر موجود بھی ہو مگر اس میں کوئی قومی دماغ پیدا نہ ہو تو وہ بھی تاریکی میں بھٹکتی رہے گی اس کی مثال کم و بیش جاپان میں ملے گی کہ اس کو جب تک علی رہنما نہ ملے وہ اپنی قدیم وضع پر قائم رہا اور جب چند اعلیٰ دماغوں نے قومی باگ سنبھالی اسی ملک نے چند پھلانگوں میں اپنے حریفوں کو جا لیا۔

افغانستان کی کشتی کو طوفان سے بچانے والے



جلالت الملک امیر امان اللہ خاں شاہ افغانستان

امیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم تھے۔ انہوں نے بہت بڑا داغ پایا تھا۔ مگر افغانستان اول تو بہت ہی جمود کی حالت میں تھا اور دوسرے یہ کہ امیر مرحوم کی بڑی قوت سیاسی مداخلت میں صرف ہوئی سب بھی چونیادی کام امیر مرحوم نے کیا وہ اس دور افتادہ قوم کے لئے بہت کچھ تھا۔ سید جمال الدین افغانی اگرچہ اسی ملک میں پیدا ہوئے مگر ان کی نظر صرف افغانستان کی چار دیواری تک محدود نہ تھی اور واقعی سید جمال الدین افغانی نے بہت اچھا کیا کہ اپنے آپ کو افغانستان کیلئے محدود نہ کیا بلکہ اور قوموں میں بھی احساس پیدا کرنے کے مشکل کام کو اپنے سر لیا۔

سید جمال الدین افغانی کے زمانہ اور اس زمانہ میں کم و بیش ربع صدی کا وقفہ رہا اب اسی سرزمین سے فطرت نے امیر امان اللہ خاں کو اٹھایا ہے غالباً بیسویں صدی عیسوی تاریخ اسلام میں حیات جدیدہ کے لئے ممتاز رہے گی۔ اس صدی نے بہت سے مشرقی افسانوں کو حقیقت میں تبدیل کر دیا۔ وہ زمانہ جو مہوریت کے عروج کا زمانہ ہو، وہ زمانہ جس میں بادشاہ قوم کے معمولی آدمیوں کے ہاتھوں کٹھ پتلی بن رہے ہوں وہ زمانہ جس میں شہنشاہوں کے سر ٹھکرائے جا رہے ہوں، اسلام کے لئے بادشاہ سازی کا زمانہ ہے بالکل انسانہ کی طرح وطن کے غریب بچے تخت و تاج کے وارث بنتے گئے مگر ساتھ ہی استبداد کا دیو کافی طور پر ضعیف اور نحیف بنا دیا گیا ہے سیاسی اقتدار کے لئے وہی خیال کے لوگ ہونگے یا تو بادشاہ پرست یا جمہوریت پسند یہ دو خیال تقریباً ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔

ان دونوں کے درمیان کوئی تیسری راہ نہیں ملک کا حاکم اعلیٰ یا تو دیوتاؤں کی راست اولاد کوئی میکاڈو ہی ہوگا یا غریب جمہوریت کا فرزند کوئی مسولینی یا مصطفےٰ کمال

افغانستان ایک خالص بادشاہ پرست ملک ہے۔ اور صدیوں سے یہ بادشاہ پرستی ہی رہا تعلیمی اور تمدنی فضا فطرت نے اب تک یہاں پیدا نہ کی۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ ایسی قوم میں جمہوریت کس طرح اور کس دن رونما ہوگی مگر فطرت کا خزانہ خالی نہیں۔ اس قوم کے لئے اس نے ایک زعیم عنایت کیا جو بالکل غریب خاندان کا ہو سکتا ہے جو کلیتہً مصائب کا فرزند ہو سکتا ہے۔ مگر اس کو ملک کے شاہی خاندان میں پیدا کیا۔ اب دیکھئے، سحر العقول حادثہ کو کہ بادشاہ پرست طبقہ تو امان اللہ کی شاہی نسل ہونے کی وجہ مطمئن اور خوش ہے اور جمہوریت کی شیدائی جدید نسل اس بادشاہ کے غیر شاہانہ خصائل اور جفاکشی سے مسرور۔ دوسرے ملکوں کے لوگ اپنے بادشاہوں کو سر بفلک مینار پر دیکھکر اپنی انسانی ذلت محسوس کرتے ہیں اور خون تھوکتے ہیں مگر افغانستان کا بادشاہ اپنی خوشی سے اس مینار سے اتر آیا اور اپنے وطن کے بچوں سے کہنے لگا۔ کہا تم نے مجھے کچھ بڑا نہیں ہوں۔ بلکہ بالکل تمہاری طرح بادر وطن کا ایک معمولی بچہ ہوں۔ آؤ تم ہم مل کر اس خاک کو سنوارنے

اور اسکی عزت بڑھائیں)

بادشاہ ہونا اور اپنے بادشاہی کے امتیاز کو ساداتِ پر قربان کرنا کوئی معمولی بات نہیں۔ یہی ایک چیز کسی بادشاہ کا نام زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے۔

گرامان اللہ خاں کو فطرت نے اور بھی کچھ دیا ہے وہ ان کا دماغ ہے۔ اس انسان کی ابتدائی زندگی سے شروع کیجئے جب سے کہ وہ دنیا کی نظروں میں نمایاں ہوا اور آج تک کے تمام واقعات پر نظر ڈالئے اور اس کے افعال سے اس کے دماغ کا اندازہ کیجئے تب اس کی عظمت معلوم ہوگی۔

کسی بادشاہ کی وفات پر تیرے بیٹے کا تخت نشیں ہونا جبکہ دو بڑے بھائی زندہ موجود ہوں اور اس پر ایک حریص چچا کا مضبوط پنجہ بھی گڑا ہوا ہو کیا آسان کام ہے؟ امیر حبیب اللہ خاں کی وفات کے بعد ان کے بھائی نصر اللہ خاں نے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا تھا امیر مرحوم کے اس تیرے بیٹے کو قانونِ تاج و تخت کی مخالفت کا خیال اور ہمت ہوئی اور اس امان اللہ نے نصر اللہ خاں کی قوت کو توڑا اور اپنے بڑے بھائیوں کی موجودگی میں خود کو تخت و تاج کا زیادہ اہل ثابت کر دیا۔ بھائیوں سے ان کے سلوک کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک بڑے بھائی اس بادشاہ کے ساتھ ایک ہی محل میں رہتے ہیں۔ اور تخت و تاج پر شک نہیں کرتے اس واقعہ کے بعد سرحدی جنگ پر غور کیجئے اگرچہ اس جنگ کی تفصیلات سے ہم غیر متعلق ہونے کی وجہ سے قطعاً نا آشنا رکھے گئے مگر نتیجہ اس کا یہ سنا کہ افغانستان کو آزاد ملک تسلیم کر لیا گیا۔ اور مختلف ممالک یورپ کے سفیر وہاں روانہ کئے گئے۔ کیا یہ کوئی معمولی بات ہے اب امیر امان اللہ نے سفر کا ارادہ کیا۔ یہ ایک مشرقی بادشاہ کا سفر ہے جس کا ملک ترقی و تہذیب سے کوسوں دور ہے کیا اس کو اپنے تخت و تاج کا خطرہ نہیں۔ مگر امان اللہ خاں کے ارادے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کو اپنی رعایا اور امرا کی وفاداری پر کس قدر اعتماد ہے۔ اپنے ملک میں ان کے حیرت انگیز کارنامے ہم سنا کر تے تھے کہ کسی جگہ بھیس بدل کر نکل گئے ہیں اور رعایا کی جانچ رہے ہیں۔ کبھی رات میں نکل گئے ہیں اور قانون کے تحت کوتوالی کے سپاہی نے حوالات میں بند کر دیا ہے کوئی رئیس اگر نکلی کیڑے کو چھوڑ کر باہر کے کپڑے کا لباس پہنتا ہے تو اسکی دارا ان اللہ خاں کی قیمتی دیتی ہے۔ عدالت اگر بادشاہ کے نام سمن جاری کرتی ہے تو معمولی چپراسی امان اللہ خاں کو عدالت میں ساتھ لے جا کر پیش کرتا ہے گھر کے باہر نکل کر پہلے پہل بیٹی ہی میں انکی خفیہ گشت شروع ہو جاتی ہے جہاز کی ہر چیز کو مطالعہ اور تحقیق کرنے پر آمادہ کر دیتی ہے عوام الناس کے چھوٹے چھوٹے طبقوں کی دعوت بھی ان سے رد نہیں کیجا سکتی اور اپنے غریب ہم وطنوں سے وہ غل گیر ہونے میں بھی دریغ نہیں کرتے۔ مصر میں ان کی تعلق و محبت آمیز کشش تعجب اور حیران کا باعث ہوتی ہے اور یورپ کی ان کی نظریں ہوائی جہاز، توپ۔ بندوق وغیرہ کے کارخانوں میں گڑ جاتی ہیں۔



بمبئی میں شاہ افغانستان کی آمد

آخر یہ تمام مشقت اور دور دراز کی کس چیز کے لئے ہے اور وہ کونسا دماغ ہے جو ان تمام باتوں کا تقاضا کر رہا ہے اس بات کا معلوم کرنا اب مشکل نہیں۔

کوئی نیا اب بات کا خیال کرنا آسان ہے مگر اس خیال کو واقعیت میں لانا آسان نہیں بھیس کے پہاڑوں کو طے کرنا، اور ایطالیہ اور آسٹریا کی سلطنت دنیا کا ہر شخص سوچ سکتا تھا۔ مگر اس کو عمل میں لانے کے لئے تیوین کی ضرورت تھی۔ ہر ایجاد اسی لئے ایجاد ہے کہ وہ ہر شخص کے بس کی چیز نہیں بلکہ خاص دماغوں کا ایجاد ہے اسی طرح قوموں اور ملکوں کی ترقی اور تہذیب کا تخیل بہت آسان ہے مگر ترقی اور تہذیب کا تحقیق سائنسہ فاش کرنا آسان کام نہیں۔ آج ہندوستان میں انگریزوں کا قدم آئے ہوئے ڈیڑھ سو سال سے زیادہ ہو چکے ہیں ہماری قومی آزادی کے لئے ہمارے بہترین دماغوں کی دو تین نسلیں گزر چکی ہیں۔ مگر ہم ابھی تک وہیں ہیں جہاں پہلے تھے ہمارا تمہا یہ انحطاط دماغی اور ترقی حالت میں ہم سے پیچھے تھا۔ اور اب بھی ہے۔ مگر اسکی عنان عمل اب ایک صاحب فکر انسان کے ہاتھ میں آگئی ہے افغانستان نے حرکت کی اور اسکی پہلی جست اس مقام پر ہوئی ہے جس کے لئے ہم تڑپ رہے ہیں اب اس کو اپنی اندرونی اصلاح اور بیرونی قوت کا خیال ہے اور اسی کے لئے ان کے بادشاہ نے اتنی زحمتیں برداشت کر کے گھر سے باہر قدم نکالا ہے۔

ہم شاہ افغانستان کے سفر سے کیا سبق لے سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ نہیں کہ قومی آزادی اور ترقی کا سبق کیوں کر ہمارے لئے یہ خیال بہت پرانا خیال ہے۔ "قومی آزادی" اور "قومی ترقی" یہ دو الفاظ ہیں جو کثرت استعمال اور بے جا و بیجا استعمال کی وجہ سے اپنی معنی کھو رہے ہیں ہر نوآموز مبتدی سے لیکر ہماری قوم کا بڑے سے بڑا زعیم "قومی ترقی" کا کچھ نہ کچھ راز ضرور بتاتا ہے کسی کو ترقی کا راز "آپ اپنی حالت کو بدلنے کے خیال" میں نظر آتا ہے کسی کو "خدا پر بھروسہ کرنے" میں کسی کو اپنی ذات پر بھروسہ" کرنے میں کسی کو "سودیشی اشیاء کے استعمال" میں قوم کی نجات نظر آتی ہے کسی کو

"چرخہ" چلانے میں۔ کوئی "تعلیم" کا راگ گاتا ہے کوئی "عورتوں کی آزادی" اور "تعلیم نسواں" کو قومی ترقی کا واحد ذریعہ سمجھتا ہے۔ کئی ایک دماغوں نے اخلاقی کردار میں قومی ترقی کو مشاہدہ کیا ہے۔ مثلاً "سچ بولنا"، "بہادری"، "راست بازی" وغیرہ اور بہت سے لوگ پیشوں کے ذریعہ "ترقی" کی دیوی تک رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں مثلاً تجارت، زراعت، صنعت وحرفت یہاں تک کہ قومی ترقی کا ارار غذاؤں میں تک دیکھا گیا ہے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو "تصوف" کو ہندوستان کی ترقی اور آزادی کا واحد ذریعہ سمجھتے ہیں اگر غرض قومی ترقی کے علاجات کو اگر جمع کیا جائے جو ہم ہندوستانیوں نے بڑے غور وفکر کے بعد تجویز کئے ہیں تو ان علاجات کا ایک خاصا لغت تیار ہو جائے جو قومیں کے ترقی کر رہی ہیں اور آزادی کی فضا میں سانس لے رہی ہیں وہ ہمارے اس لغت کے بغیر ہی اپنا کام چلا رہی ہیں۔ ان چیزوں کو یہاں پیش کرنے سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ ہم مذکورہ بالا امور (استثنا آخر الذکر) کی مفیدیت کے منکر ہیں بلکہ ہمارا یہ کہنا ان امور کو پیش کرنے والے دماغوں نے ان کو حاصل کرنے یا قوم میں پھیلانے کیلئے کیا ترکیب تجویز کی یہ تمام مقاصد اچھے ہیں مگر ان کو حاصل کس طرح کیا جائے جس طبیب نے مرض کی تشخیص کیا ہے اسی کا کام نسخہ تجویز کرنا بھی ہے۔

ہمارے لئے کشاد افغانستان کے سفر میں ایک اہم سبق ملا ہے غالباً وہ یہ ہے کہ ہمکو بالکل بیکار نہیں مگر ایسا ضرور ہے کہ اسکو سمیٹنے کی ہے ملاش کریں اور اس پر عمل پیرا ہوں وہ سبق قومی ترقی کے لئے اصول بنانے کا نہیں ہے بلکہ قومی ترقی کے اصول پر قوم کو چلانے کی سبیل ڈھونڈنے کا ہے ایسی کی دیوار کھڑا بنانے کا خیال کرنا نہیں بلکہ ایسی کی چوٹیوں پر چڑھنے کا راستہ نکالنا اور چڑھنے میں نگرانی کرنے کا ہے۔

سر کریم بھائی ابراہیم کی وفات

بمبئی کے مشہور مخیر دولت مند سر کریم بھائی ابراہیم نے قلب کی حرکت کے بند ہو جانے سے شنبہ ۱۱ ربیع الثانی کو وفات پائی۔ سر کریم بھائی کی شہرت اور شخصیت کا اثر بمبئی تک ہی محدود نہ تھا بلکہ وہ تمام ہندوستان میں مشہور تھے اور حیدرآباد سے بھی نشان شاہی طرز کی وجہ سے ان کا کاروباری تعلق تھا۔



شاہ افغانستان بمبئی کے مسلمانوں کے جلسہ ڈونگری میں

سر کریم بھائی ابراہیم ۱۱ ستمبر ۱۸۶۹ء کو پیدا ہوئے اور ۱۸۸۲ء میں والد کی جگہ ہیرو نٹ بنے وہ بمبئی کے مشہور تاجر گنیون کے مالک اور کریم بھائی ابراہیم نامی کاروباری کمپنی کے شریک مالک تھے۔

مرحوم کو کاروبار کے علاوہ رفاہ عام کے کاموں سے بہت دلچسپی تھی وہ جج کمیٹی کے ممبر تھے اور دو ہفتہ وہ اس کمیٹی کے نائب صدر بنائے گئے۔ وہ خورشید ہائی مدرسہ اکلز ہڈرا سکول کے نائب بھی رہے۔ ایک شہری کی حیثیت سے وہ "جسٹس آف دی پیس" بھی بنائے گئے تھے۔ اور کئی سال تک بمبئی کی مجلس بلدیہ کے رکن رہے۔ ۱۹۲۲ء میں وہ بمبئی کے شریف بھی مقرر ہوئے تھے۔ ۱۹۱۰ء سے ۱۹۲۳ء تک وہ بندگاہ بمبئی کے ٹرسٹی رہے۔ سرکار کی طرف سے انہیں قیصر ہند کا طلائی تمغہ ملا تھا اور ۱۹۲۳ء میں وہ "سر" بنائے گئے۔

غرض مرحوم کے انتقال سے صرف خوجہ جماعت ہی کے رکن کا نقصان نہیں ہوا بلکہ ان کی موت تمام مسلمانوں کے لئے ایک نقصان کا باعث ہوئی۔

ان کی فاتحہ سیوم حیدرآباد میں بھی ادا کی گئی اور بمبئی میں بعض ہائلاد ان کے انتقال کے اظہار رنج میں بند کئے گئے۔

مسٹر کاشدھی کے اہم جزو سے انکار

ناسک کے اچھوتوں کی طرف سے ایک پمفلٹ شائع کیا گیا ہے جس میں لکھا ہے کہ شردھی کے وقت مس مارگریٹ کزنس کے گلے کا چیتاب دھی دودھ لگی اور گوبر وغیرہ ڈالنے کی رسم پر مجبور کیا گیا۔ کیونکہ پرانے خیالات کے ہندوؤں کے نزدیک اس سے ناپاک انسان پاک اور پوتر ہو جاتا ہے لیکن مس مارگریٹ نے پینے سے انکار کر دیا۔ حالانکہ اس کے بغیر شدھی جائز نہیں ہو سکتی۔

معلوم ہوا ہے کہ ناسک کے اچھوتوں نے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ مس مارگریٹ شدھی محض ایک دکھلاوا تھا کیونکہ اچھوتوں کے ساتھ ایک تقریب کے دوران میں اچھا سلوک نہیں کیا گیا۔ شدھی کی تقریب میں اور وہ بین لوگوں کو شامل ہونے کا موقع دیا گیا لیکن اچھوتوں کو جو دیکھنے آئے تھے۔ اس جگہ داخل نہیں ہونے دیا گیا جہاں ہون ہو رہا تھا۔ انہیں حکم دیا گیا کہ وہ دور فاصلہ پر کھڑے رہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ پونا کے اچھوتوں کے رہنما مسٹر راج بھوج سوامی شنکر اچاریہ کے قریب جا بیٹھے۔ بعض نے اعتراض کیا کہ ایک اچھوت مسند پر نہیں بیٹھ سکتا۔ مسٹر راج بھوج نے کہا کہ جگت گرو کے داہنی جانب ایک ایسا شخص بیٹھا ہے۔ جو پیدائشی مسلمان اور جسے حال ہی میں شدھ کیا گیا ہے۔ لیکن ایک ہندو ہوں اور مجھے اجازت نہیں دی جاتی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس پر ہاتھا پائی ہو گئی جس میں مسٹر راج بھوج کی کلائی پر زخم آئے اور گھڑی ٹوٹ گئی۔

دو آنسو

از

دختر نواب سید احمد خاں مرحوم دہلوی

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ، کل ہماری باری ہے

دو دن سے جی بیٹھا جاتا تھا۔ دل بھرا چلا آتا تھا۔ یوں دیکھو تو خدا کے فضل سے اکثر عزیز ایک جا ہو گئے ہیں۔ ہنسی خوشی گذر رہی تھی مگر کیا کیجئے یہ عالم تھا کہ آپ ہی آپ لاگ لاگ ہوئے جاتی تھی۔ اسباب سے اور حیرانی ہوتی کیا ہی! خیر کیجیو۔ دور و نزدیک کی خیر سنائیو۔ لیکن سچ ہے، دل سے دل کو راہ ہوتی ہے یہ وہ وقت تھا کہ پیاری پیاری تمیز بہو بیٹی کی دلاری چہیتی بیگم انیس مرض الموت میں فرماتیں ہو کر ہمیشہ کو داغ مفارقت دے رہی تھیں!! اس لئے دل حیقدر مرتا کم تھا۔

چند روز ہوئے، ایک محبت نامہ بھیجا تھا جس طبیعت لاکھ نہ لکھی تھی۔ دو جی ہو کر جی کا افسانہ ہونا اور اس لئے اپنے ہاتھ سے خط نہ لکھنا زیادہ تر ڈر کی بات نہ تھی۔ ایسا ہوتا ہی ہے ساتھ ہی ایک تقریب شادی کے بلاوے کے جواب میں انہوں نے خوش مذاقی کے وہ نفیس پھول برسائے تھے کہ شادی امکی طرف بھول کر بھی خیال نہ گیں۔ مگر آہ ایک معلوم تھا کہ میرے لئے تو ان کی یہ جانبازیاں اب آخری چیست، آخری دیدار ہی بن جائیں گی!

آج اس دوا می تحریر محبت کو پھر دیکھا ــــ بار بار دیکھ رہی ہوں! تو اس محبت نفیس کی خاص لخاص ہنسوڑ لیجے میں بھی جا بجا ایسا دلریش گداز سنائی دیتا ہے کہ آنے والے حادثہ کی یاس دل میں چٹکیاں بھرنے لگتی ہے! پھر یہ آخری انمول بول محبت کا ایک ایسا نایاب تحفہ ہیں، جو سارے دن کی بھوک پیاس اور رنج والم کے بے شمار آنسوؤں میں تلے سے نکلے تھے۔ خط میں مجھ سے یہ بات چھپائی۔ حالانکہ اسباب کا بیحد اثر لیا تھا، کہ وہ ہمارے ہاں کی لاحقہ تقریب میں چند در چند وجوہ سے کیوں نہ شریک ہو سکیں۔ اسی خط میں ایک جگہ یوں شکایت کی ہے۔

"خالہ اماں سے میرا بہت بہت آداب کہنا اور یہ بھی کہنا کہ..... یکی شادی کے لئے کیا میرے ہونے کا انتظار تھا؟ جس دن کی بڑی تمنا تھی، چلو میرے خدا نے وہ دن دکھا تو دیا۔ میں شریک نہ ہو سکی، یہ بھی یہ کیا کم ہے مجھ کو گن گن کے دعائیں قبول ہو گئیں! دعائیں مانگتے مانگتے حیف نات سو کھا ہے، انتہی ہی شمائی لونگی! میں بلد ہیں ہوں۔ وہ محل میں لکھنو ہی کیا نہ چلی جاؤں، غرض وہیں، پردیس کہیں ہوں، اللہ جائے اس خانہ آبادی سے گمن ہوں! باغ باغ ہوں!!"

میری گمن ہونے والی! باغ باغ ہونے والی!! للہ مجھے بتا دے۔ اتنا لکھکر پھر کونسی بات بری لگ گئی، جو روٹھ کر یکایک ہم سے منہ چھپا لیا! خدارا معاف کر دے، اور مجھے بتا کہ تجھے عروں سے کیوں کر چھین لاؤں! اے میری چاہتی، چاہنے والی بہن! آ، جلدی آجا، مٹھائی نہیں، موتیوں سے تیرا منہ بھروں گی!!

اصل پوچھو تو مرد اور عورت تمدن کے دو بنیادی اجزائے ترکیبی کا نام ہے اس لئے اچھے تمدن کیلئے جس طرح نیک بنا دمردوں کی کچھ ذمہ داریاں ہیں اسی طرح نیک بخت بی بیوں کے لئے بھی ضرور ہے کہ وہ مردوں کا ذمہ دارانہ ہاتھ بٹائیں۔ چنانچہ اچھے مردوں کے ساتھ ساتھ اچھے عورتیں بھی دنیا کی شائستگی سمجھی جاتی ہیں اور یہ بھی یہ کہ انہیں دونوں مبارک اجزاء کے اکٹھے ہونے سے دنیا کی بھلائی مکمل ہوتی ہے۔ جن سماجوں کے اچھے دن ہیں انکے ہاں ایسے افراد بہتات سے ملتے ہیں۔ اس لئے وہاں ایک آدھ مفید فرد کا کبھی کبھار آنکھوں سے اوجھل ہو جانا اتنے ملال اور قلق کی بات نہیں جتنا کہ ایسے اس کا ہونا، جہاں اول ہی سے اچھی کا کال سا فی ہے، یہاں ایک تو کام کے افراد ہوئے ہی اتنا دکھا ہیں۔ پھر اگر وہ بھی ملک کو کافی فائدہ پہنچائے بغیر جوان جوان اٹھ جائیں تو سمجھئے کہ کمبخت دنیا ہی کا آسمان ٹوٹ پڑا۔ بزرگ محترم محمد عنایت اللہ خاں مرحوم دعلیمی معتمد کمشنر امتحانات سرکار عالی کی وفات حسرت آیات کچھ کم سماجی نقصان نہیں ان کا علم علم، ملنساری، خوش مزاجی اور اخلاق ہمارے اچھے دنوں کی سہانی یاد تھی۔ یہ ایک اچھے سلجھے جس میں اچھے بھائی، اچھے دوست، اچھے باپ، اچھے خاوند، اچھے شہری غرض ایک اچھے انسان ہونکی حفاظیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں! ایسے شخص کے اٹھ جانے کے یہ معنی ہیں کہ سوسائٹی ایک مدت کیلئے ان خوبیوں سے محروم ہو گئی۔ بالکل اسی طرح طبقہ نسواں میں اس مرحومہ کا انتقال پر ملال بھی جانکاہ سماجی نقصان ہوا یہ نیک بخت خاتون ایک اچھی زندگی کا ایک نادر نمونہ اور صحابیات صالحات کی زندہ مثال تھی۔ ضروری علم و تعلیم کے بعد اس بھولی سی عمر میں ایسے خوش اوصاف پائے گئے جن سے عملیت کی نورانی دنیا میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ بہنوں میں وہ ایک محبت والی بہن رہی، سہیلیوں میں ایک پیاری پیاری سہیلی یوں بھی ایک اطاعت گزار بیٹی اور ہنس مکھ بیوی تھی۔ بڑے سے بڑے دن بھی جیسیں تو انہیں ہنستے کھیلتے گزار دینے میں وہ ملکہ بیدا کیا تھا کہ خود دکھ بھی جس سے دکھی ہو جائے۔

عمر و خاکرتی تو یقین جانئے وہ ایک ایسی ماہ پیکر ہوتی جس کی کوکھ قوم کے بلوت سپوتوں سے ہمیشہ ٹھنڈی رہتی! اس عرش نیش خاتوں سے جو بہن ایک دفعہ مل لیں، انہیں دوبارہ ملنے کی آرزو رہی۔ غرض سرزمین لکھنؤ کے ایک شریف خانوادہ

کا اسیار دشمن چندر مان تجھ ہیں سے عشق و تواضع کی بے گنتی کرنین پڑی تابگاتی ہوں! ایسی نیک بخت خاتون تھی، جو نکہت اور حوصلہ میں بلکہ نور جہاں، سوہ و گذار میں شہزادی زیب النسا، عفت و عصمت میں مقدس سیتا، اور شعر و موسیقی میں وشن صفات روپاستی ہوا (ایسی حور) جو نوازندی کے سنتے سانچے میں ڈھلی ہوا!۔

موت! ایسے تفرقہ انداز موت! آہ! ایسے نایاب وجود کو تو نے میٹ دیا، ہم سے چھین کر قبر کی تاریکی میں چھپا دیا، جبکی محبت آلمی شان کی تھی اور جس سے حضرت رابعہ البصریؒ کی بارکت یاد تازہ ہو جاتی تھی نہیں! میں نے غلط کہا، موت نے ایسے صرف ہماری آنکھوں سے اوجھل ضرور کر دیا ہے مگر وہ قبر کی تاریکی میں ہرگز مفید نہیں، بلکہ آغوش رحمت میں ہے۔ یہ ہی گزر جانے والی بہن! اس دکھیاری دھرتی سے آپ خود تو رخصت ہو گئیں، مگر یہ بھی سوچا، ہم پسماندگان کے دلوں پر کیا گزر جائے گی میری آواز پہنچ سکتی ہے تو لوسن لو! اپنے ماتوں کو سوگ کا ایسا ساسو لگا گئی ہو جو اب عمر بھر ہمکا تمہیں بلاتا ہی رہے گا تو اے کاش! قدرت نے ہمیں بھی ہو جاتا کہ ہمیشہ کو رخصت کرنے کے لئے تمہیں میں ہی دفن بنا دی! ہشم چو پنجاں جوڑا گئیں، کہ کیسے دے ہاتھ آخری مرتبہ تمہارے پر! ہاں آنکھیں بند کرتے، تمہیں گلے لگاتے اور دلہن کی طرح منہ سنوار کر اپنے ہاتھ رخصت کر دیتے! اسطرح دل پر جو بنتی، بنتی مگر تم سے مگر دل اتنا لے چین تو نہ رہتا! خیر! خدا حافظ! پیارے بچے! فرشتوں کو پر واز آلمی! تجھے چین کی لوری سنائے! آ!

اَللّٰھُمَّ غْفِرْلِیْ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّکَ قَرِیْبٌ مُّجِیْبُ الدَّعْوَاتِ۔

آمین ثم آمین

آسمانی سینما

جرمنی کے ماہرین سائنس نے اندھیری راتوں میں اپر سے کام لینے کے متعلق کامیاب تجربے کئے ہیں۔ اب انہیں سوجھ رہی ہے کہ اپر سے اندھیری راتوں میں کام لیا جائے جس طرح کے سینما میں چاند سے لیا جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح اپر پر بھی برقی فانوس کی شعاعیں ڈالکر ان پر تصاویر متحرکہ دکھلائی جائیں جس طرح کے سینما میں پردہ پر ظاہر کی جاتی ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب کہ اندھیری راتوں میں اپر پر نورانی اعلان و اشتہارات بھی نمایاں کئے جانے لگیں۔ (کل مشعل)

م۔ص

بقیہ چارمینار کی گپ

ملاحظہ ہو صفحہ (۱۷)

سنگار عورتوں ہی کو زیبا ہے اور پھر ان عورتوں کو جو ہوائی دیدہ ہوں یا بازار کی بیٹھنے والی جو رنج لیتے شریف گھرانے کی بہو بیٹیوں کو کبھی بنتے سنورتے نہیں دیکھا

یہ باتیں سنکر ہم آگ ہی تو ہو گئے مگر اتنے کاع برسرد ماد آہم ہر حیہ آید گذدہ، کہکر گنگار رکھ جھوڑا اور رش بھنیک دیا تو ال کرنے سے پر ڈال کر دستر خوان پر آ بیٹھے۔ جھوس تو خاک نہ تھی مگر مجبوراً بہت سر ہلا کر کے اٹھ کھڑے ہوئے، میز پر "مرزا کی کوک شاستر" یعنے "ہنسی تھوکر" لکھی ہوئی تھی اسی کو دیکھنے لگے مزا آیا پر بہت غصہ آیا کہ انہوں نے کتاب لیدار وقت لکھی پاش کر کتاب ہماری نیک بخت کے بچپن میں لکھی جاتی اور وہ بچپن ہی میں سے پہنچیں، کچھ نہ کچھ اثر تو ہوتا اور خدا اطمینان تو حاصل ہوتا۔ مگر بدقسمتی سے مرزا جی نے لکھی بھی تو کب جبکہ خیر سے وہ دو بچوں کی ماں ہو چکی تھیں، اور ہمیں دی بھی تو کب جبکہ "وہ" لڑنے میں "طاق" گجرنے میں شہرہ آفاق، جھگڑنے میں شاق ہو چکی تھیں اس وقت یہ کتاب کیا فائدہ پہونچاتی وہ تو کہا ہے نا! چوب تر را چناں کہ خواہی پیچ

"وہ کہا مکیں تو جائے بنایں مگر اتنی توفیق نہ ہوئی کہ بتالی ہماری طرف بڑھا دیتیں کالی کلوٹی ہنڈ ورنے پیالی ہمارے سامنے رکھ دی اور ہم نے پیالا گھونٹ پیا جائے اچھی تھی مگر اپنی تیں صفتوں لیتے لب بند، لب ریز، لب سوز، میں سے صرف دیسانی صفت سے بہرہ ہوئی تھی، شکر تو نام کو نہ تھی اور سطح سر تھی کہ آگے چل کر شربت بادام کا گمان ہوتے لگا تھا مگر کرتے کیا، شکر لگا تھا وہ سرے سطحی میں افیونی ہو چکا اعلان کرتا تھا اور ٹھنڈی ہونے کی شکایت کرتا گویا شامت بلائی تھی، ہیہات اب کس کی ہمت تھی جو الٹی تیں کہتے تقریر سناتے ہم نے "یہ از شیر مادر" سمجھکر اسی پانی کو غنیمت کیا، اور سگرٹ جلالیا، بدقسمتی سے پان بھی نہیں نصیب ہوا، مانگنا ہماری وضعداری کے خلاف تھا کرسی کے نیچے لونگ پڑا ہوا نظر آیا ہم نے اسکے قریب سگرٹ گرا دیا اور پھر جھک کر سگرٹ کے ساتھ لونگ بھی اٹھالیا اور لگے چبانے۔

"وہ" جاکر اپنی والدہ کے پاس بیٹھی ہیں، خیر انظار کی توپ دغی، کلیاں، غرارے، شروع ہوئے دیر تک وہ متبرک آواز آتی رہی۔ اول کلمہ طیب کی گونج سنائی دی پھر ہم سگرٹ پر سگرٹ جلاتے رہے واقعی سپورٹ مین ہونا بھی اچھا سگرٹ ہے۔

صبح کے چھ بجے وہ کمرے میں آئیں تو ہم نے سگرٹ پھینک دیا اور لگے تذکرہ اولیاء و کہن" دیکھنے انہوں نے پیکھی جتوں سے ہماری طرف دیکھا اور جا کر

باقی پر دراز ہو گئیں، دو منٹ کے انظار کے بعد ہم نے سگریٹ جلالیا اور لگے نظام گزٹ کیلئے گپ لکھنے بھی ایک صفحہ نہ ہوا تھا کہ پردہ ہٹا اور وہ پر آمد ہوئیں پھر نے لاکھ چاہا کے سگرٹ چھپالیں مگر ممکن نہ ہوا، ہوں نے پوچھا "یہ عادت بھی ہے، شرم نہیں آتی ہمارے سامنے سوچی ہے ہمارے ساتھ انظار اور پھر آپ الگ، الگ سگرٹ بھی اڑاتے ہیں، میں سمجھ گئی ہوں تو آپ سگریٹ پیا کرتے ہیں اسی لئے تو دن بھر آپ گھر پر نہیں ہتے اللہ اللہ کیسے کیسے لوگ دنیا میں ہیں اللہ میاں کو بھی دھوکا دیتے ہیں اور ہم کو بھی تف ہے ہماری زندگی پہ لعنت ہے ایسی ..... ہم سمجھ رہے تھے کہ پانچ منٹ بیچ رہا ہے اور بالآخر اٹھ کی بے رنگ و گیاہ وادیوں سے گزر کر ماہ تیرکی چلچلاتی دھوپ میں نخلستان وہ پہنچے ہم ذیل پانچ میں مصروف ہیں۔

جھوٹ ہماری آنکھ کھلی تو دیکھ ساڑھے تین بج چکے تھے کمرہ کڑوا نا بنا ہوا تھا حسب معمول دو ڈبا ہوا تھا، ہیہات برابر وحیدالزماں صاحب دی فی فی الفور تھے، سالگرہ سال تھا کبھی کبھی کسی کو تمکے کی بے ہنگام واد البتہ سنائی دیتی تھی، گھڑی کی ٹک ٹک سخت انگیز تھی ہم نے سگرٹ جلالیا۔ منہ دھوئے بغیر خیر والی بہن لی (گرگ پالم) میں اٹھا کر جیب میں رکھا اور چلے دفتر نظام گزٹ کی طرف، وہ کہا ہے ناکسی نے

گرگٹ کی دوڑ باڑ تک

سب سے زیادہ عمر عورتیں

کہتے ہیں کہ سوئٹزرلینڈ کی ایک عورت بار بار کو نہ کی عجوزہ و بیچ کے مختلج خاندیں رہتی۔ اس وقت ایک سو پانچ سال کی ہے اسی طرح جرمنی میں ایک عورت اس سے بھی زیادہ عمر والی ہے جس کا نام یوہانا بچھ ہے یہ جرمنی کے شہر ایلس میں رہتی ہے اس وقت اس کی عمر ایک سو چھ سال کی ہے۔ آنجل اتحاد میں ایک عورت فاطمہ نامی ہے جس کی عمر ایک سو چونسٹھ سال کی بیان کی جاتی ہے۔ یہ دنیا میں سب سے زیادہ عمر عورت ہے باوجود اس کبھرنی کے اس کے قوتی ابھی عافیت میں ہیں۔ اس کا شوہر اور اس کے بیٹے اور دامادوغیرہ سب مر چکے ہیں۔ لیکن یہ تن تنہا دنیا میں زندگی کے دن کاٹ رہی ہے۔

اطال اللہ بقاءھا

چار مینار کی گپ

از

آوارہ

حضرت آزاد بھی عجیب بزرگ ہیں، چوں کہ ہم سے خلوص ہے اور ہماری مالی حالت سے واقف ہیں اس لئے اکثر ہمارے فائدے پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیتے ہیں۔ آج کمبخت میں پھنسا کر آپ نے کمال خیانت "معاوضہ مضامین" پر گفتگو شروع کی۔ ہر تک نصیحت فرماتے رہے کہ معاوضہ لیکر مضامین لکھو، ہم اسکے خلاف ہیں نہ تو ہم اردو پریس کی حالت اتنی اچھی پاتے ہیں کہ وہ معاوضہ دے سکے اور نہ ہم "پرائیویٹ سیکریٹری" اس قدر گئے گذرے ہیں کہ معاوضہ لیں۔ بہرحال تیرک مباحثہ ہوتا رہا، لوگ مدلل اور غیر مدلل تقریر پر غور نہیں کرتے گرج دار آواز، تیز و تند لب و لہجہ، اور ہماری بھرکم الفاظ سے بہت مرعوب ہو جاتے ہیں اسی طرح ہماری مدلل مگر ضعیف، ناتواں، لنجی، تقریر کسی نے کان ہی نہیں دیا، خدا کے جناب آزاد ہی ہماری بھرکم پرسیشن "القریہ حورہ" خواہ مخواہ بیلے آدمی، آواز گرج دار، لہجہ تیز و تند، تو نہ کا پھیلاؤ باتوں کا بڑھاؤ مونچھوں کا رعب، یہ سب چیزیں انکے ساتھ تھیں، عبدالرحمن صاحب بھی، انہیں کی گانے لگے اور تقدس صاحب بھی ساتھ ہو گئے بیچارے عبدالحق صاحب کبھی کبھی ہماری کمزور، ناتوان، ضعیف، نزار و نزار آواز سے اتفاق کر لیتے مگر دل سے ہنس صرف آزاد صاحب کو سناتے! دو گھنٹے ہی اور بسی ہی، معلوم نہیں اپنے مقصد میں کون کامیاب رہا مگر ہم گھر ہو کر اس خیال میں محو ہو گئے کہ میدان ہم نے مار لیا اور حضرت آزاد بھی یہی سمجھے ہوئے ہیں کہ انہوں نے جیتا وہ تو کہا ہے نا کہ ہر کس بخیال خویش خبطے دارد،

فطرت کھانے مہاشے سدرشن بڑے گپی ہیں انکی گپیں (افسانے) بہت مقبول ہیں، ہم آتے آتے ایک جلد لیتے آئے تھے، کھانا کھا کر لگے مطالعہ کرنے سدرشن جی نے خوب افسانے لکھے ہیں "بہار ستان اور چندن" دونوں کو ہم نے دیکھا تو بیچے سے دو بجے تک کرسی پر پڑے دیکھا گئے جب دونوں کتابیں ختم ہو گئیں تو ہم نے ان پر تنقید شروع کی "محبوبۂ لندن" پر تنقید کا مضمون گپ تھی۔ ہم اسکی تعریف میں اس قدر رطب اللسان ہوئے کہ تین بج گئے ساڑھے تین بجے رات کو الارم بجا ہماری نیک محبت برابر کے کمرے میں سو رہی تھیں شاید بیدار ہو گئیں تو ہمیں بیہوش پایا بس پھر کیا تھا پرس پڑیں آگ لگے ان کتابوں کو اور خدا کی سنوار اس مطالعہ پر ساڑھے تین بج گئے مگر آپ ابھی مطالعہ فرما رہے ہیں، افیونی کی افیوں چھوٹ جائے، حافظ کی نماز قضا ہو مگر آپ کے ہاتھ کتاب نہ چھوٹے گی ایسے کتابوں کے رسیا دیکھنے میں نہیں آئے آدمی کیا چھینگر ہیں کہ دن بھر کتابیں چاٹا کرتے ہیں"

ہم نے سگرٹ جلا لیا اور دونوں ہاتھ تنسنے لگے میز پر طبلہ بجانے لگا گراما فون چلتا رہا ہزاروں صلواتیں اڑیں، سینکڑوں بھبتیاں کسی گئیں، مگر ہم ٹس سے مس نہ ہوئے، آپ لوگ شاید سمجھ صرف "ایشیاٹک سوسائٹی" اور "جامعہ عارف" ہی کا ممبر تصور کرتے ہیں، اجی حضرت! اس کے علاوہ بھی ہم کو ایک اور اعزاز حاصل ہے وہ یہ کہ ہم "ناموں زادہن ایسوسی ایشن" کے ممبر ہیں یعنے "ناموں زادہن کے مشہور ہیں" اور وہ بھی "نان سی ڈنٹ" یعنے اپنے گھر پر بیوی کو رکھنے والے نہیں۔ "رسی ڈنٹ ممبر" یعنے "خانہ داماد" ہیں، اس اعزاز کے بھی صدقے ہم آئے دن پریشان رہتے ہیں۔ ہماری عزت بیوی میں ہے اسی بیوی میں جس قدر سائنس کمیشن والوں کی ہندوستان آپ سے گئے تا؟

"وہ" صلواتیں سنا کر چلی گئیں، ماماں کو سیدھا کیا، چھوکریوں کو جگایا، اور گلیس پیچھن تیب کھڑی ہو کر چیخنے، چلانے، حمائی نے انگڑائی لی، ماموں لاحول لا قوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے اوٹھ بیٹھے، بچے بوڑھے سب جاگ پڑے، کھانسنے کھنکارنے کی سریلی آوازیں ہماری سامعہ نوازی کرنے لگیں، ہم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ جا کر چارپائی پر لد گئے اور رضائی اوڑھ لی، روزے کی فلاعلمی، تراویح کی رکعت نظر کی ضرورت کو سوچتے ہوئے سو گئے، خبر نہیں کتنی دیر سوتے رہے دیکھتے کیا ہیں کہ "وہ" نہایت ہی پیارے گلے میں باہیں ڈال کر رہی ہیں "دیکھو تم روزہ نہ رکھو" مگر اسی وقت ہماری ان میں درد اٹھنے لگا آنکھیں کھلیں تو "وہ" کھڑی نظر آئیں اور اپنی دل گداز آواز میں سحری کی دعوت دے رہی تھیں، اچھا کتنا اچھا خواب تھا، واقعہ تو یہ ہے کہ وہ خواب ہی نہیں اچھی طرح ملتی ہیں، نہ تو ظاہر داری کو کیا کہوں یقوں حسن بن صباح کے ہر نظارہ کا ایک باطن ہے، ہماری اس ظاہر داری کا باطن وہ خواب ہیں جو رات بھر ہمیں نظر آتے ہیں جن میں ہماری نیک بخت بڑی خیر خواہ نظر آتی ہیں،

اور نہایت ہی محبت سے ملتی ہیں، ورنہ ظاہر میں تو سیدھے منہ بات تک نہیں کرتیں، ہم اٹھ بیٹھے جلد جلد منہ دھویا بھتا اور فے دستر خوان کو بچھوایا، اپنی ہم بال ٹھیک کر رہے تھے کہ نیک بخت نے دستر خوان پر دہا دال دیا، اور گلیس چیخنے اجی اکھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے گرم گرم کھا لو، کیمون بھی بن سنور لیا، اب آپ کون سے سسرال جا رہے ہیں جو اس قدر بنا ٹھنا جا رہا ہے، بیچارے عورتیں بناؤ سنگار کے لئے بدنام ہیں مگر مردوں کو کوئی کیا کہتا ہیں۔

داڑھی ہی بنانے میں دو گھنٹے لگا دیں گے آدھے گھنٹے تک منہ میں پانی بھر کر کلیں کریں گے، ہونہ کریم لگانے کو ایک گھنٹہ لیں گے، پوڈر کو پندرہ منٹ ضرور لگائیں گے منہ دھونے میں تو خیر سے ایک گھنٹہ صرف کریں گے اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بال پوچھ رہے ہیں اس سے فارغ ہوئے تو گلے بال سنوارنے اللہ اللہ بالوں کی خاطر تو گھنٹوں تک زحمت اٹھائیں گے تم لوگوں کی مانگ سیدھی ہونے تک ہماری کھچڑی چوٹی تیار ہو جاتی ہے۔ مگر کچھ بھی ہم بدنام ہیں چھوڑو بھی بناؤ

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (۶) کالم (۲)

شعر و سخن

غزل

نواب ڈاکٹر عثمان نواز جنگ بہادر ام۔بی، سی ایچ۔بی (داؤ نمبرا)

تو اے صبا کسی سے شوخی جو کر رہی ہے — رہ رہ کے زلف پرخم منہ پر بکھر رہی ہے
اچھی نہیں ہے ظالم سرگوشیوں کی عادت — اے زلف تو کسی کے کیوں کان بھر رہی ہے
دل سے زیادہ مجھکو ایمان کی پڑی ہے — کافر تری محبت گھر دل میں کر رہی ہے
اے چارہ گر تو پہلے تشخیص کر مرض کی — کیا علم تجھکو جو کچھ مجھ پہ گذر رہی ہے
کہتا نہ تھا میں تجھ سے اچھی نہیں ہے شوخی — تیری نگاہ تجھکو بدنام کر رہی ہے
کیا حسرت جوانی کب تک یہ ساتھ دیگی — کیا آرزوئے دولت کس کے گھر رہی ہے

جو کچھ نصیب میں ہے وہ مل رہا ہے مجھ کو
فضل خدا سے طالب اچھی گذر رہی ہے

غزل

از حکیم میر نادر علی صاحب رعد

بسمل تڑپ رہا ہے یہ وقت جانکنی ہے — قربان اس ادا کے قاتل کی دلکشی ہے
امید وصل بھی ہے اب یاس کے مقابل — اقرار میں تامل انکار میں نہی ہے
ہر کام وقت پر ہے ہر وقت کام کا ہے — بعد بہار توبہ، یہ وقت مے کشی ہے
ارمان عیش و عشرت امید مال و دولت — جو کچھ ہو مختصر ہو دو دن کی زندگی ہے
اظہار حال فرقت مشکل نہیں ہے لیکن — کچھ ان کا ہے تغافل کچھ میری خودی ہے

دارین کی نہیں ہے اے رعد فکر مجھ کو
مشکل ہو لاکھ لیکن مشکل کشا علی ہے

مراسلات

دار العلوم دیوبند

دار العلوم دیوبند کے متعلق ہمیں دیوبند سے محمد انور صاحب، عزیز الرحمن صاحب، اور شبیر احمد صاحب قاسمی کی ایک تحریر موصول ہوئی ہے جس میں موصوفین نے دیوبند و گل بھدوری تعین احمد صاحب کے طریق کار پر سخت اشتعال کا اظہار کیا ہے۔ موجودہ تحریر میں تقریباً وہی دلائل اور براہین استعمال کی گئی ہیں جو اب سے موصوفین مختلف اخبارات میں استعمال کر چکے ہیں۔ موجودہ تحریر جانب داری کا پہلو لئے ہوئے تاہم ہم اس سے پہلے بھی دار العلوم کے انتظام کے متعلق یہ لکھ چکے کہ تعین کو اب ذرا زیادہ مستعد اور زیادہ نفع رساں بن جانا چاہئے۔ ہمیں امید ہے کہ قوم کے اکابر اس طرف اپنی توجہ مبذول فرمائیں گے۔ اور اس قدیم قومی ادارہ کو تباہی اور بربادی سے بچا لیں گے۔

بعض ذمہ دار کارکنان دیوبند کا مکتوب

۲۹ فروری ۱۹۳۵ء کے انقلاب میں ہم نے جناب مولانا حسین احمد صاحب کا بیان دار العلوم دیوبند کے متعلق پڑھا اگر ہم کو ایسے نامور ہستی کے طرف سے مرتبہ محاسبہ نہ کیا جاتا تو ہم اب بھی سوت رول کھینچتے لیکن مولانا کی ملاحیت دفعتہً کے بعد فروری ہو کہ اپنے سلک کے متعلق دو چار لفظ لکھ دے جائیں دار العلوم کے حالات ایک مدت سے محتاج اصلاح ہیں جس کا اعتراف مولانا بار بار فرما چکے ہیں اصلاحی ضرورتیں اہتمام کے جبر و استبداد اور مجلس شوریٰ کے لفظ غفلت اور تعطل سے جب اس قدر شدید اور قوی ہو گئیں کہ ان سے اغماض جائز نہ تھا تو ہم نے دلائل و براہین اہتمام کو بھروسہ شوریٰ کو ایک متفقہ تحریر کے ذریعہ توجہ دلائی مجلس شوریٰ نے بجائے اس کے اپنی کمزوریوں اور انتظامی معاملہ پر شرمندے دل سے غور کرتی طعن و تشنیع کے بعد بھلا کام یہ کیا کہ اپنی لوم مسئول کی بار دو توجیہات کرتے اور پھر اہتمام کی مستبدانہ قوتوں کو منضبط اور متعین کر کے اپنے لئے وہ بارہ راہ سے سبکدوش ہونے کا موقعہ نکالے اور ہماری متفقہ تحریر کی بڑی تمہید اور پیش کردہ تجاویز کے بڑھنے سے بار بار مقصد طرقہ کلام اور نیت کے متعلق کوئی ابہام و احتمال باقی نہیں رہتا ہو شکایات ہم کر چکے تھیں، اس سے زیادہ اب ہمیں اور کیا اصلاح کے ہم پہلے ذمہ دار تھے۔ اب بھی اس کے متحمل ہیں اور اگر مولانا جیسے مقتدر ہستیاں اپنے نظر دگل سے اصلاحی پیغم کو ملزم، مہربانیں تو ہم یقین کرتے ہیں کہ خدا کے فضل سے دار العلوم کا سارا انتظام یا ہمیں وجہ دوست ہو جاتا مولانا تو حضرت شیخ الہند قدس اللہ سرہ کے جانشین ہیں لیکن ہم کو بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کچھ تعلق عقیدت ہے ہم اپنے مشاہدہ کے بنا پر پورے وثوق سے کہتے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ مالٹا سے واپس ہو کر خاص اصلاح دار العلوم کے مقصد سے ایک جماعت کی ترتیب و تشکیل میں مشغول تھے اور اس کام کو نہایت اہم سمجھتے تھے جو افسوس ہے ان کی بیماری و وفات کی وجہ سے پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکا واللہ اعلم علی ما نقول کیل مولانا نے پیش میں اشتہاری جماعت کے جن محاسن و ترقیات کا حوالہ دیا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ ترقیات کس حد تک صحیح ہیں بارہ کی سیاسی جمعیتوں کی ہمیں منت ہیں ہم ان کی تنقید نہیں کرنا نہیں چاہتے لیکن اپنی ترقیات کی موجودگی میں دار العلوم کے جسم و روح کو سالہا سال سے جس بیماریاں اندر ہی اندر گھن کی طرح چاٹ رہی ہیں ان کی طرح آنکھ نہیں بند کر سکتے، دیا ہمارا طریقہ عمل تو دار العلوم کے اصلاح پر اس قدر حواس ہونے کے باوجود دیکھ رہے ہم نے جو انتظامی طور پر بھی کوئی ایسی کارروائی نہیں کی جس کو ہم شرفا مدہوم سمجھیں۔ یا جس کا نقصان اس کے فائدہ سے زیادہ خاکم بدہن الاتحاد طلبہ و دار العلوم کی جماعت ہے جو انہوں نے اہتمام کے مقابلہ سے تنگ آکر قائم کی ہے ہم اس کے رکن نہیں ہیں بعد اس کے کہ اہتمام کا رویہ ان کے ذمہ دار ہیں مگر افسوس ہے کہ بھاری اصلاحی جمعیت کو طلبہ کے انجمن کے طرف منسوب کر کے جس طرح پہلے سے غیر وقیع بنایا جا رہا ہے۔ شاید اسی طرح یہ کہ مولانا بھی استعمال فرمانا چاہتے ہیں، ہمارا اس کی تائید کرنا تو اس بارے میں خواہ مخواہ الاتحاد ہو یا اہتمام دار العلوم یا کوئی اور بلند ہو سب کے تعلق ہمارا وصول دہ ہو کہ حضرت سیدنا عثمان ہی المومنین رضی اللہ عنہ نے بتلایا ہے یعنی کا ذا احسن الناس فاحسن معہم واذا رأیتم فاجتنبوا اساءتہم، ترجمہ جب لوگ بھلا کام کریں تم ان کی بھلائی میں شریک ہو جاؤ اور جب برا کام کریں تو ان کی برائی سے علیحدہ رہو ہم مقترب اپنا ایک مکمل اور آخری بیان اپنے دیہ کے متعلق شائع کرنے والے ہیں امید ہے کہ اس سے ہماری حیثیت دار العلوم کے معاملہ میں بالکل واضح ہو جائے گی۔ آخر میں ہم کو افسوس کے ساتھ یہ بھی ظاہر کر دینا چاہئے کہ مولانا نے اتنے عرصہ تک دیوبند میں قیام پذیر رہنے کے باوجود کبھی ہم سے شافہۃً سوال نہ کیا جو اب مسلم یونیورسٹی کے متعلق ہمارے ذریعہ معلوم کر رہے ہیں اور نہ وہاں سے بند لیہ مراسلہ ضروری ہمارا مسلک دریافت کیا۔ اب اگر ہم بھی ان کے سوالات کا جواب اخبارات اور جرائد میں شائع کر دیتے ہیں تو ہم کو سزد وار سمجھا جائے خود اس طریق خطاب سے لائق ہو گا اور اس کے ذمہ دار ہم نہ ہوں گے۔

"مدالوزحمی عزیز الرحمن عفا اللہ عنہ شبیر احمد عفا اللہ عنہ"

قلمی کتب خانہ عام و بزرگ و خورد گبر گیر شریف

قائم شدہ ۱۳۴۳ھ

جو صاحب کتب خانہ ہذا کے تہ کردہ کے قیمتی قلمی کتابوں کی قدر و قیمت اور علالت پر تفصیلی مضمون اردو زبان میں تحریر فرمائیں گے۔ انہیں فارسی سلطنت عالیہ شرکت کا دیانی (دیوبند) کے طبع کتب قیمتی پندرہ روپیہ انعام دیئے جائیں گے مضمون راقم کے پاس ۱۲ ذی حجہ ۱۳۵۳ھ تک ضرور پہنچ جانا چاہئے مزید تفصیلات بالمشافہ کے ذریعہ معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ بلد سے آئندہ کے مضمون نگار کے لئے قبول اطلاع دینے پر فاص سہولت ہمیں پہنچائی جائے گی۔

محمد عبد السلام

منتظم انجمن اصلاح مسلمانان گبر گبر محمد دوم پور گبر گبر شریف

خط و کتابت میں منیجر خریداری کا حوالہ ضرور دیجئے۔

منیجر

کوالف ہند

مطالبۂ استرداد برار

بمبئی ۲ راپریل۔ حکومت برطانی سے بعض والیان ریاست نے ایسی مساوات کا مسئلہ اٹھایا ہے اور اس اقتدار اعلیٰ کا مطالبہ کیا ہے جو لارڈ ریڈنگ سابق وائسرائے نے نہرا کر الیٹڈ ہائی نس دی نظام کے موسومہ خط میں دینے سے انکار کیا تھا۔ اس سلسلہ میں یہ خبر دلچسپی سے پڑھی جائے گی کہ سرکار حضور نظام نے پھر برار کی واپسی کا مطالبہ فرمایا ہے اسی طرح جہار آجہ گیکوار بڑودہ، کاتھیاوار کی واپسی کے طالب ہیں

بلڈ کمیٹی کا دورہ گوالیار

نئی دہلی ۱۲ راپریل۔ بلڈ کمیٹی سرشفیع کی وائسرائے کے ایوان میں آئے گی۔ اور وہ یہاں ایک روز قیام کرے گی اس کے بعد یہ وفد سپر روانہ ہو جائے گی۔ بلڈ کمیٹی نے گوالیار میں پر تکلف دعوت میں شرکت کی۔ سر راکر ویٹر نے اپنی تقریر میں (۱۹) سال قبل اپنے گوالیار کے دورہ کا ذکر کیا اور سابق مہاراجہ کی ہر دلعزیزی کی بہت تعریف کی پھر موجودہ حکمران کی تعریف کرتے ہوئے مجلس نیابت کو اپنے ذرائع کی آپسی طرح پابندی کرنے کا وعدہ کیا۔ اور کہا مہاراجہ کو نیک عمال کی توفیق کے لیے دعا کی۔

آلات مکبر الصوت اور نماز عید

بمبئی ۵ رمارچ۔ آج ایسپلینیڈ کے وسیع میدان میں ہزار ہا مسلمان نماز عید کے لیے جمع ہوئے تھے جن میں سر ملا حسن ہدایت القدیر لوکل سلف گورنمنٹ بھی شامل تھے۔ اس موقعہ پر آلات مکبر الصوت (دھنی آواز کو بلند کرنے والے آلات) لگائے گئے تھے۔ اس پر بعض مسلمانوں نے احتجاج کیا کہ یہ آلات نماز عید کے فرائض ادا کر رہے تھے دریافت کیا۔ اسلام میں آلات مکبر الصوت کی اجازت ہے؟

حکیم صاحب نے جواب دیا ان کی اجازت ہے کیونکہ یہ موسیقی کا جزو نہیں ہے۔

بمبئی کے تاجر بنک بند ہو گیا

ملک میں اس خبر سے بے چینی پھیل گئی کہ بمبئی کے تاجروں کا بنک ہائی کورٹ کے حکم سے بند کر دیا گیا۔ اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسٹر سرجری اور بھوتے ٹرسٹی کا دیوالہ نکلنے کی ہائی کورٹ میں درخواست پیش کی تھی۔ جس میں انہوں نے سرکار کو اسکی مالی حالت کی طرف توجہ دلائی تھی۔

بنک حسب معمول صبح میں کھلا تھا اس کے شرکاء نے رقم کے چیک پیش کئے اور اجرائی کے لئے اجازت نامہ بھی دے چکے تھے مگر اس کے پہلے مسٹر موس آئے۔ اور انہوں ہائی کورٹ کا حکم دکھایا اور اس بنک پر قبضہ کر لیا اس کے بعد بنک بند کر دیا گیا اور اس پر مہریں لگا دی گئیں۔

یہ بمبئی کے تاجروں کا بنک ۱۹۰۹ء ایک لاکھ کے سرمایہ سے قائم ہوا تھا۔ جس کے ایک لاکھ حصے تھے ہر حصے ۱۰۰ کا تھا۔ جب اس نے کام شروع کیا اسوقت صرف ۲۰ فی صدی حصے خریدے گئے تھے اس بنک کے ہائی مسٹر نوروز جی اور مسٹر نارائن تھے جن کے اعتماد پر بنک کے تمام حصے اس کا انتظام ابتدائی زمانہ اسعد کامیاب رہا کہ جب ۱۹۱۳ء میں "انڈین اسپیکنگ" اور کریڈٹ بنک ناکام ہوئے اس نے اپنے نام کو قائم رکھا اس کے بعد اس کے حصہ میں کمی کر دی گئی اور ہر حصہ ۱۰ روپیہ اور جملہ سرمایہ (۱۰) لاکھ رکھا گیا۔

ریاستوں کی تحقیقاتی کمیٹی اور ہر ہائی نس کا اضطراب

بمبئی ۱۲ رمارچ۔ بمبئی کی مجلس متفنہ کا افتتاح کرتے ہوئے نواب صاحب بھوپال نے ریاستوں کی تحقیقاتی کمیٹی کے متعلق فرمایا۔ "اس کمیٹی کا تقرر اسی لئے ہوا ہے کہ اس کا تصفیہ ہو جائے کہ والیان ریاست کی اعلیٰ حیثیت کیا ہے حالانکہ اس کے حقوق کیا گیا ہیں۔ اس کے لئے ہم انڈیا سے اور نہ ہند کے شکر گذار ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کمیٹی کی تحقیقات سے وہ باتیں بھی ظاہر ہو جائیں گی جو اب تک نظر انداز رہی ہوں یا جنہیں بہلا دیا گیا ہو اور اس طریقہ پر ان کے اظہار کے باعث ان تمام غلط فہمی کی تفصیل ظاہر ہو جائے جس سے دست برداری نہیں ہوتی ہے اور اس طرح پر ایک ایسی پالیسی کی بنیاد پڑ جائے جس کی بدولت والیان ریاست کو شاہ انگلستان کی ذات اور تخت سے مضبوط تعلقات قائم ہو جائیں۔ آپ لوگ بھی اس سے واقف ہوں گے کہ کمیٹی محض سیاسی معاملات تک محدود نہیں بلکہ برطانی ہند اور ہندوستانی ریاستوں کے مالی و اقتصادی تعلقات سے بھی سروکار رکھے گی۔ سیاسی معاملات میں تو کمیٹی یہ رپورٹ دیگی کہ یہ معاہدات رسمی نامون اسناد، رسم و رواج روایات اور دوسرے اسباب کی بنا پر جو ذرائض اور ذمہ داریاں ہیں ان کے لحاظ سے ریاستوں میں کسی قسم کے تعلقات قائم ہوں گے اور کمیٹی مناسب سفارشات اس کے متعلق کریگی۔ رہے اقتصادی اور مالی تعلقات اس کے متعلق حضرات میں آپ کو توجہ دلا دوں گا کہ اس بنک پر صورت ہے کہ عرصہ سے برطانوی ہند کو ہندوستانی ریاستوں پر تفوق حاصل ہے اور یہ ریاستیں نادانی سے اس مالیہ میں اپنی آمدنی کا بہ تھوڑی سی ادا کرتی ہیں جس سے صرف برطانوی ہند کا فائدہ ہے اور جس کی ادائیگی سے ریاستوں یا رعیتوں کی رعایا کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ حالانکہ انہیں اس کا فائدہ پہنچنا چاہئے تھا۔ میری مراد بحری محاصل، کسٹمز، نمک کی ڈاک و تار، افیون اور آبکاری سے ہے۔ علاوہ بریں اس کے باعث عام مالی اور اقتصادی معاملات میں بھی طرح طرح کی دشواریاں اور خرابیاں لاحق ہوتی ہیں۔

بقیہ صفحہ (۱۲) کالم (۳)

اشتمالی کمن نے اشتراکی رکن پر اعتراضات کئے تھے تو اجلاس میں اور زیادہ جوش و خروش پیدا ہو گیا اس کے بعد جس وقت اشتمالی نمائندہ دختر کی نمائندہ کے اعتراضات کا جواب دے رہا تھا تو اشتمالی اراکین نے بخون کو گرانا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اشتراکی اور اشتمالی ارکان میں تو تو میں میں ہونے لگی اور ہاتھا پائی کی نوبت آ گئی۔ اس پر نائب پارلیمنٹ نے اشتراکی رکن کو ایک ہفتہ کی رکنیت سے علیحدہ کرنے کا اعلان کیا۔ مگر اس نے بھی اجلاس سے باہر جانے سے انکار کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انجمن صدر کو ۱۴ مارچ تک اجلاس ملتوی کرنا پڑا۔

مقامی خبریں

۲۵ مارچ ۱۳۳۶ف کو نواب لطف الدولہ بہادر کی طرف سے یادوری میں ایک پرتکلف ڈنر ترتیب دیا گیا تھا۔ جس میں سر ویر یارجنگ۔ رزیڈنٹ حیدرآباد۔ مسٹر ٹکر۔ مس گاف۔ مس گارڈ و منسٹر کوپن ہیگن میجر خالد و غیرہ شریک تھے۔

نواب آغا یار جنگ بہادر شریک معتمد مالگزاری مشرقی۔ جج۔ لشکر کی جنگ معتمد مالگزاری اور صدر ناظم مال مقرر ہوئے۔

مورخہ ۲۷ مارچ ۱۳۳۶ف کو کچہری میں سررشتہ فینانس کے ملازمین نے معتمد صاحب فینانس کے ہمراہ نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس کے اجلاس پر حاضر ہوکر ان کی تنویہ کی مبارکباد دی نواب حاجی فخر یار جنگ بہادر معتمد فینانس نے مختصر سی تقریر کے بعد دفتر کی اور اپنی جانب سے سبھوں کو ناشتہ کا ر نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس کو مبارکباد نواب حیدر نواز جنگ بہادر نے شکریہ ادا کیا۔ معتمد صاحب فینانس نے اس خوشی میں دفتر کو ایک روزکی تعطیل دی

واگزاشت اسٹیٹ کے ہائر یز نگرانی کورٹ

حسب فرمان حضوری حسب ذیل اسٹیٹ ہائے زیر نگرانی کورٹ آف وارڈز واگزاشت کئے گئے۔

راجہ رائے ریان، سید حسین علی خاں صاحب، ڈپٹی راجہ صاحب ڈیسکہ، رونق علی مرزا صاحب، سردار جنگ مرحوم ابراہیم علی خاں صاحب، محمد علی خاں صاحب، جمال علی خاں صاحب شہامت جنگ مرحوم، راجہ صاحب گدوال، صارم شمشاد مزم شاہ زور جنگ مرحوم، نواب عظمت جنگ بہادر، فیاض علی خاں مرحوم، نقباں الدولہ مرحوم، قادر الدولہ مرحوم، حسن

اسٹیٹ گدوال کی نظامت پر پالدانی گنیش مولوی عزیز حسن صاحب مدد گار معتمدی مال شرع آبکاری کے عہدہ پیش گاہ سرکار سے متعلق کئے گئے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنی خدمت کا جائزہ بھی دیدیا اور گدوال روانہ ہوگئے۔

خان بہادر علاء الدین صاحب نے سکندرآباد میں ایک جدید برف کا کارخانہ قائم کیا ہے جو وہ ایک روپیہ کو پچاس پونڈ برف فروخت کر رہے ہیں۔

مچھلی بندر کی واپسی کا مطالبہ

ٹائمز ڈیلی میل کا تاسر نگار خبر رسان ہے کہ حکومت سرکار حضور نظام اور حکومت ہند میں بندر گاہ مچھلی بندر کی واپسی کے لئے جو کئی صدیوں سرکار عالی کی بندرگاہ رہی ہے۔ گفت وشنید ہو رہی ہے۔ گرمی افواہ ہے کہ کرنل شیو نکس پریزیڈنٹ صدر المہام مالگذاری اس معاملہ میں ذاتی دلچسپی لے رہے ہیں اور مقامی حکام کو اس مراسلت کے کامیاب ہونے کی بڑی توقع ہے۔

واگزاشت گدوال اسٹیٹ

بارگاہ حضوری سے واگزاشت گدوال اسٹیٹ کے تعلق فرمان مبارک مرقومہ ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۳۶ف شرف صدور لایا ہے کہ "تمام واقعات اور آثار پر غور کرکے بصیغہ کونسل کی رائے سے اتفاق ہے جیسے متوفی راجہ کی بیوہ مالی راجی لکشمی نرسما کو الخلاء وراثت وجانشین تسلیم کرکے ستان کورٹ کی نگرانی سے خارج کیا جائے اور ستان لبیہ کے تفویض شروط ذیل کیا جائے۔

(۱) وحسب انتخاب سرکار ستان کے انتظام کے لئے ایک تجربہ کار دیانت دار عہدہ دار جن کا درجہ اول تعلقدار کے مساوی ہوگا کے خدمات حاصل کرکے اسکے ذریعہ سے انتظام کریں۔ (۲) انتظامات ستان پر سینہ مالگذاری کی نگرانی اس مدت تک قائم رہے جائے کہ ستان کا سالانہ موازنہ مالگذاری سے منظر ہو اور یہ موازنہ منظور کئے جانے کے سال سے ایک صدر کی رقم دو سو صد میں صرف کرنے کے لئے ستان کو محکمہ مالگذاری سے اجازت حاصل کرنا ہوگا اسکے علاوہ محکمہ مالگذاری مجاز ہوگا کہ حسب ضرورت وصوابدید حسابات کی تنقیح جو اسکے۔ تاوقتیکہ ستان قرضہ سے صاف ہوجائے البتہ پانچ سال کے عملی جبر کے لیے محکمہ مالگذاری کی نگرانی کم کرنے کے متعلق غور ہوسکیگا۔ (۳) بیوہ رانی پر لازم ہوگا کہ ستان کی پختہ پیمائش وبندوبست علاقہ دیوانی کے سررشتہ بندوبست سے کرائی جائے۔ (۴) آئندہ جب بھی وہ اس تقریم خاندان کے بقا کی خاطر تبدیل کرنا چاہیں تو ان کو ضرور ہوگا بتقابلہ دو سون کے وہ اپنی دونوں لڑکیوں میں سے کسی ایک کو اولاد نرینہ میں سے بالترجیح انتخاب کریں بشرطیکہ وہ اولاد منتخب ہونے کے قابل ہو ورنہ یہ ناممکن ہونیکی صورت میں ان کو اپنے خاندان میں سے

سلسلہ ملاحظہ ہو کالم (۳)

بچوں کی ظلمت کے تدابیر

"انڈین رڈ کراس سوسائٹی" حیدرآباد دکن میں اور سینٹ جانس ایمبولینس ایسوسی حیدرآباد کا سالانہ جلسہ بلاہم رزیڈنسی میں ہوا۔ صدر نشین ولیم بارٹن تھے۔ وہ ان تقریر میں سر ولیم بارٹن نے کہا کہ کرنل انڈرسن ائی۔ ام۔ ایس اور سر مٹر لے۔ سی۔ برٹی کی رپورٹ عام طور سے پڑھی جانیکی انہوں نے اس رپورٹ پر تنقید کرنے کے لئے نہیں کہا بلکہ اس میں چند اہم باتوں کا انتخاب کرنے کے لئے اس میں سب سے اہم کام جس کا تعلق عوام کی بہبودی سے ہے وہ بچوں کا تھا۔ بچوں کی اہمیت کے لحاظ سے سکندرآباد بلاہم اور رزیڈنسی میں دو روز کا خاص طور پر انتظام کیا گیا تھا جو تجربہ سے نہایت کامیاب ثابت ہوا اس سے تقریباً (۲۰۰) بچے بیماری کا شکار نہیں ہوئے اور انکی صحت اچھی رہی۔

سر ولیم بارٹن نے کہا "رڈ کراس" کے کام کی عوام نے کافی امداد نہیں کی۔ اگر یہ اس حلقہ میں سہو کار اور ایثار لوگ ہیں۔ بچوں کی حفاظت کے لئے انہوں نے درخواست کی کہ اس کام میں اور امداد کی ضرورت ہے اس کے علاوہ صحت کے متعلق اچھی تقریریں ہوئیں۔

بقیہ کالم (۲)

کسی کو جتنی لیسا ہوگا جس کی منظوری بروقت گورنمنٹ سے حاصل کرنی ہوگی۔

پٹیشل فرمان بروے دفعہ ۷۵ قانون کورٹ آف وارڈز کے تحت یا مالگذاری ستان گدوال کورٹ آف وارڈز کے تحت یا مالگذاری سے تاریخ ۲۰ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۱۸ء روز چہارشنبہ بغرض طلبہ حاضر ہوجائے گا۔ لہذا تاریخ مذکور بالا یا اس کے بعد کے کورٹ کے اختیارات دوبالا نرائی ستان باقی رہے گی۔

۲۹ فروری ۱۳۳۶ف کو نواب سر امیر جنگ بہادر صدر المہام و نواب مرزا یار جنگ بہادر میر مجلس صلاحت المالیہ نے صدالت دیوانی بدہ کے تمام مجلسوں کا معائنہ فرمایا اور ایک مقدمہ کی سماعت بھی۔

بیرونی خبریں

شاہ امان اللہ خاں کی سیاحت ترکی

۴ اپریل ۲۲ء کو شاہ امان اللہ خاں کی سیاحت انگلستان ختم ہو جائیگی۔ اس کے بعد پیرس کو واپس جائیں گے اور وہاں سے ترکی، روس اور ایران کی سیاحت کا دستور العمل مرتب کرینگے۔

معلوم ہوا ہے کہ حکومت ترکی نے شاہ امان اللہ خاں کے استقبال کی تیاری کے لئے سات ہزار پونڈ کا سامان آرائش کے لئے خریدا ہے اور اعلیٰ پیمانہ پر ترکی بھی آپ کے خیر مقدم کی مشتاق ہے۔

برطانیہ اور مصر

۱۹۲۲ء کا اعلان

لندن ۱۳ مارچ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ معتمدی حکومت نے آخری برطانی نوٹ کا جواب انگریزی اور مصری معاہدوں سے انکار کے بعد دیدیا ہے۔ انہوں نے برطانی اندرونی وزارت کی مصری اور برطانی دوستانہ تعلقات کے منافی قرار دیا ہے بعد ہی حکومت نے اس بات کی ذمہ داری لی ہے کہ بیرونی ممالک کے لوگوں کی کافی حفاظت کی جائے گی مگر ۱۹۲۲ء کا اعلان جس میں غیر ممالک کے لوگوں کی حفاظت کے لئے معتمد فوج رکھی جائے گی اس کو نفرت کی نظر سے دیکھتی ہے۔

اس صلح نامہ کی انکار کی وجہ برطانی حکومت اب ۱۹۲۲ء کے اعلان کی ذمہ داریوں اور ممالک غیر کے باشندوں کی حفاظت کے متعلق غور کر رہی ہے۔

والیان ریاست کا سفر انگلستان

لندن ۱۲ اپریل۔ مسٹر الفریڈ ناکس کے جواب میں ارل ونسٹرش نائب وزیر ہند نے کہا کہ بعض ہندوستانی والیان ریاست موسم گرما میں انگلستان کا غیر سرکاری طور پر دورہ کرینگے تاکہ وہاں اپنی ریاستوں کے متعلق تحقیقات ریاست ہائے ہند کے آگے شہادت پیش کرنے میں مشورہ حاصل کریں۔ اور والیان ریاست ان مسائل میں جو کہ ہند یا شہنشاہی حکومت سے تعلق رکھتے ہیں گفتگو نہیں کرینگے۔

سابق خلیفہ سلطان المجید ثانی کا پیام مسلمانوں کے نام

سابق سلطان المجید ثانی نے مسلمانان عالم کے نام عید رمضان کے موقع پر یہ پیام شایع کرایا ہے

حمد و ثنا کے بعد بارگاہ ایزدی میں نہایت عجز و انکساری سے دعا کرتا ہوں کہ اس عید سے ایسی زندگی کا آغاز ہو جس میں اس کے مسلم بندے ہر جگہ خوش و خرم رہیں اور حوادث زمانہ سے انہیں نجات ملے۔

میں تمام مسلمانان عالم کو آگاہ کرتا ہوں کہ بالشویک بلیغن اپنی فتنہ انگیز خیالات کی اشاعت سے تمام دنیا کو ایک بڑے خطرے میں مبتلا کر رہے ہیں ان کا موجودہ مقصد یہ ہے کہ دینی اعتقادات محکوموں اور لوگ الحاد و لادینیت اختیار کریں کیونکہ دین و ایمان ہی ایک ایسی مستحکم دیوار ہے جو ان کے بلاوے کے راستے میں سد راہ ہے۔

بیدار ہو جاؤ اور اس فتنہ سے بچو اور مشرق و مغرب کی قوموں کو اس فتنہ کی بیخ کنی کرنے میں مدد دو۔

ان کے مکر کو دیکھو کہ وہ اپنا اصول تو "جدت خلقت اور ترقی" قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہمارا دین جس کے فضائل سے ہر شخص واقف ہے اور جس کے انسان کو مفید کاموں کی ترغیب دیتے ہیں ہر شخص مقر ہے کہ ہمیں جدت خلقت اور ترقی سے روکتا ہے اور ہر قوم کی اچھی باتوں کو اختیار کرنے سے باز رکھتا ہے ہرگز نہیں۔ جس طرح اور قوموں نے ہم سے بہت سے باتیں سیکھیں، ہم بھی ان سے سیکھ سکتے ہیں درحقیقت بالشویک ان الفاظ سے اس وہم اور دھوکے میں ڈالکر اپنے دین سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں جو ہمیں برائیوں اور شرارتوں سے روکتی ہے اپنے خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اپنے خالق کی عبادت سے غافل نہ رہو اور اپنے قدموں کی پوری پوری پابندی کرو خدا سے دعا ہے کہ وہ تم پر اپنی رحمت نازل کرے اور اپنی خوشنودی کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے خدائے تعالیٰ دعاؤں کو نہیں قبول کرتا ہے۔

شاہ افغانستان کی ہندوستان میں تشریف آوری

لندن میں آخری مصروفیت

لندن ۲ اپریل۔ شاہ و ملکہ افغانستان لندن سے تھرنڈس گئے اور وہاں شاہ و ملکہ انگلستان سے خانگی ملاقات کی۔ تھرنڈس ہوائی جہاز پر شاہ و ملکہ نے آپس استعمال کیا۔ آپ نے تھرنڈس کے مختلف مکانات مکرون اعظم اور کی سیر کی۔ اور اس کی آرائش کے سامان خلاصہ کیا۔ ۴ آسٹریلیا نقاہ و دیگر چیزوں کی سرت کا اظہار کیا۔ پھر شاہ جارج و ملکہ میری کے ساتھ خانگی حیثیت سے ناشتہ بھی تناول فرمایا۔ اس کے بعد پھر ان کا معائنہ کر کے واپس تشریف لائے۔ نستانیہ

شاہ و ملکہ افغانستان کو شاہ و ملکہ انگلستان کا خدا حافظ کہنا

رگبی ۲ اپریل۔ شاہ و ملکہ افغانستان نے تھرنڈس میں شاہ و ملکہ انگلستان کو خدا حافظ کہا۔ تھرنڈس سے واپس تشریف لانے کے پہلے شاہ امان اللہ خان نے شاہ ایڈورڈ ہفتم کی مزار پر پھول چڑھائے۔

شاہ و ملکہ افغانستان روس و ایران تشریف لے جائیں گے

شاہ افغانستان پہلے پیرس جائیں گے اور وہاں سے اپنے وطن کو جاتے ہوئے روس و ایران تشریف لے جائیں گے۔

جرمن پارلیمنٹ میں ہاتھا پائی

اجلاس ملتوی کرنا پڑا

برلن ۹ مارچ۔ صینہ عدلیہ کے اعزاجات پر مباحثہ کے وقت ایشیا ٹنگ میں عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ایک فیجٹ نائنہ نے اپنی تقریر میں مناسب الفاظ استعمال کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اشتراکی ممبر نے جوش کے ساتھ اس پر احتجاج کیا اور اسی وقت ایک

بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ (۱۴) کالم (۳)

کتبخانہ تجارتی عبید الرزاق تاجر کتب و پبلشر مالک رزاقی مشین پریس مینار حیدرآباد دکن

جان سخن نواب فصاحت جنگ (جلیل) کے کلام کے خواہش مند کو جو کئی سال سے کمیاب تھا قیمت ۴ر

تذکرہ شعراء دکن اسمیں ۱۳۲۹ھ تک قدیم و جدید شعرا کا ذکر اور کلام درج ہے۔ پہلے اڈیشن کی قیمت (۵) روپیہ تھی (اب صرف ۱ر)

عروس ادب ہوش بلگرامی کے اخلاقی و ادبی تاریخی اور سیاسی مضامین کا مجموعہ ہے قیمت (۲ر)

کلیات وفا حکیم عبدالہادی خانصاحب وفا رامپوری کا کلیات ہے جس میں غزلیات رنگین اور مسدس و قصائد مجید و مجیب ہیں قیمت ۴ر

سیرۃ النبی مجلد چرمی سنہری کام حصہ اول (۷ر) حصہ دوم مجلد چرمی کام سنہری (۶ر) حصہ سوم مجلد سنہری کام تقطیع کلاں ..... (۱۲ر)

کیمیائے سعادت کتاب حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کا جواب تصنیف ہے طبع دوم کاغذ چکنا۔ اسکے صفحات (۸۵۲) قیمت ۱۰ر

مآثر دکن بلدہ حیدرآباد و مضافات بلدہ کی عمارات و آثار پر نہایت بہترین کتاب ہے جس میں (۵۷) تصاویر اور کتبے درج ہیں اور حالات نہایت دلچسپ ہیں، مولانا سید علی ظہیر بلگرامی اصفہانی جیسے فاضل نے تالیف کی ہے قابلیدہ ہے قیمت ۷ر

بیوہ کی کہانی بیوہ کی زبانی ایک پرتاثیر دلگداز قابل دید نظم ہے بیوہ کے حقیقی حالات اور فطری جذبات کا آئینہ ہے۔ درد و غم رنج و مصیبت کا گنجینہ ہے بلکہ نہیں کہ اسکو پڑھنے کے بعد کوئی آنسو نہ بہائے قیمت ۴ر

نیک بی بی اس نظم کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ کسطرح ایک نیک خوبی بی نے اپنے بدخوشوہر کو خوشخو بنا دیا قیمت ۲ر

مثنوی مشعل اسلام اس میں توحید باری حق تعالےٰ و اثبات رسالت کے ایسے زبردست رسایل بیان کئے گئے ہیں جو بڑے بڑے مستند کتابوں میں بھی نہیں مل سکتے قیمت ۸ر

اعظم اسٹیم پریس

میں ہر قسم کی لکھوائی چھپائی عمدہ اور کام بروقت وعدہ پر کیا جاتا ہے۔

اس اسٹیم پریس سے دنوں کا کام گھنٹوں میں عمدگی سے تکمیل پاتا ہے۔

المشتہر

عبید الرزاق تاجر کتب مالک اعظم اسٹیم پریس چارمینار حیدرآباد دکن

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چندہ

سرکار سے سالانہ	چوبیس روپیہ
امراء و رؤسا سے سالانہ	پندرہ روپیہ

ہندوستان کے لئے مع محصول ڈاک

سالانہ	۔
ششماہی	۔
سہ ماہی	عال
فی پرچہ	۲؍۶؍۸

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمایئے

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایئے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمایئے

(۵) نظام گزٹ تقریباً ۱۶ صفحے کے حجم پر شایع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شایع ہوں گی۔

منیجر

سید عبدالقادر تاجر کتب و میلبزر نظام گزٹ نے اپنے اعظم اسٹیم پریس واقع چار مینار حیدرآباد دکن میں طبع کرکے شایع کیا

رجسٹرڈ سرکار آصفیہ نشان (۶۱۱)

نظام گزٹ

عدد ۱۷
جلد

مدیرین
سید وقار احمد ایم اے
محمد حبیب اللہ رشدی ایم اے

مضمون خاص

ایام گذشتہ کی یاد

ارتسامات ترکی

(ڈاکٹر عبدالحق۔ بی۔ ایل۔ ڈی۔ فل۔ (اکسٹون)

قیمت فی پرچہ ۲ر۱ھ

کتب خانہ تجارتی سید عبدالقادر بکسلر و پبلشر مالک عظیم اسٹیم پریس چار مینار حیدرآباد دکن

قرآن شریف اس میں پانچ ترجمے ہیں۔ دو فارسی تین اردو اور برحاشیہ تفسیر مسمّی باحسن التفاسیر مجلد ہدیہ اصلی ۵ رعایتی عنہ ۴ سکہ عثمانیہ۔

قرآن شریف مترجمہ محاورہ اردو مولانا مولوی شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی برحاشیہ تفسیر موضح القرآن حاجی قلم جس کا ہر پارہ علیحدہ علیحدہ ہوسکتا ہے صفحات (۸۴۰) ہدیہ ملا جلد بہ مجلد للعہ سکہ عثمانیہ۔

اردو اٹلس رنگین ملک سرکاری چالی۔ جس میں ضلع واری نقشہ جات مع جغرافی حالات و نقشہ جات پائیگاہ وغیرہ بہترین اور نایاب جدید اٹلس ..... قیمت حال ..... رعایتی عہ

خلاصہ جغرافیہ عالم سوالات و جوابات مفید تکمیشن جامعہ عثمانیہ مرتبہ مولوی مخدوم علی صاحب ناظر تعلیمات قیمت بجگہ رعایتی عہ

سلیس جغرافیہ دکن برآمد اس تمانیہ قیمت بہ مرتبہ مولوی سید غلام الدین صاحب فاروقی بی اے

جدید تاریخ ہند برآمد اس تمانیہ مرتبہ مولوی سید غلام الدین صاحب فاروقی بی اے

جدید جغرافیہ دنیا برآمد اس تمانیہ مرتبہ مولوی سید غلام الدین صاحب فاروقی بی اے

صنائع عشق یعنے دیوان امیر مینائی قیمت ..... عہ

مطبوعہ عبرت اور فارمس ہر دفتر کے کارآمد حضور صاحبان شہ تعلیمات اور محکمہ جات عدالت کو توالی وغیرہ کے تیار ہیں جن کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر بصفت روانہ کیجاتی ہے آرڈر بموجب خادم طبع کرکے ارجنٹ تکمیل کیجاتی ہے۔

فتاوی عثمانیہ کتابیں اردو زبان میں کتب معتبرہ فقہ سے جمع کیا گیا ہے جو بالخصوص وکلا کیلئے معلومات کا گنجینہ ہے قیمت (معہ)

تمدن ہند (ہند کی بہترین بالتصویر تاریخ) ڈاکٹر لی بان کی فرنچ تصنیف کا بمحاورہ اردو میں ترجمہ معہ اضافہ توضیحات و حواشی مفید جس کو مولانا مولوی سید علیہ صاحب بگرامی مرحوم نے کیا ہے جو آج سے چند سال پہلے (۵ ۰) روپیہ میں فروخت ہوتی رہی ہے اس میں (۱۴۹) نقاشہ دیدہ زیب اور (۲) دلفریب نقشہ اور تختی کلاں ہے اب یہ قابل قدر اور لائق دید کتاب مجلد کی (۵ ۰) روپیہ قیمت کردیگئی ہے علاوہ محصول ٹپہ امید کہ ناظران کرام اس زریں موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے۔

گلوب ۱۲۔ انچ قطر۔ یہ ایک مدور چوبی اسٹینڈ اور برنجی رنگ میں لگا ہوا ہے جسکے ذریعہ زمین کی حرکت روزانہ و سالانہ دونو سمجھائی جاسکتی ہے قیمت (۵ ۰) روپیہ سکہ کلدار یا (۵ ۰) روپیہ سکہ عثمانیہ

یادگار غالب حضرت استاد مرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی کی زندگی کے حالات انکی تمام نظم و نثر اردو فارسی کا انتخاب جسکو خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے مرتب کیا ہے قیمت بجائے مجلد کے حالی ڈائری۔ کلاں چرمی اصلی قیمت ..... عہ رعایتی .....

" " مجلد پارچہ " " بہر ..... عہ

" " خورد چرمی " " بہر ..... عہ

" " پارچہ " " بہر ..... عہ

نوٹس آف اسلام بزبان انگریزی۔ اسلام کے متعلق بہترین تحقیقات۔ عربی جس کی شرح انگریزی میں کی گئی ہے مصنفہ عالیجناب خان بہادر حاجی خواجہ محمد حسین صاحب جسکو عالیجناب مولانا احمد حسین صاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس۔ آئی وقواب امین جنگ بہادر نے مختصراً نہایت عمدہ اور سلیس انگریزی میں کیا ہے قیمت .....

گنجینہ ہدا اس کا ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم اور حضرت صلعم والے حضرات بخوبی اس کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ قیمت رعایتی للعہ

ارمغان سلطانی المعروف سیر گلبرگہ شریف۔ تاریخی واقعات گلبرگہ شریف کا ایک سچا خوبصورت مرقع ہے۔ پہلے حصہ میں شہر گلبرگہ شریف کے موجودہ حالات درج ہیں دوسرے میں زبدۃ العارفین حضرت مخدوم شہباز بلند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی المشہور خواجہ بندہ نواز قدس سرہ العزیز نیز دیگر اولیاء کرام کی خاص زندگی اور ان کی سوانح عمری جو مختلف مستند و معتبر کتب سے اخذ کرکے مسلسل طور پر لکھے گئے ہیں تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ مفصل حالات درج ہیں قیمت (۴ عہ)

نرخنامہ طبع اشتہارات نظام گزٹ چار مینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایک اشاعت
ایک صفحہ	۱۵ عہ	۸ عہ	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ
نصف صفحہ	۸ عہ	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ	۱۲ ع
ربع صفحہ	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ	۱۲ ع	۱۰ ع
ایک کالم	۲ عہ	۱ عہ	۱۲ ع	۱۰ ع	۸ ع
نصف کالم	۱ عہ	۱۲ ع	۱۰ ع	۸ ع	۶ ع
ربع کالم	۱۲ ع	۱۰ ع	۸ ع	۶ ع	۴ ع

اشتہارات کے نرخ میں اخبار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ ہوتا جائیگا

سحی پیہم ہے نماز دسکم رکعت حیات تیری میزان ہے شام بحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد ۱۶ حیدرآباد دکن:- دوشنبہ ۲۴ شوال ۱۳۴۶ھ ۱۶ اپریل ۱۹۲۸ء ۱۲ خورداد ۱۳۳۷ف جلد

شذرات

سائمن کمیشن کے مقاطعہ کی ابتدا بہت شاندار تھی مگر افسوس زمانہ میں اس میں کچھ تدریجی ضعف آگیا تھا سائمن صاحب کے اس دورہ کا مقاطعہ اتنا ضروری نہیں تھا جتنا کہ آئندہ دور ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ تو صرف ایک سیر سپاٹے اور اس کام آئندہ دور کے لئے بہت کام ہوگا۔ اب کی دفعہ مقاطعہ کے لئے بہت سرگرم کوشش کی ضرورت ہے کیونکہ ایک طرف تو خود ہمارے اہل ملک ہی کچھ کم دشمنی نہیں کر رہے ہیں۔ پھر سرکار دوام اقبالہٗ کی ساحری ابھی شروع نہیں ہوئی۔ حکومت کے شبہ بازوں کے ہاں کیا چیز موجود نہیں اور کس چیز کو وہ پیدا نہیں کر سکتے؟ کیا ان کے ہاں "اس، ای، آر، ہوفون" کی کمی ہے، یا خان بہادریوں" اور "رائے بہادریوں" کی۔ کیا وہ اپنے جادو کے صندوق سے نئے نئے شاندار عہدے نہیں پیدا کر سکتے یا نبوت پڑے تو کیا تاج گورنری کے پہنانے میں انہیں عار ہے؟ پھر ان ہتھیاروں سے مقابلہ کرنے کے لئے قوم پر ستوں نے کیا تیاری کی ہے۔ برخلاف اس کے ہم سن رہے ہیں کہ جہاں گاندھی کے یرپ جلنے کی افواہ گرم ہے اور موتی لال نہرو افغانستان کا خیال کر رہے ہیں۔ محمد علی جناح کے بھی بانچھیں کھلی ہیں سرینواسی بھی اور مولانا محمد علی کے بیان سیاست کے مقصد و جوہ نے کا اندیشہ کیا جا رہا ہے۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ مقاطعہ کا اللہ مالک ہے اور ہندوستان کا مالک شیطان (سائمن نہیں!)

تاریخ میں بہت سی ایسی ہستیاں گزری ہیں جنکا اقتدار تاج و تخت حلا کر سکتا تھا۔ ہندوستان کی تاریخ میں بھی دو بدقسمت سید ایسے گزرے ہیں جن کے ناموں کے ساتھ "بادشاہ گر" کا لقب چلا آتا ہے لیکن دنیا نے ایسی ہستیاں بہت کم دیکھی ہونگی جنہوں نے "بادشاہ سازی" کی جگہ "پیغمبر سازی" کی ہو۔ آج ہندوستان ایک ایسی ہی ہستی پر فخر کر سکتا ہے میری مراد مسز بی بنٹ سے ہے۔

کچھ زمانہ ہوا کہ مسز بسنٹ نے ایک نئے مسلک کی بنا ڈالی تھی جس کا نام "آڈر آف دی اسٹار ان دی ایسٹ" (جس کا ترجمہ "طریق ستارہ مشرق" ہو سکتا ہے) رکھا تھا اس طریقہ کے اصول میں وہ عام باتیں داخل تھیں جو تقریباً ہر مذہب میں موجود ہیں اور ان اصول میں ایک خاص اصول جس پر زور دیا جاتا تھا یہ مشاکہ دنیا میں ایک آخری نبی یا ہادی کا ظہور ہوگا۔ لوگ اس اصول پر اپنے اپنے مذہبی عقائد کے مطابق یقین کرتے تھے مگر کہیں کیا معلوم تھا کہ مسز بسنٹ اس آخری نبی یا ہادی کو خود پال ہی کہیں۔ چنانچہ اس ہادی نے اسٹیورڈ یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دنیا پر اپنی روشنی پھیلانی شروع کی اور کرشنا مورتی صاحب کے دیدار سے دنیا کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں!

مسز بسنٹ اپنی اس احمقانہ کارروائی پر نادم نہیں ہوئیں دنیا نے اس "مسلمان نبی" کا جو حشر کیا اس سے متاثر نہیں ہوئیں بلکہ اب ترقی کا ایک قدم بڑھایا ہے اور ایک عورت کو بھی نبی کی حیثیت سے پیش کر رہی ہیں۔ عنقا اچانے اس پیغمبر ساز عورت کے ہاں اور کتنے نبی پیدا ہونے باقی ہیں جن جو دیکھے بعد دیگرے اپنی مالکہ کے حکم سے اسٹیج پر آتے جائیں گے!

مغرب کی نسوانی ترقی کے دن ہم مشرقیوں کو تعجب میں ڈالتی رہتی ہے۔ یوں تو مغربی عورت کے کارنامے ایسے ہیں جن میں اس نے مرد کا مقابلہ کیا لیکن حال ہی میں ایک اور چیز اس فہرست میں شامل ہوئی ہے۔ لندن میں جو بازی کا مقابلہ ہوا تھا جس میں ایک عورت مس وٹی فرڈ اسپونر نے چار مردوں کو ہرا دیا مقابلہ کے لئے (۲۱) میل کی مسافت مقرر کی گئی تھی جو کہ اس عورت نے (۸) گھنٹہ کے اندر طے کیا اور جو مرد اس کے دوسرے نمبر پر آیا ہے اس سے یہ عورت تیس منٹ پہلے منزل مقصود پر پہنچ چکی تھی۔

نظام گزٹ

ہفتہ وار

دوشنبہ ۲۴ ماہ شوال المکرم ۱۳۴۶ھ

حیدرآباد میں طاعون پھر آرہا ہے!!

حیدرآباد میں یہ موذی بیماری صرف پندرہ سولہ سال بھی شروع ہوئی ہے۔ وہ نہ اس کے پہلے اگرچہ اس مرض نے بھی میرا اپنا گھر بنا لیا تھا۔ مگر وہاں سے حیدرآباد نہ سکا اب سے کوئی سولہ سال پہلے اس کا سب سے پہلا حملہ حیدرآباد پر ہوا اور اس شدت سے ہوا کہ شہر تقریباً بے چراغ سا ہو گیا تھا اس کے بعد یہ دو تین سال کے وقفہ سے آنے لگا گراب کوئی سات آٹھ سال سے یہ کیفیت ہے کہ اس کا دورہ ہر سال ہوتا ہے۔ اور شہر میں پانچ چھ مہینے تک اتری اور پریشانی پھیلا دیتا ہے اگر اس بات کا پتہ چلایا جائے کہ اس مرض کی ابتدا سے اب تک حیدرآباد میں کتنی انسانی جانیں اس کی نظر ہوچکیں۔ تو ان تمام کی تعداد ہزاروں سے گزر کر لاکھوں تک پہنچے گی۔

کہا جاتا ہے کہ طاعون انگلستان سے ہندوستان پہونچا مگر اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں کے لوگوں نے کوشش کر کے اس کو ملک بدر کر دیا۔ نہ صرف انگلستان بلکہ یورپ کے اکثر ممالک میں اس کا نام نہیں یا یا جاتا اس واقعہ سے فطرتاً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جب ایک ملک نے کوشش کر کے اس کا ازالہ کر دیا تو کیوں ہم اس طرف توجہ نہ کریں۔ اور کیوں نہ اپنے ہزاروں اہل ملک کو ہر وقت موت سے بچالیں

طبی اور فنی تفصیلات کو نظر انداز کر کے سب سے پہلے ہم اس بات کو دیکھ سکتے ہیں کہ انگلستان والوں نے اس کے دفعیہ کے لئے کیا تدبیریں اختیار کی تھیں۔ اور بعد خود ہمیں کیا ذرائع اختیار کرنے چاہئیں جس سے وہاں اس کا قدم اس شدت سے جم نہ سکا۔ اس سلسلہ میں ہمیں پہ سے پہلے صفائی صحت کے ابتدائی اصول نظر آتے ہیں۔ یعنے صفائی اور پاکیزگی۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ طاعون زمینی بیماری ہے یعنے اس بیماری کے اثرات زمین سے پیدا ہوتے ہیں نہ کہ فضا میں یا انسانی جسم میں یہ خیال ایک حد تک صحیح نظر آتا ہے جس کی تصدیق اس بات سے ہوتی ہے کہ جہاں اس مرض کی اشاعت ہوتی ہے وہاں سے نقل مقام کرنا مفید ثابت ہوا ہے۔ پس ایک تو اس کے زمینی اثرات پر نظر رکھکر اور عام اصول صحت کا خیال کر کے صفائی اور پاکیزگی کی جانب توجہ مبذول کرنا بیحد ضروری ہے۔ مرض کی زمینی اثرات کی حد تک یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنے مکانات اور کوچے، سڑکیں، بازارات پاک و صاف رکھیں اور ایسی گندی مضر اشیا سے محفوظ رکھیں جو عام صفائی اور پاکیزگی کو تباہ کرتی ہیں یہ طاعون کی سب سے بڑی روک تھام ہے اگر کسی کو نہ کوئی بالا دھوے پر شک ہو تو ہم اس کے جواب میں صرف نئے محلہ نام لی کو پیش کر سکتے۔ یہ مشہور ہے کہ حیدرآباد میں طاعون نام لی سے شروع ہوتا تھا۔ اب جب سے تمام محلہ نیا بنا گیا ہے تب سے اس موذی مرض کا وہاں نقطۂ اثر نہیں ہوتا۔ اس پاس کے محلے طاعون سے متاثر ہوتے ہیں مگر صرف وہ حصہ اس سے بالکل محفوظ رہتا ہے

حیدرآباد سے خدا خدا کر کے یہ مرض ابھی ابھی گیا ہے۔ اور وہ پریشان باشندے، جو گھروں کو چھوڑ چھوڑ کر جنگلوں میں جا بسے تھے اپنے مکانوں میں واپس آگئے ہیں اب فطرتاً خیال پیدا ہوتا ہے کہ ہم نے اس تلخ تجربہ سے کیا سبق سیکھا؟ سابقہ اموات کو چھوڑ کے اس دفعہ پھر ہمارے شہر کے ہزاروں انسان اس کے ذریعہ موت کے گھاٹ اتر گئے اس لئے ہم اپنے شہری بھائیوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ آخر کب تک آپ لوگوں کا ارادہ اسی طرح ہزاروں جانوں کو طاعون کی بھینٹ چڑھانے کا ہے کیوں آپ ان تدابیر پر غور نہیں کرتے جن سے ہم اس مرض سے پناہ لے سکتے ہیں جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا سات آٹھ سال سے سلسل طاعون کا دورہ ہوتا ہے تو کیا اس سلسلہ کو اور بڑھانا عقلمندی ہے اور آخر وہ کونسا دن ہوگا کہ ہم لوگ اس سے بچنے کی تدابیر پر غور کریں گے کیوں نہ ہم ابھی سے اس کے سدباب کی طرف توجہ کریں اس خصوص میں اس بات کی طرف خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے کہ ہم لوگ اپنی قوتوں کو کام میں نہ لا کر ہر چیز کے لئے حکومت کے دست نگر بن گئے ہیں ہم چاہتے ہیں تو یہ کہ گورنمنٹ ہماری ہر ضرورت کو خود ہی محسوس کرے اور خود ہی اسکو پورا کرے سو ہم نے مانا کہ ہماری حکومت نے ہماری ایسی کئی ضرورتوں کو پورا کیا اور وہ ہمیشہ اس طرف خیال رکھتی ہے مگر طاعون کے اسداد کا مسئلہ ایسا ہے کہ اسکو کوئی گورنمنٹ خود حل نہیں کر سکتی یہ وہ چیز ہے کہ اس میں شہر کے ہر شخص کو دلچسپی لینی چاہئے اور ظاہر ہے کہ کوئی حکومت حیدرآباد کے پانچ لاکھ آدمیوں کو طاعون یا اسداد طاعون کی طرف مائل یا مجبور نہیں کر سکتی اور ظاہر ہے کہ یہ فرض خاص ہمارا ہے اور ہمیں کو اس میں جد وجہد کرنی چاہئے البتہ ہمیں بعض باتوں میں حکومت کی مدد کی ضرورت ہوگی جس کے لئے حکومت بھی دریغ نہیں کرے گی

ہم دیکھ رہے ہیں کہ نہتم طاعون کے بعد شہر کی اگلی رونق میں کوئی کمی نہیں ہوگئی۔ مگر ساتھ ہی شہر کی عام صفائی کی حالت خواہ وہ گلی کوچوں کی ہو یا مکانوں یا بازاروں کی ویسی ہی ابتر ہے جیسی نے زمانہ طاعون سے پہلے تھی کیا یہ حالت آئندہ طاعون کے حملہ کا پیش خیمہ نہیں ہے بے شک ہم اس بے پروائی سے پھر طاعون کے اسباب پیدا کر رہے ہیں تم دیکھیں گے کہ جس دن سے پھر اس کی آمد کے سامان مکمل ہو جائیں گے بس اس کے لئے ہماری یہ تجویز ہے کہ کیوں نہ شہر کے معمر و معزز لوگوں اور ایسے افراد کا جنہوں نے زمانہ طاعون میں جانی خدمت اہل شہر کی کی ہے ایسے لوگوں کا ایک عام جلسہ ہو اور ہر ہر محلہ سے معمر و افراد کا انتخاب کر کے انکی ایک منضبطہ جماعت مجلس اسداد طاعون کے نام سے بنائی جائے یہ جماعت اہرین فن طب سے اسداد طاعون کے متعلق مشورہ طلب کرے اور اس مشورہ کو عمل میں لانا اس انجمن کا ہر رکن اپنا فرض گردان لے اگر ہر محلہ سے چند معمر و راد و معتمد افراد اس انجمن میں منتخب ہو جائیں تو اپنے محلہ کی ہر قسم کی صفائی پر نگرانی رکھ سکتے ہیں اور اہل محلہ کو اپنے گھروں کے صاف رکھنے پر مجبور کر سکتے ہیں

اخیر میں ہم اپنے معاصرین کو خاص طور پر اس جانب متوجہ کرتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ میں اپنی رائے کا اظہار فرمائیں اور خود بھی اہل محلہ کو اس ضرورت پر متوجہ کریں ساتھ ہی ہم ناظرین سے بھی استدعا کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ بالا تجویز پر اگر اپنی کوئی رائے اہل ملک کے سامنے پیش فرمانا چاہیں تو بدیں نظام گزٹ بلکہ بے کے ساتھ ان کے رائے کو اہل ملک کے سامنے پیش کرنے کی خدمت انجام دیگا۔

حکیم اجمل خاں مرحوم

گذشتہ جمعہ کو مجلس اطبا کی طرف سے حکیم اجمل خاں مرحوم کی تعزیتی مجلس بعد نماز جمعہ مسجد چوک میں منعقد ہوئی تھی۔ ختم قرآن کے بعد فاتحہ الصال ثواب پڑھی گئی۔ جلسہ میں لوگ کافی تعداد میں تھے مولانا شوکت علی نے بھی شرکت فرمائی۔

ایام گذشتہ کی یاد

ارتسامات ترکی

از

ڈاکٹر عبدالحق بی۔ لٹ۔، ڈی۔ فل (اکسفورڈ) پروفیسر عربی عثمانیہ یونیورسٹی کالج

مصر جانے کے قبل میرے خیال میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ میں انگلستان بائیں گاگر آب و دانہ کشاں، کشاں مجھ کو لے گیا۔ اتنا سفر میں میرا گزر استنبول سے ہوا، جہاں سے میں مشرقی اکسپریس کے ذریعہ سیدھی یورپ ہوا۔

مجھ کو جس شخص نے مصر میں یورپ جانے کا شوق دلایا وہ ایک افغان طالب علم تھا، جس نے چند دستانوں میں زندگی بسر کی تھی۔ اس شخص کی یہ عادت تھی کہ وہ چھ مہینے یورپ میں صرف کرتا تھا، اور چھ مہینے قاہرہ میں۔ یہاں وہ انگریزی زبان کی تعلیم کے کر روپیہ کماتا تھا اور اسی روپیہ کو انگلستان میں اپنی تعلیم پر خرچ کرتا تھا۔ یہ شخص میرے لیے ایک مرد غیب ثابت ہوا۔ لندن پہنچا ۱۹۱۵ء کی ابتدا میں خلوصیت مہمان نواز قاہرہ کو میں نے بھرے دل اور بہتی آنکھوں سے رخصت کیا، دل بھی کہتا تھا کہ پھر قاہرہ آؤنگا۔ مصری کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایک مرتبہ نیل کا پانی پی لیتا ہے، تو وہ دوبارہ ضرور اس سیراب ہوتا ہے۔ میرے حق میں مصریوں کی یہ کہاوت بالکل سچی نکلی۔ پانچ سال ۱۹۲۵ء کے اواخر میں انگلستان سے ہندوستان لوٹتے ہوئے میرا گزر قاہرہ سے ہوا جہاں میں نے تقریباً دو ہفتے صرف کئے، اور بہت ممکن ہے کہ آئندہ مجھے دریائے نیل کے پانی سے اپنے چلو بھرنے پڑیں۔

ایک مصری نوجوان جس کے سینہ میں زندگی کے ولولے جوش زن تھے، میرے تئیں اسی غرض سے ہولیا کہ ہم دونوں ساتھ ساتھ یورپ جائیں گے اور وہاں کوئی نہ کوئی کسب معاش کا ذریعہ نکالیں گے۔ اور تعلیم حاصل کریں گے۔ مگر افسوس مشرق کی سرحد کے پار پہنچ کر سرحد پر قدم رکھتے رکھتے یہ پیچھے ہٹ گیا اور میرے لئے کامیابی کی دعا کے لیے واپس ہو گیا میں نے اس کو بہت کچھ سمجھایا، مشکلات کی بھیانک شکل کو بھی آنکھوں کے سامنے سے دور کرنے کی بہت کوشش کی مگر ایک نہ چلی۔ جو شخص بہت ہار بیٹھتا ہے، تو پھر اس کا کوئی ہاتھ نہیں پکڑتا، جو شخص اپنے حالی حوصلہ کو پست کرتا ہے وہ ناقابل معافی جرم کا مرتکب ہوتا ہے

ہمارا جہاز سمرنہ (ایک یونانی بندرگاہ) سے ہوتا ہوا، استنبول عصر کے قریب پہونچا جب ہم استنبول سے قریب ہو رہے تھے تو ایک عجیب منظر ہمارے آنکھوں کے سامنے تھا، مسجدوں کے سر بفلک مینار اور مکان جو چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں پر آباد تھے، جیسے پہلے کے وقت عجیب بہار دکھا رہے تھے۔ سایہ اور روشنی کا تضاد دیکھ اس مناسبت سے ظاہر ہو رہا تھا کہ جس کے نقش کے لئے کسی ریان برانت جیسے مصور کا موقلم درکار تھا!

استنبول پر نظر پڑتے ہی مختلف خیالات کا ہجوم ہوا۔ میں ایک ایسے عظیم الشان دار السلطنت کو جا رہا تھا جو تمام دنیا کے اسلام کی امیدوں کا مرکز تھا، اور جس پر یورپ کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں اور جو مشرق و مغرب کے اتصال کا تعلقہ ہے یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ترکی حکومت دستوری ہو چکی تھی۔ سلطان عبدالحمید معزول ہو چکا تھا، اور اس کی جگہ محمد رشاد خامس لے لی تھی اس کی فضا میں زندگی کی نئی لہر دوڑ رہی تھی جس طغیانی کو دیکھو خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ارمنی ہو یا یونانی ہر ایک کے چہرہ سے مسرت ٹپکتی تھی اور ہر ایک اس بات کو محسوس کرتا تھا کہ غلامی کی زنجیریں جن میں وہ جکڑا ہوا تھا ٹوٹ گئی ہیں ہر ایک کے دل میں نئی نئی امیدیں ابھر رہی تھیں۔ یکایک دن جب میں ترکی شرکت کے ایک چھوٹے سے جہاز میں سوار ہو کر سیر کر رہا تھا، تو میری ایک ترکی افسر سے ملاقات ہوئی جس کے ساتھ ایک ارمنی فوجی طالب علم تھا جو ترکی افسر سے دوستی کیا کہ کیا اس کا ساتھی بھی ترک ہے؟ تو جواب میں اس نے کہا نہیں یہ بھی عثمانی ہے، اور میں بھی عثمانی ہوں یہ زمانہ دستوری ہے، اب ترک، یونانی اور ارمنی میں کوئی تفرقہ باقی نہیں رہا، جنگ عظیم میں سیاسی وجوہ کی بناء پر ارمنیوں کو سختیاں برداشت کرنی پڑیں مگر..... بلقان کی لڑائی سے پہلے یہ باہمی عداوتیں بالکل غائب تھیں۔ ترکی وزارت میں کم از کم دو وزیر ارمنی ہوتے تھے۔ تمام تاریخ دانوں کو یہ واقعہ معلوم ہے کہ اس وفد میں جو سلطان عبدالحمید کو معزولیت کا پیام سنانے گیا تھا۔ ایک ارمنی بھی تھا۔ وہ کہتا ہے کہ جب ہم یلدز کے محاصرہ کے بعد سلطان سے ملنے کے لئے گئے تو ہمیں ایک ایسی جگہ ٹھہرنے کے لئے کہا گیا جہاں میں پہلے قیدی کی حیثیت سے لایا گیا تھا اور جہاں سلطان نے مجھے "ارمنی کتے" کے لقب سے مخاطب کیا تھا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ترکی مدبر متفق اور مصلح ترکی کی از سر نو تعمیر و ترمیم میں سرگرم تھے، ایک طرف سڑکیں درست کی جا رہی تھیں تو دوسری طرف فوج کی اصلاح میں جان توڑ کوشش کی جا رہی تھی چونکہ ترکی انقلاب ایک فوجی انقلاب تھا جس کے زعماء انور بے پیادی بے اور شرکت پاشا تھے۔ اس لئے خیر خواہوں اور حاکموں کی زیادہ توجہ فوج پر مبذول ہو رہی تھی۔ اب ہر ایک ترک کو یقین تھا کہ فوج اس قابل ہے کہ بیرونی (حملوں) کو آسانی سے پس پا کر سکے۔ روس کا خوف جو عالم گیر سمجھا جاتا تھا کے دنوں سے زائل ہو رہا تھا۔ ہر ذمہ دار افسر یہی کہتا تھا کہ ہم صرف اس قابل ہیں کہ روس اور اس کے زیر اثر حکومتوں کے حملوں کو روکیں بلکہ جاری فوج اس قابل ہے کہ دشمن کی زمین پر لڑائی جاری رکھے۔

اس زمانہ میں استنبول میں وہ عظیم الشان جلسہ ہوا تھا جس میں روس کے ایران میں جارحانہ تداخل کرنے پر صدائے احتجاج بلند کی گئی تھی۔ ہر ایک ترک اس وقت محسوس کر رہا تھا کہ وہ کسی گویا ترکی پر قہقہ کرنے کی ٹکر کر رہا ہے۔ الغرض ان کے قلب اور جوش کی ترجمانہ نظمیں (لکھے) "مرد" عورتیں تمام کے تمام دستور کے نشیں محور تھے۔ آزادی کے ترانے گائے تھے۔ ان کا ایک مشہور قومی ترانہ یہ ہے۔ "دائر ہے حریت، مساوات، عدالت، اخوت"

طرابلس کی جنگ کے بعد اور بلقان کے جنگ کے پہلے ترکی میں ایک بڑا انقلاب ہوا۔ جو غالباً ترکی کی تباہی کا ایک بڑا سبب بنا۔ وہ جمعیت اتحاد و ترقی اور اس کے مخالفین کی جنگ تھی جس کا زعیم ناظم پاشا تھا۔ یہ سب جانتے ہیں کہ جس جماعت نے ترکی میں انقلاب کرایا وہ جمعیت اتحاد و ترقی تھی۔ سلطان عبدالحمید نے ان لوگوں کے پیچھے جو جمعیت اتحاد و ترقی میں شریک تھے جاسوس لگا رکھے تھے، اور حتی الامکان ان کو ہر قسم کی مصیبتوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ بہت سے نوجوان ترک دلبرداشتہ ہو کر قاہرہ چلے گئے، جہاں حاسی علی پاشا سابق خدیو مصر نے ان کو پناہ دی۔ بہتیرے اب کے تعلقات شہریوں میں جا بسے مگر جہاں کہیں بھی تھے، اپنی کوششوں سے باز نہ آتے تھے۔ تا آنکہ انہیں اپنے مقصد میں پوری کامیابی حاصل ہو گئی۔ اول اول یہ حرکت سالونیکا سے شروع ہوئی۔ اس کے زعماء انور بے اور

نیازی بے تھے۔ نان بھد انور پاشا نے اپنی فوج کے ساتھ استنبول پر حملہ کیا' اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد سلطان عبدالحمید کو معزول کر دیا۔ اس جمعیت کا حاصل کل علمت بے تھا۔ بعد میں اس جمعیت میں پھوٹ پڑ گئی کشمکش کے بعد اتحاد ترقی کے خالقین غالب آگئے انھوں نے اپنی وزارت ترتیب دی جس میں صدر اعظم کامل پاشا اور ناظم پاشا وزیر حربیہ تھا۔ ان کے قدم جمنے بھی نہ پائے تھے کہ بلقان کی جنگ شروع ہوئی جو ترکی کے حق میں بہت نامبارک ثابت ہوئی' اور جس کے شر سے ترکی پر سون تک سنبھل نہ سکا۔

یہی انقلابات تھے۔ جو جنگ عظیم کی انتہا میں نمودار ہوئے جب کہ جمعیت اتحاد و ترقی نے ترکی کو دوبارہ اپنے قبضہ قدرت میں لیا تھا جن کا نتیجہ مصطفےٰ کمال پاشا کا ظہور ہوا اور ترکی نے اپنی زندگی کا ایک نیا ورق الٹا گو اب بھی وہی انقلابات کام کر رہے ہیں جن کا ایک نتیجہ حال میں ظاہر ہی ہو چکا ہے جب کہ بہت سارے انجمن اتحاد و ترقی کے نعرہ دار پر چڑھا لئے گئے۔ خدا معلوم یہ انقلابات آئندہ کس شکل میں ظاہر ہوں گے۔ ہماری دعا ہے کہ خدا اس اسلامی حکومت کو برے دن سے بچائے۔

اس زمانہ میں بہت سے رسمی طالب علم استنبول کے مدارس میں پڑھتے تھے ان میں سے بہت ایسے تھے جو ترکی کی آئندہ ترقی پر بھروسہ کئے بیٹھے تھے۔ بہت سارے مراکش و تونس کے مسلمان بھی تعلیم کے لئے شعبہ فرانسیس حکومت سے بنیاد ہو کر یہاں اس امید پر آ کے ہوئے تھے کہ آئندہ ترکی کی روحانی و مادی حالت سے فائدہ اٹھا کر اپنی مصائب کو دور کر لیں گے اندریں ترکی تمام اسلامی دنیا کا ملجا و ماوی بنا ہوا تھا۔

ترکی طلبا میں سے میں نے بہت سی ایسی باتیں دیکھیں جو آزاد قوموں کے نوجوانوں میں پائی جاتی ہیں۔ اپنے حب وطن حب آبادی' محبت و جانفشانی اور ایثار ہندی اور مصری طلبا کے ملنے کے لئے بہت موقعے ہوئے۔ زوال پذیر اقوام میں مرتب ہوتا ہے وہ ترکی طلبا کے ملنے سے نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ جب ہم استنبول کے مشرقی حصہ اپنے خرید پاشا کو وطانی کشتی میں جا رہے تھے تو ہماری ملاقات ایک ترک سے ہوئی جس کی عمر ۲۵ اور ۳۰ کے درمیان تھی اور جو پہلے اسیر لہو تھا اور اب وظیفہ لے لیا تھا اس نے جنگ بلقان کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے ہم سے کہا کہ دیکھو ایک زمانہ وہ تھا کہ ترک و یا اپنے دار السلطنت آسٹریا تک پہونچ گئے تھے یا ایک یہ زمانہ ہے کہ ہم وہاں سے چلتے ہٹتے ۱۵ سو میل کے ساحل تک پہونچ گئے ہیں۔ مندرجہ ہی مرضی ہے۔ اس شریف ترک نے ہمیں بار کی دعوت دی' جب ہم اس کے مکان پہ پہونچے تو سب سے پہلے اس نے یہ کارنامہ کہا۔ اپنے لڑکوں کی ہم سے تقریب کرائی' وہ اسی طرح کے پانچوں کے پانچوں دشمن کی عمریں ۵ اور ۹ کے بیچ میں تھیں' تو اسکو نے ہوئے ہمارے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس بوڑھے باپ کے کہنے پر ہر ایک نے اپنی اپنی خواہش ظاہر کی کہ وہ آئندہ کیا بننا چاہتا ہے' ایک نے کہا کہ میں سپاہی بنوں گا اور دشمنوں کی سرکوبی اور ملک کی حفاظت کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہنر بنوں گا اور ملک میں سڑکوں اور پلوں کی تعمیر کروں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں ڈاکٹر بنوں گا۔ غرض ہر ایک نے اپنی تمنا ظاہر کی اس کے بعد انہوں نے فوجی سلام کیا اور اسلئے تھد سون پاس ہو گئے۔

چونکہ ترکی قوم طبعاً ایک فوجی قوم ہے اس لئے فوجی اقوام میں جو باتیں پائی جا سکتی ہیں وہ ان میں تمام کی تمام موجود ہیں مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک مرتبہ میری ملاقات ایک نوجوان ترکی افسر سے ہوئی جو قنبالی کی خندقوں سے جہاں ترکوں کے قدم تھرتھرا کے میدان سے نکل رہے تھے بعد جم گئے تھے۔ کچھ دنوں کی رخصت لیکر استنبول آیا ہوا تھا۔ اس شخص نے طرابلس کی جنگ میں صمیم لیا تھا۔ اس کے فوجی کوٹ کی آستین پر میں نے ایک جلالہ اسوار دیکھا اور دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ اس کے بازو پر بلغاری گولی لگی ہے' اور یہ اسی کا سوراخ ہے۔ جواب اس نے کچھ اس انداز سے دیا کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوئی بات ہی نہ تھی' استنبول میں میں نے اس کو بہت ہنستا ہوا اور خوش دیکھا اور جب کہ وہ ایک دن میں پھر میدان کارزار واپس جانے والا تھا' میں اس سے تعجب سے پوچھا کہ تم خوش معلوم ہوتے ہو حالانکہ تمہیں ایک دو دن میں لڑائی کے میدان پر جانا ہے اور ممکن ہے کہ تم اس لڑائی میں کام آ جاؤ۔ اس نے مسکرا کر عربی میں جواب دیا۔ علی شان اسلام ما علیش اسلام کی خاطر کچھ پروا کی بات نہیں اگر میں مر جاؤں۔

دوسرا واقعہ مجھے یاد پڑتا ہے جب ہم چیرہ پاشا خستہ خانہ ہسپتال میں زخمیوں کی تیمارداری کر رہے تھے تو میں نے ایک سپاہی کو دیکھا کہ گولی اسکی کلائی کی ہڈی کو توڑتی ہوئی نکل گئی ہے اور اس میں گہرا زخم ہو گیا ہے۔ میں نے بہت آہستگی سے اس کا زخم دھونا شروع کیا اس نے یہ دیکھکر میرے ہاتھ کو نیچے کی طرف دبایا میں سے دیکھا کہ اسکے کوٹ پر گولی گھس کر بیٹھ گئی تھی ڈاکٹروں نے جب جراحی سے اس کی گولی نکالنی چاہی تو اس کو لوروفا مرنگھلا نا چاہا تو اس مرد خدا نے کہا نہیں' اس کو رہنا دو میں اس چیز کو پسند نہیں کرتا آپ شوق سے جراحی کریں میں حرکت نہ کروں گا۔ چنانچہ وہ لیٹا رہا اور اس پر عمل جراحی کیا گیا اور آسانی سے گولی نکال لی گئی۔

ترکی اس زمانہ میں تو انگریزہ تھا' اس لئے ترکی طالبعلم کے جسم پہ اتنا اچھا لباس نظر نہیں آتا تھا جو مصری طالب علموں کے جسموں پر نظر آتا ہے گو جدید وجہ و رعمل میں مصر جن ان کے سامنے پانی بھرتے تھے' ترک قدرتاً بہت خاموش' بہیدہ کو چھپانے والا اور عملی آدمی ہوتا ہے کبھی زبردست سے زبردست واقعہ ہونے کا اس کو علم ہوا اور اس واقعہ کے وقوع کے ایک دن پہلے آپ اس سے مین تو اس کی طرز گفتگو اور حالت سے آپ ہرگز یہ ظاہر نہ ہو گا' اور دوسرے دن کو ہی عظیم الشان واقعہ پیش آنے والا ہے یہ ہندستانی اور مصریوں کی طرح جلد باز نہیں ہوتا اور ضرورت سے زیادہ غیر ضروری گفتگو نہیں کرتا۔ تھیٹر کی کمپنی کو نہیں جو دو گھنٹے میں ختم ہو جاتا ہے اس کے پورا کرنے میں جان تک لڑا دیتے ہیں۔ ایک ترکی تاجر کا قصہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ اسی جہاز میں سفر کر رہا تھا جسمیں استنبول جا رہا تھا اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ یونانی ہے' وجہ تک ہم زمین پہونچ چکے تو اس کے ترکی ہونے پہ شبہ نہ رہا چونکہ یہ جنگ بلقان کا زمانہ تھا اس لئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ کہیں یونانی جنگی جہاز جو اس وقت یا یعین جہاز کے اطراف چکر لگا رہے تھے' اس کو ترک ہونیکی وجہ سے گرفتار نہ کریں۔

میں نے یہاں ایک عجیب بات دیکھی جب کسی کا جنازہ مکان سے نکلتا ہے تو رونے کی کہیں سے صدا نہیں آتی اور نہایت خاموشی کے ساتھ جنازہ کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے قبرستان لے چلتے ہیں جس وقت ہندوستانی حال اس موقع پر کام کرتے تھے تو ہان ان کی بڑی قدر ہوتی تھی۔ بڑے سے بڑا فوجی افسر ان کو سلام کرتا تھا۔ وہ ان ہندوستانیوں کے بہت ممنون تھے کہ انھوں نے ان کی لڑے وقتوں میں مدد کی۔

یوں تو عموماً ہر مشرقی قوم مہمان نواز ہوتی ہے۔ مگر ترکوں کی مہمان نوازی میں خاص امتیاز حاصل ہے۔ غریب سے غریب ترک کے گھر میں ایک کمرہ ہو گا اور ایک دو زائد پلنگ ہوں گے جو صرف مہمانوں کی خاطر رکھے گئے ہوں گے۔ اناطولیہ کے ترک اور کسان مہمانداری میں مشہور زمانہ ہیں۔

اس زمانہ میں عورتوں میں تعلیم عام نہیں تھی۔ ہاں جو عورتیں تعلیم یافتہ ہوتی تھیں وہ بہت قابل ہوتی تھیں۔ پیرلوتی فرنچ مصنف کی کتاب ڈی اسپاہیڈ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی خاتونیں کتنی اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ ہوتی تھیں بہت سی خاتونیں مصنف اور محرر تھیں۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکیاں فرنچ سے تو واقف ہوتی ہی تھیں مگر اس کے علاوہ جرمن اور انگریزی کی بھی ان کو تعلیم دی جاتی تھیں جن غلط اصول پر ان کی تعلیم کی بنیاد ڈالی گئی تھی۔ اس کا نتیجہ آج ظاہر ہو رہا ہے۔ جو تین قسم کھلا بے نقاب پھرتی ہیں' اور جسمیں نقاب پوری طرح کی نقل کرتی ہیں۔ وہ حسن جو لیشک (پردہ) کے پیچھے سے ہمیں جھیں کر ظاہر ہوتا تھا اب غائب ہو گیا' اور پردہ کا فلسفہ بالکل اڑ گیا۔ ترکی میں پہلے بھی یہ قاعدہ جاری تھا کہ جب تک لڑکی کی سیانی نہ ہو جائے بے نقاب رہتی تھی۔ مگر بعد میں نقاب استعمال نہایت ضروری تھا سوائے شاہی بیگمات کے جن کا سفید نقاب بالکل نہیں ہوتا تھا' عام ترکی خواتین سیاہ بیشک سے اپنا منہ ڈھانکتی تھیں عزت کا اس زمانہ میں یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ ہم نے ایک ترکی بڑھیا کو غیظ و غضب کی حالت میں ایک یونانی کو برا بھلا کہتے سنا دریافت کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ اس یونانی نے اس لڑکی سے جو اس بڑھیا کے ساتھ تھی کسی جگہ کا پتہ پوچھنے کی جرأت کی تھی یہ تھا حال ترکی خواتین کا اس زمانہ میں آج کل ترکی عورت بالکل فرنچی بن گئی ہے وہ جب فیشن جدید اپنے بال کٹواتی ہے۔ اور چال ڈھال میں یورپ کی عورتوں کی نقل اتارتی ہے مجھے ایک ترکی عورت کا وہ قول یاد آتا ہے جب اس نے نکلتا کے ایک نامہ نگار سے اظہار گفتگو میں کہا تھا کہ ہم کہ اب کسی بات میں یورپین عورتوں سے کم نہیں ہیں۔ جس ملک کی مسلمان عورتوں

کی نفسیات ہو تو اس ملک کے باشندوں اور انسان کے اسلام کا خدا ہی حافظ ہے۔ جہاں نوجوان ترکوں کی قوت میں آتے اور نئے نئے خیالات کے پھیلنے سے مختلف فاسد ترکوں کو پہونچے۔ وہاں انہیں ایک زبردست مذہبی نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ قدیم ترک مذہب کا بڑا پابند ہوتا تھا۔ اسلامی عہد وں اور تہواروں میں اسلام کی شان نظر آتی تھی مگر دستور کے اعلان کے بعد جدید تمدن کے برے اثرات سے ترک محفوظ نہ رہ سکے دستور کے اعلان کے بعد ہی سے مذہب کی طرف سے حکام اور نوجوانوں نے کچھ بے توجہی برتنی شروع کی اور اب تو مذہبی آزادی معراج کمال پر پہونچ گئی ہے۔ مذہب کو حکومت سے بالکل علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ اور ایسی باتیں رائج کر دی گئی ہیں جو ایک اسلامی حکومت کے بالکل شایان شان نہیں ہیں۔ بالکل ہندوستان میں زیادہ اور مصر میں کم نوجوان اور تعلیم یافتہ طبقہ اس خیالی طرف مائل ہے کہ مذہب گرتی کی راہ میں ہے اور یہی سمجھتا ہے باقی نہ سمجھتی ہے تو ہمیں پکا مسلمان بننا چاہیئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ لوگ موجودہ ترقی کے میدان میں گامزن نہ ہوں بلکہ اس کی غرض یہ ہے کہ اس دوڑ میں تمدن کے ان خاروں میں گرنے نہ پائیں جو قدم قدم پر پائے جاتے ہیں۔

موجودہ ترکی تعلیم یافتہ طبقہ مذہب کی پروا نہیں کرتا اگر مجھے یقین کامل ہے کہ ترکی کسان اور فلاح جن پر ترکی کا دار و مدار ہے ہرگز لامذہب نہیں ہو سکتے اور وہ دن دور نہیں ہے جب کہ اس کا اثر ظہور پذیر ہو گا۔ ہمیں اس امر پر اعتراض نہیں کہ مشرقی حکومتیں ترقی کے لئے یورپ کے طریقے اختیار کریں ان کے علوم سیکھیں اور ان کے ہمسر بننے کی کوشش کریں۔ اعتراض اس بات پر ہے کہ ان کی آنکھیں تمدنی روشنی سے خیرہ ہو جاتی ہیں وہ اچھے برے کو سمجھتے نہیں اور بے سوچے سمجھے ہر نئی چیز کی تقلید کرنے لگتے ہیں بری باتوں کے اختیار کرنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ لیکن یوں کہنا چاہیئے کہ سب سے پہلے وہی باتیں اختیار کرتے ہیں جن کو یورپ کے ذی فہم افراد اپنے لئے بہت برا جانتے ہیں اور قوم کے لئے تباہی کا باعث گردانتے ہیں۔ مشرقی اقوام کے پاس مذہب اور رسوم کی قیدہی ایک ایسی چیز ہے جس سے وہ اپنی صرف یورپ کی اچھی باتوں سے فائدہ اٹھاتا اور اس کی بری باتوں سے پرہیز کر سکتا ہے مگر افسوس کہ بہت سے مشرقی اقوام کے زمیم مذہب و رسوم کی جڑ پر کلہاڑی مار رہے ہیں اور اس کو حریت افکار اور روشن خیالی سے تعبیر کرتے ہیں یا تو یہ ترقی کی اس چوٹی پر پہونچ سکتے ہیں جس پر یورپ کی قومیں اور صاحبان کی نگاہ تار کوشش کے بعد پہونچا ہے۔ اور نہ ہی یہ اپنی قومی خصوصیات کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا۔

خط و کتابت میں نشان خریداری کا حوالہ ضرور دیجئے۔ منیجر

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ

انسان مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہ سکتا ہے

قمر خورشید در سیاہی شد
یونس اندر دہان ماہی شد

ڈاکٹر اسبرونجان ولسن ایک محقق نے جو کہ نسٹر کالج آکسفورڈ کے فیلو رہ چکے ہیں "پرسنس جیولاجیکل ریویو" میں حضرت یونس علیہ السلام کے تین روز تک مچھلی ماہی میں رہنے کے متعلق ایک مضمون شائع کرایا ہے اور اس واقعہ کی نسبت جیسے سائنس داں طبقہ عام طور پر تسلیم کر لیتا ہے طیار نہیں۔ ایسی شہادتیں بہم پہونچائی ہیں جن سے اسکا وقوع و صدور ممکن ثابت ہوتا ہے۔

ڈاکٹر ولسن لکھتے ہیں کہ وہیل مچھلی کی ایک فرع اسی اسی فٹ لمبی ہوتی ہے اور ان مچھلیوں کا پیٹ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ بیک وقت کم از کم بیس انسان اس میں آرام سے کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اینک یہ اعتراض کیا جاتا تھا کہ وہیل مچھلی کا حلق بہت تنگ ہوتا ہے اور اس میں کسی انسان کا پیٹ میں چلا جانا غیر ممکن ہے لیکن ڈاکٹر ولسن کہتے ہیں سپرم وہیل کا حلق تنگ نہیں ہوتا اور اس میں سے نہ محض آدمی بلکہ اس سے بڑی بڑی چیزیں بھی بہ آسانی نگل پہونچ سکتی ہیں۔ چنانچہ ایک مچھلی کا پیٹ چاک کیا گیا تو اس میں سے سولہ فٹ لمبی مچھلی صحیح سالم نکلی۔

بعض اعتراضات

انسان کے صحیح سالم مچھلی کے پیٹ میں پہونچ جانے کا سوال تو اس طرح حل ہو گیا۔ لیکن دوسرا اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیٹ کے اندر زندہ رہنا ممکن ہے؟ ڈاکٹر ولسن اس کا جواب اثبات میں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں سانس لینے کیلئے کافی جگہ ہوتی ہے البتہ درجہ حرارت وہاں زیادہ ہو گا۔ مثلاً ۱۰۰ درجہ فارن ہیٹ جو انسان کے لئے مناسب درجہ ہو تاہم آپس زندہ رہنا ممکن ہے ایک سوال یہ بھی ہے کہ معدے میں جو عرق ہوتا ہے وہ ہر شے کو بتدریج تحلیل کر دیتا ہے ڈاکٹر ولسن اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ کسی زندہ شے کو یہ عرق نقصان نہیں پہونچا سکتا اور اگر ایسا ممکن ہو تو خود معدہ تحلیل ہو جاوے۔

واقعات و حقائق

ان عقلی دلایل کے علاوہ واقعات بھی موجود ہیں مثلاً بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۸۹۱ء میں ایک جہاز فاک لینڈ کے قریب وہیل مچھلیوں کا شکار کر رہا تھا ایک موقع پر وہیل نظر آئی۔ لوگ کشتیوں میں بیٹھ کر اسے مارنے کے لئے دوڑے ایک کشتی الٹ گئی اور اس کے ملاحوں میں سے ایک شخص جس کا نام جیمس بارملے تھا غائب ہو گیا۔ کل ماری گئی ملاح اسے جہاز پر لے آئے اور ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگے۔ وہ دن بھر کام کرتے رہے شام تک تجزیہ کا عمل ختم نہ ہوا۔ لہذا چھوڑ کر سو گئے دوسرے دن صبح پھر کام شروع کر دیا معدہ باہر نکالا گیا ہے تو اس میں سے جیمس بارملے زندہ نکلا وہ زندہ تھا مگر اس کے جسم کی جلد سفید ہو گئی تھی اور جسم سفید رہی چودہ روز تک اس کے ہوش و حواس معطل رہے مگر بعد میں حالت درست ہو گئی یہ واقعہ سب کے نزدیک مسلم ہے۔

امریکہ کے ایک آدمی مائل جنکنس کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بھی وہیل مچھلیوں کے شکار کے لئے گیا ہوا تھا۔ اسکی کشتی بھی الٹ گئی اور وہیل اسے نگل گئی شکاری اس کے پیچھے لگے رہے جب اسے بری طرح زخمی کر دیا۔ تو وہ سطح آب پر آ گئی اور اس نے قے کی تو اس کے ساتھ بہت سی کھائی ہوئی چیزوں کے علاوہ مائل جنکنس بھی باہر آ گرا اور وہ زندہ تھا ان دو واقعات کے بعد شکم ماہی میں زندہ رہنے کے امکان کا مسئلہ یقینی طور پر طے ہو جائے گا۔ مگر مشکلیں اب بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ واقعات محض حسن اتفاق کا نتیجہ تھا۔

جن اصحاب کا چندہ سہ ماہی تھا وہ بھی کا ختم ہو چکا۔ براہ کرم چندہ منی آڈر کے ذریعہ روانہ فرما کر ممنون فرمائیے۔ منیجر

روس میں علمی ترقی

روسی اکاڈیمی کے ایک رکن کے قلم سے

مترجمہ

محمد مظہر اللہ صدیقی حیدرآبادی

اس زمانہ میں روس میں خانہ جنگیاں جو روسی تین چوتھائی پیٹ بھرنے اور تعلیمات کی زندگی بسر کر رہا تھا اور علوم کے لئے تو یہ زمانہ اور بھی سخت تھا اس لئے کہ وہ اپنے سامان نوشت و خواند سے بالکل محروم ہو گئے تھے۔ نہ تو ان کے پاس پڑھنے کے لئے کتابیں تھیں اور نہ انہیں اس بات کا پتہ لگتا تھا کہ دنیا کے علوم کن ترقیات سے ہمدوش ہو رہے ہیں ان کے تجربہ خانے آلات تجربہ سے خالی ہو چکے تھے علماء کو اجڑی ہوئی چار دیواریوں میں ان کے لئے کچھ علم کرنا بھی ممکن نہ تھا نہ وہ علماء کی ہر ضرورت کی چیز اور سامان دستیاب ہو سکتے تھے بہتر ہو چکا تھا۔

اس پریشانی اور بدحواسی کے بعد ۱۹۱۷ء میں روس کو ایک اساسی انقلاب سے دوچار ہونا پڑا اس انقلاب کا علمبردار لینن تھا اسی نے سب سے پہلے اس بات کو محسوس کیا کہ علوم و علماء کے لیے جہاں تابہ میں زندگی اور ترقی کی روح پھونکنی چاہئے۔ اسی زمانہ میں علوم و فنون کی ترقی اور بھی طاقتوں میں وسعت کے لیے حکومت کے اخراجات میں زر کے باعث خراب حالت میں تھا مفلوک الحال قوم کی گئی اور علوم و علماء کی حالت سنبھالنے کی غرض سے قومی پارلیمنٹ نے ایک مرکزی کمیشن مرتب کیا۔

علمی اقتصادی حالات کو درست کرنے کے لیے اعلیٰ میں ہاتھوں نے ملک کا دورہ شروع کر دیا۔ ہائی کلاس کے زنجیر خلوص "شمالی لیسیا" کے طاقتوں کی طرف زیادہ تر بہتر دل رہی۔ ان ہی علمی تجاویز نے گذشتہ پیچ سالوں کے اندر ان علاقوں کی نمام دریاؤں، بدیوں، جنگلوں اور کوہستانی زنجیروں کے کل افواج اور ان کے اعداد و شمار پر تحقیقی و کشتی ڈاکی کرسابقہ نقشوں میں ان کا نام و نشان تک نہ تھا، اسی سلسلہ میں ان علاقوں میں مختلف قسم کی کانوں مثلاً معدن ہائے طلا و کوئلہ کی بھی پردہ دری کی گئی۔

ہماری وسیع مملکت میں جس کی ابھی تحقیقات بہت کم ہوئی تھی اس کی تحقیقات کی طرف پوری طرح التفات کیا جانے لگا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس مقصد کی تکمیل کے لیے پندرہ سو انجمنیں قائم ہو گئی ہیں۔

روس کی ان علمی اور تحقیقاتی انجمنوں میں سے سب سے پہلے ہم مملکت روس کی علمی اکاڈیمی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جس نے گزشتہ ۱۹۱۷ء میں اپنی گولڈن جوبلی منائی اور سرکاری کمیٹی کے ۲۰ ویں جلسہ عام ۱۹۱۸ء نے حکم کیا کہ یہ تمہیدیت روس کی اعلیٰ ترین علمی جماعت تسلیم کی گئی اس اکاڈیمی کا فرض منصبی ہے کہ وہ ہمیشہ علوم کو علمی حامیہ پہنچائے خصوصاً گزشتہ تیرہ سال سے اس سامانہ میں اس نے زیادہ توجہ کی ہے گذشتہ دس سال کے اندر اس اکاڈیمی نے ایک طرف تو متعدد نئے کالج قائم کئے اور دوسری طرف قدیم کالجوں کی توسیع اور اصلاح کی۔ ملک میں اس اکاڈیمی کی تیس سے زیادہ شاخیں پھیلی ہوئی ہیں جن کے ایک ہزار سے زیادہ عہدار واہ بار اراکین ہیں۔ اس اکاڈیمی کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد ۱۹۱۸ء اور ۱۹۱۹ء میں بیس پریشان کن زمانہ میں بیت کچھ گھٹ گئی تھی لیکن اب سابقہ حالت عود کر آئی ہے چنانچہ گزشتہ دو سال میں اس نے تقریباً ایک سو بلند پایہ کتابیں شائع کیں۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ دیگر حکومت والے عالم کی اکاڈیمیوں کی تصنیفات کی طرح اس اکاڈیمی کی تمام تر لٹریچر میں علوم دنیاوی سے تعلق ہیں۔ اس غیر معمولی ترقی کی بدولت روس میں فن انشاء پردازی کو کافی دست حاصل ہو رہی ہے۔ کتابوں کی اشاعت سے پہلے ان کے اخبار عام اہل علم کی تنقید و تبصرہ کی غرض سے شائع کئے جاتے ہیں، روسی کتب اور قاموس اعلام و السنای کلوپیڈیا، کی ترتیب کی جانب خصوصیت کے ساتھ توجہ کی جا رہی ہے۔ مزید برآں ہمیشہ متعدد ضخیم مجلات اس اکاڈیمی کی جانب سے شائع ہوتے ہیں۔

یہ بات ضروری ہے کہ اس موقع پر ہم عجائب گھروں کی اہمیت پر بھی نظر ڈالیں اس لئے کہ عجائب گھر اور مجالات علمی میں علمی اور تمدنی نقطۂ نظر سے چولی دامن کا ساتھ ہے پہلے ہم اس حیرت ناک حقیقت کو آشکارا کرنا چاہتے ہیں کہ اندرونی خانہ جنگیوں اور اجانب و اعیاد کی دست درازیوں کی خطرناک اور تاک ترین ساعتوں میں باستثنائے چند تمام عجائب گھروں میں ان کا گران بہا ذخیرہ بالکل محفوظ حالت میں رہا اور کسی نے بھی اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ایسے ہولناک دنامیں یہ عجائب گھر ترقی کی منزلیں طے کرتے رہے۔ البتہ آرٹی تاز نامی عجائب گھر کے بیش بہا ذخیرہ کو لینن گراڈ سے ماسکو میں منتقل کر دیا پڑا تاکہ وہ بین الاقوامی جنگ کے زمانہ میں اس کے اثرات سے مامون اور مصئون رہے تذکرہ بالا اکاڈیمی اور اس کی ملحقہ تجسیتوں کے علاوہ مملکت روس میں آج اس کثرت سے علمی اور تحقیقاتی جمعیتیں ہیں کہ ان کے گذشتہ دو سالہ کارناموں کی تفصیلات کے لئے دفتر کے دفتر چاہئیں۔ بالفعل ان میں سے صرف چند کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

رصد خانہ پول آف دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس کی چار شاخیں ہیں نیکولائف، اوڈیسا، سنی مائیر، اور کریمیا میں موجود ہیں۔ معدنیات کے کھوج اور ان کی تحقیقات کے لئے ایک خاص جمعیت بنائی گئی ہے متعدد انجمنیں ہیں جن کا کام ہی طبیعی اور جغرافی مسائل کی تحقیق کرنا ہے۔ ان جمعیتوں میں سے ایک۔ کارل مارکس دائلکس کا معہد (انسٹی ٹیوٹ) ہے جو انسٹرکٹری (سوسیالسٹ) اکاڈیمی سے علحدہ ہو کر کومنسٹوں (کومنسٹ) ہو گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ عمال کو ایسی تربیت دی جائے کہ ان میں سے محقق عالم پیدا ہوں جو کام کے طریقہ اس کی توسیع اور پھیلاؤ کے بہترین اصول معلوم کر سکیں اور اشتراکیت کی تحقیقی تعلیمات سے سبق حاصل کریں۔ اس معہد نے اپنے شایان شان ایک ایسا عظیم الشان کتب خانہ قائم کیا ہے کہ اشتراکیت پر کثرت کتابوں ان کے اخبارات اور خطی خطوں اور ان کی فصلوں کے اعتبار سے دنیا بھر میں اس کے ہم پلہ کوئی کتب خانہ نہیں۔ اس کتب خانہ کے کئی حصے ہیں۔ اسی متعلق مارکس کا ایک عجائب گھر اور فونو تنوئیں (کومنسٹوں) کی کارگذاری اور ترقی کی تنظیم تاریخ بھی ہے۔ حال ہی میں حفظان صحت کے اصول پر بحث کرنے اور اس کی تحقیقات کے لئے ایک جمعیت قائم ہو چکی ہے۔ اسی میں اجبار کے لئے تعلیمی جماعتیں بھی کھولی گئی ہیں جو سال صبر کھلی رہتی ہیں۔ یہ جمعیت ضمناً عام علمی کاروبار میں بھی حصہ لیتی رہتی ہے۔

یہ ہے وہ مختصر سا بیان جس سے روس کی عام علمی اور تحقیقی ترقیات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مدارس یونیورسٹی لکچرز

ملیبار کی اسلامی تاریخ

از

مولوی حکیم شمس اللہ قادری صاحب حیدرآبادی

"حیدرآباد کے شہور انشاء پرداز اور تاریخ نگار مولوی حکیم شمس اللہ صاحب قادری مدراس میں تقریباً دو ڈھائی مہینے کے قیام کے بعد حیدرآباد لوٹے ہیں۔ حکیم صاحب کو یونیورسٹی کانفرنس نے کانفرنس میں تقریر کرنے کے لئے بلایا تھا لیکن مزاج کی ناسازی کی وجہ سے تقریر نہ ہوسکی۔ آخر جنوری میں حکیم صاحب نے گورنمنٹ محمڈن کالج کی اردو سوسائٹی میں "روداد قدیم کی تاریخ" پر دو لکچر دئے۔ مدراس یونیورسٹی نے حکیم صاحب کی (۱) ملیبار کی اسلامی تاریخ اور (۲) تاریخ دکن کے مانند پر دو لکچروں کی فرمائش کی۔ آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس کی فرمائش پر حکیم صاحب نے جنوبی ہند کی ایک مفصل اور مبسوط اسلامی تاریخ مرتب کی ہے۔ اس سلسلہ میں حکیم صاحب کی علمی تحقیقات میں ایک قابل قدر کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے ملیبار کی اس کمیاب تاریخ کے دو نسخے فراہم کئے ہیں جس سے تاریخ فرشتہ کے مولف نے مواد فراہم کیا ہے۔ اب وہ اس تاریخ کی تصحیح کرکے ایک مبسوط تاریخی مقدمہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں"

نظام گزٹ

ملیبار کی اسلامی تاریخ

اہل عرب ہندوستان کے جنوبی ساحل کو ملیبار کہتے ہیں۔ اس کے قدیم نام جرکنزی اور ٹامل کی قدیم تصنیفات میں ملتے ہیں۔ کرالہ اور ملیالم ہیں۔

"ملے" یا "ملئے" دراویدین زبانوں میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ اور اس کی کسی قدر بدلی ہوئی صورت ملایا سنسکرت میں بھی مستعمل ہیں "ملے" کے آخر میں بار کے اضافہ کرنے سے ملیبار بنتا ہے۔ بار فارسی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں "ملک اور فراوانی" ملے اور ملئے دونوں ایک ہی لفظ ہیں، اور ان کے معنی جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ کوہستان کے ہیں۔ اس اعتبار سے ملابار کے معنی ہیں پہاڑی ملک یا وہ ملک جس میں بہ کثرت پہاڑ ہیں۔

عرب کے جغرافیہ نویسوں میں سب سے پہلے شریف ادریسی نے (۱۱۵۴ء) اپنی جغرافیہ میں جس کا نام "نزہتہ المشتاق" ہے۔ اس نام کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد عبد اللطیف بغدادی اور یاقوت حموی کی تصنیفات میں یہ نام اس طرح مستعمل ہوا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مشہور اور متداول نام درج ہیں۔



حکیم سید شمس اللہ قادری

ایران کی فارسی تصنیفات میں یہ نام پہلے پہل وزیر رشید الدین فضل اللہ کی "جامع التواریخ" میں نظر آتا ہے فخر الدین مبارکشاہ اور عبد اللہ وصاف کی تاریخوں میں بھی جو "جامع التواریخ" کے بعد لکھی گئی ہیں یہ نام موجود ہے۔

ہندوستان کے مسلمان مصنفین میں غالباً سب سے پہلے امیر خسرو ہیں جنہوں نے اس علاقہ کا ذکر ملیبار کے نام سے کیا ہے۔ چنانچہ ان کی مثنوی "نہ سپہر" میں یہ نام اس طرح وارد ہوا ہے ؎

ببے نیازی او کہ نیست دیوار ۔ بیار مین کہ عرابیش چون ملیبار

اوپر کے شواہد اور خود اس نام کی ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نام اون سیاحوں اور جہازرانوں نے رکھا ہے جو ایران و عرب سے براہ خلیج فارس اس ملک میں آیا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے اس کے علاوہ بعض دوسرے علاقوں کے نام بھی ایسے ہی رکھے ہیں جنجلی ان کے ایک نام رنجبار ہے جس کے سننے ہیں "زنگیون کا ملک" علی ہذا القیاس "سندھ بار" اور "نکو بار" بھی اسی نوعیت کے نام ہیں۔

عربوں کے یہاں اس ملک کا ملیبار کے علاوہ ایک اور نام مشہور ہے یعنی "جاوا الفلفل" اور یہ نام انہوں نے اس لئے دے رکھا تھا کہ سیاہ مرچ (فلفل) ایران کی مخلوص پیداوار ہے اور وہیں سے اطراف عالم میں جایا کرتی ہے۔

چھٹی صدی تک مسلمان جغرافیہ نویس ملیبار کے حالات سے بہت کم واقف تھے۔ یہاں تک کہ اس کے موقع و محل سے بھی انہیں کافی واقفیت نہ تھی۔ صرف اس قدر جانتے تھے کہ ہندوستان کی ایک اقلیم ہے جس میں بہت سے شہر فاکنور" "منجرور" وغیرہ واقع ہیں اور یہاں سے فلفل تمام دنیا میں آتا ہے۔

اس زمانہ کے بعد اسلامی تاریخوں میں ملیبار کا ذکر صحت کے ساتھ ملتا ہے۔ "رشید الدین فضل اللہ" "فخر الدین مبارکشاہ" "ابو العفد الحموی" "اور بالخصوص ابن بطوطہ" جس نے ۷۴۳ھ ہجری میں اس ملک کا سفر کیا ہے۔ یہاں کے حالات صراحت کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ اور خاص کر مسلمانوں کے کوائف کو محنت کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

رشید الدین کا بیان ہے کہ "ملیبار" "گوار" سے شروع ہو کر "کولم" پر ختم ہوتا ہے۔ اس کی مسافت تین سو فرسخ ہے۔ "ابو الفداء" "ابن بطوطہ" اپنے بھی ملیبار کے یہی حدود بتائے ہیں۔ ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ "گوا" سے "کولم" تک دو مہینے کی مسافت ہے۔

مارکوپولو (Marcopolo) نے لکھا ہے کہ "ملیبار" "جھیلی" سے شروع ہو کر "گجرات" تک چلا گیا ہے۔ پرتگیز سیاحوں اور خصوصاً "تھیونو" نے لکھا ہے کہ "کنانور" سے "راس کماری" تک جو

ملک واقع ہے بلیبار کہلاتا ہے۔

بلیبار کے ایک طرف جانب مغرب ساحل بحر اور دوسری طرف جانب مشرق مغربی گھاٹ کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے اور دونوں کے وسط میں بلیبار کا علاقہ واقع ہے۔

مغربی گھاٹ کوہستان کا ایک عظیم الشان سلسلہ ہے۔ جو دریائے تاپتی کی وادی سے شروع ہو کر راس کماری تک کم و بیش ایک ہزار میل چلا گیا ہے۔ بلیبار میں اس سلسلہ کوہ کی بلندی تین ہزار سے آٹھ ہزار فٹ تک پائی جاتی ہے اور شمال میں ساحل بحر اور اس میں بیل فاصلہ پر واقع ہے اس کے بعد جانب جنوب اوس کی مسافت جدید رتبہ بڑھتی گئی ہے یہاں تک کہ پال گھاٹ کے قریب اس کا بحر ساحل بحر سے ساٹھ میل ہو گیا ہے۔ اور اس طویل سلسلہ میں صرف اس جگہ ایک فصل پیدا ہو گیا ہے۔ جس کی مسافت سو میل ہے اور اسی وسعت سے اندرون ملک میں داخل ہو کر مغربی ساحل پر گذرتی ہے۔ یہ درہ بلیبار کے عین وسط میں واقع ہوا ہے اسی کے قریب اس گھاٹ کی ایک بلند چوٹی واقع ہے جسکا نام "دوے دین مالا" یا کوہ طور ستر" ہے اور اس کی بلندی کم و بیش سات ہزار چھ سو فیٹ ہے اس کے بعد جانب جنوب کوہستان کا جو سلسلہ چلا گیا ہے۔ اوس کا نام "نیلگیری" یا "دربیل الفیل" ہے، اور اسی پہاڑی سلسلہ کی ایک بلند چوٹی پیر کو مے نال "کاکر مالی" مقام واقع ہے جسکی صحت بخش آب و ہوا انگلیری سے بہتر سمجھی جاتی ہے۔

بلیبار نہایت زرخیز سرسبز و شاداب ملک ہے۔ یہاں کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں اور ان کی وادیوں میں اطراع و اقسام کے قیمتی نباتات پیدا ہوتے ہیں اور ان میں اکثر ایسی ہیں جن کی پیدائش اس ملک سے مخصوص ہے مثلاً سیاہ مرچ۔ الائچی۔ جوز۔ جاوتری۔ لونگ وغیرہ اور ان کے علاوہ پان وارچینی۔ نارئیل۔ چوبالیہ۔ تھوہ۔ نیل اور سنکرنا۔ بھی یہاں بیہا جوتا ہے۔ سیاہ مرچ۔ اور پان یہاں پر خود رو اگتے ہیں۔ اسی وجہ سے اسلامی سیاحوں نے اس علاقہ کا نام "بلاد فلفل" اور "معدن نبتول" رکھا ہے یہاں کے جنگلوں میں قیمتی چوبہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ بانسوں بانس، اور ساگوان کی نباہت افراط سے وان رہتا ہے

جو اس ملک کے ایک حصہ پر داچوں کی طرف سے گورنر ہو کر آیا تھا۔ یہاں کی نباتات پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے (جس کا نام ہورٹوس مالا بارکیوس) ہے

اس میں (۷۴۰) قسم کی ان مختلف نباتات کا ذکر ہے جو بلیبار اور جنوبی ہند میں پیدا ہوتی ہیں۔ اور سب سے پہلی کتاب جو اس ملک کے نباتات پر لکھی گئی ہے۔

ہندوستان کے جنوبی حصہ میں جناب مسیح کی ولادت سے صدیوں پہلے تین سلطنتیں قائم تھیں۔ "پانڈیا" "چولا" "چیرا" "پانڈیا" کی حکومت انتہائی جنوب میں واقع تھی اس کے مشرق میں دریا سے پنار تک ساحل معبر پر "چولا" خاندان حکمران تھا۔ "چیرا" خاندان والے کوئن کے جنوب میں راس کماری تک ساحل مالا بار پر برسر حکومت تھے یہ تینوں سلطنتیں مسلمانوں کے فتوحات ٹیکٹ قائم تھیں۔ اور جنوب کا قدیم تمدن انہیں سلطنتوں کے سایہ عاطفت میں نشو و نما پا یا تھا۔

"چیرا" خاندان کا ذکر اشوک کے کتبوں میں آیا ہے۔ اور اس سے اس خاندان کی تاریخی قدامت کا اظہار ہوتا ہے۔

چیرا خاندان کی تاریخ ابھی تک تاریخی میں ہے پروفیسر کیلہارن Kielhorn اور سندرام پلے نے اس خاندان کے دو سو سے زیادہ کتبے فراہم کئے ہیں۔ اور ان کی مدد سے بارھویں صدی عیسوی تک اس علاقہ کا تاریخی مواد حاصل کیا ہے لیکن اس میں کوئی دلچسپی نہیں اور نہ اس خاندان کی سلسلہ وار فہرست معلوم ہو سکتی ہے۔

پروفیسر کیلہارن کی تحقیقات کے موافق اس خاندان کا آخری راجہ چیرمن پیرومال ہے اس نے قبول اسلام کے بعد عرب جانے کا ارادہ کیا تو حکومت سے دست کش ہو کر مملکت کو اپنے سردداروں میں تقسیم کر دیا ان جدید حکمرانوں میں کالیکوٹ کے سامری نے بعد میں پاپل کر خوب شہرت حاصل کی ایک قدیم مقامی روایت کے موافق سامری خاندان کا آغاز اس طرح پر ہوا ہے کہ چیرمن پیرومال نے جب اپنی سلطنت اپنے مختلف سرداروں میں تقسیم کر دی تو اس کے بعد ایک سردار حاضر ہو کر اپنے لئے راجہ سے ملک کا طالب ہوا۔ اوس وقت راجہ کے پاس تلوار کے سوا کوئی اور چیز موجود نہ تھی۔ سو یہ وہ ایک مرچ کہہ کر اپنا تلوار دے رہا تھا۔ راجہ نے تلوار سردار کے حوالے کر دی اور کہا مرچ کی آماز جہاں تک جائے اس قدر علاقہ پر اس تلوار کے زور سے قبضہ کرلے۔ اس کے بعد سردار نے جسقدر ملک پر قبضہ کر لیا اس کا نام "کالی کوڈ" پڑ گیا جس کے معنی ہیں مرچ کی حکومت۔

مورخین نے اس جدید خاندان کا لقب سامری بیان کیا ہے۔ یہ لفظ بلیالم زبان کا ہے اور اس کی اصل اس طرح پر بیان کی ہے۔ "سامودری" "سامودتری" "سامودری" "سامودری" یہ سب الفاظ سامودر مدری کی مسخ شدہ صورتیں ہیں جس کے معنے ہیں "ملک البحر" یا سمندر کا بادشاہ۔

"کالی کوڈ" کی حکومت بھی چونکہ ساحل سمندر پر قائم ہوئی تھی۔ اس لئے یہاں کے حکمرانوں نے اپنے لئے یہ لقب اختیار کیا تھا۔ یہ لقب اسلامی تاریخوں میں دسویں صدی ہجری کے بعد منسل ہوا ہے۔ اور سب سے پہلی کتاب جس میں یہ نام آیا ہے تحفۃ المجاھدین ہے جو مورخ فرشتہ نے اپنی تاریخ میں اس لقب کو اسی کتاب سے نقل کیا ہے۔

دسویں صدی ہجری سے پہلے جو مسلمان سیاح اس ملک میں آئے تھے۔ انہوں نے یہاں کے راجہ کا لقب "زیمورن" لکھا ہے۔ اور مشہور مورخ ابوالحسن مسعودی نے جس کا انتقال ۳۴۵ھ میں ہوا ہے۔ اس طاقتور "زیمورن" کی عملداری کے نام سے موسوم کیا ہے۔

مسلمانوں کی رسائی سے پیشتر یونانیوں نے جب اس ملک میں قدم رکھا تو انہوں نے بھی یہاں کے راجہ کے لئے "زیمورن" کا لقب استعمال کرنا شروع کیا جو کچھ عرصہ کے بعد تصرف پاکر "زیمورن" ہو گیا اور یورپین لٹریچر میں اب تک مروج مستعمل ہے۔

سکندر کبیر کے خروج سے سو دین پہلے بلیبار میں عربوں کی آمدورفت شروع ہو گئی تھی۔ پھر یہاں سے عربوں کے کاروان "بین" "وہ بحار" سے گذرتے ہوئے ان جہاز کو "شام" میں "قدمور" اور "مصر" میں "اسکندریہ" تک پہنچاتے تھے۔ "یورپ" کے تجارتی مقامات سے اس سامان کو مال کر کے اپنی تجارت گاہوں میں داخل کیا کرتے تھے۔ غرض کہ قدیم زمانہ میں "ہندوستان" "اندونان" و "روم" کے مابین جو تجارت ہوا کرتی تھی اس کا خود سط "عرب" اور ان کے بعد صور و شام کے باشندے تھے۔

عرب میں بلاذری کی تجارت کا مرکز مدینہ طفار تھا جو حضرت کے ساحل پر واقع ہے اور یہاں کے تجار بلاواسطہ بلیبار سے تجارت کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شہر میں اور اس کے اطراف بلیبار کے اکثر درخت اب بھی پائے جاتے ہیں مثلاً "نارئیل" "فلفل" "نبتول" وغیرہ۔

عہد عتیق کے مقدس صحیفوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ اور حضرت سلیمان علیہ کے زمانہ میں بنی اسرائیل نے بھی بلیبار سے تجارتی تعلقات پیدا کئے تھے چنانچہ ملوک اور ایام کی کتابوں سے پایا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ اپنے عہد حکومت میں دو بحری مہمیں "اوفیر" اور "ترسیس" کو روانہ کیا کرتے تھے۔ مقصد ان کا یہ تھا کہ وہاں سے "سونا" "چاندی" "صندل" کی لکڑی "ہاتھی دانت" "مور" اور بندر لائیں۔

"ترسیس" کی مہم تین برس کے عرصے میں واپس ہوا کرتی تھی۔ یہ طریقہ بنی اسرائیل میں حضرت سلیمان علیہ کے بعد "یہوسفط" کے زمانہ تک جاری رہا اور خود "یہوسفط" نے بھی ایک مہم "ترسیس" کی روانہ کی تھی لیکن جہاز ان کے کہ بندرگاہ سے روانہ کرنے کے لئے تیار کی تھی لیکن جہاز ان کے کہ بندرگاہ سے روانہ ہوتے ہی ایک طوفان کے باعث تباہ و برباد ہو گئی۔

بنی اسرائیل کا بندرگاہ "عیسون جبر" تھا جو بحر احمر میں خلیج عقبہ کے بالائی حصہ پر واقع ہے۔ اسی جگہ ان کے جہاز بھی تیار ہوا کرتے تھے۔ "اوفیر" اور "ترسیس" کہاں واقع تھے۔ اس کی نسبت مدت سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ پروفیسر لاسین Lassen اور جنرل کننگھام Cunningham کی رائے میں "اوفیر" سے ایبیا مراد ہے جس کا ذکر بطلیموس نے کیا ہے اور جو جہران کے ڈیلٹا میں آباد تھا۔ لیکن یہ رائے تو

رات کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ "کتاب التکوین" سے معلوم ہوتا ہے کہ "اوفیر" یقطان کے بیٹے کا نام تھا۔ باپ بیٹا اور اس کے دوسرے بھائی یہ سب عرب کے جنوب مشرقی ممالک میں "سبا" سے "سفار" تک آباد ہوئے تھے اس بنا پر ہم کو چاہئے کہ اوفیر کو جنوبی عرب میں تلاش کریں نہ کہ ہندوستان میں۔

عہد عتیق کے یونانی ترجمہ میں (جس کو ستر یہود دیان نے اسکندریہ میں ترجمہ کیا تھا) جو کتاب التکوین یہ نام جہاں کہیں بھی آیا ہے وہاں اس کا تلفظ "سوفیر" اور "سوفیرا" تحریر ہے۔ اس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ حضرموت کا مشہور شہر ظفار یا ممن کا قدیم دار الحکومت سفالہ اس سے مراد ہے۔

ترسیسیس کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ یہ شہر اسپانی کو بچک کے علاقہ تیلقہ مدینہ زنگ میں واقع تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے اس کی جانب جو ہمیں روانہ کی تھیں وہ طویل عقبہ اور بحر احمر سے گذرتی ہیں۔ تو موجودہ رائے کے خلاف اس کے موقع و محل کی نسبت ایک جدید رائے قائم کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

ترسیسیس سے حضرت سلیمان ملیہ کے یہاں جو سامان آیا ہے۔ ان میں صندل، مور اور بعض ایسے اشیاء ہیں جن کی پیدائش ہندوستان سے مخصوص ہے اور ان کے عبرانی میں جو نام استعمال ہوئے ہیں ان کا ماخذ ڈراویدین الفاظ ہیں۔ اصل عبرانی میں سونے کے لئے تو کی درج ہے جو تامل زبان کے لفظ توکی یا ڈکی سے ملا کسی توسط کے عبرانی میں داخل ہوا ہے۔ اور اوس سے اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ بنی اسرائیل اس کو حاصل ملیبار سے راست حاصل کیا تھا اور ترسیسیس بھی اس ملک میں واقع تھا۔ جواب ناپید ہو کر فراموش ہو گیا ہے۔

ٹامل دیبان میں چاول کو اریسی کہتے ہیں۔ یہ لفظ کسی قدر تصرف کے بعد عربی اور عبرانی میں "ارز" اور یونانی میں اروزا ہو گیا ہے۔ جناب مسیح سے چار پانچ سو سال پہلے عرب میں ملیبار سے بہ کثرت چاول جایا کرتے تھے۔ اور سوفاکلس Sophocles کے زمانہ میں اہل یونان اس کو بہترین غذا سمجھ استعمال کیا کرتے تھے۔

اور یہ سب باتیں اس امر کی دلیل ہیں کہ اہل عرب بنی اسرائیل اور اہل یونان چاول کو ملیبار سے حاصل کیا کرتے تھے۔

اہل عرب میں اجناس کی تجارت کیا کرتے ان کی نسبت اہل یونان و روم کو معلوم تھا کہ وہ ہندوستان کی پیداوار ہیں۔ لیکن وہ نہیں اس لئے کہ ہندوستان تک آمد و رفت کس راہ سے ہوا کرتی ہے۔ قیصر آگسٹس Augustus جد اعلیٰ نے جناب مسیح سے بیس سال پہلے مصر فتح کر لیا تھا تو اس کے باعث بحر احمر پر رومیوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد قیصر کلاڈیس کے زمانہ میں رومیوں کا ایک جہاز بحر احمر سے نکلا اور باہ مخالف کے زور میں آگر ہندوستان کے جنوبی ساحل پر پہنچ گیا۔ اس وقت رومیوں کو معلوم ہوا کہ ساحل عرب کے کنارے کنارے ہو کر ہندوستان کو جانے کے عوض براہ راست سواحل ہند تک آمد و رفت کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد مصر کے رومی تجاروں نے ساحل پر آنا شروع کیا۔ ملیبار کا علاقہ اون کی تجارت کا مرکز قرار پایا پلینی نے بیان کیا ہے کہ اس وقت جو جہاز مصر سے نکلتے وہ ساحل ملیبار تک دو مہینے دس یوم میں پہنچ جاتے تھے۔ مزرس Muziris اور پتولار اس زمانہ میں ملیبار کے بارونق بندرگاہ تھے۔ یہاں سے رومی جہاز ہندوستان کی اجناس لادی جاتی تھیں۔ پہلی اور دوسری عیسوی صدی میں رومی باشندوں کی بہت بڑی تعداد ان دونوں بندرگاہوں میں آکر آباد ہو گئی تھی۔ اور مزرس میں ان لوگوں نے قیصر آگسٹس Augustus کے نام سے ایک عالیشان معبد بھی تعمیر کیا تھا۔ ٹامل کے قدیم ادب میں ان تاجروں اور رومیوں کی یونان کے نام سے یاد کیا گیا ہے جیرہ باد شاہوں کی محافظ فوج کے سپاہی جو ٹامل نظموں میں زبردست یون اور گونگے یونیوں کے نام سے موسوم ہیں ان سے یہی تاجر اور مراد ہیں۔ قوم سے آکر یہاں کی فوج میں ملازم ہو گئے تھے۔

قدیم زمانہ میں مرچ کو اہل یورپ بڑی بڑی قیمتیں دیکر عرب سے کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کی قدر و منزلت سونے سے بھی زیادہ سمجھی جاتی تھی چنانچہ قوم گاتھ Goth کے بادشاہ الرک Alaric نے جب رومیوں کو شکست دے کر ان سے تاوان جنگ کا مطالبہ کیا تو اوس میں تین سو پونڈ مرچ بھی شامل کیں۔

رومیوں نے ملیبار اور جنوبی ہندوستان سے جو تجارتی تعلقات قائم کئے تھے۔ وہ جناب مسیح کی ولادت سے کم و بیش ڈھائی سو سال تک خوب رونق پر رہے مصر کے بطلیموس بادشاہوں کی سعی و کوشش سے ان تعلقات کو ترقی ہو گئی ہے۔ اور اس تجارت کا مرکز مصر میں اسکندریہ بنا ہوا تھا۔ ۲۱۵ء میں کراکلا Caracalla نے اسکندریہ میں قتل عام کرایا جس کے باعث شہر تباہ ہو گیا اور رومیوں کی تجارت کا جو سلسلہ اہل اسکندریہ کی وساطت سے جنوبی ہندوستان کے ساتھ قائم تھا وہ تباہ ہو کر کچھ عرصہ کے بعد بالکل مسدود ہو گیا اور یہ تجارت حسب سابق پھر عربوں کے قبضہ میں آگئی۔ اور اس زمانہ سے پرتگیزوں کے ہندوستان میں آنے تک بے خوف و خطر اہل عرب اس تجارت کے مالک بنے رہے۔

عربوں کے جہاز جولائی اور اگسٹ میں جب کہ ہوا کا رخ مشرق کی جانب ہوتا تھا۔ ساحل ملیبار کی جانب روانہ ہوتے تھے اور یہاں تین چار مہینے تک کاروبار انجام دینے کے بعد دسمبر یا جنوری میں واپس کو واپس چلے جاتے تھے۔ اس زمانہ میں یہ مسافت تیس سے چالیس دن تک طے ہوا کرتی تھی۔

جناب شارع اسلام علیہ السلام سے جب کہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو اس تاریخ سے اشاعت اسلام کا دور شروع ہوا۔ سات آٹھ سال کے اندر اندر عرب کے بیشتر دور قبایل حلقہ اسلام میں شامل ہو گئے بڑے بڑے سردار دین لے اپنے وفود بھیجکر قبول اسلام کا اقرار کیا۔ بین اور حضرموت کے ساحل باشندے بھی سنہ ۸ھ اور سنہ ۹ھ میں بلیغ اسلام ہو گئے۔ یہ سب تجارت پیشہ قبائل تھے۔ اوس زمانہ میں ان کی بحری تجارت کمال عروج پر تھی اور ان کے جہاز ایران، مصر، سندھ، ملیبار، سیلان، ملاباز، چین وغیرہ میں آیا جایا کرتے تھے۔ یہ لوگ تجارت کے لئے جس جس علاقہ میں پہونچے وہاں اسلام کی آواز کو بھی پہونچایا اور ان کے ذریعہ زمانہ سعادت ہی میں ظہور اسلام کی کیفیت سندھ و ہند سے گذر کر جزیرہ سیلان تک پہونچ گئی تھی۔

ایک مسلمان ایرانی جہاز ران بزرگ بن شہریار نے جو بندرگاہ فاس کے شہر ہرمز کا باشندہ تھا۔ جو چوتھی صدی ہجری میں ایک کتاب اپنی بحری سفروں کے حالات میں لکھی تھی جس کا نام عجائب الہند ہے اس میں سیلان کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

سرندیپ اور اس کے اطراف میں وہاں کے لوگوں کو جناب رسالت مآب صلعم کی نبوت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے ایک جہاز راجہ کو عرب کی جانب روانہ کیا تاکہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے اور آپ کی دعوت اسلام کے حالات دریافت کرے۔

یہ آدمی عرب میں اس وقت پہونچا جب کہ حضرت عمر بن خطاب مسند خلافت پر متمکن تھے۔ آپ سے جناب رسالت مآب صلعم کے حالات دریافت کئے اور اس کے بعد سرندیپ کی جانب واپس ہوا۔ لیکن راستہ ہی بمقام کلان اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے ساتھ ایک ہندوستانی غلام تھا وہ سرندیپ کو واپس آیا اور وہ تمام واقعات جو اس نے دیکھے اور سنے تھے بیان کئے۔ جناب نبی علیہ السلام اور حضرت ابوبکر کے حالات سے بھی واقف کرایا۔ حضرت عمر کی ملاقات کا بھی ذکر کیا۔ اور کہا کہ وہ نہایت متواضع بزرگ ہیں۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں اور ساحل میں سوتے ہیں۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ پہلی صدی کے آغاز ہی میں اسلام کی آواز سواحل ہند سے گذر کر سیلان تک پہونچ گئی تھی۔ قریب قریب اسی زمانہ میں یا اس کے کچھ عرصہ بعد ایسا ہی واقعہ ملیبار میں پیش آیا ہے۔ تحفۃ المجاہدین میں لکھا ہے کہ عرب و عجم کے چند فرار ساحل عرب سے جہاز پر سوار ہو کر حضرت آدم کے قدم گاہ کی زیارت کے لئے سرندیپ کی جانب روانہ ہوئے۔ ان کا جہاز سوء اتفاق

یا باد مخالف کے باعث ساحل ملیبار پہ پہونچ گیا۔ اور کرنگانور میں لنگر انداز ہوا۔ اس شہر کے راجہ نے جو سامری کہلاتا تھا۔ ان فقیروں سے ہر قوم کی گفتگو کی اور ان کی کمنہ رب وملت کی نسبت بھی دریافت کیا۔ فقراء نے بتایا کہ ہم لوگ مذہب اسلام کے پابند ہیں۔ اس پر راجہ نے کہا کہ میں نے یہودی اور نصرانی سیاحوں سے سنا ہے کہ عرب "ایمان" اور ترک میں یہ مذہب خوب رواج پایا ہے۔ لیکن مجھے ابھی تک کسی مسلمان سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا اگر تم اپنے پیغمبر کے حالات بیان کرو تو زیادہ بہتر ہے۔

ان فقراء میں ایک ذی علم اور صاحب فہم آدمی تھا اس نے نبی اکرم کے حالات اور معجزات اس طرح بیان کئے کہ راجہ نے متاثر ہو کر فوراً اسلام قبول کر لیا۔ لیکن اپنی قوم سے ہراساں ہو کر اسے مخفی رکھا۔ اور فقراء کو بھی منع کر دیا کہ اس واقعہ کو کسی پر ظاہر نہ کریں۔ اس کے بعد فقراء سراندیپ کو چلے گئے اور کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے واپس ہوئے تو راجہ نے ان کے ساتھ مکہ" اور "مدینہ" کے سفر کا ارادہ کیا اور اپنے اعیان واراکین کو جمع کر کے۔ ریاست کے کاروبار ان کے متوسلین کر دے اور خود گوشہ نشینی کا عذر کر کے فقیروں کے ساتھ جہاز پر سوار ہو گیا۔ اور جب یہ لوگ ساحل عرب پر پہونچے تو وہاں راجہ جہاز ہی پر فوت ہو گیا۔ انتقال کرنے سے پہلے اس نے اپنے رفقاء کار کو وصیت کی کہ ملیبار میں جا کر دین اسلام کی اشاعت کریں۔ پس ان لوگوں سے شرف بن مالک مالک بن دینار۔ اور مالک بن حبیب مسلمانوں کی ایک جماعت کو ہمراہ لیکر عرب سے ملیبار میں وارد ہوئے۔ اور کئی جماعتوں میں تقسیم ہو کر مختلف شہروں میں آباد ہو گئے۔ اور وہاں جماعت کے لئے مساجد بھی تعمیر کر لئے۔ سب سے پہلے مالک بن دینار نے کرنگانور میں مسجد تعمیر کی۔ اس کے بعد کولم اور سیلی ماروی میں اگر دو مسجدیں تیار کیں۔ یہاں سے نکل کر جرفتن۔ درفتن۔ قندرینہ۔ چالیات۔ فاکنور وغیرہ میں آئے۔ اور یہاں ہر شہر میں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ غرض کہ ان عربوں نے اس ملک میں آکر اسلامی نوآبادیات کی بنیاد ڈالی۔

مؤرخین نے اس واقعہ کا عہد وقوع مختلف طریقے کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرشتہ کی رائے میں یہ واقعہ صدی رسالت میں مرزد ہوا ہے ملیبار کے مسلمان بھی یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ لیکن تحفۃ المجاھدین میں لکھا ہے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ ان کی رائے میں یہ واقعہ دوسری صدی ہجری میں وقوع پذیر ہوا ہے۔

علمائے شرقیات کی تحقیقات کے موافق وہ راجہ جس نے اسلام قبول کیا ہے چیرومن پیرومل اس کا نام ستا جس کا مفصل حال ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

بعض تامل روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دون کا مشہور مصنف۔ وشنو مذہب کا پادری شنکراچاری اسی چیرومن پیرومل کے عہد میں گذرا ہے۔ ڈاکٹر برنل کی تحقیق کے مطابق شنکراچاری ۸۰۰ء میں ہوئی ہے جو ستا کے ہم عصر تھے۔ ان کے مقامات ذیل میں درج ہیں۔

"کُدن کلور" موجودہ زمانہ میں اس کو کرنگانور کہتے ہیں۔ کوچین کے قریب ملیبار کے جنوبی علاقہ میں ساحل بحر پر واقع ہے۔ نہایت قدیم مقام ہے۔ بطلیموس نے مزس کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔ رومی اور عربی تجار پہلے زمانہ میں اسی شہر میں آکر تے تھے۔

"کولم" اس کا ذکر رشید الدین، ابوالفداء اور ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے۔ سرحد ملیبار کا اخیر مقام ہے۔

"سیلی ماروی" ابوالفداء نے اس کو "سلی لکھا ہے رشید الدین نے اس کا ذکر منجرور اور فندرینا کے بیچ میں کیا ہے۔

"جرفتن" ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ بریل سے سو فرسخ کی مسافت پر واقع تھا۔ گزیٹیر میں لکھا ہے کہ اس سے کنہ ابومراد ہے۔

"درفتن" ابن بطوطہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔ گزیٹیر میں لکھا ہے کہ یہ مقام تیلی چری کے قریب آباد تھا۔

"فندرینا" اہل کا ذکر ابوالفداء اور رشید الدین نے کیا ہے ساحل بحر کی بستی ہے۔ موجودہ زمانہ میں اس کو "پنڈارانی" کہتے ہیں۔ اور یہ کالی کوٹ سے جانب شمال سولہ میل کے فاصلہ پر آباد ہے۔

"چالیات" ابوالفداء اور رشید الدین نے شالیا کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے۔ ابوالفداء کے زمانہ میں یہاں ہندوی قبائل آباد تھے۔ کالی کٹ شہر کے جنوب میں ساحل بحر پر آباد تھا۔

"فاکنور" یاقوت حموی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے ساحل بحر کا شہر ہے۔ موجودہ زمانہ میں اس کو "منگلور" یا "بکرکہتے ہیں۔

"منجرور" اس کا ذکر یاقوت" ابوالفداء اور دوسرے عرب جغرافیہ نویسوں نے بھی کیا ہے۔ ملیبار کا شہر و بندر ہے۔ موجودہ زمانہ میں اسکو "منگلور" کہتے ہیں۔

دسویں صدی میں ملیبار کے متعلق ایک کتاب عربی زبان میں تصنیف ہوئی ہے جس کا نام ہے تحفۃ المجاھدین فی اخبار پرتگالیین اس میں اشاعت اسلام کی مختصر شرح ہے۔ پرتگالیوں کی آمد اور مسلمانوں کے ساتھ اول کی لڑائیوں کا مفصل تذکرہ مرقوم ہے اور مضامین چار ابواب پر منقسم ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

باب اول۔ اس میں جہاد کے احکام مذکور ہیں۔

باب دوم۔ اس میں مسلمانوں کے آنے اور مذہب اسلام کے رواج پانے کی مفصل تاریخ لکھی ہے۔

باب سوم اس میں بعض ہندو اقوام کے عادات ورسوم بیان کئے ہیں۔

باب چہارم اس میں پرتگیزوں کے آنے اور بیان کے بعض مقامات پر قابض ہو کر اپنی حکومت کرنے کا مفصل تذکرہ مرقوم ہے۔

"جرجی زیدان" نے اس کے مصنف کا نام زین الدین مصری لکھا ہے۔ ان کے اجداد سمیری کے باشندے تھے۔ علی بن احمد مصری نے سمیر سے نقل مقام کیا اور ملیبار میں آکر جنوبی علاقہ میں سکونت پذیر ہوئے ان کے فرزند شیخ زین الدین مصری ۹۴۷ھ/۱۵۳۰ء کو کوشش (کوچین) میں پیدا ہوئے۔ اور چھبیس برس کی عمر میں ۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء کو پونانی (پونانی) میں انتقال کیا۔ ان کے فرزند عبدالعزیز تھے انہی زین الدین ثانی تولد ہوئے یہی بزرگ تحفۃ المجاھدین کے مصنف ہیں۔ انہوں نے اپنی یہ کتاب سلطان علی عادل شاہ اول والی بیجاپور کے نام پر تصنیف کی تھی۔

"دادا" اور پوتے" دونوں صاحب تصنیف وتالیف ہوئے ہیں۔ اور انکی متعدد تصنیفات معتبر چھپ کر شایع ہو گئی ہیں۔

زین الدین اول کی تصنیفات سے نمونے میں ایک منظوم رسالہ ملا دصہ رشام میں بہت مقبول ہوا ہے۔ "دواء الجوزہ" کے نام سے ۱۲۹۶ھ میں بولاق میں طبع ہوا ہے اس کے علاوہ مرشد الطلاب اور شہب اللامعان بھی ان کی مشہور تصنیف ہیں۔

زین الدین ثانی کی تصنیفات سے بلاد اسلام میں متعدد کتابیں مروج ومتداول ہیں۔

فتح المعین۔ قرۃ العین کی شرح ہے اور مصنف نے ۹۸۳ھ رمضان ۹۷۵ھ کو اس کتاب کی تصنیف سے فراغت حاصل کی ہے کئی بار یہ کتاب مصر میں چھپی ہے۔ اس کا متن جسکا نام قرۃ العین ہے فقہ شافعیہ میں ہے اور اسے شیخ عبداللہ بن بہاؤ الدین محمد بن علی العیدروس الشہیر بہ شیخ طبع الدہر المتوفی ۹۳۸ھ نے تصنیف کیا ہے۔

هدیۃ الأذکیاء الی طریقۃ الاولیاء متون میں ہے۔ اس پر اکثر علماء نے شروح وحواشی لکھے ہیں۔ منجملہ ان کے وجیہ الدین کے شروح کا ہیں ہیں۔ کفایۃ الاتقیاء فی مناقب اکاصفیاء ابی بکر بن سید محمد شطا الدمیاطی کی تصنیف ہے اور ۱۳۱۰ھ میں مصر میں چھپی ہے۔ دوسری کا نام ساط الغضنفر ہے اور اس کو محمد نووی الجاوی نے تصنیف کیا ہے اور ۱۳۱۰ھ میں مقام قاہرہ میں چھپی ہے تحفۃ المجاھدین۔ یہ نہایت نایاب وکمیاب کتاب ہے راولس رو Rowlandson نے انگریزی زبان میں اسکا ترجمہ کیا جو ۱۸۳۳ء میں بمقام لندن طبع

ہوا ہے۔ شیخ عبدالقادر عیدروس کے مناقب میں ایک کتاب النور السافر عن اخبار القرن العاشر تالیف شیخ عیدروس بن

چار مینار کی گپ

ایک بُونگے کے قلم سے

چار مینار کے شہر میں ایک ضرب المثل بہت عام ہے وہ یہ کہ "بچہ کی شامت آتی ہے تو مکتب جاتا ہے"، کہنے کو تو شامت آتی ہے مگر مستحسن جانا ہے، ہماری شامت آتی ہے تو نظام گزٹ کے دفتر میں پہنچتے ہیں، وہاں ہماری دوستی کچھ کولیوں کو تو نہیں ہے کہ ہمیں ڈسچارج کر دیں کبھی شریف آدمی سے ان کا واسطہ نہیں ہوتا، بہرحال ہماری شامت آتی ہے، اسی طرح "بُونگے" کی شامت آتی ہے تو مدیر "نظام" کے پاس جاتا ہے، جس کو دامن مضمون نگاری کی خیرات سے پاک پاتا ہے، اکثر رہتا ہے، اس اکثر فنوں کو "مدیرانہ خود داری" سمجھتا ہے اور یہ وہ سنہری مرض ہے کہ بعض عالم خیال کے مدیروں کو بھی اگر لگ جاتا ہے ——— پتہ نہیں ایسے مدیروں کو جن کا اخبار عالم خیال میں شایع ہوتا ہے اور مادی آنکھوں کو دکھائی نہیں دیتا۔ مگر اس "مدیرانہ خود داری" کی اس وقت شامت آتی ہے جب مدیر کی کسی مضمون نگار سے سٹ بھیڑ ہوتی ہے سب سے پہلے مدیر کے چہرہ سے سنجیدگی کی پالش اڑ جاتی ہے اور پھر گویا بالکل مضمون کی ایک جنبش قلم سے وہ روتا ہوا چہرہ مسکراتا ہوا نظر آتا ہے، اور پھر وہ رائیہ خطی بن جاتا ہے جو "آغا کاظمی صاحب السلام علیکم" آپ نواب مدیہ کا جانا ہوا سمجھا جاتا ہے آپ آج کل ہیں کہاں ہمیں تو اللہ دعوی سے کتنا پوچھا ہمیں سے کتنی مرتبہ پرسانت کیا۔ نقوی کے گھر کے کرا ذکر ایک درجن چکر ہوئے مگر کسی کو تنہا رحال معلوم نہ تھا آخر کیا رہے" اب ہمارے مضمون نگار کی صورت ملاحظہ ہو۔ مدیر کو دیکھتے ہی اس کا ہنستا ہوا چہرہ سنجیدہ بن جاتا ہے اور پھر وہی صورت رونی ہوئی نظر آتی ہے پہلے ہی "السلام علیکم" کے تڑاخے سے اسکے حواس غائب ہو جاتے ہیں اور پھر فوراً ہی وہ سخت غمناک عذرات کے تراشنے میں منہمک ہو جاتا ہے، بھئی کیا بتاؤں کہ پرسوں سے گزر رہا ہوں پہلی مرتبہ آپ سے جو ملاقات ہوئی تھی اس کے دوسرے ہی روز چچا صاحب کا تار آیا کہ ہماری چچی صاحبہ کی علاقی والدہ سخت بیمار ہیں اسی ٹرین میں سدھارے گلبرگہ پہنچا وہاں وہ بیچاری مرض الموت میں مبتلا تھیں اور میرے وہاں پہنچتے ہی انتقال کر گئیں۔

خدا غریق رحمت کرے بڑی ہی نیک اور پارسا بی بی تھیں فارسی زبان پر خاصا عبور رکھتی تھیں۔ چنانچہ مجھے سکتہ پڑا انہیں نے پڑھایا تھا۔ خیر بھی ان کی فاتحہ سوم سے فراغت ہوئی تو پتا چلی تھی کہ خیر یا ماموں صاحب کے دونوں بچوں کو ملاعون ہو گیا۔ وہاں جانا بھی ضروری تھا ابھی وہاں سے فراغت بھی نہیں پائی تھی کہ خیر میری نانی صاحبہ کی ہمشیرہ فالج کا شکار ہوئیں ان کے علاج معالجہ میں کالج تین مہینے صرف ہوئے پھر بھی خاطر خواہ صحت نہیں ہوئی جب ہوئی۔ اب ابھی پرسانی میں ڈاکٹر کر کے ہال جا رہا تھا"

"بھئی واللہ بڑا افسوس ہے۔ بھئی مجھے اس وقت والی صدمہ ہوا۔ خدا جانے تمہارا کیا حال ہوا ہوگا بھئی یہ تمہاری ہی ہمت ہے کہ اتنے صدمہ برداشت کر رہے ہو"

"کیا بتاؤں اسی پریشانی میں آپ کے اخبار کے لئے وہ مضمون بھی نہ لکھ سکا۔ بس ابھی ایک صفحہ نہ لکھا تھا کہ یہ واقعات پیش آئے۔ اب جو میں کچھ اطمینان حاصل ہوگا۔ سب سے پہلے آپ کا مضمون تیار کرونگا"

"نہیں کچھ مضائقہ نہیں آپ اپنی فرصت کے اوقات میں لکھئے اور بھائی آپ اپنی ذات پر اتنے صدمے بھی نہ اٹھائیے دل بہت چاہتا تھا کہ تم سے کہوں اور مجھے کیا علم تھا کہ تم ان مصیبتوں میں گرفتار ہو میں تو تم سے مضمون کا بہت لمحہ تقاضا کرنے والا تھا۔ تاہم خدا کا شکر کیجئے آپ کو یاد تو ہے۔ بھئی اخبار کے دفتر میں ضرور ہمارا یہاں رکھنے کا کیا فائدہ۔ ذرا اطمینان سے گفتگو ہو تو لطف آئے۔ اچھا خدا حافظ"

مگر جناب عالی یہ گفتگو اور "مسکراہٹ بالجبر" مضمون نگار کے لئے نہیں ہوتی، بلکہ یہ صرف انہیں کے لئے مخصوص ہے جو ہمارے جیسے خراب ہوں یا ہم سے بھی ایک درجہ نکلتے ہوں ورنہ "ظلم نصیب" "معاجزادے" مدیران باوقار ہمیشہ "تکلیف دہ پرسش" سے بچ آتے ہیں اور معاملہ کی گفتگو سے بھی دوچار ہونا نہیں چاہتے۔

خیر یہ تو رہی یہ "مدیرانہ سیاست" یا مصلحت جو ہم آہستہ آہستہ بڑا اہانت اور بلا شرکت غیرے واقف ہو گئے ہیں اور یہ عرض کیا گیا ہے کہ ہم شامت اعمال سے نظام گزٹ کے دفتر میں گئے۔ دیکھا کہ مدیرانہ باوقار بیٹھے ہوئے ہیں اور نہایت متانت سے انگریزی اخبار پڑھ رہے ہیں۔ ہم نے سلام عرض کیا سب عادت ایک دکھا سوکھا "وعلیکم السلام" کہا ہے آن لگا ہم نے عرض کیا "قبلہ مزاج شریف" جواب آیا "الحمد اللہ آپ ہیں بھی صاف کرا میں اخبار میں مشغول تھا۔ واللہ آپ خوب آئے میں آپ سے ملنا ہی چاہتا تھا۔ یہ لیجئے سالگرہ نمبر پر انٹمن ڈیلی میل نے ریویو کیا ہے اور اس میں آپ کی تعریف کی ہے" خوشی سے ہماری باچھیں کھل گئیں ہم نے دل ہی دل میں کہا دیکھا آخر انگریزی اخبار چھاپا یہ ہمارے مضمون سمجھا۔ یہ لوگ سوٹ کے جانشیں ہیں ہماری باتیں ہی سمجھا جاتی ہیں۔ ورنہ اردو اخبار کیا اور اس کے مدیر کیا ہم نے بڑے شوق سے ڈیلی میل لیا ہمیں معلوم تھا کہ اس کے نقاد "بچوں" صاحب ہیں دیکھیں کیا لکھتے ہیں ارے بچوں نے نہیں تنقید کی ہے یہ کون ہیں "ناہید" ہو نہیں نہیں "ناقد" بے شک اچھا جناب ناقد صاحب کیا فرماتے ہیں۔ ہمارے مضمون کے متعلق آپ اسکے بعد "یہ ایک سائنس" ہم نے اس ریویو کو شروع سے اخیر تک پڑھ لیا۔ پڑھنے کے دوران میں پہلے ہماری ابرو پر بل پڑے پھر کچھ مسکراہٹ آئی پھر ہمارا چہرہ علامت استفہام بن گیا اور آخر میں ایک ذہین کے سانس کے ساتھ مسکراتے ہوئے ہم نے مدیر صاحب سے کہا کہ ہم یہ پرچہ لئے جاتے ہیں اور بہت جلد ہم اسکو مطالعہ کے بعد ایک مضمون کے واپس کر دینگے۔ مدیر صاحب کچھ فرماتے ہی رہے لیکن ہم لپکے اور ڈیلی میل کے ساتھ اور دو تین پرچے لیکر موجودہ زمانہ کے ایک نبی کی طرح جن پر کبھی کبھی نماز پڑھتے وقت وحی نازل ہوتی تھی اور وہ نماز توڑ کر جب چاپ کیا کرتے ہیں

سلہ یہ ترکیب "بر مقاب" "بمقابلہ مقاب" کے نمونہ پر آغا شاعر صاحب دہلوی نے بنائی ہے اور وہی اسکے ذمہ دار ہیں۔

چلے جاتے تھے، ہم بھی خاموش اپنے گھر چلے آئے۔

اب ہمارے سامنے ایک طرف ڈیلی میل کا ریویو ہے ۱۔ دوسری طرف بمبئی کرانیکل کا۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں پرچوں میں مباحثہ ہو رہا ہے ڈیلی میل کے مضمون نگار جناب ناقد صاحب بہت ذہین آدمی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے نظام گزٹ کے سالگرہ نمبر میں ایسی چیز نہیں پڑھی ہیں جو اس میں موجود نہ تھیں۔ مثلاً جناب مولوی عبدالرحمٰن خانصاحب کے مضمون کے پیچھے ان کا عہدہ "صدر کلیہ جامعہ عثمانیہ" خامے علی قلم میں لکھا گیا ہے مگر نا قد صاحب کو ان الفاظ کی جگہ "پروفیسر" لکھا ہوا نظر آیا۔ سالگرہ نمبر میں اعلیحضرت حضور نظام کی تصاویر پر کوئی مضمون نہیں لکھا گیا مگر ناقد صاحب نے اس عنوان کا مضمون اس میں بھی پایا اور اسکی تعریف بھی فرمائی۔ نظام گزٹ کے دونوں مدیر عثمانیہ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ ہیں مگر ان کے ناموں کیساتھ ام اے کے بعد لفظ "عثمانیہ" نہیں لکھا گیا مگر ناقد صاحب کو صرف رشدی صاحب کے نام کے بعد لفظ "عثمانیہ" بھی چبھتا ہوا نظر آیا۔ ناقد صاحب کی ذہانت یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ اتنے قابل اور ذہین واقع ہوئے ہیں کہ انکی نظر میں مولوی عبدالرحمٰن خانصاحب کا مضمون اوسط درجے کا نظر آتا ہے حالانکہ وہ مضمون اردو ادب میں اپنی نوعیت کا پہلا مضمون ہے کیا جناب ناقد مجھے بتا سکتے ہیں کہ اردو جرایدمیں اب تک کوئی مضمون ہندوستان میں "ریسرچ" یعنے علمی تحقیقات کی مختصر تاریخ اور اسکی اہمیت کے متعلق شایع ہوا ہے؟ نا قد صاحب نواب حیدر نواز جنگ بہادر اور نواب مسعود جنگ بہادر کے حالات زندگی کے مکمل بتاتے ہیں۔ ہمیں اس پر ہنسی آتی ہے۔ نیچے کا فقرہ دیکھ کر اپنے باپ کے کندھے پر ہنسکر اپنے کو باپ سے بھی اونچا سمجھتا ہے۔ اسی طرح ناقد صاحب ڈیلی میل کے ہفتہ واری ضمیمہ پر ہنسکر اپنے کو اتنا اونچا سمجھنے لگے ہیں کہ گویا جریدہ نگاری کے وہ بڑے امام ہیں۔ اسلئے یہ لفظانہ رائے دی ہے کہ وہ مضامین بے محل ہیں۔ اجی جناب وہ مضامین بامحل ہیں یا بے محل خود اپنے ڈیلی میل کے ایڈیٹر سے پوچھئے۔ عثمانیہ یونیورسٹی نے نواب حیدر نواز جنگ کو اعزازی ال ال ڈی کی ڈگری دی تھی اسی تقریب میں نواب صاحب کا خاص فوٹو ال ال ڈی کے علمی لباس میں لیا گیا۔ اور وہ مع ان کے حالات زندگی کے شایع کیا گیا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ حیدری صاحب کو حیدرآباد سے کتنے عرصہ سے تعلق رہا ہے؟ اور انہوں نے اس ریاست کی کتنی خدمت انجام دی ہے ایسے شخص کے حالات زندگی کا شایع کرنا خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ اس کو ملک کی یونیورسٹی نے اعلیٰ ترین اعزاز عطا کیا ہو اور اب تک اس کے حالات زندگی کسی ملکی پرچے میں شایع نہ ہوئے ہوں، کیا یہ بے محل بات ہے؟

اسی طرح نواب مسعود جنگ بہادر کے حالات زندگی اب تک کسی جریدے میں شایع نہیں ہوئے

نواب صاحب نے حیدرآباد میں ایک شاندار تعلیمی خدمت انجام دی اور اب وہ ہمارے ملک سے رخصت ہو رہے ہیں کیا اس صورت میں پبلک کو ان کے حالات سے دلچسپی نہیں جناب ناقد صاحب ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھیے اور غور کیجئے کہیں ان دونوں عہدہ داروں سے آپ کے دل کو کوئی دانستہ یا نادانستہ صدمہ تو نہیں پہنچا۔

مولوی محمد سلطان صاحب کے مضمون پر آپ کو اعتراض ہے کہ اس میں "صحیح حالات کی تنقید کی تحلیل" موجود نہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے اس کو پڑھنے کی زحمت گوارا نہ کی اور اگر پڑھا بھی تو سمجھنے کی آپ کو اس خاکسار کا بعد ارکی تحریر پسند آئی اس سے اس حقیر فقیر کا دل خوشی سے بلیوں اچھل رہا ہے۔ مگر افسوس تو اس کا ہے کہ حضور نے اسکو صرف "خوش آیند" سمجھا حالانکہ وہ لائق علمہ آمد بھی تھا اس حقیر کے مضمون میں صفحہ (۳۰۶) پر جو علمی خبر درج ہے اس میں خاص مستم کے قارئین اور اخبار نویسوں کے لئے ایک نسخہ تجویز ہونیکی خبر درج ہے اب معلوم ہوا کہ اسکی ضرورت خیر حیدرآباد ہی میں نہیں ہے بلکہ بمبئی میں بھی اس کی عام مانگ ہے چنانچہ جناب ناقد نے محمد سلطان صاحب کے مضمون کے متعلق وہی کیا ہے جو بعض قارئین کرتے ہیں یعنے پڑھنے سے پہلے انہوں نے مطلب سمجھ لیا اور مطلب سمجھنے سے پہلے تنقید فرما دی دیکھئے ایک دوسرا اخبار انہیں مضمونوں کے متعلق کیا رائے رکھتا ہے۔

چند اور مضامین خاص طور پر وہ جو ریاست حیدرآباد کی تعلیمی ترقی بیان کرتے ہیں، ان کا پڑھنا فائدہ سے خالی نہیں کیونکہ وہ صاف طور پر یہ بتاتے ہیں کہ ملک جہالت کو دور کرنے میں حکومت نے کہاں تک مدد دی ہے

(بمبئی کرانیکل)

اخیر میں جناب ناقد فرماتے ہیں "امید کیجاتی ہے کہ اس رسالہ کے آیندہ نمبر اعلےٰ جریدہ نگاری اور زبان اردو کا اعلےٰ معیار ہوئے ہونگے"

اے صدقے کیا سمجھ کے رگڑس تجھے کہے وان ڈریے؟

آنکھ کھولے ہوئے رگڑس تجھے کہے وان ڈریے؟

اور ساتھ ہی زبان اردو کا معیار بھی بلند دیکھنا چاہتے ہیں ان دونوں باتوں کے متعلق اب میں ایسے رسالہ کی رائے پیش کرتا ہوں جسکی جریدہ نگاری اور معیار زبان دونوں ملک میں مستند ہیں۔

"نظام گزٹ کے نام سے حیدرآباد سے ایک ہفتہ وار مجلہ جناب سید وقار احمد صاحب ایم اے اور جناب حبیب اللہ صاحب رشدی ایم اے کی ادارت میں نکلنا شروع ہوا ہے اب تک اسکے چند پرچے ہمیں موصول ہوئے ہیں جن میں علمی و ادبی مضامین، یورپ و مصر کے ممتاز رسائل و جرائد کے منتخب اقتباس اور ترجمے بھی ہیں

علمی مباحث فنانہ کے طرز میں پیش کئے گئے ہیں ان معنوی خوبیوں کے علاوہ ظاہری شکل صورت بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں۔۔۔"

(معارف اعظم گڑھ)

جناب ناقد کو "شذرات" پر بھی اعتراض ہے کہ ان میں بمبئی کی مجلسوں کے حالات نہیں ہونے چاہئیں بلکہ خالص حیدرآباد ہی کی موضوعات پر لکھے جانے چاہئیں۔ بہت خوب مگر کیوں؟ اس لئے کہ ناقد صاحب کی یہی مرضی ہے اور ان کی مرضی کافی ہے کسی دلیل اور سبب کی ضرورت نہیں ابھی جناب سالگرہ نمبر میں جن مجلسوں کا ذکر ہے ان میں ایک تو ویسی ریاستوں کی رعایا کی کانفرنس تھی جس میں ایڈیٹر نظام گزٹ بھی شرکت کیا کرتا تھا گئی تھی اور دوسری کانگرس کمیٹی کا جلسہ تھا جس کا تعلق تمام ہندوستان سے ہے پھر جناب کی وہ رائے کس خاص مصلحت پر مبنی ہے۔

اب سے کوئی بیس بائیس سال ہوئے کہ مولوی عبدالحلیم شرر مرحوم اور پنڈت چکبست مرحوم کے درمیان مثنوی گلزار نسیم کے متعلق ایک علمی مباحثہ برپا ہوا تھا اس میں ہندوستان کے اکثر اہل قلم حضرات نے حصہ لیا۔ اسی مباحثہ میں ایک بزرگ "پروفیسر نقاد بی اے" کے نام سے نمودار ہوئے اور گلزار نسیم پر اعتراضات کی بوچھار لگا دی۔ جن میں تقریباً تمام ایسے تھے جو پروفیسر نقاد بی اے کی کم علمی کے سبب غلط سمجھنے اور غلط پڑھنے سے پیدا ہوئے تھے۔ اکثر جگہ پر وہ فیریقاد بی۔ اے نے ہتھے کرنے میں غلطی کی تھی ان کے اعتراضوں کا جواب ایک مشہور انشاء پرداز نے دیا اور اخیر میں انہوں نے ایک مشہور فارسی مصرع

"کار بوزینہ نمیست نجاری"

کو بدل کر

"کار ہر زہ لے نمیت نقادی"

بنایا تھا۔ اسی اب ربع صدی کے بعد بھی اردو والوں اور تنقید نگاروں کی وہی حالت ہے کہ اس تحریف مصرعے کو دہرایا جائے۔ مگر تھوڑا سا فرق ضرور ہے وہ یہ کہ شخص نہ کہ صرف "ناقد" ہیں ابھی "نقاد" نہیں بنے۔ خدا جانے ناقد صاحب اگر اس مضمون کو دیکھ لیں تو پھر نا قد اور نقاد کی بحث میں الجھ نہ جائیں اور۔ ہمیں پھر بری صرف و نحو کی مبادیات کو نظام گزٹ میں درج کرنا پڑے۔

مراسلات

خدمت جناب ایڈیٹر صاحب اخبار نظام گزٹ

تسلیم! ۱۲ اردی بہشت ۱۳۳۰ف کو مجھے گنگر تشریف سے بہنام آباد تک اور ۲۶ اردی بہشت ۱۳۳۰ف کو بہنام آباد سے گنگر تک موٹر سروس کے ذریعہ سفر کرنے کی ضرورت ہوئی میں سفر مذکور سروس کی موٹر کے متعلق مجھے جو علم ہوا وہ آپ کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے۔ چونکہ آپ کو پبلک سے متعلق امور میں خاص دلچسپی ہے۔ امید ہے کہ اس بارے میں کارکنان موٹر سروس کو بروقت متوجہ اور مجھے اور پبلک کو شکر گذاری کا موقع عطا فرمایا جائے گا۔

(۱) جو ٹکٹ دیا جاتا ہے اس میں رقم ہندسے زبان اردو میں نہ لکھے جانے کی وجہ سے معلوم نہیں ہو سکتا کہ جو رقم وصول کی گئی ہے وہ ٹکٹ میں درج ہے یا نہیں۔

(۲) سروس کے کسی موٹر میں بھی کوئی ایسی تختی آویزاں نہیں ہے جس سے معلوم ہو سکے کہ کتنے مسافروں کو سوار کیا اور کتنے مسافروں کو موٹر چلانے والے کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت ہے۔ میں نے دیکھا کہ موٹر چلانے والے کے ساتھ کبھی دو اور کبھی تین آدمی علاوہ اس ملازم کے جو موٹر چلانے والے کا مددگار رہتا ہے بیٹھائے جاتے ہیں اور کبھی اس سے بھی زیادہ۔ چنانچہ واپسی میں میں نے موٹر چلانے والے کو شامل کر کے تین آدمی بازو بہ بازو اور ایک موٹر چلانیوالے کے پاؤں کے پاس اور ایک موٹر کے سامنے کے مڈگارڈ پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس کے علاوہ موٹر میں (۱۴) آدمی بٹھالے جاتے ہیں۔

(۳) نشست کا انتظام یہ ہے کہ موٹر چلانیوالے کے لئے تو پشت پر بندوبست ہوتا ہے لیکن مسافرین کے لئے پشت پر سوائے آہنی ستون کے کوئی بندوبست نہیں ہے۔

(۴) موٹر کی پچھلی سیٹ میں دو نشستیں آمنے سامنے بنائی گئی ہیں ہر نشست تقریباً ایک بالشت چار انگل اونچی اور اسی قدر چوڑی ہے۔ گدیلے میں گمان نہیں ہے جس سے مسافرین کو جو تکلیف ہوتی ہے اس کا بیل گاڑی میں بھی مداوا نہیں ہو سکتا۔

(۵) سامان کے رکھنے کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

(۶) موٹر چلانے والے کے لئے ڈریس نہیں ہے کوئی تو دھوتی پہنا ہوا ہوتا ہے۔ کوئی پگڑی باندھے ہوئے اور کوئی نیم آستین کی لباس میں ہوتا ہے۔

ٹکٹ دینے والے کی بھی کوئی شناخت نہیں ہوتی

مسافر کو موٹر کے سفر کے ہر مرحلہ پر ہر شخص سے پوچھنا پڑتا ہے کہ کیا آپ ٹکٹ دیں گے!

(۷) موٹر کو رنگ نہ ہونے کی وجہ سے کب وہ آگیا خدا جانے اب تو اصلی لکڑی دکھائی دیتی ہے۔

(۸) موٹروں کی روانگی اور واپسی اور نیز راستے میں ٹھہرنے کا کوئی وقت معین نہیں ہے۔ موٹر چلانیوالے سے صاحب جہاں چاہیں اور جس سے گفتگو کرنے کی ضرورت ہو من مانے طریقہ پر کرتے ہیں۔

(۹) موٹر کے ٹکٹ میں یہ نہیں لکھا ہوا ہے کہ گنگر کے کس مقام سے موٹر روانہ ہوگی اور واپسی میں کس مقام تک پہنچایا جائے گا اس لئے بعض مسافرین کو گنگر ریلوے اسٹیشن سے تین میل دور ہی اتار دیا جاتا ہے اور بعض کو سنا ہے کہ اسٹیشن تک پہنچایا جاتا ہے۔ مجھے تو تین میل اسٹیشن تک ٹانگے میں جانا پڑا۔

مسافرین کی سہولت کے لئے غالباً یہ مصلحت بہتر ہوگا کہ ہر موٹر میں ہر نشستہ صفائی کی جانب سے کوئی انسپکٹر سفر کرے تاکہ مسافرین اپنی تکلیف کہہ سنا یا کر سکیں۔ میری نظر میں جو غیر معمولی آمدنی اس کمپنی کو ہوتی ہے یقیناً اس کے لحاظ سے انسپکٹر کی تنخواہ برداشت کرنا ان کے لئے قطعاً زیادہ نہیں ہے۔

(۱۰) چونکہ موٹر کی نشستوں میں کوئی امتیاز نہیں ہے اس لئے سامنے کی نشست پر بیٹھنے کے لئے جو فہمائش آرام دہ ہے مسافروں کو کاکنان سروس کی چاپلوسی داخل ہوتی ہے جو پسندیدہ قبول نہیں کر سکتی۔

(۱۱) موٹر چلانے والے اور ان کے مددگار آپس میں ایسے مغلظات کا استعمال کرتے ہیں جو تکلیف دہ اور اخلاق سوز ہوتے ہیں۔

(۱۲) ٹکٹ گھر لڑکیا ہے بدکلامی کے عادی افراد کا ایک کلب ہے۔

مسافر

ملکہ افغانستان کے نام کی تحقیق

عرصہ دراز سے کسی بادشاہ کی آمد پر انگلستان میں اس قدر دلچسپی نہیں لی گئی جیسا کہ شاہ امان اللہ خاں اور ملکہ افغانستان کی تشریف آوری پر "دی راتھر پیرپ پرس" جس کو دلچسپ چیزوں کو جمع کر کے شائع کرنے کا شوق ہے اس نے شاہ امان اللہ خاں کے دوسرے ممالک کے واقعات جمع کر کے طبع کئے ہیں جن میں سے اکثر سرپرسی ولیم آپ کے زور قلم کا نتیجہ ہیں۔ خصوصاً عوام الناس کی دلچسپی ملکہ افغانستان کی تشریف آوری سے اور بھی بڑھ گئی۔ کیونکہ ملکہ کا سرزمین انگلستان میں بے نقاب آنا ان تمام مشرقی روایات کے خلاف جو خواتین کو گوشہ نشینی اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں خلاف ہے۔ ابھی تک انگریزی اخباروں کو صحیح طور پر معلوم نہ ہوا کہ ملکہ افغانستان کا نام صحیح طور پر کس طرح لکھا جائے۔ ابتدائی سفر کے زمانہ میں ملکہ کا نام ثریا لکھا جاتا تھا مگر ملکہ کی انگلستان کو تشریف آوری سے قبل سرکاری طور پر اعلان کیا گیا اصل نام سورتہ ہے اور اس کی تائید اس طرح کی گئی کہ سوریہ اصل میں سریا سے ماخوذ ہے کیونکہ ملکہ کی والدہ سریا (نام) کی اردہنے والی ہیں۔

(بقیہ پر کالم ۱ پر)

تین ہزار برس کی نقش

سرمایہ کے ایک شہر نو میزاد کے قریب کانا ماحی ایک گاؤں ہے وہاں کے لوگوں نے ایک رومی کی نقش پائی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی شدہ ہے۔ اب تک اس کے تمام عضاء اچھی حالت میں ہیں۔ تحقیقات کے بعد اس بات کا پتہ چلا ہے کہ حضرت مسیحؑ سے ایک ہزار برس قبل کی نقش ہے یہ نمرہ خود اور کل ضروری لوازمات جنگ سے مسلح ہے۔ اس کے سینہ میں ایک تیر بھی پیوست ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑتے لڑتے مارا گیا تھا۔ گمان کیا جاتا ہے کہ یہ شہنشاہ سکندر سفیدوس کی فوج کے ایک سپاہی کی نقش ہے۔

م۔ حسن

بقیہ کالم ۳

اس کے بعد مشہور مستشرق سر ٹی سن رامس نے بتایا کہ ملکہ کا اصلی نام ثریا ہے وہی نام عام طور پر تسلیم کر لیا گیا

بیرونی خبریں

ملکہ ثریا نے زانی دواخانہ کا معائنہ فرمایا

روتا ہوا بچہ مسکرانے لگا

لندن ۱۳ اپریل۔ ملکہ ثریا نے کل ہسپتال دواخانہ کا معائنہ کیا۔ وہاں ملکہ ثریا نے ایک روتے ہوئے بچہ کو اپنی گود میں لے کر پیار کیا۔ بچہ فوراً مسکرانے لگا۔ ملکہ ثریا نے دواخانہ کے ڈاکٹروں سے بھی ملاقات کی۔

شاہ افغانستان نے پرجوش خیر مقدم کا شکریہ ادا کیا

لندن ۱۳ اپریل۔ کل جلالت آب شاہ و ملکہ افغانستان انگلستان کو خیر باد کہہ کر گئے۔ ریونز کو سلیج کیا گیا ہے اور شاہ امان اللہ خاں اور ملکہ ثریا کا خیر مقدم بگھریوں کے ہر طبقہ نے شاہ و ملکہ انگلستان سے لیکن ان کا دلاغانوں کے ضرور اور گرمجوشی تک جہاں آپ تشریف لے گئے اور شاہراہوں پر استادہ لوگوں نے جس گرمجوشی اور خلوص کے ساتھ کیا۔ اس سے شاہ امان اللہ خاں بہت متاثر ہوئے۔

جلالت آب شاہ امان اللہ خان کی انگلستان سے روانگی

لندن ۵ اپریل۔ برمنگھم جلالت آب شاہ امان اللہ ملکہ ثریا اور آپ کے ہمراہی آج تقریباً تین بجے سہ پہر یہاں انگلستان کو چھوڑ تشریف آوری سے مفتخر کرکے لندن سے پیرس روانہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہو کچھ آپ نے ملاحظہ فرمایا اور عام طور سے برطانیہ میں ہر جگہ جس دوستی و خلوص کے ساتھ آپ کا خیر مقدم کیا گیا اس پر واقعی خوشی و مسرت ہوئی۔ آپ انگلستان کی سیاحت کا زمانہ درحقیقت برطانیہ کی ملایان سرگرم ہوں گے۔ سفر میں سرت ہوا۔

لندن ٹائمز دست بدعا ہے

جلالت الملک شاہ امان اللہ خاں کی تشریف آوری پر تبصرہ کرتے ہوئے لندن کا شہرہ آفاق اخبار ٹائمز لکھتا ہے اس سیاحت کی وجہ شاہ امان اللہ خاں کو بہت محنت کرنی پڑی۔ اس ملک کے باشندوں کو آپ کی تشریف آوری سے (بہر العزیز) شاہ و ملکہ کو خیر مقدم کہنے کا موقع ملا۔ آپ نے دنیا سے الگ گوشہ کی حمایا کی بین الاقوامی تحریک سے آشنا فرمایا۔ آپ کی واپسی رعایا کے ساتھ فرض شناسی ضرور لائق احترام اور قابل فخر ہے آپ نے گذشتہ تین ہفتہ برطانیہ کے جہاں رہ کر ممنون کیا وہ خلوص دل کے ساتھ آپ کو خدا حافظ کہتی ہے۔ اور آپ کا سفر وطن خوشگوار ثابت ہونے کے لئے دست بدعا ہے۔ اس کی دلی دعا ہے کہ آپ کی رعایا کی ترقی و خوش حالی کے لئے آپ کی امید بر آتی ہوں

شاہ افغانستان کا شاہ انگلستان کو پیام

لندن ۱۲ اپریل۔ ہز میجسٹی شاہ امان اللہ خاں نے ہز میجسٹی شاہ انگلستان کو مندرجہ ذیل تار روانہ فرمایا۔

ساحل انگلستان کو خیر باد کہتے ہوئے میں اور ملکہ ثریا اپنی دلی مسرت کا خوشگوار تاثر ظاہر کرتے ہیں کہ آپ اور ملکہ میری کی بیحد مہربانی کے ساتھ ہماری میزبانی فرمائی ہے اس کا شکریہ ادا کرو۔ ہم آپکے اور آپ کے خاندان کی صحت و عافیت و ترقی کی دعا کرتے ہیں۔"

شاہ و ملکہ افغانستان کی برلن کو آمد

برلن ۱۰ اپریل۔ جلالت مآب شاہ امان اللہ خاں و ملکہ ثریا خانمی سیاحت کے ارادہ سے برلن تشریف لائے اور افغانی سفارت خانہ میں قیام فرما ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہنز برگ ہوٹل شاہ امان اللہ خان جرمن کے ایک مشہور ماہر دواخانہ جیب سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔

شاہ افغانستان برلن کے دواخانہ میں

عمل جراحی

لندن ۱۱ اپریل۔ شاہ افغانستان پر آج کامیاب عمل جراحی کیا گیا اور ان کے گلے کے غدود نکالے گئے۔

شاہ انگلستان کو نادر کتب کا تحفہ

لندن ۱۲ اپریل۔ افغانی سفیر نے شاہ امان اللہ خاں کی طرف سے شاہ جارج کی خدمت میں نادر و نایاب کتب کے تیس نسخے پیش کئے ان میں سے ایک فارسی ہے جو دو سو سال پہلے لکھی گئی تھی اور اس کی طمطراقی ایسی عمدہ ہے کہ اس کی نظیر پھر دیکھنے میں نہیں آئی۔ کتاب کی عبارت دودھ جیسے سفید کاغذ پر جو بانس سے تیار کیا گیا ہے نامن سے لکھی گئی ہے اس کے جلد صفحوں کی تعداد (۵۰) ہے جو پانچ سال میں لکھے گئے۔ دوسری کتاب جو فارسی ہی لکھی گئی ہے اور جس کے حروف نہری ہے گھوڑوں سے متعلق ہے۔ تیسری کتاب عربی ہے جو نہری حروف میں لاجواب طرز پر لکھی گئی ہے جس میں اسلامی عقائد مندرج ہیں۔

مختلف خبریں

پنڈت موتی لال نہرو کا عزم افغانستان

پشاور ۵ اپریل۔ معلوم ہوا ہے کہ پنڈت موتی لال نہرو موسم گرمائے آخر میں بہ حیثیت مہمان افغانستان جائیں گے۔

کشمیر میں ٹیلر کمیٹی

۹ اپریل۔ لارڈ ولیڈی دی کوشن آپ کی معیت اور ٹیلر کمیٹی کے اراکین کو نہر والی اس مہاراجہ کشمیر پر ۹ کے خزانہ آب دکھانے کے لئے گئے تھے۔ جہاں سے سری نگر کو پانی کی بہم رسانی ہوتی ہے۔

پولینڈ میں شاہ افغانستان کے خیر مقدم کی تیاری

۱۱ اپریل حکومت شاہ و ملکہ افغانستان کے شاندار خیر مقدم کی تیاریاں عمل میں لائی ہیں شاہ و ملکہ پولینڈ سابق بوہ ہاؤس کے موسم گرما میں بسر کرنے کے لئے قیام کریں گے

اشتہار

بحیثیت عدالت ہوائی ملازمہ اجلاس نظامت (۲۶) ضلع ۔ دل صیغہ نفیذ ابتدائی۔ نمبر مقدمہ ۔

مدعی میرمن بنام مدعی علیہ برکت علی صاحب۔ دعوی (ماہانہ)

بنام برکت علیہ صاحب ولد نامعلوم عمر ۳ سالہ پیشہ امین جنگلات بستر۔ ساکن علیہ

مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعیہ دعوی تحریر ہے نام سمن اجرا کئے گئے تاحوز سمن کی تعمیل نہ ہو سکنے سے ذریعہ ذیل اطلاع دی جاتی ہے کہ بروز پیر بتاریخ پیشی ۱۱ بجے ۱۲ ظہر روز شنبہ وقت گیارہ بساعت اصالتہً یا وکالتہً حاضر اجلاس ہو کر مقدمہ مذکور کی جواب دہی کرو بصورت غیر حاضری حسب ضابطہ کاروائی عمل میں آئیگی آئندہ کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

نوٹ [illegible] من اطلاع عام اشتہار اخبار نظام گزٹ میں شائع کرایا گیا۔

دستخط

ناظم نائب ناظم دوم

بمبئی کا نیا گورنر

لندن ۱۳ اپریل انگلستان گزٹ اخبار دہلی میل کو معلوم ہوا ہے کہ نئی دہلی گورنر بمبئی کی میعاد گورنری ختم ہونے پر سر فرڈرک سائکس بمبئی کے گورنر مقرر کئے جائیں گے۔

بقیہ صفحہ (۱۶) کالم (۳)

احکام کورٹ آف وارڈز

انشائی (۳۵۸۶) واقعہ راجہ بہت ۱۳۴۲ف بسلسلہ احکام انشائی (۳۵۱۱) مورخہ ۴ فروری ۱۹۳۳ء داگزاشت اسٹیٹ ہائے زیر نگرانی کورٹ آف وارڈز کے متعلق اشاعت کی جاتی ہے کہ کمیٹی نے پانچویں قسط جو اجلاس باب حکومت ہمیں پیش کی تھی اور اسے باب حکومت پاگاہ ضاد ندی میں گزرانی گئی تھی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اسٹیٹ سرفراز علی خاں

رائے کمیٹی۔ ہم خیال کرتے ہیں کہ بوجہ کثیر رقم قرضہ ادا طلب و متدمہ لازمی کچھ عرصہ تک اسٹیٹ زیر نگرانی کورٹ آف وارڈز ہی رہے ساتھ ہی ساتھ وارڈ کو بھی متعلق طور سے اپنے اسٹیٹ کے انتظام میں حصہ لینے دیا جائے تاکہ وہ اپنا اسٹیٹ ایک مدت مناسب میں اپنے قبضہ میں لینے کی موزونیت ثابت کریں۔

رائے باب حکومت

جب سفارش کمیٹی اس اسٹیٹ کو سپرد بوجہ کثیر قرضہ و عدم کمیوسی مقدمات وغیرہ داگزاشت کی ضرورت نہیں ہے۔

تمہور الملک

رائے کمیٹی۔ بسحالہ واقعات گذشتہ وارڈ کلان ہم خیال کرتے ہیں کہ فی الحال نابالغ وارڈز کے منشاء کے خلاف ہو گا کہ اسٹیٹ ان کے پیدائشی وارڈ کلان کے قبضہ میں داگزاشت کیا جائے بانتظام اسٹیٹ میں بالراست ان کو شریک کر کے اسکا موقع دیا جائے کہ وہ اپنی قابلیت ثابت کریں۔ ساتھ ہی ساتھ انکو کوشش کرنا چاہئے کہ وہ اپنے ناخلفی قرضہ جات کی ادائی کریں۔

رائے باب حکومت

بسحالہ حالات گذشتہ جو رائے کمیٹی نے دی ہے اس کے بموجب مسدودہ گزارہ ماہانہ دیا جائے۔

اسٹیٹ حسن الدین خاں

رائے کمیٹی۔ داگزاشت اسٹیٹ میں دو علیحدہ حصے ہیں۔ قرضہ ادا شدنی اور دوسرے کورٹ آف وارڈز کی ذمہ داری باعث تنقیح (بقیہ صفحہ ۱۶ کالم ۳)

کورٹ کی ذمہ داری پر قرض دی گئی ہے۔ اگر وارڈ کلان سلطان الدین خاں صاحب اسکا حساب اطمینان کورٹ انتظام گزرین کر دیں تو ذکر کیا جائے گا۔ اور حصہ داروں کے قرض کی ذمہ داری سے بھی کورٹ بکلیہ دش کر دیا جائے گا تو ایسی صورت میں اسٹیٹ ان کے حق میں داگزاشت ہو سکتا ہے۔

مجبور بیگم صاحبہ کی جانب سے درخواست پیش ہوئی ہے کہ رقم گزارہ مبلغ (۱۰۰) ماہانہ جو ان کے لئے مجوز ہوئی تھی وہ اسٹیٹ کی مالی حالت کے لحاظ کرتے (۷۵) ماہانہ کر دی گئی ہے۔ اب چونکہ اسٹیٹ قرض سے پاک ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ سفارش کرتے ہیں کہ کورٹ آف وارڈز اس امر کی جانچ کر کے کہ آیا پوری رقم گزارہ (۱۰۰) ماہانہ منظور کی جا سکتی ہے۔

رائے باب حکومت

بحسب رائے کمیٹی ادائی قرضہ جات اسٹیٹ کا اطمینان و طمانیت کر لینے سے سپرد کورٹ کو سکلد وش کرنے کے بعد اسٹیٹ وارڈز کلان محمد سلطان الدین خان کے حق میں داگزاشت کرنے کے لئے سفارش گذرانا چاہئے۔

اسٹیٹ واجد علی خاں

رائے کمیٹی۔ ہم اسٹیٹ کی داگزاشت کا مسئلہ جوائنٹ کمیٹی کے فیصلہ تک رکھا جائے جو منقریب طے ہو جائے گا جب مسئلہ داگزاشت کا غور کے لئے پیش ہو گا تو محمدی بیگم صاحبہ کو بھی اطلاعدی جائیگی تاان کے دعوی متعلق الصال لطعہ بلدہ حصہ دار کا تصفیہ کیا جائے۔

رائے باب حکومت

بحسب رائے کمیٹی تا تصفیہ جوائنٹ کمیٹی اسٹیٹ کی داگزاشت کی ضرورت باقی نہیں جاتی بعد تصفیہ جوائنٹ کمیٹی داگزاشت کے متعلق غور کیا جا سکتا ہے۔

مذکورہ قسط کے متعلق ذیلیہ فرمان مبارک ذیزینہ، رمضان ۱۳۴۲ لہ اور شاہ خسروی ہوا ہے کہ۔۔۔

سرفراز علی خاں تمہور الملک حسن الدین خاں و واجد علی خاں۔ ان اسٹیٹوں کی نسبت کونسل کی رائے منظور کی جاتی ہے جس عمل کیا جائے یعنے مذکورہ چار اسٹیٹوں کو بوجہ مصرحہ رمنہ داشت سپرد و داگزاشت کرنیکی ضرورت نہیں۔ البتہ اسٹیٹ تمہور الملک کے وارث رفیع الدین علی خاں کو امتحاناً اس اسٹیٹ سے انتظامات میں معلومات حاصل کرنیکا موقع دیا جائے بشرطیکہ اس سے دوسرے نابالغ وارڈز کے حقوق پر مضر اثر نہ پڑے اور رفیع الدین علی خاں اپنا قرضہ خانگی قرضہ اس مدت میں جہاں تک جلد ممکن ہو ادا کر دیں۔"

پس بتعمیل فرمان خسروی اسٹیٹ ہائے متذکرہ بالا بھی زیر اثر نگرانی کورٹ آف وارڈز رہیں گے۔ البتہ اسٹیٹ تمہور الملک میں شرط مشروط کے تحت۔ رفیع الدین خاں صاحب کو معلومات حاصل کرنے کا موقع دیا جائے گا رفیع الدین علی خاں صاحب کو لازم ہو گا کہ جہاں تک جلد ممکن ہو اپنا ذاتی قرضہ ادا کر لیں۔

مقامی خبریں

حسب الحکم مہاراجہ صدر اعظم بہادر ڈاکٹر نظام الدین صاحب پرنسپل نارمل و عبدالحی صاحب پروفیسر عربی فیلو کالج جامعہ عثمانیہ اپنی اپنی خدمات پر مستقل کئے گئے۔

حسب فرمان خسروی سٹرداب ہی تجمل مندوست کا تقرر شعبہ سکتہ و مالگذاری کی خدمت پر عمل میں آیا ہے چنانچہ مسٹر موصوف نے اپنی خدمت کا چارج بھی حاصل کرلیا۔

سلسلہ نامان برار کی تعلیمی کانفرنس مولوی غلام علی محمدی صاحب ناظم کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

قاضی پیٹھ بلہارشاہ ریلوے کا افتتاح یکم مئی کو عمل میں آنے والا ہے۔ ایک خصوصی ریل گاڑی میں اعلیٰ مرتبہ ریلوے کے چند عہدہ دار سفر کریں گے۔ توقع ہے کہ ایک دو مہینے میں مداس سے براہ راست دہلی آنے جانیکا انتظام اس لائن پر ہو جائے گا۔

نواب ولی الدولہ بہادر صدر المہام فوج ہنگولی کے دورہ پر تشریف لے گئے۔

حسب الحکم مہاراجہ صدر اعظم بہادر مسٹر ای ایسپیٹ شتر کہ پروفیسر انگریزی نظام کالج کو کلیہ جامعہ عثمانیہ کو ایک ہزار پانسو کلدار ششماہی اور ایک سو روپیہ کرایہ مکان پر بالکلیہ جامعہ عثمانیہ سے متعلق کرنیکی منظوری صادر ہوئی ہے۔

نواب عقیل جنگ بہادر صدر المہام تعمیرات و پائیگاہ بینگلوری تشریف لے گئے گرمیوں میں وہیں سے سرکاری کام انجام دینگے۔

مہاراجہ صدر اعظم بہادر باب حکومت اورنگ آباد کے ۲۰ و ۲۱ خرداد ۱۳۳۸ف کو شب کے دس بجے بذریعہ اسپیشل ٹرین تشریف لے گئے۔

ہندوستان کے مشہور و معروف لیڈر فخر قوم و ملت مسیح الملک حکیم حافظ محمد اجمل خاں صاحب کے انتقال پر ملال کی تقریب اور مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کے لئے ۱۲ خرداد ۱۳۳۸ف کو بعد نماز جمعہ مسجد چوک کمبن الملبار یونانی کی جانب سے ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔

میر شجیع الرحمن صاحب صدر محاسبی نیابت

۲۶ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ روز چہارشنبہ بعد نماز عصر مجلس میر صلابت علی خان صاحب مرحوم ہوئی جس میں اکثر عہدہ دار شریک تھے جس میں قابل ذکر نواب امین جنگ بہادر، نواب نظر یار جنگ بہادر، نواب صدر یار جنگ بہادر، نواب مصدر یار جنگ بہادر ہیں۔

بتاریخ ۲۰ شوال المکرم ۱۳۳۶ھ مطابق خرداد ۱۳۳۶ف (۹) بجے صبح عازمین حج کا انتخاب دفتر مستقدی امور مذہبی میں عمل میں آیا۔

بمطابق انتظامی موضوی عبد اللہ صاحب قیومی منصف تالباد لہ گنگاپور سے پرونسلع جالنہ آباد مراد میر یار الدین علیخان صاحب منصف مرتبہ اول تالباد لہ گنگاپور ضلع اورنگ آباد پر تعلوہ ہوا۔

مدرسہ ایس الغرباء میں ڈاکٹر محمد نظام الدین صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ مدرسہ کا سالانہ فرمائے علمیہ کے روبرو تدریسی کے اثر پر تقریر فرمائی۔

نواب مرزا یار جنگ بہادر ممبر مجلس عدالت العالیہ موسم گرما بسر کرنے کے لئے ناسک روانہ ہوئے۔ ان کی جگہ نواب ہاشم یار جنگ بہادر ممبر مالیہ کا کام انجام دے رہے ہیں نواب ناظر یار جنگ بہادر اور پنڈت گرراؤ صاحب ۱۰ بجے صبح سے ۱۱ بجے تک کام کریں گے۔

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (۱۵) کالم (۲)

ایک مریض بھی شربت جانفزا کی اثرات سے محال

ایک مسلمہ امر ہوچکا ہے کہ تابیں کرنے لگتا ہے جواس کے سریع التاثیر مفرح و مقوی حصا یا صا رئیہ ہونے کا اعلیٰ ثبوت ہے جو بے ثبات ہوا ہے کہ منوعات ضروری اور یا قوتی بھی اسکا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ کثرت مطالعہ دماغی محنت و تکاپو، شدت گرمی و سرد و خشک موسم، اور ضعف ہضم کے سبب جب منتشی بلا ہی ہو کر ہاتھ پاؤں سر اور جسم پسینہ سے تر ہو، طاقت آجاتی ہے اور سر کا وزن بڑھ جاتا ہے مایوس ہوجاتے ہو سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے اس کے استعمال سے بفضل تعالیٰ صحت پا گئے قیمت ہر دو شیشہ پانچ روپیہ نگاتھے ہی چہرے کی جھائیاں رفع ہوجاتی ہیں اور سیاہ و سیاہ رنگ کو گندمی اور گندمی کو روشن اور خوشنما بنا دیتا ہے قیمت فی شیشہ چار روپیہ

طلاء مہانشہ

چہرے کے کیلوں کا دور کرنے اور رنگ صاف و خوبصورت کر دیتا ہے قیمت شیشی ۱ روپیہ

اکسیر زخم دہن

سوڈون کا درد دم زخم پیپ اور منہ زبان و حلق کے زخم اور چھالوں کو ایک روز میں کم کرتی ہے قیمت (۱ روپیہ)

مرد و عورتوں کے مخصوص امراض کا علاج بذریعہ خط و کتابت

مقیم ڈاکٹر نبی بخش سائڈ ڈیسپنسر لائسنس یافتہ سرکار عالی مقیم گلبرگہ حیدرآباد دکن

ایک روز میں اثر دنیوالی اکسیر سل نمبر ۲

اپنے مجاز نما فوائد کی وجہ زمانہ بھر کی دواؤں پر سبقت لے گئی

اکسیر سل نمبر ۲

اوسنگھنے سے پسینوں کے کرم ہلاک بلغم قے متنفس رفع خفقان کے رقم مدقوق بخار اور دردسر میں بیحد مفید ہے قیمت فی شیشہ ۱ روپیہ

حسن افروز

دور کرکے جلد گوری کی چاہنے والیو نرم و ملائم اور سیاہ رنگ کو گندمی اور گندمی کو روشن اور خوشنما بنا دیتا ہے قیمت فی شیشہ چار روپیہ

مہانشہ

جسے کے کیلوں کا دور کرنے اور رنگ صاف و خوبصورت کر دیتا ہے قیمت شیشی ۱ روپیہ

اکسیر محلل شحم

فالتو چربی کو تحلیل اور پیٹ و دل موٹاپن پر لاتی اور چستی و چالاکی پیدا کرتی ہے۔ بغیر پرہیز اور بلا تکلیف ایک ماہ میں دس پونڈ وزن کم کرتی ہے قیمت شیشہ ۱ روپیہ

مقیم ڈاکٹر نبی بخش سائڈ ڈیسپنسر لائسنس یافتہ سرکار عالی مقیم گلبرگہ حیدرآباد دکن

ایک سلائی سے نظر گئی اور اندھی دکھتی آنکھ کی بینائی

مجاہر فرالعین اعجاز نما فوائد کی وجہ شہرت ہے

بیس روپیہ ماہانہ والا خالص دس روپیہ اور اجرات کا حصہ اور دلاتی برقی آلہ بھی اس کے ساتھ کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ یہ نسخہ بغیر ایٹرشن کے تنہا بحال کرتا ہے

تیس سال تک کے پھوڑے دس سال تک کے

موتیابند کے مایوس العلاج اندھے

اور بارہ سال تک کے کوڑھ و پیرہ بال ناخنہ کے لاعلاج مریض جو ویدوں و حکیموں و ڈاکٹروں اور یونانی دواخانوں کے تتمہ اطباء کے معالجہ اور سیول سرجنوں کے علاج و آپریشن سے برسوں میں اچھے نہ ہوسکے تھے ان کی بعبارت جمہ اچرنفرالعین بنے بحال کردی سندات موجود ہیں

بلحاظ قسمت امراض اس کے بارہ قسم اور بلحاظ طاقت تین درجے ہیں مریض کی عمر اور مرض کی کیفیت بتلا کر پتہ خط و درجہ

تجویز کیا جاتا ہے قیمت فی شیشہ ۱ روپیہ ۲ روپیہ ۳ روپیہ خاص ۵ روپیہ

دردکش

ہر قسم کے اندرونی و بیرونی درد کو دو قطرے میں آرام ہو جاتا ہے۔ قیمت شیشی (۱ روپیہ ۲ روپیہ ۳ روپیہ)

مقیم ڈاکٹر نبی بخش سائڈ ڈیسپنسر لائسنس یافتہ سرکار عالی مقیم گلبرگہ حیدرآباد دکن

کتبخانہ تجارتی عبید الرزاق تاجر کتب و پبلشر مالک رزاقی شین پریس چار مینار حیدرآباد دکن

جان سخن نواب فصاحت جنگ (جلیل) کے کلام کے خواہش مند کو مژدہ باد کہ اب دیوان (جان سخن) اکمل المطبع ہو چکا ہے جو کئی سال سے کیا ب تھا قیمت ..... عہ

تذکرہ شعراء دکن اسمیں ۱۳۲۹ھ تک قدیم و جدید شعراء کا ذکر اون کی شاعری کا نمونہ درج ہے۔ پہلے اوسکی قیمت (۴ھ) روپیہ تھی (اب صرف ۲ھ)

عروس ادب ہوشس بلگرامی کے اخلاقی و ادبی تاریخی اور سیاسی مضامین کا مجموعہ ہے قیمت (۲عہ)

کلیات وفا حکیم عبد الہادی خانصاحب وفا رامپوری کا کلیات ہے جس میں غزلیات رنگین اور مرثیہ و قصائد بیحد دلچسپ ہیں قیمت ..... عہ

سیرۃ النبی مجلد چوتھی سنہری کام حصہ اول (۱۲ھ) حصہ دوم مجلد چوتھی کام سنہری (۱۰عہ) حصہ سوم مجلد سنہری کام تقطیع کلاں ... (۱۲عہ)

کیمیائے سعادت کتاب حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی لاجواب تصنیف ہے کاغذ چکنا اسکے صفحات (۸۵۲) قیمت ..... للعہ

مآثر دکن بلدہ حیدرآباد و مضافات بلدہ کی عمارات و آثار پر نہایت بہترین کتاب ہے جس میں (۵۷) تصاویر اور کتبے درج ہیں اور حالات نہایت دلچسپ ہیں۔ مولانا سید علی اختر بلگرامی اصفہانی ہی جیسے فاضل نے تالیف کی ہے قابل دید ہے قیمت ملے

بیوہ کی کہانی بیوہ کی زبانی ایک پر تاثیر دلگداز قابل دید نظم ہے بیوہ کے جنتی حالات اور فطری جذبات کا آئینہ ہے۔ درد و غم رنج و مصیبت کا گنجینہ ہے۔ ممکن نہیں کہ اسکو پڑھنے کے بعد کوئی آنسو نہ بہائے قیمت ..... عہ

نیک بی بی اس نظم کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ کسطرح ایک نیک خوبی بی نے اپنے بدخو شوہر کو خوشخو بنا دیا قیمت ۲ھ

مثنوی مشعل اسلام اس میں توحید باری جل تعالے رسائل بیان کئے گئے ہیں جو بڑے بڑے مستند کتابوں میں بھی نہیں مل سکتے قیمت ۸۰ھ

اعظم اسٹیم پریس

میں ہر قسم کی لکھوائی چھپائی عمدہ اور کام بروقت وعدہ پر کیا جاتا ہے۔

اس اسٹیم پریس سے دنوں کا کام گھنٹوں میں عمدگی سے تکمیل پاتا ہے۔

مشتہر

عبید الرزاق تاجر کتب و مالک اعظم اسٹیم پریس چار مینار حیدرآباد دکن

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چندہ

سرکار سے سالانہ	چوبیس روپیہ
امراء و روسا سے سالانہ	پندرہ روپیہ

ہندوستان کے لئے مع محصولڈاک

سالانہ	۱۲
ششماہی	۶
سہ ماہی	عاں
فی پرچہ	۲½

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمایئے

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایئے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمایئے

(۵) نظام گزٹ تقریباً ۱۶ صفحے کے حجم پر شایع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شایع ہونگی۔

منیجر

سید عبدالقادر تاجر کتب و ناشر نظام گزٹ نے اپنے مطبع اسٹیم پریس واقع چارمینار حیدرآباد دکن میں طبع کرکے شایع کیا

رجسٹر سرکار آصفیہ نشان (۶۱)

نظام گزٹ

عدد ۱۸
جلد

مدیرین
سید وقار احمد ایم۔ اے
محمد حبیب اللہ رشدی ایم۔ اے

مضمون خاص

رفتار زمانہ

از

پروفیسر حسین علی مرزا بیرسٹر ایٹ لا

قیمت فی پرچہ ۲ر۱ھ

کتب خانہ تجارتی سید عبدالقادر بکسلر و پبلشر مالک عظیم اسٹیم پریس چارمینار حیدرآباد دکن

قرآن شریف اس میں پانچ ترجمے ہیں۔ دو فارسی تین اردو اور ہر حاشیہ تفسیر مسمی بہ احسن التفاسیر مجلد ہدیہ اصلی ۴ رعایتی عنہ ۳ سکہ عثمانیہ۔

قرآن شریف ترجمہ بامحاورہ اردو مولانا مولوی شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی بر حاشیہ تفسیر موضح القرآن علی قدر جس کا ہر پارہ علیحدہ علیحدہ ہو سکتا ہے صفحات (۱۴۰۰) ہدیہ بلا جلد ۲ مجلد للعہ سکہ عثمانیہ۔

اردو اٹلس رنگین ملک سرکاجالی۔ جس میں ضلع واری نقشہ جات مع حالات جغرافی و نقشہ جات پائیگاہ وغیرہ ہر ہر ضلع اور نایاب جدید اٹلس ..... قیمت عالی ..... رعایتی ۲ر

خلاصہ جغرافیہ عالم مخدوم علی صاحب آنریبل تعلقیات قیمت بیگار رعایتی عہ سلیس جغرافیہ دکن بآمدات تجارتیہ قیمت ۱ر مرتبہ مولوی سید شرف الدین صاحب قیمت ۲ر جدید تاریخ ہند برآمدل عثمانیہ مرتبہ مولوی محمد حسین صاحب قیمت عہ جدید جغرافیہ دنیا و برآمدل عثمانیہ مرتبہ مولوی محمد حسین صاحب قیمت عہ

صنائع عشق یعنے دیوان امیر مینائی قیمت ..... عہ

مطبوعہ سیرت اوفارس ہر دو فرمے کے کارآمد مضامین رشتہ تعلیمات اور محکمہ جات عدالت و کوتوالی وغیرہ کے تیار ہیں جن کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کیجاتی ہے آرڈر پر موصوف خدام طبع کرکے ارجنٹ تکمیل کیجاتی ہے۔

فتاوی عثمانیہ سلیس اردو زبان میں کتب معتبرہ فقہ سے جمع کیا گیا ہے جو بالخصوص وکلا کیلئے معلومات کا گنجینہ ہے قیمت (معہ)

تمدن ہند (ہند کی بہترین بالتصویر تاریخ) ڈاکٹر لی بان کی فرنچ تصنیف کا بامحاورہ اردو میں ترجمہ معہ اضافہ توضیحات و حواشی مفیدہ جس کو مولانا مولوی سید علیدصاحب نگارش مرحوم نے کیا ہے جو آج سے چند سال پہلے (۵ر) روپیہ میں فروخت ہوتی رہی ہے اس میں (۱۴۹) بقاویر دیدہ زیب اور (۲) دلفریب نقشہ اور تحفی کلاں ہے ایسی قابل قدر اور لائق دید کتاب مجلد کی (۲ر) روپیہ قیمت کردی گئی ہے علاوہ محصول ٹپہ امید کہ ناظران کرام اس زریں موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے۔

گلوب ۱۲۔ انچ قطر یہ ایک مدور چوبی اسٹینڈ اور سبز رنگ ہوئے پیتل کے رنگ میں لگا ہوا ہے جسکے ذریعہ زمین کی حرکت روزانہ دسالہ دونو سمجھائی جاسکتی ہے قیمت (۵ر) روپیہ سکہ کلدار یا (۱۰ر) روپیہ سکہ عثمانیہ

یادگار غالب حضرت استاد مرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی کی زندگی کے حالات بقلم خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے مرتب کیا ہے قیمت بجائے کلدار کے چلدار ڈائری۔ کلاں چرمی اعلیٰ قیمت ..... عہ رعایتی ..... عہ
" " مجلد پارچہ ..... عہ ۱۴ر
" " غور و چرمی ..... عہ ۱۲ر
" " پارچہ ..... عہ ۱۰ر

نوٹس آلی سلام زبان انگریزی۔ اسلام کے متعلق مہتمرین تمثیلات۔ عربی جس کی شرح انگریزی میں کی گئی ہے مصنفہ عالیجناب خان بہادر حاجی خواجہ محمد حسین صاحب جسکو عالیجناب مولانا احمد حسین صاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای یس۔ یس۔ آئی (نواب امین جنگ بہادر) نے مختصر انہایت عمدہ اور سلیس انگریزی میں کیا ہے قیمت .....

گنجینہ ہدایت اس کا ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم اور حضرت صلعم کی والدہ حضرات بھی اس کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ قیمت رعایتی للعہ

ارمغان سلطانی (مدون) سیر گلبرگہ شریف۔ تاریخی واقعات گلبرگہ شریف کا ایک سچا خوشنما آئینہ ہے جو تین حصوں پر منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں شہر گلبرگہ شریف کے موجودہ حالات درج ہیں دوسرے میں زبدۃ العارفین حضرت مخدوم شہباز بلند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی الشہیر خواجہ بندہ نواز قدس سرہ العزیز نیز دیگر اولیاء کرام کی فیاض زندگی اور ان کی سوانح عمری جو مختلف مستند و معتبر کتب سے اخذ کرکے مسلسل طور پر لکھے گئے ہیں تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ کے مفصل حالات درج ہیں قیمت (۴ر)

نرخنامہ طبع اشتہارات دفتر ظام گزٹ چارمینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایک مرتبہ
ایک صفحہ	۱۵ عہ	۸ عہ	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ
نصف صفحہ	۸ عہ	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ	۱ے
ربع صفحہ	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ	۱ے	۱ے
ایک کالم	۲ عہ	۱ عہ	۱ے	۱ے	۱ے
نصف کالم	۱ عہ	۱ے	۱ے	۱ے	۱ے
ربع کالم	۱ے	۱ے	۱ے	۱ے	۱ے

اشتہارات کے نرخ میں اخبار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ ہوتا جائیگا

سمی بسیم ہے تراز مے کم کیف حیات ۔۔۔ تیری میزان ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عہ ۱۸۱ حیدرآباد دکن:- دوشنبہ ۲ ر ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ ۲۳ اپریل ۱۹۲۸ء ۱۹ ر خرداد ۱۳۳۶ف جلد ۱۱

شذرات

سائمن کمیشن ہندوستان جاتے ہوئے جب پیرس سے گذرا تو انگلستان کے اخبار "مارننگ اسٹانڈرڈ" کے نامہ نگار نے ان سے ملاقات کی اور اس ملاقات کا تفصیلی حال اپنے اخبار کو لکھ بھیجا۔ سرجان سائمن جب انگلستان پہنچے تو اخبارات کو اپنا بیان دینے سے انکار کیا۔ اس پر بڑے لوگوں نے وہ بیان انہیں کہا۔ اس بیان کو دیکھکر سرجان نے کانوں پر ہاتھ رکھے کہ واقعہ بلند ہیں نے اس نامہ نگار سے ایک لفظ بھی کمیشن کے متعلق نہ کہا ہیں نے زبان سے صاف انکار کیا تھا" اس بیان میں بس یا تین بات پہنچتی ہوئی ہیں نہیں معلوم کہ اس نامہ نگار کو ان کا یہ بیان کیسے پل گیا۔ اور اس نے اتنی بڑی غلط بیانی کیوں کی۔ حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم ہنسے ورنہ اس موقعہ پر ضرور کہتے۔

"راز نہفتہ حضرت سائمن" کیس نہ گفت
و دیگر کہ "نامہ نگار" از کجا شنید

خیریت ہوئی کہ یہ بات لیبر پارٹی کی حکومت آنے سے پہلے ہوئی ورنہ ضرور "ڈیلی میل" کے نامہ نگار کی گپ کہدیتے۔ خوب ہو کہ ایسا ہی ہے کہ کبھی کبھی ہم بھی تصنیف یا اخبار نشانات نہ کرے جو اس بیان میں فاش کی گئی ہیں۔ اگر ایسا ہو تو پھر اس بیان کے چار مینار کی گپ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

حکومت میسور نے اپنا قانون مطابع منظور کر دیا۔ اس پر وہاں کے اخبار بہت خوش ہیں۔ ایک یا اخبار اجازی شراکت قائم کی گئی ہے جس کے ذریعہ کئی ایک اخبار انگریزی زبان اور دوسری ملکی زبانوں میں جاری ہونگے۔

میسور کے قدیم اخبار "میسور ریپورٹ" نے کئی ایک اخباروں کے نام گنائے ہیں جو بند ہو گئے تھے اور اب پھر جاری ہو جائینگے۔

دیکھنا یہ ہے کہ حکومت میسور نے تو انصاف پسندی سے قانون مطابع کو منسوخ کر دیا مگر کیا اخبارات کی آزادی صرف حکومت میسور ہی تک محدود رہیگی یا حکومت برطانیہ کے متعلق بھی وہ کچھ رائے زنی کر سکینگے۔؟

ایران اب ہماری عمانیہ یونیورسٹی کی طرح اپنا قدیم تعلیم فارسی قرار دینا چاہتا ہے۔

لیکن ترکوں نے اپنے جوش ترقی میں ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے وہاں ذریعہ تعلیم جرمنی زبان قرار دینے کے متعلق سن بن ہو رہی ہے۔ اب خیال پیدا ہوتا ہے کہ افغانستان اپنا ذریعہ تعلیم کیا قرار دیگا۔ انگریزی یا فرانسیسی؟

یہ افسوس کی بات ہے کہ اس صدی میں کسی جگہ سہو کتابت سے عبارت ایسی مہمل ہو گئی کہ اس کے سمجھنے میں دشواری ہو سہو قارئین کی سہولت کے لئے ان میں کی چند اہم فروگذاشتوں کو بیان کرتے ہیں۔

غلط	صحیح		
صفحہ کالم سطر	رسالہ اردو	صفحہ کالم سطر	رسالہ اردو
صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۱	فضل	صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۱	فصل
صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۲	استوار بجائے	صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۲	ارسطوار (اصل کتابت میں یہی غلط املا لکھا ہے جس کا صحیح املا نیچے لکھا گیا۔)
صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۱۴	گہت	صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۱۴	گھٹ
صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۱۴	تنگ۔ کک	صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۱۴	لگ
صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۱۴	توکوں	صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۱۴	تو تو گوں
صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۱۴	کیا	صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۱۴	گیا
صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۲۱	جامعہ شمانیہ	صفحہ ۲ کالم ۲ سطر ۲۱	جامعہ عثمانیہ
صفحہ ۲ کالم ۲ سطر آخر	صفحہ (۱۶)	صفحہ ۲ کالم ۲ سطر آخر	صفحہ (۱۳۶)

نظام گزٹ

ہفتہ وار

دوشنبہ - ۲ ر ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ

سرجان سائمن انگلستان میں

کیا کمیشن کے فیصلہ کا ابھی سے اظہار ہو گیا؟

سرجان سائمن اپنی زندگی کے بس دو سے گنے رہے ہیں اس کے متعلق کسی قسم کی رائے زمانہ حال میں قائم نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کا فیصلہ زمانہ مستقبل میں ہو گا ایک طرف تو وہ حکومت برطانیہ کی نظروں میں تیس کروڑ ۳۰ ہیومن کے مقتدروں کا فیصلہ کرنے والے جج بنے ہوئے ہیں اور دوسری طرف ہندوستان نے ان کو "بدی کا پیامبر" ثابت کیا۔ کنٹمپری ریویو کے نامہ نگار کے قول کے مطابق ہندوستان نے سائمن کا مقابلہ کر کے انگلستانی جنگ کی۔ اور اس طرح وہ اپنے پیارے وطن انگلستانی جنگ کا باعث بنے۔ ہندوستان میں وہ جس طرف نکلے تاریکی اور ماتم نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کے نام کے ساتھ ایسے بے عار لگائے گئے کہ اگر ان کی جگہ کوئی دوسرا حساس آدمی ہوتا تو کمیشن کا کام چھوڑ کر باہر نکلتا۔

کمیشن کے تقرر کے وقت ہی سے ہندوستان کے مدبروں کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ سائمن ہندوستان میں آ کر کیا کریں گے سوائے اس کے کہ اپنے استعداد اور گفت جہاں بھی گویہ چیست کو عمل کرنے کے یوں تو حکومت نے یہاں بہت کچھ استعانات کئے تھے ایک بہت بڑا عامل کمیشن کے لئے وقف کر دیا ہے کوئی قابل افراد مقتدری و نائب مقتدری کے سلسلہ میں منسلک کئے گئے اور نائب کرنے والے اور مختصر تو یہوں کی ایک فوج کمیشن کے لئے مخصوص کر دی گئی۔ مگر شومئی قسمت کہ باوجود اس سارے دکھاوے کے کمیشن وہی کر گیا جو سات سمندر پار سات مہینے سے پہلے پا چکا ہے حکومت برطانیہ ہی مصلحتوں کی پروردہ رہی ہے جن میں کئی زمانہ سے دنیا میں نیک نام یا بد نام ہے۔ لارڈ کرزن کے مرنے کی اطلاع کو امرتسر نے خود ہی قوم سے قائم کئے یاد ہفتہ تک یہ شیشہ رکھا اور جب کبھی اس بات کو ہندوستان

اخباروں نے شائع کر کے انگلستان کے عوام کو آگاہ کیا کہ عوذ انگلستان کی حکومت نے پس اس کا نتیجہ یہ ہے حکومت سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ کمیشن کے تقرر کرنے کا عامل پبلک کو بتا دیگی۔ اس بات کا ثبوت اس سے مل سکتا ہے کہ سرجان سائمن جہاں بھی گئے جہاز کے نمائندوں نے ان سے ملاقات کی اور کچھ معلومات کمیشن کے متعلق کھود نکالنے کی سخت کوشش کی مگر اس پڑھے جن پر کوئی جادو نہ چل سکا۔ اور انہوں نے ہمیشہ معمولی باتوں کے علاوہ کام کی بات ایک نہ کہی۔

غرض ان مختلف چیزوں نے مل کر سرجان کو اس ایک سیاسی اجوبہ بنا دیا ہے۔ سرجان کو ہندوستان اور ہندوستان کے جرائد نے کیا کچھ کہا تھا کہ وقت کیا تھا کہ انگلستان کے پہنچتے ہی وہاں کے بھی ایک مشہور اخبار نے ان کے ساتھ ستر ظریفی کی اول تو انگلستان میں کمیشن کی اس واپسی پر کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی کیونکہ انتظار کے استقبال کے لئے صرف انڈیا آفس کے چند افسروں اور کمیشن کے ممبروں کے چند عزیز و اقربا کے علاوہ عوام کا قطعی کوئی مجمع نہ تھا۔ اور یہ بات بھی نظر انداز کر دینے لائق نہیں کہ استقبال کرنیوالوں کی اس مختصر جماعت میں صرف تین ہندوستانی تھے، سر اقبال چنڈی، مسٹر سین، اور مسٹر اسمٰعیل خاں۔

انگلستان میں جوں ہی سائمن صاحب کا قدم زمین پر آیا اخباروں کے نمائندوں کی ایک جماعت نے انہیں گھیر لیا اور سوالات کی بوچھاڑ لگا دی۔ سرجان نے اس سے زیادہ یہ نہ دیا کہ ہندوستان میں ان کا سفر خوشگوار رہا اور یہ کہ وہ ہندوستان کے فسادوں و قتال کے لئے اس سے زیادہ مراعات نہیں پیش کر سکتے تھے کہ انہوں نے ہندوستان میں ظاہر کئے ہیں۔

اب تہ سے عجیب اور سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ کمیشن کے لندن آنے کے چار گھنٹہ پہلے مشہور اخبار "ڈیلی سٹنڈرڈ" نے اپنے پیرس کے نمائندہ کا ایک بیان شائع کیا جس میں سرجان سائمن سے ملاقات کا حال اور کمیشن کے طرز کارروائی کے متعلق تفصیلی باتیں درج تھیں اس کا اقتباس یہ ہے مد

کمیشن یہ نہیں چاہتا کہ ہندوستان کے دستور میں عظیم تبدیلیوں کی سفارش کرے تاہم اس کے متعلق اس کا اس وقت تک خاموش رہنا بہتر ہے جب تک کہ متعلقہ عہدہ داروں سے گفتگو نہ کر لے۔ سرجان نے یہ بھی کہا کہ انگلستان کی یہ کوشش کہ وہ ہندوستان کو اپنی حکومت آپ چلانے کا طریقہ سکھا دے بہت بڑی حد تک کامیاب رہی۔ پھر انہوں نے کہا کہ کمیشن صرف چند ایسی اصلاحی تجاویز کی سفارش کرے گا جن سے ہندوستانیوں کو حکومت خود اختیاری حاصل کرنے میں آسانی ہو۔ ہم ہندوستان کے زمینداروں اور کانتشکاروں کے مفاد کا تحفظ کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہندوستان کے اقلیتوں کے بارے میں ان کی رائے یہ تھی کہ اکثریت اور اقلیت کے درمیان کوئی ایسا سمجھوتہ ہو جائے جو سب کو منظور ہو۔

صرف اپنے ہی خیالات کو کل ہندوستان کے خیالات

ہندوستان کے معاشرتی مسائل کے تعلق سر جان نے کہا کہ ہندوستان اب امریکن تو یہ ان کی وجہ اس قابل ہو گیا ہے کہ اپنے مسائب پر خود نظر ڈالے اور انکو دور کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح امریکن تو یہ دن سے ہندوستان میں اچھا اثر پیدا ہوا جائیگا۔ اب آپ کی شادی پر بہت سنجیدگی سے غور کیا جا رہا ہے اسی طرح اور مسائب بھی یکے بعد دیگرے موزوں ہوتے جائیں گے۔

اب لطیفہ یہ ہے کہ سرجان سائمن کو جب یہ بیان دکھایا گیا تو انہوں نے سخت تعجب کا اظہار کیا اور کہا کہ مجھے اس چیز سے بہت احتیاط کرنی پڑیگی۔ یہ بہت خطرناک چیز ہے اور یہ سارا بیان محض بے بنیاد ہے۔" انہوں نے کہا کہ ایک شخص جو گفتگو سے اس طرح معلوم ہوتا تھا مات میں ریل میں میرے سونے کے کمرہ میں جلا آیا اور مجھ سے بیان طلب کیا۔ میں نے بیان دینے سے انکار کیا اور نوکس ٹرن کے بیان کے سوا کوئی بیان ہی نہ دیا۔"

بقیہ صفحہ ۳ کالم ۳

اس ترقی یافتہ دور کی دولت و ثروت سے یا ایجادات سے انسان کو پیشت انسان بھرنے کے کیا فائدہ پہنچا کہ یہ دنیا کے تمام کاروبار خواہ وہ دولت و ثروت سے متعلق ہوں یا ملکگیری و ایجادات سے۔ ان سب کا دائرہ مقصد یہ ہے کہ انسان ایک اعلیٰ اور خوش حال زندگی بسر کرے موجودہ زمانہ میں روحانیت و اخلاق کی جانب لوگ توجہ نہ کرتے تو کیا ہم اتنا تو کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کے کاروبار کا دائرہ مقصد یہ ہے کہ انسانی دماغ ذہنی میں ایسا اثر نہ ہو کہ وہ فی الحقیقت اشرف مخلوقات کہلانے جانے کا مستحق ہے۔ اور اسطرح اپنی کتاب "سیاست" میں حکومت کے تعلق یہ لکھتا ہے کہ انتظام مملکت ایسا ہونا چاہیئے کہ انسان اپنی زندگی بسر کر سکے۔ اسکے بعد بھی اکثر ایسے دن آتے ہیں جب ہر شخص کا اس نصب العین کی طرف توجہ نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ انسانوں میں بعض ایسے اعلیٰ درجہ کے اخلاق ہوتے ہیں جو ہر زمانہ میں ہر ملک میں ہر حالت میں قابل قدر سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے اخلاق کے لئے کسی خاص ماحول کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسے اخلاق کی تعریف

رفتارِ زمانہ

موجودہ زمانہ کے چند سیاسی نصب العین

از

پروفیسر حسین علی مرزا - بیرسٹر ایٹ لا (پروفیسر قانون کلیہ جامعہ عثمانیہ)

یہ عنوان ایسا ہے جس پر اس مختصر مضمون میں بحث کی جاسکے ناممکن ہے اور وقت چاہے پیش نظر صرف مقصد یہ ہے کہ پورے پیمانہ پر جدید تحریکوں کو واضح کردیا جائے یہ تحریکیں بھی ایک مختصر مضمون کے تحت کما حقہ بیان کی جاسکتیں مخصوص اور مفصل کے سیاسی واقعات سے چنیں اس نتیجہ کو نہ نکالا جائے۔ البتہ ان چند اسلامی اصول کو بیان کردینا ضروری ہے تاکہ ان واقعات کے مطالعہ کے پوشیدہ بھی ہوسکے کہ تاریخ کو سطور ہو کہ روز بروز سیاسی اور معاشرتی حالت کیونکر رنگ بدل رہی ہے۔

یورپ کے حالات حکومت سے اس لئے قلم بند کئے جاتے ہیں کہ موجودہ زمانہ میں ایک محاظ سے تمام دنیا یورپ کے دام اثر میں ہے۔ انیسویں صدی کے واقعات اس امر کے شاہد ہیں کہ اس دور کی تاریخ یورپ نہ فی الحقیقت دنیا کی تاریخ ہے۔ زمانہ کی اس رفتار سے آہستہ آہستہ یورپ تقریباً تمام براعظم دنیا کا مرکز بن رہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ تقریباً ہر قوم کی زندگی میں ایک زمانہ ایسا آیا ہے جس میں وہ اپنے کارنامایں سے بام عروج پر پہنچی۔ اور یہی کوشش کے سرمایہ سے انسانوں کو مستفید ہونے کا موقع دیا۔ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس نے اپنے عروج کے زمانہ میں کچھ نہ کیا ہو۔ ہر قوم کی تاریخ میں ایسا زمانہ ضرور آیا ہے جب اس نے اپنی طاقت کا لوہا نہ منوایا ہو۔ یہ ایک قانون قدرت ہے کہ ہر قوم کو اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا ہے قوموں کے اخلاق و رذائل کے آثار تو وہ ہیں جن سے ایک دوسرے کا اثر لیتا ہے اور یہی اثر ہے جس کا ہم آج مشاہدہ کر رہے ہیں۔ اور جو ہمیشہ عمل اور ردعمل کے پیدا ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ تغیر و تبدل دنیا کا قانون ہے۔ کوئی قوم ہمیشہ ایک ہی حالت پر قائم نہیں رہ سکتی۔

چند اسباب ایسے پیدا ہوئے جس سے یورپ کی بعض ہمت قومیں میں جان آگئی اور یہ قومیں دنیا پر مسلط تسلیم کی جانے لگیں اور انھوں نے اپنے تسلط اثرات سے دوسرے ممالک کو اپنا گرویدہ بنانا شروع کیا۔ تجارت حکومت اور ملکیت یہ اضافہ دیگر محض مادی ترقی ہی کی وجہ سے کسی قوم کا مستقل میں رہنا ایک بات ہے اور تہذیب و تمدن کی دوسری۔

انیسویں صدی کا دور سیاسی یورپ کی تاریخ میں ایک مرکزہ الاہمیت رکھتا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جس میں ایجادات کی کثرت ہونے لگی۔ انسانی زندگی کا شاید ہی کوئی شعبہ جو میں یہ ایجادات کا اثر نہ ہو۔ انھوں شعبہ والی ایجادات کی تفصیل طوالت اور پیچیدگی سے خالی نہیں مگر اتنا ظاہر کردینا ضروری ہے کہ ایجادات کی وجہ سے مشرقی اور مغربی ایک دوسرے سے قریب ہو گئے۔ ابتدائی انیسویں صدی کی دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالیں تو ظاہر ہوگا کہ دنیا میں بہت سے مقامات ایسے تھے جن میں آبادی کی قلت تھی۔ آفریقہ کے صدیں کوئی آبادی نہ تھی۔ امریکہ کی بھی یہی حالت تھی مگر یورپ والوں اور دیگر اقوام کے ترقی یافتہ مقامات پر آبادی بڑھتی جاتی تھی۔ یہ مسئلہ کے متعلق کیا جاتا ہے کہ دنیا میں ہمت چند قومیں آباد ہیں باقی خالی پڑے ہوئے تھے۔ دنیا کے نقشہ کا غور سے مطالعہ کرنا کافی ہے۔ ریلوے کی ایجاد سے اس کا امکان ہوا کہ ہر ملک کے اندرونی حصے جو غیر آباد پڑے ہوئے تھے۔ ریلوے کی وجہ سے آباد ہونے لگے اور جدید طرز کے جہاز بنائے جانے لگے اور ان کی وجہ سے ایک ملک سے دوسرے ملک کے تعلقات ہونے لگے جس کا نتیجہ اب ہم دیکھ رہے ہیں۔ یورپی اقوام کا غیر ممالک کے اندرونی حصوں پر قبضہ کرنا تو آبادیوں کا قائم کرنا وسیع پیمانہ پر اشیاء کا ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل کیا جانا لیبیین کا نئے رنگ سے آباد ہونا ملک گیری کے لئے باجس توسیعت کے انتظار سے الہامی طریقہ کا وقوع میں آنا مختصر یہ کہ ان تمام نئے نظارے ایسے ہیں جن سے اجتماعی بنیادیں تغیر نہ ہو۔ ملک گیری کی ہوس اقوام میں صدیوں سے چلی آتی ہے۔ جنگ کا بھی وجود ہر زمانہ میں رہا ہے لیکن زمانہ حال میں جنگ کی غرض و غایت جدا گانہ ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے مختصر طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایجادات کی ترقی کی وجہ سے تجارت عالمگیر ہوگئی اور دنیا ایک تجارتی شیرازہ میں منسلک ہوگئی۔ اس سے جو نتائج پیدا ہوئے وہ بڑے عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد جب صلح نامہ مرتب ہونے لگا تو فرانس کی یہ خواہش رہی کہ جرمن بتاہ کردیا جائے اور اس غرض کو پوری کرنے کے لئے اس نے کثیر تاوان کا مطالبہ پیش کیا۔ لیکن انگلستان جرمنی کو بچانے پر ایک حد تک مجبور تھا۔ کیونکہ جرمنی انگلستان کا بہترین گاہک رہا ہے۔ موجودہ دنیا میں ایسی معاشرتی شیرازہ بندی ہوگئی ہے کہ ایک قوم کے تباہ ہوجانے سے دوسرے پر لازماً برا اثر پڑتا ہے۔ یہ اس امر کی بہترین دلیل ہے کہ انیسویں صدی کی ایجاداتی ترقی کے بعد کوئی قوم تنہا زندگی بسر کرنے کی ہرگز نہیں ہوسکتی۔

شہنشاہیت زمانہ قدیم میں بھی ہوتی تھی لیکن اصولاً جدید اور قدیم طریقوں میں فرق پایا جاتا ہے۔ پچھلے زمانہ میں بادشاہ محض ملک گیری کی خاطر یا سلطنت کی شوکت اور شان و شوکت کی خاطر غیر ممالک پر اپنا تسلط قائم کرتے تھے۔ مگر شہنشاہیت کا جدید نقطۂ خیال پیدا ہوگیا ہے انگلستان کی مثال سے مطلب واضح ہوجائے گا۔ جہاں زراعت اتنی بھی نہیں ہوسکتی جس سے ملک کی نصف آبادی بھی چین سے زندگی بسر کرسکے۔ دوسرے انگلستان کے بازرگانوں کے لئے خام پیداوار کی اتنی کثیر مقدار کی ضرورت ہے کہ غیر ممالک کے دست نگر ہوئے بغیر چارہ نہیں سلطنت کے اور صوبوں سے ہر قسم کی خام پیداوار انگلستان کو بھی جاتی ہے۔ اگر یہ دور نے اپنے دیرینہ تمام ممالک کو بھی معاشرتی ضروریات پورے کرنے کے لئے ایک ایجاد قائم کیا جس کا نام "برٹش ایمپائر" یا سلطنت برطانیہ رکھا گیا اور یہ سوال ہے کہ شہنشاہیت نے فی نفسہ بھی کوئی چیز پیدا کی ہے یا نہیں زمانہ میں بھی شہنشاہیت کا قدیم جنون بعض ممالک میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً اطالیہ، روس فرانس جس کی خواہش ہے کہ ان کے تحت نو آبادیات کا امتداد ہو جس سے ملک کا اوقاف بڑھے۔

جدید زمانہ کی مادی ترقی کا مختصر اور ناکمل خاکہ یہاں پیش کیا گیا ہے۔ مگر اب اصل سوال باقی رہ جاتا ہے

سلسلہ کے لئے صفحہ ۲ کالم ۳

مسئلہ برار پر ایک نظر

از احمد عارف صاحب حیدرآبادی

ذیل کا مضمون اگرچہ اس زمانہ میں کسی قدر دیر از وقت معلوم ہوگا مگر احمد عارف صاحب نے مسئلہ برار کی تاریخ کے پیش کرنے میں کافی محنت اور تحقیق سے کام لیا ہے۔ عارف صاحب اپنی تحریروں سے کافی طور پر ملک میں مشہور ہو چکے ہیں۔ آپ نہ صرف انشاء پردازی ہی بلکہ آپکی تالیفات خیابان اردو اور بزم اردو حیدرآباد میں نصاب تعلیم میں داخل ہو چکی ہیں۔ آپ نے ایک مختصر اردو لغت بھی تالیف کیا ہے جو عنقریب چھپ چکا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ایک کتاب نشر اردو کی تاریخ پر لکھی ہے جو غالباً زیر طبع ہے اور بہت جلد شایع ہو جائے گی۔

نظام گزٹ

حیدرآباد کی موجودہ حالت پر نظر ڈوڑائیے تو اس کی فضا رنگ برنگ کی تحریکات سے معمور نظر آئے گی کبھی سے تعلیمی اور قیصلی حیثیت سے جو کروٹیں لی ہیں وہ گذشتہ کئی سال کی جدوجہد اور کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ سیاسی تغیرات کے بیان کی آب ہمارا ایک زمانہ سے پرسکون اور خاموش رہی ہے لیکن عہد حاضر کی پر جلال اور بیدار کن کار ذوالجلال سے اس خصوص میں بھی جان ڈالدی۔ ملک کے اہم معاملات معاشی بدنی معاملوں کے ساتھ ہمیشہ شائستہ اور متمدن قوموں کے دخل میں داخل ہے۔ یہ زندگی کی علامت ہے اور اسی سے کسی قوم کا کانسٹی ٹیوشن بنتا اور سنورتا ہے لیکن پستی سے ہم اس دنیا کے بھٹنے والے ہیں جس کلمہ فرد کی معاملات سے اپنے آپ کو بیخبر رکھتا ہے۔

مسئلہ برار حیدرآباد کے تمام مسائل سے ہے چونکہ اس سے کچھ لینا ایل ملک کے فوائض میں داخل ہے اس لئے جو مناسب سمجھتے ہیں کہ اس قضیت میں اس مسئلہ کی تاریخ کا ایک مختصر سا خاکہ آپکے پیش نظر کردیں۔ جس کی روشنی میں موجودہ صورت حال کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

عہد نامہ ۱۸۰۰ء کی رو سے نظام گورنمنٹ اس امر کی پابند گردانی گئی کہ جیہ نہار پیدل اور نو ہزار سواروں سے ملک زرداد کا ہے وقت ہیں مدد کرے۔ چنانچہ ۱۸۰۳ء میں مرہٹوں کے خلاف سرکار نظام کے سرداروں نے بہادری کے جوہر دکھائے لیکن کیا غیر معمولی کارہا وجود اس پابندی عہد کے سرکار انگریزی کے ایک ہیزادہ نڈ پلنٹ مسٹر جری سیل ایک نئی تجویز تنظیم کرانے والے ہیں انہوں نے اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ بجائے اس طریقہ اعانت کے ایک مستقل فوج برٹش رزیڈنسی کے ماتحت رکھی جائے جس کے مصارف سرکار نظام برداشت کرے چنانچہ حیدرآباد کنٹیجنٹ کے نام سے ایک مستقل فوج آخر کار قائم ہو کر ہی رہی۔ اس فوج کے مصارف چونکہ غیر معمولی تھے اس لئے تھوڑے ہی عرصہ میں حیدرآباد سالانہ بتیس لاکھ کا مقروض ہو گیا اس کثیر رقم کی پابجائی بہت دشوار تھی ۱۸۰۸ء میں لارڈ منٹو نے یہ تجویز کی کہ قرض کی ادائی اور فوج کے ماہانہ اخراجات کے لئے یہ مزدری ہے کہ ریاست دکن کا ایک حصہ برٹش گورنمنٹ کی تحویل میں دیا جائے۔ یہ خبر فرمانروائے وقت اعلیحضرت ناصر الدولہ بہادر کے لئے بہت تشویش ناک تھی لیکن خوش قسمتی سے آدھا قرضہ تو اسی وقت ادا کر دیا گیا اور باقی رقم کی ادائی کے لئے ڈھائی جھنے کا وعدہ کیا گیا اور صرف انتظام ہوا اور دوسرے اخراجات کی رفتار تیز ہو گئی اور باقی رقم ۱۸۱۰ء میں چوتھے قرض کی مقدار پر بڑھ گئی اس لئے وائسرائے پھاندنے پھر نئی تجویز پیش کی اس خصوص میں لارڈ لوزی کے مختصر سے الفاظ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں فرماتے ہیں "یہ ایا خدا محض ہوئی ہیئت سے میں خیال کرتا ہوں کہ کنٹیجنٹ کا وجود کسی عہد نامے کی رو سے درست نہیں ہے ۱۸۰۰ء کے عہد نامے کے رو سے ہم صرف دو ہزار جنگ میں چھ ہزار پیدل اور نو ہزار سواروں کی امداد کے مستحق ہیں لیکن اس کے برخلاف صلح اور جنگ دونوں زمانوں میں پانچ ہزار پیدل دو ہزار سوار اور چھ توپیں ہمیشہ رکھی گئی ہیں ہمارا حق ہر حالت میں کسی فوج سے کبھی کبھی کام لینے کا ہے مگر ہمارے انہیں بالکل اپنی فوج کی طرح رکھا۔ فی الواقع کنٹیجنٹ کے اخراجات غیر ضروری اور غیر ضروری طور پر بھاری ہے ہم لیکن بہ حیثیت ہندستان کے گورنر کے میرے امکان سے باہر ہے کہ یہ قرضہ آپ پر معاف کردوں وغیرہ وغیرہ" غرض اس پر لطف تمہید کیساتھ ایک نئے معاہدہ کی ضرورت بتلائی گئی جس کی رو سے ریاست کا ایک حصہ اگر یزدن کے قبضہ میں دیدیا جائے۔ ریذیڈنٹ فریزر فرمانروائے وقت اعلیحضرت ناصر الدولہ کو اس کی فوبیان اور محاسن بتلائے جس کا جواب اعلیحضرت نے ان الفاظ میں دیا "تم جیسے لوگ جو کبھی یورپ اور کبھی ہندوستان میں رہتے ہیں کبھی سرکاری کام انجام دیتے ہیں اور کبھی سپاہی اور ملاحی کا کام کرتے ہیں اور کبھی تجارت بھی کر لیتے ہیں (کیونکہ میں نے سنا ہے کہ تمہاری قوم کے بعض بڑے آدمی تجارت پیشہ تھے) اس معاملہ میں میرے سوال کا حال نہیں سمجھ سکتے ہیں ایک بادشاہوں جو اسی سلطنت میں رہنے اور مرنے کے واسطے پیدا ہوا ہو اسوں جو میرے ماننان میں سات پشتوں سے چلی آتی ہے"

۱۸۰۵ء میں اس معاہدہ پر دستخط ہو گئے جس کی رو سے پرونہ کے چند اضلاع جالنہ، وہ آب، اشٹی اور احمد نگر انگریزوں کے علاقہ میں دے دئے گئے۔ نواب ناصر الدولہ بہادر کے انتقال سے پہلے کئی مرتبہ مقبوضات کے واپس لینے کی کوشش کی گئی اور یہ یقین دلایا گیا کہ فوج کی تنخواہ کا ماہ بماہ انتظام کر دیا جائے گا۔ لیکن کچھ پیش نہ گئی۔ نواب افضل الدولہ بہادر کا زمانہ آیا تو ۱۸۵۳ء کا خونین منظر دیکھنا ہوا۔ سر سالار جنگ اور نظام دکن نے اس قیامت خیز وقت پر جس طرح انگریزوں کی اعانت کی اس کے بیان سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ انگریزوں نے اس احسان کا یہ صلہ اس طرح ادا کیا کہ برار علیحدہ واپس کر دئے گئے اور ان کے بجائے سرحدی اضلاع پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس صاحبقرانی اور لطف کرم کے متعلق سنا ہو انہیں کے ایک ہمقوم کرنل ڈیوڈسن کی زبانی سنیئے "اگر دیکھا جائے تو یہ ہم نے کچھ بھی واپس نہیں کیا"۔

۱۸۵۶ء میں سالار جنگ بہادر نے معاہدہ تقسیم کی رو سے اسٹرار برار کی تحریک کی لیکن اس باب میں انہیں یہ تلخ جواب ملا "آپ کا خط جو آپ کے ولی نعمت کی حالی فرقی اور آپ کے تدبر کے خلاف ہے۔ گورنر جنرل کو یہ لکھنے پر آمادہ کرتا ہے کہ آئندہ سے دہ بار حیدرآباد کی تحریکیں یاد سنجیدہ اور درست ہونی چاہئیں"۔

اعلیحضرت میر محبوب علی خاں سریر آرائے سلطنت ہوئے تو سالار جنگ اور سر لیس الاسلام وزیر بنائے گئے ہوئے ان دونوں خیر خواہان سلطنت نے تخت پر تمکن کرنے کو زر کثیر پیش کیا لیکن اس کے برخلاف صلح اور جنگ دونوں زمانوں میں پانچ ہزار پیدل دو ہزار سوار اور چھ توپیں ہمیشہ رکھی گئی ہیں ہمارا حق ہر حالت میں کسی فوج سے

سلسلہ کے لئے صفحہ ۹ کالم ۲

خزانۂ عبادت

دکھنی زبان کی ایک قدیم کتاب سنہ تصنیف سنہ ۱۱۶۵ھ

از

محمد عظیم الدین احمد صاحب صدیقی

سال حال کے سالنامہ و روزنامہ مہر و کن اور جریدہ نظام گزٹ کے دو چار پرچوں میں چار پانچ مضامین "قدیم اردو" پر میرے پڑھنے میں آئے اور مجھے بھی شوق ہوا کہ میرے پاس خاص دکھنی زبان جو اردو کی کتاب موجود ہے اس کا احباب ذوق سے تعارف کراؤں۔

علامۂ دہر مولانا مولوی حضرت شاہ محمد صاحب غفراللہ المصد دکنی (غالباً حیدرآبادی) نے خاص ان دکنی اردو میں مسائل فقہ پر ایک ضخیم کتاب موسومہ "خزانۂ عبادت" ۱۵ ربیع الاول ۱۱۶۵ھ میں منظوم لکھی ہے جس کو اس وقت تقریباً دو سو برس ہوتے ہیں۔ یہ کتاب میرے مخبر پروردگار کے ذاتی کتبخانہ سے میرے ہاتھ آئی ہے۔ کتاب عمدہ حالت میں ہے۔ سارے کتبخانہ چھوٹے سائز پر خط قدیم لکھی گئی ہے۔ کاغذ قدیم دیسی ہے کتاب کے ۱۹۰ اجواب اور ۱۷۹ فصول (عکلاؤ حدود لغت و کرامات خلفاء کرام وغیرہ) پر مشتمل ہے ہر صفحہ میں ۱۱ اور کل کتاب جو ۲۰۳ صفحوں کی ہے میں ۱۱۵۰ دس ہزار دو سو پچاس ابیات ہیں۔

نہ ہی حیثیت سے اردو دنیا میں غالباً پہلی اور ایک بہت بڑی سنہ منظوم کتاب ہے جسکی اشاعت ضرور ہے اور اب تک اس لئے اشاعت نہیں ہوئی کہ مولف علیہ الرحمہ کے سوانح حیات کا دکن کے کسی تذکرے یا تاریخ اور کتاب زیر بحث سے پتہ نہیں چلا۔

حضرت شاہ محمد صاحب جیسا کہ آپ کے کلام سے ظاہر ہوگا اپنے آپ کو دانشمند نہ شاعر نہیں بتلاتے آپ کا تعلق سلسلہ مشائخ سے معلوم ہوتا ہے۔

محبوب ذوالمنن تذکرہ اولیاء دکن جلد سوم حصۂ اول مؤلفہ مولوی عبدالمجید خانصاحب مرحوم میں آپ کے ہم نام متین الصحاب بہ طریقت کا پتہ چلتا ہے لیکن اس سے آپ کے سوانح حیات کی صحت کا بھی اطمینان نہیں ہوتا اس لئے فائن نظام گزٹ کی خدمت میں یہ سلسلہ پیش ہے کلام کے اس حصہ کو بھی پیش کیا جاتا ہے جس سے آپ کے پیر و مرشد کے صرف کرامات و تذکرہ کا پتہ چلتا ہے۔ یہ واقعہ کہ دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ تمام کتاب کو میں دو بار پڑھ چکا ہوں لیکن کہیں بھی اس کا پتہ نہیں چلا کہ علامہ ممدوح کا کیا تخلص تھا البتہ کتاب میں ہر فصل کے اختتام پر آپ کا پورا نام شعر میں آگیا ہے۔

آلہی تو ہے پاک پروردگار — بندیوں کوں بھی اپکی پوں پرستار
تو — بندوں کو — تو ہے غفار
نجاست گناہاں کی توں پرجوگ — غسل توبہ کے پانی سوں دھو
نجاست گناہاں کی توں دھو کر پاک — دیتا ہوں سے مسئلہ
رجوع کا وضو توں کرا اول — تیری یاد میں سو دہرا تا کل
تو

طلع کا کرو نار ہے تیوں توں — دھولانا غسالی کے پانی سوں
سے

بھی آپنے لگ توں دھولا خوبتر — بھی قصہ کے سرکوں چھوٹا خوبتر
اور بھی تک — اور — کو
شاگرد لگ — پاؤ نکوں یاری — توں کر پاک ترک سوں تا چوبی
سخنہ — کو — تو

دلمیں جو اہل دل پاس توں — نہ محتاج کر کر لہجا آج سوں
سے — تو
بھی بعد از جولانا غسل کے کدن — گناہاں کے سیلوں سوں کر پاک تن
اور — جمع میل سے
تو فاہر عبادت سوں اکرتن گوں — والا منفعہ صدق کا موں بہتر
تو — سے — کو — دکھی — منہ بہتر ہے
کر استغراق یوں جو راحت کا بھی — پڑانا کلیہ سود عبادت کا بھی
ڈالنا ناکشین پانی — پڑھانا کلمہ
نمازاں سو تج یاد پڑا سلوا — کہ کر کر ہمیشہ سود ہرا سلوا
حج نماز تجھ — سے تو — سدھر ہے
یو خاموش کیا سو روزہ رکھا — بھی اس وقتی کہ حج کریں
تو
بھی حج محبوت کے جو پنچ کا رتج — دلان لیاں کوں سر مارفہ کے تاج
اور تجھ — جمع طالب کو
ہمیشہ نبی کے شرع پر ہنے — ادا ایسے ہاؤ سنوں جگ سے
یہ — اس سے نہ
یو لولاک کا لفظ سو سر بسر ہے — جو نازل ہی کملا پر

لولاک لما خلقت الافلاک

یعنی اگر تو نہ ہوتا تو البتہ پیدا نہ کرتا افلاک کوں
نبی کے خاطر یو منے اس سب کیا — ہے جو قدرت سوں کیا کبار سب
سے — کی ہیں
محمد کے یو چار پیری کا نام — کہتا ہوں رکھو یاد سو سب عالم
تو — کہتا
محمد کے ہے باپ عبداللہ جان — ہے عبدالمطلب سو دادا سے پہچان
ہے ہاشم سو پڑدادا ہے جو جو نانا — کہ ہاشم کے ہے باپ عبدالمناف
جو ہو — جا
کو چار کی ایک یاد رکھتا ہے — وہ یہاں اس کا سب کے پہلے ہوئے منع
تک
نبی سوں محمد بن عبداللہ سب — عرب میں جو جو اچھے تھے تیس جب
سے — ہوئے تھے
محمد تھے اس میں سو جو ایسے تو تھے — پدر عبداللہ عبدالمطلب سو جد
ب
محمد تھے اس میں جو ایسے تو تھے — عطا پڑدادے لائق ایک تیس
تک
محمد رسول اللہ تھے ایک مناف — کہ پڑدادے کے باپ جد ان تک

روی انه کان محمد بن عبدالله بن العرب
ثلثین وکان محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب
عشرة وکان محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب
هاشم ثلثة وکان محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب
بن هاشم عبدالمناف واحد وهو محمد الرسول
الله صلی الله علیه وآله وسلم
منتخب ہے خاتم الانبیا — عطا ان کی امت میں ہونا کیا
ہمیں

خدا کا شکر کیا بجالاؤں میں خوشحالی بھی اسکی برابر ہیں
نبیا کوں اتھا آرزو دیکھ سر خدا کے امت میں اتا لکڑ نہیں
نبیوں تھا تھی)
سوا درجہ حق نے نہ دیا ہزاراں شکر حق نے ایسا کیا
وہ ہمیں حق ہزار
نبیاں کا اتا معجزہ جو اتھا محمد کی امت کوں سارا اتا
نبیوں تھا کو
کرنے کی کرامات کے طور رسوں دیکھا تا ہے قادر نے فی الفور سوں سے
یں اس باب میں ایک بولوں نقل خلافت میں حضرت عمر کے اول
کہتے تین شخص ان کے نزدیک آئے یو تینوں نے تو تین سوا لوگوں لائے
یہ ان تینوں نے تین سو کو
امت اس میں اؤ دیکھ کو ایک بھی دیکھا سوا مت جو ہی کیا نیک
وہ دیکھا
جو ایسی محمد کے امت میں ہیں امت انکی ہونا نبیاں کیوں نکمیں
حق ہی
کرامات سنگر علی کے سو یو کہ حضرت عمر سوں توں سنگر ہو
سے تو
کہ یو بات ان سوں بی ہوئی مگر ندا کن سوں تھا یو پنج یو سر ہر
سے بھی خدا کے ہان سے لدن ہی ہر
اسی تیج حضرت علی کے آنے کہ ہر حال سوں ڈیر کر تیں کہا
لئے کے ہان سے
کرامات حضرت عمر کے سو تو کہ تا ہوں جو شہور ہے سو ہو
جمعہ کے سو دن چڑھ کو سب اوپر کہ پڑتے تھے خطبہ یو حضرت عمر
یکایک پکارے سو ہے یو فضل کہ یا سارِیَۃُ الْجَبَلَ الْجَبَلَ
غازہوے پوسب یو پوچھے صحابہ کہ اس بولنے میں اتھا کیا جواب
ہونے پہ تھا فائدہ
کے اعوان کے ملک پر ان کے تئیں کہ بینے جو ساریہ کوں بھیجیا تب
کہے کو بھیجا
او سوفت جنگ پوجھتے کھڑے لیکن نہ سمجھے مگر او کرے
پہ ہیں
اسی تیج یو ہوا نگ ماریا تا کہ یعنے دیکھو پاڑ کا آسرا پہاڑ
اسی لئے یہ آواز۔ (ماما)
کہ یکبار میں او جو کھڑ سب وہی مار کر واں تئیں بیٹھے میں اب
کھڑی فوج آسانے ہوئی تھو کئی ان پو یو تو اٹھا لینگے زدہ
میری ہانگ سن سارے یہ سر سکل کو اس غار پو جا کو ماسے کہہ ہل
اور ٹھگ
او تا یخ اور وز لکھکر لے آے گواہی مدینے میں بی یو پنج پائے
(یعنی کھڑے لنار وز دنا)
یاں یوں ہی
کرامات ان کی ہزاراں ہزار کہاں تک جو بولوں ہے بیشمار

کہے دیکھنے کوں جو چاہا ہوئیں اسی تیج تج کوں بلایا ہوئیں
کو چاہا لئے تجھ کو
اتھا شخص او نوح کے آن میں چڑیا تھا او کشتی پو طوفان میں
تھا وہ زمانہ چڑیا وہ
کہ حضرت علی نے جو کشتی کی بات جو پوچھے سو بولیا علی کے ستھات
بولا ساتھ ہے
لمبی ہور چوڑی جو کشتی اتھی کہ پانی اپر جوں جو چھوٹی اتھی
لمبی اور تھی
او طوفان کا بی بیاں کر کو پھیر ہوا بھی رضا لے کو ہائی ڈھیر
(اجاتے تھے) مٹی
کرامات تینوں نے دیکھے سو یو بھی بھر لے آئے محمدؐ پہ ایمان او
سے
جو ایسی محمدؐ کے امت میں ہیں امت انکی ہونا نبیاں کیوں نکمیں
حق ہی
کرامات سنگر علی کے سو یو کہ حضرت عمر سوں توں سنگر ہو
سے تو
کہ یو بات ان سوں بی ہوئی مگر ندا کن سوں تھا یو پنج یو سر ہر
سے بھی خدا کے ہان سے لدن ہی ہر
اسی تیج حضرت علی کے آنے کہ ہر حال سوں ڈیر کر تیں کہا
لئے کے ہان سے
کرامات حضرت عمر کے سو تو کہ تا ہوں جو شہور ہے سو ہو
جمعہ کے سو دن چڑھ کو سب اوپر کہ پڑتے تھے خطبہ یو حضرت عمر
یکایک پکارے سو ہے یو فضل کہ یا سارِیَۃُ الْجَبَلَ الْجَبَلَ
غازہوے پوسب یو پوچھے صحابہ کہ اس بولنے میں اتھا کیا جواب
ہونے پہ تھا فائدہ
کے اعوان کے ملک پر ان کے تئیں کہ بینے جو ساریہ کوں بھیجیا تب
کہے کو بھیجا
او سوفت جنگ پوجھتے کھڑے لیکن نہ سمجھے مگر او کرے
پہ ہیں
اسی تیج یو ہوا نگ ماریا تا کہ یعنے دیکھو پاڑ کا آسرا پہاڑ
اسی لئے یہ آواز۔ (ماما)
کہ یکبار میں او جو کھڑ سب وہی مار کر واں تئیں بیٹھے میں اب
کھڑی فوج آسانے ہوئی تھو کئی ان پو یو تو اٹھا لینگے زدہ
میری ہانگ سن سارے یہ سر سکل کو اس غار پو جا کو ماسے کہہ ہل
اور ٹھگ
او تا یخ اور وز لکھکر لے آے گواہی مدینے میں بی یو پنج پائے
(یعنی کھڑے لنار وز دنا)
یاں یوں ہی
کرامات ان کی ہزاراں ہزار کہاں تک جو بولوں ہے بیشمار

کرامات سو حضرت ابا بکر کی کتاباں میں مشہور بیگی صحی
ہے صحیح
کہ فرمائے جلت ہویا دیں تمیں عمل ہو کرنیں کے کولاویں تمیں
اور دے کر ہم
کہ حضرت کے روضے کنے دیکھو ذرا پڑو رہ رووں اس کھڑے ہو دوں
کے پاس گھر
خدا کے حکم سوں کہیگا تو در کہ میری بی روضے میں کر انا جبر
سے
اسی طور کیتے عجب لاکھیا در تو روضے میں کیتے دفن
کہلیا
بات حکم کے ذکیا) کھلا
اسی طور حضرت عمر کی بی بات کہ ہر ایک کتا ہوں تیں تو نکات
کیا
کرامات سو اس میں دلبر ہم اتھا ان کوں آگاہ کر دیگا
تھا کو کہلیگا
کہ جاگا بی اپنا سواس نیچ ہے کہ جاگا تو جویوں سب کے
تھا
جگہ بھی پس ہی مگر تب تو سے کھلے ہوئے
بھی کیات ابا بکر کی یوں عزیز سنو جیوں کے کان سوں ان تمیز
اور جی۔ دل سے
اس ابن مالک کے یوں نقل جنی نے جو یک روز نے آگل
کے آگے اس قبروں تیں یا اتھا عذاب یاں کی مڑیاں پا اتھا
کہے مژدہ کو تھا
اتا دیکھتا ہوں تو پائے نجات منجے بہت لگتی تجب یو بات
مجھے بہت
اسی وقت جبرئیل آئے اتر بی کو اس ہوا سے کہ سے خبر
کیے
کہ یعنے خدا تم سوں بولو کہا ابا بکر بعد از حواس جا پو آ
سے
کہ گئی اپنے داڑی کوں کیتے بجال مگل کر گر یا ایک داڑی کی بال
پہ
کہ اسکی برکت تھی پائے نجات کیے جبرئیل کے کر ان بات
کو کہے گھرا داڑھی
کرامات دیکھو یو عثمان کے جوں حفظ پو ترتیب قرآن کے
کہے سے
اچھے تیوں سو جامع ہوا سر ہر چلائے اپنی ترتیب جگ کے اپر
پہ
ہیں تھے وہی دنیا اوپر کرامات بھی ایک بوں اتال معجزہ ہے تیوں سو کہ بولوں آل
وہ اب ایسی
شہید جو ہوا پو عثمان جب کہ دشمن طما پہ سو مارا ہو تب
مارا پہ
او کوڑی ہوا پھر سکے ہات کہ تھی سون ہو کر ان میں بات
وہ کوڑھی سے اور سوکھے
کرامات چار وں کے لے ہو عیاں کہ مارا یو کا ٹک کروں میں بیاں
ساروں (تھی سب)

کرامات چاروں کے سب کوں اگر — مجھے نوح کی تیوں سو ہو ناعمر
کہوں مجھے ایسی یا ویسی
کروں پانچ ہو کیا جو بولوں کیا — کہ ہر ایک کے ہیں ہزاراں ہزار

ولے ہیں صحاباں محمدؐ کے سب — ولے ان میں افضل سو چہ اصحاب
اگرچہ لیکن
کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ — بھی حضرت سو عثمانؓ تشنہ نگر

بھی چوتھے سو حضرت علیؓ نہ ہوا — اور کرامات اُن کے بے شمار
اور
صحابوں میں بے شک بہتی کو کہا — کتا ہوں کھو یا بی سول اس سے آپ ہم
کہتا

نبی نے بشارت دیئے ہیں جا — حدیث ایک یا دو یا کئی قت میں کان
جانو

ابا بکرؓ سو عمرؓ و عثمان علیؓ — سعید و سند و عامر زبیر طلحہ بھی
اور

بھی ہیں عبدالرحمٰن دسویں صحابی — لیا ہوں نقل دیکھ کر سو تھا
اور

توں سن بات پو یو چ بہشتی اگر — تو دل منے آپ نے سر لبسر
پر یہی ٹھکر

بھی ہے فاطمہ بی کے بدن بی — بھی حسنین بی ہے اگر کے کہی
بھی ٹھکر کہے

بھی یکمنا خدیجہ بی ہو اگر کے — کہے عائشہ بی ہے بہشتی سو ہے
اور بھی کہے ٹھکر

کہی کے ہیں عباس و حمزہ اگر — کہی کے صہیب ہور سلمان وگر
ٹھکر کہے اور

کہی کے ہیں عمار کر سو جان — کریوں تعرفات سوں کرو مان
کہے کرکے سے کرکے سمجھ

ہے بہشتی اگر شریو دس جو یار — لئے دس کا بی نام کر اکیا
ٹھکر مشہور بھی ٹھکر

نبی پو درود و سلام بیشمر — بھی سید جو ہے آل و اصحاب
اور

یہ سید نبی کے نسل میں اچھے — یہ باپ یا ماں اصل میں اچھے

ہو مجمع الفتاوی منے یو جواب — سوال کوئی کیا حمید الدین شامی
میں یہ

ہو اہ سیدہ پن سید نہیں ہے — کیا او ہیگا سید سو بولو جو آپ؟
گر

تو کے میں سنا اپنے استاد سوں — یو نام شمس الدین کرے سو پوچھیں
کہے سنا سے وہ

کہے امید ہے کر دے عزیز — دلیل یو نے اسکے اپرال نیز
ٹھکر

گیا ہے خدا میں کوں اس بچے کہ اولاد سوں نوح ابراہیم کے
کو جو سے گنا

کہ جیتے جاگتی کی بہت سوں بچا — یو تفسیر راکت میں بی ہے بیان
سے

کہ یعنی جا سطور سوں ہے جو تا — امیر خا کی حجاج سوں نسبتا
بھی

بی بی فاطمہ کی ہے اولاد جو — نبی کی سواد اولاد میں کر کراو
کہے کہ وہ

کہا ہے جو انکار سوں سر لبسر — تو لگے کے علماں جو تھے معتبر
سے

نبی کی سواد اولاد ثابت کئے — دلیل یو اس آیت سی سب لئے
عالماں سے

و تلک حجتنا سوں لیکر و یحیی و عیسیٰ و الیاس کل من
الصالحین تلک۔

ایمان ہے سو یو جو عطائی خدا — مثال نور کے ہیگا یو جو دلا
جانو ہے جانو

خدا کے فضل ہو کر م سوں ایمان — کہ بندہ کے دریاں تا ہی جاں
اور سے

تو جانے جو اس نور سوں یو جیوں — اپس کے سو پیدا کنندہ کو یقین
میں سے

بھی روزی سو اویں ہا راکا — سمجھتا ہو اس نور سوں سر لبسر
اور وہ دینے والا کہ

ایمان ہے اصل سو عنایت سب — سو ایمان کلمہ شہادت سو ہے
سے

دعا سو ایماں کا مغز ہے تمام — انکھیاں سو ایماں رہے سلامت
آنکھوں سے

جو نچو قتی نماز تن ہے ایماں کا — دل ایماں کا پڑنا قرآن کا

جی ایماں کا سو وضو ہے اس بنا — کلام اس کا لے ذکر حق کے کنا
سے کہتے ہیں

کہ سچ بولنا سو ایماں کا ہے نور — کہ تاریکی سو جھوٹ کہنا اور

کہ گلی ایماں کی سو ہوگی جلن — نماز جو نا کر کر رہنا سر پچاں
وہ ہے کر کے

ہے تو یہ ایمان کی حلاوت کی بنا — ہے پاکیزگی اسکی دینا زکاں

ایماں کا شریعت سو کہنا حلال — ایماں کی زمین دل مؤمن کا ل

علم سو ایماں کا بیج جان — جڑ ایماں کی خلق و اخلاص

ہے پوست اس کا شرم و حیا سو ب — چوڈال اسکی ہور ب سو دو ہا جاوے
ڈالی شاخ ہے

بھی امید بی راکھنا سو سدا — کہ بیٹھے جواز رحمت سو خدا

تیناں کو دولت راکھنا سو کل — پھل اس کا سو پہنچے گا جی کل
اور یہی رکھنا کہنا
کو رکھا گلی

یہی جو نیک عمل جو او مو سو لیا — کتاباں منے معتبر یو جیاں
اور وہ
نکو ئی اس راہ پو سو وایم رہے — ولایت کا نام اس پو خاتم ہے
جو کوئی ہے
دلیاں ہوں ہی خاتم انہ تمام — جگت ہو تلک ہو ولی ہے مدام
ولیوں سے
صدی بارہ دیں کے دلیاں ہیں کل — ولے پیچھے یو شاہ میراں نول
ولیوں تھے
کرامات انکی بی لے سر لبسر — ہر ایک مشہور شہر نگری نگر
بھی
کرامات ہیگا سو یو رسل — کتا ہوں تمہیں خوب یو جو سکل
پوچھو
ہو منے حضوری منے دل اچھے — اسی کو بہ سارا یو حال اچھے
کہتا

کہ یعنی آپس کے میں بھی گلاں — رہے تد کے میراں میں پانو گاں
میں
آپس کے میں بن (یعنی نایت کا ملہ) — کہ دوئی وحدت میں عوظہ مدام
میرے پیر کا طور یہی تھا تمام

کہ جس کام خاطر آیا ہی جہان — جو اس کام کوں خوب پایا ہی جان
بھی

اسی کو بہ نے کہیں کرامت تمام — یو بولیا ولیکن سمجھے ہیں عام
کوئی کہتے

اتا عام خاطر میرے پیر کی — بیان کرامت سو یک دہر تھی
پر بولا

میں کرتا ہوں یو جو کہ لے خاص عام — حضوری میں تھا شہر ان کے مدام
پس

ہو جو جاو
تجھ کے وقتوں وظیفہ سنے — اوب ساتھ آہستگی ساتھ سنے

ہمیشہ ہتے تھے یو ہار لیس بسا — جنگل ہو سیا بسا جھار ہیں جاں

کہ جو گر تھے لانگے نیچے دباگ — یہی کہ ہوا لی جھرے کا تھا ایک ناگ
وہ

اگر بچے کبھی گھر کو آتے تو جاں — اور نہ بالی کر نا پاس جاتے تو جاں
چوراہے پر بچے اور

کیا کوئی وال جنی نے گذر — او بھس کا کر جہ دو ڈرے اُپر
کو کہن

گھرے گھر سو یو بات مشہور تھی — ولے نقدان کی پڑ یا نہیں کبھی
وہ

کہ یو بات واں کی ہو سگی سکل — کہ جو دام گر میں رہتے تھے اول
نہیں

پوچھیگے اگر باگ کی تو جو بات — ہمیشہ سو آتا تھا بلبل یک رات
نام گیری (ایک مقام کا نام) سب

جو آدم کی پاڑ یو بیٹھے تھے جب — بنایت تھا آگا یک بی بی تب
تھا تھا جی

انڈے بی ہیئہ سوآ آتا اٹھا کھڑی دو گھڑی بیٹھ جاتا اٹھا
وہ بھی تھا تھا
ہمیشہ نیاں کار مین ہار اد برہن کین جنگل کا پھر بہا راد
ہمیشہ الوداد پھرنے والا ہے
اسی طور سوں باگ ہر اک کے کیتک ان جو رہ کا کل پھر کو جاتے
سے کہتے ہی (بہت دن)
چکوئی باگ آتا تو ملتا تھا آ ہمیشہ آدھی رات کو وقت پا
چکوئی
کیتک لگ فجر کوں بی دیکھے سے کہ یعنی جو بیٹھا سو آگر آگے
کہتے ہی (بہت) کو بھی بیٹھا
سنو پھر کو اس باڑ پو ایک دن لاے باگ کے موس کی کچی چمن
منہ سے کو
حقیقت بکل اس کی کھل سر بسر ہے روکے رہے پہاڑی پر
کہیں
نا شام کے وقت چرتے تھے وہ کہ ویسے منے باگ آنا کہاں
سر شام
اٹھا لے گیا دیں کل ایک کوں کہا پیر کو جا کو یں بیک سوں
سے کو جاے جلدی سے
شتابی سوں جا باگ کے آگے یو کہ را ہا رہے توں چھوڑ دے
جلدی سے
کہتا رہا سو دیا چھوڑ کر یہ ذبح تو نے لا گوی کے اپر تو
کھسیانا
بھی چھے چھے مہینہ بکھاتے جنگل ہیں ہتے گھر کوں کی تے بیتے
اور
چکو اوکہتے تھے سو ہوتا تھا ب موافق سوال خواہش کے کرتا تھا ہر ب
کو
جو کچھ وہ نقل ایک اس پر منے یاد آئی تھا کھانے سے سوا ل خبر سکھا بھائی
سے
کہ کہ را ت کوں آکو بو جو لے کیا او جو لبز سو جرے منے
کو
کو تا کر جاوے اسی نے مراقبہ میں تھے جواد شاد الٰہی اس کوں کہانی ہیتے تا
کو
خلل یاد میں اپنے وہ کیتا لکھ غصہ کیتے ہر کت سو دیتا لکھ کر
کرتا لکھ کیتے حرکت لکھ کر
نزدیک ایک فادم جو تھا سکھا آزادی تو کیوں جائیگا بچ کے
بجاری
کہا اپنی خاطر میں نالا کو او کے ماتی ں ل رنگا کہا ئیگا تو
نہ لاکر وہ ہما
اونے ڈر کو ہوں منج کو یک ستا گیا یوں او آذار گویا نہ تھا
منہ وہ بیماری
اس نے او مادوں کہے سو ایسے نی تھا یا بلک اسکی کہانی کوں آ ر بچا
نہیں بلکہ
وہ کرامات بھی بھوت ہے سر بسر ولیکن مجے نہیں ہے ضرمت مگر

بیاں اس کا میں نی کیا ہوں تمام مجے جو سائل جو لکھنے کا کام
نہیں سمجھے
سلماں کوں خرمن جو سو عزیز کہاں عام لوگاں کوں اتنی تمیز
کو لوگن کو
بھی ہے جاے ضرور کی جو ترتیب سے کہاں جانتے ہیگے سب عام یو
اور بھی
وہ ہو نہ سنل کی سوئیں ہے خبر نہ اناداں بی کن سو کیوں سر بسر
سمجھے
ہی روز گیا یا ہیا سو تمام نہیں جانتے ہیں جو یو خلق عام
کرم ہو فضل سیں اگر چے جو ب لجا ئیگا سلامت سوں کیتے کون حجا
اور سے بجا ئیگا سے کو
تو احکام وارکان کیا جانتے اگر بھوت لوگاں نے بولے مجے
کھکے بہت لوگ مجے
خدا گر دیا تو بھی دینے کی بات نہیں جانتے ہیں جو یعنی نہ کا ت

کہ ایسا کر دب کوں ہوئے خوش نام رہے فضل جاری ہو گا ہے مدام
عربی کی باں میں کا تیل تال سمجھنے کوں لگتے ہیں کی ہا ہوال
کتابوں کو
مشقت ستی کوئی پڑے تو اگر سو آ ئے مرداں کے جانے دگر
سے پڑے مردوں کے سوا کوئی دوسری جن خانگی
ہو عورات کی اصل ناقص عقل خزان کو کاں ایسے آتا ں ل
کو کہاں باتیں
سبب کے تیں گر عمل کے کریں تو بولو انا یاں انو کی کریں
تہیں
کہ یو بات میرے بی ل پو جا ئی سبب وہ کہ منج کوں بی ہی اچھا ئی
بھی وہ
کہ اس باب کے بیچ کر نا خبر اگر کے تیں تو بری مختصر مجھکو بھی
کئی نہیں
بھی جکے اپر یو جو ہو ئیگا میاں دعا سیں کو نی ہو ر لیا ہو ئیگا ہاں
اور کھولا
تو انکی دعا سیں کے ہیں جتے ہووے مغفرت منج کو مخرشے
سے جس نے
لگا بھوت پنج کمینے اس پر نام خزانہ عبادت رکھیا اس کا نام
بھکے بہت
سنو عرض میرا لے کا تب سکل سلام ہیگا میرا سبھو اول
سبھوں پر
بعد اسکے بسی عرض میرا سیار ملک با بتلک کو ں جو دا ں لیا
بلکہ کو
مرے عاجزی کی سا بدا رسوں محمد ہی ہیں بس ہے ہشیار کوں
ہی
یہی عرض میرا جو ہیگا اتا ل ہر اک لفظ ہی تو یہ لکھنا ہما
سے کو

اگر لفظ سکا اچھیگا جہاں "تمام" کو ہرگز نہ لکھنا وہاں
"سب" کا
نہ کو اسکا بیکس بی العزیز کہ ہیتے تمام کوں سو سب کر کو نیز
نکرو نہ کرو بھی
جہاں لفظ بھی ہی تو واں بعد کو جہاں "بھی" بہرا چھیگا تو "بھی" کر نکو
نکرو
اسی طور سوں سب جو لفظاں پچھا کہا تنکوں بکا کروں ہیں بیا ہوگا
کہاں تک
سہو ہوں غلط جو لکھے ہوئیں اگر او چھا کر لکھو اس ہیں شوق سو اچھر
سے
مقدم و آخر جلیا تو قدم پھر پھر کو لکھنا سنو دم بدم
ہمہن چلا
معافی ہیں گر چے برا برا چھو خدا و اسطہ تو بھی چھپکر لکھو
چھپکر
چھپا پو کر لکھنے ہیں پاؤ تم تو ایک بڑے کو لکھ کو چھپکاؤ تم
اگر قلم چلے ہوے پر لکھنا پسند کرو
اگر کس غلط ہے تو مسلہ اپنے منع نہیں صحیح کرنے کوں اپنے
کہیں میں
اگر کیس جو بھی بہ سکتی اچھے منع ہیں اگر صاف کر کر لکھے
کہیں
غرض اپنا مطلب سے کہنا ہوں شکستہ وزن کیں برا برکہا
سکتے ہوں نہیں
نظر اپنی مطلب پورا کہو تمام پہ را کھو قبح حسن سوں نسبت کیا کام
سے
نکاحی بھی تیاں کوں ناچھوٹا زیادہ بی ناس بنے جو ڑنا
بھی میں
ناکام یعنی بیکار حج بیت کو یو دیا پہ کر کہیاں سیں ختم آتا اپنی مطلب پورا کیا قلم
سے لیں پر رکھا
بعد اسکے دسری سڑی پو اتر صفت بادشاہ کی سو کرتے مگر
دوسری سیڑھی پر
یو معنی جو سکی سو شاہی اچھے ضرور کی کوں اتنا نچ پڑ نا لکھے
کو آشنائی پڑھنا
اللھم وفق سلطان زمانا ھذا اجعل بادشاہ غازی ملاحب وترضاہ واجعل
آخر تہ خیرا من الاولی ۵
نائب سیل حمد شاہ کے نام بنیا کر اس میں لکھیا انکا نام
بنا کر کے
فضل یو تا ہوں حسنہ کا اتا میرے دل کا سب مدعا ہیں لا
اب
ہر اک کوں یو آسان ہر اک باب کہ ہوتا اگر میں کیا یو کتاب
کو
شروع کرتے تو فا تحہ میرے نام پڑھیگے مگیں مغفرت تو تمام
بدہیں گے آمین

اسی طرح
ف جو کی نماز جمعہ وغیرہ پڑھنے والے کے حق جو ترکیب اس کتاب میں ہے اس سے تھوڑی سی عبارت نہ تالیف کتاب زیر بحث کے مطلوم ہو گی لیکن یہاں کھدیگئی اعضاء واشاہ جہاں غازی ابوالمظفر کی حکومت مدت ۱۱ ۱۱ ۱۱

فضل بولتا ہوں خدم کا انا میرے دل کا ہے پیٹ عاصیں لا
اب

ہر ایک کوں پوچھ آسان ہر لک بات کہ ہوتا کار میں کیا یو کہ آپ
کو کھلا جھکا

شروع کرے تجھو فاتحہ میرے ام پڑیگے نگلیں مغفرت تو مت ام
پڑھیں گے ماگیں

خدا کے نفسل سوا چھوٹیگا کر کیا اسیں کو شش ہیں شام و فجر
سے چھوٹ نگا جھکا

منگو مغفرت میرے بابوں فرز پڑو فاتحہ پہلے آخر کوں نیز
ماگو اب ہیں پڑھو پہلے کو

اگر ایک فضل بی پڑیگے نہ ہیں یو دوبات بی ان پو ہیگے فرز
بھی پڑھیں گے بھی پہ بھی

کہ سوں نیں نصیحہ دیتا ہیں مگر عاجزی سوں منگ لیتا ہیں
سے نہیں سے ماگتا ہوں

پڑیگے تو ہے بیچ پواسان لو کر سوال مت روسلماں ہو یو
پڑھیں گے مجھ پہ سلمان ہو کر میرا یہ سوالات رد کر

ہی اسکے بابوں کئے سو جبر حدیث او لکھیا ہوں سو سر سر
باب میں وہ لکھا

کا تر دالسائل فلا تنھر کا فاستر دکر سائل کوں اگر کافر ہے تو یوں!
کو اجنڈ کہی بھی

آلھی ہیر اوین و ایمان سنبھال بھی ماں پاپ بی تو ں کھنا ہر کا
اور بھی بھی تو

یو ں ہیر او لاد بھی استر ا ہی جا تک جو ہو دنیا تے کے
اور اور اور اور جہاں تک

آلھی جو ہیں میرے طالب مرید محمدی امت جو ہی کل سعید

الٰہی ہی حیکایتاں پڑیگے کتاب لکھینگے سینگے تو ہیں انکے ما ب
بھی

اور جو لوہی پڑ ہیں گے
سب کوں بی نیخ کوں کر مغفرت آلھی ہی مدعا دے سبت
اب سب کے بھی مجھ کو

ہی و یدار دے اپنا یار و بخش توں ہمارے بنا ہاں سبھی
اور تو نیخ گناہ سب

الٰہی بھی سیری بنی سو کتاب جہانیں واں سکو کرنا شتا
اور کو

آلھی توں کر نیگے میں اس کا وساج جہاں میں نبی کا جو حیاک پڑ اج
تو دینا جیہ تک

توں اسکوں واں کر دیا رے دیار ہوے ہو سو شرق و مغرب بھرا
تو اس کو

ہی کر اسکو مشہور قطب و جنوب ہی جاں توں کی پیروی لگی خوب
اور جہاں جھگی

توں مقبول کر اسکے تبع قیامیں ہوے مغفور ہر ایک عالم کے پاس
تو

کتاب یو سو ہر ہر سیوں میں پچھ ہو مقبول ہیکتوں میں اچھو
رہے رہے

مراسلات

انجمن اصلاح دارالعلوم دیوبند کا جلسہ

مولانا محمد علی۔ مولانا غفر علی خاں اور دیگر ہمنوا یان قوم سے
رپورٹ ختایج کرنے کی اپیل۔ اصلاح کے لئے قومی توجہ کی

ضرورت

انجمن اصلاح دارالعلوم کا اہم اجلاس دیر مسدرت
مسند نشین مند آرستہ حضرت شیخ الہند مولانا اللہ مرقدہ تاریخ
۹ رمضان المبارک مطابق ۱۰ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء منعقد ہوا جناب
مولوی حافظ محمد محسن صاحب برخوردار حضرت شیخ الہند علیہ رحمۃ نے
حسب ذیل تجاویز پیش کیں۔ بہ اتفاق آرا پاس ہوئیں اور یہ
طے پایا کہ اس کی نقول تمام مسلم جماعہ کو بھیجا کر دی جائیں۔

(۱) انجمن اصلاح دارالعلوم کا جلسہ دارالعلوم دیوبند
کی موجودہ پیچیدگیوں پر جس کی تمام تر خوبی داری مجلس شوریٰ اور
اس کی غفلت سے ادا کی اتہام پر ہے اظہار افسوس کرتا ہے اور
تحقیقاتی دفعہ کے اس جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب اہل
سی۔ پی۔ ا۔ ے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل ہائیکورٹ گجیہ نہ
اسند عاکر تا ہے کہ دارالعلوم کے معاملات کے متعلق انہوں نے
جو تحقیقات کی ہے اسے جلد از جلد شایع کر دیں تاکہ مسلمان
موجودہ نزاعات کے متعلق کوئی آخری اور قطعی رائے قائم
کر سکیں۔

(۲) انجمن اصلاح دارالعلوم کا یہ جلسہ رئیس الاخبار مولانا
محمد علی صاحب ظفر الملک، مولانا حفیظ علی خاں فخر قوم، مولانا
عبد الباری صاحب قصوری، اسیہ صفیر علیہ صاحب پلیڈ اکاؤنٹنٹ
وہلی سے درخواست کرتا ہے کہ انہوں نے دیوبند تشریف
لاکر دارالعلوم کے متعلق جو رائے قائم کی ہے اس کو مولانا
فضل صمدانی نائم جمعیۃ العلماء سورہ ہر کی طرح شایع فرمادیں
تاکہ مسلمان اس مہلک اور گمراہ کن پروپیگنڈا کی حقیقت
سے کما حقہ آگاہ ہو جائیں جو آج کل حامیان اہتمام کی طرف
سے کیا جا رہا ہے۔

(۳) انجمن اصلاح دارالعلوم کا یہ جلسہ ذمہ داران قوم
و مذہب و معاونین دارالعلوم کی خدمت میں پُر زور اپیل کرتا
ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اوائل شعبان تک دارالعلوم کو
تمام تفاضل سے پاک کر کے ایسا دستور اساسی تیار کر دیں کہ
آئندہ اقتدار اور وراثت و ولایت کا بیجہ کے لئے خاتمہ
ہو جائے اور دارالعلوم کا تمام سلسلہ بانیہ کے معاہدہ کے مطابق
اصولوں پر قائم ہو جائے جیسا کہ اکابر سلف کا منشا تھا۔

محمد یوسف علی خان غفرلہ
ناظم انجمن اصلاح دارالعلوم دیوبند

آلھی دکن سوں ہند و ستاں تلک آ ہی رواں کر توں طغیاں ایک
سے تک تو تک

الٰہی تو اگر اسکا دن سب کا رخ الٰہی نجا اس سبب زالج
یجا

اس طرف
توں کر اسکو مشہور عرب عجم انق اسکی پیئے ہے جاری قلم
تو

آلھی توں ہے شوق پڑھنا کوں بھی مغفرت فوں ہنا کریں
تو پڑھنے والے اور سنے مغفرت تو سننے والے کو

نا یاب ہیں تو ہو جا نو عزیز نہ ہیری ہزار ہو یک پہ چیز
یہ نبی تو

گذ ہیا کو پین سٹ جو ہاں سکل لکھیا اسر اجمعینہ ربیع الاول
جاکر جمع برس سب تیرا

بنا جب تو اسکوں یا یو خطاب خزانہ عامرہ ہزار اکتاب
بنا کو

کیا شاہ محمد نے تو یو چشم ہی پورہ دیکھے کر دم ہم
تو پر

بقیہ مسئلہ برار

نواب سالار جنگ بہادر ولایت تشریف لے گئے تو لوگوں نے
سرانجمن پر مگدودی اخبارات نے بڑے بڑے نوٹ لکھے
ارباب دولت نے حمدردی کی لیکن اس معاملہ کی کیسو ئی ہوئی۔
۱۸۷۶ء میں امیر کبیر کا انتقال ہوا تو نواب وقار الامراء
انکی جگہ مقرر کئے گئے۔ نواب سالار جنگ اور نواب وقار الامراء
میں ایک زمانہ سے ان بن تھی اس لئے ان کا تقرر کلی مصالح کے
بالکل منافی تھا لیکن دانشمند ان فرنگ کی سپریٹی روپلی علیحدہ
کرنا چاہتی تھا مگر نواب وقار الامراء کسی طرح نہیں مانتے تھے
اسکا نتیجہ اس معاہدے کی صورت میں ظاہر ہوا جس کی
اہم شرط یہ تھی کہ واپسی برار کا سوال کبھی نہ کیا جائے۔ اسطرح نواب سالار جنگ کی زبان بند کر دی گئی
۱۸۸۳ء میں ان کی دلی آرزو انہی کے ساتھ پیوند خاک
ہو گئی۔ تاریخ دکن کے اس زبردست ہیرو کے عجیب تحریک
ایسی دلی کہ زمانہ گزر گیا لیکن عہد عثمانی کی برکتوں نے ہمیں
پھر اسے خواب یاد دلایا۔ دلی ہوئی جیگا یا ای ہیدر آباد کی ہیں۔
پچھلے تیس چالیس برس سے اعلیحضرت قدرت نے انہیں چھینی ہوئی
دولت کے حاصل کرنے کے لئے آئینی طریقے شروع فرمائے ہیں
اس معاملہ کی ابتدا اس یادگار خط و کتابت سے شروع ہوئی
تھی جو اعلیحضرت حضور پرنور بندگان عالی اور سابق وائسرائے
لارڈ ریڈنگ کے مابین ہوئی ہے۔ اگرچہ اس تحریک کے
ہندوستان اور انگلستان کے اخبار میں ایک ہلچل
مچادی اور عموماً انگلستان کا پریس اور خصوصاً کرزن
ہندوستانیوں کی آواز اس جائز حق کے مطالبہ میں شریک رہی
لیکن شیر برطانیہ کی اصول منجمدگی میں کوئی فرق نہ آنے پایا
اب سنا جاتا ہے کہ بلڈ کیشن دیسی ریاستوں کے حقوق کی
حفاظت کا کام شروع کرنے والا ہے۔ دیکھیں برطانیہ عظمیٰ

کے حق شناس ہندوستان کی سب سے بڑی دیسی
ریاست کے سب سے بڑے جائز حق کی حفاظت
کس طرح کرتے ہیں؟

بیرونی خبریں

السنہ مغربیہ

دنیا میں بہ نسبت دوسری یورپی زبانوں کے انگریزی کے بولنے اور بولنے والے زیادہ ہیں۔ ہم چند یورپی زبانوں کے بولنے والوں کی تعداد درج کرتے ہیں

زبان	بولنے والوں کی تعداد
انگریزی	سولہ کروڑ
جرمن	گیارہ کروڑ
روسی	دس کروڑ
فرانسیسی	ساڑھے کروڑ
ہسپانی	پانچ کروڑ
اطالوی	پانچ کروڑ

مشرقی زبانوں میں سے چینی زبانوں کو سب پر تقدم حاصل ہے۔ یہ زبان کم و بیش چالیس کروڑ انسان بولتے ہیں۔

شاہ افغانستان کے سفر کا راز

لندن ۲۲ مارچ۔ شاہ افغانستان کے سفر کے متعلق انگلش مین کا نامہ نگار لکھتا ہے:۔

کئی لوگوں کا خیال ہے کہ شاہ افغانستان محض شاہانہ سیاحت کے لئے گئے ہیں۔ مگر معتبر حلقوں میں اس بات کا چرچا ہو رہا ہے کہ ماسکو افغانستان سے دوستانہ تعلقات پیدا کر کے کچھ سازباز کرنا چاہتا تھا مگر حکومت برطانی کے دفتر خارجہ کو اس بات کا علم ہو گیا اور اس لئے ان منصوبوں کو توڑنے کے لئے یہ چال چلی ہے مگر ہر دو خیالات غلط ہیں ماسکو نے نہیں بلکہ ڈاؤننگ اسٹریٹ (برطانوی حکومت) نے سب سے پہلے شاہ افغانستان کو شاہی سیاحت کے لئے دعوت دی تھی اور اس تجویز کو اس خفیہ اطلاع نے جنم دیا تھا کہ روس اور ایران کے درمیان ایک نہایت اہم خفیہ معاہدہ موجود ہے اور یہ خیال ایرانی گورنمنٹ کی اس کارروائی سے اور بھی زیادہ مضبوط ہو گیا تھا۔ جب کہ اس نے برطانوی ہوائی جہازوں کو بصرہ سے کراچی تک سیدھا راستہ اختیار کرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا

یہ بات تھی جس نے برطانیہ کو اس بات کے لئے تیار کیا تھا کہ وہ شاہ افغانستان کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کرے اور ملکہ وکٹوریہ نے ایران کے ایک بادشاہ کی جو خاطر و تواضع کی تھی برطانیہ نے شاہ افغانستان کی آؤ بھگت کرنے میں اس سابقہ واقعہ کو مات کر دیا۔

ترکستان کے مسلمانوں کی پریشانی

ریگا ۲۸ مارچ۔

سید حسین جواد نادہ کی سرکردگی کے لئے ترکستان کے مسلمانوں کی جانب سے متواتر و متواتین پیش ہونے پر افسروں نے اور آدمیوں کو گرفتار کر لیا جس سے مقامی مسلمانوں میں پریشانی پھیل گئی ہے۔ سید حسین ضلع حاشتخ آباد کے صدر ملا ہیں۔ انہوں نے ۱۹۰۵ء میں ایرانی انقلاب پسندوں سے ہتھیار ہو کر تبریز سے ترک وطن کر گیا تھا۔ ان پر جو الزام لگایا گیا ہے اس میں چھاپا ہے کہ انہوں نے آج سے بیس سال پہلے تحریری کو شیعہ بلشویک انقلاب پسندوں کو گرفتار کروایا تھا۔ اور ان پر یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وہ سوویٹ گورنمنٹ کے خلاف بعض اسلامی اصول کی سختی کے ساتھ پابندی کروانا چاہتے ہیں جن میں عورتوں کی پردہ داری بھی شامل ہے۔

مقامی مسلمانوں نے ایک محضر نامہ پر کثیر التعداد اشخاص سے دستخط کئے تھے اس مضمون کا پیش کیا تھا کہ وہ بے گناہ ہیں اس لئے اگر صرف عہد انقلاب کے موقع پر بھی نہیں۔ مگر کر دیا جائے تو مناسب ہو گا۔ اور انہوں نے بہ حیثیت مجموعی ان کی جانب سے مناسب ہونے کا وعدہ بھی کیا تھا۔

لیکن اس درخواست کو نامنظور کر دیا گیا اور بعض سربرآوردہ لوگوں کو انقلابی سازش کرنے کے الزام میں گرفتار بھی کر لیا گیا۔

ابن سعود کو برطانیہ نے کوئی بارود سے مدد کی

لندن ۲۷ مارچ۔ ڈیلی ٹیلیگراف لکھتا ہے کل ایک سوال کے موقعہ پر وزارت العوام میں شاہ ابن سعود کو گولی بارود کی فراہمی کے قابل ذکر اکتشافات ہوئے۔

لفٹننٹ کمانڈر کنرتھی (رعب العمال) نے غیر مشروط سے سوال کیا کہ آیا ۹ نومبر ۱۹۲۳ء کو تیس لاکھ لی الفیلڈ کارتوس اور چار لاکھ کارتوس کا کلپ اور پچاس کو تیس لاکھ کارتوس کی برآمد کے متعلق جو سب کے سب حجاز کے باشندوں فروخت ہوئے تھے ان سے مشورہ کیا گیا تھا اور ان کے پاس کیا اضافت ہے کہ قبائل اور شاہ ابن سعود شاہ حجاز کے جگلنہ راشیرخ قبائل ان کارتوس کا استعمال ملک معظم کی فوجوں کے خلاف نہ کریں گے۔

مسٹر امری سکرٹری مستشرات نے جواب دیا کہ اس سوال کے پہلے حصہ کا جواب نفی میں ہے لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ دفتر خارجہ اور سروس ڈیپارٹمنٹ سے اجازت نامہ فروخت کرنے سے پہلے مشورہ کیا گیا تھا۔

فلسفہ اسلام اور اقبال

ڈاکٹر سر اقبال نے انجمن حمایت الاسلام لاہور میں اپنا انگریزی لکچر فلسفہ اسلام پر پڑھکر سنایا۔ اور ثابت کیا کہ فلسفہ اسلام کا تعلق تمام دنیا کے نظام فلسفہ سے فوقیت رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ امام غزالی اور رازی نے اپنے اپنے عہد کے لحاظ سے جو خدمت فلسفہ اسلام کی کی اسی طرح وہ بھی عہد حاضرہ میں موجودہ زمانہ کے لحاظ سے اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا لکچر جب شائع ہو گا تو وہ فلسفہ ہدایت کی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کرے گا۔

جن اصحاب کا چندہ سہ ماہی تعاونہ کبھی کا ختم ہو چکا۔ براہ کرم چندہ منی آرڈر کے ذریعہ روانہ فرما کر ممنون فرمائیے
منیجر

مختلف خبریں

رعایائے حیدرآباد کا جلسہ

رائے پیٹھ مدراس، باشندگان حیدرآباد کی ایسوسی ایشن مدراس کا ایک جلسہ امپیریل لائبریری روڈ میں زیر صدارت مسٹر ایم آر اے آئی سی ڈی وی منعقد میں مدلیہ زمیندار منعقد ہوا۔ اور مندرجہ ذیل قرار داد یہ بالاتفاق پاس ہوئیں۔

(۱) رعایائے حیدرآباد کا یہ جلسہ عام جو زمیندار رؤسا اور تاجروں پر مشتمل تھا۔ انڈین سٹیٹ کمیٹی کی ظہر سلطنت آصفیہ میں آمد پر نہایت خوش آمدید کہتا ہے اور ان خیر ڈسر دانہ تجویزی تھرریکات کی تردید کرتا ہے جو کہ حیدرآباد کے نام نہاد باشندوں کی طرف سے پونا کانفرنس میں پاس کی گئیں جبکہ اس کانفرنس میں حیدرآباد کے باشندوں میں ایک بھی شامل نہ تھا اور جن کا مقصد محض ریاست کے اولوالعزمانہ کارروائیوں کو نقصان پہنچانے کے علاوہ ایک جانب تو اعلیحضرت حضور نظام اور ان کی وفادار رعایا کے درمیان بد دلی پھیلانا اور دوسری جانب حضور نظام اور حکومت برطانیہ کے مابین ناخوشگوار فضا کا پیدا کرنا تھا۔

اعلیحضرت حضور نظام کی وفادار رعایا کا چلبہ پوری امید نظام پر کرتا ہے کہ تاریخ ہند میں حضور نظام کی ان زرین خدمات کا خیال رکھتے ہوئے جس کی بنا پر برطانوی تاریخ میں بھی اپنے دوستانہ تعلقات کی وجہ سے ایک عدیم النظیر مثال پیش کی ہے۔ نیز ان قربانیوں پر جو کہ حکومت نظام نے مشرق میں حکومت برطانیہ کے استحکام نیز ہندستان کے تحفظ کی خاطر جنگ عظیم میں کین کمیشن یا وفادار اور برطانیہ کے ان تاریخی تعلقات نظر انداز نہ کریگا۔

(۳) اس جلسہ کی رائے میں ان سابقہ تعلقات کو مکدر بنانے کی غرض سے اگر کوئی حکمت عملی اختیار کی گئی یا حکومت نظام کے اندرونی معاملات میں اس مندوبین کی آواز پر کان دھرتے ہوئے دخل دیا گیا تو اس کا نتیجہ نہایت خطرناک ہوگا اور ہندوستان کے طول و عرض میں بد اعتمادی کی لہر دوڑ جائے گی۔

(۴) یہ جلسہ حیدرآباد کے انتظامی معاملات میں نیز حیدرآباد کے قلیل لگان پر پورا پورا اعتماد رکھتا ہے جس کی وجہ سے ہندو مزارعین ریاست نہایت اطمینان و آرام سے اس امن و امان کے ظل میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور جن کے اقتصادی حالات نہایت سرعت کے ساتھ ترقی پذیر ہیں اور یہ سب موجودہ فرمانروا کے عہد مبارک میں محکمۂ آبپاشی کی وسعت اور ذرائع آبپاشی کے وسیع پیمانہ پر شروع ہو کر اختتام پذیر ہونے کے اسباب ہیں۔ نیز متعدد منتقی کا رخانہ جات بنک اور آمد و رفت کے وسائل میں اعلیٰ درجہ کی سڑکوں کا موجود ہونا اور ریلوے کی آسانیاں یہ سب موجودہ انتظامی معاملات کی خوبی اور عمل ہونے کے بہتر عین دلائل ہیں۔

(۵) یہ مجلس اس امر کی درخواست کرنے کی جرأت کرتی ہے کہ کمیشن حکومت برطانیہ کی خدمت میں یہ امر پیش کر دے کہ وہ اعلیحضرت نظام کی مملکت پر پورا بھروسہ رکھے نیز بیرونی پیچم کی بندرگاہ اور اس کا ملحقہ ساحل جو کہ بعض معاہدات کی بنا پر بحالت حیدرآباد کا ایک جزو قرار دیا گیا تھا حضور نظام کو واپس کر دیا جائے۔ تاکہ حیدرآباد کی بحری تجارت اور اس کے باشندوں کی ترقی و بہبودی میں مزید اضافہ ہو سکے۔

ایک مسلم خاتون کی ذرا سی میں کامیابی

کلکتہ ۱۱ اپریل۔ آقا مولوی الاسلام ہلال الدین صاحب مشہور و معروف مدیر ہفتہ وار جلیل المیین کی صاحبزادی فرخ سلطان نے جامعہ عثمانیہ کے امتحان قانون میں درجہ اول میں کامیاب ہوئیں۔ اور تمام یونیورسٹی میں ان کا دوسرا نمبر رہا۔ مسلمان طلبہ میں تو آپ سب سے اول رہیں۔

کرایہ کے ہوائی جہاز بمبئی میں

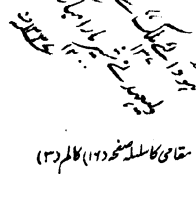
بمبئی ۱۱ اپریل۔ بمبئی میں عام استعمال کے لئے چھوٹے چھوٹے ہوائی جہازوں کی پرواز کا انتظام کیا جا رہا ہے یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا نمائندہ یہ خبر کلکتہ پہنچ جلد سبقت لے جائے گا۔ لائٹ ایرو پلین کلب کے نام سے ایک انجمن قائم کی گئی ہے جس کے تقریباً دو سو ممبر ہوا در موٹر تیرنے کے رکن ہیں۔ اس انجمن کی نگرانی میں ہوا باز کا سلسلہ قائم ہو چکا ہے۔ دو ہفتہ تک ایک ہوائی جہاز کیل کانٹے سے درست ہو کر معروف عمل نظر آئیگا۔ اور سال رواں کے اختتام سے پیشتر نصف درجن طیارے مہیا ہو جائیں گے معلوم ہوا ہے کہ حکومت نئے سازوسامان کے لئے گرانٹ علیحدہ کا وعدہ کیا ہے۔

مقامی خبریں

جمعہ کو سواری مبارک حضرت اقدس اعلیٰ باغ عامہ نہضت افروز ہوئی تھی بعد نماز جمعہ مراجعت عمل میں آئی۔

جمعہ کو مسیح کے سات بجے کا سپیشل ٹرین شاہزادگان بلند اقبال و نواب اعظم جاہ بہادر ولیعہد سلطنت و نواب معظم جاہ بہادر) کی مراجعت شکارگاہ رسم پیلہ سے عمل میں آئی۔

ابو المعارف سید عطا علی صاحب عارف ابو العلائی قاضی پرگنہ ہنسر نور محافظ دفتر ملکی اسکی تاریخ نکالی ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے:-



مقامی کا سلسلہ صفحہ (۱۶) کالم (۳)

اعلان در فہرست امدادی سکاشپ کمیٹی سرکاری

نمبر ۱۶ واقع ۴ خرداد ۱۳۴۸ف

ہرگاہ مسماۃ محمود خاتون صاحبہ عرف اقبال بیوہ المحمود خان صاحب مرحوم نے جائداد منقولہ کو جس کے متعلق ذیل میں بیان کیا ہے کہ وہ ان کی ملک ہے اور بلا شرکت غیرے ان کے قبضہ و تصرف میں ہے اور جو قرضہ معاملہ انجمن اتحاد باہمی کی کفالت میں بمبہ (۱۰۰۰) روپیہ ہے قرضہ تعلیمی کی بابت سرکار عالی مسیتہ تعلیما سے کے حق میں کھول کیا ہے ذریعہ ہذا اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص کو اس جائداد کے متعلق کسی قسم کا حق ہو تو وہ تاریخ طبع اعلان سے ایک ماہ کے اندر معتمد اسٹیٹ اسکالرشپ کمیٹی سرکار عالی مسیتہ تعلیمات کے پاس رجوع ہو اور اپنے حق کا اظہار کرے ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ جائداد مذکور کے متعلق کسی شخص کو کوئی دعویٰ نہیں ہے اور وہ جائداد تا واپسی اصل قرضہ و سود سرکار عالی مسیتہ تعلیمات کے حق میں محمول رہیگی۔ درصورت ضرورت اس سے سرکار عالی مسیتہ تعلیمات کے مطالبات کی بابر جاری کی جائے گی۔

صراحت جائداد

قطعہ مکان پختہ نمبری (مطلب) واقع کنٹونمنٹ ایشن روڈ مسمومہ محمود منزل محدودہ ذیل۔

شمال — جنوب

مکان ڈیکلہ پالی — شاہراہ عام سیشن روڈ

پیغام صلح

ہندوستان بھر میں اپنے رنگ کا واحد اخبار ہے نہ ہے کسی رکھنے والوں کے لئے بہترین مانا گیا ہے۔ بنونہ مفت سالانہ چندہ چھ روپیہ طلبا سے چار روپیہ۔ اجرت اشتہار بالکل مناسب بلکہ ارزان۔ پتہ

منیجر اخبار پیغام صلح لاہور

مشرق

کوچہ فتح سلطان

مغرب

مکان ایم ایم کالکا۔

شرح تنخا منجانب متعلقہ

بقیہ مقامی خبریں

——— نواب نظامت جنگ بہادر صدر المہام سیاسیات کی مدت ملازمت میں پنجگانہ خوشی سے ایک سال کی توسیع منظور ہوئی۔ اس خوشی میں شبہ کو محکمہ سیاسیات میں تعطیل دی گئی تھی۔

——— مولانا شوکت علی صاحب کیشنبہ کو بجے صبح بمبئی روانہ ہوئے۔

——— گرم افواہ ہے کہ نواب مسعود جنگ بہادر کی جگہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب کا تقرر ہونیوالا ہے۔

——— ہمارا بہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت پیشکار و صدر اعلم بہادر صدر مہ صاحبزادگان و مسٹر پرتھیائی اول تعلقدار نظام آباد و ارکان اسٹاف وچہارشنبہ گزشتہ کو بیت الحمد دہین قدم رنجہ فرما ہوئے تھے اس شفاخانہ میں چار سو بندھی موجود رہتے۔ بندھیوں کے علاج کرنے کے مقام معائنہ فرمایا گیا۔ ہر مسلمنی کی خدمت میں ایسے لوگ پیش کئے گئے جو ان کے علاج سے تحت یاب ہوئے تھے۔ شاخ بانسری میں تیس بندھی نوکے کام کر رہے ہیں۔ ہمارا جہ بہادر نے مجمدہ دہین کی ضیافت کے لئے ڈھائی سو روپیہ مطافر فرمائے۔

برا ونگ

از مولوی سید وقار احمد صاحب ایم اے مدیر نظام گزٹ۔ سید صاحب نے جامعہ فتحانیہ سے کامیابی کی سند پانے کے بعد براونگ کے اشعار کا ترجمہ خوبی سے کیا اور کی بقولیت خود اسکی تعریف کیلئے کافی ہے۔ "بہت (عمدہ) (ہنر مندی ہمارا جعدر اعظم بہادر)

نامرد یض بھی شرجانفزا کی ایک پیالی سے جو بلب بھی

ایک ہفتہ میں ہوشیار ہو کر باتیں کرنے لگتا ہے

جراثیم کے سریع التاثیر مفرح و مقوی اعصاب و شریہ ہونیکا اثبات ہوا ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ منعوظات عنبری اور یاقوتی بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ کثرت مطالعہ و ماغی محنت و تکان اور شدت گرمی و برخ و غم کے صدمہ اور ضرب لگنے کے سبب سے نشی طاری ہو کر ہاتھ پاؤں سرد اور جسم پسینہ سے تر ہو گیا ہو مریض سست اور نڈھال ہو جاتا۔ اور چہرے پر شرمندگی چھا جاتی ہے اسوقت شربت جانفزا کی ایک خوراک سے چند منٹ میں مریض کے دل و دماغ میں طاقت آکر چہرے پر رونق اور بشاشت کے آثار نمایاں ہو کے میں اور بات چیت کرنے لگتا ہے لاغر اور کمزور جسم پر جان اور تازگی مزاج لاغر اندام میں راحت اور ماغی محنت کرنیوالوں کے لئے اور دل و دماغ کے ہر قسم کے ہر یشان اور تکان کو دور کرنے کے لئے اور دل و دماغ کے ہر قسم کے درد اور تمام پاؤں پھیلنے اور ہر قسم کی کمزوری کے واسطے بیمثل ہے

قیمت فی شیشہ دو روپیہ اول جاں دو جہ اعلے صدر

اکسیر محل شیخ فالجیرن کو تحلیل اور میڈول اوبلانگیٹا کو دور کر کے جسم کو اصلی حالت پر لانے اور چستی و چالاکی پیدا کرتی ہے۔ بلڈپریشر ہیڈ اور بلا تکلیف ایک ماہ میں دس پونڈ وزن کو کرتی ہے قیمت شیشہ ۴ روپیہ پتہ ڈاکٹر ضیاء بیلا ٹریڈ پیکنگ سرکلب سجد افضلگنج حیدرآباد دکن

ایک روز میں اثر دنیوالی اکسیر سل نمبر ۲

اپنے اعجاز نما فوائد کی وجہ زمانہ بھر کی دواؤں پر سبقت لے گئی ہے

اکسیر سل نمبر ۲ سوختگی سے پیلزون کے کم خراج اسان تکلیف تنفس فرح فشی کے موجب سل بخار اور دردجگر میں جسقدر جلد اور جسقدر یقینی فائدہ ہوتا ہے اسکے کہنے سننے کی حاجت نہیں ہے سینہ و اشتہاء ہاضمہ درست ہو کر طاقت آجاتی اور جسم کا وزن بڑھ جاتا ہے ہمارا علاج جو سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے اس کے استعمال سے بفضل خدا صحتیاب ہو گئے قیمت پچھتر پانچ روپیہ

حسن افروز دور کرنے کے عمدہ کو محمل کی طرح نرم اور صاف اور سیاہ رنگ کو گندمی اور گندمی کو روشن و درخشاں بتاتا ہے قیمت فی شیشہ عابدن

طلا امہالنسہ چہرے کے پیلون کا درد اور ورم رفع کر کے خوبصورت کر دیتا ہے۔ قیمت شیشی عہ

اکسیر خم دہن سوڈون کا درد ورم زخم پیپ اور منہ و دہان و حلق کے زخم اور چھالوں کو ایک روز میں کم کرتی ہے۔ قیمت (عہ سہ)

مرد عورتوں کے مخصوص امراض کا علاج بذریعہ خط و کتابت پتہ ڈاکٹر ضیاء بخش ریلا ٹریڈ پیکنگ سرکلب مسجد افضلگنج حیدرآباد دکن

ایک سلائی سے نظر گئی اندھی دین بیو الا ایک سلائی سے

جواہر لؤلؤ امین اعجاز نما فوائد کی وجہ شہرہ ہے

بیس بیسہ کی شیشہ والا خالص جمیرہ اور جواہرات کا سرمہ اور دلائیں برتی آکر بھی اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ

یہ ہر ایشن کے لئے مکمل کام کرتا ہے

تیس سال تک کے پھوڑے اور دس سال تک کے

موتیا بند کے سایوں اطلاع اندھے

اور بارہ سال تک کے کوڑھ و پیڑ بال و ناخنہ کے لاطلاع مریض جو دیدوان و کیلیون ڈاکٹروں اور یونانی

دواخانوں کے مسلم الثبوت کے مسابحہ اور سیوں سرجنوں کے علاج و آپریشن سے برسوں میں اچھے نہ ہوئے تھے ان کی بصارت

جواہر نما امین نے بجمال کردی سنداست موجود رہیں

بلحاظ مختلف امراض اس کے بارہ قسم اور بلحاظ طاقت تین درجہ ہیں

مرض کی عمر اور مرض کی کیفیت بتانے پر نمبر اور درجہ

تجویز کیا جاتا ہے قیمت درجہ اعلی بے خاص ۱۰ خاص ۸

ہر قسم کے اندرونی بیرونی درد کو دور فلسے درد کش لگانے اور دو بوند پینے سے آشوب میں آرام ہو جاتا ہے قیمت شیشی (۱۰ روپیہ ۲ روپیہ)

پتہ ڈاکٹر ضیاء بخش ریلا ٹریڈ پیکنگ سرکلب مسجد افضلگنج حیدرآباد دکن

کتبخانہ تجارتی عبید الرزاق تاجر کتب و پبلشر مالک رزاقی مشین پریس مینار حیدرآباد دکن

جان سخن نواب فصاحت جنگ (جلیل) کے کلام کے خواہش مند دکھو مژدہ باد کہ اب دیوان (جان سخن) کمر طبع پہ ہو چکا ہے جو کئی سال سے کمیاب تھا قیمت ..... عہ

تذکرہ شعرا دکن اسمیں ۱۳۲۹ھ تک قدیم و جدید شعرا کا ذکر اور انکی شاعری کا نمونہ درج ہے۔ پہلے اڈیشن کی قیمت (۴) روپیہ تھی (اب صرف ۱ صہ)

عروس ادب ہوش بلگرامی کے اخلاقی و ادبی تاریخی اور سیاسی مضامین کا مجموعہ ہے قیمت (۱ عہ)

کلیات وفا حکیم عبد الہادی خانصاحب وفا راموری کا کلیات ہے جس میں غزلیات رنگین اور مرثیہ و قصائد بھی دلچسپ ہیں قیمت ..... ۱ عہ

سیرۃ النبی مجلد چرمی سنہری کام حصہ اول (۷) مجلد چرمی کام سنہری (۱ صہ) حصہ دوم مجلد سنہری کام تقطیع کلاں ..... (۱ صہ)

کیمیائے سعادت کتاب حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی لاجواب تصنیف ہے کاغذ چکنا۔ اسکے صفحات (۸۵۲) قیمت ۱ صہ

مآثر دکن بلدہ حیدرآباد و مضافات بلدہ کی عمارات و آثار پر نہایت بہترین کتاب ہے جس میں (۵۷) تصاویر اور کتبے درج ہیں اور حالات نہایت دلچسپ ہیں۔ مولانا سید علی عنبر بلگرامی اصفہانی جیسے فاضل نے تالیف کی ہے قابل دید ہے قیمت ۷ ے

بیوہ کی کہانی بیوہ کی زبانی قابل دید نظم ہے ایک پرتاثیر دلگداز بیوہ کے حقیقی حالات اور فطری جذبات کا آئینہ ہے۔ درد و غم رنج و مصیبت کا گنجینہ ہے۔ ممکن نہیں کہ اسکو پڑھنے کے بعد کوئی آنسو نہ بھائے قیمت ۴

نیک بی بی اس نظم کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ کسطرح ایک نیک خو بی بی نے اپنے بدخو شوہر کو خوشخو بنا دیا قیمت ۲

مثنوی مشعل اسلام اسمیں توحید باری حق تعالے و اثبات رسالت کے ایسے زبردست رسایل بیان کئے گئے ہیں جو بڑے بڑے مستند کتابوں میں بھی نہیں مل سکتے قیمت ۸

اعظم اسٹیم پریس

میں ہر قسم کی لکھوائی چھپائی عمدہ اور کام بروقت وعدہ پر کیا جاتا ہے۔

اس اسٹیم پریس سے دنوں کا کام گھنٹوں میں عمدگی سے تکمیل پاتا ہے۔

مشتہر

عبید الرزاق تاجر کتب مالک اعظم اسٹیم پریس مینار حیدرآباد دکن

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چندہ

سرکار سے سالانہ	چوبیس روپیہ
امراء و رؤسا سے سالانہ	پندرہ روپیہ

ہندوستان کے لئے مع محصولڈاک

سالانہ	ے
ششماہی	۸ے
سہ ماہی	عاں
فی پرچہ	۲½

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمایئے

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایئے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمایئے

(۵) نظام گزٹ تقریباً ۱۶ صفحے کے حجم پر شایع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شایع ہونگی۔

منیجر

زیر عہد اقتدار و تاحرکت دولتہ نظام گزٹ پریس آفس سسٹم ریلوے واقع چار مینار حیدرآباد دکن ہر رجسٹر کرکے شایع کیا

رجسٹرڈ سرکار آصفیہ نشان (۶۱)

نظام گزٹ

عدد ۱۹
جلد ۱

مدیرین
سید وقار احمد ام۔ اے
محمد حبیب اللہ رشدی م۔ اے

مضمون خاص

صنف لطیف کی تعلیمی، اخلاقی، تمدنی اور معاشرتی حالت

از
نواب ڈاکٹر عثمان نواز جنگ بہادر
ایم۔ بی۔ سی ایچ۔ بی۔ (ایڈنبرا)

کتب خانہ تجارتی سید عبدالقادر بکسلر و پبلشر مالک اعظم اسٹیم پریس چار مینار حیدرآباد دکن

قرآن شریف اس میں پانچ ترجمے ہیں دو فارسی تین اردو اور برحاشیہ تفسیر مسمی بہ حسن التفاسیر مجلد ہدیہ اصلی (۴ھ) رعایتی (۳ھ) سکہ عثمانیہ۔

قرآن شریف مترجم باضافہ اردو مولانا مولوی شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی برحاشیہ تفسیر موضح القرآن جلی خط خوش کاہر پارہ علیحدہ علیحدہ ہو سکتا ہے صفحات (۴۸۴) ہدیہ بلا جلد (۳ھ) مجلد (۴ھ) سکہ عثمانیہ۔

اردو اٹلس رنگین ملک سرکار عالی جس میں ضلع وار نقشہ جات نقشہ جات پایگاہ وغیرہ بہترین اور نایاب جدید اٹلس ..... قیمت (۴ھ) ..... رعایتی (۳ھ)

جغرافیہ عالم سوالات وجوابات میٹریکولیشن جامعہ عثمانیہ مرتبہ ہادی جھما جھم ..... مؤلفہ ملیصاحبا ناظر تعلیمات قیمت (۴ھ) رعایتی (۳ھ)

جغرافیہ دکن سلیس برائے مدارس عثمانیہ قیمت ۱۲ھ ۱۲ھ مرتبہ ہادی میر شرف الدین جدید تاریخ ہند برائے مڈل عثمانیہ قیمت ۴ھ ۴ھ صاحبزادہ قادری بی اے جدید جغرافیہ دنیا برائے ..... قیمت ۴ھ ۴ھ بی ٹی مدرس

صنم خانہ عشق یعنے دیوان امیر مینائی قیمت ..... ۴ھ رعایتی قیمت ..... (۳ھ)

مرآۃ البشارت و فارس ہر دفتر کے نام ہر خصوصاً ہر سررشتہ تعلیمات اور محکمہ جات عدالت وکوتوالی وغیرہ کے تیار ہیں جن کی تفصیل فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کی جاتی ہے آرڈر موصولہ فارم طبع کرکے (حسب المثل) کی جاتی ہے۔

فتاوی عثمانیہ سلیس اردو زبان میں کتب فقہ سے جمع کیا گیا ہے جو بالخصوص وکلاء کے لئے معلومات کا گنجینہ ہے قیمت ..... (۱۰ھ)

تمدن ہند (ہند کی بہترین باتصویر تاریخ) ڈاکٹر لی بان کی فرنچ تصنیف کا باضافہ اردو میں ترجمہ معہ اضافہ توضیحات وحواشی مفیدہ جس کو مولانا مولوی سید علیصاحب بلگرامی مرحوم نے کیا ہے جو آج سے چند سال پہلے (۴ھ) روپیہ میں فروخت ہوتی رہی ہے اس میں (۱۴۹) تصاویر دیدہ زیب اور (۲) الفرنب نقشہ اور تختی کلان ہے۔ اب یہ قابل قدر اور لائق دید کتاب مجلد کی (۴ھ) روپیہ قیمت کردی گئی ہے۔ علاوہ محصول ٹپہ امید کہ ناظرین کرام اس زرین موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دینگے۔

گلوب ۱۲ انچ قطر۔ ایک مدور جو لوہی اسٹینڈ اور سبز دے ہوئے پیتل کے رنگ میں لگا ہوا ہے جس کے ذریعہ زمین کی حرکت روزانہ و سالانہ دونو سمجھائی جاسکتی ہے۔ قیمت (۴ھ) روپیہ سکہ عثمانیہ۔ کلدار یا (۴ھ) روپیہ سکہ عثمانیہ۔

یادگار غالب حالات انکی اقسام نظم و نثر اردو فارسی کا انتخاب حضرت استاد مرزا اسداللہ خاں غالب دہلوی کے زندگی کے جس کو عالیجناب شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے مرتب کیا ہے قیمت بجائے (۲ھ) کلدار کے (۳ھ) حالی۔

ڈائری کلان جرمی اصلی قیمت ..... (۱۲ھ) رعایتی ..... (۹ھ)

" " مجلد پاچہ ..... (۹ھ) " ..... (۱۲ھ)

" " خورد جرمی (۴ھ) " ..... (۱۰ھ)

" " پاچہ ..... (۴ھ) " ..... (۱۰ھ)

نوٹس آن اسلام بزبان انگریزی اسلام کے متعلق بہترین تصنیف عربی جس کی شرح انگریزی میں کی گئی ہے مصنفہ عالیجناب خان بہادر حاجی خواجہ محمد حسین صاحب جس کو عالیجناب مولانا احمد حسین صاحب کے سی آئی ای سی ایس آئی (نواب امین جنگ بہادر) نے مختصر آ نہایت عمدہ اور سلیس انگریزی میں کیا ہے قیمت ..... (۴ھ)

گنجینہ ہدایت اس کا تر جمہ نہایت سلیس اور عام فہم اور حضرت مسلم کی حضرت بھی اس کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ قیمت رعایتی ..... (۱۰ھ) سوا انجمری ہی اس کے ساتھ ہے۔ سہولی استطاعت والے

ارمغان سلطانی المعروف سیر گلبرگہ شریف۔ تاریخی واقعات گلبرگہ شریف کا ایک سچا فوٹو ہے جو تین حصوں پر منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں شہر گلبرگہ شریف کے موجودہ حالات درج ہیں دوسرے میں زبدۃ العارفین حضرت مخدوم سنبھاز بلند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی الشہیر خواجہ بندہ نواز قدس سرہ العزیز نیز دیگر اولیا کرام کی فیاض زندگی اور ان کی سوانح عمری جو مختلف مستند معتبرہ کتب سے انہ کرکے مسلسل طور پر لکھے گئے ہیں۔ تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ کے مفصل حالات درج ہیں قیمت ..... (۴ھ)

نرخنامہ طبع اشتہارات نظام گزٹ چار مینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایک مشاعرت
ایک صفحہ	۴ھ	۲ھ	۱ھ	۵ھ	۵ھ
نصف صفحہ	۲ھ	۱ھ	۱۰ھ	۵ھ	۲ھ
ربع صفحہ	۱ھ	۱۰ھ	۵ھ	۲ھ	۱۰ھ
ایک کالم	۱ھ	۵ھ	۲ھ	۱۰ھ	۱ھ
نصف کالم	۵ھ	۲ھ	۱۰ھ	۱ھ	۱۰ھ
ربع کالم	۲ھ	۱۰ھ	۱ھ	۱۰ھ	۱۰ھ

اشتہارات کے نرخ ہمیشہ اخبار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ ہوتا جائیگا

سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات تیری میزان ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد (۱۹) حیدر آباد دکن:- دوشنبہ ۹ ذی قعدہ ۱۳۴۶ھ ۳۰ اپریل ۱۹۲۸ء ۲۶ خرداد ۱۳۳۷ف جلد (۱)

شذرات

بلدیہ کلکتہ (مجلس صفائی) کے افسر صحت کا بیان ہے کہ کلکتہ میں ہر وقت تقریباً دس ہزار دق کے مریض موجود رہتے ہیں۔ معلوم نہیں ہمارے شہر کے افسر صحت کا کیا اندازہ ہے۔

گذشتہ دس پندرہ سال سے حیدرآباد میں دق کی اموات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ کلکتہ میں یہ مرض نسبتاً عورتوں میں زیادہ ہے جس کا سبب افسر صحت یہ بتلاتا ہے کہ عورتیں پردہ میں رہتی ہیں۔ اس لئے ان کو تازہ ہوا اور روشنی میسر نہیں ہوتی۔ حیدرآباد میں دق کے مریضوں میں مردوں کی تعداد غالباً بڑھی ہوئی ہے اس کے لئے ہمیں اپنی مجلس صفائی کا ممنون ہونا چاہئے کہ اس نے مرکزکو اتنی عمدہ حالت میں رکھا ہے کہ ہر شخص بلا کوشش کے سیروں گرد و غبار اپنے پھیپھڑوں میں لیتا ہے اور اس طرح اس جان لیوا مرض میں یہاں کے مرد عورتوں پر سبقت لے جاتے ہیں!

سیاسی حیثیت سے ہمارا ملک ایسا نہیں ہے کہ اس کو بیرونی جنگ میں بذات خود حصہ لینے کا موقع ملے اس کا فائدہ ہمیں جانبازی دکھانے کے موقعے بہت کم حاصل ہیں۔ مگر چاری مجلس صفائی کتنی دانشمند ہے کہ بنیر فائٹنگ کے وہ ہماری جانبازی اور ایثار کا سبق سکھاتی ہے۔ یعنی حفظان صحت کے اصولوں کو ٹھکرا کر وہ ہمیں ہر سال ہزارہا جانوں کو آرام اور اطمینان سے موت کے حوالے کرنا سکھا رہی ہے۔

آج کل انگلستان میں نوجوان لڑکیاں بھی پارلیمنٹ کی ممبر بننے کا حق حاصل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ مدبرین کا خیال ہے کہ نوجوان لڑکیوں میں ہمیں اتنی صلاحیت نہیں پیدا ہوئی کہ ملک کے اہم معاملات پر صائب رائے دے سکیں لیکن انگلستان کوئی سیاسی جماعت نوجوان ممبوں کو اس کوشش سے باز رکھنے میں پوری مخالفت نہیں کر رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انتخابات عام کا فائدہ یہ ہے۔ خوف یہ ہے کہ اب ممبوں کی مخالفت کرنا لڑکیوں کے چیخنے کو چھیڑنا ہے۔

حال ہی میں ایک مس صاحبہ نے لڑکیوں کے حقوق کی تائید میں بڑی پرجوش تقریر کی تھی چانسلر یونیورسٹی بالڈون نے اس تقریر کی بڑی تعریف کی حالانکہ جناب صدارت پر ممبوں کی جماعت کے لیڈر ہیں اور لڑکیوں کی آزادانہ روی پر صدارت پر ممبوں کے دلوں کے جو حال ہوتے ہیں وہ ظاہر ہے۔ اسی صدارت پرست حکومت کے وزیر ہند لارڈ برکنہیڈ نے وہ جبکہ ہم سے سائمن کمیشن کے تقرر کی وجہ ہم لوگ ایسے ہی آشفتہ ہو گئے ہیں جیسے کہ وہ عوذ باللہ پڑھنے سے کوئی مسلمان ہے پہلی سنہ ۱۹۲۷ء کے نام سے آشنا ہو جاتا ہے) حال میں عورتوں کے حقوق مہری پر ایک مضمون کسی رسالہ میں لکھا ہے جس میں وہ نہایت قدامت پرستانہ انداز میں لکھتے ہیں کہ عورتوں نے وسیع اکثریانی قوت سفارہ محتاط پیش بینی اور قابل حرکت عمل کی صلاحیت نہیں دکھائی جس کی ایک قابل رحم پارلیمنٹ کیلئے شدید ضرورت ہے۔

اس تحریر پر قدامت پرستوں کے صدر یعنی وزیر اعظم مسٹر بالڈون بہت برہم ہوئے۔ اور پارلیمنٹ میں اس تحریر کے متعلق ایک سوال کے جواب میں کہا کہ "یہ تحریر حکومت کے عام نقطۂ نظر کے خلاف ہے اور اگر لارڈ برکنہیڈ کی کوئی اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے تو یہ ان کی بدترین غلطی ہے۔

نظام گزٹ
ہفتہ وار
دوشنبہ ۹ ر ذی قعدہ ۱۳۲۶ھ

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ
اور
نواب مسعود جنگ بہادر

مسلم یونیورسٹی کی موجودہ ابتری کو دیکھکر ہم افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ یہ ہندوستان کی واحد درسگاہ ہے جس نے ملک کے ایک طبقہ کو گہری نیند سے بیدار کر دیا۔ مدرسے کے بعد مسلمانوں کی حالت بالکل تاریک ہو گئی تھی۔ سالہا سال سے جو حکومت ان کے ہاتھوں میں تھی وہ اب انگلستان کے تاجروں کی مالک بن گئی تھی۔ فطرتاً مسلمان ان سے اور ان کی زبان سے نفرت کرتے تھے۔

سرسید احمد خان مرحوم کو مسلمانوں کی آئندہ تباہی و بربادی کے خیال نے بے چین کر دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچانے کا عہد کر لیا۔ مگر اس عہد کو پورا کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ ایک طرف مسلمانوں کا مذہبی طبقہ اس پر تلا ہوا تھا کہ انگریزی پڑھنے سے مسلمان کافر ہو جائیں گے۔ دوسری طرف مالی مشکلات کا ایک مہیب منظر پیش نظر تھا۔ غرض سرسید احمد خان مرحوم نے ٹھیک اندازہ لگایا تھا کہ مسلمانوں کی حالت اگر درست ہو سکتی ہے تو وہ محض تعلیم ہی سے ہو سکتی ہے۔ مگر تعلیم پانے کے لئے درسگاہ کہاں؟ مسلمان انگریزی سکولوں میں اس لئے شریک نہیں ہوتے تھے کہ انہیں وہاں اپنے مذہب کے جانے کا خوف لگا ہوا تھا۔ ان تمام مشکلات کو دور کرنے کے لئے سرسید مرحوم نے ایک قومی درسگاہ قائم کرنے کا تہیہ کر لیا اور خود اپنے ذاتی صرفہ سے انگلستان جا کر وہاں کی تعلیمی حالت کا گہرا مطالعہ کیا۔ اس کے بعد ہندوستان بھر میں کامگرانی لیکر اس قومی درسگاہ کے لئے چندہ جمع کیا۔ اس کے لئے عالیشان عمارتیں تیار کیں اور اس کو ایک کامیاب درسگاہ بنا کر چھوڑا جس سے صد ہا بی اے، ام اے نکلکر آج میدان عمل میں آ چکے ہیں۔

ایسی کامیاب درسگاہ کی ابتری گویا کل قوم کی ذہنی دنیا کی ابتری ہے۔ اس لئے اس کے نظم و نسق کا انتظام اب کسی ایسے شخص کے ہاتھ میں دینا چاہئے جس کو اس درسگاہ سے سچا عشق ہو اور جو تعلیم کا متوالا ہو اور تعلیم ہی اس کا اوڑھنا بچھونا ہو۔

یہ تمام باتیں نواب مسعود جنگ بہادر میں موجود ہیں۔

نواب مسعود جنگ بہادر کی ابتدا سے ہی اچھی تعلیم و تربیت ہوئی۔ آپ نے میٹرک کا امتحان کمبرج کے لئے بعد سات سال انگلستان میں رہکر کے۔ اسکوٹ ڈیوینٹی شپ لی، اے آنرس کی ڈگری سکنڈ کلاس میں حاصل کی اور بیرسٹری کا ڈپلوما بھی لیا۔ اپنے باپ اور دادا کے نقش قدم پر قانون کا پیشہ اختیار کیا لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد سرکار انگریزی نے آپ کا تقرر انڈین ایجوکیشنل سروس میں کر دیا آپ پٹنہ کالجیٹ اسکول کے صدر رہے ۱۸۹۵ء میں کرسٹک کالج میں تاریخ کی پروفیسری پر آپ کا تقرر ہوا اور وہاں آپ کچھ عرصہ تک پرنسپل بھی رہے اس کے بعد ۱۹۰۷ء شہر پور ۱۳۲۵ھ سے اب تک آپ ایجوکیشنل ڈپارٹمنٹ میں ناظم تعلیمات رہے اس اثنا میں آپ نے متعدد تعلیمی کاموں کا بھی انجام دیا۔ آپ کے زمانہ میں ریاست دکن میں ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم میں جو غیر معمولی ترقی ہوئی اس سے ہر شخص واقف ہے۔

جاپان کی تعلیمی حالت کا گہرا مطالعہ کر کے آپ نے اس کے نظم و نسق پر ایک مبسوط کتاب تصنیف کی۔ دوسرا جاپان کا انتخاب زبردست آپ نے ٹوکیو کے متعدد مشاہدوں اسی طرح تقریباً پندرہ سال تک آپ نے علمی خدمت انجام دی ہے۔ اور پیشتر ایک ماہر تعلیم کے آپ نے ریاست دکن کے محکمۂ تعلیمات میں اصلاحیں کیں۔

اب مسلم یونیورسٹی کی اصلاح کے لئے رائیل کورٹ نے کسی ماہر تعلیم کے انتخاب کا فیصلہ کیا ہے ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ انہیں نواب مسعود جنگ بہادر سے زیادہ بہتر اور اصول تعلیم سے واقف کون شخص مل سکتا ہے۔

اگر نواب مسعود جنگ بہادر کا تقرر ان شرائط کے ساتھ کر دیا جائے جس کی استدعا اس تار میں کی گئی ہے جو حیدرآباد دکن سے روانہ کیا گیا ہے تو ہمیں یقین ہے کہ یہ تقرر مسلم یونیورسٹی کے مستقبل کے بنانے میں بہت ہی کامیاب ثابت ہوگا۔ نواب مسعود جنگ بہادر کو فطرتاً اس سے چھڑوی ہوگی کیونکہ یہ پودا انہیں کے واجب تسلیم دادا کا لگایا ہوا ہے۔

پس کیا ہی اچھا ہو کہ نواب مسعود جنگ بہادر اس مقدس کام کے لئے اپنی آئندہ زندگی وقف کر دیں اس کی اصلاح اور سرسبزی پر کوشاں رہیں اس سے نہ صرف آپ کا احسان پوری قوم پر ہوگا بلکہ آپ کے واجب تسلیم دا الگل روح بھی خوش ہوگی۔

ہم امید کرتے ہیں کہ رائیل کورٹ سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ پر کافی غور کر کے ایسا انتخاب کریگی جس سے مسلم یونیورسٹی کی حالت درست ہو جائے۔ اور آئے دن ہونے والے گیان بید اور ہی ہیں ان کا سدباب ہو۔!!

ایک کھلا تار
(ترجمہ نظام گزٹ)
بخدمت رائیل کورٹ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

آپ کے اس دانشمندانہ فیصلے پر ہماری دلی بدھائی قبول فرمائیے جو آپ نے علیگڈھ میں ضروری اصلاحوں کے متعلق کمیٹی کے علمی تجاویز کے لئے بطور اصول کے منظور فرمایا ہے۔

بحیثیت اس کے کہ ہمیں اس بات کی عزت اور فخر حاصل رہا ہے کہ ہم میں سے بعض نے اس عظیم الشان انسان سرسید مرحوم کے زمانہ میں اور بعض نے ان کے بعد کے زمانہ میں علیگڈھ میں تعلیم پائی اور اس زمانہ سے اب تک اس تعلیم گاہ سے ہمیں قریبی تعلق رہا۔ ہمیں اس بات کی اجازت دیجئے کہ ہم موجودہ مشکلات کے حل کرنے کے لئے ایک ایسی تجویز پیش کریں جو ہماری رائے میں نہ صرف مفید ترین ہے بلکہ دور ہندوستان کے تعلیمات اخلاق مسلمانوں تک علیگڈھ سے دلچسپی رکھنے والے دنیا کے لئے بھی قابل قبول ہوگی۔

آپ حضرات اس بات سے یقیناً واقف ہوں گے کہ سرسید مرحوم کے پوتے نواب مسعود جنگ بہادر (سید راس مسعود صاحب) ظفر و اصغیہ میں بحیثیت تالم تعلمات ایک عالیشان اور نہایت کامیاب عہدہ کارگزاری کے بعد ممتاز حسن خدمت کے صلہ میں چند مہینے کے بعد وظیفہ لیکر حیدرآباد سے رخصت ہو رہے ہیں۔ ریاست حیدرآباد کا محکمۂ نظامت تعلیمات تقریباً (۱۰) لاکھ روپیہ سالانہ تعلیم عمومی پر صرف کرتا ہے جس سے اس خدمت کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے جس پر نواب صاحب موصوف نے ایسی شاندار کارگذاری انجام دی۔

انہوں نے نصف حیدرآباد کے محکمۂ تعلیمات کو کارگزاری کی موجودہ اعلیٰ سطح پر پہنچایا بلکہ انہوں نے عثمانیہ یونیورسٹی کی بناء ڈالنے اور تنظیم و ترتیب میں بھی نمایاں حصہ لیا جس یونیورسٹی سے اب حیرت انگیز نتائج ظہور میں آ رہے ہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کا کوئی سید اس مسعود صاحب سے بہتر ایسا کوئی ماہر فن تعلیم نہیں تلاش کر سکتا جس میں کسی یونیورسٹی کو تنظیم دینے اور چلانے کی قوت اُس سے زیادہ ہو۔ پس ہم اس کا نام نائب امیر جامعہ کی خدمت کے لئے پیش کرتے ہیں۔ جس کے اختیارات پروائس چانسلر اور پرو وائس چانسلر کے انتخاب کے لئے محدود نہ ہوں تاکہ وہ یونیورسٹی کو یونیورسٹی کی تیرہ قومی یونیورسٹیوں کے نمونہ پر چلا سکیں۔ اور اس طرح یقینہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (۱۱) کالم (۲)

صنف لطیف کی تعلیمی اخلاقی تمدنی

اور

معاشرتی حالت

اثر

نواب اکبر عثمان نواز جنگ بہادر۔ ام۔ بی۔ سی ایچ۔ بی (ایڈنبرا) سول سرجن اور کارونر ملیہ

اندرون و بیرون

زمانۂ حاضرہ میں دیکھا جارہا ہے کہ ہر ملک ہر ملت اس کوشش میں ہے کہ وہ اپنے جزلائیٹک زندگی کی شریک اپنے آس اور امت کی بنا کو اپنے برابر آزادی دے اور اپنے برابر شائستہ و لائق بنائے۔ جتنے مضامین مضمون بالا سے متعلق میری نظر سے گذرے ہیں ان کو اس کوشش میں بہرنے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ یوں لیجئے کہ مضمون ذیل ایسے بیشتر مضامین کا لب لباب ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو (۱) آزادی (۲) تعلیم دو (۳) کمانے کے قابل بناؤ۔ اب ہم کریہ بتانا ہے کہ آزادی تعلیم اور پیشے سے کیا مراد لی گئی ہے اور ایسی شریک زندگی کو کیا جامہ پہنانے کی صورتیں کیا ہوسکتی ہیں۔ پہلا کوئی بھی صحیح العقل شخص یہ چاہیگا کہ ہماری لڑکیاں ایک عمر تک اپنے بڑوں کی نگرانی میں نہ رہیں۔ یا کوئی بھی سمجھدار شخص یہ چاہیگا کہ کسی قوم کی بیبیاں اپنڈ اور جاہل رہیں؟ و شائد کوئی غائب العقل ہو کا جو چاہیگا کہ آئندہ آنے والے پودا لڑکیاں ہوں یا لڑکیاں وہ اپنی لیاقت اور ضرورت کے قابل کما کھا نہ سکیں) اب پہلی چیز کو لیجئے اور آزادی دہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالئے۔ پالی ٹیکس میں آزادی کی تعریف غالباً یہ کی گئی ہے کہ سوسائٹی فضائل کے سلسلہ کی وہ آخری کڑی جس کی تکمیل پر سارے فضائل کی تکمیل منحصر ہے۔ قدرت نے انسان کو انفرادی حیثیت سے بالکل آزاد پیدا کیا ہے وہ تنہا آپ اپنا مالک اپنا بادشاہ اپنی رعیت اور اپنا غلام تھا لیکن انسان عورت و مرد کے باہمی ناگزیر میل جول میں طبائیت و معاشرت کے تاثرات سب سے پہلے وہ بنا جو بے اس کے بعد اولاد کی نگرانی نے ذمہ دار تھے اور اسی نقطے سے تعلیم قومی کے نصاب کی بنیاد پڑی نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے انسان قوموں میں منقسم تھا اس کے بعد نہ ہی میں منقسم ہوگیا گویا تقسیم در تقسیم ہو گیا اور اس طرح انسانی آزادی کو داغدار کیا گیا۔

اگرچہ مذہبوں نے بہترین طریقہ اتصالات اور اعلیٰ سے اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی۔ اور کوئی زمانہ مذہب کی ترقی کا اس فائدہ مندی سے خالی نہیں۔ لیکن ساتھ ہی بہترین زندگی کی تلاش" اور "محمدومیت کا شوق" مذہبوں کی باہمی جنگ کی صورت میں ظاہر ہونے لگا۔ از صد وحشیانہ مظالم خونریزیاں اور باہمی نفرت و عداوت نے انسانی آزادی کو خاک میں ملا دیا میرے خیال میں یہ ایک مختصر سا خاکہ انسانی آزادی کے تدریجی تنزل کا ہے۔

تیرھویں صدی عیسوی سے یورپ میں قومی آزادی کی سرسراہٹ شروع ہوئی اور ہزار ہا قربانیوں کے بعد انیسویں صدی میں یورپین قومیں اپنے کو ایک حد تک آزاد دیکھنے لگیں مذہب کے قید و بند ٹوٹ جانے لگے۔ سائنس کو جس قدر ترقی ہونے لگی اسی قدر انسان اپنی ذہنی قوموں کی بدولت آب و آتش خاک و باد پر حاوی ہونے لگا۔ اگرچہ مذہب کے لیڈر اب بھی چاہتے تھے لیکن یورپین قوموں نے اپنے مذہب کو اپنی ترقی کے مطابق بنالیا اور جو احکام مذہب ان کی ترقی کے مارج تھے ان کو نکال دیا۔ اور یہی عمل آج تک جاری ہے کہ یورپ بائبل کے احکام میں، اصلاحیں ہو رہی ہیں۔ اور ڈیڑھ ڈیڑھ بائبل کے خلاف فیصلے صادر ہو رہے ہیں۔ بعض بڑے بڑے بشپ مسئلہ ڈارون کے قائل نظر آتے ہیں۔ اب وہ موقع اب وقت کہ ہم یورپ جا چوپنین اور توحید کا ڈنکا بزور داعظی سے بجوا رہا ہے اس کی سرملی تائین اس کو سنائیں۔ اس حد یہ ہے پھر بھی یورپین قومیں نے اپنے تمدن اخلاق، معاشرت اور تعلیم کو بھی اپنے حالات اور مقتضات کے مطابق ٹھیک کیا اور اب تک اصلاحات میں مصروف ہیں۔ اس طرح اب پھر قومیں تدریجی قومی آزادی کی نشوونما ہو رہی ہے۔ مگر یہ قومی آزادی مثل بوری روش و ذہنی حرکت سے سرسبز ہے اس کا نام ترقی ہے۔ مگر بہترین زندگی کی تلاش" اور "محمدومیت کا شوق" اب بھی یہ پین ہے ساری دنیا پر چھا جائے اس نے پھر وحشت انگیز صورتیں پیدا کردیں اور جو نکہ یہ انسانی ترقی حد لطیف سے سرنے تجسد کی وحشت بھی بہت خوف ناک ہے۔

آزاد قوم" پالی ٹیکس میں وہ سمجھی جاتی ہے جو اپنے تمدن، معاشرت، تجارت صنعت اور مادی زندگی میں دوسری قوم کی محتاج نہ ہو اور جو قوم محتاج ہے وہ غلام قوم ہے۔

یورپین قومیں آزاد ہیں۔ اب ان کی تہذیب کی ترقی کا رخ انفرادی آزادی کی طرف ہے۔ اس انفرادی آزادی کا ایک عنصر اور جزو عنصر عورتوں کی آزادی ہے یورپ کی خواتین کچھ زیادتی بھی کی ہے لیکن نسبتاً زادی ان کے لئے لازمی ہے جس حد تک کہ وہ اسکی مستحق ہیں۔

آزادی کی دو قسمیں آزادی طبعی یا

آزادی اعمال"۔

آزادی خیال بغیر آزادی اعمال کے گمراہی ہے اور آزادی اعمال بغیر آزادی خیال کے بے کاری و غلط کاری ہے۔ ہندوستان میں آزادی خیال یورپ کی تقلید میں پیدا ہو گئی ہے۔ مگر آزادی اعمال پیدا ہی نہیں ہو سکتی اس لئے یہ غلام قوم ابھی ہر ضرورت میں یورپ کی محتاج ہے جب مردوں کا یہ حال ہے تو عورتوں کی آزادی کا سوال نقش برآب ہے۔

ہندوستانی قوم کے حسب ذیل پہنڈے گرفتار بلا ہوئے ہیں:۔

(۱) مذہب، (۲) قومی رسم و رواج، (۳) سوسائٹی کی ناموافق آب و ہوا۔ جب تک ان امور کی اصلاح نہ ہو گی عورت تو عورت مرد کی آزادی بھی معرض خطر میں ہے۔ ان خیالی آزادی کا امتیاز ہے۔ بیٹھے بیٹھے باتیں بنائے جاؤ۔ مگر حاصل کچھ بھی نہیں، اس لئے یہ گرفتاری ہے۔ متذکرہ بالا گرفتاری میں تو تمام قوم پڑی ہوئی ہے مگر آئندہ پودکی مائیں خراماں خراماں خود بھی ایک ایک سیڑھی آزادی کی چڑھتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ دوسری چیز تعلیم ہے جس کے بغیر انسان انسان کہلایا ہی نہیں جا سکتا خواہ مرد ہو یا عورت سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تعلیم کیسی ہو؟ یا ہماری لڑکیاں مثل لڑکوں کے تعلیم پائیں یا ان کی تعلیم میں تفریق کی جائے۔ اگر فرق ہو تو کیا ہو۔ اگلے زمانہ میں بناوٹ اور دکھاوٹ کی تعلیم زیادہ تھی اسی کا خاطر سے یونان میں مرسیتی، اور فصاحت کا لکتا۔ یہ سب سے زیادہ ضروری سمجھا جاتا تھا۔ آج ہماری درسگاہوں میں بھی ایک حد تک دکھاوٹ اور بناوٹ کا خیال پھیلا ہوا ہے۔ جو تعلیم دی جاتی ہے وہ میری رائے میں اوہری ہے جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے بقول حالی:۔

نہ جنگل میں ریوڑ چرانے کے قابل
نہ بازار میں بوجھ اٹھانے کے قابل
نہ مسکا میں عہدہ پانے کے قابل
نہ دربار میں لب ہلانے کے قابل
نہ پڑھتے تو سو طرح کہا تے کماکر
یہ کھوئے گئے اور تعلیم پاکر

ظاہر ہے کہ ایسی تعلیم کا نتیجہ ناقص ہی ہو گا۔ بلیعیت میں ایک قسم کا ضرر پیدا ہو جاتا ہے کوشش کرنا کہ دوسروں پر سبقت لے جائیں۔ اپنی قوتیت کا حاجتاً اظہار، ریشمک جوڑا، جوس کے پہنووں میں ایسے ہنس جاتے ہیں کہ کھلنا و خوار ہو جاتا ہے۔ ہزاروں انہیں ہنس ہنس دیتے ہیں، وہ جاتے ہیں اور ایک دن ایسا آتا ہے کہ لوگ ان پر لگ جاتے ہیں۔ تو ہر تعلیم ہو تو کیسے ہو۔ آیا یہ تاریخ ہو یا یہ مفید علم ہے یا ریاضی وجغرافیہ یا بقول شخصے۔ علم دین فقاہت و تفسیر و حدیث ہر کدام اندغیر ازاین گرد و بیہیچ۔

نہیں نہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ ان کو تعلیم دو اور ایسی دو کہ ان کو دنیا اور دین دونوں میں کام آ سکے۔ البتہ عورتوں کو اس قدر لکھنے پڑھنے کی ضرورت نہیں جیسے کہ لڑکوں کو ہے ان کی تعلیم میں سینا پرونا، پکوان اور دیگر ضروریات کا خیال رکھنا ایک ضروری امر ہے۔ اگر ایک خاتون بالفرض ریاضی اور جغرافیہ میں بڑی فاضلہ بن گئی تو کیا اس سے اس کو گھرداری میں بال بچوں کے پالنے میں امداد ملسکتی ہے؟

میری رائے میں شروع ہی سے قلبی انصاف علیحدہ ہونا چاہئے۔ علم ریاضی یا جغرافیہ پر اس قدر زور نہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ جس قدر "ہاؤی مین" یا گھرداری کے ابواب پر۔

ان کا اکتساب بالکل جداگانہ ہونا چاہئے اور عام تعلیم جس کو انگریزی میں (جنرل ایجوکیشن) کہتے ہیں ان کے ساتھ ضرورت کے مطابق ریاضی جغرافیہ۔ تاریخ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے "ہاؤی مین" اور تمام ابواب گھرداری جس میں ان کو دلچسپی ہو سکتی ہے اور اسی طرح کی تعلیم ان کے کام آ سکتی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے۔ گیا وقت پھر آتا نہیں۔ عمر کم کام کاج زیادہ، ایسی حالت میں جہاں تک ہو سکے ہم وہ علم حاصل کریں اور وہ طریقہ اختیار کریں جو جلد حاصل ہو سکے اور جس سے فائدہ کی امید زیادہ ہو۔ ہمارا مقصد نصاب تعلیم تجویز کرنا نہیں ہے ہم کو تو یہ دکھانا ہے کہ کون علم حسن اخلاق، حسن معاشرت اور حسن تمدن سکھاتا ہے اور جو علم ہم کو کامل طور پر اچھی طرح سے یہ باتیں سکھائے وہی علم اچھا ہے۔ وہی علم ہم کو درکار ہے جس سے اخلاق درست ہوں۔ معاشرت، اور تمدن میں ہم کسی غیر قوم سے کم نہ رہیں نتیجہ یہ کہ علم چنیا" سکھایا جے وہی علم سیکھنے اور سیکھنے کے قابل ہے اور بس۔

تیسری چیز پیشہ ہے اس کو بھی تعلیم سمجھنا چاہئے کیونکہ ہر ایک انسان تعلیم پانے کے بعد اپنی اپنی طبیعت کے رجحان کے مطابق کوئی نہ کوئی ایک کام میں دلچسپی لینے لگتا ہے جو اس کے لئے ذریعہ معاش و ذریعہ آمدنی بن جاتا ہے بس یہی پیشہ ہے۔ اس کی ہزار شقیں ہیں کوئی مصور بنتا ہے تو کوئی ملا کوئی ڈاکٹر تو کوئی انجینیر۔ اسی طرح سے خانہ داری بچوں کا پالنا سنبھالنا۔ گھر کی دیکھ بھال، پکوان وغیرہ یہ پیشے ہیں۔ جن سے گھر کی دیکھ بھال کی اس کو بھی منجملہ ان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آیا دو اس کو کہیں سیکھ کر بچے پالتے ہیں مگر ہو۔ قابلہ وہ پکاری جاتی ہے۔ جو کہ زچگی کرا سکے۔ اگر یہی قابلہ باضابطہ پڑھے تو یہ ڈاکٹرنی بنتی ہیں گنیں جن کی ہماری قوم کو زیادہ ضرورت ہے۔ یہ چند پیشے ہیں جو کہ ہماری مستورات اپنے اپنے خیال اور رجحان کے مطابق اختیار کر سکتی ہیں۔ سوائے اس کے درس دینا، رنگ مصوری اور ہر قسم کی دست کاری خواتین کے لئے بہ طور ان کے قوتی کے مخصوص ہو سکتی ہے۔ اگر خواتین تجارت نہ کریں یا کھیز وغیرہ نہ بنیں۔ یہی کہو نہ کہ یہ پیشے ایسے ہیں کہ فقط یہ پیشے مردوں کے لئے مخصوص کئے میں محنت مزدوری کرنا مردوں کا حصہ ہے۔ خانہ داری خواتین کا۔ اس سے میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ہماری لڑکیاں انجینیر بنیں یہ نہیں سکتیں یا تجارت یا فیانس پر عبور حاصل نہیں کر سکتیں یا نوکری اور ہم مردوں کو برا نہیں سکتیں۔ نہیں یہ مطلب نہیں نہ ہرگز نہ۔ زن است و نہ چہ مرد مرد۔
ندانچہ انگشت یکسان نہ کرد۔

تاریخ ان کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ میرا تو مقصد ڈیفینیشن۔ آف۔ لیبر یعنی تقسیم محنت سے ہے اگر نہ آپ کے مقابلہ میں شکر سنجی کا اندیشہ ہے۔ میرے خیال میں ہم ہندوستانیوں کے لئے (انڈین نہ ہم ہیں اور نہ کبھی ہم ہوں گے مذاحلوم "کے" کو کیوں مسدوف کیا گیا ہے یہ حرف کریہی علت لندن کے "کاکینوں" میں دیکھی گئی ہے) اس وقت یہ ایک نادر موقع ہے کہ ابھی سے تعلیم نسوان کی ضروریت کا لحاظ مدنظر رکھتے ہوئے تقسیم محنت کا بھی خیال رکھیں تاکہ آئندہ آنے والی مشکلوں کا سد باب ہو جائے وگرنہ "نفر جٹ" کی کالی گھٹاؤں کا مقابلہ خاموشی رو دوستی الٰہی پناہ کون کر سکتا ہے۔ ہیں تو نہیں۔

آنکھوں کی ترجمانی

نیلگوں آنکھیں ضعف کی نشانی ہیں۔
بڑی آنکھیں سختی و غصہ کی شاہد ہیں۔
چھوٹی آنکھیں ذہانت و عقلمندی کی گواہ ہیں۔
ترچھی آنکھوں والے مکار ہوتے ہیں۔
بھوری آنکھیں طاقت و قوت کی علامت ہیں۔
نیلی لگا ہیں عجز و انکسار کا پتہ دیتی ہیں۔
راکھی رنگ کی آنکھیں حوصلے وقت سبزی مائل ہو جاتی ہیں۔ بلی کا پتہ دیتی ہیں۔
سرخ قریب آنکھوں والا حاسد اور رکیک طرف ہوتا ہے۔
ٹکٹکی باندھنے والی لگا ہیں غیرت و ذہانت کی علامت ہیں۔
پتلیوں کے اطراف بالکل سفیدی ہو تو یہ بلند ہمتی اور حسن اخلاق کی نشانی ہے۔
اوپر کی پلکیں دراز ہوں تو یہ سرد مہری کی علامت ہے۔
نیچے کی پلکیں دراز ہونا جھوٹا اور بدگو ہونے کی نشانی ہے۔
آنکھوں سے آدمی کے مزاج کے سرسبز کا پہ دہ چاک ہو سکتا ہے۔
مجسٹریٹ مرد کی آنکھوں پر اس کا جرم پڑھ سکتا ہے۔
مریض کی آنکھوں سے بسبب اس کا مرض دریافت کر سکتا ہے۔

(المصور)

م۔ جمیں

جن اصحاب کا چندہ سہ ماہی تھا وہ کبھی کا ختم ہو چکا۔ براہ کرم چندہ بذریعہ منی آرڈر روانہ فرما کر ممنون فرمائیے۔

منیجر

واجد علی شاہ کے خطوط

اکلیل محل کے نام

فرستادہ

سید غلام محی الدین صاحب قادری زورؔ ایم۔ اے (عثمانیہ) زیر تعلیم جامعہ لندن

بزمِ نیوز نیم ۵ اپریل ۱۹۲۵ء

بھائی رشدی۔ مشکلہ باغ مصحفوں میں واجد علی شاہ کے خطوط کے چند نمونے روانہ کرتا ہوں۔ یہ خط جو بزمِ نیوز میں مخطوطوں کی شکل میں ہیں واجد علی شاہ کے قید کے زمانہ میں اکلیل محل (جو ان کی ایک بیگم تھیں) کے نام لکھے گئے ہیں۔ ان کی خصوصیات ان کے مطالعہ سے واضح ہو جائیں گی۔ اگر آپ پاس ہیں تو انہیں اپنی طرف سے ایک چھوٹا سا نوٹ لکھ کر نظام گزٹ میں بالاقساط یا ایک ہی وقت شائع کر سکتے ہیں اور اگر آپ چاہیں تو میں ان تمام خطوط پر ایک چھوٹا سا مضمون بھی لکھ کر روانہ کر سکوں گا۔ میں حالت قید میں واجد علی شاہ کی کیا حالت تھی اور وہ دنیا کو کیا سمجھنے لگے تھے اس قسم کے کچھ امور اوپر بحث کی جا سکتی ہے۔

اس ہارڈی پر حسب وعدہ اب تک کچھ نہیں لکھ سکا۔ اضافات وغیرہ کے کشمکش موجود ہیں۔ شاید کبھی لکھوں۔ اور اگر آپ خود وہاں لکھنا چاہیں تو میں انہیں بھی آپ کی خدمت میں روانہ کر سکتا ہوں سمجھے افسوس ہے کہ میں کوئی قرینہ کا کام آپ کے گزٹ کے لئے نہیں کر سکا تاہم اس خوف سے کہ آپ یہ خیال کریں کہ میں پیاپے ہی کر رہا ہوں۔ مشکلہ اجزا مرسل ہیں۔

نیازمند سید محی الدین قادری

پہلا خط

افسر فرق مجلس مسمات جہان نواب اکلیل محل صاحبہ کو سلطان عالم کی طرف سے معلوم ہو۔ اے تاج فرق محمودیان ماقدہ بہزاد مرتفع طہنیان تنگنائی استغفار میں سیر ایسکن جہان جناب ہوا۔ سمجھ اللہ تعالیٰ یہاں تا تحریر یہ رقیمہ محبت بیت نہیں ہر طرح کا فضل جناب باری ہے۔ اور صحت اور سلامتی اس ماہ شب چہاردہ کی ہیچ۔ در گاہ خالق ارض وسموات سے مطلوب ہے۔ شب و روز تصور رہتا ہے کہ یہ ایام ملال کس طرح بسر کرتے ہو گے کس کا دل وہ ہمارا سکتہ رباغ کا ہے۔ اور ہمارا پرہ دار و انگاڈی پر دن دن ہر تنہا ہے۔ ساتھ پھرنا اور دامنوں کا محرم اکرا اور راتوں کو چھونے سے پرلیسر کرنا اور توبت کی سدائیں کار شہنائی آواز میں یہ سب شنا۔ روز آنکھوں کے لئے پھرتا ہے۔ دل سوس سوس کر رہا جاتا ہوں۔ کیا کہوں زمین سخت آسمان دور ہے۔ بیرا کیا تصور ہے۔ خدا خانہ کے سے ان بیگموں کو جنہوں نے خانہ بربادی ہماری کی اور آپ خوش فرش نکرائی کرتے ہیں اور ان کے ہمراہ خواہ، ان کے ہمراہ ان کا دم بھرتے ہیں تو آج تک فلک نے ایسا پیسا ہے کہ مغز کا پیسا ناخن سے نکلتا ہے۔ گھنے گھنے جنگل کالے کالے پہاڑ، کہیں سایہ نہ کہیں آڑ، خدا خدا کر کے کٹا تو میں پھنسے اس پر بھی مدعی سایہ دیوار سان ساتھ ہے۔ کاٹے پھانس سے ایک لمحہ نہیں چھٹتے۔ اگر ہم گھبرا کر رونے کی رچ رچ سے مونہ بھی چراتے ہیں مگر کہنے والے پھر اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں۔ خدا انجام بخیر کرے۔ وہ کون دن ہے کہ یاد رخ مہر تمثال سینے میں نہیں بھری رہتی ہے۔ شعر

کہو اے بادِ صبا۔ چھیڑے ہوئے یاروں کو
راہ ملتی ہی نہیں رفتہ کے آواروں کو

نرگی آنکھوں سے ایک لحظہ نہیں سو سکتی۔ تا صدیت کیا ہے میں کہ جن کے ہاتھوں درد دل لکھ کر بھیجا کروں اگر کوئی ڈاکیے فیصلوں سے ہاتھ آ گیا تو ہزار نہار نہ اور سماعت سے ہاتھ جوڑ کر ایک ادھا خط سوا نہ کیا۔ نہ شکایت کا کام کیا ہو کر تکلم بنتا ہے۔ کبھی کوئی خط تم صاحبوں میں سے جو آ جاتا ہے گویا جان تازہ آتی ہے اور تمہارے ستم کو تو سینے پر رکھا چھاتی سے لگایا۔ آنکھوں پر کھا۔ بہت چاہا پاٹا یہاں تک کہ ہمارے حرف، حرف مٹ گئے۔ اس پر بھی یہ جواب نکلے تسکین نہ ہوئی۔ خدا سے تعالیٰ ہمیں تمہیں پھر ملا دے تاہم

کوے اور یہ صعبتیں رات دن کی کم کرے۔ جان من! ہراسان نہ ہونا، نہ رونا، منہ نہ اشکوں سے دھونا۔ تیر ندامے جو مصیبت ڈالی اُسے۔ ہر طرح سے کاٹنا۔ ہم تو نباہ نہ رہتے ہیں تو کیا پاتے ہیں فضل خدا اگر ہو تو سب ایام غم بات کہتے کہتے کٹ جاتے ہیں۔ خوف ظالموں کو نہیں ہے اتنا ستایا اس پر بھی باز نہیں آتے۔ وہی اس کا احمد گلا ہم، تم، سب، سارا شہر تو مظلوم ہے۔ کیا حق سبحانہ تعالیٰ مظلوموں کو ظالموں ہی کے پنجۂ قدرت میں رکھے گا؟ مظلوم کی داد نہ دے گا؟ شام غم کب تک گھیری رہے گی؟ دنیا کب تک منہ پھیری رہے گی؟ کیا صبح امید نہ ہو گی؟ شعلۂ عدل خورشید نہ چمکے گی؟ دام ملا کب تک بچھا ہی رہے گا۔؟ جو بن دنیا کب تک بن بن کے دکھلائے گا؟ ہا! راوِ دل خود ایسی بیہوا د خامہ زبان پہ نہیں ہے۔ اس سے پھٹے تو سخر اکرتی ہے اور اگر منہ پھیر تو پاؤں پڑتی ہے۔ اس کی یہی چالیں ہیں غضب پیٹ سے پاؤں نکالے ہیں۔ مگر کیا ہوتا ہے میر اور اس کا دونوں کا بنانے والا تو کوئی اور ہی ہے۔

۵ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ ہجری راقم جانفاغم

محبت نامۂ ششم

اسے ممتاز جہان نواب اکلیل محل صاحبہ سلامت

شہسان کی جو ہتی کو دو قطعہ خط پہنچے۔ مجھے جناب اسیر اللہ خدا کی قسم ہے کہ میں تمکو تین ہزار سے اوپر روپے بھجوا چکا ہوں۔ نہ پہونچے تو میرا کیا قصور ہے۔ کل کی تاریخ یہ سننے میں آیا ہے وہ چودہ لاکھ روپیہ لاٹ صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ سے میں نے مانگے تھے وہ سب کو دے دلا کر اٹھ گیے اب دوبارہ رپورٹ اطلاعی روانہ ہوا ہے۔ دیکھئے کیا جواب آتا ہے۔ جب تک رپورٹ کا جواب نہیں آئے گا جب تک دلہ پند لکھنؤ کو لوٹنا ہی ہے۔ میں شرمگین ایسا ہوں کہ مارے حجاب کے خط تک لکھنے کو نہیں جی چاہتا ہے زیادہ یاد

تقبیم جانفاغم تبریخ پنجم شہر شعبان ۱۲۵۱ھ

محبت نامۂ ہشتم

ممتاز جہان نواب اکلیل محل صاحبہ سلامت

غرہ دیکھ سنہ الیہ کو محبت نامہ تمہارا بعد وصول بعبارت منشی اکبر علی خان تو تیسرے قرمہ اونسوس دیقعدہ ۱۲۵۱ھ کا مہین دھول ہوا۔ نہایت خوش دل ملول ہوا۔ سارے خانے گھے پرانے یاد دلائے بڑے بخ اوسے یاد کر کے اوھلائے لیے میر سے اب کیا ہو رہا ہے۔ اگر خدا وہ سے تو سب کچھ ہو رہا دی طرح سے ہو گا۔ وہی ہم ہوں گے وہی تم ہو گے۔ وہی باغ وہی ہمن اور کیا مال اپنا مصیبت کا لکھوں کہ برابر سکتے شرم آتی ہے۔ پس کہاں تو وہ سامان تھا کہ جس کا ادنیٰ سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (۲۶) کالم (۳)

انسانی زندگی پر سیاروں کا اثر

از

ڈاکٹر ایچ ایچ ٹرنر اف - ار - اس - پروفیسر علم ہیئت جامعہ اکسفورڈ

بہار، میرا مقصد ان چیزوں سے ہے جو ہیئت والوں نے انسانی زندگی کو اس دنیا میں بسر کرنے کیلئے کیے ہیں ہیئت دانوں نے ان چیزوں کو جن سے ہمارے آباؤ اجداد ڈرتے تھے دور کرنے میں بڑی مدد دی ہے ابتدائے زمانہ میں تو انسان ان چیزوں سے بہت خائف تھا۔ آپ نے دیکھا ہوگا جب بجلی چمکتی ہے تو ہر وقت بجلی کڑکنے سے ڈرا یا ڈرایا جاتا ہے۔ وہ بجلی جس نظر سے ڈرایا جاتا ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی شکاری اس پر حملہ کرنے اس کو پکڑنے کے لئے گھات میں بیٹھا ہو یہی خوف اور یہ شیاری انسان کی زندگی کا شاہد ہے اگر وہ اسطرح نہ ڈرے اور شیاری سے تو یقین ہے کہ اسکی زندگی کی شمع بہت جلد گل ہو جائے یہی حالت انسان کی ہے بعض خوف و خطر تو ایسے ہیں جو انسان زندگی کے لئے اس ترقی یافتہ دور میں بھی مفید ہیں مثلاً انسان کو تجارتی اشیاء کے خرید و فروخت میں نہایت محزم و احتیاط سے کام لینا چاہئے اس لئے ہمیں اس خوف و خطر کو جو مفید ہے اور اس خوف و خطر سے جو مضر ہے امتیاز کرنا چاہئے

جھاڑو تارا اور سیارے

ہیئت دانوں نے جن اشیاء کے خوف و خطر کو دور کیا ان میں سے دم دار تارا (جھاڑو تارا) اور سیارے بھی ہیں جہاں تک سیاروں کا تعلق ہے ہم جدول ذیل کے متعلق بہت کچھ سنتے ہیں وہ چیز جس سے ہر ایک ہماری زمین کے مشابہ ہے قطب شمالی و قطب جنوبی ہیں۔ زمین کے قطب شمالی و جنوبی میں سفید دھبے ہیں اور مریخ کے بھی قطبین میں سفید دھبے دکھائی دیتے ہیں مریخ میں بعض جگہ ہم ملاحظہ علامات نظر آتے ہیں ان کی نسبت خیال ہے کہ وہ سمندر ہیں اور بعض مقامات روشن ہیں۔ ان کو زمین سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر چہ اس میں ہمیں شک ہے کہ مریخ میں پانی بھی ہے یا نہیں۔

اگر انسان مریخ میں موجود ہے تو ایسی بہت سی چیزیں ہیں جو اس کے لئے مفید ہیں انکے علاوہ ان تمام کروی مشکلات سے پاک ہیں جو ہمارے ہاں آئے دن ہیئت تحقیق و تفتیش میں پیش آتے ہیں۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ مریخ زمین سے بہت قد بھی ہے اگر مریخ میں کوئی آبادی ہے تو یقین ہے کہ وہ تہذیب و تمدن میں ہم سے کہیں آگے ہوگی۔ دوربینوں کے ایجاد سے پہلے جن سے اجرام فلکی بڑے نظر آتے ہیں۔

ہمارے بزرگوں نے سیاروں کی گردش کو انسانی زندگی پر منطبق کر دیا وہ خیال کرتے تھے کہ سیارے کا تعلق انسان کی روزانہ زندگی سے ہے اور ان کا اثر انکی زندگی پر پڑتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ سیارے باوجود آفتاب سے اسقدر فاصلہ پر ہونے کے ہماری گھڑیوں پر حکومت کرتے ہیں۔

زحل (کیوان) ہمارے سب سے مشتری دوسرے اور مریخ تیسرے گھنٹے پر حکومت کرتا ہے اسیطرح اور سیاروں کا حال ہے اس زمانہ کے لوگ مریخ سے اس لئے ڈرتے تھے کہ وہ ہماری لڑائیوں کا باعث ہے اور مشتری کی اس لئے پرستش کرتے تھے کہ وہ ہماری خوشی و شادمانی کا دیوتا ہے وہ "کیوان" کو منحوس خیال کرتے تھے اور اس کو اپنے رنج والم کا ذمہ دار قرار دیتے تھے۔ اس لئے ہفتے کے دنوں کے نام بھی سیاروں کے نام پر رکھتے تھے۔ یہ بات خاص طور پر فرانسیسیوں میں پائی جاتی ہے انگریزی زبان میں ہفتوں کے نام اسکینڈوی زبان سے لئے گئے ہیں بجز شنبہ کے کوئی شخص آسانی سے یہ بتا سکتا ہے کہ اسکینڈوی زبان میں شنبہ کو "مٹہ اردم" یعنے پاک صاف کرنیوالے دن کو کہتے ہیں۔ اس طرح وہ احرام فلکی کے متعلق طرح طرح کے عقیدے رکھتے تھے جو موجودہ زمانہ کی علمی تحقیقات سے باطل ہوتے جارہے ہیں۔ (ترجمہ)

بقیہ واجد علی شاہ کے خطوط

تم نے لکھا ہے۔ اور کہاں ہم اب وہی ہیں کہ خود اپنے ہاتھ سے۔ اپنا کام کرتے ہیں۔ گھڑیوں آدمیوں کو بلایا کرتے ہیں۔ خیر شکر ہے۔ بہر حال وہ خالق ہے جو اس کی مرضی۔ کیا عجب ہے کہ پھر ہم ویسے ہو جائیں اور اب دن بھلے آئیں۔ اللہ رحم جلدی کرے کہ ابتلا بلیت باقی نہیں ہے۔ ۵ رذ کچھ سلسلہ"

آخری خط

خوش عمل نواب اکمل محل صاحبہ زاد صہبا۔

صحیفہ محبت طراز "مودت انجام فرحت آغاز" مہتا۔ آنکھ گریبان وصل ہوا۔ بہت فرحت اختر ملول ہوا" مطلب کھلا شگفتہ دل کھلا۔ ہم دستان اشتیاق کو کیا لکھیں یہ کچھ فراق میں کب تک دیکھیں سچ کہنا مہتا۔ کیا حال ہے؟ ہماری مفارقت کا کچھ بھی ملال ہے؟ دیکھو جھوٹ نہ کہنا جادۂ الفت میں ثابت قدم رہنا مزاج کا حال کیا بتاؤں کس طرح میں اپنا دل داغدار دکھاؤں؟ خدا کی قسم بہت بیتاب ہوں۔ خدا انتہا وصل نصیب کرے زمانہ فرحت قریب کرے۔ اور خط لکھنے بھیجنے میں تامل نہ کرنا آنکھے باب میں پیشتر بھی تم کو لکھ چکا ہوں کہ اختیار ہے ہماری طرف سے نہ اجبار ہے نہ اصرار ہے۔ زیادہ زیادہ۔

تعلیم میر محمد صفدر علی۔

المرقوم ہفتم شہر صفر ۱۲۶۰ ہجری۔

براہ مہربانی خط و کتابت میں نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیجئے۔

منیجر

جاپان میں علمی ترقی

ترجمہ

محمد مظہر اللہ صدیقی

مملکت جاپان میں ابتدائی تعلیم جبری ہے اس لئے ہر شخص مجبور ہے کہ اپنے بچوں کو تعلیم کی غرض سے ابتدائی مدارس میں بھیجے، مدارس ابتدائی اور عالیہ اور دوسرے صنعتی مدارس زیادہ تر سرکاری ہیں۔

۱۹۲۶ء میں فی ہزار نوسو تریانوے جاپانی لڑکے مدرسوں میں زیر تعلیم تھے جن کی مجموعی تعداد اکہتر نوے لاکھ آٹھ ہزار آٹھ سو نوے تھی ان میں سے چوالیس لاکھ ساٹھ ہزار پانچ سو اٹھائیس لڑکیاں تھیں اور ستتالیس لاکھ اڑتالیس ہزار تین سو نوسے لڑکے ان اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدرسوں میں زیر تعلیم لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد تقریباً برابر تھی طلباء کے مقابلہ میں طالب علموں کی تعداد صرف دو لاکھ بیتالیس ہزار آٹھ سو بیتیس سے زیادہ تھی، مندرجہ ذیل اعداد سے جو محکمہ تعلیمات لڑکیوں کی روبہ ترقی کا پتہ ملتا ہے ۱۹۰۱ء سے ۱۹۲۶ء تک کی جاپانی تعلیمی ترقی پر روشنی پڑ سکتی ہے۔

	۱۹۰۱ء	۱۹۲۶ء
جملہ مدارس ابتدائی	۳۷۴۱۷	۴۴۳۵۵
ان مدرسوں میں طلبہ کی تعداد	۷۰۱۰۶۱۹	۱۰۹۴۴۶۸
	۱۹۰۱ء	۱۹۲۶ء
ثانوی مدارس کی تعداد	۱۰۴۲	۱۷۰۶۳
ثانوی مدارس میں طلبہ کی تعداد	۸۲۹۷۵۷	۱۹۲۳۶۴
طلباء کی جملہ تعداد	۹۵۶۴۹	۲۰۵۰۶۴
صنعتی مدارس کے طلبہ	۵۹۱۸۵۴	۱۳۱۲۴۲۸

ان تفصیلات میں جو چیز زیادہ تر قابل غور ہے وہ صنعتی مدارس اور ان کے طلبہ کی زیادتی ہے۔ اس لئے کہ نو سال کی مدت میں صنعتی مدرسوں میں طالب علموں کی تعداد تقریباً دوگنی ہوگئی ہے۔ اس کے بعد جو بات قابل لحاظ ہے وہ لڑکیوں کی حسن تربیت اور مدرسوں میں ان کی غیر معمولی بہتات ہے ان نو سالوں میں طالبات کی تعداد سو چند سے زیادہ ہوگئی ہے برخلاف اس کے ان ہی نو سالوں میں طالب علموں کی تعداد دھائی گنا بڑھی ہے۔

جاپان کے حسب ذیل مدارس میں اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔ کلیات، جامعات، مدارس خصوصی، فنی مدارس (کمرسی) دار المعلمین، دار المعلمات، عام اساتذہ کی تربیت گاہیں مدارس صنعتی کے مدرسین کی تربیت گاہیں، مختلف مقامات پر فنی تعلیم کے مدرسے جن میں صرف دار المعلمین اور دار المعلمات کے سند یافتہ طلبہ شریک ہو سکتے ہیں۔

	۱۹۱۶ء	۱۹۲۵ء
اعلیٰ تعلیمی مدارس کی تعداد	۳۸۸	۶۹۱
جملہ طلبا زیر تعلیم	۶۵۳۰۳	۱۰۵۶۹۸۳

ان اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف دس سال کے اندر اندر اعلیٰ تعلیمی مدارس کی تعداد قریب قریب دوچند ہوگئی ہے۔ اسی طرح ان میں طلبہ کی تعداد تقریباً دوگنی ہوگئی ہے۔ اسی بات سے جاپانی قوم کی علوم و فنون کی دلچسپی کا پتہ چل سکتا ہے اس تعلیم کے اور بھی اعداد و شمار ہیں جن سے یہ معلوم ہو سکتا ہے جاپانی نوجوانوں نے علمی و فنی تعلیم خصوصاً زراعت ☆ ہم تعارف نہ دے سکے۔

دوسرے تربیتی مدارس

(۱) دابستان اطفال Kindergarten.

	۱۹۱۶ء	۱۹۲۵ء
تعداد دابستان اطفال	۵۶۸	۷۴۷
تعداد اطفال زیر تعلیم	۴۷۲۶۸	۶۵۰۹۴

(۲) اندھوں اور اپاہجوں کے مدارس۔

	۱۹۱۶ء	۱۹۲۳ء
تعداد مدارس	۶۳	۷۰۰
تعداد طلبہ	۲۷۸۹	۴۶۳۹

(۳) ان کے علاوہ اور بھی مدارس موجود ہیں جو جاپانی رعایا کے قائم کردہ ہیں۔ ان میں سے ہر مدرسہ اپنے مقررہ اور مخصوص نظام کار پر چل رہا ہے اس قسم کے مدرسوں میں زیادہ تر تعداد ابتدائی مدارس کی ہے۔

۱۹۱۶ء میں اس قسم کے مدرسوں کی مجموعی تعداد ۲۳۵۲ تھی جن میں (۴۲۸۴۱۵) طلبہ زیر تعلیم تھے۔ ۱۹۲۳ء تک ان کی تعداد (۲۷۶۲) تک پہنچ گئی اور طلبہ کی تعداد (۲۲۶۷۳۹) تک ترقی کر گئی۔

جاپانی اساتذہ۔

۱۹۲۵ء میں (۲۶۲) دار المعلمین اور دار المعلمات جاپان میں موجود تھے جن میں (۵۰۷۵۹) اساتذہ زیر تعلیم تھے جاپان کی وزارت تعلیمات پوری طور پر اس جانب متوجہ ہے کہ علمی ترقی و فنریت کے پہلو بہ پہلو زیر تعلیم اساتذہ کو اپنے حرف میں شوق و مہارت کا موقع دیا جائے اور یہ بات بھی اس کے پیش نظر ہے کہ وہ تعلیم و تربیت سے علیحدہ ہاتھ نہ اٹھائیں حکومت جاپان نے اس اصول پر کاربند رہنے کے لئے ان دو مسائل پر خصوصیت کے ساتھ توجہ کی ہے۔

ایک تو یہ کہ اساتذہ کے اجتماعی مرکز کو برتری و فوقیت دی جائے اور ان زیر تعلیم اساتذہ کو بھی خاص امتیازات اور مراعات بخشی جائے اور دوسرے یہ کہ ان کو معارف خرد افزونی تعلیم کے لئے خاطر خواہ مالی امداد بھی جائے چنانچہ حسب ذیل اعداد سے اس کا ثبوت مل سکتا ہے۔

	اوسط مصارف	انتہائی مصارف
برائے تعلیم مدرسہ ابتدائی	۱۱۸۹ پونڈ	۳۲۴۰ پونڈ
برائے تعلیم ثانوی مدارس	۲۱۰۸ "	۴۶۵۰ "
برائے مصارف	۱۰۸۹ "	۴۶۵۰ "
برائے مصارف اعلیٰ تعلیم کے لئے	۱۰۸۹ "	۵۱۰۰ "

ان زیر تعلیم معلمین یا معلمات میں سے جب کوئی کسی صرف مختلف امراض اور سل وغیرہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو فوراً وہ اس کے علاج و معالجہ کی ذمہ دار ہوتی ہے اور شادی شدہ معلمات جو زیر تعلیم ہوں انہیں یہ مہولت حاصل ہے کہ وضع حمل سے چند ماہ پہلے اور چند ماہ بعد کی انہیں خیر خبر و طریقہ پرورش بچہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

حکومت کی نگرانی اور امداد کے علاوہ جاپان قوم بھی لائق اور ہونہار طلبہ کی بہت کچھ مدد کرتی ہے کیونکہ اس قوم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ علم و ہنر کو دوست رکھنی لائق اور قابل طلبہ کی قدر کرتی اور ذہین و ہونہار طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے اپنی جیب سے روپیہ دیتی ہے چنانچہ ۱۹۲۶ء میں ملک جاپان میں طلبہ کی مدد کرنے والی پانسو سوسائٹیں تھیں جن کا سرمایہ دو کروڑ روپیہ سالانہ کے لاکھ بیس ہزار روپیہ سے بڑھا ہوا تھا جو ہزار ایک سو چھپتر طلبہ کے پورے مصارف

شعر و سخن

غزل

از ہز اکسلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر یمین السلطنت صدر اعظم باب حکومت

اوج پاکر آگیا طالع کا اختر سامنے
جلوہ گر ہے بام پر وہ روئے انور سامنے

ایکدن بھی بھول کر آیا نہ پوچھا میرا حال
ہے اگرچہ میرے گھر کے یار کا گھر سامنے

کفر و ایماں کے ہیں مظہر ایک جا اوال میں
یعنے مسجد بھی وہاں ہے اور مندر سامنے

الحذر اوس سے، نہیں ہے راستی جسکا شعار
اوس کو ڈر کا سامنا ہے اس کے ہے ڈر سامنے

ذات حق کی دید ہے حاصل اُسے دنیا میں بھی
رات دن جس کے رہا روئے پیمبر سامنے

ہے کبھی شادی کبھی غم ہے یہی دنیا کا حال
پیش ایسے واقعات آتے ہیں اکثر سامنے

چاندنی میں رزم عشرت کا مزا حاصل ہو جب
چاند تو سر پر ہو میرے اور دلبر سامنے

وعظ اے واعظ ذرا رہشار ہو کچھ شرم کر
مے پرستی اور یہ محراب و منبر سامنے

یہ صفائی تیرے آئینے میں آسکتی نہیں
دیکھ رکھکر میرے دل کو اے سکندر سامنے

دیکھکر حیرت کرین گے سب مسلمان شاد کو
جام ہوگا ہاتھ میں اور حوض کوثر سامنے

مختلف خبریں

بٹلر کمیٹی اور دکن

۱۸۷۰ء کے معاہدہ کی رو سے حضور نظام کو تمام برطانی سمندروں میں جہاز رانی کا حق ہے۔

سرکار عالی کی جانب سے جو میمورنڈم بٹلر کمیٹی کو دیا گیا تھا اس کے متعلق اخبار انڈین ڈیلی میل لکھتا ہے۔ بعض مزید باتیں حسب ذیل ضبط تحریر میں لائی جاتی ہے۔

گرم اخراجات ہے کہ جس میمورنڈم کا قبل ازیں ان کالموں میں تذکرہ آچکا ہے اس میں عالم پالیسی کا اظہار کر دینے کے علاوہ دو ایسے دعاوی بھی پیش کئے گئے ہیں جن کی نوعیت محض اقتصادی ہے۔ پہلا دعویٰ یہ ہے کہ سرکار عالی کو مچھلی بندر میں خشکی اور تری کے راستوں سے آزادانہ آمد و رفت کا حق دیا جائے اور سمندر میں بلا کسی قید و پابندی کے جہاز رانی کے لئے دی جائے کیونکہ بموجب معاہدہ تجارتی ۱۸۷۰ء حضور نظام کو یہ حق دیا گیا ہے کہ اس معاہدہ کی رو سے تمام برطانوی سمندروں میں حضور نظام کے جہازوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھنے کا وعدہ کر لیا گیا ہے جو کسی دوست قوم کے جہازوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ سنا گیا ہے کہ کرنل شنوکس مارچ صدر المہام مال جو آج کل رخصت پر انگلستان گئے ہوئے ہیں اس معاملہ میں خاص دلچسپی لے رہے ہیں اور گمان غالب ہے کہ وہ مچھلی بندر سے استفادہ حاصل کرنے کے حقوق حضور نظام کو دلا کے واپس آئیں گے۔

اور برطانوی پبلک اور بٹلر کمیٹی دونوں کی اس بارے میں تائید حاصل کرنے کے لئے سعی بالغہ سے کام لیں گے میمورنڈم میں بوجوہ وضاحت پیش کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ سرکار مملکت مدار سرکار عالی کے اس حق کو بغیر کسی شرط کے تسلیم کرے کہ وہ حیدرآباد بلو بجواڑہ لائن کے سرحدی ریلوے اسٹیشن سے مچھلی بندر تک اپنے اور اہل حیدرآباد کے مال و اسباب کو آزادانہ نقل و حرکت عمل میں لا سکیں گی۔

کلبرٹ کلیسن کی جدہ کو روانگی

لندن۔ سر گلبرٹ گلیسن یو۔ ایس اے وفد برطانیہ جو ابن سعود سے جدہ میں برطانیہ و حجاز و عراق کے درمیان امور متنازعہ فیہ کا حل کریں گے آج لندن سے جانب جدہ روانہ ہو گئے۔

سر گلبرٹ کلیٹن سے مسٹر بورڈ ولیون منیر ہائی کمشنر عراق اور کرنل کارو ایس مشیر وزارت داخلیہ عراق بھی ہمراہ ہے چل کر قاہرہ میں آملیں گے۔ بعد ازاں سب ملکر ایک ہلکے جہاز میں بور سوڈان سے سوار ہو کر راہ اول مامئی میں جدہ جا پہنچیں گے۔

منائندہ ریوٹر نے بات چیت کی تو سر گلبرٹ کلیٹن نے فرمایا کہ امید تو یہی ہے کہ معاملہ صاف ہو جائیگا اور وہ کونسل کریں گے کہ آپس میں عمدہ تعلقات بحال ہو جائیں ابن سعود کہ مفاد سے عہدہ آ جائیں گے۔ اس لئے گفت و شنید میں غالباً پندرہ روز سے زیادہ عرصہ نہ لگیگا بعد ازاں وہ بغداد جائیں گے جہاں وہ حکومت عراق سے وہ باتیں بیان کریں گے جو ابن سعود سے ہو چکی۔ غالباً سرحد کے ملاحظہ کی بھی ضرورت پڑیگی۔

آوارہ مزدور اور جلالت الملک امیر امان اللہ خاں

شاہ امان اللہ خان کو مشورہ

آرچ دیبائے اسلام میں آپ کو ممتاز درجہ حاصل ہے اور آپ ان قصر سلطنت نواز نقطہ بینوں کے جہان ہیں جن کے ہوائی جہاز عرب کے اندرونی بیرون پر آتش باری کر رہے ہیں جن کا بادشاہ مقامات مقدسہ کا ویران ہے۔ آپ جہان ہیں ان عسکریت پسندوں کے جو مصر کی موجودہ مملکت اور حکومت کے خلاف ہیں۔ آپ آج ان محاربہ مدبروں کے جہان ہیں جو اب بھی ایسے ایسے سوچ رہے ہیں جو لاکھوں مسلمانوں کی زیر علامی کو زیادہ مضبوط اور پائیدار بنا دیں اس جزائر کے مزدوروں کے مسائل کی حیثیت میں ہمیشہ وہن کرتے ہیں کہ ہم سے زیادہ آپ اس جماعت قرار تلقن سے کوئی رشتہ مودت و اشتراک نہیں رکھتے جو اپنے سیاسی معاملوں خاطر افغانستان کو تباہ کر سکتے ہیں۔ ہم یہ نہ بھی سمجھتے ہیں کہ آپکو اپنے مقاصد اعلیٰ حاصل کرنے اور اپنے آدمیوں کی راہ ترقی پر لگانے کے لئے ان خوبی جزئیات قیصری و زرار اعلیٰ فوجیوں کی طرف جھکنا نہیں چاہئے اور نہ فوجی استعداد اس فوج پر کہنی چاہیے جو افغانستان کی سرحد پر تعینیں ہے۔ آپ کی صحیح معاون اور آپ کے مقاصد عالیہ کی حمایت کرنیوالی وہی جمہوری اور حمایت خلق ہے جو کسانوں اور مزدوروں پر مشتمل ہے۔ تمہاری دشمن یعنی افغانیوں کا عدو ہے جاتی صرف قبیحیت ہے۔ اور یہی ہم مزدوروں کا دشمن۔ تمہارا اور ہمارا دونوں کا دوست وہی لگروہ ہے سوویٹ کی سوشلسٹ یونین کے نام سے پکارا جاتا ہے جس کی آزاد سرزمین پر فقیریت نواز قزاقوں کا قدم نہیں ہمتا جہاں تمام آدمی مذاہب اور اقوام سادیا حیثیت رکھتے ہیں۔

امان اللہ! ہم نہایت ادب سے تمہیں یاد دلاتے ہیں کہ وہ قسم نہ بھولنا جو مقدس اسلام کے نام پر اپنے آدمیوں اور مزدوروں کی حمایت میں کھائی گئی تھی بشرطیکہ فرنگیوں کے آزاد کرنے والے امان اللہ ہم ہیں تمہارے خیر خواہ، اتواری مزدور۔

موٹر میں شلس کی ایک نئی ایجاد

برلن ۲۷ اپریل۔ ایک موٹر کار ۲۸ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑتی ہوئی ایک جہاز سے ٹکرا گئی لیکن موٹر ڈرائیور کو صدمہ پہنچا اور نہ گاڑی کو کوئی نقصان ہوا۔ اسی گاڑی نے بیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتے ہوئے ایک پیادہ کو روکر گاڑی جو جاد وجود ٹکر کھانے کے چوٹ سے محفوظ رہا۔ یہ دونوں مظاہرے شلس نامی موجد نے کر کے دکھائے اور اس طرح اپنے ایجاد کردہ حیرت انگیز تعمیر کی صحت کو ثابت کر دیا۔ یہ بغیر محرس کے ایک ٹیوب ہے جو گاڑی کے آگے یا پیچھے لگایا جا سکتا ہے۔ دو موٹر کاریں بیس بیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑتی ہوئی ایک دوسرے سے ٹکرائیں لیکن وہ اور ان میں بیٹھنے والے سب کے سب نقصان اور صدمات سے محفوظ رہے۔

گوالف ہند

سرلزلی اسکاٹ کے خیالات
ہندوستانی ریاستوں کے متعلق

بمبئی۔ ایونگ ٹوسٹ کی نمائندہ کمیٹی کی جانب سے سرلزلی اسکاٹ مقرر کئے گئے تھے کہ ٹیلر کمیٹی کے سامنے ہندوستان کے مطالبات اور ان مقدمہ کو قانونی نقطۂ نظر سے پیش کریں۔ انگلستان روانہ ہوتے ہوئے انہوں نے بمبئی کے صحافیوں کی درخواست پر ایک بیان دیا اور اس کے ساتھ ہی یہ کہا کہ وہ اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کرتے ہیں کہ وہ عام دنیا کو بالادیر کہہ سکیں کہ آواز جو اس کے کانوں میں پڑتی ہے، وہ صرف عدالت ہی کو سننا چاہیئے نہ کہ اس کی جذبات میں شائع کیا جائے۔ اس کے بعد سرلزلی نے جو کچھ کہا وہ بطانیہ پارلیمنٹ کے ایک آنریبل ممبر کی حیثیت سے تھا۔

سرلزلی اسکاٹ نے کہا کہ "ان کانوں نے ہندوستانی کا ایک مختصر سا دورہ نہیں کیا ہے اور وہ اس زمانہ میں بہت مصروف رہے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ ان کو اس بات کا یقین دلایا جائے گا کہ ہندوستان کی آئندہ بہبودی اور فلاح کے لئے یہ بہت ضروری اور لازمی ہے کہ دیسی ریاستوں اور برطانوی ہند میں ایک طرف اور برطانوی ہند اور ہندوستانی ریاستوں میں دوسری طرف فیصلہ طور پر بات اور چیت کی جائے۔ یہ ایک ایسی شے ہے جس کے متعلق سال کی مدت میں ہر طرف کی ذمہ داری ضرور یات نے توجہ کی ہے کہ عملی طور پر اس کی طرف توجہ دیا اور اس مسائل کو حکومت کی توجہ سے پیش کرنا چاہیئے اس کے آئینی حقوق اور ضروری حیثیت اور کو زندہ رکھا جائے۔ یا جائ

مقامی خبریں

ـــــ ہائی اسکول چادرگھاٹ میں تقسیم انعامات طلبہ کا سالانہ جلسہ بصدارت مایہ جناب نواب نظامت جنگ بہادر ۲۴ خرداد ۱۳۳۶ف کو پانچ بجے ہوا جس میں نواب حیدر نواز جنگ بہادر، نواب صدر یار جنگ بہادر، نواب مسعود جنگ بہادر وغیرہ شریک تھے۔

ـــــ نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر المہام فینانس ایک ہفتہ کے لئے بمبئی گئے ہیں۔ سرکاری کام وہیں سے انجام دیں گے۔

ـــــ عدالت منصفی سکندرآباد میں ایک مقدمہ کے دوران میں محصول کروڈگیری ادا کئے بغیر جواہرات ملک میں لے آنے کی تعجب خیز اقدام پیش آیا سکندرآباد کے نوسوداگروں نے اس کے لئے اشتراک عمل کیا اور شمال سرکار (مدراس) میں راجو پتیا پرامہ سے گیارہ ہزار یا نور روپیہ کے جواہرات خریدنے سکندرآباد میں جو جواہرات فروخت کرتے وقت حصہ داروں میں پھوٹ پڑگئی اور سارا طلبہ عدالت میں پیش کیا گیا۔ مدعی نے بیان کیا کہ جواہرات کی فروخت بمبئی یا سکندرآباد میں قرار پائی تھی۔ اس کے برخلاف اسی روز جواہرات لگائے گئے اور محصول ادا کئے بغیر سکندرآباد لایا گیا اور خفیہ طور پر ایک شخص رام ناتھ کے بنگلہ پر ہرراج کردیا۔ منصف عدالت نے اپنے فیصلہ میں بتایا ہے کہ ان لوگوں نے قصداً گروڈگیری کا محصول ادا نہیں کیا۔

ـــــ نواب ملطف الدولہ بہادر امیر پائیگاہ حضور جاہی کی سالگرہ کی خوشی میں پائیگاہ کے عہدہ داروں کی جانب سے ایٹ ہوم دیا گیا۔

ـــــ نواب سالار جنگ بہادر دوشنبہ آئندہ کو اولڈ کمنڈ تشریف لے جانے والے ہیں۔

ـــــ مرزا محمد بیگ کے نام (دام) بروبر کلدار کا وظیفہ تعلیمی علاوہ افراجات آمد و رفت کے بدیں فرض منظور کیا گیا کہ وہ کلکتہ جاکر "میاک میکنگ" کا کام سیکھیں۔ اخراجات سررشتہ دار التحریر متعلقہ جامعہ عثمانیہ سے دیئے جائیں گے۔

ـــــ ۱۸ مئی کو آف انڈیا خبر رسان ہے کہ رزیڈنٹ حیدرآباد کے انڈر سکرٹری کیپٹن ڈبلیو ایف کیرٹ سلڈ ہام کا تبادلہ اندور میں عمل میں آیا ہے اور ان کی جگہ مسٹر آر ایم ہاکر آئی سی ایس، مقرر کئے گئے ہیں۔

ـــــ سنا گیا کہ ولیعہد بہادر گلبرگہ شریف تشریف لے جانے والے ہیں۔

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۲) کالم (۳))

سربمہر مرحوم اور مسلمانان ہند اس پر لٹھ خواب کو حقیقت میں جلوہ گر کرسکیں۔

(۱) نواب ناظر جنگ ڈائرکٹر انظار الدین حسن جج ہائیکورٹ حیدرآباد دکن۔

(۲) ہارون خان شروانی ایم اے بار ایٹ لا پریذیڈنسی مجسٹریٹ حیدرآباد دکن۔

(۳) محمد ابوسعید مرزا بار سٹر لا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ۔

(۴) غلام یحییٰ ایم اے ایل ایل بی۔

(۵) سید محی الدین بی اے (کیمبرج) پروفیسر نظام کالج

(۶) سجاد حسین ایم اے (کیمبرج) سی ٹی (لندن) سررشتہ تعلیمات سمت گلبرگہ۔

(۷) حافظ محمد مظہر اسسٹنٹ سکرٹری حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس۔

(۸) محمد عبدالسلام مہتمم صدر انجمن اساتذہ سمت گلبرگہ

(۹) احمد یحییٰ الدین ایڈیٹر روزنامہ رہبر دکن۔

(۱۰) محمد غوث فرزند شمس العلماء قاضی وحید اللہ صاحب مدرس مدرسہ عثمانیہ (حیدرآباد دکن)

(۱۱) سید وقار احمد ایم اے (عثمانیہ) ایڈیٹر نظام گزٹ حیدرآباد دکن۔

(۱۲) سید قادر محی الدین اعزازی مہتمم انجمن خادم المسلمین ترب بازار حیدرآباد دکن۔

(۱۳) سربمہر خان تحصیلدار اورنگ آباد ضلع بیدر شریف۔

(۱۴) مرزا شبیر بیگ۔ بشیر باغ۔

(۱۵) مرزا محسن بیگ۔

(۱۶) مرزا مہدی بیگ۔

(مزید دستخطوں کا سلسلہ جاری ہے)

ن معتمد اسکالرشپ کمیٹی
اعلاد فتر معتمد اسکالرشپ کمیٹی

نشان (۸) مورخہ ۲۲ خرداد ۱۳۳۶ف

وظائف تعلیمی رائیا ۱۳۳۶ف کے لئے کمیٹی مطالبہ وظائف تعلیمی طلبہ کا انتخاب ماہ جون ۱۹۲۶ء میں کرنے کی مصالحہ میں مندرجہ ذیل کے لئے درخواستیں وصول ہونی چاہئیں۔

(۱) تعلیم عجائب خانہ

(۲) علاج حیوانات

(۳) صنعت و حرفت

(۴) تحقیقات طبیعیات عملی۔

1. Arrangement of Museums.
2. Veterinary Science.
3. Industries.
4. Research in Experimental Physics.

(۵) صداقتنامہ جات اساتذہ کا میابی امتحانات

درخواست گذار کے لئے لازم ہے کہ وہ ہندوستان کی کسی یونیورسٹی کے کم از کم امتحان ایف اے یا انٹرمیڈیٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے امتحان میں کامیابی حاصل کرچکا ہو۔ سماری علوم شامل سند English Tech. اور انجینئرنگ اسکول بلدہ کی ایسوسی ایٹ آرٹ ڈپلومہ کی سند درجہ اول کامیابی امتحان ایف اے کے مساوی ہیں چاہیں جو درخواست گذار اپنی درخواست وظیفہ پیش کرتے وقت مصدقہ کسی امتحان میں کامیاب ہوں ان پر لازم ہے کہ نتائج کی اطلاع ۳۰ تیر ۱۳۳۶ف مطابق یکم جون ۱۹۲۶ء تک معتمد اسکالرشپ کمیٹی کو دیدیں۔

۳ مطالبہ وظائف مذکورہ کے ساتھ مندرجہ ذیل صداقتنامہ جات مندرجہ ذیل ناموں طلبہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے (۱) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۲) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۳) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۴) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۵) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۶) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۷) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۸) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۹) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۱۰) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۱۱) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۱۲) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۱۳) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۱۴) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۱۵) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۱۶) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۱۷) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۱۸) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۱۹) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۲۰) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۲۱) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۲۲) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۲۳) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۲۴) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۲۵) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۲۶) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۲۷) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۲۸) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۲۹) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۳۰) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۳۱) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۳۲) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۳۳) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۳۴) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۳۵) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۳۶) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۳۷) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۳۸) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۳۹) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۴۰) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۴۱) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۴۲) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۴۳) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۴۴) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۴۵) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۴۶) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۴۷) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۴۸) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۴۹) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۵۰) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۵۱) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۵۲) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۵۳) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۵۴) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۵۵) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۵۶) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۵۷) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۵۸) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۵۹) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۶۰) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۶۱) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۶۲) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۶۳) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۶۴) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۶۵) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۶۶) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۶۷) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۶۸) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۶۹) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۷۰) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۷۱) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۷۲) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۷۳) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۷۴) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۷۵) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۷۶) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۷۷) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۷۸) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۷۹) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۸۰) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۸۱) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۸۲) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۸۳) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۸۴) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۸۵) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۸۶) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۸۷) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۸۸) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۸۹) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۹۰) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۹۱) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۹۲) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۹۳) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۹۴) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۹۵) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۹۶) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۹۷) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۹۸) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۹۹) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ (۱۰۰) مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ

(الف) صداقت نامہ ملکی دتحقیقی) نامزد امیدواری واقع بلدہ یا ضلع بدین مضمون پیش ہونا چاہئے کہ درخواست گذار حسب احکام نافذہ سرکار ملکی ہے۔ صداقت نامہ مذکور میں ناظم صاحب وقوع کنندہ اس تمام تفصیل کی وضاحت کے ساتھ درج کریں گے جو درخواست گذار کے خاندان سے متعلق ان کے پاس پیش کی گئی ہو نیز ان خاص وجوہ کا بھی اظہار کریں گے جن کی بنا پر وہ درخواست گذار کو ملکی قرار دیتے ہیں۔

نوٹ:۔ باشندگان برار کو بھی ملکی تصور کیا جائیگا اور وظیفہ مذکور کی غرض سے انہیں بھی وہی حقوق عطا کئے جائیں گے جو ریاست ابدمدت کے دوسرے امیدواروں کو حاصل ہیں۔

(ب) صداقت نامہ عمر کسی ناظم صداقت توجداری واقع بلدہ یا ضلع کا دستخطی بدیں مضمون پیش ہونا چاہئے کہ

درخواست گذار اور اس کے والد یا اگر اس کے والد کا انتقال ہو چکا ہے تو اس کے اور اس کے ولی نے ملفظاً بیان کیا ہے کہ درخواست گذار کی عمر وہی ہے جو درخواست گزار نے اپنی درخواست میں بیان کیا ہے۔

اس صداقت نامہ کے ساتھ تحصیلدار کے مصدقہ ایسے اقتباسات بھی منسلک ہونے چاہئیں جن سے ظاہر ہو کہ کس اسکول میں داخل ہوتے وقت یا کسی یونیورسٹی کے امتحان میں شریک ہونے کے موقع پر درخواست گذار کی عمر کیا تھی۔

(ج) صداقت نامہ صحت توائے جسمانی ایک ایسے عہدہ دار طبی کا دستخطی پیش ہونا چاہئے جس کا درجہ سول سرجن سے کم نہ ہو۔

(د) صداقت نامہ اراوہ دوائی۔ بدیں مضمون کہ درخواست گذار صحت اور سمجھ بوجھ کے ساتھ اور دو دل اور لکھ سکتا ہے۔

(ہ) صداقت نامہ نیک چلنی بدیں مضمون کہ درخواست گذار کے عادات و اطوار نیک ہیں۔

(و) صداقت نامہ آمدنی۔ درخواست گذار کی دستخطی ایک تحریر جس میں یہ درج رہے کہ درخواست گزار یا اس کے والد کو اس ریاست ابد مدت سے کیا آمدنی ہے۔

نوٹ:۔ درخواست گذار کو چاہئے کہ وہ اپنے والد کا پیشہ اور آمدنی کی صراحت نہایت احتیاط سے کریں نیز ہر امتحان کا سال کامیابی اور خصوصاً درجہ کامیابی ضرور درج کریں۔

(۷) درخواست گزار کی عمر انٹرمیڈیٹ ہو چکی صورت میں (۲۲) سال سے کم اور بی اے یا بی ایس سی ہو چکی صورت میں (۲۳) سال سے کم ہو۔

(۸) درخواست گزار کو چاہئے کہ وہ اپنی درخواست میں اس خاص مضمون کی صراحت کرے جس کی تحصیل کے لئے وظیفہ کا مستدعی ہے۔

(۹) کوئی درخواست اس وقت تک درج رجسٹر نہ کی جائے گی جب تک کہ وہ مطبوعہ فارم پر صداقت نامہ مندرجہ فقرہ (۳) کے ساتھ مکمل حالت میں پیش نہ کی جائے۔

(۱۰) درخواست گزار کے لئے لازم ہوگا کہ وہ چلہ صداقت نامہ جات کے ہمراہ اپنی درخواست پیش کرے اور سالہائے گذشتہ کے پیش کردہ درخواستوں کا حوالہ نہ دے ورنہ درخواست پر کوئی لحاظ نہ کیا جائے گا۔

(۱۱) درخواست گزار کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اپنا پورا نام اور پتہ صاف تحریر کرے اور تبدیل پتہ کی صورت میں فوراً دفتر معتمد اسٹیٹ اسکالرشپ کو اس کی اطلاع دے۔

(۱۲) بمزان صورتوں کے کہ بذات خود دفتر معتمد اسٹیٹ اسکالرشپ کمیٹی سے فارم حاصل کئے جائیں مطبوعہ فارم کے لئے درخواستوں کے ہمراہ ضروری ٹکٹ ٹپہ ملفوف ہونا چاہئیں تاکہ فارم روانہ کئے جاسکیں۔

دستخط ڈرنگ راؤ۔ منتخب معتمد

براؤننگ

از

مولوی سید وقار احمد صاحب ایم اے، مدیر نظام گزٹ

"سید صاحب نے جامعہ عثمانیہ سے کاسیابی کی سند پانے کے بعد براؤننگ کے اشعار کا تعمیق میں خوبی سے کیا ہے اس کی قبولیت عوام کی تعریف کے لئے کافی ہے۔"

(نہار کشن مہاراجہ صدر اعظم بہادر)

قیمت صرف (۴) علاوہ محصول اک و پیا کنگ

ملنے کا پتہ

سید عبد القادر تاجر کتب بجار بنیاد حیدرآباد دکن

جانبلب مریض بھی شربت جانفزا کی ایک مثقال سے

ایک مشت میں ہوشیار ہو کر باتیں کرنے لگتا ہے جو اس کے سریع التاثیر مفرح دلکشی و انبساط بخش ہونے کا اعلیٰ ثبوت ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ فرحت بخشی اور یا توقی بھی اسکا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ کثرت مطالعہ و دماغی محنت و تکان اور شدت گرمی و برخ نمکم صداع و ضعف دزدیم کے سبب جب خشی طاری ہو کر ہاتھ پاؤں سرد اور جسم پسینہ سے سرتاپا مریض سست اور نڈھال ہو جاتا اور چہرے پر پژمردگی چھا جاتی ہے اسوقت شربت جانفزا کی ایک خوراک سے چند کشکنڈ میں مریض کے دل و دماغ میں طاقت آکر چہرہ پر رونق اور فرحت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور بات چیت کرنے لگتا ہے لاغر اور نحیف اجسام بچوں اور نازک مزاج لاغر اندام مستورات درد و کامی محنت کرنیوالوں کے لئے اور دائمی مریضوں کے لئے ہر اول تاثر کے درد ناشہ یا دل کھینچنے اور قبض کی کمزوری کے لئے بطیر نظیر ہے

قیمت فی شیشہ دو جاول حال در جاملی ۵

اکسیر محل شحم

فاتح جذامی کو تحلیل اور بیڈول موٹاپن پر لاقی دلکشی و چالاکی پیدا کرتی ہے۔ بغیر پرہیز اور بلا تکلیف ایک ماہ میں دس پونڈ وزن کم کرتی ہے قیمت فی شیشہ ۵

پتہ ڈاکٹر نبی بخش سیاٹرسٹ بیڈیکل افسر مقبرہ سجدہ فتح گنج حیدرآباد دکن

ایک روحی مرید نوازی کہانی اکسیر سیل نمبر ۱ و ۲

اپنے مجاز نافوائد کی وجہ دنیا بھر کی دواؤں پر فوقیت لے گئی ہے جو سمجھنے سے پیشتر ون کے کرم خوردہ بالوں کو بلیغم رقیق سیاہ رنگ تبدیل مقدار میں کرکے جلد کو مخمل کی طرح نرم اور صاف و سیاہ رنگ کو گدازی اور گدازی کو رعشہ اور خشا بنا دیتے ہیں تیل فی شیشہ ۵ روپے

اکسیر سیل نمبر ۲

سینہ و آنتہا و ہاضمہ درست ہو کر طاقت آجاتی اور جسم کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ ایورس الاطلاع ہو کر گھر کا گھر ہی ہو گئے ہے اسکے استعمال سے فضل ضداحت یاب ہو گئے ہیں قیمت ہر دو شیشہ پانچ روپیہ

حسن افروز

رنگ تھوپی چہرے کے چھائیاں، دتلی اور سیاہ دھبے کو گدازی اور گدازی کو رعشہ بنا دیتے ہیں قیمت فی شیشہ ۵ روپے

طلا مہالنسہ

چہرے کے کیلوں کا دور کرتا اور مردم رفع کرکے اور صاف و سفید بنا دیتا ہے۔ قیمت فی شیشہ ۵ روپے

اکسیر خم دہن

مسوڑوں کا درد و ورم زخم پیپ اور منہ و دہان و حلق کے زخم اور چھالوں کو ایک روز میں کم کرتی ہے۔ قیمت (۳۰) مردون و عورتوں کے خصوصی امراض کا علاج بذریعہ خط و کتابت

پتہ ڈاکٹر نبی بخش سیاٹرسٹ بیڈیکل افسر مقبرہ سجدہ فتح گنج حیدرآباد دکن

ایک سلائی سے نظر گئی اور آنکھ نہ کر نیوالا ایک سلائی سے نظر دی اور آنکھ نہ کر نیوالا

جواہر نوشاہین مجاز نافوائد کی وجہ شہرہ ہے

بیس بیسہ ماشہ والا خاص مصرہ اور جواہرات کا سرمہ اور دلائی برقی آنہ بھی اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ

بغیر آپریشن کے نظر بحال کرتا ہے

بیس سال تک کے پھولے اور دس سال تک کے

موتیا بند کے ایرسل علاج اندھے

اور بارہ سال تک کے کوڑے و بچہ بالغ ناخنہ کے لاعلاج مریض جو دیوں و یکسیون و ذاکٹروں اور یونانی

دواخانوں کے مستعم الجاب کے سامالجا اور سیول ہسپتالوں کے علاج و آپریشن سے بہ سون میں اچھے نہ ہو رہے تھے انکی بصارت

جواہر نوشاہین نے بحال کردی سندات موجود ہیں

بحفاظ مختلف امراض ان کے بارہ تسلم اور بہ نافوائد قابل تعین و رجے ہیں

مریض کی عمر اور مرض کی کیفیت بتانے پر نسخہ اور درجہ

بھیز کیا جاتا ہے قیمت درجہ اعلیٰ کے خاص ۵ عام اور خاص ۵

دردش

ہر قسم کے اندرونی و بیرونی درد کو دو تولے لگانے اور دو بوند پینے سے ایک منٹ

میں آرام ہو جاتا ہے۔ قیمت شیشی (۵ روپیہ) (۲)

پتہ ڈاکٹر نبی بخش سیاٹرسٹ بیڈیکل افسر مقبرہ سجدہ فتح گنج حیدرآباد دکن

کتب خانہ تجارتی سید عبدالرزاق تاجر کتب و پبلشر مالک رزاقی مشین پریس چارمینار حیدرآباد دکن

جان سخن نواب ضیاءت جنگ (اقبال) کے کلام کے خوش آئند مجموعہ دکن کو جو کئی سال سے کمیاب تھا کثیت ..... بجٹر

تذکرۂ شعراء دکن اس میں ۱۳۱۸ھ تک قدیم و جدید شعراء کا ذکر ان کی شاعری کے نمونہ درج ہے۔ پہلے اس کی قیمت (۴) روپیہ تھی (اب صرف ۲)

عروس ادب ہوش بلگرامی کے اخلاقی ادبی تاریخی اور سیاسی مضامین ہے کتب میں مزیات رنگین اور مدس و مقفا ہے۔ یہ ہر ہیں قیمت ..... (۴)

کلیات وفا حکیم صبا الہادی خاں صاحب وفا رام پوری کا کلیات ..... (۴)

سیرۃ النبی مجلد چرمی سنہری کام حصہ اول ..... (۴)
حصہ دوم مجلد چرمی کام سنہری ..... (۴)
حصہ سوم مجلد سنہری کام تقطیع کلان ..... (۴)

کیمیائے سعادت کتاب حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی لاجواب تصنیف ہے کاغذ چکنا۔ اس کے صفحات (۴۵۲) قیمت (۴)

ماثر دکن بلدہ حیدرآباد و مضافات بلدہ کی عمارات و آثار کے نہایت بہترین کتاب ہے جس میں (۵۰) بقاویر و کتبے درج ہیں اور حالات نہایت دلچسپ ہیں۔ مولوی سید علی ضمیر بگلرامی اصفہانی ہی جیسے فاضل نے تالیف کی ہے قابل دید ہے قیمت ..... (۲)

بیوہ کی کہانی بیوہ کی زبانی ایک پرتاثیر دلگداز قابل دید نظم ہے بیوہ کے حقیقی حالات اور فطری جذبات کا آئینہ ہے درد و غم سے بھیگی ہوئی کا نتیجہ ہے۔ ممکن نہیں کہ اس کو پڑھنے کے بعد کوئی آنسو نہ بہالے (۴)

نیک بی بی اس نظم کے ملاحظہ سے معلوم ہوگا کہ کسطرح ایک نیک خو بی بی نے اپنے بدخو شوہر کو خوش خو بنا دیا قیمت ..... (۲)

مثنوی مشعل اسلام اس میں توحید باری حق تعالیٰ و اثبات رسالت کے ایسے زبردست دلائل بیان کئے گئے ہیں جو بڑے بڑے سند کتابوں میں بھی نہیں مل سکتے قیمت ..... (۸)

اعظم اسٹیم پریس

میں ولایتی مشنوں کے ذریعہ برقی قوت سے ہر قسم کی طباعت کا کام نہایت عمدہ اور بہت جلد انجام پاتا ہے یعنے مہینوں کا کام دنوں میں کفایت سے تکمیل پاتا ہے اور کتابت بھی اعلیٰ درجہ کی انجام دیجاتی ہے

للشتہار ساتھ

سید عبدالقادر تاجر کتب و مالک اعظم اسٹیم پریس چارمینار حیدرآباد دکن

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چندہ

سرکار سے سالانہ	پچیس روپیہ
امراء و رؤسا سے سالانہ	پندرہ روپیہ

ہندوستان کے لئے مع محصول ڈاک

سالانہ	۔ے
ششماہی	۔ے ۱۰
سہ ماہی	۔ے ۵
فی پرچہ	۔ا ۲/۲

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمایئے۔
(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔
(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایئے۔
(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمایئے۔
(۵) نظام گزٹ تقریباً ۱۶ صفحے کے حجم پر شایع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شایع ہونگی۔

منیجر

سید عبدالقادر تاجر کتب و پبلشر نظام گزٹ نے اپنے اغلم اسٹیم پریس واقع عارضا حیدرآباد دکن میں طبع کرکے شایع کیا۔

رجسٹر سرکار آصفیہ نشان (۶۱)

نظام گزٹ

عدد (۲۰)
جلد (۱)

مدیرین
سید وقار احمد ام۔ اے
محمد حبیب اللہ رشدی ام۔ اے

مضمون خاص

خطبات شاد

از

نہر کسلنسی مہاراجہ صدر اعظم بہادر

کتب خانہ تجارتی سید عبد القادر بکسلر و پبلشر مالک اسٹیم پریس چارمینار حیدرآباد دکن

قرآن شریف اس میں پانچ ترجمے ہیں۔ دو فارسی تین اردو اور بر حاشیہ تفسیر عزیزی جلد ۱ جن التفاسیر مجلد ہدیہ اصلی ۱۰ رعایتی عنہ سکہ عثمانیہ۔

قرآن شریف مترجم بامحاورہ اردو مولانا مولوی شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی بر حاشیہ تفسیر موضح القرآن علی قلم جس کا ہر پارہ علیحدہ علیحدہ ہو سکتا ہے۔ صفحات (۴۰۸) ہدیہ بلا جلد ہے مجلد للیہ سکہ عثمانیہ۔

اردو ٹلس رنگین ملک سرکار عالی جس میں ضلع واری نقشہ جات مع حالات جغرافی و نقشہ جات پائیگاہ وغیرہ بہترین اور نایاب جدید ایڈیشن ..... قیمت عالی ..... رعایتی عہ

خلاصہ جغرافیہ عالم سوالات و جوابات مثیر بکویشن جامعہ عثمانیہ مرتبہ مولوی محمد علی صاحب ناظر تعلیمات قیمت عہ رعایتی عہ

سلیس جغرافیہ دکن برائے مدارس تحتانیہ قیمت ۴ رعایتی مرتبہ مولوی سید شرف الدین صاحب

جدید تاریخ ہند برائے مڈل عثمانیہ مؤلفہ قیمت عہ صاحب ہادی بی۔ اے

جدید جغرافیہ دنیا برائے " " قیمت عہ بی ٹی صدر مدرس

صنم خانہ عشق یعنی دیوان میر مینائی قیمت ..... عہ رعایتی قیمت ..... عہ

مطبوعہ جستر اوفارمس ہر قسم کے کارآمد خصوصاً سررشتہ تعلیمات اور محکمہ جات عدالت و کوتوالی وغیرہ کے تیار جن کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کیجاتی ہے۔ آرڈر پر نمونہ فارم لیج کر کے ارجنٹ تعمیل کیجاتی ہے۔

فتاوی عثمانیہ سلیس اردو زبان میں کتب معتبرہ فقہ سے جمع کیا گیا ہے بالخصوص وکلا کیلئے معلومات کا خزینہ ہے قیمت (۱۲) روپیہ

تمدن ہند (ہند کی بہترین بالتصویر تاریخ) ڈاکٹر لال بان کی فرنچ تصنیف کا محاورہ اردو میں ترجمہ مع اضافہ توضیحات و حواشی مفید جس کو مولانا مولوی سید علی صاحب بلگرامی مرحوم نے کیا ہے جو آج سے چند سال پہلے (۵) روپیہ میں فروخت ہوتی رہی ہے۔ اس میں (۱۴۹) لقاویر دیدہ زیب اور (۲) نقشہ جات رنگین اور مختلی کلاں ہے اب یہ قابل قدر لائق دید کتاب مجلد کی (۵) روپیہ قیمت کر دی گئی ہے۔ علاوہ محصول ٹیپا سید کنا طران کرام امن رس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے۔

۱۲ - انچ قطر یہ ایک ۸ درجولی اسٹینڈ اور نمبر دئے ہوئے **گلوب** پیتل کے رنگ میں لگا ہوا ہے جسکے ذریعہ زمین کی حرکت و زاویہ وسالانہ دونو سمجھائی جاسکتی ہے قیمت (۱۵) روپیہ سکہ کلدار یا (۲۵) روپیہ سکہ عثمانیہ۔

یادگار غالب حضرت استاد مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی کے زندگی کے حالات انکی اقسام نظم و نثر اردو و فارسی کا انتخاب جسکو عالیجناب شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے مرتب کیا ہے۔ قیمت بجلدئے کلدار کے ساتھ حالی۔

کلاں چہری اصلی قیمت ..... عہ رعایتی ..... عہ

" " مجلد بارچہ " ..... عہ ..... عہ

" " خورد چہری " ..... عہ ..... عہ

" بارچہ " ..... عہ ..... عہ

نوٹس آن اسلام بزبان انگریزی۔ اسلام کے متعلق بہترین تمثیلات عربی جس کی شرح انگریزی میں کی گئی ہے مصنفہ عالیجناب خان بہادر حامی خواجہ محمد حسین صاحب جسکو عالیجناب مولانا احمد حسین صاحب سی۔ آئی ای۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ نواب امین جنگ بہادر نے مختصراً نہایت عمدہ سلیس انگریزی میں کیا ہے قیمت ..... عہ

گنجینہ ہدیٰ اس کا ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم اور حضرت صلعم کی تواریخ بھی اس کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ قیمت للیہ۔

ارمغان سلطانی المعروف سیر گلبرگہ شریف۔ تاریخی واقعات گلبرگہ شریف کا ایک سچا نوٹ ہے جو تین حصوں پر منقسم ہے پہلے حصہ میں شہر گلبرگہ شریف کے موجودہ حالات درج ہیں۔ دوسرے میں زبدۃ العارفین حضرت مخدوم شہباز بلند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی المشہور خواجہ بندہ نواز قدس سرہ العزیز نیز دیگر اولیاء کرام کی فیاض زندگی اور ان کی سوانح عمری جو مختلف مستند و مدونہ کتب سے اخذ کر کے تسلسل طور پر لکھے گئے ہیں تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ کے مفصل حالات درج ہیں۔ قیمت (۴) ۔

نرخنامہ طبع اشتہارات نظام گزٹ چارمینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایک مرتبہ
ایک صفحہ	۱۵	۸	۴	۱	۱
نصف صفحہ	۸	۴	۲	۱	۱
ربع صفحہ	۴	۲	۱	۱	۱
ایک کالم	۲	۱	۱	۱	۱
نصف کالم	۱	۱	۱	۱	۱
ربع کالم	۱	۱	۱	۱	۱

اشتہارات کے نرخ میں اخبار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ ہوتا جائیگا

سعی پیہم ہے ترا نوشدۂ گم کردۂ حیات تری میزان ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عظمۃ دحیدر آباد دکن ۔ دوشنبہ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ ۷ مئی ۱۹۲۸ء ۲ تیر ۱۳۳۷ فصلی جلد ۱

شذرات

آج کل سلک یکطرفہ کا سیاسی دور سے گذر رہا ہے اس بات کو کوئی زمانہ نہیں گذرا کہ سابق وزیر اعظم ثروت پاشا کے زمانہ میں برطانیہ سے ایک نئے عہد نامہ کے متعلق گفت و شنید ہوئی تھی۔ اسی زمانہ میں مصر کے فرمانروا عباس حلمی نے انگلستان کی سیاست کی تھی جہاں ان کی بڑی آؤ بھگت ہوئی تشکی لوگوں کو اسی پر شبہ ہونے لگا تھا کہ شاہ فواد کی یہ خاطر داریاں کچھ معنی رکھتی ہیں۔ چنانچہ بعض جرائد نے اس پر اظہار رائے بھی کی اور اس رائے کو معلوم کرنا چاہا۔ مگر اب کم و بیش ایک سال کے بعد معلوم ہوا کہ اس وقت آسٹن چیمبرلین اور ثروت پاشا مصر کے خراب بلے کر رہے تھے۔ ان خرافات کی حقیقت بعد میں کھل گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ثروت پاشا کو استعفیٰ دینا پڑا اور مصر کی وزارت سمیاس پاشا کے ہاتھ میں چلی گئی۔

دنیا جانتی ہے کہ سمیاس پاشا سعد زغلول کے جانشین ہیں اور وطن کی خادم "وفد جماعت" کے سرگرم رکن اور اس کے صدر رہے۔ ایسی صورت میں جز شواہد ٹھوس کو ثروت پاشا جیسے معتدل مزاج وزیر کی حکومت نے نامانا ظاہر ہے کہ سمیاس پاشا کی حکومت ان کو کیسے مان سکتی ہے۔

مصر یورپ سے بہت قریب ہے اس لئے اس کا یورپ سے متاثر ہونا بالکل فطری امر ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ مصری حریت کا سنگ بنیاد محمد علی پاشا جیسی عظیم الشان ہستی نے رکھا ہے۔ پس ایسی قوم کا دن بدن آزادی سے قریب ہونا جانا بھی بالکل فطری امر ہے۔ متعدد کوششوں کے بعد مصر اب قومیت کی روح دوڑ گئی ہے اس لئے آزادی کی خواہش بھی ان میں ایسی مرصت سے بڑھتی جا رہی ہے۔ نتیجہ یہ کہ مصر اب اپنے کندھوں سے بیرونی جوا نکال پھینکنا چاہتا ہے مگر وہ اتار سے تو کیونکر؟

آج برطانیہ اور مصر کے درمیان جو کشمکش ہے، اسکی علت مشتعلہ یہ ہے کہ مصری پارلیمنٹ نے قانون مجالس عامہ کا مسودہ منظور کر لیا ہے اور اس مسودہ کو قانون بننے کے لئے صرف ایک مرحلہ اور باقی ہے مگر حکومت برطانیہ خصوصاً مسٹر چمبرلین کی قدامت پرست حکومت سے کوئی کیا توقع کر سکتا ہے۔ سالہا عہدنامہ کے مکمل نہ ہونے کا سارا کا سارا بدلہ اصلاح لیا کہ قانون مجالس عامہ کی ایک دفعہ کو ان غیر ملکی باشندوں کیلئے مضر بتایا جو مصر میں آباد رہیں۔ اور یہ کہ ان غیر ملکیوں کی حفاظت برطانیہ کا فرض ہے۔ وزیر ہند کی منطق سے تو ہم واقف ہی تھے۔ یہ وزیر خارجہ کی منطق ہے:

سمیاس پاشا نے بارہا یقین دلایا کہ اس قانون سے غیر ملکیوں کے حقوق پر کوئی برا اثر نہیں پڑ سکتا اور جتنے بھی غیر ملکی ہیں ان کی حفاظت کی ذمہ دار ہی مصری حکومت کریگی۔ مگر میاں حکومت برطانیہ اپنے استدلال کا کمال کیا لطف ہے کہ نہیں مصری حکومت کی حفاظت نہیں کر سکتی مگر کیونکہ اس قانون کے منظور ہو جانے سے ہی تمام غیر ملکی باشندوں کا قتل و خون ہی ہو جائیگا۔ اور مصری حکومت ہاتھ باندھے کھڑی ہوئی ہستی رہے گی۔ اور ان ملکوں کی حکومتیں مزے سے رعایا پر ظلم ہوتا خاموش دیکھکر لڑنے والے کیلئے کی۔ مگر حکومت برطانیہ کی انسانی ہمدردی اس کو کہاں گوارا کر سکتی ہے وہ تو ملکہ برطانیہ کی مدد کے لئے دنیا میں ہر جگہ اپنے جان و مال کو قربان کرتی ہے۔ دیکھئے نابہ ہندوستان میں بھی وہ اسی لئے ملیری ہوئی ہے کہ یہاں کی نیچ ذاتوں اور ذلیل التعداد جماعتوں کو برہمنوں کے پنجے سے بچائے!!

انگلستان کے احباب نیچی قومیت کی قینچی کرین جائز ہے مگر جو ناروا حق و انصاف کے پہلو کو ہلاتے ہیں ہلانے دیتے۔ مگر دے بھال پند! بیان کردہ "نوادر" اور "نوادر" بھی "دعا گو" بن جاتی ہیں۔ چنانچہ ثالثی "آف انگلینڈ" جناب مصری صورت حال پر فرماتے ہیں کہ "شاید مصری حکومت

باسلسلہ حاشیہ صفحہ (۴) کالم (۳)

نظام گزٹ

ہفتہ وار

دوشنبہ ۱۶ ذیقعد ۱۳۴۶ھ ہجری

تعلیم کا مقصد اور جامعہ عثمانیہ

تعلیم کا کیا مقصد ہونا چاہئے؟ کس قسم کی تعلیم سے ملک اور نہ کے اجتماعی کو فائدہ پہونچ سکتا ہے؟ یہ وہ سوال ہیں جن کے حل کرنے کے لئے بڑے بڑے ماہرین تعلیم نے بہت کچھ کوشش کی ہے۔ تاہم نتائج کے لحاظ سے ہر شخص کا نظریہ علیحدہ رہا ہے۔

انگلستان کے مشہور وزیر اعظم ارل اسکسفورڈ نے تعلیم کا مقصد یہ بیان کیا ہے کہ تعلیم ایسی ہو جس سے طالبعلم کالج کی چار دیواری سے باہر نکلنے کے بعد عملی دنیا میں کامیاب ثابت ہو۔ ارل آف اکسفورڈ طلبہ کو کسی ایک فن میں ماہر ہونے کی تلقین نہیں کرتے بلکہ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں طلبہ میں ہمہ جہت پیدا ہونی چاہئے۔

انگلستان جو قدیم سے ایک تجارتی مرکز ہے۔ وہاں کے باشندے فطرتاً صنعتی تعلیم کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ ان طلبہ کی تعداد بہت ہی کم ہوتی ہے جو تاریخ، فلسفہ اور ادبیات کے لئے اپنی زندگی وقف کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے رجحان کو دیکھ کر ارل آف اکسفورڈ نے یہ کہا ہے کہ طلبہ کو چاہئے کہ وہ ان مضامین کی طرف خاص طور پر توجہ کریں۔ انگلستان کا ماحول ہی ایسا ہے کہ طلبہ کا خیال ابتدا ہی سے کسی نہ کسی پیشہ کی طرف ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی ابتدا ہی سے ایسی تعلیم وتربیت ہوتی ہے کہ طالب علم کسی ایک پیشہ کو اپنا مقصد حیات قرار دیتا ہے اور اس کے حصول کی طرف کوشاں رہتا ہے۔ برخلاف اس کے ہندوستان میں مغربی تعلیم کا آغاز اس لئے کیا گیا تھا کہ ہندوستانی نوجوان آسانی سے ملکیں انتظام میں جن لوگوں نے انگریزی تعلیم پائی ان کو ملازمتیں آسانی سے ملیں اس سے اور لوگوں کو بھی ترغیب ہوئی۔ غرض ہندوستان کی تعلیم کی بنا غلط اصول پر رکھی گئی۔

اس کے ساتھ ہی ستم ظریفی یہ کی گئی کہ ذریعہ تعلیم کو غیر زبان قرار دیا۔ ظاہر ہے کہ ایسی تعلیم سے جو نتائج برآمد ہوگا وہ ملک کے حق میں اخلاس کا باعث بنے۔

ملک میں صحیح تعلیم کو جاری کرنے کے لئے کئی ایک کمیٹیاں ہوئیں۔ ماہرین تعلیم نے بہت کچھ غور کیا۔ آخر کار یہ سامنے آیا کہ ذریعہ تعلیم اگر مادری زبان میں ہو تو بہت کچھ ترقی ہو سکتی ہے مگر ایک زبان سے دوسری زبان میں کتابوں کا منتقل کرنا یہ بہت ہی دشوار گزار راستہ ہے اس لئے مدت دراز تک ہندوستان میں صحیح اصول پر تعلیم کا سنگ بنیاد ہی نہیں رکھا گیا۔

یہ مملکت دکن کی خوش نصیبی ہے کہ اس کو ایک بیدار مغز روشن ضمیر بادشاہ ملا جو کہ اپنی دور بینی اور مشہور فیاضی سے کام لیکر ملک میں علمی سرچشمے جاری کر دے تاکہ اس کی ہریالی سے گلشن دکن سرسبز وشاداب ہو۔

اس عام تعلیم سے ملک میں جو ذہنی ترقی ہوئی اور جس قسم کی علمی طبقہ پیدا ہوا اس کے اظہار کی چنداں ضرورت نہیں جامعہ عثمانیہ کے قیام سے اب تک پچیل کپیس تیس امرائے نکل چکے ہیں۔ اس کے ساتھ فیلیسانین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ مگر ہم نہایت افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ جامعہ عثمانیہ کی رفتار پکیت اور حالانکہ بہت ہی کم ہے۔ مثال کے طور پر جامعہ کیلیفورنیا جامعہ علیگڈھ جامعہ بنارس کو لیجئے۔ جہاں نتائج ۸۰ تا ۹۰ فیصدی رہتے ہیں اس کے مقابلہ میں جامعہ عثمانیہ میں کامیاب طلبہ کی تعداد مشکل ۵۰ تا ۶۰ ہوتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جامعہ عثمانیہ کی وجہ سے حیدرآباد میں جو علمی گرمی اور جد وجہد پیدا ہوئی ہے وہ ہندوستان کے اور صوبوں کی بہ نسبت بدرجہا زیادہ ہے مگر اب جبکہ ان ملک کی نظر اس پر ہے کہ ہماری یونیورسٹی سے صرف دفتری منشی ہی نہ پیدا ہوں بلکہ یہاں سے ہمارے ملک کے کارآمد اور خادم ملک شہری پیدا ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسے طبقے کے پیدا کرنے کے لئے صرف جامعہ کی درسی تعلیم کافی نہیں ہے بلکہ ان کے لئے صنعتی اور زراعتی تعلیم کی ازبس ضرورت ہے تاکہ ملک میں سرکاری ملازمتوں کے مثلاً ٹیچروں کی تعداد میں کمی ہو اور میدان عمل میں نیچے حکومت کے آگے ہاتھ پھیلانے کے آپ اپنی روزی پیدا کرنے والوں کی کثرت ہو۔

نواب نظامت جنگ بہادر ملک کے بچے بچے کی طرح دلی اس کے ساتھ ہی آپ کو ساری عمر علم اور علم دوست حضرات سے خاص تعلق رہا ہے۔ حال میں نواب صاحب نے مسٹر ہارلڈ ڈوک کیتھل کی درخواست پر مدرسہ توفانیہ جاری کر لیا ہے جس میں تعلیم انصاف کے طلبہ کی صدارت کی۔ اس موقعہ پر آپ نے جو تقریر فرمائی وہ بہت اہم ہے کیونکہ نواب صاحب نے ملک کے نوجوانوں کو صنعتی تعلیم کے حصول کی ترغیب دی ہے اور ساتھ ہی مدرسہ توفانیہ کے بچوں کو یہ بھی نصیحت فرمائی کہ وہ ابتدا ہی سے اپنا کوئی مقصد حیات کافی طور پر غور وخوض کر کے قرار دے لیں۔

صنعتی تعلیم کی ترقی کے متعلق نواب صاحب کا خیال بہت پرانا ہے۔ اور کیا عجب ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی کی ترقی کے ساتھ ساتھ ملک میں صنعتی تعلیم بھی ترقی پاجائے مگر اس کے لئے ہماری حکومت کا بھی ایک اہم فریضہ ہے کہ وہ صنعتی تعلیم کے شروع ہونے سے پہلے ہی ملک میں صنعتی اور زراعتی جد وجہد پیدا کر دے تاکہ جو طلبہ صنعتی مدارس سے ترقی پاکر نکلیں وہ پھر حکومت ہی کے آگے ملازمت کے لئے دست سوال نہ پھیلائیں بلکہ ملک کی صنعتی اور زراعتی جد وجہد میں اپنے دست وبازو سے اپنی روزی کمائیں۔

آخری مغل بادشاہ کی قبر سے دشمنی

عدالت عالیہ رنگون میں ایک عجیب مقدمہ پیش ہوا۔ غدر کے بعد ہندوستان کے آخری بادشاہ کو رنگون میں کیپٹان نیلسن ڈیوس کی نگرانی میں نظر بند کیا گیا تھا۔ اور ۱۸۶۲ء میں جب آپ کا انتقال ہوا تو کیپٹان ڈیوس نے انکو اپنے جنگلے اور شیشہ روڈ کے درمیان سپرد خاک کرایا۔ ۱۸۷۵ء میں ملکہ ہندوستان کا بھی انتقال ہوا جس کی بادشاہ کے پہلو میں مدفون کیا گیا۔ بادشاہ کی ایک عزیز شہزادی رونق زمانی بیگم نے قبروں کے ارد گرد ایک شیشہ لگوادیا۔ رنگون کے اکثر مسلمان وہاں فاتحہ کیلئے جاتے تھے۔

۱۹۲۴ء میں ٹیٹر روڈ پریس ڈاکٹر نے کچھ اراضی خریدکی۔ اس میں وہ جگہ بھی شامل تھی جس میں بادشاہ اور ملکہ کی قبریں واقع تھیں لیکن اس میں شہزادی کو مبلغ نہیں کیا حال ہی میں اس شہزادی نے ان قبروں پر عمارت تعمیر کرائی ہے اور روشنی کے لئے ایک بجلی کھمبہ اور ایک نل لگوایا ہے۔ ایس ڈاس نے شہزادی کے خلاف ایک مقدمہ دائر کیا ہے۔ عدالت عالیہ نے فیصلہ کیا کہ شہزادی کا مذہبی کی اراضی پر سجادہ نشین کرانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اسلئے وہ کسی دگری کی حق دار نہیں۔ عدالت عالیہ نے اپنے فیصلہ میں کہا کہ شاہی مقبرہ کی بیحرمتی بداخلاقی کا قطرہ ہے۔ اسلئے حکومت کو دخل دیکر اس معاملہ کا تصفیہ کرا دینا چاہئے۔

رنگون کے مسلمان اس معاملہ میں بڑی دلچسپی لے رہے ہیں ان کا دعویٰ ہے کہ بادشاہ ملکہ ہندوستان کے مقبروں کی درستی کو مفوض کرنے کا حکومت کو کوئی حق نہیں ان لوگوں نے گورنمنٹ کے پاس درخواست بھیجوائی ہے۔ جس میں مطالبہ کیا ہے کہ اس زمین کو مدعیہ سے واپس لیکر شاہی مقبرہ کی حفاظت کیجائے۔

(انگلش)

جن اصحاب کا چندہ سہ ماہی تعاون کبھی کا ختم ہو چکا۔ براہ کرم چندہ منی آڈر کے ذریعہ روانہ فرما کر ممنون فرمایئے۔ منیجر

ترکی میں دورِ ترقی

مترجمہ

محمد مظہر اللہ صاحب صدیقی حیدرآبادی

موسیو ریتیہ ہارشان نے "مصطفیٰ کمال پاشا کے زیر قیادت ترکی کے نشو ونما" پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں ترکی کی ہر قسم کی جدید اصلاحات و ترقیات پر اعداد و شمار اور دلائل و براہین کے ساتھ تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ عوام پر اس کتاب کا اس قدر اثر پڑا کہ پیرس کا ایک بہت بڑا ادارہ اشاعت اس کتاب کو دیکھنے کی بات پر آمادہ ہوگیا کہ جمہوریہ ترکی اس سے جس قدر فرحت چاہے وہ بخوشی دیدیگا جس کے لئے کسی قسم کی ضمانت کی ضرورت نہیں اور کتاب متذکرہ بالا میں جو کچھ لکھا ہے اس پر اسکو کافی اطمینان ہے۔

اس کتاب کا فرنچ سے اقتباس حسب ذیل ہے۔

امور عامہ

جمہوریہ ترکیہ کی تیسویں سے ساتھ ہی ملک کے سربرآوردہ لوگوں نے مملکت ترکیہ کے طول و عرض میں ریلوں کے جال پھیلانے کے لئے کچھ اس طرح جد و جہد شروع کردی کہ اتاترک کے بعد لوگوں نے اس کو "ریلوں کی حکومت" کا نام دے رکھا حکومت ملنے ریلوں کی توسیع اور ترقی کے لئے ۱۰ سالہ ترقی کی روڈ پروگرام کی رقم مختص کردی ہے۔ اور یہ تصفیہ ہوچکا ہے کہ ۱۰ سنہ دس سال تک ہر سال اسی قدر رقم ریلوں کی توسیع و ترقی کے لئے لفافی جائیگی۔ خواہ حکومت کے خزانہ میں کتنی ہی کمی نہ ہو جائے۔ بہرحال ترکوں کی دلی خواہش ہے کہ وہ بین الاقوامی ریلوں کی جنگ کے لئے قدیم ترکی کو مستعد و تیار کردیں اس نئی حکومت کی ابتدا ہی سے ریلوں کی اصلاح و ترقی میں منہمک ہیں رہی ہیں۔ انقرہ (انگورہ) اور قیصریہ کے مابین (۱۸۰) کیلو میٹر طویل ریلوں کا حال کچھ ایسا ہے اب حکومت کا ارادہ ہے کہ اسی سلسلہ کو سیواس سے متصل کردیا جائے اور پھر یہ اس سے اس کی دو شاخیں نکالی جائیں جن میں سے ایک قورمی ریلوے سے جا ملے اور دوسری سمسون ریلوے سے متصل ہو جائے۔ اسی طرح قیصریہ سے بھی ایک ریلوے لائن بغداد ریلوے تک پھیلائی جائے۔ اس کے علاوہ کوشش کی جارہی ہے کہ انگورہ سے ہر اس مقام تک ریل دوڑائی جائے جہاں کوئلہ کی کان دریافت ہو جائے۔ اسی طرح حکومت کطاہیہ ازمیر اور دیار بکر کے درمیان بغداد ریلوے تک ایک لائن ڈالنے کا منصوبہ گانٹھ رہی ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ بحر اسود خلیج فارس سے متصل ہو جائے۔

ریلوں کے علاوہ سڑکوں اور متعلقہ جسم کی گاڑیوں کی آمد و رفت کے لئے ترکی کے تمام نقاط میں سڑکیں تعمیر کی جارہی ہیں جس کی بدولت دیہاتیوں اور زراعت پیشہ لوگوں کو اپنی زرعی اور اقتصادی حالت درست کرنے کا موقع ملیگا۔ اور حکومت نے اس مد کے لئے بھی کافی رقم مخصوص کر رکھی ہے۔

حکومت ترکی نے انقرہ میں ایک عظیم الشان لاسلکی مرکز قائم کیا ہے جو براہ راست امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن سے متصل ہے۔ اور اس سے کسی قدر چھوٹا لاسلکی اسٹیشن استانبول میں بنایا گیا ہے۔ حکومت ترکی اور اسوج کی لاسلکی کمپنی نے ایشیائے کوچک کے شہروں میں لاسلکی کا سلسلہ پھیلانے کے متعلق آپس میں ایک معاہدہ کر لیا ہے اس معاہدہ کی مدت پانچ سال رکھی گئی ہے۔ اسی طرح حکومت مذکورہ نے ایک دوسرا معاہدہ تلغرافی مخابراتی سلسلہ

قائم کرنے کے متعلق تیس سال قرار پائی ہے

زرعی اصلاحات

آج ترکی کی تین چوتھائی آبادی ہے۔ تنظیمات ترکی کی حکومت کے زمانہ میں کچھ علاقہ حکومت کی تنگ میں تھا۔ لیکن ترکوں نے جون ہی جمہوریہ کا اعلان کیا اس تمام علاقہ کو مزارعین میں بانٹ دیا اور اجس اس پر زراعت کرنے کی آزادی دیدی اور انھی اراضی پر ان کی اولاد کا موروثی حق تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ شرط بھی لگادی کہ اگر کوئی کسان کسی زمین پر تین سال تک کاشت نہ کرے اور اس کو یونہی بیکار چھوڑ دے تو پھر اس کا حق زائل ہو جائے گا۔ تاہم اس کے لئے ایک مہلت یہ بھی رکھی گئی ہے کہ وہ اس زمین کو بتے دار یا حکومت سے عرضے لے سکتا ہے اور اس کے بعد وہ آزاد ہے جس وقت اور جس طرح چاہے اپنی زمین سے کام لے۔

زرعی ترقیات کے مدنظر حکومت ترکی نے فوجی خدمت کے لئے صرف اظہار تہنیہ کی مدت قرار دی ہے۔ لیکن فصل کے زمانہ میں زراعت پیشہ رعایا کو جو فوجی تعلیم پا رہی ہو اپنے کھیتوں میں حاضر کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کی وجہ سے ملک کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہونے لگے ۱۹۲۳ء میں ترکی میں جو غلہ پیدا ہوا ہے اس کی مقدار جنگ عظیمی سے پیشتر کی پیداوار سے بہت زیادہ تھی ۱۹۲۵ء میں ترکی میں چقندر کی پیداوار سات لاکھ چھ ہزار ٹن آلو کی بہتر ہزار پانچ سو ٹن رہی اسی طرح روئی کی چھبیس ہزار ٹن اور تمباکو کی بتیس ہزار ٹن ہوئی۔

حکومت ترکی کا اپنی رعایا کی اقتصادی اور مالی حالت کو سنبھالنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ رعایا کو بلا سود قسطوں کے کافی روپیہ قرض دے رہی ہے جس کو وہ تین سال کے بعد واپس کر دے سکتے ہیں۔ اس قسم کے قرضہ کی نوعیت بھی ہے کہ رعایا زرعی آلات و اسباب فلم اور مویشی وغیرہ خرید سکے۔ حکومت نے بیت سے نئے مدارس اور ملاح افزائش نسل مویشی کے لئے مستعد و مرکز قائم کر لئے ہیں۔

تعمیر امکنہ

یونانیوں نے ایشیائے کوچک پر حملوں کے زمانہ میں تقریباً دو ہزار مکانات تباہ و برباد کر دیئے تھے یونان امن و امان کے بعد ہی سے حکومت ترکی نے مرمت طلب مکانوں کی تزئیم اور رعایا کے لئے نئے مکانات کی تعمیر کے لئے ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ صرف کرکے ان کے لئے چھ ہزار چار سو مکانات بنا دیئے اور بارہ ہزار خراب و شکستہ مکانوں کی مرمت کردی۔ علاوہ ازیں حکومت نے مزارعین کی دو لاکھ سترہ ہزار چھ سو چالیس مرمتی و استانبول ہزار چھ سو ساٹھ مکانات کشادہ اور زمین تعلیم کے لئے مقرر کیے۔ زرعی تعلیم کے لئے مدارس قائم کئے گئے اور ان مدارس کے طلبہ منتخب کرکے زراعت

ماسی تعلیم کے لئے سرکاری مصارف سے ممالک بھیجے جاتے ہیں۔

صنعت و حرفت اور آمالیات

ترکوں نے اس کو سمجھ لیا ہے کہ ملک کی عام دولت و ثروت اور اقتصادی و معاشی ترقی اسی بات میں مضمر ہے کہ ملک میں صنعتی کارخانوں کا روز افزوں اضافہ ہو۔ اسوقت ترکی میں ایک ہزار موسیبیں کارخانے ہیں جن میں سے زیادہ تر قالین بافی، ریشم بافی تحفظ میوہ جات کے لئے نیز صابون اور شکر بنانے والے کارخانے ہیں۔ ترکوں نے سالانہ لین خانہ کے قرضہ کی ادائی کے لئے مخذ کو مجبور بنا یا تو اس کی یہ تدبیر نکالی کہ سرکاری دفاتر سے ملازمین گھٹانے شروع کر دیئے تاکہ ان کی تنخواہوں میں جو روپیہ صرف ہوتا ہے اسی سے قرضہ ادا کیا جائے اور ان کی اس دانشمندی کا قرض خواہ سرمایہ دار من و عن اطمینان بخش اثر پڑا ہے۔

صحت عامہ

ترکی میں اس وقت ڈیڑھ سو شفاخانے ہیں جن میں مریضوں کا علاج مفت کیا جاتا ہے جو ایشیائے کوچک کے چھوٹے شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ترکی میں ان کے علاوہ جدید طرز کے چار بڑے ہسپتال بھی ہیں جن میں سے ہر ایک میں ڈھائی سو مریض رہ سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک تو دیار بکر میں ہے دوسرا ارضروم میں، تیسرا اسمیرنا میں اور چوتھا قونیہ میں ہے۔ طبی مدارس کے طالب التحصیل طلبہ پر لازم ہے کہ وہ بدو فراغت تعلیم تیزہ مہینہ ملیریا بخار کی تحقیقات و مطالعہ میں صرف کریں اور دو سال تک مناسب تنخواہوں پر مرکزی شفاخانوں میں کام کریں۔ ترکوں میں ملیریا بخار بہت بخار اور مرض خطرناک پھیلا ہوا ہے اور حکومت چھوٹے بڑے ملک کے ان امراض کے مٹانے پر تلی ہوئی ہے۔ آج ترکی کے طول و عرض میں تین ہزار ڈاکٹر پھیلے ہوئے ہیں۔ لیکن مملکت ترکی کے لئے ۱۰ ڈاکٹر کافی ہیں۔ اس لئے وہاں دو متوسط درجہ کے طبی کالج اس غرض سے قائم کئے گئے ہیں کہ ان میں لمبائے طب کو صرف تدریس کے متعلق تعلیم دی جاتی ہے۔

تعلیم

جمہوریت ترکیہ نے ۱۹۲۳ء میں مدارس و تعلیمات کی اصلاح و ترقی کے متعلق ایک قانون تیار کیا۔ ..... اس سے پیشتر ترکی کے مدارس میں صرف حکومت کے ملازمین ہی کی اولاد کی تعلیم و تربیت ہوا کرتی تھی۔ لیکن اب تمام ملک کے دروازہ ہر کہ و مہ کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ اور جدید تعلیم کی عمارت طالب علموں میں آزادی فکر اضافۂ معلومات اور توسیع روح وطن پرستی کی بنیاد پر قائم ہے۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہے جس کی مدت مقررہ پانچ سال ہے ترکی میں آج پانچ ہزار آٹھ سو اسی ابتدائی مدرسے موجود ہیں۔ برخلاف اس کے ۱۹۱۴ء میں صرف دو ہزار چھ سو تیس تھے ترکی مدارس میں اس وقت طلبہ کی تعداد تین لاکھ پچاسی ہزار چار سو پچیس ہے۔ ترکی میں پندرہ ایسے بھی مدرسے ہیں جن میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ساتھ ساتھ تعلیم پاتے ہیں بطریقہ اتفاقاً اختیار کیا گیا ہے اور بصورت کامیابی تمام ترکی مدارس میں اسی طریقہ کو عام کر دیا جائے گا یعنی لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہر قسم کے مدارس میں آنا دی کے ساتھ شریک ہو سکیں گے۔

یہ وہ تعزیرات ہیں جو مصطفیٰ کمال پاشا کے ملکت ترکی پر اقتدار کے بعد وقوع میں آئے۔

سائنس کا انسان
ایک حیرت ناک مشین

نیویارک میں ایک کارخانے میں ایک ایسی حیرت انگیز مشین کام کر رہی ہے جو انسان کی سوچنے سمجھنے کی طاقت کی نقل اتارتی ہے۔ ہر ایک سوال کا جواب دیتی ہے۔ روشنی کے جن ربانی بجلی کی لہر جاری کرتی ہے۔ بجلی کے پنکھے چلاتی ہے اور جب کوئی کام ختم ہو جاتا ہے تو اپنی مقررہ جگہ پر رکھ جاتی ہے۔ اور ہر کام کے متعلق سوچتی ہے۔

چند ہفتے گذرے علم ہیئت کے چند مشہور ماہروں نے اس مشین کے سامنے ایک ایسا مشکل سوال حل کرنے کے لئے رکھا ہے جو انسانی دماغ مہینوں اور مہینوں میں بھی مشکل سے حل کر سکا ہے لیکن اس وقت حیرت و استعجاب کی حد نہ رہی جب مشین نے آدھ منٹ گذرنے سے پہلے اس سوال کا تحریری جواب دیدیا۔

یہ مشین ہر کام میں مدد دیتی ہے۔ حکم سنکر اس کی تعمیل بہت جلد کرتی ہے۔ اس کا سارا نظام بجلی کی طاقت کے ذریعہ کام کرتا ہے۔

اس حیرت انگیز و مفید مشین کا موجد مسٹر آرمے فلی ایکٹر ہے۔ اس مشین کا نام "بیلی روکس" ہے۔

یہ مشین ایک وفادار اور بیدار خادم کا کام کرتی ہے۔ کام دیتی ہے فون کے ذریعہ جو کچھ سنتے گی۔ محفوظ رکھے گا۔ اس کا مشین کا تار ریسیور سے الگ رہنے پر یہ کام کرتی رہتی ہے اور ہم سے ہم آواز کو بھی بخوبی بن کر اس کا جواب خاص اشاروں کے ذریعہ دیتی ہے۔

ایک کمرے میں اگر مشین لگی ہو تو آپ چاہیں کہ اس کمرے میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس سے لطف اندوز ہو سکیں تو بجلی دو تار کا سلسلہ قائم کرنے کا حکم دیجئے۔ سلسلہ قائم ہو جائیگا اور آپ گھانا بجلی لگا سکیں گے۔ غایت بجلی آوازوں میں بجلی ہو جاتی ہے اور ہو کی سرتیں آسانی سے کان میں پہنچ سکیں گی۔ اس مشین کے علاوہ کیمرج یونیورسٹی کے صیغۂ بجلی کے پروفیسر وینار ایش نے بھی ایک مشین ایجاد کی ہے۔ جو اس سے بھی حیرت ناک کام کر سکتی ہے۔ یہ مشین جناب کے مذہب اوسط اور تناسب کے سوالات کو بہت جلدی حل کر دیتی ہے۔ دریا کے بہاؤ کی تبدیلیاں۔ عمارتوں کی بلندیاں پل کی لمبائی اور اوسط کے سوالات جو انسان کے لائق اخیر کو مہینوں بلکہ مہینوں پریشان کرتے رہتے ہیں۔ اور جو حساب سے قاعدوں کے مطابق درست نہیں بیٹھتے۔ یہ مشین نہایت آسانی سے ان کا جواب دے دیتی ہے۔

مشین بجلی کے میٹر سے کچھ ہی بڑی ہوتی ہے۔ اور انسانی دماغ سے کئی گنا زیادہ کام بہت جلد کر دیتی ہے۔ سوال کرنے کے درمیان میں اس کے پرزے نہایت تیز رفتار سے کام کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ جواب لکھا جاتا ہے۔

حساب دان زیادہ سے زیادہ مشکل سوالوں کی شکلیں ایک کاغذ پر بنا کر مشین کے اندر رکھ دیتے ہیں اور مشین کے پرزے کاغذ داخل ہوتے ہی جواب لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ پیچیدہ (شکلوں کی نقل بھی بڑی آسانی سے اتار سکتی ہے۔ ایک مخروط پر کچھ لکھ کر مشین کے سامنے رکھ دیجئے پرزے مشین کا ساتھ ایک کاغذ پنسل سے اس کی ہو بہو نقل اتار دیگی۔ جس میں رتی بھر فرق نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی مشکل سوال لکھا گیا تو اس کا جواب بھی ساتھ ہی ساتھ تحریر ہو جائے گا۔

ابھی تک اس مشین میں بعض خامیاں ہیں۔ لیکن امید کی جاتی ہے کہ دفعہ رفتہ دور ہو جائیں گی۔ اس مشین کے عام چلن پر ہمیلیفون کی طرح خرید و تحت کی بحث ہو جائیگی ٹیلیفون اور اس قسم کے دوسرے آلوں سے زیادہ یہ مشین مفید ثابت ہوگی کیوں کہ اس میں ہزارہا کاز محفوظ رہ سکیں گے۔ (نجات)

یقینی شذرات

یہ سچ کہی گئی ہے کہ اگر حکومت برطانیہ مصر کی حفاظت چھوڑ دے تو کوئی اور یورپی ملک اس حفاظت کا بوجھ اپنے اوپر لینے کو تیار ہو جائیگا۔ اس کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں" دیکھنے کی بات یہ ہے کہ معقول بات سمجھنے میں ایران میں بھی روسیوں اور برطانیہ کا بھی دعویٰ ہوگا۔ اگر یہ جب روسی شہنشاہیت تباہ ہو گئی ہے ایرانی سلطنت بھی معدوم ہو گئی یا اس پر بھی کسی یورپی قوت کا قبضہ ہو گیا۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ "برطانیہ کا غیر یقینوں کی حفاظت کرنا گو یا خود مصر کی حفاظت کرنا ہے" آپ سے کوئی پوچھے کہ آپ کو نسیان کا عارضہ کب سے لاحق ہوا ہے یا کیا یہ بے بدل فریبی کا کوئی نیا اسکول جاری ہوا ہے کیوں جناب آپ کو تو تمام دنیا کے سیاسی حالات سے آگاہی ہے کہ آپ ترکی کو اتنی جلد کیسے بھول گئے کیسے غیر یقینوں کی مراعات کے بھرے نالے پینے ڈالنے کے بعد ترکی میں غیر یقینیہ کی کیا حالت ہے۔ ؟ کیا مذہب قتل کر دیئے گئے؟ یا انہیں زندہ جلا دیا گیا؟ یا کسی دوسری یورپی حکومت نے حفاظت کی خاطر ترکی میں اپنا ڈیرہ جمایا؟ آخر آپ کی اس آبلہ فریبی سے کیا مطلب ہے۔ ہمری آپکی آواز کو نہیں سنیں گے اور ہم چند دستانوں کو یہ سنا دیتا ہے کہ یہ نخلہ ابھی تم لیے لو کہ کم از کم ہم پر سامنی کمیشن سے اتحاد کر لے

خطباتِ شاد

"نہنگ کسلسی بہادر راجہ سرکشن پرشاد بہادر سمد اعظم بالب مکومت نظام آنریبل ہنگولی، نظام آباد وغیرہ میں مختلف سپاسناموں کے جو جواب دئے وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں"

نظام گزٹ

جواب اڈریس ماکان کات رخانجات

دوستو!

میں ممنون ہوں کہ آپ نے مجھکو اپنی محبت سے بہت اچھے الفاظ میں یاد کیا ہے۔ اگر میری خدمات آپ کے خیال سے اہل ملک کے کسی طرح کام آسکھوں تو میرے لئے باعث سعادت ہے ورنہ میں اپنی دانست میں یہ یاد کرتا ہوں کہ ملک کی خدمت گزاری کا حق تو یہ ہے کہ جس ارادہ سے اغراض آپ کے توقعات اور اچھے جذبات میری کرشوں پر اثر کئے بغیر نہیں رہیں گے۔

نانڈیڑ ایک بڑا تجارتی مرکز اس لئے بن گیا ہے کہ یہاں تدنی اسباب تجارت کی تائید میں وافر ہیں تاکہ سرفضل سبحانی کریم سبحانی جیسے معاملہ شناس ہستی نے بھی نانڈیڑ ہی میں سب سے پہلے کارخانہ کا کامیاب ابتدا کی۔ سرکار کو اس سے متعلق آپ کی ضرورتوں پر پوری توجہ کرنا چاہئے اور حتی الامکان ضروری سرکاروں کی تعمیر کا انتظام بھی کرادینا چاہئے سرکاری احکام کے تحت روئی کے میل کی نسبت آپ کی شکایت کے متعلق سرشتہ سے متعلقہ سے طلبی رائے و کیفیت ماہران فن سے متاثر کرنا چاہئے۔

آبنوشی کے انتظام سے متعلق جو معلومات تم کو ہم پہونچے ہیں ان کی آپ کے بیان سے تائید ہوتی ہے جب تک کہ سالانہ اور جراثیم سے پاک پانی خطان محت کے تمام پر کے تحت باخراش آبنوشی نہ ہم پہونچے موجودہ انتظام کافی نہیں سمجھا جا سکتا پس اس خصوص میں یوں بھی میری توجہ حاصل تھی ضرورتی اصلاح کا انتظام کردونگا۔

جن آبادیوں میں کارخانجات کی زیادتی ہو وہاں مزدوروں کی خراب رہائش اور غلاظت میں صحابی اور اخلاقی خرابیوں کو پیدا کردیتی ہے جس کی احتیاط اور حکمہ تدابیر النساد کی ذمہ داری جیسا کہ ہند ہر مالک کا دستور ہے۔ املاکان کارخانہ جات سرمایہ داروں کی اخلاقی فرائض میں داخل سمجھا گیا ہے۔ پس میری یہ توقع آپ سے بیجا نہ ہوگی کہ مزدوروں کی معاشی سہولیات آپ سب کی ہمدردانہ نظر مبذول رہے گی اور کبھی سرمایہ داری اور مزدوری کے متعلقات آپ کے راستہ میں پیدا نہ ہوگی۔ میں آپ سب کا مکرر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جواب اڈریس جو منجانب پبلک ہنگولی پیش ہوا

آپ کی محبت کا دل سے ممنون ہوں کہ آپنے میرے خیر مقدم میں بڑے خلوص اور گرمجوشی سے حصہ لیا۔ میری جن خدمات کا آپ نے اپنے الفاظ میں ذکر کیا ہے، وہ میرے فرائض میں بحیثیت سرکاری بلکہ بحیثیت ایک آپ کے ساتھی فرزند دلمن ہونے کے داخل ہیں جن پر مجھکو بجا فخر ہے فی الحقیقت جیسا کہ آپ نے توقع ظاہر کی ہے میرے دور کا بھی یہی مقصد ہے کہ میں اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر ذاتی و اقتصیت آپکی ضرورتوں سے متعلق حاصل کروں اور ان کی تکمیل میں شاد رعایا پر درکی سرپرستی میں سعی کروں عام اس سے کہ آپ اپنی کسی ضرورت کو پیش کریں یا نہ کریں۔ اڈریسوں کی تقدیم ایک رسم ہے جس کی آپ نے بڑے آبرو کے ساتھ تکمیل کی ہے اور میں نے بھی بڑی خوشی سے شرکت کی ہے مگر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس ریاست، جدید پالیسی کی روایتی پالیسی یہ رہی ہے کہ طلب سے پہلے مناصب عطا کرے اور اس عمل پیرائی پر آپ کامل میرو سم کرتے ہیں۔ ہنگولی ایک مرکز تجارت بنگیا ہے اور اس کے ماحول میں مزید وسعتوں کی کافی گنجائش اور صلاحیت موجود ہے اس کو ترقی دینا سرکار۔ خود پسند کرتی ہے۔

انتظام آبنوشی۔ انڈوہ تک سڑک کی وسعت رقبہ گاڑان میں اضافہ نہایت ضروری اور ہمدردی کی مستحق خواہشیں ہیں جن کی نسبت میمنہ جات متعلقہ سے انتظامات مناسب کرادئے جائیں گے۔

آپ کی پیش کردہ خواہشوں کے ماسوا اور بھی انہی ضروریتوں جن کو بن پرگوسٹنٹ نے اپنی توجہات کو مبذول کیا ہے مثلاً ہنگولی نئے، حالت موجودہ جہاں تک۔ ریلوے ڈنس کی شکل مدت سے اختیار کرلی ہے جس میں تبدیلی ایز فراس تجارت لازمی ہے۔ اس تجویز اور دیگر تجاویز پر جن کے سدبار لانے میں سرکار عالی کی مزید رعایا کی سود و بہبود مضمر ہے۔ نظر واقعی توجہ کی جاریہی ہے اور کی جائیگی۔

آخر میں یہ ظاہر کرنا میرے لئے باعث مسرت اطمینان ہے کہ ہنگولی میں عام افسر اور رعایا میں اتحاد و اتفاق کامل کے ہونے کی مجھکو اطلاع ملی ہے جس کی ملک کی بہتری کے لئے شدید ضرورت ہے بیدرت قوا اتفاق و اتحاد ہر صاحب ثروت و قوت کے لئے بھی باعث استحکام و برکت ہے چہ جائیکہ کم استطاعتوں اور بے بضاعتوں کے لئے جن کی زندگی کا دارومدار محنت و مزدوری کے شریفانہ کشمکش پر ہے۔

میں مکرر آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ سب کی اخلاقی و سماجی ترقی کی دعا کرتا ہوں اور یہ میں دریاست کی درگاہ سلامتی میں آپ کی دعاؤں میں ہمنوا ہوتا ہوں۔

اہلیان ہرشتہ تعلیمات ضلع نظام آباد کے سپاسنامہ کا جواب

آپ صاحبان نے اس فقیر کی خدمات سابقہ کے متعلق جس محبت سے اپنا خیال ظاہر کیا میرے لئے باعث اطمینان و مسرت ہی نہیں بلکہ حال کے لئے بھی ایک خاص محرک اور رہنما ہے۔

اس میں شک نہیں کہ مجھے علم کے ساتھ محبت ہے اور اپنے مشاغل روزمرہ میں اس شغل کو جس سے میری علمی معلومات میں اضافہ زیادہ پسند کرتا ہوں مگر افسوس ہے کہ میں بجز اس کے کہ مختلف علوم اور فنون میں کسی قدر واقفیت حاصل کی ہے جیسا کہ چاہئے کمال کو نہیں پہنچ سکا۔

بہرحال میں ملک کے جہاں اور خدمات میں جن کی میں بجا الہام ہوں علمی خدمات کے ادا کرنے کے لئے کبھی تامل نہ کروں گا جب بھی میں علمی شغف میں اپنے ابنائے وطن کو ترقی کے زینے پر دیکھتا ہوں تو مجھے جو مسرت حاصل ہوتی ہے یہ سب کچھ دور بینانی کے برکات کا باعث ہے۔

جو کچھ میرے امکان میں ہوگا میں اس کی تکمیل کے لئے

کوشش کر دوں گا اور جو میرے اختیار سے خارج ہے۔ اس کو پیشگاہ حضرت اقدس و اعلیٰ میں پیش کر کے سفارش کرنے کی عزت حاصل کروں گا۔ مدامے دعا ہے کہ ہمارے ملک میں علم کی ترقی ایسے سراج پر ہو گی جو کہ دوسرے ممالک میں رشک کی نظر سے دیکھی جائے۔ طالب علموں کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں کہ ہونہار پودے بالیدہ ہو کر پھلیں پھولیں اور سرسبز و شاداب رہیں۔ آمین۔

آپ صاحبوں کی خدمت گذاری اور دلچسپی قابل قدر اور اظہار تشکر کے لائق ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ صاحبوں کی دلچسپی اس میں مدد افزوں ہوتے رہے گی۔

جواب اڈریس جاگیرداران ضلع ناندیڑ میں جاگیرداروں اور زمینداروں کے وزمینداران ناندیڑ ملتوں کا ممتاز

وجود اس امر کی دلیل ہے کہ زمانہ سلف میں اس فوج کے ہاتھ حکومت کے ساتھ ہمیشہ سے عقیدہ مندی ہے ہیں اور حکمرانوں کی قدردانیوں اور پروردشوں نے اپنی فیاضی اور رعایا کی عقیدہ مندی کا رہا ویتی ثبوت آپ میں چھوڑا ہے۔ پس آپ کا طبقہ دیگر افراد ملک کے لئے ایک اچھی مثال ہے جس کی روشنی ہوا بہت میں دوسرے ابنائے وطن راہ عقیدہ مندی و وفاداری کو کبھی کم نہ کریں۔

بہ لحاظ میان تاریوں اور حفاظت کے جاگیرداروں کا طبقہ ہمیشہ سے ممتاز رہا ہے اور اب تک بھی باوصف اس طبقہ کے اکثر افراد کے ضروریات زمانہ کے لحاظ سے روشن خیال اور تعلیم یافتہ ہو جانے کے اب بھی کمائی ہوئی عزت کے سہارے ایک وقار قائم ہے جس کی بدولت آپ کے اور آپ کی اولاد کے ذمہ ہے۔ آج سے بیس برس قبل جب میں ناندیڑ آیا تھا آپ کے ملک کا اتفاق ہوا تھا اور اس وقت آپ کے اور اولاد کی تعلیم سے متعلق میں نے جو خیرانداز پیشانہ شورے بھی دیے تھے چنانچہ ان مشوروں کے ایک مشورہ یہ بھی تھا کہ جاگیرداروں کی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے خاص درسگاہ اور اقامت گاہ تعلیمی بھی بنائے جائیں۔ یہ تحریک اگر ناندیڑ میں یا آورنگ آباد کے نوابان نظام کے نوابان سے ہوتی تو معلوم ہے جیدرآباد میں ایک اعلیٰ درسگاہ اور اقامت گاہ قائم ہو چکا ہے اور اپنی ذاتی خیر طلبی اور خیر نگالی کے لحاظ سے مجھ کو اندیشہ ہے کہ جاگیرداروں کا طبقہ ایک بڑے خطرہ میں ہے جاگیرات کے اصلاح حال کی طرف عدم توجہی اور کارپردازوں پر اتکال و انحصار رعایا سے اجنبیت اور محض وصول لگانداری کی وجہ سے کسی نہ کسی وقت اپنا رنگ لائے گی۔ اور اب بھی کچھ بہت نہیں کم ہوا ہے جن جاگیرداروں نے انتظام جاگیرات زیر ذاتی نگرانی اور بہتر دستی کا کام کیا ہے اور ان کو جو اطمینان حاصل ہے وہ اب سے مخفی نہیں ہے طبقہ جاگیرداروں کی فرسودہ زیرون نے نظر میں نئے جاگیرداروں کے لئے قیام امداد باہمی بنک کی راہ سے دی ہے اور مجلس جاگیرداران کی عہدہ آباد اور شیرازہ جات متعلقہ اس پر غور کر رہی ہے امید ہے کہ مجلس جاگیرداران کی کوشش و محنت سے حالات من جملے اور موقع سے سرکاری سرپرستی امداد بھی اس مجوزہ بنک کو حاصل ہو۔

مجلس جاگیرداران ہو مجلس وضع قوانین سرکار عالی میں نیابت رکھتی ہے آپ سب کے پاس آپ کی معاش اور معاشرتی اصلاحات و ضروریات کے تکمیل کی ذمہ دار ہے اور آپ جب اس مجلس کو کامیاب بنانے کے بجائے وعدہ دار ہیں۔

جواب اڈریس ہیو پاریان دوستو ہم جلوس محبت سے

آپ نے بیان میرا خیر مقدم کیا ہے اس کی میں دل سے قدر کرتا ہوں۔ زراعت و تجارت کے قریبی تعلق سے تاندیڑ کا تاجر حیثیت حاصل کر چکا ہے۔ موجودہ اور آئندہ ضرورتوں کے لحاظ سے وسیع ترقیوں کا ہونا بھی یقینی ہے آپ کی خواہشات کا اکثر حصہ امکان کا رخانہ جات کے اڈریس میں آگیا ہے بیکا جواب بھی میں اوا کر چکا ہوں۔

تجارت کے فروغ کے لئے خصوصاً اس ملک کی زمین کے لحاظ سے ایسی سرکنوں کی تعمیر لازمی ہے جو کہ ہمکا احساس ہے کہ ایسے زخیز ضلع میں اندرونی سڑکوں کی کمی ایک ایسی بدنمائی ہے جس کو سررشتہ متعلقہ ملحوظ کرنے کی طرف توجہ ہے کہ متوجہ ہو جائے گا۔ تاکہ تین نہر ساست سو میل میل کے رقبہ اور چھ لاکھ سے زیادہ آبادی کی تجارتی ضرورتیں بوجہ احسن پوری ہو سکیں۔

کامیاب ہیو پاریوں کے لئے معاملہ کی صداقت اور نقصان کے برداشت سے بہت ضروری اوصاف ہیں جو آپ صاحبوں میں یقیناً موجود ہیں اس کے ساتھ ساتھ رفاہ عام کی خدمات میں جی کھول کر حصہ لینا بھی آپ کا طرہ امتیاز رہا ہے اسی مناسبت سے بیت المندوبین یتیم خانے نمونیہ پیسے انسنی ٹیوشنوں کی تجانب تجارتیکس آپ کی بڑکشن میں اضافہ کریگی۔ میں یہ بار بار سن کر بہت خوش ہوا کہ آپ سب منفلوگ بیاہ کی غرض سے کئے ہیں اور ان کی خدمات کے معترف ہیں۔

اول تعلقدار کی ذمہ داریوں کے منجملہ ایک بڑی ذمہ داری سرکار عالی کی عزیز رعایا کے ساتھ برادرانہ سلوک اور ہمدردانہ برتاؤ ہے جو تعلقدار اس فریضہ کو متانت اور خوبی داری کیساتھ انجام دیتے ہوئے رعایا کے قلوب کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں ولائق قدر و مبارکباد ہیں۔ مشار رکھومت حقیقی معنوں میں خدمت گذاری ہے نہ کہ رعونت و خود پسندی

آخر میں آپ کی تجارتی ترقی کی خواہش اور امن و عافیت کی دعا پر اپنا جواب ختم کرتا ہوں۔

جواب اڈریس معزز وکلا صاحبان

معزز وکلاء طبقہ وکلا کی جانب سے اڈریس یہ بحالہ اس کے کہ آپ کا طبقہ پبلک کے حالات کی صحیح ترجمانی اور حقوق عامہ کی حفاظت کا بہ لحاظ پیشہ کی معہودہ ذمہ داریوں کے جو آپ کے فرائض میں داخل ہے ذمہ دار ہے۔ میری خاص دعا محتاج ہے۔

آپ کے محبت آمیز خیالات کی میں دل سے قدر کرتا ہوں شکریہ ہمعذالک مجھکو اس قابل پیدا کیا کہ اپنے عزیز ابنائے وطن کی بھی اور خصوصاً میں خدمت کا اہل قرار پایا۔ معزز طبقہ وکلا سے متعلق جو مجھکو توقعات ہیں ان کو میں نے قبل ازیں بھی کئی مرتبہ قریب تفصیل بیان کیا ہے اس کے اعادہ کی اب ضرورت نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ملک کی آئینی ترقی میں جو حق و حصہ آپ کو سوسائیٹی اور اسٹیٹ میں حاصل ہے اس کے اخلاص عمل کے ساتھ ریاست کی غیر متزلزل وفاداری اور محبت کی کمال ہمدردی کے ملحوظ یہ پہلا تکمیل ملک کے لئے مفید اور اطمینان بخش نتائج پیدا کر سکتی ہے۔

سب سے زیادہ اگر میں ضرورت محسوس کرتا ہوں تو مشل ایک طبیب کے ایک دیل بھی ہندی تعلقات سے ایک سچے فرزند وطن کی طرح لا تا ہے۔ ہر بے بس کی حمایت میں آپکی کوششیں آپ کی ہمت اور خلوص سے یقیناً شکر ہو گئی۔ جن ضروریات ناندیڑ کا آپ نے اپنے اڈریس میں ذکر کیا ہے انمیں سے بعض تو ایسے ہیں کہ جن پر میں خود ایک۔ عرصے سے غور کر رہا ہوں میرے نزدیک بے بسیالٹیوں کا قیام اور مجالس کو لگنڈ میں بہتر نیابت اور لائق حفاظ مطالبات میں مجلس اس کے کہ ان کو مطالبات کہا جائے یہ امور عہدگو منٹ کے طے کردہ ہیں اور قریب میں پورے ہو رہیں گے۔ میری دلی خواہش ہے کہ دیہات میں پنچایت قصبات میں میونسپالٹیاں اور مجالس لوکلفنڈ کی بہتر تشکیل ہو اور یہ اپنے وقت پر قریب ہو۔ رہی بات کی سڑکوں کے انتظام اور تعلیمی نصاب اور کارخانجات سے متعلق جن امور پر آپ نے توجہ دلائی ہے ان پر گورنمنٹ ہمدرد ہے۔ اطمینان کریں گی البتہ مطالبے سے متعلق کن سہولتوں کی ضرورت ہے انکو واضح کر کے بعد میں میرے پاس پیش کیا جائے تو میں اسپر بھی ہمدردی کے ساتھ عہدگر کے تفصیلی مناسب کی کوشش کروں گا۔

میں آپ کا مکرر شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ آپ کی کوشش ملک میں حقیقی اتحاد کی دعائم قائم کرنے میں کامیاب ہوں اور آپ سب اس ریاست اور اہل ملک کے مخلصی خدمت گزار ثابت ہوں۔

جواب اڈریس ہیو پاریان ناندیڑ آپ سب کی

خواہش پر پبلک تقاریب میں اس دیہرم شالہ کا افتتاح میرا احسان ناندیڑ میں پہلا خوشگوار فریضہ ہے۔ مزید برآں شہری کے پورا کرنے میں جو رفاہ عام کے خدمات پبلک کی حوصلہ مند اور عالی ہمت افراد خود باہمی مدد سے انجام دے سکتے ہیں ان کی برابری کوئی اور انتظامی قوت نہیں کر سکتی۔ ایسی جدوجہد کی موجودگی مقامی انتظامی ذمہ داریوں کے احساس کے پیدا ہونے کی دلیل ہے جس احساس کی ترقی پر اعلیٰ ترقیات ملک کی انجام وہی منحصر ہے۔

دہرم سالہ اپنے ذبان حال سے ایک اخلاقی اور سماجی درس اور اہل دنیا کے لئے پیش کرتا ہے کہ دنیائے فانی کی مسافرت میں انسان ایسی ہی با اخلاقی اور مروا داری کی سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (۱۱) کالم (۲)

مکالمات فلاسفہ

ماخوذ از اخلاق النسانیہ ترجمۂ رسالہ الکلم الروحانیہ

مرسلہ

محمد عزیز الرحمن صاحب

(۱) اریسیجانس و سقراط کی گفتگو

ایک دن اریسیجانس نے سقراط سے کہا کہ میری اور تمہاری طبیعتیں مثل جبلتی ہی ہیں اس لئے مجھے مختصر سا ایسا دستور العمل بنا دو کہ زیادہ کی ضرورت نہ رہے اس پر سقراط نے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اختصار پر تم بس کرو گے تو جو باتیں تمہارے لئے مفید ہیں اُن میں سے کچھ بھی میں نہ چھوڑتا

اریسیجانس۔ سوال کر کے ازمایش کر لو۔

سقراط۔ راتوں کو ایسی جگہ باتیں کیا کرو جہاں چراغوں کے گھونسلے نہ ہوں۔

اریسیجانس۔ لے حکیم تیری مراد یہ ہے کہ میں تنہائی میں بیٹھکر غور و فکر کیا کروں۔ اور حق کی طلب کے وقت محسوسات کے ملاحظہ سے اپنے نفس کو روکوں۔

سقراط۔ ظرف میں خوشبو بھرو

اریسیجانس۔ تمہارا مطلب یہ ہے کہ اپنی عقل کو علم و فہم سے معمور کروں۔

سقراط۔ تراوسے باہر نہ جاؤ۔

اریسیجانس۔ تمہاری مراد یہ ہے کہ حق سے تجاوز نہ کروں۔

سقراط۔ چھری کی آنچ کو تیز نہ کرو۔

اریسیجانس۔ تمہارا مقصود یہ ہے کہ جو غصے میں ہو اس کو اور غصہ نہ دلاؤں۔

سقراط۔ اس نیزے سے بچو جو چوپایہ نہیں ہے۔

اریسیجانس۔ مطلب یہ ہے کہ بادشاہ سے بچو۔

سقراط۔ جب مرد تو چیونٹی نہ بنو!

اریسیجانس۔ مدعا یہ ہے کہ تمہارا نفس خواہشوں کے مار دینے پر راضی ہو جائے تو فنا ہونیوالی چیزیں جو محسوس ہوتی ہیں جمع کر کے رکھوں۔

سقراط۔ اپنے دوستوں کے ساتھ گھوڑے نہ بنو اور اپنے دشمنوں کے دروازے پر نہ سو جاؤ۔

اریسیجانس۔ مقصود یہ ہے کہ اپنے بھائیوں سے گردن کشی نہ کروں اور جب تک اس فانی زندگی میں رہوں مطمئن ہو کر توقف۔ اتق۔ نہ جاؤں۔

سقراط۔ کسی زمانہ میں بہار کا موسم دور نہیں ہوتا۔

اریسیجانس۔ تمہارا مطلب یہ ہے کہ کسی زمانہ میں دنیائل قابل کرنے کی کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

سقراط۔ تریخ کو اناراسے ڈھانکو

اریسیجانس۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی باطنی خوبی کو ظاہری تدبیر سے چھپاؤں۔ جیسا کہ قیمتی جواہرات کو چوری کے ڈر سے خاک میں دبا دیتے ہیں۔

سقراط جس نے سیاہ سے کھینچی کی اس نے سفید سے کاٹی۔

اریسیجانس۔ تمہارا مقصود یہ ہے کہ جس نے اس تاریک عالم میں اچھے کام کئے اس کو اللہ تعالیٰ عالم نور میں انکی جزائیں دیگا۔ ملخصاً

(۲) سیافیدس سکیت (خاموش) کے کلام

یہ نلا سفر تھا۔ اور اس نے بولنا اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ انتہا یہ کہ بعض بادشاہوں نے اسے گونگا کی آنچ دکھائی کہ بولے مگر اسکی مہر سکوت نہ ٹوٹی پر نہ ٹوٹی۔ اور جب بادشاہ کو اس کے بولنے سے مایوسی ہوئی تو اس نے حکم دیا کہ کچھ مسائل لکھکر اس کو دیئے جائیں کہ اُن کے نیچے جواب لکھ دے ان جوابات میں سے نادر یہ ہیں جو درج کئے جاتے ہیں

سوال۔ عالم کیا ہے۔

جواب۔ سرمدی پردہ۔ موجودات کا جامع۔

س۔ اللہ کیا ہے۔

ج۔ عقل سے معلوم نا معلوم اس کا کوئی مثل نہیں مطلوب نا یافتہ۔

س۔ آفتاب کیا ہے؟

ج۔ چراغ جو اکسایا نہ جائے۔ دن کے آسمان کی آنکھ نباتات کی علت۔ پھلوں کا سبب۔

س۔ ماہتاب کیا ہے۔

ج۔ آفتاب کا پس آہنگ۔ رات کا چراغ۔ آسمان کا فرفیر۔ فرفیر رومی زبان میں اس رنگ کو کہتے ہیں کہ جو سرخی کے قریب مگر اس سے زیادہ گہرا ہوتا ہے اسی لئے اس حکیم نے ماہتاب کو آسمان کا فرفیر کہا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک ستاروں میں سے ماہتاب ناقص النور ہے۔

س۔ انسان کیا ہے؟

ج۔ عالم کی ٹوہ میں رہنے والا۔ بخت و اتفاق کا کھلونا۔ زمین کا مطلوب۔ سٹی۔

س۔ زمین کیا ہے۔

ج۔ آسمان کی مینھک۔ عالم کا بچھوں بیچھ۔ ہوا میں گڑی ہوئی جڑ۔ پھلوں کی ماں۔

س۔ عورت کیا ہے؟

ج۔ مرد کی فکر۔ بیان سے باہر بلا آفت۔ ہم نوالہ و ہم پیالہ درندہ۔ مہاری ہی چادر میں شمشیر فی کپڑوں میں چھپا ہوا کالا۔ جنگ بے صلح سونے والی نرم کو بیدار رکھنے والی۔ دانی بیخ مصیبت کم عقل کی ہلاکت۔ خواہش کا آلہ۔ انسانی چھلاوا۔ بقا و موت کی کل

س۔ کشتی کیا ہے؟

ج۔ بے نیا مکاں۔ مانوس گورستان۔

س۔ ملاح کیا ہے؟

ج۔ ہوا کا باز بچہ۔ دنیا سے قریب۔ زمین سے دور۔ اہل پرائے نیوالا۔ بلا اختیار مرنے والا۔

س۔ جنگ کیا ہے؟

ج۔ کمینہ فن

س۔ کاشتکار۔

ج۔ غذا کا خادم۔ جان کو اتفاق پر چھوڑ دینے والا

س۔ دوست کسکو کہتے ہیں

ج۔ اسم بے معنی۔ نہ ظاہر ہونے والا انسان خود تم ہو کوئی اور

س۔ حسن کیا چیز ہے۔

ج۔ خفری تصویر۔ مرجھانیوالا پھول۔

س۔ تو آنگی کیا چیز ہے؟

ج۔ شہوات کی پیش خدمت۔ ہیرہ وزی کی فکر۔ ہم دلپسند برائی۔

س۔ ہیضہ کیا ہے؟

ج۔ ناپسند بھلائی۔ وہ تندرستی جس میں ہم ہی نہیں مشکل سے جدا ہونے والا فتنہ۔ فکر عمر کا بہترین مال جس میں محاسبہ نہیں۔ تجارت جس میں گھاٹا نہیں

س۔ بڑھاپا کیا ہے؟

ج۔ برائی جس کی آرزو کی جاتی ہے۔ حالت صحت کی بیماری۔ پیچھے جی کی موت۔ حرکت کرنے والا مردہ۔ سڑیائی ہوئی مثل۔ جان رکھتا ہوا مردہ۔

س۔ موت کیا ہے۔

ج۔ بغیر بیداری کے خنیدہ بیماروں کا آرام۔ ہیوندی جدائی۔ عمارت کی ویرانی۔ عنصر کی طرف لوٹنا۔ تو انگروں کی ہیبت۔ ہیولاؤں کی آرزو۔ جان کا سفر۔ پائی ہوئی چیز کا کھونا۔

بارش کے اسباب

(از محمد عطاء الرحمٰن خان صاحب)

یہ بات یقیناً قابل تعجب ہے کہ پانی کے وہ چھوٹے چھوٹے قطرے جس سے بادل تیار ہوتے ہیں، یک آں واحد میں زمین پر نہیں برستے، ہوا میں ان کے لئے اسقدر روک مقام کیسے ممکن ہے اور آخر کار وہ گرنے کیوں ہیں کیا چیز ہے جو اتنے وجہ تاک ان کو ہوا میں معلق رکھتی ہے یہ تمام نہایت دلچسپ سوالات ہیں جن کو واضح طور پر سمجھنے کے لئے فضل عموماً کے سمجھنے میں سہولت ہو جاتی ہے

آیک بادل جب وہ پہلی مرتبہ بنتا ہے تو اس پانی کے قطرے بہت چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں تاآنکہ یہ کہا جا سکے گا آیا ہے گا بادل پانی کا غبار سا رکھتا ہے۔

ہمارے روزمرہ کے مشاہدات ہیں سے یہ شاہد پایہ ثبوت کو پہونچ چکا ہے کہ اگر وہ غبار کے مار یک مار یک ذرات سالمن ہوا میں سے نہایت آہستگی سے نیچے کی طرف آتے ہیں یہ ثبت اسی مادے کی ــــ زمین تک پہونچ جائیگا۔ خلاف اس کے اسی نوعیت اور جسمی وزن کے پتھر لوڈر کو جو اسی ہوائی تہہ باہر سے ایک۔ سالمہ گرایا گیا تھا زمین تک کی مسافت طے کرنے میں بہت زیادہ وقت صرف کرنا پڑا۔ ہوا کی مزاحمت۔

مزاحمت کا مفہوم۔ سمجھنے سے قبل یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب کوئی شے ہوا میں سے ہوتی ہوئی نیچے گرتی ہے تو وہ آزادانہ طور پر نہیں گرتی بلکہ اس کو ہوا کے ساتھ مقابلہ کرکے اپنا راستہ نکالنا پڑتا ہے اس چیز کا وزن اس کو زمین کی طرف مائل کرتا ہے لیکن ہوا اسکی مزاحمت کرتی ہے۔ اس چیز کی سطح جتنی بڑی ہوگی اتنے ہی ہوا کی مزاحمت بھی زیادہ ہوگی۔ مثلاً کاغذ کے دو تاؤ اسی سائز کے اور اسی وزن کے لو۔ ان میں سے ایک کو اس طرح موڑ دو کہ گولائی اختیار کرے پھر ان دونوں کاغذوں کو ایک ہی بلندی سے گراؤ۔ دیکھو کہ کھلا ہوا چوڑا کاغذ کا ٹکڑا بہت آہستگی سے نیچے کی طرف آرہا ہے کیوں کہ اسکی سطح کے تمام حصہ پر ہوا اچھی خاصی مزاحمت کر رہی ہے دوسرا کاغذ جو باعتبار وزن اور نوعیت یک ہے لیکن سطح چونکہ چھوٹی کیگئی ہے بعجلت مکمنہ نیچے آرہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ گرنے میں اس کو کم ہوا سے مس کرنا پڑا ہے اور اسپر ہوا کی مزاحمت کم واقع ہوئی ہے۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک ہی نوعیت اور ایک ہی مقدار کی کسی شے کی سطح چھوٹی بھی ہو سکتی ہے اور بڑی بھی۔ بالفاظ دیگر ہم اسکی سطح کو چھوٹی یا بڑی کر سکتے ہیں۔ جس چیز کی سطح بڑی ہوگی اسپر ہوا کی مزاحمت زیادہ عمل کرتی ہے اور جس شے کی سطح چھوٹی ہوگی ہوا کی مزاحمت اسپر کم واقع ہو سکتی ہے۔

برسات کے قطرے کس طرح پیدا ہوتے ہیں

(اوپر چند قطروں میں ہوا کی مزاحمت پر جو بحث کی گئی ہے اس سے مضمون زیر بحث کی ابتدا میں جو معاملات درج ہیں ان کے سمجھنے میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے پانی کے قطرے بوقت پیدائش بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں تاکہ وہ ساکن ہوا میں بھی آہستہ آہستہ گر سکیں۔ (ہوا اگرچہ کہ پوری طور پر ساکن نہیں ہو سکتی)

بادل مرتب کرنے کے لئے بخارات آبی کا انجماد مرتب ہوا کی پیدائش کا نتیجہ ہے جہاں وہ سرد ہو کر تراکم ہو جاتے ہیں۔ ہوا کی اوپر وارد ہونے والی سقد رطافتور ہوتی ہے کہ برسات کے ان چھوٹے قطروں کو گرنے سے بآسانی روک سکتی ہے اور نہ صرف روکنے ہی بلکہ چھوٹے قطروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ روکتی ہے بلکہ کچھ عرصہ کیلئے اور بھی زیادہ بلندی پھر آگے غبار کے ذرات کو کسقدر بلندی تک لیجاتی ہے۔ جیسے ہی سرد شدہ ہوا اوپر کیجانب جاتی ہے وہ سرد ہو جاتی ہے جتنی کہ اس کے بخارات منجمد ہو کر چھوٹے چھوٹے قطروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پھر وہ بتدریج وہ ترقی کے زینہ تک پہونچتے ہیں۔

برسات کے قطرے اسطرح گرنے کے لئے کیا حرکات ہو سکتے ہیں؟ ہمنے ابھی دیکھا ہے کہ قطرے رفتہ رفتہ ملحق ہی اسقدر بڑے ہو جاتے ہیں کہ ہوا کی اوپر وارد ہونا زور (رو) ان کے وزن کو کفایت کر سکتا ہے لیکن تھوڑی دیر تک ہی۔ جب قطرے اور بڑے ہونے لگتے ہیں فوری گرنے شروع ہوتے ہیں۔

مختلف سائز کے قطروں کی تمام کیفیتے ہوا کی رفتار اوپر کیطرف کیا ہونی چاہئے اسکے متعلق چند نہایت دلچسپ تجربے کئے گئے ہیں۔ بارش کے قطرے عموماً ۱/۱۰ انچ سے زیادہ نہیں اور اس سائز کے قطرے ہوا میں سے ہو کر نہیں گر سکتے جبکہ ہوا کی رو اوپر کیطرف ۱۹ فٹ فی ثانیہ سے گذر رہی ہو۔

بادلوں کا چھٹنا۔ قطروں کا سائز کسی بادل سے گرنے کیلئے ہوائی رفتار پر منحصر ہے جس حساب سے کہ ہوا اوپر کیطرف جاری ہے اگر ہوا کی رو اور کچھ ہلکی سی ہے تو قطرے چھوٹے چھوٹے کی صورت میں ہی گر سکتے ہیں۔ برخلاف اسکے اگر ہوائی رو زبردست ہو

م م۔ فوری کیفیت گرنے شروع ہو جاتے ہیں بعض اوقات قطروں کا اسطرح آن واحد میں گرنا اس کمال شدت سے ہوتا ہے کہ اس کے نہایت ہی مضر خطرناک نتائج برآمد ہوتے ہیں اور اسی واقعہ کو انگریزی اصطلاح میں (Cloud Burst) کہا گیا ہے

بمقام فلکن شائر ۹ مئی ۱۹۲۱ء میں اسی قسم کا ایک حادثہ پیش آیا تھا جس سے ایک ہولناک اور خوفناک طغیانی برپا ہوئی تھی اور جس کے باعث صدہا جانیں تلف ہوئیں۔

ایک دوسرا اسی قسم کا حادثہ حال ہی کا تہاڑی کے کوہ آلپس کا ہے بتاریخ جون ۱۹۱۸ء میں المیہ ہوا تھا اور جو دریائے پو (POO) کی طغیانی کا باعث ہوا۔

آندھی اور طوفان ــــ اس کا باعث ہوا کی نہایت ہی زبردست اوپر وارد رو ہے جس سے پانی کے قطروں کی ایک انوکھی اور عجیب سی شکل ہو جاتی ہے اسقدر زبردست ہوائی اوپر وارد کی صورت میں برسات کے قطروں کا سائز موجودہ ترشح کے بڑے سے بڑے قطرے سے بھی کئی گنا ہونا چاہئے جس سے پھر ان آندھی خیز بادلوں کا باقاعدہ بادلوں میں تبدیل ہونے کا امکان ہے جنکو (cumulus) کہتے ہیں۔ clouds

یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ کوئی قطرہ برسات کا پانی ملی میٹر سے زیادہ کا تقریباً پانچ کے قطر کا پیدا ہوتا ہے جو ساکن ہوا میں سے گذرتے وقت چھوٹے چھوٹے قطروں میں منقسم ہو جاتا ہے چنانچہ یہ اغلب ہے جب کبھی بارش کے دوران میں کر سکتا ہے اس طرح کہ ان قطرے کو سہارے کیلئے ہوائی اوپر وارد رو بحساب ۱۰ میٹر فی ثانیہ کی رفتار سے گذری چاہئے (cumulus) clouds میں اس سے بھی زیادہ تیز ہوائی پیدا ہونی چاہئے جو ان قطروں کو نظر تاً چھوٹے چھوٹے قطروں میں تقسیم کر کے اوپر کیطرف لیجاتی ہے بہانتک کہ وہ بوقت واپسی نکنہ سائز اختیار کر لیتے ہیں۔

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (۱۰) کالم (۳)۔

مراسلات

اپیل

برادرانِ ملت! ہم نے عرصہ دو سال سے کوہستانی ایرانی علاقہ پرکھل۔ پرستان میں بمقام تحفظ نفسی اللہ کے توکل اور جناب کے بھروسہ پر دو مدارس اور ایک یتیم خانہ جاری کیا ہے اے اخوانِ ملت! اسکی فرض ہے کہ اسکی امداد و اعانت فرما کر ہمارا ہاتھ بٹائیں اور اپنی خیرات و زکوٰۃ کا روپیہ اس کوہستانی علاقہ کے مسلمانوں کی اصلاح کیلئے مرحمت فرماویں۔

غلام رسول منیجر یتیم خانہ و مدارس۔ پرستانی پرکھل۔

کیفیت وکالت گزاری انجمن ہمیں ادب

بزمانہ طاعون

الحمدللہ! انجمن ہمیں الادب کے مساعی حسنہ بتکمیل کو پہنچ کر منحوس کاروان ساہوال سے دفع ہو گیا۔ پریشان اور آفت زدہ اپنے اپنے گھروں میں فروکش ہونا شروع ہو گئے۔ محلہ کاروان ساہوال پر رونق اور جمعیت نازل ہونے لگی۔ لیکن اس عالمگیر ہیضہ کا زمانہ یاد آتا ہے تو دل خالو سے باہر ہو جاتا ہے کہ افسوس ہم نے بندگانِ خدا کی خلوصِ خواہ خدمت و تیمارداری میں کمی کی۔

سچ تو یہ ہے کہ بے ایہ انجمن کیا کر سکتی تھی تاہم یاران ہمت اور کارکنان انجمن کو خدا جزائے خیر دے کہ انہوں نے ایسی ہوش ربا اور عالم شوب پر طیانی کے زمانہ میں کمر ہمت باندھ کر خلق اللہ کی خدمت گزاری کا بیڑہ اٹھایا۔

سب سے پہلا کام جو کارکنان انجمن نے کیا وہ یہ تھا کہ اہالیان محلہ کو طاعونی ٹیکہ لگوا لیا جائے تاکہ ہراس آفت سماوی سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ انجمن کی ٹیکہ پر ہماری ہمدرد اور نیک نفس ڈاکٹر حسن بیگ صاحب موجود رہے اور ۱۳۲۶ھ کو ۱۳۲۶ اشخاص کو ٹیکہ لگایا گیا۔

جب طاعون شہر کے بڑے بڑے گنجان محلوں کو متاثر کرتا ہوا ۱۳۲۷ھ کو کارکنانِ انجمن کو پلیگ کمشنر صاحب کی اطلاع پر ہم نے ہمدرد قوم جناب مولوی محمد عبدالوہاب صاحب عندلیب تقسیم مساجد متعلقہ امور مذہبی سرکار عالی سے امداد طلب کی اور صاحب موصوف نے ازراہ مہربانی اپنے انجمن کے سرمایہ سے (للعشر) روپیہ سکہ مرحمت فرمائے تاکہ چڑاول خرید کر غریب و مفلس مریضان طاعون کی ستر پوشی کیجائے اسطرح ایک بڑی ضرورت پوری ہوئی چنانچہ انجمن نے بھی اپنے ہاں سے حسب مقدور مبلغ (عشر) روپیہ سکہ عثمانیہ شامل کر کے حسب فہرست مشکلہ ناداروں کو پارچہ تقسیم کیا اور بیچارے اوڑھنے بچھونے کی کمی کو پورا کر کے موسم سرما کا آخری اور کٹھن حصہ گزار رہے ہیں

بلا حظر رپورٹ ۱۳۲۷ھ بہ پورٹ ہذا النسبت امداد طاعون و دواخانہ حاضری انجمن ہمیں الادب یہ امر واقف کار اشخاص سے مخفی نہیں ہے کہ محلہ کاروان ساہوال میں کس درجہ ہیضہ کی ضرورت ہے چنانچہ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھکر عہدہ داران مذہبیت نے ایک دواخانہ موسوم بہ دواخانہ کاروان ساہوال کی منظوری دی اور عرصہ دراز تک دواخانہ یہاں رہا مگر نہ معلوم کس ضرورت پر اسکو مقام موجودہ سے برائے کرکے ایک بے موقعہ اور بے محل مقام پر رکھا گیا ہے اگر دواخانہ مذکور کو اپنے پہلی مقام پر بنظر ضرورت اور آبادی قائم کر دیا جائے تو ہم محلوں ہو جائے۔

یہاں اس امر کا اظہار دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ انجمن ہذا مثل دیگر جوشی انجمنوں کے اغراض پیش نظر رکھے موقعہ کی تلاش میں نہیں ہیں۔ بلکہ ایک خاص تنظیم کے ساتھ اپنے مقاصد کی تکمیل میں ہر دم کوشاں رہتی ہے تشہیر تعلیم مذہب ابتدا کتب اور مدرسہ شبینہ کے جو ہری ہے مدرسہ کور میں صرف یہی کو بچے یا لڑکیاں تعلیم پاتے ہیں جو ملازمہ پیشہ ہیں یا اپنی گزر بسر کیلئے کوئی ہنر یا پیشہ ضروری کرتے ہیں۔ اور جنکو ابتک کسی قسم کی تعلیم نہیں ہوئی ہے وہ اس مدرسہ میں اردو مرہٹی، انگلش اور حساب وغیرہ کی تعلیم شوق سے پا رہے ہیں۔ ہمیں عہدہ داران تعلیمیات حضوصاً جناب مولوی سید علی اکبر صاحب ایم اے انسپکٹر تعلیم بلدہ و اطراف بلدہ ملاک کے صفحوں اور تعلیم کی سے امید ہے کہ انکی مالی اور علمی اعانت سے یہ سوسائٹی دن بدن ترقی کرے گی۔

منہ و سلم استحاد و جوش عمل کا ثبوت انجمن نے ایک سے زاید مرتبہ واقف کار پلیگ کے رد بدو پیش کر کے خراج تحسین حاصل کر لیا ہے مگر خوشی و غم عیش و انتشار کے زمانہ میں منہ و سلم کارپردازان انجمن نے بس یکجہتی سرد جوشی خراج چشمگی سے الاغراض کیا ہے اس کا حال کچھ تو ملک کے تجربہ کار لوگوں کو معلوم ہے۔

میں رونما ہوا تو کارکنان انجمن مثل انتظام امداد طاعون ۱۳۲۶ھ کے سکتہ امداد کیلئے در بدر پھرتے رہے جناب پلیگ کمشنر صاحب نے مریضان طاعون کی خدمت میں سرگرم کار رہنے والے کارپردازان انجمن کیلئے چند جھومپڑیوں عنایت فرمایا۔ لیکن یہ جھونپڑیاں چند روپیہ ادویات وغیرہ کی سپلائی نہ فرمائی۔ بلکہ ایک بھلے آدمی کا پلیگ ڈیوٹی بتلا دیا جس کے لئے ہم ممنوں ہیں یہ سنکر ہم نے خود اپنے قدیم عنایت فرمائے۔

ہمدرد قوم جناب مولانا شاہ صاحب تاجگیر واجکی خدمت میں پہونچے اور اول سے تمام حال کہ سنایا۔ آپ نے بجملت مکتفہ ہمارے مطالبات کو بدرجہ اتم پورا فرما دیا۔ ہمیں ادویات وغیرہ کا اتہام ہوتے ہی انجمن ہمیں الادب کے مدرسہ شبینہ کو منجر کر یا کتب خانہ اور دارالاخبار کو پریس بنا دیا اور اسی بیگ پلیگ ڈیوٹی آئڈ کر کے کارکنان انجمن محلہ کا دورہ کرنے اور بیمار کا پتہ لگانے لگے اطلاع ہونے پر مکتفہ امداد ہم پہونچانے لگے اور ڈاکٹر کا عارضی انتظام جناب سوشیل سرجن پلیگ کیا گیا۔ اور اکثر ہمارے مطالبہ پر مسٹر واسن ٹاپک صاحب معتمد پلیگ مذکور ایک ڈاکٹر کو لیے ہوئے تشریف لاتے رہے اور ہماری مستعدی اور رضا جوئی کی تعریف کرنے لگے اور ایک ڈاکٹر مسٹر ڈگبر سنگھ صاحب کو انجمن کے پلیگ ڈیوٹی مقرر فرما دیا جنہوں نے حسنِ پلیگ تک مستعدی اور پابندی سے اپنا کام انجام دیا ہم صاحب موصوف کی عملی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ہمارے دواخانہ میں محلہ جات مسعود پورہ، سبزی منڈی، لنگر حوض، اور بعض خانہ کے لوگ کثیر التعداد میں رجوع ہوئے چنانچہ من ابتدائے ۱۳۲۷ھ امداد ۱۳۲۸ھ آخر فروری (۲۶) رضاء طاعون زیر علاج رہے اور (۴۵) صحت یاب ہوئے اور (۲۰) راہی ملک بقا ہوئے ان میں اکثر وہ مریض شامل ہیں جو مبتلا ہونے کے دو چار روز بعد رجوع ہوئے یا ہمیں خفا کرکے از خود اطلاع ہوئی ہمارا تجربہ اور عینی مشاہدہ یہ ہے کہ ایسے مریض کو خود آواز دینی چاہیئے ورنہ تلفان کا اندیشہ ہے۔

اسی کشمکش حیات کے زمانہ میں ایک خوش اخلاق اور ہمدرد قوم ہستی سے ہمیں تعارف کی عزت حاصل ہوئی۔ جن کا نام نامی مولوی سید عبدالرزاق ایڈیٹر "سید عبدالرزاق ایڈ کمپنی" ہے ہم نے ان کے ساتھ نادار مریضان طاعون کے مکان پر پہونچکر حسب حال پارچہ تقسیم کیا۔ جس کو حاصل کر کے غریبوں نے خوب دعائیں دیں۔

انجمن نے بھی اپنے قلیل سرمایہ کا کثیر حصہ دودہ و سالگودانہ اور خریدی پارچہ جات میں صرف کر دیا جسکی تلافی امید ہے کہ ہمدرد اور خیر خواہ قوم توجہ سے بہت جلد ہو جائے گی۔

مختلف خبریں

جاپانی کابینہ کے پریشان کن حالات

ٹوکیو، ۲۰ر اپریل۔ جاپان میں ساری نظریں پارلیمنٹ کی خطرناک حالت پر ہیں جو حالیہ انتخابات کے غیر فیصلہ کن نتائج کی وجہ پیدا ہوگئی ہے ساری جماعتیں اپنے اپنے معاونین کو جمع کر رہی ہیں اور زیریں ایوان کے دو بیمار وکلاء کو ووٹ دینے کے لئے بیمار کی کرسی پر بٹھا کر لایا گیا

حزب الاختلاف کو ملاحتی ووٹ پیش کرنے سے اس بنا پر باز رکھنے کے لئے، انتخاب کی آزادی میں مداخلت کی گئی تھی جو سزا حتمی کارروائیاں نتائج کے معاونین نے اختیار کی تھیں۔ اس کی وجہ سے بدامنی کا منظر پیش نظر ہوگیا۔ باوجود اس کے بے اعتمادی کی تحریک پیش کر دی گئی۔ جناب ہران وزیر اعظم جاپان نے اس کا نائے ایوان کے تین روز کے لئے برخاست کر دینے کے متعلق ایک شہنشاہی حکم پیش کیا۔

جلالت الملک شاہ افغانستان کی ماسکو روانگی

لندن ۲۰ر اپریل شاہ و ملکہ افغانستان شنبہ کو برلن سے بعزم ماسکو پولینڈ کی سرحد پر پہنچے

جلالت الملک شاہ افغانستان وارسا میں

وارسا، ۲۰ر اپریل۔ جمہوریہ پولینڈ کے صدر اور دیگر شرفائے شہر گذشتہ روز بجے شاہ و ملکہ افغانستان کی آمد پر آپ کا خیر مقدم کیا۔ شہر کے بیرون سے آراستہ کیا گیا تھا اور راستوں کی دونوں جانب فوجوں کی قطاریں تھیں شاہ و ملکہ افغانستان جنرل انعام کے ہمراہ گئے جہاں آپ مقیم ہیں۔

وارسا، یکم مئی۔ پولینڈ کا بنایا ہوا ایک ہوائی جہاز جلالت الملک شاہ امان اللہ خان کی خدمت میں تحفۃً پیش کیا گیا۔

مصر کے حالات

مسودہ ملتوی کر دیا گیا

قاہرہ ۳۰ر اپریل۔ چیمبر کا ایک جلسہ اجلاس ہوا ولاً محرشی سے تخاس پاشاہ کا استقبال کیا۔

سمجھا جاتا ہے کہ تجاس پاشاہ آئندہ نومبر تک مسودہ متعلق سینٹ کے سامنے نکلوطوی کر دینے کی تحریک پیش کریں گے۔ اس اثنا میں توقع کی جاتی ہے کہ برطانیہ سے کوئی مفاہمت ہو جائے گی۔

قاہرہ ۳۰ر اپریل۔ محمدین اجتماعات کا مباحثہ نومبر تک ملتوی کر دیا گیا۔

مصری حکومت کا جواب

قاہرہ یکم مئی۔ برطانی ایسوسیٹڈ کا مصری جواب بہت دوستانہ ہے، اس میں کہا ہے کہ مصری حکومت مصری پارلیمنٹ کے آزاد قانون میں برطانیہ ظلمی یا کسی اور حکومت کی مداخلت کے جز کو تسلیم نہیں کر سکتی لیکن اپنی نیک نیتی اور برطانیہ ظلمی کے ساتھ پچھلے تعلقات کے قیام کی خواہش ظاہر کرنے کی غرض سے اس مجلسی مسودہ کو پارلیمنٹ کی آئندہ میعاد تک ملتوی کر دیا جائے گا۔

چیمبر کے خیر طلبہ میں دلتی اس رائے پر قائم رہے کہ مصری حکومت اپنے نقطۂ نظر پر مصر ہے اور تو سکو صاحب کچھ کرنے دیں جو وہ کرنا چاہتی ہے۔

مباہزت نامہ کا متن

لندن ۳۰ر اپریل۔ سر آسٹن چیمبرلین نے دارالعوام میں مصر کے موسومہ مطلق مباہزت نامہ کا متن پڑھ کر سنایا جو حسب ذیل تھا۔

میں آپ کو مطلع کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں کہ ہز اپریل کو اپنا نوٹ یورپین کونسلنسی کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد سے ہز مجسٹی کی حکومت برطانیہ ظلمی میں بڑی بے چینی سے مصری حکومت کے مخالفت مامور پر فائر ڈالنے والے فائرن کو نافذ کرنے والے ارادہ کو دیکھتی رہی ہے یہ فائرن بیا کہ یورپین کونسلنسی سے (۱۹) ماہ حال کر کرنے کی عزت حاصل ہوئی تھی بلکہ اسی قسم کی سابقہ مراسلتوں سے بھی جو یورپین کونسلنسی کے پیشروؤں اور خود آپ سے اس حکومت مراسلت سے پہلے اور اس کے بھی جو ہز مارچ گذشتہ کو ہز کونسلنسی فروت پاشا کی خدمت میں پیش کر نیکی مجھے عزت حاصل ہوئی تھی ان تخفظات میں سے ہے جن پر میں نے ہز اپریل کی یادداشت میں پھر زور دیا تھا۔ اب ہز بریٹانک میجسٹی کی خدمت نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں یورپین کونسلنسی سے مصری حکومت کے صدر کی حیثیت سے استدعا کروں کو یورپین کونسلنسی عام ملیسون اور مظاہرین کی گرفتاری کے نیز مسودہ کو قانون کی شکل اختیار کرنے سے باز رکھنے کی فوری تدبیر اختیار کریں مجھے ہدایت کی گئی ہے کہ میں یورپین کونسلنسی سے استدعا کروں کہ آپ مجھے تحریری یقین دلا دیں کہ مذکورہ بالا کارروائی کو روکے نہیں بڑھایا جائیگا۔ اگر ۲ بجے کی صبح کے سات بجے تک یہ یقین نہیں دلایا گیا تو ہز بریٹانک میجسٹی خود ایسی کارروائی کرنے کے مسئلہ پر غور کرے گی جس کی صورت حالات متقاضی ہو۔

بقیہ بارش کے اسباب

(انجمادات آبی کے انجماد سے) اور عجیب چھوٹے چھوٹے قطروں میں ٹوٹ جاتے ہیں۔

یہ ایک واقعہ ہے کہ جب ایک پانی کا بڑا قطرہ چھوٹے چھوٹے قطروں میں متلاشم ہو جاتا ہے تو وہ قطرے برستے ہوئے ہوتے ہیں یا مدوسرے الفاظ میں ان قطروں پر بوتی یا پانی ہوا ہے اور یہ امر اس پر استدلال کرتا ہے کہ آسمان پر جو دفعتاً ایک شدت کی چمک نظر آتی ہے وہ ایک برد ست برستی شرارہ ہے جو اس بادل میں کی جمع شدہ مقدار برقی کے اخراج سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ شرارے ایک دم کاکل کی شکل میں دفعتاً ہوا کو گرم کرتے ہیں، تپش کی وجہ سے ہوا کے پھیلاؤ میں اضافہ ہوتا ہے لشیر پیدا ہوتے ہیں ارتعاش پیدا ہوتے ہیں ارتعاش کا نتیجہ ہے ہمیں کو ہم گرج کی شکل میں محسوس کرتے ہیں۔

چونکہ آواز کی رفتار لہ کے، رفتار کے نسبتاً بہت کم ہے اس لئے ہم برقی شراروں کو پہلے دیکھتے ہیں۔ اور بعد میں گرج کو محسوس کرتے ہیں۔

مقامی خبریں

نواب فاروق یار جنگ بہادر سابق جج حیدرآباد ہائی کورٹ کو جن کے خلاف ساہو کار پیتامبر اسکن نے ڈسٹرکٹ جج حیدرآباد کی عدالت میں ڈگری حاصل کی تھی بتاریخ ۳۰ اپریل سکندرآباد ریلوے اسٹیشن پر ایک بیلف نے سیول وارنٹ دکھلا کر روک لیا اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس سکندرآباد کے اجلاس پر پیش کر دیا۔

نواب صاحب نے جج سے درخواست کی کہ انہیں دو روز کی مہلت دیجائے تو وہ ڈگری دار سے معاملہ کی تصفیہ کر لیں گے۔ جج نے درخواست کو منظور کر لیا اور حکم دیا کہ اس مدت میں انہیں عدالت کی حراستی نگرانی میں رکھا جائے۔

نواب صاحب کے خلاف تین ہزار چھ سو روپیوں کی ڈگری دی گئی تھی وہ دیر حراست لئے جانے کے وقت الہ آباد جا رہے تھ

کندہ ذیل سے حاصل کیا جا سکتا ہے)، اتیر ۱۳۳۶ف / ۲۲ مئی ۱۹۲۶ء مقام اسٹیٹ اسکالرشپ کمیٹی گھاس پاس اس کالج کے صدر مدرس کے توسط سے پیش ہونی چاہئیں جس درخواست گزار زیر تعلیم ہو۔ تمام سرکاری یا غیر سرکاری صورت میں درخواست اسی سررشتہ متعلقہ کے توسط سے وصول ہونی چاہیئے۔

(الف) صداقت نامہ کلی یا جزئی نامزدگی درخواست نویسی واقع بلدہ یا ضلع بدیں مضمون پیش ہونا چاہئے کہ درخواست گزار حسب احکام نافذہ سرکار ملکی ہے۔ صداقت نامہ مذکور میں ناظم صاحب دستخط کنندہ اس تقرر تعلیمی کی وضاحت کے ساتھ درج کریں گے جو درخواست گزار کے خاندان سے متعلق ان کے پاس پیش کی گئی ہو نیز ان خاص وجوہ کا بھی اظہار کریں گے جن کی بنا پر وہ درخواست گزار کو ملکی قرار دیتے ہیں۔

نوٹ ۱۔ باشندگان برار کو بھی ملکی تصور کیا جائیگا۔ اور وظیفہ مذکور کی غرض سے انہیں بھی وہی حقوق حاصل ہونگے جو باشندگان ریاست اپنے کے دوسرے امیدواروں کو حاصل ہیں۔

(ب) صداقت نامہ عسکری ناظم صاحب ضلع جاری کریں گے بلدہ یا ضلع کا تحصیلی یا بدیں مضمون پیش ہونا چاہیئے کہ درخواست گزار اور اس کے والد یا اگر اس کے والد کا انتقال ہو چکا ہے تو اس کے اور اس کے دادی نے صاف بیان کیا ہے کہ درخواست گذندہ کی عمر وہی ہے جو درخواست گزار نے اپنی درخواست میں بیان کیا ہے۔

اس صداقت نامہ کے ساتھ تحصیلدار کے صدقہ دار ہے اقتباسات بھی منسلک رہنے چاہئیں جن سے ظاہر ہو کہ کہ اسکول میں داخل ہوتے وقت یا کسی یونیورسٹی کے امتحان میں شریک ہونے کے موقع پر درخواست گذار کی عمر کیا تھی۔

(ج) صداقت نامہ صحت قوائے جسمانی ایک ایسے عہدہ دار طبی کا دستخطی پیش ہونا چاہیئے جسکا درجہ سول سرجن سے کم نہ ہو۔

(د) صداقت نامہ اردو دانی۔ یہ بدیں مضمون کہ درخواست گزار صحت اور آسانی کے ساتھ اردو بول اور لکھ سکتا ہے۔

(ھ) سند صداقت نامہ تیک پیلی یہ بدیں مضمون کہ درخواست گزار کے عادات و اطوار نیک ہیں۔

(و) صداقت نامہ آمدنی۔ درخواست گزار کی دستخطی ایک تحریر میں درج رہے کہ درخواست گزار اس کے والد کو اس ریاست ابد مدت سے کیا آمدنی ہے۔

نوٹ ۲۔ درخواست گزار کو چاہیئے کہ وہ اپنے والد کا پیشہ اور آمدنی کی صراحت بہایت احتیاط سے کریں نیز اس امتحان کا سال کا میابی، نمبر حاصل کردہ کا میابی ضرور درج کریں۔

شرط ۷۔ درخواست گذار کی عمر انٹرمیڈیٹ پریکی صورت میں (۲۱) سال سے کم اور بی اے یا اس کی ہم یکی صورت میں (۲۳) سال سے کم ہو۔

شرط ۵ درخواست گزار کو چاہیئے کہ وہ اپنی درخواست اس خاص مضمون کی صراحت کرے جس کی تحصیل کے لئے وظیفہ مقرر ہے۔

شرط ۶ کوئی درخواست اس وقت تک درج رجسٹر نہ کی جائے گی جب تک کہ وہ مطبوعہ فارم پر صداقت نامہ جات مندرجہ فقرہ (۴) کے ساتھ مکمل حالت میں پیش نہ کی جائے۔

شرط ۷ درخواست گزار کے لئے لازم ہوگا کہ وہ بلا صداقت نامہ جات کے ہمراہ اپنی درخواست پیش کرے اور سال ہائے گذشتہ کے پیش کردہ درخواستوں کا حوالہ نہ دے ورنہ درخواست پر کوئی لحاظ نہ کیا جائے گا۔

شرط ۸ درخواست گزار کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اپنا پورا نام اور پتہ صاف تحریر کرے اور تبدیل پتہ کی صورت میں فوراً دفتر معتمد اسٹیٹ اسکالرشپ کو اس کی اطلاع دے۔

شرط ۹ بجز ان صورتوں کے کہ بذات خود دفتر معتمد اسکالرشپ کمیٹی سے فارم حاصل کئے جائیں مطبوعہ فارم کے لئے درخواستوں کے ہمراہ سرفہرستی ٹکٹ پتہ ملفوف ہونی چاہئیں تاکہ فارم روانہ کئے جا سکیں۔

دستخط
نرسنگ راؤ منجاب معتمد

چاہلیک مرض بھی شہر جانفزا سے منتقل ہے

ایک مدت میں جو سب بیمار ہو کر نڈھال ہو گئے ہے

جو اس کے سریع الاثر تیر بہدف دعوی کا اصاف، صداسے بہنے کا اعلیٰ ثبوت دیتے تجربہ سے ثابت ہوئے ہے کہ سوء مزاج اور بادی ہی کیوں نہ ہو کتنے ہی کثرت مطالعہ و ناقص محنت دلجان اور شدت گرمی و تیز دھوپ کے صدمہ اور غرب و خستگی سے جب مغشی طاری ہو کر، عضو پاؤں سر و اعضا پسینہ سے معرق پر پیش سست اور نڈھال ہو جاتا، اور چہرے پر پژمردگی چھا جاتی ہے

اسوقت خربزہ جانفزا کی ایک قاش کا ٹکڑا سے

چھکنے میں مریض کے دل و دماغ میں طاقت آکر چہرے پر رونق اور حرارت بدنی تازہ نمایاں ہونے لیتی ہے بلکہ پیاس کے لگتا ہے لاغزاء و کیف آگیں ہو کر اور مزاج لاغر اندام حرارت اعضاء داخلی تحلیل کرنے و والوں کیلئے معدہ و دل بلرکنے و دوا پہنچانے پر کوئی تلوک کے دردناک پاؤں کھینچنے اور ہر قسم کی کمزوری کے دور کرنے میں بے نظیر ہے

قیمت فی شیشہ درجہ اول عمدہ درجہ اصلے ۱۲

اکسیر محلل صحم

ناقوت جرثقیل کو تحلیل اور پیدا دل مرمان کو دور کر کے جسم کو اصلی حالت پر لاتی اور چستی و چالاکی پیدا کراتی ہے۔ بغیر ہضم میز اور بلا تکلیف (ایک ماہ میں دس بوند دن کم کرتی ہے بقیمت شیشہ (۵ء) پتہ ڈاکٹر نوکھن شیاز۔ ایل انٹرنیٹ سجاد منصف گنج حیدرآباد دکن

ایک روپیہ میں دنیا کی سیر

اپنے عجائب خانہ کی دیدہ زیب ہر یکی دادوں پر پیش کی گئی

اکسیر نمبر ۱

سرگنجہ سے پیشہ دن کے کوم ڈاکٹر تحقیق تمام فتح نمش کہ نمونہ مندل بخار اور دوسرے ہر قسم کی بخار ہو جاتی ہے

اکسیر نمبر ۲

اس کے کھانے سے نوبن ہر گونا بخار و کہ ہاسی درد اور ہم کا دزن بڑھ جاتا ہے مایوس الحال جو سر گھر کا سا ہو گئے تھے اسکے استعمال سے بفضل خدا صحت یاب ہو گئے قیمت پیشہ پانچ روپیہ

حسن افروز

دور کر کے علاوہ کل کی فرح نرم اور صاف، دو سیاہ رنگ کو سرخ مجاور گندمی کو روشن و خوشنما بنا دیتے ہیں شیشہ پان چہرے کے کیلوں کو دور اور مردم رفع صاف و خوبصورت کر دیتا ہے قیمت فیضی (ماں)

طلا معالنسہ

سرخوں کا رہ دورم زخم پیپ اور

اکسیر زخم دہن

منہ و زبان و حلق کے زخم اور چھالوں کو ایک روز میں کم کرتی ہے قیمت (عدد ۴ر)

مدہن عورتوں کے مخصوص امراض کا علاج بذریعہ خط و کتابت

پتہ ڈاکٹر نوکھن شیاز ڈاکٹر ایل انٹرنیٹ سجاد منصف گنج حیدرآباد دکن

ایک سلائی سے درگنی اور آنکھ کی اندھی روشن کرنیوالا

جواہر اور امین اجمیر سرمہ فولاد کی وجہ شہرہ ہے

بیس روپیہ ماشہ والا خالص ہمیشہ اور جواہر کا سرمہ اور دلاسی برتی الحال بھی اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ

یہ بغیر آپریشن کے نظر بحال کرتا ہے

میر سال تک کے پھوڑے اور ۲۵ سال تک کے

موتیا بند کے مایوس الحال مریض اندھے

اور بارہ سال تک کے کوڑھ دیرینہ بال و ناخنہ کے لاعلاج مریض بھی

دوا و غذا کے ساتھ اطبائے کرام کا صحابہ اور مسیحا مرحومین کے طلامی و آبدفتین سے برسوں میں اپنے نہ ہونے تھے ان کی بصارت

جواہر امین نے بحال کر دی صدہا مریض موجود ہیں

یہ محاذ مخلوط مرکزیں کے بارہ تجربہ کار بحالا طاقت تین دھیریں

بیماری کی عمر اور مرض کی کیفیت بتانے پر خبر اور درجہ

تجویز کیا جاتا ہے قیمت درجہ اعلیٰ کے خاص عدد خاص الخاص ۵

ورد کش

قسم کے اندرونی بیرونی درد کو دور کرنے کے

یہ تمام ہو جاتا ہے قیمت شیشی (۴ر) دہ (۱۰ر)

پتہ ڈاکٹر نوکھن شیاز ڈاکٹر ایل انٹرنیٹ سجاد منصف گنج حیدرآباد دکن



اعظم سٹیم پریس

میں ولایتی مشینوں کے ذریعہ برقی قوت سے ہر قسم کی طباعت کا کام نہایت عمدہ

اور

بہت جلد انجام پاتا ہے یعنے مہینوں کا کام دنوں میں کفایت سے تکمیل پاتا ہے اور کتابت بھی اعلیٰ درجہ کی انجام دیجاتی ہے

المشتہر

سید عبدالقادر تاجر کتب و مالک اعظم سٹیم پریس چارمینار حیدرآباد دکن

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چندہ

سرکار سے سالانہ — چوبیس روپیہ

امرا اور رؤسا سے سالانہ — پندرہ روپیہ

ہندوستان کے لئے مع محصول ڈاک

سالانہ — ۱۵ روپے

ششماہی — ۸ ؍

سہ ماہی — عان

ماہوار — ۲ ؍ ۶ آنہ

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ — پندرہ شلنگ

ششماہی — آٹھ شلنگ

سہ ماہی — چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے مینجر کو مخاطب فرمایئے۔

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایئے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمایئے۔

(۵) نظام گزٹ تقریباً (۱۶) صفحے کے حجم پر شایع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شایع ہونگی۔

مینجر

یہ رسالہ دارالطبع و پبلشر نظام گزٹ نے اپنے اہتمام پریس چارمینار حیدرآباد دکن میں طبع کرکے شایع کیا

جشن سرکار آصفیہ نشان (۶۱)

نظام گزٹ

۲۱ و ۲۲ د
جلد

مدیر
مدیر معاون

مضمون خاص

خطبات نثاد

از

ہز اکسلنسی مہاراجہ صدر اعظم بہادر

قیمت فی پرچہ ۱/۶ ہ

کتب خانہ تجارتی سید عبد القادر بکسلر و پبلشر مالک اعظم اسٹیم پریس چار مینار حیدرآباد دکن

قرآن سیر اس میں پانچ ترجمے ہیں۔ دو فارسی تین اردو اور بر حاشیہ تفسیر حسینی یہ احسن التفاسیر مجلدہ ہر اصلی ۔ عہ رعایتی عنہ ۔ سکہ عثمانیہ۔

قرآن شریف مترجمہ مجاور و اردو مولانا مولوی شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی بر حاشیہ تفسیر موضح القرآن جلی قلم جس کا ہر پارہ علیحدہ علیحدہ ہو سکتا ہے صفحات (۴۰۴) ہدیہ بلا جلد ہے مجلد للعیہ سکہ عثمانیہ۔

اروائلس رنگین ملک سر کا عالی جس میں ضلع واری نقشہ جات مع حالات و جغرافی و نقشہ جات پائیگاہ وغیرہ بہترین اور نایاب جدید اٹلس ..... قیمت عالی ..... رعایتی عہ

خلاصہ جغرافیہ عالم حالات و جغرافیہ مثیر کلوئین عالیہ عثمانیہ مرتبہ مولوی محمد علی صاحب ناظم تعلیمات قیمت عالیہ رعایتی ..... عہ

سلیس جغرافیہ دکن۔ برائے مدارس ثمانیہ قیمت ۴ر۸ر مرتبہ مولوی سید غلام محمد صاحب جدید تاریخ ہند۔ برائے مدارس ثمانیہ قیمت عہدہ قادری بی۔ اے بی ٹی جغرافیہ دنیا۔ برائے " " قیمت عہ صدر مدرس۔

ضیغم خانہ عشق لینے دیوان امیر مینائی قیمت ..... عالی رعایتی قیمت ..... عہ

مطبوعہ عکاسی جسٹرات و فارس ہر قسم کے کار آمد خصوصاً سر رشتہ تعلیمات اور محکمہ جات عدالت و کونسل وغیرہ کے تیار کئے جن کی تفصیلی فہرست طلب کرنے پر مفت روانہ کیجاتی ہے۔ آرڈر پر موسوسہ فارم لیبج کر کے ارسال کیجاتی ہے۔

فتاوی عثمانیہ سلیس اردو زبان میں کتب معتبرہ فقہ سے جمع کیا گیا ہے جو بالخصوص وکلاء کے لئے معلومات کا گنجینہ ہے قیمت (۱۰) روپیہ

تاریخ ہند (ہندی بہترین بالتصویر تاریخ) ڈاکٹر ایلی بان کی فرنچ تصنیف کا ہی ورہ اردو میں ترجمہ معہ اضافہ توضیحات و حواشی مفید جس کو مولانا مولوی سید علی صاحب بلگرامی مرحوم نے کیا ہے جو آج سے چند سال پہلے (۵۰) روپیہ میں فروخت ہو لی رہی ہے۔ اس میں (۱۴۹) تصاویر دیدہ زیب اور (۱۲) دلفریب نقشہ اور مختلف کلاں ہے۔ اب یہ قابل قدر اور لائق دیکھنا کتاب سکلر کی (۵۰) روپیہ قیمت کر دی گئی ہے۔ علاوہ محصول پیشہ امید کہ ناظرین کرام اس زرین موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے۔

گلوب ۱۲ - انچ قطر۔ یہ ایک مدرجوبی اسٹینڈ اور نمبر دئے ہوئے پیتل کے رنگ میں لگا ہوا ہے جسکے ذریعہ زمین کی حرکت روزانہ و سالانہ دونو سمجھائی جا سکتی ہے قیمت (۴۵) روپیہ سکہ کلدار یا (۵۰) روپیہ سکہ عثمانیہ۔

یادگار غالب حضرت استاد مرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی کے زندگی کے حالات ان کی اقسام نظم و نثر اردو و فارسی کا انتخاب جس کو عالیجناب شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے مرتب کیا قیمت بجائے سلے کلدار کے سے حالی۔

کلاں چوڑی اصلی قیمت ..... عہ رعایتی .....

" " مجلد پارچہ " ..... عہ ۱۲ ..... ۱۴

" " خورد چوڑی " ..... عہ ۱۲

" " پارچہ " ..... عہ ۱۴ ..... ۱۰

نوٹس آن اسلام زبان انگریزی۔ اسلام کے متعلق بہترین تمثیلات عمل جس کی شرح انگریزی میں کیگئی ہے مصنفہ عالیجناب خان بہادر حاجی خواجہ محمد حسین صاحب جس کو عالی جناب مولانا احمد حسین صاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای۔ سی۔ ایس الی۔ نواب امین جنگ بہادر نے مختصر نہایت عمدہ اور سلیس انگریزی میں کیا ہے قیمت ..... عہ

بجینہ بدیت اس کا ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم اور حضرت سلم کی سوانح عمری بھی اس کے ساتھ ہے۔ معمولی استطاعت والے حضرات بھی اس کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ قیمت ..... للعہ

ارمغان سلطانی گلبرگہ شریف کا ایک سچا فوٹو ہے جو تین حصوں پر منقسم ہے پہلے حصہ میں شہر گلبرگہ شریف کے موجودہ حالات درج ہیں۔ دوسرے میں زبدۃ العارفین حضرت مخدوم شہباز بلند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی المشہور خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ العزیز نیز دیگر اولیاء کرام کی فیاض زندگی اور ان کی سوانح عمری جو مختلف مستند و معتبر کتب سے اخذ کر کے مسلسل طور پر لکھے گئے ہیں۔ تیسرے حصہ میں سلاطین بہمنیہ کے مفصل حالات درج ہیں۔ قیمت ..... عہ

ترخانہ طبع اشتہارات نظام گزٹ چار مینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	ایک اشاعت
ایک صفحہ	۱۲ صہ	۷ صہ	۴ صہ	۱ صہ	۱ صہ
نصف صفحہ	۷ صہ	۴ صہ	۲ صہ	۱ صہ	۱ صہ
ربع	۴ صہ	۲ صہ	۱ صہ	۱ صہ	۱ صہ
ایک کالم	۱ صہ	۱ صہ	۱ صہ	۱ صہ	۱ صہ
نصف کالم	۱ صہ	۱ صہ	۱ صہ	۱ صہ	۱ صہ
ربع کالم	۱ صہ	۱ صہ	۱ صہ	۱ صہ	۱ صہ

اشتہارات کے نرخ میں اخبار کی اشاعت کے لحاظ سے اضافہ کیا جائیگا۔

سمی بسیم ہے تو از دوست مکرم و کیف حیات تیری مہران ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد (۲۱) حیدر آباد دکن :- دوشنبہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ ۱۴ مئی ۱۹۲۸ء ۹ تیر ۱۳۳۷ فصلی جلد (۱)

شذرات

ہندوستان جنت نشان کی تاریخ میں غالباً کوئی دور ایسا نہیں گزرا ہے جس میں طالب علموں نے سیاسیات میں حصہ نہ لیا ہو۔ سات سمندر پار سے آنے والی انگریز قوم تمام دنیا میں قدامت پرستی کے لئے مشہور ہے۔ جب اس قوم نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو ظاہر ہے کہ قدامت پرستی کی بناء پر ہندوستان کی روایات کو قائم رکھنا اس کا فرض تھا۔ چنانچہ حکم ہوا کہ طالب علم سیاسیات میں حصہ نہ لیں۔

جب کبھی طالب علموں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی ہے تو مہربان سرکار بامہربان اساتذہ بانیس از ماہ بدری کی سی تنبیہ کرتے رہے ہے۔ یعنی ایک دو سال تک امتحان سے روکدینا یا مدرسے سے خارج کردینا چنانچہ سائیمن کمیشن کے مقاطعہ کے سلسلہ میں ایسی کئی ایک مثالیں ظاہر ہو چکی ہیں۔

مگر انگلستان کی سرزمین میں صورت حال بالکل جداگانہ ہے۔ وہاں کی معاملات یہ ہیں کہ طلبہ عام طور پر سیاسیات میں بہت دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ اور باقاعدہ مجلسوں میں اہم سیاسی مسائل پر بحث کرتے رہتے ہیں۔ اور حکومت کے ارکان بھی ایسی تقریروں کو روکنے کے خواہاں مجلسوں میں شریک ہوتے ہیں اور دلچسپی سے تقریروں کو سنتے اور ان کا جواب دیتے ہیں۔

جنگ کے بعد مسٹر لائیڈ جارج کو اکسفورڈ کے طلبہ نے دعوت دی تھی اور انہیں اپنی مجلس اتحاد میں بٹھا کر لائیڈ جارج کی حکومت کے خلاف پر زور تقریریں کیں اور لائیڈ جارج کی حکومت پر عدم اعتمادی کی تحریک منظوری کے لئے پیش کی اس تحریک پر مسٹر لائیڈ جارج برہم ہوئے نہ ممبرشپ سے اس جماعت کو خود کرنے کی درخواست کی بلکہ ہنس ہنس کر سنتے رہے اور ہنس ہنس کر ان الزامات سے اپنکو اور اپنی حکومت کو بے گناہ ثابت کیا۔

اب تازہ خبر یہ ہے کہ کیمبرج کی مجلس اتحاد نے وزیر ہند لارڈ برکنہیڈ کے روبرو موجودہ حکومت پر عدم اعتمادی کی تحریک پیش کی وزیر ہند نے اپنے بچاؤ میں ایک پر زور تقریر کی۔ رائے شماری کے وقت مخالف اور موافق رائیں برابر آئیں مگر صدر مجلس نے اپنی رائے عدم اعتمادی پر دی جس سے یہ تحریک منظور ہو گئی۔

جب تقریر میں لارڈ برکنہیڈ نے کہا "میں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ ہماری حکومت ایک مکمل حکومت ہے"

بے شک ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ جناب والا آپ کا یہ فرمانا کہ دوسرے لوگ آپ سے بہتر ہیں۔ ممکن ہے ہوں۔ دیکھئے انتخابات ماضہ کے بعد کس کی حکومت قائم ہوتی ہے اور وہ لوگ اپنی حکومت کے متعلق کیا کہتے ہیں شاید کوئی شریف آدمی ایسا اکمل آسے جو کہے کہ ہماری حکومت حقیقت میں بہت خراب حکومت ہے۔ دنیا کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

سر جان سائمن اگرچہ ہندوستان سے بغاوت سوشلسٹ گئے مگر انگلستان میں ہر اس شخص کو جو آئین کے جو ایکٹ سے ان کے حل پر ہوا ہے۔ اب کیا فرماتے ہیں ہر اوران دلن ہو بائیکاٹ کی مخالفت کرتے تھے اور اسے فضول سمجھتے تھے۔

نظام گزٹ
ہفتہ وار
دوشنبہ ۱-۴۲ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ ہجری

تعلیم کا مقصد
اور
جامعہ عثمانیہ

(بسلسلہ گذشتہ)

مذکورۂ بالا تقریر کے سلسلے میں ہمارے مقامی انگریزی ہمعصر حیدرآباد ابزرویشن نے ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا جس کی ترجمہ سرخی مسٹر فورڈ اور عثمانیہ یونیورسٹی کا قیام کی۔ اگرچہ مضمون سے ان دونا مورن میں کسی تعلق کا پتہ نہیں چلتا سوائے اسکے نواب نظامت جنگ بہادر کی تقریر کے ایک ٹکڑے کے۔ نواب صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا۔

"پچاس سال پہلے جب کہ میں نے انگریزی کی تعلیم شروع کی تھی حیدرآباد میں بہت تھوڑے مدرسے تھے جہاں کے تعلیم یافتہ سرکاری ملازمتوں میں بھرتی ہو جاتے تھے اس زمانہ میں تعلیم یافتوں کی تعداد بہت کم تھی اور ان کی بہت آسانی سے بھرتی ہو جاتی تھی لیکن آج کل صورت حال بالکل جدا گانہ ہے۔ ہمارے متعدد بڑے بڑے مدرسے ہیں اور جا بجا مجھ سے شاید سیکڑوں ابتدائی مدرسے ہیں۔ اس کے علاوہ عثمانیہ یونیورسٹی بھی موجود ہے جو اپنے بی اے۔ ایم اے کامیاب طلبہ کو فورڈ موٹروں کی تیزی سے نکالتی جا رہی ہے۔ اب ان تعلیم یافتہ لوگوں سے ہم کیا کام لیں گے؟ اور وہ خود اپنے کو کس کام میں لگا پائیں گے؟

بولٹین تقریر کے اس ٹکڑے کو پیش کر کے رائے دیتا ہے کہ نواب صاحب اس سوال کو لوٹا سب حیدرآباد جنگ بہادر مدلل نواب بہادر اوڈیر پریس کے ذریعہ سے سر علی امام سے دریافت کریں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ چہ معنی۔ اس سلسلہ میں سر علی امام کا نام کھینچ لانا بالکل بیجا ہے کیونکہ عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام میں سر علی امام نے وہ علمی حصہ نہیں لیا جو بعض دیگر عہدہ داروں نے لیا تھا۔ یونیورسٹی کی تجویز سر علی امام کی آمد سے بہت پہلے ہوئی تھی صرف ان کی صدارت کے زمانہ میں یونیورسٹی کے قائم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ انہوں نے بھی اس کے بنیادی کام میں کوئی حصہ لیا۔ دوسری پر لطف بات ہمارا ہمعصر کہتا ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی کے گراجوئیٹ کی قیمت ریاست کے باہر صفر کے برابر ہے۔ اس باخبر اخبار کو اس بات کا علم ہی نہیں کہ حیدرآباد کے باہر کی دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اس کے نزدیک قابلیت اور علم کا معیار بالکل وہ کہا ہے۔ یعنی وہ سرکاری نوکری کے حصول کو قابلیت کا معیار سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ مدراس یونیورسٹی کے بی اے کو نوکری مل جاتی ہے لیکن عثمانیہ یونیورسٹی کے ایم اے کو نہیں ملے گی۔ خیر اگر اس معیار سے بھی قابلیت کو ناپا جائے تو دیکھنا یہ ہے کہ کیا بمبئی کی حکومت اپنی یونیورسٹی کے گراجوئیٹ کے مقابلہ میں کسی مدراس کے گراجوئیٹ کو ترجیح دیتی ہے یا مدراس کی سرکاری نوکری میں کوئی پنجاب کا گراجوئیٹ حاصل کر سکتا ہے؟

آپ فرماتے ہیں کہ نواب حیدر نواز جنگ بہادر نے اپنی اس پالیسی سے (یعنی اردو کو ذریعہ تعلیم قرار دیکر) عثمانیہ یونیورسٹی کے طلبہ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ان پر بیرون صوبہ مواقع کے دروازے کو بند کر دیا۔ ہمارا دوست کیسی عجیب بات کہہ رہا ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی کے طلبہ کو حیدرآباد کے باہر کی ملازمتوں کا دروازہ بند ہے۔ کیا اس کو اس بات کا بھی علم نہیں کہ حیدرآباد کی ریاست کو کافی تعداد تعلیم یافتہ لوگوں کے نہ ملنے کی وجہ باہر سے لوگوں کو بلانے کی ضرورت پڑتی رہی اور اب بھی یہاں کی سرکاری ملازمت میں ایک کثیر تعداد باہر کے تعلیم یافتہ لوگوں کی ہے۔ پھر اس بات کے کیا معنی کہ یہاں کے تعلیم یافتوں کے لئے باہر کی ملازمتوں کے لئے دروازے بند ہیں۔ پہلے عثمانیہ یونیورسٹی کے تعلیم یافتوں سے ریاست کی ملازمتیں تو بھر جائیں اس کے بعد باہر کی ملازمت کا سوال اٹھایا جا سکتا ہے۔ یہ بات ایسی نہیں کہ دو چار سال میں ہو جائے بلکہ اس کے لئے ایک دو نسلوں کا انتظار کرنا پڑیگا۔ اور پھر کیا ضرورت ہے کہ باہر کی ملازمتوں ہی پر نظر ڈالی جائے کیوں نہ اس مدت میں صنائع زراعت اور تجارت کا میدان نہ تیار کیا جائے۔ اسی سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں کہ مسٹر حیدری سر سید علی امام اور مسٹر اس مسعود نے ریاست کی تعلیمات کو بجائے کوئی خدمت انجام دینے کے اسے بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ ایک کوئین کے میٹرک کی طرح جا رہا دوست حیدرآباد سے باہر کی دنیا کی کچھ خبر نہیں رکھتا۔ اس کو اس وقت یہ یاد نہیں کہ عثمانیہ یونیورسٹی کے قیام کے وقت ہندوستان کے اعلیٰ ترین مدبر اور ماہر فن تعلیم نے کیا مائے دی تھی۔

ریاست کا نظام کیا تھا کہ عثمانیہ یونیورسٹی کے موسسین نے اس یونیورسٹی کی بنیاد رکھکر صرف ریاست حیدرآباد ہی کی خدمت نہیں بلکہ سارے ہندوستان پر احسان کیا ہے۔ وہ عثمانیہ یونیورسٹی کو ایک علیم تعلیمی اور سیاسی انقلاب سمجھتے ہیں کیونکہ قومی زبان میں تعلیم کو رواج دینا گویا یہی قومیت کی بنیاد رکھنا ہے۔ ان باتوں کے علاوہ جاپانی دوست امریکہ کے مشہور ماہر تعلیم پروفیسر پیک کی رائے کو بھی بھول گیا جس نے کہا تھا کہ "مادری زبان میں تعلیم دینا کوئی نیا تجربہ نہیں ہے بلکہ یہ تو تعلیم کا فطری طریقہ ہے"

بہرحال آپ نظام کالج کے متعلق فرماتے ہیں کہ "نظام کالج کو دیکھئے کہ وہ قدیم زمانہ میں کیسے شاندار گراجوئیٹ نکالتا رہا ہے اور اب بھی نکالتا ہے" بے شک نظام کالج ہماری قدیم درسگاہ ہے اس سے ہمارے ملک کے بعض اعلیٰ دماغ تعلیم پاکر نکلے۔ پھر بھی عثمانیہ یونیورسٹی سے اس کا مقابلہ کرنا ایک سخت بات ہے اول تو نظام کالج کوئی یونیورسٹی نہیں ہے بلکہ وہ ایک یونیورسٹی کی دوم درجہ کی درسگاہ ہے اور اگرچہ اس درسگاہ سے بے شک بعض شاندار گراجوئیٹ نکلے مگر ہمارے دوست کو یہ واقعہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہی کالج ایک زمانہ میں سالانہ آٹھ دس گراجوئیٹ نکالنے کے لئے بدنام تھا۔ اب سے کوئی بیس پچیس سال پہلے مدراس یونیورسٹی والوں نے جو رپورٹ اس کالج کا معائنہ کرنے کے بعد لکھی تھی وہ ہمارے لئے وہ بہت شرمندہ کرنے والی تھی پھر بھی نظام کالج کو یہ حیثیت ایک درس گاہ کے جو شہرت یا بدنامی حاصل ہو وہ اس یونیورسٹی پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی جس کی وجہ سے۔ اصولاً مدراس یونیورسٹی اور عثمانیہ یونیورسٹی کے متعلق سخت سے سخت کہہ سکتی ہے نہ کہ نظام کالج اور عثمانیہ یونیورسٹی۔

(باقی آئندہ)

حیدرآباد کے قافلہ حج کی مشکلین

حسب اعلان محکمۂ امور مذہبی پورا قافلہ حجاج یکم ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ مطابق ۲۲ اپریل ۱۹۲۸ء کو بمبئی پہنچا چکا ہے بلدہ میں پہلے یہ ٹیک تھا اس لئے محکمۂ حجاج کی جانب سے حیدرآبادی حجاج کو پہلا رہ دیا گیا۔ بعد میں جناب ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب ناظم عبادت کے تحریر پہ پہلا رہ نہ کرنا دیا گیا جس کی وجہ سے بعد میں آنے والے حجاج کو اس سے نجات ملی۔ اس سال بھی حیدرآبادی حجاج متعدد مقامات پر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ موسمی نزلہ زکام و کھانسی اکثر حجاج کو ہے۔ حافظ مہبوب آپکے جانب بلا کے دن بعد فضل کبیر کا جہاز علوی اور شستری کمپنی کا جہاز ۲۱ اپریل ۲۹ء کو بمبئی پہنچا چاہئے تھا مگر ۲۹ اپریل سالیہ کو پہنچا سو آدھی حجاج کو لیکر روانہ ہوئے لیکن مندوب صاحب اور ناظم صاحب امور مذہبی اعلان کے بعد جب وقت پہ نہ آنے کی وجہ جہازات مذکورہ میں قافلہ کا انتظام ناممکن تھا۔ یہ بچہ سارے قوم و ہندوستان ہی کے پاس رہے۔ مندوب صاحب ۲۷ اپریل سالیہ اور ناظم صاحب ۲۹ اپریل

سلسلہ ملاحظہ ہو صفحہ (۴) کالم (۳)

خطبات شاد

بہبودی کے اڈریسوں کے جواب میں

نہر اسلسٹنی مہاراجہ سر پرمین اسلسٹنٹ سہارا در کے اثنائے دورہ میں بمقام بہبودی رعایا اور تجار کی جانب سے جو اڈریس پیش ہوئے تھے ان کے جواب میں نہر اسلسٹنی مہاراجہ مدار المہام سہارا نے جو تقریر دلپذیر فرمائی وہ ذیل میں نذر ناظرین کی جاتی ہے۔

میرے عزیز رعایائے دلمن!

آپ نے اڈریس میں جن مخلصانہ جذبات کا مجھ سے متعلق اظہار فرمایا ہے ان کی میں دل سے قدر کرتا ہوں اور قدر کرتا ہوں اور مجھ کو ایسی عزت اور قدر کرنا ہوں اور مجھ کو ایسی عزت اور قدر کرنا ہوں اور مجھ کو ایسی عزت اور قدر کرن

مراسلات

آخر میں یہ آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ اس تحریک کی ترقی میں گورنمنٹ کو گہری دلچسپی ہے اور آپ کی اچھی کوششیں یقیناً گورنمنٹ کی ہمدردی حاصل کریں گی۔ میرا آرزو ہے کہ امداد باہمی کی بدولت دیہات کی اعلیٰ تنظیم اور دیہاتیوں کی مرفہ الحالی کو جلد سے جلد دیکھوں۔

جواب ایڈریس عایا پر تور

عزیز ساجھ کارو!

میں آپ کے پریم اور دلی محبت کی قدر کرتا ہوں آپ صاحبوں نے جس عقیدت اور پریم سے مجھے دعوت دیکر بلایا میرا دل اس کو جانتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ میرے ہیں اور میں آپ کا ہوں۔ مگر آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح آپ مجھے اپنا سمجھتے ہیں ویسے ہی خالصے کی رعایا بھی مجھے اپنا سمجھتی ہے اور میں بھی ان کو اپنا سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ آپ سب اور خالصے کی رعایا اور میں سب ایک ہی اندرا اور بادشاہ حضور عثمان علیخان مدظلہ کے ملک مزارعین۔ مجھے یہ سن کر مسرت حاصل ہوئی کہ آپ سب آسودہ اور خوش ہیں۔ آپ کی خوشی میری خوشی کا باعث ہے البتہ آپ سب کو خوش رکھنے اور کارو بار میں آپ کے برکت دینے۔ آپ میں آپ سب کو خدا حافظ کہکر رخصت ہوتا ہوں اور دل سے آپ کے لئے دعاگو ہوں۔

ہوائی جہاز کی تیز رفتار کا نیا کارنامہ

کپتان براؤ ہوائی جہاز کی تیز رفتاری میں سب سے سبقت لے گیا۔ اس نے ہوائی جہاز میں ایک ٹن وزنی سیسہ ساتھ رکھ لیا اور ہوائی جہاز کو (۱۶۲) میل فی گھنٹہ سے زیادہ رفتار سے چلایا۔ اتنی رفتار اب تک کسی نے نہیں حاصل کی۔

یورپ میں سب سے لمبا ٹیلیفون

بنے ۱۱ اور کرونا کے درمیان ٹیلیفونی سلسلہ قائم ہو گیا ہے۔ ان دو مقاموں کا درمیانی فاصلہ دو ہزار چار سو بائیس میل ہے جو کہا جاتا ہے کہ یورپ میں سب سے طویل سلسلہ ہے۔

حالات دار العلوم دیوبند

مکرمی اڈیٹر صاحب السلام علیکم! برائے کرم مندرجۂ ذیل سطور کو بہت زیادہ نمایاں امور پر شائع فرما کر ہم مظلوموں پر احسان عظیم فرمادیں۔ ۲۰ مرد مئی الہ کو جو افسوسناک حادثہ دار العلوم میں پیش آیا تھا جس میں ایک بنگالی اسٹرائکی طالب علم شہید اور ایک مجروح ہوا تھا۔ اگرچہ اس پر طلبہ کے باہمی مناقشہ کا رنگ چڑھایا جارہا ہے لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ اسکی تہ میں نہایت ہیبتناک سازشیں کام کر رہی تھیں۔ امید کیجاتی ہے کہ اگر ذمہ دار قانون داں حضرات مظلوم طلبہ کی امداد فرمائیں اور اس اہم مسئلہ کیطرف پوری توجہ کریں تو وہ راز ملمشت از بام ہو جائیں جن کی بدولت ایک بیگناہ مسلم کا خون نہایت آسانی کیساتھ کر دیا گیا ہے۔ طلبہ میں کا ایک فرد شہید ہو چکا ہے۔ اپنی تہیدستی اور غربت کیوجہ سے بالکل بے دست و پا ہیں۔ ان کو تباہ کرنے والی طاقتیں ذی اثر اور صاحب ثروت ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے عزیز نفس کے خون کا بدلہ تو انہیں کیا ملتا الٹے انہیں کے چودہ معزز نفوس الزام بلوہ میں ماخوذ ہو گئے ہیں آہ کیا مسلمان اس بات کا کہہ کر چکے ہیں کہ غیر الدین طلبہ انتہائی بیدردی اور سفاکی کیساتھ پیٹے جائیں۔ مگر وہ اوف بھی نہ کریں گے۔

کیا ان مہمانان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون اتنی قیمت بھی نہیں رکھتا کہ مسلم وکلاء اور بیرسٹر اس معاملہ میں عملی ہمدردی کا ثبوت پیش کریں۔ بالخصوص کیسا تھ مسلم بیرسٹران بنگال ہے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہم وطن مظلوموں کی حمایت کریں۔ اور اس مقدمہ کی پیروی کر کے حقیقت کو عدالت پر واضح کردیں بنگالی ہونیکی حیثیت سے ہم لوگ اردو زبان میں نہ تو اپنے مافی الضمیر کے ادا کرنے پر قادر ہیں اور نہ ہی دوسروں کی بات بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

کیا ڈاکٹر محمد عالم اپنے اعمال حسنہ کی طویل فہرست میں ایک اور نیکی کا اضافہ نہ کریں گے اور کیا وہ اپنی فطرت کے مطابق ان مظلوم غرباء کے مقدمہ کی پیروی کیلئے تیار نہیں ہیں۔ للہ مدد کیجئے ورنہ ایک نفس مسلم کا جو مولی سے بھی زیادہ بے حقیقت ثابت ہوگا۔ اور خدا جانے کتنے بے گناہ مصائب میں گرفتار ہو جائینگے۔ مقدمہ کی پیروی کیلئے تلفا سرمایہ نہیں جسکی وجہ سے اور بھی خطرات درپیش ہیں۔ درد مند مسلمان فوراً مالی امداد کیطرف متوجہ ہوں ورنہ بے گناہوں کا خدا ہی حافظ ہے۔

بقیہ صفحہ (۲) کالم (۳)

کو بھیجا آئے۔ اور محکمہ بحری جہاز رانی حجاج کے ساتھ آئے تو ۲۶ اپریل سلیسلہ کے جہاز میں قافلہ روانہ ہوا حاجیوں سے بھرا ہوا جہاز بمبئی سے روانہ ہوا۔ ۱۰ دن تک بمبئی میں قیام کرنا پڑا۔ اب حجاج کا انتظام اگر جہاز میں کیا گیا ہے کرایہ کا عام نرخ (۷۰) اور (۸۰) کے درمیان ہے لیکن فنوس حیدر آباد کے حجاج کے لئے (۱۴۰) میں سلیسلہ سفر یکایک بڑھا دیا گیا ہے یعنی دوگنے سے بھی زیادہ حاجی کو (۶۰) اور (۷۰) روپیہ کا نقصان ہوا۔ جہاز بمنکر سرسی سلیسلہ نرخ دوشنبہ کو بر اہکا حاجی حاجی کو لیکر روانہ ہو جائے گا۔ اس سال یہ پہلا جہاز اندرسے حاجی محمد جلال صاحب صاحب ناظم کمیٹی قافلہ کا تقرر بحیثیت انسپکٹر سرکاری عمل میں آیا ہے حاجی صاحب موصوف نے قافلہ کا تقرر کیا ہے۔ چنانچہ صاحب موصوف بھی قافلہ کے ہمراہ روانہ ہونے کا قصد رکھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صاحب موصوف اور ناظم صاحب کے درمیان سلسلہ کے تقرر کے امر میں کچھ گفتگو پیدا ہو گئی۔ نیز اکثر حجاج احمد نگر ہی کے نامزد سلسلہ کے مقرر کرنے سے ناراض ہیں۔

عوفی کی حیات اور اس کی تصانیف پر غور و فکر

از ڈاکٹر محمد نظام الدین صاحب مولوی فاضل۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (کنٹب)

پروفیسر فارسی

مترجمہ

از محمد عبد الجلیل صاحب بی۔ اے (عثمانیہ)

مصنف کی حیات کے متعلق چند نئی معلومات

محمد عوفی کی مشہور کتاب لباب الالباب کے پہلے حصہ کی اشاعت[1] سے اب تک ہمارے ہاں جو کچھ اس کی زندگی کے بیت سے اور پردۂ خفا سے باہر آیا ہے اس کا ذکر قاضی احمد قزوینی نے اپنے عالمانہ دیباچہ میں کیا ہے جو حقیقت میں ان کے علمی تفحص کی بدولت تین ایڈیشنوں[2] چار لس ریو پر فہرس[3] ایتھ[4] اور براؤن[5] کے دیباچوں سے ایک مفید اضافہ ہے۔ ہمارا یہ تبصرہ بھی ان تحقیقات کی کوششوں کا ایک سلسلہ ہے اور اپنے مقدمہ کی بنیاد مصنف کے ان چند کتابوں لباب الالباب

---

[1] لباب الالباب حصہ اول مصحح پروفیسر براؤن و میرزا محمد ابن عبدالوہاب قزوینی سنہ ۱۹۰۶ء حصہ دوم مصحح پروفیسر براؤن و قزوینی۔

[2] دیکھو صاحب موصوف کا مضمون "شواہد کا ایک مجموعہ جو میں نے مدکرہ" جرنل رائل ایشاٹک سوسائٹی سنہ ۱۹۱۰ء جلد ۹ ص ۱۱۲-۱۱۶۔

[3] فہرست نسخہ ہائے خطی برٹش میوزیم۔ جلد ۲ ص (۴۹۴)-(۵۱۱) سنہ ۱۸۹۵ء۔

[4] دیکھو صاحب موصوف کا مضمون دولت شاہ کا ماخذ" جرنل رائل ایشاٹک سوسائٹی سنہ ۱۹۰۹ء جلد ۳۱ ص ۴۵ تا ۴۷ اور تاریخ ادبیات ان ان سنہ ۱۹۰۶ء جلد ۲ ص ۴۷-۴۹۔

[5] دیکھو صاحب موصوف کا مضمون "عوفی" انسائیکلو پیڈیا آف اسلام۔ جلد (۱) ص (۵۱۰) یہ مضمون سنہ ۱۹۱۱ء میں لکھا گیا تھا۔ اگرچہ صاحب موصوف نے نیا دیباچہ لباب (مصحح سید احمد قزوینی) کا حوالہ دیا ہے لیکن معلوم نہ تھا کہ ان کو یہ دیباچہ ملا ہے یا نہیں۔

[6] راقم قزوینی کی اشاعت بعد الشدہ کا دو فارسی ترجمہ جو خود عوفی نے کیا اور جو اس کتاب کی حکایات نمبر ۲ بحث کے لائیسنس سے ملا حظہ پر لکھی گئی ہے۔

تین مسائل کی تحقیق

عوفی کی حیات اور اس کے تصانیف کی چھان بین میں صرف ان امور پر بحث کی گئی ہے جن میں شکوک اور شبہات تھے اور جن کی کامل تحقیق ہونی ضروری تھی جیسے اس کا صحیح لقب، اس کی زندگی کا صحیح زمانہ اور اس کا دو تاریخ سے اول کے متعلق اسناد سے ثبوت فراہم کیا گیا ہے اور (اس کی طوائح) لکھی گئی ہے۔ دوسرے امر کی بابت شہادت بہم پہنچا کر اس کی زندگی کا صحیح زمانہ اور اس کا دوں کارنامہ یعنی

اس کا لقب کہیں نورالدین نہیں بتایا گیا۔ صرف جوامع Pand A 51 (jonac) [Indian office London] کے ایک قلمی نسخہ (B 95 Or) میں نورالدین لکھا ہے۔ شاید سید بدرالدین کے لقب کی تصدیق ایک دوسری مستند تحریر سے ہوتی ہے۔ لباب الالباب میں ایک شعر لیسا موجود ہے جو اس کے دوست مولانا بدرالدین منصور بن علی الاسفرزاری نے دور ان حفظ و کتابت میں سنکر مخاطب کرکے لکھا تھا۔ جو عوفی نے اس شعر کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

مَا البَصرَة ایاد عمری طرفی: قرنًا کسید اللہ العوفی

سید یا اور عوفی یہ دو الفاظ جو آخری عصر میں اضافت لام صرف کے ساتھ لائے گئے ہیں۔ محض تحسین کلام کی خاطر نہیں ہیں بلکہ یہ دونوں صنعت کے اصلی مامک بزرگان شمار ہیں۔ شاعر بے یہاں مختصر لقب اور نسبت کو نہایت ہی خوش اسلوبی سے جمع کردیا ہے۔

نسخہ پاریس سے شہادت

اس استدلال کی تائید میں جوامع کا دوسرا قدیم قلمی نسخہ [illegible] کیا جا سکتا ہے۔ کتاب کے خاتمہ پر (Supplément persan 289/3) جس میں مصنف کا نام سدید عوفی لکھا ہوا ہے، اور اسی نسخہ کے سرورق پر [illegible] یہ جملہ لکھا ہے جس کے حواشی تحریر کیا گیا ہے۔

"کتاب جوامع الحکایات و لوامع الروایات من تصانیف الامام المحقق الاسلام سدید الملۃ والدین محمد العوفی تغمدہ اللہ بغفرانہ و اسکنہ بحبوحۃ جنانہ"

اور (Supplément persan 202/3) پر ثبت ہے "بسم اللہ الرحمن الرحیم (اول قسم الثالث من کتاب جوامع الحکایات (Supplément persan 203a) میں مصنف "حجۃ الاسلام سدید الدین محمد العوفی قدس اللہ روحہ العزیز"

تجارب السلف کی تصدیق

اس لقب کی صحت کی چوتھی دلیل جناب السلف کے اقتباسات سے ملتی ہے۔ تجارب السلف کتابچہ فارسی کا ایک مجمل خاکہ ہے جس کو بندوشاہ بن نخجوان الکرانی الصاحبی نے ۷۳۰ھ میں تحریر کیا۔ ان میں سے دو اقتباسات یہ ہیں جو جوامع سے براہ راست نقل کئے گئے ہیں۔ اور ان میں صدر شمس عوفی سدید الدین کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔

"و امام سعید الدین محمد بن (محمد) عوفی در کتاب جوامع الحکایات گفتہ است" چنانچہ در جوامع الحکایات مرقوم سدید الدین محمد عوفی بخاری رحمۃ اللہ ورد (ہ) است"

یہ کافی مدت بعد وشاہ اور تعداد میں کوئی زیادہ تفاوت نہیں۔ لیکن اول الذکر نے عوفی کا لقب سدید الدین تسلیم کیا ہے اور اقتباسات بھی صحیح دیئے ہیں۔ اور آخر الذکر نے باوجود یکہ اپنی تزجمۃ القلوب میں جوامع الحکایات سے کئی ایک حکایتیں نقل کی ہیں لیکن عوفی کے لقب اور نسبت کا کہیں حوالہ نہیں دیا۔ جہ کے مصنفین نے غالبًا تاریخ گزیدہ کی اس مجمل عبارت کی بنا پر اس کا لقب نورالدین سمجھا ہے۔

محمد عوفی ملقب نورالدین صاحب کتاب ( )
جوامع (الحکایات و) الحکایات در اول دولت
اتول در گزشت"

یہ مختصر اور ناکافی بیان ہمارے سامنے اور معقول وجوہ کے بالکل متضاد ہے۔ البتہ وہ سے ہم عوفی کو سدید الدین کے لقب ہی سے یاد کیا کریں گے۔

اسکی زندگی کے دور سے تفصیلی حالات پر بحث

ہمارے مصنف کی حیات کے متعلق کچھ کہنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ اس کی چھ اہم تصانیف اور وفات کا تاریخی تعین کرلی جائیں جو کہ ہمیں اس کی قطعی تاریخ تعیین معلوم ہیں اس لئے یہاں صرف داخلی اور خارجی شہادتوں اور قیاس پر اکتفا کرنا ہوگا۔

حد اولیں

۶۵۵ھ میں عوفی علاء شاہ [illegible] میں تھا اور علوم و فنون کی تحصیل اپنے وطن ہی میں کرچکا تھا۔ اس کے بعد وہ سلطان سمرقند جلال الدین ابراہیم بن حسین خاں کے دربار میں پہنچا جس کا عہد حکومت ۶۱۷ھ تا ۶۲۸ھ [illegible] تھا۔ یہاں بڑے بڑے علما اور شاعروں کے ملفوظوں میں علمی مناظرہ کرتا رہتا جلال الدین خاص طور پر میر محمد بہاء الدین خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ شہزادہ نصرۃ الدین قلج ارسلان خاقان عثمان کے اتابیق تھے۔

جس کی حکومت [illegible] ۶۲۲ھ میں ختم ہوئی۔ عوفی کہتا ہے کہ اس شہزادہ کی عمر اس وقت ۱۵ برس ہوگی نظاہر ہے کہ عوفی کی عمر اس وقت (۲۵) یا (۳۰) برس ہوگی۔ کیونکہ وہ عہدہ دار ملک بخارا میں تحصیل علم کرتا رہا جس کے لئے بھی اچھی ادبی سیاحت کی غرض سے یا قلمرو شاہی دور بادوں میں کوئی عہدہ حاصل کرنے کے لئے اپنے وطن کو چھوڑا ہوگا جس کے آئندہ واقعات سے بھی یہی پتہ چلتا ہے جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ اس بنیاد پر اس کی تاریخ پیدائش ۶۰۵ھ [illegible] اور ۶۱۵ھ کے درمیان قرار دی جا سکتی ہے۔

حد آخرین

جوامع الحکایات میں اس امر کے قطعی ثبوت موجود ہیں کہ عوفی ۶۳۰ھ تک بقید حیات تھا۔ اور علمائے عباسیہ کی یاد داشتوں نظر سے ایک شوشہ بھی یہ کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے زیادہ عرصہ تک بھی زندہ رہا۔ عوفی نے خلفائے عباسیہ کی تاریخ کو (یعنی قسم اول باب پنجم میں (۳۹) خلفا کے حالات لکھکر خلافت عباسیہ کی تاریخ کو ۶۵۶ھ تک ختم کیا۔ مستعصم باللہ (۶۴۰ھ تا ۶۵۶ھ) آخری خلیفہ ہے جس نے شمس الدین التمش کو نعلت و سند عطا کرکے اس کی حکومت کو تسلیم کیا تاکہ بغداد اور دہلی کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہوجائیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی بیعت بعد میں اضافہ کی گئی اور جو تاریخی غلط بیانی کہ واقع ہوگئی اس کا خاطر نہیں کیا گیا۔

مستعصم کی سخاوت مشہور ہے۔ عوفی نے بھی اس کی عمر دراز شرو بادہ اخلاق کی تعریف کی ہے۔ مستعصم کی عمر تقریباً ساٹھ سال تھی۔ شہزادوں کی تعلیم و تربیت کے لئے یہ عمر بہت موزوں ہے۔ اس لئے ہم صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ عوفی ۶۵۰ھ سے زیادہ عرصہ خلافت مستعصم کے آخری فرمانروا مستعصم کی تخت نشینی تک زندہ رہا اور تقریباً ۶۵۰ھ سے ۶۵۶ھ کے درمیان یہ شہر خود اس نے اپنی عمر میں منسلک کردیا۔ اس طرح اس کی زندگی کا زمانہ تخمینًا ۶۰۵ھ سے ۶۵۶ھ یا ۶۱۵ھ سے ۶۵۶ھ

ملہ یاقوت معجم البلدان طبع دوم ۱۰ مقدمہ ۱۰ اور Lands of the Eastern Caliphate مصنف Guy le Strange (Supplément persan 65) ۱۳ Bibliothèque Nationale Paris.

ملہ دیکھو پروفیسر براؤن کا وہ مضمون جو تجارب السلف کے متعلق صدسالہ جشن کے موقع پر رائل ایشیاٹک سوسائٹی میں شائع ہوا۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ (۲۴۵-۲۵۱)

ملہ جوامع الحکایات نسخہ قدیمہ برٹش میوزیم لندن [illegible] ورق ۲۶ سطر ۳ باب پنجم حکایت ۲۰ میں حاشیہ مذکور عوفی بلخا کی بناوت جو [illegible] واقع ہوئی نقل ایک گمشدہ تاریخ کے بیان کی گئی ہے۔

ملہ دیکھو جوامع الحکایات نسخہ قدیمہ پاریس Ancien fonds persan 75 ورق ۱۰۲ الف قسم اول باب پنجم حکایت ۱۰ بعد کے نسخوں میں مختلفات ہیں مگر اکثر قلمی نسخوں میں کاپیٹر اسی طرح لکھا ہے۔ البتہ لفظ مستعصم کو غلطی سے مقتصم لکھ دیا گیا ہے لیکن پاریس کے دو قدیم ترین نسخوں [illegible] Supplément persan 287 اور Supplément persan 403 میں لفظ "متعصم" صاف طور پر موجود ہے

ملہ جوامع الحکایات نسخہ قدیمہ پاریس Ancien fonds persan 75 ورق ۳۹۱ الف تا ۳۹۲ ب میں اس نے اپنے ایام شباب کی یاد تازہ کی ہے۔

ملہ باب پنجم فصل اول صفحات ۳۰۰-۳۰۱ وجوامع الحکایات نسخہ قدیمہ برٹش میوزیم لندن (Or. 2676) ورق ۱۰۱ الف قسم دوم باب پنجم حکایت ۱۰ جہاں بند بصنوتی کے ایک شعر کو بیجع [illegible] بیان کیا ہے۔

۱۲۳۴ء م ۱۱۹۶ھ سے ۱۲۳۲ھ کے درمیان وقوع ہوتا ہے۔ لیکن آخر الذکر تاریخ قریب بہ یقین ہیں۔ ہمارے اس آخری تخمینہ کی بنا پر وہ تقریباً ۶۰ سال تک زندہ رہا۔

دورِ حیات کی تقسیم

یہ سالہ بریں کی مدت اس کی زندگی کے تین ممایاں پہلو ؤں پر منقسم ہوتی ہے۔ (۱) پیدائش سے بچپن اور ابتدائی تعلیم (سنہ ۱۱۹۶ھ م ۱۷۸۲ء سنہ ۱۲۱۱ھ م ۱۷۹۶ء) جو اس نے مادرا النہر اور زیادہ تر اپنے وطن بخارا میں پائی۔

(۲) دورِ سیاحت سنہ ۱۲۱۱ھ م ۱۷۹۶ء سے سنہ ۱۲۳۲ھ م سنہ ۱۸۱۷ء۔ سمرقند میں پہنچنے کے بعد سے اس کے مستقل قیام پر ملک نصر الدین خیاجہ المغربی، فرغانہ دوسے سفر کے دربار میں ماموریت تک۔

(۳) دورِ پیدا وار کا دور سنہ ۱۲۱۶ھ سے سنہ ۱۲۳۲ھ م سنہ ۱۸۰۱ء سے سنہ ۱۸۱۷ء۔ لباب الالباب کی تالیف سے لے کر اس اکتالیات کی تصنیف تک بلکہ اس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک۔

عہدِ طفولیت اور ابتدائی تعلیم

ہمارے مصنف کی زندگی کے پہلے دو کے متعلق ہماری معلومات بالکل ناقص ہیں۔ لباب الالباب اور جوامع الحکایات میں جو حوالے کہیں کہیں مل جاتے ہیں ان میں یہ اکتفا کر لیا ہے کہ بچپن کے کچھ ابتدائی احوال خود عوفی کی زبانی لباب اور جوامع میں درج ہیں۔ لباب میں عوفی نے اپنے دادا کی سوانحعمری لکھی ہے اور بس۔ بلا تذکرہ کئی اور جگہ بھی ذکر آیا ہے۔ ان حوالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عوفی نے جس شخص کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اس کا دادا شرف الدین الوطاہر یحییٰ بن عثمان العوفی تھا۔ قیاس سے ہمیں اس کے دادا کی تاریخ وفات نہیں معلوم۔ درمیانہ قیاس قطعاً عوفی کی سوانح کا سراغ دے سکتا ہے۔ عبارت یہ مصنف کا عہد طفولیت شاید چار سے آگے نہ چلکر

علہ لباب الالباب حصہ دوم صفحہ ۳۶۳۔ امام شرف الدین مسعودی کہ در بخارا از کبار علما و اماثل فضلا بود و اوای دولت او۔ او بدہ و خدمت او دریافتہ اگرچہ بندہ کہ کوک خرد بود اما بچشم بزرگ او را نگریستہ گاہ گاہ۔ اتفاق ملاقات او افتادی و پیوستہ دعای او بخاطر خود گزاردی۔ [04.267]

علہ جوامع الحکایات نسخہ قدیمہ برٹش میوزیم لندن ورق ۲۷ الف قسم دوم، لباب الالباب ۱۵۸، ورق ۱۸۷ قسم دوم، لباب بست و چہار حکایت ۱۵۲۴۔

علہ لباب الالباب حصہ اول صفحہ ۷۸۰ - ۷۹۰ ذکر قاضی الامام شرف الدین سید الحدثین ابو طاہر یحییٰ بن طاہر بن عثمان العوفی رحمۃ اللہ علیہ و ذکر جد موصوف کتاب۔

علہ الموسوم بہ عرفات و غرفات حاشیتین دیکھو نسخہ انڈیا آفس نمبر (۳۶۵۴) ورق (۶۰) سب اور جنرل رائل ایشیاٹک سوسائٹی (۱۸۴۸) جلد دوم صفحہ (۱۵)

علہ لباب الالباب حصہ اول ص ۱۲۳ - ۱۲۴ و ۳۳۹) و تاریخ جہانگشائی جوینی صحیح سیر زاحمد قزوینی ڈگب میموریل سیریز حصہ اول صفحہ (۸۱) مغل جب بخارا پر ٹوٹ پڑے اور وہاں قتل و غارت ڈھایا تو یہ بھی شہید ہوئے۔

علہ نسخہ قدیمہ پاریس Ancien fonds 1616 در ورق (۲۱۵) ب پر "در مدرسہ فارمک" لکھا ہے اور نسخہ قدیمہ برٹش میوزیم لندن Or. 6865 میں ورق (۵۹) ب پر "در مدرسہ در فارمک" لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو اس مقام کے صحیح نام کے لیے یاقوت معجم البلدان جلد سوم ص ۸۴ اور تاریخ بخارا شائع شدہ صحیح چارلس شیفر ص ۹۳ سطر ۱۳ و ۱۴ ۳۵۵ھ میں حسنہ فارمک کی آتشزدگی کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

علہ دیکھو لباب الالباب حصہ اول صفحہ ۱۷۰ سطر ۹ - ۱۰۔

علہ دیکھو لباب الالباب حصہ اول صفحہ ۲۱۰ - ۲۱۱ - ۳۳۰ (۳۴۶)

علہ یہ کتاب تہذیب ازہری کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اسکی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ترتیب لغات محض حروف تہجی پر نہیں بلکہ مخارج الحاظ کی بنا پر بھی کی گئی ہے۔ مرتبہ امام ابو منصور محمد بن احمد بن طلحۃ الازہری الھروی المتوفی ۳۷۰ھ بحوالہ میرزا محمد قزوینی لباب الالباب حصہ اول صفحہ (۳۴۶)۔

علہ دیکھو لباب الالباب حصہ اول ص ۲۱۳ - ۱۰۔

علہ دیکھو لباب الالباب حصہ دوم ص ۱۶۳ ص ۱۳ - ۱۷۔

علہ دیکھو لباب الالباب حصہ دوم ص ۴۲۳، ص ۱۹ - ۲۰۔

عوفی نے رکن الدین مسعود امام زادہ بخاری سے مدرسہ در فارمک میں ابتدائی تعلیم حاصل کی اسی طرح اس نے آل برہان کے ایک مشہور فقیہ تاج الدین حسن بن مسعود سے زمخشری کی کتاب فائق کا درس لیا۔ یہ تاج الدین تالع للمخ ابراہیم اور اس کے لڑکے شہزادہ نصرۃ الدین کا استاد تھا۔ پھر اس نے قطب الدین السرخی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ السرخی اس زمانہ کا ایک مشہور خوش نویس تھا اور کتاب خانۂ سریل بازار چہ بخارا کا محافظ بھی رہ چکا تھا۔ اسی نے لغات زہری کی کتابت کی تھی شمس المدرسین محمد الحاکمی المروزی اور شرف الدین بن فخر الدین مسعودی جیسے علماء کا بھی اسے کچھ مدۃ تلمذ حاصل ہے۔ اسی طرح اس نے اپنے ہم سبق کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ان دونوں نے ساتھ مکتب قاضی فخر الدین جان کی ملاح الصغیر پڑھا کیا تھا۔ غالباً اس کے تعلیمی دور کا آخری حوالہ اشترغی سمرقند کی سوانحعمری میں ملتا ہے۔ اس شہر کے متعلق لکھتا ہے:۔

در شہور سنہ سبع وتسعین وخمس مائۃ اور اور بخارا
در مدرسہ منیعہ دیدہ آمد و زود لے این رباعی
ستماع افتادہ:۔۔۔ الخ

دورِ سیاحت

جن واقعات کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے وہ اپنی نوعیت میں ان حالات سے بالکل مختلف ہیں جو اس کی سیاحت علمی سے متعلق ہیں۔ کیونکہ ان سے ایک جدتی کے تحصیل علم کی جد وجہد اور اس کی آئندہ علمی شہرت کا حال معلوم ہو لیتا ہے۔ ہمارے مصنف نے بیس سال تک سیر و سیاحت کی۔ لباب الالباب کا پہلا حصہ شخصی واقعات کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے۔ اور اسی سے ہم کو اس کے خراسان کی تمام صوفیتوں کا پتہ لگتا ہے۔ پروفیسر براؤن لکھتے ہیں "لباب کو ایران کی کتاب الاغانی کہنا بیجا نہ ہوگا۔ اس میں (۱۲۰) شاہی خاندان کے افراد اور بڑے بڑے امراء کے حالات درج ہیں جنہیں شعر و سخن کا ذوق تھا۔ (۱۶۳) پیشہ ور شاعروں کے حالات ہیں جن میں (۳۰) شعرائے ہجو، ھفاریہ اور سامانی دور کے ہیں۔ (۲۹) غزنویہ دور کے اور (۵۰) سلجوقیہ دور کے۔ اور تقریباً (۵۴) خود عوفی کے معاصر ہیں۔ ہم بیان اسکی بیاست کا ایک اجمالی خاکہ پیش کریں گے جس میں تمام ایسے مقامات اور مشاہیر کا ذکر آ جائیگا جن کی اس نے سیر کی یا جن سے اسے واسطہ پڑا تھا۔

سمرقند میں

سب سے پہلے وہ نیک خانمان سمرقند کے دربار میں اپنی قسمت آزماتا ہے۔ یہاں چند دنوں تک کاتب کی خدمت اعزازی حیثیت سے انجام دیتا ہے۔ یہاں بڑے بڑے ذی پیمانوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے۔ جیسے وزیر سمرقند نظام الملک صدر الدین محمد بن محمد شمس الدین اور اس کے بعد قاضی اور تین شعراء دوسرے مشہور علماء جیسے شرف الدین حسام محمد بن ابی بکر النسفی جن کی بدولت اس کو روایت کی اجازت ملی۔ علامہ شرف الدین النسفی، خاقانی اور عمر نوغانی کے ہمسبق تھے۔ ایک اور قابل ذکر شخص صدر الدین عزیز محمد النحوی بادی ہے جو سلطان علاء الدین محمد خوارزم شاہ (۵۹۶ھ - ۶۱۷ھ م ۱۱۹۹ء - ۱۲۲۰ء) کا درباری شاعر تھا۔ اس سے عوفی کا مامون شرف الزمان مجد الدین محمد بن سدید الدین الکلکتی اور اس کا ہمیشہ ساتھی دونوں درباری طبیب تھے۔ اور خود کو شہزادہ کی صحبت بھی پسند تھی لیکن یہاں اس کا قیام کچھ زیادہ عرصہ تک نہیں رہا۔ در بار کو خیرباد کہکر سفر کی ٹھانی۔

خوارزم میں

ماوراء النہر میں مشاہیر سے دوستی پیدا کرنے کے بعد عوفی نے خوارزم کی راہ لی۔ اس کے قیام خوارزم کا حال بواسطہ کے ہنایت

علہ دیکھو لباب الالباب حصہ اول ص (۶۲) س ۱۹ - ۲۲

علہ جنرل رائل ایشاٹک سوسائٹی (۱۸۹۹ء) جلد (۳۱) ص ۴۶ - ۴۷۔

علہ دیکھو لباب حصہ اول ص ۴۵، س ۲۰ - ۲۱

علہ دیکھو لباب حصہ اول ص ۲۰۵ - ۲۰۶ - ۲۴۶۔

علہ دیکھو لباب حصہ اول ص ۶۴ - ۶۵، ۱۶۸، علہ دیکھو لباب حصہ اول ص ۲۰۱، حصہ دوم ص ۳۴۱ - ۳۴۳ - علہ دیکھو لباب حصہ اول ص ۱۷۹، ۱۸۰۔

تقدیم نخستین الف، محررہ ۹۹۰ھ سنہ ۱۳۱۰ء کی زد بکھایات جس سے ایک میں پایا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

چنین گوید دکہ، مولف کتاب دکہ) این رمان سالن دکہ این وقائع کتاب بخوارزم بود وہ سلطان خوارزم شاہ بخوارسان بود و در شہر خوارزم مسجع لشکر بود عدد اندجہان کہ مادر سلطان خوارزم شاہ بود الاعی بخوارسان فرستاد تا سلطان را بیارد۔ سیصد لشکر غرنیق، لام وہند و ۴۰ گاہ در شہر بدکر دند کہ فرمان بران جملہ است کہ بیچ کس دستا بیچہ شیکہ جلد کلاہ سیاہ بر سر نہند و سلاح در پوشند و بہر جہ در خوارزم سلاح بود، خلق بپوشند و دند و ہاساختہ بود انکاہ ند و تیر در کمان دی (د؟) کشیدہ بر در شہر لشکر گاہ ہی گزدند کہ سر فلک در آس (کذا؟) میگشت و عطار و ارجاب آن حاجی آمد و سلطان شہید (معز الدنیا والدین محمد) نا ناشتہ بر ہانہ انجبود داده بود ند کہ خوارزم شاہ در شہر نیست و لشکر بسر دشتہ پورست چون رسول سلطان خوارزم بسر لشکر رسید دیدند کہ سلطان ناست و لشکر گاہ بنا دند انجبود و سلاح دا سب آیچن رسول بسر سید بعد از ہفت روز سلطان خوارزم شاہ بسر دیا دے سوار بسے صد بیش بود دبر عقب او لشکر انطرف بنگ (د؟) برمی آمد و بدین حیلت کہ محمد مرد جہان کرد شہر خوارزم از صولت سلطان شہید مصون ماند و اللہ اعلم۔

حاد آخوارزم شاہی و عوفی کا قیام

اقتباس بالا میں اس واقعہ کی تاریخ نہیں بتائی گئی ہے۔ لیکن جو تاریخی واقعات اس سے پیشتر اور اس کے بعد والی عبارتوں میں درج ہے ان کی بنا پر تاریخ کا تعین طور پر تعین کیا جا سکتا ہے۔ تاریخ جہان گشائے جوینی کی رو سے سلطان معز الدین محمد دیا شہاب الدین غوری) المتوفی سنہ ۶۰۲ھ سنہ ۱۲۰۵ء اور سلطان علاء الدین خوارزم شاہ کے درمیان سخت کشیدگی کی ابتدا ۵۹۶ھ سنہ ۱۲۰۰ء سے ہوتی ہے اور اس کش مکش کی انتہا سنہ ۶۰۰ھ سنہ ۱۲۰۳ء میں ہوتی ہے جب کہ سلطان غوری شکست فاش کھا کر خوارزم کا ارادہ بالکل ترک کر دیا ہے۔ اور اپنی شکست خوردہ فوج کی از سر نو تنظیم کے لیے ہندوستان کی جانب رجوع کرتا ہے۔ تاریخ فرشتہ میں خوارزم پر ایک حملہ کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

در ہمین اثنا بخبر شہادت محمد بہ بک (خزنک) حاکم مرو شنیدہ بہ استعداد قیام مرو شتافت ۶۰ ستمایہ بہ تسخیر خوارزم رفت، خوارزم شاہ تاب مقاومت نیاوردہ بخوارزم مدام چون سلطان خوارزم رسیدہ دکنار آبی کہ از جیحون بہ طرف شرقی خوارزم شیبی کندہ اند فرود آمدو چند روز جنگہا واقع شد و چندے از امرا و عزیز بہ شہادت رسیدند" الخ

سال قیام ۵۹۹ھ تا ۶۰۰ھ سلطان غوری

کا یہ حملہ اور خوارزم کی یہ مدافعت جو حکایت نمبر ۲ بالا میں مذکور ہیں۔ یقیناً سنہ ۶۰۰ھ سے قبل وقوع ہوئے ہوں گے اس سے ہم یہ اخذ کر سکتے ہیں کہ عوفی اس زمانہ میں خوارزم میں موجود تھا۔ چنانچہ ہم نے اس کے سفر کی جو منزلیں قاہرہ کی ہیں ان سے اس واقعہ کی مطابقت ہوتی ہے یعنی عوفی سمرقند چھوڑنے کے بعد بخارا اور اپس آتا ہے اور پھر خوارزم جاتا ہے اس وجہ سے بھی یہ بات قرین صحت ہے کہ آئندہ واقعات اس کے مشاہدہ میں آئے ہوں۔ کیونکہ وہ ۶۰۰ھ سنہ میں شہر خوارزم میں ہونا ظاہر کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل تین بیان کئے گئے ہیں۔ ۶۰۲، ۶۰۷، ۶۱۳ھ سنہ ۱۲۰۵، ۱۲۱۰، ۱۲۱۶ء عوفی نے شیخ مجد الدین اور شہاب الدین ابو سعید بن عمر نجوتی دجو سلطان علاء الدین خوارزم کا وکیل تھا) کے تعلقات اپنے علمی بنا پر جوامع الحکایات میں اس طرح لکھے ہیں۔

جوامع این حکایات محمد عوفی گوید وقتی شہاب بلدیہ نجوتی کہ وکیل خاص در سلطان سکندر بود و بحضرت شیخ الشیوخ مجد الدین بغدادی نامہ نبشت و در خواست کرد کہ بہمت عالی مدد باید فرمود" الخ

اسی شہر میں اس کی ایک بڑے عالم سے ملاقات ہوئی۔ ان کا نام شیخ الاسلام علاء الدین الحمائی تھا جن سے عوفی نے روایت کی (عبارت حاصل کی) گو لبا ب میں سلطان محمد خوارزم شاہ اور بہاؤ الدین محمد بن المؤید بغدادی کے تذکرے ہیں لیکن اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کو خوارزم شاہ کے دربار میں حاضر ہونے کا موقع بھی ملا۔

سوئے خراسان شہر نو کا قیام

الغرض عوفی شہر نو پہنچا ہے جہاں شہزادہ رفیع الدین کیوطہ سر (جس کو خوارزم شاہ نے تقریباً ستگدیہ میں قتل کر دیا) پر سوگ قائم تھا۔ یہاں شہزادہ کے دربار میں باریابی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ عوفی جب خوارزم سے لوٹ رہا تھا اس وقت راستہ میں چوروں نے اس کا سارا مال و متاع لوٹ لیا تھا۔ عوفی اپنی ان تکالیف کا شہزادہ کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا مگر شہزادہ اپنے عیش و نشاط میں مشغول تھا۔ اس نے کہلا بھیجا کہ مجھے وعظ و تذکرے سننے کی فرصت نہیں۔ اور اس کی استدعا پر سواری کا انتظام کیا اور بھرکی سرحد پر سرزنش کرنے کا وعدہ کیا۔ عوفی اپنی ان تکالیف کی بابت اس سفر میں بہت روتا ہے۔ شہر نو سے گلکتر پہلی دفعہ لشکا پہنچا یہاں سے وہ سارے صوبہ خراسان کا دورہ کرتا ہے۔ لشکا میں اس کی ملاقات محمد بن علی الحنفی المنوی سے ہوئی جو سلطان خوارزم شاہ کا درباری شاعر تھا۔ مجد الدین اس وقت شاہان خوارزم کا ایک شاہنشاہ نامہ مرتب کر رہا تھا۔ ظہیر الدین النسوی المتخلص بہ ولی سے بھی ملاقات کی جو اس زمانہ کا مشہور شاعر تھا۔

(باقی آئندہ)

سلہ دیکھو لبا ب حصہ اول ص ۴۲-۴۳

سلہ دیکھو لبا ب حصہ اول ص ۱۳۹-۱۴۲-۳۳۸-۳۵۸ء میں بقیہ حیات تھا۔

سلہ دیکھو لبا ب حصہ اول ص ۵۱-۵۲-

سلہ سہ پہنکہ بر بہا طشترخ نہر ۱ مرو شہم پیادہ (میلیل) رفت۔

سلہ لباب الالباب حصہ دوم ص ۳۴۵-س ۹-۱۰-

سلہ لباب الالباب حصہ اول ص ۲۴۰-س ۴-۱۰-

سلہ لباب الالباب حصہ دوم ص ۳۴۵-س ۸-۱۱

سلہ لباب الالباب حصہ اول ص ۴۳-س ۱۱-۱۲-

سلہ مصحح پروفیسر برگس جلد اول ص ۳-۱ مقابلہ کرو تاریخ الکامل لابن الاثیر مصحح ٹورنبرگ سے جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۲، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۲۱، ۱۲۲، الخ۔

سلہ ماخذ النسخہ ہائے خطی قدیمہ تاریخ فرشتہ

Add. 18,875-Bn. Imut ff 88.

Add. 6572 Cn. Imut 66 A.

Or. 2676

سلہ نسخہ قدیمہ برٹش میوزیم۔

ورق ۳۰-پ تسم جہارم باب اول حکایت ۱۷۹۲

سلہ دیکھو لبا ب حصہ اول ص ۴۲-۴۳-

سلہ دیکھو لبا ب حصہ اول ص ۲۰۹-س ۱۳-۱۵-

شعر و سخن

غزل

از نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل

چھپنے والے تجھے خبر بھی ہے
نگہِ شوق پردہ در بھی ہے

کس کو سمجھوں میں رازدار اپنا
دل بھی دشمن ہے چشمِ تر بھی ہے

دل مرا آنکھ آپ کی بیمار
جو ادھر رنگ ہے۔ اُدھر بھی ہے

محوِ نظارہ آئینہ کب تک
بندہ پرور مری نظر بھی ہے

ایک تو شوخ ہے تری چتون
اُس پہ طرہ کہ فتنہ گر بھی ہے

دردِ دل کی دوا نہیں ملتی
میں بھی حیران ہوں چارہ گر بھی ہے

کچھ تو بیچین ہیں وہ شوخی سے
کچھ مری آہ کا اثر بھی ہے

تیرے پیکاں کو اب کہاں رکھوں
دل بھی صد چاک ہے جگر بھی ہے

ہے تماشا کہ دل وفگار دن میں
نام قاتل کا چارہ گر بھی ہے

چاہیے اک ادا بھی تیر کے ساتھ
دل اکیلا نہیں مگر بھی ہے

کتنی تھوڑی ہے شام وصل جلیل
شام بھی ہے یہی سحر بھی ہے

بیرونی خبریں

صدر اعظم افغانستان کی وفات

ہمعصر اتحاد مشرقی جلال آباد نے اپنی ۲۲ شوال ۱۳۴۷ھ روز شنبہ کی اشاعت میں یہ خبر درج کی ہے کہ جناب جلالت مآب سردار عبدالقدوس خاں صدر اعظم نے جن کی تاریخ حیات درخشان کارناموں سے مملو تھی رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات غم انگیز کے دن حکومت کے سارے دفاتر کو تعطیل تھی جناب اعلیٰ وکیل شاہانہ حضرت سارے وزرا و مامورین دولت مصافی و غیر مصافی عہدہ دار اور تعلیم گاہ کے افراد کے ساتھ مرحوم کے مکان کو آگے جنازہ کے آگے سارے عہدہ داران وارکان دولت تھے۔ اور اس کے دونوں جانب فلیہ اور فوجی لوگ تھے جن کی تنگین ماتم کے اظہار کے لئے سرنگوں تھیں اسی طرح جنازہ مقبرہ کو پہنچا جہاں اس بزرگ ہستی کو جلال و شکوہ وزیر گی کے ساتھ اس کی ابدی آرام گاہ میں پہنچا کر اس کو آغوش خاک کے سپرد کر دیا گیا۔

تدفین کے بعد عالیجناب حضرت عالی فیض محمد خاں وزیر معارف نے خطبہ سنایا جس کے آخر میں حاضرین نے مغفرت کی روح پر فاتحہ پڑھی اور مواجعت کی۔

حضرت عالی رئیس شورائے کے مکان میں مجلس عزا تین روز منعقد رہی اور سارے اعیان و عوام وزرا نے فرداً فرداً جو جوق جوق فاتحہ خوانی کے لئے آتے رہے۔

شاہ افغانستان ماسکو میں

ماسکو ۳ مئی۔ ہز مجسٹی شاہ امان اللہ خان نے آج ماسکو کو اپنی تشریف آوری سے مفتخر فرمایا۔ سرحد کے قریب شاہی ریل گاڑی کی محافظت کے لئے جوائی جہاز ہمراہ تھے۔ آپ کے شاہانہ استقبال کے موقع پر بینڈ نے افغانستان کے قومی اور بین الاقوامی ترانوں سے سامعہ نوازی کی بیرونجیرن، نمسیو و دمشیلان اور دیگر اعیان حکومت و ارباب تعقد نے پذیرائی کی۔ پھر آپ نے موسیو کالنین سے ملاقات فرمائی اور لینن شہور روسی لیڈر کی قبر کی زیارت کی۔ سہ پہر میں سیاسی عہدہ دار حاضر ہو کر آداب بجا لائے۔

ایران میں غیر ملکیوں کی مراعات کا خاتمہ

طہران ۳ مئی۔ اس مہینے کی دس تاریخ کو ان مراعات خصوصی کی تنسیخ عمل میں آئی جو بعض غیر ممالک کی حکومتوں اور ان کے ہم قوم باشندوں کو جو قومی عدالتوں کے علاقوں میں غیر ملکی قرار پائے ہیں حاصل تھیں اس موقع کو یادگار بنانے کے لئے حکومت اس روز قومی تعطیل عام کا اعلان کرنا چاہتی ہے۔

مجلس (ایرانی پارلیمنٹ) نے تاج ایران میں زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم چنگی کا مسودہ منظور کر لیا۔ کم سے کم مقدار چنگی وہ ہے جو سوویٹ کو دینی پڑتی ہے۔

وزیر اعظم ایران نے مجلس میں جرنیل عبدالشیخ جس شیبانی سابق صدر مدگار کار ہائے عامہ کو مجلس میں متعارف کرایا۔

مصر اور برطانیہ

قاہرہ ۵ مئی۔ یہاں ہر شخص کی زبان پر یہ بات ہے کہ دیکھئے کہ مصری جواب اطمینان بخش سمجھا جاتا ہے یا برطانی جنگی جہاز آج رات اپنی تیز رفتار سے اسکندریہ اور بندر سعید میں داخل ہوتے ہیں۔ جمہوری کچھ زیادہ جوش میں نہیں بلکہ مایوس و افسردہ ہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایک بھی مصری ایسا نہیں ہے جو اس مسودہ مجالس عامہ کو کالعدم نہ سمجھتا ہو۔ برطانیہ کو مصری کا بینہ نے جن الفاظ میں بھی جواب دیا ہو اتنا تو مناسب کچھ معلوم ہوتا ہے کہ مراجعت نامہ تو صاف صاف اور اس میں کسی طرح کی لفظی گنجائش نہیں اسی وجہ سے آج کا دن کس طرح گذرتا ہے اس کا یقین نہیں۔

مصری دساتیر کا آخری برطانی جواب

لندن ۲ مئی۔ دار العلوم میں مسٹر آسٹن چیمبرلین نے اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ نے مصری حکومت کی یادداشت کے جواب میں اس کے خیالات کا خیر مقدم کیا ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی درج ہے کہ مجالس عامہ کا مسودہ قانون دوبارہ اٹھایا جائے گا یا اسی قسم کی کوئی اور تجویز پیش ہو تو برطانی حکومت کو بھی پھر مداخلت پر مجبور ہونا پڑے گا اور وہ ۱۹۲۱ء کے اعلان پر مساعدہ کرنے تیار نہ ہوگی۔

مسٹر آسٹن چیمبرلین نے یہ بھی کہا کہ قبل ازیں بعض برطانی جنگی جہازوں کو جو ضروری ہدایات دی گئی تھیں رفع و منسوخ کر دی گئیں۔

ترکی میں شاہ افغانستان کے استقبالی تیاریاں

ملکہ ثریا کو ایڈریس دیا جائیگا

ترکی میں غازی امان اللہ خان شاہ افغانستان کے استقبال کی تیاریاں وسیع پیمانہ پر عمل میں آ رہی ہیں اس انتظام کے متعلق عوام نے متعدد کمیٹیاں قائم کی ہیں اور مختلف تدابیر عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ حکومت کے علاوہ ان انتظامات میں عوام کے سارے طبقات سرگرمی ظاہر کر رہے ہیں۔ جریدہ جمہوریت "ناقل ہے کہ جمعیتہ اتحاد المسلمون میں آستانہ ملکہ ثریا کو چار پرہ موکو نے کے انتظام میں مصروف ہے۔ اس انجمن کی جانب سے ملکہ ثریا کی تشریف آوری کی خوشی میں آپ کی خدمت میں ایک خیر مقدمی خطبہ پیش کیا جائے گا۔ اور آستانہ کی سیاسی مجلسیں بھی اس درود شاہانہ کے متعلق شاندار انتظامات میں لگی ہوئی ہیں۔ ان مجلسوں میں افغانستان اور ترکی کے مابین خوشگوار تعلقات پر روشنی ڈالی جائیگی۔

مختلف خبریں

اعلیحضرت حضور نظام سے رعایا کو مکمل عقیدت مندی ہے

پوتا ریئی۔ کل رات بالی والا تھیٹر کے روبرو کھلے میدان میں پرجوش مسلمانوں اور ہندوؤں کا ایک عظیم الشان جلسۂ عام منعقد کیا گیا تاکہ حیدرآباد اسٹیٹ بجکس کانفرنس منعقدہ ریسی بتام یونائیٹڈ پریس آف انڈیا کے خلاف پروٹسٹ کیا جائے اور فرانگز اسٹیٹ ہائی لنس حضور نظام حیدرآباد کے ساتھ کامل عقیدت مندی کا اظہار کیا جائے۔ مسٹر اے ناں ہائی کورٹ وکیل نے جلسہ کی صدارت کی۔

مسٹر اکرام بیگ نے موجودہ پروپیگنڈا کی وجہ اس مطالبہ کو قرار دیا جو ہز اگزالٹڈ ہائی نس حضور نظام نے استرداد ہلہ کے لئے پیش کیا تھا۔ انہوں نے سر سی پی رامسوامی اور یل لی ہوپ ویلک کو چیلنج دیا کہ وہ ثابت کردکھائیں کہ جہاں حضور نظام کے زیر سایہ وزارت مطلقی پر ہندوؤں کا تقرر عمل میں آیا ہے وہاں کسی ہندو ریاست میں بھی ایسی ہی خدمت جلیلہ پر کسی مسلمان کا تقرر کیا گیا ہے نتیجتاً انہوں نے بتایا کہ کشمیر کی ہندو ریاست میں جہاں نو فیصد مسلمان آبادی ہے کسی بڑے عہدہ پر مسلمان کا تقرر عمل میں نہیں آیا ہے تقریر کو جاری رکھتے ہوئے مقرر نے کہا کہ مہاراشٹر کے برہمنوں کے پیش نظر رعایائے ملک کی فلاح و بہبود نہیں ہے بلکہ وہ برطانوی وقار اور مسلم سیادت کو صدمہ پہونچانا اور یہ پروپیگنڈا اسکے ذریعہ حکومت اعلیٰ اور اس کے یار وفادار کے خلاف رعایا میں بددلی پھیلانا چاہتے ہیں۔ دیکھا جائے تو وہ برہمن لوگوں کا بہتان غیر برہمنوں کے ساتھ ناقابل برداشت ہے۔

منشی قطب الدین وکیل نے امداد و ستمگار کے ذریعہ ثابت کیا کہ حضور نظام ہندو مذہبی امکنہ کو ماہراروں اور جاگیرات کے ذریعہ برابر مدد دیرہے ہیں اور وہ اپنی رعایا کو ایک ہی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

پریسیڈنٹ نے مسلمانوں کو تنبیہ کی کہ وہ خواب غفلت سے بیدار ہوں اور حیدرآباد اسٹیٹ کے خلاف پروپیگنڈا کا مقابلہ کریں۔

تین نذولیشن باتفاق آراء پاس کئے گئے۔ پہلے میں جو کرسی صدارت سے پیش کیا گیا تھا بتلایا گیا تھا کہ حضور نظام کے ساتھ مسلمان اور ہندو رعایا کو کامل عقیدت مندی ہے جو بلا لحاظ مذہب و ملت رعایا کی تمدنی معاشرتی اقتصادی اور مذہبی حالت کو سدھارنے کے لئے مساعی و کوشاں ہیں۔ دوسرے میں جلسہ کی رائے ظاہر کی گئی کہ وہ کسی کو جو حیدرآباد اسٹیٹ بجکس کانفرنس منعقد ہوئی وہ بے بنیاد و شر انگیز پروپیگنڈا کا مخزن ہے جس کا واحد مقصد ہندوؤں اور مسلمانوں کے موجودہ کشیدہ تعلقات کو اور بڑھانا اور موجودہ سیاسی مسائل کو پیچیدہ کرنا ہے۔ تیسرے نذولیشن میں انڈین اینول کمیشن کو جو ابیت کی گئی تھی کہ حیدرآباد اسٹیٹ کے خلاف مفروضہ پروازیوں کے بیانات پر کان نہ دھریں اور امید ظاہر کی گئی تھی کہ برٹش گورنمنٹ اور حضور نظام کے موجودہ دوستانہ تعلقات برابر قائم رہیں گے

تمام خرابیوں کے ذمہ دار ڈاکٹر ضیاء الدین نہیں ہیں

سر عبدالرحیم کی یادداشت

نئی دہلی۔ ۳ اپریل۔ سر عبدالرحیم نے ایک نوٹ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے ایک اور اہم جلسہ میں پیش کیا جس کی غرض سے بھیجا تھا جو کمیٹی کی رپورٹ پر غور کرنے کی غرض سے منعقد ہوا تھا اس میں ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب کی اعلیٰ قابلیتوں کی پرجوش تعریف و توصیف کی ہے۔ جو حال میں رحمت اللہ کمیٹی کی سفارش کی بنا پر پروائس چانسلر کے عہدہ سے مستعفی ہوگئے ہیں۔ سر عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ کمیٹی کی رپورٹ سے صاف ظاہر ہے کہ جو بے بنیاد الزامات اور غلطیاں ظاہر ہوئی ہیں ان کا الزام وائس چانسلر پروائس چانسلر بورڈ آف ٹرسٹیز مجلس تنفیذی کونسل کمیشن اور علی العموم اسٹاف کے سر ہے۔ سب کا حصہ نہ ڈاکٹر ضیاء الدین اکیلے کیوں بھگتیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر غیر معمولی قابلیت کے آدمی اور سرگرم کام کرنے والوں میں ہیں۔ انتظامی قابلیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے یونیورسٹی کو ایک سے زیادہ افتتان سے بچالیا اور تعلیم اور عموماً مسلمانوں کی تعلیمی حالت کے متعلق اور خصوصاً کلکتہ یونیورسٹی کے کمیشن کے قابل یادگار رپورٹ میں حصہ لیکر بڑی قیمتی خدمات انجام دی ہیں۔ سر عبدالرحیم کو یقین ہے کہ ہر ایک خصوصیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان سے بہتر شخص مسلمانوں میں، ان کی جانشینی کے لئے نہیں ملسکتا اور اس موقع پر ایک نیا تجربہ خطرات سے معمور ہوگا۔ انہیں اس امر کا کامل یقین ہے کہ اگر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کا استعفیٰ واپس لے لینے پر آمادہ کر لیا گیا تو وہ دوسروں کے اشتراک عمل کے ساتھ اپنی غیر متشدد قابلیتوں اور اپنے زریں کو ان خوبیوں کی اصلاح اور یونیورسٹی کو نرسل مقصود کی جانب تیزی سے بڑھانے میں کام میں لائیں گے۔

سر عبدالرحیم اپنے اس نوٹ کی ابتدا میں خاص طور پر کمیٹی کی ان سفارشات پر زور دیتے ہیں کہ عہدہ داروں اور پروفیسروں کو مجلس تشریعی کا رکن بنکر سیاسیات میں حصہ لینے کی اجازت نہ دینی چاہیئے۔

سر عبدالرحیم فرماتے ہیں کہ رپورٹ کی نوعیت کے متعلق باہر ایک غلط خیال پیدا ہوگیا ہے۔ اس طرح کا کہ گویا کی رائے میں مسلم یونیورسٹی کی حالت میں کوئی بڑی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ عوام میں یہ غلط خیال پیدا ہوگیا ہے ایک مناسب بیان کے ذریعہ جو یونیورسٹی کے عہدہ داروں کی جانب سے شائع کیا جائے فوراً دور کر دینا چاہیئے۔ صاف طور پر پبلک کو بتا دینا چاہیئے کہ کمیٹی نے یونیورسٹی کے مالیہ کو بہت اچھی حالت میں پایا حالانکہ ابھی مزید روپیہ کی ضرورت ہے یہ کہ لمحقہ مدرسہ اور اینگلو اورینٹل کالج اور خود یونیورسٹی میں شرکا کی تعداد بڑھ گئی ہے اور روز افزوں ہے یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی درسگاہ کی ہر دلعزیزی گھٹ نہیں رہی بلکہ بڑھ رہی ہے امتحانات کے معیار کو گھٹانے کی کوشش نہیں ہو رہی ہے بیرونی اشخاص کے ممتحن بنانے کا خاص طور پر خیال کیا جاتا ہے اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ طلبہ کی مالی حالت اچھی ہے اور انہیں علیگڈھ سے محبت ہے وہ چاہتے ہیں کہ ان کا نام روشن کریں۔ اگر کمیٹی کے اراکین نے دہلی کی تفتیش کا شاہ کیا ہوتا جس کو دو سال سے کچھ کم عرصہ ہوتا ہے۔ اور جن کا سلسلہ ایک ہفتہ تک جاری رہا تھا تو انہیں وہ یقیناً دیکھتے کہ علیگڈھ کی دلی محبت اور اس کی قابلیت جو یونیورسٹی

عہدہ داروں اس کے اسٹاف اور اس کے طلبہ لئے ظاہر کی تھی بہت بلند معیار ہے اور وہ کم از کم ہندوستان کی کسی اور یونیورسٹی کا ہم پلہ ہے۔

ایک دوسری کمیٹی رپورٹ پیش کرے

ایک طرف ڈاکٹر ضیاء الدین احمد اور نواب سر منزل اللہ خان اور دوسری طرف صاحبزادہ آفتاب احمد خان اپنی اپنی جماعتوں کو لئے ہوئے اس موقعہ پر ایک دوسرے کے ساتھ جس طرح اتحاد عمل کیا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے باہمی اختلافات جیسے کہ کہتے ان کے احساس ذمہ داری اور علیگڈھ سے ان کی عقیدت و محبت پر اثر انداز نہیں ہوئے۔

سر محمد الرحیم جو تجویز پیش کرتے ہیں کہ سال رواں کے اختتام پر ایک چھوٹی سی کمیٹی قائم کی جائے اور اس سے کہا جائے کہ وہ اس معمہ کا معائنہ اور رپورٹ پیش کرے کہ ابراہیم جمعیت النشر کی کمیٹی کی رپورٹ کی سفارشات کو کس حد تک عمل کیا جائے اور کس قسم کی اصلاحات عمل میں لائی گئی ہیں۔ آخر میں سر محمد الرحیم کہتے ہیں کہ یونیورسٹی کے لئے چند ماہرین فن اور اچھے اسکالر لئے جائیں وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم کوئی امتیاز نہ ہو۔ یونیورسٹی ایسے لوگوں کو اپنی جانب کھینچ نہیں سکتی تاوقتیکہ کتب خانے اور عمل تحقیقاتی کار کے لئے انہیں ضروری سہولتیں ہم پہنچائیں ہر حالت میں متعین کرنے اچھے انتظامات کئے جانے چاہئیں اور طلبہ کی صحت کو بہتر کرنے کی طرف توجہ کی جائے کھیل اور عام جسمانی تربیت کا بہترین انتظام کیا جائے۔ عارضی تعلیم گاہ اور انجینئرنگ کالج کے ایک کو آگے بڑھایا جائے، وسیع و ترقی تعلیم کی مختلف انواع اور مختلف مدارج کو پیش نظر رکھا جائے اگر مذکورہ بالا اہلیت کی تعمیری جدوجہد پر توجہ کی جائے تو سر محمد الرحیم کو یقین ہے کہ اس مسلم یونیورسٹی کے مرتبہ اور اس کی افادیت میں نہ صرف چار چاند لگ جائیں گے بلکہ ہندوستان کے آئندہ شہریوں کی تعلیم و تربیت میں سرگرمی و قوت اور ایسے اسکالروں کی ایک جماعت پیدا کرے جو تعلیم و تعلم کی اعلیٰ روایات کو قائم رکھیں۔

ریل کا رنامہ

ریل کا قاعدہ ہے کہ انجن کو ہر چھ آٹھ گھنٹے کے بعد کوئلے اور پانی کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے ریل کا مسلسل سفر مثلاً طویل نہیں ہو سکتا مگر حال میں انگلستان میں اس بات کا انتظام کیا گیا کہ ایک ریل پر سو میل سے بھرے تو وہ خود بخود ٹھہرا لیا کرے گی اور وہی میل دے لے۔ وہ یہاں پر نہ سو میل طے کرتی اور چلتے گاڑی ہی میں انجن کے چلانے والوں اور انجن کی دیکھ بھال کرنے والوں کی تبدیلی ہوتی ہے۔ ریل بغیر کسی ٹھیرے چار سو میل طے کرتی ہے اور تقریباً چھ گھنٹے میں ختم کر دیتی ہے۔

مقامی خبریں

محکمۂ امور مذہبی سرکار عالی کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ حیدرآباد کا قافلہ حجاج ۹ مئی ۱۹۱۳ء کو تین بجے صبح اسٹیشن کراچی پہنچ گیا۔

امسال مدارس بلدہ کے تعطیلات موسم گرما کا آغاز بجائے یکم تیر کے ۱۵ تیر ۱۳۲۳ف سے ہوگا اور مدارس بلدہ تعطیلات کو ۲۷ امرداد ۱۳۲۳ف کو کھلیں گے لہٰذا ابراد رات تنخواہ مدرسین و امداد ہائے مدارس بلدہ باجتماہ تیر و امرداد ۱۳۲۳ف ۲ ماہ روان کو صیغہ تنقیح دفتر صدر محاسبی سرکار عالی میں داخل کئے جانے پر ۱ ماہ روان کو ان کے اجازت نامہ جات کی اجرائی عمل میں آئیگی۔

گرم افواہ ہے کہ نواب لطف الدولہ بہادر امیر پائیگاہ دام خورشید جاہ صدر الہام عدالت اموز ندہی کے عہدہ پر مقرر کئے جائیں گے اور نواب مکرم ابن فتک بہادر موجودہ صدر الہام اپنی سابقہ خدمت صدر الہامی پیشی خدا وندی پر مامور فرمائیں گے۔

خدمات صدر نظام مال اسلت و نظامت علیات کے انتظام کے متعلق بہ بنائے سفارش کونسل زنانہ فرمان واجب الاذعان مترشحہ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ حکم خداوندی شرف اصدار پایا ہے:۔

(۱) سعادت جنگ بہادر کو صدر نظامت مال سے علیحدہ کر کے ان کی جگہ اول تعلقدار اورنگ آباد رضا نواز جنگ کا تقرر صدر نظامت سرمایہ داری پر کیا جائے

(۲) میر فیض الرحمٰن مرحوم کی جگہ صدر نظامت تشکناہ پر دارالسلطنتی محتشم بندوبست کا تقرر کیا جائے۔

(۳) رائے گوکل کشن لال کو نظامت علیات پر تقی یار جنگ کی جگہ مقرر کیا جائے جس خدمت کو وہ چند ماہ سے انجام دیرہے ہیں۔

(۴) آغا محمد علی خاں (آغا یار جنگ بہادر) مشیر خاص عہدہ مال اس وقت جو معتمدی مال کا کام انجام دیرہے ہیں شریک معتمدی کو تخفیف کر کے فی الحال نائب معتمدی کی جائداد قائم کی جائے جو اول تعلقداری کے حاصل ہے اور اس خدمت پر نامزد راؤ مدد گار تعلقدار کو ترقی دی جائے مذکورہ تعمیرات بہ سلامت باہوار امتحاناً ایک سال کے عمل میں آئیں گے

مولوی محمد عظمت اللہ خاں صاحب مرحوم سابق مددگار ناظم تعلیمات کے تین فرزندوں کے نام (۱) سال کی ممرکی فی کس تیس تیس روپیہ وظیفہ تعلیمی منظور کیا گیا۔

نواب مہدی یار جنگ بہادر معتمد سیاسیات ایک ماہ کی رخصت پر اولی کنڈ گئے ہوئے ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب و مولوی عبدالقدیر صاحب صدیقی پروفیسران کلیہ جامعہ عثمانیہ کی مدت ملازمت میں ایک سال کی توسیع منظور کی گئی۔

مجلس اعلیٰ جامعہ عثمانیہ نے طے کیا ہے کہ کلکتہ یونیورسٹی کے ڈاکٹر مس اسٹلا کرام پریش کو (۱) انیشنٹ اور ایشیائی لٹریچر میں اس کی اہمیت (۲) اسلامی فن تعمیر (۳) ازمنہ وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب پر لکچر دینے کے لئے مدعو کیا جائے۔

مولوی محمد محسن صاحب صدیقی بی اے (علیگ) کی مترجمہ کتاب "بلغل اسٹک" کی (۱۳۰۰) جلدیں مدارس ثانویہ و تعلیم العلماء کے لئے بحساب فی جلد دو پیسے خریدنے کی منظوری صادر ہوئی۔

افسوس کہ رائے روپ لال صاحب وظیفہ یاب ناظم صدر کار عالی چند روزہ علالت کے بعد انتقال کر گئے۔

کرنل نواب عثمان یار الدولہ بہادر کمانڈر فوج باقاعدہ کی خدمت ایک ماہ ۵ تیر ۱۳۲۳ف سے بتبدیل روانگی مبلغ منظور کی گئی نواب صاحب موصوف کی عدم موجودگی میں کرنل نواب ہاشم نواز جنگ بہادر انچارج رہیں گے۔

سنا گیا کہ سید علی من صاحب تحصیلدار تعلقہ پرینڈہ بعض شکایات کی بنا پر معطل کئے گئے۔

پیشگاہ خسروی سے ڈچ پلی کے دارالمجد وین کو تیس ہزار روپیہ کی امداد دینے کی منظوری صادر ہوئی۔

محمد مبین صاحب کے دو فرزندوں کے نام چار سال کے لئے فی کس دس دس روپیہ وظیفہ تعلیمی منظور کیا گیا۔

سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات　　تیری میزان ہے شمار سحر و شام ابھی

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد ۲۲ حیدرآباد دکن:- دوشنبہ غرہ ذی حجہ ۱۳۴۶ھ م ۲۱ مئی ۱۹۲۸ء م ۸ تیر ۱۳۳۷ فصلی　　جلد

شذرات

ایک زمانہ وہ تھا کہ ایران کی سیاسی حالت کے متعلق ایک صاحب نے ایک شعر موزون کیا تھا۔

اب کیا رہا کہ جس پہ رقیبوں کا ڈر کروں
میں تو برون کی جان کو پہلے ہی رو چکی

اس شعر کے ساتھ حالات ایران کے متعلق ایک کارٹون بنایا تھا جس میں ایران کو بلی فرض کیا تھا جس کی ایک طرف روس تاک لگائے بیٹھا تھا اور دوسری طرف برطانیہ

زمانہ کا رنگ یوں بدلا کہ وہ بلی شیر کا بچہ ثابت ہوئی اور چند ہی سال میں وہ شیر کا بچہ شیر مرتین بن گیا ہے اور اب برون کی جان کو رونے کے بجائے برون پہ مزار رہا ہے مگر یہ سب کس کے طفیل؟ ایک شیر مرد کے طفیل۔ یعنی رضا شاہ پہلوی۔

ترکی نے مراعات کا دفتر شارع زرین کے نیچے غوطہ زنا پانی میں بہا دیا۔ یورپ کی قوتوں نے بہت کش مکش کی مگر مراعات کا عہد نامہ پرزے پرزے ہو ہی گیا۔ اب ایران کو اس سے اچھا سبق ملا اور رضا شاہ نے بھی مراعات کے عہد نامے کو شاہان کیانی کی یادگار میں محفوظ کر دیا تعجب یہ ہے کہ اس دفعہ کرم فرمایان یورپ نے کوئی احتجاجی صدا نہیں بلند کی۔

ترکی، مصر، ایران، افغانستان کے بعد ہم اپنے دلمن ہندوستان جنت نشان پر نظر ڈالتے ہیں تو دل کتنا... خوش ہوتا ہے کہ مصطفیٰ کمال، سعد زغلول رضا شاہ، اور امان اللہ خاں کے مقابلہ میں ہمارے ہاں بھی مسٹر ایس۔ کے۔ بولے اور سر محمد شفیع موجود ہیں!

مسٹر بولے کوئی ایسے مشہور آدمی نہ تھے۔ مگر سر جان سائمن کے قدموں پر گر کر انہوں نے وہ اہمیت حاصل کر لی ہے کہ زمانہ تک ہندوستان کی دستوری تاریخ میں زندہ رہیں گے۔ اور سر محمد شفیع کے متعلق کچھ کہنا فضول ہی ہے کیونکہ آپ نے اسلام کی وہ عزت اور خود داری یاد دلائی جو قرون اولیٰ میں تھی یعنی اس زمانہ میں شاہوں کے دربار میں اسلام کا قاصد کس طرح برتاؤ کرتا تھا اور اب انگلستان کا قاصد اسلام والے کیسا برتاؤ کرتے ہیں!

کچھ عرصہ سے ہمارا ہم بردوان سیاسیات کے آسمان پر چمک رہے ہیں کسی زمانہ میں آپ نے خود اپنے متعلق فرمایا تھا کہ وہ سلطنت برطانیہ کی ڈکورس گرل (یعنی گائن چھوکری) ہیں۔ نہیں معلوم یہ فخر و افتخار فرمایا تھا یا انکسار مگر اس تشبیہ میں بہت کچھ شاعری نظر آتی ہے۔

اول تو یہ کہ انگلستان کی لڑکیاں نسائیت سے ناراض ہو کر مردوں کے بار بکر اتی ہیں حصہ لینے کی کوشش کر رہی ہیں۔ اور ہمارے محکر ان محکر اتی سے بیزار ہو کر اپنے کو لکچررز میں شامل کر رہے ہیں۔

اور نئی خبر ہمارا ہم صاحب کے متعلق یہ ہے کہ آپ نے انگلستان میں سیاسیات کی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی ہے اور ایک مدرسہ میں شریک ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد آپ دارالعوام کے رکن بننے کی کوشش فرمائیں گے کسی شاعر نے کہا تھا۔

یوسف کہ بہ ملک مصر شاہی می کرد
می گفت گوا بودن کنعان خوشتر

زمانہ ایسا بدلا ہے کہ ہمارا ہم بردوان کنعان کی جوار رحمت چھوڑ کر غیر ملکی مجلس عوام کی شرکت کے خواہشمند ہیں۔

بریں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

نظام گزٹ

ہفتہ وار

دوشنبہ ۱۔ غرہ ذی حجہ ۱۳۴۶ھ

تعلیم کا مقصد اور جامعہ عثمانیہ

بسلسلۂ گذشتہ

اب سے چند سال پہلے مدراس یونیورسٹی کے وائس چانسلر نے ایک دفعہ اپنے خطبہ میں یہ افسوس ظاہر کیا تھا کہ مدراس یونیورسٹی نے اپنے پچاس سالہ عرصہ میں کوئی قابل ذکر مفکر یا سائنس داں نہیں پیدا کیا۔ کیا یونیورسٹی کا یہ کام ہے کہ وہ مفکر یا سائنس داں پیدا کرے؟ اور ہمیں یقین ہے کہ اگر مدراس یونیورسٹی سے کہئے تو بگلہ پیش چند برس میں اور کہئے تو کئی درجن انشاء اللہ یا ان سے بھی زیادہ سے کچھ کم درجہ ہی کے افراد کا نام بتلائے۔

مدراس یونیورسٹی غیر زبان کو نوٹیفائی کرنے کے دائمون میں غیر قدرتی طور پر پھولنے سے ہندوستان کے تمام یونیورسٹیوں پر سبقت لے گئی۔ نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ہماری انگریزی دانی پر چوٹ انگریز ہم پر ہنستے ہیں۔ ہندوستانیوں کی انگریزی کو "انگلش" کا لقب دیا گیا ہے۔ اور ہماری طرز اجتماع کو "انگلش" مشکل اڑایا جاتا ہے۔ چند سال ہوئے ایک انگریزی جریدہ میں کسی انگریز نے ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان "ہندوستان میں شیکسپیر" تھا۔ اس مضمون میں ہمارے انگریزی دانوں کی شیکسپیر پرستی کی ہنسی اڑائی تھی کہ ہندوستانیوں کی دماغوں پر شیکسپیر کا اثر غالب ہے کہ مدالتوں کے جج بھی اپنے فیصلوں میں شیکسپیر کے فقرے نقل کرتے ہیں

خوش ہمارے پھیلے کی یہ ہے کہ انگریزی زبان ہمارے ملک میں تعلیم دینے کے جو نتیجے حاصل ہوئے ہیں، اس کا بیان کرنا اب تحصیل حاصل ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے کالجوں کی تعداد ایسے انگ آلود دماغوں کی موجود ہے، جو معمولی باتیں کے سمجھنے کے لیے بھی دلیل اور ثبوت طلب کرتے ہیں ملکی زبان میں تعلیم دینے کے فوائد کے متعلق دنیا ہندوستان میں کوئی مثال موجود ہو مگر جاپان میں ایشیا کی ایک ترقی یافتہ قوم اپنی ہی زبان کی مثال کافی نہیں ہے۔ کوئی ان بزرگوں سے پوچھے کہ کیا جاپان نے بھی انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر ترقی کی۔

اب نواب نظامت جنگ بہادر نے اپنی تقریر میں عثمانیہ یونیورسٹی پر جو بیتی کہی ہے فوخواہ مؤرخین ہو یا نہ ہو مگر حیدرآباد کے غلام و ماتحت کو اس تقریر کے سلسلے میں اپنے تاریک خیالات ملک کے اظہار کا اچھا موقع ملا۔ چنانچہ حیدرآباد ایجوکیشن کی مذکورہ بالا رائے اس کا ایک نمونہ ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کی رائے رکھنے والے حضرات نے اس وقت کیوں نہ اپنی رائے ملک کے سامنے پیش کر دی جبکہ یونیورسٹی کی بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان میں اتنی اخلاقی جرأت نہ تھی کہ اپنی ان مضحکہ انگیز رایوں کو ملک میں پیش کرتے اور اب ان کا اظہار صرف نواب نظامت جنگ بہادر کی تقریر کے سہارے پر ہو رہا ہے

ہم نے اس مضمون کے پہلے حصہ میں نواب صاحب کی تقریر کے ۔ ماپر اپنی ناچیز رائے مختصراً ظاہر کر دی تھی اب اس پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتے ہیں تاکہ اس سلسلے جو غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے وہ رفع ہو سکے نواب صاحب کی تقریر پر یونیورسٹی کی اس تنقید پر ہم اتفاق کرتے ہیں

عام طور پر ہندوستان اور خاص طور پر حیدرآباد میں نکمی ملازمتوں کا شوق بلکہ جنون کو دیکھتے ہوئے فطرتاً ہی یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ چیز ملک کی ترقی کا باعث نہیں ہو سکتی اس کو فوراً روکنا چاہئے۔ جب اس عام رجحان کو روکنے کا خیال پیدا ہوا تو ساتھ ہی دوسرا خیال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ پھر ملک کے نوجوانوں کا رجحان کس طرف لگایا جائے؟ انگریزی تو چھ حالات جیسا کہ پیش نظر ہیں ہم جانتے ہیں کہ یہ قوم صرف صنعتی اور تجارتی ترقی سے دنیا کی عظیم الشان قوت بن گئی۔ لازمی نتیجہ جیسے حوزہ فکر کا یہی ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں بھی صنعتی ترقی ہونی چاہئے اور یہیں بھی ترقی یافتہ قوموں کی نقش قدم پر چلنا چاہئے۔ اس لئے ہمیں اپنے اس مسئلہ کو حل ہی میں نظر آتا ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کو سرکاری فکر کی دکان سے ہٹا کر صنعتی اور تجارتی میدان کی طرف رغبت دلائیں۔

خیال میں تو یہ استدلال معقول ہے مگر یہ ہمارے لئے کہ اس میں بھی ہماری نقال طبیعت کی جھلک نمایاں ہے کیونکہ ہندوستان کے نوزعی ملک ہونے کے وجہ ترقی کے لئے پہلا خیال ہمیں یہ آنا چاہئے کہ ہم صنعت و حرفت کی طرف توجہ کریں اب ہمیں دیکھنا ہے کہ آیا یہ استدلال فی نفسہ صحیح ہے یا نہیں اگر قابل عمل ہے تو اس پر عمل کرنے کے کیا طریقے ہیں۔

سب سے پہلے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں ترقی تک کسی قوم یا ملک میں اس بات کی نظیر نہیں مل سکتی کہ اس کے نوجوانوں کو صنعتی شوق دلانے کے لئے صنعتی مدارس کھولے گئے ہوں اور مدارس میں صنعت و حرفت سکھائی گئی ہو اور نہ ہی ملک میں صنعتی ترقی پیدا کی ہو۔

صنعتی ترقی کی ابتدا نوجوانوں کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ ملک کے اکابر کے ہاتھ میں ہے۔ یہ انفاق دیگر ملک کی فضا پر منحصر ہے۔ لوگوں کی طبیعت ایسی نہیں ہوتی کہ کسی مسئلہ پر کافی غور و فکر کر کے پختہ کاروں کی طرح کسی صحیح نتیجہ پر پہنچیں۔ ان کی غور و فکر کا طریقہ ماحول کے تابع ہے جیسا ماحول ہوگا ویسے ہی ان کے خیالات کا رجحان ہو گا جیسے ملک میں زمانہ سے پیشہ ملازمت کا رجحان قائم ہے اس ماحول میں کہ ہر ہر فرد کی اور ملازمت کی خواہش عزت اور جد و جہد فطرتی ہے کیا نوجوان طبقہ سے یہ امید رکھنا جائز ہو گا کہ وہ اس ماحول کے خلاف جد و جہد کریں اور اپنے کو صنعت و حرفت کی ایک نئی دنیا میں لے جائیں؟ اور پھر اس میں نفع کیا؟ شرط ہو گا جب کہ اس کے پیش کرنے والے خود ملازمت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں۔

پھر اس مسئلہ پر عمل کیوں کر کیا جا سکتا ہے؟ اس کے لئے ہمارا جواب یہ ہے کہ سب سے پہلے اکابر قوم کو ملک میں صنعتی زراعتی فضا پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ملک میں الگا عام شوق پھیلانا چاہئے اور اس قدیم خیال کو فنا کر دینا چاہئے کہ ملازمت ہی بہترین پیشہ ہے۔ یہ وہ مشکل کام ہے جو محض جلسوں تقریروں اور اشتہاروں سے انجام نہیں پا سکتا بلکہ اس کے لئے ایک مسلسل جد و جہد کی ضرورت ہے جس کو ایک دو قرن بلکہ ایک دو نسلوں کا زمانہ درکار ہے۔ قطع نظر اس کے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ملک میں تاجدار مذہبی فضا کیونکر پیدا کی جائے۔ اس چیز کے لئے ہمیں اور ملکوں سے نظیر لینی چاہئے۔ انگلستان میں موجود صنعتی اور تجارتی ترقی کی ابتدا صنعتی مدارس سے نہیں ہوئی بلکہ اسکی ابتدا تعلیم اور تربیت کی ترقی سے ہوئی۔ انگلستان نے پہلے پہل دماغی تربیت کی طرف زیادہ زور دیا تاکہ قوم میں صحیح طور پر سوچنے اور غور و فکر کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ دماغی تربیت کی کوشش سے نظرتاً وہاں سائنس کی ترقی ہوئی اور نئے نئے انکشافات ہونے لگے اور ساتھ ہی ساتھ ملک کو اپنی ترقی کا خیال پیدا ہوا۔ ملک کی ترقی کا ذریعہ انہیں اپنے ملک کے حالات کے لحاظ سے صنعت و حرفت اور تجارت میں نظر آیا اور آہستہ آہستہ اسی طرف تمام قوم کا رجحان ہو گیا۔ اور تقریباً ڈیڑھ صدی کے عرصہ میں انگلستان کی موجودہ صنعتی ترقی کی تکمیل ہوئی۔

اب کیا یہ دانشمندی ہو گی کہ ہم اس کامیاب تجربہ کو چھوڑ کر ڈاکٹر کی خیالی تجویز پر عمل کریں جس میں پہلے ہی قدم پر کامیابی کی امید نظر آتی ہے؟ یہ امر بدیہی ہے کہ ہندوستان کا موجودہ نظام تعلیم ناکامیاب ثابت ہوا۔ ماہرین فن تعلیم اس نظام تعلیم سے اپنی بیزاری کا بار بار اظہار کر چکے ہیں ایسی حالت میں ہمارے حضور پر نور نے عثمانیہ یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی جو بلا طریق تعلیم صحیح اور فطری اصول پر رکھا گیا۔ یہ توقع کرنا غلط ہے کہ ہر چیز ابتدا ہی سے مکمل حالت میں وجود میں آجائے۔ ترتیب اور ارتقا کا قاعدہ فطرت کی ہر چیز میں ہے تب کیا یہ غلط فہمی ہو گی کہ کسی چیز کو ابتدا ہی میں اس واسطے بہا بلا کہا جائے کہ وہ مکمل نہیں۔ عثمانیہ یونیورسٹی کی بنیاد فطری اصول پر رکھی گئی اسلئے اسکا قطعی یقین ہے کہ جلد یا بدیر یہ یونیورسٹی اس مقصد کو حاصل کر لیگی جو ہر تعلیم کی غرض مقصود ہے یعنی تربیت دماغی

ہندوستان کے مسلمانوں
میں
اعلیٰ مغربی تعلیم

از مولوی حمید احمد صاحب انصاری بی۔ اے۔ رجسٹرار جامعہ عثمانیہ

اگر حسب ذیل کا مضمون رسالہ جامعہ دہلی میں شایع ہوئے ایک سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ مگر مولوی حمید احمد صاحب انصاری کی کوشش اور تلاش اور مضمون کی اہمیت ایسی ہے کہ کو بار بار دہرانے سے سود نہ ہوگا۔

نوار تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز ترمی خوان چو محمل را گران بینی

ہم مولوی صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس کو نظام گزٹ میں بار دوم شایع کرنے کی اجازت دی۔
مدیر نظام گزٹ

ہندوستان کے مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم اور تہذیبی (Culture) ترقی کے متعلق میں اپنے ناچیز خیالات حوالہ تحریر کرتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ ناسمجھ ساتھیوں کو زبے وحشت ہو۔ یہ خیالات میں اپنے دماغ کی چاردیواری سے محدود رکھتا اگر آپکے گرامی قدر جلسہ صاحب نے مجھے مجبور کیا ہوتا کہ اس مضمون پر اہل علم کی اس مجلس میں کچھ کہنے کی جرأت کروں جس میں میرے سوا ہر شخص کسی نہ کسی شعبہ میں فرد ہے۔ بہرکیف اس مختصر تمہید اور معذرت کے ساتھ میں نفس مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ دور حاضر میں ہندوستان کے مسلمان دنیا کی پسماندہ قوموں سے بھی پیچھے رہ گئے ہیں اور ادبیات، سائنس اور فنون لطیفہ میں انہوں نے کوئی ایسا امتیاز نہیں کیا جس کے لئے بلاتامل ان کا سر جوش مسرت سے جھکنے میں صرف ہوتے ہیں۔ بعض یونیورسٹیوں میں رسالہ ہا ترزکورس بھی ہیں مگر ان میں طلبہ کی تعداد بہت کم ہوتی ہے بی اے کے معمولی دو رسالہ کورس میں انگریزی لازمی ہے اور اس کے علاوہ طالب علم دو اور مضمون لیتا ہے۔ ان مضمون کے متعلق وہ سرسری معلومات حاصل کرتا ہے اور اس کا مبلغ علم عمرہ دسی کتابوں اور اساتذہ کے لکچروں تک محدود ہوتا ہے جن کے نوٹ وہ اشاروں میں صحیح یا غلط اپنی نوٹ بک میں درج کر لیتا ہے۔ کسب و کمال تو کجا نہ تو اساتذہ ان طالب علموں کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ کسی خاص علم سے مناسبت حاصل کریں یا اس میں ذوق پیدا ہو۔ سب امتحان کی تیاں کے بند ہے ہیں۔ استاد ان کو یہ کہکر ہوتی ہے کہ نتائج اچھے ہوں ورنہ بدنامی ہوگی اور حکام ناموافق باز پرس کریں گے۔ طلبہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ طلبہ امتحان پاس کر کے کسی کام سے لگ جائیں۔ اس تگ و دو میں حقیقی تعلیم کی جو گفت سنتی ہے وہ ناظرین اس سے بے تعلیمی طلبہ میں وہ سرے سے بحث پیدا ہی نہیں ہوتی کہ تعلیم کی حقیقی غایت کیا ہے۔ طالب علم کو دنیا کی کش مکش کے لئے تیار کرنا یا ایسے حقیقی معنوں میں انسان بنانا دونوں خیالات کے حامیوں کی تعداد کثیر ہے اور یہ بحث کبھی ختم نہ ہوگی۔ مگر حقیقت دونوں کے بین بین ہے۔ تعلیم کے اعلیٰ نصب العین سے قطع نظر حصول تعلیم میں طالب علم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دولت، اقتدار، اثر حاصل کرے۔ مگر جامعات ہند میں بی اے تک جو تعلیم ہوتی ہے اس سے ان مقاصد کا حصول دشوار ہے اور طالب علم میں بی اے پاس کرنے سے نہ تو تحقیق اور دانشمندی کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور نہ وہ دماغی توازن حاصل ہوتا ہے جو حقیقی تعلیم یافتہ شخص کا امتیاز ہے۔

اسی لئے یورپ کے جامعات کے برعکس جہاں ایم اے کی ڈگری بغیر کسی مزید امتحان کے اعزازی طور پر دیہی جاتی ہے ہمارے یہاں ایم اے کا وہ سال نصاب کہ پانچ سال کا تکمیل تعلیم صرف ایک مضمون لیکر اس میں اعلیٰ استعداد بہم پہنچانے کی کوشش کرے یعنی اس درجہ تک پہنچے جو انگلستان کے نظام تعلیمی میں بی اے آنرز کا ہے۔ مگر ہمارا ایم اے کا امتحان بھی محض کتابی ہے۔ طالبعلم کا رجحان تحقیق اصل اجتہاد کی طرف نہیں ہوتا اور جب سابق وہ اتنے ہی کو کامیابی کا ذریعہ خیال کرتا ہے جو میں جامعات نے ایم اے میں مضامین کے پیش کرنے کی اجازت دی ہے جو تحقیقات پر مبنی ہوں۔ مگر مضامین کو پیش کرنا لازمی نہیں ہے اس لئے جامعی سہل پسندی پر لیسرچ کی سنگ راہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

امید متذکرہ بالا سے ظاہر ہے کہ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کا اطلاق صرف ایم اے کی ڈگری پر ہو سکتا ہے، اور تعلیم میں مسلمانوں کی ترقی کا صحیح اندازہ ان کی اس تعداد سے ہو سکتا ہے جو اس منزل تعلیمی تک پہنچی ہے ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد سات کروڑ سے کچھ ہی کم ہے جن میں پندرہ فیصدی کے اصول کے تحت سے قابل تعلیم افراد کی تعداد ایک کروڑ سے کچھ اوپر ہونی چاہئے۔ میں چند اعداد آپکے ملاحظہ میں پیش کروں گا جن سے معلوم ہوگا کہ آپ کی قوم کے کتنے اشخاص نے اس سال ایم اے کی ڈگری کی۔ میں نے عربی و فارسی ایم اے علیحدہ دکھائے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ دیگر علوم میں کتنے مسلمانوں نے ڈگریاں لی ہیں۔ عصر سے مضامین کے مقابلہ میں فارسی اور عربی کے نصاب آسان ہیں اور اکثر اشخاص صرف ڈگری کے لالچ سے عربی خصوصاً فارسی میں امتحان دیدیا کرتے ہیں اور امتحان کچھ ایسا آسان ہوتا ہے کہ اکثر پاس ہو جاتے ہیں۔ سائنس کی تعداد بھی علیحدہ کر دی گئی ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ جن طبعی علوم سے ہمارے بزرگوں کو شغف تھا اور جن میں انہوں نے یورپ کی رہنمائی کی تھی، آج انکی طرف ہماری توجہ کس حد تک ہے۔

یونیورسٹی	سائنس	عربی و فارسی	دیگر مضامین
علیگڈھ	۰	۱۷	۴۳
الہ آباد	۰	۶	۲
لکھنو	۰	۰	۲
پنجاب	۴	۱	۱۳
ناگپور	۰	۱	۰
پٹنہ	۰	۱	۷
مدراس	۰	۱	۰
بمبئی	۰	۳	۱
ڈھاکہ	۰	۶	۱۳

اعلیٰ تعلیم کی جو حدود میں نے متعین کی ہیں ان کے لحاظ سے یہ اعداد مطلق امید افزا نہیں۔ اور ان سے ہی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ہم مسلمانوں میں من حیث القوم علوم سے تو کوئی دلچسپی نہیں ہے اور تعلیم کی غایت از کم ہمارے پیش نظر یہ ہے کہ بی اے پاس کر کے سرکاری نوکریاں کریں یا اس کے بعد

فائن آرٹ سکولوں کی تعلیم کے لئے داخلہ کریں۔ اگر ہم میں علم کا حقیقی شوق ہوتا تو ہمارے نوجوان بی اے کا امتحان محض ڈگری حاصل کرنے کے لئے پاس کرنے کے بجائے بڑھاپے کی پنشن کے لئے پاس کرتے کے بعد ہی علمی مشاغل میں منہمک ہو سکتے۔

بی اے تک مسلمان طلبہ کی تعداد جو اس وقت ۱۹۲۲ء میں ۲۳۰۰ تھی ۱۹۳۲ء میں بڑھ کر ۶۳۰۰ ہو گئی۔ یعنی دس سال میں مسلمان طلبہ کی تعداد دگنی ہو گئی۔ ۱۹۲۲ء میں ۱۰۰ مسلمان طلبہ میں سے ۱۰ بی اے ہوتے تھے۔ ۱۹۳۲ء میں ۱۰۰ مسلمان طلبہ میں سے ۱۲ بی اے ہوتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان طلبہ کی تعداد کی رفتار ترقی ہندو طلبہ کی رفتار ترقی سے بہت زیادہ تیز ہے۔ ۱۹۲۲ء میں ۱۰۰ ہندو طلبہ میں سے ۱۰ بی اے ہوتے تھے۔ ۱۹۳۲ء میں ۱۰۰ ہندو طلبہ میں سے ۱۲ بی اے ہوتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہندو طلبہ کی رفتار ترقی مسلمان طلبہ کی رفتار ترقی سے بہت کم ہے۔ اگر یہ رفتار ترقی اسی طرح جاری رہی تو ۱۹۴۲ء میں ۱۰۰ ہندو طلبہ میں سے ۱۴ بی اے ہوں گے۔ اور ۱۹۴۲ء میں ۱۰۰ مسلمان طلبہ میں سے ۱۴ بی اے ہوں گے۔ اس طرح ۱۹۴۲ء میں مسلمان طلبہ کی تعداد ہندو طلبہ کی تعداد کے برابر ہو جائے گی۔ اور ۱۹۴۲ء کے بعد مسلمان طلبہ کی تعداد ہندو طلبہ کی تعداد سے بڑھ جائے گی۔ مگر ترقی کے اس رفتار زیادہ تر مقابلہ کے امتحانات میں ہے جن میں مسلمان طلبہ کی تعداد ہندو طلبہ کی تعداد سے بہت کم ہے۔ اس لئے ۱۹۴۲ء میں ہندو طلبہ کی تعداد مسلمان طلبہ کی تعداد سے بہت زیادہ ہو گی۔ اور ۱۹۴۲ء کے بعد مسلمان طلبہ کی تعداد ہندو طلبہ کی تعداد سے بڑھ جائے گی۔ مگر ترقی کے اس رفتار زیادہ تر مقابلہ کے امتحانات میں ہے جن میں مسلمان طلبہ کی تعداد ہندو طلبہ کی تعداد سے بہت کم ہے۔ اس لئے ۱۹۴۲ء میں ہندو طلبہ کی تعداد مسلمان طلبہ کی تعداد سے بہت زیادہ ہو گی۔ اور ۱۹۴۲ء کے بعد مسلمان طلبہ کی تعداد ہندو طلبہ کی تعداد سے بڑھ جائے گی۔

(۳۶-۱۹۳۵ء) میں ۲۰۰۰ طلبہ نے ۱۰ روپیہ ماہوار تک کے وظائف حاصل کئے۔ (۳۷-۱۹۳۶ء) میں ۲۰۰۰ طلبہ نے ۱۰ روپیہ ماہوار تک کے وظائف حاصل کئے۔ (۳۸-۱۹۳۷ء) میں ۲۰۰۰ طلبہ نے ۱۰ روپیہ ماہوار تک کے وظائف حاصل کئے۔

لحاظ سے سلطنت انگریزی کا معاصر ہے۔ مگر غور کیجئے کہ جو ادب ہندوستان میں مسلمانوں کے علوم وفنون کا وارث ہے اور جو قریب قریب ڈیڑھ سو سال سے یورپی اثرات سے متاثر ہو رہا ہے۔ اس کی کل کائنات ایک قطرہ خون یعنی عاشقانہ شاعری کے علاوہ اور کیا ہے مشرق اور مغرب کے تصادم سے مسلمانان ہند کے خیالات میں جو ہیجان پیدا ہوا۔ اسکی وجہ سے نشاۃ جدیدہ کے آثار ہویدا ہوئے تھے۔ سید احمد خان علیہ الرحمۃ نے سلیس اردو نثر کی بنیاد ڈالی۔ جس کی بدولت اردو میں علمی زبان بننے کی برتہ رفتہ صلاحیت پیدا ہو گئی۔ حالی نے مسدس لکھکر مسلمانوں کو جگایا۔ شبلی نے عہد اولین کے مسلمانوں کے شاندار کارنامے زندہ کر کے اردو میں تاریخ نویسی کی بنیاد ڈالی عبدالحلیم شرر نے تاریخی ناول نگاری کا آغاز کیا۔ گو نمبر ایک ہے کہ اس نشاۃ سے جو امیدیں بندھیں وہ بر نہ آئیں اور جن بزرگوں سے ہمیں نے نام لئے ہیں انہوں نے اپنے جانشین نہ چھوڑے حالی کی نقل کو کسر شرع کہ اصحاب نے کی مگر ان میں وہ سوز دروں نہ تھی جو تاثر سے جذبات کی بھر کتی ہے۔ اس کے ان کی شاعری ایک نہ کوئی قوت ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ شعر کہنے والے اب بھی ہیں مگر غیب اپنی کوشش صرف ایک مصنوعی کلام یعنی غزلوں پر صرف کر رہے ہیں اور پرانی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں۔ ان کے دیوان اس قدر بے آب و رنگ ہیں کہ ایک نیا خیال یا تشبیہ یا استعارہ تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ اردو شاعری کا آغاز اس زمانہ میں ہوا جب کہ دلی کی سلطنت کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔ بادشاہ بھی درباری بھی دست نگر تھا کبھی انگریز دوست نگاہ ملتا ہے خیال اور خراب حال ان دو امان سفوذ قدرتی طور پر اس پر اسلوب زمانہ کی شاعری احیاء قومی کا باعث نہ ہو سکتی تھی۔ نہ ہوئی۔ نہ ہوئیں صدی کے آغاز کے برعکس گے شاعروں نے کیا جب کہ نپولین۔

(Napoleon)

نے اسے تباہ و برباد کر دیا تھا یا جب الیزبتھ

(Elizabeth)

کے انگریز شاعروں نے کیا یا اطالیہ میں دانتے

(Dante)

نے کیا مرجو دہ اردو شاعری سے قوم کی افسردگی اور مردہ دلی کے بڑھنے کا اندیشہ ہے اور کسی روحانی یا مادی نفع کی امید نہیں۔ اس وقت مے دے کے ہم میں صرف ایک شاعر یعنی حضرت اقبال ہیں جن کی نظم میں مغرب اور شرق کی بہترین صفوصیات کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اقبال نے جو نظمیں قدیم طرز پر لکھی ہیں ان میں جو ان کے مطالعہ الیناتی اور مشاہدہ فطرت کا اثر ظاہر ہے۔ مگر سات کروڑ افراد میں ایک حقیقی شاعر کا وجود کسی قوم کے لئے مایۂ تسخر نہیں ہو سکتا ہندی مثل ہے کہ "ایک چوپٹ، دو چوپٹ کہا دے نہ ایکا" مگر ناول نویسی کا میدان شرر اور سرشار کے بعد بالکل خالی ہو گیا۔ ناول اور ڈراما دو ایسے اصناف ہیں جن سے قوم کو گوناگوں فوائد پہنچ سکتے ہیں۔ بنگالی اور ہندوستان کی دوسری ترقی یافتہ زبانوں میں صدہا ناول اور ڈرامے لکھے جا رہے ہیں اور لکھے جا سکتے ہیں۔ بنگالی ناولوں کے انگریزی ترجموں سے آپ ان کی خوبی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ اردو میں ناولوں کی تعداد خاتا دوسری زبانوں سے زیادہ ہی ہو گی۔ مگر وہ جس قسم کے ہوتے ہیں۔ ان سے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ افسوس ہے کہ اچھے انگریزی ناولوں کا ڈراموں کے ترجمے بھی اردو میں نہیں ہوتے گو ان سے ہمارے ادبی خزانوں میں اضافہ ہو۔ ڈراما کی طرف قوم کی مطلق توجہ نہیں گی۔ حالانکہ کہ ہم میں کسی فرد یا جماعت کو یہ خیال نہ آیا کہ شیکسپیر کے تمام ڈراموں کا نظم میں ترجمہ کیا جائے۔ جہاں تک مجھے علم ہے منشی جوالا پرشاد صاحب برق نے شیکسپیر کے بعض ڈراموں کا اردو نظم میں ترجمہ کیا اور اگر حیات مستعار نے وفا کی تو یہ مہم وہ ضرور انجام دیتے حال میں بعض اصحاب نے اس بعض ڈراموں کے ترجمے شروع کئے ہیں۔ یہ حال قوم کی پستی اور مردہ دلی کا اثر اس کی ادبی ترقی پر پڑ رہا ہے اور سب سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ تعلیم یافتہ افراد نے کے ہندوں میں کچھ ایسے لگے ہوئے ہیں کہ ادبیات اور فنون لطیفہ کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے ہیں۔

انگریزی ہندوستان کی علمی زبان ہو گئی ہے۔ ہندوستان کے مختلف اقوام میں باہمی ذریعہ سے میل جول قائم ہے۔ اور خارجی قوموں سے بھی بنا بالا خیالات اسی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ ہمارے سرگرم ہندو بھائیوں نے اس زبان میں تحریر و تقریر میں کمال پیدا کر لیا ہے۔ اور آئے دن مختلف مضامین پر مستند کتابیں لکھ رہے ہیں۔ سیاسات کے قطع نظر جس پر لکھنے والوں کی تعداد بے شمار ہے ہم مضمون پر ہندو مصنفوں کی کتابیں آپ کو ملیں گی، معاشیات کو لیجئے، اس کا کون سا پہلو یا شعبہ ہے جس پر گذشتہ ۲۰ سالوں میں ہندو مصنفوں نے کتابیں نہیں لکھی ہیں۔ ان میں سے اکثر اس پایہ کی ہوتی ہیں۔ کہ انگلستان میں شائع ہوتی ہیں اور انکی کماحقہ ستائش ہوتی ہے۔ فلسفہ اور خصوصاً ہندو اور بودھی فلسفہ کے متعلق ہندو بے شمار کتابیں لکھ رہے ہیں۔ ہندو فلسفی پروفیسر ہیں گیا اور پروفیسر رادا کرشن میں کا تعلق کلکتہ یونیورسٹی سے ہے اس وقت مالک مغرب میں فلسفہ پر لکچر دے رہے ہیں۔ انگریزی ادب میں بھی ہندو نے دست رس حاصل کی ہے۔ غرض ہر مضمون پر انگریزی میں ہندو مصنفوں کی کتابیں ملیں گی جس کی وجہ سے یہ سب ان کے مقاصد، انکی تمناؤں اور ان کے خیالات سے واقف ہو رہا ہے اور انہیں اور ان کے مذہب، تمدن اور فلسفہ کو وقعت اور ہمدردی کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے اعلیٰ تعلیم میں پستی کی وجہ سے مسلمانوں نے انگریزی میں مفید کتابیں لکھنے کیطرف بہت کم توجہ کی ہے۔ کتابوں کے علاوہ ہندوؤں کے بیشمار علمی رسالے ہیں۔ جامعات اور علمی انجمنوں کے بھی متعدد رسالے ہیں ان کے مضمون نویس بھی زیادہ تر ہندو ہی ہوتے ہیں۔

انگریزی تعلیم کی غایت اولا یہ تھی کہ ادنیٰ خدمات کے لئے کلرک وان ہندوستان میسر آسکیں مگر تعلیم خواہ کسی قسم کی ہو اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہ سکتی، تعلیم یافتہ ہندوؤں میں رفتہ رفتہ علوم جدید کے ساتھ مناسبت ہونے لگی اور سائنس، تاریخ، فلسفہ اور دیگر علوم کی تحقیقات کا ہندوستان میں آغاز ہو گیا۔ ہندوستان کی قدیم تاریخ۔ مذہبی تاریخ میں چھپی ہوئی ہے۔ وہ ہر ایرے غیرے داں پر ظاہر ہے۔ مگر یورپ کے علماء نے تعلیم یافتہ ہندوں کو بتایا کہ کاوش اور تحقیق سے یہ تاریکی دور ہو سکتی ہے۔ ہندوؤں کی قدیم کتابیں شروع شروع آخر تک اضافوں سے پر ہیں۔ مگر انہیں اضافوں سے محقق کم از کم تمدن کے متعلق قیمتی معلومات حاصل کرتے ہیں برگ وید کے گہرے مطالعہ سے مغربی اور ہندو علماء کی ایک جماعت یہ معلوم کر چکی ہے کہ آریوں کے قدوم ہندوستان میں کس طرح ہوئے دیسی باشندوں کی کیا حالت تھی، آریوں نے انہیں کیسے محکوم کیا۔ اور پھر دونوں قوموں میں باہم امتزاج کیسے ہوا۔ آریوں کی تمدنی حالت کیا تھی۔ طرز حکومت کیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک صاحب ڈاکٹر کالی داس ناگ نے رگ وید میں سے

(Diplomacy)

کے نظریات بھی ڈھونڈھ نکالے ہیں جس کے صلہ میں پیرس یونیورسٹی نے انہیں ڈاکٹر کی ڈگری عنایت کی ہے۔ کوئی صاحب یہ ثابت کر رہے ہیں کہ قدیم ہندو جمہوری طرز حکومت سے ناآشنا نہ تھے کسی کا یہ خیال ہے کہ آریا ورت میں بلدیات

(Municipalities)

موجود تھیں جن میں شہریوں کا انتظام خود شہری کرتے

نظریات مذکورہ صحیح معلوم یا غلط مگر جس محنت اور کاوش سے ہندو علماء یہ کام کر رہے ہیں قابلِ داد ہے کیونکہ اس سے ملک کی قومی خودداری بڑھتی ہے اور دوسری قوموں کے دلوں میں ان کی حرمت بڑھتی ہے گو اس میں مسلمانوں کے لئے ایک خطرہ ہے۔ یعنی ان ہندو محققین اور ان کے بعض پرانی استادوں کا یہ رجحان ہے کہ ہندو تہذیب کی ایک اعلیٰ منزل پر پہنچ گئے تھے اور اگر مسلمان بالکسی اشتمال کے ان کے ملک میں مداخل نہ ہوتے تو ان کی علمی اور تمدنی ترقی کا سلسلہ جاری رہتا اور مسلمانوں کی بدولت صدسالہ حکومت میں ہندو پر ایک مصیبت پھائی ہوئی تھی جو اگر یہ دن کے آنے سے رفع ہو گئی۔ یہ رجحان تو اہلِ علم طبقہ کو متعصب سے پاک "ہونا چاہیئے۔ تعلیم یافتہ لوگوں کے خیالات ہند کی سلامی بہبودت کے بارے میں ہیں، ان کے ارادہ کی ضرورت نہیں۔ تاریخی تحقیقات میں ہندو کے ہر گوشہ کے ہندو علماء نہایت انہماک کے ساتھ مصروف ہیں۔ کلکتہ یونیورسٹی کے (Post Graduate Department) میں سنسکرت کی تاریخ اور تہذیب (Culture.) کا ایک وسیع شعبہ ہے جس میں قدیم ہندوستان کی مذہبی، دستوری اور سیاسی تاریخ اور آثارِ قدیمہ کے متعلق تعلیم اور تحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔ اس شعبہ پر تین ہزار روپیہ سالانہ یونیورسٹی خرچ کر رہی ہے اور اساتذہ اور طلبہ کے تحقیقات کے نتائج ہر سال کے رسائل میں طبع ہوتے ہیں۔ مدراس یونیورسٹی کی سرپرستی میں جنوبی ہند کی تاریخ کے متعلق تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔ مرہٹے اپنی تاریخوں کے لئے، واضح کر رہے ہیں ہماری تحریریں محفوظ کر رہے ہیں، راجپوتانہ جمع کرا رہے ہیں، بمبئی میں ایشیاٹک سوسائٹی کی سرپرستی میں بہت کچھ کام ہو چکا ہے۔ میں عنقریب کولکا ہو کر جس محنت اور کاوش سے ہندو علماء کام کر رہے ہیں ناقل تحسین ہے کیونکہ قدیم ہند کی تاریخ یا ہندو تمدن کے بارے میں قابلِ وثوق معلومات دریافت کرنا نہایت دشوار ہے۔ اسلئے قدیم کتابوں کی دریافت اور تنقید کے علاوہ ایک ایک سکہ ایک ایک کتبہ ایک ایک نامے کا پتہ جس کسی بادشاہ کا فرمان کندہ ہو اور اصلاف کے دیگر آثار باقیہ پر نظر غائر ڈالی جا رہی ہے۔

آپ غور فرمائیے کہ آپ اپنی قومی تاریخ کی کیا خدمت کر رہے ہیں۔ آپ کی تاریخیں مدون ہیں اور ایسے لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں جو تاریخ نویسی یا کم از کم وقائع نگاری سے بخوبی واقف تھے اظہارِ حق جن کا شیوہ تھا اور جو وضع بیانی سے حد درجہ واقف تھے۔ البیرونی کی کتاب الہند کے متعلق ایک جرمن مستشرق کا قول ہے کہ یونانی اور چینی سیاحوں نے بھی ہند کے حالات لکھے ہیں۔ مگر البیرونی کے مقابلہ میں ان کی تحریریں چون کی سی بیان یا جا بجا لوگوں کی تالیف معلوم ہوتی ہیں جو تو ہمات میں مبتلا ہوں۔ ان تاریخوں کو صحت کے ساتھ جانچیئے، ان پر حاشیہ چڑھائیے ان کی بناء پر زمانہ حال کے مذاق کے مطابق جدید تاریخوں کے لکھنے میں کون امر مانع ہے۔ ہندوستان کی ہر تاریخ میں جو غیر مسلموں کی لکھی ہوئی ہیں مسلمان بادشاہوں اور اکابر قوم کی مذمت موجود ہے۔ ہم ان بے سر و پا الزامات اور مطاعن کے دفع کرنے کی کیا کوشش کر رہے ہیں؟ مسلمانوں کے نامور بادشاہوں کی سیرت، اخلاق اور کارناموں کو ہمارے دن افتخار اور رہنے ہیں۔ کیا ہم نے ان افترا پردازوں کے جواب دینے ہیں۔ ان جوابوں کے لئے بھی نہیں غیر مسلموں کی انصاف پسندی کی مرہون منت ہونا پڑتا ہے خلاً جہانگیر پر عرصہ سے یہ الزام ہے کہ اس نے نور جہان کے پہلے شوہر شیر افگن خان کو قتل کرا دیا۔ مسلمانوں نے یہ الزام بالکل تسلیم کر لیا یہاں تک کہ ایک مسلمان ناول نویس (حسین مظہر صاحب) نے ایک ناول بھی لکھ مارا۔ مگر حال ہی میں ایک ہندو عالم ڈاکٹر بینی پرشاد کا کہ انہوں نے جہانگیر کے دامن سے یہ داغ دور کرنے کی کوشش کی۔ ہندوستان میں کئی جماعتیں ہیں جو مسلمانوں کو تاریخی ریسرچ کا موقعہ ہی نہ دیگی۔ انجمن خاصہ اسلامی درگاہ خواجہ اجمیر، انجمن اسلامیہ حیدرآباد دکن اور مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی ایسے ادارے ہیں جو ہندوستان کی مسلمان تاریخ کے متعلق تحقیقات کا سلسلہ جاری کر سکتے ہیں۔ کیا ہم ان کے مسلمان ساتھ دان اور طالب علموں سے امید نہیں کر سکتے کہ وہ اپنا فرض ادا کریں۔ تاریخی تحقیقات میں جو افراد مشغول ہیں ان کی لغت، انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں صاحب پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی فضاعی شہرت حاصل کی ہے مگر ان کا موضوع تاریخ نہیں ہے۔ جامعہ عثمانیہ میں تاریخی تحقیقات کا کام مولوی غلام یزدانی صاحب اور مولوی عبدالحق صاحب کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ورنہ اس کے وسیع شعبہ تاریخ سے کوئی علمی نفع نہ ہوگا۔

جس طرح تاریخی تحقیقات سے کسی قوم کا ماضی (Scientific) اور شاندار سرمایہ سامنے آتا ہے اسی طرح (Research) اس کی آئندہ مادی ترقی کی ضامن ہے۔ انڈین انسٹی ٹیوٹ آف سائنس کے ممبر میں میں عرض کر چکا ہوں کہ اس درسگاہ سے اس وقت تک ہماری قوم کا صرف ایک فرد واحد مستفید ہوا ہے۔ سائنس کی دوسری درسگاہوں میں بھی یہی حالت ہے۔ آپ سے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ۱۹۲۳ء میں صرف چار مسلمان نے ایم اے کی ڈگری لی ہے۔ جماعت کی ثروت اور ہمت اب طالب علموں کی تعداد یا شاندار عمارات پر نہیں ہے بلکہ تصنیفات اور انکشافات پر ہے۔ ہندوستان کی جماعتیں بھی کوشاں ہیں کہ (Scientific Research) کو ترویج دیں۔ اکثر جماعتوں کے سال نامون میں اس مضمون کی تشکیل ہوتی ہے جو اساتذہ نے اپنی ذاتی ریسرچ کی بنا پر لکھے ہیں اور ہندوستان یا یورپ کے علمی رسائل میں شائع کرائے ہیں۔ ہر یونیورسٹی سے اتنا علمی اتفاق ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض ہندی جماعتوں کی یورپ میں کچھ وقعت ہونے لگی ہے۔ مگر اس میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں۔ ۱۹۲۱ء کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ڈاکٹر ذاکر محمد (لکھنؤ یونیورسٹی) نے دو مضمون لکھے جو یورپ کے سائل میں چھپے۔ مختلف علوم شمالاً ماسی، کیمیا و غیرہ کے جو رسائل ہندوستان میں شائع ہوتے ہیں، ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ریسرچ کرنے والوں میں مسلمان شاذ و نادر ہیں۔

اب فنون لطیفہ کو لیجئے جن میں شاعری، مجسمہ سازی فن تعمیر اور موسیقی شامل ہیں اور جن پر قوم کی زندہ دلی اور اجتماعی زندگی کا انحصار ہے۔ شاعری کے متعلق میں کچھ پہلے عرض بھی چکا ہوں اور شاعری کا مجھ جیسا نہ متاثر قوم کو نکبت اور بربادی سے بچا سکتا بلکہ دنیا کی بے ثباتی اہلِ دنیا کی بیوفائی کا سبق پڑھا کر اس نے ہندی مسلمانوں کو بالکل بیکار اور بے ہمت کر دیا۔ الشعراء تلامیذ الرحمن مگر یہ مقولہ شاعر پر اس وقت صادق آ سکتا ہے جب وہ انسان کے بہترین جذبات پر انگیخت کرے۔ اسے غیرت، حمیت اور شجاعت کا سبق دے اور الوالعزمی اور قوم کی طرف مائل کرے۔ آپ کے کتنے شاعر اس محک پر ٹھیک اتر سکتے ہیں۔

مجسمہ سازی کا تعلق بت پرستی سے اس قدر گہرا تھا کہ مسلمان اس کی طرف توجہ کرنا کفر خیال کرتے تھے اور اب بھی کسی پیرو شیعہ آذری امتیاز نہ کر سکتے تھے مصوری بھی تھی تو اسی اسلام جائز خیال نہیں کرتے۔ گرمانی و ہنود کی سرزمین ایران میں اس کا اس قدر گہرا اثر تھا کہ بعض علماء تو ان میں انسان اور حانوروں کی تصویریں پائی جاتی ہیں۔ چونکہ ہندوستان اور ایران کے تمدنی تعلقات نہایت گہرے تھے۔ اس لئے ایرانی مصور ہندوستان میں آئے اور ہند کی خیال آفرینی اور ایران کی من پرستی کے امتزاج سے شاہانِ مغلیہ کی سرپرستی میں مصوری کے ایک نئے طرز کا آغاز ہوا جو اصطلاحاً مغل کہا جاتا ہے۔ مگر یہ صور سلطنت کے وابستہ تھے سلطنت کی تباہی کے بعد مصوروں کا بھی کوئی قدر دان نہ رہا اور ہندوستان کی بہترین تصویریں اب یورپ میں ہیں۔ ہندوستان کی نشاۃ جدیدہ کے سلسلہ میں بنگال سبقی جناب اور ادھر ادھر دلیش میں مصوروں نے گرد و پیش جو دیکھا ہے اس کی نقالی نہیں بلکہ ان میں اور خصوصاً بنگالی مصوروں میں ایک نئی روح اور نئی تخیل ہے جس سے آئندہ کے لئے بہت امید ہو سکتی ہے۔ یورپ میں بھی ان تصویروں کی نمائش کی گئی ہے اور پسند کی گئی ہیں لیکن افسوس کہ اس جدید فنی (Artistic) تحریک میں جاننا کوئی مسلمان نہیں ہے۔ میں صرف ایک مسلمان مصور عبدالرحمن چغتائی کی تصویروں سے واقف ہوں جو کچھ پسند کی گئی ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک دو اور ہوں۔

باقی آئندہ

عوفی کی حیات اور اس کی تصانیف پر غور و فکر

بسلسلہ عدد (۲۱)

مصنفہ ڈاکٹر نظام الدین صاحب مولوی فاضل۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (کنٹب) پروفیسر فارسی

مترجمہ

محمد عبد الجلیل صاحب بی اے (عثمانیہ) مدیر عثمانیہ میگزین

ذیل کا مضمون جو گذشتہ عدد کے سلسلہ میں ہے جدید مغربی طرز کی تحقیق کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ جناب ڈاکٹر نظام الدین صاحب نے عوفی کی نایاب کتاب جوامع الحکایات کے متعلق جو تحقیقات کا کام اس شرق کے محسن پروفیسر ای جی براؤن مرحوم کی نگرانی میں کیا تھا جنکا تمام فارسی عربی اور ترکی ادبیات کے لئے بین الاقوامی شہرت رکھتا ہے۔ ہم اس مضمون کو خطبہ عثمانیہ سے اس لئے نقل کر رہے ہیں کہ یہ چاہے نوجوان انشاپرداز ہوں کے لئے دلیل راہ ہے۔ ہم مدیر دکن خطبہ عثمانیہ اور ڈاکٹر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کو نظام گزٹ میں دوبارہ اشاعت کی اجازت دی۔

نظام گزٹ

ورود نیشاپور

سلطان علاء الدین محمد خوارزم شاہ کے عہد حکومت میں نیشاپور ایک بڑا مردم خیز خطہ رہا ہے جہاں کے مشاہیر لگاتار روز گار رہے۔ عوفی بھی اس سرزمین کے درخشان ستاروں میں نظر آتے ہیں جیسا کہ وہ خود جوامع میں لکھتا ہے اس نے ۶۱۸ھ میں خوجان (خوشان) میں زین الدین صاعد کے مدرسہ میں ایک نثر مرصع کو دیکھا جو خوارزم شاہ کے وکیل کے لئے لکھا گیا تھا۔ اسی زمانہ میں وہ اصفرائن گیا جہاں اس نے سلطان خوارزم شاہ کے مشہور کاتب عماد الدین مویدی اصفرائنی کے لڑکے کو تعلیم دی۔ اس کے بعد وہ خاص شہر نیشاپور میں وارد ہوا۔ جو بلحاظ جوامع میں نیشاپور کے بکثرت حوالے دینے ہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ عوفی یہاں ایک عرصہ تک مقیم رہا۔ شہر نیشاپور میں اس کی علمی شناسائی کمال کو پہنچی ہے۔ یہاں اس نے باہم جہان سلطنت اور متبحر علماء اور شعراء سے ملاقات کی جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نیشاپور کے ہمعصر علما

عوفی لکھتا ہے کہ وہ کبھی کبھی نیشاپوری صاحب دیوان استیفا خوارزم شاہ کے ہاں کی جس نے خوارزم شاہ دین کی ایک تاریخ بھی لکھی تھی جایا کرتا تھا۔ بین اس نے فن کتابت کی ایک اہم کتاب رقعۃ القلم کا سلالۃ کیا۔ جو سلطان سنجر کے کاتب منتجب الدین بدیع الکاتب الجوینی کی تصنیف تھی۔ جمال الدین علی لاہوری سے بھی دیوان انشائے ملک موید سے بھی اس کی ملاقات ہوئی جو دوران گفتگو میں فریدہ الدین (دیا شمس الدین) احمد بن محمد الکاتی کا جو شہور غوری کا کاتب تھا ذکر کرہا۔ اسی زمانہ میں اس نے وعظ بھی کہے اور فارسی اور عربی میں شعر بھی کہی۔ عوفی بیان اپنے واعظ کا اور فخر الدین محمد الشرخسی کا حوالہ دیتا ہے جس کے ساتھ نیشاپور میں مشاعرے رہے ہیں۔ اس کے دوسرے مخلص احباب یہ ہیں۔ ابو الفضل عثمان بن محمد الہروی جو ایک لطیف طبع شاعر تھا اور کرگس کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ ابو علی بن یحییٰ المروزی جو خوارزم شاہ کا درباری شاعر تھا۔ امیر قوامی الحمالی۔ نظام الدین الحاجی الکاتب جس نے خوارزم شاہ کے دربار میں لمبے کو بڑی اہمیت حاصل کی۔ بدقسمتی سے عوفی فریدہ الدین علما اور اپنے تعلقات کا کہیں بھی ذکر نہیں کرتا حالانکہ وہ بھی نیشاپور کے متوطن اور اس کے معاصر تھے۔

سجستان کی راہ

اس کے بعد اس نے قیام نیشاپور کے دوسرے شہروں کی بہ نسبت کوئی تحریر موجود نہیں ہے تاہم ممکن ہے کہ موجودہ خراسان کے دوران میں اس نے نیشاپور کے دوسرے شہروں کی بھی سیر کی ہو۔ غرض عوفی سیستان جاتے ہوئے ہرات پہنچتا ہے۔ یہاں فخر الدین الخطاط الہروی اور بدر الدین بن نور الدین الہروی سے ملاقات ہوتی ہے۔ موخر الذکر اپنے اور علاء الملک منیا الدین ابو بکر بن الحاجی بدیع خوارزم شاہ کے ذاتی تعلقات کا عوفی سے ذکر کرتا ہے۔ بعد کو اس وزیر سے عوفی کی ملاقات خاص اسفرائن میں ہوئی جس کی سخاوت زہد و تقویٰ کی عوفی نے لباب میں بڑی تعریف کی ہے۔ صرف یہی ایک بیان ہے جس سے عوفی کے قیام سیستان کا زمانہ معلوم ہوتا ہے۔ عوفی لکھتا ہے کہ اس وزیر نے دوران گفتگو میں ایک مجمع سے کہا کہ مجھے خراسان اور ماوراء النہر کے علماء سے ملاقات کرنے کی بڑی خواہش تھی جب سفر خطا دیش ہوا تو یہ ارادہ پورا ہوا۔ وزیر کے خطا جانے کی وجہ یہ ہوئی کہ عساکر قراخطا کے سردار تانگو کے باغی ہو جانے کے باعث خوارزم شاہ نے اسی کی سرکوبی کے لئے اس کو روانہ کیا تھا۔ یہ واقعہ اس وقت سے متعلق ہے جو طراز میں تانگو اور سردار قراخطا کے درمیان ہوئی اور جس میں تانگو اسیر ہوا۔ تاریخ جہان گشائے جوینی اور دوسری مستند تواریخ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ ۶۱۴ھ میں ہوئی۔ ظاہر ہے کہ عوفی نے وزیر خوارزم شاہ سے ۶۱۴ھ کے بعد ملاقات کی ہوگی۔ سیستان کی عنان حکومت اس زمانہ میں ملک تاج الدین حرب کے ہاتھ میں تھی اور غزنہ کے لیپھ بین الدولہ پہرشاہ کی تخت نشینی ۶۱۷ھ میں ہوئی۔ اس طرح چار سے مصنف کا قیام سیستان ان دونوں سنین کے درمیان واقع ہوا اور گا اس کی تائید سیاحت کے اور دوسرے بیانات سے بھی ہوتی ہے

سجستان کے علمی صحبتیں

اسفزار میں عوفی بڑے بڑے لوگوں سے اسکی شناسائی ہوئی جن میں پہلے تو ضیاء الدین خوارزم شاہ تھا جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور دوسرے وزیر کا لڑکا تھا جس کے اتالیق کارنامے عوفی نے اپنی کتاب میں زیب قرطاس کئے ہیں۔ امام شرف الدین عمیری سے بھی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اثنائے

(علہ) نسخہ قدیم پرنس بیزیہ (Ols. 2626) ورق ۹۳ ب قسم چہارم باب بسمت و چہارم حکایت

(علہ) الباب حصہ اول ص ۱۴۴

(علہ) لباب حصہ اول ص ۱۴۷

(علہ) لباب حصہ اول ص ۱۴۲، ۱۴۳۔

(علہ) باب بستم چہارم حکایت ۲۰۶ ص ۲۰۸ - اور تاریخ جہانگشائے جوینی حصہ اول ص ۱۷۰ - ۱۷۱ - وحصہ دوم۔ (علہ) الباب حصہ اول ص ۱۲۱۔ (علہ) دیکھو لباب حصہ اول ص ۲۱۸-۲۱۹ اور جوامع حکایت ۲۳۲، ۲۴۶۔ (علہ) دیکھو لباب حصہ دوم ص ۳۴۶ - (علہ) دیکھو لباب حصہ دوم ص ۳۳۹-۳۴۰ - (علہ) دیکھو لباب حصہ دوم ص ۳۵۰ - (علہ) دیکھو لباب حصہ اول ص ۱۴۹، ۱۵۱ - نیز تاریخ جہان گشائے جوینی حصہ دوم ص ۱۸۰ - (علہ) الباب (جلد دوم صفحہ ۳۳) میں عطار کا تذکرہ موجود ہے مگر اس میں کوئی مفید اور ذاتی احوال کا پتہ نہیں۔

(علہ) دیکھو لباب حصہ اول ص ۲۴۶

(علہ) دیکھو لباب حصہ اول ص ۲۵۰

(علہ) دیکھو لباب حصہ اول ص ۲۵۰

(علہ) دیکھو لباب حصہ اول ص ۱۱۱ - ۱۱۳ -

(علہ) دیکھو تاریخ جہانگشائے جوینی حصہ دوم ص ۶۷، اور لباب حصہ اول ص ۳۲۱ - ۳۲۲ - و مقدمہ مرحومی ص ۷۰ - ۷۲ -

(علہ) الباب الالباب حصہ اول ص ۴۵ - ۵۰ -

(علہ) لباب الالباب حصہ اول ص ۱۱۳ - ۱۱۷ -

(علہ) " " " ص ۱۴۵ - ۱۵۵ -

گھگر میں شہاب الدین محمد بن سام کے چند اشعار سنائے۔ ان اشعار کو عوفی نے لباب میں درج کیا ہے ایک اور شخص ضیاء الدین منصور بن علی الاسفزاری سے عوفی نے دوستی پیدا کی جس نے اپنے ایک شعر سے عوفی کے نام کو حیات جاوید بخشی۔ عوفی سیستان کے پایۂ تخت کو جلد میں زرنج کے نام سے مشہور لکھا جاتا ہے لیکن فرہ میں فرکش ہوتا ہے۔ یہاں شرف الدین محمد بن محمد الفراوی سے ملاقات ہوئی جسے دار البلد سیستان میں عوفی کی ملاقات ایک عالم سر شناس شمس الدین محمد بن ناصر السجزی سے ہوئی ہے آثار کے کلام میں اس نے عوفی کو تین کتابیات والا مشہور فقرہ سنایا جس کو عوفی نے لباب میں لکھا ہے۔ اس کے بعد عوفی نے جا سوس الافلاک فرید الدین علی النجم السنجری (سجزی) سے دوستی پیدا کی۔ اسی زمانہ میں فرید الدین طرشیش ہو چکے تھے عوفی ان کے بھائی نصیر شرافی وزیر ملک نیمروز کا بھی ذکر کرتا ہے اس کیا ہے عوفی نے فرامرز والیان سیستان کے درباری شاعر شمس الدین مبارک شاہ ابن الاعز الجنبی (سنجری) سے بھی ملاقات کی اس شاعر نے اپنے اشعار ترجیع سے عوفی کو محظوظ کیا۔

خمسہ سیاحت بخارا

اس کے بعد عوفی کی بادہ پیمائی کا حال کچھ نہیں کھلتا۔ اگرچہ ایک موہوم سا ثبوت اس نے بامیان کا دیا ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عوفی وہاں موجود تھا۔ یعنی اپنی علمی سیاحت کی آخری منزل ہے۔ ہمارے مصنف نے اس وقت تک ایک مسلم الثبوت واعظ، شاعر اور متبحر عالم کی حیثیت اختیار کر لی تھی اور اپنے معاصرین میں بھی علم و فضل کے اعتبار سے مشہور ہو گیا تھا۔ آمو کے راستے مرو سے مصنف کے واپس ہونے کے متعلق صرف ایک حوالہ موجود ہے اس سے مصنف کے سفر کا ختم ہونا، اپنے وطن کو خیر و خوبی سے پہنچ جانا معلوم ہوتا ہے۔ اب تک عوفی نے اپنے وطن بخارا کی نسبت جتنے حوالے دیے ہیں ان سے اس کی زندگی کے ابتدائی دور پر روشنی پڑتی ہے۔ اس کے بعد ہم جو اوے آتے ہیں ان سے اس کی زندگی کے دوسرے دور کے حالات کا انکشاف ہوتا ہے۔ اولاً یہ کہ وطن لوٹنے کے بعد اپنے استاد برہان الاسلام تاج الدین عمر بن مسعود (جن کا ذکر اوپر ہوا ہے) سے ملتا ہے۔ یہ اس وقت بخارا کے صدر الشریعۃ ہو گئے تھے۔ ان کے صاحبزادہ نظام الدین محمد بن عمر بن مسعود کی تازیبا حرکات کی وجہ سے صاحب صدر الشریعۃ بخارا سے سمرقند منتقل ہو گئے تھے۔ عوفی نے باپ بیٹوں کے درمیان صفائی کرانے کی کوشش کی۔ ثانیاً جس طریقہ سے عوفی سعد الدین مسعود دولتیار کا جو آل برہان کے موالی سے تھا ذکر کرتا ہے اور جس رنگ میں استاد کے ساتھ ملتا جلتا ہے اس سے یہ علوم ہوتا ہے کہ عوفی نے اس وقت تک ایک بلند رتبہ حاصل کر لیا تھا۔ اس کے ثبوت میں دو واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں۔ شہر شاعر حکیم عبید الدین فیضی النجاری نے قدوم رمضان کی تہنیت میں عوفی کے ہاں اپنا ایک قطعہ بھیجا تھا۔ جب منتخب لنسف (شمس الدین داعی الحسینی النسفی) بخارا آتے ہیں تو عوفی ان سے ملنے جاتا ہے اور یہ بزرگ اپنی ایک رباعی سناتے ہیں۔ عوفی ان واقعات کا ذکر تو کرتا ہے لیکن اس کے تعلق وہ بالکل سکوت سے کہ اس نے ملا موصوف سے کچھ حاصل بھی کیا ہے۔ بلا شبہ عوفی کا یہ شیوہ رہا ہے کہ استفادہ کی صورت میں اپنے بزرگوں کا احسان مانتے۔

خراسان کی بدامنی اور عوفی کا ہندوستان آنا

ہم اس سے بالکل بے خبر ہیں کہ اس نے بخارا کو ہمیشہ کے لئے کب چھوڑا اور حقیقی واقعات کیا ہیں جو ڈھکے چھپے کہ خراسان سے ہندوستان لے گئے۔ ہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ اس کی خواہش یہ تھی کہ کسی دربار میں اپنے قدم جمائے اسی غرض سے اس نے سمرقند خوارزم مرو جوان (کبود جامگی) اور نساء کے دربار وں میں ایک دفعہ نہیں بلکہ دفعہ نیز کوشش کی لیکن اس وقت اس مقصد میں کامیابی نہ ہوئی اس کے علاوہ اگر ہم خراسان کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ اس زمانہ (۶۱۵ھ) میں سلطان محمد خوارزم شاہ کی سلطنت متزلزل ہو گئی تھی۔ تباہی کے بادل ہجوم ہجوم کر آ رہے تھے اور مغلوں کا وحشی یعنی طوفان تقریب برپا ہونے والا تھا۔ علماء زاہد شعراء ہندوستان کے بادشاہوں کی علم پروری کے بدل و عطیات بخشش و کرم کا شہرہ سنکر کشاں کشاں اسی طرف آ رہے تھے۔ عوفی اس بخشش سے کب بچ سکتا تھا؟ ہم دیکھتے ہیں عوفی ہندوستان جاتے ہوئے غزنین پہنچا۔ لیکن اب غزنین کے شروع حکم میں غزنویوں اور غوریوں کے عہد کی وہ چہل پہل باقی نہ رہی تھی۔ یہاں اس کی ملاقات ضیاء الدین کالپی سے ہوئی ہے۔ یہ پرانے سنگلاخ کے پرانے سب سے پہلی مرتبہ لاہور آتا ہے۔ یہاں کے مشہور سادات و کم و بیش ہم رتبہ معاصرین سے روابط قائم کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ سندھ آتا ہے جو ملک ناصر الدین قباچہ کے زیر حکومت تھا۔ اس وقت سندھ کا دقیع موجودہ صوبہ پنجاب سندھ اور گجرات کے علاقوں پر مشتمل تھا۔ یہاں عوفی کی دیرینہ سیاحت مختتم ہوتی ہے اور اس کی زندگی کا دوسرا دور بھی پورا ہو جاتا ہے یہاں تک کے بعد فقیر منشی الملک فخر الدین احسن بن غزنوی الملک رضی الدین الجزکبر الاشعری کی سرپرستی میں وہ دربار سندھ میں مستقل طور پر مقیم گیا اور (تقریباً ۶۱۸ھ میں) اپنی کتاب لباب الالباب کی تصنیف میں مشغول ہو گیا۔

۶۱۰ھ کے بعد ہندوستان کی حالات

تیسرے دو پہلے عوفی کی ادبی پیہ اوار کے دور کی بحث چھیڑنے سے قبل ہم کو ان سیاسی تعلقات کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے جو ہندوستان اور ممالک غزنین خراسان اور خوارزم کے مابین پیدا ہو گئے تھے۔ اس دور کے تاریخی واقعات کے لئے ایک اہم ماخذ لمعات ناصری ہے جس کی رو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قطب الدین ایبک کی وفات (۶۰۷ھ) کے بعد ترکی سپہ سالار جو خوری بادشاہوں خیاث الدین محمد متوفی ۶۰۲ھ اور شہاب الدین محمد متوفی ۶۰۲ھ معز کہلوتے ایبک کے زیر قیادت رہ چکے تھے، ابو بکر مختار ہو گئے اور اپنے اپنے علاقوں کے حکمران بن بیٹھے۔ ناصر الدین قباچہ پر فرمانروائی

(علہ) لباب الالباب حصہ اول ص ۱۵۸ - ۱۵۹ - (عللہ) ما نصت ایام عمری لطرفی۔ ذخرہا کرہا کالسدید العوفی

(عللہ) دیکھو لباب الالباب حصہ اول ص ۲۵۹

(عللہ) دیکھو لباب الالباب حصہ اول ص ۲۵۰ - شیرو امیر شعر ابن نصیر۔

(عللہ) دیکھو لباب الالباب حصہ دوم ص ۳۴۷

(عللہ) دیکھو لباب الالباب حصہ دوم ص ۳۴۸

(عللہ) سنجری اور سنجری میں ہیئت التباس کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ یہاں سنجری کہنا مناسب ہو گا کیونکہ ان اشخاص کا تعلق سیستان سے تھا۔

(عللہ) دیکھو لباب الالباب حصہ اول ص ۲۳۲ - ۲۳۳۔

(عللہ) دیکھو لباب الالباب حصہ اول ص ۲۰۹۔

(علہ) دیکھو لباب الالباب حصہ اول ص ۱۷۵ - ۱۷۸۔ (عللہ) دیکھو لباب الالباب حصہ دوم ص ۳۸۷ - ۳۸۸ - (عللہ) دیکھو لباب الالباب حصہ اول ص ۱۸۲ - ۱۸۳۔ (عللہ) دیکھو سیرت جلال الدین منکبرنی طبع اوروپ (متن عربی) ص ۱۲۱ - ۱۲۷ - ۱۲۷ اور دیکھو کامل ابن الاثیر تحت ۶۱۸ھ (Add. Xvi. 23, Br. Mus.) (عللہ) دیکھو تاج المآثر ورق ۱۱۱ الف۔ مصنف کتاب حسن نظامی کے نام سے مشہور ہے اور جنکا پورا نام تاج الدین یا صدر الدین محمد بن محمد النظامی متوطن نیشاپور خراسان کی نازک حالت پر انہائی افسوس کرتا ہے۔ ☆

نیز: اور لکھتا ہے کہ ملک کی ابتری بدانتظامیوں کی وجہ سے وہ ہندوستان آیا۔ اس لئے یہ کتاب قطب الدین ایبک کے نام معنون کی ہے۔ اور اس میں ۶۰۲ھ تک کے واقعات تلمیذ کے ہیں جس میں التتمش کی حکومت کا حال بھی لکھا ہے۔ ایڈورڈ بلوچات ناصری شائع کردہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال ۱۸۶۵ء جسے جہاں تک تذکرہ بالایمان کا ثبوت ملتا ہے۔ بہرحال یہی شخص ان اشخاص کے ایک ہے جو عوفی کے بعد ۶۲۵ھ میں ہندوستان آیا تھا اور عوفی ہی کے مانند ناصر الدین قباچہ کے دربار سے تعلق پیدا کر لیا تھا۔

کر رہا تھا۔ شمس الدین التمش محمد غوری کا حقیقی جانشین بن گیا اور غیبی نے گھوڑے کی (بگڑی) پر تبصرہ کر لیا تھا۔ اب ملاجو آ چکا تھا، ہو گیا تھا۔ تاج الدین یلدز، التمش اور قباچہ اسکی طرف آنکھ لگائے ہوئے تھے۔ سلطنت غزنہ، علاء الدین آئینہ اور علاؤالدین محمد کے جھگڑوں کی وجہ سے خود لیدہ ہو رہی تھی۔ یہاں تک کہ سلطان خوارزم شاہ نے ۱۲۱۰ء میں اس کو مغلوب کر لیا۔

آخری دو خوارزم شاہوں کا حشر

آپ الاثیر (محمد بن احمد النسوی کے قول کے مطابق اسی زمانہ میں ہندوستان کو مغلوں سے سابقہ پڑا۔ مغول خوارزم شاہ پر ٹوٹ پڑے۔ اس کے خاندان کو ۱۲۱۰ء میں خوارزم سے نکال باہر کیا۔ خراسان، ماوراءالنہر اور دور دور تک اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ بحیرہ خزر کے ساحل دریائے خزر کے اس پار جزیرہ خاشہ میں پناہ لی اور ۱۲۱۷ء میں آخری سانس لی اس کا بیٹا جلال الدین منکبرنی چنگیز کی سیلاب کو روک نہ سکا۔ اس نے ناچار جنوب کی طرف رخ کیا۔ دریائے سندھ کے بالائی ساحل پر اس نے شکست کھائی۔ ۱۲۲۱ء میں گھوڑے پر سوار ہو کر دریائے سندھ کو عبور کر کے ناصر الدین قباچہ کے ہاں پناہ لینی چاہی اس نے مدد دینے سے انکار کر دیا، نتیجہ نا ظاہر ہو کر التمش کے ہاتھ آ سسلطنت ٹٹولا۔ اس نے بھی پھٹکار دیا۔ یہ دونوں وحشی مغلوں کے حملے دُور سے تھے اس لئے انہوں نے جلال الدین کی پریشان حالی اور مدد مانگنے میں دلگیری کر لینے سے انکار کر دیا۔ ناصر الدین قباچہ مغلوں کے فولادی پنجہ سے کب بچ سکتا تھا۔ ۱۲۲۷ء میں سلطان محمد کر لیا گیا۔ التمش اور قباچہ کی رقابت رنگ لائی۔ قباچہ کو زوال اور التمش کو ۱۲۲۷ء میں کامل تسلط نصیب ہوا۔

جامی سنصف کی زندگی کا یہ دور اس طرح ذکر کر دینے کے بعد اس کی تاریخ کا حال اس طرح لکھتا ہے:۔

"ودر آن وقت کہ کفاتہ تتار باد اللہ الغضار ہم چو ہوی کرد و ندہ آن جماعت کہ مقدمۂ یاجوج و ماجوج امدند وی تجریب

بلاد اسلام سناد ثمد تماست بلاد ماوراءالنہر و خراسان و جبال عراق و فارس و آذربائیجان و آران و اران و سیب سولت ایشان خراب شد حضرت جلت مدینہ السلام از مغزہ ایشان مصون ماند و آن جلد از میامن ایام ہمایوں امیر المومنین ناصر بود و فات او شب یکشنبہ پنجم شہر صفر ماہ رمضان سنہ اثنین و عشرین و ستمائۃ"

ادبی پیداوار کے دور کی ابتدا ۱۲۱۷ء

ہمارے مصنف کی زندگی میں نہایت اہم تاریخ ہے کیونکہ اس زمانہ میں اس نے ملک کے سیاسی معاملات میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا اور منبر پر کھڑے ہو کر عمدۃ الملک بہاء الدین علی بن احمد اکاجمی کے کارنامے بیان کرتا تھا۔ یہ شخص ۱۲۱۷ء میں تاج الدین یلدز کا وزیر تھا اور اب التمش سے علیحدہ ہو کر فرمانروائے سندھ ملک ناصر الدین قباچہ کا بڑا امید وار ہو گیا تھا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے عوفی کی ادبی تصانیف کا سلسلہ اسی زمانہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے ہم اب اس کا ذکر کریں گے۔ عوفی کی موجودہ تصانیف صرف تین ہیں اور چوتھی غالباً معدوم ہو گئی ہے۔ سب سے پہلی تصنیف لباب الالباب ہے جو خراسان کا تذکرہ ہے۔ اس کیلئے کافی مواد اس نے دوران سفر میں جمع کیا تھا لیکن ناگہانی آفات و مصائب کی وجہ سے بہت سا ذخیرہ ضائع ہو گیا۔ چونکہ یہ کتاب اس نے نہایت قلیل عرصہ میں لکھی تھی اس لئے شاید کے تراجم کے متعلق کافی تاریخی مواد فراہم نہ ہو سکا اور جو کچھ عوفی کے حافظہ میں تھا وہی لباب الالباب کی صورت میں ظاہر ہوا۔ لباب کے آخری الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عوفی کا تعلق قباچہ کے دربار سے ۱۲۱۷ء سے بہت پہلے نہیں ہوا تھا بلکہ تقریباً اسی زمانہ میں اس دربار میں اس کی رسائی ہوئی۔ اور یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس کے چند دنوں بعد ہی عوفی لباب کی تصنیف سے فارغ ہو گیا۔

ترجمہ فرج بعد الشدہ و قضات کنباث

اس کے بعد ہی عوفی حسب فرمان قباچہ نوشتہ بعض ملک گجرات کو جو اس وقت ہندوالہ کہلاتا تھا قاضی القضاۃ کی حیثیت سے روانہ کیا گیا۔ الفرج بعد الشدہ کے فارسی ترجمہ کے ضمیمہ (صفحہ رجہ بالا صفحہ ۱۶۶) سے عوفی کے ایک ہمسفر کی زبانی اس کی کہانی کے کچھ نہ کچھ روشنی پڑتی ہے یہیں اس نے الفرج کا ترجمہ تقریباً ۱۲۲۰ء میں کیا۔ اس ترجمہ کا دیباچہ اس کے معاصر (سعد قمی) کی تحریر شہر کتابیات متعلق مصنف کے ذہنی تعرض اور وہ واضح بیانات جو جو اس میں مذکور ہیں۔ انہی نامعلوم ہم فرج بعد الشدہ کے ترجمہ کا حال معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ ترجمہ لباب کی طرح ملک ناصر الدین قباچہ کی ایماء سے لکھا گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام کاوش حکایات کے اس ضخیم الشان ذخیرہ کا بیش خیمہ تھی جس نے بعد میں جوامع الحکایات کی صورت اختیار کی۔

(حاشیہ) India Office 432 ff 4566-4599 (حاشیہ) Persian (حاشیہ) دیکھو نسخہ ہائے جوامع الحکایات
Fonds Persan YS Bibliothèque Nationale 1196. 1. 1. 866 Oriental 2676, Bodleian ff 511 ff.
(حاشیہ) دیکھو نسخہ جوامع الحکایات۔ XXI. 2011
Oriental 2676, Bodleian ff 22a
12. VII. 1868.

بقیہ صفحہ (۱۰) کا کالم (۳)

کیا ہے وہ اپنا حق ادا کیا ہے۔ میرے باپ نے بھی شاہی فوج میں رہ کر اپنی جان دی اور میں بھی بادشاہ پر اپنی جان نثار کرنے کے لئے تیار ہوں۔ خدا بادشاہ کو سلامت رکھے" آنا فانا کمر شاہی قیدی اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا اور کہا "آ گیا قاضی۔"

سرپنچ کے اس نکتہ کے بعد بالکل خاموشی رہا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اور چیز عمل میں ہے۔ اسی سرپنچ نے پھر اپنے لوگوں کو تاکید کی کہ قیدی کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اور وہ اس مقام سے چلا گیا۔ کیسی کو معلوم نہ ہو کہاں گیا۔

سرپنچ کو تین دن تک غائب رہا، چوتھے دن وہ واپس آیا اور شاہی قیدی کو اپنے اجلاس پر بلانے کا حکم دیا۔ جب قیدی کو مجسٹریٹ کے سامنے لایا گیا تو اس نے اپنے ان الفاظ اور سرت کے ساتھ دریافت کیا کہ "کیا آج مجھے اخیر فیصلہ سنایا جائیگا؟ خیر میں اس کیلئے تیار ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اب اگر بغاوت کے الزام کی پاداش میں تو قتل ہی کیا جائیگا تو مجھے اس کا کوئی صدمہ نہ ہوگا۔"

قیدی کو مجسٹریٹ کے اجلاس پر لایا گیا اور مجسٹریٹ نے اس کو مخاطب کر کے کہا "لالہ دیال داس نے مجھ کو بیس سال پہلے اپنے خون آلود ہاتھ دکھا کر تاکید کی تھی کہ خبردار پردے کے پاس پھر نہ جانا کیونکہ سید کے مارے بہت تکلیف ہوتی ہے یہ تمہارے اضافہ معلوم ہے تک اچھی طرح یاد ہیں۔ پس یہ لو تمہاری صفائی کا پروانہ۔ پہنچیں پر کہ اس دن کے دستخط موجود ہیں مگر اب میری باری ہے۔ اور میں تم سے کہتا ہوں کہ تم کبھی یا دستخط کے خلاف بغاوت نہ کرنا کیونکہ تمہارا مول کبھی مغلوب ہونے والا آدمی نہیں ہے۔" اس فیصلہ کے ختم ہوتے ہی دونوں قیدی رہا ہو کر آپس میں جوش سے گلے ملے اور اس کے بعد ہمیشہ کے لئے ان میں

(حاشیہ) دیکھو تاریخ الکامل جلد ۱۲ ص ۳۳۳ سنہ ۱۲۱۰ء
(حاشیہ) دیکھو سیرت جلال الدین منکبرنی للنسوی اور جوزجانی ص ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹۔
(حاشیہ) دیکھو نسخہ جوامع الحکایات (Persian fonds Persan 75) ورق ۲۰۰-۲۰۱۔
(حاشیہ) دیکھو وہی نسخہ جوامع الحکایات ورق ۱۱۸۔ الفصل الاول باب پنجم حکایت ۳۰۔

(حاشیہ) دیکھو لباب الالباب جلد اول ص ۱۱۵۔
(حاشیہ) کتاب مسالک السلطان میں کاکاجو جوامع الحکایات نسخہ پاریس (Persian fonds Persan 75) ورق ۱۰۰ باب قسم اول باب دوازدہم بحکایت ۶۱۳ میں کہا ہے غالباً یہ مجموعہ مصنف کے ان تمام مفقود الگ پشت قطاع میں سے تھا جس نے التمش اور اس کے ممدوح وزیر کی شان میں لکھے تھے۔
(حاشیہ) دیکھو لباب الالباب جلد دوم ص ۳۸۳، ۴۱۸۔

یہ مضمون ابھی نامکمل ہے۔ اگلی قسط میں دوسرے مضامین کے علاوہ عوفی کے سوانح حیات کا بقیہ حصہ شائع ہوگا۔ ادارہ

نیکی کا سبق

(ماخوذ از انگریزی)

حررہٗ مولوی محمد سلطان صاحب

مصنف ارمغان سلطانی و آئینہ بیدر، مرقع دکن وغیرہ

انگلستان میں بادشاہ چارلس کی حکومت کے زمانہ میں پارلیمنٹ اور قوم اس بادشاہ کی بدعنوانیوں سے سخت ناراض ہوگئی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ اور بادشاہ کے درمیان باقاعدہ جنگ شروع ہوگئی قوم کا بڑا حصہ پارلیمنٹ کا طرفدار تھا۔ اور اس زمانہ میں انگلستان میں بادشاہ پرستوں کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی پارلیمنٹ کی فوج نئی سرداری آلیور کرامویل جیسے سپہ سالار کے ہاتھ میں تھی۔

انگلستان کی اس خانہ جنگی میں کثیر تعداد میں بادشاہ کی فوج کو شکست مل چکی تھی اور شاہی فوج کے بہت سے افسر شکست پاکر پارلیمنٹ کی فوج کے ہاتھ گرفتار ہوتے تھے ان کو پارلیمنٹ کے مقررکردہ محبسِ پٹوں کے اجلاس میں پیش کیا جاتا تھا۔ منجملہ ان محبسِ پٹوں کے سرپیٹرک آف نیو کاسل بھی ایک محبسِ پٹ تھا۔ جو نہایت معقول مزاج اور انصاف پرست شخص تھا اس پر کرام دل کو پورا اعتماد تھا۔ سر پیٹرک تنہائی طور پر کمزور اور بیار طبیعت کا انسان تھا اس لئے اس سے بجائے کسی فوجی خدمت کے محبسِ پٹی کا کام لیا جاتا تھا۔

ایک روز شام کو سر پیٹرک کے ہاں اس کے بعض دوست مدعو تھے اور سب کھانے کے لئے بیٹھے تھے کہ چند سپاہی شاہی فوج کے ایک افسر کو لائے جو اسی وقت گرفتار ہوا تھا جب وہ سر پیٹرک کے روبرو پیش ہوا تو سر پیٹرک نے اس کے ہاتھ کی ہتھکڑیاں کھلوادیں اور ایک دوسرا میز منگوا کر اپنے قریب رکھوایا اور کہا کہ آج میری سالگرہ کا دن ہے اتفاق سے اس جلسہ کو میں خوشی و خرمی کیسا تھ ختم کرنا چاہتا ہوں۔ پس شاہی قیدی اور جو سپاہی اس کو ساتھ لائے ہیں وہ سب اس میز پر کھانا کھالیں، اس کے وہ میرے مہمان ہیں۔ ایک گھنٹہ کے بعد میں محبسِ پٹ کی حیثیت سے فیصلہ سناؤنگا"

سپاہیوں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور قیدی کو ساتھ لیکر کھانا کھانے لگے۔ اس کے بعد پیٹرک اپنی سابقہ گفتگو کا سلسلہ شروع کیا جو اپنے دوستوں سے سنا رہا تھا۔ اور قیدی کے آنے کی وجہ وہ سلسلہ منقطع ہوگیا تھا۔ اس نے کہا "میں ابھی کہہ رہا تھا کہ بچپن میں میں بہت ناتواں اور نرم دل تھا جسکی وجہ سے ہر شخص مجھ کو ستاتا اور ڈراتا تھا۔ مجھے اپنی ناتوانی کی وجہ ہر شخص کی بیجا تکلیف دہی برداشت کرنی پڑتی تھی سب سے پہلے مجھے اپنی سوتیلی ماں سے بہت سے صدمے برداشت کرنے پڑے۔ مدرسے میں لڑکے بھی مجھے بہت ستاتے تھے ان باتوں سے مکن تھا کہ میں تکلیف برداشت کرنے کرتے اس کا عادی ہوجاتا مگر اس کے برخلاف تکلیف کے لفظ سے مجھ میں دہشت اور ہیبت طاری ہوجاتی تھی۔ اور ماں کے نام سے میری روح کانپتی تھی۔ میں آپ کو کہہ چکا ہوں کہ میں نے ولیٹ منسٹر اسکول میں ابتدائی تعلیم پائی۔ اس مدرسہ میں دو جماعتیں ایسی تھیں جنکے درمیان صرف ایک کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ ہم لوگوں کو اس پردے کے حصے کی حفاظت تھی اتفاق سے موسم گرما میں ایک وقت عین سبق کے وقت میں اونگھنے لگا اور بنچ پر سے گر پڑا اور گرتے ہوئے پردے کو پکڑ لیا جس سے اس پردہ کا کچھ حصہ پھٹ گیا اور دوسری طرف کے لڑکے اس چاک کو دیکھنے لگے میرے گرنے کی آواز پر وہ فن جماعت کے مدرس آن پہنچے اور انہوں نے اس پھٹے ہوئے پردے کو دیکھ لیا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ میں اب بچ نہیں سکتا۔ مجھ پر ہیبت طاری ہوگئی۔ ایک مدرس نے بلند آواز میں کہا کہ مجھ پر بارہ بیدیں پڑینگی۔ یہ سنکر میری پریشانی اور بڑھ گئی۔ میں نے بہتیری کوشش کی کہ مدرس سے معافی چاہوں مگر میری زبان نے یاری نہ دی اور قبل اس کے کہ مجھ پر بید کی مار پڑتی کہ بازو کی جماعت کے ایک لڑکے نے جو میری حالت کو بغور دیکھ رہا تھا، مدرس سے کہا کہ "یہ خطا میری ہے اسکو نہ مارئیے" جب اس لڑکے نے خود اقبال کرلیا تو مدرس نے وہ سزا اس پر منتقل کردی۔ اسکو تمام جماعت کے سامنے کھڑا کیا گیا اور تڑاتڑ بیدیں رسید کی گئیں۔ میں نے اس بے خطا کو مار سے بچانا اور اپنی خطا کا اقرار کرنا چاہا مگر میری حیس وہیس میں اس پر بارہ چھڑیاں پڑ چکی تھیں۔ اور وہ زخمی ہاتھ لئے ہوئے میرے مقابل سے گزرا اور مسکراتے ہوئے دبی آواز میں مجھ سے کہا "پھر کبھی ایسا نہ کرنا" ان الفاظ کو میں عمر بھر نہیں بھول سکتا۔ اسوقت میرے دل پر بڑی رقت طاری ہوئی اور میں مدرس کی اجازت لیکر وہاں سے سکان چلا آیا۔ اسوقت مجھے اپنی بزدلی پر اسقدر رنج ہوا کہ اسی روز سے میں اسکو دور کرنے کی کوشش کرتا رہا اور میں کہہ سکتا ہوں کہ آخر کار مجھے کامیابی نصیب ہوئی افسوس اس بات کا ہے کہ اس دوست کو میں نے اس واقعہ کے بعد سے آج تک پھر کبھی نہیں دیکھا کیوں کہ وہ اس کے بعد ہی مدرسہ چھوڑ چکا تھا میری یہی دعا ہے کہ خدا اسے میری زندگی میں پھر ایک وقت مجھ سے ملا دے تاکہ میں اس سے ملکر خوش ہوں اور اسکی صحت اور سلامتی کا جام پیوں"

اس جملہ کے ختم ہوتے ہی سر پیٹرک کے سامنے شراب کا ایک گلاس آیا جس کو شاہی قیدی نے مسکراتے ہوئے پیش کیا اور کہا سر پیٹرک ویسٹ منسٹر اسکول کے پھٹے ہوئے پردے کے متعلق تم بھول گئے بارہ بیدیں نہیں مجھ پر چوبیس بیدیں پڑی تھیں کیوں کہ اپنی غلطی کا اقرار فوراً نہ کرنے کی وجہ سے میری سزا دگنی کردی گئی تھی" سر پیٹرک نے کہا بے شک، صحیح ہے اب مجھے یاد آیا۔ بلکہ استاد نے اسوقت کچھ بھی دیا تھا کہ اپنی غلطی کا اعتراف نہ کرنا عظیم گناہ ہے۔ بے شک بے شک، مجھے یاد ہے مگر تم کون تھے؟" قیدی نے جواب دیا "ہاں" سر پیٹرک نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور کہا "اب میں نے تمہیں پہچان لیا بے شک وہی ہو۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ تم کیسی حالت میں..... ہو اور یہ کیسا موقع ہے؟"

قیدی نے جواب دیا "جو کچھ میری حالت ہے وہ اپنے بادشاہ کیلئے میں نے بنائی ہے اور جو کچھ میں

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو صفحہ (۹) کالم (۳))

مختلف خبریں

تعلقہ پرگی ضلع محبوب نگر کا مستقر بدل دیا جائے

رعایا تعلقہ پرگی کی جانب سے ہمیں ایک مراسلہ وصول ہوا ہے جس میں وہ تعلقہ پرگی ضلع محبوب نگر کا مستقر بدلنے کے لئے حسب ذیل وجوہ پیش کرتے ہیں:۔

تعلقہ پرگی ضلع محبوب نگر کا مستقر ایک گوشہ میں جانب شمال و مغرب واقع ہے۔ مستقر سے جانب جنوب تین کروس کے فاصلہ سے تعلقہ کوڑنل و تعلقہ بلہور علاقہ صرف خاص مبارک کے مواضعات تعلقہ واقع ہیں جس کی وجہ سے ایک جانب کی رعایا کو آمد و رفت تحصیل وغیرہ میں سخت تکلیف کا سامنا رہتا ہے۔

۲ـ یہ کہ بوقت ڈویژن بندوبست جناب مولوی ولی بہادر صاحب مدگار بندوبست حیدرآباد دفتر دوم نے چمچیدی پور۔ ۱ میں تعلقہ کی نات تعلقہ کندرگ کو بتلایا ہے اور رائے دی ہے کہ قصبہ کا مستقر کندرگ ہونا چاہئے۔

۳ـ یہ کہ جناب مولوی مفتی امام صاحب منصف تعلقہ پرگی نے اپنے زمانہ کارگذاری میں پیورت میں فرمایا ہے کہ عدالت منصفی پرگی کا مستقر کندرگ رکھا جائے تو بہت اچھا ہوگا موجودہ مستقر پیمرجوم بالکل بیکار ہے۔

۴ـ موجودہ مستقر ریلوے اسٹیشن شاد نگر سے پچیس میل کے فاصلہ پر ہے جس کی وجہ سے رفتار طلبہ و محبوب نگر تعلقہ جات پر حاضر ہونے میں سخت مشکلات واقع ہوتی ہیں تعلقہ کندرگ اسٹیشن مذکور سے (۲۴) میل کے فاصلہ پر واقع ہے و کلار رعایا کو نقل و حمل میں بہت سہولت ہوگی۔

۵ـ پرگی میں سوائے مکان کچہری کے بقیہ تمام کچہریاں کرایہ کے مکانوں میں ہیں اگر تحصیل کا مستقر کندرگ پر بدل دیا جائے تو کوئی سرکاری نقصان بھی نہیں ہے تحصیل کا موجودہ مکان مدرسہ کے لئے کام آسکتا ہے۔

بوجوہات بالا امید قدر عرض کرنا ہے کہ امید ہوگا کہ تعلقہ پرگی کا مستقر قصبہ کندرگ پر بدل دیا جاکر اس تعلقہ کا نام نواب ولی مہر بہادر دام اقبالہ کے نام اعلیٰ و اسم گرامی کے ساتھ (حمایت نگر) کہا جائے تو تمام دوالی ملک کی زندہ یادگار قائم رہے گی۔

(مذکورہ بالا درخواست بڑی حد تک قابل لحاظ ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ عہدہ داران متعلقہ اس طرف توجہ کرکے رعایا کی خواہش کو پورا کریں گے۔)

نظام گزٹ

بٹلر کمیٹی

سرپور باشنکر پٹانی کی شہادت

لندن ۱۲ رائے۔ یو۔ پی کو معلوم ہوا ہے کہ سر لارنس اسکاٹ لے ایوان والیان ریاست کی جانب سے بٹلر کمیشن میں پیش کرنے کے لئے ایک یادداشت کا سودہ تیار کیا ہے جو والیان ریاست کے وفد کے جس کے متعلق یہ بیان پہنچ جانے کی توقع کی جاتی ہے۔ یہ بیان آئیگا۔ تقریباً دو ہفتے میں ہندوستان جانے سے قبل سرپور باشنکر پٹانی بٹلر کمیشن کے آگے شہادت دیں گے۔

ہندوستانی صنعتی کانگرس

والسرائے کی شرکت

کلکتہ ۱۲ رائے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کو معلوم ہوا ہے کہ کرسمس کے زمانہ میں بمقام کلکتہ منعقد ہونے والی ہندوستانی صنعتی و تجارتی کانگرس کی دوسری بیٹھک کا افتتاح والسرائے بہادر کریں گے۔ یہ اس قال ذکر ہے کہ یہ پہلا موقع ہے کہ والسرائے کانگرس میں شریک ہو رہے ہیں۔

جزائر بحرین

ایران کی تازہ یادداشت

قاہرہ کے "الیساعہ" نے طہران سے آئے ہوئے ایک پیام کے وثیقہ پر لکھا ہے۔

مقامی جرائد نے جو مضامین شائع کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت ایران جزائر بحرین کے متعلق ایک دوسری احتجاجی یادداشت برطانوی حکومت کے نام روانہ کرنے اور اس کی ایک نقل مجلس اقوام کے پاس منقریب روانہ کرنے والی ہے۔

سائمن کمیشن کی امداد کے لئے پروپاگنڈا

راولپنڈی ۱۱ رائے۔ سائمن کمیشن کی آئندہ آمد کے لئے ایک موافق عوام فضا پیدا کرنے کی غرض سے سرحد میں پروپاگنڈا جاری ہے۔ ایک جلسہ عام میں ایک قرارداد میں مسلمانوں کے مطالبات درج جس میں سائمن کمیشن کے آگے پیش کئے کی غرض سے منظور ہوئی۔

ہندوستانی قومی کانگرس کی ۴۳ ویں میعاد

مسٹر گپتا مجلس استقبالیہ کے چیرمین منتخب ہوئے

کلکتہ ۱۲ رائے۔ ہندوستانی قومی کانگرس کی (۴۳) ویں میعاد کی مجلس استقبالیہ کے پہلے اجلاس میں جو آج شام انڈین ایسوسی ایشن ہال میں منعقد ہوا سابق میئر کلکتہ سر بلے ایم سن گپتا کی مخالفت کے بغیر چیرمین منتخب ہوگئے سر پی سی رائے کا نام بھی تجویز کیا گیا تھا لیکن کسی نے ان کی تائید نہیں کی۔

رائے بہادر۔ اناچوہدری اور ڈاکٹر بدھن چندرا رائے علی الترتیب خزانچی اور سکریٹری منتخب ہوئے۔ مسٹر نیلیمبن رنجن سرکاری نمائش کی کمیٹی کے جنرل سکرٹری منتخب ہوئے ہیں۔ قرار پایا کہ ۵۵ ارکین کی ایک مجلس تنفیذی بنائی جائے۔ ان ارکین کے منجملہ (۴۲) کا انتخاب اس جلسہ میں عمل میں آچکا ہے۔

ایک مناسب مقام پر جس کا ابھی انتخاب عمل میں نہیں آیا ہے عدیم النظیر شان و شوکت کی ایک نمائش قائم کرنے کے انتظامات عمل میں آرہے ہیں۔

مقامی خبریں

حضرت شاہ ہاشم عفو مرحوم

بہت افسوس کی بات ہے کہ حیدرآباد کے قدیم شاعر اور ادیب مولوی سید شاہ ابراہیم صاحب عفو نے بتاریخ ۹ ذیقعدہ ۱۳۴۳ھ انتقال فرمایا آپ کی عمر تاریخ وفات تک نوے برس کی تھی۔ آپ نے حیدرآباد کا وہ دور بھی دیکھا تھا جس کو قدیم سنہلیہ دور کا نمونہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا اور موجودہ دور بھی جس میں قدیم رنگ سے نکلکر جدید طرز اختیار کر رہا ہے۔

آپ کے جد امجد حضرت سید شاہ مصطفیٰ قادری بغداد کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ہندوستان میں آکر اجمیر میں سکونت اختیار کی۔ وہاں آپ کی رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت پیر پادشاہ قادری اپنے چند مریدان خاص کے ہمراہ نے پدر اس میں منتقل ہوگئے اور یہیں سکونت کا ارادہ کر لیا۔ حضرت عفو کی ولادت اور نشو و نما یہیں ہوئی آپ نے عربی فارسی کی تکمیل کرکے انگریزی کی طرف توجہ کی اور طب انگریزی میں ڈپلوما حاصل کیا۔ ستر برس کی عمر میں اپنے والد بزرگوار کے ساتھ آپ حیدرآباد تشریف لائے اور اسی کو وطن بنا لیا۔ حیدرآباد میں آپ حیدرآباد ریذیڈنسی کے صدر شفاخانہ میں نیز نشی مقرر ہوئے اس کے بعد نواب عماد نواز جنگ بہادر (مدیر سالار حسن) کی صدر محاسبی کے زمانہ میں دفتر صدر محاسبی کے صدر ترجم مقرر ہوئے اس کے بعد آپ عدالت العالیہ کے سررشتہ دار ہوئے اور بعد میں ہائی پریس رپورٹر کی خدمت آپ کو دی گئی۔ آپ کی آخری نیشنری خدمت دفتر معتمدی آبپاشی کی تھی جو وہاں سے آپ نے وظیفہ حسن مذمت حاصل کیا۔

سررشتہ داری کے زمانہ میں آپ سررشتہ سامان جاریہ کے تالیف انگریزی بھی رہے۔ اسی زمانہ میں آپ نے ایک کتاب نواب صاحب کی تعلیم کے لئے مرتب کی جس کو بعد میں "دی انگلش ٹیچر" کے نام سے شائع ہوئی آپ کے قلم سے حسب ذیل کتابیں شائع ہوئیں۔

(۱) حضرت خالد بن ولید اس شہور اسلامی سپہ سالار کی مفصل سوانحعمری اور ان کے جنگی کارنامے درج ہیں۔

(۲) فوزجہان۔ فوزجہان بیگم کے حالات میں مختصر سا رسالہ ہے۔

(۳) تحفہ عثمانی۔ اس میں علم ہیئت و معانی اردو میں زبان اردو درج ہیں۔

(۴) تواریخ عروف تے۔ یہ چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں نواب عماد الملک جو دکن کی سلطنت کے زمانہ میں مصنف کو معقول انعام ملا تھا۔

(۵) مثنوی عاشق رسول۔ یہ بھولی سی مثنوی ہے جس میں حضرت عبدالرحیم پر بھی عاشق رسول کے شوق و محبت کی داستان لکھی ہے۔

سرکار عالی نے حیدرآباد میں نمائش کے قیام کی منظوری دی ہے۔ جو مسٹر ٹی سرخو اس ہارٹیکلچر مدرگار ناظم شمار قدیم کی نگرانی میں ہوگی۔

ناندیڑ سے اطلاع وصول ہوئی ہے کہ گوداوری پر ساست چلنے کا جو بڑا پل ہے اس کی ایک سائڈ فیٹ غریض کمان جو زیر تعمیر تھی یکایک گر پڑی۔ جس سے تقریباً ایک درجن ملازمین زخمی ہوئے۔

چیف انجنیر صاحب بلدہ نے مگر انگار انجنیر کو اس واقعہ کی سرکاری تحقیقات عمل میں لانے کے لئے تار دیا ہے ملازمین کے اعزہ یہاں بہت پریشان ہیں۔

نواب معین الدولہ بہادر نے بتوسط نواب مسعود جنگ بہادر انجمن ترقی اردو کو دس ہزار روپیہ کلدار کا عطیہ دیا ہے جس کی علمی سرپرستی کا ثبوت ہے۔

شولہ پور کا اخبار کرم یوگی لکھتا ہے کہ موٹر

حیدرآباد کے علمی حلقہ میں نواب محسن الملک بہادر نواب وقار الملک بہادر، نواب عماد الملک بہادر، مولوی عزیز مرزا صاحب، ملا عبدالقیوم مرحوم مولانا شبلی وغیرہ سے آپ کے گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ اعلیحضرت سلطان العلوم نواب سر مشتاق علی خان فرمانروائے دکن کی تخت نشینی کے زمانہ میں نواب فضیلت جنگ بہادر کی تحریک پر آپ کو تصنیف و تالیف کے سلسلہ میں ہزار روپیہ ماہانہ جاری ہوا۔

پچھلے دس برس سے آپ بالکل عزلت گزین ہوگئے تھے۔ عبرہ طالب علامہ ہے۔ آپ کی پابندی اوقات نے پیرانہ سالی میں بھی آپ کو چست و چالاک رکھا تھا۔ علی الصبح سے اپنی مطالعہ و تصنیف میں روزانہ دس گھنٹے صرف کرتے تھے۔ پرانی صحبتوں کا ذکر اس طرح سے کرتے تھے کہ سننے والا گھنٹوں مزے لیتا۔ ایام جوانی میں شعر و شاعری کا بھی شوق رہا چنانچہ چند خام مسودات اور ایک کلیات جو تمام اصناف سخن پر حاوی ہے اس عہد کی یادگار رہے جس کو آپ کے پوتے احمد عارف صاحب اپنی ترتیب اور نگرانی میں شایع کر رہے ہیں۔

کمپنیان جو منگان آباد وغیرہ کے جانب کرایہ سے چلتی تھیں ان سب موٹر کمپنیوں نے اتفاق کر لیا ہے اور سن مائنے کرایہ لگوانے سے وصول کر رہے ہیں کوئی پرسان حال نہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تعلقدار صاحب منگان آباد بھی ان کی تائید میں ہیں حکام مقتدر کو توجہ کرنی چاہئے۔

پلیگ کمشنر صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ اب چونکہ اعتیاطی مدت منقضی ہو چکی اور الحمد للہ اس عرصہ میں نہ کوئی چوہا گرا اور نہ کوئی کیس ہوا۔ لہذا بلدہ حیدرآباد طاعون سے پاک وصاف قرار دیا جاتا ہے۔

الرتیر سٹ کنسلٹ کو پہلی مرتبہ شام کے ساڑھے پانچ بجے پہلے اسکاوٹس کی ایک جماعت سیکلون پر بلدہ سے سیور تک سفر کرنے کے لئے روانہ ہوئی یہ پارٹی مسرس سیمون جی ایس ہان مدیس ہائی کالج حاجیمین وسماموئیل پرتاب بنگلے ملہائے یہ ٹ جارج گل امراسکول پر مشتمل تھی۔

بوائے اسکاوٹس ہز اکو ہائی اسکول میں ایک ایٹ ہوم دیا گیا جس میں مسٹر سید محمد اظہر کمشنر و مسٹر سید محمد ہادی ناظم بوائے اسکاوٹس نے دوامی تقریریں کیں۔

رائے سی راد اکسٹن صاحب انجنیر کے مکان رفع گنگ کو ملی۔ وزارائے راج موہن لال صاحب میل کے مکان مریدہ پر یلنگ میں بھی بوائے اسکاوٹس لوٹی پارٹیاں دی گئیں۔ راد رائے صاحب موصوف نے پرجوش دو ادامی تقریریں کیں۔

خبر ہے کہ مہاراجہ سرکشن پرشاد صدر اعظم بہادر وزیر چیف سیکریٹری کو دورہ سے واپس تشریف لاکر الوالوں میں قیام فرما ہوں گے۔

معتمد صاحب سیول سروس کمیٹی کے اجلاس عنقریب ۱۲ مرزوگی امیدواران برائے امتحان مقابلہ تبلیغ ۱۳ھ سے ۱۳۴۵ھ بوقت دو ساعت سہ پہر بتاریخ ۱۴ ماہ پہلے ۱۳۴۴ھ بوقت دس ساعت صبح مقام دفتر خاص طلب فرمائے ہیں جو درخواست گذاروں کو اطلاع دی گئی ہے کہ وہ تاریخ مائے مقررہ پر حاضر ہوں تاکہ بصورت ضرورت کمیٹی کے روبرو پیش ہو سکیں۔

دیوان مخمور تبریزی

مورخہ ۱۰۳۷ھ ردیف الف مکمل قیمت (۴) ٹکٹ پتہ۔ باقی زیر طبع۔
غزلیات مثل کلام خواجہ حافظ شیرازی خود مخمور کے اس شعر سے
ظاہر ہے ؎

نسبتش من دہ حافظ بگویم با تو چیست ۔ ہست اسمش کہ کار سجود مدام کرد

یہ دیوان میرے سوا کسی فہرست و کتب خانہ قدیم میں نہ ملیگا بمزہ غزلیات
الف ملاحظہ ہو تو یقین دیوان آپ خود طلب فرمائیں گے **المشتہر**
میرزا در علی (عقل حکیم) دواخانہ یونانی چینیا پور ضلع گلبرگہ شریف

براؤننگ

از مولوی سید وقار احمد صاحب ام اے۔ مدیر نظام گزٹ
یہ صاحب نے جامعہ عثمانیہ سے کامیابی کی سند پانے کے بعد
براؤننگ کے اشعار کا ترجمہ جس خوبی سے کیا ہے اس کی مقبولیت خود اس کی
تعریف کے لئے کافی ہے۔" (دبیر اکسلسی مہاراجہ صدر اعظم بیاور)
قیمت صرف (۲) علاوہ محصول ڈاک و پیاکنگ۔ **ملنے کا پتہ**
سید عبد القادر تاجر کتب چار مینار حیدرآباد دکن

اعظم اسٹیم پریس

میں ولایتی مشینوں کے ذریعہ برقی قوت سے ہر قسم کی طباعت کا کام نہایت عمدہ اور بہت
جلد انجام پاتا ہے یعنی مہینوں کا کام دنوں میں کفایت سے تکمیل پاتا ہے اور کتابت بھی
اعلیٰ درجہ کی انجام دی جاتی ہے

المشتہر

سید عبد القادر تاجر کتب و مالک اعظم اسٹیم پریس چار مینار حیدرآباد دکن

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چندہ

سرکار سے سالانہ		چوبیس روپیہ
امرا اور رؤسا سے سالانہ	ہندوستان کے لئے مع محصولڈاک	پندرہ روپیہ
سالانہ		۱۵
ششماہی		۸
سہ ماہی		۴
فی پرچہ		۲ر۶ه
سالانہ	ہندوستان سے باہر کے لئے	پندرہ شلنگ
ششماہی		آٹھ شلنگ
سہ ماہی		چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منیجر کو مخاطب فرمایئے۔

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور تحریر فرمایئے۔

(۴) اگر چہ پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمایئے۔

(۵) نظام گزٹ تقریباً (۱۶) صفحے کے حجم پر شائع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شائع ہونگی

منیجر

سید عبدالقادر تاجر کتب و پبلشر نظام گزٹ نے اپنے اعظم اسٹیم پریس چارمینار حیدرآباد دکن میں طبع کرکے شائع کیا

رجسٹرڈ بسرکار آصفیہ نشان (۶۱۱)

نظام گزٹ

۲۳ و ۲۴ د

جلد

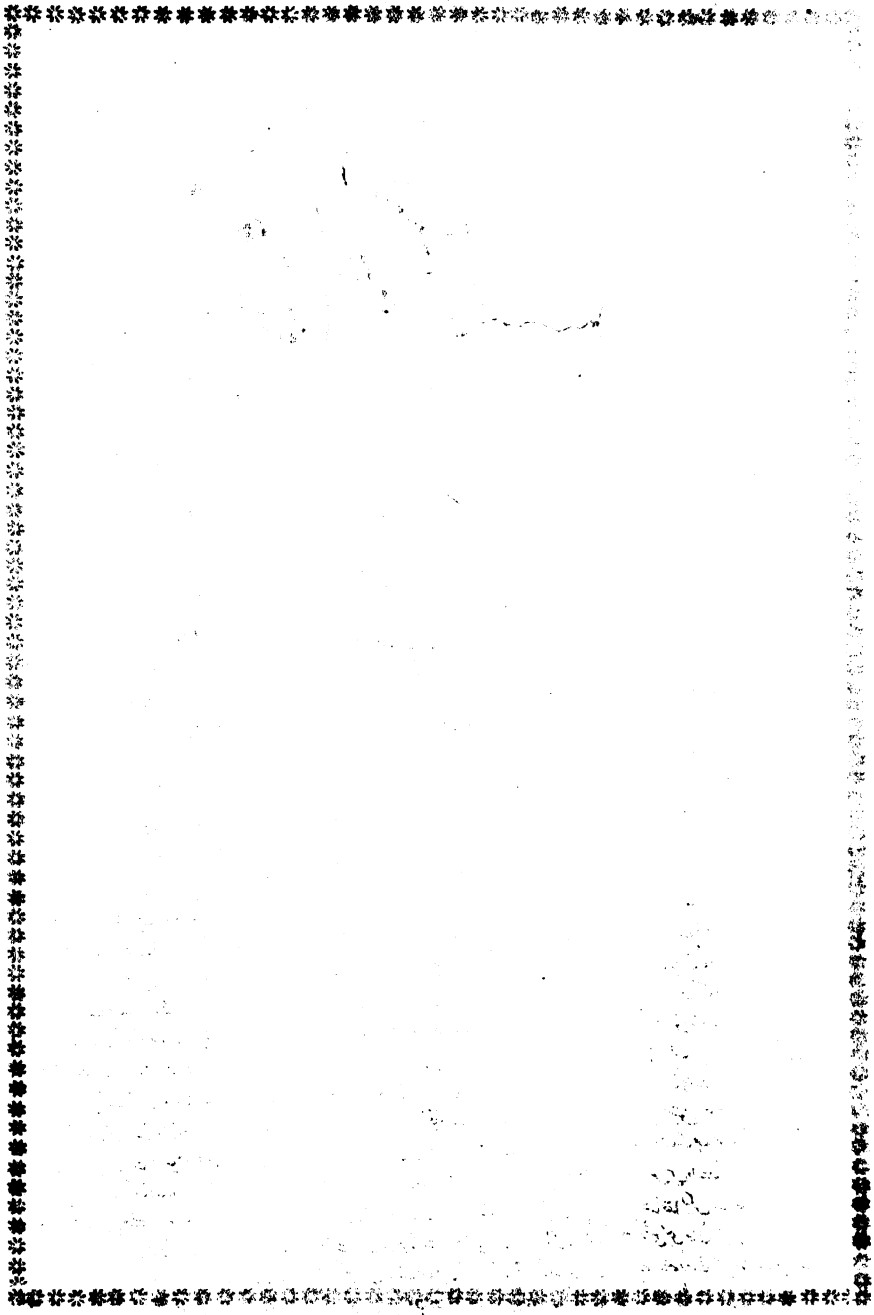
مدیرین

سید وقار احمد ام اے

محمد حبیب اللہ رشدی ام اے

مضامین خاص

خطبات جامعۂ مدراس
از
ڈاکٹر جادو ناتھ سرکار



نظام گزٹ
ہفتہ وار
۱۵ ذیحجہ الحرام ۱۳۴۶ ہجری

حیدرآباد کے نئے محلے

حیدرآباد کی شہری زندگی میں یہ دور ایک انقلابی دور ثابت ہوگا کیونکہ گزشتہ پندرہ سال کے اندر آباد کی شہری زندگی میں جس قدر تبدیلیاں ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں ان کی نظیر اس شہر کی تاریخ میں نہیں ملتی ایک طرف حکومت اعلیٰحضرت سلطان العلوم کی توجہ سرکاری محکموں کے مکانات کے عمدہ اور شاندار بنانے کی طرف مبذول ہے اور دوسری طرف شہر کی تعمیری اور صنعتی چیزوں کی طرف کافی توجہ کی جارہی ہے اس کے ساتھ ساتھ یہاں کے جمہور کی طرف جو عام بیحال سرمکانی کا شکار تھا وہ بھی اب قطعہ ہوتا جارہا ہے۔ یعنے عوام الناس بھی اب اپنی شہری ضروریات اور احتیاجات کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔ گزشتہ طغیانی اور موسیٰ اور اس وقت اب تک برابر بارش اور طغیانی کے محلوں نے لوگوں کا خیال اندرون شہر سے ہٹا دیا اور طغیانی کے بعد سے اب تک رجحان یہی ہے کہ سکونتی مکانات اضلع کے لئے اندرون شہر پر بیرون شہر مکانات کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں اس سے ایک فائدہ ضرور ہے کہ اندرون شہر کی وہ گنجان آبادی اب کم ہو گئی ہے بلکہ بعض محلے تقریباً خالی آباد ہو گئے ہیں اور ان کی بجائے بیرون شہر بعض نئے نئے محلے کھڑے ہو گئے۔

ان نئے محلوں کے دو مکانات قابل تذکرہ ہیں جنکو ہم دو حلقے کہہ سکتے ہیں ایک حلقہ نیو ملک پیٹ آباد سے ماہی گوڑہ سے بیگم پیٹ اسٹیشن تک قرار دیا جاسکتا ہے اس میں نسبتاً زیادہ تر اہل الدار لوگوں کی آبادی بڑھ رہی ہے اور دوسرا حلقہ تپہ کا سانچہ افواج فتح میدان امیر پیٹ ہمر کا باغ اور نارائن گوڑہ وغیرہ کو قرار دیا جاسکتا ہے جہاں کے باشندے نسبتاً اتنے مالدار نہیں ہیں جتنے کہ حلقہ اول کے۔

اس وقت ہم اس بات کی یہاں بنظر اندازہ کرتے ہیں کہ ان دو حلقوں میں جو نئے نئے محلے کھلے یا انتظام کیا جاتا ہے۔ آیا صرف یہی تبدیلی ہے کہ ان حلقوں میں نئے مکانات کے رہنے والے نئے چہرے ہیں۔ یا کچھ اور بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نئے محلوں ک

شذرات

ہمارے ہاں اب تک گمنام تحریریں کافی تعداد میں وصول ہوچکی ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسی ہیں جن کے گمنام ہونے پر ہمیں اعتراض نہیں اور ہم ان کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جس کی وہ مستحق ہیں مگر بعض کی مستحق ہم اپنی رائے کا پیش کرنا مناسب عمل نہیں سمجھتے۔

گمنام تحریر لکھنی، اخلاقی جرأت کا فقدان ثابت کرتی ہے خواہ وہ تحریر واقعی نیک نیتی پر مبنی ہو یا محض نفس و حسد کا آئینہ ہو جب کوئی شخص کسی بات کو اچھا سمجھتا ہے، کسی خیال یا رائے کو ملک کے سامنے پیش کرنا اپنا فرض گردانتا ہے تو پھر اس کو اپنا نام چھپانے کی کیا ضرورت ہے صداقت ایک نیکی ہے بلکہ انسانیت کا فریضہ ہے۔ اس سے تخلف ہونا اخلاقی جرم ہے۔

اس سلسلہ میں ہم اپنے کرم فرما رائچور کے نامہ نگار صاحب کو اور ان صاحب کو جو "اداطاعون" کے متعلق اپنے خیالات کو ملک کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں توجہ دلاتے ہیں کہ اگر وہ اپنے بیانات اور آراء کو صداقت پر مبنی سمجھتے ہیں تو ذرا جرأت سے کام لیں اور اپنا نام چھپانے کی کوشش نہ کریں یہ ہم سمجھ سکتا ہے کہ کسی مضمون نگار کا نام مضمون کے ساتھ شائع نہ ہو مگر مدیر اخبار کا اس سے آگاہ رہنا ضروری ہے۔

اسی قسم کی ایک تحریر ہمیں مگر گرنٹور شریف سے وصول ہوئی ہے جس کے مصنف (یا محرر) اتفاقاً تحریر کے ساتھ اپنا نام گمنام بھول گئے مگر ہمارے دفتر میں بعض لوگ اس تحریر کے خط کو پہچاننے کا دعویٰ کرتے ہیں اور دفتری ہے وہ بعض متفرق تحریرات کو پیش کرکے ایک مخصوص بزرگ کا نام تجویز کرتے ہیں۔

یہ تحریر نظام گزٹ پر تبصرہ ہے مگر پہلے عدد پر نہ جو شہرت عمومی تمام اخبار پر بلکہ صرف عدد (۱۴) پر ہم اس تبصرہ کو شوق سے شائع کرتے اگر صرف اس کا لہجہ ادب طرز بیان قدرے بلند ہوتا۔

ان تبصرہ نگار بزرگ کی بصیرت اتنی گہری ہے کہ ہمارے ایک نامہ نگار کے قول کے موجب الطاف نظام گزٹ میں ایسی ایسی چیزیں بھی دیکھ لیتے ہیں جو اس کے مصنف بھی ہم ایسی باتوں کے متعلق کچھ نہ کہنا نہیں چاہتے مگر ہمارا خیال سمجھ سے بالا تر ہے اور نہ ایسی رائیوں کے متعلق کچھ کہنا فائدہ بخش ہے جو مضامین پڑھے بغیر قائم کی گئی ہیں البتہ اس تبصرہ کا ایک رائے یہاں ضرور پیش کریں گے کہ اس سے ہمارے ناظرین کو تبصرہ نویس کی اس بصیرت کا اندازہ ہوجائے اور ساتھ ہی ایک ایسی غلط فہمی کا ازالہ ہوجائے جس کے اشاعت اخبار کے لئے مضر ہے۔

نظام گزٹ عدد (۱۴) میں مندرجہ اشتہارات کے متعلق یہ بزرگ لکھتے ہیں۔

"ابھی اخبار میں اشتہارات کی بھرمار نہیں ہوئی تین صفحے کے اشتہارات تو مالک اخبار کا کتب خانہ طبع کے ہیں آدھے صفحے میں امراض مزمنہ وخبیثہ کا ایک اشتہار ہے"۔

ہم اپنے تمام ناظرین سے استدعا کرتے ہیں کہ ان میں سے کوئی صاحب عدد (۱۴) میں مالک اخبار و کتب خانہ طبع کے تین صفحے کے اشتہارات دیکھ لیں اور خاص طور پر امراض مزمنہ وخبیثہ کے اشتہار کو ڈھونڈ نکالیں جس کا ذکر کرکے اس صاحب بصیرت نے کہا ہے۔ صرف عدد (۱۴) بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ کوئی صاحب نظام گزٹ میں ابتدا سے اب تک کسی عدد میں امراض مزمنہ وخبیثہ کا کوئی اشتہار نہیں دیکھا ہوگا بلکہ ہم تو یہاں تک کہنے تیار ہیں کہ اشتہار ایک طرف کسی اشتہار میں صرف یہ الفاظ بھی ڈھونڈ نکالیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اردو صحافت میں اس قسم کے اشتہارات کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے نظام گزٹ میں شروع ہی سے ایسے اشتہارات کو نامنظور کیا گیا اور ایسے اشتہارات کی محکمہ کثیر آمدنی کا نقصان گوارا کیا گیا بلکہ بعض اوقات وصول شدہ رقوم شرمندہ واپس کی گئی جس کی قدر کھلا کر کے "صاحب بصیرت" نے اس طرح کی۔

مذکورہ بالا بیان سے قارئین کو اندازہ ہوگا ہوگا کہ شبہ نویس نے تبصرہ کرتے وقت کتنی زحمت گوارا کی ہوگی بقیہ تمام رائیں اور اخبار اشتہارات بزرگانی نقادیں ہیں بالکل اسی قسم کے ہیں یہاں ہم اخبار اضافہ کریں گے بھی ایک عدد پیش کرتے ہیں جو بہت دلچسپ ہے بلکہ کچھ اہمیت بھی رکھتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

سلہ اخبار اداطاعون کی حیثیت بالکل جدا جدا ہے مگر یہ بزرگ سب کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔

"چوتھا سفر" علیبار کی اسلامی تاریخ ابوظفر ندوی نجیم سید شمس اللہ صاحب قادری شہید تلنگانہ کے قلم سے اور ان کی تقریر کے ساتھ شائع ہوا ہے نظام گزٹ نے ایک تقریر کی تنقیص یہ بھی کہا ہے کہ "اصل نے علیبار کی اس کامیاب تاریخ کے دو نسخے فراہم کئے ہیں" اسلام پر نظام گزٹ یا فی الحقیقت مضمون نگار نے اس مقام کا مطالعہ کیوں کیا جہاں سے ان کو یہ نادر و کمیاب تاریخ دستیاب ہوئی اہمیت تو یہ ہے کہ آج سے بیس صدی پہلے رسالہ محیط ماہواری میں علیبار اور اس کمیاب تاریخ کے متعلق کئی مضامین مولوی فاضل محمد تقی صاحب مرحوم کے شائع ہوچکے ہیں۔ علیبار کی قدیم و کمیاب تاریخ تحفۃ المجاہدین کا ترجمہ بھی منشی فاضل محمد عبدالسلام صاحب کئی سال قبل کرچکے ہیں جس کی مقتدر اشاعت ہونے والی ہے"۔

نہیں معلوم ان بزرگ کو کتاب کا مقام معلوم کرنے کے لئے اتنے پیچ کیوں ہے۔ آپ مانتے ہیں کہ نظام گزٹ کی تنقید مختصر تھی پھر اس مختصر تنقید میں صرف اس کتاب کا مقام بتا دینا کیوں ضروری ہے جب دلائل کتابوں کے حصول کا مقام بتایا جائے تو یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ ان کتابوں کا پتہ کس طرح چلا کہ کس شخص نے اس ظیم الشان دریافت میں حصہ لیا اور کس کس نے اس کے لئے صعوبتوں اور آفتوں کے پہاڑ کاٹے جس کے بدیہ دو "در مقصود" حاصل ہوئے اب یہ بات بالکل معمولی سمجھ کی ہے کہ جب اتنی متعلقہ باتیں کھولنی جائیں تو پھر وہ تنقید مختصر کیوں رہتی؟ ہمارے تبصرہ نویس کو انتا صبر کیوں نہیں کہ شمس اللہ قادری صاحب کی مرتبہ کتاب شائع ہوجاتی جس میں وہ مذکورہ بالا تمام تفصیلات مقدمہ یا تنبیہ یا تعارف میں دیکھ لیتے۔

پھر یہ بیس "جواصلیت" بتائی گئی ہے اس کا اس بگڑ کیا مسئلہ ہے۔ اگر مولوی محمد تقی صاحب نے اس کتاب کے متعلق مضامین لکھے تو کیا کسی دوسرے شخص کا اس پر قلم اٹھانا گناہ کبیرہ ہے

نہ صرف شمس اللہ قادری صاحب بلکہ مولوی سلیمان ندوی نے اب سے کوئی تین چار سال پہلے بھی اس موضوع پر "ہندوستان میں اشاعت اسلام" کے عنوان سے روشنی ڈالی اور حال ہی میں ابوظفر ندوی نے بھی علماء کے خطبہ صدارت میں بھی علیبار کی اسلامی تاریخ سے بحث کی ہے نیز ہیں تحفۃ المجاہدین کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

سلہ صرف یہ بیان کہ مرتبہ تاکید کی خاطر اپنے سے برتر شخصیت بیان کی ہے مقام تنبیہ کا اچھا نمونہ ہے۔

خطبات جامعہ مدراس

(مدراس یونیورسٹی لکچرز)

ہندوستان ازمنہ مختلفہ میں

از

از ڈاکٹر جادوناتھ سرکار ایم۔ اے پی ایچ ڈی نائب امیر جامعہ کلکتہ

مشہور مورخ جناب ڈاکٹر جادوناتھ سرکار نے جامعہ مدراس کی فرمائش پر ماہ مارچ میں مدراس میں مجھے خطبے دیے ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی تاریخی ثابت تلاش اور تحقیقات محتاج تعارف نہیں ہم ذیل میں خطبہ کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

ہم عموماً تاریخ ہند کو مختلف ادوار میں تقسیم کرکے اس طرح اس کا مطالعہ کرتے ہیں کہ گویا وہ دور ایک دوسرے سے بحیثیت ہندوستانی قوم کی ایک بڑی خصوصیت سے متاثر ہوئے علاقہ نہیں رکھتا جیسے کہ وہ آپ بند کمرے میں ہیں جن میں کوئی اور چیز داخل نہیں ہوسکتی۔ اس طرز کے مطالعہ کا ایک بڑا نقص یہ ہے کہ اس سے قومی زندگی بحیثیت کل نظر انداز ہو جاتی ہے اور ہم اس بات کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے کہ ہندوستان ایک زندہ اور پھلنے پھولنے والی قوم کا وطن ہے جس کے تمام زمانوں میں ایک تسلسل رہا ہے۔ ... یعنی اس قوم کی ہر نسل نے اپنے اسلاف کے متروکہ کو جائز طور پر استعمال کیا اس میں اصلاح کی اور ترقی دی۔

ہماری تاریخ کا کوئی ہر شناسا مطالعہ کرنے والا ہندوستانی قوم کی ایک بڑی خصوصیت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا وہ ان کی خصوصی اہلیت ہے جو ان کی مخصوص تہذیب اور مخصوص رواج میں نمایاں ہے کہ انکا رواج باوجود صدیوں کی بیرونی حکومت کے اب تک قائم ہے طارح قومی اور داخل ہے بیرونی حکومت کے زمانہ میں بھی اس میں شک نہیں کہ موجودہ ہندوستانی قوم مختلف عناصر سے مرکب ہے لیکن ان کے نسلی مخلوط عناصر کی اہلیت خواہ کچھ بھی رہی ہو آج وہ سب ایک عام ہندوستانیت رکھتے ہیں اور سب نے ایک عام دماغی ہیئت کے بنالئے اور عام روایات خیالات اور طرز ادب کے پیدا کرنے میں برابر حصہ لیا ہے حتیٰ کہ سر ہربرٹ رزلی نے ہندوستانیوں کے ایک تو ہم ہونے کے دعوی میں شبہ کرتے ہیں اس بات کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ "مذہب، رواج، زبان اور اجتماعی اور طبعی متعدد اختلافات کے باوجود ہندوستانیوں کے مطالعہ کرنے والے کو جب میں ڈال دیتے ہیں تب بھی انکی زندگی میں ہلچل سے لیکر اس کماری تک ایک غیر نمایاں یکسانیت موجود ہے" درحقیقت میں یہ ایک واقعہ ہے کہ ہندوستان میں ایک ہندوستانی کردار ایک عام ہندوستانی شخصیت موجود ہے جو کہ ہم اس کے عناصر ترکیبی میں تقسیم نہیں کرسکتے۔

اس منتشر کہ ہندوستانیت نے زمانہ کا مقابلہ کیا ملکی کشت وخون، انقلابات، مذہبی نحامستیوں اور قدرتی تباہیوں کے باوجود زندہ رہی اور اس کو زندہ رکھنے کی وہ اصلی قوت ہے جو ہماری سرزمین میں زبردست تبدیلیوں کے مقابلہ میں تقریباً تیس سال سے نمایاں رہی ہے۔

جو ہم سیاسی تبدیلیوں کو بیان کرنے والی کتابوں کو گزر کر تاریخ ہند کے طلسم گیری نظر ڈالتے ہیں جو ہم مختلف زبانوں میں ہندوستان کی ترقی پر غور کرتے ہیں تب ہمیں اس حقیقت کو آشنا ہونا ہے کہ ہندوستان کے تمام مدرسوں میں ایک چیز ایک ہی ہے اور ساری ہی ہم دیکھتے ہیں کہ ہم آج ہی جو چیز اپنے ماضی نے بنایا الہام دیکھتے ہیں کہ

اسلامیات پر سر مسلمانوں کے متعلق یہ "اصلیت" دکھائی گئی ہے وہ اس کو ہندوستانی کا جو چیز سمجھتے ہیں اور ہمارے ان تبدیلوں میں اسی اصلیت کو تلاش کرتے ہیں جو ہندوستانی کو تشخص کرتی ہے اس مختصر پیرا گراف پر ہم کچھ نہ کہا کہ اس موضوع پر مولوی فاضل محمد قریشی صاحب کے کئی مضامین رسالہ صحیفہ لاہور اری میں آج سے ربع صدی پہلے شائع ہو چکے ہیں اور تحفۃ المجاہدین کا ترجمہ بھی مولوی فاضل محمد عبدالسلام صاحب بھی کئی سال قبل کر چکے ہیں جس کی مستقبل شاعت ہونے والی ہے۔ مدراس یونیورسٹی کو چاہئے تھا کہ "مستقبل ہونے والی اشاعت" کا انتظام کرتے یا کم از کم صحیفہ لاہوراری" کی قدیم جلدیں ہی حیدرآباد سے منگوا کر پڑھا لیتی!

مولوی فاضل محمد قریشی صاحب کے مضامین توجہ شائع ہو چکے ہیں مگر نہیں معلوم ہوا ہے گمنام رہنے نے یہ راز کیونکر معلوم کیا کہ شمس فاضل محمد عبدالسلام صاحب تحفۃ المجاہدین کا ترجمہ کئی سال قبل کر چکے ہیں اور اس کی مستقبل شاعت ہونے والی ہے حیدرآباد کے علمی دایرہ سے ایک مدت تک واقف ہونے کے باوجود میں خود اس راز کا عرصہ تک نہ ہوا۔ کچھ ہی دن گزرے کہ ہاسے ایک کرم فرما نے صحیفہ رواں کے ایک پرچہ میں عبدالسلام صاحب کا ایک اشتہار دکھایا جس سے معلوم ہوا کہ عبدالسلام صاحب تاریخ طبیار کا ترجمہ شائع کرنے والے ہیں مگر اس اشتہار میں یہ نہیں بتایا ہے کہ وہ ترجمہ کس زبان سے کیا ہے۔ اس اشتہار میں عبدالسلام صاحب کا سرے سے ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ محض ان کا پبلیسٹی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ہم امید کرتے ہیں کہ شمس اللہ قادری صاحب بھی اس اشتہار کچھ روشنی ڈالیں گے جس کی ہمارے گمنام تبصرہ نویس نے شکایت کی ہے۔

خبر نویس صاحب کھادی چھپائی کے متعلق فرماتے ہیں "کھادی چھپائی بھی اگر سے صنعت ہے مگر ایک ملک سلیم کی کتابت اس سے بہتر ہونا چاہئے"۔

تبصرہ نویس صاحب کو غلط فہمی ہو گئی ہے کہ نظام گزٹ کی کتابت مالک سلیم خورکر کے ہے میں بالکل خلاف واقعہ ہے ہم اپنے یقین دلاتے ہیں کہ نظام گزٹ کی کتابت مالک سلیم سید عبدالقادر صاحب تاجر کتب ہیں کرتے ہیں ہم نظام گزٹ کی کتابت مالک سلیم عرصہ کچھ سید عبدالقادر صاحب کے تقرر سے پہلے ہی ہو گیا تھا کیا اس طرح کتابت کے لئے ضروری ہے کہ اس کی کتابت مالک سلیم ہی کرے اس طرح ایک اور نقرہ ہے۔

ایسی طرح جدید اصلاحات (اصطلاحات) کی بدعتی ہے بھروسی نامناسب نامانوس دل پسند ہے۔ اس فقرہ کی فصاحت و

ہیں اپنے زمانہ ماضی نے کیونکر نہایا جو آج ہم ایسے ہیں کہ پرہ قوم و ملت جس نے ہندوستان کو اپنا وطن بنایا، ہر وہ کتاب کا خاندان جس نے ہم پر کچھ مدت تک حکومت کی، ہر وہ کتب جو ہندوستان کے کسی ایک صوبہ میں انسان کے دل جگر میں رہا اپنے اثرات و آثار چھوڑے جو ہندوستان کے تمام صوبوں میں صدیوں تک جاری و ساری رہے حتیٰ کہ انکی ہیئت بدل گئی اور وہ ہندوستان کے مال متروکہ کے نہیں عام میں ہو گئے سلم زمانہ ماضی سے ہے آرہا تھا شامل ہو کر اپنی شناخت تک کھو بیٹھے اس کی مثال ایسی ہے کہ کھوکھا چھوٹے چھوٹے سوتگار مرلی کی پٹاری میں ہتھے ہاتھ دنگل جزایر کی بیتاب سمجھیے میں ان جانیں کھیا چکے اور بکواہل کے یہ جزیرے اتنی حادثی کی بربادی کے بعد اب شدت سے شدت کے طوفان سے بھی محفوظ ہیں۔

سوال کا یہ فرضیہ ہے کہ وہ واقعات گزشتہ کو فراموش نہ ہونے دے اور اس کو چاہیئے کہ وہ ان اخراجات کے ماضی کو دریافت کرے اور ان کا مناسب ادوار کے لحاظ سے تین کرے (یعنی قرائن سے یہ دریافت کرے کہ اس تحریک کی بنا کس عہد میں اور تقریباً کسی کے زمانہ میں ہوئی ہوگی) اور یہ بتائے کہ ان کا ارتعاد کے عہد پر کس طرح پڑا اور موجودہ ہندوستانی زندگی کا کونسا حصہ اور کونسا خیال ایسا ہے جو ہندوستان کی کسی قوم کا جد یہاں کسی زمانہ میں رہی تھی اس کا معیار علمیہ ہے۔

ہمارے موجود معلومات کے لحاظ سے اس مقام کی تحلیل مسایل ریاضہ کی طرح ٹھیک ٹھیک کرنے کی توقع نہیں ہو سکتی اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی اس طرح تفصیل کی جائے جیسا کہ کسی سند میں ہوتی ہے ہمیں اپنے ماضی کو اس طرح بیان کرنے کے لئے اعلیٰ درجہ کے تاریخی تخیل کی ضرورت ہے اور جہاں کہیں تخیل کی محرک قوت ہوتی ہے اس وقت شخصی رائے کا ظہور لازمی ہے جب صورت حال یہ ہو تو سہولت کے لئے ناممکن ہے کہ ایسی صورتوں کو ہم بالکل خارج بھی کر سکیں اگر ہم ہندوستان کی تاریخ کی درسی کتابوں کی سطح سے کچھ بھی بلند پروازی کریں تو اس صورت میں اس قسم کی پرواز مناسب ہے باوجود اس خطرہ کے کہ یہ کوشش اپنی نوعیت کے لحاظ سے نئے میدان اور وہ بھی مقررہ وقت میں کی جا رہی ہے اس لئے میری تجویز تقاریر حالیہ میں یہ ہے کہ اس میں ہندوستان کے اندرونی زندگی اور بیرونی ترقی کا ارتقا رجوع مختلف زمانوں میں اور پیشہ ملتوں میں بھی دنیا کے دیگر ممالک کی طرح جغرافی عنصر کا بہت گہرا حصہ ہندوستان اپنے مختلف صوبہ جات کے طبعی حالات کے اختلاف کے لحاظ سے ایک لگ نہیں بلکہ برعظم ہے۔ کہ وہ ہمالیہ کے ڈھلانوں اور وادیوں کو جو بالکل لمحدہ ہیں ہمارے بیان سے خارج کرنے کے بعد ہند ہندوستان خاص یا شمالی ہندوہ جاتا ہے جس میں غیر محدود ریگستان ہیں جہاں پانی کمی کچھ کمی نہیں یہی وجہ ہے کہ فوجوں کے ہمسائے کے رسالے ماہ اکتوبر کے

شروع ہونے والے خشک موسم میں ایک سرے سے دوسرے تک گزر سکتے ہیں اور شمالی ہند جو بڑی بڑی سلطنتوں کا ملا الحاظ ہے اس کی بھی یہی وجہ ہے ہر ایسی سلطنت اپنے اپنے عہد میں ہندوستان کے مختلف صوبوں پر حکمران تھی۔

امراء محمد اور فضلاء سے دربار پر رہے اس طرح ان سے ہندوستان کی تمام تہذیب و تمدن میں ترقی ہوئی ساحل مدراس یا مشرقی کرناٹک کی یہی حالت ہوئی حالانکہ رہی اگرچہ اس کا رقبہ کم ہے لیکن دکن خاص یا سطح مرتفع جنوب ہند قدرتاً چھوٹے چھوٹے ٹہلاع میں منقسم ہے جہاں مقامی اور سیاسی اختلافات ہر زمانہ میں خفیف سی تبدیلی کے بعد اسی طرح قایم رہے۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ دکن میں بے شمار ہلاستیں قایم ہوئیں اور ان کے ہمسایوں میں طبعی کشمکش قایم رہی اور کبھی یا دیگرے ان کو زوال ہوا۔

ہندوستان کی طرح یہ جنوبی ہند کا خطہ دوسرے ممالک پر اپنا اثر ڈالنے کی کوشش میں ناکام رہا برخلاف اس کے یہ ہندوستان یا کرناٹک کا سطح ہو گیا جب کبھی اس کی جغرافی مستعدگی کی بڑی سلطنت کے علم و اقتدار کی وجہ باقی نہیں رہی۔

غیر قوموں کا ہندوستان میں آکر بسنا

غیر قوموں کی کثیر تعداد شمالی مغربی دروں سے ہو کر ہندوستان میں داخل ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ ہندوستان کی شمالی مشرقی سرحد پر ایرانی اور افغان سے ہندوستان میں داخل ہونے کے لئے چند ہی راستے ہیں لیکن اس قطعہ کی شدید بارش جو سال بھر کے چار مہینوں میں ایک سو انچ سے زیادہ ہو جاتی ہے سڑک کو بیکار کر دیتی ہے اور گہرے دلدل میں اضافہ کرتی ہے جس سے آمد و شد کی راہیں چند ہی سال میں مسدود ہو جاتی ہیں (اور ان کی جگہ گھنے درخت نکل آتے ہیں) علاوہ ازیں ایشیا مرتفع متوسط حد مدقلہ بنی نوع انسان کا گہوارہ رہا ہے ہمارے شمال مغربی دروں سے (برعکس بخلاف اس کے جو پھین (جو نہایت آباد ترین ملک ہے) آسام کے شمال مشرقی گوشہ سے قدرتی ناممکن العبور دشواریوں کی وجہ سے منقطع ہو گیا ہے۔ شمال مشرقی راہوں سے جن غیر اقوام کی نسبت ہمیں معلوم ہے وہ بہ لحاظ تعداد کے قوت میں کم تھے۔

ان میں سے ایک قوم تبت کا خاندان تھا جس نے دسویں صدی عیسوی میں شمالی بنگال میں سلطنت قلیل عرصہ کے لیے قایم کی دوسرے برما کی سلطنت ہے جس نے سلہٹ[1] میں آسام کو فتح کیا جو نوسال کے بعد انگریزوں سے پسپا ہوا۔ مشرقی بنگال میں سنگھ لوگ جو کہ باشندوں کی بود و باش اب نہ جانتا ان کی تاریخ کا ایک گم شدہ باب ہے لیکن یہ واقعہ کئی صدیوں پر پھیلا ہوا ہے اور بھری بڑی مردوں کا مستقل کے ذریعہ رہا۔

انیسویں صدی کے ایک حصہ میں ہندوستانیوں میں غیر ممالک شمالی مغربی ملکوں سے ہزارہا لوگ آکر بس رہے ہیں بلکہ بہت سے مغربی سوداگر انیسویں کے لیے کے لئے فراخ مرکزی کو کام میں لاتے رہے۔ فنیشی۔ عرب۔ یہ ٹانی۔ رومی۔ ایرانی بھی دیر و ہندوستان کے مغربی بندرگاہوں سے تجارت کرتے رہے ہیں اور انہوں نے اپنی نوآبادیاں بھی قایم کی تھیں اسی تعلقات نے اس کناری پر سے مشرقی ساحل پر کاوبری اور کرشنا کے دہانوں تک راستے نکال لئے مدراس پر یسیڈنسی کے اسی علاقہ میں ان دہانوں کے دہانوں پر قدیم رومی سلطنت کے ملائی سکوں کے بڑے ذخیرے ٹھوکر نکالے گئے ہیں اور ساحل ملیبار پر قدیم آبادی کا ذکر زمین کی عربی تصنیف تحفۃ المجاہدین میں ہے جس کا رولینڈسن نے انگریزی میں اور پرفیسر ڈیوکو نے اس نام سے پرتگیزی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

Os Chatarradas ou Malabares no Malabar

ہم کو اس کا علم ہے کہ بعض ہندو راجاؤں نے یونانی سپاہی ذکر کر لئے تھے جیسا کہ اشوکا جو تیسری صدی عیسوی میں سندھیا اور نظام نے فرنسیسی فوجوں کو ملازم کر لیا تھا۔

عہد متوسط کے آخر اور ہمارے غیر محمد ظ مغربی ساحل میں پرتگیز آدا فل ہوئے اور ان کے بعد ڈچ اور انگریز اور فرانسیسی لیکن ہمارے مغربی ساحل غیر ریط[2] کی آبادیاں اس سے بھی پیشتر قایم ہوئیں چنانچہ جب پرتگیز ۱۵۰۰ء میں یہاں آئے تو انھوں نے عربوں کو ملیبار کے بندروں پر آباد پایا۔

سب سے پہلے پارسی سال بمبئی پر ۱۶۷۴ء میں داخل ہوئے جو اور گنگ کے بزنس کے دوفرقہ بھی باہر سے آئے ہوئے ہیں اگر انکی روایات و کتابات پر اعتماد کر کے ان کی اصلیت دریافت کی جائے اگر گجرات کی آبادی کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ پہلے وہاں کئی اقوام کے لوگ آباد تھے جو ہندو ہو گئے (یعنی بنگالی میں رہتے رہتے ہندوستانی بن گئے) تبتیہ کے منغلی اور ملیبار کے نسٹوریں عیسائیوں کے علاوہ عرب نوایط اور دکانکن کے بنی اسرائیل بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہندوستانیوں کی نوآبادی

مشرقی ساحل پر قدیم ہندوستانی بڑے الوالعزم رہے ہیں وہ جہاز رانی میں مشاق تھے انہوں نے نوآبادیاں قایم کیں تجارت کی غیر ممالک کو مذہب بنایا چنانچہ تاریخی عہد میں جاوا سلطنت کے جہازوں کا بڑا خلیج بنگالہ میں ہتا اور اس جاوا جاوا اول ۱۳۰۰ء نے ۱۴۰۰ء تک اللت چکی (ولیہ پرا) پر قبضہ کیا اور جاوا نگاران اور کمبوج پر بھی قابض ہو گیا ساحل ملاکا کے اکثر امراء شمال میں ہواری گنگا کے بعض ہار جزیرہ سماٹرا جاوہ بالی اور نیو کمبوڈیا اور سیام میں جا بسے اور نظام قایم کیں۔

(باقی آئندہ)

---

[1] بنگارا (دیناج پور) کے ۱۹۳۰ء کے ایک کتبہ (کمبوجن الفبا گوراچنی نا) سے اس کا پتہ لگتا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں میں

اعلیٰ مغربی تعلیم

(سلسلہ عدد ۲۲)

از مولوی حمید احمد صاحب انصاری بی اے۔ جسٹرار جامعہ عثمانیہ

فن موسیقی کو کسی زمانہ میں حضرات صوفیائے کرام کی سرپرستی کا شرف حاصل تھا اور اب بھی محفلات صوفیہ کی محفلوں کی رونق اسی سے ہے۔ مگر خیال کیجئے کہ شاہان اسلام کے زمانہ میں اس کے ماہروں کی کیا قدر تھی اور اب ان کی کیا حالت اور حیثیت ہے۔ ہندوستان میں اس فن کے ابھی بھی بعض ماہر موجود ہیں مگر اس کا دم واپسیں ہے اور عجب اندیشہ ہے کہ چند سال کے بعد مسلمان اہل فن سے خالی ہو جائیں گے ان ماہران فن کے قدردان ہندو رئیس ہیں اور یہ فن کب کا معدوم ہو گیا ہوتا جو موسیقی کو قوم کی خانگی اور اجتماعی زندگی میں جو دخل ہے وہ اب نظر سے اوجھل نہ ہوتا۔ تعلیم اور خصوصاً ابتدائی تعلیم سے بھی اس کے گہرا تعلق ہے۔ لندن میں یونیورسٹی کالج فار گرلز کے ایک اہم جلسہ میں حال میں یہ بحث ہوئی تھی کہ کالج کے طالبات کو فن میں اس فن کے کس درجہ مناسبت پیدا کرائی جائے۔

فن تعمیر میں مسلمانوں کو ناز اور بجا ناز ہے اس پر تفصیل سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ گو (Gout) سے ہسپانیہ تک ان کی شاندار عمارتیں موجود ہیں اور ان کے کمال کی شاہد ہیں لیکن اس وقت صرف اپنی موجودہ حالت سے سروکار ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ فن تعمیر کا تعلق سلطنت سے ہے اور جب سلطنت جاتی رہی تو وہ مواقع بھی جاتے رہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ سکونتی مکانات اور مذہبی عمارات کی تعمیر کا سلسلہ اب بھی جاری ہے مکان کے خوبصورت ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس پر زر کثیر صرف ہو، بلکہ ان کا انحصار بنانے والے کے ذوق سلیم اور موروثی فنی (Artistic) روایات پر ہے۔ قوی انحطاط کی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنی ہر بہتر سے بہتر فیروزی کی یاد ترین چیزوں سے بہتر معلوم ہوتی ہیں ہم اپنی فنی Artistic روایات بھول گئے اور دگرگونی سرپرستی تبرات کے انجنیروں کی بے ہنگم عمارتوں کا طرز ہم نے پسند کر لیا۔ سلطنت دہلی کے انتزاع کے بعد شمالی ہند میں مغلان اودھ کا دور دورہ ہوا۔ ان کے تعمیری نمونے کیا یہاں آصف الدولہ کے امام باڑے کا لداؤ پن قابل تعریف ہے مگر اس کے علاوہ شاہان اودھ کی کسی عمارت میں کوئی خاص تیری خوبی نہیں کیونکہ انہوں نے اسلامی روایات پس پشت ڈال کر ایک دوغلا یورپی طرز تعمیر اختیار کیا حالانکہ اگر ان میں ذوق سلیم ہوتا تو لکھنؤ کا کٹاؤ بھی بنانے والوں کی اولاد سے وہ کام لے سکتے جن میں فن تعمیر کی روایات موجود ہوں گی۔

علوم دینیہ سے موضوع سے خارج ہیں مگر اس عام تبصرہ میں ان کا ذکر ناگزیر ہے۔ مدارس دینیہ کی موجودہ حالت سے آپ واقف ہیں۔ جس طریقہ تعلیم کے وہ پابند ہیں، صدہا سال قبل اختیار کیا گیا تھا جس وقت یہ طریقہ مفید ہو۔ ان کے دروازے ہر قسم کی ترقیات کے لئے بند ہیں۔ حالانکہ ان امور کے متعلق علمائے سلف کو قوم کی رہنمائی کرنی ہے۔ پھر اور ہی ہیں اور ان کی کتابوں کے پڑھنے اور پڑھانے سے حل نہیں ہو سکتے ہمارے موجودگی حالت یہ ہے کہ مدارس دینی کی اصلاح کی طرف بہت کم توجہ ہے علمائے دین اگر اپنے کل نبض سے واقف ہوں تو اپنا اثر قوم پر ڈال کر اس کے حق میں آیۂ رحمت ہو سکتے ہیں۔ ایک دو مدارس دینیہ بعض اصلاح پسند علما کی تحریک سے بڑی مشکلوں سے قائم ہوئے۔ مگر رشید خیال اقبالی کے انتقال کے بعد پھر پرانی روش پر آگئے اور ان کے تعلیم یافتہ اشخاص میں اور قدیم مدارس کے علما میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں علوم جدیدہ سے نابلد ہیں۔ یورپ میں ارکان کلیسیا کا جو اثر اور وقار ہے محض ان کے علم و فضل کی وجہ سے ہے ورنہ ارتیاب اور لاادریت نے اس کا خاتمہ کر دیا ہوتا انگلستان میں علوم دینیہ کی پہلی ڈگری بی۔ ڈی ہے مگر آپ کو یہ شکر تعجب ہوگا آکسفورڈ، کیمبرج اور اسکاٹ لینڈ کی جامعات میں یہ ڈگری ایم۔ اے پاس کرنے یعنی علوم دنیوی میں فضیلت حاصل کرنے کے دو سال بعد ملتی ہے اسی لئے طالب دین ہمارے زمانہ میں اپنا اور اپنے مذہب کا اثر قائم نہیں کر سکتے ہیں۔ کلیسیائے ڈیکی (CATHOLIC CHURCH) کو اصلاح مذہبی اور نشاۃ جدیدہ کے پرآشوب زمانہ میں پروٹسٹنٹزم (PROTESTANTISM) کے سیلاب سے بچانے میں سب سے زیادہ حصہ SOCIATY OF JESUS کا ہے۔ اس جماعت کے ارکان کا تبحر علمی مشہور ہے اور اعلیٰ تعلیم کی اشاعت انہوں نے دنیا کے ہر گوشہ میں کی ہے چنانچہ ہندوستان میں بھی ان کے متعدد بڑے بڑے کالج موجود ہیں۔

اب صرف تین امور کا ذکر کرنا باقی ہے جس سے ہر ہر پہلو میں آپ بہ سہولت اندازہ لگا سکتے کہ مسلمانوں کی موجودہ حالت کس قدر پست ہے۔ اعلیٰ تعلیم میں پس ماندہ ہونے کی وجہ سے (۱) انہی کی ملازمتوں میں پیچھا رہ گئے ہیں جو آبادی اور ذہنی اہمیت کے لحاظ سے ہمیں ملنا چاہئے۔ (۲) قابلیں واضح اور آزمیں ہمیں ہمارے فائدے لیے نہیں ہیں۔ جس سے ہمیں خاطر خواہ نفع پہنچ رہے ہے (۳) ہمارے لڑکے اخبار پڑھنے کی حالت نہایت ابتر ہے اور انگریزی اخبار کافی تعداد میں نہیں لیتے۔

اعلیٰ سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کا کافی تعداد میں نہ ہونا صرف اس لئے ضروری نہیں ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ایک خاص تعداد کے لئے معزز روزیہ معاش نکل آئے۔ گو یہ بھی معاش کے زمانہ میں یہی ایک وجہ ہو سکتی ہے بلکہ اس وجہ سے

کہ اگر اعلیٰ حکام کے زمرہ میں ان کی تعداد کم ہوئی تو تنگ ہیں ان کا کوئی اثر نہ رہیگا اور جب اعلیٰ حکام کے طبقوں میں اس کا کوئی لحاظ نہ ہوگا تو جس کا جی چاہے ان پر حملہ آور ہوکر ظلم کرے گا۔ یہ ناجائز طریقہ حکومت کی جڑ بھی اس ملک میں مضبوط نہیں ہوئی ہے۔ اور عرصہ دراز تک صحیح حکومت جماعت حاکم کے ہاتھوں میں رہے گی اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس قانون میں داخل ہونے کے لئے جو فوائد ہیں ان سے پورا نفع اٹھائیں۔ ہندوستان کی موجودہ سیاسی حالت جس کی تہہ میں ہے گورنمنٹ کی جو وہ پالیسی کے مدنظر مسلمان آئی سی ایس کے مقابلہ کے امتحانوں میں اور ہندوستان اور لندن میں ہوتے ہیں بکثرت تعداد میں شریک ہوں اور کامیابی حاصل کریں۔ اس کمیشن کی تجاویز کے مکمل نفاذ پر ۲۰ فیصدی ہندوستان کے امتحان کے ذریعہ سول سروس میں لئے جائیں گے۔ ۸۰ فیصدی لندن کے امتحان کے ذریعہ سے اور ۲۰ فیصدی امتحانوں کو پراونشیل سروس سے ترقی دیکر بھرتی۔ افغانستان میں جو امتحان داخلہ ہوتا ہے اسکا دروازہ ہندوستانیوں کے لئے بند ہے اور ہندو جو دارالعلوم تعلیم پاتے ہیں اس رعایت سے بڑا نفع اٹھاتے ہیں۔ اس وقت آئی سی ایس کے افسروں کی مجموعی تعداد ۱۱۳۰ ہے جس میں ۶۵ مسلمان ۶۵ ہندو اور دیگر عناصر ہندی اور باقی انگریز ہیں۔ مگر مناسب باتیں نہ رہے گا اور گورنمنٹ کی حالیہ پالیسی کے لحاظ سے وہ زمانہ دور نہیں کہ ہندوستانیوں کی تعداد نصف سے زیادہ ہو جائیگی معمولی لسٹوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۳۲ء کے آغاز سے ۱۹۳۳ء کے آخر تک ہونے والے افسر سول سروس میں داخل ہوئے ہیں ان میں ۱۰ انگریزی ۱۰ مسلمان اور ۸ ہندو ہیں ہندوؤں کی تعداد بیشتر عیسائی اور پارسی بھی شامل ہیں اس سے ظاہر ہے کہ جتنے ہی سال میں آئی سی ایس میں ہندوؤں کی تعداد بہت خاص ہو جائے گی۔ انگلستان کے داخلہ کے امتحان میں مسلمان بہت کم کامیاب ہوئے ہیں۔ اور زیادہ تر ہندوستان کے امتحانوں کے نتائج پر کچھ رعایت سے لئے جاتے ہیں۔ گورنمنٹ آف انڈیا نے حال ہی میں سید حسن صاحب کی تحریک پر مسلمانوں کے ساتھ خاص رعایت کا وعدہ کیا ہے۔ مگر رعایتوں پر تکیہ کرنا زندگانی ہی سے ابعد ہے۔ آئی سی ایس میں مسلمانوں کی تعداد اس وقت صرف ۵۰ ہے۔ اگر ۱۰ انگریز ہر سال قائم رکھنا چاہتے ہیں تو اس سے کہیں زیادہ ہر سال ہونا چاہئے بھی تعلیمی پستی دوسرے سرشتوں میں بھی ہماری کمی تعداد کا باعث ہے۔ مثلاً انڈین فنانس ڈیپارٹمنٹ کے ۱۵۷ عہدیداروں میں صرف ۹ مسلمان ہیں۔ اس سرشتہ میں داخلہ امتحان کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ہندو وہاں سرشتہ میں کثرت سے ہیں۔ اور کئی ہندو اس وقت اکاؤنٹنٹ جنرل ہیں۔ سررشتہ زراعت میں ۶۵ انگریز ۳۱ ہندو اور صرف ۵ مسلمان ہیں۔ سررشتہ جنگلات میں ۱۸۹ انگریز ۶۰ ہندو اور ۸ مسلمان ہیں۔ انڈین ایجوکیشنل سروس میں ۲۱ انگریز ۱۸ ہندو اور ۱۷ مسلمان ہیں۔ ان سرشتہ طبابت میں سول سرجن اور ان کے ماتحت عہدہ دار ۲۹ انگریز ۶۰ ہندو اور صرف مسلمان ہیں۔ سررشتہ تعلیمات کی تعداد بہت کم ہے۔ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے ہندو ۲۰ کروڑ ۷۰ لاکھ مسلمان ۷ کروڑ ۷۰ لاکھ ہیں۔ ہندوستان کی آبادی کا ۲۳ فیصدی حصہ مسلمان ہیں۔ ان کی تعداد ہر سرشتہ میں ۲۳ فیصدی ہونی چاہئے۔ مگر اس سے صرف ہندو نفع اٹھا رہے ہیں مسلمانوں کو گورنمنٹ کی فیاضی سے کوئی نفع نہیں۔ اکثر سررشتوں میں اعلیٰ عہدوں کے لئے ایم اے او اور ایم ایس سی کی شرط عائد کی جارہی ہے۔ اس لئے جب تک کہ مسلمان اعلیٰ تعلیم کی طرف کما حقہ توجہ نہ کرینگے ان کے داخلہ کی امید نہیں کی جاسکتی

مجالس وضع قوانین میں انتخاب عدالتوں کی

بدولت مسلمان نمائندوں کی تعداد آبادی کے لحاظ سے کافی ہے اور اگر مسلمان ان میں اعلیٰ تعلیم اسی تجربہ کار اور ہر دل عزیز ہوں جیسے کہ ہندوؤں میں ہیں تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے مفاد اور حقوق کی بہبودی کا خیال ہوگا۔ مگر ان مجالس کی روداد دن کے دیکھنے سے مایوسی ہوتی ہے۔ ہمارے بہترین افراد سرکاری ملازمت کی وجہ سے مجالس مذکورہ میں شریک نہیں ہو سکتے اور پھر انکی تعداد بھی کم ہے۔ اس لئے ہمارے نمائندے اکثر جاہل یا غیر تعلیمیافتہ لوگ ہیں۔ جن کا مایہ ناز وصف یہ ہے کہ ان کے نام کے ساتھ انیمال سی مایم اے کا دم چھلا لگ جاتا ہے۔ برخلاف اس کے ہندوؤں کو دیکھئے کہ ان کے کیسے قابل افراد کونسلوں میں ہیں اور ہر مسئلہ پر کس قدر 'باخبری' 'لیاقت اور بے باکی کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔ ہمارے نمائندے اپنی کم مائگی کی وجہ سے 'تمام دن نہ گفتہ باشد و عیب و پرخش نہ شنود' کے اصول پر کاربند رہتے ہیں۔ غالباً ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو انگریزی مطلق نہیں جانتے اور رائے دیتے وقت یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ کس طرف رائے (ووٹ) دیں۔ مسلمانوں کو جمعیت مجرمی اپنے نمائندوں کی نااہلی سے جو نقصان پہنچتا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔

اب اپنے اخبارات کو لیجئے۔ اردو کے روزانہ اخبارات میں جنگ طرابلس کے زمانہ سے بہت کچھ اضافہ ہو گیا ہے۔ اور ان کی اشاعت خاصی ہے غالباً ہندوستان کی کسی زبان میں اتنے روزنامہ اخبار نہ ہونگے۔ کیونکہ اس کے ہر گوشہ میں اردو اخبار موجود ہیں۔ مگر ان کی حالت کیا ہے؟ کس حد تک قوم کو دنیا اور خصوصاً ہندوستان کے معاملات سے واقف رکھنے میں؟ کس حد تک اپنے ناظرین کو سلسلۂ زبر بحث کے صحیح رائے قائم کرنے میں مدد دیتے ہیں؟ کس حد تک ان کی رہنمائی اور ان کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں؟ آپ کا کون سا اخبار ہے جو ایسوسی ایٹڈ پریس (Associated Press) اور رائٹر (Reuter) کے تار روز پڑھ کر سناتا ہے؟ جو اعلیٰ تعلیم کی تقریروں پر ہوتی ہیں اس کا تاثر اور پریس نوٹ ان کے ساحت کے ترجمہ پر ایڈیٹر شائع کرتا ہے؟ جو خبریں اور ذی اثر شخصیتوں کے اخبارات اور رسالوں کے مضامین کے ترجمے کر کے اپنے ناظرین کی معلومات میں اضافہ کرتا ہے۔ شاید ہی ایک دو ایسے اخبار نکلیں گے جن میں یہ خصوصیات موجود ہوں ورنہ ایک دو اشعار اگر نہ مضامین کے علاوہ میں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اخباروں میں تبصرہ نہیں چھپتا۔ ہندوستان کے اہم سے اہم واقعات اس قابل خیال نہیں کئے جاتے کہ ایڈیٹر اپنے ناظرین ان پر خاصہ غور سوالی فرمائیں۔ کونسل کی رپورٹ حال ہی میں شائع ہوئی ہے کتنے اخبارات نے اس کا خلاصہ شائع کیا ہے۔ اور اس پر معقول بحث کی ہے۔ وہی ہے آپ ان کی حالت کا تخمینہ لگا سکتے ہیں۔ اردو کے اخباروں کی بیت خلاصت کی وجہ یہی ہے کہ تعلیمیافتہ طبقہ کے ہاتھوں میں نہیں ہیں۔ اور ان کے ایڈیٹر تعلیم یافتہ نہ ہونے کی وجہ سے عام معلومات سمجھ سکتے ہیں نہ خاص پر رائے زنی کر سکتے ہیں۔

اب رہے ہمارے انگریزی اخبارات ان کا بھی زیادہ وزن نہیں۔ مسلمانوں کا صرف ایک روزنامہ اخبار پنجاب سے نکلتا ہے گو اس کا سائز بڑا ہے مگر اس کا طرز تحریر جید ہفتہ وار اخبار سے بھی کمتر ہے۔ انگلش میڈیم کی بھی حالت میں ایک اچھا روزانہ انگریزی میں شائع ہوا ہے جو ہفتہ میں تین بار نکلتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ روزانہ ہو جائے۔ مدراس سے ایک جید سررشتہ کے مسلمان وکیل کی کوشش سے ایک انگلو نیشنل روزنامہ اخبار نکالنے کے لئے جمع کر رہے ہیں۔ خدا انہیں کامیاب کرے۔ ہندوؤں کے سرمایہ میں متعدد انگریزی جدید اخبار نکلے ہیں۔ ان میں سے اکثر کا طرز تحریر بہت اچھا ہے۔ ان میں سے بعض کا رجحان قومی ہو گیا ہے مگر یہ بھی ہندو ہی کی محض ظاہری ہے اور ان میں سے ہر ایک انگلو خاص طبقہ کے مفاد کا خیال رکھتا ہے۔ مسلمان کے اخباروں کا کوئی اثر نہیں اس لئے جو یہ اخبارات لکھتے ہیں وہی ہندو ضمیر کی آواز خیال کیجاتی ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمانوں کی جو حالت زار اور اس کے وجوہ و اسباب ناظرین کو معلوم ہیں۔ اسکے لحاظ سے ان کی اصلاح کی کوشش کی ہے۔ اس سے جو نقصانات ہیں اب تک پھر سکے ہیں اور آئندہ پھیلنے والے ہیں۔ ان کا آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی غیر ملکی مبصر ہندوستان کی موجودہ حالت پر نظر ڈالے تو وہ بھی خیال کریگا کہ ہندوستان کی نشأۃ جدیدہ اور علمی زندگی میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں کیوں کہ نہ تو اعلیٰ تعلیم میں انہوں نے کوئی نمایاں ترقی کی ہے نہ تصنیف تالیف میں اپنے کمال کا اظہار کیا ہے۔ نہ فنون لطیفہ سے انہیں لگاؤ ہے۔ ان میں کوئی علامہ شبلی نہ حکیم اجمل خاں نہ سر نجم الدین نہ سر محمد شفیع نہ سر فضل حسین نہ سر ذوالفقار احمد۔

جس قوم کی تعداد ساٹھ کروڑ ہو اس کا تو ذکر ہی کیا ہے
مگر جس قوم کی تعداد صرف ساڑھے تین کروڑ ہو اور
جو ہندوستان کی آبادی کا ساتواں حصہ ہو اس کے لئے
دنیا کے سرمایہ دار اور تعلیم یافتہ لوگ ہمیشہ سے
کوشش کرتے رہے ہیں کہ اس کو ذلیل و خوار کریں
اگر حضرت عیسیٰ دنیا میں پھر تشریف لائیں تو ان
کی مظلومانہ زندگی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ
فرماتے ہیں کہ دنیا لومڑیوں کے بھٹ رکھتی ہے
مگر مسلمان اس بے گھر و بے یار و مددگار
کی طرح ہے

آں کہ دایم ہمچوں عنقا ناں ہمیدہ نام او
کاش کے آبادہ از بود و نبودے کردہ

اب صرف یہ رہ گئے تعلیم کی بہبودی کرنا اپنے
اعلیٰ تعلیم میں ہماری قوم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے
اور اس کا علاج کیا ہے۔ افسوس ہے کہ ان دونوں امور
متعلق بات چیت و غور و خوض میں کوئی خاص بات پیش نہیں کر سکتا
جن اصحاب نے اس مسئلہ پر غور کیا ہے ان کا خیال بھی
مواقع ترقی میں ہمارے خلاف ہے۔ ہم ہیں کہ
سے میری تشفی نہیں ہوتی کہ میں کہتا ہوں کہ
اکثر ہندو طلباء اعلیٰ و ادنیٰ درجوں کے اعلیٰ
تعلیم کے حصول میں کامیاب ہوتے ہیں اور ان کی کوششیں
بار آور ہوتی ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ ہندو طلباء اعلیٰ
تعلیم کی منازل طے کرتے ہیں وہ دولت مند ہندوؤں کے
افراد ہی نہیں ہوتے بلکہ اکثر متوسط کے اور نگر و بہار
کے ہوتے ہیں جن کی مالی حالت قابل اطمینان نہیں
دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اعلیٰ تعلیم کی طرف
مسلمانوں نے بہت دیر میں توجہ کی مگر پھر بھی اعلیٰ
تعلیم کا سلسلہ ہندوستان میں قریب ایک سو سال پہلے
یورپین استادوں کے قیام کے بعد قبل سے جاری ہے۔
سید احمد خاں علیہ الرحمۃ کی جو شب و روز کی جانفشانی
کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ عرصہ اس قدر طویل ہے کہ کوئی عذر
کے قبول کرنے کے اسباب نہ ہونے۔ تو کیوں نہ کہا جائے کہ مسلمان
اب تک ہندوؤں کے دوش بدوش ہو گئے تھے۔
ایک صاحب کا یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کو اپنی
پاس کرنے کے بعد اچھی نوکریاں مل جاتی ہیں۔ اس لئے
وہ اپنی تعلیم جاری رکھنا بہت خیال کرتے ہیں برخلاف
اس کے ہندو اعلیٰ تعلیم جاری رکھتے ہیں اور ایسا
پاس کرنے کے بعد ان میں علم کا شوق پیدا ہو جاتا ہے
اور پھر وہ مدت العمر علمی مشاغل میں مصروف رہتے
ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ میں اس رائے سے کلی اتفاق
نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ نوکریوں کی تعداد بہت کم ہے
اور مسلمان امیدواروں کی تعداد دستار بندی سے
کچھ کم نہیں۔ سب دربدر آبلہ پھرتے ہیں مگر بے
دستگیری کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت بدتر ہے۔
میری ذاتی رائے یہ ہے کہ من حیث القوم مسلمانوں
میں علم کا شوق بہت کم ہو گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ
اعلیٰ تعلیم میں ہندوستان کی دوسری قوموں سے

وہ بہت پیچھے ہیں اس بدقسمتی کے اسباب وہی ہیں جو
مسلمانوں کے تمام انحطاط اور زوال کے ہیں میں
پھیر تشریح کرنا اس وقت بے سود ہے۔
اب رہا علاج، اخباروں میں آپ نے
دواؤں کے مشتہار دیکھے ہوں گے۔ ہر دوا کے جوب
سرٹیفکیٹ اور تعریف کے پلندے ہوتے ہیں جو علاج تجویز
کرو گے۔ وہی تم کو ہوگا۔ مگر آپ کے اخلاق کہاں
سے پیدا ہوں گے۔ آپ نہ صرف اسے سننا گوارا کریں گے
بلکہ اس پر عمل بھی کریں گے۔ ہمارا مرض مزمن ہو گیا ہے
اس لئے ذو قسم کے علاج کی ضرورت ہے۔ پہلا علاج
اصلاحی ہونا چاہیے جسم میں جو کمزوریاں اور
خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں بالکلیہ دور ہوں اور دوسرا
دینی اور اخلاقی ہونا چاہیے مرض کے تمام مخالفات کے
لوازمہ سے بچاؤ۔ اصل مرض یہ ہے کہ ہم اسلام سے کوسوں
دور پڑ گئے ہیں۔ اور ہماری علمی اور اتباعی زوال اور
اخلاقی اور معاشی کمزوریوں اور دیگر گوناگوں تعدنی
امراض کا یہی علاج ہے کہ ہم اسلام کا دامن کس کر پھر
پکڑیں۔ دنیا جب ہمیں ضائع شدہ اور فلسفیوں کی
کیوں اس سے تنگ آ کر بھی تو اسلام ہی سے ہمیں
صراط مستقیم کی ہدایت ملے گی اور تبھی کہ انسان اپنی حقیقی
وقعت کو پہچانے اور اسے کسی طرح زندگی بسر کرنی
چاہیئے کہ دنیا میں سرخرو دل اور اس کے لئے دارین
ابدی حیات حاصل ہو۔ اسلام نہ بڑا فلسفہ ہے، اور نہ ہر
فرد میں کی طرح خفا کا مخلص مجموعہ ہے۔ بلکہ الحقیقت
ایک طریق زندگی ہے جیسے وہ مرتب کرتا ہے تمام عالم
سے نبرد آزما ہے جس میں ہر اس اور اعتقاد شامل ہیں
کا تکمیل مقصود ہے مسلمان کی زندگی کا مدعا ہی ہونا چاہیئے
کہ وہ اسی لیے بایں مشاغل ترقی پر چلے اور ہر مرحلہ پر
یا آخر نہ پہنچے کہ پیچھے ہٹنے کی یا پیش
ہو ورنہ جمود اور سیدھی راہ سے ہٹنے کی یا پیش
میں اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو از منہ ماضیہ کی
رحمت پسند قوموں کا ہوا۔ یعنی جن پر غضب الٰہی
نازل ہوا۔ اسلام نے ہمیں ترقی کی راہ دکھائی
اور اگر ہم اس راہ پر چلتے تو ہماری یہ حالت زار
نہ ہوتی مگر ابھی وقت نہیں گیا ہے اور ہماری
ایسی نہیں ہے کہ بالکل لاعلاج ہو خصوصاً جب کہ
تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس ہو۔
ہمارا فرض ہے کہ ہم اسلام کی روشنی میں دیکھیں۔
کہ ہمارے موجودہ تنزل کے نقائص کیا ہیں اور ہمارے
کے اعلیٰ مصلحین نے کس جدوجہد کی ہے اور ان
نقائص کے رفع کرنے کیلئے اسلام کیا ہدایت کرتا ہے
یہ نقائص بہت سے ایسے ہیں جنہیں ہم بدقسمتی
سے اپنے مذہب یا قرآن کا جزو خیال کرتے ہیں
حالانکہ ان دونوں سے انہیں کوئی سروکار نہیں
بلکہ ہمارے غیر اسلامی ماحول سے پیدا ہوتے ہیں

دور حالی تعلیم سے قطع نظر جس پر بحث کرنا علمائے
دین کا منصب ہے، اسلام ہر امر خیر، اخوت اور
مساوات کیساتھ غیرت حمیت اور شجاعت کی
تعلیم دیتا ہے۔ ہماری قوم میں اس وقت ایک
قسم کی کمزور کیت ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ
اخوت اور مساوات کے اصول سے نابلد ہو گئے
ہیں۔ ہم میں خودداری بھی باقی نہیں جو حریت
اور غیرت کی معرف ہے۔ اسی لئے ہمیں اپنی
ذلت و خواری کی کوئی پروا نہیں۔ بزرگان قوم
کو غور کرنا چاہیئے کہ خصائل اسلامی کے احیاء
کے لئے کیا تدبیر عمل میں لائی جا سکتی ہیں
دعا کیجئے کہ خدائے عزوجل اپنے رحم و کرم سے
"ہم دینزشینوں کو مسلمان کردے لے"
اب رہا وقتی اور مقامی علاج۔ اس
کے قبل میں عرض کر چکا ہوں کہ سرسید نے تعلیم
ان صیغوں میں سے ہے جو ذرا اور کانسلوں
کے تحت میں آ گئے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو
اپنے مفاد سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔ گورنمنٹ
کو اب تعلیمی معاملات میں بہت کم دخل ہے اور
اور ہم یہ امید نہیں کر سکتے کہ اسے ہمارے نفع
یا نقصان کا زیادہ خیال ہوگا اس لئے ہمیں خود
کوشش کرنی چاہیئے اور اپنے مفاد کی حفاظت
کرنی چاہیئے۔ سید احمد خاں علیہ الرحمۃ کی ساعی جمیلہ
کی بدولت اس وقت دو ادارات ہمارے اختیار
میں ہیں جن سے اگر سرگرمی اور استقلال کے
ساتھ کام لیا جائے تو ممکن ہے کہ تعلیم کے مرحلہ میں
ہم بہتری کر سکیں۔ میری مراد آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اور مسلم یونیورسٹی علیگڑھ سے ہے
کانفرنس سے اکثر اصحاب بدظن ہیں۔ اور آپ
کا بھی یہی خیال ہے کہ اسے مسلمانوں کی
ذلت کا ایک ذریعہ کھیل قرار دیا ہے۔ میرا جواب
یہ ہے کہ گاہ کانفرنس کے علاوہ مسلمانوں کا کوئی اور
تعلیمی نظام ہے جس سے اس مقصد کے لئے کام
لیا جا سکے۔ اس مجلس نے اگر کچھ نہیں کیا تو کم
از کم اپنے جلسوں اور مطبوعات سے مسلمانوں
کو اپنی تعلیمی حالت اور ضروریات سے واقف
رکھا ہے۔ اگر اس میں کارکردگی کا مادہ نہیں
ہے تو یہ قصور ہم مسلمانوں کا ہے کہ ہم نے کبھی
حقہ تائید و امداد قدم نہیں کی۔ کانفرنس کے مقاصد
پر کوئی اعتراض عاید نہیں ہو سکتا۔ اگر اس کے
نظام کی اصلاح ہو سکے اور اس میں اور اس کے
جلسوں اور اضلاع کی شاخوں میں نئی روح پھونکی
جائے اور انہیں قابل کارخانہ بنایا جائے جس کی
شدید ضرورت ہے تو ممکن ہے کہ تعلیم کا مسئلہ
حل ہو سکے۔ کانفرنس اور وقت مخلص ایک

جسد بے جان ہے اور اسکا نظام محض کاغذ پر ہے جن مسلمانوں میں قوم کا درد ہے ان کا فرض ہے کہ اپنی حمایت و تائید سے کانفرنس کو سعید زندہ رکھیں۔ اس کے لئے ایثار کی ضرورت ہے، مگر دقت یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص دوسرے سے ایثار کی امید کرتا ہے اور خود قوم کے لئے کسی قسم کا نقصان برداشت کرنا گوارا نہیں کرتا یہ بھی ہمارے ضعف ایمان کا نتیجہ ہے ہم اخوت کا سبق بھول گئے ہیں۔

کانفرنس کے احیا کے لئے ضرورت ایسے اشخاص کی ضرورت ہے جو اعلےٰ تعلیم یافتہ ہوں، تعلیمی معاملات سے پوری واقفیت اور اعلیٰ پیمانہ پر تنظیمی قابلیت رکھتے ہوں۔ اس قسم کے اشخاص گورنمنٹ کی مسلک ملازمت میں مل سکتے ہیں جنہوں نے انتظامی تجربہ حاصل کیا ہے اور اپنی آئندہ ترقی کی امیدوں سے دست کش ہوکر اپنے باقی ماندہ ایام قوم کی خدمت میں صرف کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کانفرنس کی حیثیت دہلی ایک (BUREAU) (دفتر) کی ہونی چاہیے جو ہر صوبہ اور تعلیم کے ہر شعبہ کے متعلق مزید معلومات بہم پہنچائے اور مسلمان ہر شعبہ کی تعلیم میں پیچھے ہوں اس کی اصلاح کیلئے تمام تنکی ذرائع سے کام لے۔ کانفرنس کے مرکزی دفتر کی اصلاح کے بعد صوبجاتی شاخوں کی اصلاح عمل میں آسکتی ہے اور اگر ان کی حقیقی اصلاح ہوجائے اور انکا نظام درست ہوجائے تو آئندہ تعلیمی ترقی کے متعلق ہمیں بعد الاطمینان ہوسکتا ہے۔ کیونکہ تعلیم کا تعلق اب ہندوستان کی مرکزی حکومت سے نہیں ہے بلکہ حکومتہائے صوبجات سے ہے۔ اس کے بعد اطلاع کی شاخیں ہوں گی جو ہر ضلع کی تعلیمی حالت کے متعلق مجلس صوبہ کو توجہ کرتی رہیں۔ مگر اس نظام کی کامیابی کے لئے کام کرنے والوں کی ضرورت ہے اگر ایک سو مسلمان ہندوستان میں ایسے مکمل آدمی جو یلور "خدام الاسلام" اپنی زندگی مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لئے وقف کردیں تو کامیابی کی قطعی امید ہوسکتی ہے۔ جہالت کا دور کرنا جہاد اکبر ہے۔ کتنے مسلمان ہیں جو اس کار خیر میں شریک ہوں گے۔ میرٹ گرچھے کے خدام نہیں اور دکن انجمن سوسائٹی کی زیر شاخیں موجود ہیں جو ہمارے لئے چراغ ہدایت بن سکتی ہیں۔ انکے لائق و فائق ارکان مختصر گزاروں پر ملک اور قوم کی خدمت کر رہے ہیں۔ کیا اسلام ایثار نہیں سکھاتا یا ہم مسلمان نہیں ہیں؟

مضمون طویل ہوتا جاتا ہے اس لئے اب میں صرف اس امر پر بحث کروں گا کہ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے ذریعہ سے حقیقی اعلیٰ تعلیم میں کس طرح ترقی ہوسکتی ہے اور ذوق علمی اور تحقیقات

اس وقت تک علیگڑھ کالج العین نہایت پست ہے یعنی اس کے حامی اسے گریجویٹ بنانے کا ایک کارخانہ خیال کرتے ہیں۔ اور انہیں تدریس ہی کا مطلب کی تعداد بڑھتے بڑھتے بورڈنگ ہاؤس اور سکونت روم بنیں۔ تعلیم کس قسم کی ہوتی ہے اسکی کسی کو چنداں نہیں۔ یونیورسٹی کا صرف یہ منشا نہیں ہے کہ طالب علموں کو ڈگریاں بانٹ کر سند دیدے بلکہ اسکا فرض یہ ہے کہ ملک کی تمام علمی اور سائنٹفک تحریکوں میں حصہ لے اور علم کی حدود کو وسعت دینے میں معاون ہو ہندوستان میں اس وقت متعدد علمی تحریکیں ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ علیگڑھ کی دیواروں تک ان کی لہریں نہیں پہنچیں۔ علیگڑھ میں ایم اے کے طالب علموں کی تعداد کافی ہے یعنی صرف ایک سال میں ۱۰۰ مسلمانوں نے ایم اے کی ڈگری لی ہے جو ایک حد تک قابل اطمینان ہے مگر ریسرچ کے لئے جہانتک مجھے علم ہے کوئی انتظام نہیں ہوا ہے۔ اور اساتذہ نے کبھی اس میں بیش قدمی نہیں کی ہے۔ کسی یونیورسٹی کی وقعت اب شاندار عمارتوں طلبہ کی تعداد اساتذہ کی پوری میں ڈگریوں پر نہیں ہے بلکہ اساتذہ اور اور فہمی طلبہ کی علمی تحقیقات اور ان کے مطبوعات پر ہے۔ فرض کیجئے کہ علیگڑھ کا کوئی طالب علم جرمنی کی کسی یونیورسٹی میں بغرض تعلیم جائے اور وہاں کوئی پروفیسر اس سے پوچھے کہ تمہاری یونیورسٹی میں کیا علمی کام ہورہا ہے تو شرمندہ ہوکر سر جھکا لینے کے سوا کوئی جواب نہ دے سکیگا علمی ماحول پیدا کرنے کے لئے اچھے اساتذہ کی ضرورت نہیں جنکا بائے ناز یورپ کی کسی یونیورسٹی کی ڈگری ہو بلکہ ایسے اساتذہ کی ضرورت ہے جن کا علمی پایہ بلند ہو اور جنہوں نے خود کوئی علمی کام کیا ہو اور ریسرچ کرنے والے طلبہ کی ہدایت کرسکتے ہوں۔

صوبہ جات متحدہ میں یہ شکایت عام ہے کہ اس صوبہ کی یونیورسٹیاں باہمی رقابت سے اپنی ڈگریاں سستی کر رہی ہیں۔ دوسری یونیورسٹیوں پر اس تسہل کا اثر ہو رہا ہے اور وہ اپنے اشاف میں قابل اور فاضل لوگوں کو جگہ دے رہی ہیں مگر علیگڑھ کو غالباً مالی مشکلات کے سبب سے اس کا اب تک موقعہ نہیں ملا ہے یہ بھی ممکن ہے کہ قحط الرجال کی وجہ سے فاضل مسلمان پروفیسر نہ مل سکتے ہوں اور یہ یونیورسٹی کم تر درجہ کے مسلمان پروفیسروں کو رکھنے پر مجبور ہو مگر یہ اصول اچھا نہیں اور آئندہ علیگڑھ کی ترقی کا باعث ہوگا۔ متاع نیک

جو بہترین پروفیسر ہو اسی کا انتخاب کیا جائے المنتخب الممتاز کر لیا جائے گروہ تدریس میں طلبہ کے مساوی عمل نہ کرے گا

علی گڑھ کے کتب خانہ اور معملوں (LABORATORIES) کی حالت بھی ریسرچ کی کمی کی وجہ سے ابھی نہیں اور جدید کتابوں اور سائنس کے آلات پر کافی روپیہ خرچ نہیں ہوتا علی سائنس کی تعلیم کے لئے روپیہ جمع کرنیکی فکر ہورہی ہے۔ خدا کا سیال عطا کرے۔ مختلف صیغہ جات ملازمت کے سالانہ مسابقتی (COMPETITIVE) امتحانوں کے لئے طلبہ تیار کرنے کا بھی کافی انتظام ہونا چاہئے ریسرچ کے لئے ہونہار طلبہ کو تربیتی وظائف دینا ضروری ہے اور امید ہے کہ یونیورسٹی اسکا ضرور انتظام کرے گی۔

علیگڈھ کے ساتھ ساتھ میرا فرض ہے کہ میں جامعہ عثمانیہ کا بھی ذکر کردوں جس سے میں نے کبھی اسوقت تک اس لئے نہیں کی ہے کہ میرے مضمون کا زیادہ تعلق ہندوستان اڈیا کے حالات سے ہے جامعہ عثمانیہ اہل دکن کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے جس کے لئے وہ اپنے شاہ معارف نواز دامت سلطنتہ کا جس قدر شکر کریں کم ہے مگر حضرت سریر آرائے دکن کا خواں کرم صرف اہل دکن کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہندوستان اڈیا کے مسلمان بھی زلہ ربا ہوسکتے ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کی ابھی ابتدائی حالت ہے مگر زبان اردو میں اس نے علمی کتب کا سرمایہ جمع کردیا ہے۔ اور جمع کر رہی ہے اور اس زبان کے ذریعہ سے ہر فن اور علم کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے درامل یہ ایک دور جدید کا آغاز ہے اور شاہ جدید کا پیش خیمہ ہے اس کی ملک گیر سے اردو داں ہندوستان کے خیالات میں رنگ انقلاب ہورہا ہے جو ان کی دماغی اور تمدنی ترقی کا باعث ہوگا۔ جامعہ عثمانیہ کی تعلیم اسکی چار دیواری تک محدود نہیں ہے بلکہ اپنے علمی کام کے ذریعہ سے اردو بولنے والوں میں اعلیٰ تعلیم کی اشاعت کر رہی ہے۔ ہندوستان میں غالباً یہ پہلی (University Extension Movement) ہے اور بہ لحاظ وسعت اثر بھی کارگر ہوسکتی ہے۔ میں یہ عرض کرچکا ہوں کہ جامعہ کا ابھی یہ ابتدائی زمانہ ہے اور اس لئے اساتذہ ابھی تک تراجم اور درسی تعلیم میں منہمک ہیں مگر یہ حالت ہمیشہ قائم نہ رہیگی۔ جب علمی تعلیم یافتہ اشخاص کی تعداد ملک میں بڑھ جائیگی

علمی تحقیقات کیلئے خود کو مطالبہ ہوگا۔ جامعہ کے اہم کام شعبہ تاریخ میں طلبہ کیلئے ایک مقالہ کا پیش کرنا لازم کردیا گیا ہے جو زبانی تحقیقات پر مبنی ہو۔ اس سے خاطر خواہ تاریخ پیدا ہوں گے۔ جدید آباد اسلامی تاریخ اور علوم دینی اور عقلی کی تحقیق کا مرکز تمام ہندوستان کے لئے بن سکتا ہے جس کیلئے یہاں مواقع بہت اچھے ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے اور کتبخانۂ آصفیہ میں کتابوں کا معقول ذخیرہ ہے جن سے کم از کم تاریخی تحقیقات کا کام شروع ہوسکتا ہے قلمی کتابیں باوجود یورپ کی دسترس کے اب بھی بہت موجود ہیں۔ جامعہ ان کی طباعت کا کام اپنے ذمہ لے سکتی ہے۔ اگر جامعہ عثمانیہ میں علوم اسلامی اور سائنس کی تحقیقات کا سلسلہ ہمارے سکالر فیوض آثار کی فیاضی سے جاری ہوجائے تو ممالک عربیہ کے باہر کے طلبہ کو بھی ان سہولتوں سے مستفید ہونے کا موقع ملیگا اور علم سے بدنیتی کا جو دھبہ ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ پر ہے، ممکن ہے کہ مٹ جائے جامعہ عثمانیہ میں جید فاضل جلیل القدر اساتذہ کے تقرر کی ضرورت ہے تبھی علمی دنیا میں روح حاصل ہوا ور نہ ہمارے طلبہ کو ریسرچ کے ڈگریوں سے آشنا کرسکیں اور ان میں ذوق علمی پیدا کرسکیں۔ ان پروفیسروں کی تنخواہوں اور ریسرچ کرنے والے طلبہ کے لئے ترغیبی وظائف کے لئے روپیہ کی ضرورت ہوگی مگر سرکار ابد قرار کے چشم کرم سے قوی امید ہے کہ جامعہ کی شدید ضرورت پوری کردی جائیگی۔

اتنے وسیع خیالی کے بعد مجھے اب صرف یہ عرض کرنا ہے کہ تعلیم کی طرف ہماری توجہ ہی کا بڑا سبب یہ ہے کہ گذشتہ چند سالوں میں ہم ایسے مباحث میں پڑ گئے جن سے ہمیں اپنے مادی مفاد کے لحاظ سے بالکل دور رہنا چاہئے تھا۔ اس زمانہ میں ہماری قوم پر ایک عجیب ہیجان کا عالم طاری تھا جس نے ہمیں اپنے نفع و نقصان کی طرف سے بالکل اندھا کردیا۔ ہم نے اپنی قوت اپنی سرگرمی اور اپنا روپیہ ایسے مقاصد پر صرف کردیا جس سے ہمیں سوا نقصان نہیں ہوا بلکہ جس سنبھلنے کیلئے ایک عرصہ دراز لگے گا۔ ہر گھاؤں کو جوانی نقصان اس زمانہ میں پہنچا اس کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ مگر بعض مابعد آئندہ قومی کے لئے ہمیں اس وقت سکون قلب اور دماغی یکسوئی کی ضرورت ہے۔ ہماری ترقی میں اگر کوئی شے حائل ہے تو ہم خود ہیں۔ ہم میں احساس مناسب نہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ تمام جزوی امور کی طرف سے قطع نظر کرکے اعلیٰ تعلیم کی اشاعت پر اپنا زور قوت اور روپیہ صرف کریں۔ ہم اکثر بیرونی ممالک کو اپنی گاڑی کمائی کا روپیہ بھیجتے ہیں حالانکہ خیرات ذوی القربیٰ یعنی اپنے ہم وطنوں سے شروع ہونی چاہیئے۔ دوسرے اسلامی ممالک بھی اسی اصول پر کاربند ہیں۔ ہندوستان میں محلہ پڑے۔ طوفان آئے طاعون نے نرغے کئے مگر کسی دوسرے ملک کے مسلمان بھائیوں نے ہماری دستگیری نہیں کی۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اس کا ملال خیال نہیں کرتے اور اپنا روپیہ دوسروں کے لئے صرف کرتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے مدرسوں اور کالجوں کے لئے اس کی سخت ضرورت ہے۔ اگر کل کوئی فتنہ کھڑے ہوں اور فرمائیں کہ وسطایشیا کے مسلمانوں کو گرمی کی شدت سے روفہ رکھنے میں تکلیف ہوتی ہے اور شریک کریں کہ وہاں کی جھیلوں اور ندیوں سے بجلی قوت لیکر جھکھوں اور برف کا انتظام کیا جائے، نہایت سے سادہ لوح ہندوستانی مسلمان چندہ دینے کے لئے آمادہ ہوجائیں گے حالانکہ جہاں کے ملک میں لاکھوں مسلمانوں کو افطار کے لئے سوکھی روٹی بھی نہیں ملتی ہمارا فرض اس وقت یہ ہے کہ اپنی دقتوں پر غور کریں اور اپنی ترقی کے لئے نئی راہیں نکالیں۔

ہندوستان میں جب تک اعلیٰ تعلیم کی اشاعت کے منصوبے ہورہے تھے اور یونیورسٹیوں کی داغ بیل پڑ رہی تھی، مدارس یونیورسٹی کے بانیوں نے ۱۹۱۷ء میں لارڈ ہارڈنگ (Lord Hardinge of Penshurst) گورنر جنرل مدراس کی خدمت میں ایک محضر پیش کیا تھا جس کے جواب میں لارڈ مذکور نے جو خیالات ذیل ظاہر کئے تھے وہ اسوقت بالکل ہمارے حسب حال ہیں اور اپنی میں یہ مضمون ختم کرتا ہوں۔

"یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر سال تعلیمی باغ غرض سے ایک رقم معین کردی جائے۔ صرف کالجوں کی عمارتیں، اسکولوں اور کالج فائم کرسکتی ہیں اور نوجوانوں کو ان درسگاہوں میں داخل ہونیکی ترغیب تا حد امکان دے سکتی ہیں لیکن اگر اس ملک کے باشندوں میں حقیقی تعلیم کی اہمیت کا احساس نہیں ہے اور حقیقی تعلیم سے میری مراد ابتدائی تعلیم سے نہیں ہے بلکہ اس دماغی بیداری اور تہذیب سے ہے جو کہ اعلیٰ تعلیمی کا زینہ ہے تو ملک تعلیم کیلئے سہولتیں بہم پہنچانا بالکل بے سود ہے سیاسی مسامات کا اعلان کرنا اگر فعل عبث ہے اور سیاسی اقتدار میں اہل ہند کی شرکت کی تائید کرنا محض لقلقیع اوقات ہے۔"

واقعات الصدر نے ظاہر ہے کہ اس قسم کی مخلصانہ نصائح نے ہندوؤں کے لئے تازیانہ کا کام کیا مگر ہم مسلمان تھے کہ:-

شورے شد و از خواب عدم دیدہ کشودیم
دیدیم کہ باقیست شب فتنہ غنودیم

بقیہ صفحہ (۱۱) کالم (۳)

کردوں گا اپنے متعلق صرف اس قدر عرض کرنا ضروری ہے کہ ہم کیا ہیں؟ ہمارا سلک ترکوں سے کیا ہورہا ہے؟ ہمیں کیا حق ہے کہ ہم کوں کو محض پروپیگنڈا کی بنیاد پر ان کے خلاف مسلمانوں کے دلوں میں نفرت کے خیال پھیلا کر منزل دینا کو مدد کریں۔

ہم اور ترک

اس میں شک نہیں کہ ہم نے ترکوں کے لئے چندہ میں کچھ لاکھ روپیہ سے زائد جمع کر بھیجی کی۔ مگر بارہ لاکھ زائد تم ان کو بھیجی۔ باقی رقم کہاں گئی اور اسے کیا ہوا ہیں اس کا جواب دینے کے لئے تیار نہیں۔ ہم نے بیت المقدس لیبیہ و بلقان و یورپ و شام آن چھپنے میں حکومت کو بھیجی۔ ہم نے گیلی پولی پر بڑا بہا سپیوں کو چھلنی کر دیا۔ ہم نے ہزارہا مسلمانوں کو شہید کرکے من قتل موشا متعمدا فجزاءہ جہنم کی تفسیر بنا کر بتادی مصطفےٰ صفیر اسلام کی خدمت کیلئے اگورہ پہنچے کہ غازی ممدوح کو بھیجی ہندوستانی ہم قسطنطنیہ میں انعام کے لئے غازی کی تلاش کرتے رہے ہم نے چندہ روپے اکٹھا کرکے پرسکیڑوں شب خون مارے کئی بچوں کو یتیم کردیا ہائی سے بھائی ماؤں سے بیٹے اور بیویوں سے خاوند ہمیشہ کے لئے جدا کردیئے ہمارے عالم دنیا کی تفکیر کی فکر میں رہتے ہیں۔ ہمارا خدا آسمان پر ہے اور ہم زمین کے بھیجنے والے ہیں میں پہنچا ہوا ہے وہ زبانوں کا پیدا کرنے والا اس وقت تک ص اور ض میں فصیلہ نہ کرسکا کہ کیا لفظ ہے ہمارے عالم دو دو روپے کیلئے عدالتوں میں گواہی دینے کے جواب رہتے ہیں ہم چھوٹے پر سجدے کرتے رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے دھکا دھکا کر جلب منفعت کے لئے دنیا کو روٹ رہے ہیں۔ حسد و غاکر فریب اور جھوٹ ہماری گھٹی میں پڑے ہوئے ہیں۔ الغرض دنیا کا کوئی عیب نہ ہوگا جو ہم میں نہ ہو مگر ڈھنگ یہ ہے کہ ہم راہ راست پر چلنے والے مسلمانوں کو ڈھکیل کر دائرہ اسلام سے خارج کردیتے ہیں۔ (معاذ اللہ) ہم نے سمجھ لیا ہے الاعمال بالنیات کا مقولہ غلط ہے تفسیر ہو تو ہماری تقلید ہو تو ہماری اگر کسی شخص کی ظاہری شکل و صورت ہمارے جیسا ہے ایک انچ بھی ادھر ہوئی تو وہ ہمیشہ کے لئے قعر ذلت میں ڈوب گیا وقت آنے والا ہے کہ افغان ہمارے معیار سے گھر جائیں گے ان کے خلاف زبردست پروپیگنڈا ہوگا۔ انہیں دائرہ اسلام سے خارج سمجھ کر متروک دنیا کی ناں میں ہاں ملائی جائیگی۔

(منقول از انقلاب بحوالہ رہبر دکن)

مذہب اور اسلام سے

ترکون کی بیان کردہ بیزاری

از

خان عبدالحمید صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لاسیالکوٹ

ترکون کے خلاف پراپیگنڈا سر انکیسی کا پردہ پاش

آج بیسویں صدی میں ہر شخص کو یقین ہو چکا ہے کہ کسی سلطنت یا قوم کی بیخ ریشہ اکھاڑنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے خلاف نہایت جدوجہد سے پروپیگنڈا کیا جائے چنانچہ اس نقطہ نگاہ کو مدنظر رکھتے ہوئے رائٹر انکیسی گیا ہے کہ کرم کی نظر ترکون پر ڈال دیتی ہے اور سادہ لوح ہندوستانی مسلمانوں کو ان کی نسبت کوئی نہ کوئی خبر سناتی ہے۔ ہندوستانی مسلمان رائٹر کی ہر بات پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں جو کہ ان کو خدا اور رسول مقبول صلعم پر ہے۔ ہم غلام سمجھے ہیں کہ زیست کی بقا کے لئے ضرور کی ہے کہ تمام آزاد قومیں ہماری مخالفت کریں۔ ہم نے اپنے طاغ میں یہ اصول شیع کر لیا ہے کہ جو قرآن کریم کا مخالف کرے ہمیں وہی ہر قوم کو کرنا چاہیئے۔ اس مقصد میں ٹیلر کر مغرب کے پروپیگنڈا سے متاثر نہ ہو کر ترکون کو کوستے رہتے ہیں۔

مرکز یاب ہو چکا ہے اور ترکی کی شاہراہ ترقی پر ہے اور مغربی سلطنتوں کو خطرہ لاحق ہو رہا ہے۔ مگر وہ ان کی گرفت سے بہت آگے نکل گیا ہے اور جلد معراج پر پہنچ جائے گا۔ افسوس انہیں ہو رہا ہے کہ ان کی نقطہ نگاہ سے ترکون کے خلاف دن رات پروپیگنڈا کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ مغربی سلطنتیں یہ یقین کر چکی ہیں کہ اسلامی سلطنتیں مضبوط ہو رہی ہیں اور سب سے زیادہ خطرناک ترکی ہے۔ اس لئے وہ تمام اسلامی تحاریک کی جڑ ترکون سے زائل کرنے کے لئے اپنی من گھڑت خبروں سے ہندوستانی دلوں پر ایک کیفیت طاری کر دیتے ہیں۔

کچھ عرصہ گذرا کہ رائٹر کی خبر رسان ایجنسی نے ہمارے دلوں پر ایک بھاری پتھر رکھا۔ کانگرس کی تقریر کے دوران میں (معاذاللہ) غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے قرآن کریم کو کوڑہ سے باہر پھینکدیا۔ اس خبر سے اسلامی دنیا میں ایک دہشت سی پھیل گئی۔ مصر سے غازی صدحم کے نام تار بھیجے گئے اور اس کا جواب اس فاضل نے کہ ہماری خوشی میں شامل ہوئے۔ مگر رائٹر ایجنسی کے دفتر میں لکھا یا جائے انھوں نے صاف لکھدیا کہ یہ سب کارروائی ہمارے خلاف مسلمانوں کو متنفر کرنے کے لئے کی جاتی ہے ہم قرآن پاک کو خدا کی الہامی کتاب مانتے ہیں اور ہمارے سچے مسلمانوں میں سے ہیں۔ جن کی گردنیں ہر وقت اپنے معبود حقیقی کے سامنے جھکی رہتی ہیں۔

قبل ازیں ایک پیرس کی خاتون کی تصویر رائٹر صاحب کی مہربانی سے ہندوستان میں آئی اور حاشیہ چڑھایا کہ یہ ترکی عورتوں کا موجودہ لباس ہے۔ مسلمان بہت برانگیختہ ہوئے مگر اس ایجنسی نے کچھ مدت بعد اس کی تردید کر دی اور جتلایا کہ تصویر دراصل پیرس کی ایک رقاصہ کی تھی۔

فلم کے ذریعہ معاندانہ پراپگنڈا چاہیئے تو یہ تھا

کھلے واقعات پر غور کرتے دماغ میں یہ واقعہ کر لیتے کہ جو خبر رسان ایجنسی ایک دفعہ سے زیادہ ایسی غلطی کر چکی ہے۔ اس سے ایسی غلطی کا دوبارہ ہو جانا کوئی بعید از قیاس نہیں۔ عیسائی حکومتوں کی نظروں میں ترکی ایک کانٹے کی مانند دن رات کھٹکتے رہتے ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں امریکن مشنریوں نے ایک شہ دماغ ملکوان کو گون کی سلائڈ شو سے تیار کی جس کا نام "روحون کی نیلامی" رکھا گیا۔ فلم کمپنیوں کو شہ دماغوں نے مدد دیکر وہ فلم تیار کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ایک روز ضرور دکھائی جائے۔ متاثر ہو چکا تو ایک کمیشن عیسائی حکومتوں کی طرف سے وہاں بھیجا گیا۔ کمیشن کے ممبر الصاف بیان دینے والے تھے۔ اس لئے انھوں نے تحقیقات کے بعد اعلان کر دیا کہ یہ سب پادریوں کی شرارت ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی صداقت نہیں۔

بلغاریوں اور یونانیوں کے قتل و خون کا افسانہ ایک عرصہ دراز تک دنیا میں گونجتا رہا اس کی اصل کیفیت یہ نکلی کہ مہذب عیسائیوں نے الٹا مسلمان عورتوں۔ بچوں اور عورتوں کو نہایت ظالمانہ اور وحشیانہ طور پر ذبح کیا تھا۔

ارتداد مسلم کی سعی خلاف قانون

اسی ابھی ہارٹلے نے ہندوستان میں اعلان کیا کہ ترکی حکومت نے مذہب کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ ضد عیسائی ہستانیوں کے خلاف مسلمان لڑکیوں کو مذہب تبدیل کرنے کی ترغیب دینے کے جرم میں مقدمہ تیار کہا ہے۔ ظاہر ہوا کہ ان کی تحریرات میں مسلم عورت پھوڑنے کی ترغیب دینا بھی جرم ہے۔

وہ غلامی اتنا جو مذہب سے بیزار ہے

سالانہ بشپ پلیٹر کرتا ہے کہ مذہب کے لئے ۲۲ لاکھ فرنک بہت کم ہے پیرس کے ایک اخبار "ٹائمز" نے اس کمیشن ملت و مذہب کا ذکر کر یوں کیا ہے کہ "اس کی بیوی کے طلاق دینے کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ وہ اسے مہر کرتی تھی کہ ایک خاندانی حکومت کی بنیاد ڈالے اس پر اختلاف بہت بڑا اور جب اس بڑے آدمی نے محسوس کیا کہ جو ہونے کی صورت میں ممکن ہے کہ ملک میں فساد کا مستوجب ہو تو اس نے طلاق سے بہت قبل اپنی بیوی سے قطع تعلق کر لیا۔"

ملاؤں اور جھوٹے پیروں کی پیش بینی

ملاؤں اور جھوٹے پیروں کے خلاف مجاہد ملت نے وہ علمی کام کیا ہے آج تمام ہندوستان کے مسلمان اخبار ظلمت سے کر رہے ہیں۔ وہ لوگ مغلیہ ترک میں سفر کرنے کا موقع ملا ہے۔ میرے اس بیان کی تائید کریں گے کہ مہمور سلطنت سے قبل بڑی خانقاہوں کے تہ خانے شراب کے مشکوں اور رنڈیوں کی جانغوں سے بھرے رہتے۔ غریب مسلمانوں کی کمائی پر یہ سب کام چلتا تھا۔ شراب پانی کی طرح استعمال کی جاتی تھی۔ اور زنان کا پیشہ تھا بڑی بڑی تو نہ دنوں والے پیر اور ملا تھی کی زندگی بسر کرتے عورتوں کو صرف خواہشات نفسانی کی آگ بجھانے اور کھیل تماشہ کا سامان سمجھتے تھے۔ پردہ میں ۹۹ جرم اور گناہ سرزد ہوتے تھے کہ مستکر دل دہل جاتا ہے۔

ان کے جذبات گرے ہوئے تھے۔ ان کا تخیل بہت نیچا تھا۔ ان کی رائیں بہت پست تھیں۔ بڑے بڑے آدمی بھی دنیوی مفاد کے خلاف رشوت لینا معمولی بات سمجھتے تھے۔ ان کی حالت زمانۂ جاہلیت کی حالت سے بدتر تھی۔ وہ قرآن کی تعلیم اور رسول پاک کی زندگی سے بہت دور جا چکے گئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ دنیا میں صرف عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

۱۹۱۷ء میں مصطفیٰ کمال پاشا نے ایک نئی زندگی کا وہ خاکہ کھینچا تھا جو دراصل حالات کی بنا پر نہ تھا بلکہ ایک سچے مسلمان کے لئے باعث ننگ و عار تھا۔ ان واقعات کی بنا پر وہ گلا گھونٹنے والوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ مسلمان کو مذہب سے یہ باتیں سکھلاتا ہے اور ہر مسلمان اس قسم کی زندگی بسر کرنا اور ترک اس قانون پر عمل پیرا ہونا جو خدا کا بنایا ہوا ہے کہ خدا کے نزدیک ملاؤں اور پیروں کی سنت مجاہدوں کی زیادہ قدر ہے جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھکر مذہب اور ملک و ملت کے لئے خدا کی راہ میں کود پڑتے ہیں۔ مجاہدوں کی فضیلت ثابت کرنے اور وحی الوقتی کے جذبہ کی قدر کرنے کے لئے تاکہ بتا دیا کہ یہ لوگ جب نوجوانوں کے پاس سے گذریں تو اپنا عمامہ اتار لیں تاکہ وہ محسوس کریں کہ خدا کی راہ میں لڑنے والوں کی عزت نکموں اور نکھٹوؤں سے زیادہ ہے۔

مصطفےٰ کمال پاشا کا دل اور دماغ

جب ترکی کی زندگی کی امید بالکل ختم ہو گئی اور ہماری مدد سے دشمنوں کا تعاقب تسلسل نہ ہو سکا تو ایک قطعی مسمار کرنے کا قطعی فیصلہ ہو گیا۔ اور ترکوں پر ایسا تاوان ڈالا گیا جس کو وہ ابدالاباد تک ادا نہیں کر سکتے تھے اس وقت وہ خدا کا بندہ جس کا سرایک لاکھ روپے پر فروخت ہو چکا تھا۔ اپنی ۵۰ سالہ ماں سے رخصت ہوتا ہے ماں اپنے اکلوتے بیٹے سے کہتی ہے "بیٹا جان جائے، اگر ملک و مذہب کو دھوکا نہ دینا خدا کی نظروں میں ذلیل نہ ہونا۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ ہے گی جب میں یہ سنوں گی کہ میرا بچہ خدا کے رستے میں ہلاک کیا گیا" خاندان کا خاندان اپنی ماں اور مذہب کی شان رکھتے ہوئے تمام مصائب اٹھا کر انگورہ پہنچتا ہے یہ وہ وقت تھا جب رائٹر ایجنسی ہمیں بتلا رہی تھی کہ کمال ایک ڈاکو۔ قاتل۔ غاصب اور چور ہے اس کا پیشہ رہزنی ہے وہ عورتوں اور بچوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے سرکاری خزانوں کو جلا ڈالتا ہے ہمیں خوب علم ہے کہ کئی سادہ لوح مسلمان متاثر ہو کر بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے تھے کہ یہ "کم بخت" کسی طرح پکڑا جائے۔

زمانہ گذرتا گیا اور اسی رائٹر ایجنسی نے ہمیں بتلایا کہ وہ ڈاکو اصل میں ایک عظیم مدبر اور دنیا کا بہترین مہذب انسان ہے۔ وہ ملک کا سب سے بڑا شیدائی ہے وہ ایک زبردست متمدن ہے۔ ملک کی فکر سے دن رات داغ گیر رہتی ہے۔ آج یہ چپ تھرتھراتی ہوئی زبان سے اقرار کرتا ہے کہ ترکی میں امن و امان اپنے اعلیٰ ترین معیار پر ہے۔ دفاتر کھل رہے ہیں۔ لوگ خوشحال ہیں۔ تجارت ترقی پر ہے۔ سڑکوں نہروں اور تار کا انتظام عمدہ ہے۔

ترکوں کی دینی اصلاحات

رسول کریم صلعم کی تعلیم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ ملک میں جا بجا مدرسے اور دار العلوم قائم کر دیئے گئے ہیں۔ عورت کو وہ درجہ دیا گیا ہے جو ان کے خدا اور رسول نے دیا تھا ان کو ایک بے جان چیز نہیں سمجھا جاتا وہ درجہ کی حقدار سمجھی جاتی ہیں۔ اور حکومت کی طرف سے اس پر عمل کرایا جاتا ہے۔ حدیث پاک کے مطابق ایک چیز مسلم میں عائشہ ہے۔ مگر خدا نے اُسے نعمت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اپنے خلاق کا علم و مسلمانوں نے تکمیل بنا رکھا تھا۔ سلطنت نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ انھوں نے قرآن کریم کے منشاء کے مطابق کہ اگر تم دو عورتوں میں انصاف نہ کر سکو تو صرف ایک کافی ہے اس لئے دوسری شادی کے لئے عدالت کی اجازت یعنی مزدوری قرار دی ہے انھوں نے سمجھ لیا کہ عالم کا سونا حاصل کی عبادت سے اچھا ہے اس لئے انھوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ نماز کو سمجھنے کے لئے عربی بننا لاحاصل ہے وہ حب الوطنی من الایمان کی کیفیت کو خوب سمجھ گئے ہیں اس لئے قومی تعلیم کو لازمی قرار دیدیا ہے۔ انھوں نے شراب اور کے بھٹے توڑ ڈالے ہیں زنا حرام قرار دیدیا ہے۔ جھوٹ فسق و فجور دغا اور دھوکا خانہ کر ڈالا ہے۔ اور ان ڈاکوؤں اور چوروں کو آج یورپ مجلس اقوام میں شامل ہونے کی دعوت دے رہا ہے۔

وہ مذہب سے متنفر تھے

کانگرس کے موقع پر ملک و مذہب کے بارے میں آدھ گھنٹہ مسلسل تقریر کرتا ہے تقریر کے خاتمہ پر وہ کئی گھنٹے روتا رہتا ہے اور قوم و مذہب کے لئے بارگاہ رب میں گڑگڑا کر دعا مانگتا ہے۔

اسلام اور لباس

الغاف تو یہ بتاتا ہے کہ لباس کو کسی قوم کی آب و ہوا کے حالات پر چھوڑا جاتا۔ گو ہم اعتراض کرنے سے باز نہیں رہتے کہ ترک کنون مغربی لباس اختیار کر چکے ہیں۔ انھوں نے عباس اور شلوار وں کو کیوں جواب دیدیا ہے۔ اگر یہی ہو تو بھلا ان سادہ لوحوں سے کوئی پوچھے کہ تہ بندی ہندو ستانی شلوار اور کوٹ تو رسول مقبول کا لباس نہ تھا اگر تم یہ لباس پہن سکتے ہو تو ترکوں کے سچ کون سی مجبوری ہے انہیں پردہ میں رہنے سے ہمدرد ان کند ذہن ملا ہیں۔ وہ آزاد ہیں۔

ان کا تخیل اونچا ہے وہ وہ چیز دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے ان کے دشمن میں وہ فوج میں سب سے زیادہ شریف ہیں۔

پردہ اور ترکی خواتین

کہا جاتا ہے۔ ان کی عورتوں نے پردہ چھوڑ دیا ہے آج ہندوستان میں موجودہ پردہ پر اختلاف ہے۔ جمعیۃ اعلماء پردہ پر پختہ رائے رکھتی ہے کہ موجودہ پردہ شرعی پردہ نہیں۔ منہ اور ہاتھ کا کھلا رہنا مفسرین کے نزدیک قطعی امر ہے جائز ہے۔ قرآن کریم کے الفاظ اس باب میں بالکل صاف ہیں۔ ان کی عفیفہ بیبیوں رسول کریم کے زمانے کی عورتوں کی طرح ملک کی حفاظت کے لئے دوش بدوش جدوجہد کر رہی ہیں۔ کیا پوچھا جا سکتا ہے کہ رسول کریم کے زمانہ میں عورتیں لڑائی میں شامل ہوتی تھیں، برقعہ پہنتی تھیں؟ آزاد نہ تھیں اپنی عورتوں کی حفاظت لئے ہر قسمہ کے کر سکتی ہیں ان کے جان وہ قانون ہیں ہیں سے عورت کی عفت بالکل محفوظ ہے۔

مذہب و سیاحت کی علیحدگی

حال ہی میں ٹائمز نے ایک اور ملک کھولا کہ ترکوں نے مذہب کو حکومت سے بالکل جدا کر دیا ہے۔ مجھے یقین واثق ہے کہ زمانہ گذرنے پر اس کی اصلیت دنیا پر اظہر من الشمس ہو جائے گی۔ فلاسفی اخبار صرف اس قدر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ملک میں نوکری کا معیار صرف مقابلہ کے امتحانوں پر ہو گا اور ترکوں کے لئے مذہب و ملت کی تمیز امتحان کے لئے کوئی نہ ہو گی۔ امتحان سے پہلے امیدوار کو ایک فارم پر حلفیہ بیان دینا ہو گا کہ وہ ملک کی مخالفت کے لئے مذہب کی پروانہ کریں گے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان امیدواروں کے لئے ہے جو مسلمان نہ ہوں۔ لوگ خواہ کسی مذہب و ملت کے ہوں ان کے مقدمات صرف ترک عدالتوں میں لے جائے جا سکیں گے۔

جمہوریت کے قبیل سے ترکوں نے غیر مذہب اور غیر ملکی عورتوں سے شادی کی بھی ملک نے قانون نافذ کر دیا کہ کوئی ترک حکومت کی اجازت کے بغیر غیر ملکی عورت سے شادی نہ کر سکے گا۔ ہر ترک کو بالغ ہونے پر اعلان کرنا ہو گا کہ اس کا مذہب کیا ہے حال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ مذہب سے بیزار ہیں تو ان قانونوں کی کیا ضرورت ہے۔

غور کرنے کے قابل ہے کہ وہ قوم جو ہادی برحق رسول مقبول سرور عالم کے خلاف پروپیگنڈا کرنے سے باز نہ رہی وہ ترکوں کی پھیلتی پھولتی طاقت کو کب دیکھ سکتی تھی مغربی بچوں کو (معاذ اللہ) سکھلایا جاتا ہے۔ کہ حضور غوثی تھے لوگوں کا کلیجہ چبا جاتے تھے۔ اسی قسم کے واقعات سے دلوں میں نفرت پھیلائی جاتی ہے۔

مضمون چونکہ لمبا ہو چکا ہے اس لئے میں ترکوں کے متعلق صرف انہی امور پر بحث سلسلہ کے لئے محفوظ رکھتا ہوں۔ (کلام ۲)

شعر و سخن

غزل

از ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنۃ صدر اعظم باب حکومت

سب کے دلوں پہ شاہ دکن حکمراں رہے — قائم رہے جہان میں جب تک جہاں رہے
گلزار میں بہار رہے یا خزاں رہے — ہر اہل دل کو چاہئے دامن کشاں رہے
تا چند سوز عشق میں ضبط فغاں رہے — اے آہ اب زمین نہ یہ آسماں رہے
سمجھا نہ کوئی ظاہر و باطن کے راز کو — دل پر عیاں رہے وہ نظر سے نہاں رہے
اے بت خدا کی ساری خدائی تجھی میں ہے — تو مہرباں رہے تو خدا مہرباں رہے
دکھلا رہا ہے کس کو فلک اپنی سرکشی — دب کر نہ ہم کسی سے تہ آسماں رہے
پھر دیکھ گل فشانی اظہار مدعا — ہے لطف میرے منہ میں جو تیری زباں رہے
کہتے ہیں ظلم و جور کی تکمیل کے لئے — یا ہم رہیں زمین پہ یا آسماں رہے
اک بوسہ پر بھی دل جو گران ہے تو پھیر دو — اپنی بھی یہ دعا ہے کہ سستا سماں رہے
وہ ظلم دوست ہوں کہ ستم سہہ رہا ہوں میں — قائم زمین رہے نہ رہے آسماں رہے
سینے پہ ہاتھ رکھ کے تسلی نہ دے یہ کہہ — دل میں جگر میں درد رہے تو کہاں رہے
اس شرط پر وہ کرتے ہیں اقرار وصل کا — وعدہ وفا کریں جو خدا درمیاں رہے
دل لے گیا تو کیا ہے خیال اس کا برقرار — یاں میزباں رہے نہ رہے مہماں رہے
کیا فائدہ کہ زیر نگین ہو تمام ملک — یوں زندہ رہ کہ دہر میں نام و نشاں رہے

بعد فنا کسی کو نہیں پوچھتا کوئی
اے شاد سچ ہے جان رہے تو جہاں رہے

خزانۂ عبادت

ادب اردو کے دورِ وسطیٰ کی ایک نادر و نایاب کتاب

جس سے

یورپ کے عظیم الشان مشرقی کتب خانے خالی ہیں

نوشتہ

محمد لطیف الدین صاحب ادیب ایم۔ آر۔ اے۔ ایس (لندن)

بخدمت ایڈیٹر صاحب نظام گزٹ

آپ کے اخبار کی پیرسالہ اشاعت میں جو مضمون "خزانۂ عبادت" کے عنوان سے شائع ہوا تھا اس میں شک نہیں کہ اس کے ذریعہ سے یہ گمنام کتاب روشنی میں آگئی اور اردو دنیا نے اس سے تعارف حاصل کر لیا لیکن اس میں بہت سی باتیں تشنہ رہ گئی ہیں اس لئے سلسلہ ذیل حواشی تحلم کئے جاتے ہیں، امید کہ آپ ان کو درج اخبار فرمائیں گے۔

اس کتاب کا ایک پاکیزہ نسخہ میرے پاس موجود ہے جس کی کتابت ۱۲۱۶ھ ربیع الاول ۱۲۱۶ھ میں ہوئی ہے۔ کتابت (۲۵۴) صفحے ہیں اور ہر صفحہ میں (۱۹) سطریں ہیں اس حساب سے عنوانوں کی عبارتوں کو چھوڑ کر کم و بیش بارہ ہزار شعر ہوتے ہیں۔ یہ نسخہ میرے پاس تقریباً چار سال سے ہے اور اوقات مطالعہ میں جو یادداشت میں نے اخذ کئے تھے ان کی مدد سے یہ مختصر تحریر مرتب کر کے قارئین "نظام گزٹ" کے ملاحظہ میں پیش کرتا ہوں۔

بہت سی کتابیں جو اردو کے ادب قدیم سے تعلق رکھتی ہیں میرے پاس اور سعید بعض احباب کے یہاں موجود ہیں اور چونکہ آج کل اس کے جمع کرنے کا چسکہ ہے دنیائے اردو کو دلچسپی پیدا ہو گئی ہے اور عاصمہ حیدرآباد میں اس کی جانب خاصی توجہ کی جاری ہے اور اس دور سے تعلق رکھنے والے قلمیات جو انگلستان اور یورپ کے بعض کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ان کو روشنی میں لانے کی کوشش بلیغ کی جا رہی ایسی حالت میں ہم پر لازم ہے کہ بیرونی ذخائر کی جانب توجہ کرنے سے پہلے اپنے مقامی ذخائر کی جانب توجہ کریں، مجھے یقین ہے کہ شہر حیدرآباد اور اس کے قرب و جوار میں اردو کی قدیم کی ایسی بہت سی کتابیں موجود ہیں جن کے نام سے بھی مستشرقین یورپ کو واقفیت نہیں ہے۔ چہ جائیکہ وہ کتابیں ان کے یورپ پہنچیں۔ اردو کے قدیم کی جو کتابیں یورپ میں ہیں انکی مبسوط فہرستیں اہل یورپ نے مرتب دیکر ہزارہا روپیہ صرف کر کے شائع کر دی ہیں، اور ان سے یہ اسلامی ہر کس و ناکس فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن دکن کے "غیر" ہیں "ہیں" گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے ہیں جس سے اہل علم کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

کتاب زیر بحث دکھنی زبان کی ایک بہت بڑی مثنوی ہے اور بارھویں صدی کے نصف ثانی میں تصنیف ہوئی ہے اس پر کتاب کے مصنف کا نام مبہم کتاب کے ہر شعر کے آخر میں سے ظاہر ہوتا ہے، حضرت سید شاہ محمد قادری ہے آپ کے حالات عام طور پر بالکل تاریکی میں ہیں، لیکن ایک مبہوط تذکرہ میں جس کا نام "گلدستہ اولیاء اللہ کاکٹ" ہے اور جس کو سید شاہ محی الدین چشتی نے دارالنور محمد پور میں ۱۲۳۸ھ میں لکھا ہے، ان کے حالات اس طرح تحریر ہیں

"حضرت شاہ محمد قادری قدس سرہ العزیز"
"از عظمائے مشائخین بلدۂ ۔۔۔ نشو و نما یافتہ اہل"
"آنجا بیجاپور است جد بزرگوار ایشان از ایران شہر ہرات"
"سنہ وہزار و پنجاہ و اند بعد چند سے از ان"
"چار چہار پل رخت اقامت بستند، و درین مقام"
"حضرت شیخ ولادت یافتند چون ہفت سیزدہ"
"رسید مدد بارۂ دارالنور محمد پور رسید مدد"
"آنجا کسب علوم نمودہ بخدمت حضرت شیخ میراں"
"رحمۃ اللہ علیہ دریافت دست ارشاد خود"

"ظاہر پوشیدہ" و "در سن یکہزار و یکصد ہشتاد"
"و ہشت ہجری وفات یافتند" و "زبان دکھنی"
"کتب بسیار تصنیف نمودند کہ اشارۃ جملہ"
"خزانۂ عبادت" "خزینۃ الاخلاق" و "خزینۃ الحقائق"
"شہرتے عام دارند"

خزانۂ عبادت میں سید صاحب نے ایک بھولا بیان اپنے مرشد علیہ الرحمہ کے کرامات کے متعلق قلمبند کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید صاحب کے مرشد صاحب حال بزرگ تھے۔ آپ کی سکونت راجمندری[1] میں تھی، جب جذب و استغراق کا غلبہ ہوتا تو اطراف کے جنگلوں میں چلے جاتے اور جو چھ مہینے غذا کا نام تک نہیں لیا کرتے جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار سے ثابت ہے

شعر

صدی بارھویں کے دہان رسید — و لے پیشگے پوشاہ میران رسید
کہ یوباست دان سر پیشگے کمل — کہ جبدہ ام گیسو ہی میں شاہ لول
بھی چھ مہینے نہ کہاتے جنگل میں رہتے گھر کو آتے نہ تھے

سید صاحب نے اس کتاب کو ماہ ربیع الاول ۱۱۶۲ھ میں تمام کیا جس کا ذکر خاتمہ کتاب پر فرماتے ہیں۔

شعر

کتاب یو بنیا جو تو جانو ہزار — سنہ ہجری ہزار ہو ماکیہ پونیز
گذ ہجا کون پیں سے ہر بیان گل — لگیا ماہ ربیع الاول

چونکہ اس کتاب میں مسائل دینیہ کے اخذ کرنے میں بہت سی فروگذاشتیں اور غلطیاں رہ گئی تھیں، اس لئے سید صاحب نے اس تصنیف کے (۱۷) سال گذر جانے کے بعد ۱۱۷۹ھ میں نظر ثانی کر کے ان تمام محشور و زمایہ کو جن کی وجہ سے عبادتیں باطل اور وسائل غیر معتبر ہو گئے تھے، اس کا[2] سے خارج کر دیا اور صحیح صحیح مسائل کو باقی رکھا اور یہی نقش ثانی رواج پایا جس کا ایک نسخہ ہمارے پیش نظر ہے) خود مصنف علیہ الرحمہ نے خاتمہ پر اپنی نظر ثانی کا تذکرہ یوں فرمایا ہے۔ ۔۔۔ شعر

صدی بارھویں میں بیاسی سال۔ گذر گئی یو بھی اسکون یو کہیا سبب
خلاصین جو حقائے کا ترجمہ۔ ۔ زیادی سہارت کی جا ڈھیلے
نوی مسائل بھی حاصل کیا۔ کہ جان جان منوہ رحقاں دانل کیا

کتاب اوس جوبن کے پڑے نظر صحیح بوجنا ہور یو معتبر

اس کتاب میں جس قدر ابواب و فصول ہیں، ان کی تفصیلی فہرست باعث تطویل ہے مگر اجمالاً صرف بڑے بڑے ابواب کی فہرست ہدیۂ ناظرین کئے دیتے ہیں۔

۱	حمد و نعت منقبت صحابہ و تعریف مرشد از ورق	۱ تا ۱۱
۲	مقدمہ در بحث فرضیت احکام	۱۱ تا ۱۹۵
۳	کتاب الطہارت	۶ تا ۸۶
۴	کتاب الایمان	۸۶ تا ۹۶

---

[1] حالا میرے میں ایک پرانا ضلع ہے جس کا نام رام گیری ہے اور اس کے دامن میں ایک قصبہ آباد ہے جو رام گیری کہلاتا ہے۔

[2] Imperial Gazetteer of India by W.W. Hunter 2nd ed. Vol XI P 449 London (1881)

۵ کتاب الصلوٰۃ ... ۲۶۱ تا ۲۴۵
۶ کتاب الصوم ... ۲۴۵ تا ۲۶۸
۷ کتاب الزکوٰۃ ... ۲۶۸ تا ۲۷۴
۸ کتاب الحج ... ۲۷۴ تا ۲۸۰
۹ کتاب النکاح ... ۲۸۰ تا ۲۹۰
۱۰ کتاب الطلاق ... ۲۹۰ تا ۲۹۳
۱۱ کتاب الذبائح ... ۲۹۳ تا ۳۰۰
۱۲ کتاب الحقوق ... ۳۰۰ تا ۳۱۷
۱۳ کتاب المیراث ... ۳۱۷ تا ۳۲۴
۱۴ کتاب مسائل متفرقہ ... ۳۲۴ تا ۳۲۶

۱۵ - خاتمہ ۳۲۶ ۔ ۳۲۷

سید صاحب نے نہ صرف ہر مسئلہ پر تفصیلی نظر ڈالی ہے بلکہ جو جو مسائل مذاہب اربعہ کے مختلف فیہ تھے ان پر بھی کافی روشنی ڈالی ہے جس سے سید صاحب کے تبحر علمی اور وسیع النظری کا پورا ثبوت ملتا ہے اس کے بعد اب ہم اس کتاب کے ان ماخذات کی فہرست پیش ناظرین کرتے ہیں جن سے مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب زیر بحث کی تصنیف میں مدد لی ہے۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) مجمع الفتاوی عربی
(۲) فتاوی قاضی
(۳) یواقیت الصلی
(۴) تیسیر الاحکام
(۵) تفسیر بحر العلوم
(۶) تفسیر ابن کثیر عربی
(۷) فتاوی محمودی
(۸) فتح القدیر
(۹) زاد الفقہ
(۱۰) کشرح لقایہ
(۱۱) خزانۃ الروایات
(۱۲) فتاوی سراجی
(۱۳) صلوٰۃ مسعودی
(۱۴) مفتاح الکنجان
(۱۵) مشکوٰۃ شریف
(۱۶) فتاوی ظہیری
(۱۷) جواہر الفتاوی ملی
(۱۸) ہدایت ہند (دکنی)
(۱۹) انوار الفتاوی ملی
(۲۰) صحاح ستہ
(۲۱) مواہب لدنیہ
(۲۲) شرح وقایہ
(۲۳) کنز العباد
(۲۴) خزائن حنفیہ محمد
(۲۵) فتاوی خیانیہ
(۲۶) کلام صلوٰۃ (دکنی)
(۲۷) فتاوی برہنہ
(۲۸) فتاوی تنبیہ
(۲۹) حب الاقتیار
(۳۰) خلاصہ الفقہ
(۳۱) منہاج (دشتغی)
(۳۲) منحۃ الخالق
(۳۳) منہاج (دشتغی)
(۳۴) یواقیت الجی ہر
(۳۵) منحۃ الاسلام
(۳۶) فتاوی عالمگیری
(۳۷) بحر الرائق
(۳۸) مجمع البحرین
(۳۹) تکمیل الایمان
(۴۰) ہدایہ اخرین
(۴۱) شرح صحیح مسلم
(۴۲) تحفہ الخراج
(۴۳) فتاوی کرمانی
(۴۴) تفسیر حسینی
(۴۵) چامع ترمذی
(۴۶) مفتاح الجنۃ
(۴۷) منہاج ناصری
(۴۸) محیط سرخسی
(۴۹) قرآن شریف
(۵۰) چامع طبی
(۵۱) خلاصۃ الاحکام
(۵۲) کتاب الذخیرہ
(۵۳) ہدایہ شریف
(۵۴) عین الفقہ دلی
(۵۵) مجموع سلطانی
(۵۶) ملتقط
(۵۷) کنز الدقائق
(۵۸) مفاتیح
(۵۹) شمائل الاتقیاء
(۶۰) کنز الروایت
(۶۱) ترغیب وترہیب
(۶۲) فتاوی قاضی خان
(۶۳) میزان شعرانی
(۶۴) لبتان ابوللیث
(۶۵) قنیہ
(۶۶) فتاوی بابری۔
(۶۷) معدن الفقہ
(۶۸) جامع الرموز
(۶۹) منتخب الاجزاء
(۷۰) موطا (امام مالک)
(۷۱) الجمع ہرۃ البیرہ
(۷۲) مختار الفتاوی
(۷۳) تہذیب
(۷۴) شرح کنز
(۷۵) شرف الطالبین
(۷۶) نفیسہ المسافرین
(۷۷) شرائع الاسلام
(۷۸) فتاوی شافعی
(۷۹) تحفہ الصالح
(۸۰) مشارق الانوار
(۸۱) غنیہ
(۸۲) فتاوی قاضی محمد۔
(۸۳) شرعۃ الاسلام
(۸۴) شرح نام حق
(۸۵) فتاوی خانی
(۸۶) تحفہ المنہاج
(۸۷) فتاوی حمادیہ
(۸۸) روضہ (دشتغی)
(۸۹) منیہ المستفید
(۹۰) کفایہ (شعبی)
(۹۱) مختصر قدوری
(۹۲) معتقد
(۹۳) مذکرہ المرضوعات
(۹۴) شرح طحاوی
(۹۵) کافی
(۹۶) خلاصہ کیدانی
(۹۷) حاشیہ چلپی
(۹۸) کیمیائے سعادت
(۹۹) کتاب السعادت
(۱۰۰) فصول عمادی

مصنف بالا تفصیل ماخذات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ بارھویں صدی ہجری میں جب کہ ذرائع آمد و رفت کافی نہ تھے، اور سفر کے مصائب و مشکلات جدا ایسے زمانہ میں اس قدر کتب کا ایک مصنف کے پیش نظر رہنا جب حیرت بادی النظری ضرور ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کتاب کے مصنفین کے شغف علمی اور ذوق مطالعہ کا پتہ بھی چلتا ہے اور اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ اس زمانہ میں عام طور پر اردو زبان کا لٹریچر پختگی کے ذوق طبع کے لئے پیش کرنا ہر مصنف و مولف کے لئے ضرور ہو گیا تھا گو کہ اردو زبان اب جس طرح ترقی پذیر ہے اسی طرح وہ گلی صدیوں میں بھی بہ خلاف شمالی ہند کے تمام سرزمین دکھن میں عام ہو گئی تھی اور ہر شخص اس کے بولنے اور سمجھنے کے ہوتا تھا۔

جس زمانہ میں یہ کتاب تصنیف ہوئی ہے، اس وقت دلی پر سلطان احمد شاہ بادشاہ غازی کی حکومت تھی، اس بادشاہ کا پورا نام ابو المنصور مجاہد الدین احمد شاہ بادشاہ غازی ہے۔ وہ جمادی الاول ۱۱۶۱ھ کو برسر حکومت ہوا اور دسویں شعبان ۱۱۶۷ھ میں معزول کیا گیا اور ۴ شعبان ۱۱۷۵ھ میں وفات پائی۔

اس کتاب سے مدتوں پہلے دکنی نظم میں مسائل فقہ کے متعلق کئی ایک کتابیں تالیف و تصنیف ہو چکی تھیں مثلاً ۱۰۶۷ھ میں شاہ ملک بیجاپوری نے احکام الصلوٰۃ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں طہارت اور نماز کے مسائل شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہیں۔ اور ایک کتاب ۱۱۱۰ھ میں بعہد اورنگ زیب عالمگیرؒ ہدایت ہند کے نام سے لکھی گئی ہے جس میں عبادات کے جملہ احکام اور معاملات کے مسائل ضروریہ کو منظوم کیا ہے یہ بھی ایک ضخیم کتاب ہے اور مصنف علیہ الرحمہ نے خود ان کتب کے حوالے اس کتاب میں جا بجا دیئے ہیں ملاحظہ ہو فہرست ماخذات کے نمبرات (۱۸ - اور ۲۶)

سلہ آثار الضاء دہلی مصنفہ اول مصنفہ طبعہ کانپور
سلہ اردو ئے قدیم مشہ طبعہ حیدرآباد
سلہ یہ نسخہ راقم الحروف کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

بوڈاپسٹ کی پولیس کا نیا کارخانہ

ہنگری کے دار الحکومت بوڈاپسٹ کی پولیس نے موٹر گاڑیوں کا ایک ڈویژن تیار کیا ہے جس میں سفری تجربہ گاہیں بنائی گئی ہیں تاکہ تصویریں لینے والے بڑے تاریک کمرے۔ کیمیاوی آلات دور دور کی چیزیں معلوم کرنے والی ہے۔ سرچ لائٹ زہریلی گیس سے بچنے والے نقاب، لمبی سیڑھیاں اور وہ تمام دوسری چیزیں موجود ہیں جن کی پولیس والوں کو دوران تحقیق و تفتیش میں ضرورت پڑتی ہے بوسٹن بہت بڑی ہیں اور نہایت تیز رفتار ہیں ان میں سے ہر ایک پر ڈاکٹر سائنٹیفک ان خفیہ پولیس کے آدمی تعینات ہیں جہاں کہیں کوئی حادثہ پیش آتا ہے۔ فوراً موٹر کار روانہ ہو جاتی ہے۔ اور بلا تامل حادثہ کی تحقیقات شروع ہو جاتی ہے۔

ہوائی سائیکل

سب سے زیادہ حیرت انگیز ایجاد ہوائی سائیکل ہے جسکی ایجاد کا سہرا اوٹا دوادا گلوسٹر آسٹریا کے انجینئر کے سر ہے، اس کے ذریعہ سے انسان تین ہزار فٹ کی بلندی پر پہونچ کا سکتا ہے اور زمانہ حال میں یہ سے لیکر آج تک سائیکل کی جتنی قسمیں ایجاد ہوئی ہیں ان سب سے بہتر ہے اس کی رفتار ۷۰ میل فی گھنٹہ ہے اور سب سے عمدہ بات یہ ہے کہ اس پر سوار ہونے والا پیراشوٹ خود ہوتا ہے۔ یہ سائیکل ابھی تیار ہو رہی ہے جس کی قیمت صرف پانچسو روپیہ ہوگی۔

خطبات شاد

ہز اکسلنسی مہاراجہ سریمین السلطنت بہادر

بجواب سپاسنامہ باشندگان اورنگ آباد

عزیز برادران وطن!

میں آپ سب کے ایڈریسون کا جواب ایک ہی وقت ادا کرتا ہوں میرے مخاطب اورنگ آباد کی پبلک کے معزز طبقہ وکلاء کے اور سرسوتی ہیں کے مناسبت ہیں۔

آپ نے مختلف جیثیتون اور مختلف مجھون میں یکسان خلوص و محبت کا مجھ سے اظہار کرکے مجھ کو جس درجہ متاثر کام کیا ہے اس کا اندازہ کچھ میں ہی جانتا ہوں اس کا تذکرہ یا لفاظ رسمی میرے نزدیک فضول ہی نہیں ہے بلکہ آپ سب کی خدمت گذاری میں جو میرا ذاتی اور سرکاری فریضہ ہے اپنے مظاہرے میرے تشویق قلب پر کرتا ہے حاصل کرتے ہیں اور نہ زندگی کی اس مسرت سے غافلانہ اظہار کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ اصلی اور حقیقی خدمت کے کر چکنے کی میری آرزو میں خلش اور بے چینی بڑھ جاتی ہے خدا کرے کہ میں حضرت ظل اللہ کی سرپرستی میں وہ سب کچھ کر سکون جو آپ کی دلچسپی خواہش ہے اور جس کی تکمیل مجھکو یقین بھی اس لئے ہے کہ آپ کی استدعائین مناسب ہیں۔

اورنگ آباد کی جن شہری ضروریات کی نسبت آپ نے توجہ دلائی ہے ان پر علیحدہ علیحدہ توجہ کرون گا اورنگ آباد جیسے بنیاد اپنی سابقہ عظمت اور موجودہ اہمیت کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ اس کی ترقی پر گورنمنٹ فیاضانہ توجہ مبذول کرے۔ اس ضرورت کو خود میں بھی محسوس کرتا ہوں اللہ من القین ملنے پر یہاں نہیں تو جہان تسلیم فرمایا ہے پبلک اداروں کے استحکام کے لئے ایسا ہی ہونا چاہیے۔

آپ نے میونسپلٹی کی سپاسنامہ میں انتظام نہایت گورنمنٹ قریب میں ہو جائے گا اس سلسلے کا حل کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنے نہایت مستعدی سے حال ہی میں کام شروع کر دیا ہے اور مفید تجاویز کا اضلاع سرکار عالی کے اکثر شہرون اور قصبون میں جلد سے جلد رونکار لانا یقینی ہے۔

ٹیلیفون کی خرابی کی اطلاع مجھکو اور ذریعہ سے بھی ملی تھی انہی یہ کام نیا ہے اس لئے اس کی امید رکھنی چاہئے کہ بہت قریب میں بہتر اور جدید سامان ٹیلیفون مہیا ہو جائے گا اور موجودہ شکایت باقی نہ رہیگی سررشتہ حویہ نہیں چا بیگا کہ بلدہ کے پیچھے انتظام اصبان کے انتظام میں کوئی نمایان فرق نظر آئے بجلی کی روشنی کا انتظام عہدہ داران مقامی کی دلچسپی سے خوبخود دست پذیر ہے اور یہ امید کرنی چاہئے کہ جہان تک مقامی محاصل مدد دین اور لوکلفنڈ کی کوئی اور گنجائش بھی خود واجبی طور پر لوکلفنڈ گزاردن کے اپنے مقامی کاموں کو خندہ پذیر کئے بغیر یہان استعمال ہو سکے تو روشنی کے کام پر بھی صرف ہو سکے گی۔

آپ پر روشن ہے کہ آپ کی ضرورتین زیادہ ہیں اور گنجائش خرچ کم ہے پھر شہری ضرورتون میں تقصیہ کہ آباد رنج کو ترجیح حاصل ہے یا روشنی کی دست کو تعلیم حفظان صحت کی ترقی کو یا توسیع تعلیم کو پبلک کے عمارات جیسے ٹاون ہال کی تعمیر یا سڑکون کے بسط و کشادہ کو! ان کا جواب یہی ہو سکتا ہے کہ ہر ضرورت بجائے خود اہم ہے اور اس کے لئے سب گنجائش تکمیل ضروری ہے اور یہ کلی تقسیم پر حالت موجودہ مجالس اضلاع لوکلفنڈ اور آئندہ میونسپلٹیان بہتر کر سکتی ہیں۔

جس حد تک کہ لوکلفنڈ کے صرف کا تعلق ہے میرا ذاتی رجحان ہے کہ لوکلفنڈ کی ہر بانی مقامی طور پر دیہات ورتجہ جات متعلقہ میں صرف ہونی چاہئے اس کے خلاف عمل شاید بہبودی نہیں داخل ہے اس تعہد کی تکمیل کے لئے ایسا ہے کہ گورنمنٹ مناسب طریقے جلد سے کرینگی کہ دیہات کے لوکلفنڈ کا صرف مستقر ہائے تعلقہ ضلع اور سمت رس ہو سکے نوبت نہ آئے۔

برقی لہر کی خصوصیت کا زیادہ ہونا پیش نظر اورنگ آباد کی نسبت حال کے آپ نے لائق توجہ ظاہر کیا ہے میرے علم یہ کہنا مشکل ہے کہ سررشتہ متعلقہ کا عمل کس حد تک مائل بہ زیادتی ہے۔

اورنگ آباد میں برقی سرپرائی کا انتظام تجارتی اصول پر کیا گیا ہے اس کی کامیابی پر تمام انتظامات میں اس کے پیمائی کی اعتماد کے ساتھ سعی کی جائے۔ اصول تجارتی میں تجربہ کے بعد گرانی سے ارزانی کی طرف نزول ہمیشہ مستحسن خیال کیا گیا ہے برخلاف اس کے عکس کے۔

پس ہم کو امید رکھنی چاہئے کہ سررشتہ آپ کو کبھی زیر بار نہیں کریگا۔ اور اپنی پہلی فرصت میں جیسے جیسے تجارتی اصول پر اس انتظام کی کامیابی کا یقین ہوتا جائے نرخون میں بھی کمی کرے گا۔

اورنگ آباد کے مصنوعات پر محصول مکرر کی شکایت لائق ہمدردی ہے مجھ کو بھی اس کا گہرا احساس ہے۔ اس مسئلہ پر گورنمنٹ خاص خاص مستعفون کے متعلق غور کر رہی ہے میرا چاہنا ہو سکتا ہے اس مسئلہ کو عام طور پر طے کر دیا جائے اس خصوص میں موجودہ صدر ناظم صنعت و حرفت سفر کالس کو جو ان معاملات میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں تجاویز سامنے پیش کرنے کے لئے لکھا جائے گا۔

جدید محصولات کا قیام کبھی ممکن نہیں ہو سکیگا جب تک کہ آپ کی حاضر و ضرورتون کے محاصل مجلس لوکلفنڈ ضلع اور مقامی عہدہ داردن کی رائے حاصل نہ کی جائے آپ اپنی ضرورتون اور تمنا لشون سے بہتر واقف ہیں اور ضروریات کے حل کرنے کے واسطے تدبیر مناسب بھی آپ ہی بہتر غور کر سکتے ہیں۔

معزز ذی وقار!

گورنمنٹ کے نزدیک عہدہ داران سرکاری اور آپ میں کوئی فرق نہیں ہے آپ کی نیابت موروثی طریقہ قانون گری میں بہت سی مشکلون کو آسان کر سکتی اور سرکاری عدالت پر آپ کے طبقہ سے اہل افراد کا تقرر مدت سے گورنمنٹ کے زیر عمل رہا ہے۔ یہ سند جدید طریقہ محتاج توضیح نہیں ہے۔ عامہ رعایا سے آپ کا قریبی تعلق ان کی مشکلات کا احساس اور وسیع تجربہ حق و انصاف کے حق میں بڑی نہائی کر سکتا ہے۔

تقررات کے موقع پر اضلاع کے وکلاء پر بھی نظر ڈالنے کی بیشک ضرورت ہے اور عدالت العالیہ اس کے طرف متوجہ کرے گی۔

جدید عمارات میں کمرہ وکلاء کی توسیع کے لئے محافظ مناسب کیا جائیگا موجودہ عمارت کمرہ وکلاء کی نسبت

بھی کارروائی مناسب سمجھے گئے کم دیا جائے گا۔

سرسوتی بھون کے معزز مہمان

جس ایثار اور محنت سے آپ نے اس قومی مدرسہ کی بنا اور ترقی میں کوشش کی ہے وہ لائق توصیف ہے۔ اس مدرسہ کو مقامی تجار کی امداد نے بہت سنبھالا ہے جو لائق قدر ہے۔

مجھ کو یقین ہے کہ یہ مدرسہ بہت ترقی کرے گا اور سرکار کی سرپرستی اور عہدہ داران سرکاری کی دلچسپی سے آپ کے کام کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

مجھ کو امید ہے کہ آپ مدرسہ کے طلبا کو محبت و وفاداری کے موتی درس بھی دیتے ہوں گے جسمانی و ذہنی ترقی کی صحیح تعلیم ہی سے اخلاقی اور معاشی نشوونما میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

اس کا خیال رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قومی خدمات کا جذبہ جو اکثر بہادر لیڈران قوم کے سینوں میں موج زن ہے مدارس کے پلیٹ فارم پر بھی پولیٹیکل تقاریر کی صورت یا الفاظ ظاہری یا معنوی اختیار کر لے۔

مدرسہ کے ہونہار طلبہ کے تخیلات میں جب تک کہ وہ لوسر داشخصیت کے ساتھ نہ دیا جائے نوعم ذہن کہیں سیاسی خیالات کے ہیجان کا دخل نہ ہو جانا چاہیے کہ بیاہوا مقصد تعلیم خلل پذیر ہو اس لئے سیاسی خیالات کے وبائی جنبان نزاکت سے طلبا کی جماعت کو محفوظ و معصوں رکھنے کی سرگرم کوشش ضروری ہے۔

اس ملک کے پیش نظر جس ایسے بدنصیب تجربے ہیں کہ مدارس میں سیاسیات کی گفتگو نے ہزارہا طالب علموں کو گمراہ کر دیا اور ملک کی خدمت گذاری کے دعوے کے اور غلط بیانی میں وہ معصوم کہ کچھ نہیں سمجھتے۔ من جوب المجرب حلت بہ الندامۃ۔ ہمکو بہت دور بینی اور ذوراندیشی کے ساتھ تعلیمی خدمت کے فرائض کو انجام دینا ہے۔ غرض آپ کی ساعی جو کچھ بھی میں دیکھ رہا ہوں قابل سپاس کہا رہا ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ ان میں پیہم ترقی ہو۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نواب رضا نواز جنگ بہادر کی اس الفت پر اظہار مسرت کرتا ہوں جس کا بار بار ایڈریسوں میں ذکر ہوا ہے۔ میں واقعی خوش ہوں کہ ایک بر صغیر حیثیت میں آپ سب کی خدمت گذاری کی ان کو اور بھی فرصت حاصل ہوگی ہے جس کو وہ یقین ہے کہ کامیاب ثابت کریں گے

مکرر شکریہ کے ساتھ آپ سب کی کیمان کامیابی کا دل سے خواہاں ہوں اندرھون گا۔

چارٹا نگون کا بچہ

کان دیوی میں ایک چارٹانگون کا بچہ پیدا ہوا ہے جو دو دھ کی بجائے پانی پر گذارکرتا ہے لالا گیٹ بن کر یہاں پر عجیب و غریب لڑکی پیدا ہوئی ہے ریاست ایشیا کا ماہرین کے پاس رہتے ہیں۔

بادشاہ پرستی سے امریکہ کی نفرت

ممالک متحدہ امریکہ میں نہ کوئی بادشاہ ہوا اور نہ ہے مگر امریکہ کے باشندوں کو نجملہ اور شہزادوں کے ایک شوق شاہی دربار داری کا بھی ہے جب کبھی دولتمند یا بارسوخ امریکن انگلستان جاتا ہے یا یورپ کے کسی اور ملک میں جا نکلتا ہے تو اپنے شوق درباری میں اس ملک کے بادشاہ کے ہاں رسائی حاصل کرنے کی ٹھکر کرتا ہے اور امریکہ کے سفیر کے ذریعہ رسوخ حاصل کرتا ہے۔ امریکہ کو انگلستان سے جو خاص تعلق ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس تعلق کی بنا پر امریکہ کے باشندوں کی آمدورفت بہ کثرت سے انگلستان میں ہوتی ہے اتنی کسی ملک میں نہیں ہوتی اس لئے دربار داری کا شوق انگلستان کے دربار سے بہت پورا ہوتا ہے۔

امریکہ میں اب اس دربار داری کے شوق سے نفرت پیدا ہو رہی ہے چنانچہ امریکہ کی مجلس اعلیٰ کانگرس کے ایک رکن مسٹر ڈالف سبات نے مجلس نمائیندوں میں ایک تحریک پیش کی ہے کہ امریکی عورتوں اور ان کے شوہروں کو انگلستان کے بادشاہ اور ملکہ یا دوسرے بادشاہوں کے روبرو اپنے آپ کو ذلیل کرنے سے روکنا چاہیئے۔

اس مقصد کے حصول کے لئے مسٹر سبات نے مطالبہ کیا ہے امریکی سفارت خانوں کو اس بات کی سخت تاکید کر دی جائے کہ وہ امریکہ والوں کا یورپ کے شاہی دربار میں تعارف نہ کرائیں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انگلستان کے بادشاہ اور دیگر تاجداروں کے روبرو امریکہ کے خطاب پرستوں اور معاشرتی امتیاز طلبوں کی حقارت انگیز دربار داری کی وجہ سے ممالک متحدہ امریکہ کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ان ذلیل حرکتوں کو قطعاً بند کر دیا جائے۔

موتمر مکہ

مولانا اسمٰعیل غزنوی کے ۲۵ رمے کہ تار سے خبر ملی ہے کہ جلالت الملک سلطان ابن سعود کی دعوت پر ۲۰ رمے کو موتمر حال میں تمام اسلامی ممالک کے نمائندوں کا ایک خاندانہ جلسہ ہوا جس میں شاہ سلمانان ہیں شیخ سنوسی مصمت باسل پاشا (مصری) مولانا عبدالوا حد غزنوی مولانا ظفر علی خان، مولانا عبدالغفار قصوری اور مولانا داؤد غزنوی موجود تھے۔

سلطان ابن سعود کے مہتمم سلطان ہمکالئے سلطان ابن سعود کی طرف سے مہمانوں کا خیر مقدم کیا ہمراہ زمین ہموار ہے جلالۃ الملک کے قبضہ اور مصالح لیا سی کی عمدگی پر سرپرستی ہوئیں کہ وہ مذہب اور شرع کے بالکل مطابق ہے۔ اخیر پر مولانا اسمٰعیل غزنوی نے ایک سپاسنامہ پڑھا جس کے بعد محل مقدس کو پیش کیا گیا جس کی خوبصورتی اور خوشنمائی کی سب نے تعریف کی۔

جلالۃ الملک نے تمام نمائندوں اور کاریگروں کا شکریہ ادا کیا اور ہر ایک کو خلعت دی۔ جہان آرا پاشا رئیس سنوسی اور مصر کے جماعت حزب الوطن ایک رکن میں عام تبادلہ خیالات ہونے لگا۔ حزب الوطن کے رکن نے اپنی جماعت کی طرف سے محل کے واقعہ پر افسوس کا اظہار کیا جلالۃ الملک نے جواب میں کہا کہ وہ پہلے مسلم ہیں اور بعد میں عرب۔ وہ اسلام کو سب سے اول خیال کرتے ہیں اور پھر دوسری چیزوں کو اس شام جلالۃ الملک نے اسلامی ممالک کے نمائندوں کے ساتھ تناول طعام بھی فرمایا

ترکی میں لاطینی رسم الخط

عربی رسم الخط کی دقتوں سے تنگ آکر اب ترکوں نے یہ ارادہ کر لیا ہے کہ وہ ترکی زبان کو لاطینی رسم الخط میں لکھا کریں چنانچہ اس کے متعلق ترکی کی مجلس اعلیٰ میں ایک مباحثہ بھی ہوا جس میں عربی اعداد جو اصل میں عربی سے لئے گئے تھے اور اب بھی ان کا نام "عربی اعداد" ہی ہے ان کو ترکی زبان میں استعمال کرنا طے پا گیا۔

ترکی زبان کلیتہً لاطینی رسم الخط میں لکھنے کے متعلق جو احتیاطی مدامج تھے اب مکمل ہو گئے ہیں۔ اور یہ طے ہوا ہے کہ سب سے پہلے ایک لغت تیار کیا جائے جس میں ترکی الفاظ لاطینی رسم الخط میں لکھے جائیں اور پھر سب سے پہلے لاطینی رسم الخط کا قانون میں جاری کیا جائے اور اس کے بعد مدارس ابتدائی میں اس کا اجرا ہو۔ اس طرح ترکی زبان کی تحریر بھی بالکل انگریزی کی جیسی ہو جائے گی۔

افغانستان میں سنگ مرمر کی کان

کابل کے اخبار امان افغان کا بیان ہے کہ دارالامان کے قریب چپاولیوں میں ایک سنگ مرمر کی کان دریافت ہوئی ہے۔ افغان حکومت نے کان کا پتہ چلانے والوں کو معقول انعام عطا کیا۔

۴۰ سال کا ہندوستانی

ہوشیارپور سے جاجیل کے فاصلہ پر موضع جتیال میں ۴۰ سال کی عمر کا ایک آدمی بھی ہے۔ جس وقت مکہ گورنمنٹ کی ہوگی انگریزی حکومت نے لی اس وقت اس کی عمر ۹ سال کی تھی شخص اچھی طرح چل سکتا ہے لیکن بہت تیز ہے اور پرانے زمانہ کی کہانیاں خوب بیان کرتا ہے اور کہتا ہے باڈی گارڈ کا کام کرتا ہے۔

میر اعلان نامہ

حیدرآباد دکن میں آبرسانی کی ابتداء اور تشنہ لبی کی کیفیت

نواب رکن الدولہ بہادر مدار المہام صوبہ جات دکن نے ۱۲۵۰ھ میں ایک پیاؤ کے دامن میں ہم بنوایا تھا جس کی تاریخ ذیل میں درج ہے:۔

قطعہ تاریخی

چون رکن دولہ بنا کرد این چشمۂ فیض عام
پئے سال تاریخ گفتہ خرد بخور آب سردی بیاد دام

اس ہم کی وجہ سے اتنی سہولت ہوگئی کہ سلاطین و حکام اور معززین نے جو ندی سے پانی منگوایا کرتے تھے ہم سے پانی منگوانے لگے اس زمانہ میں ندی کا پانی مزدور ہی اور کنوایہ پر منگوایا جاتا تھا

نواب رکن الدولہ بہادر نے چشمۂ فیض عام کے سیر عالم کے تالاب کے بعد سے چشمۂ فیض خاص بن گیا۔

نواب سید ابوالقاسم میر عالم مدار المہام نے ۱۲۵۰ھ میں لاکھ روپیہ کے صرفے سے اس تالاب کو بنوایا تھا۔ اس تالاب کی زمین (۱۰۳۵۰۰۰) مکعب گز ہے۔ دس سال قبل اس میں پانی کا اندازہ (۴۸۰۰۰۰۰۰) گیلان بتایا گیا تھا۔ یہ تالاب "میر عالم" دیوان کے نام سے مشہور ہے تالاب میر عالم کی تعمیر کے ساتھ ساتھ ایک نہر بھی بنوائی گئی جس کے ذریعہ سے حیدرآباد میں پانی تقسیم ہوتا تھا۔ اس نہر کا خزانہ دروازہ فازی بنڈہ اور فتح دروازہ کے درمیان میں تیار ہوا اس خزانہ کا نام جوڑوان حوض رکھا گیا یہ حوض بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ جوڑوان بنایا گیا۔ اس حوض کے پاس ایک کتبہ موجود ہے جس میں کندہ ہے کہ:۔

"بسم اللہ محمد پیا
واکھاڑہ محمد پیا"
سنہ ۱۲۰۱ھ

اس حوض کی شان میں ایسی نہ تھیں کہ جس سے پانی صاف اور ستھرا جاری رہے بلکہ چند روز کے بعد سے اس کا پانی گدلا ہوگیا اور اس سے بدبو کی کاغ بھی پیدا ہوگیا تھا۔ پانی کی خرابی کی وجہ سے جو بیماریاں پیدا ہوئی تھیں اس کے روک کرنے کے لئے نلوں کی تحریک پیش کی گئی چنانچہ ۱۲۸۰ھ میں نل اندازی کا کام شروع ہوا۔ تالاب کے قریب صفائی آب کی غرض سے بڑے بڑے حوض تیار کئے گئے ان تمام حوضوں کی تیاری میں دعائے [illegible] پر میر خزانہ شاہی سے صرف کئے گئے اس سے دس سال پہلے نصف حیدرآباد سے زیادہ سیراب ہوتا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۱۰ھ میں نواب آسمانجاہ بہادر نے عمدہ سا گر تیار کروایا اس تالاب کے اخراجات صرف دو لاکھ پچاس ہزار ہوئے اس تالاب سے تشیر گنج شاہ ملی بنڈہ تک نلوں کے ذریعہ پانی تقسیم ہوتا رہا۔ اس کے بعد ۱۳۱۰ھ میں جب فرمان ہمایون نشان اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر محبوب علیخان بہادر حضور دکن فلتان سا گر تیار کیا گیا جس سے تمام شہر سیراب ہورہا ہے۔ تالاب فلتان سا گر کی وجہ سے بحر یم رکن الدولہ تقریباً کل تالاب بیکار ہوگئے اور اس تالاب کے پانی سے حیدرآباد و سکندرآباد کے باشندے سیراب ہورہے ہیں۔ لیکن بدنصیب اہالیان محلہ اندرون فتح دروازہ جس کے قریب کسی زمانہ میں جوڑوان حوض چالو تھا اور وہاں کے باشندے اس کے گدلے پانی ہی کو نعمت تصور کرتے تھے۔ مگر جب سے کہ جوڑوان حوض بند کر دیا گیا ہے اس تاریخ سے آج تک اندرون فتح دروازہ نل اندازی کی نوبت ہی نہیں آئی حالانکہ یہاں فتح دروازہ ایک پانی کا بڑا خزانہ موجود ہے اور دو بڑے بڑے شاہی نل اس محلہ کے دونوں جانب دو دو سو قدم کے فاصلہ سے بچھائے گئے ہیں مگر افسوس ہے کہ باوجود تعدد محضر گذرانے اور اخبارات کے توجہ دلانے پر بھی محکمۂ آبرسانی اس طرف اپنی توجہ خاص مبذول نہیں کرتا۔ اس محلہ میں صفائی سے پانی کی دو بنڈیاں بہ تقرر تنخواہ سہ سو روپیہ مقرر تھیں مگر وہ بھی ماہ رمضان ۱۳۷۰ھ میں بہ تعمیل حکم بند کر دی گئیں۔ و کذا بنڈہ شماری موقوف کر دی گئیں۔

اندرون فتح دروازہ کی نل اندازی کا مراسلہ

سرکار عالی سے مظور ہو چکا ہے کہ محکمۂ آبرسانی کو صرف یہ ضرر ہے کہ اہالیان محلہ فی گھر (۴ عدد) روپیہ محلہ اظہار مکانات نل لینے کے لئے اور مادہ جوں اور رقم داخل کریں تو منظورہ نل بچھایا جائے گا ورنہ نہیں۔ ہم محکمۂ آبرسانی کو ذریعہ محضر و اخبارات توجہ دلا چکے ہیں کہ اس محلہ میں معقول آبادی کی تعداد زیادہ نہیں ہے جو محکمۂ آبرسانی کی خواہش پوری کر سکے یہاں غریب طبقہ کے لوگ اکثر سکونت پذیر ہیں ان لوگوں سے محکمۂ آبرسانی کے مطالبات پورے نہیں ہو سکتے محکمۂ موصوفہ کا منشا، اگر صرف سرکاری نفع پر مبنی ہے تو اس میں کسی قدر عایا رکی تباہی اور بربادی بھی لازمی ہے۔ ناظر قرائن اسبات پر مجبور کر رہے ہیں کہ محکمۂ آبرسانی جو قصور اس محلہ کے لئے مقرر کئے ہیں وہ بہ ہیت سخت ہیں بلکہ ہر منصفانہ رعایت کی جائے دوسرے محلہ جات کی نظیر اس وقت ہمارے اس وجہ سے پیش نہیں کرتے کہ محکمۂ متعلقہ کا امتیاز یہ ہے کہ جس وقت چاہے پابند شرائط کرے اور جس وقت چاہے اپنے قیود کو نظر انداز کر دے۔ ایسی صورت میں ہماری منت و سماجت بھی بیکار ہے۔ اہالیان محلہ فتح دروازہ کی تاریخی تشنہ لبی کی شکایت حد سے متجاوز ہوگئی ہے۔ عدا و عالم اپنی رحمت سے اس محلہ کے باشندوں و کنوؤں کو سیراب کر دے تاکہ پردہ نشین عورتوں کو گھر سے باہر شارع عام پر پانی لینے کے لئے نکلنا نہ پڑے۔

ابوالمعالی سید لطف علی عارف

دار التشخیص

انجمن البلاغ یونانی کے شریک معتمد جناب فلاح دیتے ہیں کہ چونکہ شیرخیر مرض ہاضمون اجلاس دار التشخیص طبی تھا۔ جب سابق ہر ماہ الٰہی کی یکم اور ۱۵ کو اجلاس دار التشخیص برابر ہوا کرے گا۔

مختلف خبریں

مزدور جماعت کے لیڈر کی مشکلات

مسٹر رامزے میکڈونلڈ کی مخالفت

انگلستان کی پارلیمنٹ میں مزدور جماعت جو قائم ہوئی تھی اس سے مظلوم اور غریب طبقہ کو بہت کچھ امیدیں تھیں۔ مزدور جماعت بہت سرعت سے ترقی کرتی گئی اور جنگ کے بعد اس جماعت کو بہت بڑی قوت حاصل ہوگئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وزارت بھی ان کے ہاتھوں میں آگئی۔ مسٹر رامزے میکڈونلڈ اس جماعت کے لیڈر ہیں۔ انہوں نے کچھ عرصہ تک وزارت بھی کی۔ انگلستان کے غریب طبقہ کو اس وزارت سے جو جو امیدیں تھیں وہ کچھ ہی عرصہ میں خاک میں مل گئیں۔ کیونکہ مزدور جماعت کی وزارت قدیم وزارت سے کسی طرح بہتر ثابت نہ ہوئی۔ وزارت کے ہاتھ میں آتے ہی ان لوگوں کا نقطۂ نظر بھی وہی ہوگیا جو اقتدار پسند افراد کا ہوتا ہے۔ غرض جب تک کہ وہ وزارت قائم رہی اس کے بعد سے اب تک مزدور جماعت کو کوئی ایسا ثبوت نہیں دیا کہ اس سے ان کے خیالات میں تبدیلی اہمیت پسندی سے فرقت کا اظہار ہوتا۔ مزدور جماعت اصولاً موجودہ وزارت انگلستان کی مخالف ہے۔ مخالف کی حیثیت سے اس کا فرض ہے کہ ہر معمولی اختلافی پردہ حکومت کو تنبیہ کرے اور اس کا ساتھ نہ دے۔ مگر حال میں سائمن کمیشن کی تحریک جب وزارت کی طرف سے لارڈ برکن ہیڈ نے پارلیمنٹ میں پیش کی تو امید وار ہوگئے کہ مزدور جماعت کے لیڈر مسٹر میکڈونلڈ اس تجویز کی تائید کی۔ نہ صرف تائید کی بلکہ کمیشن کو اپنے عہد بھی دے۔ اب بھلا اس جماعت کے صحیح معنی میں غریب اور مزدور دن کا حامی کس طرح کہا جا سکتا ہے۔

مزدور جماعت کا یہ حال دیکھ کر لبرل پارٹی نے اس کی مخالفت پر آمادہ ہوگئی ہے۔ اگر جب لبرل پارٹی پارلیمنٹ میں کنزرویٹو جماعت کی تعداد بہت کم ہے مگر اس نے مزدور جماعت کو بہت بڑی ٹکر دینا چاہتے ہیں اور ضمنی انتخابات میں اپنے امیدوار کھڑے کر دیا ہے۔ آئندہ سال انتخابات ہونے والے ہیں اور ان کے مخالف مسٹر ولیم پال کو کامیابی حاصل ہو جائے۔

حال ہی میں انہوں نے کارڈف میں پارٹی ڈیلیگیٹس کانفرنس میں تقریر کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنا کر وہ بالا انوار غلط فہمی اور یہ کہ مسٹر میکڈونلڈ اپنے انتخاب کے متعلق واقعی خوف زدہ ہیں۔ اس تقریر میں انہوں نے کہا کہ کئی حلقوں سے دعوت آئی کہ وہ وہاں جائیں اور وہاں سے انتخاب ہونے کے لئے کھڑے ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس معاملہ کو آپ ہی لوگ غور فرمائیں تو آپ میرے خیالات جانتے ہیں۔ اگر آپ کوئی ایسا کیمپ دیکھ بھال کر لیں جو ناقابل اب اندازی ہو۔ یعنی جہاں ان کو مخالفت کا کھٹکا نہ ہو مجھے اطلاع دیجیے۔ یا آپ چاہیں تو میرے لئے اور حلقوں سے بھی خط و کتابت کر سکتے ہیں؟"

اس تقریر سے ظاہر ہے کہ وہ افواہ بہت کچھ صداقت رکھتی ہے۔

کیا صوبہ مدراس میں اور جامعے قائم ہوں گے

ایک افواہ ہے کہ مدراس یونیورسٹی کا ایک کمیشن مقرر کیا گیا ہے جو اس بات کی تحقیقات کرے گا کہ کیا صوبہ مدراس کو اور یونیورسٹیوں کی ضرورت باقی ہے کمیشن میں دس ارکین ہوں گے۔ جن کے ناطب امیر جامعہ اور ناظم تعلیمات مدراس بھی دورہ وغیرہ میں مدد دیں گے۔

خونی عقاب

ایک جریدے سے معلوم ہوا ہے کہ انگلستان میں پچھلے ہفتہ ایک عقاب نے بھیڑ کے دو بچے اٹھائے تھے اب اس نے ایک دوسرے مقام پر دو خرگوش کو پہاڑ ڈالا ہے۔ دہقانوں کا بیان ہے کہ یہ عقاب تین فٹ اونچا ہے اور اگر بازو پھیلائے تو ایک سرے سے دوسرے تک دس فٹ سے کم لمبے نہ ہوں گے۔ عقاب ہوا میں اڑتا رہتا ہے اور پھر دفعتاً نیچے اتر کر بھیڑ کے بچے کو پھاڑ ڈالتا ہے۔ اور اٹھا لے جاتا ہے۔

مکھیاں پکڑنے والا آلہ

حال ہی میں بجلی کا ایک نیا آلہ ایجاد ہوا ہے جس کے ذریعہ سے مکھیاں اور اس قسم کے دوسرے تکلیف دینے والے کیڑے مکوڑے بآسانی پکڑے جا سکیں گے۔

بجری سائیکل

فرانس کے ایک موجد نے بجری سائیکل ایجاد کی ہے جس کے ذریعہ سے سائیکل پانی پر چلائی جا سکتی ہے گذشتہ موسم خزاں میں اس شخص نے کیلے (واقع فرانس) سے ڈوور (واقع انگلستان) تک اسی سائیکل پر سوار ہو کر انگلستان کو عبور کیا تھا۔ اور اس عبور میں صرف ساڑھے چھ گھنٹے لگے تھے۔ اب اس قسم کے سائیکل اور مقامات پر بھی بن رہے ہیں۔

بیرونی خبریں

شاہ افغانستان کی انگور میں مصروفیت

- باشندگان شہر انگور کے نمائندے نے جلالت مآب شاہ و ملکہ افغانستان کی خدمت میں ایک خوشنما مرتع دوربینی قالین اور دو لفنس انگوری بطور تحفتاً پیش کیں۔ خبر بھیجی شاہ افغانستان نے اپنی قیام گاہ میں غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے اعزاز میں ایک ضیافت کی۔

شاہ امان اللہ خان اور ملکہ ثریا صیدالنفی کا زادہ قسطنطنیہ میں بسر فرمائیں گے۔

جدید اتحاد ثلاثہ

لارڈ برکنہیڈ کی نامرادی

"ڈیلی ہیرالڈ" کہتا ہے:۔ لارڈ برکنہیڈ کے خانگی سفر اور وہاں کے بعد وجہد پر حالک غیر کے جرائد برابر رائے زنی کر رہے ہیں۔

"نیویارک ٹائمز" کا باخبر نامہ نگار برلن سے لکھتا ہے کہ لارڈ برکنہیڈ نے اپنے قیام برلن کے زمانہ میں روس کے خلاف انگریزی فرانسیسی جرمن اتحاد کے تجویز پیش کی تھی۔

نامہ نگار مذکور یہ بھی لکھتا ہے کہ ڈاکٹر اسٹرسمن نے اس تجویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جواب دیدیا ہے کہ روس کے متعلق برسنی کی پالیسی میں کوئی تغیر نہیں ہو سکتا۔

نامہ نگار مذکور کہتا ہے کہ جو تجویز اس مرتبہ پیش کی گئی تھی وہ بالکل اسی قسم کی ہے جو پر ایک عرصہ قبل برمن پولیٹس منسٹر کیبٹ کے ڈاکٹر راتنا الار شیرگ نے جن کے ساتھ مال ہی میں لارڈ برکنہیڈ نے لندن پر گفتگو کی تھی زور دیا تھا۔

نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ۔ اور کیا جاتا ہے کہ لارڈ برکنہیڈ کی تجویز کو سر آسٹن چیمبرلین نے اپنی کی انگورہ میں دولت افروزی سے اب تک غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور دیگر ترکی حکام نہایت خوش اخلاقی و خلوص سے آپ کی ضیافت اور مہمان داری کر رہے ہیں۔ آپ ۲۰ پنے روز دوشنبہ قسطنطنیہ تشریف لیجائیں گے۔

افغانی وزیر کی مراجعت طہران

- افغانی جنرل وزیر طہران واپس ہو چکے ہیں وہ کرنیل نہر بھیجی شاہ امان اللہ خان کی معیت میں حاضر تھے۔

لندن کی ہندوستانی مجلس

وطن اور مذہب کی بحث

- لندن کی ہندوستانی مجلس کے خلیصدارت میں ڈاکٹر پرانجپائی نے پرزور الفاظ میں مذہب میں ترمیم و تبدیل کی اپیل کی اور اپنا ایقان ظاہر کیا کہ کس قدر جلد ہندوستان مغرب کے دوش بدوش ہوگا اتنا ہی بہتر ہے۔ اپنی تقریر میں انہوں نے ترک خلافت کے بارے میں ترکی کے فیصلہ اور ہیر جاپان روس اور میکسیکو کا ذکر کیا ان ممالک نے کس طرح مذہب کے خلاف سخت جدوجہد کر کے مذہبی اثرات کے بغیر ترقی کی۔

آخر میں انہوں نے صاف کہدیا کہ ترقی کے لئے یہ شرط ہے کہ مذہب کو کم سے کم اہمیت دی جائے اور اس طرح فرقہ وارانہ فساد و عناد کا خاتمہ کر کے ہندوستان کے لئے وہ فضا فراہم کی جائے۔

لارڈ برکنہیڈ اور جرمن نگار

کل جرمن نگاروں کی مین الاقوامی مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے لارڈ برکنہیڈ وزیر ہند نے اس امر پر زور دیا کہ جرائد مین الاقوامی اشتراک عمل و مفاہمت میں اضافہ کرنے کے قیام امن کا نہایت موثر آلہ ثابت ہو اور نہ مسٹر بالڈون لیکن وہ کابینہ کے اس حصہ کے خیالات کی نمائندگی کرتے ہیں جس میں مسٹر چیمبرلین اور سر ولیم جانسن ہکس شامل ہیں۔

شاہ افغانستان کو صدر جمہوریہ کا تحفہ

- جلالت مآب شاہ و ملکہ افغانستان کے اعزاز میں مصطفیٰ کمال پاشا نے نہایت شاندار پیمانہ پر دعوت کی اور اس موقع پر آپ کی خدمت میں غازی پاشا نے ایک تصویر طلائی نہایم میں منصب کرا کے جس کے اطراف جواہرات و لعل لگے تھے تحفتاً پیش کی۔ علاوہ ازیں ایک ترکی تلوار جس کی میان نقرئی تھی اور دستہ طلائی جواہر سے مرصع پیش کیا۔

شاہ و ملکہ افغانستان ۱۸ گھنٹے بمقام بورصہ آسود تشریف لے جائیں گے اور بالوشک سو ویٹ ہوائی جہاز کے (۵) جہاز آپ کی حفاظت کریں گے۔

طنجہ کانفرنس کا نتیجہ

اٹلی کے ساتھ مراعات

طنجہ کانفرنس نے جو قرارداد مفاہمت طے کی ہے اس کی رو سے اٹلی کو طنجہ کی مجلس بلدیہ میں ایک بدیہ نشست ملی علاوہ ازیں اٹلی کو طنجہ کی بین الاقوامی عدالت میں بھی ایک نشست حاصل ہوئی۔

قرارداد مفاہمت طے ہونے کی وجہ سے توقع کی جاتی ہے کہ اٹلی میں بین الاقوامی دستور ۲۴ گھنٹے کی پابندی کرے گا جس میں فرانس اور اسپین کا معاہدہ مورخہ ۲۷ مارچ گذشتہ نے اس کے مطالبات اتمام کی تشریحی ودا التی نمائندگی کے بارے میں ایقان بخش طریقہ پر طے کئے ہیں۔

شاہ افغانستان کی سیاحت قسطنطنیہ

- جلالت مآب شاہ و ملکہ افغانستان

ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس انجمن کو ایک تالوی جمہیۃ الاقوام بتایا اور کہا کہ جرائم کا مجموعی اثر جو جنگ کے تجربات سے قوی اور مستحکم ہو گیا ہے زیادہ امید افزا ہے۔

مجلس ایران نے معاہدہ کی منظوری دیدی

مجلس ایران نے ایران و پولینڈ کے معاہدہ مودت و تجارت اور ایران افغانستان کے معاہدہ مودت و تحفظ کو منظور کر لیا۔

اٹلی اور ترکی کا معاہدہ

اٹلی اور ترکی کے معاہدہ غیر جنبہ داری پر دستخط ہو گئے۔

شاہ افغانستان قسطنطنیہ کو روانگی

شاہ امان اللہ خان و ملکہ ثریا یہاں تشریف لائے اور دو دن بانیچہ میں مقیم ہیں۔ آپ بالعموم دو طیارہ میں سے عازم کابل ہوں گے۔ بلجیم کا سفیر کارڈسی ڈیوتزن آگیا ہے۔ وہ شاہ و ملکہ افغانستان کے ہمراہ قسطنطنیہ تک آپ کے جلوس میں رہے گا۔

اٹلی اور یوگوسلیویہ میں ناچاقی

باہمی طمانیت کا مطالبہ

گذشتہ ہفتہ روز میں اطالوی وزیر خارجہ نے حکومت یوگوسلیویہ سے اٹلی کے خلاف متعدد بار شکایت کی اور ہنگامون فتنہ و فساد کی وجہ سے جو مخالف فضا پیدا ہو گئی ہے اس کو دور کرنے اور مظاہرات کی روک تھام کرنے میں پولیس کی ناکامی پر اس کو معقول نہ دینے کا گلہ کیا ہے۔ یوگوسلیو یہ میں طالونیوں کو جو نقصانات ہوئے ہیں ان کی تلافی بھی چاہی گئی ہے۔

اخبار پولیٹیکا کا بیان ہے کہ حکومت یوگوسلیویہ اٹلی میں اپنے ہم قوم باشندوں کے بارہ میں اسی قسم کی حمایت کا طالب ہو گئی۔

انگلستان میں ڈاکٹر مینٹ کی مصروفیت

بائیکاٹ کی تائید

عازم انگلستان ہونے سے قبل ڈاکٹر مینٹ نے مدراس میں اظہارات کیا کہ انگلستان میں اپنے قیام کے زمانہ میں وہ برطانوی پبلک کے سامنے ہائیکاٹ کی توضیح کرنے کا موقعہ پائیں گی۔ انہوں نے کہا کہ وہ حکومت کی جانب سے خلوص کے ساتھ تعرض کی جانب برطانوی پبلک کو بھی متوجہ کریں گی۔ اس کے متعلق حکومتی تردید کے باوجود وہ اپنی [illegible] ہندوستان [illegible] کا پیام ہے کہ [illegible] بائیکاٹ [illegible] جب وہ [illegible] اس کے خلاف [illegible] کو اپیل ہے تاکہ جب وہ (کمیشن) دستور تیار کرے اور پارلیمنٹ اس کی منظوری دیدے تو اس پر عمل کرنے والا ہندوستان میں کوئی نہ ہو۔

شاہ افغانستان قسطنطنیہ میں

فوجی پریڈ کا معائنہ

جلالتمآب شاہ و ملکہ افغانستان نے آج صبح قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان فوجی پریڈ کا معائنہ کیا۔ سہ پہر میں جہاز دو اژدر پر سوار ہو کر بالعموم روانہ ہوئے۔ یہاں سے روس کا بیڑہ جو سفیر کبیرہ اسود آپ کی معیت میں رہے گا۔

ایران شاہراہ ترقی پر

طلبہ کی یورپ کو روانگی

مجلس نے آج مسلسل چھ سال تک سالانہ ایک سو طلبہ کی تعلیم سائنس کی تعلیم دلانے کی غرض سے یورپ بھیجنے کی تائید میں ایک مسودہ منظور کیا۔ ہر ایک لڑکا کی کے لئے سالانہ ایک لاکھ تومان مخصص کر دئے گئے ہیں۔

ایران و عراق کا مسئلہ

برطانیہ کا اصرار

سر آسٹن چیمبرلین وزیر خارجہ نے دار العوام میں ایک استفسار کے جواب میں بیان کیا کہ موجودہ حکومت عراق کو تسلیم کرنے کے لئے ان کے اپنے معاہدہ کے تحت کسی مرتبہ ایران کو متوجہ کرایا گیا۔ اگر ایسا کیا جائے تو سلطنت کے ساتھ ایران کے تعلقات مستحکم بنیاد پر قائم ہو جائیں گے۔ مگر آج تک حکومت ایران نے اس باب میں کوئی کارروائی نہیں کی۔

ایران پر جبر نہیں

دار العوام میں بعض سوالات کے جواب میں مسٹر آسٹن چیمبرلین نے کہا کہ عراق و ایران و انگلستان میں یہ شرط نہیں تھی کہ ایران عراق کی موجودہ حکومت کو تسلیم کرے۔

ایرانی بندرگاہوں میں برطانوی جہاز

سر سکلت والا کے استفسار کے جواب میں سر آسٹن چیمبرلین یوں گویا ہوئے کہ ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۲ء کو ملاحان میں جو معاہدے طے ہوئے وہ ایرانی بندرگاہوں میں برطانوی جنگی جہازوں کی آمد و رفت سے بحث نہیں کرتے غیر سرکاری طور پر ۱۹۲۳ء میں جو انتظام کیا گیا تھا اس میں صرف یہ قرار پایا تھا کہ حکومت ایران کو اس تمام برطانوی جہازوں کے ناموں سے آگاہ کر دیا جائے جو خلیج فارس میں ہوں اور حکومت ایران، اطلاع کے بعد اپنے مقامی حکام کو کہ دیگی کہ ان جہازوں کی ایرانی آمد و رفت خلاف منشا اگر کچھ نہیں ہے۔

فلسطین میں نوجوان مسلمانوں کی انجمن

مسلمان نوجوانوں کی ایک انجمن جو بالکل غیر سیاسی اصول و ضوابط کے سخت ہو گی اس مقصد کے ساتھ قائم کی گئی ہے کہ فلسطین کے مسلمان نوجوانوں کو جدید ترقی یافتہ نصب العین کے درجہ اعلیٰ پر فائز کیا جائے۔

ایرانی قرضہ کا مسئلہ

دار العوام میں کمانڈر کنورتھی نے حکومت ایران و برطانیہ کو واجب الادا قرضہ کے بارے میں استفسار کیا۔ اس کے جواب میں مسٹر ایڈورکیمس نائب وزیر خارجہ نے بیان کیا کہ حکومت ایران نے اس رقم کے متعلق جو ہم تبول کرنے تیار ہیں انتظامات کرنے ہیں مگر اب تک ادا نہیں کی۔

طنجہ کانفرنس

طنجہ کے متعلق انگلستان فرانس اور اٹلی میں جو جلسے مشاورت ہو رہی تھی وہ کس نتیجہ کو پہنچ گئی اور اس کی کارروائی متعلقہ حکومتوں کے آگے بغرض توثیق روانہ کی جا رہی ہے۔

تیل کے دو نئے چشموں کی برآمد

خانی خان آئل کمپنی نے جو ایلو یرشین آئل کمپنی کی ایک معاون ہے، دو نئے کنوئیں برآمد کئے ہیں جن سے روزانہ دو لاکھ بیالیس ہزار گیلن تیل نکلتا ہے دونوں کنوئیں کمپنی کے ہاتھ میں ہیں۔

(ترجمہ بہمرا)

گوالف ہند

عمر خیام کے والد کے مخطوطات

کلکتہ ۳ مئی۔ مسٹر جسٹس بک لینڈ کے جلاس پر مسٹر بشیر علی نے مسٹر مصطفیٰ علی کے خلاف جو مقدمہ دائر کیا ہے اس کا تعلق دو نادر فارسی قلمی کتب سے ہے جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ عمر خیام کے والد کے لکھے ہوئے ہیں قلمی نسخے سونے کے پانی سے لکھے ہوئے ہیں مستغیث کا بیان ہے کہ اس نے مدعی علیہم کے ان قلمی نسخے ۶۵۰ روپیہ پر رہن رکھوائے تھے اگر بالمعاملہ کر اب ان کو فروخت کر دینا چاہتے ہیں۔ جج نے ان دونوں نسخوں کو عدالت میں پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔

جامعہ کلکتہ کی خطرناک حالت

کلکتہ ۳ مئی۔ سر آشوتوش جی آنجہانی کے کارناموں کی ستائش کرنے کے لئے جو جلسہ منعقد کیا گیا تھا اس میں ڈاکٹر سی۔ وی رامن نے تقریر کرتے ہوئے زور دیکر کہا کہ جامعہ کلکتہ کو آج یہ خطرہ درپیش ہے کہ وہ ہندوستان میں پانچویں درجہ کی جامعہ ہو جائے گی جامعہ کلکتہ مہابات کے معزز ہاولوں سے گھری ہوئی ہے۔

مسٹر ہارٹ شارن اب ہندوستان نہیں جائیں گے

لاہور ۳۱ مئی۔ "سول اینڈ ملٹری گزٹ" کا نامہ نگار لندن سے اطلاع دیتا ہے:۔

سمجھا جاتا ہے کہ مسٹر ہارٹ شارن نے میں کمیشن کے ساتھ ہندوستان واپس نہ جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ انہیں اپنے حلقہ انتخاب کے سیاسی اثرات کی وجہ سے اپنی پارلیمنٹی نشست کا یقین نہیں ہے۔ نامہ نگار مذکور کہتا ہے کہ یہ فیصلہ مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے۔

ہندوستانی تعلیم کا مسئلہ

ارکین کمیٹی کے انتخاب کا اعلان

شملہ ۳۱ مئی۔ ایک اطلاع مشتہر ہے:۔

ہندوستانی وستقر کمیشن نے ایک امدادی کمیٹی کے تقرر کا تصفیہ کیا ہے جو برطانوی ہند میں تعلیم ترقی کے مسئلہ کی تحقیقات اور اس کے متعلق رپورٹ پیش کرے گی۔ کمیٹی ترقی تعلیم کے متعلق امدادی کمیٹی کے نام سے موسوم ہوگی اس سے کہا جائے گا کہ وہ ۱۵ دسمبر تک اپنی رپورٹ مکمل کر کے کمیشن کے آگے پیش کرے۔

اس کمیٹی کے ارکین حسب ذیل ہوں گے:۔

سر فلپ ہارٹاگ سی، آئی ای رکن پبلک سروس کمیشن سر لیوی ایمرسٹ سلبی بانیگ باریٹ لا کے سی، پی سابق مستقل معتمد مجلس تعلیمات، سر سید سلطان احمد وائس چانسلر پٹنہ یونیورسٹی سر راج اینڈرسن سی آئی ای، اسی ناظم تعلیمات پنجاب، دیوان بہادر رنگا چاریار ناظم تعلیمات مدراس، مسٹر ہیتو لکشمی ریڈی نائب صدر مجلس تشریعی پنجاب۔ مسٹر آر ایم اسٹرایم ایڈمن ایجوکیشنل سروس اس کمیٹی کے سکریٹری مقرر کئے گئے ہیں۔

مسلمانوں اور ہندوؤں کو مہاراجہ الور کا مشورہ

کوہ الور ۳۱ مئی۔ جے ولاس میں کل عید منائی گئی جب کہ ہز ہائی نس مہاراجہ الور نے اپنے مسلم رعایا کو ہندو مسلم رعایا اور کوہ الور کے باشندوں کے ساتھ مل کر ایک مسلمانوں اور ہندوؤں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے اختلافات کو دور دیں اور بھائی بھائی کی طرح متحد ہو جائیں۔

بلڈ کمیٹی کے کاروبار

فرنڈن یکم جون۔ اس وقت تک صرف بیس دیسی ریاستوں نے جن میں ریاست ابد مدت حیدرآباد اور میسور بھی شامل ہے۔ اپنے بلڈ کمیٹی کے آگے پیش کر دیا ہے۔

تقریباً (۱۶) ریاستوں نے جن میں کشمیر جیسی گوالیار بکانیر اور پٹیالہ بھی شامل ہیں اپنے خیالات و آراء کمیٹی کے آگے پیش نہیں کئے گمان ریاستوں کی نمائندگی سر لنلی اسکاٹ ایوان روسار ہند کی جانب سے کرنے والے ہیں۔

افغانستان کو دریائی راستے کی ضرورت ہے

راجہ مہندر پرتاب کا مکتوب

راجہ مہندر پرتاب لوکیو کے جاپانی اڈیٹر ڈائیجر میں لکھتے ہیں کہ آپ کو جو خط لکھنے کا مقصد آپ کے اشاعیہ کے متعلق جو زیر عنوان امان اللہ یورپ میں شائع ہوا ہے ناچیز اظہار قدردانی اور اس کا اقرار کرنا ہے کہ اس مضامین آپ نے ایشیائی مظلوم قوموں کی ایک حمایت آمود خدمت انجام دی ہے۔

افسوس کے ساتھ مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ گذشتہ جنگ مظلمی میں جرمنی سے متحدہ اسلامی ایشیائی قومی جملہ متوں سے زیادہ ایشیائی و اسلامی ممالک کو مدد دی تھی۔ جنگ کے بعد سوویٹ روس نے جس کو بہت کچھ برا بھلا کہا جاتا ہے ہمیں ہندوستان اور مسلم ممالک کے متعلق ان کے فطری دوستوں اور ہمسایوں سے زیادہ ہمدردی کا طرز عمل ظاہر کیا۔ اب اس اعلان میں آپ نام نہاد مسیحی قوم کی بیداری کو دبا دینے اور صرف مبنی بر مصلحت ممالک کی امداد و تائید کے لئے راست باز انسان کی طرح نکل آئے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کے تلطف آمیز اور شرافت آمود طرز عمل کی قدر کی نظر سے دیکھتا ہوں۔

میں آپ سے یہ التجا بھی کرتا ہوں کہ آپ میرے خیال کی بھی تائید اور میرے مصالحہ کی حمایت کریں محض راستی و صداقت کی خاطر آپ براہ کرم پیغمبر شائع فرما دیجئے کہ میں افغانی قاصد نہیں ہوں اور یہ کہ میں نے یہ نہیں

کہا کہ افغانستان ایشیائی مقصد کی خاطر آئندہ اپنے آپکو ہندوستان سے ملحق کر دینا چاہتا ہے میں نے کہا حقا کہ افغانستان ان افغانی قبائل کو منتر کر لینا چاہتا ہے جو ہندوستانی سرحد پر رہتے ہیں اور وہ ایک دریائی راہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ احمد میں نے اس نقطہ پر زور دیا حقا کہ ہندوستانی قومی رائے اس خواہش پر متمرکز نہیں ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ افغانی قبائل ایک ایسے آزاد علاقہ میں رہتے ہیں جو ہندوستان کا جزو نہیں ہے اور اگر افغانستان بلوچستان کی راہ سے سمندر تک پہنچ جائے تو ہندوستان کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔

آخر میں اس امر کی توضیح بھی کر دینا چاہتا ہوں کہ حالانکہ میں ایشیا کے مقصد اور مظلوم اقوام کی پرجوش خدمت کرتا ہوں لیکن کوئی خاص فرقہ یا قوم نہیں ہے مجھے بنی نوع انسان سے محبت ہے میں اپنے آپ کو بنی نوع انسان کا خادم سمجھتا ہوں۔ اگر میں ایک قسم کی ایشیائی بیداری کی حوصلہ افزائی و تائید کرتا ہوں تو اس کا مقصد اور پالیسٹ و امریکا بیسٹ کے احساس بیداری واتحاد کو مقابلہ کر نا ہے۔

مجھے امید ہے کہ بہت سے لکات کے لوگ متحد ہو جائیں گے اور نسل انسانی کو اپنے سوسائٹی کے برے عنصر سے بچالیں گے۔ (ترجمہ ہرکرن)

سرحد پر جنگی استحکامات

ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر برطانیہ نے جس وسیع پیمانہ پر فوجی استحکامات کا جال بچھایا ہے وہ بہت اغلب خطرہ پیدا کر رہے ہیں کہ کہیں یہ بے کس اور معصوم علاقہ جنگ کی آماجگاہ نہ بن جائے۔

جنگ عظیم کے بعد برطانیہ نے آزاد اور ارائے سرحد کی شمال مغربی ادارے کو پھیلنے والی عالمگیر جنگ کے لیے مستحکم محاذ بنانے کا آخری اور قطعی فیصلہ کر لیا۔ یہ اس لئے نہیں تھا کہ رائے سرحد جنگ کے دوران عظیم میں محض اس لئے کہ کوئی زیادہ تکلیف دہ نابت ہوئے تھے۔ بلکہ محض اس لئے کہ ایک تو جنگ عظیم کی فتح کا گھنڈ تھا اور دوسرے عرب رسمی مزدوروں کے سامنے کیش اقتدار کے خاتمہ کے خواب تھے جب انگلش ڈیفنس اور کوبک الشوبکی اقتدار کے خاتمہ کی کوشش پر تاکام ہو کر خود ذلیل و خوار ہو گئے تو شمال مغربی سرحد ہند کے استحکامات اور زیادہ ضروری خیال کئے گئے۔ اس پالیسی کے باعث اس عریب ہندوستانیوں کا بن کی یومیہ اوسط آمدنی تین پائی کے قریب ہے۔ کروڑوں روپیہ کی مزید بے دردی اور سنگدلی سے سرحد کے حاجیے پر لے آزاد علاقہ وزیرستان کے گلے میں طوق غلامی ڈالنے کے لئے خرچ کیا گیا۔ اور ہزاروں کالے ہندوستانی اس جنگ میں مارکیٹ کا رہیٹ چڑھے۔ مگر برطانی سرمایہ داروں کا مقصد حل ہو گیا۔ وزیرستان میں سڑکوں کا جال بچھا دیا گیا نزدیک وغیرہ میں بہت بڑے بڑے قلعے تعمیر کئے گئے جہاں ہوائی جہازوں کے ذریعہ فوجوں کا۔ بنائے گئے وزیری قبائل کو سوا جب کے ذریعہ حلقہ بگوش بنا لیا گیا۔ سڑکوں کے بنانے کے کروڑوں روپے کی شکل میں سرمایہ اندر وہ افراد کو دے کر ان کی زبان بندی کر دی گئی اور اس طرح وزیرستان کی تخریب کا عمل پورا ہو گیا تو سیع سلطنت کی اس حرص سامی پر وزیرستان میں ہندوستانی خزانہ کا جو بے جا اسراف کیا گیا۔ اس کا اندازہ ایک بڑے انگریز افسر کے ان الفاظ سے لگایئے کہ وزیرستان کی سڑکوں پر اتنے روپیہ خرچ ہوئے ہیں کہ کے ایک سڑک کے فرش کا کام دے سکتے ہیں۔

اس اسراف کا سیاسی پہلو اس سے بھی اہم تھا ہے اس وقت شمال مغربی سرحد گلگت سے لیکر بلوچستان کی جنوبی حد تک فوجی استحکامات سے بھری پڑی ہے۔ صوبہ سرحد تو ایک طرف ماورائے سرحد میں بھی سڑکوں کا جال بچھایا گیا ہے جو ملے مقامات تک پختہ سڑکیں لاریوں اور موٹروں کی آمد و رفت کے لئے موجود ہیں جہاں پر آسانی فوجوں اور رسد کی رسائی ہو سکتی ہے۔ ماورائے سرحد کی ریاستیں برطانی علاقہ سے بڑھکر برطانیہ کے لئے بہ ضرورت انجام دے رہی ہیں چترال اور سوات جہاں کسی وقت انگریز دن کا گزر ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ اب لاریوں اور موٹروں کے پایال علاقے ہیں تمام چھوٹے بڑے دریاؤں پر پختہ پل باندھے جا رہے ہیں۔ ٹیلیفون اور تار کا سلسلہ دست بدست ہے۔ ہر چند میل کے فاصلہ پر جدید اسلحہ جات حرب سے مسلح افواج کے صدر مقام اور ضبوط قلعے بن گئے ہیں۔ ہوائی جہازوں کے لئے سرحد کے بہت سے مقامات پر فرودگاہیں ہیں جن پر ریلوے افواج کے لئے چند گھنٹوں میں راولپنڈی سے افغانستان پہنچنا آسان کر دیا ہے۔ وزیرستان کے حدید مواصلات نے ہندوستان کو ایران سے ملحق کر دیا ہے۔ وزیرستان میں بکتریوں کی طرح فوج نظر آتی ہے۔ صوبہ سرحد کے ہر ضلع کا صدر مقام فوجوں کی ایک زبردست چھاؤنی ہے تاکہ آزاد سرحد کی تخریب اور آئندہ جنگ میں تمام انتظامات مکمل ہوں اور افواج کی بھرپائی اور نقل و حمل میں کسی قسم کی دقت نہ ہو۔ غرض کہ شمال مغربی سرحد جنگ میں سے صوبہ سرحد شمال مغربی اور ماورائے سرحد دونوں سرحدوں پر) اس وقت چھوٹے پیمانہ پر ہیڈ کوارٹر لائن کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ تمام انتظامات ایک جدید ترین محاذ جنگ کے ہیں اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ یہ محاذ مدافعتی اغراض کے لئے نہیں بلکہ جارحانہ مقاصد کے لئے ہے چونکہ افغانستان روس اور ایران کی سرحدیں محاذ کے متصل ہیں۔ ان کے دلوں میں قدرتی ان جنگی انتظامات سے خوف و اشتباہ اور غصہ و اشتعال پیدا کر دیا ہے جس تو ان میں برطانیہ سامت جنگ کی تیاریاں سمجھتا ہے۔ گو افغانستان بھی اپنے لئے ایک فیلڈ خطرہ پاتا ہے مگر روس برطانیہ کے ان جنگی استحکامات کا پہلا حملہ کمین افغانستان پر ہوگا۔ اس وقت افغانستان کی پوزیشن بہت تشویش انگیز ہے آج

سنہ ۱۹۱۹ء والا بلیچہ ہے اور روس کے ساتھ اس وقت اچھے تعلقات قائم کرتا ہے تو برطانیہ کے تیور بدل جاتے ہیں۔ اور اگر برطانیہ کی حمایت کا دم بھرتا ہے تو روس اور اسے طرکیت کا پر تار قرار دیتا ہے۔ اس کے لئے تیسری صورت یہ ہے کہ غیر جانبدار رہے۔ لیکن یہ قوت کا دور ہے۔ افغان وقت جب بھی قوت سے حامل ہوں انہیں پیس دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جائیگا۔ بلچہ کا سنہ ۱۹۱۹ء میں برحشر ہوا وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں افغانستان کے موجودہ بادشاہ امان اللہ اور روشن ضمیر ولیعہد شاہ کی سیاسیات پر بھی بہت بڑی حد تک افغانستان کی زندہ پولیٹیشن منحصر کرنے کی غرض سے ہے۔ انگلستان نے اپنے حضر شہزادہ کابل کا دورہ کرا کے انہیں استقبال کیا ہے وہ بھی اس غرض سے تھا کہ افغانستان آئندہ جنگ میں برطانیہ کا حلیف ہو اسی طرح روس نے بھی بالشویکی ولیعہد کے خلاف ایک بڑا شور کا پروپیگنڈا کر کے ان کا استقبال کیا۔ اپنا حلیف بنانے کے لئے کیا۔

ہم نے آج سے چند ماہ پیشتر ہی خطرہ کا اظہار کیا تھا وہ فوجی پریس کے ایک تازہ ترین سے اس کی تصدیق ہوتی ہے یعنی افغانستان میں برطانیہ کے شمال مغربی سرحد کے استحکامات کو بھی خصوصاً خوف کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور روس پہلے سے ان تیاریوں کو اعلان جنگ کا پیش خیمہ خیال کرتا ہے اس لئے اب خطرہ بہت بڑھ گیا ہے۔ برطانیہ کی یہ سرحدی پالیسی دنیا کے نئے سرے سے جنگ کا شرارہ پھینک کر دیگی اور دوسری عالمگیر جنگ کا آغاز ہو جائے گی یہ کوئی دور از کار تخیل کی آرائی یا امکانی قیاسات نہیں بلکہ سامنے حقائق ہیں۔

نکاح پر ٹیکس

اخبار الوحید کراچی کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ ریاست خیر پور (سندھ) کے ہوم ممبر نے ریاست کی آمدنی میں اضافہ کرنے کی غرض سے اعلان کیا ہے کہ آئندہ جو مسلمان شادی کرے وہ پہلے بلدیہ ٹیکس کی ایک روپیہ سرکاری خزانہ میں داخل کرے بغیر اس کے نکاح کی اجازت نہ ہوگی۔ اور اس کی خلاف ورزی کرنے والے پر دس روپیہ جرمانہ کیا جائیگا۔

پروفیسر کی خودکشی

پروفیسر ہری لال بادھوجی ہیڈ ایم ایم اے قاظم مقام پرنسپل بندرا کالج جونا گڈھ نے کالج ہوسٹل اسیلہ کو پیک اپنے گلے کو کاٹ لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خاندانی جھگڑوں سے تنگ آکر خودکشی کی ہے۔ متوفی کئی سال میسور یونیورسٹی کے ممتحن رہے۔ چونکہ آپ بہت مشہور شخص تھے اس لئے آپ کے وفات سے طلبا اور دوستوں کو بہت رنج پہنچا ہے۔

(نجات)

مقامی خبریں

رکن ہائیکورٹ کے صاحبزادے کا عقد

بتاریخ ۱۴ اپریل ۱۳۳۳ف پنڈت گیرا دیو صاحب رکن ہائی کورٹ کے فرزند کا عقد ہوا۔ جشن مبارک ہوئے۔

کنور پرساد کا چندہ

مندرجہ ذیل اصحاب نے کنور پرساد کے لئے حسب ذیل چندہ عطا فرمایا ہے۔

(۱) پنڈت نارائن راؤ وکیل وجدار اول محبوب نگر	(۱۵۰ر)
(۲) پنڈت دھنڈو راؤ دیسپانڈیہ تانڈور	(۱۵۰)
(۳) پنڈت شنکر راؤ صاحب پیشکار تانڈور	(۵۰)
(۴) سرپتی چنچہ وبابی دیسپانڈیہ تانڈور	(۵۰)
(۵) پنڈت لکشمن راؤ نائیک چیتاپور	(۱۵۰)
(۶) پنڈت گنڈو راؤ نائیک چیتاپور	(۵۰)
(۷) پنڈت کشن راؤ نائیک زنڈوتی	(۵۰)
(۸) پنڈت نرسنگراؤ نائک چیتاپور	(۱۵۰)

رحلت نواب سر یار جنگ

افسوس کہ نواب سر یار جنگ بہادر کا انتقال ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تقررات دفتر صدر محاسبی

رائے تنکر پرشاد صاحب مددگار صدر محاسب سرکار عالی کے لئے جب اگلا جہاز صدر اعظم بہادر (۱۳۳۳ تا ۱۳۳۴ف) کے ایک منتخب گریڈ کی ہائداد منظور کی گئی زائد صدر فرقہ کی اجرائی اس وقت تک بچت سررشتہ سے ہوگی جب تک کہ مسٹر پرٹی نائب مقرر نہ ہوجائیں۔ نیز رائے صاحب اب نائب صدر محاسب نامزد ہوں گے۔

امتحانات مسلم یونیورسٹی

اطلاع ملی ہے کہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کے امتحان بی۔ ایس۔ سی۔ میں حسب ذیل حیدرآبادی امیدوار کامیاب ہوئے ہیں۔

(۱) سید کاظم (۲) محمد محمود اللہ (۳) محمد شجاع الحق۔

چیف انجنیر کی صاحبزادی کا عقد

معلوم ہوا کہ نواب علی نواز خیگ بہادر چیف انجنیر ومعتمد تعمیرات دارالشفاء کی صاحبزادی کا عقد ڈاکٹر غلام محی الدین صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی مدرگار ناظم مگلات سے ہوا۔ ضیافت کے انتظامات اعلیٰ پیمانہ اور سلیقہ کے ساتھ کئے گئے تھے۔ سرکشن پرشاد بہادر صدر اعظم اب حکومت اور دوسرے اکثر عہدہ دار مدعو تھے۔

تقررات محکمہ کوتوالی بلدہ

میر امیر سلطان صاحب نے مولوی محبوب علی صاحب سے اول مددگاری کوتوالی بلدہ سرکار عالی کا چارج حاصل کیا۔

نتائج نظام کالج

نظام کالج سے حسب ذیل طلبا امتحان بی۔ ایس۔ سی میں کامیاب ہوئے ہیں۔ (۱) بھگوان قم (۲) جیم یرم۔ (۳) رگھوناتھ (۴) لکشمی کانتم (۵) سید عبدالقادر (۶) سید کلیم اللہ قادری (۷) راد ہیکا پرشاد (۸) وینکٹیشور راؤ (۹) وینکٹ رامن (۱۰) تمبھی راجہ (۱۱) سوبھدر راؤ۔

سمستان گدوال کا وارث

ہمارانی صاحبہ سمستان گدوال کو نواسہ تولد ہوا خدا مبارک کرے۔

آبکاری کے متعلق ایک شکایت

صدر المہام مال کی خدمت میں اس مضمون کی ایک درخواست پیش ہوئی ہے کہ سکندرآباد کے متاجرین آبکاری ہر سال ایک کثیر رقم (۷۷۶۱۵) روپیہ خوجی تاوان کے نام سے سرکار عالی سے حاصل کرتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ صدر المہام مال چونکہ آبکاری کے بھی انچارج ہیں اس معاملہ کی تحقیقات کر رہے ہیں۔

(انڈین ڈیلی میل)

ڈاکٹر من کی مصروفیت

ڈاکٹر ارولڈ من جن نے ضلع اورنگ آباد میں رقبہ جات لائق کاشت بیرہ کا سائنٹفک سروے کیا ہے اور اورنگ آباد اور دولت آباد کے تاریخی مقامات میں کاشت بیرہ کو از سر نو ترقی دی جائے۔ اخون نے مائے ظاہر کی ہے کہ یہاں کی زمین کاشت کے لئے نہایت موزوں ہے لیکن قلت آب سد ماہ بنی ہوئی ہے جس کے لئے محکمۂ آبرسانی کے ذریعہ تعمیر اختیار کا کام شروع کردیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر من عالم محکمہ سرکار عالی کے تمام ضلاع میں کاشت بیرہ کو ترقی دینے کے حامی ہیں ان کی رائے میں تاریخ انجیر اور امرود ہر جگہ کاشت ہوسکتے ہیں اور انگور زیادہ تر سیراب مقامات میں۔

کتب خانہ جگدیش سہا

منتری کتب خانہ جگدیش سہا اطلاع دیتے ہیں کہ راجہ کرشن پرشاد صاحب جاگیردار نے کتب خانہ کا سالانہ فرمایا اور اظہار خوشنودی فرمائے۔ اور کتب خانے کو ایک الماری اور کئی کتب ہندی اردو دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ سہا صاحب مصروف کار دلی شکر ادا کرتی ہے۔

حیدرآباد سول سروس

حسب ذیل امیدواروں کا انتخاب حیدرآباد سول سروس کمیٹی امتحان مقابلہ حیدرآباد سول سروس کیلئے عمل میں آیا ہے جو ۱۲ جون ۱۹۲۴ء کو بمقام نظام کالج منعقد ہوگا۔

(۱) سید علی حسین خان (۲) سید محمد ابراہیم منوی (۳) نانیگیر پرشاد (۴) احمد ابا کمیہ (۵) سید غلام الفضل (۶) محمد ظہیر الدین (۷) میر ظہور الدین (۸) محمد مظہر حسین (۹) غیاث الدین احمد (۱۰) سید نظام الدین احمد (۱۱) غلام محمد (۱۲) محمد ہمایوں الدین (۱۳) ایم کرشنا ریڈی (۱۴) ابوالکلام فیض محمد لبقی (۱۵) سید کریم اللہ (۱۶) نبی اکمن (۱۷) شرف حسین خان (۱۸) حبیب احمد فاروقی (۱۹) نبی الدین احمد (۲۰) عزیز احمد علی بیگ (۲۱) سید محمد حسین (۲۲) ابوالنصر فتح اللہ (۲۳)

محمد عثمان (۲۴) خواجہ نظام الدین حسن (۲۵) ایم رشید محی الدین۔ (۲۶) عبدالرزاق لطیفہ (۲۷) محمد بدرالدین (۲۸) میر وزارت علی خان (۲۹) سید تکمیر اللہ قادری (۳۰) میر فہمی علی (۳۱) بشیر احمد طاہر (۳۲) بی کودنڈا راماراؤ (۳۳) مرتضیٰ محی الدین بیگ (۳۴) عروج احمد خان (۳۵) کے دھرپال (۳۶) نواب ملی خان۔

راجہ رائے رایاں بہادر کی صاحبزادی کی شادی

بتاریخ ۲۳ تیر ۱۳۳۶ف راجہ رائے رایاں پیلیس باشی کی صاحبزادی بیٹھ صاحبہ شام راج بہادر کی ہمشیر صاحبہ کی شادی کی تقریب ادا ہوئی۔ راجہ شام راج سیاہ رکی جاگیر سے ممتز بین ملبہ اور عہدہ داران سرکار مالی میں سے اکثر اصحاب کو دعوت دی گئی تھی۔ احباب نے نہایت فراخدلی کر خود اپنے ہاتھ سے ہار پہنائے۔ اس تقریب کی دلی تہنیت راجہ صاحب ممدوح کی پیش کی جاتی ہے۔

امداد بیوگان

کچھ عرصہ پہلے حضرت اقدس واعلی نے کہ توالی بلدہ کو حکم دیا تھا کہ وہ بلا تکلف مذہب و ملت شہر کے فقیر متوطن بیوگان کے ناموں کی ایک فہرست مرتب کر کے پیش کرے اس حکم کی تعمیل ہوئے پر حضرت اقدس واعلی نے بعد ۵ ماہ گزشتہ کہ ایک فرمان صادر فرمایا ان کے بیوگان کے تعین حیاتی وظائف مقرر فرمادیے۔

انتقال نواب بندو خنگ بہادر

ہمیں افسوس کے ساتھ سنا کہ نواب بردو خنگ بہادر برادر نواب سر فریدون الملک بہادر نے بتاریخ ۲۲ تیر ۱۳۳۶ف دوپہر کو وفات پائی۔

علالت نواب عقیل خنگ بہادر

نواب عقیل خنگ بہادر علاج کے لئے بتاریخ ۲۸ تیر ۱۳۳۶ف بغرض انگلستان روانہ ہوئے۔

مسٹر رستم جی فریدوں جی

مسٹر رستم جی فریدوں جی ناظم زرد گیری بتاریخ ۲۴ تیر ۱۳۳۶ف کو وطن آباد روانہ ہوئے جہاں وہ کچھ دن شیر کے شکار میں بسر کریں گے۔

بوٹھ کانفرنس

عنقریب حیدرآباد بوٹھ کانفرنس کا افتتاح رزیڈنسی بازار میں حضرت مہتمم تعلیمات کی آمد کے بعد عمل میں آئے گا۔ مسز مرسو فہ کانفرنس ہذا کو دین تقریر کریں گی۔

اتھیلٹک اسوسی ایشن

اتھیلٹک اسوسی ایشن کے لئے ریس کا کوئی میدان نہ تھا اس لئے نواب ولی داد خان صاحب جمعدار نظم جمعیت کی زمین جو نیچر گراؤنڈ کورٹ آف وارڈ سے ہے (۵۰ ایکڑ) کرایہ پر حاصل کی گئی۔

تقاریر انجمن مسلم اتحاد

معتمد صاحب انجمن حیدرآباد مسلم اتحاد اطلاع دیتے ہیں کہ۔ ملیرک کے طلبا کے تقریری مقابلہ میں حسین علا اللہ و الیاس محمد خان علی الترتیب اول و دوم آئے۔

۲۹ تیر کو نواب ناظر یار جنگ بہادر کی صدارت میں کالج کے طلبہ کا تقریری مقابلہ ہوگا۔

فٹ بال

بتاریخ ۲۹ تیر ۱۳۳۶ف شاہ کے چار بجے سنی افغان لی ٹیم و فتح الفتاح کا مقابلہ ہوا جس میں آخر الذکر پانچ گول سے کامیاب ہوئی آج شام کے پرلنے چھ بجے سے شائنگ اسٹار اس و جہان منالا کے مابین مقابلہ ہونے والا ہے۔

تقاریر انجمن مسلم اتحاد

انجمن حیدرآباد مسلم اتحاد مین کالج کے طلبہ کے درمیان مقابلہ تقاریر ہوا احمد عبداللہ المسعدی اور عبدالرحمن صاحب رئیس متعلمین خانہ کالج علی الترتیب اول و دوم آئے۔ آج جلسہ سالانہ بصدارت نواب اکبر یار جنگ بہادر رکن ہائی کورٹ بوقت چار ساعت شام بمکان انجمن دارالشفا بازار گھاسی منعقد ہوگا۔

نتائج بمبئی میٹرک

مدرسہ دود یک ورد ضعی سے اس سال سات طلبہ بمبئی کے امتحان میٹرکولیشن میں شریک ہوئے تھے جن میں سے تین طلبہ کامیاب ہوئے جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) گنیش اپٹے
(۲) بالکشن ٹھہرے
(۳) پیتامبر کا پول کر

آصف آباد میں آگ

خبر ہے کہ آصف آباد میں ۱۷، ۱۸، ۱۹ تیر ۱۳۳۶ف کو شدت سے آگ لگی لوگ بہت پریشان ہوئے۔ خس و خاشاک نوشتہ جات مثل کر خاک ہوگئے اس کے ساتھ بیسیوں مکانات بھی جل کر راکھ ہوگئے۔ لوگوں کو طعام وغیرہ ملنا مشکل ہوگیا۔ مستعد صاحب نے آگ بجھوانے کا انتظام اور صدمہ زدہ لوگوں کے کھانے وغیرہ کا انتظام بذریعہ ایک کمیٹی کے کیا۔

سکندرآباد کلب میں ایک حادثہ

گذشتہ پنجشنبہ کو سکندرآباد کلب میں ایک شدید حادثہ وقوع پذیر ہوا۔ واقعہ یہ ہے کہ ڈریسنگ روم کے چھت کی درستی عمل میں آرہی تھی اور فارمن ایک بڑی تپائی پر کھڑے ہوئے سنٹ کا ایک بڑا تختہ اٹھا رہے تھے کہ تپائی پھسل گئی اور تمام مزدور مع تختہ کے نیچے گر پڑے ان میں سے لیلیا اور اسیا دو اشخاص کو مضر شدید پہنچا جن کو لاگڑہ ہسپتال پہونچا دیا گیا۔ اسیا پر سون ہسپتال میں فوت ہوگیا لیکن لیلیا روبصحت ہے۔

انجمن انصار الصفہ

انجمن انصار الصفہ (مشیبہ یوم الاطفال سمت مظلومہ کا سالانہ اجلاس بصدارت مولوی سید صاحب علی صاحب ناظم اول عدالت دیوانی بلدہ بتاریخ ۱۸ ذی حجہ ۱۳۳۶ف منعقد ہوا۔

ہندو سبھا کا جلسہ

ملک معظم کی سالگرہ ادی ہندو سبھا کے زیر اہتمام ۳ جون روز یکشنبہ کو منائی جائے گی۔ ملک معظم کی تصویر کا جلوس بھی نکالا جائے گا اور اس سلسلہ میں چمپتہ ہال سکندرآباد میں ایک پبلک جلسہ بھی ہوگا۔

ہمارے معزز خریداروں کو خوشخبری

اکثر معزز شائقین حضرات کی یہ شکایت تھی کہ کتب نامہ ہذا سے غیر متعلقہ اشیاء کی سپلائی ہمیں کی جاتی۔ اب چونکہ شائقین حضرات کی اس شکایت کو رفع کرنے کے لئے حسب ذیل قواعد مرتب کئے ہوئے عام طور پر اعلان کیا جاتا ہے کہ خواہ وہ بیوپاری ہوں یا عام خریدار غیر متعلقہ اشیاء جو ضرور ہے جو طلب فرمائے ہمیں ناری نرخ سے بلغایت روانہ ہوں گے۔ البتہ ذیل کے اشیاء کی روانگی ہمیں منظور نہیں ہے۔ (۱) وہ اشیاء جنکی سپرسنٹ ٹیج کے قواعد کی رو سے حالت ہو۔ (۲) وہ اشیاء جو آثار راہ میں سڑنے گلنے یا اسکی نوعیت بدلنے کا احتمال ہو۔ (۳) آڈر کے ہمراہ اشیاء مطلوبہ کی کامل مراحت مع تمام مراسلات و قسم ہونی چاہیے۔ ورنہ زر دہ مراسلاتی کی شکایت معاف۔ (۴) آرڈر کے ساتھ اپنا نام و پتہ و مقام صراحت تصحیح پتہ خانہ و فیصلہ صاف خط میں ہونی چاہیئے اگر ریلوے اسٹیشن قریب ہو تو اس سے بھی لیا جائے اور اسکی بھی صراحت ہو کہ مال ذریعہ ریلوے یا پارسل روانہ کیا جائے یا ذریعہ پوسٹ۔ (۵) یہ امر کرم لحد ملاحظہ اپنے دوست احباب کو بھی اسکی اطلاع فرمادیں۔ المشتہر

سید عبدالقادر ناظر کتب و مالک اعظم سٹیم پریس و گورنمنٹ ایجنسی پرنٹر و پبلشر چار مینار حیدرآباد دکن

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چندہ

سرکارے سالانہ	چوبیس روپیہ	امراؤ رؤسا سے سالانہ	پندرہ روپیہ

ہندوستان کے لئے مع محصول ڈاک

سالانہ	لے	سہ ماہی	عاں
ششماہی	ہے	فی پرچہ	۲/۸ ۶/۲

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور ارسال زر کے لئے منتظم انبار کو مخاطب فرمایئے

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ فرمائے جائیں۔

(۳) خط و کتابت میں نشان خریداری ضرور تحریر فرمایئے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ شاعت سے ایک ہفتہ کے اندر مطلع فرمایئے۔

(۵) نظام گزٹ تقریباً (۱۶) صفحے کے حجم پر شایع ہوگا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شایع ہونگی۔

منتظم نظام گزٹ

سید عبدالقادر تاجر کتب، مالک اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹر و پبلشر نظام گزٹ نے اپنے اعظم اسٹیم پریس واقع چارمینار حیدرآباد دکن میں طبع کرکر شائع کیا

رجسٹرڈ بمرکارہ آصفیہ نشان (۶۱)

نظام گزٹ

عدد ۲۵
جلد ۱

مدیرین
سید وقار حسین ایم اے
محمد مجیب اللہ ندوی ایم اے

مضمون خاص

نہرو کمیٹی

ہمارے معزز خریداروں کو خوشخبری

اکثر معزز شایقین حضرات کو یہ شکایت تھی کہ کتبخانہ ہذا سے غیر متعلقہ اشیا کی سپلائی نہیں کیجاتی اب چونکہ شایقین حضرات کی اس شکایت کو رفع کرنے کے لئے حسب ذیل قواعد مقرر کرتے ہوئے عام طور پر اعلان کیا جاتا ہے کہ خواہ وہ بیوپاری ہوں یا عام خریدار غیر متعلقہ اشیا جو ضرورت ہو طلب فرما سکتے ہیں بازاری نرخ سے بکفایت روانہ ہوں گے البتہ ذیل کے اشیا کی روانگی میں مجبوری ہے۔

(۱) وہ اشیا جو سررشتہ پٹہ کے قواعد کی رو سے ممانعت ہو۔ (۲) وہ اشیا جو اثنار راہ میں سڑنے یا گلنے یا کی نوعیت بدلنے کا احتمال ہو۔ (۳) آرڈر کے ہمراہ اشیا مطلوبہ کی کامل صراحت معہ نام وسائز قسم ہونی چاہیے ورنہ عدم روانگی کی شکایت معاف (۴) آرڈر کے ساتھ اپنا نام وعہدہ ومقام بصراحت تقسیم پٹہ خانہ وضلع صاف خطہ میں ہونی چاہیے اگر ریلوے اسٹیشن قریب ہو تو اُس سے بھی ایما کیا جائے اور اُس کی بھی صراحت ہو کہ ذریعہ ریلوے پارسل روانہ کیا جائے یا ذریعہ پوسٹ۔ ف براہ کرم بعد ملاحظہ اپنے دوست احباب کو بھی اسکی اطلاع فرماویں

مضامین حکیمہ یہ کتاب جناب مولوی عزیز حسن صاحب بی اے گارصد محاسب کارعالی کی مولفہ اور جماعت فسٹ فارم دسکنڈ فارم میں شریک نصاب ہے جس کی سول انجنیری ہم نے لی ہے طلبا، و مدارس اور جملہ تاجران کتب ہم سے حسب ضرورت خرید فرماسکتے ہیں قیمت فی جلد عہ سکہ عثمانیہ

سید عبد القادر تاجر کتب و مالک اعظم اسٹیم پریس کو منٹ ایجوکیشنل پرنٹر و پبلشر چارمینار حیدرآباد دکن

نرخنامہ مطبع اشتہارات نظام گزٹ چارمینار حیدرآباد دکن

مقدار	تمام سال	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	یک اشاعت	مقدار	تمام	ششماہی	سہ ماہی	ماہانہ	یک اشاعت
ایک صفحہ	۱۲ عہ	۷ عہ	۴ عہ	۱ عہ	۱ عہ	ایک کالم	۱۲ عہ	۷ عہ	۴ عہ	۱ عہ	۱ عہ
نصف صفحہ	۷ عہ	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ	۱ عہ	نصف کالم	۷ عہ	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ	۱ عہ
ربع صفحہ	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ عہ	ربع کالم	۴ عہ	۲ عہ	۱ عہ	۱ عہ	۱ عہ

سنی ہے ہم نے ترازوئے کم و کیف حیات　　تیری میزان ہے شمار سحر و شام ابھی۔

نظام گزٹ

ہفتہ وار

عدد ۲۵۔ حیدرآباد دکن، دوشنبہ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ ۲۷ اگست ۱۹۲۳ء مطابق ۱۴ اربہشت ۱۳۳۲ فصلی　　جلد (۱)

شذرات

اعتذار

ہمیں بیحد افسوس ہے کہ بعض انتظامی مشکلات کی وجہ اخبار کی اشاعت ملتوی ہوتی رہی۔ آیندہ سے انشاء اللہ نظام گزٹ ٹوپ کے سانچہ سے برابر شائع ہوتا رہیگا امید کہ ہمارے معزز قارئین اس التوا پر ہمیں معاف فرمائیں گے۔

بھی کہ باخبر اخبار نویسوں نے یہ خبر شایع کی کہ مسٹر بنی حیدرآباد سے فینانس ممبر مقرر ہوئے ہیں اس خبر کی سرخی تھی "حیدرآباد کا نیا فینانس ممبر" جب ہو کہ یہ تقرر کیا کیسے ہوگیا اس کے بعد ہماری مقامی اخباروں نے اطلاع دی کہ مسٹر بنی کا تقرر محکمہ مالگزاری کی ممبری پر ہوا ہے اس پر اور حیرت ہوئی کہ حال ہی میں کونسل شریح نے اس خدمت کا جایزہ لیا ہے کیا اتنی جلد انھیں لپیٹ جانا پڑے گا لیکن صورتحال کے سرکاری جریدہ نے اس حقیقت کا انکشاف کیا مسٹر بنی کا تقرر اصل میں حیدرآباد کی مرٹیلٹی میں ایک خدمت پر ہوا ہے اب کون کہے گا کہ صرف قلیوں اور رسالوں ہی کے مدیر شاعر ہوتے ہیں روزناموں کے مدیر شاعر نہیں ہوتے۔

لفظ کے صدر ناظم طبابت سرطبع نیومن کا بیان ہے کہ گزشتہ سو سال سے انگریزی کی محبت میں غیرت انگیز ترقی ہوئی گئی ہے آزادی بڑھتے بڑھتے دنگی ہوگئی لیکن شروع امرات میں اضافہ نہیں ہوا پچاس برس کے اندر مرنے والوں کی تعداد سو سالہ پہلے (۱۰) فیصدی تھی اور اب تیس فیصدی ہے کاش ہندوستان کے صدر ناظم طبابت بھی اتنی سو سال میں ہندوستان کی صحت پر رپورٹ لکھ کر جاتے کہ لاکھوں کی فوج کے بدلے ایک ہندوستانی میں کتنے لوگ تھے کتنے لوگ بچپن سے کتنے بیمار ہوئے کتنے مرے انفلوئنزا سے اخلاص سے ندر دل چسپی کچھ صفائی میں اگر وہ کرتے۔

چند سال پہلے سر اقبال نے اپنی ایک نظم میں مزدور کو مخاطب کرکے کہا تھا۔

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

مغرب میں تو یہ شگفتہ فرودہ کے دور کا آغاز ہو چکا تھا مگر مشرق میں اس دور کا آغاز نہیں ہوا اقبال خیال آتا ہے کہ ہمارے شاعر کی پیشین گوئی کوئی شروع ہونے والی ہے روسی میں سرکار کی سخت گیری پر ستیاگرہ شروع ہوا بمبئی میں زبردست ہڑتال جاری ہے لنکا، جمشید پور کانپور کے مزدور بھی منصفہ فاطر اقبال کیے ہوئے ہیں لنکا سرا بھی تک سرمایہ داری کا سرچشمہ جھلکا رہی ہیں اس کا کوئی تعلق ٹوٹتا ہے خدا کرے کہ مشرق کے اس پیغام پر شاعر کا کہا لفظ بہ لفظ پورا ہو۔

سایمن کمیشن کے ممبر مسٹر وڈن بارٹ شاہان انگلستان جاکر ٹاٹا کمپنی پر بری طرح برس پڑے آپ نے فرمایا ٹاٹا کمپنی دنیا میں بدترین سرمایہ دار کمپنی ہے وہ اپنے مزدور کے ساتھ اچھا سلوک کرتی نتیجہ اس کے مسٹر بارٹ شاہان نے یہ نکالا کہ مسٹر سکلت راہ جاتے آپ کو اشتراکی کہتے ہیں وہ اس کمپنی سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے لفظ سوشلسٹ مسٹر سکلت والا کس وجہ سے اشتراکی ہیں۔

مسٹر بارٹ شاہان کا مطلب صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ سکلت والا پر اپنا غصہ نکالیں مگر ان کے اس وار میں ٹاٹا کمپنی اور ہندوستانی سرمایہ داری دونوں زخمی ہوئے نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ بارٹ شاہان صاحب کی عزت میں قانونی فرق پہونچا۔ اور صاحب موصوف کو معافی مانگنی پڑی۔

بعد کی خبر سے یہ معلوم ہوا کہ مسٹر بارٹ شاہان کو آیندہ انتخابات میں پارلیمنٹ کے رکن بننے سے مایوسی ہے اس لیے سایمن کمیشن کو خدا حافظ کہنا ہے۔ جب یہ دونوں باتیں ہاتھ سے جاتی ہیں تو پھر بارٹ شاہان صاحب کو کس بات کا خوف رہا۔ سچ کہا ہے مولوی حالی نے۔

جو جان سے درگزرے جو چاہے سو کر گزرے۔

نہرو کمیٹی کی رپورٹ

آج کل ہندوستان ایک اہم سیاسی دور سے گزر رہا ہے۔ قانون حکومت ہند میں موجودہ طرز حکومت یعنے صوبہ جاتی مجالس مقننہ اور مرکزی مجلس مقننہ وغیرہ نئے ادارے کے طرز عمل اور ہندوستان کے لیے ان کے مفید یا غیر مفید ہونے کی آزمائش کے لیے دس سال کی مدت مقرر کی گئی تھی جو حال میں ختم ہوتی ہے۔ اب اسی قانون کے مطابق ضروری ہے کہ حکومت ہند ستان کے متعلق کوئی تصفیہ کیا جائے کہ آیا موجودہ طرز حکومت ہی باقی رکھا جائے یا اس سے زیادہ اختیارات دئے جائیں۔ یا اگر مذکورہ بالا ادارہ یعنے کل طرز حکومت ہی غیر مفید ثابت ہو تو اس کے لیے کوئی اور صورت نکالی جائے۔ اب رہا یہ امر کہ ہندوستان کی موجودہ طرز حکومت کو جانچے کون؟ انگلستان کی حکومت کا خیال ہے کہ چونکہ ہندوستان انگلستان کے ماتحت ہے اس لیے انگلستان کی مقتدر مجلس یعنے پارلیمنٹ اس کا تصفیہ کرے اور ممبران میں سے چند منتخب ممبروں کی ایک کمیٹی بنا کر ہندوستان روانہ کیا جائے تاکہ وہ کمیٹی ہندوستان کی حکومت کے متعلق جانچ پڑتال کر کے پارلیمنٹ کو اطلاع دے ہری سامین کمیشن ہے۔

جب سامین کمیشن مقرر ہو گیا تو ہمارے مدبرین نے دیکھا کہ اس کمیشن کے ممبروں میں ایک بھی ہندوستانی ممبر کو نہیں لیا گیا اس سے انگلستان کا منشا یہ تھا کہ مقتدر مجلس اور ہندوستان کے معاملات کا تصفیہ ہم کریں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ خیال ہر گز ہندوستان کو شک دینے والا اور اس کو ذلیل کرنے والا ہے کہ ایک چھٹے سے جزیرے کے باشندے جو تقاضائے ہندوستان کے حکمران بن گئے ہیں وہ اتنے بڑے ملک اور اتنی بڑی آبادی کی قسمت کا فیصلہ اپنے ہاتھ میں لیں یہ ایسی نمایاں ذلت ہے کہ ہندوستان کی وقعت آدمی نہ ممالک میں کچھ باقی نہیں رہتی ایسے لفظوں میں جو خود مختار ہیں اور اپنے معاملات کا تصفیہ آپ ہی کر لیتے ہیں۔

پس اس خیال پر یہ تصفیہ ہوا کہ ہری کمیشن کا محض موجودہ ہمارے لیے ذلت کا باعث ہے اسکی مدد کرنا اور اس کے دوبدو اپنے کو قائل پرونات ہے اپنا اس سے تعاون کرنا چاہیے اور انگلستان کی حکومت کو دیکھا دینا چاہیے کہ ہم میں اپنی عزت کا احساس موجود ہے ظاہر ہے کہ ان حالات میں جو لوگ کمیشن کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ ہیں وہ کس طرح خود ہی ذلیل ہو لیے اور ہندوستان کو بھی ذلیل کر رہے ہیں۔

اب خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہم کمیشن کے رحم و کرم کو ٹھکرا دیں تو پھر کیا ہو۔ آخر ہم خود بھی تو کوئی اپنا مستقبل سوچ لیں کہ آئندہ ہماری حکومت کس قسم کی ہونی چاہیے۔

اب زمانہ اتنا ترقی کر گیا ہے کہ دنیا میں تلوار کی حکومت کی عزت نہیں رہی۔ نادہندہ حکومت کی کوئی وقعت نہیں رہی۔ اس نئے سیاسی زمانہ کی ابتدا انقلاب فرانس سے ہوتی ہے جبکہ فرانس کی رعایا نے اپنے بادشاہ اور امرا کے مظالم سہتے سہتے عاجز آ کر ان کا مقابلہ کر دیا اور جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اس سے کچھ ہی عرصہ پہلے خود انگلستان کو ایک سخت تجربہ ہوا یعنے امریکہ میں انگریزوں کی نوآبادی جو اب خلاف متحدہ امریکہ کہلاتی ہے اس نے حکومت انگلستان سے یہ استدعا کی کہ آپ ہم پر اپنے بنائے ہوئے قوانین نافذ کرنے میں گرچہ ہم پارلیمنٹ میں اپنے نمایندے نہیں بھیجتے شریک کیے تو اس لیے ہم اب آئندہ آپ کو کوئی محصول ادا نہ کریں گے اس پر انگلستان کی حکومت نے بیچ قانون کے کان پر فوج کشی کی لیکن اس لڑائی میں انگلستان کو شکست فاش نصیب ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلاف متحدہ امریکہ کا ایک بڑا رقبہ انگلستان کے ہاتھ سے جاتا رہا اور اب وہ خود ایک مستقل ہستی بن گیا ہے جو انگلستان سے کسی طرح کم نہیں ہے آخر گزشتہ جنگ میں امریکہ نے جو کام کیا اس سے تمام دنیا آگاہ ہے۔

امریکہ کے بعد انگلستان کی اور نوآبادیاں مثلاً کناڈا آسٹریلیا جنوبی افریقہ وغیرہ آہستہ آہستہ ترقی کر کے خود مختاری کا مطالبہ کیا اب کی دفعہ انگلستان نے "نہیں" کا جواب نہیں دیا۔ ظاہر ہے کہ پہلے اس کا تجربہ تلوار کا ثابت ہوا اور اب یہ خیال بھی تھا کہ نوآبادیاں کے باشندے خود انگلستان ہی کے باشندے ہیں لہذا بعد غور و فکر ایک ایسا سمجھوتہ ہو گیا کہ بعض خارجی تعلقات کی حد تک نوآبادیاں انگلستان کے پابند ہیں اور اندرونی انتظام اور حکومت میں وہ بالکل خود مختار ہوں یہ گویا ایک طرح نیم خود مختاری ہوئی۔

اس سال کانگریس نے بہ حیثیت نمایندہ قوم یہ تصفیہ کیا کہ ہندوستان کو آزادی یا ڈومینین سٹیٹس چاہیے بلکہ اس کو کامل آزادی چاہیے تھا کانگریس کے بعد مختلف سیاسی مذاہب کے لیڈروں کی ایک کانفرنس آل پارٹیز کانفرنس کے نام سے منعقد ہوئی جس کی غرض یہ تھی کہ آئندہ ہندوستان کے لیے دستور حکومت تیار کرے اس نے گزشتہ مئی کے مہینے میں ایک سب کمیٹی بنائی کہ وہ دستور حکومت مرتب کرے جس کے صدر مشہور محب وطن پنڈت موتی لال نہرو تھے ان دونوں ہندو کی مدت میں کمیٹی نے بعد غور و فکر ہندوستان کے لیے ایک دستور حکومت تیار کیا اور اپنی رپورٹ میں انہوں نے کانگریس کے فیصلہ کے مطابق مکمل آزادی کی سفارش نہیں کی بلکہ "نوآبادیوں کی حیثیت" کی خود مختاری کی سفارش کی جس کو ہم اوپر بہ خود مختاری لکھ چکے ہیں چنانچہ ۱۵ اگست کے اخبارات میں اس کمیٹی کی رپورٹ شایع ہو گئی ہے جس کی ممتاز خصوصیتیں حسب ذیل ہیں:-

سب سے پہلے اس کمیٹی نے ہندوستان کی دوسری حیثیت کے متعلق یہ تصفیہ کیا کہ ہندوستان کی حیثیت "برطانوی نوآبادیوں" کی ہو گی اور وہ موجودہ طرز کی حکومت کو کسی طرح گوارہ نہیں کر سکتی کہ ہندوستان کو انگلستان والے تحکمانی کریں بلکہ وہ حکمرانی کے اختیار کو خود ہندوستانیوں حاکموں کے ہاتھ میں منتقل ہونے کی رائے دیتی ہے۔

موجودہ ہندو مسلم مناقشات کے متعلق اس نے تصفیہ کیا کہ وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی کہ کوئی ایک فرقہ دوسرے پر حکمرانی کرے وہ کامل مذہبی آزادی کی حمایت کرتی ہے۔

سنہ کے متعلق کمیٹی نے تصفیہ کیا ہے کہ سنہ ایک علیحدہ صوبہ قرار دیا جائے اور آئندہ کونسلوں کے لیے ہندو مسلم جداگانہ حلقہ انتخاب کا طریقہ منسوخ کر دیا جائے اور نہ صرف یہی بلکہ زبان کے لحاظ سے تمام صوبوں کی تقسیم کی جائے۔ ریاستوں کے متعلق کمیٹی کی رائے ہے کہ ان سے اور جمہوریہ ہند سے ہر سہ تعلقات رہیں جو اب حکومت ہند سے ہیں۔ ان کے اور برٹش انڈیا کے باہمی کے جو معاہدات طے پائے تھے اور جن پر عمل ہو رہا ہے ان کو جمہوریہ ہند تسلیم کرے گی اور اب دیسی ریاستوں کے مقابلہ میں حکومت ہند کی جو حیثیت تھی وہی حیثیت آئندہ جمہوریہ ہند کو حاصل رہے گی۔

نمائش کلکتہ

۱۹۲۸ء

آل انڈین سٹیل کانگریس

کے نتیجہ کریں اجلاس کے سلسلہ میں۔

دیسی صنعت و پیداوار میں کاری صنعتی ہے کے نمائش کے لیے کانگریس کے ساتھ متحدہ نمائش کے ذریعہ ۱۹۲۸ء سے [illegible] کی جائے گی نمائش میں اپنا سامان لانے والوں کے لیے نمائش میں داخل ہونے کا مفت ٹکٹ ملے گا اور اگر وہ چاہیں تو اپنا سامان بھی مفت بھیجا جائے گا۔ نمائش کا انتظام پارک سرکس میں ہو گا۔

این آر سرکار سیکرٹری نمائش۔

۳۰ اسپلانیڈ ایسٹ کلکتہ

نظام گزٹ

ہفتہ وار

دوشنبہ ۸ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ

بردولی

جو لوگ سمجھتا گاندھی کے اصول عدم تعاون اور ستیاگرہ کا مطلب اڈا بھاکر نے لگے کہ یہ ناقابل عمل ہیں اور یہ کہ حکومت برطانیہ سے ایسی چالیں نہیں چلی جا سکتیں وہ غالباً بردولی کے تعفیہ کا حال سنکر اگشت بدنداں رہ جائیں گے۔ گزشتہ دو تین مہینے سے بردولی کا مسئلہ ایک قومی مسئلہ بن گیا تھا اور بردولی کے غریب مرد اور عورتیں کا شتکار جنگ آزما سپاہیوں سے زیادہ مشقت اور مصیبت کی گھڑیاں کاٹ رہے تھے انڈین نیشنل کانگریس کی سیاست داں ایک تک وشبہ کی کشمکش میں مبتلا گاندھی کی سیاست دانی کا امتحان لے رہے تھے۔ ایک طرف بمبئی کے قوم پرست سیاگرہ کو کامیاب بنانے میں خون پانی ایک کر رہے تھے اور دوسری طرف انگلستان کے اخبار اس تحریک کو بالشوکی تحریک قرار دے کر اس کے خلاف زمین آسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔ غرض خدا خدا کر کے اب جو تصفیہ ہوا وہ نہ صرف قوم پرستوں کو مطمئن کر دینے والا ہے بلکہ وہ خوشی و کامرانی کا پیام رہا ہے۔

برطانی تاریخ نویس شاہان سلف کو ظالم اور جابر ثابت کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھتے ان کے مقابلہ میں ہندوستان پر برطانی حکومت کے برکات کو خوب روشن کر کے ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک اس وقت ایسی ہی تھا اور اس کی حمایت زندہ نہیں ہے لیکن اس وقت پنڈاریوں کے دھاوے نہیں ہوتے تو غدا تاریخ کی حقیقت کو بے نقاب کیجئے اور دیکھئے کہ شہور و معروف فاتح لارڈ کلایو کی شخصیت کیسی تھی جس کے متعلق ایک مصنف مسٹر ایچ گریز کا خیال ہے یہ تسلیم کرتا کہ کلایو کو مرکشی کی کوشش میں کامیاب ہو جانا ہندوستان کے دوسرے برطانی محسن وبانی جنگ میں ان کے کارنامے زد انتقید کی روشنی میں ملاحظہ کیجئے تو چیتو اور امیر علی کو آپ جانے دیجئے کہ کلایو کا بانی و بانیان جنگ کو موجود نہیں لیکن نہیں معلوم ہندوستان پر کس فقیر کی بددعا سے کمپنی بہادر خلش ہوتا جا رہا ہے ہر ہائی مخلصانہ اور فقیرانہ کی اتنا دتی ہی کی جاتی ہے۔ مگر کہا ہی جاتا ہے کہ ہندوستان پہلے کی بہ نسبت اب زیادہ تباہ حال کہا جا رہا ہے۔

سوچو وہ حکومت نے ہمارے سیاسی حالات کو خواہ کتنا ہی تباہ کیا ہو مگر اس نے نادر مثال پیش کی کہ ایک پوری قطعہ کا شامل من الملک بلا مداخلت یا ادنی مدد کسی بیرونی طاقت کے نہایت ظاہر ہے کہ غریب کاشتکار کیونکر اتنے لمبے عرصہ تک ہم برداشت کرتے عدول حکمی پر قرقی اور بے دخلی کا ناروا حکم صادر ہوا اور اس حکم کی تعمیل کے لیے پٹھانوں کو مقرر کیا گیا۔ یہ ہے بردولی کے مظالم کی ابتدا۔

بردولی کے مزدور اور ان کے سردار ولبھ بھائی متعلق کی کیا تعریف کی جائے کہ انہوں نے کس بہادری اور قربانی سے اس طرح العنان حکومت کا مقابلہ کیا اور آخر میں کامیابی حاصل کی ــــ کامیابی صرف اپنی ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان کی۔

بمبئی گورنمنٹ کونسل کے اجلاس پونا کے افتتاح پر گورنر بمبئی نے ایک بہت عمدہ افتتاحی تقریر کی اسمیں انہوں نے ختم کرتے کچھ شاید ایسا لیکن تقریر کا اختتام ایک دھمکی پر ہوا اور دھمکی بھی ایسی کہ اگر ہندوستانی برطانیہ سے ایسے واقف نہ ہوتے جیسے اب ہیں تو شاید اس دھمکی پر اچھے اچھے مدبر بھی سر بزانو ہو دیتے مگر اب ہندوستان بہت کچھ سوچ کر اٹھا چاہتا ہے سوائے بردولی نے اس دھمکی کی قطعاً پرواہ نہ کی اور برابر اپنے شرائط پر ثابت قدم رہے جس کا نتیجہ یہی نکلا کہ حکومت بمبئی کو ان کے شرائط ماننے پڑے اب جیلخانہ بردولی کے قیدی ہیں وہ بلا شرائط فوراً رہا کر دیے جائیں گے بعد قرقی برخاست شدہ اراضی اصل مالکان کو واپس دیجا گی۔

غرض بردولی کی فتح ہندوستانی قومیت کی فتح ہے اور امید ہے کہ اب ہندوستان بن جائے گا سائمن کمیشن کو بھی بردولی کا سا نظر آئے گا۔

نواب مسعود جنگ بہادر

ہمیں نے گزشتہ سال گرہ مورخہ نواب مسعود جنگ بہادر کے وظیفہ پر علیحدہ ہونے کی خبر پر صاحب کے مختصر سوانح حیات "چار سہ العزیز ناظم تعلقات" کی سرخی سے شائع کیے تھے ۱۵ جولائی ۱۹۲۸ء کو نواب صاحب نے تعلقات تعلقات کا جائزہ نے دیا اب نواب صاحب کی رخصت کے وقت ہمیں اپنی ہی وہ سرخی "عزیز" کے معنی کا بہت زیادہ ہوا اس ہوا۔ نواب صاحب کی ہر طرح زیبی کا اندازہ اگر چہ پہلے بھی ہوا تھا حیدرآباد سے ان کے رخصت ہونے کے خیال پر حیدرآباد فرخص محبت اور جوش و خروش کا اظہار کیا وہ نواب مسعود جنگ بہادر پر بھی اثر ڈالے بغیر نہ رہ سکا حیدرآباد کے اسٹاف عہدہ داروں نے نواب مسعود جنگ بہادر کو فرداً فرداً جتنی دعائیں دعوتیں دیں ان کے علاوہ تین جلسے عمومی حیثیت رکھتے تھے حیدرآباد کے سوڈین کی طرف سے ایک وداعی جلسہ نظام کلب میں منعقد ہوا دوسرا وداعی جلسہ عابد روڈ پر ینگ مین کی طرف سے ہوا اور تیسرا عظیم الشان جلسہ محکمہ تعلقات کی طرف سے ٹاؤن ہال میں منعقد ہوا۔

ٹاؤن ہال کے جلسہ میں ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت صدر اعظم نے صدارت کی۔ نواب صاحب کو محکمہ تعلقات کی طرف سے ایک ایڈریس دیا گیا۔ اور ایک خوبصورت کیسکٹ طلائی یادگار کے پیش کیا گیا مختلف انجمنوں کی طرف سے ..... کی طرف سے ایک ایک ہار نواب صاحب کے گلے میں ڈالا گیا ایڈریس کے جواب میں نواب مسعود جنگ بہادر نے ایک بہت متین و خیز تقریر کی جس میں انہوں نے محکمہ تعلقات میں اپنے خدمات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ بہت سے مسائل پر مجھ کو بحث کی اور آخر میں ریاست کے لیے دعائیہ اعلان پر اپنی تقریر ختم کی۔

۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء کو نواب صاحب حیدرآباد سے رخصت ہوئے اور بمبئی سے انگلستان کے لیے سمندر کی راہ لی۔

پس معلوم ہوا ہے کہ نواب صاحب پہلے انگلستان جائیں گے وہاں اپنے صاحبزادوں کی تعلیم کا انتظام کر کے آپ پھر ہندوستان تشریف لائیں گے ایک انگریزی اخبار نے نواب صاحب سے جاپان پر ایک کتاب لکھنے کی درخواست کی ہے غالباً نواب صاحب انگلستان سے جاپان آنے کے بعد اس کتاب کو شروع کریں گے اور یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ اس کتاب میں جدید ترین معلومات کو شامل کرنے کے لیے آپ پھر جاپان کا سفر اختیار کریں۔

مولوی وحید الدین سلیم

ماہ حال کی ابتدا میں یہ افسوس ناک خبر جریدہ بلا پہونچی کہ مولوی سید وحید الدین سلیم نے ملیح آباد میں انتقال فرمایا۔

مرحوم کی وفات سے صرف ایک شاعر ہی کی وفات نہیں ہوئی بلکہ اس سے قوم کو ایک ادیب ایک قدیم جریدہ نگار، ایک محقق ایک بالغ نظر مؤرخ اور ایک کامیاب کا نقصان پہنچا۔

مرحوم پانی پت کے باشندے تھے ابتدائی تعلیم فارسی اور عربی کی تحصیل غالباً وطن ہی میں اور کچھ کی تھی اوایل شباب میں مولوی طالب اللہ سر سید جیسے بزرگ زیدہ افراد سے تعارف حاصل کیا سر سید مرحوم کی مقناطیسی قوت نے مولوی سلیم کو کئی سال تک علی گڑھ اور تحریک علی گڑھ سے وابستہ رکھا مرحوم زمانہ تک سر سید کے علمی مددگار رہے غالباً سر سید کے انتقال کے بعد حجر جریدہ نگاری کو اپنا صیغہ ان حال بنایا اور مسلمانوں کو

زمیندار، مسلم گزٹ وغیرہ۔ جرائد کے مدیر رہے کچھ عرصہ کے لیے مرحوم بھاول پور کالج کے استاد بھی رہ چکے تھے اب سے کوئی دس برس پہلے مرحوم وضع اصطلاحات کے کام کے لیے غالباً مولوی عبدالحق صاحب متعتمد انجمن ترقی اردو کے ایما سے حیدرآباد آئے اور بعد میں عثمانیہ یونیورسٹی کے ساتھ یونیورسٹی کالج کے اردو پروفیسر مقرر ہوئے۔ اس خدمت کو مرحوم اخیر دم تک انجام دیتے رہے۔

۱۹۲۲ء و ۱۹۲۳ء میں مرحوم نے اپنا کلام بک میں پیش کرنا شروع کیا اور اس قلیل مدت میں تمام ہندوستان میں آپ کے اشعار کی دھوم مچ گئی اور حیدرآباد کے قدیم شعرا میں بھی آپ کا نام مقبولیت حاصل کر گیا۔

گزشتہ سال نظام گزٹ کے اجرا پر آپ نے بہت ہمت افزائی فرمائی تھی اور اس کے پہلے نمبر کے لیے اپنی دو نظمیں عنایت کی تھیں مرحوم نظام گزٹ کو بہت شوق سے دیکھتے تھے اور اگر کوئی نمبر موصول نہ ہوتا تو اصرار سے طلب فرماتے تھے سکندرآباد کے صدر شفاخانہ میں جب آپ زیر علاج تھے وہاں سے بھی آپ نے ایک عنایت نامہ تحریر فرمایا تھا۔

خدا مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

دارالعلوم دیوبند اس قدیم دارالعلوم کے حالات دن بدن نازک ہوتے جارہے تھے آخر میں سرکار عالی نے اس کو مناسب خیال کیا کہ معاملات دیوبند کی تحقیقات کی جائے چنانچہ یہاں سے سرکاری طور پر مولوی سید محی الدین صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا فاضل مدرس نائب تحقیقات روانہ کئے گئے مولوی سید محی الدین صاحب محکمہ تعلیمات کے بہت کارگزار اور معاملہ فہم عہدہ دار ہیں اس تحقیقات کے بعد مولوی صاحب نے جو رپورٹ سرکار میں پیش کی وہ بہت مبسوط ہوئی اور بالکل غیر جانب دارانہ تھی ہمیں امید ہے کہ اب دارالعلوم دیوبند کے معاملات بہت سنبھل جائیں گے جو دونوں فریق کے سفید ہوجائیں گے ہم دارالعلوم میں اصلاح کے حامیوں سے ہمدردی رکھتے ہیں اور انھیں امید دلاتے ہیں کہ اب انشاء اللہ وہ دن دور نہیں کہ بہت سی جائز اصلاحیں وقوع میں آئیں گی انھیں صبر کے ساتھ انتظار کرنا چاہیے۔

سید امیر علی مرحوم سید امیر علی اپریل ۱۸۴۹ء میں بیدا ہوئے تھے آخری ٹرکی لینے کے بعد آپ ۱۸۷۶ء میں وظیفہ لیکر لندن تشریف لے گئے اور ۱۸۷۸ء میں آپ نے بیرسٹری کا ٹرپوس کیا اس کے بعد ہندوستان چلے آئے اور اسی سال کلکتہ میں وکالت شروع کردی آپ کو وکالت کرتے ہوئے کچھ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ آپ کا انتخاب کلکتہ کی میونسپلٹی جیسی اہم خدمت پر ہوا بعد ازاں آپ پریذیڈنسی مجسٹریٹ مقرر ہوئے۔

آپ کئی سال تک بنگال کونسل کے رکن رہے اس کے بعد آپ کا تقرر امپیریل لیجسلیٹو کونسل میں ہوا۔ جہاں آپ ۱۸۹۰ء تک کام کرتے رہے۔

قانون شریعت محمدی پر آپ کی رائے ہندوستان بھر میں مستند مانی جاتی تھی آپ کی تصانیف میں حمایت اسلام ہے آپ ۱۸۷۳ء میں کلکتہ یونیورسٹی میں ٹاگور پروفیسر مقرر ہوئے اور ۱۸۷۳ء سے ۱۸۹۲ء تک جامعہ کلکتہ میں شعبہ قانون کے صدر رہے۔ ۱۸۹۰ء میں آپ کا تقرر ہائی کورٹ کی رکنیت پر ہوا چودہ سال تک آپ نے یہ خدمت نہایت عمدگی اور تیزفہمی و دور اندیشی کے انجام دی جب سے آپ کی شہرت بہت ہوئی ۱۹۱۰ء میں آپ اس خدمت سے علاوہ ہوئے اور برک شایر (Berk shire) انگلستان میں سکونت اختیار کرلی جہاں آپ نے ایک خوبصورت مکان "دی لیڈنس" (The Lamsdens) خریدا۔

سید امیر علی ایک مشہور و معروف مصنف تھے ابھی بیرسٹری کے لیے زیر تعلیم تھے کہ آپ نے ایک کتاب آں حضرت کے سوانح عمری اور آپ کی تعلیمات پر تعارفانہ نظر سے لکھی اس کتاب کی شہرت نہ صرف انگلستان اور ہندوستان ہی تک محدود رہی بلکہ تمام یورپ امریکہ میں بھی یہ کتاب دلچسپی سے پڑھی گئی اس کتاب کے دلچسپ ہونے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ اس کے مصنف ایک مسلمان تھے اور سب سے پہلے مسلمانوں میں انگریزی زبان میں اس موضوع پر آپ ہی نے قلم اٹھایا تھا اسی قسم کی علمی جد وجہد کا سلسلہ آپ کی ساری عمر رہا آپ کی کتاب (The Spirit of Islam) کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اسلوب بیان کی خوبی کے لحاظ سے آپ کی کتاب (A Short History of the Saracens) بہت مشہور ہے جس کا ترجمہ تاریخ اسلام کے نام سے اردو میں ہو چکا ہے۔

سنہ ۱۹۱۸ء سے آپ پریوی کونسل (Privy Council) کے مستقل ممبران نگار رہے اس محکمہ میں سے آپ کے کئی ایک فیصلے مثالی ہیں دیے جاتے ہیں اور ان میں سے اکثر فیصلے کے ترجمے عربی فارسی وغیرہ میں ہوئے جو تمام اسلامی اشیاء میں دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں اس کے علاوہ آپ کی دو اور کتابیں ایک شرح محمدی پر (دو جلدوں میں)

جہاں بقان میں سید امیر علی ہی وہ معتبر ترین ذریعہ تھے جس سے محاجوں کو مالی اعانت پہونچائی گئی۔ بلال فنڈ میں آپ نے خاص حصہ لیا اور لندن مسجد کی تعمیر اور اشاعت اسلام کی سرگرمیوں میں آپ نے نمایاں طور پر شرکت کی۔

امیر علی مرحوم نے اپنی قوم کو پستی اور خواب غفلت سے بیدار کرنے کی بے حد کوشش کی آپ نے اپنی قوم کو مغربی اقوام کے دوش بدوش ترقی کرنے کی تلقین کی۔

۱۹۰۸ء میں آپ نے مڈلٹن اکیوکیشنل کانفرنس میں جو کلکتہ میں منعقد ہوئی تھی اپنی قوم کے سامنے اپنی خیالات کو پیش کیا تھا۔

(امیر علی مرحوم نے [illegible] نے شادی کی تھی [illegible] متوفی ..... کی دختر ہیں ان کے بطن سے دو لڑکے پیدا ہوئے جو بہ قید حیات ہیں۔

کلکتہ کانگریس کی نمائش

ہمیں کانگریس کی نمائشوں کے متعلق کا ایک خط وصول ہوا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کانگریس کی مجلس انتظامی نے یہ طے کیا ہے کہ کانگریس کے اجلاس کلکتہ کے موقع پر ایک نمائش مصنوعات ملکی کی ترتیب دی جائے گی۔

اس میں خاص طور پر سودیشی اشیا ہی کو ملک میں پیش کیا جائے گا اور کھادی کو اس کی ممتاز جگہ دی جائے گی۔ باہر کی مصنوعات کی، سوائے مشینوں وغیرہ کے جو ہمارے ملک کے اقتصادی حالت کو بہتر بنانے میں مدد دیتے ہیں ان میں ہی خاص طور پر وہ چیزیں جو ہمارے دیہات کے حالات کو بہتر بنا سکیں اور کوئی چیز قبول نہیں کی جائے گی مستد صاحب لکھتے ہیں کہ اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ نمائش کو تعلیمی اور کاروباری حیثیت سے کامیاب بنائیں ہمیں امید ہے کہ ہماری ریاست میں بعض مصنوعات خاص شہرت رکھتی ہیں مثلاً بیدری سامان سنگاریڈی کا ریشمی کپڑا اورنگ آباد کے جامہ دار شروع وغیرہ کو ضرور اس نمائش میں پیش کیا جائے گا اس لیے بہتر ہوگا کہ وہ حضرات ان مصنوعات کے حامی ہیں۔ اور ان کا کاروبار کرتے ہیں۔ وہ ابھی سے منتظم صاحب نمائش کلکتہ سے ۳-۱-اے بانگ اسٹریٹ کلکتہ (3A Bank Street Calcutta) کے پتہ

قومی تعلیم

افتتاحی تقریر

جو شرمتی نتھی بائی دامودھر ٹھاکرسی جامعہ خواتین ہند میں نواب مسعود جنگ بہادر نے پڑھی۔

مندرجہ ذیل تقریر میں نواب مسعود جنگ بہادر نے ہماری قومی تعلیم کے جس نازک مسئلہ کو چھیڑا ہے اس کی اہمیت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

اس تقریر میں نواب صاحب نے ہماری زبان کو ذریعۂ تعلیم قرار دینے پر جو زور دیا ہے اسکی وجہ ہندوستان کے تمام انگریزی جرایدمیں اس مسئلہ پر چھڑی ہوئی گرما گرمی انڈیا میں ہیم انگریز اخبار اور انڈین ڈیلی میل جیسے غلام دماغ پرچے نے اسکی مخالفت میں پورا زور صرف کیا لیکن ملک کے سچیدہ اور وطن پرست پرچے مثلاً ہندوستان ٹائمز، انڈین سوشیل ریفارمر، بمبئی کرانیکل، ہندو اور فیوچر اینڈ یا ینگ انڈیا نے نواب صاحب کی تقریر اور استدلال کی تائید کی اور مہاتما گاندھی نے تو اپنے اخبار میں ایک پورا مضمون اسی کی تائید میں لکھا۔ (نظام گزٹ)

میں آپ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ اس سال کے جلسۂ تقسیم اسناد میں افتتاحی تقریر کرنے کے لئے آپ نے مجھے مدعو فرمایا۔ بخوشی۔ آپ کی جامعہ میں تین بڑی خصوصیات ہیں جن کے لحاظ سے یہ جامعہ ہندوستان کے تعلیمی ادارات میں عدیم المثال کہی جاسکتی ہے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ۔۔۔ ہی واحد کوشش اور اپنی نوعیت کا پہلا نتیجہ ہے دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مقصد اہل ملک کی اس صنف کو تعلیم دینا ہے جس کی تعداد میں اور صرف اسی کی تعداد میں یہ امر واقعیت ہو لے کہ ہماری آئندہ نسلوں میں حسب حال بنیاد ڈالنے کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ جامعہ چاہے اہل وطن کی اس مخصوص جانفشانی کا ایک ادنیٰ نتیجہ ہے کہ تعلیم کو قومی بنیاد پر قایم کیا جائے اور اسکی بنیاد کو واقعی ایک مستحکم بنیاد کہہ سکتے ہیں۔

حیدرآباد میں بھی جہاں سے میں اس وقت حاضر ہوا ہوں اسی ہمت کی کوشش کی گئی ہے لیکن تعلیم کو مستحکم بنیاد پر قایم کرنے کے لئے ایک جامعہ قائم ہوئی ہے جس میں تمام علمی مضامین ہندوستان کی نباہت با وقعت زبانوں میں سے ایک زبان میں سکھائے جاتے ہیں اور میں اس امر کو کہ ہم کرتا ہوں کہ ہر جامعہ کا مقصد اس کے قیام کی غرض و غایت ہوتا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مقصد اہل ملک کی اس صنف کو تعلیم دینا ہے جس کی تعداد میں اور صرف اسی کی تعداد میں یہ امر واقعیت ہو لے کہ ہماری آئندہ نسلوں میں حسب حال بنیاد ڈالنے کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ جامعہ چاہے اہل وطن کی اس مخصوص جانفشانی کا ایک ادنیٰ نتیجہ ہے کہ تعلیم کو قومی بنیاد پر قایم کیا جائے اور اسکی بنیاد کو واقعی ایک مستحکم بنیاد کہہ سکتے ہیں۔

حیدرآباد میں بھی جہاں سے میں اس وقت حاضر ہوا ہوں اسی ہمت کی کوشش کی گئی ہے لیکن تعلیم کو مستحکم بنیاد پر قایم کرنے کے لئے ایک جامعہ قائم ہوئی ہے جس میں تمام علمی مضامین ہندوستان کی نباہت با وقعت زبانوں میں سے ایک زبان میں سکھائے جاتے ہیں اور میں اس امر کو کہ ہم کرتا ہوں کہ ہر جامعہ کا مقصد اس کے قیام کی غرض و غایت ہوتا ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا مقصد

کرتا ہوں کہ تزج آپ سے خطاب کرنے میں میں ایک ایسی جگہ سے خطاب کرتا ہوں جو ہر اعتبار سے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کی حقیقی بہن ہے۔

محض یہ واقعہ کہ آپ کی جامعہ کو اور جامعہ عثمانیہ کو کم و بیش ایک ہی قسم کی مشکلات حل کرنی پڑی ہیں میں اسے کرتا ہوں کہ یہ واقعہ کافی طمانیت اس علمی سوالات کی جو جاگیگا جس کے دلایی تنایم کو ان دونوں علمی مرکزوں کو دیکھنے کی میری دلی تمنا ہے آپ عورتوں کے لئے وہی کام کر رہے ہیں جو ہم مردوں کے لئے حیدرآباد میں کرتے ہیں اور یہ تعلیم کا ایک نیک شگون ہے ہم ملکوں کی آئندہ ترقی کا ہے

خواتین وحضرات! میں اس دن کا منتظر ہوں جبکہ ان دونوں جامعوں کے درواز دل سے ہر نہار طلبا نہیں زیور علم سے آراستہ ایسی استعداد طلبیں اور پختہ عزم دلوں میں لئے ہوئے دنیا میں قدم رکھیں گے جن کے بغیر کوئی ہندوستانی مرد یا عورت کامل ہرعمل میں نہیں کہہ سکتا اس جامعہ کے طلبا کو اپنی نسبت سمجھ لینا چاہئے کہ وہ ایک فوج کے اعضا دار کا ہیں جن کی خاص خدمت جہاں کہیں بھی وہ ہوں ہمیشہ یہ رہے گی کہ جہل و فساد کی قوتوں کا مقابلہ کرتے رہیں جو آجکل ملک میں جہاں ہم بیٹھے ہوئے ہیں بے حد نقصان کا باعث ہو رہی ہیں۔

خواتین وحضرات! شاید آپ اس بات کو دلچسپی سے سنیں گے کہ میری زندگی میں ایک وقت ایسا تھا کہ آج کل کے ہم وطنوں کی طرح مجھ میں بھی اس بات کو باور کر لینے کی حماقت موجود تھی کہ ہمارے ملک کی کسی زبان میں زمانہ حال کے علمی خیالات کو صفائی و سلاست سے ادا کرنے کی قابلیت نہیں ہے اور اس بنا پر انگریزی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنائے رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے یہی زمانہ تھا کہ مجھکو نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر جیسے موجودہ صدر المہام فینانس ریاست حیدرآباد دکن کی خدمت میں جو اس وقت سکریٹری تعلیمات تھے نیاز حاصل ہوا۔ نواب صاحب موصوف بھی اس جامعہ کے ثانی بانی کی طرح اس امر کا یقین رکھتے تھے کہ صرف اعلیٰ تعلیم جو ملک کی دیسی زبانوں میں سے کسی زبان میں دی جائے۔ ان دنگوں کا ہنر و دماغ ہو سکتی ہے جو اس ملک میں پیدا ہوتے ہیں۔

اس مضمون پر اکثر بحث و مباحثہ کے بعد آخر کار مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ میں تو اندھیرے میں راستہ ٹٹول رہا تھا مگر میرے کرم فرما کو اس راہ کا پتہ مل گیا جو امیدوں کی روشن اور تابناک دنیا کو پہونچاتی تھی۔ گزشتہ بیس برس کی ترقی تعلیم کی تاریخ جب کبھی لکھی جائے گی تو دو نام ایسے ہوں گے جن کو اس تاریخ میں سب سے زیادہ عزت کا مقام دیا جائے گا۔ ان میں ایک نام اس جامعہ کے بانی پر فیسر کاروے کا ہوگا اور دوسرا نام نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر کا جنھوں نے اعلیٰحضرت والی حیدرآباد کی حضور میں جامعہ عثمانیہ کے قایم کرنے کی تحریک پیش کی۔

یہ سوال اکثر کیا جاتا ہے کہ "قومی تعلیم کسے کہتے ہیں؟" اس سوال کا جس قدر جواب اب تک دیئے گئے ہیں ان پر ایک جواب اضافہ کرکے میں بھی آج گنہگار ہونا چاہتا ہوں آپ بھی دوسرے کے ضیالات کا سارق ہی کیوں نہ سمجھیں قومی تعلیم کے کم سے کم ایک پہلو کی تعریف میں ان الفاظ میں کرتا ہوں کہ وہ ایک ملک کے باشندوں کی ایسی تعلیم ہے جس کے دینے والے بھی اسی ملک کے باشندے ہوں اور جس زبان میں وہ دی جائے وہ بھی اسی ملک کی زبان ہو۔

میری رائے یہ ہے کہ جس وقت انگلستان کے کسی مدرسہ کا تسلم اپنے شاگردوں کو حساب کا یہ آسان مسئلہ کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں انگریزی زبان میں سکھاتا ہے اور اسی طرح ایک فرانسیسی معلم بھی بات فرانسیسی زبان میں اپنے طلبہ کو بتاتا ہے تو یہ دونوں معلم اپنے شاگردوں کو اپنی اپنی قومی تعلیم دیتے ہیں باوجودیکہ تعلیم کا مضمون واحد ہے پس جو بات کہ دنیا کے اور قصوں کے لئے مفید ہے وہی ہندوستان کے لئے بھی مفید ہے ایک ایسی زبان میں تمام علمی مضامین کی تعلیم جاری رکھنی جو ہمارے ملک سے چیز ترا صل و مد کے ایک ملک کی متدین ہے اور اس کے ساتھ یہ خوف ہمیشہ بھی رہتی کہ اس تعلیم کو قومی تعلیم بنایا جائے سخت نادانی ہے خواہ حالات ہم کو

انگلستان سے کیسے ہی خلوص اور قریب کے واسطے سے وابستہ کرتے ہوں لیکن انگلستان کی زبان کا ہماری مادری زبان بن جانا ناممکن ہے ایسا ہی ناممکن ہے جیسے ہم اپنی جلد کا رنگ بدل ڈالیں جبکہ ہم کو یہ بات بہ خوبی معلوم ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی چھ سو برس کی حکومت میں خاص مسلمانوں کے دارالحکومت میں عوام الناس کی زبان فارسی نہ ہو سکی تو پھر وہ کونسی دلیل ہے جس سے ہم یہ باور کرلیں کہ اتنی ہی صدیوں کی انگریزی حکومت میں جو ایک مختلف امر ہے یہ عجیب نتیجہ پیدا ہو جائے گا کہ ہندوستان کے باشندے اپنے بزرگوں سے میراث میں ملی ہوئی زبانوں کو ترک کر کے انگلستان کے موجودہ اتفاقی حکمرانوں کی زبان قبول کرلیں گے مرآپ یہ صاف صاف پوچھتا ہوں کہ ان دونوں زبانوں یعنے ہندوستان کی زبانوں اور انگریزی زبان میں کونسی زبان ہمارے لئے زیادہ سہل اور دماغی سے میرے سوال کا جواب صرف ایک ہی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ ہندوستان کے لیے ہندوستان ہی کی زبانوں کو زیادہ سہل اور دماغی سمجھا جاسکتا ہے اگر یہی بات ہے تو پھر عقل سلیم اس بات کی متقضی ہے کہ ہم میں سے وہ لوگ جو دل سے متمنی ہیں کہ تمدن اور علم کی دنیا میں اپنے ملک کو اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ اور حسرت پر پہنچیں تا اعداد امکان اس بات کی کوشش کریں کہ اپنے طریقہ تعلیم کو اسی بنیاد پر قائم کریں جس میں دوہری اشکوک کا وصف پایا جاتا ہو۔

حال کا ذکر ہے کہ ایک جلسہ میں شرکت کے موقع پر حاضرین میں سے ایک صاحب نے فرمایا کہ جامعہ قائم ہونے جارہا ہے میں چونکہ تمام معاملوں اور دور بان میں پڑ جھاڑے جاتے ہیں اس لئے کہنا چاہتے کہ یہ کام محض ایک آزمائش کے طور پر ہے کیونکہ میں نے اپنے دوست سے پوچھا کہ جب خدا نے آپ کو کچھ دیا نہیں تو پھر آپ نے مال کی بھلائی کی طرف مزید بڑھایا تو کیا آپ نے بچہ کی اس حرکت کو محض ایک آزمائشی فعل سمجھا تھا۔ حاضرین جلسہ میں نے آپ سے اس لئے عرض کیا کہ اس سے وہ محافظ ہیں میں اکثر لوگ اب اس مبتلا ہیں یہ خوبی واضح ہو جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کو نہ کہا ایک آزمائشی کام ہے ہندوستان کی زبانوں کو تعلیم کی غرض سے استعمال کرنا آزمائشی فعل نہیں ہے۔

اب تک ہم نے انگریزی زبان کو اپنے بچوں کی دودھ پلائی بنا رکھا تھا۔ اس غلط یقین کی بنا پر کہ ہماری مادری زبانیں جیسے ہندوستان کی تمام بالشان دیسی زبانیں ایسی بیمار اور حقیر ہیں کہ ہمارے بچے ان کے دودھ پر کافی طور سے پرورش نہیں پا سکتے مگر یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم اب وقت پر بیدار ہونے شروع ہو گئے اور ہمارے ملک کے بہترین دانشور اس بات کو سمجھ گئے کہ اگر ہمیں اپنے بچوں کا تندرستی کے ساتھ علمی و اخلاقی نشوونما یا منظور خاطر ہے تو اس غیر ملک کی نالے کے دودھ کو اپنے بچوں کے لئے تنہا طریقہ پرورش سمجھ کر رکھنا عدمت نہیں ہے۔

میں تقریر سے آپ کے ذہن میں کوئی ایسا خیال پیدا کرنا ہرگز میرا مقصد نہیں کہ انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنا کر ہم نے مستقبل فوائد حاصل نہیں کئے ہیں اور نہ میرا مقصد علم کے ان بیش بہا خزانوں کی تحقیر ہے جو انگریزی زبان میں مخزن ہیں میرے دل میں جو عظمت و زرگی انگریزی قوم کی ہے اس قوم کی عظمت و زرگی جیسے تقدیر نے ہندوستان کو اس اعلیٰ درجہ پر پہونچانے کے لئے جو اس کے مقسوم میں تھا ہمارے ساتھ کارگر بنایا ہے، ایک بڑی حد تک اس قوم کی ادبیات کی شان و شوکت کو دیکھکر پیدا ہوئی ہے میں انگریزی قوم کی ادبیات کو لاریب اتفاق و اجماع کے اعلیٰ ترین کارناموں میں سمجھتا ہوں جو کچھ میں نے عرض کیا اس سے میرا مطلب اس امر کو ذہن نشین کرانا تھا کہ ایک قوم کی خداداد قابلیتیں صرف اس قوم کی مادری زبان میں پورے طور پر بار آور ہو سکتی ہیں اور اس اعتبار سے ہمارا علمی تعرقی کے لئے تمام معاملوں کا ان کو انگریزی میں پڑھانا ایسا ہی نقصان دہ ہے جیسے انگریزی طلبہ کو سنسکرت کہتا ہوں جو مانی زبان پڑھایا جانا ضرور ہو سکتا ہے باوجود یکہ ایسا نیات کے اعتبار سے جو سنسکرت ہماری زبان اور ادب انگریزی زبان میں ہے وہ بہ نسبت اس رشتہ کے جو انگریزی زبان اور ہندوستان کی زبانوں میں ہے کہیں زیادہ قریب کا ہے۔

انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے، کہنے سے ایک دوسرا نقصان یہ پہونچ رہا ہے کہ ہمارا ملک جو ذہانتوں کی کثرت سے پہلے ہی نفاق کی مصیبت میں مبتلا ہو رہا تھا اس جو ایک طرف تو انگریزوں سے اختلاف نسل و تمدن کی بنا پر غیر ہیں اور دوسری طرف اپنی قوم اور نسل سے اس بنا پر غیر ہو گئے ہیں کہ اپنے بلند پایہ تخیلات اور نازک خیالات کو اپنی ہی قوم کی زبان میں ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ افسوس ہے کہ تمام مذہب دنیا میں صرف ہندوستان ہی ایسا ملک ہے جہاں کثرت سے ایسے لوگ وجود میں نہیں اس بات کا اعتراف کرنے میں مطلق شرم نہیں آتی کہ وہ ایک غیر ملک کی ادبیات کا علم اس ادبیات سے زیادہ رکھتے ہیں جو ان کے اسلاف کی پیدا کردہ ہے یہ بہ نسبت لوگ اس اصل سے واقف نہیں ہیں کہ کوئی قوم جو اپنی ہی تہذیب و تمدن کی عزت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ دنیا کی نظروں میں کسی طرح کی عزت پیدا نہیں کر سکتی اور کوئی قوم اپنی تہذیب و تمدن کی عزت اس وقت تک نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ اس زبان کی عزت نہ کرے جس میں وہ تہذیب و تمدن محفوظ ہیں۔

آخیل کا تہذیب اور ذی علم ہندوستان جس قدر میں کہ انگریزی زبان کے استعمال کو اس نے تعلیم اور ادائی خیال کا سب سے زیادہ ذریعہ بنا رکھا ہے دنیا کی نظروں میں بالعموم ایک ایسا لنگڑا اپاہج معلوم ہوتا ہے جو خدا کے دیئے پیر سے بالکل کام نہیں لیسکتا بلکہ ان کھڑاؤں کے سہارے اچھلتا ہوا چلتا ہے جو یہاں سے چھ ہزار میل بعد ایک ملک میں تیار ہوتی ہیں میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا اس حالت سے ہمارے ملک کی کوئی نیک نامی ہو سکتی ہے میری رائے میں جو لوگ اس قسم کی کوششوں کی جن کا مژدہ یہ جلسہ ہے بے قدری کرتے ہیں وہ اپنے لئے اپنے ہی بالعقول نخوت اور سرشمندگی کے موقعے پیدا کرتے ہیں کیونکہ ہندوستانی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے سے انکار کرنا ہماری اس کمزوری کا اعتراف ہے کہ خدا کے بزرگ نے بھی جس کا سایہ سب کے سر پر ہے (نعوذ باللہ) یہ ہمارے ساتھ بے انصافی کی ہے کہ ہم کو ایسی زبانیں دیں جن میں ہم اپنے خیالات کا فی طور سے ایک دوسرے پر ظاہر نہیں کر سکتے اور اس وجہ سے گویا ہمارا تنزل حیوانات مطلق کے طبقہ میں کر دیا۔

جب میں نے ملک کی معاشرتی زندگی پر غور کیا تو مجھے ایک اور افسوس ناک واقعہ صاف نظر آیا وہ یہ ہے کہ بہت سے ہندوستانی گھروں میں جہاں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے انگریزی زبان میں تعلیم پائی ہے ایک قسم کا واقعی نفاق پھیلا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت توجہ سے یا غلط ان طریقوں پر ہوئی ہے جو ہمارے بزرگوں کے پیدا کئے ہوئے تھے اور مرد انگریزی اسکولوں ہی سی شدید مدرسوں میں داخل کر کے ایسے خیالات میں مصروف ہیں جو عورتوں کے خیالات سے جنہیں وہ دل سے یقین کرتی ہیں متضاد ہیں۔ یہ تو آپ پر بھی واضح ہو گیا کہ جس گھر میں شوہر تو انگریزی ادبیات کے دور و نزدیک جلوں کی طرف لگا ہیں جاتے ہے اور بیوی تلسی داس یا تاتاب کے حسن کلام پر مجبے تو اس گھر کو حقیقی معنوں میں پیار اور تاپ کا گھر نہیں کہہ سکتے جب تک کہ ہمارے ملک کے مرد و مغرب کی طرف اور ہمارے ملک کی عورتیں مشرق کی طرف لگتی رہیں گی اس وقت تک ہمارے گھروں کا یہ اختلاف تہذیب ایک بڑی حد تک ان قوتوں کو بیکار کرتا رہے گا جن کے پورے اور بے روک عمل سے وہ حالات درستی پا سکیں جو اس وقت ہندوستان کی بے عزتی کا موجب ہو رہے ہیں۔

ملک کی خانگی زندگی میں اتحاد و تہذیب پیدا کرنے کے لئے جس کے بغیر نہ بھوجی اور نہ انفرادی خوشی میسر آسکتی ہے اس بات کی ضرورت ہے کہ تعلیم و تہذیب کے اختلاف سے جو خلا عمیق عورتوں اور مردوں میں حائل ہو گیا ہے اور جس نے بدمستی سے اکثر گھروں میں مردوں اور عورتوں کو جدا کر رکھا ہے بالکل پاٹ دیا جائے اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جب کہ ہمارے مرد اور عورتیں ایک ہی زبان میں تعلیم پائیں اور یہ زبان ہماری مادری زبان ہو۔ اس طرح تعلیم کی جو خرابی ہمارے ملک میں ہے وہ بڑی حد تک دور ہو جائے گی اور ہمارے مرد اور عورتیں ایک ہی سطح پر آجائیں گے۔

ایک اور قابل عرض کرنے سے ایک اور فائدہ ہمیں آپ پر واضح ہو جائے گا وہ یہ کہ جاپان کے معاشرتی اور تعلیمی

حالات پر غور کرنے سے مجھے معلوم ہوا کہ اس ملک میں ہائیں اپنے بچوں کو عمدہ طریقوں پر تعلیم دینے میں بڑی مدد کرتی ہیں اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ جس زبان میں وہاں بچوں کو علم سکھایا جاتا ہے وہ ان بچوں کی ماں کی زبان ہے انہوں نے کہا کہ ہندوستان میں جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں۔ سوائے چند مخصوص گھرانوں کے اس قسم کا سعید اور مسرت خیز مشغل ماں کو اس وجہ سے نصیب نہیں ہے کہ زبان جو ان بچوں کی تعلیم کے لئے مستعمل ہے وہ ماں کے لئے ایک غیر زبان ہے۔

علاوہ اس کے انگریزی زبان میں تمام مضامین کی تعلیم دینے سے ایک ضروری نقص مفروغ ہی سے پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمارے مدارس میں جس قدر طلبہ داخل ہوں وہ لازمی طور پر غیر زبان کو سیکھنے کا خاص ملکہ رکھتے ہوں لیکن سوائے ہمارے دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جو اپنے طریقہ تعلیم کی بنیاد اس قسم کی غلط شرط پر رکھی ہو۔ اگر انگریزی زبان کو ذریعہ تعلیم نہ رکھنے سے یہ معلوم ہو کہ اس زبان کی مہارت میں کسی قدر کمی پیدا ہو تو اسکے ساتھ مختلف مضامین کے متعلق علم میں زیادتی اور اہلیت بڑھ گئی ہے تو کم از کم میں تو اس حالت میں بھی یہی کہوں گا کہ اس سے ہمارے ملک کو کوئی نقصان نہیں پہونچا اگر ہمارے ملک والے ایسی اچھی انگریزی نہ لبل سکیں جیسے کہ چند خوب لگ بولتے ہیں تو میں اس کو بہتر سمجھوں گا بہ نسبت اس کے کہ میرے اہل ملک اپنے ہی ملک میں ایک غیر ملک کے آدمی معلوم ہوں اور اس تہذیب سے ناواقف اور اس زبان کو صحیح بولنے (بہتنے) سے عاری ہوں جس میں دنیا میں آنے ہی انھوں نے آنکھیں کھولی تھیں۔

علاوہ بریں جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہم میں سے وہ لوگ جن کی تعلیم انگریزی زبان کے ذریعہ سے ہوئی ہے کس آسانی دبے پروائی سے بلا ضرورت اپنی زبان کو خراب کر رہے ہیں تو یہ حالت نہایت ہی تکلیف دہ اور بد فہم معلوم ہوتی ہے۔ شرمندگیاں تو مجھے زندگی میں بہت اٹھانی پڑی ہیں لیکن یورپ میں ریل کے سفر میں مجھے ایک موقع پر جو خفت ہوئی اس کی تکلیف اب تک دل سے دور نہیں ہوئی ہے میں اس وقت فرانس کے وسطی حصہ میں کسی مقام پر ایک ہندوستانی دوست کے ساتھ ہمسفر تھا۔ میں گاڑی میں ہم روزوں تھے اسی اثنا میں ایک یورپین مسافر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ میں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کس قوم کا آدمی ہے مجھے وقت دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی کیونکہ اپنے ہندوستانی دوست سے بالکل بے خیالی میں یہ جملہ کہا کہ آپ کی واچ میں کیا ٹائم ہے؟ میرے ہندوستانی دوست اس سوال کا جواب انگریزی میں دیئے اس غلط ملط ڈھلی زبان کو سن کر اور ہماری کالی کالی صورتیں دیکھ کر نہ یورپین مسافر سمجھ سے نہایت ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں پوچھنے لگا کہ ہم لوگوں کس ملک کے آدمی ہیں میں نے جواب دیا کہ ہم ہندوستان کے لوگ ہیں یہ جواب سنکر اس کے چہرہ پر ایک حیرانی اور پریشانی سی ظاہر ہونے لگی یہ حالت دیکھ کر میں نے پوچھا کہ آپ نے مجھ سے ایسا سوال کیوں کیا تھا اس شخص نے موجب اپنے دیا وہ یہ تھا کہ "جناب مجھے اس بات کے معلوم کرنے کا شوق ہوا کہ وہ ملک کونسا ہے جس کی زبان میں ہمیشہ صدی میں بھی ایک ایسی معمولی شے کیلئے جیسے گھڑی ہوتی ہے اور ایک ایسی روزمرہ کی صنعتی چیز کے لئے جسے وقت کہتے ہیں الفاظ موجود نہیں ہیں" اس جواب سے میں ایسا شرمندہ ہوا کہ کبھی کسی بات سے اتنا شرمندہ نہ ہوا تھا۔ اور اس دن سے بجز سبق سمجھ کر آج تک نہیں بھولا ہے ہندوستان کی بڑی زبانوں کو ترقی دینے اور زمانہ حال کے مطابق بنانے کا اصول میرے لئے ایک مذہبی عقیدہ ہو گیا ہے۔

اس مسئلہ پر بحث کرتے وقت کہ ہندوستانی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے اکثر لوگوں نے نا اتفاقی کا ہتھیار اپنی آنکھوں کے سامنے لاکر اس خیال کو بہت ناپسند کیا ہے ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر ہندوستان کے مختلف صوبوں کی مختلف زبانوں کو اس طریقہ سے قوت دیکر مستقل زبانیں بنا دیا گیا تو پھر یہاں کی قومیں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی رسید سے جس کے ہم سب خواہش مند ہیں ہاتھ دھو بیٹھے چاہئیں۔ اگر اس دلیل کو ایک مرتبہ بھی صحیح مان لیا گیا تو میری رائے میں اس سے نہایت مضر نتائج پیدا ہوں گے کیونکہ اے خواتین و حضرات! یہی دلیل پھر وہ لوگ بھی پیش کرنے لگیں گے جن میں کہ کافی حمایت اس دعوے کی موجود ہے کہ جب تک سب لوگوں کا ایک ہی مذہب ایک ہی طرح کی غذا ایک ہی طرح کا لباس اور ایک ہی طرح کا طرز خرام نہ ہو جائے اس وقت تک ..... ہمارے ملک میں اتحاد کا ہونا ممکن نہیں۔

ہم کو یہ کبھی نہ بھولنا چاہئے کہ ہندوستان کا دل ہمیشہ تڑپا ہے وہ ایک ایسے قدیم زمانہ سے جس کی یاد بھی دلوں سے محو ہو چلی ہے مختلف و متضاد ادیان اور مذاہب غلط کا نشانہ و مسکن رہا ہے اور ان سب کو اپنا سچا سمجھ کر اس نے ہمیشہ نیچے سینہ سے لگائے رکھا ہے علاوہ اس کے میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ اس کا خاص کون ہے کہ اگر ملک کی زبان ایک ہی کر دی جائے تو ہندوستان ایک اتحاد کا ملک ہو جائیگا جس وقت میں امریکہ کے حالات پر غور کرتا ہوں جو نگ تمدن ہے جس وقت میں دیکھتا ہوں کہ وہاں غریب بیشیلی کا کس بے رحمی سے خون بہایا جاتا ہے اور ان کے ساتھ اس سے بھی بدتر برتاؤ کیا جاتا ہے جو ہم حالتوں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں باوجودیکہ ان عیبوں کی زیادہ وہی ہے جو امریکہ کے باشندوں کی زبان ہے اور جس وقت میں یہاں تعلیم اور خوبصورت سوئزرلینڈ کی طرف نظر اٹھاتا ہوں جو باوجود ایک زبان نہ رکھنے کے اکثریک لسانی ملکوں سے کہیں زیادہ اتحاد رکھتے ہیں تو اسی حالت میں کیا میرے لئے یہ ایک واضح مسئلہ نہ ہوگا کہ قومی اتحاد کو قائم کرنے کے لئے جیسا کہ اس بیان کو قبول کر لیا جائے کہ سارے ملک کی زبان

باقی کل زبانوں کو مٹا دینا لوازمات میں سے ہے۔

نظرت نے اپنی فیاضی سے ہمارے ملک کو گوناگوں قسم سے مالا مال کر رکھا ہے۔ نہ صرف تمام دنیا کے موسموں کے نمونے بلکہ تقریباً تمام عالم کی نباتات و حیوانات کی اقسام و انواع اس میں موجود ہیں ایسی ہی قدرتی وصف کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کی زبانیں اس میں ہیں۔ ان کو بھی برقرار رہنے دینا چاہئے

خواتین و حضرات! یہ گوناگونی و دلفریبی جس قدر زیادہ ہمیں نصیب رہے گی اسی قدر قدیمی تہذیب کے رنگوں میں بھی قوس قزح کے شوخ اور خوبصورت رنگوں کی طرح حسن پیدا ہوتا جائے گا اور بنی آدم کی تاریخ میں اسی سرزمین سے یہ تہذیب دوبارہ اٹھکر اس ملک کی سنگدلی اور روداری کا سبق پڑھانے کے لئے دار و مدار ہوگی جسے انوس ہے کہ دنیا کے بڑے حصہ نے اس وحدت کے زمانہ میں سامانی سے فراموش کر دیا ہے۔

جہاں تک زندگی کے عملی مقاصد سے تعلق ہے مجھے یہ دیکھکر مسرت ہوئی کہ آپ نے نہایت دانشمندی سے اپنے نصاب تعلیم میں انگریزی زبان کو ایک لازمی مضمون قرار دیا ہے ہندوستان کی سیاسی زندگی میں انگریزی زبان کو ایک خاص درجہ حاصل ہو گیا ہے جس کی اہمیت کا ایک ثبوت خود میری طرف سے یہ ہے کہ میں اس وقت آپکے سامنے انگریزی میں تقریر کر رہا ہوں پس ہندوستان کی بھلائی چاہنے والوں کا فرض ہے کہ اس زبان کی تکمیل میں جہاں تک ممکن ہے کوشش کریں اور جس وقت تک یہ زبان محض زبان کی حیثیت سے پوری توجہ سے سیکھی جائے گی اس کا نتیجہ ہمارے لئے سوائے نفع کے کچھ اور نہ ہوگا۔ لیکن ذریعہ تعلیم بنا کر اس کا استعمال میں نقصان دہ سمجھتا ہوں اور میں آپ کو خبردار کئے دیتا ہوں کہ اگر اسکو آئندہ بھی ان تمام مدارس میں جو ہماری لڑکیوں کی تعلیم کے لئے ملک میں قایم کئے گئے ہیں تعلیم کا ذریعہ بنائے رکھا تو ہماری معاشرت اور تہذیب کی بنیادیں اس قدر کمزور ہو جائیں گی کہ ان پر کوئی عمارت دلچسپ حسن اور مضبوطی کی تمام نہ ہو سکے گی۔

خواتین جو آج اس جلسہ سے فارغ التحصیل ہو کر نکلی ہیں ان کو یہ بات نہ بھولنی چاہئے کہ قوم میں ان کی حیثیت سب سے نیک فرض یہ ہے کہ وہ اس قوم کی بہترین روایات کی محافظ و پاسبان رہیں۔ اگر ایک مرتبہ بھی ان روایات کی قدر ان کے دل سے اٹھ گئی تو پھر بھی بے قدری کا خیال ان کی اولادوں میں منتقل ہوتا رہے گا اور وہ اس احساس کو کہ ہم دوسروں سے کمتر ہیں آئندہ کے لئے بھی منتقل کر دینگی کمتری کا وہ احساس جس پر خود دل گواہی دینے لگے ایک مرض ہے جو قوموں کو یقیناً فنا کر دیتا ہے۔

میرے لئے اپنے ملک میں اس سے زیادہ دردناک منظر کوئی نہیں ہے کہ میں بعض احمق مرد و نیز بعض نیم تعلیم یافتہ عورتوں کو بھی دیکھوں کہ وہ یورپ والوں کے طور طریق اور رواجوں کی نقل اتارنے کو تعلیم کا تمغہ سمجھ رہی ہیں

اور اس بات کو بھول گئی ہے کہ اس نقالی سے وہ کس عظیم الشان تہذیب کی توہین کر رہی ہیں جو ان کے بزرگوں سے اس کو میراث ملی تھی۔ ہر قوم کے طریقہ رسم و رواج اس مختلف مراحل اور ارتقا کا نتیجہ ہوتے ہیں جن میں سے اس قوم کو گزرنا پڑا ہے ان کو یک لخت ترک کر دینے سے توقع سلامتی کو ایسا زخم پہونچتا ہے جیسے کسی زندہ جسم سے کوئی عضو کاٹ ڈالا جائے جس طرح ارتقار کا سلسلہ لاانتہا ہے اسی طرح کسی قوم کے طریقوں اور رواجوں میں تبدیلیاں بھی ناختم ہیں یہ کوشش کہ اس سلسلہ ارتقار کو ایسے ملک کے طریقے اور رسم و رواج یک لخت اختیار کر کے جاری کر لیا جائے جس کی تاریخ کا ارتقار ہماری تاریخ سے جداگانہ طرز پر ہوا ہے میری رائے میں ایک نہایت بدنما کام ہے اگر ہم اپنے ملک کی گزشتہ ساٹھ برس کی تاریخ پر غور کریں گے تو ہمیں یقین ہے کہ اس بیان میں مجھ کو اتفاق کریں گے کہ اس زمانہ تعلیم و تربیت کے متعلق کارہائے نمایاں ان لوگوں سے عمل میں آئے ہیں جنکو وہ تعلیم جسے ہم مغربی تعلیم کہتے ہیں نہیں ملی تھی بلکہ یہ لوگ خواہ ہندو ہوں یا مسلمان وہ تھے جن کی طبیعتوں کا لنڈ و نما اس طریقہ تعلیم پر ہوا تھا جو خاص اس ملک کی تعلیم تھی۔

صرف ایسے ہی طرز تعلیم سے جو ہمارے ملک کی خاص ضروریات کو پورا کرے ہماری قوم میں وہ قوت پیدا ہو سکتی ہے جس کے بغیر ممکن نہیں کہ زحمت و کاہش کا وہ بارگراں قوم سے اٹھ سکے جو باقی دنیا سے مقابلہ کرنے میں آجکل درکار ہے اگر آپ کو یہ دیکھنا ہو کہ غیر ملکوں کی تہذیب اور علوم میں جو چیزیں بہترین ہیں ان کو بغیر اپنی تہذیب کی خوبیوں میں خرابی پیدا کئے کیونکر حاصل کیا جا سکتا ہے تو آپ صرف جاپان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھیں جاپان میں مرد نہ گھر سے باہر کی سخت محنت و مشقت کی زندگی سے گھر کھرے اور کرخت ہو گئے ہیں لیکن عورتیں اب تک اس تہذیب و شائستگی کی تمام حسین و دلکش چیزوں کی محرز محافظ ہیں جن کا ارتقار قوم کی زندگی کے ساتھ ساتھ ہوا ہے جاپان کی خانگی زندگی میں مغرب کا اثر تقریباً مسدود ہے پس میری تمنا ہے کہ ہماری قوم بھی باقی دنیا کی تہذیب کو اسی آسانی کے ساتھ بغیر قومی خودداری کو نقصان پہونچائے ہندوستانی تہذیب بنا لے جیسا کہ جاپان نے عمل میں آیا ہے۔

میں نے اس تقریر میں اس تہذیب کو برقرار و سلامت رکھنے کی ضرورت پر جسے ہم اپنی تہذیب کہتے ہیں بار بار اتنا زور دیا ہے کہ مجھ پر نہیں لوگ مجھے ایک حد سے گزرا ہوا قدامت پرست کہنے لگیں لیکن میں اس طرح سے گذر جاؤں گا اگر میں آپ پر یہ امر واضح کر دوں کہ میری رائے میں لفظ تہذیب اپنے بہت وسیع مفہوم میں کبھی ایسی چیز سے مراد نہیں ہو سکتا جو ملک الشان کی کسی جماعت کے لئے بھی حقیقت میں مضر ہو اس بنا پر میں تمام ایسی رسوم کے ترک کرنے کا بدرجہ غایت حامی ہوں جن کو علم کی پھیلتی ہوئی روشنی نے ہماری قوم کے نفع کے خیال سے نقصان دہ ثابت کر دیا ہے مانا صریہ رسوم ہم کو اپنے بزرگوں سے میراث میں ملتی چلی آئی ہیں۔ میں پھر اس خیال کا اعادہ کرتا ہوں جسے میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ کسی ایسی چیزوں میں بھی جو ہماری زندگی کے تہذیبی پہلو سے متعلق ہیں اور جن کو سمو لاً خانگی و معاشرتی کہا جاتا ہے ارتقار کا قائل ہوں انقلاب کا قائل نہیں تمام پرانی چیزوں کو واجب التعظیم سمجھنا ایسی ہی حماقت کی بات ہے جیسے کہ تمام نئی چیزوں کا احترام کرنا میرا مطلب آپ صاحبوں کو یہ بتانا ہے کہ اچھی چیزوں کے انتخاب میں انہی اصولوں کو امتیاز کرنے کی ضرورت ہے جن کو امتیازاً کر کے جاپان کی قوم ایک معزز اور عظیم الطبع قوم بنی ہے وہ آج ہے جن علمی ہے۔

خواتین و حضرات! میں اس دن کے خواب دیکھ رہا ہوں جبکہ ہند کے مرض و طول میں اس کی ہر ایک بڑی زبان کی نمائندگی ایک ایسی جماعت سے ہونے لگے گی جیسی کہ آپ کی جماعت ہے اور علم کے ایسے ہی سرچشموں سے وہ مذہبی جاری ہوں گی جو اس ماتا دیس کی مقدس گنگا کی طرح ایک دریائے دھارا بنکر ہماری ملی زندگی کو جو آج راجپوتانہ کے ریگستان کی طرح خشک و بنجر ہو رہی ہے۔ شاداب و سرسبز کر دیں گی۔

ایسی ہی جماعت کے تلامذہ جو کچھ انہوں نے حاصل اس کی عظمت کا یقین دل میں لئے ہوئے اور اس بات پر فخر کرتے ہوئے کہ وہ خود اس ان کا علم اس سرزمین کا ثمرہ ہیں جس میں وہ پیدا ہوئے تھے جس وقت پرانے رشتہ کے ہر جوش و جذبے کے ساتھ اپنے ماتا دیس کی مقدس گنگا کی حفاظت کہنے اٹھیں گے تو ان کی آواز میں جتنے لوگ آسانی سے سمجھ سکیں گے ملک کی مخلوق بولے زبان میں ایک نئی زبان پڑھائی جائے اور تمام ملکوں میں اس علم کی روشنی پہونچائی جائے گی جس کے سوا کوئی دوسری چیز قوم کی کمزوریوں اور برائیوں کو رفع نہیں کر سکتی۔

جس ملک میں اتنی فیتہ بنیں قومیں آباد ہوں جیسے کہ ہمارا ملک ہے وہاں اتحاد کی بڑی بندش جو واقعی اثر رکھتی ہو صرف حب الوطنی ہے محبت ایسی چیز ہے جو تمام تعصبات کو مٹا دیتی ہے اور صرف وطن اور بنی آدم سے محبت رکھنی وہ شے ہے جو بہت سی مشکلات کو حواس وقت میں درپیش ہیں حل کر سکتی ہے اس کا مجھے کامل یقین ہے کہ نفرت و عداوت کی بنیاد پر کوئی مستقل عمارت قایم کرنی کسی طرح ممکن نہیں جو طوفان اس وقت ہندوستان میں برپا ہے اور جو ہمارے اس دعا نیت کے تعلقات کو جن کا قایم موجود رہنا ان مختلف قوموں میں جو ہمارے ملک میں آباد ہیں ضروری ہے سخت نقصان پہونچا رہا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ طوفان ایک عارضی مصیبت ہے خواہ مرد ہو یا عورت جس کسی کی یہ خواہش ہے کہ اس کو تعلیم یافتہ انسان کہا جائے اس کا فرض ہے کہ اتنا مقدور ایسی قوتوں کو توڑے جو ہمارے اس عظیم الشان ملک کے لوگوں کو ایسے گروہوں میں تقسیم کر دیتی ہیں جو فقہ اور عداوت میں بھرے ہر وقت آپس میں نذر و نگریباں رہتے ہیں۔

جبکہ ایسی مختلف قوموں نے جیسے کہ فرانسیسی انگریزی اور جرمانی ہیں باوجود پرانی رقابتوں اور مدتوں کے جان کی دو ایات سابقہ سے ثابت ہیں ایک مجلس قایم کر کے لڑائی کو تقریباً ایک واقعہ ماضی بنا دیا ہے تو پھر ایک ہی ملک میں بسنے والی قوموں کے لیے جہاں وہ ایک ہی موسم اور تقریباً ایک ہی سے حاسٹرتی اور معیشی حالات میں رہتی ہیں یہ کام مشکل نہ ہونا چاہئے کہ کم سے کم وہ جھگڑا فساد و اختلافات کو قطعاً ناممکن کر دیں۔

خواتین و حضرات! کچھ بہت زمانہ نہیں گزرا ہے کہ جو دو بڑی قومیں اس ملک میں آباد ہیں ان کی باہمی کارکردگی نے دنیائے فنون کو ایک ایسی علامت تیار کر کے پیش کی جس کے حسن کا عالم میں جواب نہیں۔ تو پھر کیا اسکی امید کرنی کوئی عجیب بات ہوگی کہ آئندہ قریب ہی کے زمانہ میں یہ دونوں قومیں اپنی قدیم تمدن کی حقیقی بزرگی کو اس طور پر ثابت کریں کہ دنیا کو سیاسیات کا ایک جدید نظریہ ایسا پیش کریں جو ہند سے باہر کے ملکوں پر ظاہر کرے کہ کس طرح وہ انسانی گروہ جو مختلف زبانیں مختلف مذاہب رسم و رواج رکھتے ہیں۔ اپنے ملک اور وطن کی محبت میں تمام تفرقوں کو مٹا کر ایسی قوم واحد بن سکتے ہیں جو دنیا کی اور قوموں کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے لیے اور اپنے ملک کے لیے وہ قوت اور عزت حاصل کر سکتے ہیں جو جنگی جہاز اور کلدار توپیں رکھنے سے نہیں بلکہ ان اصولوں پر یقین رکھنے سے لازوال ثابت ہوں گی جن کی بنیاد خالص اخلاق پر رکھی گئی ہے۔

آل پارٹیز کانفرنس

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے نائب منتدنے اعلان کیا ہے کہ آل پارٹیز کانفرنس شنبہ ۲۷ اگسٹ ۲۹ء کو گوکھلے پرشاد میموریل ہال دلی میں منعقد ہوگی اور دستور حکومت ہند ستان پر غور و خوض کریگی۔

لجسلیٹو اسمبلی کا آئندہ اجلاس

لجسلیٹو اسمبلی کے اجلاس شملہ میں حسب ذیل غیر سرکاری کام کے پروگرام کا اعلان ہوا ہے۔

شنبہ، چہارشنبہ، پنجشنبہ ۸ ر ۱۳ ر ۱۴ ر ستمبر برائے مسودہ ہائے قانون۔

چہارشنبہ، سہ شنبہ، شنبہ ۵ ر ۱۱ ر ۸ ر ستمبر برائے سخر یکات۔

امن عالم

ممالک متحدہ کا فوجی میزانیہ

ترجمہ کار

(از احمد عبداللہ صاحب مسدوسی بی اے جامعہ عثمانیہ)

آج کل دنیا تاریخ کے اہم اور مشکل ادوار سے گذر رہی ہے۔ بڑی بڑی اقوام اس طرح مسلح ہو رہی ہیں کہ اس کے مقابلہ میں ان کی تبدیل زیادہ تیاریوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ بظاہر تو جنگ کا کوئی خطرہ نظر نہیں آتا لیکن جس رفتار کی سرعت کے ساتھ سامانِ حرب تیار ہو رہا ہے اور ایک مدتک فرانس جیسے ممالک کے مدافعت کی جو تیاریاں ہیں معروف ہیں۔ وہ بھی ہیبتناک خطرہ پیدا کر رہی ہیں کہ فی الحقیقت کسی نہ کسی قسم کا بین الاقوامی بھونچال مجوذ ہے۔ یہ خطرہ بھی بروقت ہے جس سے دنیا کے معاملات میں دلچسپی لینے والے افراد ناواقف نہیں خصوصاً اس لئے بھی کہ یہ واقعات رفتہ رفتہ رفیسہ ۱۹۱۴ء میں دنیا کی تباہی کے قبل کے حالات کا رنگ اور وسعت حاصل کر رہے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ سراجو کا قتل اس لڑائی کی ابتدا کا اصل سبب نہیں تھا۔ کیونکہ جو قوتیں اور سلسلہ اقوام کی تاریخی رقابت بلقان کے ایک دن میں نوبت نہیں پہنچ گئی تھی۔ اصل میں مشرقی یورپ اور وہاں سے آگے مشرق کی طرف جرمنی اور ہوس ملک گیری اور روسیوں کے تاخیر زدہ عمل کی ابتداء پیشرفت نظر اور تصادم کا لکہ روس کے زمانہ میں ہوئی تھی ان لوگوں کا نشانہ اندرونی ریاستوں اور ان کی حفاظت کے لئے پہلی فوج کا قیام تھا جب وسطی یورپ کی قومیں صنعت میں ترقی کرنے لگیں اور اپنی پیداوار کے لئے اسی طرح کے ممالک کی طرف حریصانہ نظریں ڈالنے لگیں تو حالات نے ایک نئی صورت اختیار کر لی۔

انگلستان کا حال جداگانہ ہے اس زمانہ میں اس کے یہاں نو آبادیاں نہ تھیں اور یورپ کی ترقی پذیر اقوام کے ساتھ اس کے تعلقات اس نوعیت کے نہ تھے کہ براہ راست کی سیاسی تحریکوں سے قریبی تعلقات کی موجودگی کا باعث ہوتے یورپ کے شبہیں اور اصلاح یافتہ ہیرج کے مقابلین کی بدلنے والی دستوں میں گاہے گاہے دلچسپی کے مطلع تھا لیکن انگلستان کی دلچسپی بالکلیہ اس کی داخلی سیاست پر مرکوز رہی لیکن مشرق اور مغرب کی اندر تجارت کے نئے راستوں نے اس کو مجبور کیا کہ وہ اپنے عمل کو بحری سیادت کے حاصل کرنے کے لئے بڑی طور پر حرکت کر دیا۔ اس جزیرہ کے متعصب باشندے دوسروں کی قلیل مدت کے اندر ہی اپنے زمانہ کی سب سے زیادہ طاقتور بحری قوت کے مالک بن گئے اور جس آن وحی وجد ہے کے ذریعہ انہوں نے کامیابی حاصل کی اس کی تفصیل کے لئے ضخیم جلدوں کی ضرورت ہوگی۔

مقبوضات صنعت و حرفت تجارت

اور غیر ممالک کی منڈیوں پر قبضہ کرنے کی صلاحیت میں سلطنت برطانیہ انتہائی اثر اور شان و شوکت کے منبادوں پر پہنچ گئی ہے اگر واقعات کی تقلیبی رہی تو یہ نتیجہ حاصل کرنا ممکن ہو گا لیکن کسی دنیا کے لئے کوئی تعلم آنے والا ہو وہ خطرہ نہیں ہے۔ لیکن دنیا کے چہرہ پر وضع لے امکانات جنگ لے اپنا عکس سایہ ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ بلقان کا جنگ، بلقان اور بحر طلمات کے حالات ایسے جھٹلانے والے حالات ہیں۔ جو دنیا کے ایک دوسرے سے نقادہ کے منحوس اسباب بن سکتے ہیں۔ یہ بیان کر دینا قطعیت کی نشانی نہیں ہے۔ بلکہ گذشتہ دو سالہ حالات کے تجربہ اور واقعات پر اس کی بنیاد (مشتمل) ہے۔

جہاں تک ہم کو معلوم ہے کہ ایک سے زیادہ کوششیں اس امر کے لئے کی گئی ہیں کہ ایک دوسری جنگ کے آئین کو ساکن کر دیا جائے۔ اس قسم کی پہلی کوشش ۱۹۲۱ء کی ابتدا میں ممالک متحدہ امریکہ کے سکریٹری نیوی کی جانب سے جنگ کے تیس سال معطل کی گئی تھیں۔ اس نے ایک تحریک کی صورت اختیار کی کہ امریکہ اور یورپ کی تمام ممتاز بحری قوتیں یا تو بحری قطعیت کے منصوبہ پر متفق ہو جائیں یا اس کے مقابل میں جہاز سازی کی اسکیم کے اختصار پر جس کے اندر بحری جنگ کی قابل لحاظ کمی شامل تھی راضی ہو جائیں۔ لارڈ بالفور صاحب نے انگلستان کی نمائندگی کی اور سر جی تجویز کی گرم جوشی کے ساتھ تائید کی۔ انگلستان کی مخصوص بحری حالت کے تحت کم سے کم انگلستان کی قوت کے اندر کمی کی درخواست کی۔ انگلستان کی بحری طاقت کے متعلق انہوں نے کہا کہ انگلستان کی حریت کا ستون اور حقیقت میں ہیں برطانیہ کے باشندوں کی روزی رساں ہے۔ انگلستان کوئی زمینی ملک نہیں ہے جس کو اپنے افراد قوم کے ذرق کے لئے ایک کے واسطے صرف ایک اونچی فصل اور ایک سیر آٹے کی ضرورت ہے۔ جو لاکھوں کی تعداد میں صنعت و حرفت کے کارخانوں میں کام کرتے ہیں۔ اور یہ اشیاء سمندروں کے پار سے مہیا کی جاتی ہیں۔

فاشلین کانفرنس اپنے اس مقصد کے حصول میں ناکام رہی لیکن جب وہ برخواست ہوگئی تو اس کے شعبہ کار ایجنے بحریہ کے اسلحوں کی تخفیف کے مسئلہ پر اتفاق ہو گئے اور اپنی اپنی جہاز رانی کی اسکیم کو اس طرح ترتیب کرنے پر متفق ہو گئے کہ دوست جماعتوں کو کسی قسم کی بے اطمینانی کا موقعہ نہیں دیا جائیگا۔ اس فیصلہ کو پانچ سال گذر گئے اور جیسا کہ بین الاقوامی بورڈ بیرانی اسکیم کی اصلاح اور کانٹ چھانٹ میں مصروف ہے۔

چوں کہ امریکہ غیر ملک کا رکن ہے۔ اور نہ اس کی سرگرمیوں میں سے کسی کا حامی ہے۔ اس لئے ممالک متحدہ کی بحری اور بری مدافعت کی اسکیم کی انتہائی غور و توجہ سے آزاد ہے لیکن کیا جنیوا کا بورڈ اپنے مقصد سے اب زیادہ قریب ہے کہ امریکہ اس کی تجویز کا پابند نہیں ہے؟ روپرٹمین تبلاتی ہیں کہ وہ اس جنیوا کی مجلس کا سب سے آخری رکن ہے تخفیف اسلحہ کی اس اسکیم کو آخری ضرب لگا چکا ہے۔ وہ تمام انواع بحریہ اور جنگ کے اندر ہر قسم کی ہوائی قوت کے کام لینے کا صرف وادے ہے۔

ہم نہیں کہتے کہ یہ تجویز نتیجہ خیز ہوگی کے ساتھ پیش کی گئی ہے اور نہ یہ خیال کرتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے داخلی خطرہ کو رفع کرنے کے لئے یہ قابل عمل نسخہ تجویز کیا گیا ہے۔ اوس کے لئے کوئی بڑی بحری طاقت نہ ہونے کے باعث ان لوگوں کے لئے جو کہ اس قوتوں کی مخالفت دور دور پھیلی ہوئی ہیں۔ مناسب خیالات کا مہیا کرنا یا نہ کرنا اور بحری راستوں کی حفاظت کرنا کوئی اہم معاملہ نہیں ہو سکتا۔

یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ رسمی تجویز کو منسوخ کر دیا گیا۔ لیکن کیا یہ بھی اصلی سوال کے حل کی طرف منجر ہوتا ہے؟ جواب یہ ہے کہ وقت کی اس اہم اور خطرناک ضرورت کے لئے یہی نہیں کہ کوئی حل مذبذب ہو سکا بلکہ امریکہ جو بحری اسلحوں کی تخفیف کے کسی معاہدہ کا پابند نہیں ہے۔ اپنی بری و بحری قوتوں کی ترقی کا ایک زبردست خاکہ زیر عمل لا رہا ہے جس پر چھ سو بتیالیس لیعنے چوہتر کروڑ پچاس لاکھ ڈالر خرچ ہوں گے۔ جو گزشتہ سال کے موازنہ کے مقابلہ میں بیس ملین ڈالر کی زیادتی کو ظاہر کرتا ہے۔

ہم سے کہا گیا ہے کہ اگر کانگریس ان اخراجات کو قبول کرے تو امریکی بحریہ کو تین سو ستیالیس ملین ڈالر یعنی گزشتہ سال کے موازنہ سے اڑتالیس ملین ڈالر زیادہ ہیں۔ یہی اخراجات ایک ہزار ہوائی جہازوں میں سے چھ سو چھیانوے جہازوں کے لئے نتیجہ کا کام دیں گے۔ جو بحریہ کے پنج سالہ پروگرام کے تحت تیار ہو رہے ہیں۔ ادھر گیارہ سو ہوائی جہاز نوبی سروس کے لئے تیار ہو چکے اسی سے ہم تحت البحر کشتیاں اور آٹھ کروزر بھی جو زیر تعمیر ہیں تبلا سکتے ہیں جس کے ذریعہ ہمکو تجارتی کاروان دہ دس ہزار میل کا ہوائی راستہ مکمل ہو سکیگا۔ ممالک متحدہ نے کے خزانہ کا معتمد لن کہتا ہے کہ ملک اس بار کو اٹھانے کے پوری طرح قابل ہے کیوں کہ اس کے محفوظ سونے کے مقدار گذشتہ تین سالوں میں چند ملین ڈالر سے ترقی کر کے چار ہزار اڑتالیس سو ڈالر ملین ہو گئی ہے۔ ہم اس سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ حالات کو بد سے بدتر نہ بنائے جو مختلف اغراض اور حریف مقاصد کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں شدید آزمائی پر آمادہ کر دے گا۔ امریکا اپنی کامل حفاظت اور عالمی امن کے سبب اپنی جہاز سازی کی تعلیم میں ایسے غلیم الشان اضافوں سے بے پروا ہے۔ اس کو اپنی دولت اور تجارتی فوقیت کا مصون ہونا چاہئے کہ براعظم کی سیاسیات کی پیچیدگیوں سے وہ بالکل آزاد ہے۔ اس کی اصلی غرض امریکہ کے اندر امن پھیلانا اور یورپ میں امن جو یا نہ مساعی کی امداد کو بہ اشتراک ہونا چاہئے۔ اس کو اپنی سوسائٹی روایات پر سختی سے کاربند رہنا چاہئے کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ امن پسند اور ترقی پذیر قوم رہی ہے۔"
(نیگ مسلم)

گرامافون کے نئے ریکارڈ کی ایجاد

گرامافون کے ریکارڈ اب تک سلولائیڈ کے بنے ہوئے ہوتے ہے جو ذرا سے صدمہ سے ٹوٹ جاتے تھے لیکن اب مشرقی گڈسن نامی ایک شخص نے نئے قسم کی ریکارڈ ایجاد کئے ہیں جو بے حد پائیدار ہیں۔

موجد نے اپنے ریکارڈ کو امتحاناً لندن میں ہوٹل سسل میں پیش کیا پہلے اس ریکارڈ پر سے ایک موٹر چلا لی گئی موٹر کے وزن سے نہ صرف ریکارڈ ٹوٹا نہیں بلکہ جب اس کو گراسانوں پر رکھکر چلایا گیا تو گانے میں قطعاً فرق نہ آیا۔

اس کے بعد اس ریکارڈ پر کھڑے ہو کر ایک رقاصہ نے اپنا ناچ دکھایا اس سے بھی ریکارڈ پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

اس کی اندھیوں کے متعلق موجد کا بیان ہے کہ یہ بے حد ہلکا لچکدار اور سستا ہے اس کا وزن تین چار تولہ کے قریب ہے برخلاف اس کے موجودہ ریکارڈوں کا وزن نیدہ میں تولہ کے قریب ہوتا ہے ان خوبیوں کے علاوہ یہ ریکارڈ نہ جم میں اتنا قلیل ہے کہ زیادہ جگہ میں تین ریکارڈ آسکتے ہیں اس میں ایک اتنی ہے کہ اس کو پیٹ کا جیب میں رکھا جا سکتا ہے یا ڈاک کے ذریعہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر روانہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک اور خصوصیت قابل ذکر یہ ہے کہ اس ریکارڈ کے لیے شمل مروجہ ریکارڈوں کے سوزنہ نئی سوئی بدلنی نہیں پڑتی اس کو آزمائش کے طور پر ایک ہی سوئی سے تین سو مرتبہ چلایا گیا لیکن اسکی حالت میں کوئی تغیر نہیں ظاہر ہوا بلکہ موجد کا بیان ہے کہ جس قدر سوئی پرانی ہوگی اتنا ہی ممکنا گانا عمدگی سے سنائی دے گا۔

ایک اور خصوصیت اس میں یہ ہے کہ یہ قسم کے اگنے میں بنایا جا سکتا ہے یا اس پر تصویر یا تحریر چھاپی جا سکتی ہے اس خصوصیت کی توجہ کا بیان ہے کہ اس سے اشتہار بازی یا تعلیمی مقاصد بھی پورے ہو سکتے ہیں باوجود ان متعدد خوبیوں کے اسکی قیمت موجودہ ریکارڈوں سے بے حد کم ہوگی۔

عورتوں سے بیزاری

انگلستان میں بمقام ہیلی نوجوان مردوں کا ایک کلب بنام لیڈیکا چلا کلب قائم ہوا ہے جو عورتوں سے بیزار ہیں اس کا فقرہ ہے "ہمیں عورتوں میں نہیں جانا چاہئے" کلب صرف انہیں نوجوان مردوں کے لیے ہے جو عورتوں سے اعتماد اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ وہ شادی نہ کرینگے اگر اس کلب کا کوئی ممبر کسی لڑکی سے ملتا ہے تو اس پر جرمانہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کے ممبر کوشش کرتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے لڑکیوں سے ملنے جلنے کا موقع ہی پیدا نہ ہو ایک اخبار کے نمائندے سے اس کلب کے سنتھ نے کہا "ہم عورتوں کو مرد بنانا چاہتے ہیں نہ کہ عورت، اس زمانہ مزاج مردوں سے بھرا ہوا ہے اور لڑکیوں کی یہ حالت ہے کہ مدرسہ چھوڑتے ہی شادی کی خواہش اور کوشش شروع کر دیتی ہیں ہم اس قسم کی نحوست کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔"

لڑکیوں کی دوستی اور صحبت سے نوجوانوں کو محترز رہنے کے لیے کلب والوں نے انتظام کر رکھا ہے ورزش جسمانی اور مردانہ کرتبوں کے اکھاڑے قائم کرے۔

سنتھ نے ابھی ملاقات کے دوران میں کہا کہ "ابھی ہم کو کلب قائم کیے ہوئے چھ ہفتہ ہی گزرے ہیں مگر ہمارے پاس (۴۸) ممبر شریک ہو چکے ہیں اور شرکت کا سلسلہ جاری ہے ہمارا صدر رہا اور ولیعہد شریک ہے جو لبٹن وانڈرس کے ساتھ فٹ بال کھیلتا ہے ہمارے تمام ممبر نوجوان ہیں جن کی عمریں (۱۸) اور (۳۰) برس کے درمیان ہیں۔"

اخبار کے نمائندہ نے دریافت کیا کہ اگر آپ کا کوئی ممبر شادی کرنا چاہے تو کیا ہوتا ہے؟

سنتھ نے جواب دیا "ہاں یہ ہو سکتا ہے مگر اس صورت میں ہماری لڑکیاں عمدہ قسم کا ساچاؤ پلن سیکھیں اور یہ مرد انہیں مردوں ہی کے لیے چھوڑ دیں تب ہم اپنے قواعد میں ترمیم کر کے شادی کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں (ترجمہ)

بعض نظر انداز حقیقتیں

از

محمد حمید اللہ صاحب بی اے

حیدرآباد کا سیاسی وجود کیا ہے؟ سچ پوچھئے تو وہ ہی ہے جو شاہ ان اللہ خاں کی تخت نشینی سے پہلے انتظام کا تھا۔ یعنی انتظامیں مادی مدد کے سوا، بیرونی خارجہ تعلقات برطانیہ کی تحویل اور وسط ایشیا کے بیرونی قائم نہیں کئے جا سکتے۔

آصف جاہی اصول کے بیگانہ کار، ظاہر ہے مستقر شہر سری رنگ پٹن ہیں) ازاں قدم عالم کی حوزہ صف نیلم پر چڑیا گراں سے فایدہ اٹھایا اور رات باقی رہنے پایا، غرض تھا، وہ ہے میسور کے حیدر علی کا تہرسنی حال ہی میں منتقد ہوئی جس کی بیگم اور بیٹے بیٹی بڑے جگر دار ریاست ہیں، ان کے تخت، استقلال اور کسی خود مختاری کا مطالبہ کیا، مگر وہ ایا، حیدرآباد کے حقیقی حقیقات کی اس بارے میں حکومت حیدرآباد پر جانی کرتی رہی ہے اور اپنے پولیٹیشن کے دعوے اور مطالبے سے عاصل نہیں ہے لیکن کیا یہ ایک حقیقت نہیں کہ راجی ورعایا اور حکومت ورعیت کی یہ آشنگی جیسی لا بدی وضروری چیز ہم میں مفقود ہے، اسی کمی، ترقی کی بجائے تنزل میں مشغول ہیں، ہم جیسی اقتدار کی بجائے اختلاف باہمی سلک میں لگا لگی کی جگہ بیگانگی، متحد قوم کی خاطر ایثار کے عوض عناد نفاق کے لئے قومی غداری جاری وساری ہے!

جب ایسی روایا بھی آزادی کے خواب دیکھ رہے تو کیا ہم اپنی آزادی کو برقرار رکھنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کریں گے؟ اور اپنی ہی بدعوانیوں، بد عملی کے باعث بیرونی دخل اندازی کو جائز ہی نہیں بلکہ مدعو کریں گے؟

(۲)

جس قوم کسی قوم میں خود داری ترقی کرتی جاتی ہے وہ اپنے محسنوں کی قدر کرتی ہے اور اجانب کی ستایش کو بہتر سمجھتا ہے قبول کرتی ہے خود دار قوم کے کسی فرد کی قدر افزائی اگر کسی اجنبی حکومت کو مطلوب ہوتی ہے اور ایسے کوئی تحفہ یا خطاب یا کوئی اعلیٰ ہی نشانی دینا چاہتی ہے تو وہ پہلے اس کی حکومت سے اجازت حاصل کرتی ہے حیدرآبادیوں کو اگر سیر دنی نشان ہائے اعزاز دئے ہیں تو حکومت حیدرآباد کی اجازت واستصواب سے لئے ہوں گے یا کم از کم ایسا ہی ہونا چاہئے مگر انعام یافتہ کی ذمہ یہ نہ رہے کہ اجنبی تعریف کی تعریف سے زیادہ قابل قدر ہے کہ اجنبی "سر" لینا ہے شہید الفضل ما شهدت به الاعداء کا مصداق ہے مگر اس سے زیادہ تعالیٰ قدر نکلی "اکبر" کا اعزاز لینا ہے اجانب کی تعریف وتوصیف سے بڑھ کر قابل تنزلت یہ ہے کہ ہمارا بادشاہ اور ہمارا ملک ہمارے کام کو پسند کرتا اور اپنی خوشنودی کا اظہار کرتا ہے چونکہ قومی بے وفائی اور ملکی نقصان کر کے اجنبی اعزاز یا خطاب قابل کریں۔ خدا نہ کرے جو یہ ملک برائی ہمارے ملک میں آئے اور یہ متدی ہماری یہاں پھیلے۔

(۳)

اسلامی دنیا روز بروز ایک عظیم تقادم سے قریب تر ہوتی جاتی ہے مگر الحمد للہ کہ آغاز ہی سے افراد ہیں [illegible] ہیں آثار مسلمان حکومت کو نہیں تھی؟ کیا اب افغانستان، ایران، عراق، ترکی یمن وغیرہ نظر بہ دور قوی رشید نہیں چاہتے؟ اور کیا دیگر اسلامی ممالک میں استقلال پسندی بار آور نہیں ہو رہی ہے؟

یہی نہیں سیاسیات کے علاوہ اقتصادیات پر نظر ڈالئے اگر ایک طرف کمال پاشا کی متعرضیت مسلمانوں کو ایک خاص رخ میں انتہا پسندی کی راہ دکھاتی ہے تو ساتھ ہی قدرت

ابن محمود کو دیوجیس لاتی ہے جو اس کے مخالف ہیں انتہائی پیروٹن اور متسلم ہیں صداقت حقیقت پر مبنی مستدل ہر قوم ہے اس اصول قدرت کو تسلیم کرنے پر مسلمان مجبور ہو جائیں گے اور فضاء اللہ ترقی کر لیں گے۔

کیا یہ ترقی اغیار اجانب کو بھاگی؟ آئینہ ہے اپنی بدتری پر قرار رکھنے کی کوئی تکلف کوشش تھا رکھیں گے؟ اور کیا اس انتقام سے جو ہمیں آپ نے کے لئے قرار دے رہے ہیں ہمارا مقصد حقیقی تحقیق ہو رہا ہے؟

(۴)

جنگ عظیم کے بعد مشرقی ممالک میں شعور بیدار ہوا کہ آزاد ملک بنگیا غلام کر آلہ گئے ہے اس لئے ساتھ ہی کوشش کی پیدا ہوئی سے مشرقی مستقل ممالک میں افراد انسانی یا ملک کی ایران مجلد اور چین کا اضافہ ہو گیا ہے۔ اگر نقطۂ نظر مستقل طلب ہو گئے تو ان کا عظم الدول مآب قدیمہ ایسا ایشیائی کے لئے وجود میں آگئے ہیں مدر آباد بھی اسی کے مصداق ہے اور گو ابھی بچہ ہے لیکن ہونہار ہونا ہے مگر یہ اشراط قوی ہونا اس کے لئے ولیت ہے، کیا ہے کہ اس کا استقلال کر تمر ہیں اللہ اگر کہ ہو صد پیدا ہو اللہ سے ہے کے لئے کے لمرہ کو ہو سکتا ایشیائی کے لئے ہے تیدیل کر سکتے ہیں قلب دنیا ایشیا ہیں کے لئے "اپنا ملک" نظر قرار دیتے ہیں اور متقدمین کے تجربے اور طرز عمل سے فایدہ اٹھانے کی کوشش شروع کرتے ہیں کیونکہ دنیا کسی کا ابدی وجدی دشمن نہیں ہے، قابل ترین قومیں بھی اس کی حکومت مطلق گر کیونکہ ہم قابل بنانا چاہتے ہیں ہم پہلے اپنے ملک سے اغیار کو نکالنے باہر کریں گے پھر ان کے علوم وفنون پر سہارا ذاتی، مستقر ہیں ہمیں بھی کا بھی نظر بنانے ہیں کامیاب ہونگا اس وقت ہم اپنے اس فلسفہ پر کہ سب انسان بھائی بھائی ہیں عمل کر سکیں گے، اور جو جو یہ سب کے خود غرض نہیں ثابت ہوں گے ہمنوا نہیں ایسا ہونا ہے اور ہو کر رہے گا۔

(۵)

انسانی کمال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے سے نہ پیدا کا بندہ تھا رہ عافیت اور حیات بعد موت کے لئے وہ کچھ تیاری نہیں کرتا تھا ہر ایک رہ عمل ہوا اور بعض عالی دماغوں نے اپنے خیالات پھیلائے اور عام کئے کہ انسان صرف خدا کیلئے پیدا ہوا ہے اور جگ اور جہانیت، اندھی اور اقتدار کے طور پر ظہور پذیر ہوئے۔ بعد ازاں قانون قدرت کے تحت ان مختلف کے بین بین ایک متعدل و مستوسط نظریہ پیش ہوا کہ دنیا میں بھی اچھے ہیں اور آخرت میں بھی خوبیاں ہیں یہ سب سے بہتر چیز بھی مگر بہترین چیز بھی فوز وارمان کی نہیں جاتی اس کی مخالفت میں جتنی قوتیں تھیں سب ایک ایک کر کے مقابلہ پر آئیں اور ہارتے گئیں موجودہ زمانہ اس تمام کی انتہا ہے اور سب جانتے ہیں قابل ترین ہی باقی رہ سکتا ہے وہ حیات و مادیت کا یہ تقاضا اسی چیز کو اجاگر کرنے کا سبب ہوگا جو انسان کو ان دونوں انتہاؤں سے بچائے بھی رکھے اور جدا بھی کرے اور متدل انسان کا مستقبل

شعر و سخن

کلام الملوک ملوک الکلام

سلام

قطعہ

خدا در انتظارِ حمد ما نیست
ہزاراں انبیا گشتند پیدا
محمد چشم بر راہ ثنا نیست
کسے لیکن بہ مثلِ مصطفےٰ نیست

مطلع

یہ کرناعرض آئے باد صبا سبطِ پیمبر سے
کہ غم میں آپ کے دریا رواں ہے دیدۂ تر سے
کہو اشک و فغاں سے ذکر ہوتا ہے شہیدوں کا
گرجنا ہو جسے گرجے برسنا ہو جسے برسے
خدا کی شان یک قطرہ نہ پہونچا حلق تک تشنہ کے
مگر ہے تیغ کا پانی کہ اونچا ہو گیا سر سے
جو دل کے سخت ہیں وہ بھی غمِ سرورؑ میں گریاں ہیں
عجب تاثیر ہے پانی نکل آتا ہے پتھر سے
مئے حبِ نبیؐ میں رات دن ہم مست رہتے ہیں
نہ خم سے ہے غرض ہمکو نہ شیشے سے نہ ساغر سے
قیامت ہوگی برپا اور میدانِ قیامت میں
اٹھیں گے ہم جو آنسو پوچھتے دامانِ محشر سے

مقطع

وہ ہیں اشکِ عزا اپنے۔ بدولت جن کی اے عثمانؔ
جھکایا ساقیٔ کوثر نے ہم کو جام کوثر سے

دیگر

مطلع

ثنائے اہلِ بیتِ مصطفےٰ میں فکر حیراں ہے
کہ خود تطہیر کا جن کے وثیقہ نصِ قرآں ہے
خصوصاً نورِ عینِ خاتمِ پیغمبراں لینے
حسینؑ ابن علیؑ جس شاہ دیں کا نام ذیشاں ہے
دیا ہے بے نہایت فضل اس کو حق تعالیٰ نے
کہ جس کی ذات محبوبِ خدا کی راحتِ جاں ہے
گلستانِ رسولِ اللہ کا ہے وہ گلِ خنداں
سپہرِ دینِ پاکِ مصطفےٰ کا مہرِ تاباں ہے
وہ کانِ منقبت بحرِ فضیلت منبعِ رحمت
شہادت منتظر ہے اور امامت اس پہ نازاں ہے
جمالِ احمدی کا ہے وہ بے مثل آئینہ
کہ سر سے تا قدم نورِ خدا جس سے نمایاں ہے

مقطع

وہ ہمت تھی کہ عثمانؔ راہِ حق میں جاں فدا کر دی
اسی باعث لقب اس کو ملا شاہِ شہیداں سے

مراسلات

(حیدرآباد بلیٹن اور نواب مسعود جنگ بہادر)

آج کل ہندوستان کے سارے اخبارات میں نواب مسعود جنگ بہادر کی بصیرت آمیز افتتاحی تقریر پر تنقید ہو رہی ہے۔ اخباروں میں دو گروہ ہو گئے ہیں ایک۔ وہ ہے جس کی نمایندگی استریلال اور حقیقت کی مخبر میں ہے اور دوسرا گروہ محبیت کی آگ میں ڈوبا ہوا ہے جو کہ لہو کے بیل کی طرح کہتا ہے کہ ہیں! ہماری زبان مزید تعلیم دینے سے جو فائدہ ہوتا ہے وہی فائدہ انگریزی زبان سے ہو سکتا ہے لہٰذا اس کی مثال فلاں ہے وغیرہ۔ ہمیں تو تعجب ہے کہ فاضل مدیرین نظام گزٹ اس مسئلہ پر بھی اپنی رائے کا اظہار فرمائیں گے۔ میں فی الحال صرف دو سرے گروہ کے ایک نمایندہ یعنی بلیٹن حیدرآباد کا نہایت ہی باخبر اخبار ہے اس کی رائے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

فاضل مدیر ایڈیٹوریل کا آغاز اس طرح کرتا ہے "نواب مسعود جنگ بہادر آئی ای ایس ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے جامعہ عثمانیہ کے لئے ایک کوچ ڈھونڈ نکالا" انھوں نے اپنی افتتاحی تقریر جامعہ خواتین پونہ میں گزشتہ کیفیت کو کہا ہے اس امر کو محسوس کرتا ہوں کہ آج آپ سے خطاب کرنے میں میں ایک ایسے جامعہ سے خطاب کرتا ہوں جو ہر اعتبار سے جامعہ عثمانیہ حیدرآباد کی حقیقی بہن ہے" اس کے بعد اپنی طمانیہ رائے کا اس طرح اظہار کرتا ہے "یہاں (حیدرآباد) بھائی (جامعہ عثمانیہ) ہے اور وہاں بہن ہے جو ۱۶ گھنٹے کے ریوے کے سفر سے جدا ہوتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کی بات کو کس طرح سمجھیں گے۔ بھائی صاحب تو ایک خط اردو میں تحریر فرماتے ہیں اور بہن صاحبہ سرخی میں لکھتی ہیں کیونکہ دونوں کو اپنے اپنے جامعہ کے اصولوں سے وفادار رہنا چاہیے۔

اداریہ دونوں نواب صاحب کے نظریہ پر یقین رکھتے ہیں کہ ایک قوم کی فضا دوسرا قابلیتیں صرف اس قوم کی مادری زبان میں بلیوے طور پر بار آور ہو سکتی ہیں اداریہ اس امتیاز سے ہمارے طلبا کی علمی ترقی کے لیے تمام رکاوٹیں مٹ گئی ہیں اور انگریزی پڑھایا جانا ایسی ہی نقصان دہ ہے" مدیر بلیٹن اس کے بعد ہندوستان بھوال انعام قابلیتوں نواب مسعود جنگ بہادر کے تسلسل کلام کو اس طرح منقطع کر دیتا ہے کہ مفہوم ہی مبہم ہو جاتا ہے اور جو وضاحت نواب صاحب نے کی ہے اس کی جانب قارئین کا ذہن منتقل نہیں ہوتا چنانچہ ہم اس ایڈیٹوریل کے تسلسل کلام کو ختم کرتے ہیں (جیسے انگریزی طلبا کو مثلاً کہتا ہوں۔ جبرانی زبان میں پڑھایا جانا مفید ہو سکتا ہے باوجودیکہ لسانیات کے اعتبار سے جو رشتہ جبرانی زبان اور انگریزی زبان میں ہے وہی نسبت اس رشتہ کے جو انگریزی زبان اور ہندوستان کی زبان میں ہے کہیں زیادہ قریب کا ہے؟

بہتر ہوتا کہ فاضل مدیر محبیت کی عینک کو اتار کر واقعات کو حقیقت کی روشنی میں دیکھتے کیا کسی معقول آدمی کو اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں عذر ہو سکتا ہے کہ حیدرآباد بلیٹن کا مدیر ایسی معمولی تجویز پر سمجھ کر اعتراض کرنا پسند نہیں کرتا۔

اس عبارت کے بعد ایڈیٹر عالمانہ یا طفلانہ سوالات کے بعد کہ کیا انگریزی سے نواب صاحب کو نقصان ہوا ہے؟ فاضل مدیر کی طبیعت میں اس قدر جلد بازی معلوم ہوتی ہے کہ انھوں نے نواب صاحب کے اعتراف کو پڑھا ہی نہیں نواب صاحب نے صاف طور پر ہی ساتھ انگریزی زبان کی خوبیاں بھی بیان کر دی ہیں فاضل مدیر کی نظر کمزوری کے مینڈک کی طرح خطبہ کے اچھے اور بہترین حصہ کی طرف جست لگاتی ہے باخبر مدیر کو شورہ دیتے ہیں کہ وہ خود انگریزی ادبیات کی تاریخ کا مطالعہ کرے اور اس کے بعد دیکھے کہ حقیقت میں انگریزوں کی تعلیم کی ترقی کب سے شروع ہوئی کیا انھوں نے فرنچ اور لاطینی کو ترک کرنے کے بعد انگریزی زبان میں علوم و فنون کی تحصیل شروع کی؟ اس کا کیا علاج ہے کہ جاپان جیسے ترقی یافتہ ملک کی بھی یہی مثال ہمیں نظر نہیں آتی۔

اس کے بعد جو سب سے زیادہ محکم خیز بات مدیر بلیٹن کو نظر آئی وہ یہ ہے کہ انگریزی زبان کے حروف تہجی کو لے کر کیوں استعمال کیے جاتے ہیں مثلاً جی ای پی اے وغیرہ ان کے متعلق مدیر کہتا ہے کہ کیا یہ مرہٹی الفاظ ہیں جو مرہٹی جاسہ کے خواتین کے ناموں کے ساتھ استعمال کیے جاتے ہیں اس طرح نہایت غلطانہ یا طفلانہ انداز میں یہ بلیٹن لکھتے ہیں کہ وہ لوگ جو اردو میں اے ال ال پی کا استعمال کرتے ہیں ان کے لیے انگریزی حروف ال ال پی کا استعمال کیے جاتے ہیں ان کے بجائے کیوں اردو الفاظ وضع نہیں کر لیے جاتے؟ کاش فاضل مدیر زبانوں کے خاندان سے واقف ہوتے کہ کس کس زبان میں کتنے الفاظ ایک زبان سے دوسری زبان میں لیے گئے ہیں ہم اپنے آپ کو اس قدر پست کرنا نہیں چاہتے کہ اسی متعلق کی مثالیں پیش کریں کہ فاضل مدیر سے دریافت کریں کہ انگریزی زبان میں کیوں "امیر البحر" کے بجائے "ایڈمرل" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور اسی قسم کے صدہا عربی کے الفاظ مخرب کر کے علم ہیئت میں کیوں استعمال کیے جاتے ہیں؟ کیا انگریزی زبان اس سے قاصر ہے؟

کاش فاضل مدیر ان طفلانہ اعتراض..... ال ال پی یا بی اے یا ایم اے کے الفاظ کیوں اردو یا مرہٹی میں استعمال کیے جاتے ہیں کے بجائے کوئی معقول اعتراض کرتا اور وہ بھی متانت کے ساتھ یا کم از کم انڈین مشیل ہیرالڈ یا اس قسم کے اور قومی اخباروں کی مار کو بھی پیش نظر رکھتے مگر معلوم ہوتا ہے آپ نے اس کی تکلیف گوارا نہیں کی۔

سید شاہد احمد ہاشمی

ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ

آل پارٹیز کانفرنس نے جو کمیٹی ۱۹۲۸ء میں ہندوستان کے دستور کے اصولوں کے متعلق غور و خوض کرنے کے لیے منعقد کی تھی اب اس نے اپنا فرض کے صدر کے ہاں اپنی رپورٹ پیش کر دی ہے اور اس رپورٹ کو متحدہ کانگریس نے شائع کر دیا ہے۔

رپورٹ میں متفقہ طور پر مطالبہ کیا گیا ہے کہ سیاسی قوت اور تمام مختلف قسم کی ذمہ داریاں انگلستان کے لوگوں سے ہندوستان کے باشندوں کے ہاتھوں میں دیدی جائیں اسکے سوا کوئی دوسرا طریق

تبدیل مستقر پرگی

بذریعہ جناب ایڈیٹر صاحب نظام گزٹ حیدرآباد دکن۔

تسلیم۔ آپ کے معزز اخبار مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۳۶۳ف جلد ۲۳ کے صفحہ (۱۱) پر رعایا۔ تعلقہ پرگی کے ایک مراسلہ کا اقتباس شایع ہوا ہے اور اس کی نسبت بہ لحاظ اس کے کہ میں پرگی کا متوطن ہوں ذیل لکھنے پر مجبور ہوں امید کہ جناب والا سلسلۂ اشاعت مذکور اس اہم غریضہ کو بھی اپنے معزز اخبار کے کسی گوشہ میں جگہ دیں گے۔

ف جس مراسلہ کا اقتباس شایع ہوا ہے اور اس کی اصلیت مشتبہ نہیں تو کم از کم یہ یقینی ہے کہ وہ تمام رعایائے تعلقہ پرگی کی آواز نہیں ہے اور اس مراسلہ پر جن لوگوں کے دستخط ہیں یا جنہوں نے لکھا ہے وہ ظاہر نہیں کئے گئے۔ کاش ایسا ہوتا تو مراسلہ کی اصلیت و وقعت معلوم ہو جاتی۔ جہاں تک مجھے علم ہے پرگی میں کوئی انجمن رعایا جات ایسی نہیں ہے جو رعایائے تعلقہ کی نمائندہ ہو جو کہ حیثیت اس مراسلہ کی ہے وہ غالباً ایک مختصر سی جھوٹی لیکن مفسدوں کی جماعت کا وقت ہے وہ ظاہر ہے۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ ایک یا چند خود غرض اشخاص مختصر مرتب کر کے لوگوں سے دستخطیں لیا کرتے ہیں جن کو اس کی بھی خبر نہیں ہوتی کہ اس کا مضمون کیا ہے۔ یا لبیم، خط لینے والے صاحب کے بیانات مقامی یا مصروت سے دستخطیں ہو جایا کرتی ہیں کیسی ہی مراسلہ بھی ایسا ہی نہ ہو۔ یہ مجھے اس وجہ سے عرض کرنا پڑا کہ جس وقت میں واقعہ ہوں میرے وطن پرگی اور دیگر مواضعات تعلقہ کی رعایا اس خواہش کے متمنا تھے کہ مستقر تعلقہ پرگی سے بدلا جائے۔ اس پر بعض گدھے اور زندگ کے باشندگان چاہتے ہیں کہ ایسا ہو اور یہ خواہش انکی اپنے ہی اغراض اور سہولتوں تک محدود ہے نہ کہ تمام رعایائے تعلقہ کی سہولت کے لئے۔

ف قبل اس کے کہ میں اس مراسلہ کے اہم اجزا کی نسبت کچھ عرض کروں یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میں بذریعہ ضلع ہندی سے قریل پرگی متعلقہ تعلقہ پرگی بلکہ وہ پرگی کہلاتی اور وہاں نائب تحصیلدار کا مستقر تھا۔ بوقت ضلع بندی نظام کمشنر صاحب نے چونکہ یہ کچہری کا رہ مدیر حضرات تھے کافی غریضوں کے بعد پرگی کو مستقر تعلقہ کے لئے منتخب فرمایا اور تعلقات کو دیگر تعلقہ کو توڑ کر اون کے اکثر مواضعات بہ لحاظ مناسبت تعلقہ پرگی میں شامل فرمایا۔ اس کے بعد پھر یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ پرگی مستقر تعلقہ کے لئے موزوں ہے یا نہیں؟ غالباً عالیجناب مولوی یوسف الدین صاحب مرحوم و عالی جناب مولوی محی الدین صاحب ہنڈ تعلقداران وقت کے زمانہ میں یہ طے ہو چکا ہے کہ پرگی ہی مستقر تعلقہ کے لئے موزوں ہے یا وہ وہ اس کے قریب ہر سال کنڈرگ اور منگلگڈہ کے بعض باشندگان اس قسم کی درخواستیں دیا کرتے ہیں جن پر کوئی توجہ ہونی چاہئے اور نہ ہونی چاہئے۔

ف کیا ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں ولی ہمدرد صاحب مدبر کارپندبست کن یہ رائے ہو کر اس کے بعد اعلیٰ و زمہ دار عہدہ داران مال نے اس کے خلاف رائے ظاہر فرمائی ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اب تک مدبر صاحب موصوف ہی کی رائے قابل زمہ ہے ہر ایک کا اپنی اپنی موافق و مخالف آرا کا امکان ہے۔ لیکن آرا کے اثرات اور غلبہ سے چشم پوشی کر کے صرف موافق رائے کو ظاہر کرنا صحیح نہیں ہو سکتا۔

ف موری مظفر رام صاحب نے وقت کی رائے کو کوئی وقعت نہ دینی چاہئے کیوں کہ وہ دورہ کنندہ عہدہ دار تھے اور نہ وہ جانب تعلقہ کے حالات اور رعایا کے جذبات و خواہشات سے واقفیت پیدا کرنے کا اون کے پاس کوئی ذریعہ تھا اور نہ اون کا زمانہ تعیناتی پرگی کا بھی بہت قلیل رہا ہے۔ باوصف اس کے اون کی رائے تمام تر مرجوعہ مقدمات پر مبنی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کسی مقام کو مستقر تعلقہ قرار دینے کا معیار بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ وہاں مقدمات کا مرجوعہ زیادہ ہو تا ہے اور بغیر تحقیق یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ کنڈرگ اگر مستقر تعلقہ قرار دیا جائے تو مقدمات کا مرجوعہ زیادہ ہو گا و ان حالیکہ یہ تعلقہ کا تعلقہ ہے۔ جہاں عدالتی مقدمات کا مرجوعہ قدرتاً کم ہوتا ہے۔ اضافہ مرجوعہ کے لئے پرگی یا کنڈرگ کو کوئی وجہ ترجیح بھی نہیں ہے نتیجہ یہ ہے کہ ریلوے اسٹیشن شاد نگر سے نزدیک تر ہونے کے باوجود کنڈرگ کے پرگی فاصلہ پر ہے لیکن اس کو کیوں مخفی رکھا گیا کہ فقانا باد اسٹیشن پرگی سے بہت قریب ہے اسیل ہے جہاں پر ریلوے کا جنکشن قائم ہو رہا ہے۔ فقانا باد میں بھی ایک تجارتی مرکز و تصریح گاہ ہے۔ حیدرآباد۔ دھنگل (مستقر صدر نظامت مال محبت نگر) وغیرہ کو جانے اور آنے والے لوگ گزشتہ سے فقانا باد ہی سے جاتے اتنے میں مستقر ضلع محبوب نگر کے لئے گدگ ریلوے اسٹیشن شاد نگر سے پختہ سڑک پرگی تک ہے جہاں موٹر سروس جاری ہے۔ اور ایک پختہ سڑک حیدرآباد حمایت نگر سے پرگی۔ کوڈکل ہوتے ہوئے بادگیر نکالی جا رہی ہے جو پرگی تک تیار بھی ہو چکی ہے۔ موٹروں کی آمد و رفت کے لئے اس سے کافی سہولت ہو گی۔ اسوا اس کے فقانا باد لیں پرگوم گڈہ اسٹیشن پرگی سے ۷ میل یا۔ میل پر واقع ہے اور الغرض ہر دو ریلوے اسٹیشنوں سے تعلقہ پرگی کے حدود ملے ہوئے ہیں۔ کنڈرگ شاد نگر سے ۱۲ اسیل ہونے کے باوجود مستقر تعلقہ کے لئے موزوں تر ہے اس سمجھ میں نہیں آسکتا ہے کہ قصبہ پرگی کس طرح غیر موزوں ہو سکتا ہے جب کہ اوس سے فقانا باد کہ وگوم گڈہ علی الترتیب ۱۰ و ۶ میل پر واقع ہے۔

ف ایک پرگی ہی پر کیا موقوف ہے۔ اکثر تعلقات کے مستقر سرکاری عمارات نہیں ہیں۔ ابھی لئے عرضداشت سرکاری کے لئے مکانات کرایہ پر لئے جاتے ہیں۔ یہ کوئی وجہ تبدیل مستقر کی نہیں ہو سکتی۔ پرگی میں تحصیل کے لئے یہ صرف زر کثیر خرچہ سرکاری عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ مزید برآں خیر ہمارا مقصود وجوہ کی بنا پر مستقر تعلقہ پرگی سے ہٹا کے کنڈرگ قرار دینے کے لئے گزشتہ اس عمارت کو بیکار نہیں کر سکتی یہ کہنا کہ پرگی کے مکان تحصیل اسکول کے کام آسکتا ہے۔ نہیں ہے اگر کوئی شخص تبدیل مستقر کی خواہش میں یہ بیان کرے کہ ایک شاندار اسکول کے لئے اتنی بڑی عمارت دیدی جائے اور کنڈرگ مستقر تعلقہ ہونے کے بعد دوسری مکان تحصیل کے لئے تعمیر کیا جاوے یا کرایہ پر لیا جائے۔ (حالاں کہ وہاں تحصیل کے قابل کوئی مکان ہی نہیں مل سکتا) اور مدرسہ کا موجودہ سرکاری مکان خالی کیا جاوے تو اوس کے نسبت بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی غرض ذاتی پر سہولت عامہ اور مفاد سرکاری کو قربان کرنا چاہتا ہے۔

ف تبدیل نام کنڈرگ کی تعریف بہت مبارک ہے اگر ہمارے نوٹس صاحب مانتے ہیں کہ پرگی کا نام بھی مستقر تعلقہ ہونے کی وجہ سے تبدیل کے قابل ہے تو میں اور تمام رعایائے تعلقہ نہ صرف تائید ہی کریں گے بلکہ ممکنہ کوشش و سپردیوں سے منظوری حاصل کر دیں گے۔ اون کے مشہ تیک کار رہیں گے۔ محمد احمد خان الدین ہائی کورٹ گلبرگہ۔

بیرونی خبریں

برطانی وزرا میں ان بن

انگلستان میں تحفظ صنایع کے سوال میں مسٹر اینٹن چیمبرلین سرولیم جانسن ککس میں مخالفت پیدا ہوگئی ہے اس مسئلہ پر پارلیمنٹ کی تقریروں میں ان دونوں وزرا نے مختلف رایوں کا اظہار کیا۔ ایک ہی وزارت دو وزیروں میں اس قسم کا اختلاف بہت معیوب خیال کیا جاتا ہے اس لیے انگلستان کے مختلف حلقوں میں اس اختلاف پر سخت تنقید کی جارہی ہے مگر اس تنقید کے جواب میں یہ بیان کیا جارہا ہے کہ جب تک مجلس وزارت مسئلہ طور پر کوئی فیصلہ نہ کرلے اس قسم کے اختلاف آرا معیوب نہیں۔ البتہ وزارت کے مسئلہ فیصلہ کے بعد کوئی فرد خواہ اس فیصلہ سے کتنا ہی اختلاف رکھے مگر وہ عام طور پر اس فیصلہ کے خلاف اپنا مسلک ظاہر کرسکتا۔

دو نئے گورنر

صوبہ جات متحدہ کے گورنر سر آگزنڈر مڈلٹن کے انتقال کی وجہ سے صوبہ متحدہ کی گورنری خالی ہوئی اور اس پر چھتاری کے نواب صاحب سفارش کام کررہے تھے حکومت نے مستقل انتظام یہ کیا ہے کہ صوبہ جات متحدہ کی گورنری پر پنجاب کے گورنر سر الگزنڈر میکلی کا تقرر کیا اور پنجاب کی گورنری سر جیوری ڈی مونٹ مورنسی کو دی گئی۔

بنگلور کے طلبا کی ہڑتال

بنگلور کے ایک مدرسہ میں ایک خاص مخصوص مقام سے گنپتی کا بت ہٹا دیا گیا اور دوسرے مقام پر رکھا گیا اس پر وہاں کے طلبا میں بہمی پیدا ہوگئی۔ اور انہوں نے ہڑتال کردی۔ آخر اچھے اچھے اس ناراضی

نے اپنی شکل اختیار کی جس کی وجہ وہاں کی کھلاں نے ہڑتال کے تین لیڈروں کو گرفتار کرلیا اس گرفتاری پر طلبا میں اور بہمی پیدا ہوگئی اور پولیس سے لیڈران کی رہائی کے متعلق متعدد بار درخواست کرنے اور پولیس کے انکار پر صورت حال بہت خطرناک ہوگئی طلبا نے مصنہ اور جوش میں پولیس پر پتھر برسانے شروع کیے اس پر پولیس کو مجبوراً بندوقیں چلانی پڑیں دو فرقوں کا بہت نقصان ہوا کسی جان کے ضایع ہونے کی اطلاع نہیں ملی۔ شہر کے راستے بند ہوگئے اور انتظام کے لیے فوج کی مدد طلب کرنی پڑی۔

بمبئی کے گرنیوں کی ہڑتال

بمبئی کے گرنیوں میں کئی ہفتے سے ہڑتال ہے مگر اب تک کوئی تصفیہ کی صورت نہیں پیدا ہوئی اب مالکان کارخانہ جات نے یہ تصفیہ کیا ہے کہ جلد گرنیوں کا کام شروع کردیں گے۔

بمبئی اور سامین کمیشن

بمبئی لجسلیٹو کونسل نے پونا کے اجلاس میں طے کیا کہ سامین کمیشن سے تعاون کرنے اور اس کو مدد دینے کے لیے ایک کمیٹی منتخب کی جائے اگرچہ اس بحث پر سخت مباحثہ ہوا اور قوم پرستوں نے اس کی سخت مخالفت کی آرار کے شمار کے وقت تحریک کی موافقت میں (۴۳) رائیں آئیں اور مخالفت کے لیے (۴۸)

ترکی میں لاطینی حروف کی ترویج

اس سے پہلے یہ اطلاع شایع ہوچکی تھی کہ ترکی میں اب عربی رسم الخط کے بجائے لاطینی رسم الخط کے رواج دینے کا خیال پیدا ہوا جارہا ہے۔

چنانچہ لاطینی ہندسوں کا رواج شروع ہوچکا ہے۔ حروف کے رواج کے لیے سرکاری منظوری زیر غور تھی اب غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے لاطینی حروف کی منظوری دے دی ہے اس عرصہ میں عہدہ داروں نے یہ طے کرلیا ہے کہ تمام اعلیٰ درجہ کی کتابوں کو لاطینی حروف میں شایع کرنے کے عظیم الشان کام کو اپنے ذمہ لے لیں۔

مشہور ناول نگار کی موت

لوئیس ٹریسی کا انتقال

مشہور جریدہ نگار اور ناول نویس مسٹر لوئیس ٹریسی نے کارنگٹ کو وفات پائی مسٹر ٹریسی کی علالت لمبے عرصہ سے چلی آتی تھی وہ بہت یادگار شایر اور ذہین میں ہوئی تھی تعلیم و تربیت یادگار نارتھ کلف کی اعانت میں شریک کیے گئے اور کچھ عرصہ وہاں کام کرنے کے بعد ۱۸۹۵ء میں وہ ہندوستان آئے اور چار سال تک الہ آباد میں قیام کیا اس کے بعد وہ امریکہ گئے۔ انہوں نے تقریباً تمام ہندوستان کی سیاحت کی تھی۔ جنگ کے زمانہ میں وہ برطانی فکر جنگی سے متعلق ہوگئے تھے جہاں وہ محکمہ اطلاعات کے ناظم بنائے گئے جنگ کے بعد وہ لندن کے مشہور اخبار ٹائمز اور ڈیلی میل کے محلس ادارت میں کام کرتے رہے اور اس کے بعد ولیٹ منٹر ایسوسی ایٹڈ پریس آف انڈیا کے ڈائرکٹر بنائے گئے اس حیثیت میں انہوں نے امریکہ میں بہت سا چندہ جمع کیا۔

جریدہ نگاری اور مختلف کاموں کے علاوہ انہوں نے بہت سے ناول لکھے جن میں معجزہ سم گریش تمت وغیرہ ناول تمام دنیا میں مشہور ہیں۔

موصل کے تیل کے چشمے

موصل کے تیل کے چشموں پر آج کل ٹرکش پٹرولیم کمپنی کام کررہی ہے اس کے متعلق تعیین یا شاک دوشا نے دعویٰ کیا کہ وہ چشمے ان کی ملکیت ہیں لیکن ترکی عدالت سے وہ دعویٰ نامنظور ہوا اور چشمے حسب حال کمپنی ہی کے قبضہ میں رہیں گے۔

دہلی کے ایک جج کی توہین

دہلی ۳ر اگسٹ عدالت میں سوامی سچدانند پر کسی کو زدوکوب کرنے کے الزام میں تعزیرات کے دفعہ ۱۴۴ کے تحت مقدمہ چلایا جارہا ہے سوامی سچدانند نے عدالت کے کمرہ میں سوت ستگھ مجسٹریٹ کے چہرہ پر جن کے اجلاس پر مقدمہ دایر تھا تھوک دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ملزم کو جو خود اپنی پیروی آپ کررہا تھا سزا تعزیر تنبیہ کیا گیا تھا کہ وہ صرف اعتذار طلب کرکے حوالات دے یا باوجود اس کے وہ غیر متعلق بحث کرتا رہا آخر کار مجسٹریٹ نے اس سے کہا کہ اس پر توہین عدالت کا دعویٰ دایر کیا جائے گا اس پر ملزم نے جج کو گالیاں دینی شروع کردیں اور یہ بھی کہا کہ جج بے ایمان ہے جج نے ملزم کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔

جب پولیس اس کی گرفتاری میں مصروف تھی وہ آگے جھک کر جج کے منہ پر تھوک کر دوبھتڑ بھی لگائے مسٹر دیوراج انسپکٹر پولیس جج کی شکایت پر ملزم کو ورسٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں لے گیا اور اس نے مقدمہ ڈسٹرکٹ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سٹرانیڈسن کے پاس منتقل کردیا۔

مقامی خبریں

چغتائی کا دیوان غالب

مشہور آرٹسٹ عبدالرحمن صاحب چغتائی کی کتاب دیوان غالب کو حضرت سلطان العلوم خسرو دکن نے اپنے اسم مبارک سے معنون کرنے اور منجانب سرکار کتاب کے انتخاب خریدنے کی منظوری صادر فرمائی ایک نسخے کی قیمت سو روپے کلدار ہے۔

حسن کارگزاری

خرسنگ راؤ صاحب مددگار ناظم تعلیمات کی حسن کارگزاری کے لحاظ سے حسب الحکم صاحبہ صدر ناظم بہادر ان کی ماہوار اس بلودخاص ماہانہ ۲۵ روپے کا اضافہ منظور کیا گیا۔

تیج۔ ڈبلیو شاکراس

شاکراس صاحب صدر جاگیردار کالج ۲۴ آبان ۱۳۴۵ف کو ذیلدہ ہوں گے ان کے نام پانسو روپے چار آنہ وظیفہ منظور ہوا ہے۔

شاکراس صاحب سررشتہ تعلیمات میں ایک نہایت تجربہ کار صدر مدرس ثابت ہوئے انہوں نے تقریباً (۳۵) سال پبلک اسکولس و مدارس میں صرف کیے۔ مدرسہ فوقانیہ چادرگھاٹ کی تنظیم و اصلاح میں صاحب موصوف کا خاصہ حصہ ہے۔

صدر اورنگ آباد کالج

مولوی عبدالحق صاحب بی اے صدر اورنگ آباد کالج دستہ انجمن ترقی اردو کی مدت ملازمت ختم ہو چکی ہے اور وہ ذیلدہ پر علیحدہ ہونے والے تھے فیلن صدر اعظم بہادر کے حکم سے ان کا عہدہ ملغوی کیا گیا کہا جاتا ہے کہ مولوی صاحب کی مدت ملازمت میں توسیع کی کارروائی جاری ہے۔

عثمانیہ یونیورسٹی کالج میں تعزیتی جلسہ

سنا گیا کہ مولوی سید وحید الدین سلیم مرحوم پرنسپل اردو کے پر ملال انتقال پر عثمانیہ یونیورسٹی کالج میں ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہوا انتہا مرحوم کے انتقال پر اظہار تاسف و افسوس کیا گیا اور جلسہ کی قرارداد بعض اخباروں کو نمبر اشاعت روانہ کی گئی۔

سزائے موت کا اجرا

چند سال سے ہماری ریاست میں سزائے قتل موقوف کر دیا گیا تھا اور سزائے قتل جس دوام سے بدلدی جاتی تھی لیکن تجربہ سے ثابت ہوا کہ اس رعایت سے کافی عبرت نہیں ہوتی اس لیے واقعات قتل عمد کثرت سے ہونے لگے اس بنا پر صیغہ عدالت نے پنچگانہ خسرو میں مرحومہ گزرانا کہ سزائے قتل پھر جاری کر دی جائے چنانچہ مذکورہ بالا وجوہ کے ساتھ حکم فخامتی صادر ہوا کہ سزائے موت حسب سابق ملتی کے فتوی کی اجرا کی جایا کرے۔

ڈاکٹر سراج یار جنگ بہادر

ڈاکٹر نواب سراج یار جنگ بہادر ال ال ڈی رکن عدالت العالیہ کی مدت ملازمت میں ایک سال کی توسیع منظور ہوئی۔

لالہ گوڑہ میں ریلوے مزدوروں کی ہڑتال

نظام گارنٹیڈ اسٹیٹ ریلوے کے ورکشاپ واقع لالہ گوڑہ سکندرآباد تقریباً تین ہزار مزدوروں نے ہڑتال کر دی ہے۔ انہوں نے اپنے ایک جلسہ میں قرارداد منظور کی کہ وہ تین دن تک کام نہیں کریں گے اگر اس مدت میں ان کے مطالبات پورے ہو جائیں بہتر ورنہ وہ اعلیٰ عہدہ داروں کو اس ہڑتال میں متوجہ کریں گے ان کی سب سے اہم شکایت یہ ہے کہ اگر وہ چند منٹ بھی دیر سے کارخانہ میں جاتے ہیں تو تمام دن کی مزدوری ہڑتال میں وضع کر لی جاتی ہے۔

مزدوروں کے لیڈر اس ہڑتال کی فوری وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ایک فورمن نے تین مزدوروں پر جرمانہ کیا جس پر ان مزدوروں نے افسروں کو دھمکی دی لیکن افسروں نے اس پر کوئی توجہ نہ کی جس پر مزدور ناراض ہو گئے اور اس کو اس ہڑتال کی وجہ میں ظاہر کیا۔

مزدوروں نے اپنے مطالبات حسب ذیل رقم میں ترتیب دیے ہیں:۔

(۱) روزانہ اجرت کے طریقہ کی جگہ گھنٹہ وار کی اجرت کا طریقہ رائج کیا جائے۔

(۲) سرکاری تعطیلوں کے دن تعطیل سمیت پوری تنخواہ کے دی جائے۔

(۳) ترقی کے موجودہ گریڈ کو نیند کر دیا جائے

(۴) تنخواہیں عالی سکہ کی جگہ کلدار سکوں میں دی جائیں۔

(۵) مزدوروں کی خاص ریل گاڑیاں بغیر کرایہ کے (۲۵) میل تک چلائی جائیں۔

(۶) سالانہ میں (۱۵) دن رخصت اتفاقی دی جایا کرے۔

(۷) الاونس بلنگ جو واجب الادا ہے ادا کیا جائے۔ (۸) ہڑتال کے ایام کی تنخواہ دی جائے اور دوسرے ریلوے لائینوں پر ہڑتال کرنے کے لیے فوری پاسخ

ڈاکٹر ہارولڈ ملکر

عثمانیہ میڈیکل کالج کی عمارت اور نرسوں کی رہائش پر پروفیسر ڈبلیو ہارولڈ ملکر مقرر کیے گئے ہیں ڈاکٹر صاحب ایک عرصہ تک عثمانیہ جنرل اسپتال میں کام کر چکے ہیں

دکن کی صحافت میں ایک نئے اخبار کا اجرا

روزنامہ صبح دکن

زیر ادارت

مولوی احمد عارف صاحب

بہترین اشاعت اور معقول سرمایہ کے ساتھ ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۳۷ء سے جاری ہو رہا ہے گا قیمت سالانہ بیرون بلدہ سے (عہ۱۵) اشتہار بنیجر صبح دکن حمید تاباد دکن۔

نوٹس بابتہ تقرر تاریخ پیشی

عدالت اڈیشنل جج پرانت مالوہ اندور

بمقدمہ نمبر ۶۵ متفرقات دیوانی۔

رام چندر ولد بالمکند قوم مہاجن مہیری ساکن اندور کارخانہ جو ناپریس عذر دار سائیل۔ بنام

(۱) مانکی لال۔ نگدشن لال قوم مہاجن مہیری ساکن اندور حد سیتلا ماتا کا بازار۔ (۲) بے نراین ولد بے گوپال داس قوم مہاجن مہیری ساکن خلد نظام آباد علما تجدید آباد دکن محکوم لان۔

درخواست بموجب دفعہ ۴۷ ضابطہ دیوانی گزارش یہ ہے کہ حکم ۲۴ بمقدمہ عذر داری۔ بنام مجھے نراین ولد بے گوپال داس قوم مہاجن مہیری ساکن خلد نظام آباد۔ تا تاحید آباد دکن۔ مقدمہ مندرجہ عنوان میں بتکلم ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء مقرر کی گئی ہے لہذا بذریعہ نوٹس ہذا تمکو اطلاع دیجاتی ہے کہ تم اس تاریخ پیشی مرقومہ عنوان خود یا وکیل قرار دادہ ضابطہ کے تاریخ مقررہ پر وقت الاجلاس حاضر عدالت ہو کر پیروی مقدمہ کرو ورنہ مقدمہ تمہاری عدم حاضری میں سماعت اندیشہ ہو گا آج تاریخ ۱۶ مارچ ۱۹۳۷ء بدستخط اور مہر دستخطی میرے دستخط اور مہر عدالت کی ہمارے جاری کیا گیا۔

دستخط مکیش راجمحمد ریڈر ایڈیشنل جج پرانت مالوہ اندور۔

اہل جرمن کی حیرت انگیز کاریگری

کمیکل گولڈ سونے کی چوڑیاں

اہل ولایت نے جہاں بیحساب دلچسپ چیزیں ایجاد کی ہیں وہاں یہ کمیکل گولڈ کی چوڑیاں بھی اس قدر نفیس بنائی ہیں کہ اتنی حسن قدر تعریف کی جائے کہ ہے یہ چوڑیاں ایک خاص قسم کی بنائی گئی ہیں ان پر نہایت عمدہ خوشنما بیل بوٹوں کا کام کیا گیا ہے ان پہلے نہیں ہے کہ گوری گوری اور نازک کلائی پر اس قدر خوبصورت معلوم ہوتی ہیں کہ دیکھنے والوں کا دل بیحد ہو جاتا ہے شوق رکھنے والی خواتین ضرور منگوائیں گی کے دکھتی ہیں کی کمالی نہیں پڑتی۔ زنگ نہیں لگتا یا کچھ روپے کی چوڑیاں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں بنگال اور دکن کے رئیس ملکہ کی عورتوں نے بہت پسند کی ہیں قیمت فی سٹ جس ۱۲ چوڑیاں ہیں ۱۲ روپیہ ۲ سٹ کے خریدار کو ایک سٹ انعام نمونہ آزاد کے ہمراہ روانہ کریں۔ ملنے کا پتہ مراب بلڈنگ نمبر ۱۴۹ مستھر آئیر۔

مشتہرین کیلئے مژدۂ جانفزا

پیغام صلح کا آخری بنی نمبر کثیر تعداد میں اگست کے چوتھے ہفتہ میں چھپے گا جو تقریباً دو لاکھ ہاتھوں میں پہنچے گا۔ غیر معمولی ضخامت اور تمام ظاہری و باطنی خوبیوں کے باوجود اس کی قیمت ۲ رہے گی۔ اس لئے اس کی اشاعت لازماً وسیع پیمانہ پر ہوگی۔ یہ نمبر ہندوستان کے گوشہ گوشہ کے علاوہ یورپ افریقہ امریکہ اور ممالک اسلامیہ میں کثرت جائیگا۔ اس نمبر میں جن مشتہرین کے اشتہارات شائع ہوں گے وہ ساری دنیا میں مشہور ہو جائیں گے۔ ملک قوم سے ان کی آواز آئیں گے۔ نتیجہ ان کو خود بتائیگا کہ انہوں نے کیا خرچ کیا اور کیا پایا۔ البتہ ایسے زریں موقعے روز روز میسر نہیں آیا کرتے۔ نرخنامہ حسب ذیل ہے۔

پورا صفحہ (۴ کالم) ۳۵ روپے۔ ۳ کالم ۱۸ روپے۔ ۲ کالم ۱۰ روپے۔ ۱ کالم ۵ روپے ۱/۲ کالم تین روپے۔ **نوٹ** (۱) یہ اجرت رعایتی ہے اس میں مزید رعایت کی گنجائش نہیں (۲) تمام اشتہارات ۳۰ اگست تک دفتر میں بصاحبت پہنچ جانے چاہئیں۔ (۳) جو اشتہار بیچ کے صفحہ ۳۰-۳۱ کے لئے شرح اجرت الگ ہے جو بذریعہ خط و کتابت طے ہو سکتی ہے۔

آخری بنی کی قیمت فی پرچہ ۲ رمع محصول ہے۔ دس سے زیادہ کے خریدار اور ایجنٹوں کو دس ۱۰ روپے سینکڑہ علاوہ محصول دیا جائے گا۔

منیجر پیغام صلح لاہور

کتب خانہ
کلیہ جامعہ عثمانیہ

نظام گزٹ

ہفتہ وار

چندلا

سرکار سے سالانہ — چوبیس روپیہ — اضلاع و ریاست سالانہ — پندرہ روپیہ

ہندوستان کے لئے مع محصول ڈاک

		سہ ماہی	عاں
سالانہ	لے		
ششماہی	ہے	فی پرچہ	۲/۶ر

ہندوستان سے باہر کے لئے

سالانہ	پندرہ شلنگ
ششماہی	آٹھ شلنگ
سہ ماہی	چار شلنگ چھ پنس

(۱) انتظامی امور اور رسالہ ندکے متعلق [illegible] کو مخاطب فرمایئے

(۲) صرف مضامین مدیر کے نام روانہ [illegible] ویں۔

(۳) خط و کتابت میں نشان خریداری ضرور تحریر فرمایئے۔

(۴) اگر پرچہ نہ ملے تو تاریخ اشاعت سے [illegible] کے اندر اطلاع فرمایئے۔

(۵) نظام گزٹ آئندہ سال (۱۹) صفحے کے [illegible] کا اور کبھی کبھی تصویریں بھی شایع ہوں گی۔

منظم نظام گزٹ

سید عبدالقادر تاجر کتب و پیشکار نظام گزٹ نے اپنے مطبع شمس البرین میں چھاپا حیدرآباد دکن اور دفتر نظام گزٹ واقع شاہ تمپ میدان سے شایع کیا